Rs160..00

وَمَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ

اور جس نے رسول کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی

عشقِ رسول ﷺ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

ناشر: مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد
+92-041-618003

وَمَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

اور جس نے رسول کی اطاعت کی پس تحقیق اُس نے اللہ کی اطاعت کی

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

ناشر

مکتبۃ الفقیر

223 سنت پورہ فیصل آباد

+92-041-618003

نام کتاب	عشق رسول ﷺ
مؤلف	حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ
ناشر	مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد
اشاعت اوّل	2000ء
اشاعت دوم	مارچ 2001ء
اشاعت سوم	اکتوبر 2001ء
اشاعت چہارم	اپریل 2002ء
اشاعت پنجم	ستمبر 2003ء
اشاعت ششم	جون 2003ء
اشاعت ہفتم	مارچ 2005ء
اشاعت ہشتم	مارچ 2006ء
اشاعت نہم	اکتوبر 2006ء
اشاعت دہم	اپریل 2007ء
اشاعت گیارہ	فروری 2008ء
اشاعت بارہ	ستمبر 2008ء
اشاعت تیرہ	مارچ 2009ء
اشاعت چودہ	جون 2009ء
تعداد	1100

انتساب

فقیر اپنی ناچیز کوشش کو اپنے محسن و مربی عاشق رسول ﷺ مرشد عالم محبوب العارفین حضرت مولانا پیر غلام حبیب نقشبندیؒ مجددی کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہے۔

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی


محمد
صلى الله عليه وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ

عَلَى النَّبِيِّ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے
ہیں اس لئے اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

(القرآن الکریم)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

فہرست

دیباچہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبوب العلما سیدنا ومرشدنا حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ العالی نابغہ روزگار شخصیت ہیں۔ ماہر علوم جدید وقدیم ہیں۔ دسیوں کتابوں کے مصنف ہیں۔اور لاکھوں انسانوں کے مرشد ہیں۔تقریباً چالیس ممالک میں آپ کے عقیدت مندوں کا جم غفیر ہے اس لحاظ سے اگر حضرت کو مبلغ عالم کہہ دیا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔آپ زبان وبیان سے بھی خفتہ دلوں کو جگاتے ہیں۔اور قلم سے بھی ماؤف ذہنوں کو صراط مستقیم پر ڈالتے ہیں۔آپ کا مقصد حیات عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی جوت جگانا ہے۔آپ کے قلم سے حال ہی میں دو کتابیں منصۂ شہود پر آئی ہیں (عشق الٰہی، عشق رسول)۔یہ آپ کی تصانیف وتقاریر کا مقصد ہیں آپ نے عاشقان الٰہی اور محبان رسالت پناہی پر زبردست احسان کیا ہے۔دونوں کتابوں کا مقصد اور خلاصہ ایک ہی ہے۔کہ مسلمان کے دل میں اللہ جل شانہ اور سید الانبیاء ﷺ کے حقیقی عشق کے جذبات اپنی تمام تر تابانیوں اور جان سپاریوں کے ساتھ جلوہ گر ہو جائیں۔کیونکہ انسان کی زندگی کا دارومدار قلب پر ہے اور قلب کی حقیقی حیات کا انحصار عشق خداوندی وعشق رسالت پر ہے۔عشق اولیاء سے عشق آل واصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملتا ہے۔اور عشق آل واصحاب سے عشق رسول عطا ہوتا ہے۔عشق رسول ﷺ سے عشق الٰہی کا گوہر یکتا ملتا ہے۔اگر عشق اولیاء سے عشق آل نہ ملے اور

عشق آل سے عشق اصحاب نہ حاصل ہو اور عشق اصحاب سے عشق رسول ﷺ نہ پیدا ہو اور عشق رسول ﷺ سے عشق الٰہی سے نہ نوازا جائے تو سمجھئے کہ یہ عشق حقیقی عشق نہیں بلکہ نفس کا دھوکا ہے۔ ورنہ حقیقی عشق تو عاشق کی جھولی میں معرفت کے گوہر آبدار ڈال دیتا ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہء دامان اوست

حضرت والا شان نے عشق کے متعلق مختلف بزرگوں کے نظریات کتابوں میں جمع کر دیئے ہیں۔ لہٰذا یہ دونوں کتابیں صرف ایک جذباتی تصنیف نہیں ہیں بلکہ اس باب میں یہ ایک محققانہ تالیف کا درجہ حاصل کر گئی ہیں۔ جو سالکین کے لئے ایک تحفہء عرفانی و ایمانی بن گئی ہیں۔

میرے نزدیک ایک ہے عشق اور ایک ہے ہوس۔ عشق اور چیز یا کیفیت ہے۔ اور ہوس چیز دیگر است۔ لوگ عشق اور ہوس میں تمیز نہیں کر پائے اور ہوس کا نام عشق دھر لیا ہے دراصل ہوس وہ میلانِ طبع ہے جو مرغوبِ نفس امارہ ہے۔ اور عشق وہ ہے جو خالقِ حسن اور مظہرِ حسن ازل پر والا و شیدا ہوتا ہے اور یہ مرغوب قلب ہے۔ ہوس کا شمار رذائل میں ہوتا ہے۔ اور عشق فضائلِ انسانی میں سے ہے۔ شاید غالب نے اس لئے کہا تھا

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہلِ نظر گئی

اہلِ ہوس یعنی بہروپیوں نے بھی اب عشق کا شعار اختیار کرنا شروع کر دیا ہے۔

لباسِ فقر پہن کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور دامِ تزویر میں لاتے ہیں۔ بس حسنِ دنیا پر فریفتگی ہوس ہی کہلاتی ہے۔ دراصل عشق اور ہوس کا فرق اہل اللہ ہی سمجھ پاتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ فرماتے ہیں

باجھ فقیراں کے نہ ماریا ظالم چور اندر دا ہو

لوگ عشق اور ہوس میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ غالب کا یہ شعر ہے۔

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

اس عشق سے مراد یہی ہوس ہے جس کو عشق سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ ورنہ عشق تو انسان کو رفعتوں سے نوازتا ہے۔ نہ کہ نکما بناتا ہے۔

آتشِ عشق تو نفس کی نجاستوں، غلاظتوں، من مانیوں اور ہوس رانیوں کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔ انانیت و اماریت کے دیو ستمگر کو عشق الٰہی اور عشق رسالت کی دو دھاری تلوار قتل کر دیتی ہے اور عشق بے باکانہ نعرہ اناالحق لگا کر فنا فی الذات ہو جاتا ہے بقول حضرت نیاز فتحی

عشق نام ہے شاید انہیں، خونی مقاموں کا
جہاں جا کر پلٹتا ہی نہیں پھر کارواں کوئی

عشق وصل الٰہی کیلئے نوری زینہ ہے، نجات اخروی کا نوحی سفینہ ہے۔ جب عشق کے جلوے موجزن ہوتے ہیں تو نہ غیر اللہ کی طرف میلان ہوتا ہے نہ غیر اللہ کا خوف لاحق جان ہوتا اور نہ غیر اللہ سے امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ اسی لئے تو علامہ مرحوم پکار اٹھے:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

گویا آتش نمرود کی حرارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آتش عشق کی حدت کے سامنے ماند پڑ گئی۔ اور برداً وسلاماً بن گئی۔ اسی لئے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام آتش نمرود کی شعلہ زنی سے ذرا بھی نہ گھبرائے۔ کتنے ہی ملائکہ امداد کیلئے آئے لیکن حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے سب کی امداد کو واپس کر دیا۔ اور عشق آتش نمرود سے بازی لے گیا۔ علامہ فرماتے ہیں

عشق با دشوار ورزیدن خوش است
چوں خلیل از شعلہ گل چیدن خوش است

عشق کا تو مزاج ہی ایثار و قربانی اور صبر و استقامت ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ عاشق صادق حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی مانند شعلوں سے اپنے دامن میں پھول چن لے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا عشق اس قدر بلند تھا کہ دل اسباب دنیا کی طمع یا اس کے اثرات کے خوف سے بے نیاز تھا۔ حضرت رومی فرماتے ہیں

عقل بر اسباب مے دارد نظر
عشق مے گوید مسبب را نگر

اسی لئے حضرت خلیل علیہ السلام جیسے عاشق نے ملائکہ کی تمام پیشکشیں ٹھکرا دیں کیونکہ ان کی نظر کے سامنے اسباب جہاں کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ ان کی نگاہوں کو آفتاب عشق نے خیرہ کر دیا تھا۔ یہ احوال ہے کہ آنکھیں اگر آفتاب پر جما دی جائیں تو سوائے آفتاب باقی سب چیزیں اوجھل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح دل کی آنکھیں جب آفتاب عشق پر ٹک جائیں۔ تو سارا جہاں اور اس کے مناظر اور لذائذ گم ہو جاتے

ہیں۔حضرت خلیل اللہ علیہ السلام جیسے عاشق کے سامنے سوائے عشق الٰہی سب کچھ ہیچ ہوگیا تھا حضرت فتحی فرماتے ہیں

غلبہ ہے تیری ذات کا اس دل پر کچھ ایسا
آنکھوں سے چھپے جاتے ہیں آثار حرم بھی

محبوب العلماء والصلحاء مبلغ عالم حضرت حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ العالی نے عشق الٰہی اور عشق رسول پر عارفانہ، محققانہ اور عاشقانہ دو جلد کتابیں تصنیف کی ہیں۔مختلف کتب میں جو عاشقان الٰہی اور دیوانگان عشق رسول نے عشق کے موتی بکھیر رکھے تھے حضرت نے ان کو یکجا کر کے دو لڑیوں میں پرو دیئے ہیں۔اور اہل عشق کے قلوب کی پیشانیوں پر گویا جھومر بنا کر لٹکا دیا ہے۔ان کتابوں کے مطالعہ سے اہل دل میں عشق کی تڑپ اور اہل علم میں محبت کی بیقراریاں اور محبوب کے وصل کیلئے بے چینیاں پیدا ہوں گی۔

حضرت والا نے اپنی افتادطبع کے تحت اپنے عشق کی سرمستیوں اور سرشاریوں کو عشق الٰہی، عشق رسول ﷺ کی صورت میں عشاق کے سامنے پیش کردیا ہے۔آپ نے عشق کے متعلق بزرگان دین کے نظریات شرح و بسط کے ساتھ پیش فرمادیئے ہیں۔جس سے حضرت کے علمی مطالعہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔میرے خیال میں ان عناوین پر اس گہرائی اور گیرائی سے آج تک کوئی کتاب معرض وجود میں نہیں آئی یا کم از کم مجھ جیسے محدود العلم کے مطالعہ میں نہیں گزری۔حضرت والا شان نے عنوان عشق کو لفظوں سے اس طرح اجاگر کیا ہے کہ یہ قال کی بجائے حال بن گیا ہے۔ہر لفظ عاشق کی فریاد دلنشیں بن گیا ہے۔ہر سطر جذبات عشق کی صدائے وصل بن گئی ہے۔ہر جملہ گویا دامن محبوب کو تھام کر صدا لگا رہا ہے،

تیری چاہت کی ہر چیز کو چاہا دل سے
اپنی چاہت کی ہر چیز جلا دی ہم نے
داستانیں تیری غیرت کی حیا کی سن کر
یاد اغیار کی سینے سے مٹا دی ہم نے
تجھ کو شکوہ ہے کہ رستے میں ہے دیوار انا
آکے اب دیکھ یہ دیوار بھی ڈھا دی ہم نے

حضرت مجذوب نے یہ ساری کہانی ایک شعر میں سمو دی ہے اور اس طرح سمو دی ہے کہ گویا محبوب کو وصل سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ فرماتے ہیں

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

عقیدت کیش
عبدالستار نجم

پیش لفظ

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمال بے نقاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

الحمدللہ وحدہ و الصلوۃ و السلام علی من لا نبی بعدہ . اما بعد!

سیدالاولین والآخرین، سیدالانبیاء، رئیس الاتقیا، محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات بابرکات تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر آئی۔ وہ محسن انسانیت جس نے مذہبی اداروں میں شخصیت پرستی کی بجائے خدا پرستی قائم کی، جس نے اعتقادات کو توہم کی بجائے حق کی بنیاد بخشی، جس نے سائنس میں فطرت کی پرستش کرنے کی بجائے فطرت کو مسخر کرنے کا سبق دیا، جس نے سیاسیات میں نسلی بادشاہت کی بجائے عوامی حکومت کا راستہ دکھایا، جس نے علم کی دنیا میں خیال آرائی کی بجائے حقیقت نگاری کی طرح ڈالی، جس نے سماج کی تنظیم کے لئے ظلم کی بجائے عدل کی تعلیم دی۔ جب قریش مکہ نے پوچھا کہ آپ ﷺ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ تو اس در

یتیم نے کہا:

کلمة واحده تعطو نیها تملکون بها العرب و تدین لکم العجم

{اگر تم ایک کلمہ پڑھو تو تم مالک ہو جاؤ گے اس کے ذریعے عرب کے اور غلبہ پاؤ گے تم اس کے ذریعے عجم پر}

اور پھر وقت نے ثابت کیا کہ آپ ﷺ نے انسانیت کی خالی جھولی میں اخلاق عظیمہ کے جواہرات بھرے، مظلوم کو ظلم سے نجات دلائی اور جاہل کو علم سے آراستہ کیا، اونٹ چرانے والے حدی خوانوں کو انسانیت کا پاسبان و نگہبان بنایا، جو دنیا کے سودائی تھے انہیں اللہ کا سودائی بنایا، جو نفس پرست تھے انہیں نفس شکن بنایا، جو مجاور تھے انہیں مجاہد بنایا، جو آپس میں غضبناک تھے انہیں رحماء بینهم بنایا، جو سراپا گفتار تھے انہیں سراپا کردار بنایا۔ جب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آیا تو لوگوں سے گواہی مانگی کہ بتاؤ میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے یا نہیں؟ ایک لاکھ پچیس ہزار انسانوں نے جواب دیا۔

نشهد انک قد بلغت الرسالة و ادیت الامانة و نصحت الامة

{ہم گواہی دیتے ہیں بے شک آپ نے پیغام پہنچا دیا اور امانت ادا کر دی اور امت کو نصیحت کر دی}

اس خاصہ خاصانِ رُسل کے ساتھ محبت و عشق کا ہونا ایمان کی شرائط میں سے ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا
نماز اچھی حج اچھا روزہ اچھا ہے زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا

موزمبیق کے ایک سفر میں محمد امین صاحب نے کہا کہ حضرت! آپ نے عشق الٰہی پر کتاب لکھی ہے اب آپ عشق رسول ﷺ پر بھی کتاب لکھیں۔ تعمیل حکم میں فقیر نے اس عنوان پر کام کرنا شروع کر دیا۔ پرتگال کے دورے میں محمد موسیٰ جج صاحب کے گھر پر اس کتاب کا اکثر حصہ مکمل ہوا۔ گو کہ اہل قلم حضرات نے اس عنوان پر بہت کچھ لکھا ہے لیکن فقیر کا معاملہ تو اس بوڑھی عورت کی مانند ہے جو دھاگے کی گٹھلی لے کر حضرت یوسف کو خریدنے چلی تھی۔ کسی نے کہا کہ وہاں تو امراء موجود ہوں گے آپ کیسے خریدو گی؟ اس نے جواب دیا تھا کہ یہ تو مجھے بھی پتہ ہے کہ میں حضرت یوسف کو خرید نہیں سکتی مگر اس لئے آئی ہوں کہ کل قیامت کے دن جب حضرت یوسف کے خریداروں کو بلایا جائے گا تو مجھے بھی ان میں شمولیت نصیب ہو جائے گی۔ کیا بعید ہے کہ روز محشر جب عاشقانِ جمالِ رسول ﷺ کو بلایا جائے تو فقیر کو بھی لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے کا موقع مل جائے۔ اللہ تعالیٰ فقیر اور دوسرے تمام احباب کی اس عاجزانہ کوشش کو قبول فرما کر قیامت کے دن شافع المذنبین، سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّداً بِمَقَالَتِیْ
لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدِ

{میں نے اپنے مقالے کے ذریعے محمد ﷺ کی مدح نہیں کی لیکن محمد ﷺ کے نام سے میرے مقالہ کی عظمت ہوگئی}

قارئین کرام اگر کسی جگہ کوئی غلطی دیکھیں تو مطلع فرما کر احسان فرمائیں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا

دعا گو و دعا جو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی

كان الله له عوضا عن كل شئ

مہتمم دار العلوم جھنگ، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب 1

لفظ محبت کی تحقیق

رب ذوالجلال نے کائنات کی مختلف چیزوں کے درمیان ایک مقناطیسیت پیدا کردی ہے۔ اگر یہ مقناطیسیت بے جان چیزوں کے درمیان ہوتو اسے کشش کہتے ہیں مثلاً کشش ثقلا وغیرہ اور اگر یہ کشش دو جانداروں کے درمیان ہوتو اسے میل (میلان) کہتے ہیں۔ مشہور ضرب المثل ہے۔

اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ
(ہر جنس اپنی جنس کی طرف میلان کرتی ہے)

یہی میلان جب زیادہ ہوجاتا ہے تو محبت کہلاتا ہے۔ محبت کا لفظ حَبَّۃٌ سے مشتق ہے جس کا لفظی مطلب دانہ ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب بیج کو زمین میں ڈالا جائے تو یہ زمین کے اندر پوشیدہ ہوجاتا ہے۔ اس پر بارش پڑتی ہے، آفتاب چمکتا ہے تو پھر یہ اگتا ہے اور اس میں خوشنما پھول اور خوش ذائقہ پھل لگتے ہیں۔ اسی طرح جب محبت کا بیج دل کی زمین میں پڑتا ہے تو یہ نشوونما پاتا ہے پھر احوال و کیفیات کے پھل پھول اور برگ وبار اس میں پیدا ہوتے ہیں۔

علمائے نفسیات اس بات پر متفق ہیں کہ لفظ کے اعتبار سے کسی مرغوب شے کی

طرف حجاب کے انجذاب کو محبت کہتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے محبت کی تعریف اس طرح کی ہے

''محبت طبیعت کا میلان ہے ایسی شے کی طرف جس سے لذت حاصل ہوتی ہے''۔

ملاں محمود قاشانی کے الفاظ میں

''محبت مطالعہ جمال کے لئے باطن کا میلان ہے''

حضرت سید محمد ذوقی شاہ صاحب قدس سرہ اپنی کتاب ''سر دلبران'' میں تحریر فرماتے ہیں

''محبت ایک مقناطیسی کشش ہے جو کسی کو کسی کی جانب کھینچتی ہے۔ کسی میں حسن و جمال کی ایک جھلک دیکھ لینا اور اس کی جانب طبیعت کا مائل ہو جانا، دل میں اس کی رغبت اس کا شوق اس کی طلب وتمنا اور اس کے لئے بے چینی کا پیدا ہونا، اس کے خیال میں شب و روز رہنا، اس کی طلب میں تن من دھن سے منہمک ہونا، اس کے فراق سے ایذا پانا، اس کے وصال سے سیر نہ ہونا، اس کے خیال میں اپنا خیال، اس کی رضا میں اپنی رضا، اس کی ہستی میں اپنی ہستی کو گم کر دینا، یہ سب محبت کے کرشمے ہیں۔ اس کی حکومت عالمگیر ہے، ساری کائنات محبت ہی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ محبت سے ہی کائنات کا آغاز ہوا اور اسی محبت کی آخر تک فرمانروائی رہے گی۔ ذرہ ذرہ میں محبت کے اثرات نمایاں ہیں، جمادات، معدنیات اور وہ اشیاء جنہیں عام طور پر غیر ذی روح قیاس کیا جاتا ہے وہ بھی محبت کی ہمہ گیری سے محفوظ نہیں''

جناب قاضی محمد سلیمان منصور پوری ''رحمۃ للعالمین'' میں حدیث شریف ''وَالْحُبُّ اَسَاسِیْ'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''محبت ہی قوت قلب ہے ،محبت ہی غذائے روح ہے،محبت ہی قرۃ عین ہے،
محبت ہی حیات الابدان ،دل کی زندگی ،زندگی کی کامیابی بلکہ کامیابی کو دوام
بخشنے والی ہے غرض محبت ہی سب کچھ ہے''

محبت سے علاقہ پیدا ہوتا ہے یعنی دل کسی کی جانب مائل ہوتا ہے۔اس تعلق کو ارادہ قوی بناتا ہے تو کشش اور جذب پیدا ہوتا ہے۔اس کے بعد سوزش اور ہمہ وقتی جلن،اس کے بعد درد سے دل آشنا ہو جاتا ہے۔اس میں ترقی ہوتی ہے تو شغف کا تسلط ہوتا ہے اور محبت کا اثر قلب تک پہنچ جاتا ہے۔مصائب کی برداشت آ جاتی ہے اور موانع سبک نظر آتے ہیں۔قرب کی تدبیر کی لگن ہوتی ہے۔محبوب کے علاوہ سب تفکرات ختم بلکہ محبوب کی محبت دل پر حکمران بن جاتی ہے۔

مشہور فلسفی حکیم بوعلی سینا نے دعویٰ کیا ہے کہ محبت مجردات ،فلکیات ،عنصریات ،معدنیات ،نباتات وحیوانات سب میں پھیلی ہوئی ہے ۔ یہاں تک کہ علمائے ریاضی نے کہا ہے کہ اعداد متحابہ بھی ہوتے ہیں ۔یعنی بعض اعداد میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مناسبت رکھتے ہیں۔

محبت کی تعریف

بعض محققین کا خیال ہے کہ محبت کی تعریف نہیں کی جاسکتی ،اس کی یافت محض وجدان ہی سے ہوسکتی ہے لہٰذا محبت کی تعریف خود اس کا وجود ہے۔اس خیال میں اس بنا پر صداقت پائی جاتی ہے کہ محبت ایک جذبہ ہے اور جذبہ کا ادراک ذوق و وجدان سے ہوسکتا ہے نہ کہ عقل سے ۔اسی لئے خواجہ یحیٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

اَلْمُحَبَّةُ حَالَةٌ لَا يُعَبَّرُ عَنْهَا مَقَالَةٌ

(محبت ایک حال ہے اس کی تعبیر الفاظ سے نہیں ہو سکتی)

یوں کہنا چاہئے کہ

محبت حال است و حال ہرگز قال نشود

(محبت ایک حال ہے جو کہ ہرگز قال نہیں بن سکتا)

تاہم بعض مشائخ نے سالکین کے فائدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے محبت کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ان کے چند اقوال درج ذیل ہیں۔

① حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ محبت کیا چیز ہے؟ فرمایا

کاس لہا وھج اذا استقر فی الحواس و سکن فی النفوس تلاشی

{ایک پیالہ ہے (آگ کا) جو خوب بھڑکتا ہے جب حواس کے اندر قرار پکڑتا ہے اور نفوس میں قائم ہو جاتا ہے تو فنا کر دیتا ہے}

یعنی تمام وجود کو محو کر دیتا ہے اور اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے پس اس کا نام محبت اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ دل سے ماسوائے محبوب ہر چیز کو محو کر دیتی ہے۔

② حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے محبت کی تعریف اس طرح کی

المحبۃ استقلال الکثیر منک و استکثار القلیل من حبیبک

(محبت یہ ہے کہ اپنے کثیر کو قلیل جانے اور محبوب کے قلیل کو بھی کثیر جانے)

اس لئے مثل مشہور ہے کہ طل من الحبیب و ابل (محبوب کی طرف سے ہلکی پھوار بھی زوردار بارش کی مانند ہوتی ہے)۔مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے محبت ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو بے حد و حساب نعمتیں دینے کے باوجود فرمایا

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ (کہہ دیجئے کہ دنیا کی متاع تھوڑی سی ہے)

جب کہ مؤمنین نے محدود ذکر کیا تو پھر بھی ان کے لئے کثیر کا لفظ استعمال فرمایا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالذّٰاکِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰاکِرَاتِ

(کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں)

اسی مفہوم کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

؎ گرچہ اندک بود انعام تو باشد بسیار
ورچہ بسیار کنم شکر تو باشد اندک

{اگر چہ تیرا انعام کم بھی ہو پھر بھی بہت ہے اور اگر میں تیرا بہت شکر ادا کروں پھر بھی کم ہے}

3 سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

المحبة دخول صفات المحبوب على البدل من صفات المحب

{محبت یہ ہے کہ محبّ کی ساری صفات محو ہو جائیں اور محبوب کی صفات اس میں آجائیں}

اسی مفہوم کو کسی نے دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے

المحبة محو الحبيب لصفاته و اثبات المحبوب بذاته

{محبت یہ ہے کہ محبّ کی ساری صفات محو ہو جائیں اور محبوب کی ذات کا اس جگہ اثبات ہو}

جب بلب روشن ہو جاتا ہے تو دور سے آگ کا گولہ نظر آتا ہے اس کا شیشہ وغیرہ نظر نہیں آتا اسی طرح محبت کی وجہ سے محبّ کا اپنا آپ مٹ جاتا ہے فقط محبوب کی صفات نظر آتی ہیں۔

روایت ہے کہ مجنوں کا عشق کمال درجہ کو پہنچ گیا تو اس سے کسی نے کہا " دیکھ وہ

لیلیٰ آ رہی ہے''۔ مجنوں حالت استغراق میں چونک پڑا اور بولا ''میں ہی تو لیلیٰ ہوں''

لیلیٰ و من یکے بودیم دو می نمودیم
نابود شد آن نمود و یک شدیم

{میں اور لیلیٰ ایک تھے لیکن دو نظر آتے تھے یہ نمود نابود ہو گئی پس ہم ایک بن گئے}

ہوتا یہی ہے کہ

عشق و عاشق محو گردد ایں مقام
خود ہماں معشوق ماند والسلام

{اس مقام پر عشق و عاشق ختم ہو جاتے ہیں اور فقط محبوب رہ جاتا ہے بس سلام ہو}

4 حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،

المحبۃ حجاب بین المحب و المحبوب
فاذا فنی المحب عن المحبۃ وصل بالمحبوب

{محبت تو خود محبّ و محبوب کے درمیان ایک پردہ ہے جب محبّ محبت سے فنا ہو جاتا ہے تو محبوب میں واصل ہو جاتا ہے}

کسی عارف کا قول ہے کہ لفظِ ''حُب'' دو حروف سے مرکب ہے ''ح'' اور ''ب'' سے۔ ''ح'' سے اشارہ روح کی طرف اور ''ب'' سے اشارہ بدن کی طرف۔ پس جو شخص محبت کے راستے میں قدم رکھتا ہے تو اس کو تن اور من فدا کرنے پڑتے ہیں۔

⑤ حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

حقيقة المحبة قيامک مع محبوب بخلع اوصافک

{محبت کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے اوصاف کو چھوڑ کر محبوب کی ذات سے قائم ہو جائے}

⑥ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

لا تصلح المحبة بين الاثنين حتى يقول الواحد للآخر يا انا

{دو شخصوں میں محبت اس وقت تک درست نہیں جب تک ایک دوسرے کو نہ کہے اے "میں"}

⑦ حضرت ابو عبداللہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

حقيقة المحبة ان تهب كلک لمن احببت ولا تبقى لکُ من شئی

{محبت کی حقیقت یہ ہے کہ اپنا سب کچھ محبوب کے سپرد کر دے اور اپنے لئے کچھ بھی نہ چھوڑے}

اس کی بہترین مثال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل ہے کہ انہوں نے اپنا سارا مال نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا

⑧ حضرت ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ نے محبت کے متعلق فرمایا ہے۔

ما لم تخرج من كليتک لم تدخل فی حد المحبة

{جب تک تو اپنے بارے میں بے اختیار نہ ہو جائے محبت کے دائرے میں داخل نہیں ہو سکتا}

⑨ حضرت رویم رحمۃ اللہ علیہ نے محبت کی تعریف یوں کی ہے

الموافقة فی جميع الاحوال يعنی موافقة الحبيب فی المشهد و

المغیب

{محبت یہ ہے کہ ہر حال میں محبوب سے موافقت کرے یعنی حاضر و غائب ہر حال میں}

کسی شاعر نے کہا ہے

وَ لَوْ یَقُلْ لِیْ مُتْ مُتُ سَمْعًا وَ طَاعَةً

وَ قُلْتُ لِدَاعِیْ الْمَوْتَ اَهْلاً وَ مَرْحَباً

{اگر محبوب کہے کہ مر جا تو یہ حکم مان کر مر جاتا ہوں اور موت کے داعی کو خوش آمدید کہتا ہوں}

⑩ حضرت ابو بکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

المحبة ایثار المحبوب علی جمیع المصحوب

{محبت یہ ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر محبوب کو اختیار کرے}

⑪ حضرت خواجہ یحیٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے محبت کے متعلق فرمایا ہے۔

حقیقة المحبة مالا تنقص بالجفاء و مالا تزید بالبر و العطاء

{محبت کی حقیقت یہ ہے کہ یہ جفائے محبوب سے کم نہیں ہوتی اور اس کی نیکی و عطا سے بڑھتی نہیں}

یعنی کمال محبت میں جفا و فا کے برابر ہوا کرتی ہے۔

⑫ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو مجنوں سمجھ کر قید کر دیا گیا۔ چند لوگ ملنے کیلئے آئے تو آپ نے پوچھا من انتم (تم کون ہو)۔ انہوں نے کہا احبانک (تمہارے دوست)۔ آپ نے ان کی طرف پتھر پھینکے تو وہ بھاگنے لگے۔ آپ نے فرمایا لو کنتم احبائی ما فررتم من بلائی (اگر تم میرے دوست ہوتے تو میری آزمائش سے نہ بھاگتے)۔

اسی مضمون کو کسی اہل دل نے یوں بیان کیا ہے

بلا از دوست عطا ست و از عطا نالیدن خطا ست

{دوست کی طرف سے مصیبت بھی عطا ہوتی ہے اور عطا سے بھاگنا خطا ہے}

اسی وجہ سے وصال شیرازی نے کہا ہے۔

؎ تو از جفا و ستم بر من. آنچہ خواہی کن
بکن کہ من نہ کنم دامنت رہا اے دوست

{اے دوست تو مجھ پر جفا و ستم جو چاہے کر مگر میں نے تیرا دامن نہیں چھوڑنا}

⑬ کسی عارف نے محبت کے متعلق یوں کہا ہے۔

من سکر بکاس المحبۃ لا یصحوا الا باالمشاھدۃ.

{جو شخص کہ ساغر محبت سے مست ہوا وہ مشاہدہ محبوب سے ہی ہوشیار ہو سکتا ہے}

⑭ مندرجہ بالا تمام تعریفات کا خلاصہ حضرت شبلی کے اس قول میں نظر آتا ہے

اَلْمُحَبَّةُ اِیْثَارٌ مَا یُحِبُّ الْمَحْبُوْبُ وَ اِنْ کَرِھْتَ وَ کَرَاھَةٌ مَا یَکْرَہُ الْمَحْبُوْبُ وَ اِنْ اَحْبَبْتَ

{محبت اس چیز کو اختیار کرنا ہے جس کو محبوب دوست رکھتا ہے اگر چہ وہ چیز تجھے ناپسند ہو اور اس چیز کو مکروہ سمجھنا ہے جس کو محبوب مکروہ سمجھے اگر چہ وہ چیز تجھے پسند ہو}

⑮ اس مقام پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے

المحبۃ محو الحبیب بصفاتہٖ و اثبات المحبوب بذاتہ

{محبت یہ ہے کہ محب اپنی تمام صفات کی نفی کرے اور محبوب کی ذات کا اثبات کرے}

⑯ فقیر کے نزدیک محبت ایک اضطراب ہے جو وصل محبوب کے بغیر ختم نہیں ہوتا ، ایک آگ ہے جو مشاہدہ محبوب کے بغیر ٹھنڈی نہیں ہوتی ۔ کسی محبّ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ تنہائی میں چیخ چیخ کر رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا ''آگ، آگ'' ۔ لوگ دوڑے ہوئے آئے مگر دیکھا کہ آگ تو نہیں ہے ۔ پوچھا، کہ آگ کہاں لگی ہے؟ اس نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر کہا نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ (وہ اللہ کی آگ جو سلگائی گئی ہے اور دلوں تک پہنچتی ہے)

پس شفائے علیل لقائے خلیل سے ہی ممکن ہے اور اسی کا نام محبت ہے ۔ یہ وہ پیاس ہے جو کبھی نہیں بجھتی ۔

شَرِبْتُ الْحُبَّ کَأْساً بَعْدَ کَأْسٍ

فَمَا نَفِدَ الشَّرَابُ وَ مَا رَوِیْتَ

{میں نے شراب محبت کے جام پر جام لنڈھائے ، نہ ہی شراب ختم ہوئی اور نہ ہی میں سیراب ہوا}

باب 2

لفظ عشق کی تحقیق

◎ عشق کے لغوی معنی ہیں کسی شے کے ساتھ دل کا وابستہ ہو جانا۔ المنجد میں ہے کہ عشق و عشقا و معشقا...... تعلق به قلبه (جس کے ساتھ دل لگ جائے) چنانچہ عشق بالشئی کے معنی ہیں لصق به (وہ اس کے ساتھ چمٹ گیا)

◎ عشق کا لفظ ماخوذ ہے ''عشقہ'' سے اور وہ ایک پودا ہے جو سرسبز و شاداب ہوتا ہے لیکن پھر مرجھا جاتا ہے اور زرد پڑ جاتا ہے۔

◎ ہندی میں ''عشق پیچاں'' ایک بیل کو کہتے ہیں جو درخت سے لپٹ جاتی ہے اور اس کو بے برگ و بار کر دیتی ہے پھر وہ زرد ہو جاتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد خشک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عشق جب قلب عاشق میں سما جاتا ہے تو اس کو زرد چہرہ اور لاغر بدن بنا دیتا ہے۔ اردو زبان میں اس بیل کو ''آکاش بیل'' کہتے ہیں۔

◎ بعض کا خیال ہے کہ عشق کا لفظ غیر مشتق ہے وہ خود اپنا مادہ ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ عشق کا لفظ قرآن مجید میں کہیں استعمال نہیں ہوا۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اصل عربی کی رو سے عشق کے معنوں میں ذرا کراہت پائی جاتی ہے۔ قاموس میں عشق کو جنوں کا ایک حصہ بتایا ہے۔ رہی بات حدیث پاک میں اس کے استعمال کی تو مسند احمد بن حنبل میں حدیث نمبر ۲۰۴۷۷ میں ایک باندی کے تذکرے میں

''عشقها'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

◉ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں عشق کو فرط محبت سے تعبیر کیا گیا ہے پس ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

(ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے)

◉ جب انسان کے قلب پر شدید محبت کا تسلط ہو جاتا ہے تو وہ محبوب کے سوا ہر چیز سے اندھا ہو جاتا ہے۔ یہ محبت اس کے جسم کے تمام اجزاء میں جاری وساری ہو جاتی ہے۔ اس کی نظر ہر شے میں محبوب ہی کو دیکھتی ہے اور ہر صورت میں اس کو محبوب ہی جلوہ گر نظر آتا ہے۔ شاعر نے کہا

وَاللّٰهِ مَا طَلَعَتْ شَمْسَ وَ لاَ غَرَبَتْ
اِلَّا وَ اَنْتَ فِیْ قَلْبِیْ وَ وِسْوَاسِی
وَ لَا جَلَسْتُ اِلٰی قَوْمٍ اُحَدِّثُهُمْ
اِلَّا وَ اَنْتَ حَدِیْثِیْ بَیْنَ جُلَّاسِیْ
وَ لاَ هَمَمْتُ بِشُرْبِ الْمَاءِ مِنْ عَطْشٍ
اِلَّا رَاَیْتُ خَیَالاً مِنْکَ فِیْ الْکَاْسِ
وَ لاَ ذَکَرْتُکَ مَحْزُوْناً وَ لاَ طَرْباً
اِلاَّ وَ حُبُّکَ مَقْرُوْنٌ بِاَنْفَاسِی
فَلَوْ قَدَرْتُ عَلَی الْاِتْیَانِ زُرْتُکُمْ
سَحْباً عَلَی الْوَجْهِ اَوْ مَشْیًا عَلَی الرَّاْسِ

{اللہ کی قسم نہ سورج طلوع ہوتا ہے اور نہ غروب ہوتا ہے مگر تو میرے دل

اور میری سوچوں میں ہوتا ہے اور نہ ہی میں کسی قوم میں باتیں کرنے بیٹھتا ہوں مگر میری زبان پر تیرا ہی تذکرہ ہوتا ہے اور نہ ہی کبھی پیاس کی حالت میں پانی پینے کا ارادہ کرتا ہوں مگر پیالہ کے پانی میں بھی تیری تصویر کا خیال آتا ہے میں نے کبھی تیرا ذکر غمی یا خوشی کے عالم میں نہیں کیا مگر اس حال میں کہ تیری محبت میرے سانسوں کے اندر لپٹی ہوتی ہے۔اے کاش کہ اگر تیرے دیدار کیلئے آنے کی قدرت حاصل ہوتی تو میں رخسار کے بل یا سر کے بل پر چل کر حاضر ہوتا}

شاعر کی اس قلبی کیفیت کا نام عشق رکھا گیا ہے۔اہل زبان نے کہا ہے کہ محبت جب محویت اور شدت میں ڈھل جائے تو اسے عشق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

◉ ابن منصور نے لسان العرب میں بیان کیا ہے۔

العشق فرط الحب و قيل هو عجب المحب بالمحبوب يكون في عفاف الحب و دعا ربه

{عشق محبت کی زیادتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے عشق محبّ کا محبوب کے ساتھ والہانہ شغف ہے جو محبت کی پارسائی اور غیر پارسائی دونوں طرف ہو سکتا ہے}

◉ احمد بن یحییٰ سے جب پوچھا گیا کہ عشق اور محبت دونوں میں سے کون زیادہ قابل ستائش ہے۔تو انہوں نے کہا کہ **الحب** (محبت) **لان العشق فيه افراط** (چونکہ عشق میں زیادہ افراط ہوتا ہے)

◉ بعض عارفین کا قول ہے

العشق تجاوز عن الحد فی المحبة

{عشق محبت میں حد سے تجاوز کرنا ہے}

◉ بعض نے کہا

اَلْعِشْقُ عِبَارَةٌ عَنْ اِفْرَاطِ الْمُحَبَّةِ وَ شِدَّتِهَا
وَ الْمُحَبَّةُ اِذَا شْتَدَّتْ وَ قَوِيَتْ سُمِّيَتْ عِشْقًا

{عشق افراط محبت یا شدت محبت کا نام ہے۔ محبت جب شدید ہو جاتی ہے اور قوی ہو جاتی ہے تو اس کا نام عشق ہو جاتا ہے}

عشق افراط محبت گفتہ اند
اندریں معنی چہ نیکو سفتہ اند

{عشق محبت کی افراط اور زیادتی کا نام ہے اور اس کام میں کئی نیکوکار بھی مبتلا ہیں}

◉ حضرت ذوقی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''انسان سب سے اعلیٰ و ارفع مخلوق ہے ''بعد از خدا بزرگ توئی''۔ انسان کامل ہی کی شان ہے اسی لئے محبت کا انتہائی مرتبہ یعنی عشق بھی انسان ہی کے حصے میں آیا۔ کوئی انسان اس کی حکمرانی سے آزاد نہیں۔ کوئی شخص نہیں جسے یہ بیش بہا جوہر عنایت نہ ہوا ہو''۔

◉ عشق کی برکت سے عاشق کو بے پناہ قوت حاصل ہو جاتی ہے وہ ابوالوقت اور ابوالحال بن جاتا ہے۔ انفس و آفاق اس کے زیر نگین ہو جاتے ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

؎ عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

ایک اور جگہ لکھتے ہیں

صدق خلیلؑ بھی ہے عشق صبر حسینؓ بھی ہے عشق
معرکہء وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

◉ عشق وہ تریاق ہے کہ اگر مٹی میں شامل ہو جائے تو اسے بھی تاریخ کا حصہ بنا دیتا ہے قرطبہ کی جامع مسجد اور آگرہ کا تاج محل اس کی مثالیں ہیں۔ علامہ اقبال کی مشہور نظم ''مسجد قرطبہ'' کا ایک بند ہے۔

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو
عشق خود اک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام
عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں اور نام
عشق دم جبرئیل عشق دل مصطفیٰ
عشق خدا کا رسولؐ عشق خدا کا کلام
عشق کی مستی سے ہے پیکر گل تابناک
عشق ہے صہبائے خام عشق ہے کاس الکرام
عشق فقیہ حرم عشق امیر جنود
عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام
عشق کے مضراب سے نغمہء تار حیات
عشق ہے نور حیات عشق ہے نار حیات

◉ عاشق کو وہ مضبوط ارادہ اور یقین محکم حاصل ہوتا ہے کہ اسے کسی طرح کا خوف

دامن گیر نہیں ہوتا۔

؎ مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را ناممکن ما ممکن است

{مومن عشق سے ہے اور عشق مومن سے ہے اور عشق کے لئے ہمارا ناممکن بھی ممکن ہے}

◎ علم ادب میں لفظ خلق کی طرح عشق بھی اچھے اور برے دونوں معنوں میں استعمال ہوسکتا ہے۔ جس طرح خلق کا مذموم پہلو بیان کرنے کے لئے اہل زبان ''سوء خلق یا خلق بد'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں اسی طرح عشق کا مذموم پہلو بیان کرتے ہوئے ''عشق مجازی یا ہوس'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جبکہ عشق حقیقی یا عشق کامل وابستگی کے مثبت پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔

عشق کی تعریف

① شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''لمعات'' میں عشق کی حقیقت اس طرح واضح کی ہے۔ ''بندہ مومن جس کا اعتقاد ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہیں۔ اپنے کمالات کو ان ہی کے ذکر پر موقوف سمجھتا ہے اور وہ ہمیشہ حق تعالیٰ کے نام کو یاد کرتا رہتا ہے اور ان کی نعمتوں اور رعنائیوں کو ملاحظہ کرتا رہتا ہے۔ اس حال پر مداومت کی وجہ سے اس کے دل میں بے قراری، اضطراب اور قلق و جوش کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ حق تعالیٰ کا نام مبارک بھی زبان پر نہیں لاسکتا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح جسم سے پرواز کر جائے گی۔ بقول شاعر

وَ یُذْرِکُنِیْ فِیْ ذِکْرِھَا قَشَعْرِیْرُ
لَھَا بَیْنَ جِلْدِ وَالْعِظَامِ دَبِیْبُ

{مجھے اپنے محبوب کے ذکر کے وقت کپکپی سی ہوتی ہے میری جلد اور ہڈیوں میں اس کی باریک سی حرکت محسوس ہوتی ہے}

غرض جب نفس میں یہ کیفیت متمکن ہو جاتی ہے تو جو ہر قلب میں اتر جاتی ہے اور نفس ناطقہ پر اس کا رنگ چڑھ جاتا ہے تو اس کو نسبت عشق سے تعبیر کرتے ہیں۔

② حضرت شیخ ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عشق کے متعلق فرمایا ہے

"العشق الالفة رحمانية و الهام شوقى اوجبها الله على كل ذى روح ليحصل به اللذة العظمى التى لا يقدر على حصولها الا بتلك الالفة و هى موجودة فى النفس و مراتبها مقررة عند اربابها فما احد الا عاشق يستدل به على قدر طبقة من الخلق ولذالک كان اشرف المذاهب فى الدنيا مراتب الذين زهدوا فيها مع كونها معائنة ومالوا الى الآخرة مع كونها من جرابهم عنها بصورة لفظ (تذکرۃ السلوک ص283)

{عشق ایک الفت رحمانی اور الہام شوقی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر ذی روح پر واجب کیا ہے تا کہ عشق ہی کی وجہ سے انہیں بڑی لذت حاصل ہو۔ جس کو وہ بجز الفت کے اور کسی طرح حاصل نہیں کر سکتے تھے اور یہ الفت نفس میں موجود ہے اور اس کے مراتب ارباب الفت کے نزدیک مقرر ہیں۔ پس کوئی شخص نہیں مگر وہ کسی نہ کسی ایسی چیز پر عاشق ہوتا ہے جس سے وہ اپنے طبقے

کے لوگوں کی راہ پاتا ہے۔ اسی لئے ان لوگوں کا مرتبہ دنیا میں اشرف ہے جنہوں نے دنیا کو جو سامنے موجود ہے چھوڑ دیا ہے اور آخرت کی طرف مائل ہو گئے ہیں جس کا انہوں نے صرف ذکر ہی سنا ہے!

③ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

''مرد کو چاہئے کہ دریائے عشق میں غواصی کرے اگر اس کی موج مہر اس کو ساحل تک پہنچا دے تو **فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْمًا** (وہ بڑی کامیابی کو پہنچ گیا اور اگر نہنگ قہر اس کو نگل جائے تو **فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ** (اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں ثابت ہو گیا)۔ عشق جب دل میں جاتا ہے خون کر دیتا ہے، جب یہ آنکھ میں پہنچتا ہے اسے دریا بنا دیتا ہے، جب کپڑوں میں پہنچتا ہے پھاڑ دیتا ہے، جب جان میں پہنچتا ہے اسے مٹی بنا دیتا ہے، جب مال میں پہنچتا ہے تے بنا دیتا ہے۔ عشق جنون الٰہی ہے''۔

④ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

" العشق نار يقع في القلب فاحرقت ماسوى المحبوب "

(عشق ایک آگ ہے جو دل میں ہوتی ہے اور محبوب کے ماسوا ہر چیز کو جلا ڈالتی ہے)

⑤ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''عاشق محو عشق و عشق محو در معشوق''

عشق و عاشق محو گردد زیں مقام
خود ہماں معشوق ماند و السلام

(اگر عشق و معشوق اس مقام سے فراموش ہو جائیں تو صرف معشوق ہی باقی بچے گا اور بس)

6 حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''عشق از مواہب است نہ از مکاسب'' (عشق وہبی چیز ہے کسبی چیز نہیں ہے)۔

اس کو مراز غالب نے یوں الفاظ کا جامہ پہنایا تھا کہ

؎ عشق پہ زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

7 حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، عشق وہبی صرف است وبخششے خاصہ است'' (عشق تمغہ خدائی ہے اور خاص انعام ہے)۔ ان ہی کا شعر ہے

؎ عشق بازی اختیار ما نہ بود
ہر کہ ایں اخواہند برسر می نہند

(عاشقی ہمارا اختیار نہیں جو اس میں پڑتا ہے اس کو اپنے سر پر بٹھاتا ہے)

8 مولانا مسعود بک چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے عشق کے کمالات کو اس طرح واضح کیا ہے

اے عزیز عشق بدل رود خون کند، وچوں بدیدہ رسد جیحوں کند، وچوں بجامہ رسد چاک کند، وچوں بجاں رسد خاک کند، وچوں بمال رسد تے کند، العشق جنون الٰہی۔

(اے عزیز! عشق جب دل میں جاتا ہے خون کر دیتا ہے، جب یہ آنکھ میں پہنچتا ہے اسے دریا بنا دیتا ہے، جب کپڑوں میں پہنچتا ہے پھاڑ دیتا ہے، جب جان میں پہنچتا ہے اسے مٹی بنا دیتا ہے، جب مال میں پہنچتا ہے تے بنا دیتا ہے، عشق جنون الٰہی ہے)

کسی شاعر نے کہا

کشتۂ تیغ عشق را غسل و کفن چہ حاجت است
زانکہ شہید شوق تو بار کفن نمی کشد

{عشق کی تلوار سے شہید کے لئے غسل اور کفن کی ضرورت نہیں کیونکہ اس راہ شوق کا شہید کفن کا بوجھ برداشت نہیں کرتا}

⑨ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ عاشق صادق کون ہے؟ فرمایا

اذا رایت رجلاً حزین الوجہ مفقود القلب ، مغلوب العقل ، شدید البکاء ، طالب الموت و الفناء ومع ذلک یراعی الادب و یتفق الاوقات فھو عاشق صادق .

{جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو پریشان صورت ہو، مفقود القلب ہو، مغلوب العقل ہو، بہت رونے والا، موت کا طلبگار اور فنا کا دلدادہ، اس سب کچھ کے باوجود اس میں ادب ہو اور پابند اوقات ہو تو سمجھ لو کہ وہ عاشق صادق ہے}

⑩ مخدوم شرف الدین احمد یحیٰ منیری سے کسی نے پوچھا کہ عشق کیا ہے؟ فرمایا ''عشق فرط محبت کو کہتے ہیں''۔ کسی نے دریافت کیا کہ عشق کا رنگ کیا ہوتا ہے؟ فرمایا ''تمام عالم لون از عشق گیرند'' یعنی تمام جہان عشق کے رنگ سے رنگین ہے۔ پھر آپ نے اشعار پڑھے۔

عشق ام کہ در دو کون و مکانم پدید نیست
عنقائے مغربم کہ نشانم پدید نیست
با ابرو و بہ غمزہ جہاں صید کردہ ام
منگر مداں کہ تیر و کمانم پدید نیست

چوں آفتاب در رخ ہر ذرہ ظاہرم
از غایت ظہور عیانم پدید نیست
گویم بہر زبان و بہر گوش بشنوم
ایں طرفہ تر کہ گوش و زبانم پدید نیست
چوں ہر چہ ہست در ہمہ عالم ہمہ منم
مانند در دوعالم ازانم پدید نیست

{میں وہ عشق ہوں کہ میں دونوں جہان میں ظاہر نہیں ہوں، میں مغرب کے وقت کا عنقا پرندہ ہوں لہٰذا میرا نشان کوئی نہیں ہے۔ ابرو اور ناز انداز سے میں نے دونوں جہاں کو شکار کرلیا ہے۔ اے منکر! یہ مت جان کہ میرے تیر و کماں ظاہر نہیں ہیں میں سورج کی طرح ہر ذرے کے رخ میں ظاہر ہوں۔ میں انتہائے ظہور میں عیاں ہوں لیکن ظاہر نہیں ہوں۔ میں ہر زبان میں کہتا ہوں اور ہر کان میں سنتا ہوں۔ یہ عجیب بات ہے کہ میری زبان اور کان ظاہر نہیں ہیں تمام عالم میں جو کچھ ہے وہ سب میں ہی ہوں دونوں عالم کی طرح کہ وہ مجھ سے ہیں لیکن ظاہر نہیں ہے}

پھر آپ نے فرمایا، بعض کہتے ہیں کہ عشق آگ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو عاشق کا منہ آنسوؤں میں غرق کیسے ہوتا؟ بعض کا قول ہے عشق پانی ہے، ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اگر عشق پانی ہوتا تو ہزاروں دل اس سے سوختہ کیوں ہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ عشق زہر ہے۔ تو پھر پوچھا جائے گا کہ عشق میں شور و شغب کیوں ہے؟ اگر کہیں کہ عشق محنت ہے تو ہم کہیں گے کہ اس کو جان کے بدلے کیوں خریدتے ہیں؟ اگر کہیں کہ عشق راحت ہے تو پھر یہ سوزش کیسی ہے؟ بہر حال ہر ایک نے اپنے انداز سے عشق کی تعبیر کی ہے۔ مگر نہ ہی عبارت سے یہ ادا ہوا اور نہ ہی کوئی اشارہ صحیح

ثابت ہوا۔

مشائخ طریقت کا اس پر اتفاق ہے کہ عشق نے دل کو محبوب کا یہ پیغام پہنچایا ہے کہ قرار نہ پکڑ اور جان کو یہ پیغام دیا کہ نشاط سے قطع تعلق کر اور سر سے کہا کہ راحت سے دور رہ، چہرے سے کہا کہ اپنا رنگ فق کر دے، تن سے کہا کہ قوت کو رخصت کر، آنکھوں سے کہا کہ موتی بہا اور حال کو حکم دیا کہ تیرہ و تار ہو جا، زبان کو فنا کر، دوستوں سے جدائی اختیار کر، کونین کو طلاق دے اور دونوں عالم سے جدا ہو جا۔

⑪ شاعر کے نزدیک عشق وہ قوت ہے کہ جو طور سینا کے باطن کا نور بخشتا ہے۔ مگر اس کے لئے اہل دل کا قلب ہونا چاہئے۔ اہل ہنر کو عشق ید بیضا جیسی معجزہ نما قوت اور صلاحیت عطا کرتا ہے۔ عشق کی قوتوں کے سامنے ہر ممکن اور موجود شئی شکست کھا جاتی ہے۔ یوں سمجھیں کہ ساری کائنات تلخ ہے اگر شیریں ہے تو عشق ہے۔ ہمارے افکار میں گرمی عشق کی آگ ہی سے بھڑکتی ہے۔ تخلیق کرنا اور جان ڈالنا سب عشق ہی کے کرشمے ہیں عشق حیوان اور انسان سب کے لئے کافی ہے سچ پوچھو تو دونوں عالم کے لئے عشق ہی سب کچھ ہے۔ اب درج ذیل اشعار پڑھئے اور قند مکرر کے مزے لیجئے۔

عشق صیقل می زند فرہنگ را
جوہر آئینہ بخشد سنگ را
اہل دل را سینہء سینا دہد
با ہنر منداں یدِ بیضا دہد
پیش او ہر ممکن و موجود مات
جملہ عالم تلخ و او شاخ نبات

گرمی افکار ما از نار اوست
آفریدن جاں دمیدن کار اوست
عشق مور و مرغ و آدم را بس است
عشق تنہا ہر دو عالم را بس است

{عشق دانش کو چمک دار کر دیتا ہے اور پتھر کو آئینہ بننے کی صلاحیت دیتا ہے اہل دل کو طور سینا جیسا سینہ دیتا ہے اور عشاق کو ید بیضا دیتا ہے اس کے سامنے ہر ممکن و موجود فنا ہے اور جملہ عالم تلخ ہے اور وہ مصری کی ڈلی ہے ہمارے افکار کی گرمی اس کی آگ سے ہے جاں کا پیدا کرنا اس کا کام ہے۔ چیونٹی پرندے اور انسان کیلئے عشق کافی ہے بلکہ دونوں عالم کے لئے فقط عشق کافی ہے}

⑫ فقیر کے نزدیک عشق وہ جذبہ ہے کہ جس سے مغلوب ہوکر عاشق وصل محبوب کا نعرہ لگاتا ہے، بے قرار ہوکر خود کو گم کر بیٹھتا ہے۔ جب اس کی ابتدا جان دینے پر آمادہ ہوجانا ہے تو اس کی انتہا کا خود اندازہ لگائیں۔ اگر کوئی عشق کا نظارہ کرنا چاہے تو درد دل کو تلاش کرے، جہاں پائے گا عشق نظر آجائے گا۔ عراقی نے سچ کہا ہے:

؎ بعالم ہر کجا کہ درد دل بود
بہم کروند و عشقش نام کردند

{جہان میں جہاں کہیں درد دل موجود تھا۔ سب کو جمع کیا اور اس کا نام عشق رکھ دیا}

اور حالی نے اس مضمون کو یوں باندھا ہے

؎ سنتے تھے جسے عشق یہی ہوگا وہ شاید
خود بخود دل میں ہے اک شخص سمایا جا

باب 3

عشق رسول ﷺ کے اسباب

عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَ حُسْنُکَ وَاحِدٌ
وَ کُلٌّ اِلٰی ذَاکَ الْجَمَالَ یُشِیْرُ

انسانی فطرت ہے کہ وہ دوسروں کے خصائص و کمال اور حسن و جمال وغیرہ سے متاثر ہو کر ان سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو رب کائنات نے وہ بلند شان عطا کی کہ آپ کو ہر خوبی علی وجہ الکمال عطا کی گئی۔ اسی وجہ سے ہر مومن اپنے پیارے نبی اکرم ﷺ سے بے ساختہ پیار اور عشق کرتا ہے درج ذیل میں عشق رسول کے اسباب کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

① محبوب رب ذوالجلال

نبی اکرم ﷺ سے محبت کرنے کی پہلی اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ رب العزت کے بھی محبوب ہیں۔ جب خالق کون و مکاں کو آپ سے محبت ہے تو پھر مومن کو آپ سے محبت کیوں نہ ہو ۔ قرآن مجید نبی اکرم ﷺ کے کمال و جمال پر سب سے بڑا گواہ ہے۔ قرآن مجید کی عملی تفسیر حیات نبوی ﷺ، ذات و صفات کی آیات عقائد نبوی ﷺ، احکام کی آیات اعمال نبوی ﷺ،

تکوین کی آیات استدلال نبوی ﷺ، توجہ الی اللہ کی آیات خلوت نبوی ﷺ، تربیت کی آیات جلوت نبوی ﷺ، قہر وغضب کی آیات جلال نبوی ﷺ، مہر و رحمت کی آیات جمال نبوی ﷺ، نفی غیر کی آیات فنائیت نبوی ﷺ، اثبات حق کی آیات بقائیت نبوی ﷺ، رحمت کی آیات رجاء نبوی ﷺ، عذاب کی آیات خوف نبوی ﷺ ہیں۔ جس طرح قرآن مجید کے علمی عجائبات کی انتہا نہیں اسی طرح سیرت نبوی ﷺ کے عملی عجائبات کی انتہا نہیں۔ ایسی مبارک ہستی سے محبت ہونا ایک فطری تقاضا ہے اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو ایسی قدر و منزلت عطا کی ہے اس کے ثبوت قرآن مجید میں سے جا بجا ملتے ہیں۔ چند ایک پیش خدمت ہیں۔

دلیل 1 قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جب اپنے انبیا کرام سے گفتگو فرمائی تو انہیں ان کے نام سے مخاطب فرمایا۔ مثلاً یَـا آدَمُ، یَـا نُـوحُ، یَـا زَکَـرِیَّـا، یَـا اِبْـرَاهِـیْـمُ، یَا دَاوٗدَ، یَا عِیْسٰی، یَا مُوْسٰی لیکن اپنے محبوب ﷺ کو کبھی بھی نام لے کر مخاطب نہیں کیا۔ جب ضرورت پڑی تو فرمایا یَـا اَیُّهَا النَّبِیُّ، یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ یَـا اَیُّهَـا الْـمُـزَمِّلُ، یَا اَیُّهَا الْمُدَثِّرُ۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا بہت ہی زیادہ اکرام فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِ بْرَاهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِیُّ

{بے شک ابراہیم کے قریب ترین لوگوں میں سے وہ ہیں جو اس کی پیروی کرتے ہیں اور یہ نبی ﷺ}

اس آیت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذاتی نام لیا گیا جبکہ نبی اکرم ﷺ کیلئے ذاتی نام کی بجائے نبی ﷺ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو تفصیل سے لکھا ہے۔

دلیل 2 ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضاً

{نہ پکارو اپنے درمیان رسول اللہ کو جیسے بلاتے ہو آپس میں ایک دوسرے کو}

اس آیت کریمہ میں مومنین کو منع کر دیا گیا کہ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو ہمارے محبوب کو اس طرح ہرگز نہ مخاطب کرو۔ گویا یا محمد ﷺ کے نام سے پکارنا بے ادبی ہے۔ تعظیمی القاب کے ساتھ **یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ** اور **یَا نَبِیَّ اللّٰهِ** وغیرہ کہا کرو۔ ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ اگر ذرا سی بھی بے ادبی ہوئی تو تمہارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے۔ نبی اکرم ﷺ کی شرافت وعزت کی وجہ سے خود بھی نام لے کر مخاطب نہ کیا اور ایمان والوں کو بھی منع فرما دیا۔ سبحان اللہ۔

دلیل 3 مختلف قوموں نے اپنے انبیا کرام پر اعتراضات کئے۔ ان کی حق بات کو جھٹلایا حتیٰ کہ ان پر تہمتیں بھی لگائیں۔ قرآن مجید میں ایک طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے کرام کی زبان مبارک سے ان اعتراضات کے جوابات دلوائے۔ مثلاً ایک قوم کی الزام تراشی کے جواب میں حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا **یا قوم لیس بی سفاهة** (نہیں میرے ساتھ دیوانگی) دوسری قوم کی الزام تراشی کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا **یا قوم لیس بی ضلالة** (اے قوم نہیں ہے میرے ساتھ گمراہی) لیکن جب نبی اکرم ﷺ کی قوم کے بدبخت لوگوں نے آپ کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا طریقہ اور انداز ہی بدل دیا۔ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے اس اعتراض کا جواب نہیں دلوایا بلکہ خود ہی منہ توڑ جواب پیش فرمایا کہ **وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْن** (اور نہیں ہے تمہارا

ساتھی دیوانہ) ساتھ ہی نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے کی خاطر فرمایا مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْن (نہیں ہے تو اپنے رب کی نعمت کے ساتھ دیوانہ) وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (بے شک آپ بلند اخلاق پر فائز ہیں) اسی پر بس نہیں کی بلکہ فرمایا و ان لک لا جراً غیر ممنون (اور بے شک تیرے لئے اجر ہے جو کم نہیں کیا گیا)

اس پر بھی اللہ رب العزت جیسی حوصلہ مند ذات کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تو یہ بھی فرمایا

فَلاَ تُطِعْ کُلَّ حَلاَّفٍ مَهِیْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِیْمٍ مَنَّاعٍ لِلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ عُتُلٍ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ

(پھر بات نہ مان ہر اس بندے کی جو زیادہ قسمیں کھانے والا ہو، ذلیل کی، لوگوں میں عیب جوئی کرنے والے کی، چغلی کے ساتھ چلنے والے کی، بھلائی سے روکنے والے کی، حد سے نکلنے والے کی، گنہگار کی، پیچھا چھڑانے والے کی اور بعد اس کے زنا کی اولاد)

دلیل 4 قرآن مجید میں انبیا کرام سے عہد لینے کا تذکرہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ پہلے فرمایا

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْکَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَ اِبْرَاهِیْمَ

(اور جب ہم نے عہد لیا نبیوں سے اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیات سنیں تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ فرمانے لگے، کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ کی شان کتنی بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انبیا کرام کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ! کا ذکر مبارک سب سے پہلے کیا۔

دلیل 5 اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنا اور اپنے محبوب کا تذکرہ کیا تو واؤ

عاطفہ کے ساتھ عجیب انداز میں کیا

مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا

(جس شخص نے اطاعت کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بے شک وہ کامیاب ہوا بہت زیادہ)

دلیل 6 اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کا درجہ عطا کیا۔ چنانچہ فرمایا:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

(جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی)

دلیل 7 جن لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے بیعت کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ان کی بیعت درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ہوگئی

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ

(بے شک جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے)

دلیل 8 ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ پس رب کائنات نے آپ کا ذکر اتنا بلند کیا کہ کلمے میں آپ کا تذکرہ کیا۔ غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں لفظ اللہ اور محمد کے درمیان کوئی حرف یا لفظ وغیرہ نہیں ہے۔ مزید برآں اگر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بارہ حروف ہیں تو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے بھی بارہ حروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اذان میں بھی اپنے محبوب کا تذکرہ شامل فرمایا۔ اسی طرح نماز میں بھی نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ شامل فرمایا یہی

وجہ ہے کہ آج مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کوئی ملک ایسا نہیں جہاں اذان واقامت کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کا ذکر مبارک نہ ہوتا ہو۔

دلیل 9 اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ مَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ۔عالمین عالم کی جمع ہے اس میں انسان، جن، حیوانات، جمادات سب ہی داخل ہیں ۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایااِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔

(ابن عساکر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ بِرَفْعِ قَوْمٍ وَخَفْضِ اٰخَرِیْنَ میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تا کہ فرماں برداروں کو سر بلند کروں اور نافرمانوں کو پست کروں۔

(معارف القرآن)

اس حدیث پاک کی تشریح میں ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

''میں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تحفہ کے طور پر عطا فرمایا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا یہ ہدیہ قبول کیا وہ کامیاب ہو جائے گا اور جس نے قبول نہ کیا وہ ذلیل وخوار ہوگا''

ایمان والوں کے لئے نبی رحمت سے قلبی تعلق کا حاصل ہونا ایک فطری تقاضا ہے ہر مومن زندگی کے ہر موڑ پر نبی رحمت کی رحمت کا محتاج نظر آتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس رحمت کا سایہ ہمیشہ ہمیں نصیب فرمائے۔

~ امی و دقیقہ دان عالم
بے سایہ و سائبان عالم

{وہ ان پڑھ ہے اور تمام عالم کی باریکیاں جاننے والا ہے۔ بے سایہ ہے مگر سارے عالم پر سائبان کی طرح ہے}

دلیل 10 ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

(بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں)

اس آیت کریمہ میں اِنَّ کا لفظ تاکید پر دلالت کرتا ہے اور صیغہ مضارع اس کے دوام اور ہمیشگی کی دلیل ہے گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ صاحب روح البیان نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مطلب نبی اکرم ﷺ کو مقام محمود یعنی مقام شفاعت عطا کرنا ہے۔ ملائکہ کے درود بھیجنے کا مطلب نبی اکرم ﷺ کے مرتبہ و بلندی میں زیادتی کی دعا اور مومنین کے درود بھیجنے کا مطلب نبی اکرم ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی عظمت و مرتبے کا اس سے بڑا ثبوت اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ آپ پر اللہ رب العزت ہر وقت درود یعنی رحمتیں بھیجتے ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے محبوب ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ جب آپ اللہ رب العزت کے محبوب ہیں تو پھر مومنین کو تو آپ سے والہانہ محبت ہونی چاہئے۔ آپ ساری کائنات کے سردار سید الاولین و الآخرین اور سید الانبیاء ہیں۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من و جھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

{اے جمال والے اور سید البشر! تیرے نورانی چہرے سے چاند نور حاصل کرتا ہے۔ جیسے تیری حمد وثناء کا حق ہے ایسی حمد وثنا کرنا ممکن نہیں بعد اللہ کے سب سے زیادہ بزرگی آپ ہی کے لئے ہے}

② حسن وجمال

کسی سے محبت ہونے کی دوسری وجہ اس کا حسن و جمال ہوتا ہے۔ انسان خوبصورت شخصیت کو دیکھے خوب صورت چیز کو دیکھے یا خوبصورت منظر کو دیکھے تو دل بے اختیار اس کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حسن و جمال عطا کیا تھا کہ اس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

① حدیث پاک میں آیا ہے اللہ جمیل و یحب الجمال (اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے) جب اللہ تعالیٰ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے تو جس ذات کو اس نے اپنا محبوب بنایا اس ذات کو کتنا حسن و جمال عطا کیا ہوگا۔

نازاں ہے جس پر حسن وہ حسن رسول ہے
یہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کی دھول ہے
اے کاروان شوق یہاں سر کے بل چلو
طیبہ کے راستے کا تو کانٹا بھی پھول ہے

② حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رو نہ ہو۔ ہمارے نبی ان سب انبیا کرام میں سے صورت میں سب سے زیادہ حسین اور آواز میں سب سے زیادہ احسن تھے۔ (شمائل ترمذی)

③ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے متعلق کہا

وَ اَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَ اَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءِ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

{آپ ﷺ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت بیٹا کسی عورت نے نہیں جنا۔ آپ ﷺ ہر عیب سے ایسے پاک پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ اپنی مرضی سے پیدا ہوئے ہیں}

④ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا پورا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی دیکھنے کی تاب نہ لا سکتے۔

⑤ حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ شیم الحبیب میں لکھتے ہیں کہ اتنے حسن و جمال کے باوجود آپ پر عام لوگوں کا اس انداز سے عاشق نہ ہونا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کی وجہ سے آپ ﷺ کا جمال کماحقہ غیروں پر ظاہر نہیں کیا گیا۔

⑥ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جمال کو تیرے کب پہنچے حسن یوسف علیہ السلام کا
وہ دل ربائے زلیخا تو شاہد ستار
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

⑦ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرا بھائی یوسف صبیح تھا اور

میں ملیح ہوں یعنی جاذب نظر اور دلکش ہوں۔

8 مفسرین نے آیت مبارکہ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ کے تحت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں ملاحت پیدا کر دی تھی پس جو دیکھتا تھا دیوانہ ہو جاتا تھا۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کی ملاحت نے اگر فرعون جیسے دشمن کے دل کو نرم کر دیا تھا تو نبی اکرم ﷺ تو سراپا ملیح تھے آپ کی پرکشش شخصیت کیسی ہوگی۔

گر مصور صورت آں دل ستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

(اگر مصور اس دل ربا کی تصویر بنائے گا تو حیران ہوں کہ اس کے ناز و نزاکت کو کیسے ظاہر کرے گا!)

9 سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ نبی اکرم ﷺ کی آنکھیں اتنی حیادار تھیں کہ میں نے عرب کی کنواری لڑکیوں میں بھی ایسی حیا نہیں دیکھی۔ یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ زلیخا کی سہیلیاں اگر نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کی بجائے دلوں کو کاٹ لیتیں۔ (شرح شمائل)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں کہا

لنا شمس وللآفاق شمس

(ہمارا بھی ایک سورج ہے اور آسمانوں میں بھی ایک سورج ہے)

10 ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی شیما نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں تھکی ہوئی ہوں اگر آپ میرے بھائی محمد ﷺ کو ساتھ بھیجیں تو پھر میں بکریاں چرانے کے لئے جاؤں گی۔ والدہ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگی کہ جب میرا بھائی محمد ﷺ میرے ساتھ ہوتا ہے تو مشاہدہ کرتی ہوں کہ میری بکریاں جلدی

جلدی گھاس چر کر فارغ ہو جاتی ہیں اور جہاں میں اپنے بھائی کو گود میں لے کر بیٹھتی ہوں بکریاں میرے ارد گرد آ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ پھر میں اور میری بکریاں ہم سب اس بھائی کا خوبصورت چہرہ دیکھتے رہتے ہیں۔

اے ازل کے حسیں اے ابد کے حسیں
تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

⑪ امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص انداز میں غار ثور اور سفر ہجرت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ! مجھے تیری گود ایک کھلے رحل کی مانند نظر آتی ہے اور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ اس رحل میں پڑے ہوئے قرآن کی مانند نظر آتا ہے اور اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! تو مجھے ایک قاری کی مانند نظر آتا ہے جو بیٹھا ہوا اس قرآن کو پڑھ رہا ہے۔

⑫ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تو آپ کا چہرہ یوں نظر آتا کہ **كَاَنَّهٗ وَرْقَةُ مُصْحَفٍ** گویا وہ قرآن کا ورق ہیں۔

⑬ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ ایک صحابی رات کے وقت مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے سامنے نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے سر کے اوپر چودھویں کا چاند چمک رہا تھا وہ صحابی تھوڑی دیر نبی علیہ السلام کے چہرہ انور کو دیکھتے پھر چاند کو دیکھتے بالآخر دل نے فیصلہ دیا اور کہا **فاذا هو احسن عندی من القمر** (کہ میرے آقا چاند سے زیادہ حسین ہیں۔ اے آسمان کے چاند تیرے حسن کے تذکرے اور چرچے دنیا میں ہیں مگر تیرے حسن و جمال کو عرب کے چاند سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

چاند سے تشبیہ دینا یہ کہاں انصاف ہے
چاند پر ہیں چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے

⑭ ربیع بنت مسعود صحابیہ رضی اللہ عنہا سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پوتے نے کہا کہ آپ ہمیں نبی اکرم ﷺ کا حلیہ بیان کریں۔ انہوں نے کہا **لو لرائتہ لرائیت الشمس الطالعہ** (اگر تو انہیں دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا)۔

⑮ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق یوں کہا:

من رأہ بداھۃ ھابہ و من خالطہ معرفۃ احبہ فیقول ناعتالۃ لم ارقبلہ و لا بعدہ مثلہ

{جو کوئی یکا یک نبی اکرم ﷺ کے سامنے آجاتا وہ دہل جاتا، جو پہچان کر آبیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا۔ دیکھنے والا ان کی تعریف میں کہا کرتا کہ میں نے ان ﷺ جیسا نہ پہلے دیکھا نہ پیچھے دیکھا}

⑯ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے بعد میں پوچھا کہ کیا نبی اکرم ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا چمکیلا تھا؟ وہ فوراً کہنے لگے **لا بل کان مثل الشمس و القمر** (نہیں نہیں نبی اکرم ﷺ کا چہرہ تو آفتاب و ماہتاب کی مانند تھا)

⑰ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ ﷺ ازھر اللون کان عرقہ کاللؤلؤ

{نبی اکرم ﷺ کا رنگ سفید تھا، پسینے کا قطرہ ایسے نظر آتا تھا جیسا کہ موتی}

⑱ حضرت خارجہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے

''نبی اکرم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ باوقار تھے۔ آپ ﷺ کی ہر ادا باوقار تھی''

⑲ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں

''نبی اکرم ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے زیادہ باحیا تھے۔ جب آپ

ﷺ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ہم آپ ﷺ کے چہرہ انور سے پہچان لیتے''

⑳ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں آپ ﷺ کو دیکھنے گیا

فلما تبينت وجهه عرفت ان وجهه ليس بوجه الكذاب

{مجھے چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ یہ چہرہ جھوٹے انسان کا نہیں ہو سکتا}

㉑ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ احسن الناس خلقا و لا مسست خزا و لا حريرا و لا شيأ كان الين من كف رسول الله ﷺ و لا شممت مسكاً قط و لا عطراً كان اطيب من عرق النبي ﷺ (شمائل)

{رسول اللہ ﷺ خلقت کے اعتبار سے سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ میں نے کبھی ریشم کا دبیز یا باریک ریشمی کپڑا یا کسی اور چیز کو ہاتھ نہیں لگایا جو نبی ﷺ کے ہاتھ سے زیادہ نرم ہو۔ اور نہ ہی میں نے کبھی مشک یا عطر کو سونگھا جو نبی ﷺ کے پسینے سے زیادہ خوشبودار ہو}

㉒ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے گھیر لیا۔ نبی ﷺ نے میرے رخسار پر ہاتھ رکھا تو مجھے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی کہ جیسے وہ ہاتھ ابھی عطر فروش کے تھیلے سے نکالا گیا تھا۔ (مسلم)

㉓ ایک مرتبہ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تفصیل بیان کر رہے تھے اسی دوران جب بھی رسول اکرم کا ذکر مبارک آتا تو ابوعبدالرحمان کی آنکھیں شوق دیدار سے چمک اٹھتیں، دل بے قرار ہونے لگتا۔ انہوں نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کب موسم حج آئے گا اور ہم آپ کا دیدار کر سکیں گے؟ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ صبر کرو دن جلد ہی گزر جائیں گے۔ حاضرین میں

سے ابن مسلم نے کہا کہ زندگی کا کیا بھروسہ آپ نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہے آپ ہمارے سامنے نبی اکرم ﷺ کا پورا حلیہ ہی بیان کر دیں تو سب حاضرین نے بیک زبان کہا کہ ابن مسلم تو نے ہمارے دل کی بات کہہ دی ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تسلی سے بیٹھ گئے، اپنا سر جھکایا نظریں نیچی کیں جیسے نبی علیہ السلام کا پورا حلیہ ذہن میں لا رہے ہوں پھر سر اٹھا کر فرمایا

''نبی اکرم ﷺ کے رنگ میں سرخی وسفیدی کا حسین امتزاج ہے، آنکھیں مبارک بڑی ہی پرکشش ہیں، بھنویں واضح ہیں، بال سیدھے مگر ہلکے گھنگھریالے، ریش مبارک گھنی ہے، دونوں مونڈھوں کے بیچ فاصلہ ہے، آپ کی گردن مبارک جیسے چاندی کی چھاگل، ہتھیلی اور قدم پُر گوشت، آپ ﷺ جب چلتے ہیں تو لگتا ہے کہ جیسے اونچائی سے نیچے آ رہے ہوں، جب کھڑے ہوتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا کہ جیسے کسی چٹان سے نکل پڑے ہوں، جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو مکمل طور پر اس کی طرف رخ کرتے ہیں، آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر پسینہ کے قطرے موتی کی مانند چمکتے ہیں، نہ آپ ﷺ پستہ قد ہیں نہ دراز قامت ہیں، آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے جو آپ ﷺ کو یکا یک دیکھتا ہے مرعوب ہو جاتا ہے، جو آشنا ہو کر رہتا ہے وہ محبت کرنے لگتا ہے، آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ جرأت مند ہیں، آپ ﷺ کے بات کرنے کا طرز سب سے سچا، ایفائے عہد میں سب سے پکے، آپ! ﷺ کی طبیعت سب سے نرم، آپ ﷺ رہن سہن میں سب سے اچھے ہیں، میں نے آپ ﷺ جیسا نہ کسی کو پہلے دیکھا ہے نہ بعد میں۔

(فدائیون من عصر الرسول: صفحہ٦٠،از احمد اجدع)

اے چہرہ زیبائے تو رشک بتان آذری
ہر چند وصفت می کنم در حسن زاں بالا تری
آفاقھا گردیدہ ام مہر بتاں ور زیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

{اے کہ تیرے حسین چہرے پر آذر کے تراشے ہوئے بت رشک کرتے ہیں میں جس قدر تیرے حسن کے اوصاف بیان کروں تو پھر بھی بالاتر ہے۔ ساری دنیا گھوما پھرا، سورج کی مانند چمکتے ہوئے حسین دیکھے ہیں لیکن تو تو چیز ہی کوئی اور ہے}

(24) تنویر الابصار صفحہ ٢٦ پر لکھا ہے

خوشا چشم کو دید آں روئے زیبا
خوشا دل کہ دارد خیال محمدؐ

{وہ آنکھ کتنی خوش قسمت ہے کہ جس نے محبوب ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کی اور وہ دل کس قدر خوش قسمت ہے کہ جس میں محمد ﷺ کا خیال رہتا ہے}

(25) سید الکونین خیر الخلق ﷺ بہت ہی شاندار تھے، آپ کا قد مبارک میانہ تھا لیکن مجمع میں سب سے زیادہ بلند معلوم ہوتے تھے۔

(26) عظیم المرتبت محبوب خدا ﷺ کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ یہ حسن اور خوبصورتی اس طرح سے تھی کہ گورے رنگ کے اندر کچھ سرخی دمکتی تھی جس سے کمال درجہ کشش پیدا ہوگئی تھی۔ آپ ﷺ کے رخسار نہایت پیارے شفاف، ہموار اور نرم تھے۔

اے رسول امیں خاتم المرسلیں — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقیں — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
دست قدرت نے ایسا بنایا تجھے — جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں اے ابد کے حسیں — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
بزم کونین پہلے سجائی گئی — پھر تیری ذات منظر پہ لائی گئی
سید الاولین سید الآخرین — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
مصطفیٰ مجتبیٰ تیری مدح و ثنا — میرے بس میں نہیں دسترس میں نہیں
دل کو ہمت نہیں لب کو یارا نہیں — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں — کوئی ہے ایسا جس کو میں تجھ سا کہوں
توبہ توبہ نہیں کوئی تجھ سا نہیں — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
اے سراپا نفیس انفس دوجہاں — سرور دلبراں دلبر عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جان حزیں — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

(27) فخر دو عالم ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی، ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے، دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے دونوں ابرو کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔

(28) ہادئ عالم ﷺ کے موئے مبارک کانوں کی لو تک تھے، سر کے بیچ میں مانگ نکلی رہتی تھی، بال ہلکی سی پیچیدگی لئے ہوئے یعنی بل دار تھے۔

؎ مرکر کسی کی زلف پہ معلوم ہو تجھے
فرقت کی رات کٹتی ہے کس پیچ و تاب میں

(29) محسن اعظم ﷺ کی آنکھیں مبارک بڑی اور خوش رنگ تھیں جن کی پُتلی نہایت سیاہ اور جن کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے پلکیں دراز تھیں آپ ﷺ کے حسن سے نگاہ سیر نہ ہوتی تھی۔

یَزِیْدُکَ وَجْهُهٗ حُسْنًا

اِذَا مَا زِدْتَهٗ نَظَرًا

(جتنی زیادہ آپ ﷺ پر نظر کی جائے حُسن میں اور اضافہ ہوتا جاتا ہے!)

(30) رحمت للعالمین ﷺ کا منہ مبارک مناسب انداز کے ساتھ فراخ تھا، دندان مبارک باریک چمکدار تھے، سامنے کے دانتوں میں تھوڑا تھوڑا سا فاصلہ بھی تھا جس سے بولتے اور مسکرانے کے وقت ایک نور نکلتا تھا۔

حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا
حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

(31) سرورِ دوعالم ﷺ کی ناک مبارک پر ایک چمک اور نور تھا جس کی وجہ سے ناک مبارک بلند معلوم ہوتی تھی۔

(32) آقائے نامدار ﷺ کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں والی تھی جس نے آپ ﷺ کے حسن کو اور بھی زینت دے دی تھی۔

(33) امام الانبیاء ﷺ کی گردن مبارک ایسی پتلی اور خوبصورت تھی جیسی تصویر کی گردن تراشی ہوئی ہو صفائی اور چمک میں چاندی جیسی تھی۔

حضرت علی ؓ فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپ ﷺ نبیوں کے ختم کرنے والے تھے۔ (شمائلِ ترمذی)

من القصیدہ البردہ

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَ صُوْرَتُهُ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِیْ النَّسِیْمِ
مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمٍ

! پس آپ ﷺ کے فضائل ظاہری و باطنی میں کمال درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا حبیب بنا لیا۔ آپ ﷺ اس سے بلند ہیں کہ آپ ﷺ کی خوبیوں میں کوئی آپ ﷺ کا شریک ہو پس آپ ﷺ کے جوہرِ حسن میں کوئی شریک نہیں ہے آپ ﷺ کا حسن غیر منقسم اور غیر مشترک ہے !

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمْ

درج بالا دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حسن و جمال میں نبی ﷺ اپنی مثال آپ تھے لہٰذا اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ سببِ محبت بھی آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات میں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے ایمان والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ ﷺ سے والہانہ محبت کریں۔

؎ کائناتِ حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام بن کے رہ گئی

③ فضل وکمال

کسی سے محبت کرنے کی تیسری وجہ اس کا فضل وکمال ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر فضل و کمال عطا فرمایا تھا کہ قرآنِ مجید میں وارد ہوا وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا (اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل بڑا ہے) اس فضل و کرم کی چند مثالیں درج ذیل ہیں

(۱) ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''غور سے سنو! میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا، قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور اس جھنڈے کے نیچے آدم علیہ السلام اور سارے انبیا علیہم السلام ہوں گے اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن سب سے پہلے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی وہ میں ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور سب سے پہلے جنّت میں، میں اور میری امت کے فقرا داخل ہوں گے اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں کرتا اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اوّلین و آخرین سے زیادہ مکرّم ہوں اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں کرتا۔

(۲) ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ (میں انبیا کرام کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا) جس طرح کوئی تقریب منعقد کی جائے تو مہمانِ خصوصی سب سے آخر پر آتا ہے اسی طرح اس کائنات و رنگ و بو کو نبی ﷺ کے لئے سجایا گیا۔ انبیا کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آکر بانگِ دہل اعلان فرمادیا کہ میرے بعد خاصہ خاصانِ رُسل تشریف لانے والے ہیں۔ جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو اس کائنات میں وہ منظر سجا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کوئی بعد میں دیکھے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور قیامت اسطرح ملے ہوئے ہیں جسطرح ہاتھ کی دو انگلیاں ملی ہوتی ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ جب مہمانِ خصوصی محفل

سے اُٹھ جائے تو پھر تو کرسیاں سمیٹنے اور سامان اکٹھا کرنے کا کام باقی رہ جاتا ہے۔ پس آپ ﷺ کی ذات اقدس تمام انبیا کرام سے اعلیٰ ہے، آپ ﷺ کی کتاب سب کتابوں سے اعلیٰ اور آپ ﷺ کی امت سب امتوں سے اعلیٰ بن گئی۔

(۳) نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اسریٰ ومعراج کی فضیلت عطا فرمائی، اپنے محبوب ﷺ کو عرش پر بلا کر اپنے خزانے دکھائے، اپنے دیدار سے نوازا اور پھر فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ' (پس اپنے بندے کی طرف اس نے وحی کی جو اس نے چاہا وحی کی) کا اعزاز عطا فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں عرض کیا تھا رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ (اے اللہ! میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرما دیا تھا لَنْ تَرَانِی' (تو مجھے دیکھ نہیں سکتا)۔

لیکن جب رب کریم نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے دیدار کے لئے عرش پر بلایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر نبی ﷺ سے ملاقات کے منتظر رہے۔ نبی ﷺ بار بار اوپر گئے نمازیں بخشوانے کے لئے اور پھر بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، راز یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود تو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کر نہ سکے، اب وہ چاہتے تھے کہ جس ہستی نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے میں اس ہستی کا دیدار ہی کرلوں۔ سبحان اللہ

(۴) اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حبیب اللہ کا لقب عطا کیا۔ مشکوٰۃ المصابیح کے حاشیے میں لکھا ہے کہ حبیب اللہ کا لقب سب سے اونچا ہے۔ یعنی خلیل اللہ، کلیم اللہ اور روح اللہ وغیرہ سب القاب اس کے ضمن میں آجاتے ہیں۔

؎ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

[آپ ﷺ یوسف علیہ السلام کا حسن، عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک، موسیٰ علیہ السلام کا سفید ہاتھ رکھتے ہیں اور وہ تمام خوبیاں جو تمام رکھتے ہیں آپ ﷺ میں جمع ہیں]

۵ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو قرآن مجید میں نبی امی کا لقب بھی عطا کیا گو بظاہر آپ دنیا میں کسی کے سامنے شاگرد بن کر نہ بیٹھے مگر آپ کو پڑھانے والا اور علم عطا کرنے والا خود کائنات کا مالک و مختار تھا لہٰذا اس نے اتنا علم دیا کہ

وَ عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا

{اور آپ کو اس چیز کا علم دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے}

جب بڑی ہستی کسی چیز کو بڑا کہے تو وہ واقعی بہت بڑی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اتنا فضل فرمایا کہ اس کیلئے عَظِیْمًا کا لفظ استعمال کیا۔ آپ ﷺ کے علم کے بارے میں مولانا ظفر علی خانؒ لکھتے ہیں۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

کتب سابقہ میں بھی نبی علیہ السلام کے اس لقب کا ذکر کیا گیا ہے

یتیمے کہ نا کردہ قرآں درست
کتب خانہ چند ملت بشست

{وہ یتیم کہ جس نے پڑھنا بھی نہ سیکھا ہو اس نے کتنے مذاہب کے کتب خانے دھو دیئے}

کسی شاعر نے اسی مضمون کو دوسرے الفاظ میں ادا کیا ہے

ے نگار من کہ بمکتب نہ رفت و خط نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

{میرا محبوب جو کبھی مکتب میں نہیں گیا اور لکھنا بھی نہ سیکھا وہ اپنے اشاروں سے سینکڑوں اساتذہ کا معلم بن گیا}

۞ نبی اکرم ﷺ دنیا کو اعلیٰ اخلاق کا درس دینے کیلئے بھیجے گئے آپ ﷺ کے اخلاق کو اللہ رب العزت نے ان الفاظ میں سراہا

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

{اور یقیناً آپ بڑے اخلاق والے ہیں}

آپ ﷺ نے اپنے اخلاق کے ذریعے دس سال کے قلیل عرصے میں دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ علما نے لکھا ہے کہ فتحت المدینة بالاخلاق (مدینہ کو اخلاق سے فتح کیا گیا)۔

دنیا تلوار کا مقابلہ تو کر لیتی ہے کردار کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کردار بظاہر معمولی چیز نظر آتا ہے مگر اس سے بڑی سے بڑی چیز کو خریدا جا سکتا ہے۔ جب قریش مکہ نے نبی علیہ السلام سے نبوت کی دلیل مانگی تو آپ ﷺ نے اپنی پاکیزہ زندگی کو ثبوت کے طور پر پیش کیا فرمایا قَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (تحقیق میں رہا آپ میں کافی عمر اس سے قبل کیا تم سمجھتے نہیں)۔

آپ کا وجود مسعود انسانیت کیلئے سراپا رحمت تھا۔

جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپا لے
جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے
اسے اور کیا نام دے گا زمانہ
وہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

٧ انبیائے سابقین مختلف قوموں اور علاقوں کی طرف سے مبعوث کیے گئے مگر نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کیلئے بھیجا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا (تمام لوگوں کیلئے ڈرانے والے اور خوشخبری دینے والے)۔ آپ ﷺ انسانوں، جنوں اور فرشتوں غرض تمام مخلوقات کے امام بنے۔ آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ اور کمالات عجیبہ کے بارے میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ
كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ آلِهٖ

(پہنچ گیا بلندیوں تک اپنے کمال سے، روشن ہو گئے تمام اندھیرے آپ ﷺ کے جمال سے، خوبصورت ہو گئیں آپ کی تمام عادات رحمتیں ہوں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر)

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں نعت کا گلدستہ درج ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے

خدا در انتظار حمد مانیست
محمد ﷺ چشم براہ ثناء نیست
خدا مدح آفریں مصطفیٰ بس
محمدؐ حامد حمد خدا بس
مناجاتے اگر باید بیاں کرد
بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد

محمد ﷺ از تو می خواہم خدا را
خدایا از تو حب مصطفیٰ را

{خدا ہماری حمد وتعریف کا انتظار نہیں کرتا اور نہ ہی محمد ﷺ تعریف کے انتظار میں ہیں خدا محمد ﷺ کی حمد وثناء کیلئے کافی ہے اور محمد ﷺ خدا کی حمد وثناء کیلئے کافی ہیں۔ اگر کوئی مناجات بیان کرنا ہو تو میں ایک ہی بات میں قناعت کرتا ہوں اے محمد ﷺ! آپ ﷺ سے خدا چاہتا ہوں اور اے خدا! آپ سے حب مصطفیٰ چاہتا ہوں}

اگر نبی ﷺ کے کمالات کو مدنظر رکھ کر سوچا جائے تو بھی نبی علیہ السلام کی ذات بابرکات اس کی مستحق ہے کہ آپ ﷺ سے والہانہ محبت کی جائے۔

④ احسانات ونوال

محبت کرنے کی چوتھی وجہ کسی کے احسانات ہوتے ہیں۔ عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے

الانسان عبد الاحسان

(انسان احسان کا بندہ ہوتا ہے)

اسی مفہوم کو کسی نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے

جبلت القلوب الی حب من احسن الیھا

(دلوں کی فطرت ہے کہ جوان پر احسان کرے اس سے محبت کرتے ہیں)

نبی علیہ السلام کے امت پر اتنے احسانات ہیں کہ ان کا احاطہ مشکل ہے تاہم چند نمایاں احسانات درج ذیل ہیں

① ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ

{ تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جنہیں تمہارے نقصان کی بات بہت گراں گزرتی ہے اور وہ تمہارے فائدے کے بہت آرزومند ہیں اور تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ ان کے دل میں ہے }

جب نبی اکرم ﷺ مومنین کے ساتھ بہت ہی شفقت کرنے والے ہیں تو آپ کی ہمدردی اور دلسوزی کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے تاہم یہ پکی بات ہے کہ جس طرح والدین اپنے جسمانی تعلق کی وجہ سے بچوں پر مہربان ہوتے ہیں نبی علیہ السلام اپنے روحانی تعلق کی وجہ سے امت پر شفقت فرمانے والے تھے۔

② نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰهُ يُعْطِىْ

(بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا کرنے والا ہے)

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم و معارف اور انوار و برکات ملتے تھے آپ ﷺ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں منتقل فرما دیا کرتے تھے۔ ایک حدیث پاک میں فرمایا **ما صب الله فى صدرى شيئا الا وقد صببته فى صدر ابى بكر** رضی اللہ عنہ (اللہ نے جو کچھ میرے سینے میں ڈالا میں نے ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا)۔

اسی لئے نبی علیہ السلام کو قاسم العلوم والبرکات کہا جاتا ہے۔ امتیوں کے دلوں میں جو برکات پہنچتی ہیں وہ نبی علیہ السلام کے قلب مبارک کے ذریعے سے

پہنچتی ہیں۔ نبی علیہ السلام کے اس احسان کی وجہ سے ہمارا بال بال ان کا مقروض ہے۔ محمد ریاض رام نے کیا خوب فرمایا ہے:

وہ جو شیریں سخنی ہے میرے مکی مدنی
تیرے ہونٹوں کی چھنی ہے میرے مکی مدنی

تیرا پھیلاؤ بہت ہے تیرا قامت ہے بلند
تیری چھاؤں بھی گھنی ہے میرے مکی مدنی

دست قدرت نے ترے بعد پھر ایسی تصویر
نہ بنائی نہ بنی ہے میرے مکی مدنی

نسل در نسل تیری ذات کے مقروض ہیں ہم
تو غنی ابن غنی ہے میرے مکی مدنی

③ نبی علیہ السلام بعض اوقات ساری رات عبادت کرتے اور اپنی گنہگار امت کیلئے دعائیں مانگتے رہتے تھے یہاں تک کہ قدم مبارک متورم ہو جاتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ ساری رات یہ آیت پڑھتے رہے

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر مغفرت کر دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں)

④ ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا'' لوگو تم جہنم کی طرف بھاگے جا رہے ہو اور میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر پیچھے ہٹا رہا ہوں'' نبی اکرم ﷺ

نے امت تک اللہ رب العزت کا پیغام پہنچانے کے لئے کتنی مشقتیں اٹھائیں۔ رَبِّ اِنِّی دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّ نَهَارًا (بے شک میں نے اپنی قوم کورات اوردن میں اللہ کی طرف بلایا)۔اس آیت کے مصداق آپ ﷺ نے زندگی بسر کی پھر حجۃ الوداع کے موقع پہ آپ ﷺ نے اپنے جاں نثاروں سے پوچھا کہ کیا میں نے اپنا فرض ادا کردیا اوردین تم تک پہنچادیا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یک زبان ہوکر کہا، آپ ﷺ نے فریضہ ادا کرنے کا حق ادا کردیا۔آپ ﷺ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھا کر کہا، اے اللہ! تو گواہ رہنا، اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

⑤ جب نبی علیہ السلام معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازوں کا تحفہ دیا۔ نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کی اے اللہ! میری امت کیلئے ان کوادا کرنا مشکل ہوگا آپ آسانی فرمادیجئے۔ بالآخر پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا۔اے میرے محبوب! آپ کے امتی پانچ نمازیں پڑھا کریں گے مگر میں اپنی رحمت سے ان کو پچاس نمازوں کا اجر دوں گا۔گنہگار امت پر نبیٔ رحمت کا یہ کتنا بڑا احسان ہے۔

⑥ مشکوۃ شریف میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے عرفات میں امت کی بخشش کیلئے رب کائنات کی بارگاہ میں یوں فریاد کی۔اے میرے اللہ! میری امت کے تمام گناہ معاف فرما، چاہے وہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے۔اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اورفرمایا کہ حقوق اللہ سے متعلق جتنے گناہ ہوں گے عرفات میں آنے والے حاجی کے وہ تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔تاہم حقوق العباد کا تعلق بندوں سے ہے۔وہ ادا کرنے ہوں گے نبی علیہ السلام عرفات کے وقوف سے فراغت پر مزدلفہ تشریف لے گئے یہاں آپ ﷺ نے پھر وہی دعا کی کہ، اے

میرے اللہ! آپ اس بات پر قادر ہیں کہ حق مانگنے والوں کو اپنی رحمت سے اتنا کچھ دے دیں کہ وہ خوش ہو کر معاف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا کہ اے میرے محبوب ﷺ! آپ کا جو امتی بھی حج کیلئے عرفات میں حاضر ہو گا میں حقوق اللہ کو معاف کر دوں گا اور حقوق العباد کو اپنی رحمت سے بخشوا دوں گا نبی علیہ السلام کا امت پر یہ کتنا بڑا احسان ہے۔

امة مذنبة ورب غفور (امت گناہ کرنے والی ہے اور رب بخشنے والا ہے)

⑦ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام اپنی امت کی مغفرت کیلئے بہت دیر تک سر بسجود ہو کر دعا کرتے رہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا کہ اے میرے محبوب ﷺ! آپ ﷺ روتے کیوں ہیں؟ ہم آپ ﷺ کو راضی کریں گے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

{عنقریب تیرا رب تجھے اتنا عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا}

جب نبی علیہ السلام پر یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا آخری امتی بھی جنت میں داخل نہیں ہو گا

نہ آخر رحمۃ للعالمینی
ز محرومان چرا فارغ نشینی

{آخر تو رحمت للعالمین ہے محروموں سے کیسے فارغ بیٹھا ہے}

⑧ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی علیہ السلام کو ایک ایسی دعا کرنے کا اختیار دیا کہ جیسی دعا مانگی جائے گی ویسی قبول ہو گی چنانچہ سب انبیائے کرام علیہم السلام نے دعا مانگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! کیا آپ ﷺ نے بھی دعا کی ہے؟ نبی علیہ السلام

نے فرمایا کہ میں نے دعا نہیں مانگی بلکہ اس کو آخرت کیلئے ذخیرہ بنا دیا ہے۔ قیامت کے دن میری امت جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگی تو اس وقت میں دعا کروں گا حتی کہ آخری امتی بھی جنت میں داخل کیا جائے گا۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آقا و سردار ﷺ کی شان میں لکھتے ہیں

عجب نہیں تیری خاطر سے تیری امت کے
گناہ ہو ویں قیامت میں اطاعتوں میں شمار
بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں
کہ لاکھوں مغفرتیں ہوں گی کم سے کم پہ نثار

اگر احسانات کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بھی ہر امتی اپنے آقا کے احسانات میں اتنا دبا ہوا ہے کہ اس محسن و مربی سے شدید قلبی محبت کا ہونا ضروری ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی علیہ السلام میں تمام اسباب محبت بدرجہ کمال موجود ہیں حالانکہ ان اسباب میں سے ہر ایک سبب ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے محبت ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کو نبی علیہ السلام سے محبت نہیں تو وہ مومن ہی نہیں۔ جس کی آنکھوں پہ اللہ تعالیٰ پٹی باندھ دے اور جس کے دل پر مہر لگا دے وہ اپنی قسمت پر بیٹھ کر روئے بجائے اس کے کہ محبت کرنے والوں پر اعتراض کرے۔ رہی بات ہم جیسے بے ہمت اور بے سروساماں لوگوں کی تو ہمارے دامن میں عشق رسول ﷺ کے سوا رکھا ہی کیا ہے۔ الحمد للہ کہ ہم اسی تقسیم پر راضی ہیں اور ساری دنیا کی نعمتوں کے بدلے میں در رسول ﷺ کی چاکری نصیب ہو جائے تو سودا کرنے

کیلئے ابھی تیار ہیں۔ شاعر نے تو اپنے محبوب کے رخسار کے بدلے سمرقند اور بخارا دینے کا ارادہ کرلیا تھا۔ ایک ہم فقیر ہیں کہ شہ عرب وعجم کی ایک نگاہ ناز کے بدلے اپنی جان سے گزر جانے کیلئے تیار ہیں۔

باب 4

عشق رسول ﷺ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں کامل ہے اور زمین وآسمان کے خزانوں کا مالک ہے اس رحیم وکریم ذات نے انسان کو بے حد وحساب نعمتوں سے نوازا ہے۔ اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو انسان گمراہ ہوتا، اگر وہ بینائی نہ دیتا تو انسان اندھا ہوتا، اگر وہ سماعت نہ دیتا تو انسان بہرا ہوتا، اگر وہ گویائی نہ دیتا تو انسان گونگا ہوتا، اگر وہ ٹانگیں نہ دیتا تو انسان لنگڑا ہوتا، اگر سر پر بال نہ دیتا تو انسان گنجا ہوتا، اگر وہ عقل نہ دیتا تو انسان پاگل ہوتا، اگر رزق نہ دیتا تو انسان مفلس ہوتا، اگر اچھی شکل نہ دیتا تو انسان بدصورت ہوتا، اگر صحت نہ دتیا تو انسان بیمار ہوتا اگر اولاد نہ دیتا تو انسان لا ولد ہوتا اور اگر عزت نہ دیتا تو انسان ذلیل ہوتا۔ پس انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ اتنی بے شمار نعمتیں دے کر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان نہیں جتلایا تاہم ایک نعمت اس نے ایسی دی ہے کہ جس کو دے کر منعم حقیقی کو بھی انعام دینے کا مزہ آ گیا اور اس نے کھلے الفاظ میں یوں فرمایا ''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا'' (تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا کہ ان میں اپنے رسول کو بھیجا)۔

نبی علیہ السلام کی تشریف آوری پوری انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ اسے انعام سے بھی محبت ہوتی ہے اور انعام دینے والے سے بھی محبت ہوتی ہے۔ پس ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے بھی شدید محبت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سے بھی شدید محبت ہوتی ہے۔

ترمذی شریف کی روایت ہے

احبوا الله لما يغدو كم به من نعمة واحبو نی لحب الله

(اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ اس نے تمہیں نعمتیں دیں اور مجھ سے محبت کرو اللہ تعالیٰ کی وجہ سے)

مقصود یہ تھا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے لہٰذا تم بھی مجھ سے محبت کرو۔ عشق رسول ﷺ کی یہ کتنی صاف اور واضح دلیل ہے۔

محمد ﷺ کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

جو انسان نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے محبت کرے گا وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے انعام کی قدر دانی کرے گا اور اصول یہی ہے کہ قدر دان کو نعمتیں اور زیادہ دی جاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتیں اور زیادہ عطا کریں گے)۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سب سے بڑا انعام تو نبی علیہ السلام کی صورت میں ہمیں عطا فرمایا۔ اب اگر اس انعام کی ہم قدر دانی کریں گے تو اور کون سی نعمت ہے جو ہمیں ملے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا و محبت ہے لہٰذا جو شخص بھی نبی علیہ السلام سے محبت کرے گا تو اس عمل

کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس سے محبت کریں گے اور اسے اپنی رضا عطا کریں گے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نبی علیہ السلام کی محبت دنیوی اور اخروی کامیابیوں کے حاصل ہونے کی کنجی ہے اس سے رحمت الٰہی موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہے بلکہ یہی سعادت مندی کی نشانی ہے۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہء دامان اوست

{ جو بھی عشق مصطفیٰ میں مبتلا ہے، بحر و بر اس کے دامن کے ایک کونے میں سما جاتے ہیں }

نبی علیہ السلام سے نسبت نصیب ہونا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے نسبت نصیب ہونا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ

{ جنہوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی انہوں نے درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کی۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر تھا }

لہٰذا جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی علیہ السلام سے بیعت کی ان کی بیعت اللہ تعالیٰ سے ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

ایک مرتبہ میدان جنگ میں نبی علیہ السلام نے کافروں کی طرف مٹھی بھر کنکریاں پھینکیں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (اور جب پھینکا آپ نے پتھر اپنے تئیں، وہ تو اللہ نے

پھینکا تھا)۔

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب نبی علیہ السلام کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے اپنا عمل فرمایا تو پھر نبی علیہ السلام سے محبت ہونا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے محبت ہونا ہے۔ یا یوں کہیے کہ نبی علیہ السلام سے نسبت ہونا اللہ تعالیٰ سے نسبت ہونا ہے۔ جس کو نبی علیہ السلام سے محبت و نسبت نہیں اس کو اللہ تعالیٰ سے نسبت نہیں ہے۔

نسبت مصطفیٰ بھی عجب چیز ہے جس کو نسبت نہیں اس کی عزت نہیں
خود خدا نے نبی ﷺ سے یہ فرما دیا جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں

عشق رسول ﷺ کی اہمیت درج ذیل دلائل سے ثابت ہوتی ہے

قرآن مجید سے دلائل

① ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

(نبی علیہ السلام مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے)

اس آیت کے تحت انوار الباری (۳/۱۱۴) میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو روحانی اعتبار سے مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ قرب و ولایت کا مرتبہ حاصل ہے۔ ایک قرأت میں وَھُوَ اَبٌ لَھُمْ بھی ہے یعنی حضور اکرم ﷺ ان کے باپ ہیں۔ پس اگر جسمانی تعلق مذکور محبت و مودت کا سبب ہوتا ہے تو روحانی تعلق محبت کا باعث کیوں نہ ہوگا۔ بلکہ روحانی تعلق اگر کم سے کم درجہ کا بھی ہو تو وہ بڑے سے بڑے جسمانی تعلق سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اس لئے اگر یہاں محبت ہو

گی تو وہاں عشق کا درجہ ہو گا اگر یہاں عشق مجازی ہو گا تو وہاں عشق حقیقی کی تاثیر ہو گی۔ شیفتہ نے کہا

؎ شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ کی بہترین تشریح وتوضیح دیکھنی ہو اور علوم نبوت کی سرسبز وشاداب وادیوں سے دل ودماغ کو بہرہ اندوز کرنا ہو تو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کی کتاب ''آب حیات'' ملاحظہ کی جائے۔ علامہ محقق حافظ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس پر خوب لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری 1/169)

❷ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ''

(آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا)

عرائس البیان میں ہے کہ ''قوله تعالى اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ''یعنی ان لوگوں سے کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو میری پیروی کرو، میں تو محبین کا سردار ہوں اور صدیقین کا سرتاج ہوں اور رسولوں کا پیشوا ہوں اور طالبان حق کا امام مصطفیٰ ہوں تاکہ میں تم کو دکھادوں کہ اس راہ میں کیسی کیسی چھپی چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں اور کیسی کیسی چیزیں اس راہ میں نجات دینے والی تمہاری نظر سے پوشیدہ ہیں اور تم کو

مشاہدہ کے احکام اور نزدیکی حاصل کرنے کے اسرار بتادوں اور اچھے کام کرنے اور عمدہ بندگی کرنے کی ہدایت کروں اور ادب سے چلنے کی اچھی صورتیں سکھلا دوں اور عمدہ اخلاق بتادوں تا کہ وہ تمہاری راہ میں کام آویں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کے آثار مجھ پر منکشف کرائے گئے اور اس کی نزدیکی کے انوار مجھ میں بھرے ہوئے ہیں اور میری پیروی درحقیقت شکر محبت محبوب ہے اور جب تم نے میری پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تو اللہ تعالیٰ تمہاری محبت ومعرفت اور زیادہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ'' اور فرمایا ''لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ'' (اگر تم شکر ادا کرو گے میں تم کو اور زیادہ دوں گا)

محبت کی حقیقت عارفوں اور محبوبوں کے نزدیک یہ ہے کہ ''دل آتش شوق سے کباب ہو جاوے اور روح لذت عشق سے ماہی بے آب کی طرح تڑپے اور حواس دریائے انس میں ڈوب جاویں اور نفس کو پاک پانی سے طہارت حاصل ہو اور ہمہ تن آنکھ ہو کر فقط محبوب ہی کو دیکھے اور دونوں جہاں سے اپنی آنکھوں کو بند کر لے اور سر باطنی غیب الغیب میں سیر کرے اور محبوب کے جو اخلاق ہیں ان سے آراستہ ہوں اور یہی اصل محبت ہے۔''

اتباع اطاعت کا وہ درجہ ہے کہ تعمیل ارشاد مارے باندھے اور مجبوری سے نہ ہو بلکہ برضا ورغبت ہو اور یہ رضا ورغبت اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ جب تابع کو متبوع سے کامل محبت اور وابستگی حاصل ہو۔

اتباع کی لغوی تشریح میں امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ بات کہی ہے ''والتبیع خص بولد البقرة اذا تبع امه'' (گائے کے بچھڑے کو تبیع اس لئے کہتے ہیں کہ (فرط شوق میں) ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے)۔

اس میں اشارہ ہے کہ اتباع وہ عمل ہے جس میں ناگوار اطاعت کی بجائے خوشگوار اطاعت کی کیفیت حاصل ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے خادم کو حکم دیتا ہے فلاں چیز لاؤ۔ خادم اپنی نوکری کو بچانے کی خاطر تیز دھوپ اور جھلسا دینے والی گرمی میں انتہائی ناگواری سے چیز لے آئے دل ہی دل میں مالک کو کوس رہا ہو کہ یہ کوئی وقت تھا کام کہنے کا بس منہ اٹھا کے زبان چلا دی۔ اس کو دوسرے کی تکلیف کا ذرا احساس نہیں۔ دوسری طرف ایک معلم اپنے سعادت مند شاگرد کو بلا کر کسی چیز کو لانے کیلئے کہتا ہے اور ساتھ مشورہ دیتا ہے کہ ابھی گرمی کی شدت زیادہ ہے سورج ذرا ڈھل جائے یہ کام اس وقت سہولت سے کر لینا۔ لیکن سعادت مند شاگرد کڑکتی وچلچلاتی دھوپ اور جھلسا دینے والی گرمی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے فرط سعادت سے دوڑتا ہوا جاتا ہے اور پورے قلبی اطمینان سے چیز لاتا ہے اسے پسینے میں شرابور ہونے کی پرواہ نہیں ہوتی بلکہ استاد کے دل کی خوشی مطلوب ہوتی ہے۔ پہلی صورت میں خادم نے ناگواری سے کام کیا، دوسری صورت میں شاگرد نے خوشگواری سے کام کیا۔ اسی دوسری کا نام اتباع ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کیلئے نبی علیہ السلام کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا پس عشق الٰہی کے حصول کیلئے عشق رسول ﷺ ایک وسیلہ، ذریعہ اور زینہ کی مانند ہے۔

عجب چیز ہے عشق شاہ مدینہ
یہی تو ہے عشق حقیقی کا زینہ
ہے معمور اس عشق سے جس کا سینہ
اسی کا ہے مرنا اسی کا ہے جینا

③ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ آبَاءُ كُمْ وَ اَبْنَاءُ كُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَ فْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسَاكِنَ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْ حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لاَ يَهْدِىْ الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

{اے نبی اکرم ﷺ! کہہ دیجئے کہ تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں اورعزیز واقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں تمہارے کاروبار جن میں نقصان کا تمہیں خطرہ ہے اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں اگر یہ تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لائے اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا}

دین اسلام چونکہ دین فطرت ہے۔ وہ انسان کی ضروریات اور اس کے طبعی تقاضوں کا خیال رکھتا ہے لہٰذا اس نے یہ حکم نہیں دیا کہ سارے رشتے ناطے توڑ دیے جائیں،عزیز واقارب سے محبت کا قلع قمع کردیا جائے جیسا کہ تاریخ ادیان عالم میں ان لوگوں کا شیوہ رہا ہے جنہوں نے رہبانیت اختیار کی بھر پور زندگی چھوڑ کر جنگلوں کی راہ لی اس مقام پر بہت سی قوموں نے ٹھوکر کھائی۔اسلام نے اعتدال اور توازن کی راہ دکھلاتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالی کی طرف راستہ جنگلوں اور غاروں سے ہوکرنہیں جاتا بلکہ ان گلی کوچوں بازاروں سے ہوکر جاتا ہے۔انسانی زندگی کی غرض و غایت دنیا کی چیزوں میں کھوجانے اور فقط رشتے ناطے کے تعلقات میں گم ہوجانے سے بہت آگے اور بلند ہے۔لہٰذا ان چیزوں کی محبت منع نہیں ہے،احبیت منع ہے

۔لہٰذا یہ چیزیں تمہاری روحانی ترقی کے راستے میں حائل نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کے عشق سے نہ ٹکرائیں۔ایثار وشہادت کے میدان میں جانے سے تمہارا راستہ نہ روکیں تو ان کی محبت ممنوع نہیں اور اگر کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ یہ چیزیں تمہیں راہ خدا میں جانے سے روکیں تو پھر ان تعلقات کو اور ان چیزوں کو پاؤں کی ٹھوکر لگا کر آگے نکل جاؤ۔پس ان آیات کریمہ سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اکرم ﷺ کی محبت تمام چیزوں سے زیادہ ہونی چاہیے۔

؎ کچھ نہیں مانگتا دنیا سے یہ شیدا تیرا
اس کو بس چاہیے نقش کف پا تیرا

حدیث نبوی ﷺ سے دلائل

❶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عَنِ النَّبِی ﷺ قَالَ ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلاوَةَ الْاِيْمَانِ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلُهُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَ اَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لا يُحِبَّهُ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَكْرِهَ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ

{نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اس کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں اگر کسی سے محبت کرے اللہ کے واسطے کرے اور کفر وشرک اختیار کرنے سے اس قدر بیزار ہو جس قدر آگ میں ڈالے جانے سے}

انوار الباری میں لکھا ہے کہ حلاوت ایمان سے مراد یہ ہے کہ طاعات میں لذت محسوس ہو اور اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کی رضا مندی کیلئے بڑی سے بڑی تکالیف بھی گوارا ہوں۔ حدیث پاک میں تین چیزوں کا ذکر ہے مگر ہمارا مقصد اس وقت پہلے نمبر کی تشریح ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی محبت دوسری تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت تو اس لئے کہ وہ پروردگار اور منعم حقیقی ہے۔ ساری نعمتیں اسی کے فضل و کرم سے وابستہ ہیں اور رسول اکرم ﷺ سے محبت اس لئے کہ روحانی انعامات اور علوم الٰہیہ کیلئے وہی واسطہ ہیں۔ حلاوت ایمان کے بارے میں محدث عارف بن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

''فقہا کی رائے میں حلاوت ایمان سے مراد یہ ہے کہ وہ ایمان میں پختہ اور احکام میں مطیع ہو۔ جبکہ سادات صوفیہ نے اس کو محسوس چیز قرار دیا ہے میرے نزدیک یہی رائے حق و صواب ہے''۔ (**بهجة النفوس**: ج۱ص۲۵)

سادات صوفیہ کے قول کی تائید صحابہ و سلف کے درج ذیل واقعات سے ہوتی ہے

- حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا تکالیف اٹھا کر بھی احد احد کہتے رہنا، موت کے وقت اہل خانہ نے کہا واحزناہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' **واطرباه غدا التى الاحبه محمداً واصحابه**''۔ یہی حلاوت ایمان ہے۔
- ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے چور کو گھوڑا لے جاتے دیکھا مگر نماز نہ توڑی کہ یہ زیادہ قیمتی ہے۔
- ایک مجاہد پہریدار صحابی رضی اللہ عنہ کو تیر لگے مگر فرمایا جی چاہتا تھا کہ تیروں پہ تیر کھاتا رہتا مگر سورۃ کہف مکمل کئے بغیر نماز کا سلام نہ پھیرتا۔

- حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے ذکر وعبادت میں وہ لذت حاصل ہے کہ اگر شاہان دنیا کو علم ہو جائے تو ہم پر لشکر کشی کر کے اس کو چھیننے کی کوشش کریں۔
- حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے" **اهل الليل في ليلهم اَلَذُّ مِن اهل الهوى في هواهم** "(اہل ہوس کو اپنی عیاشیوں میں وہ لذت نہیں ملتی جو اہل اللہ کو رات کی عبادت میں ملتی ہے)۔

اگر کسی شخص کو یہ عبادت والی لذت کی کیفیت حاصل نہیں ہو سکی تو اسے کم از کم اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کاملین وواصلین کی گواہی قبول کر لینی چاہیے

وَ اِذَا لَمْ تَرَ الْهَلَالَ فَسَلِّمْ

لِاُ نَاسٍ رَاَوْهُ بِالْاَبْصَارِ

(تو نے اگر خود چاند کو نہیں دیکھا ان لوگوں کی بات ہی مان لے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہے)

پس ثابت ہوا کہ نبی اکرم سے عشق ومحبت کا ہونا حلاوت ایمان نصیب ہونے کی علامات میں سے بڑی علامت ہے۔

② حضرت انس رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

لا يومن احدكم حتى اكون احب اليه من والده و ولده والناس اجمعين

(تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو میری محبت اپنے آباؤ اجداد، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے)۔

انسان کو اپنے والدین، اولاد اور عزیز واقارب سے فطری اور طبعی محبت ہوتی

۔ بہا سی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ طرح طرح کی تکالیف اٹھاتا ہے بلکہ بعض اوقات گناہوں کا راستہ اختیار کر کے جہنم خریدتا ہے مندرجہ بالا حدیث پاک میں نہایت وضاحت کے ساتھ بتا دیا گیا ہے کہ مومن کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہونی چاہیے۔ جب قلب میں عشق رسول ﷺ کا غلبہ ہوگا تو پھر انسان قرابت و رشتہ داری کی وجہ سے کوئی کام خلاف شرع نہیں کرے گا۔ والناس اجمعین کا لفظ استعمال فرما کر اس دائرے کو بہت وسیع کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا مومن کے دل میں ساری مخلوق سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محبت ہونی چاہئے۔ اس کو ایمان کی شرط بنا دیا گیا ہے جس سے اس کی اہمیت اور زیادہ اجاگر ہو گئی ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے نبی اکرم ﷺ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے میرے احباء سے جلدی ملا دے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ یہ سن کر حیران ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ سے محبت کرنے والے ہم لوگ تو حاضر خدمت ہیں آپ کن سے ملنے کی دعا کر رہے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، ثوبان رضی اللہ عنہ! تم نے مجھے دیکھا ہے، وحی نازل ہوتے دیکھی ہے، فرشتوں کو اترتے دیکھا ہے، میری صحبت میں رہنے کا شرف پایا ہے لہٰذا تمہارا ایمان بہت قیمتی ہے تاہم قرب قیامت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہوگا۔ فقط کتابوں میں میرے تذکرے پڑھے ہونگے لیکن ان کو مجھ سے اس قدر والہانہ عشق ہوگا کہ اگر ممکن ہوتا کہ وہ اپنی اولادوں کو بیچ کر میرا دیدار کر سکتے تو وہ یہ بھی کر گزرتے۔ ثوبان! میں اپنے ان احباء سے ملنے کی دعا کر رہا ہوں۔

③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرا ایمان کامل ہے کیونکہ انت یا رسول اللہ

احب الی من کل الا من نفسی (یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں)۔آپ ﷺ نے فرمایا'' لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیک من نفسک '' (نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے (تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا) جب تک کہ میں تمہیں تمہاری جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں)۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق ؓ تڑپ اٹھے اور فوراً عرض کیا''فانک الآن واللہ احب الی من نفسی '' (اللہ کی قسم بے شک اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں)۔آپ ﷺ نے فرمایا الآن یا عمر (اے عمر! اب تمہارا ایمان مکمل ہوا ہے)۔

یہاں ایک نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ حضرت عمر ؓ کے دل میں یہ بات تھی کہ انسان کو چوٹ لگے تو جتنی تکلیف ہوتی ہے اتنی تکلیف دوسرے کو چوٹ لگنے پر نہیں ہوتی۔لیکن جب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں تو حضرت عمر ؓ نے غور کیا اور یہ بات سمجھ میں آئی کہ اگر کوئی دشمن نبی ﷺ پر حملہ کرے تو آپ ﷺ کو بچانے کے لئے تو میں اپنی جان بھی قربان کر دونگا لہذا فوراً جواب دیا، الحمد اللہ، اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اوّل ہے
اس میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

④ ایک اعرابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھنے لگا''متی تکون الساعۃ '' قیامت کب آئے گی؟ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا''ماعددت لھا '' تم نے اس کی کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اعرابی نے کہا کہ میں نے قیامت کے لئے نہ تو

بہت سی نمازیں پڑھی ہیں اور نہ ہی بہت زیادہ روزے رکھے ہیں یعنی فقط فرض نمازیں پڑھی ہیں اور روزے رکھے ہیں تاہم میرا ایک عمل ہے کہ'' الا انی احب اللہ و رسولہ'' میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں نبی اکرم ﷺ نے یہ سن کر کہا ''المرء مع من احب'' آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت ہوگی۔

صحابہ کرام ﷡ فرمایا کرتے تھے کہ ایمان لانے کے بعد ہمیں اتنی خوشی کسی اور حدیث سے نہیں ہوئی جتنی کہ اس حدیث مبارکہ سے ہوئی۔ عشاق کے لئے یہ نوید مسرت نہیں تو اور کیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ روایت میں ہے کہ نبی ﷺ کے ایک عاشق صادق حضرت ثوبان ﷛ حاضر ہوئے تو ان کا چہرہ اترا ہوا اور رنگ اڑا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ حالت دیکھ کر وجہ پوچھی۔ دردمند عاشق نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ! نہ تو جسمانی تکلیف ہے اور نہ کوئی دنیاوی پریشانی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کا رخ انور میری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو دل بے تاب ہو جاتا ہے فوراً دیدار کے لئے حاضر ہو جاتا ہوں۔ اب دل میں رہ رہ کر یہ خیال آرہا ہے کہ جنت میں تو آپ ﷺ کا مقام سب سے بلند ہوگا جبکہ یہ مسکین کسی نیچے درجے میں ہوگا۔ اگر وہاں آپ ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہو سکی تو جنت میں کیا مزہ آئے گا۔ نبی اکرم ﷺ یہ ماجرا سن کر خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ خوشخبری لے کر آئے کہ ہم اطاعت گذار عاشقوں کو جنت میں جدائی کا صدمہ نہیں پہنچائیں گے۔

مَنْ یُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا.

(جو شخص اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا وہ لوگ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں ہونگے اور یہ بہترین ساتھی ہونگے)

اس سے معلوم ہوا کہ جس کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ سچی محبت ہوگی اسے روز محشر نبی کریم ﷺ کے قدموں میں جگہ ملے گی۔

عقلی دلیل:

اب درج ذیل میں نبی اکرم ﷺ کی محبت سے متعلق عقلی دلیل پیش کی جاتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اول ماخلق الله نوری (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا)۔ اس مضمون کو حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انداز میں کیا خوب بیان کیا ہے

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے
نقش روئے محمد ﷺ بنایا گیا
پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی
بزم کون و مکاں کو سجایا گیا

پس تمام کائنات کا وجود نبی علیہ السلام کے وجود کا مرہون منت ہوا عربی کا مشہور مقولہ ہے۔ ''کل شیء یرجع الی اصله'' (ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے) اسکی تصدیق بخاری شریف کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ بے شک ایمان مدینہ کی طرف ایسا کھینچ آئے گا جس طرح سانپ اپنے سوراخ کی طرف آتا ہے۔ اسی سے ثابت ہوا کہ کائنات کی ہر شے کو اپنی اصل کی جانب جذب و کشش حاصل

ہوتی ہے جیسے کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر شرع شریف کی کسی بات کا علم نہ ہو تو انسان اپنے دل سے گواہی مانگے، دل ہمیشہ ٹھیک فتویٰ دیتا ہے۔ البتہ جن لوگوں نے گناہوں کی کثرت سے اپنے دلوں کو زنگ آلود کر لیا ہو اور جن کے دل کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہو ان کو سیدھے راستے کا پتہ نہیں چلتا اور اگر فطرت سلیم ہو اور دل صاف ہو تو اسی کا نام ہدایت ہے ایسے انسان اپنے دل میں نبی علیہ السلام کی فطری اور طبعی محبت محسوس کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی محبوبیت کا فطری جذبہ انسانوں میں ہی نہیں بلکہ حیوانات، نباتات اور جمادات تک میں سرایت کر گیا ہے۔ چند دلائل درج ذیل ہیں۔

- حجۃ الوداع کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ اونٹوں کو اپنے دست مبارک سے قربان کرنے لگے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ اونٹ قربان ہونے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھ بڑھ کر اپنی گردنیں پیش کرنے لگے۔

حاکم لاہوری نے کتنا پیارا شعر کہا ہے

ابروئے تو زہ کرد کمانے بہ کمینے
یک صید نیا سود زمانے بہ زمینے

(محبوب ترے ابرو کی کمان نے چلہ چڑھا کر جب کمیں گاہ کو نشانہ بنایا تو ایک شکار بھی کسی وقت زمین پر قرار نہ پکڑ سکا)

یعنی ہر شکار نشانے پر دوڑ دوڑ کر آ جاتا کہ پہلے مجھے شکار کیجئے پہلے مجھے۔ امیر خسرو فرماتے ہیں

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف
بہ امید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

(جنگل کے سب ہرہرن ہاتھ پر سر لئے پھرتے ہیں اس امید پر کہ کسی نہ کسی دن آپ شکار کیلئے آئیں گے اور ہم پیش ہو جائینگے)

سر بوقت ذبح اپنا ان کے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

- اسی طرح ایک اونٹ کا نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوکر اپنے دکھ اور غم کا اظہار کرنا اور رونا بھی حیوانات میں حب رسول ﷺ کے موجود ہونے کی واضح دلیل ہے۔
- اسطوانہ حنانہ (کھجور کا تنا) کا نبی اکرم ﷺ کی جدائی میں اس قدر رونا کہ مسجد گونج اٹھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیران رہ گئے۔
- مختلف مواقع پر درختوں کا نبی اکرم ﷺ کو سلام پیش کرنا نباتات میں حب نبوی کے موجود ہونے کی واضح دلیل ہے
- بخاری و مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ جبل احد کی طرف دیکھ کر فرمایا **ھذا جبل یحبنا و نحبہ** (یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں)۔

یہ فرمان ذیشان جمادات میں حب نبوی ﷺ کے موجود ہونے کی بچی دلیل ہے یہ تمام مثالیں نبی اکرم ﷺ کی محبوبیت عامہ کا ثبوت پیش کرتی ہیں۔

باب 5

صحابہ کرامؓ اور عشق رسول

صحابہ کرام ؓ اس امت کے وہ خوش نصیب حضرات ہیں جنہوں نے نبی علیہ السلام کا دیدار کیا اور ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کی صحبت پائی۔ درحقیقت یہ عشاق کی ایک جماعت تھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے چنا تھا کہ وہ محبوب کی اداؤں کو اپنائیں اور اپنے دل و دماغ میں محفوظ کر کے اپنے بعد والوں تک پہنچائیں۔ شمع رسالت کے ان پروانوں کے کچھ واقعات پیش خدمت ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا عشق رسول ﷺ

❶ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ اس امت کے سرخیل امام اور عشق رسول ﷺ میں سب سے آگے بڑھنے والے ہیں۔ آپ کا نام عبداللہ اور کنیت ابوبکر تھی آپ کی چار پشتیں صحابی بنیں۔ رنگ سرخ وسفید اور بدن دبلا پتلا تھا۔ آپ ؓ نے نبی علیہ السلام سے کمالات نبوت سب سے زیادہ حاصل کئے۔ قرآن مجید میں آپ ؓ کے لئے ثانی اثنین اور لصاحبہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر ؓ کی صحابیت قرآن مجید سے ثابت ہے اسی لئے حضرت صدیق اکبر ؓ کی صحابیت کا انکار صریح کفر شمار ہوتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ثانی اثنین کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے

کان ثانی محمد ﷺ فی اکثر المناصب الدینیہ.

[تھے حضرت محمد ﷺ کے ثانی اکثر دینی مراتب میں]

اس کی تفصیل یوں ہے۔

- آپ ؓ دعوت الی اللہ میں نبی علیہ السلام کے ثانی تھے۔
- آپ ؓ غزوات میں نبی علیہ السلام کے ثانی تھے۔
- آپ ؓ مجلس میں نبی علیہ السلام کے ثانی تھے۔
- آپ ؓ نماز کی امامت میں نبی علیہ السلام کے ثانی تھے۔
- آپ ؓ روضہ انور میں دفن ہونے میں نبی علیہ السلام کے ثانی تھے۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شاہکار تصنیف روح المعانی میں لکھا ہے کہ غار ثور میں داخل ہونے سے پہلے ابو بکر صدیق ؓ نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔

وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَا تَدْخُلْ حَتّٰی اَدْخُلَهُ فَاِنْ کَانَ فِیْهِ شَیْءٌ نَزَلَ بِیْ قَبْلَکَ

(اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ غار میں ہرگز داخل نہ ہوں جب تک کہ میں اس میں داخل ہو کر جائزہ نہ لے لوں اگر کوئی موذی چیز ہو آپ ﷺ سے پہلے وہ مجھ پر وارد ہو)

جب صدیق اکبر ؓ نے غار کی صفائی کر لی تو غار کے اندر کئی سوراخ تھے انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ کر اس کے ٹکڑوں سے سوراخ بند کر دیئے ایک سوراخ باقی رہ گیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر ؓ نے اس پر اپنی ایڑی رکھ دی علامہ آلوسی رحمۃ

اللہ علیہ لکھتے ہیں

وکان فی الغار خرق فیه حیات وافاعی فخشی ابو بکر ان یخرج منهن شئی یوذی رسول الله ﷺ فالقمه قدمه فجعلن یضرینه ویلسعنه .

(اور غار میں ایک سوراخ تھا جس میں سانپ جیسے موذی جاندار تھے۔ پس حضرت ابو بکر ؓ کو خدشہ لاحق ہوا ہے کہ اس میں سے کوئی چیز نبی علیہ السلام کو ایذا نہ پہنچائے۔ پس آپ ؓ نے اپنا قدم اس سوراخ پر رکھ دیا موذی سانپ نے آپ ؓ کو کاٹ لیا)

جب آپ ؓ کے جسم مبارک میں زہر کا اثر ہوا تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آئے بقول علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

وجعلت دموعة تنحدر وهو لا يرفع قدمه حبا لرسول الله ﷺ .

(ان کے آنسو گرنے لگے مگر نبی علیہ السلام کی محبت کی بنا پر انہوں نے اپنے پاؤں کو نہ ہٹایا)

دنیائے عشق ومحبت کی یہ ایک بے مثال داستان ہے۔ جب نبی علیہ السلام کے رخسار مبارک پر آنسوؤں کے قطرے گرے تو آپ ﷺ نے پوچھا، ابوبکر ؓ! کیا بات ہے؟ صدیق اکبر ؓ نے صورت حال سے آگاہ کیا۔ نبی علیہ السلام نے اپنا لعاب دہن لگایا تو زہر کا اثر جاتا رہا۔

عشق کی لذت مگر خطروں کی جانکاہی میں ہے

حضرت ابوبکر ؓ نے سفر ہجرت کی رفاقت کے لئے خود تمنا پیش کی جو نبی علیہ

السلام نے قبول فرمائی، اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ مجھے اس دن پتہ چلا تھا کہ انسان فرط خوشی میں بھی رو پڑتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس عاشق صادق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سارا گھرانہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں مشغول تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سفر میں ساتھ رہے، حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ سارا دن قریش مکہ کے حالات کی خبر لیتے اور رات کو غار ثور میں آ کر حالات سے آگاہ کرتے، فہیرہ رضی اللہ عنہ نامی غلام سارا دن بکریاں چراتا اور اسی بہانے غار ثور میں آ کر دودھ دے جاتا، اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا چونکہ کم عمر تھیں وہ غار ثور میں کھانا پہنچاتیں جبکہ زوجہ ابو بکر رضی اللہ عنہا گھر میں نبی علیہ السلام کا کھانا پکاتیں۔

ایک دفعہ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا کھانا لے کر آئیں تو نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ اس کا چہرہ مغموم دکھائی دیتا ہے۔ پوچھا اسماء کیا پریشانی ہے؟ عرض کرنے لگی کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! کل جب میں کھانا پہنچا کر واپس جا رہی تھی تو ابوجہل نے راستے میں مجھے پکڑ لیا کہنے لگا، تمہیں پتا ہے کہ تمہارے پیغمبر علیہ السلام کہاں ہیں؟ میں نے کہا، ہاں۔ اس نے کہا، بتاؤ۔ میں نے کہا، نہیں بتاتی۔ اس نے دھمکایا کہ بتا دو ورنہ میں تمہیں بہت ماروں گا۔ میں نے نہ بتایا۔ اُس نے ایک زوردار تھپڑ میرے رخسار پر مارا میں نیچے گر پڑی، میری پیشانی پتھر سے ٹکرائی اور اس میں سے خون نکل آیا۔ میں اٹھ کر کھڑی ہوئی اور روتے ہوئے ابوجہل سے کہا کہ ''یاد رکھ! میری جان تو تیرے حوالے مگر میں محمد عربی ﷺ کو تیرے حوالے نہیں کروں گی''۔ نبی علیہ السلام اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی بات سُن کر بہت زیادہ متاثر ہوئے اور فرمایا۔ ''میں نے سب کے احسانات کا بدلہ چکا دیا مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے احسانات کا بدلہ اللہ دیگا''۔ اسی وجہ سے علامہ اقبال نے لکھا

آں امن الناس برمولائے ما
آں کلیم اول سینائے ما

[وہ (صدیق ؓ) ہمارے مولا ﷺ کا سب لوگوں میں سے بڑا محسن
اور وہ ہمارے طور سینا کا پہلا کلیم!

جب تین دن کے بعد غار ثور سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ ابوبکر ؓ کبھی پیچھے چلتے ہیں کبھی دائیں کبھی بائیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا، ابوبکر ؓ یہ کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! جب پیچھے چلتا ہوں تو ڈر لگتا ہے کہ دشمن کہیں دائیں سے نہ آ جائے تو ادھر چلنے لگ جاتا ہوں پھر ڈر لگتا ہے کہیں بائیں سے حملہ آور نہ ہو تو ادھر چلنے لگ جاتا ہوں۔ سبحان اللہ، جس طرح شمع کے گرد پروانہ چکر لگا رہا ہوتا ہے ایک عاشق صادق اپنے محبوب ﷺ کے گرد یوں چکر لگا رہا تھا۔

جب نبی علیہ السلام ام معبد کے قریب پہنچے تو بھوک کی وجہ سے آگے سفر جاری رکھنا دشوار ہو رہا تھا۔ حضرت صدیق اکبر ؓ نے ام معبد کی اجازت سے بکریوں کا دودھ نکالا اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ جب نبی علیہ السلام نے خوب جی بھر کر پی لیا تو ابوبکر ؓ کو خوشی ہوئی۔ چنانچہ بعد میں کسی موقع پر یہ واقعہ سناتے ہوئے حضرت ابوبکر ؓ نے کہا ''فشرب حتی رضیت '' (نبی علیہ السلام نے اتنا دودھ پیا کہ میں خوش ہو گیا)۔

عشق نبوی ﷺ کی یہ کتنی پیاری مثال ہے کہ دودھ تو محبوب ﷺ نوش فرما رہے ہیں اور محب حقیقی کا دل خوشی سے پھولا نہیں سماتا حالانکہ بھوک صدیق ؓ کو بھی نڈھال کر رہی تھی۔ مدینہ طیبہ پہنچے تو اہل مدینہ نے دونوں مہمانوں کا استقبال

کیا۔مگر چونکہ انصار رضی اللہ عنہ پہلے نبی علیہ السلام کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تھے لہٰذا وہ غلطی سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہونے لگے۔اتباع اتنی کامل تھی کہ نبی اور امتی میں فرق کرنا مشکل ہو گیا تھا رفتار، گفتار، چال ڈھال، لباس وغیرہ میں اتنی مشابہت تھی کہ نقل اور اصل میں کوئی امتیاز کرنا مشکل تھا۔حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ؔ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

{میں، تُو ہو گیا تُو، میں ہو گیا۔ میں تن بن گیا تو جان ہو گیا اب کوئی نہیں کہہ سکتا میں اور ہوں اور تُو اور ہے}۔(یہ فنا فی الشیخ کا مقام ہے)

جب آفتاب کی گرمی میں شدت آنے لگی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا کے سر پر چادر پھیلائی تب لوگوں کو خادم و مخدوم میں پہچان ہوئی۔ بخاری شریف کی روایت ہے

"فا قبل ابو بکر حتی ظل علیه بر دائه فعر ف النا س رسول الله عند ذٰلک"

{جب ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور رسول ﷺ پر اپنی چادر کا سایہ کیا تو اس پر لوگوں نے نبی علیہ السلام کو پہچانا}

اس واقعے سے ایک عاشق صادق کی کامل اتباع کا پتہ چلتا ہے۔

❷ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

حبب الی من دنیا کم ثلث. الطیب. والنساءو جعلت قرة عینی

فی الصلوۃ

{ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ خوشبو، نیک بیوی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے }

وفاؤں کے بادشاہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر تڑپ اٹھے اور عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں۔

النظر الی وجھک. انفاق مالی علی امرک. وان تکون بنتی فی بیتک

(آپ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھنا، آپ ﷺ کے حکم پر مال خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی آپ ﷺ کے نکاح میں ہے)

ان تینوں چیزوں کا مرکز ومحور دیکھا جائے تو آقائے نامدار ﷺ کی ذات بابرکات بنتی ہے۔ یہی تو عاشق صادق کی پہچان ہوتی ہے کہ اس کا سب کچھ اپنے محبوب پر قربان ہوتا ہے۔

③ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

بینما النبی ﷺ یصلّی فی حجر الکعبۃ اذا اقبل عتبۃ بن ابی معیط فوجع ثوبہ فی عنقہ فخنقہ شدیدا فاقبل ابوبکر رضی اللہ عنہ حتّٰی اخذ بمنکبہ ودفعہ عن النبی وقال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ.

(نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان کعبہ کے مقام حجر میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عتبہ بن ابی معیط نے آگے بڑھ کر انکے گلے میں کپڑا ڈال کر زور سے دبایا پس ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اسے کندھوں سے پکڑ کر ہٹایا اور کہا کہ تم

لئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا، مثلہ (اسکے برابر)۔ اتنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی اپنا مال لیکر آئے۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا" **مابقیت لاھلک قال ابقیت لھم اللہ ورسولہ** "(اہل خانہ کے لئے کیا چھوڑا؟ عرض کیا، اللہ اوراس کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر آیا ہوں)۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا" **لااسابقک فی شئی ابدا** "(میں تمہارے ساتھ کسی چیز میں مقابلہ نہ کروں گا)۔ علامہ اقبال نے اس واقعے کو عجیب انداز میں پیش کیا ہے

اتنے میں وہ رفیق نبوّت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس کا چشم جہاں میں ہو اعتبار
بولے حضور ﷺ چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

⑤ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پھٹے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا ،ابو بکر رضی اللہ عنہ! تم پر ایک وقت خوشحالی کا تھا اب تمہیں دین کی وجہ سے کتنی مشقتیں اٹھانی پڑ رہی ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ تڑپ کر بولے

اما لو عشت عمر الدنیا و اعذب بہ جمیعا اشد العذاب لا یفر جنی فرج الملح

بعد ابوبکر ﷛ میری امان میں ہیں۔ قریش نے اس امان کو تسلیم کر لیا مگر فرمائش کی کہ ابوبکر ﷛ کو سمجھا دو کہ یہ قرآن اونچا نہ پڑھے۔ بخاری شریف کے الفاظ ہیں:۔

"ولا یستعلن به فانا نخشی ان یفتن نساء نا و ابناء نا"

{یہ اونچی آواز سے قرآن نہ پڑھے ہمیں ڈر ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے متاثر نہ ہو جائیں۔}

حضرت ابوبکر ﷛ کو عشق رسول ﷺ کی وجہ سے عبادت میں اتنا کامل شغف حاصل ہو گیا تھا کہ سوز و گداز کی وجہ سے رقت طاری رہتی تھی جس کا دوسروں پر بھی اثر پڑتا تھا۔ بخاری شریف کے الفاظ ہیں:۔

وکان یصلی فیه ویقرء القرآن فینقذف علیه نساء المشرکین وابناء هم و هم یعجبون فیه وینظرون الیه وکان ابوبکر ﷛ رجل بکاء لایملک عینیة اذا قرء القران

{آپ ﷛ نماز ادا فرماتے اور قرآن مجید پڑھتے پس مشرکین کی عورتیں اور بچے آپ ﷛ کو بنظر تعجب دیکھتے۔ ابوبکر ﷛ کی یہ کیفیت ہوتی کہ جب قرآن پڑھتے تو زار و قطار روتے انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا}

قریش نے اس پر بھی اعتراض کیا تو ابن الدغنہ نے اپنی امان واپس لے لی۔ حضرت ابوبکر ﷛ نے جواب دیا:

فانّی اردالیک جوارک وارضی بجوار اللّٰہ عزوجل

{میں تمہاری امان واپس کرتا ہوں اور اللہ کی پناہ پر راضی ہوں}

④ حضرت عمر ﷛ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا، میرے پاس کافی مال تھا میں نے سوچا آج میں ابوبکر ﷛ سے سبقت لے جاؤں گا، چنانچہ مین نے آدھا مال صدقہ کیا۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا اہل خانہ کے

ایسے شخص کے قتل کرنے کے در پے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے)

جب ابو بکر ؓ نے خطبہ دیا تو کفار نے نبی علیہ السلام کو چھوڑ کر ابو بکر ؓ کو پکڑ لیا اور اس قدر مارا کہ بعض لوگوں نے سمجھا کہ فوت ہو گیا ہے۔ حضرت ابو بکر ؓ کے رشتہ داران کو اٹھا کر گھر لائے تو پورا جسم زخمی ہو چکا تھا، جب کافی دیر کے بعد بیہوشی سے افاقہ ہوا تو آنکھیں کھولتے ہی آپ ؓ نے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کس حال میں ہیں؟ والدہ نے کہا، ہمیں علم نہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابہ میں ام الخیر کے ترجمے میں لکھا ہے

انہ سأل عن رسول اللہ ﷺ بعدان افاق من غشیۃفقالت لہ امہ لاندری فقال سلی ام جمیل بنت الخطاب فذھبت الیھافسألتھا

(بے شک اس نے بے ہوشی سے افاقہ کے بعد نبی علیہ السلام کی خیریت پوچھی۔ تو ان کی والدہ نے کہا، ہمیں معلوم نہیں۔ تو آپ ؓ نے فرمایا، ام جمیل بنت الخطاب سے پوچھنا۔ وہ اس کی طرف گئی اور جا کر پوچھا)

عشق ومحبت کی کتنی اعلیٰ مثال ہے کہ اپنی تکلیف کو یکسر بھول کر جب تک نبی علیہ السلام کی خیریت معلوم نہیں کی اس وقت تک چین نہیں آیا۔

کچھ عرصہ کے بعد نبی علیہ السلام نے حضرت ابو بکر ؓ کو اجازت دی کہ تم حبشہ ہجرت کر جاؤ اس لئے کہ کفار تمہارے در پے ہیں۔ حضرت ابو بکر ؓ چل پڑے، راستے میں مقامِ برک اسمأ پر ایک کافر ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ تم جیسا اچھا آدمی یہاں سے کیوں جائے، چلو میں تمہیں اپنی امان میں رکھتا ہوں۔ چنانچہ ابن الدغنہ نے مکہ مکرمہ میں آکر قریش مکہ میں اعلان کیا کہ آج کے

؛اگر ساری زندگی اسی مشقت میں گذار دوں اور شدید عذاب میں مبتلا رہوں حتیٰ کہ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بھی نہ لگے اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ کی معیت کے بدلے یہ سب کچھ برداشت کرنا میرے لئے آسان ہے؛

⑥ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے گھر میں رو رو کر دعا مانگ رہے تھے جب فارغ ہوئے تو اہل خانہ نے پوچھا کہ کیا وجہ تھی؟ فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال ہے جو میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں مگر دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے' لینے والے کا نیچے ہوتا ہے۔ میں اپنے آقا ﷺ کی اتنی بے ادبی نہیں کرنا چاہتا اس لئے رب کائنات سے رو رو کر دعا مانگ رہا تھا کہ اے اللہ! میرے محبوب ﷺ کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اپنا مال سمجھ کر خرچ کریں چنانچہ دعا قبول ہوئی۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ نبی علیہ السلام ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اپنے مال کی طرح خرچ کرتے تھے۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

''ان من امن الناس علی فی صحبته و ماله ابو بکر رضی اللہ عنہ''

(بیشک لوگوں میں سب سے بڑا محسن خدمت اور مال کے اعتبار سے ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے)

⑦ جب نبی علیہ السلام مرض الوفات کی حالت میں تھے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز کی امامت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے کہ نبی علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فوراً پیچھے ہٹے۔ نماز سے فراغت پر نبی علیہ السلام نے فرمایا'' ابو بکر! میں خود تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی؟ عرض کیا'' یا رسول اللہ ﷺ! ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ

ﷺ کے آگے نماز پڑھائے''۔

❽ جب نبی علیہ السلام نے دنیا سے پردہ فرمایا تو صحابہ کرام ﷺ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عمر ﷺ جیسے جلیل القدر صحابی ہاتھ میں تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ جس نے کہا کہ نبی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ جب حضرت ابوبکر ﷺ کو پتہ چلا تو آپ تشریف لائے۔ بخاری شریف میں ہے

فجاء ابو بکر ﷺ و کشف عن رسول الله ﷺ فقبله و قال بابی انت و امی طبت حیا و میتا

(پس ابوبکر آئے اور نبی علیہ السلام کے چہرے سے چادر ہٹا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا، آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان آپ ﷺ نے زندگی بھی پاکیزہ گزاری اور پاکیزگی سے ہی خالق کو جا ملے)

سیدنا صدیق اکبرؓ کو بعض قرائن سے پتا چل چکا تھا کہ اب محبوب ﷺ سے جدائی ہونے والی ہے اس لئے جب سورۃ النصر نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ خوش ہوئے مگر عاشق صادق ابوبکر ﷺ دل گرفتہ ہو کر مسجد کے کونے میں رونے بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام ؓ نے کہا کہ لوگ فوج در فوج داخل ہوں گے تو یہ پیغام خوشی کا ہے۔ فرمایا، ہاں جب کام مکمل ہو گیا تو محبوب ﷺ بھی تو اپنے محبوب حقیقی سے جا ملیں گے میں جدائی کے تصور میں بیٹھا رو رہا ہوں۔

❾ جب فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر ﷺ کے والد ابوقحافہ ﷺ ایمان لائے تو نبی علیہ السلام نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس پر عاشق صادق نے کہا ''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا کہ ان کے اسلام کی نسبت مجھے آپ کے چچا ابوطالب کے اسلام لانے کی خوشی زیادہ ہوتی'' (الاصابۃ)

⑩ حضرت ابو بکر صدیق ؓ عشق رسول ﷺ میں اتنا کمال حاصل کر چکے تھے کہ اب ان کو اپنے محبوب ﷺ کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہ تھی۔ چنانچہ ایمان لانے سے پہلے ایک مرتبہ ان کے والد نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی نازیبا بات کر دی تو حضرت ابو بکر ؓ نے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ ایک مرتبہ ابو جہل نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی گستاخی کی تو ابو بکر ؓ شیر کی طرح اس پر جھپٹے اور فرمایا ''تو دفع ہو جا اور جا کر لات و منات کی شرمگاہ کو چاٹ'' یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ عشق اچھے برے انجام کا نہیں سوچتا۔

⑪ جب نبی علیہ السلام نے پردہ فرمالیا تو اطراف مدینہ کے بعض قبائل دین اسلام سے پھر گئے۔ سیاسی حالات نے سنگینی اختیار کر لی۔ اکثر صحابہ ؓ کی رائے تھی کہ لشکر اسلام کو واپس بلا لیا جائے جس کو نبی علیہ السلام قیصر روم کے مقابلے کیلئے روانہ کر چکے تھے لیکن ابو بکر ؓ نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ابو بکر ؓ سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس لشکر کو واپس کرے جس کو اللہ کے محبوب ﷺ نے آگے بھیجا ہے۔ میں اس لشکر کو واپس ہرگز نہیں بلاؤں گا اگرچہ مجھے یقین ہو کہ کتے میری ٹانگیں کھینچ کر لے جائیں گے''، عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے متصادم تھا لیکن دنیا نے دیکھا کہ خیر اسی میں تھی۔ سازشیں خود بخود ختم ہو گئیں، دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے سیاسی حالات کا رخ بدل گیا۔ عشق ایک مرتبہ پھر جیت گیا۔

⑫ حضرت ابو بکر ؓ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر سیدہ عائشہ ؓ سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کی وفات کس دن ہوئی اور کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ مجھے بھی یوم وفات اور کفن دفن میں نبی علیہ السلام کی موافقت نصیب ہو۔ زندگی

میں تو مشابہت تھی ہی سہی فوت ہونے میں بھی مشابہت مطلوب تھی۔

؎ اللہ اللہ یہ شوق انتہا ہے آخر
تھے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلکہ عاشق اکبر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو روضۂ اقدس کے دروازے پر لے جا کر رکھ دینا اگر دروازہ کھل جائے تو وہاں دفن کر دینا ورنہ جنت البقیع میں دفن کرنا۔ چنانچہ جب آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ دروازہ پر رکھا گیا تو ''انشق القفل وانفتح الباب'' (تالہ کھل گیا اور دروازہ بھی کھل گیا) اور ایک آواز صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنی کہا ادخلو الحبیب الی الحبیب (ایک دوست کو دوسرے دوست کی طرف لے آؤ۔ (شواہد النبوۃ)

؎ جان ہی دے دی جگر نے آپ پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت صاف اور سنجیدہ مزاج شخصیت کے مالک تھے۔ جب حالت کفر میں تھے تو نبی علیہ السلام کو شہید کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے جب ایمان قبول کر لیا تو بیت اللہ شریف کے قریب جا کر اعلان کیا اے قریش مکہ! مسلمان برسر عام نمازیں پڑھیں گے جو اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کروانا چاہے وہ عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ایمان سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویت بخشی ایک مرتبہ دل میں اشکال پیدا ہوا کہ نبی علیہ السلام مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت کو واضح فرمایا تو کہنے لگے کہ

اے اللہ کے نبی ﷺ! اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں پھر ساری زندگی اسی پر جمے رہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عبید بن جریج رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، میں نے دیکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بیل کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ایسا ہی جوتا پہنا کرتے تھے جس پر بال نہ ہوں اس لئے میں بھی ایسا جوتا پسند کرتا ہوں۔ (شمائل ترمذی)

(۲) فتح مکہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے خچر پر سوار ابوسفیان بن حرب کو بٹھا کر لائے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے ابوسفیان کو پناہ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! اس دشمن خدا نے آپ کو بہت ایذا پہنچائی ہے مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا سر اڑا دوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے عمر! اگر ابو سفیان قبیلہ بنو عدی میں سے ہوتے تو آپ ایسا نہ کہتے۔ جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا'' اے عباس! جب آپ اسلام لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا مجھے اپنے والد خطاب کے ایمان لانے سے زیادہ محبوب تھا اس لئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے نبی علیہ السلام کو خوشی ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آقا کی خوشی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔ (بیہقی، بزاز، اصابہ)

(۳) نبی علیہ السلام کے سامنے ایک مرتبہ ایک یہودی اور منافق کا مقدمہ پیش ہوا۔ یہودی چونکہ حق پر تھا لہذا نبی علیہ السلام نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ منافق نے سوچا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہودیوں پر سخت گیر ہیں ذرا ان سے بھی فیصلہ کروا

لیں۔ جب حضرت عمر ؓ کو معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام پہلے فیصلہ دے چکے ہیں اور یہ منافق اپنے حق میں فیصلہ کروانے کی نیت سے میرے پاس آیا ہے، آپ اپنے گھر سے ایک تلوار لائے اور منافق کی گردن اڑا دی پھر کہا، جو نبی علیہ السلام کے فیصلے کو نہیں مانتا عمر ؓ اس کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہے۔ (تاریخ الخلفا ص ۸۸)

(۴) حضرت عمر ؓ کو جب وصال نبوی ﷺ کا یقین ہو گیا تو انہوں نے یہ کلمات کہے

یا رسول اللہ بابی انت وامی لقد کنت تخطبنا علی جذع النخلۃ فلما کثر الناس اتخذت منبراً تسمعھم فحن الجذع لفراقک حتی جعلت یدک علیہ فسکن

(یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ہمیں خطبہ دیا کرتے تھے جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ ﷺ نے ایک منبر بنوایا تا کہ سب کو آواز پہنچا سکیں۔ آپ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے تو وہ درخت آپ ﷺ کی جدائی پر رونے لگا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو وہ چپ ہوا)

جب ایک تنے کا آپ ﷺ کی جدائی میں یہ حال ہوا تو آپ ﷺ کی امت کو آپ ﷺ کے فراق پر زیادہ نالہ وفریاد کرنے کا حق پہنچتا ہے۔

(عظمت اسلام ص 7)

(۵) حضرت عمر ؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اسامہ بن زید ؓ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر ؓ کا تین ہزار مقرر کیا۔ ابن عمر

ؓ نے پوچھا کہ آپ ؓ نے اسامہ ؓ کو ترجیح کیوں دی؟ وہ کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہیں رہے۔ حضرت عمر ؓ نے جواب دیا کہ اسامہ ؓ تمہاری نسبت نبی ﷺ کو زیادہ محبوب تھا اور اسامہ ؓ کا باپ تمہارے باپ کی نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ پیارا تھا۔ پس میں نے نبی علیہ السلام کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی۔ (ترمذی، کتاب المناقب زید بن حارثہ)

(٦) ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق ؓ نے شفا بنت عبداللہ العدویہ ؓ کو بلا بھیجا وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید ؓ پہلے سے موجود تھیں۔ کچھ دیر کے بعد حضرت عمر ؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی لیکن شفا ؓ کی چادر کم تھی۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کی چچازاد بہن ہوں، پہلے اسلام لانے والی ہوں، آپ ؓ نے مجھے خاص اسی مقصد کیلئے بلایا ہے، عاتکہ ؓ تو یونہی آ گئی تھیں۔ آپ ؓ نے فرمایا واقعی یہ چادر میں نے تمہیں دینے کیلئے رکھی تھی لیکن جب عاتکہ ؓ آ گئیں تو مجھے نبی علیہ السلام کی رشتہ داری کا لحاظ کرنا پڑا۔ (اصابہ، تذکرہ عاتکہ بنت اسید)

(٧) اپنے دور خلافت میں حضرت عمر ؓ ایک مرتبہ رات کو گشت کر رہے تھے آپ ؓ نے ایک گھر سے کسی کے اشعار پڑھنے کی آواز سنی، جب قریب ہوئے تو پتہ چلا کہ ایک بوڑھی عورت نبی اکرم ﷺ کی محبت اور جدائی میں اشعار پڑھ رہی ہے۔ حضرت عمر ؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ بوڑھی عورت نے حضرت عمر ؓ کو دیکھا تو حیران ہوئی اور کہنے لگی، امیر المومنین ؓ! آپ رات کے وقت میرے دروازے پر کیسے آئے؟ آپ ؓ نے فرمایا، ایک فریاد لے کر آیا ہوں کہ وہ اشعار مجھے دوبارہ سنائیں جو آپ پڑھ رہی تھیں بوڑھی عورت نے اشعار پڑھے۔

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃُ الْاَبْرَارِ
صَلّٰی عَلَیْہِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَارِ
قَدْ کَانَ قَوَّامًا بَکٰی بِالْاَسْحَارِ
یَالَیْتَ شِعْرِیْ وَالْمَنَا یَا طِوَارِ
ھَلْ تَجْمَعُنِیْ وَ حَبِیْبِیْ الدَّارِ

{حضرت محمد ﷺ پر نیک اور اچھے لوگ درود پڑھ رہے ہیں وہ راتوں کو جاگنے والے اور سحر کے وقت روزہ رکھنے والے تھے موت تو آنی ہی ہے کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد مجھے محبوب ﷺ کا وصل نصیب ہوگا}

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں زمین پر بیٹھ کر کافی دیر تک روتے رہے دل اتنا غمزدہ ہوا کہ کئی دن بیمار رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عشق رسول ﷺ

◉ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو نمائندہ بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا گیا تو قریش مکہ نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پتہ چلا تو وہ بہت غمگین ہوئے۔ بعض نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ خوش قسمت ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کر کے آئیں گے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے بغیر طواف نہیں کرے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کا طواف بھی کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم قریش مجھے طواف کرنے کیلئے اصرار کرتے رہے اگر میں وہاں ایک

سال بھی مقیم رہتا تو بھی نبی علیہ السلام کے بغیر طواف نہ کرتا۔

◎ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو اپنے گھر کھانے کے لئے مدعو کیا۔ جب نبی علیہ السلام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چلے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سارا راستہ نبی علیہ السلام کے قدم مبارک کی طرف دیکھتے رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ بات نبی علیہ السلام کو بتائی تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! آج میرے گھر میں اتنی مقدس ہستی آئی ہے کہ میری خوشی کی انتہا نہیں۔ میں نے نیت کی تھی کہ آپ ﷺ جتنے قدم اپنے گھر سے چل کر یہاں آئیں گے میں اتنے غلام اللہ کے راستے میں آزاد کروں گا۔ (جامع المعجزات)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

◎ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے لڑکپن سے ہی سرور دو عالم کے ساتھ گہرا تعلق تھا اس لئے آفتاب رسالت کی کرنیں جیسے ہی طلوع ہوئیں انہوں نے لڑکوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حاصل کی۔ چھوٹی عمر میں انسان میں خوف اور ڈر زیادہ ہوتا ہے مگر عشق انسان کو نتائج سے بے پرواہ بنا دیتا ہے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایمان قبول کرنے میں دیر نہ لگائی۔ جب نبی علیہ السلام نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس لوگوں کی امانتیں موجود تھی اس صادق اور امین ذات ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور حکم دیا کہ علی رضی اللہ عنہ! تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور صبح کے وقت امانتیں لوگوں کے سپرد کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلیری، شجاعت و بہادری پر قربان جائیں کہ وہ بلا خوف و خطر چارپائی پر لیٹ گئے اور نبی علیہ السلام

کے حکم پر جان کی بازی لگادینے پرآمادہ ہوگئے۔

◉ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ پوری امت کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کی وفات سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی یعنی وحی آسمانی کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ آپ ﷺ کی جدائی عظیم صدمہ ہے اگر آپ ﷺ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا تو ہم آپ ﷺ پر آنسو بہاتے تاہم درد و درمان اور زخم کا علاج پھر بھی نہ ہوتا''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق رسول ﷺ کے متفرق واقعات:

❶ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں لڑتے لڑتے بہت آگے نکل گئے جب ادھر ادھر نظر دوڑا کر دیکھا تو مسلمانوں کو پریشانی کے عالم میں پایا۔ پوچھا، کیا ہوا؟ جواب ملا کہ جن کے لئے لڑتے تھے وہ ہی نہ رہے تو اب کیا کریں، ہم نے سنا ہے کہ نبی علیہ السلام شہید ہوگئے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ یہ سن کر تڑپ اٹھے اور فرمایا کہ لوگو ہم نبی علیہ السلام کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے چنانچہ آگے بڑھے اور لڑ کر شہادت پائی۔ جب ان کی لاش دیکھی گئی تو تلوار اور نیزے کے ۸۰ زخم تھے۔ کوئی شخص نہ پہچان سکا ان کی بہن نے انگلیوں سے ان کی شناخت کی۔ (بخاری غزوہ احد 578)

❷ نبی علیہ السلام کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ ایک سال کے بعد خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت ہوئی فرمایا، اے بلال رضی اللہ عنہ! تم نے ہم سے ملنا چھوڑ دیا اتنی دور ٹھکانہ بنالیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل گئی، عشق نبوی ﷺ نے اتنا جوش مارا کہ رات کے وقت اونٹنی پر سوار ہوکر

مدینہ کی طرف چل پڑے۔ جب مدینہ میں پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اذان دینے کی فرمائش کی۔ ابتدا میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انکار کیا لیکن جب خاندان نبوت کے شہزادوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے درخواست کی تو بات ماننی پڑی۔ جونہی اذان دینی شروع کی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور نبوی ﷺ کی اذان سن کر تڑپ اٹھے اور یاد رسول ﷺ میں زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ پر پہنچے تو مدینے کی عورتیں بھی روتی ہوئی گھروں سے نکل آئیں، بچے اپنی ماؤں سے پوچھنے لگے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تو واپس آ گئے بتاؤ رسول اللہ ﷺ کب واپس آئیں گے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ دور نبوی ﷺ میں جب اذان کہتے تو نبی علیہ السلام کی زیارت بھی کر لیتے تھے اس مرتبہ جب نبی علیہ السلام کے چہرہ انور کو سامنے نہ پایا تو غم میں بے ہوش ہو کر گر گئے کافی دیر کے بعد ہوش آیا تو روتے ہوئے ملک شام واپس آ گئے۔ (مدارج النبوہ ص 236)

③ جنگ اُحد میں جب کفار نے نبی علیہ السلام پر حملے کی پرزور کوشش کی تو چند نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ گئے ان میں سے اکثر نے جام شہادت نوش کیا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو زخموں سے چور حالت میں دیکھا گیا، کسی نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو کیا چاہیے؟ انہوں نے کہا کہ میں آخری لمحے میں اپنے محبوب ﷺ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ ان کو اٹھا کر نبی علیہ السلام کے پاس لئے آئے۔ انہوں نے جب چہرہ انور کو دیکھا تو آخری ہچکی لی اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ (مسلم غزوہ احد)

؎ نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے

اسی مضمون کو کسی دوسرے شاعر نے دوسرے انداز سے باندھا ہے

تیرے قدموں میں سر ہو اور تار زندگی ٹوٹے
یہی انجام الفت ہے یہی مرنے کا حاصل ہے

اسی مضمون کو ایک شاعر نے تیسرے انداز سے باندھا ہے

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

④ فتح مکہ سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ دشمنان اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ اے زید رضی اللہ عنہ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں سچ سچ بتا کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم اپنے بیوی بچوں کے پاس ہوتے اور تمہاری جگہ تمہارے پیغمبر اسلام ہوتے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تڑپ کر کہا، اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میں اپنے اہل میں رہوں اور میرے آقا و سردار کو کانٹا چبھے۔ یہ سن کر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ کسی سے اتنی محبت کی جاتی ہو جتنا کہ مسلمان اپنے رسول ﷺ سے کرتے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام)

⑤ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا وقت وفات قریب آیا تو بیوی نے کہا واحزناہ (ہائے غم) آپ نے فرمایا وافرحناہ غدا القی محمدا و اصحابہ (واہ خوشی کہ کل ہم محمد ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے ملیں گے) اس سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح دیوانہ وار نبی علیہ السلام سے محبت کرتے تھے۔ (شفاء شریف)

⑥ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک درزی نے نبی علیہ السلام کی دعوت کی اور کھانے میں جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین

گوشت تھا۔ کھانے کے دوران میں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے کھا رہے ہیں۔ پس مجھے اس دن سے کدو کھانے سے رغبت ہوگئی۔ یہ ہوتی ہے محبت کہ محبوب کو جو بھی چیز پسند ہو انسان کو وہی چیز محبوب ہو جائے۔

❼ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے نمائندہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا تو کفار کے سامنے اپنے تاثرات یوں بیان کئے۔

''اے لوگو! اللہ کی قسم، میں بادشاہوں کے درباروں میں بھی گیا ہوں، قیصر و کسریٰ کے دربار کو بھی دیکھا ہے۔ میں نے کسی بادشاہ کی بھی اتنی تعظیم ہوتے نہیں دیکھی جتنی مسلمان اپنے رسول ﷺ کی کرتے ہیں۔ جب کبھی ان کے ناک سے رطوبت نکلی تو ان کے کسی عقیدت مند نے اسے اپنے ہاتھوں پر لے لیا، جب وہ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے ہیں، جب وضو کرتے ہیں تو اصحاب خاموش اور پرسکون رہتے ہیں۔ تعظیم و ادب کی وجہ سے اپنے رسول ﷺ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔'' ایک بیگانے آدمی کے یہ تاثرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں عشق نبوی ﷺ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (بخاری شریف)

❽ حضرت کابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السلام کے ساتھ شکل وصورت میں کافی حد تک مشابہت حاصل تھی۔ چنانچہ یہ جب بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملنے جاتے تو وہ کھڑے ہو کر استقبال کرتے اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتے۔ مجلس کے اختتام پر ہدیہ دے کر رخصت کرتے۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ انہیں دیکھ کر نبی علیہ السلام کا چہرہ انور آنکھوں کے سامنے آجاتا تھا۔

❾ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے

اپنے صاحبزادے کو فرمایا'' کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں زیادہ جلالت و ہیبت والا نہ تھا۔ میں آپ ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے آپ ﷺ کی طرف آنکھ بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ (بخاری شریف)

⑩ اہل یمامہ کے سردار حضرت ثمامہ بن اثال نے ایمان لا کر کہا'' یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آج سے پہلے روئے زمین پر کوئی چہرہ مجھے آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا مگر آج وہی چہرہ مجھے روئے زمین کے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔'' (بخاری شریف: باب وفد بنی حنیفہ)

⑪ ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان ایمان لا کر کہنے لگی۔'' یارسول اللہ ﷺ! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ لیکن آج میری نگاہ میں کوئی اہل خیمہ آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں ہے'' (بخاری شریف، باب ذکر ہندہ بنت عتبہ)

⑫ حضرت عبد الرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہو گیا۔ اہل مجلس میں سے کسی نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جو سب سے زیادہ محبوب ہے اسے یاد کیجئے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا، **یا محمد!** (اے محمد ﷺ!) آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں اچھا ہو گیا۔ اس سے پتہ چلا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی علیہ السلام سے بے پناہ محبت تھی۔ (الادب المفرد)

⑬ جب نبی علیہ السلام غزوہ تبوک کیلئے روانہ ہوئے تو ایک صحابی حضرت عبداللہ بن خثیمہ رضی اللہ عنہ اپنے کاموں اور مصروفیات کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ ان کی دو

خوبصورت اور حسین وجمیل بیویاں تھیں۔انہوں نے دوپہر کے کھانے بنائے اور کمرے کو خوشبو سے معطر کر دیا۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جونہی کھانوں کو دیکھا تو فرمایا، سبحان اللہ، اللہ کے محبوب تو شدید گرمی میں جہاد کیلئے جائیں اور عبداللہ بیویوں کے ساتھ بیٹھ کر لذیذ کھانے کھاتا رہے۔اللہ کی قسم! جب تک میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں نہیں پہنچوں گا ان بیویوں سے کلام نہیں کروں گا۔یہ کہہ کر اونٹ پر سوار ہوئے اور تبوک کی طرف چل دیئے۔جب قافلے کے قریب پہنچے تو نبی علیہ السلام نے دور سے دیکھ کر فرمایا عبداللہ بن خثیمہ ہوگا۔چنانچہ جب آپ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا۔''ابن خثیمہ کیا ہی اچھی بات ہے تم فانی لذتوں کو چھوڑ کر رضائے الٰہی کی تلاش میں مصروف ہوگئے''۔

⑭ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کبھی کبھی مسجد نبوی میں اذان دیتے تھے۔جب انہوں نے آپ ﷺ کی وفات کی خبر سنی تو اس قدر غمزدہ ہوئے کہ اپنے نابینا ہونے کی دعا مانگی جو قبول ہوگئی۔لوگوں نے پوچھا، ایسا کیوں کیا؟ فرمایا'' میری آنکھوں کی بینائی اس لئے تھی کہ میں نبی ﷺ کا دیدار کروں، جب محبوب نے پردہ کر لیا تو بینائی کی کیا ضرورت ہے۔(شواہد النبوۃ ص 179)

⑮ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے خادم خاص تھے۔انہوں نے اپنے پورے گھرانے کو نبی ﷺ کے عشق میں معمور پایا۔ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا بچوں کو شیشی دے کر بھیجتی کہ نبی ﷺ کے پسینے کے قطرے اس میں جمع کر دیں۔ان کے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں نبی ﷺ کی شہادت کی خبر سنی تو کہا کہ اب

جینے کا کیا مزہ اور لڑکر شہادت پائی۔ اسی طرح ان کے والد ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ان کے بھائی حضرت براء رضی اللہ عنہ بن مالک اور ان کی خالہ ام حرام رضی اللہ عنہا سب کے سب نبی ﷺ کے شیدائی تھے ان کے گھر میں اکثر نبی ﷺ کا ذکر ہوتا رہتا تھا۔

⑯ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ ایک دیہاتی صحابی تھے۔ اپنی سبزیاں شہر میں لاکر بیچتے تھے۔ نبی علیہ السلام فرماتے کہ یہ ہمارے دیہاتی دوست ہیں۔ ایک دن حضرت زاہر رضی اللہ عنہ بازار میں کھڑے سبزی بیچ رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے پیچھے سے آکر ان کو اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا کوئی ہے جو ایسے غلام کو خریدے؟ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کو جب یہ پتا چلا کہ نبی ﷺ یہ فرما رہے ہیں تو کہا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھ جیسے کم قیمت کو کون خریدے گا؟ یہ کہہ کر اپنی کمر نبی علیہ السلام کے سینہ مبارک سے چپکا دی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا، آپ اللہ کے نزدیک بہت بیش قیمت ہیں۔ (شمائل ترمذی)

⑰ حضرت ربیعہ بن کعب سلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا۔ وضو کا پانی لاتا، مسواک اور جوتے وغیرہ کا خیال رکھنا میرے ذمے تھا۔ ایک دن نبی علیہ السلام نے خوش ہو کر فرمایا کہ مانگو۔ میں نے کہا ''اسئلک رفقک فی الجنۃ'' (میں جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا کچھ اور۔ میں نے عرض کیا، نہیں۔ بس میرا مقصود تو یہی ہے۔ فرمایا، کثرت سجود سے میری مدد کرنا۔ (مشکوٰۃ)

⑱ غزوۂ بدر میں جب نبی علیہ السلام نے کفار کے مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طلب کیا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بولے ہم وہ نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح کہہ دیں ''تم اور تمہارا خدا دونوں جاؤ اور لڑو'' بلکہ ہم آپ ﷺ کے دائیں

سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ آپ ﷺ نے یہ جاں نثارانہ فقرے سنے تو خوشی کی زیادتی سے چہرہ مبارک چمک اٹھا۔ (بخاری کتاب المغازی)

سبحان اللہ یہ شیوہ نہیں ہے باوفاؤں کا
پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت والی ماؤں کا
نبی ﷺ کا حکم ہو تو کود جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرہ اللہ اکبر میں

⑲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق و وفا کا سب سے زیادہ مظاہرہ جنگ احد میں ہوا۔ جب کفار نے نبی علیہ السلام پر اچانک حملہ کر دیا تو نبی علیہ السلام کے سامنے صرف نو صحابہ رضی اللہ عنہم رہ گئے جن میں سات انصاری تھے۔ اور دو قریشی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ''کون ہے جوان بد بختوں کو مجھ سے دور کرے'' یہ سنتے ہی ایک انصاری آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔ پھر دوسرے بڑھے اسی طرح ایک ایک کر کے ساتوں حضرات نے نبی علیہ السلام کی مبارک آنکھوں کے سامنے جام شہادت نوش کیا۔ دو قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک طلحہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے سعد رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سامنے نبی علیہ السلام نے اپنا ترکش بکھیر دیا۔ ان کو ایک ایک کر کے تیر دیتے اور فرماتے اس تیر کو پھینکو تم پر میرے ماں باپ قربان۔ ان الفاظ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفاؤں اور محبوب کی دعاؤں کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کے سامنے ڈھال کی مانند کھڑے ہو گئے اس زور سے تیر اندازی کی کہ تین کمانیں ٹوٹ گئیں۔ جب نبی علیہ السلام ان کی اوٹ سے اپنا سر مبارک ایک طرف کر کے کفار کو دیکھنے لگتے تو وہ کہتے، میرے سردار! آپ ﷺ پر میرے

ماں باپ قربان اس طرح نہ دیکھیں ایسا نہ ہو کہ کسی کافر کا تیر آپ ﷺ کو لگ جائے۔ (بخاری باب غزوہ احد)

⑳ غزوۂ احد میں نبی علیہ السلام نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ حضرت سعد بن ربیع انصاری کو تلاش کریں۔ وہ شہداء کی لاشوں میں انہیں تلاش کر رہے تھے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ خود ہی بول پڑے کیا کام ہے؟ جواب دیا کہ مجھے نبی علیہ السلام نے بھیجا ہے کہ تمہارا پتہ کروں۔ انہوں نے کہا، جاؤ نبی علیہ السلام کی خدمت میں میرا سلام پیش کرو اور بتاؤ کہ مجھے نیزے کے 12 زخم لگے ہیں اور اپنے قبیلے میں اعلان کر دو کہ اگر نبی علیہ السلام شہید ہو گئے اور ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ بچا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ (موطا امام مالکؒ)

㉑ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جب ایمان لائے تو دین کی خاطر بہت سی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ آخر تنگ آ کر ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ کفار نے پیچھا کیا اور انہیں پکڑنے کی کوشش کی۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اپنا ترکش لے کر سامنے کھڑے ہو گئے، للکار کر کہا اگر مقابلہ کرو گے تو میں تم سے زیادہ بہتر تیر انداز ہوں اور اس کے ساتھ میرے پاس تلوار بھی ہے۔ اگر تمہیں مال چاہیئے تو میں تمہیں اس کا پتہ بتا دیتا ہوں اور میری دو باندیاں بھی مکہ میں ہیں جاؤ ان چیزوں سے مزے اڑاؤ۔ کفار لالچ میں آ کر پلٹ گئے اس پر یہ آیت اتری ''وَمِنَ النَّاسِ يَشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ'' (کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی جان کے بدلے خرید لیتے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے)۔

جب نبی علیہ السلام کے پاس قبا میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا، صہیب! تم نے نفع کی تجارت کی۔ نبی علیہ السلام کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ حضرت صہیب

ﷺ کی ایک آنکھ دکھ رہی تھی مگر وہ بھی ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہاری تو آنکھ میں تکلیف ہے۔ عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں اس طرف سے کھا رہا ہوں جدھر سے تکلیف نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام یہ سن کر مسکرا پڑے۔ (اسد الغابہ)

(۶۶) حضرت خبیب ﷺ ایک عرصہ تک قید میں رہے بالآخر مشرکین مکہ نے انہیں سولی پر چڑھانے کا فیصلہ کیا۔ حجر کی باندی جو بعد میں مسلمان ہوئی کہتی ہے کہ ہم نے خبیب ﷺ کو انگور کا بڑا خوشہ کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ مکہ میں اس وقت انگور کا موسم ہی نہیں تھا۔ جب حضرت خبیب ﷺ کو حرم سے باہر لایا گیا تو پوچھا گیا کہ تمہاری آخری خواہش۔ فرمایا اتنی مہلت دے دو کہ دو رکعت نماز پڑھ سکوں چنانچہ انہوں نے بڑے سکون سے دو رکعت پڑھیں اور فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر سے دیر کر رہا ہوں تو دو رکعت اور پڑھتا۔ اس کے بعد انہیں تختہ دار کی طرف لے جایا گیا۔

؎ جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

جب حضرت خبیب ﷺ کو تختہ دار پر کھڑا کیا گیا تو مشرکین مکہ نے ان کا مذاق اڑایا۔ حضرت خبیب ﷺ نے ان کیلئے بددعا کر دی۔ چنانچہ وہ تمام لوگ ایک سال کے اندر مر گئے۔ تختہ دار کے اوپر کھڑے ہو کر حضرت خبیب ﷺ نے کہا، اے اللہ! ہم نے تو اپنے محبوب ﷺ کے فرمان پر عمل کیا۔ یہاں کوئی بھی نہیں جو میرا پیغام ان تک پہنچا دے، تو قادر مطلق ہے ایک غلام کا عاجزانہ سلام ان تک پہنچا دے۔ حضرت اسامہ ﷺ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ آثار

وحی ظاہر ہوئے اور نبی علیہ السلام نے فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام کی مبارک آنکھوں میں آنسو بھر آئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خبیب رضی اللہ عنہ کا سلام مجھ تک پہنچا دیا۔ (شواہد النبوۃ: ص ۱۳۸)

(۲۳) حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ عنہ دیہات میں رہتے تھے ایک دفعہ مدینہ آئے معلوم ہوا چلا کہ نبی علیہ السلام احد کی لڑائی کیلئے گئے ہیں۔ وہیں پر اپنی بکریوں کو چھوڑا اور نبی علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ اتنے میں کفار کی ایک جماعت نے نبی علیہ السلام کی طرف بڑھنا چاہا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو ان کو منتشر کرے وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔ حضرت وہب رضی اللہ عنہ نے ان کو منتشر کر دیا۔ نبی علیہ السلام نے ان کو جنت کی خوشخبری دی۔ وہ اپنے محبوب کی زبان فیض ترجمان سے اتنی عظیم خوشخبری سن کر وجد میں آ گئے تلوار سنبھال کر کفار کے مجمع میں گھس گئے حتیٰ کہ شہادت پائی۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام ان کے سرہانے کھڑے فرما رہے ہیں وہب رضی اللہ عنہ میں تم سے راضی ہوں اللہ تم سے راضی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے وہب رضی اللہ عنہ پر رشک آیا جی چاہا کہ ان کی جگہ میں ہوتا۔

(۲۴) حضرت اسید رضی اللہ عنہ بن حضر ایک شگفتہ مزاج صحابی تھے۔ ایک روز نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کا مجھ پر حق ہو وہ لے سکتا ہے۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ بن حضر نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! میرا حق ہے، ایک مرتبہ جہاد کی صف بنا کر کھڑے تھے، آپ صفیں درست کروا رہے تھے، آپ ﷺ نے اپنی چھڑی سے مجھے پیچھے ہٹایا تو مجھے اس کی وجہ سے تکلیف ہوئی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا، اچھا تم بھی بدلہ لے سکتے ہو۔ وہ کہنے لگے، اے اللہ کے نبی ﷺ! اس وقت میرے بدن پر قمیض نہ تھی۔ نبی علیہ السلام نے بھی کپڑا ہٹا دیا۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے بدلہ لینے کی بجائے آگے بڑھ کر پہلے مہر

نبوت کو چوما پھر نبی علیہ السلام کے سینہ انور سے لپٹ گئے۔ پھر کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کب سے طبیعت مچل رہی تھی اس کام کیلئے مگر موقع نہ ملتا تھا۔ آج میرے، بخت جاگے کہ محبوب سے ہم آغوش ہونے کی سعادت ملی۔ (ابوداؤد)۔

(25) ایک مرتبہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی علیہ السلام کے دائیں طرف بیٹھے تھے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا دودھ لائیں تو نبی علیہ السلام نے نوش فرمایا اور بچے ہوئے دودھ کے بارے میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حق تو تمہارا ہی ہے لیکن ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا ،اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں آپ کا بچا ہوا دودھ کسی کو نہیں دے سکتا۔ یعنی عاشق صادق کیلئے تو یہ نعمت عظمیٰ تھی۔ (ترمذی)

(26) نبی علیہ السلام جب بھی نکاح کرتے تو آپ ﷺ کے ایک عاشق صادق حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الجموع آپ ﷺ کی طرف سے ولیمہ کرتے۔

(27) ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا۔ جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا اور اس کے بعد اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریاں بھی تر ہوگئیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ جمعرات کے دن کا کیا مطلب؟ فرمایا کہ اس دن نبی علیہ السلام کی مرض وفات شروع ہوئی تھی۔ یہ مرض بڑھتا گیا بالآخر آقائے نامدار ﷺ نے پردہ فرمالیا۔ یہ کہہ کر پھر رونا شروع کردیا۔

(28) بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ قسم اٹھا رکھی تھی کہ جب ہم صبح اٹھیں گے تو سب سے پہلے نبی علیہ السلام کا دیدار کریں گے۔ چنانچہ وہ نبی علیہ السلام کے حجرہ کے باہر بیٹھ کر انتظار کرتے جب آپ ﷺ تشریف لاتے تو آپ ﷺ کا دیدار کرنے کیلئے آنکھیں کھولتے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان حضرات نے اپنی قسموں کو کیسے

پورا کیا ہوگا۔ بعض حضرات رات کے وقت گھر سوئے ہوئے ہوتے آنکھ کھل جاتی تو نبی علیہ السلام کے خیال مبارک سے دل اداس ہو جاتا۔ گھر سے باہر آ کر نبی ﷺ کے حجرات کی زیارت کرتے رہتے گھنٹوں بیٹھے دیکھتے رہتے کہ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں میرا محبوب ﷺ سویا ہوا ہے۔

(29) ایک صحابی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور کچھ عرصہ صحبت نبوی ﷺ میں رہنے کے بعد گھر واپس گئے۔ وہاں ان کے کسی عورت کے ساتھ مراسم اور تعلقات تھے۔ وہ عورت ان سے ملنے کیلئے آئی۔ انہوں نے رخ پھیر لیا، وہ کہنے لگی، کیا بات ہوئی؟ وہ بھی وقت تھا جب تم میری محبت میں بے قرار ہو کر گلیوں کے چکر لگاتے تھے، مجھے ایک نظر دیکھنے کیلئے تڑپتے تھے، میری ملاقات کے شوق میں ٹھنڈی آہیں بھرتے تھے۔ جب میں تم سے ملاقات کرتی تھی تو قسمیں کھا کھا کر اپنی محبت کی یقین دہانی کرواتے تھے۔ اب میں خود چل کر تمہارے پاس ملنے کیلئے آئی ہوں تو تم نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ فرمانے لگے کہ میں ایک ایسی ہستی کو دیکھ کر آیا ہوں کہ اب میری نگاہیں کسی غیر پر نہیں پڑ سکتیں۔ میں دل کا سودا کر چکا ہوں۔ وہ عورت ضد میں آ کر کہنے لگی اچھا ایک مرتبہ میری طرف دیکھ تو لو۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے عورت! چلی جاو ورنہ میں تلوار سے تمہارا سر قلم کر دوں گا۔ سبحان اللہ،

ہم نے دیکھی ہیں وہ آنکھیں ساقی
جام مے کی مجھے حاجت ہی نہیں

(30) عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے جب نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلق غلط باتیں پھیلانی شروع کیں تو ان کے بیٹے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، یارسول اللہ ﷺ! اگر اجازت ہو تو میں اپنے باپ کا سر

اڑا دوں۔ نبی ﷺ نے منع فرمادیا۔ عشق کا تقاضا یہی تھا کہ نبی ﷺ سے محبت اتنی ہو کہ والدین کی محبت بھی اس کے سامنے کچھ حیثیت نہ رکھے۔

(31) ایک صحابی نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! میری والدہ نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے ہیں، مجھے اجازت ہو تو اس کا سر قلم کردوں۔ نبی علیہ السلام نے اس عاشق صادق کی طرف دیکھا تو اس کی بات میں حقیقت کو بھرا پایا۔ آپ ﷺ کے دل میں شفقت و محبت نے جوش مارا فرمایا، کیا تم اجازت لینا پسند کرتے ہو یا کہ میں تمہاری والدہ کے لئے ہدایت کی دعا کروں؟ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اگر ہدایت کی دعا فرمائیں تو زہے نصیب۔ نبی علیہ السلام نے اس وقت دعا فرمائی وہ صحابی فوراً گھر کی طرف بھاگے کہ دیکھتا ہوں کہ میں گھر پہلے پہنچتا ہوں یا نبی علیہ السلام کی دعا پہلے قبول ہوتی ہے۔ جب گھر پہنچے تو والدہ کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔ کہنے لگیں، میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ میں مسلمان ہوتی ہوں۔

(32) ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جہاد کیلئے اللہ کے راستے میں اپنا مال صدقہ کرو۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی حیثیت کے مطابق مال لانے لگے۔ ایک نوجوان صحابی کے پاس بے سروسامانی کا معاملہ تھا وہ بہت دیر تک سوچتے رہے کہ میں نبی علیہ السلام کے فرمان کو کیسے پورا کروں۔ چنانچہ ایک یہودی سے جا کر قرض مانگا۔ اس نے انکار کردیا اور کہا کہ اگر تم ساری رات میرا کنواں چلاؤ تو میں تمہیں اس کے بدلے میں کچھ کھجوریں دے دوں گا۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ سوچنے لگے کہ ساری رات کنواں کھینچنا آسان ہے چلو کچھ تو ملے گا جو میں آقا کے سپرد کرسکوں گا۔ چنانچہ بیل کی جگہ پر اس صحابی رضی اللہ عنہ کو باندھ دیا گیا اور وہ کنواں چلاتے رہے۔ ساری

رات کنواں چلا کر جسم تھکن سے چور تھا، بال بکھرے ہوئے تھے، آنکھوں میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے اسی حال میں تھوڑی سی کھجوریں لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی علیہ السلام نے دور سے آتے دیکھا تو پہچان لیا۔

دونوں جہاں کسی کی محبت میں ہار کے
وہ آ رہا ہے کوئی شب غم گذار کے

چنانچہ نبی علیہ السلام نے اس کی کھجوریں قبول فرمائیں اور ایک صحابی ؓ کو کہا کہ یہ کھجوریں اس سامان میں تھوڑی تھوڑی کر کے مختلف جگہ پر رکھ دو۔ چنانچہ ان کھجوروں کو اسی طرح رکھ دیا گیا۔ جس طرح کسی دیوار میں نگینے جڑے ہوتے ہیں۔

(33) ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے گوشے میں دامن گھسیٹتا ہوا پھر رہا ہے۔ پوچھا یہ کون شخص ہے؟ جواب ملا کہ یہ محمد ؓ بن اسامہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کا غصہ جاتا رہا گردن جھکا لی اور فرمایا کہ اگر اس کو رسول اللہ ﷺ دیکھتے تو محبت کرتے۔ گویا نبی علیہ السلام کے ساتھ نسبت کی ان کے ہاں بڑی وقعت تھی ہر شے کو اسی پیمانے پر تولتے تھے۔ (بخاری کتاب المناقب)

(34) ایک مرتبہ حضرت ابوایوب انصاری ؓ نبی علیہ السلام کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اور مرقد کے ساتھ سر لگا کر بیٹھ گئے۔ مروان نے دیکھا تو کہا کچھ خبر بھی ہے کیا کرتے ہو؟ فرمایا، میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا ہوں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 5۔ صفحہ 432)

(35) ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے عورتوں کیلئے مسجد کا دروازہ مخصوص کرنے کے بارے میں فرمایا لو ترکنا ھذا الباب للنساء (کاش کہ ہم یہ دروازہ عورتوں

کیلئے چھوڑ دیتے)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد اس شدت سے فرمانِ نبوی ﷺ پر عمل کیا کہ اپنی موت تک اس دروازے سے مسجد نبوی ﷺ میں داخل نہ ہوئے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ)

(36) حضرت محمد بن اسلم رضی اللہ عنہ ایک بوڑھے صحابی تھے۔ جب بازار سے واپس گھر آتے اور چادر اتارنے کے بعد یاد آتا کہ انہوں نے مسجد نبوی ﷺ میں نماز نہیں پڑھی۔ تو فوراً مسجد نبوی ﷺ میں جا کر نماز پڑھتے اور کہتے کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ میں آئے تو جب تک اس مسجد میں دو رکعت نہ پڑھے گھر نہ جائے (اسد الغابہ)

(37) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب بھی حج کیلئے روانہ ہوتے تو راستے میں ایک جگہ اونٹ کو روکتے اور راستے سے ہٹ کر ایک جگہ ایسے بیٹھتے جیسا کہ قضائے حاجت سے فارغ ہو رہے ہوں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر اپنا سفر شروع کر دیتے۔ لوگ پوچھتے کہ جب فراغت کی ضرورت نہیں تھی تو رکنے کا کیا فائدہ؟ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں نے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے ساتھ سفر کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نبی علیہ السلام اس جگہ رکے اور فارغ ہوئے۔ بس اسی کی یاد میں جب اس جگہ پہنچتا ہوں تو میں بھی مشابہت حاصل کرنے کیلئے تھوڑی دیر بیٹھ جاتا ہوں۔

(38) ایک حبشی صحابی رضی اللہ عنہ کے سر کے بال گھنگھریالے تھے وہ غسل کرنے کے بعد چاہتے کہ سر کے بالوں میں مانگ نکالیں مگر نہ نکلتی۔ انہیں بہت حسرت رہتی کہ میرا سر بھی نبی علیہ السلام کے سر مبارک سے مشابہہ ہونا چاہیے۔ ایک دن فرط جذبات میں انہوں نے لوہے کی سلاخ گرم کی اور سر کے درمیان میں پھیر دی۔ چمڑا اور بال جلنے کی وجہ سے سر کے درمیان ایک لکیر نظر آنے لگی۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اتنی

تکلیف کیوں اٹھائی؟ فرمایا، تکلیف تو بھول جاؤں گا جب میرے سر پر یہ مانگ اسی طرح نظر آئے گی جس طرح نبی علیہ السلام کے سر پر نظر آتی ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

باب 6

صحابیات کا عشق رسول ﷺ

عشق رسول ﷺ میں صحابیاتؓ نے بھی بہت اعلیٰ اور نمایاں مثالیں پیش کیں۔ ان کے سینے عشق نبوی ﷺ سے معمور تھے اور ان کے پاکیزہ قلوب اس نعمت کے حصول پر مسرور تھے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں

① جنگ احد میں یہ افواہ چاروں طرف پھیل گئی کہ نبی اکرم ﷺ شہید ہو گئے ہیں مدینہ کی عورتیں شدت غم سے روتی ہوئی گھروں سے باہر نکل آئیں۔ ایک انصاریہ صحابیہؓ کہنے لگیں کہ میں اس بات کو اس وقت تک تسلیم نہیں کروں گی جب تک کہ خود اس کی تصدیق نہ کرلوں۔ چنانچہ وہ اونٹ پر سوار ہو کر اُحد کی طرف نکل پڑیں جب میدان جنگ کے قریب پہنچیں تو ایک صحابیؓ سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان سے پوچھنے لگیں ما بال محمد (محمد ﷺ کا کیا حال ہے؟) انہوں کہا معلوم نہیں لیکن تمہارے بھائی کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے۔ وہ اس خبر کو سن کر ذرا بھی نہ گھبرائی اور آگے بڑھ کر دوسرے صحابیؓ سے پوچھا ما بال محمد ﷺ۔ انہوں نے جواب دیا معلوم نہیں مگر تمہارے والد کی لاش فلاں جگہ میں نے دیکھی ہے۔ یہ خبر سن کر بھی پریشان نہ ہوئی بلکہ آگے بڑھ کر تیسرے صحابیؓ سے پوچھا ما بال محمد ﷺ۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے تمہارے خاوند کی لاش فلاں جگہ دیکھی

ہے۔ یہ خبر سن کر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ پھر پوچھا کہ نبی ﷺ کی خیریت کے بارے میں بتاؤ۔ کسی نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو فلاں جگہ بخیریت دیکھا ہے۔ یہ سن کر وہ تیزی سے اس طرف روانہ ہوئی جب نبی ﷺ کو بخیریت دیکھا تو آپ ﷺ کے قریب پہنچ کر چادر کا ایک کونہ پکڑ کر کہا **کل مصیبة بعد محمد جلل** (ہر مصیبت نبی ﷺ کے بعد آسان ہے)۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ صحابیاتؓ کے قلوب میں جو محبت نبی ﷺ کیلئے تھی وہ باپ بھائی اور شوہر کی محبت سے بھی زیادہ تھی۔ یہی ایمان کامل کی نشانی بتائی گئی ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

② ایک مرتبہ نبی ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو حکم دیا کہ وہ جہاد کی تیاری کریں۔ مدینہ کے ہر گھر میں جہاد کی تیاریاں زوروں پہ تھیں۔ ایک گھر میں ایک صحابیہؓ اپنے معصوم بچے کو گود میں لئے زاروقطار رو رہی تھی۔ اس کے خاوند پہلے کسی جہاد میں شہید ہو گئے تھے۔ اب گھر میں کوئی بھی ایسا مرد نہ تھا کہ جس کو وہ تیار کر کے نبی ﷺ کے ہمراہ جہاد میں بھیجتی۔ جب بہت دیر تک روتی رہی اور طبیعت بھر آئی تو اپنے معصوم بیٹے کو سینے سے لگایا اور مسجد نبوی ﷺ میں نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئی۔ اپنے بیٹے کو نبی ﷺ کی گود میں ڈال کر کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے بیٹے کو جہاد کے لئے قبول فرمائیں۔ نبی ﷺ نے حیران ہو کر فرمایا یہ معصوم بچہ جہاد میں کیسے جا سکتا ہے؟ وہ رو کر کہنے لگی کہ میرے گھر میں کوئی بڑا مرد نہیں کہ جس کو بھیج سکوں، آپ ﷺ اسی کو قبول کر لیں۔ آپ ﷺ نے کہا یہ بچہ کیسے جہاد کرے گا؟ وہ صحابیہؓ کہنے لگی کہ میرے اس بچے کو کسی ایسے مجاہد کے حوالے کر دیجئے جس کے ہاتھ میں ڈھال نہ ہوتا کہ جب وہ مجاہد کفار کے مقابلے کے لئے جائے اور کفار تیروں کی بارش برسائیں تو وہ مجاہد تیروں سے بچنے کیلئے میرے بیٹے کو آگے کر

دے۔ میرا بیٹا تیروں کو روکنے کے کام آ سکتا ہے۔ سبحان اللہ، تاریخ انسانیت ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے کہ عورت اور ماں جیسی شفیق ہستی فرمان نبوی ﷺ کو سن کر اس پر عمل پیرا ہونے کیلئے اتنی بے قرار ہوئی ہے کہ معصوم بچے کو شہادت کیلئے پیش کر دیتی ہے۔

3 سیدہ عائشہ ؓ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے نبی علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کرادو۔ سیدہ عائشہ ؓ نے حجرہ مبارک کھولا۔ وہ صحابیہ ؓ عشق نبوی ﷺ میں اس قدر مغلوب تھی کہ زیارت کر کے روتی رہی اور روتے روتے انتقال فرما گئی۔ (شفاء شریف)

4 ام المومنین ام حبیبہ ؓ کے والد ابوسفیان ؓ صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ پہنچے تو اپنی بیٹی سے ملنے آئے۔ قریب پڑے بستر پر بیٹھنے لگے تو ام حبیبہ ؓ نے جلدی سے بستر کو لپیٹ لیا ابوسفیان نے کہا، بیٹی مہمان کے آنے پر بستر بچھاتے ہیں بستر لپیٹتے تو نہیں۔ ام حبیبہ ؓ نے کہا، ابا جان! یہ بستر اللہ تعالیٰ کے پیارے اور پاک محبوب ﷺ کا ہے جبکہ آپ مشرک ہونے کی وجہ سے ناپاک ہیں لہٰذا اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔ ابوسفیان کو بڑا رنج ہوا مگر ام حبیبہ ؓ کے دل میں جو محبت اور عظمت اللہ کے رسول ﷺ کی تھی اس کے سامنے خونی رشتے کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ قربان جائیں ان کے پیارے عمل پر کہ باپ کا تعلق چھوٹتا ہے تو چھوٹ جائے مگر محبوب ﷺ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

5 ایک صحابی حضرت ربیعہ اسلمی ؓ نہایت غریب نوجوان تھے۔ ایک مرتبہ تذکرہ چھڑا کہ انہیں کوئی اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کو تیار نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے انصار کے ایک قبیلے کی نشاندہی کی کہ ان کے پاس جا کر رشتہ مانگو۔ وہ گئے اور بتایا کہ میں نبی

علیہ السلام کے مشورے سے حاضر ہوا ہوں تاکہ میرا نکاح آپ کی بیٹی سے کر دیا جائے۔ باپ نے کہا، بہت اچھا ہم لڑکی سے معلوم کر لیں۔ جب پوچھا گیا تو لڑکی کہنے لگی، ابو جان! یہ مت دیکھو کہ کون آیا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ بھیجنے والا کون ہے چنانچہ فوراً نکاح کر دیا گیا۔ ایک صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا جس کو کسی شاعر نے منظوم انداز میں یوں بیان فرمایا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

ایک بندہ سعد رضی اللہ عنہ نامی آپ ﷺ کا اصحاب تھا
رنگ کالا اس کا تھا اور نقد میں نایاب تھا
ایک دن دریائے رحمت آ گیا یوں جوش میں
سعد رضی اللہ عنہ کو بیٹھے بٹھائے لے لیا آغوش میں
سعد رضی اللہ عنہ تو نے اپنی شادی آج تک کی یا نہیں
سعد رضی اللہ عنہ بولا رشتہ کوئی کالے کو دیتا نہیں
ایک لڑکی خود میرے چچا کے ہاں موجود ہے
میں تو کوشش کر چکا لیکن وہاں بے سود ہے
جب بھی جاتا ہوں وہاں لے کر میں خود اپنا پیام
دھکے ملتے ہیں مجھے سنتا ہوں باتیں بے لگام
بدشکل بدرنگ ہونا اس میں میرا چارہ کیا
میں نے ہے وہ رنگ پایا جو مجھے رب نے دیا
کالے گورے کا خیال آتے ہی جذبہ آ گیا
جوش میں آ کر اسی دم آپ ﷺ نے فرما دیا
سعدؓ میں نے آج تیرا عقد اس سے کر دیا
اپنے چچا ہی کو جا کر یہ خبر جلدی بتا

سعد رضی اللہ عنہ نے سن کر نبی ﷺ کی گفتگو، پرواز کی
اپنے چچا جان کے دروازے پر آواز دی
سن کے یہ آواز وہ جلدی سے باہر آ گئے
سعد رضی اللہ عنہ کی اس بات سے دل میں بہت گھبرا گئے
بولے تو ہے رنگ کا کالا ہے اور مفلس غریب
میں تجھے لڑکی دوں اپنی یہ کہاں تیرا نصیب
سعد رضی اللہ عنہ کے چچا عمرو بن وہب بولے بے حجاب
بھاگ جاؤ در سے میرے ورنہ کر دوں خراب
سعد رضی اللہ عنہ بولے اپنی مرضی سے تو میں آیا نہیں
مصطفیٰ ﷺ نے بھیجا تھا اور اب بھی جاتا ہوں وہیں
سعد رضی اللہ عنہ تو یوں ڈر سے واپس آ گئے سوئے جناب ﷺ
اور گئے اندر چچا کھاتے ہوئے کچھ پیچ و تاب
لڑکی ان کی سن چکی تھی سعد رضی اللہ عنہ کے سارے جواب
بولی ابا خیر تو ہے کیوں تھا غصے کا خطاب
باپ بولا سعد رضی اللہ عنہ حبشی میرے در پہ آیا تھا
اور تجھ سے شادی کا پیغام مجھ تک لایا تھا
رنگ کا ہے کالا وہ اور مفلس و محتاج بھی
میری عزت اور دولت کی نہ رکھی لاج بھی
چاند سی بیٹی اسے دے دوں یہ تو ممکن نہیں
وہ دو کوڑی کا بنے داماد ہو سکتا نہیں

لڑکی بولی خود پیام عقد لے کے آیا تھا
یا کسی نے بھیجا تھا اور بن کے قاصد آیا تھا
باپ بولا خود سے میں آیا نہیں کہتا تھا وہ
سرور کونین ﷺ نے بھیجا ہے مجھ کو بیٹی دو
سن کے بس اس بات کو لڑکی تو وہ چلا اٹھی
کیا غضب کی بات ابا تم نے آج اس سے کہی
کب میں کہتی ہوں کہ اس کے رنگ کالے کو تو دیکھ
میں تو کہتی ہوں کہ اس کے بھیجنے والے کو دیکھ
میں نے مانا کالا ہے وہ حسن میں بھی ماند ہے
بھیجنے والا تو لیکن چودھویں کا چاند ہے
تیری بیٹی اس کے کالے رنگ پہ مسرور ہے
کالی کملی والے کی مرضی مجھے منظور ہے

6 فاطمہ بن قیس ؓ ایک حسین و جمیل صحابیہ ؓ تھیں ان کیلئے حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ جیسے دولت مند صحابی کا رشتہ آیا۔ جب انہوں نے نبی علیہ السلام سے مشورہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، اسامہ ؓ سے نکاح کرلو۔ حضرت فاطمہ ؓ نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا اور عرض کیا، اے رسول اللہ ﷺ! میرا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے جس سے چاہیں نکاح کر دیں۔ یعنی میرے لئے یہی خوشی کافی ہے کہ آپ ﷺ کے ہاتھوں سے میرا نکاح ہو۔ (نسائی کتاب النکاح)

7 نبی علیہ السلام کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب ؓ اعلان نبوت سے

دس سال پہلے پیدا ہوئیں جب جوانی کی عمر کو پہنچیں تو اپنے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔

ہجرت کے وقت نبی علیہ السلام کے ساتھ نہ جا سکیں۔ ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کی طرف سے شریک ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کیلئے فدیے ارسال کئے تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کیلئے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ نبی علیہ السلام نے جب وہ ہار دیکھا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد تازہ ہوگئی۔ آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورے کے بعد یہ بات طے پائی کہ ابو العاص کو بلا فدیہ چھوڑ دیا جائے۔ اس شرط پر کہ وہ واپس جا کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو واپس بھیج دیں۔ نبی علیہ السلام نے دو آدمی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو لینے کیلئے ساتھ کر دیئے تا کہ وہ مکہ سے باہر رک جائیں اور ابو العاص سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ان تک پہنچا دیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جب اپنے دیور کنانہ کے ساتھ بیٹھ کر روانہ ہوئیں تو کفار آگ بگولہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر گریں۔ چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے حمل بھی ضائع ہو گیا۔ کنانہ نے تیروں سے مقابلہ کیا۔ ابو سفیان نے کہا کہ محمد ﷺ کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان جائے، یہ ہمیں گوارا نہیں۔ اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا۔ کنانہ نے اس کو قبول کر لیا۔ چند دن کے بعد پھر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو روانہ کیا گیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا یہ زخم کئی سال تک رہا اور بالآخر اسی وجہ سے وفات ہوئی۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

⑧ جنگ اُحد میں ام عمارہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ اور اپنے دو بیٹوں

عمار رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جنگ میں شریک ہوئیں۔ جب کفار نبی ﷺ پر حملہ آور ہوئے تو یہ نبی ﷺ کے قریب آ کر حملہ روکنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل ہو گئیں۔ ابن تمیہ ملعون نے نبی ﷺ پر تلوار کا وار کرنا چاہا تو انہوں نے اس کو اپنے کندھوں پر روکا جس سے بہت گہرا زخم آیا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے پلٹ کر ابن تمیہ ملعون پر بھرپور وار کیا قریب تھا کہ وہ دو ٹکڑے ہو جاتا مگر اس نے دو زرہ پہن رکھی تھیں لہٰذا بچ نکلا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے سر اور جسم پر تیرہ زخم لگے۔ ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک ایسا زخم لگا کہ خون بند نہیں ہوتا تھا ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے اپنا کپڑا پھاڑ کر زخم کو باندھا اور کہا بیٹا اٹھو اور اپنے نبی ﷺ کی حفاظت کرو۔ اتنے میں وہ کافر جس نے ان کو زخم لگایا تھا پھر قریب آیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا، ام عمارہ رضی اللہ عنہا! تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی کافر ہے۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے جھپٹ کر اس کافر کی ٹانگ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ گر پڑا۔ پھر وہ چل نہ سکا اور سر کے بل گھسٹتے ہوئے بھاگا۔ نبی ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو مسکرا کر فرمایا، ام عمارہ رضی اللہ عنہا! تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر جس نے تمہیں جہاد کرنے کی ہمت بخشی۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے دل کی خواہش ظاہر کی کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ دعا فرمائیں کہ ہم لوگوں کو جنت میں آپ ﷺ کی خدمت گزاری کا موقع مل جائے۔ نبی ﷺ نے اس وقت ان کے لئے، ان کے شوہر کے لئے اور دونوں بیٹوں کے لئے دعا کی کہ **اللھم اجعلھم رفقائی فی الجنۃ** (اے اللہ! ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا دے) ام عمارہ رضی اللہ عنہا زندگی بھر یہ بات علی الاعلان کرتی تھیں کہ نبی ﷺ کی اس دعا کے بعد میرے لئے دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ (مدارج النبوۃ)

(9) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا گھر کے بچوں کو شیشی دیکر بھیجتیں کہ جب نبی

قیلولہ فرمائیں اور آپ کے جسم مبارک پر پسینہ آئے تو اس کے قطرے اس شیشی میں جمع کرلیں۔ چنانچہ وہ اس پسینہ کو اپنی خوشبو میں شامل کرتیں اور پھر اپنے جسم اور کپڑوں پر وہ خوشبو لگاتی تھیں۔ (بخاری کتاب الاستیذان)

⑩ غزوۂ خیبر میں نبی ﷺ نے ایک صحابیہ ؓ کو اپنے دست مبارک سے ہار پہنایا، وہ اس کی اتنی قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر اس کو گلے سے جدا نہ کیا اور جب انتقال کر گئیں تو وصیت کی وہ ہار ان کے ساتھ دفن کیا جائے۔

⑪ حضرت سلمیٰ ؓ ایک صحابیہ تھیں۔ انہوں نے نبی ﷺ کی اتنی خدمت کی کہ خادمۂ رسول ﷺ کا لقب حاصل ہوا۔ ان کی والدہ کے ایک غلام حضرت سفینہ تھے۔ انہوں نے اس کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ ساری زندگی نبی ﷺ کی خدمت کریں۔ حضرت سفینہ ؓ نے کہا کہ آپ یہ شرط نہ بھی لگاتیں تو بھی میں ساری زندگی اس در کی چاکری میں گزار دوں گا۔ (ابوداؤد کتاب الطب باالحامہ)

⑫ ام عطیہ ؓ ایک صحابیہ تھیں جب بھی نبی ﷺ کا نام نامی اسم گرامی ان کی زبان پر آتا تو کہتیں بابی (میرا باپ آپ پر قربان) اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ان کے دل میں عشق نبوی ﷺ کی شدت کا کیا عالم ہوگا۔ (نسائی کتاب الحیض)

⑬ ایک دن نبی ﷺ حضرت جابر ؓ کے مکان پر تشریف لائے۔ انہوں نے بیوی سے کہا کہ، دیکھو! نبی ﷺ کی دعوت کا خوب اہتمام کرو، آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، انہیں تمہاری صورت بھی نظر نہ آئے۔ نبی ﷺ نے قیلولہ فرمایا تو آپ کے لئے بکری کے بچے کا بھنا ہوا گوشت تیار تھا۔ جب آپ کھانا کھانے لگے تو بنو اسلمیٰ کے لوگ دور سے ہی آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوتے رہے تا کہ آپ ﷺ

کو تکلیف نہ ہو۔ جب نبی ﷺ رخصت ہونے لگے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے پردے کے پیچھے سے کہا، یارسول اللہ ﷺ! میرے لئے اور میرے شوہر کیلئے نزول رحمت کی دعا کریں۔ آپ ﷺ نے رحمت کی دعا فرمائی تو حضرت جابرؓ کی بیوی خوشی سے پھولی نہ سمائیں۔

⑭ نبی ﷺ حجۃ الوداع کیلئے تشریف لے گئے تو سب ازواج مطہرات ساتھ تھیں۔ راستے میں حضرت حفصہؓ کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا اور چلتا ہی نہ تھا وہ رونے لگیں آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے انکے آنسو پونچھے۔ عجیب اتفاق کہ آپ ﷺ جس قدر دلاسا دیتے وہ اسی قدر زیادہ روتیں۔ جب کافی دیر تک چپ نہ ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا اور تمام صحابہ کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا۔ حضرت حفصہؓ کو احساس ہوا کہ شاید نبی اکرم ﷺ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں۔ اب نبی اکرم ﷺ کو منانے اور راضی کرنے کی تدبیریں سوچنے لگیں۔ اس غرض سے سیدہ عائشہؓ کے پاس گئیں اور کہا کہ آپؓ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضے میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں۔ سیدہ عائشہؓ نے آمادگی ظاہر کی اور ایک دوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا تاکہ خوشبو پھیلے اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کے پاس گئیں اور خیمہ کا پردہ اٹھایا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ تمہارا دن نہیں ہے۔ بولیں ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے)۔ (مسند ابن حنبل 6/338)

⑮ ایک مرتبہ نبی ﷺ مسجد سے باہر نکلے، راستے میں مرد اور عورتیں فراغت پر گھر

واپس جا رہے تھے۔ نبی ﷺ نے عورتوں کو مخاطب ہو کر کہا، تم پیچھے اور ایک طرف رہو، وسطِ راہ سے نہ گزرو۔ اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے پر چلتیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے۔ (ابو داؤد۔ کتاب الادب)

16 نبی اکرم ﷺ نے شوہر کے علاوہ دوسرے محرم مردوں کی وفات پر تین دن سوگ کیلئے متعین فرمائے ہیں۔ صحابیات اس کی بہت شدت سے پابندی کرتی تھیں۔ سیدہ زینبؓ بنت جحش کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو چوتھے روز انہوں نے خوشبو منگا کر لگائی اور فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہ تھی لیکن نبی اکرم ﷺ کا فرمان سنا ہے کہ شوہر کے علاوہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں اس لئے اسی حکم کی تعمیل کی۔ (ابو داؤد)

17 ایک مرتبہ نبی ﷺ نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانیؓ کو عنایت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر چہ میں روزے سے ہوں لیکن آپ ﷺ کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی۔ (مقصد یہ تھا کہ میں روزے کی پھر قضا کرلوں گی اور پانی نوش کرلیا)۔ مسند احمد بن حنبل 6/343)

18 ایک دن حضرت حذیفہؓ کی والدہ نے ان سے پوچھا، بیٹا! تم مجھے اپنے کام میں مشغول نظر آتے ہو تم نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کب کی تھی؟ انہوں نے کہا، اتنے دنوں سے۔ اس پر والدہ نے ان کو سخت ڈانٹا اور سخت سست کہا۔ انہوں نے کہا کہ میں ابھی جا کر مغرب کی نماز نبی ﷺ کے ساتھ ادا کرتا ہوں اور اپنے لئے اور آپ کیلئے استغفار کی درخواست کرتا ہوں۔ (ترمذی، کتاب المناقب)

19 جب نبی اکرم ﷺ نے اس دنیا فانی سے پردہ فرمایا تو سیدہ عائشہؓ نے اس عظیم

سانحہ پر اپنے رنج و الم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا، ہائے افسوس وہ پیارے نبی ﷺ جس نے فقر کو غنا پر اور مسکینی کو دولت مندی پر ترجیح دی۔ افسوس وہ معلم کائنات جو گنہگار امت کی فکر میں پوری رات آرام سے نہ سو سکے ہم سے رخصت ہو گئے۔ جس نے ہمیشہ صبر و استقامت سے اپنے نفس کے ساتھ مقابلہ کیا جس نے برائیوں کی طرف کبھی دھیان نہ دیا اور جس نے نیکی اور احسان کے دروازے ضرورت مندوں پر کبھی بند نہ کئے۔ جس روشن ضمیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا رسانی کا گرد و غبار کبھی نہ بیٹھا۔

⑳ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے پردہ فرمانے پر کہا، میرے والد گرامی نے دعوت حق کو قبول فرمایا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا۔ الٰہی! روح فاطمہ کو جلدی روح محمد ﷺ سے ملا دے، الٰہی! مجھے دیدار رسول ﷺ سے مسرور بنا دے، الٰہی! اس مصیبت کو جھیلنے کے ثواب سے محروم نہ فرمانا اور روز محشر محمد ﷺ کی شفاعت نصیب کرنا۔

㉑ حضور ﷺ کی ازواج میں سے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ایک دن نبی ﷺ کو یاد کر کے رونے لگیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہا کیوں روتی ہیں؟ کہا کہ یہ بتاؤ نبی اکرم ﷺ کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر نعمتیں موجود نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا، بالکل ہیں۔ فرمایا، میں اس لئے رو رہی ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کی جدائی سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی رو پڑے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

باب 7

بچوں کا عشق رسول ﷺ

نبی اکرم ﷺ کی مقبولیت جس طرح مردوں اور عورتوں میں یکساں تھی اسی طرح بچوں میں بھی بے پناہ تھی۔ چھوٹے بچے بھی شمع رسالت کے پروانے تھے اور قربانی دینے میں بڑوں سے پیچھے نہ رہے۔ چند واقعات درج ذیل ہیں۔

1. حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بدر کے میدان میں کھڑے تھے کہ دائیں اور بائیں انصار کے دو بچے تھے۔ انہیں خیال ہوا کہ اگر میں قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان میں ہوتا تو ضرورت کے وقت ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکتے۔ اتنے میں ایک بچہ ان کے پاس آیا اور ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا چچا جان آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ انہوں نے کہا، ہاں مگر تمہارا کیا مقصد ہے؟ وہ کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی شان مبارک میں گالیاں بکتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس وقت تک میں جدا نہ ہوں یہاں تک کہ وہ مر جائے یا میں مر جاؤں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑے حیران ہوئے اتنے میں دوسرے بچے نے بھی آ کر یہی سوال و جواب دہرائے۔ اتنے میں ابوجہل انہیں نظر آیا تو انہوں نے بچوں کو نشاندہی کی کہ تمہارا مطلوب سامنے ہے۔ دونوں بچے دوڑتے ہوئے گئے ایک نے گھوڑے کی ٹانگ پر وار کیا جس سے گھوڑا گر گیا اور

ابوجہل گر پڑا۔ دوسرے نے ابوجہل پر کاری ضرب لگائی۔ بچے اتنے چھوٹے تھے کہ تلوار کے بڑا ہونے کی وجہ سے تلوار زمین پر گھسٹتی جارہی تھی۔ چنانچہ ایک صحابی نے آگے بڑھ کر ابوجہل کو قتل کردیا اس واقعہ سے بچوں کی غیرت ایمان اور عشق نبوی ﷺ کا کتنا واضح ثبوت ملتا ہے۔ (بخاری)

❷ حضرت زید بن حارث ؓ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ نھیال جا رہے تھے بنوقیس نے وہ قافلہ لوٹا جس میں حضرت زید ؓ بھی تھے اور ان کو مکہ میں لا کر بیچ دیا۔ حکم بن حزام نے اپنی پھوپھی سیدہ خدیجہ ؓ کیلئے خرید لیا۔ جب سیدہ خدیجہ ؓ کا نکاح نبی اکرم ﷺ سے ہوا تو انہوں نے زید ؓ کو نبی علیہ السلام کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ زید ؓ کے والد کو ان کی جدائی پر بڑا صدمہ تھا۔ اولاد کی محبت فطری چیز ہوتی ہے چنانچہ وہ زید ؓ کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے اور ان کی تلاش میں گھومتے پھرتے۔

چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

- میں زید کی یاد میں رو رہا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے کہ اس کی امید رکھوں یا مردہ ہے کہ اس سے مایوس ہو جاؤں۔ اے زید ؓ! اللہ کی قسم، مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہیں نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔
- کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی واپس آئے گا یا نہیں۔ ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔
- جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زید ؓ ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو آتی ہے تو بھی اس کی یاد ستاتی ہے۔
- جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو بڑھاتی ہیں ہائے میرا غم اور میری فکر

کتنی طویل ہوگئی۔

- میں اس کی تلاش میں تیز رفتار اونٹ کو کام میں لاؤں گا اور ساری دنیا کا چکر لگانے سے باز نہیں آؤں گا۔
- چلنے والے اکتاتے ہیں تو اکتائیں مگر میں نہیں اکتاؤں گا۔ ساری زندگی اسی طرح گزاروں گا۔
- ہاں میری موت آ گئی تو وہ اور بات ہے کہ وہ ہر چیز کو فنا کرنے والی ہے خواہ ان کی کتنی امیدیں لگائے۔
- میں اپنے رشتے داروں کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی زید رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈتے رہیں۔

غرض یہ اشعار پڑھ کر روتے رہے اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج پر جانا ہوا تو انہوں نے زید رضی اللہ عنہ کو پہچانا باپ کی داستان سنائی اور شعر سنائے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں تین شعر لکھ کر بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں مکہ میں ہوں۔ ان لوگوں نے جا کر زیدؓ کی باتیں ان کے والد کو سنائیں اور اشعار بھی سنائے پتہ بھی بتایا ان کے والد اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی خاطر مکہ پہنچے۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، اے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار! آپ لوگ حرم کے رہنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے پڑوسی ہیں آپ قیدیوں کو رہا کرتے ہیں بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ ﷺ فدیہ لے کر اس کو رہا کریں آپ ﷺ کا ہم پر احسان ہوگا۔

نبی اکرم نے فرمایا کہ بس اتنی سی بات ہے کہنے لگے جی بس یہی عرض ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس کو بلا لو اور پوچھ لو اور اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر

فدیہ کے تمہاری نذر ہے اور اگر وہ نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کرنا چاہتا جو خود نہ جانا چاہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے استحقاق سے زیادہ ہم پر کرم کیا یہ بات بخوشی منظور ہے۔ حضرت زید ﷺ بلائے گئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے اب تمہارا اختیار ہے کہ اگر میرے پاس رہنا چاہو تو رہو اور اگر ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زید ﷺ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہوں۔ آپ میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔

ان دونوں باپ چچا نے سمجھایا کہ زید ﷺ آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو لیکن زید ﷺ نے جانے سے انکار کر دیا۔ نبی علیہ السلام نے جب یہ جواب سنا تو ان کو اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے زید ﷺ کے باپ اور چچا یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور واپس چلے گئے۔ (تاریخ خمس)

③ حضرت سائب بن یزید ﷺ یہ روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے لڑکپن میں بیمار ہوا میری خالہ مجھے آپ کی خدمت میں لے گئی آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی۔ اس کے بعد آپ نے وضو کیا میں نے جب کچھ پانی بچا ہوا دیکھا تو اسے پی لیا عجیب بات ہے کہ بچوں میں بھی حصول برکت کا اتنا شوق تھا۔

④ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے کچھ بچوں کو ایک جگہ جمع دیکھا ایک لڑکا ان کے درمیان اذان دیتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نقل اتار رہا تھا اور دوسرے بچے ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر سب بچے گھبرا گئے نبی علیہ السلام نے بڑے بچے حضرت ابو محذورہ ﷺ کو اشارے سے اپنی طرف بلایا۔ جب وہ قریب آیا تو آپ ﷺ نے پیشانی کے بالوں سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ مجھے

بھی وہی اذان سناؤ جو تم دوسروں کو سنا رہے تھے۔ پہلے تو حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے عذر پیش کرنے کی کوشش کی مگر جلد ہی احساس ہوگیا کہ اذان سنا کر ہی جان چھوٹ جائے گی۔ جب سناتے سناتے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه پر پہنچے تو دل کی حالت بدل گئی۔ اذان ختم ہونے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا، جاؤ۔ کہنے لگے، کہاں جاؤں؟ اب جہاں آپ ﷺ جائیں گے ابومحذورہ بھی وہیں جائے گا۔ اس کے بعد ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پیشانی کے بال عمر بھر نہ کٹوائے تبرک کے طور پر اس یادگار کو قائم رکھا۔

5 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لڑکپن کی عمر میں نبی علیہ السلام کی خدمت پر مامور تھے۔ جب نبی علیہ السلام کہیں جانے کیلئے کھڑے ہوتے تو وہ آپ ﷺ کو جوتا پہناتے پھر آگے آگے عصا لے کر چلتے، آپ ﷺ مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آپ ﷺ کے پاؤں مبارک سے جوتے نکالتے، آپ ﷺ نہاتے تو پردہ کرتے، آپ ﷺ سوتے تو بیدار کرتے، جب آپ ﷺ سفر پر جاتے تو بچھونا، مسواک، جوتا اور وضو کا پانی ان کے ساتھ ہوتا اس لئے وہ نبی علیہ السلام کے میر ساماں کہے جاتے تھے۔

6 تین لڑکے نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش پیش رہتے اور تینوں کا نام عبداللہ تھا نبی علیہ السلام ان کی محبت اور مشقت کو دیکھتے تو ان کے لئے تہجد کی نماز کے بعد نام لے کر دعائیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تینوں بڑے ہو کر اپنے اپنے فن کے امام بنے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام الفقہاء بنے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ امام المفسرین بنے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام المحدثین بنے۔

7 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ نے بچپن سے ہی نبی ﷺ کی

خدمت کیلئے وقف کر دیا تھا۔

8 حضرت عقبہ بن عامر ؓ آپ ﷺ کے مستقل خدمت گزار تھے جب بھی کوئی سفر درپیش ہوتا تو وہ نبی ﷺ کی اونٹنی کو ہانکتے ہوئے چلتے تھے۔(ابوداؤد کتاب الصلوۃ)

9 حضرت ربیعہ اسلمی ؓ بھی شب و روز نبی علیہ السلام کی خدمت میں مشغول رہے۔ جب آپ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے جاتے تو ربیعہ ؓ دروازے پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ ﷺ کو کوئی ضرورت پیش آئے تو خدمت کیلئے حاضر ہوں جب ربیعہ ؓ جوان ہو گئے تو نبی علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ شادی کر لیں۔ انہوں نے عرض کیا، پھر آپ ﷺ کی خدمت میں اتنا وقت نہیں دے سکوں گا۔ کچھ عرصہ اپنی شادی کو ٹالتے رہے جب کہ نبی علیہ السلام پیار سے مشورہ دیتے رہے۔ بالآخر نبی علیہ السلام کی مرضی اور منشا کو دیکھتے ہوئے شادی کر لی۔(مسند احمد بن حنبل 4/58)

10 حضرت زہرہ بن سعد ؓ کو ان کی والدہ بچپن سے نبی علیہ السلام کی خدمت میں لائیں اور عرض کیا کہ اسے بیعت کر لیجئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی تو بچہ ہے۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ اور عبد اللہ بن زبیر ؓ ان کو جب دیکھتے تو محبت کرتے اور دوستی کا اظہار کرتے وجہ صرف یہ تھی کہ ان کو نبی ﷺ نے برکت کی دعا دی تھی۔

باب 8

علمائے اہلسنت اور عشق رسول ﷺ

امت بیضاء کے علماء متاخرین کاملین میں سے علمائے اہلسنت دیوبند کا نام بہت نمایاں حیثیت رکھتا ہے امیر شریعت مولانا عطاءاللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یوں لگتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ارواح کا قافلہ جارہا تھا، ان میں سے چند ارواح کو اللہ تعالیٰ نے پیچھے روک لیا اور دور حاضر میں پیدا کیا تاکہ امت کے آخر میں آنے والے لوگ امت کے پہلوں کی زندگیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔اس طائفہ علم وعمل کی زندگی دین کے ہر شعبہ میں کامل تھی۔ یہ حضرات جب حدیث کا سبق دیتے تھے تو ایسے لگتا تھا کہ جیسے عسطلانی اور قسطلانی بات کررہے ہیں، جب مسند ارشاد پر بیٹھتے تو جنید و بایزید رحمۃ اللہ علیہم نظر آتے۔ایک طرف مسلمانوں کو فرنگی سے نجات دلانے کیلئے یہ شاملی کے میدان میں جہاد کرتے نظر آتے تھے اور دوسری طرف تبلیغ دین کے لئے ان کی مساعیء جمیلہ کے اثرات دنیا کے 100 ملکوں میں پھیلے نظر آتے ہیں۔دارالعلوم دیوبند اس مادر علمی کا نام ہے جس نے محدث ومفسر اور قائد ومجاہد پیدا کئے اور دنیائے علم میں اپنی خدمات کا لوہا منوایا۔

عابد کے یقیں سے روشن ہے سادات کا سچا صاف عمل
آنکھوں نے کہاں دیکھا ہوگا اخلاص کا ایسا تاج محل

یہ عمل و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے

علمائے دیو بند کی زندگیوں کا جتنا بھی مطالعہ کیا جائے اتنا ہی زیادہ احساس ہوتا ہے کہ یہ حضرات علم نبوت کے صحیح وارث اور قرآن وسنت کے سچے عاشق تھے۔ ان حضرات نے زبانی کلامی مدح رسول ﷺ پر اکتفا کرنے کی بجائے ان کی مبارک سنتوں کو زندہ کر کے عشق کا عملی ثبوت پیش کیا۔ ان کی روشن زندگیوں میں توحید الٰہی اور ادب نبوی ﷺ کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ نصرت خداوندی اور تائید خداوندی اس طرح ان کے شامل حال رہی کہ یہ افراط وتفریط سے بچ بچا کر خیر الامور اوسطھا پر عمل پیرا ہوئے۔ جو شخص بھی ضد، حسد، عناد سے بالاتر ہو کر ان حضرات کی علمی اور عملی کاوشوں کا جائزہ لے گا وہ ان کو خراج تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ ان کی زندگیوں میں ایسے روح بلالی اور تلقین غزالی کے نمونے جا بجا نظر آئیں گے۔ توحید و رسالت کے بارے میں ان حضرات کی تعلیمات کا نچوڑ ایک فقرے میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ''اللہ اللہ ہے چاہے جتنا بھی نزول کرے اور بندہ بندہ ہے چاہے جتنا بھی عروج کرے''۔

صبا یہ جا کے تو کہنا مرے سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

علمائے دیو بند کے عشق رسول ﷺ اور اتباع سنت رسول ﷺ سے متعلق چند واقعات ذیل میں ہیں

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

① حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جب حج کیلئے تشریف لے گئے

تو دیار حبیب ﷺ میں جوتا پہن کر چلنا گوارا نہ کیا۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق سفر حکیم منصور علی خان مرحوم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں:

''جب ہمارا قافلہ منزل بہ منزل مدینہ شریف کے قریب پہنچا جہاں سے روضہ پاک صاحب لولاک نظر آتا تھا تو حضرت نے اپنی نعلین اتار کر بغل میں دبالیں اور ننگے پاؤں چلنا شروع کیا۔ حضرت اسی طرح ننگے پاؤں چل کر تاریک رات میں حرم نبوی ﷺ پہنچے''

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس سفر کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

''حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ چند منزل برابر اونٹ پر سوار نہ ہوئے حالانکہ ان کی سواری کا اونٹ موجود تھا اور خالی رہا۔ پاوں میں زخم پڑ گئے کانٹے لگتے تھے۔ پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر پاؤں سے خون بہنے لگا۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ جس زمین پر محبوب خدا ﷺ کے قدم مبارک لگے ہیں قاسم نانوتوی اس پر جوتوں سمیت کیسے چلے''

② حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے شہاب ثاقب میں لکھا ہے کہ نانوتہ میں سبز رنگ کے چمڑے کا جوتا بہت پسند کیا جاتا تھا۔ لوگ خاص طور پر اسے تقریبات میں پہنا کرتے تھے۔ ایک عقیدت مند نے وہ جوتا حضرت نانوتوی کو پیش کیا۔ آپ نے اس کا دل رکھنے کیلئے ہدیہ قبول کرلیا مگر جوتا استعمال نہ کیا۔ بہت عرصہ گزرنے کے بعد کسی نے پوچھا، حضرت! آپ وہ جوتا کیوں نہیں پہنتے۔ فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کے روضہ اقدس کا رنگ بھی سبز ہو اور قاسم نانوتوی سبز رنگ کا جوتا اپنے پاؤں میں پہنے۔

③ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز نے علمائے حق پر مصیبتوں کے پہاڑ

توڑ دیئے۔ حضرت نانوتوی کے بھی وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ عقیدت مندوں اور شاگردوں نے زبردستی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکان میں چھپا دیا۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تین دن کے بعد اس گھر سے باہر نکل آئے۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ زندگی موت کا مسئلہ ہے آپ احتیاط کریں، آپ نے فرمایا۔

''نبی علیہ السلام کا غار ثور میں تین دن ہی پوشیدہ رہنا ثابت ہے۔''

یاد رکھو جب درزی کو نمونہ کا کوئی کپڑا مثلاً قمیض یا اچکن دے دیا جاتا ہے کہ اسی نمونہ پر کپڑے سیتے جاؤ۔ خراش تراش سلائی وغیرہ کے اعتبار سے جس حد تک اس نمونہ کے مطابق درزی کامیاب ہوگا اسی حد تک سلانے والے سے انعام کا مستحق ہوگا۔ اسوۂ محمدیہ ﷺ قدرت کا بخشا ہوا نمونہ ہے۔ ساری انسانیت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو رنگ ڈھنگ، چال چلن، اور فکر و نظر میں اسی نمونہ کے مطابق ڈھالتے چلے جائیں جو جس حد تک نمونہ کے مطابق ہوگا اس کو اسی حد تک اپنے محبوب کی محبوبیت سے حصہ عطا ہوگا چونکہ نبی علیہ السلام پوری زندگی میں تین دن روپوش رہے لہٰذا قاسم بھی اپنے آقا کی سنت پر عمل کرے گا۔ رہی بات زندگی موت کی تو وہ اللہ کے اختیار میں ہے ہمارا کام سنت کی اتباع ہے''۔

④ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جب مواجہ شریف پر سلام کیلئے حاضر ہوتے تو نہایت ادب کے ساتھ اور یکسوئی کے ساتھ سلام پڑھتے۔ ایک مرتبہ جب واپس لوٹے تو چہرے پر انوارات کی بارش ہو رہی تھی۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت! آج تو خاص کیفیت ہے۔ آپ نے شعر میں جواب دیا کہ

میرے آقا کا مجھ پر اتنا کرم تھا
کہ بھر دیا دامن پھیلانے سے پہلے

؎ یہ اتنے کرم کا عجب سلسلہ ہے
نشہ رنگ لایا پلانے سے پہلے

5 جب مدینہ منورہ سے واپسی ہونے لگی تو آپ نے گنبد خضریٰ پر آخری نظر ڈال کر یہ اشعار کہے

؎ ہزاروں بار تجھ پر اے مدینہ میں فدا ہوتا
جو بس چلتا تو مر کر بھی نہ میں تجھ سے جدا ہوتا

6 حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی علیہ السلام کی محبت میں چند قصیدے لکھے جو قصائد قاسمی کے نام سے چھپ چکے ہیں چند اشعار ملاحظہ فرمائیں

الٰہی کس سے بیاں ہو سکے ثنا اس کی
کہ جس پر ایسا تیری ذات خاص کا ہو پیار

کہ تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو
نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہے
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دوچار

جو انبیا ہیں وہ آگے تیری نبوت کے
کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار

لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو ابو البشر کے خدا
اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخر کار

امیدیں لاکھ ہیں لیکن امید یہ ہے
کہ ہو سگان مدینہ میں نام میرا شمار

جیؤں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار
اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضور ﷺ کے روضہ کے آس پاس نثار
مگر یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا
کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

(1) فقیہ وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تبرکات میں حجرہ نبویہ کے غلاف کا ایک سبز کپڑا تھا۔ حضرت کبھی کبھار حاضرین خدام کو ان تبرکات کی زیارت خود کروایا کرتے تھے۔ جب صندوقچہ اپنے ہاتھ سے کھولتے تو غلاف کو نکال کر اول اپنی آنکھوں سے لگاتے پھر لوگوں کے سروں پر رکھتے۔

(2) اگر کبھی آپ کے پاس مدینہ منورہ کی کھجوریں آتیں آپ نہایت اکرام سے ان کھجوروں کو رکھتے اور مبارک مواقع پر ان کو استعمال کرتے۔ ایک مرتبہ کھجوریں آنے پر آپ نے ایک شاگرد سے کہا کہ ہمارے قریبی متعلقین کو ان کھجوروں کا حصہ تقسیم کر کے پہنچاؤ۔ اس نے حصے نکالے تو کہنے لگا، اتنا معمولی سا ٹکڑا ہدیہ دیں گے۔ آپ اس سے بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ مدینے کے تبرکات تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوتے ہیں اور نعمت کبھی معمولی نہیں ہوتی۔ مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں نہایت حفاظت سے رکھتے، دوسروں کو بھی نہ پھینکنے دیتے اور نہ خود پھینکتے بلکہ ان گٹھلیوں کو کوٹ کر استعمال کرنے کی ہدایت کرتے۔

(3) ایک مرتبہ کسی نے آپ کی خدمت میں حجرہ شریفہ کی خاک ہدیہ۔کے طور پر

پیش کی آپ نے اسے سرمے دانی میں ڈال دیا۔ روزانہ عشاء کے بعد اس سرمے کو لگانا آپ کا معمول تھا۔

4 آپ کے متعلقین میں سے ایک صاحب نے آپ کو مدینہ منورہ سے کچھ کپڑے ارسال کئے۔ کسی طالب علم نے کہا، حضرت! اس کپڑے میں کیا برکت ہو گی یہ تو کسی باہر ملک کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو مدینہ منورہ کی ہوا تو لگی ہے میرے لئے تو یہی اعزاز کافی ہے۔

5 ایک مرتبہ آپ دارالعلوم کے صحن میں درس حدیث دے رہے تھے کہ اچانک بارش برسنا شروع ہوگئی۔ طلباء نے اپنی کتابیں سنبھالیں اور کمروں کی طرف بھاگے۔ کچھ طلبا اپنی جوتیاں بھی وہیں چھوڑ گئے۔ آپ نے اپنا رومال بچھایا اور سب طلبا کی جوتیاں اس گٹھری میں باندھیں، یہ گٹھری اپنے سر پر اٹھا کر کمرے میں لے آئے۔ طلبا نے دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں۔ عرض کرنے لگے، حضرت! آپ نے یہ کیوں اٹھائیں ہم بعد میں جا کر لے آتے۔ آپ نے نہایت سادگی سے جواب دیا ''جو لوگ **قال اللہ اور قال الرسول** ﷺ پڑھتے ہوں رشید احمد ان کے جوتے نہ اٹھائے تو اور کیا کرے۔''

6 ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میرا نام میرے والدین نے کالے رکھا تھا، لوگوں نے کالے کہنا شروع کر دیا اب اسی نام سے معروف ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی میرے نام کی سجع کہے۔ میں نے بہت سے علما سے پوچھا ہے مگر وہ کوشش بسیار کے باوجود کچھ نہیں کہہ سکے۔ آپ نے فی البدیہ فرمایا کہ تمہارے نام کی سجع کہنی بہت آسان ہے۔ اس نے پوچھا کہ کون سی۔ آپ نے فرمایا'' ہر دم نام محمد ﷺ کا لے''

7 مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں نکالنا سنت ہے اور داہنے پاؤں میں جوتا پہلے پہننا سنت ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی مسجد سے نکلتے تو پہلے بایاں پاؤں نکال کر جوتے پر رکھتے پھر دایاں پاؤں نکال کر اس میں جوتا پہنتے اس کے بعد بائیں پاؤں میں جوتا پہنتے۔ یہ سنت کے اہتمام کی وجہ سے تھا۔

8 ایک شخص نے آپ سے ملتے ہی کہا کہ آداب۔ آپ نے غصے میں فرمایا، یہ بے ادب کون ہے جس کو شریعت کا ایک ادب بھی معلوم نہیں؟ ایک صاحب نے ملتے ہوئے کہا، حضرت سلامت۔ آپ کے چہرے پر غصے کے اثرات نمایاں ہوئے اور فرمایا ہمیں مسلمانوں والا اسلام چاہیے یہ کون ہے حضرت سلامت والا؟ (تذکرۃ الرشید)

9 حضرت نے اپنے وصیت نامے میں بہت تاکید سے لکھا ہے ''اپنی زوجہ، اپنی اولاد اور سب دوستوں کو بتا دو، وصیت کرتا ہوں کہ اتباع سنت کو جان کر سنت کے موافق عمل کریں تھوڑی مخالفت کو بھی سخت دشمن جانیں۔''

10 ایک مرتبہ حکیم محمد اسماعیل صاحب گنگوہی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصیدہ آپ کی مدح میں لکھا اور چونکہ موردِ عنایات ہونے کی وجہ سے بے تکلف زیادہ تھے اس لئے ہر چند حضرت نے سننے سے تنفر فرمایا مگر انہوں نے باصرار سنایا۔ جب ختم کر چکے تو آپ جھکے اور زمین سے خاک اٹھا کر ان پر ڈال دی۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! میرے کپڑے خراب ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ منہ پر مدح کرنیوالے کی یہی جزا ہے میں کیا کروں نبی علیہ السلام کا حکم ہے۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ

11 آپ کا معمول تھا کہ وتروں کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ کسی شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت! بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب آدھا ملتا ہے۔ حضرت نے فرمایا، ہاں

بھائی یہ تو مجھے بھی معلوم ہے مگر بیٹھ کر نبی علیہ السلام سے ثابت ہے۔ حضرت نثار فتحی نے کیا غضب کا شعر کہا ہے

بندگی سے ہمیں تو مطلب ہے
ہم ثواب و عذاب کیا جانیں
کس میں کتنا ثواب ملتا ہے
عشق والے حساب کیا جانیں

② حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی قول و فعل خلاف شریعت ہونا تو درکنار مدتوں خدمت میں رہنے والے خادم بھی نہیں بتا سکتے کہ کوئی ادنیٰ سا فعل بھی آپ سے خلاف سنت سرزد ہوا ہو۔ دن ہو یا رات، صحت ہو یا مرض، سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، ہر حالت میں حضرت کو اتباع سنت کا خیال تھا۔ خود بھی عمل کرتے تھے اور اپنے متبعین و متوسلین کو بھی قولاً و عملاً اس کی ترغیب دیتے۔ رفتہ رفتہ عمل بالسنۃ حضرت کیلئے امر طبعی ہو گیا تھا۔ نہایت سہولت سے سنن و مستحبات کو ملحوظ رکھتے تھے۔ (حیات شیخ الہند ۱۶۱)

③ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ ہر عمل کو چپکے چپکے حدیث کے مطابق کرتے حاضرین کو جتلانے کی عادت ہی نہ تھی۔ جب کوئی نیا پھل پیش کرتا تو آپ اس کی خوشبو سونگھ کر آنکھوں سے لگاتے اور کسی بچے کو بلا کر دے دیتے۔ کبھی کبھی یہ دیکھنے کے حیلے سے کہ بارش ختم ہوگئی یا نہیں دو چار قطرے سر اور جسم پر لے کر حدیث عہد بربی کا لطف اٹھاتے۔ ایک مرتبہ میاں اصغر حسین صاحب کی عیادت کیلئے آئے اور مصافحہ کر کے واپس ہونے لگے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کو آج ہی حدیث پر عمل کرنا تھا۔ تبسم فرما کر فوراً پڑھ دیا العیادۃ فواق

ناقه (حیات شیخ الہند ۱۶۲)

④ حضرت شیخ الہند نے مالٹا کی قید کے دوران محافظان جیل سے قربانی کی اجازت مانگی۔ دل سے نکلی ہوئی بات اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ ایک دنبہ کافی زیادہ قیمت پر خرید لیا۔ آپ نے دارالکفر میں دسویں ذی الحجہ کو بلند آواز سے تکبیر کہہ کر قربانی کر کے واضح کر دیا کہ انسان عالی ہمت ہو تو زنداں میں بھی مستحبات ادا ہو سکتے ہیں۔ (حیات شیخ الہند ۱۱۸)

⑤ حدیث پاک میں آیا ہے کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔ حضرت شیخ الہند کے ہاں جب بھی دستر خوان پر سرکہ ہوتا تو سب چیزوں سے زیادہ اس کی طرف رغبت کرتے۔ عشق نبوی ﷺ میں وہ کمال حاصل کر لیا تھا کہ ہر سنت و مستحب پر عمل کر کے دکھاتے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الخلیل میں لکھا ہے کہ منیٰ کے قیام میں ارد گرد احباب کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ درمیان کی جگہ میں حضرت سہارنپوری تہجد کے نوافل پڑھ رہے تھے۔ ایک مطوف صبح صادق کے وقت آ کر شور مچانے لگا کہ عرفات جانے کیلئے تیار ہو جاؤ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر چیز سے بے نیاز اپنے مولیٰ کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول رہے۔ مطوف اور اونٹ والوں نے بہت شور مچایا کہ جلدی کرو، جلدی کرو مگر حضرت نے نماز اس سکون سے ادا کی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ سلام پھیرا تو اللہ کے شیر پر غصے کے آثار ظاہر تھے۔ آپ نے تند و تیز لہجے میں مطوف سے کہا، کیا آپ بھول گئے ہم نے آپ سے وعدہ لیا تھا کہ جس طرح ہم کہیں گے اسی طرح کریں گے۔ پھر ہمیں سورج طلوع ہونے سے پہلے چلنے کا تمہیں کیا حق ہے۔ ہمیں ناحق پریشان کیوں کر رہے ہو۔ مطوف نے کہا کیا کروں اونٹ والے نہیں مانتے اگر یہ اونٹ

لے کر چلے گئے تو حج فوت ہو جائے گا سنت کی خاطر فرض کو خطرے میں ڈالنا اچھا نہیں۔ اس جواب پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا غصہ تیز ہو گیا۔ بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ہم نے آپ کو مطوف بنایا ہے پیر یا استاد نہیں مانا کہ علمی مشورہ دیں، جائیں اپنا کام کریں۔ ہم اشراق کے وقت سے ایک منٹ بھی پہلے نہیں اٹھیں گے ہمارا مال خرچ کر کے اور تکلیفیں برداشت کر کے آنا اسی لئے ہے کہ حج بطریق سنت ادا کریں۔ اس لئے نہیں کہ ہم تمہارے اور اونٹ والوں کے غلام بنیں۔ ان کا جی چاہے وہ اپنے اونٹ لے جائیں ان کا ہم پر کوئی اختیار نہیں کہ اٹھنے پر مجبور کریں۔ آپ لوگوں نے ہمیں ناوقت پریشان کیا۔ نماز تک سکون سے نہیں پڑھنے دیتے۔ اسلئے ہم تمہیں آزاد کرتے ہیں۔ اپنے دوسرے حاجیوں کو سنبھالو ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم لولے لنگڑے نہیں ہیں نہ عرفات کچھ دور ہے، اونٹ چلے گئے تو ہم پیدل بھی چلے جائیں گے۔ اگر آپ یہ چاہیں کہ ہم تمہارا کہنا مانیں اور سنت کو چھوڑ دیں تو ہم سے یہ توقع ہرگز نہ رکھو۔ اللہ اللہ سنت کے ساتھ اتنی محبت اصل میں نبی علیہ السلام سے محبت کی وجہ سے تھی۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

آپ جن سے بیعت لیتے تھے انہیں اتباع سنت کی تلقین کرتے تھے۔ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دفعہ فرمایا، اگر کوئی عمل خلاف سنت مجھ سے ہوتا دیکھو تو مجھے اطلاع کر دینا۔ مولانا عبدالحی صاحب نے کہا جب کوئی مخالف سنت فعل آپ سے عبدالحی دیکھے گا تو آپ کے ساتھ ہوگا ہی کہاں، یعنی ساتھ رہنا چھوڑ دے گا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کی زندگیاں سنت کے رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔

حضرت سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا قصہ ارواح ثلثہ میں لکھا ہے کہ اکبری مسجد کی پہلی صف میں ایک پتھر دب گیا تھا جس کی وجہ سے پانی کھڑے ہونے سے وہاں کیچڑ ہو جاتا تھا۔ لوگ اس جگہ کو چھوڑ کر صف بناتے بلکہ دوسری صف میں کھڑے ہو جاتے ۔ ایک مرتبہ مولانا سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو صف اول میں پتھر والی جگہ خالی تھی۔ آپ نے کیچڑ سے بے نیاز ہو کر وہاں پر نماز کی نیت باندھ لی حالانکہ لباس قیمتی تھا۔ یہ سب کچھ اتباع سنت کی وجہ سے تھا۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ ہم شمائل نبوی ﷺ کی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ عام عادات اطوار میں سر سے پاؤں تک سنت کی پابندی کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ عمر بھر کی محنت مشقت اور کوشش سے بھی یہ بات سمجھ میں آ جائے کہ فلاں حدیث سے سرور کائنات ﷺ کی یہ بات مراد ہے تو بھی بڑی سعادت ہے۔ آپ حدیث پاک کے کسی لفظ کو غلط پڑھنے سے انتہائی منقبض ہوتے تھے۔ آپ کو حدیث پاک کا اتنا ادب تھا کہ باوجود بڑی عمر اور مختلف امراض کے پانچ سو صفحات کا روزانہ مطالعہ کرتے اور دوران مطالعہ دوزانوں بیٹھتے کیا مجال کہ ٹیک لگا کر یا لیٹ کر مطالعہ کریں حضرت پر حدیث کا اثر غالب تھا۔

مقدمہ بہاولپور میں قادیانیوں نے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کیلئے پورا زور لگا دیا۔ مسلمانوں نے چوٹی کے علما کو مدعو کیا۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو جب دعوت نامہ ملا تو آپ بیماری کی وجہ سے انتہائی کمزور تھے۔ انتہائی گرمی کا موسم تھا،

بڑے بڑے علما نے مشورہ دیا کہ آپ مریض ہیں لہذا معذور ہیں، سفر نہ کریں۔ آپ ہم میں سے جس کو حکم کریں وہ عدالت میں پیش ہونے کو تیار ہے۔ مگر آپ بنفس نفیس عدالت میں تشریف لائے۔ علما سے فرمایا آپ ناراض نہ ہونا کہ میں نے آپ کی بات نہیں مانی۔ میں خود اس لئے آیا ہوں کہ نبی علیہ السلام قیامت کے دن میری شفاعت سے انکار نہ فرمادیں کہ جب میری عزت کا سوال تھا تم نے سفر کیوں نہ کیا؟ بہاولپور کی ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ شاید یہ بات مغفرت کا سبب بن جائے کہ نبی علیہ السلام کا جانبدار ہو کر بہاولپور آیا تھا۔ آپ نے عدالت میں کھڑے ہو کر پانچ پانچ گھنٹے بیان کیا اور علم وعرفان کے موتی بہادیئے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ اگر مقدمہ بہاولپور کے فیصلے سے پہلے میری موت آجائے تو میری قبر پر فیصلہ سنا دینا۔ 1933ء کو آپ کا انتقال ہوا جبکہ مقدمے کا فیصلہ 1935ء کو ہوا۔ حضرت مولانا محمد صادق مرحوم بہاولپور سے دیوبند گئے اور حضرت کشمیری کی وصیت کے مطابق مزار پر حاضر ہو کر مقدمہ بہاولپور کا فیصلہ اونچی آواز سے پڑھ کر سنایا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ:

(۱) حضرت مدنی ۱۳۱۶ھ میں دارالعلوم دیوبند میں علوم دینیہ کی تکمیل کر کے فارغ ہوئے اور اپنے والدین کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ آپ کو مسجد نبوی ﷺ کی مبارک اور پرانوار فضاؤں میں درس حدیث دینے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ نے مسجد نبوی ﷺ میں اٹھارہ برس حدیث کا درس دیا۔

(۲) آپ پر عشق رسالت کا اتنا غلبہ تھا کہ ایک مرتبہ جب آپ نے مواجہہ شریف پر حاضر ہو کر سلام پیش کیا تو "وعلیکم السلام یا ولدی" کے مبارک جواب سے

سرفراز ہوئے۔ آپ کبھی مسجد اجابہ کے قریب کھجوروں کے جھنڈ میں اللہ اللہ کی ضربیں لگاتے اور کبھی کسی دوسری وادی میں جا کر وظائف پورے کرتے ایک مرتبہ آپ کی نظر سے یہ شعر گزرا۔

ہاں اے حبیب ﷺ رخ سے نقاب تو ہٹا دو

یہ آپ کو اچھا لگا اور آپ نے روضہ انور کے قریب پہنچ کر صلوۃ والسلام کے بعد نہایت بے قراری کے عالم میں یہ مصرعہ پڑھا کچھ دیر تک گریہ طاری رہا۔ کچھ دیر بعد آپ پر استغراق کی سی کیفیت طاری ہوئی اور آپ کو نبی ﷺ کا دیدار نصیب ہوا۔

(۳) ایک مرتبہ آپ سفر حج کے متعلق تقریر فرما رہے تھے تو آپ نے حجاج سے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کا عشق لے کر جا رہے ہو تو جس قدر ممکن ہے عجز و نیاز حاصل کرو۔ جملہ عاشقوں کے سردار نبی علیہ السلام پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجو، اس راہ عشق کے سردار نبی اکرم ﷺ ہیں اس لئے میرے نزدیک اور میرے بعض علما کے نزدیک پہلے مدینہ منورہ جانا افضل ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

(اور اگر چہ انہوں نے ظلم کئے اپنے آپ پر پھر آتے آپ کے پاس توبہ کرتے ہوئے اللہ سے، تو رسول اکرم ﷺ بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو یہ پاتے اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنیوالا اور رحم کرنیوالا)

ہمارے آقا و سردار ﷺ ساری امت کے لئے رحمت ہیں لہٰذا ان کے پاس حاضری دے کر عرض کرو، یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہیں، آپ ہمارے لئے حج کی قبولیت کی دعا فرمائیے، ہماری شفاعت فرمائیے۔ پھر

بیت اللہ شریف حاضری دیں تا کہ نبی علیہ السلام کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ حج کی عاشقانہ عبادت کو قبول کر لے۔

(۴) ایک مرتبہ درس بخاری میں ارشاد فرمایا کہ ایک حاجی صاحب نے مدینہ منورہ کے دہی کو کھٹا کہہ دیا۔ اسی رات خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جب مدینہ شریف کا دہی کھٹا ہے تو تم یہاں کیوں آئے ہو؟ یہاں سے چلے جاؤ''۔ یہ صاحب بیدار ہوئے تو بہت گھبرائے۔ علماء سے پوچھا کہ کیا کروں؟ کسی نے کہا کہ حضرت امیر حمزہ ﷜ کے مزار پر جا کر دعا کرو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم کرے۔ چنانچہ یہ صاحب حضرت امیر حمزہ ﷜ کے مزار پر گئے اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں۔ رات کو حضرت حمزہ ﷜ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا ''مدینہ منورہ سے چلے جاؤ ورنہ ایمان سلب ہونے کا خطرہ ہے''۔

یہ واقعہ سنا کر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کی چیزوں میں ہرگز عیب نہ نکالنا چاہیے بلکہ وہاں کی مصیبت کو راحت سمجھنا چاہیے۔

(۵) ختم بخاری شریف کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ اصلاح نفس کیلئے اشتغال بالحدیث سب سے اقرب ذریعہ ہے۔ اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل فرمایا ''میں نے نبی علیہ السلام کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر مشاہدہ کیا کہ جو لوگ اشغال بالحدیث رکھنے والے ہیں ان کے قلب اور آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک تک نورانی دھاگوں کا سلسلہ جاری ہے''۔

(۶) حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کے چمن میں کیکر کا درخت لگوایا۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ اس درخت سے کیا فائدہ، نہ اس پر پھول لگتے ہیں، نہ اس پر

پھل لگتے ہیں، نہ اس میں خوشنمائی، نہ ہی زینت چمن پھر اسے کیوں لگوایا؟ تحقیق سے پتہ چلا کہ نبی علیہ السلام نے کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت رضوان لی تھی یہ درخت اس کی یادگار ہے۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر 52)

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

❶ آپ کا معمول تھا کہ مدینہ منورہ جاتے ہوئے آخری منزل پر لوگوں سے کہہ دیتے کہ جہاں سے روضہ انور نظر آئے مجھے بتادینا وہاں سے آگے پیدل چلتے۔ رفقا کو تاکید ہوتی کہ درود شریف پڑھیں اور خاموش رہیں اور ادب واحترام سے حاضری دیں۔

❷ آپ کبھی کبھی ذوق محبت کو بڑھانے کیلئے کسی خادم سے نعتیہ کلام بھی سنتے آپ کو خواجہ نظام الدین اولیا کے درج ذیل اشعار بہت پسند تھے۔

ؔ صباء بسوئے مدینہ روکن از دعا گو سلام برخواں
بہ در شاہ مدینہ بصد تضرع پیام برخواں

(اے صبح کی تازہ ہوا مدینہ کی طرف چلنا شروع کر اور اس کے رہنے والوں کو سلام کہہ اور شاہ مدینہ کے گھر عاجزی وتضرع سے میرا پیام سنا)

ؔ دلم زندہ ہست از وصال محمد ﷺ
جہاں روشن است از جمال محمد ﷺ

(میرا دل محمد ﷺ کے وصال سے زندہ ہوگیا ہے اور جہاں محمد ﷺ کے جمال سے منور ہوگیا ہے)

مرض وفات میں مدینہ طیبہ کا ذکر سن کر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ بعض اوقات تو بلند آواز سے رونے لگ جاتے۔ حضرت مولانا محمد صاحب عمرہ کیلئے روانہ ہورہے تھے۔ حضرت سے ملنے آئے تو مدینہ طیبہ کا ذکر ہوا حضرت دھاڑیں مار مار کر

روئے۔ مولانا محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی حضرت اقدس کو اس بلند آواز سے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ بابو عبدالعزیز آئے تو ان سے فرمایا، دیکھو یہ مدینے جا رہے ہیں یہ کہہ کر چیخیں نکل گئیں۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سکھ گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ اسلام قبول کر کے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ تحریک آزادی میں پابند سلاسل بھی رہے۔ بالآخر ہجرت کر کے لاہور آئے اور شیرانوالہ باغ کی مسجد میں درس قرآن دینا شروع کیا۔ آپ کے درس قرآن کی شہرت دور دور تک پھیلی۔ بعض مبتدعین نے آپ کو گستاخ رسول ﷺ کہنا شروع کیا اور حسد کی وجہ سے مشہور نشانہ باز بابو رحمت اللہ کو تیار کیا کہ حضرت رات کو اکیلئے مسجد سے مکان کو جاتے ہیں اس وقت انہیں شہید کر دیا جائے۔ بابو رحمت اللہ صبح کے وقت آپ کے درس میں اس نیت کے ساتھ آئے کہ میں شکل اچھی طرح دیکھ لوں تا کہ رات کو پہچاننے میں مغالطہ نہ ہو۔ اتفاقاً حضرت لاہوری اس وقت نبی علیہ السلام کی شان بیان کر رہے تھے۔ انداز ایسا انوکھا اور عاشقانہ تھا کہ وہ حضرت کے گرویدہ ہو گئے اپنے ارادے سے توبہ کی اور جا کر مبتدعین سے کہا، میں نے ان سے نبی علیہ السلام کی وہ تعریف سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی۔ تم انہیں شہید کرنا چاہتے ہو؟ مبتدعین کے سر پر شیطان سوار تھا وہ نہ مانے، تو بابو رحمت اللہ نے کہا، جو حضرت شہید کو کرے گا وہ پہلے میرا سر اتارے گا پھر ان تک پہنچے گا۔

بارگاہ رسالت میں آپ کے لگاؤ کو علامہ انور صابری نے اپنے شعر میں خوب ادا کیا ہے

؎ تو رہا لاہور میں اور دل مدینے میں رہا
بن کے اک موتی محمد ﷺ کے خزینے میں رہا

امیر شریعت مولانا عطا اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

1927ء میں جب لاہور ہائی کورٹ نے توہین رسالت سے لبریز کتاب کے ناشر راج پال کو چھوڑ دیا تو مسلمانوں میں بے چینی کی لہر پھیل گئی۔ تحفظ ناموس رسالت کی تحریک شروع ہوئی۔ امیر شریعت نے ایک جلسے میں مسلمانوں کو برانگیختہ کرنے کیلئے فرمایا

''اے مسلمانان لاہور! آج رسول اللہ ﷺ کی آبرو شہر کے ہر دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ آج ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کا سوال درپیش ہے۔ یہ سانحہ سقوط بغداد سے زیادہ غمناک ہے۔ زوال بغداد سے اک سلطنت پارہ پارہ ہوگئی مگر توہین رسالت ﷺ کے سانحہ سے آسمانوں کی بادشاہت متزلزل ہو رہی ہے۔ آج انسانیت کو عزت بخشنے والے کی اپنی عزت خطرے میں ہے۔ آج ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کے دروازے پر کھڑی کہہ رہی ہے کہ ہم تمہاری مائیں ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں۔ ارے دیکھو تو! ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دروازے پر کھڑی تو نہیں''۔ (یہ سن کر حاضرین دھاڑیں مار مار کر رونے لگے)

''مسلمانو! تمہاری محبت کا تو یہ عالم ہے کہ عام حالتوں میں کٹ مرتے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج سبز گنبد میں رسول اللہ ﷺ تڑپ رہے ہیں، آج امہات المومنین تم سے اپنے حق کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ آج اگر تم ان کے ناموس کی خاطر جان دے دو تو یہ بڑے فخر کی بات ہے۔ یاد رکھو یہ موت پیام حیات لائے گی''۔

مشہور ادیب ڈاکٹر سید عبد اللہ لکھتے ہیں ''اس روز پانی اور آگ یعنی سرد آہوں اور آنسوؤں کے ملاپ سے ان کی تقریر ڈھل رہی تھی''۔ اس تقریر کا یہ اثر ہوا

کہ اس ایک رات میں ہزاروں مسلمانوں نے ناموس رسالت کی قسمیں کھائیں۔ پردہ نشیں خواتین نے اپنے بچے امیر شریعت کے قدموں میں ڈال دیئے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے ناموس پر قربان کر دو۔ اس تقریر سے متاثر ہو کر غازی علم الدین شہید نے راج پال کو جہنم رسید کیا اور تختہ دار پر لٹک کر گوہر مقصود پالیا۔

تحفظ ناموس رسالت کے متعلق حضرت امیر شریعت کے چند خطابت پارے ملاحظہ فرمایئے

◉ ختم نبوت کی حفاظت میرا جزو ایمان ہے۔ جو شخص اس چادر کو چوری کرنے کی جرأت کرے گا میں اس کے گریبان کی دھجیاں اڑا دوں گا۔ میں حضرت محمد ﷺ کے سوا کسی کا نہیں...... نہ اپنا نہ پرایا...... میں ان ہی کا ہوں وہ میرے ہیں۔ جس کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے قسمیں کھا کھا کر آراستہ کیا ہو میں ان کے حسن و جمال پر نہ مرمٹوں تو لعنت ہے مجھ پر۔ آج محمد عربی ﷺ کی آبرو پر ذلیل اور کمینے قسم کے انسان حملہ آور ہیں۔ یاد رکھو محمد ﷺ ہیں تو خدا ہے، محمد ﷺ ہیں تو قرآن ہے، محمد ﷺ ہیں تو دین ہے محمد ﷺ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ میری گردن تو آج ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر پھانسی لگنے کو تڑپتی ہے۔ میں تمام مسلمانوں سے مخاطب ہوں کہ تم نبی علیہ السلام کی آبرو کی حفاظت کرو تو میں تمہارے کتے کو بھی پالنے کو تیار ہوں۔

اسی وجہ سے علامہ اقبال نے کہا تھا

''شاہ جی اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں''

آپ کی عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی خطابت سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی مرحوم نے کہا تھا۔

ے کانوں میں گونجتے ہیں بخاری کے زمزمے
بلبل چہک رہا ہے ریاض رسولؐ میں

حضرت امیر شریعت کے چند نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں

لولاک ذرہ از جہاں محمدؐ است
سبحان من یراہ چہ شان محمدؐ است
سیپارہ کلام الٰہی خدا گواہ
ہم آں عبارتے ز زبان محمد است
نازد بنام پاک محمدؐ کلام پاک
نازم بآں کلام کہ جان محمدؐ است
توحید را کہ نقطہ پرکار دین ماست
دانی کہ یک نقطہ زبیان محمدؐ است
سر قضا و قدر ہمیں است اے ندیم
پیکان امر حق زکمان محمدؐ است

[تمام عالم محمد ﷺ کے جہان کا ایک ذرہ ہیں۔ سبحان اللہ جس نے اس کو دیکھا ہے کیا شان محمد ہے۔ اللہ گواہ ہے کہ قرآن کے پارے محمد ﷺ کی زبان کی عبارات ہیں۔ کلام پاک محمد ﷺ کے نام پر ناز کرتا ہے اور میں ناز کرتا ہوں اس کلام پر کہ جو محمد ﷺ کی جان ہے۔ توحید ہمارے دامن کا مرکزی نقطہ ہے تو جانتا ہے کہ اس کو مزین کرنے والا نقطہ محمد ﷺ ہیں۔ اے ندیم! قضا و قدر کا راز بھی یہ ہے کہ حق کا تیر محمد ﷺ کی کمان سے ہے]

مندرجہ بالا واقعات سے علمائے اہلسنت کے عشق رسول ﷺ کا منہ بولتا ثبوت ملتا ہے۔

باب ۹

شعراء میں عشق رسول ﷺ

نبی علیہ السلام کا فرمان ہے

اِنَّ مِنَ الْشِعْرِ لَحِکْمَۃً وَ اِنَّ مِنَ الْبِیَانِ لَسَحْرًا

(بعض شعر حکمت ہوتے ہیں اور بعض باتیں جادو)

بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے شعر کہنے کا ملکہ عطا کیا ہوتا ہے ان کے الفاظ کی بندش میں ایسی بے ساختگی اور کشش ہوتی ہے کہ جی چاہتا ہے کہ اس شعر کو بار بار پڑھ کر قند مکرر کے مزے لئے جائیں۔ جس طرح بچے چیونگم وغیرہ منہ میں ڈال کر ایک گھنٹہ تک چباتے رہتے ہیں اور اس چبانے میں انہیں لذت ملتی ہے اسی طرح بعض اشعار دل پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ بندے کو تڑپا کے رکھ دیتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ آج کے دور میں نفس و شیطان نے خواہشات کو اس قدر غالب کر دیا ہے کہ ہر آنکھ ظاہری شکل و صورت کو دیکھتی ہے اور حسن ظاہری پر قربان ہوتی ہے۔ نوجوان شعراء کو غزلیات سے ہی فرصت نہیں ملتی وہ ہر وقت کسی تصوراتی مجازی محبوب کے حسن کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں علامہ اقبالؒ کو اس لئے کہنا پڑا

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

تاہم پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتیں آج بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جو عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ میں مغلوب ہو کر اتنے اچھے اشعار لکھتے ہیں کہ طبیعت میں سوز پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ حسان بن ثابتؓ کے روحانی وارث ہیں اور یہ نعمت رہتی دنیا تک سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی رہے گی۔ درج ذیل میں چند حضرات کا نعتیہ کلام پیش خدمت ہے تاکہ قارئین پڑھیں اور اپنی مجالس اور تنہائیوں کو ان اشعار سے قیمتی بنائیں۔

نعت

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد ﷺ چشم بر راہ ثناء نیست

(نہ خدا تعالیٰ ہماری حمد کے منتظر ہیں، نہ ہی حضرت محمد ﷺ تعریف کے متمنی ہیں)

خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس
محمد ﷺ حامد حمد خدا بس

(حضرت محمد ﷺ کی مدح سرائی کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہیں اور خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرنے کیلئے محمد ﷺ حمد خواں کافی ہیں)

مناجاتے اگر باید بیاں کرد
بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد

(اگر کچھ مناجات بیان کی جائیں تو اس ایک شعر پر قناعت کرنی چاہئے)

محمد ﷺ از تو میخواہم خدارا
خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

(اے محمد ﷺ! میں آپ سے خدا (کی معرفت) کا طالب ہوں اور اے خدا! میں آپ سے عشق مصطفیٰ ﷺ کا طالب ہوں)

دگر لب وا مکن مظہر فضولیست
سخن از حاجت افزوں تر فضولیست

(اے مظہر اس کے علاوہ لب کشائی مت کر کہ یہ فضول ہے اور ضرورت سے زیادہ بات فضول ہوتی ہے)

نعت

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

سبز و شاداب گلستان تمنا ہووے
کاش مسکن مرا صحرائے مدینہ ہووے

ہند میں گرم تپش یوں دل مضطر ہے مدام
دام میں جیسے کوئی مرغ تڑپتا ہووے

مجھ کو بھی روضہء اقدس کی زیارت ہو نصیب
زہے قسمت جو سفر سوئے مدینہ ہووے

جب کہیں قافلے والے کہ مدینہ کو چلو
شوق میں پھر تو میرا اور ہی نقشہ ہووے

ننگے پاؤں وہیں ہو جاؤں میں اٹھ کے ہمراہ
تن میں جامہ بھی مرے ہو کہ برہنہ ہووے

یوں چلوں خاک اڑاتا ہوا صحرا صحرا
جیسے جنگل میں بگولا کوئی اڑتا ہووے

گرم جولان روش برق ہوں شاداں خنداں
پاؤں پر پاؤں مرا شوق سے پڑتا ہووے

کانٹے تلووں میں چبھیں برگ گل تر سمجھوں
خاک جو اڑ کے پڑے آنکھوں میں سرمہ ہووے

ایسی صورت سے درشاہ عرب پر پہنچوں
حال جیسے کسی ناچیز گدا کا ہووے

گرد آلود بدن خاک ملے چہرہ پر
ایک تہ بند پھٹا سا کوئی کرتا ہووے
خار پاؤں میں چبھے بال ہوں سر کے بکھرے
فکر سوزن ہو نہ کچھ شانہ کا سودا ہووے
باندھ کر ہاتھ کروں عرض بصد عجز و نیاز
خدمت شاہ میں جیسے کوئی بردہ ہووے
یہ غلام آپ کا حاضر ہے قدم بوسی کو
وصل کا آج اشارہ شہ والا ہووے
مری بینائی و مسکینی پہ ترس آئے ضرور
خود درحجرہ والائے نبیؐ وا ہووے
دوڑ کر سر قدم پاک پہ رکھ دوں اپنا
دھیان کس کو ادب و بے ادبی کا ہووے
کبھی چوموں کبھی آنکھوں سے لگاؤں وہ قدم
خاک پا آپؐ کی ان آنکھوں کا سرمہ ہووے
گوہر اشک نثار قدم پاک کروں
جزتہی دستی جو کچھ اور نہ تحفہ ہووے
اور جب روئے مبارک کی تجلی دیکھوں
جلوہ طور بھی آنکھوں میں تماشا ہووے
سن کے اس شوق کو کہتے ہیں ملائک بھی غریب
فضل حق سے تری حاصل یہ تمنا ہووے

نعت

حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ

خدا کے طالب دیدار حضرت موسیٰ
تمہارا لیجئے خدا آپ طالب دیدار
کہاں بلندی طور اور کہاں تیری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمین و آسمان بھی ہموار
جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسف کا
وہ دلربائے زلیخا تو شاہد ستار
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار
سما سکے تری خلوت میں کب نبی و ملک
خدا غیور تو اس کا حبیب اور اغیار
نہ بن پڑا وہ جمال آپ کا سا اک شب بھی
قمر نے گو کہ کروڑوں کئے چڑھاؤ اتار
خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے
تو جس قدر ہے بھلا میں برا اسی مقدار
عجب نہیں تیری خاطر سے تیری امت کے
گناہ ہوویں قیامت کو طاعتوں میں شمار
بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں

کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہوں گی نثار

ترے بھروسے پہ رکھتا ہے غرہ طاعت
گناہ قاسم * برگشتہ بخت بداطوار

تمہارے حرف شفاعت پہ عفو ہے عاشق
اگر گنہ کو ہے خوف غصہ قہار

یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں
کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

ترے لحاظ سے اتنی تو ہو گئی تخفیف
بشر گناہ کریں اور ملائک استغفار

برا ہوں ،بد ہوں، گنہگار ہوں پہ تیرا ہوں
ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں نا ہنجار

نعت

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ

آدم کیلیے فخر یہ عالی نسبی ہے
مکی مدنی ہاشمی و مطلبی ہے

پاکیزہ تر از عرش و سما ، جنت فردوس
آرام گہ پاک رسول عربیؐ ہے

آہستہ قدم نیچی نگہ پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روح رسول عربیؐ ہو

اے زائر بیت نبوی یاد رہے یہ
بے قاعدہ یاں جنبش لب بے ادبی ہے

کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبیؐ کی
محبوب خدا ہے وہ، جو محبوب نبیؐ ہے

بجھ جائے تیرے چھینٹوں سے اے ابر کرم آج
جو آگ میرے سینے میں مدت سے لگی ہے

نعت

قطب العارفین حضرت مولانا سید محمد بدر عالم المیرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ہر جلوہ پر ضیاء رخ انور کا نور ہے
شانوں میں کیا بلند یہ شان حضورؐ ہے

جو جلوہ ہے وہ رشک تماشائے طور ہے
واللہ کیا بلند یہ شان حضورؐ ہے

مکہ کے تاجدار ، مدینہ کے حکمراں
عالم کے رہنما ہیں یہ شان حضورؐ ہے

عفو و کرم کا ابر ہیں بخشش کی ہیں گھٹا
بارش ہیں رحمتوں کی یہ شان حضورؐ ہے

بحر سخا ہیں اور سمندر ہیں جود کا
لطف و کرم کی موج یہ شان حضورؐ ہے

شافع ہیں روز حشر کے سب کے ہیں پیشوا
محبوب کبریا ہیں یہ شان حضورؐ ہے

مرکز ہیں دائرہ کے وہ یکتائے روزگار
بے مثل و بے نظیر یہ شان حضورؐ ہیں

مخزن ہیں حکمتوں کے ، ہدایت کے آفتاب
خاتم ہیں انبیاء کے یہ شان حضورؐ ہے

ضرب المثل ہیں حلم میں کوہ وقار ہیں
انسانیت کے تاج یہ شان حضورؐ ہے

بارعب بھی کمال کے اس پر وہ مہربان
سب میں گھلے ملے ہیں یہ شان حضورؐ ہے

وعدہ کے کیسے پکے صدوق و امین بھی
اخلاق کیا شگفتہ یہ شان حضورؐ ہے

حسن و ادا غضب کے ہیں تو مجھ سے کچھ نہ پوچھ
شمس و قمر ہیں ماند یہ شان حضورؐ ہیں

خود نازنیں ہیں اس پہ جفائیں جہان کی
کس شوق سے اٹھائیں یہ شان حضورؐ ہے

سب پہ حریص اور رؤف و رحیم ہیں
سب میں عزیز تر ہیں یہ شان حضورؐ ہیں

حاصل ہے زندگی کا اک ان کا وجود پاک
جیسے ثمر شجر کا یہ شان حضورؐ ہے

اس شاہ کملی والے پہ جانیں ہوں سب نثار
ہر بار صد ہزار یہ شان حضورؐ ہے

نعت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پھر پیش نظر گنبد خضرا ہے حرم ہے
پھر نام خدا روضہء جنت میں قدم ہے
پھر شکر خدا سامنے محراب نبیؐ ہے
پھر سر ہے مرا اور ترا نقش قدم ہے
محراب نبیؐ ہے کہ کوئی طور تجلی
دل شوق سے لبریز ہے اور آنکھ بھی نم ہے
پھر منت دربان کا اعزاز ملا ہے
اب ڈر ہے کسی کا نہ کسی چیز کا غم ہے
پھر بارگہ سید کونینؐ میں پہنچا
یہ ان کا کرم، ان کا کرم، ان کا کرم ہے
یہ ذرہ ناچیز ہے خورشید بداماں
دیکھ ان کے غلاموں کا بھی کیا جاہ و حشم ہے
ہر موئے بدن بھی جو زباں بن کے کرے شکر
کم ہے بخدا ان کے عنایات سے کم ہے
وہ رحمت عالمؐ ہے شہہ اسود و احمر
وہ سید کونین ہے، آقائے امم ہے

وہ عالم توحید کا مظہر ہے کہ جس میں
مشرق ہے نہ مغرب ہے عرب ہے نہ عجم ہے
دل نعت رسول عربیؐ کہنے کو بے چین
عالم ہے تحیر کا زباں ہے نہ قلم ہے

نعت

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ

بڑھاپا ہے ، چلا ہوں سوئے یثرب
لرزتا ، لڑکھراتا ، سر جھکائے
گناہوں کا ہے سر پر بوجھ بھاری
پریشاں ہوں اسے اب کون اٹھائے
کبھی آیا جو آنکھوں میں اندھیرا
تو چکرا کر قدم بھی ڈگمگائے
کبھی لاٹھی ، کبھی دیوار پکڑی
کبھی پھر بھی قدم جمنے نہ پائے
نہ بیٹا ہے نہ پوتا ہے نہ بھائی!
کوئی گھر کا نہیں جو ساتھ جائے
نہیں کچھ آرزو اب واپسی کی
وہیں رکھے خدا واپس نہ لائے
مگر چلتا رہوں گا دھیرے دھیرے
دیا والا میری نیا لکھائے
وہاں جا کر کہوں گا گڑگڑا کر
سلام اس پر جو گرتوں کو اٹھائے

سلام اس پر جو سوتوں کو جگائے
سلام اس پر جو روتوں کو ہنسائے
سلام اس پر جو اجڑوں کو بسائے
سلام اس پر جو بچھڑوں کو ملائے
سلام اس پر جو بھوکوں کو کھلائے
سلام اس پر جو پیاسوں کو پلائے

نعت

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ رحمتہ اللہ علیہ

گھٹا اٹھی ہے تو بھی کھول زلف عنبریں ساقی!
تیرے ہوتے فلک سے کیوں ہو شرمندہ زمیں ساقی!

یہ کس بھٹی کی دی تو نے شراب آتشیں ساقی!
کہ پیتے ہی رگوں میں بجلیاں سی بھر گئیں ساقی

یہیں سے پاؤں گا ہر نعمت دنیا و دیں ساقی
کہیں کیوں جاؤں تیرے مے کدہ میں کیا نہیں ساقی!

جو تر دامن ہے تیرا ، پاک دامانوں سے بہتر ہے
گریباں چاک ہے ، اشکوں سے تر ہے آستیں ساقی

نہ چھیڑ اے محتسب میں ہوں مئے وحدت کا متوالا
میں وہ مئے خوار ہوں جس کے ہیں ختم المرسلینؐ ساقی

سلامت تیرا میخانہ، سلامت تیرے مستانے
رہے گا رنگ عالم میں یہی تایوم دیں ساقی

عجب مشرب ہے تیرا تجھ کو یہ مجذوب کیا سمجھے
کہیں پیر مغاں تو ہے ، کہیں میکش ، کہیں ساقی

نعت

اے رسول امین خاتم المرسلین　　تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقین　　تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
دست قدرت نے ایسا بنایا تجھے　　جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسین اے ابد کے حسین　　تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
بزم کونین پہلے سجائی گئی　　پھر تیری ذات منظر پہ لائی گئی
سید الاولین سید الآخرین　　تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
تیرا سکہ رواں کل جہاں میں ہوا　　اس زمیں میں ہوا آسماں میں ہوا
کیا عرب کیا عجم سب ہیں زیر نگیں　　تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
تیرے انداز میں وسعتیں فرش کی　　تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی
تیرے انفاس میں خلد کی یاسمیں　　تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
سدرۃ المنتہیٰ رہ گزر میں تری　　قاب قوسین گرد سفر میں تری
تو ہے حق کے قریں حق ہے تیرے قریں　　تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
کہکشاں ضو ترے سرمدیں تاج کی　　زلف تاباں حسیں رات معراج کی
لیلۃ القدر تیری منور جبیں　　تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
مصطفیٰ مجتبیٰ تیری مدح و ثنا　　میرے بس میں نہیں دسترس میں نہیں
دل کو ہمت نہیں لب کو یارا نہیں　　تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں　　کوئی ہے وہ کہ جس کو میں تجھ سا کہوں
توبہ توبہ نہیں کوئی تجھ سا نہیں　　تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
چار یاروں کی شان جلی ہیں بھلی　　ہیں یہ صدیق فاروق عثمان علی
شاہد عدل ہیں یہ تیرے جانشیں　　تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
اے سراپا نفیس انفس دو جہاں　　سرور دلبراں دلبر عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جان حزیں　　تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

جدید ایڈیشن

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
اور
علماءِ دیوبند

کَثَّرَ اللّٰہُ سَوَادَھُمْ



ابو طلحہ محمد اظہار الحسن محمود
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور
وفاق المدارس پاکستان

مکتبۃ الحسن

اپنے موضوع پر پہلی اور لازوال پیش کش

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور

علماء دیوبند

کثر اللہ سوادھم

مؤلف

ابو طلحہ محمد اظہار الحسن محمود

مکتبۃ الحسن

33 - حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور

042-7241355, 0300-4339699

انتساب

رب تعالیٰ کے ان محبوب بندوں کے نام !
جن کے دم قدم سے دینی اقدار زندہ
اور...... اخلاقی قدریں تابندہ ہیں
جن کے سینے عشقِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معمور اور
فیضانِ نبوت سے ہردم ......منور رہتے ہیں
جو اطاعتِ خدا اور اطاعتِ رسول کا پیکر ہیں......اور
امت کے سفینہ کو مغرب کی تقلید، غلامی اور محکومی سے
نکالنے کے لئے...... کمر بستہ...... اور کوشاں ہیں

احساسِ تمنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ علی النبی الامی

ایک ماں باپ کا اکلوتا بیٹا، دل کا چین اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ساماں تھا، والدین کی پیار بھری گود میں جھولتا، لاڈ کی لوریوں میں پلتا تھا۔ باپ ایک ممتاز، نامور، متقی و بافراست طبیب تھا۔ بیٹے کی تربیت بھرپور توجہ سے کی جا رہی تھی، چند سال کا ہوا تو ماں اللہ تعالیٰ کو سدھار گئی، دومنزلہ شاندار گھر خاصا بے رونق ہو گیا۔

وقت گزرتا گیا یہاں تک بیٹا فلما بلغ معہ السعی کا مصداق جا ہوا، باپ نے ایک روز اکلوتے بیٹے کو لیا اور ایک دینی مدرسہ میں حفظ قرآن کریم اور دینی تعلیم کے لئے داخل کروا دیا۔ بہانہ کچھ تقدیر کا بھی تھا اور چنک کچھ لاڈ پیار اور نازونعم کی بھی ہو گی جس نے چنداں مدرسہ میں ٹکنے نہ دیا۔ چند دنوں کے بعد مدرسہ چھوڑ چھاڑ گھر لوٹ آیا...... بالآخر سکول میں داخل کروا دیا...... وقت کی شمع جلتی رہی اور کئی سال کٹ گئے۔

پھر یہ کلاس نہم کا طالب علم ایک روز جب گھر آیا تو ابا حضور اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ غم کا کوہ گراں سر پر آپڑا۔ حوادثاتِ زمانہ نے شکنجہ کس لیا، سکول کوسوں دور رہ گیا زندگی کی راہیں یکسر مختلف ہو گئیں، بس اللہ تعالیٰ کی آس اور رشتہ داروں کے رحم و کرم پر زندگی کا پہیہ چلتا رہا۔ ماں باپ نہ رہیں تو کوئی بھی ان جیسا سکھ تو دے نہیں سکتا۔ کچھ ماہ و سال گزرے تھے قدرت نے خوب دستگیری فرمائی، میٹرک اور پھر پی ٹی سی اعلیٰ درجہ میں پاس کر لی، پرائمری سکول میں معلمانہ فرائض ادا کرنا شروع کر دیے۔ شادی ہوئی اور دینے والے اللہ نے اولاد کی نعمت عطا کی۔ اس کا شکر ادا کیا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے مرحوم والد کے زریں خواب اور دینی تعلیم کے پاکیزہ عزائم دل میں مچلنے لگے...... بچے بڑے ہوئے، سکول کی کچھ تعلیم دلا کر اپنے پیارے والد کی حسرت کے مطابق ایک کو حفظِ قرآن کریم کیلئے مدرسہ بھیجنا شروع کیا پھر دوسرے (راقم) کو پھر یکے بعد دیگرے سب نے حفظ کیا پھر سب بچیوں کو بھی دینی علوم کی تحصیل میں لگا دیا ...... آج بحمد اللہ پانچوں بچے حافظ، قاری، اور ایک کے سوا سب بچے عالم ہیں، بچیاں بھی سب اسی راہ پر...... گامزن ہیں، اور اللہ کے دین کی تعلیم اور علوم نبویہ کی تحصیل پر بھی خوش ہیں۔ آج قبر میں سویا اکلوتے بیٹے کا باپ بھی عند اللہ خوش ہے اور اپنی پاکیزہ فکر اور حسنِ نیت کا اجر پا رہا ہے اور آج یہ اکلوتا بیٹا شجر سایہ دار کی صورت ہو گیا ہے اور اپنی نیک فطرت، وفا شعار اور ہر دم شاکر و صابر رفیقہ حیات کے ساتھ اپنے رب کی نعمتوں پر حمد و شکر کے ترانے لبوں پر سجائے مسرور ہیں اور ان کی اولاد بھی تحصیل علوم نبویہ اور خدمتِ دین پر اللہ کے فضل سے بے حد شاکر ہے اور پاکیزہ فطرت عظیم والدین کے احسانات سے گراں بار ہے۔

اللّٰھم لک الحمد حتیٰ ترضیٰ ولک الحمد اذا رضیت ولک الحمد بعد الرضا ۔ آمین بجاہ الحبیب الکریم

تقسیمِ کار

☆☆☆ مقدمہ کتاب:

آغاز میں ایک وقیع و بے مثال مقدمہ، جو چالیس سے زائد صفحات پر مشتمل ہے جس میں حضور ﷺ سے صحابہ کی محبت واطاعت کی تفصیل درج ہے۔

☆☆☆ بابِ اوّل:

علاماتِ محبت، مدینہ طیبہ، مسجد نبوی اور ذاتِ نبوت سے متعلقہ اشیاء و مقامات وغیرہ کے بارے الفت میں ڈوبی گراں قدر تحریریں۔

☆☆☆ بابِ ثانی:

علماءِ دیو بند رحمہم اللہ تعالیٰ کے الفتِ نبی کے واقعات اور تحریرات در عشقِ رسالت مآب ﷺ اور انکی شخصیات کا چند سطری تعارف۔

☆☆☆ بابِ ثالث:

تقاضائے عشق و الفت، یعنی درود شریف کی کثرت اس کے آداب و فضائل اور برکات وفوائد نیز اس ضمن میں معمولاتِ اکابر کا تذکرہ۔

☆☆☆ بابِ رابع:

جنت البقیع اور جنت المعلی میں مدفون علماءِ دیو بند

☆☆☆ بابِ خامس:

جامِ کوثر یعنی اکابر کے بابرکت نعتیہ کلام کی ایک جھلک۔

فهرستِ مضامین

بابِ ثالث

تقاضائے عشق الفت یعنی درود شریف کی کثرت

بابِ رابع

جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں مدفون اکابر علماء دیوبند

بابِ خامس 41 نعتیں

آغازِ سخن

علمی بے بضاعتی، محدود وسائل، قوتِ بیان کی معدومی، ناتمام اندازِ تحریر، اور میری ہمہ جہت کوتاہ دستی کے باوصف قدرت نے میرے قلم کو سہارا عطا کیا، میرے فکر کو جولانی بخشی اور میرے لئے صفحۂ قرطاس تسخیر فرمایا...... میرا حُسنِ ظن ہے کہ یہ میرے اکابر کے اخلاص کی برکت ہے کہ مجھے اس تالیف کی سعادت نصیب ہوئی...... میرے پیارے والدین مجھ سے راضی رہتے ہیں شاید یہ تالیف ان کی دلی دعاؤں کا اثر ہے، احباب نے تعاون کیا، بار بار تکمیل کتاب کا استفسار کرتے رہے جس سے میری کوشش رُک رُک کے بھی جاری رہی اور یوں جو کچھ بن پڑا میں نے اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا......

اولیاءِ دیو بند کے تذکرے، کتاب کی تاثیر بارے ایک چھوٹا مگر پُر اثر واقعہ ملاحظہ کیجئے...... جب میں کتاب کا مسودہ تیار کر رہا تھا ایک روز گرمیوں کے موسم میں گھر گیا والدہ غایتِ شفقت سے کدو کاٹ کر قاشیں بنا کر لائیں، بولیں یہ پاؤں کے تلووں پر مَل لو! گرمی کا موسم ہے یہ امراضِ گرما کے لئے بہت مفید ہے اس سے قبل میں کبھی کبھار پاؤں کے تلووں کو اس طبی عمل سے راحت پہنچالیا کرتا تھا لیکن اکابر علماء و اولیاءِ دیو بند کے تذکار بار بار لکھنے اور کثرت سے پڑھنے اور شب و روز اسی جمع و ترتیب میں مصروف رہنے کی وجہ سے...... بلا اختیار میرے لبوں پر یہ بات آئی، امی جان! یہ سبزی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے میں بڑی مرغوب تھی کیا میں اسے پاؤں پہ مَل لوں! مجھے تو اس سے حیا آ رہی ہے...... یہ کہا اور وہ پلیٹ اٹھا کے ایک طرف رکھ دی...... میں دل کی گہرائیوں سے یہ شہادت دیتا ہوں کہ یقیناً یہ سارا اثر اکابر کے تذکرے بار بار پڑھنے کا تھا۔

اس لئے اپنے قارئین سے التماس کروں گا کہ اس کتاب کو بار بار پڑھیے!! آپ

کے دلوں پر عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا گہرا رنگ چڑھ جائے گا اور جس دل میں گرمیٔ عشقِ مصطفیٰ بھر جائے وہ دلِ بے تاب اللہ کو بڑا پسند ہے ...... اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عمل سے نوازے، کتاب کے بارے میں مجھے ضرور اپنی آراء سے نوازیے اور ان شخصیات کے بارے میں جن کو میں اپنی کتاب میں شامل نہیں کر سکا جو کچھ مواد مجھے کسی دوست نے ارسال کیا تو میری کوشش ہوگی کہ آئندہ ایڈیشن میں اسے ضرور شامل کر دوں۔

میں نے بھر پور کوشش کی ہے کہ ہر صفحہ موضوع کی موزونیت سے اشعارِ نعت سے آراستہ کروں یوں میری اس تالیف میں لگ بھگ 400 نعتیہ اشعار موجود ہیں یہ میری اپنی کوشش ہے گر قبول افتد زہے نصیب ...... ہر پیراگراف یا واقعہ پر سرخیاں اور عناوین بھی میں نے خود ہی موزوں کی ہیں امید ہے قارئین اس کو پسند فرمائیں گے ...... اور لمحہ بہ لمحہ میرے لئے دل سے دعا گو رہیں گے ...... اور بالخصوص میرے معاونین کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

میری دعا ہے کہ جس دوست نے بھی میرے اس کام میں کسی طرح سے معاونت کی ہے اللہ تعالیٰ اسے عشقِ رسالت مآب میں ہر لحظہ ترقی نصیب فرمائے اور دنیا و آخرت کی کامرانیوں سے نوازے نیز دینی خدمات کے سلسلے میں مزید ثبات و استقلال عطا فرمائے اور میری اس ادنیٰ کاوش کو قبول فرما کر، علماء و اولیاء اور اکابرِ دیو بند سے گہرا تعلق نصیب کرے۔
آمین

والسلام

ابو طلحہ
مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر 1
این ٹائپ جوہر آباد ضلع خوشاب
فون 0454-722954

تقریظ

حضرت اقدس خواجۂ خواجگان،

مولانا خواجہ خان محمد صاحب

دامت برکاتھم وعمت فیوضھم العالیہ

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات :

محترم المقام مولانا اظہار الحسن صاحب زید مجدہٗ کی محنت ومشقت کا شاہکار کتاب عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علماءِ دیوبند دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، یہ کتاب عشقِ حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر منفرد حیثیت کی حامل ہے ۔اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت کو قبول فرمائے اور امتِ مسلمہ کے دین وایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنائے نیز مولانا کو اس پر اجرِ عظیم عطا فرماوے اور اپنی رضامندی وخوشنودی سے سرفراز فرمائے ۔آمین

والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

۵/ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت اقدس **مولانا مفتی حمید اللہ جان** صاحب

دامت برکاتھم وعمت فیوضھم

محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

حقیقت یہ ہے کہ جس دل میں عشقِ رسول ﷺ نہیں اس دل میں ایمان مقبول نہیں، اللہ کریم کا ارشاد ہے قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ☆

ترجمہ : کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور خاندان اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ،

(الصحیح الجامع للبخاری)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنے

والدین اوراولاداور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہیں رکھتا (بخاری)

جس کا ایمان جتنا کامل و اعلیٰ ہوگا اس کے دل میں حضور کی محبت اتنی ہی زیادہ اور کامل ہوگی علماءِ دیو بند علماءِ حق کا وہ گروہ جن کے دل عشقِ رسول ﷺ سے معمور ہیں اور فنافی اللہ وفنافی الرسول ہیں۔اس کے باوجود انگریز نے مختلف حربوں اور سازشوں سے ان کو بدنام کرنے کی مذموم کوششیں کیں ان سازشوں میں سے ایک بڑی سازش یہ پروپیگنڈہ تھا کہ اکابر دیو بند کے دلوں میں العیاذ باللہ العیاذ باللہ حضور کی عظمت واحترام نہیں۔

ہمارے پیارے قابل احترام مولانا محمد اظہار الحسن محمود کواللہ کریم جزائے خیر دے جنہوں نے علماءِ دیو بند اور عشقِ رسول ﷺ کے نام سے پرکشش کتاب لکھ کر انگریز کی اس مذموم سازش کو ناکام بنانے کا ایک بہتر کارنامہ سرانجام دیا اللہ کریم ان کی اس علمی اور دینی خدمت کو قبول فرما کر ذریعۂ سرفرازیٔ دارین بنا دے اور مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرماوے آمین ثم آمین

حمید اللہ جان عفی عنہ

خادم الحدیث والافتاء / جامعہ اشرفیہ لاھور

صفر المظفر ١٤٢٤ھ ، بمطابق اپریل ، 2003ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضیلۃ الشیخ

حضرت **مولانا فضل الرحیم** صاحب

مدظلہ العالی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیاء والمرسلین

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ

وَلٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

زیرنظر رسالہ عشق رسول ﷺ کا مطالعہ متفرق مقامات سے کیا وسطِ قلب محترم مولوی محمد اظہار الحسن صاحب کے لئے دعا نکلی خداوند کریم اس کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے احقر اس کتاب کی طباعت کا خود بھی منتظر ہوگا اللہ جل شانہ جلد از جلد اس کی اشاعت کرائے، مؤلف اور جملہ معاونین کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین

محتاجِ دعا

فضل الرحیم عفی عنہ

نائب مہتمم وناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ

وصدر عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان

(۱۳ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ، بمطابق 15 اپریل 2003ء)

بسم الله الرحمن الرحيم

حضرت سید انور حسین نفیس رقم صاحب

مدظلہٗ العالی

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام علىٰ من لا نبی بعده

پیش نظر کتاب عشقِ رسول اور علماءِ دیوبند مولانا محمد اظہار الحسن محمود صاحب نے ترتیب دی ہے یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ مؤلف موصوف نے نہایت عمدہ انداز سے اپنے موضوع پر روشنی ڈالی ہے علماءِ دیوبند کا عشقِ رسول محض زبانی دعووں اور جذباتی نعروں سے عبارت نہیں بلکہ اسلام کی سربلندی اور سرفرازی کے لیے مدرسوں اور خانقاہوں سے لے کر جہاد کے میدانوں میں بھی انہوں نے اپنے خون سے عشق و محبت کی داستانیں رقم کی ہیں ع..... ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی معرکہ آراء تالیف تاریخ دعوت وعزیمت میں رقم طراز ہیں: ''ہمارے اس دور میں اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ سے حفاظت وتجدیدِ دین کا عالمگیر کام لیا ہے''

اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کو بہترین جزاء عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبولِ عام سے نوازے ......آمین

احقر نفیس الحسینی

۲۵ صفر المظفر ۱٤۲٤ھ

بسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہٗ العالی

﴿مہتمم جامعہ حقانیہ ساھیوال ضلع سرگودھا﴾

الحمد للّٰہ و کفی و الصلوۃ و السلام علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء
وعلیٰ الہ الاصفیاء واصحابہ الاتقیاء امابعد !......

یہ ایک مسلمہ حقیقت اور ابدی صداقت ہے کہ کسی بھی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ سرورِ دوعالم رحمتِ کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے دل کی گہرائیوں سے شدید محبت وعشق نہ رکھے، ایمان لانے والے کے لئے جب یہ ضروری ہے کہ وہ حق تعالیٰ اور دیگر ضروریاتِ دین اور قطعیاتِ اسلام پر ایمان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر بھی ایمان لائے اور یہ آپ کی ذاتِ مبارکہ سے محبت کے بغیر ممکن ہی نہیں اس لئے آپ سے محبت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے ماں باپ، اولاد، تجارت اور اموال کے ساتھ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت کی صورت میں عذاب کے انتظار کی وعید بیان فرمائی ہے۔ (ملاحظہ ہو پارہ نمبر 10، سورۃ التوبۃ، آیت نمبر 24) جس سے واضح ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ ان تمام مذکورہ چیزوں سے زیادہ محبت ہونا ایمان کے لئے ضروری ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ارشاد فرمایا ہے: لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (بخاری)

بہرحال یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس میں کسی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کو ذرہ سا بھی اختلاف یا شبہ نہیں ہے چودہ سو سال کے تمام مسلمان عوام وخواص کا اس پر اتفاق ہے۔

اکابر علماءِ دیوبند جو اس دور میں بلا شک وشبہ حقیقتاً اہل السنۃ والجماعۃ کے ترجمان ہیں وہ سب کے سب بھی بلا اختلاف واشتباہ اس عقیدہ سنیہ پر متفق ومتحد اور اس کو نہ صرف دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں بلکہ تحریراً وتقریراً اور علماً وعملاً ہر طرح سے اس کی اشاعت واظہار میں پیش پیش ہیں ان کی تقاریر اور تصنیفات و بیانات اس پر شاہدِ عدل ہیں حق تعالیٰ نے انہیں قرآن وسنت کا صحیح ترجمان و پاسبان بنا کرامت کی قیادت وسیادت کا شرف عطا فرمایا۔

ان کے عمل سے عشق نبوی اور ان کی زندگیوں سے عشق مصطفوی آفتابِ نیمروز کی طرح عیاں ہے وہ چلتے پھرتے سنت نبوی کی تصویر اور صحیح معنی میں محبِّ رسول اور عاشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زندگی کا محور اور مقصد ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

لیکن یہ کس قدر ظلم ہے کہ ان سچے عاشقین اور جانثارانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (خاکم بدہن) گستاخ رسول کا گھناؤنا الزام لگا کر انہیں بدنام کرنے کی سازش کی گئی جو سراسر دروغ بے فروغ اور بہتانِ عظیم اور محض افتراء ہے۔ بلا شبہ ان اولیاءِ کرام اساطین امت اور پاسبانِ قرآن وسنت کا مقدس دامن اس دھبہ سے پاک اور صاف ہے اور ان کے مخالفین و معاندین اور حاسدین اس مکروہ پروپیگنڈہ سے بلا وجہ اپنی دنیا وآخرت تباہ کر رہے ہیں سادہ لوح مسلمان چونکہ بعض اوقات اس قسم کی مکروہ سازشوں کا شکار ہو جاتے ہیں اس لئے وقت کی یہ اہم ضرورت ہے کہ صحیح صورتِ حال سے پردہ اٹھا کر عشق ومحبت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ان حضرات کے سچے واقعات اور روح پرور حالات کو سامنے لایا جائے جن کو پڑھ کر ایمان تازہ ہو اور ان اکابر سے بدگمانی دور ہو کر ان سے محبت پیدا ہو جائے۔

اس اہم ضرورت کو اس کتاب میں بطریقِ احسن وکمل پورا کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ مؤلفِ کتاب عزیز محترم ابوطلحہ مولانا محمد اظہار الحسن محمود سلمہٗ اللہ تعالےٰ کو بہت بہت جزائے خیر دے کہ انہوں نے مختلف کتب کی ورق گردانی سے عمدہ ترتیب کے ساتھ عشقِ

رسول ﷺ اور علماءِ دیو بند کے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔

اور اس کے ساتھ مقدمہ اور دیگر چند اہم و مفید ابواب کا اضافہ کر کے اس کتاب کی افادیت میں گرانقدر اضافہ کیا ہے...... اگر کتاب کو بنظرِ انصاف پڑھا گیا تو طالبِ حق کو ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور ہدایت نصیب ہوگی۔ واللہ الموفق والمعین

فقط

احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ ولوالدیہ

خادم جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

۲۳ / صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی دامت برکاتہم

(نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

مجھے یہ کتاب پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ یہ کتاب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں لکھی گئی ہے کیونکہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجنے اور ان کی فضیلت بیان کرنے میں بڑی کامیابی ہے اور اس سے بڑے فیض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ چند سال پہلے کی بات ہے کہ نمازِ عصر کے بعد حسبِ معمول گھر سے باہر نکلا تو ایک سفید گاڑی سامنے کھڑی تھی جس میں ایک طشتری رکھی تھی اور اس میں حضورِ اقدس ﷺ کا موئے مبارک موجود تھا جس کو شیشہ سے بند کیا ہوا تھا ایک صاحب نے مجھے کہا: یہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے اس کو آپ رکھ لیں کیونکہ مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ یہ آپ کو دے دیا جائے۔[1]

دینے کی وجہ یہ پیش آئی کہ جن لوگوں کے پاس یہ موئے مبارک تھا ان کے گھر میں ناچ گانا ہوتا تھا جس کی باعث اس موئے مبارک کی بے ادبی ہوتی تھی اور اس بے ادبی کی وجہ سے ان پر مصیبت آئی ہوئی تھی اس وجہ سے ان کو اشارہ ہوا کہ یہ موئے مبارک شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب [دامت برکاتہم] کو دیدیا جائے۔

---

[1] حکیم صاحب نابینا دہلی والے نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ کا علاج کیا جس سے وہ شفایاب ہو گئے اور حضرت شاہ صاحب نے یہ مذکورہ بالا موئے مبارک حکیم صاحب کو دیدیا جو نسل در نسل آگے چلتا رہا۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ مرتبہ مجھے صرف ایک وجہ سے ملا ہے وہ یہ کہ ہمارے ہاں روزانہ بعد نمازِ عصر درود شریف، کی ایک مجلس ہوتی ہے جس میں تقریباً ایک لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھا جاتا ہے بحمد اللہ تعالیٰ یہ پچیس سال تک معمول رہا ہے

حضور ﷺ سے عشق ومحبت اور آپ کی عظمت ایمان کا جزو ہے اور ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ وہ حصہ زمین جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے مَس کر رہا ہے وہ علی الاطلاق کعبہ، عرش اور کرسی سے افضل ہے۔ اس عقیدہ پر تقریباً دو صد جید علماءِ کرام کے دستخط موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو عند اللہ وعند الناس قبولِ عام نصیب فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت اور عشق سے حظِ وافر ہمیں عطا فرمائے، آمین۔

احقر عبد الرحمٰن اشرفی

3 ربیع الاول 1424ھ ۔ مئی 2003ء

بسم الله الرحمن الرحيم

ابو الحسن مولانا **محمد یعقوب احسن** صاحب مدظلہٗ العالی

﴿مدیر مدرسہ عربیہ قادریہ بھلوال، نائب امیر جمعیۃ علماءِ اسلام صوبہ پنجاب﴾

بعد الحمد و الصلوۃ :

اکابرین دیوبند کو رسول اللہ ﷺ سے عشق ومحبت اور آپ کی سنت سے اطاعت وتابعداری کا عدیم النظیر جذبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا بلاشبہ اس دور میں ان حضرات کے علم وعمل، حق گوئی وبیباکی اور زہد وتقویٰ کی مثال نہیں ملتی، جہاں انہوں نے علم وعمل کی دنیا آباد کی وہاں عشق ومحبت کے وہ چراغ روشن کئے جو قیامت تک جگمگاتے رہیں گے اور عشق ومحبت کی دنیا میں ایمان ویقین کی روشنی بکھیرتے رہیں گے۔

برصغیر میں دین کی سربلندی اور احیاء کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان بابرکت نفوس کو منتخب فرمایا اور ان کی جملہ مساعیٔ جمیلہ کو شرفِ قبول بھی عطا فرمایا، چونکہ انہیں ذاتِ محمد رسول اللہ ﷺ سے پیار اور آپ کی مدنی تعلیم وتہذیب سے بے حد محبت تھی تو نتیجۃً استعماری قوتوں اور ان کی تہذیب وتمدن سے حد درجہ نفرت ان کا شیوہ بن گئی۔ اس جرم کی پاداش میں انگریز نے ان خداشناس لوگوں کا وقار عوام الناس کی نظروں میں مجروح کرنے کی سعیٔ ناتمام کی جس کے باعث آج بھی ان پاکباز ہستیوں کے بارے شاید لوگوں کے ذہنوں میں کچھ خلش پائی جاتی ہے لہٰذا ان برگزیدہ علماء واکابرِ دیوبند کے واقعات وحالات کو اس تناظر میں حقائق کے ساتھ پیش کرنا وقت کا ایک اہم تقاضا تھا۔

تو اس گراں قدر کام کو ہمارے عزیز مولانا اظہار الحسن محمود نے بڑی محنت سے سرانجام دیا ہے نیز عشق نبی ﷺ کے ان پیکروں کے واقعات ومشاہدات کو جمع کرکے جہاں اکابر سے اپنے تعلق وخلوص کا اظہار کیا ہے وہاں تشنگانِ عشق رسالت کے لئے بہت سا ذخیرہ

جمع کر دیا ہے جسے دیکھ کر زندگی کی راہیں متعین ہوتی ہیں اور اکابر دیو بند کی زندگیوں کے تابندہ نقوش نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی محنت قبول فرمائے اور اس کتاب کو ہر خاص و عام کے لئے زیادہ سے زیادہ نفع مند بنائے، اور اکابر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے وہی عشق اور وہی للّٰہیت ہمیں بھی نصیب فرمائے جس سے دنیا و آخرت کی کامرانیاں ہمارا مقدر اور نصیب بن جائیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام

ابوالحسن محمد یعقوب احسن

مدرسہ عربیہ قادریہ مدنی مسجد بھلوال

استاذ المکرّم جناب مولانا محمد امان اللہ صاحب مدظلہٗ العالی

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم امابعد !

رحمتِ کون ومکاں، سید الرسل حضرۃ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق سرمایۂ مسلم ہے آپ کی محبت وجۂ کمالِ ایمان ہے پھر محبت بھی اتنی کامل اور پائیدار ہو جو کہ انسان کو آمادۂ اطاعت کر دے یہ بھی لازمہ ہے کہ جس سے محبت ہو اس کی ہر ادا پیاری لگتی ہے، ہر بات عمدہ اور ہر قول شائستہ لگتا ہے۔ انسان کوشش کرتا ہے کہ میری وضع قطع، لباس وآرائش، نشست وبرخاست اور اطوار واقدار میں محبوب کی اداؤں کی جھلک نظر آئے تا کہ لوگوں کو علم ہو کہ میری وابستگی فلاں سے ہے۔

دینِ اسلام بھی ہمیں یہی درس دیتا ہے کہ آقائے کونین سے محبت اتنی کی جائے کہ اطاعت آسان ہو جائے اور انسان اپنا گوہرِ مقصود پالے اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ انسان اطاعت میں پختگی پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، دن رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل کو سچا جان کر اپنا تا رہتا ہے یہاں تک کہ دل میں وفورِ محبت کا چشمہ پھوٹ پڑتا ہے اور کبھی یکدم کسی وجہ سے دل محبت سے لہک اٹھتا ہے، الفت سے لبریز ہو جاتا ہے اور قلبی جذبات انسان کو آمادۂ اطاعت کر دیتے ہیں۔ بہر حال ہر دو نوع محبت واطاعت، وجۂ شرف وسعادت ہیں

زیرِ نظر کتاب کی خوبی یہ ہے کہ آمادۂ عشق واطاعت کرتی ہے۔ مؤلف کی اس کوشش کو بارگاہِ ربِ ذوالجلال میں شرفِ قبول حاصل ہو...... عشقِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اکابر علمائے دیو بند کا شعار وشیوہ تھا، اتباعِ سنت کے جذبہ سے ہر لحہ سرشار اور ہر عمل آراستہ تھا۔ قید وبند کی مشکل ترین گھاٹیوں میں، سفر حضر کے معمولات ومشغولات میں، تعلیم وتدریس، تنظیم وتربیت کے ہر گام میں اتباعِ سنت اس کے سروں کا تاج اور ماتھے کا جھومر تھا۔

میری دعا ہے اللہ کریم ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے یہ گوہرِ مقصود پانے کی توفیق بخشے ....اور......دارین میں عزت ووقار نصیب فرمائے۔ واللہ الموفق والمستعان

محمد امان اللہ عفا اللہ عنہ دار العمل ، میلسی ، ضلع وہاڑی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا **قاری قیام الدین الحسینی** مدظلہ العالی

بخدمت برادر محترم حضرت مولانا صاحب زید لطفکم

ہدیہ سلام مسنون .... مزاج بخیر ہوں گے

عرض اینکہ آپ کا محبت بھر ہدیہ لے کر پنڈ دادنخان پہنچا نظروں کے سامنے ہے بالاستیعاب تو تا حال نہیں دیکھ سکا چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا ہے اجزائے ترکیبی و موضوع کا انتخاب آپ کے حسنِ نظر و پاکیزگیٔ قلب اور وسعتِ مطالعہ اور اہل السنۃ والجماعۃ اکابر دارالعلوم دیوبند کے ساتھ عقیدت و محبت کی روشن دلیل ہے۔ جناب نے جہاں اکابر کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو الم نشرح فرمایا ہے وہاں اہلِ علم کو حالاتِ اکابر پر لکھی گئی دسیوں کتابوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔

تعارف ، حالات وواقعات اور مناسب موقع ومطابقِ موضوع نعتیہ اشعار نے روح کو بالیدگی اور قلب کو نورانیت و تازگی بخشی ہے۔ باری تعالیٰ آپ کی تمام دینی مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے یہ کتاب کی عمدگی اور آپ کے خلوص ومحبت کی کرامت ہے کہ مجھ جیسے اسلام کے ادنیٰ طالب علم کو ان سطور کے ذریعہ جذباتِ قلب کے اظہار پر مجبور کر دیا ہے۔ اس ہدیہ پر صمیمِ قلب سے شکر گزار ہوں۔

والسلام

(مولانا قاری) قیام الدین الحسینی

۱۴۲۴/۴/۴ھ 5/6/2003ء

حضرت مولانا قاری دین محمد رحمۃ اللہ علیہ

(سابق مهتمم فتح العلوم چنیوٹ)

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ کی کتاب عشق رسول ﷺ اور علماءِ دیوبند کثر مقامات سے پڑھی، ماشاء اللہ بہت دلچسپ اور عمدہ ہے آپ نے بہت محنت کی اللہ پاک اس کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ بہت سے بزرگوں کے حالات جو مختلف کتابوں میں تھے آپ نے محنت کر کے یکجا کر دیے ہیں آپ نے اس کتاب کو گلدستے کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔ نیز مخالفین، جن کا یہ پروپیگنڈہ تھا کہ علماءِ دیوبند گستاخ رسول ﷺ ہیں اس کتاب کے پڑھنے سے انشاء اللہ قارئین کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے ولی تھے پاکباز تھے، اور عشق الفت کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے،

سابقہ زمانے میں اتنی جامع کتاب علماءِ دیوبند کے عشق رسول ﷺ پر نظر سے نہیں گزری، اگر آئندہ کتاب کی اشاعت کی جائے تو اور بھی ہستیاں جن کے حالات ان سے زیادہ دلچسپ ہیں مثلاً حضرت قاری فتح محمد مدنی، حضرت مولانا عاشق الٰہی، حضرت علامہ محمد شریف کشمیری، مولانا محمد صدیق، (موجودہ شیخ الحدیث خیر المدارس) مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا ابرار الحق خلیفہ حضرت تھانوی (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین) اور دیگر بھی بہت سے حضرات ایسے ہیں ان کے بارے میں بھی اس موضوع سے متعلقہ مواد تلاش کر کے شاملِ کتاب کریں اس سے کتاب کی افادیت بڑھ جائے گی۔

اور اس کتاب کے بعد اس طرف بھی توجہ دیں،

☆ ۔مثلاً خدمات دین اور علماءِ دیوبند ☆ ۔علماءِ دیوبند کی درسِ نظامی کی خدمات ☆ ۔قرآنی خدماتِ علماءِ دیوبند ☆ ۔تبلیغی خدماتِ علماءِ دیوبند ☆ ۔تفسیری خدماتِ علماءِ دیوبند ☆ ۔فقہی خدماتِ علماءِ دیوبند ☆ ۔علمِ تصوف اور علماءِ دیوبند ☆ ۔ختمِ نبوت کے محاذ پر خدماتِ علماءِ دیوبند ☆ ۔اہلِ بدعت کے محاذ پر خدماتِ علماءِ دیوبند ☆ ۔عیسائیت اور دیگر فرقِ باطلہ کے محاذ پر خدماتِ علماءِ دیوبند۔

آپ بہت زیرک انسان ہیں بندہ آپ کے لئے دل سے دعا گو ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے مذکورہ جہتوں پر بھی کام کرا دے۔ آمین   والسلام

احقر دین محمد

(ناظمِ اعلیٰ مدرسہ فتح العلوم ریلوے روڈ چنیوٹ ضلع جھنگ)

۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ / 16 جون 2003ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب حضرت مولانا **محمود اشرف عثمانی** صاحب مدظلہ العالی

جامعہ دارالعلوم کراچی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا وشفيعنا محمد وآله وصحبه اجمعين اما بعد !

عشقِ رسول ﷺ اور علماءِ دیوبندؒ کے نام سے جناب مولانا محمد اظہار الحسن محمود صاحب کی کتاب احقر کو ایک نظر دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اپنی مصروفیات اور مدرسہ کے مشاغل کی وجہ سے اتنا موقعہ نہیں ملا کہ کتاب کے مندرجات کو اصل مراجع سے مقابلہ کرکے دیکھا جائے یا تمام صفحات شروع سے آخر تک پڑھے جائیں اور بہ ظاہر کوئی واقعہ کسی شرعی مسئلہ کے خلاف محسوس ہو تو اس کی تحقیق کی جائے گی اور اگر واقعۃً وہ کسی تحقیق شدہ مسئلہ کے خلاف ہو تو مسئلہ پر عمل کیا جائے گا اور وہ واقعہ میں مناسب تاویل کی جائے گی تاکہ حدودِ شرعیہ پامال نہ ہوں۔ اس کے ساتھ درجِ ذیل دو امور کی طرف توجہ دلانا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ اہلِ حق جن میں علماءِ دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں (بلکہ اس قریبی دور میں سرفہرست ہیں) انہوں نے حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عقیدہ اور علم وعمل اور اپنی زندگی میں جس طرح سمویا ہے اس کی بنیاد ان کی فکرِ آخرت ہے۔ حبِ رسول ﷺ پر دنیا وآخرت کی صلاح وفلاح موقوف ہے اس لئے انہوں نے علماً وعملاً، فقہاً وعقیدۃً، مسلکاً ومشرباً اسے اختیار کیا اور اپنی زندگی اس کے سانچہ میں ڈھالی، ان کا ہر عمل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے لئے ہوا ہے اور فکرِ آخرت اس کی بنیاد ہے وہ اس سے بے نیاز ہیں کہ اس معاملہ میں کوئی ان کی تحسین کرے یا انہیں ملامت کرے۔ ان کی تعریف کی جائے یا موافق ومخالف طبقوں سے اس کی داد وصول کی جائے۔ اس کا ان کے یہاں کوئی تصور نہیں رہا اور نہ اس کا کوئی تصور ہے۔ لہٰذا ان کے واقعات پڑھتے وقت بھی اپنی اصلاح اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا پیش نظر رکھنا ہی لازم ہے ۔

۲۔بعض اکابر سے یہ بات سنی کہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مطلوبِ شرعی ہے مگر عشق مطلوب نہیں گو بعض صورتوں میں محمود ہے۔اور وجہِ فرق دونوں میں یہ ہے کہ محبت میں شرعی حدود کی پوری پابندی ہوتی ہے اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيْعٌ محبت کرنے والا محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

جبکہ عشق میں استغراق ہوتا ہے اور بعض مرتبہ اس استغراق میں حدودِ شرعیہ ملحوظ نہیں رہتیں لہٰذا اگر عشق میں استغراق ہو اور حدودِ شرعیہ کی رعایت ملحوظ نہ رہے تو ایسا عشق محمود بھی نہ ہوگا۔ایسی صورت میں یہ تو ہوسکتا ہے کہ عاشق کو معذور قرار دے کر اس پر ملامت نہ کی جائے مگر اس یہ عمل قابلِ اتباع پھر بھی نہ ہوگا۔عشقِ رسول ﷺ میں بھی اس امر کو ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع بنائے اور مصنف اور قارئین اور ہم سب مسلمانوں کو دنیا و آخرت کی صلاح و فلاح سے نوازے۔آمین

فقط احقر

محمود اشرف عثمانی غفر اللہ لہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

۱۴/۳/۱۴۲۴ھ

حضرت مولانا **ابن الحسن عباسی** مدظلہٗ العالی

حامداً ومصلیاً

مولانا محمد اظہار الحسن محمود صاحب مدظلہٗ (فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور) کا مرتب کردہ زیر نظر مجموعہ جب اس ناکارہ نے سرسری نظر ڈالنے کے لئے اٹھایا تو پڑھتا چلا گیا۔ عشق رسول ﷺ ایک مشکبار موضوع اور ایک سدا بہار حوالہ ہے مولانا نے اکابر علمائے دیوبند کے عشق واتباع رسول کے ایمان پرور واقعات واقوال اوران کا مشکبو نعتیہ کلام جمع کیا ہے۔ برصغیر کے ایک فرقے نے علمائے دیوبند کے خلاف اس موضوع کے حوالے سے ہرزہ سرائی کرتے ہوئے یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ''عشق واتباع رسول ﷺ'' کے سعادت سے انہیں زیادہ حصہ نہیں ملا، اس کتاب سے اس پروپیگنڈہ کا ایک حد تک جواب ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث کی جو خدمات گزشتہ ڈیڑھ دوصدیوں میں علمائے دیوبند نے انجام دی ہیں ان کی فہرست پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نہ صرف برصغیر بلکہ پوری دنیا کے کسی بھی خطے میں ان کی خدمات کی نظیر نہیں، علم حدیث میں ان کی تحریر کردہ کتابیں، شروح، حواشی، اور مقالات ومضامین سے عرب وعجم کی فضائیں گونج رہی ہیں۔

مولانا نے اس کتاب میں تحریری علمی خدمات سے ہٹ کر ان علماء کی ذاتی زندگی میں عشق واتباع رسول ﷺ کی روشنی کی طرف پڑھنے والوں کی توجہ مبذول کرائی ہے کہ ان اہل اللہ کے دلوں میں عشق نبوی کا چراغ کس قدر روشن تھا؟ اوران کی زندگیوں میں اتباع رسول اور بابرکت سنتوں کی کیسی خوشبو تھی؟ اس روشنی کو دیکھنے اوراس خوشبو کو محسوس کرنے کے لئے کتاب کا مطالعہ شروع کیجئے اور دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب فرمائے کہ آج مسلمان انحطاط وزوال کی جس اتھاہ کھائی میں جاگرے ہیں اس کی ایک بڑا سبب اس تہذیب، اس ثقافت، اس تمدن اوراس کلچر کو چھوڑ دینا ہے جو سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت سے اخذ کیا گیا تھا اور صدیوں دنیا کے آفاق میں جگمگاتا رہا.........

جس کو حقیر سمجھ کر تم نے بجھا دیا
وہی چراغ جلے گا تو روشنی ہوگا

ابن الحسن عباسی
۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

حمد باری تعالیٰ

﴿شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہٗ﴾

تو ہر شے میں پنہاں ہے ہر سو عیاں ہے
ترے ذکر سے خلق ،رطب اللساں ہے

فلک میں ، ستاروں میں ، شمس وقمر میں
زمیں میں ، پہاڑوں میں ، ہر بحر و بر میں
ملائک میں ، حوروں میں، جن و بشر میں
گلوں میں ، بہاروں میں ، برگ و شجر میں

تو ہر شے میں پنہاں ہے ہر سو عیاں ہے
ترے ذکر سے خلق ،رطب اللساں ہے

تجھے دیکھتا ہوں بہارِ چمن میں
ترا ذکر ہے آج ہر انجمن میں
ترے حسن کا عکس ہر بانکپن میں
ترا جلوہ رعنائی گل بدن میں

تو ہر شے میں پنہاں ہے ہر سو عیاں ہے
ترے ذکر سے خلق ،رطب اللساں ہے

طلوع شفق میں نمود سحر میں
غروبِ کواکب میں شمس وقمر میں
شبِ تار ساحل کے مد و جزر میں
وہ شام وسحر کے مسلسل سفر میں

تو ہر شے میں پنہاں ہے ہر سو عیاں ہے
ترے ذکر سے خلق ،رطب اللساں ہے

گلستاں میں ان بلبلوں کی چہک میں
وہ بادِ صبا میں گلوں کی مہک میں

سحر گاہ وہ قمریوں کی لہک میں
سرِ شام خنکی میں بھینی مہک میں

تو ہر شے میں پنہاں ہے ہر سو عیاں ہے
ترے ذکر سے خلق، رطب اللساں ہے

پہاڑوں پہ سورج کی انگڑائیوں میں
ادھر عندلیبوں کی شہنائیوں میں
سحر گاہ کلیوں کی رعنائیوں میں
وہ صحنِ چمن کی گل آرائیوں میں

تو ہر شے میں پنہاں ہے ہر سو عیاں ہے
ترے ذکر سے خلق ،رطب اللساں ہے

تصور سے بالا ہے بس شان تیری
وراء عظمت از حدِ امکان تیری
حقیقت سے قاصر ہے انسان تیری
رگِ جاں سے اقرب ہے پہچان تیری

تو ہر شے میں پنہاں ہے ہر سو عیاں ہے
ترے ذکر سے خلق ،رطب اللساں ہے

افق کو سجایا ستاروں سے تونے
زمیں رنگ دی کوہساروں سے تونے
سجائے پہاڑ آبشاروں سے تونے
حیاتِ چمن دی بہاروں سے تو نے

تو ہر شے میں پنہاں ہے ہر سو عیاں ہے
ترے ذکر سے خلق ،رطب اللساں ہے

زباں پر پرندوں کی ہے نام تیرا
کہیں نام لیتے ہیں اَنعام تیرا
کریں ذکر مور و ملخ عام تیر ا

ہیں مخمور سب پی کے بس جام تیرا

تو ہر شے میں پنہاں ہے ہر سو عیاں ہے
ترے ذکر سے خلق ،رطب اللساں ہے

تصور کی پرواز سے تو وراء ہے
تخیل کے انداز سے تو وراء ہے
پکاروں تو آواز سے تو وراء ہے
نہیں حدِ اعجاز سے تو وراء ہے

تو ہر شے میں پنہاں ہے ہر سو عیاں ہے
ترے ذکر سے خلق ،رطب اللساں ہے

تو عرش میں کرسی اور لوح و قلم میں
تو کون ومکاں کے وجود و عدم میں
کریں مدح تیری بیاں زیر وبم میں
نہیں تاب عارفؔ زبان ورقم میں

تو ہر شے میں پنہاں ہے ہر سو عیاں ہے
ترے ذکر سے خلق رطب اللساں ہے

مقدمہ

اسلامی تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ بندۂ مومن کے دل میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق و محبت اس درجہ تک ہو کہ اپنے والدین، اولاد اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہستی خدا کے بعد، صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو سمجھتا ہو۔ اسلام کی بنیاد ہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین اور حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی اور آپ کے ساتھ گہری عقیدت اور بے پناہ محبت پر رکھی گئی ہے۔

اسلام میں جو شخص محبتِ رسول ﷺ میں جتنا غرق ہوگا وہ اسی قدر برگزیدہ اور ولی کہلائے گا پھر عشقِ رسول ﷺ کا مفہوم صرف زبانی دعوے یا نعرے ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر عمل اور حیاتِ مستعار کے ہر زاویے میں عاشق، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس اسوۂ حسنہ سے رہنمائی حاصل کرتا ہو اور یہی اصول، قرآن مقدس نے بتایا ہے اسی وجہ سے قرآن مقدس جہاں کہیں محبتِ رسول کا ذکر کرتا ہے تو اس کے ساتھ اتباع و اطاعت کا تذکرہ لازم ملتا ہے اور احادیثِ مطہرہ میں بھی یہی اسلوب دہرایا گیا ہے۔

گویا کہ الٰہی اور نبوی نگاہ میں عشق و اتباع اور الفت و اطاعت لازم و ملزوم چیزیں ہیں اور یہی چیز تو ایمان کی بشاشت کا باعث ہے حقیقت کے آئینے میں دیکھا جائے تو یہ عکس بہت واضح نظر آئیگا کہ دِلی محبت کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر بھی ہر ہر عمل میں اپنی خواہشات کو چھوڑ کر نبوی تعلیمات کو اپنانا ہی حقیقی عشق کا آئینہ دار ہے۔

میرے نبی کے نام میں ایسی مٹھاس ہے　　دل ان کے ذکرِ خیر سے بھرتا نہیں
پہلو میں جن کے قلبِ حقیقت شناس ہے　　سرکار کے مقام سے ہیں آشنا وہی
عشقِ رسولِ ہاشمی دیں کی اساس ہے　　عابدؔ مرا عقیدہ و مسلک ہے بس یہی

سرمایہ اہل سنت ، عاشقِ سید الانام ، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا سرفراز خان صفدر اختصاراً لکھتے ہیں:...... ''مومن کے صاف اور شفاف دل میں سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر خالقِ کائنات منعمِ حقیقی اور ربِ ذوالجلال کی محبت ہوتی ہے اس کے دل کے اس خانہ میں کسی اور کی محبت کے لئے مطلقاً کوئی جگہ اور گنجائش ہی نہیں ہوتی ؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ ، اور وہ لوگ جو ایمان لائے ان کی سب سے بڑھ کر محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتی ہے اس کے بعد مومن کے دل میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت گہرے سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتی ہے اور اس محبت کے مقابلہ میں مخلوق میں سے کسی بھی فرد کی محبت اور عقیدت کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور نہ مومن اس کو قابلِ التفات ہی سمجھتا ہے یہ محبت محض عشق وعقیدت کے درجہ کی نہیں بلکہ تصدیق اذعان اور پختہ عقیدہ کی آخری حد ہے اور یہ مدارِ ایمان اور باعثِ نجات ہے۔ اس محبت کا ظاہری طور پر اظہار آپ کی صحیح فرمانبرداری اور اطاعت سے ہوتا ہے اور جس درجہ کی محبت دل میں موجزن ہوتی ہے اسی انداز کی اطاعت کا مُحِب سے صدور ہوتا ہے۔ (عباراتِ اکابر، صفحہ: ۹)

عشقِ رسالت کے تقاضے :۔

ختمی مرتبت ، امام الانبیاء ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے رسول ہونے کے ناطے سے امت پر آپ کے کچھ حقوق واجبہ ہیں ، اور ساتھ ہی ساتھ حُبِ رسول کے کچھ لازمی تقاضے بھی ہیں۔ ان میں بالخصوص یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت ومحبت کی جائے ، آپ کی تعظیم وتوقیر کی جائے ، آپ کی اتباع واطاعت کی جائے ، آپ کی سنتوں سے

محبت کی جائے۔سطورِ ذیل میں ان حقوقِ رسالت کا ذرا تفصیلی تذکرہ، صحابہ کی زندگیوں پر ایک نظر......اور اکابرِ دیوبند کی ذاتِ نبوت سے وابستگیوں کا طائرانہ منظر پیش کیا ہے تاکہ پتہ چلے کہ ان میں ذاتِ رسالت کا ادب کس قدر تھا، تعظیم کا انداز کیا تھا، توقیر کے جذبات کیسے تھے؟ اتباع میں اور جان نثاری میں تاریخ نے ان سے کیا دیکھا اور پایا، الفت وشیفتگی میں ان کی مثالیں کیا کیا ملتی ہیں؟ محبت کی فراوانی اور عشق کی جولانی کا حال کیا تھا؟'' اگرچہ ان اکابر سے پوری واقفیت رکھنے والے حضرات سے معیارِ عشق واتباعِ نبی کے نمونے ہرگز پوشیدہ نہیں رہے مگر عام مسلمان ان ایمان افروز واقعات سے آگاہ نہ رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طبقہ عُلمائے دیوبند کا ایک آفتاب عالم تاب بن کر افقِ عالم سے طلوع ہونا اور اطراف واکنافِ عالم کو اپنے علم وعرفان کی شعاعوں سے منور کر دینا گویا ظلمت کدۂ ہند میں جو سطوتِ اسلامی کے آخری چراغ گل ہو جانے کے بعد سخت تاریکیوں میں گھرا ہوا تھا، بحکمِ تبعیت ووراثت ان انوارِ نبوت کے پھیلانے کا منظر پیش کر رہا ہے جو شمعِ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے دنیائے شرک وکفر کی ظلمت کو مٹانے کے لئے عکس ریز ہوئے تھے اور ان کی یہ کامیابی اور اس کے باعث فروغِ دینی اس بات کے شاہدِ عدل ہیں کہ ان حضرات کے سینے جیسا کہ علومِ نبوت سے معمور تھے اس طرح اسرار وحِکمِ نبوت سے بھی بھرپور تھے اور یہی وہ مرتبہ ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارثین کاملین کو عطا ہوتا ہے۔ اللھم اجعلنا من مقتفی آثارھم ''(حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت فیوضہم، درپیش لفظ، بارگاہِ رسالت اور بزرگانِ دیوبند)

☆......اس ذاتِ باری کا از حد شکر ہے کہ اس نے علماءِ دیوبند کے ساتھ ہمیں نسبت عطا کی ہے جو بفضلہٖ تعالیٰ الفت ومحبت اور اتباع واطاعت میں کامل ہیں، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھتے ہیں، آپ کی ذات سے، صفات سے، برکات وتبرکات

سے، آپ کے احباب واصحاب اور اہلِ بیت سے محبت وافر اور الفت باطن وظاہر نصیب ہے۔ ان کی نگاہ میں، جو قول وعمل، فکر ونظر، شخص وفرد، ذاتِ نبوت سے وابستہ ہے وہ عظیم تر ہے اور جس کا حضور ﷺ سے تعلق نہیں اس کی حیثیت مثل پرِ کاہ بھی نہیں۔

ولی ہو یا صحابی، نبیٔ مرسل ہو یا ملکِ مقدس ہو، جو مقام ومرتبہ آپ کا ہے وہ کسی کا نہیں، اور جو مقام آپ کو ہے وہ خیال وفکر سے بلند تر ہے ہر نگاہ ونظر سے وراء الوراء ہے۔ یوں آپ کی ذات، خالق کی چہیتی اور بے مثل و بے مثال ذات ہے۔ آپ قدرت کا لا جواب شاہکار ہیں، آپ کی نبوت ورسالت بے مثال، آپ کی برکات بے مثال، انوارات بے مثال، اصحاب وازواج اور اولاد بے مثال ہیں، آپ کا زمانہ بے مثال، اخلاق واعمال بے مثال، حسن و جمال بے مثال، عادات وخصال بے مثال، کردار ومقال بے مثل و بے مثال ہے

اللھم صل علیٰ محمد وآلہ بقدرِ حُسنہٖ وجمالہٖ۔

☆...... آپ ﷺ کی تعظیم نہ ہو تو ایمان کامل نہیں، توقیر نہ ہو تو اسلام مکمل نہیں، آپ کی عظمت دل میں نہ ہو تو حقِ اطاعت ادا نہیں ہوتا، جس کو آپ کی ذاتِ بابرکات سے بغض ہو وہ کمالِ ایمان تو کیا کمالِ انسانیت بھی پا نہیں سکتا، جو آپ کے قدموں پہ نثار نہ ہو وہ غلام ہی کیسا ہو سکتا ہے؟ جو محبت نہ رکھے وہ صاحب ایمان ہی کیسا ہو سکتا ہے؟ جو آپ کا حق نہ پہچانے وہ انسان ہی کیسے ہو سکتا ہے؟ جو قول وعمل، کردار وگفتار میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب نگاہ نہ دوڑائے وہ کاہے کا مسلمان اور کیسا صاحبِ ایمان ہے؟...... بلاشبہ آپ خالق کے بعد مخلوق میں سب سے عظیم ہی عظیم ہیں۔

☆...... آپ کی اتباع واطاعت کے بغیر ایمان والے کی اور پہچان ہی بھلا کیا ہو سکتی ہے، اعمال واخلاق میں نبوت کا انداز، سیرت کی جھلک، سنت کی چمک، حدیث کی لذت، نسبت کی برکت، اور غلامی کی عظمت حاصل نہ ہو تو مدارِ ایمان ہی مفقود اور زندگی پیکرِ حسرت اور محض

بے سود ہے۔

اسی تناظر میں دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے جہاں سنت سے محبت، ایمان کا حصہ ہے وہاں بدعت سے نفرت بھی غلامانِ نبی ﷺ کی پہچان ہے۔ بس محبوب کی ادا کے سوا کوئی ادا پسند نہ ہو، آپ ﷺ کے ارشادِ مبارکہ، آپ کے آئین وفرامین، سنت مطہرہ، اسوۂ مبارکہ، حیاتِ طیبہ اور سیرتِ عظمٰی کے مقابل ومتصادم جو بھی قول وعمل ہو اس سے طبعی نفرت، حصۂ ایمان ہے اور جزوِ اسلام بھی۔

جان لیجئے کہ آپ ﷺ کی غلامی میں عظمت یقینی جاننا، آپ کی نوکری میں عزت، چاکری میں رفعت، آپ کی خاکروبی میں وجاہت، آپ کی خدمت میں جہاں بھر کی مخدومیت جاننا، سمجھنا اور یقین بنا لینا، بلاشبہ ایمان کا جزِ لاینفک ہے۔

☆ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو وہ اور کسی کو کب نگاہ میں لائے گا؟
جس کو آپ کی سنت سے محبت ہو وہ کسی اور کے طریقہ کی جانب کب نظر دوڑائے گا؟
جس کو آپ کے ارشادات سچے لگتے ہوں وہ کسی اور کی بات کب خاطر میں لائے گا؟
جس کو آپ کی غلامی کا تاج مل جائے وہ تاج وتختِ شاہی کی طلب کہاں رکھے گا؟

قدرت کی شان عجب ہے! ان دُرویشوں کو، دیو بند کے اکابرو علماء کو اک شانِ حسینی (رضی اللہ عنہ) کی عجیب جھلک عطا ہوئی ہے کہ ہر باطل سے ٹکرا جانا، تہی دامن ہوں تو بھی حق کے لئے خون میں نہا جانا، جلالِ شاہی کو خاطر میں نہ لانا، سنت کو پیٹھ نہ دکھانا، الفت کے ساتھ اطاعت کا مظہر بن جانا، محبت کے ہمراہ اتباع کا اثر بن جانا، اللہ نے ان کی فطرت میں رکھ چھوڑا ہے۔

ایک زمانے میں کوتاہ فکری سے کام لے کر انہیں آزمایا گیا، عبارات کی قطع برید کے ساتھ حرمین کی تائید کو ذریعہ بنا کر انہیں مٹانا چاہا، تو قدرت نے دستگیری فرمائی، اور کیا خوب

شانِ حبیب (ﷺ) جلوہ گر ہوئی، کہ حرمین کا چپہ چپہ، وقت کا ہر عالم، مفتی، فقیہ و محدث ان کے حق میں بول پڑا اور وہ پاک زمینِ حجاز خود فریق ثانی پر ممنوع ٹھہر گئی، یہ دینے والے کی دین ہے اور کیا ہے؟ یہ بالیقین اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا اثر ہے۔ فللہ المنة والشکر

☆..... نمود و نمائش کے اس دور میں آج ہر دوسرا آدمی محبت، محبت کی ایک خام صدا لگا رہا ہے شہرت کا یہ ڈھول پیٹا جا رہا ہے کہ عاشق تو صرف ہم ہی ہیں، اس خام صدا کے برعکس، دعویٰ ہائے جذب و جنوں کے شور میں، مجھ سے ان لوگوں کا سراپا فراموش نہیں ہو رہا جو حق کے سپاہی بھی تھے الفت کے راہی بھی، باطل کے مٹانے والے بھی تھے اور عملاً اتباع و اطاعت کے دیپ جلانے والے بھی تھے۔

❁..... وہ عالی مقام عالم، وہ حق کا بے تیغ سپاہی، مجھ یاد آ رہا ہے جب دشمن تعاقب میں تھا موت تلاش میں تھی، لوگوں کے کہنے پر مردِ جری نے تین دن کی روپوشی کے بعد برسرِ عام چلنا پھرنا شروع کر دیا، لوگ تڑپ کے مشورہ دینے لگے: خدارا! آپ روپوش رہیں، وقت کو آپ کی ضرورت ہے، تو وہ بولا: لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور میں صرف تین دن روپوش رہے تھے، اب جان جاتی ہے تو چلی جائے میں اس سنت سے آگے نہیں بڑھ سکتا، وہ دار العلوم کا بانی جو مدینہ کے کوہ و جبل نظر آتے ہی اپنی سواری سے اتر کر از روئے ادب پیدل چلنا شروع کر دیتا ہے، وہ جس نے سرزمین مدینہ پر پاؤں میں جوتا اس لئے نہیں پہنا، مبادا کہ میرا جوتا اس جگہ پر لگ جائے جہاں سید الرسل، محبوبِ کل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کا مبارک تلوا لگا ہو اور بے ادبی نہ ہو جائے۔

❁..... مجھے یاد آتا ہے وہ فقیہِ دوراں، وہ دانائے زمانہ، وہ امامِ وقت، وہ مردِ گنگوہ، کہ لوگوں

نے کہا: بینائی تو چلی گئی ہے اور آنکھوں میں سرمہ کیوں لگا رہے ہیں؟ فرمایا: بصارت رہے نہ رہے سنت کو کسی حال میں چھوڑا نہیں جا سکتا۔

❁ ...... مجھے وہ ہند کا شیخ یاد آتا ہے جو اسیری میں بیٹھ کر، جیل کے درودیوار کو قرآن کے ترجمہ وتفسیر کی روشنی سے جگمگاتا رہا، اور سنتِ یوسفی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے مطابق خدمتِ دین میں مصروف رہا اور قرآن کا بے مثال ترجمہ لکھتا رہا۔

❁ ...... مجھے وہ گل مثلِ گلشن، فرد، نظیرِ انجمن، وہ اندرابی کشمیری نہیں بھولتا، جس کے ادب کا یہ عالم ہے کہ کوئی عام دینیات بھی کبھی بے وضو نہیں چھوئی، جس کو غم اندوہ کی مع ... ہفتے خون کے اسہال شروع ہو جاتے تھے جس ہفتے میں خواب م...
سیراب نہ ہوتی تھیں، کہ جانے کیا خطا ہو گئی، زیارت کیوں نہیں ہو رہی؟

❁ ...... مجھے وہ مجددِ ملت، شیخِ وقت یاد آتا ہے جو فرما رہا ہے کہ میں نے تین دن تک اپنے تمام معمولات ومشاغل کو بغور دیکھا، سوچا، بہت سوچا مگر مجھے اپنا کوئی عمل خلاف سنت نظر نہ آیا، مجھے وہ خود چارپائی کی پائنتی کی جانب بیٹھا نظر آیا اور کھانے کو سرہانے کی جانب رکھ کر احترام نعمت کا سبق دے رہا تھا، چودہ سو، رسائل وکتب لکھنے کی جسے رب تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی اور پسِ وفات وہ یوں نظر آیا کہ اس کی انگشتِ شہادت سے آسمان تک نور کی ایک کرن روشن تھی۔

❁ ...... مجھے وہ میرٹھی محدث مدینہ میں لوگوں سے دعا کرواتا نظر آیا: لوگو! میرے لئے دعا کرو، اللہ تعالیٰ مجھے مدینے لایا ہے اب واپس نہ لے جائے، مجھے زندگی کی اتنی تمنا نہیں جتنی مدینہ کی مٹی میں دفن ہونے کی تمنا اور آرزو ہے، محبوب کے کوچے کو چھوڑنا مجھے گوارا نہیں۔

❁ ...... مجھے اس عظیم مدبر اور بے مثال محدث کی یاد تڑپا رہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر اٹھارہ سال حدیث پڑھانے کے لئے قبول فرمایا، دیکھو وہ

حدیث پڑھاتے ہوئے کس فنائیت سے یہ جملہ کہہ رہا ہے: قال صاحبُ ھٰذا القبر، وہ اپنی ڈاڑھی سے روضۂ اطہر کی صفائی کرتے ہوئے کہہ رہا ہے: جس کی سنت ہے اسی پر قربان کر رہا ہوں، وہ جو آنگن میں کیکر کا درخت بڑے شوق سے لگوا رہا تھا اور پوچھنے والوں کو بتا رہا تھا کہ یہ کیکر اس نسبت کے پیش نظر لگوایا جا رہا ہے کہ بیعتِ رضوان جس درخت کے نیچے بیٹھ کر محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لی تھی وہ درخت بھی کیکر کا تھا، اسے دیکھ کر روزانہ مجھے وہ منظر یاد آجایا کرے گا۔

❁ مجھے وہ ناتواں ونحیف الیاسی وجود، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں امت پر غم اور گریہ میں ہلکورے کھاتا اور بلکتا ہوا نظر آتا ہے، وہ جس کی سسکیوں اور آہوں میں ایک بات بخوبی سمجھ آرہی ہے کہ: لوگو! اللہ کے بندے ہو تو اس کا حکم مانو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو تو ان کی غلامی اپنا لو، آج اس بندۂ خدا کی اخلاص کی برکت سے لاکھوں نہیں کروڑوں لوگ شمعِ نبوت کی روشنی سے دلوں کو منور کر رہے ہیں۔

❁ لاہور کا وہ شیخ التفسیر مجھے نہیں بھولتا، جو وارث شاہ کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے: دیکھو وارث! اللہ تعالیٰ کی بے نیازی دیکھو تجھ سید سے ہیر وارث (داستان ہیر رانجھا) لکھوالیتا ہے اور ایک ہندو کو ایمان کی دولت سے نواز کر اس کے بیٹے سے اپنے قرآن کی تفسیر لکھوالیتا ہے۔

❁ آج مجھے وہ فقیہ ومفتی یاد آتا ہے جس سے کسی نے پوچھا: حضرت! کوئی ایسا عمل ارشاد فرمایئے کہ خواب میں زیارتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہو جائے، تو جواباً فرمایا: میاں بڑا حوصلہ ہے تمہارا، تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی تاب رکھتے ہو، مجھ میں تو یہ حوصلہ نہیں اور اپنی گناہگار آنکھوں سے یہ تمنا کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

❁ مجھے وہ بخاری عاشق نظر آتا ہے جسے دیکھ کر انگریز سپرنٹنڈنٹ مبہوت ہو جاتا ہے کہ جیل میں یہ عاشقِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) تلاوتِ قرآن کر رہا ہے اور اس کی حصے کی چکی آپ

ہی آپ کرامت سے چل رہی ہے، وہ جو عاشقانہ انداز میں قرآن پڑھتا تو ساری ساری رات پڑھ کر سناتا اور لوگوں کے دلوں کو تڑپاتا ہی رہا ۔ مسلمان تو مسلمان ہندو بھی ہمہ تن گوش ہو کر جس سے کلامِ الٰہی سنتے رہیں، سر دُھنتے رہیں اور عشق کے موتی چنتے رہیں

-------عشقِ رسول ﷺ اور اصحابِ رسول--------

ایسے لوگوں کے تذکرے سے وہ اصحابِ رسول یاد آتے ہیں جن کی شب و روز کی زندگی عشق و محبت کے لافانی نقوش سے بھری ہوئی ہے ۔ کون ہے افرادِ امت میں سے جوان سا سعادت مند ہوسکتا ہے رشکِ ملائک تھیں وہ زندگیاں اور یقیناً نجوم وکواکب بھی اس دور پر، اور اس دور کے اہل ایمان پر رشک سے جھوم جھوم جاتے ہوں گے ۔

جب وہ امام الانبیاء یاد آتے ہیں تو وہ قدسی صفات صحابہ بھی یاد آتے ہیں جن کی طاعتیں بے شمار، جن کی محبتیں بے لوث اور بے حساب، جن کی جاںنثاریاں بے مثل اور جن کی قربانیاں لازوال تھیں، ہاں وہی تو جنہیں عفا اللّٰہ عنھم (عفا عنکم) کہہ کر رب نے بے مثال بنادیا، وہی جن کو فتاب علیھم کا سائباں خود رب نے میسر فرمایا ہے اور پھر کامرانیوں کے ابدی نقوش اور کامیابیوں کے اعزاز میں پروانہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ عطا فرمایا اور پھر اسی فرمانِ رضا کے ساتھ ان کو بعد میں آنے والوں کے لئے ہمیشہ کے لئے ممتاز اور قابل فخر بنادیا۔ ان کا عشق ووفا کا پیمانہ ہی بہت بلند ہے اس لئے کہ ان کا معیار بھی بہت سر بلند تھا ذخیرۂ احادیث میں ان کے صدق وصفا اور تسلیم ورضا کے واقعات ہی ان کے عشقِ کامل کا پتہ دیتے ہیں

☆ مسلم شریف کی چند احادیث کے مطالیب پر نظر دوڑایئے حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر بیٹھے چند معززین کو دعوت میں شراب پیش کررہے ہیں اسی اثناء میں ایک ندا سنی گئی تو صاحبِ خانہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے انس! ذرا

معلوم تو کیجئے کہ باہر گلی میں کیا صدا بلند کی جا رہی ہے وہ گئے اور آ کر یہ خبر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کہ اعلانِ عام کیا جا رہا ہے: اَلَا اِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ :خبردار ! شراب حرام قرار دیدی گئی ہے۔ صاحبِ خانہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت یہ حکم دیا کہ اُخْرُجْ فَاهْرِقْهَا فهرقتها: جاؤ یہ مٹکے لے جاؤ اور انہیں توڑ دو، تو میں نے باہر گلی میں لے جا کر وہ توڑ ڈالے۔

غور فرمایئے کہ اک لمحہ بھر میں شراب جیسی چیز کو دھتکار دیا اک لمحہ بھر میں مدتوں کی چاہت کا ساماں نظروں سے گرا دیا۔ کیا وفورِ عشق کا اس سے بڑھ کر نمونہ کوئی دکھلا سکے گا کون کسی کی چاہت میں اتنا بے مثال ہوا ہے، نہیں کوئی نہیں ،۔ اسی حدیث کی ایک اور روایت کے الفاظ بھی بڑے دل چسپ ہیں يَا اَنَسُ ! اَرِقْ هٰذِهِ الْقِلَالَ :اے انس[رضی اللہ عنہ] یہ شراب کے مٹکے بہا دو، گویا کہہ رہے ہوں کہ جو چیز محبوب کی نظر میں ناپسند ہے اسے کوڑے کے ڈھیر پہ پھینک آؤ۔

اہلِ دل! اربابِ نظر! ذرا اور آگے بڑھیے، اگلی بات سنئے پڑھیے، فَمَا رَاجَعُوْهَا وَلَا سَأَلُوْا عَنْهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجلِ :ان اہلِ عشق و وفا نے پھر پلٹ کے یہ بات پوچھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی ، کہ آقا واقعی آپ نے یوں ارشاد فرمایا تھا ایسا کوئی منادی آپ نے بھیجا تھا، یا کوئی گنجائش کی صورت اس میں ہے کہ نہیں؟ ، برسوں کے عادی جو تھے، حضور! کچھ دنوں کے لئے ،تو کوئی راہ نکالئے ،نہیں جناب! بلکہ اگر کسی نے یہ مشورہ دیا کہ وہ دوائی کے طور تو استعمال کی جا سکتی ہے تو جھٹک دیا اور کہا لیس بدواء ولکنّه داء :نہیں قطعاً نہیں ، یہ نجس تو سراسر بیماری ہے۔

کہنے کی بات تو یہ ہے کہ جنہوں نے شرابِ طہور کا جام نوش کر لیا انہیں کیا ضرورت پڑی اس نجس کو منہ لگانے کی ، ارے جس کی مستی زندگی بھر نہ جائے وہ طاعتِ حبیب کا نشہ، جو

کبھی نہ اترے وہ لقاءِ حبیب کا خمار، جو پی کے بہکنے کا اندیشہ نہیں وہ جامِ الفت، سنت کی حسین صراحی میں وہ چھلکتی مچلتی، مستی، بے کیفی اور سرور و شادمانی، کیا کہنے اس کے، جسے یہ سعادت ہاتھ آ گئی اس نے کچھ نہیں کھویا اور جو اس سے محروم رہا اس نے تو پایا ہی کچھ نہیں، اولاً شرف صحابیت اور پھر محبت و اطاعت کے اس قرینے نے جو رنگ دکھایا اس نے صحابہ کو سارے امتیوں سے ممتاز کر دیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

تاریخ شاہد ہے کہ رسول کریم رؤف و رحیم **علیہ التحیۃ والتسلیم** کے ساتھ سب سے زیادہ عشق و محبت اور الفت و پیار میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی سب سے ممتاز نظر آتے ہیں ان کی زندگیاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق و محبت سے معمور تھیں ان کا ہر طرزِ عمل آپ کی مشابہت کا رنگ لئے ہوتا تھا۔ فرائض و واجبات سے لے کر نوافل اور سنن تک ہر جگہ انہوں نے آپ کی پیروی کی۔ اپنی انفرادی عبادت ہو، حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، معاشرتی معاملات ہوں یا اقتصادی حالات، زندگی کا کوئی گوشہ ہو اس میں اتباع حبیب کو ہی عشق کا حقیقی مظہر سمجھتے تھے اور یہ بھی یاد رہے کہ اتباع تبھی ممکن ہے کہ جب دل و دماغ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا دیپ روشن ہو، قلوب، عشقِ مصطفیٰ کی چنگاری سے سلگ رہے ہوں اور دلوں کے شفاف آئینے محمدی الفت سے جگمگ جگمگ کرتے ہوں۔

☆......خادم شہِ کونین، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکھڑے سے زیادہ حسین منظر کوئی نہیں دیکھا۔ کچھ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بھی تھے جن کو اپنی آنکھیں محض اس لئے عزیز تھیں کہ ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوتی ہے۔ بمصداقِ......

ع......نازم بچشم خود کہ جمالِ تو دیدہ است

☆......ایک صحابی کی آنکھیں جاتی رہیں لوگ عیادت کو آئے تو کہنے لگے یہ آنکھیں تو مجھے اس لئے عزیز تھیں کہ ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوتی تھی جب وہی نہ رہے تو اب ان آنکھوں کے جانے کا کیا غم ہے۔...... کچھ صحابہ ایسے بھی تھے جنہوں نے روز روز کا قصہ ہی پاک کر دیا وہ یوں کہ زندگی کا سب کاروبار چھوڑ کر آپ کی خدمت ہی کے لئے وقف ہو گئے تھے۔...... حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی آپ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا آپ کے گھر کا سب کام کاج، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی کرتے تھے دنیا کے سب دھندوں کو خیر باد کہہ چکے تھے اور خدمتِ نبوی، الفتِ حبیب اور اتباعِ سیدِ دوعالم کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہ تھا۔ زہے قسمت......

☆......حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ ﷺ سفر کے لئے تشریف لے جاتے ساتھ ہو لیتے آپ کو نعلین پہناتے، آپ کے نعلین مبارک اتارتے، سفر میں آپ کا بچھونا، مسواک، جوتا، اور وضو کا پانی ان ہی کے پاس ہوتا تھا اسی لئے آپ کو صحابہ کرام، سوادِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے تھے یعنی حضور کے میرِ ساماں۔......

☆......حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ سارا دن آپ ہی کی خدمت میں رہتے تھے جب آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر کاشانۂ نبوت میں تشریف لے جاتے تو آپ باہر دروازے پر بیٹھے رہتے کہ شاید آپ کو کوئی کام پڑے اور میرے بھاگ جاگ اٹھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کی سعادت نصیب ہو جائے۔

☆......ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثار...... ربیعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ربیعہ! تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ تو انہوں نے عرض کیا اے رسولِ امیں صلی اللہ علیہ وسلم شادی کی تو مجھ سے آپ کا آستانہ چھوٹ جائے گا مگر حضور نے بار بار اصرار سے کہا تو

وہ مجبور ہو گئے اور شادی کر لی...... گویا جو خوشی حضور کی وہ خوشی میری ۔

☆......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ آپ کے مستقل خدمت گزار تھے آپ سفر پر جاتے تو پیدل آپ کے ساتھ ساتھ چلتے اور آپ کی اونٹنی ہانکتے تھے

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ بچپن ہی میں کاشانۂ نبوت میں ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت وقدم بوسی کے لئے وقف کر گئی تھیں چنانچہ آپ دس سال سے زائد عرصہ تک مسلسل کونین کے آقا کی خدمت کا شرف لوٹتے رہے.

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی پروانۂ شمعِ نبوت بن کر، تادمِ وصالِ محبوب اس جاں نواز اور ایمان پرور خدمت اور معیت وہم نشینی، نیز کتابتِ احادیث جیسی عظیم سعادت میں مصروف رہے۔...... یہ کوئی اکا دُکا واقعات نہیں بلکہ عشق وشیفتگی کی یہی کیفیت وہاں معمول کی حیثیت رکھتی تھی ۔صرف یہی نہیں بلکہ شمعِ رسالت کے پروانے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر سخت سے سخت مصیبتیں جھیلتے رہے وہ صرف مصیبتیں جھیلتے ہی نہ تھے بلکہ ان مصیبتوں میں ایک لذت اور سرور محسوس کرتے تھے محبت کا یہ جذبہ ان میں ایسی سرشاری پیدا کرتا تھا کہ جسم کی کوئی کُلفت اور ذہن کی کوئی اذیت انہیں محسوس ہی نہیں ہوتی تھی۔

☆......صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک بڑی تعداد ایسی تھی جن کی عمر نے اتنی مہلت نہ دی کہ وہ اسلام کی غربت کے ساتھ اسلام کے عروج واقبال کا زمانہ بھی دیکھتے اور......عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی طرح کہہ سکتے كُنْتُ فِي مَنْ فَتَحَ كُنُوزَ كِسْرٰى : میں ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے کسریٰ کے خزانوں کو کھولا ،تاہم جب دنیا سے گئے تو اس عالم میں گئے کہ ان سے زیادہ خوشحالی میں شاید ہی کسی نے دنیا چھوڑی ہو۔

بہر حال بدر واحد کے شہداء ہوں یا تبوک وحنین کے ،اسلام کی فتح یابیوں اور

کامرانیوں کے لئے انہوں نے تاریخی مثالیں قائم کیں۔...... یہ عشق رسول ہی کا پیدا کیا ہوا جوش تھا کہ جب آپ ﷺ بدر میں لشکر کو ترتیب دیتے ہیں تو بچے...... اپنا قد لمبا ظاہر کرنے کے لئے ایڑیاں اٹھا لیتے ہیں اور بوڑھے...... اپنا سینہ پھلا کر جوانوں کی طرح اکڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں صرف اس لئے کہ کہیں ان کے بڑھاپے اور کمزوری کی بنا پر انہیں جنگ کی شرکت سے روک نہ دیا جائے...... اور وہ اپنے محبوب کی حفاظت کے لئے جان دینے سے محروم نہ رہ جائیں...... احد کے میدان میں وقتی طور پر کفار غالب آجاتے ہیں ان کی بھر پور کوشش ہے کہ شمع نبوت کی اس لَو کو ہمیشہ کے لئے بےنور کر دیں مگر پروانے...... اس شمع کے گرد جمع ہیں عشق کی آگ میں خود کو جلا کر بھی ناموسِ رسالت کو مٹنے نہیں دیتے۔

☆...... حضرت عبداللہ بن مغفل باہر نکلے، دیکھا، چھوٹا بھتیجا کھیل میں مصروف ہے کھیل کیا تھا؟ نادانی کی ایک خطرناک حرکت تھی، انگوٹھے پر چھوٹی سی کنکری رکھ کر انگلی سے اس کو پھینک رہا ہے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فوراً ٹوکا، بھتیجے! ایسا نہ، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کھیل سے کچھ فائدہ نہیں، نہ اس کنکری سے شکار ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس حرکت سے دشمن کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے ہاں اتفاقاً کسی کو لگ جائے تو آنکھ پھوٹ جائے، دانت ٹوٹ جائے۔

بھتیجا کم عمر تھا نفع نقصان کا ادراک بھی عمر کے مطابق تھا چچا کی بات ایک کان سے سنی دوسرے کان سے نکال دی۔ تھوڑی دیر میں جیسے ہی چچا کو اپنی جانب سے غافل پایا ...... پھر کنکری اٹھا کر انگوٹھے پر رکھی انگلی سے پھینکنے لگا۔ حضرت عبداللہ بن مغفل نے دیکھ لیا ، فرمایا: بھتیجے! میں تو تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سناؤں اور تم پھر وہی کام کرو۔ خدا کی قسم! میں اب تم سے کبھی بات نہیں کروں گا، نہ تمہارے جنازے میں شریک ہوں گا نہ تمہاری عیادت کروں گا......!

اللہ اکبر پیروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہاء دیکھئے...... عشق رسول ایمان کی نشانی ہے اور آخرت میں موجب بلندی درجات ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ مثال واحد نہیں جب بھی صحابہ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی قولی یا فعلی سنت سے بے پروائی برتی گئی، ردِ عمل اسی طرح یا کبھی کبھی اس سے بھی شدید صورت میں ظاہر ہوا...... واقعہ کی نوعیت آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے، حضور ﷺ کی تعلیم سے تغافل چھوٹے بچے کی جانب سے بھی برداشت نہیں...... آج ہماری زبان لاکھ دعویٰ کرے کہ ہم عاشق رسول ہیں عملی زندگی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوتو ہمارا دعویٰ باطل اور ہماری زبان کاذب ہے۔

☆...... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حقیقی بیٹا عبدالرحمٰن بن ابی بکر کفار کے ساتھ بدر کے میدان میں موجود تھا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑی...... تو تلوار لیکر اس کے قتل کو لپکے اور پکارا: کہ اے دشمنِ خدا ! مگر رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے پر آپ اس کے قتل سے باز رہے......

☆...... حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ عبداللہ بن جراح کو قتل کر ڈالا۔ اسی میدان میں...... حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ عتبہ بن ربیعہ کو مقابلے کے لئے طلب کیا مگر وہ سامنے نہ آیا......

☆...... عاص بن ہشام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حقیقی ماموں تھا جب وہ ان کی زد میں آیا تو پکارا اَنتَ یَا ابنَ اُختِی ہمیرے بھانجے کیا تو مجھے قتل کرے گا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نَعَمْ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ ہاں اے دشمن خدا! کہہ کر اس کا کام تمام کر ڈالا۔

☆...... حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بہن...... ان کے سمجھانے پر بھی رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے سے باز نہ آئی تو انہوں نے اس کافرہ کو قتل کر ڈالا، اور ہاں! بہن کی محبت عشق رسول ﷺ کے سامنے کیا حیثیت رکھتی تھی۔ ...... جنگِ احد میں سعد

بن ربیع رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے دیکھا کہ زخموں میں پڑے دم توڑ رہے ہیں پوچھا: کوئی وصیت ہو تو بتلایئے: کہا، اللہ کے رسول ﷺ کو میرا اسلام پہنچا دینا اور میری قوم سے کہہ دینا کہ راہِ خدا میں اپنی جانیں نثار کرتے رہیں سبحان اللہ! وقتِ شہادت اور پاسِ الفت واطاعت، کیا کہنے!

☆ ایک اور جاں نثار...... عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ زخموں سے چور، جان کنی کی حالت میں تھے کہ خود حضور ﷺ سرہانے پہنچ گئے ..اور عمارہ کے بھاگ جاگ اٹھے ..فرمایا: عمارہ! کوئی آرزو ہو تو کہو! حضرت عمارہ نے زخموں سے چور جسم گھسیٹ کر آپ کے قدموں کے قریب کر دیا اور درد بھری آواز میں بولے...... میری آرزو یہ ہے کہ جان نکلتے وقت آپ کے چہرے پر میری نظریں جمی ہوئی ہوں اور میری نظروں میں آپ کے سوا کچھ نہ ہو۔ ہاں جاں لٹا کے بھی تیری محبت کا اثر چاہیے۔ اللہ اکبر...... یہ مردانِ حق، رجالِ صحبت، اور اصحابِ جنت تو ایک طرف، آقا کی...... الفت وشیفتگی کا دم بھرنے والی......

صحابیات تک کا حال یہ تھا کہ بیک وقت انہیں ان کے شوہر، بھائی اور باپ کے شہید ہو جانے کی خبر سنائی جاتی تھی اور وہ کہتی تھیں یہ تو ہو چکا مگر یہ بھی تو بتلاؤ...... کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال کیا ہے؟

جی ہاں! یہی وہ نفوسِ قدسیہ تھے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے سید الاولین والآخرین کی صحبت کے لئے چن لیا تھا اور آفتابِ نبوت کی شعائیں براہِ راست ان کے سینوں پر پڑتی تھیں اور اس سعادتِ عظمیٰ میں کوئی طبقہ اُمت ان کا سہیم وشریک نہیں ہے۔

کلامِ نبوی سننے کی جو لذت ان کانوں نے حاصل کی تھی تو اس وصف میں کوئی ان کا ہمسر نہیں ہو سکتا، راہِ خدا میں دینے کے لئے جب یہ اپنا مال لاتے تو حضور علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے قبولیت کا پروانہ دیتے، حضور خطاب کے لئے گویا ہوتے تو سامع اور مخاطب یہی ہوتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پر سوز اور ایمان پرور دعاؤں پر آمین کہنے کا شرف حاصل

کرنے والے اور آپ کی دعاؤں کا مصداق بننے والے وہی لوگ تو تھے۔آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت انہی کا حصہ تھا۔نمازوں میں جب کلامِ الٰہی کی تلاوت کا زبانِ نبوی سے حق ادا کیا جاتا تھا تو سماعت کی لذت سے سرشار ہونے والے وہی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے اھدنا الصراط المستقیم تو اس دعا کی فوری اجابت پر ہدایت کاملہ کا معیار انہی کو بنایا جاتا تھا نزولِ قرآن کے عینی شاہد وہی تھے۔خوش نصیبوں کے اس ڈھیر اور سعادتوں کے لامتناہی خزانوں کے وہ لاشریک مالک تھے۔

☆......کچھ خوش نصیب تو ایسے بھی تھے کہ وحی میں ان کا نام لے لے کر سلام پہنچایا جاتا تھا یا قرآن پاک سنانے کی فرمائش کی جاتی تھی اور وہ اپنی نمناک آنکھوں سے پوچھتے کہ انّ اللّٰہ سمّانی :آقا کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام بھی لیا ہے؟......ہاں تو کچھ ایسے بھی تھے کہ جو کہتے تھے آقا !لو شئت لأتیت برأسہ اگر کہیں تو اپنے منافق باپ کا سر کاٹ کر پیش کر دوں؟ہاں ان تمام سعادتوں میں کون ان کا مثیل وسہیم ہوسکتا ہے اسی لئے ہی تو خالق نے انہیں یہ بے مثال اعزاز عطا فرمایا:رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ

صحابہ کے ادب وعشق اور الفت وعظمت کی چند مزید مثالیں:۔

اصحابِ پیمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ادب وعشق اور الفت وعظمت کی درخشندہ اور تابندہ مثالوں سے کتبِ احادیث وسیرت بھری ہوئی ہیں جن میں سے چند مثالیں بحوالہً کتاب ''باادب، بانصیب'' ملاحظہ فرمائیں:۔

اپنے محبوب کے بغیر طوافِ کعبہ سے انکار کردیا:۔

☆صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا

نمائندہ بنا کر مصالحت کی غرض سے مکہ بھیجا۔ خود بنفس نفیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مقام حدیبیہ میں قیام فرمایا۔ حضرت عثمان غنی ؓ نے قریشِ مکہ سے تفصیلی بات چیت کی مگر انہوں نے مسلمانوں کو عمرے کی اجازت دینے سے صاف انکار کر دیا۔ کئی دن کی مساعیٔ جمیلہ کے باوجود کوئی امید بر نہ آئی۔ صنادیدِ قریش اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔

چند ایک نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو پیشکش کی کہ اگر آپ خود عمرہ کرنا چاہتے ہیں تو ہماری طرف سے آپ کو اجازت ہے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف سے روک دیا جائے اور میں خود طواف کرلوں ۔قریش مکہ کے دلوں پر یہ بات بجلی بن کر گری۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ غلامانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عشق وادب میں اتنا کمال نصیب ہو چکا ہے۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ جب واپس تشریف لائے تو بعض صحابہ نے پوچھا کہ کیا آپ طواف کر آئے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا ''اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں وہاں ایک سال بھی ٹھہرا رہتا اور میرے آقا ﷺ حدیبیہ میں ہوتے تو میں اپنے محبوب ﷺ کے بغیر طواف نہ کرتا۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ ہمزیہ میں کیا خوب ارشاد فرمایا ہے

وابیٰ یطوف بالبیت اذلم یدن منه الیٰ النبی فناء

فجـزتـه عنها ببیعت رضوان یـد من نبیـه بیضاء

ادب عند مضاعف الاعمال بالترک جند الادباء

(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کے طواف سے انکار کیا چونکہ اس کی کوئی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہ تھی پس ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یدِ بیضاء نے بیعتِ رضوان میں اس نیک عمل کا بدلہ عطا کر دیا (تنہا طواف نہ کرنا) ایسا جذبۂ ادب تھا کہ جس

کے سبب ان کو (طواف کرنے کا) دوگنا ثواب ملا۔ اصحابِ رسول ﷺ کیا خوب ادب وعشق کرنے والے تھے)

یہی عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ صفتِ حیا وادب میں دوسرے صحابہ پر سبقت لے گئے فرمایا کرتے تھے کہ جب سے میں نے نبی علیہ السلام سے بیعت کی اس وقت سے لے کر آج تک ادب کی وجہ سے میں نے دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا۔

میں نے کبھی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا:۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو نمائندہ بنا کر بھیجا تا کہ مصالحت کی شرائط طے کی جاسکیں عروہ انتہائی ذہین اور جہاں دیدہ آدمی تھے مسلمانوں کے لشکر میں پہنچتے ہی ایک ایک چیز کا بغور جائزہ لیا۔ حتی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ کر گفتگو کرنے کے دوران کن انکھیوں سے صحابہ کرام کی حرکات وسکنات کو دیکھا۔ جب وہ قریشِ مکہ کے پاس واپس آئے تو شمعِ رسالت کے پروانوں کے بارے میں درج ذیل تأثرات بیان کئے

یا قوم !والله لقد وفدت علیٰ الملوك و وفدت علی قیصر و کسریٰ والنجاشی ....والله ان رایت ملكا قط یعظمه اصحابه ما یعظمه اصحاب محمد محمدا ۔ واذا امرهم ابتدروا امره واذا توضأ كادوا یقتلون علی وضوئه واذا تكلم خفضوا اصواتهم عنده وما یحمدون علیه النظر تعظیما له...... [صحیح مسلم]

ترجمہ اے میری قوم!

اللہ کی قسم! میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے دربار میں حاضر ہوا ہوں میں نے کبھی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ان کی کرتے ہیں اللہ کی قسم! جب وہ تھوک بھی

چھینکتے ہیں تو ان کے اصحاب اپنے ہاتھ پر لے لیتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کا پانی لینے کیلئے اصحاب ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں جب کوئی حکم صادر فرماتے ہیں تو ان کے اصحاب اس کی تعمیل کے لئے دوڑ پڑتے ہیں اور جب وہ کلام فرماتے ہیں تو ان کے اصحاب کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں مزید برآں اصحاب انہیں بڑی محبت اور الفت اور ادب و عشق کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ادبِ نبوی کی گواہی اس سے اچھے الفاظ میں دینی مشکل ہے تعریف انکی دشمن کی زبان سے نکلے تو اس کی اہمیت زیادہ ہو جاتی ہے...... آفرین ہے ان مقدس ہستیوں پر جنہوں نے اپنے آداب و اخلاق کالوہا دشمنوں سے بھی منوالیا۔

ادب تاجیست از لطفِ الٰہی

بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

(ادب ایک تاج ہے جو اللہ تعالیٰ کے لطف و مہربانی سے ملتا ہے اسے اپنے سر پر رکھ اور جہاں چاہے جا عزت پائے گا)

☆ آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر:۔

غزوۂ بدر کے موقع پر مقامِ صفرا میں حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امض لما امرك الله تعالىٰ فنحن معك والله لا نقول كما قالت بنو اسرائيل لموسىٰ عليه السلام اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون ولكن اذهب انت وربك فقاتلا انا معكما مقاتلون :اے رسولِ خدا ﷺ! جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجئے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں خدا کی قسم! ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ ہرگز نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ علیہ السلام آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم بنی اسرائیل کے برعکس یہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر جہاد و قتال کریں گے۔ اور بخاری شریف میں الفاظ یہ ہیں: ولكنا نقاتل عن

یمینك و عن شمالك و بین یدیك و خلفك : ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے لڑیں گے راویٔ حدیث حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور فرطِ مسرت سے چمک اٹھا۔

☆وما اخذت منا کان احب الینا مما ترکت:۔

حضرت سعد انصاری رضی اللہ عنہ کی محبت وایثار کی لازوال تقریر: یارسول اللہ ﷺ قد امنا بك وصدّقناك وشهدنا ان ما جئت به هو الحق واعطينا لك علىٰ ذالك عهودا ومواثيقا على السمع والطاعة ولعلك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم خرجت لأمر فأحدث الله غيره فامض لما شئت وصل حبال من شئت واقطع حبال من شئت وسالم من شئت وعاد من شئت وخذ من اموالنا ماشئت وما اخذت منا كان احب الينا مما تركت وما امرت به من امرنا فاميرنا متبع لأمرك لئن سرت حتى تاتى برك الغماد لنسيرنّ معك فوالذى بعثك بالحق لو استعرضت بناهذاالبحر لخضناه وما تخلّف منا رجل واحد وما نكره ان نلقى عدونا انا لصبرعند الحرب صدق عند اللقاء ولعل الله يريك منا ماتقرّ به عينك فسر بنا علىٰ بركة الله ۔

ترجمہ:۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس امر کی گواہی دی کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اطاعت وجان نثاری کے بارے میں ہم آپ کو پختہ عہد ومیثاق دے چکے ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرمادی جو منشاء مبارک ہو اس پر چلئے اور جس سے آپ چاہیں تعلقات قائم فرماویں اور جس سے چاہیں تعلق قطع فرمائیں ،جس سے چاہیں صلح کریں اور جس سے چاہیں دشمنی کریں۔ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ

ہیں۔

ہمارے مال میں سے جس قدر چاہیں لیں اور جس قدر چاہیں ہم کو عطا فرمائیں اور مال کا وہ حصہ جو آپ لیں گے وہ اس مال سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوگا جو آپ ہمارے پاس چھوڑیں گے۔ اور اگر آپ ہم کو بک الغماد جانے کا حکم دیں گے تو بالضرور ہم آپ کے ساتھ جائیں گے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اور اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے کوئی شخص پیچھے نہیں رہے گا ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے۔ البتہ ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور مقابلہ کے سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ پس اللہ تعالیٰ کے نام پر ہم کو لے چلئے

(سیرۃ المصطفیٰ، جلد ۲، ص: ۶۴)

آقا کے پاکیزہ بستر پر نہ بیٹھنے دیا:۔

قریش مکہ کے سردار ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جب مسلمان ہوئیں تو نبی اکرم واطہر صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی زوجیت میں قبول فرمالیا۔ ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے جب معاہدہ حدیبیہ ختم ہونے کا وقت آیا تو قریش مکہ نے اس کی مدت میں توسیع کروانا چاہی۔ اس اہم کام کے لئے نظرِ انتخاب ابوسفیان پر پڑی۔ چنانچہ ابو سفیان قریش کے سفیر بن کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور اپنی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہلے آئے۔ سامنے کھلی ایک چارپائی پر نبی اکرم، اجمل واحسن صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک بستر بچھا ہوا تھا۔ ابوسفیان نے جونہی اس پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو ام حبیبہ نے جلدی سے بستر سمیٹ لیا اور خالی چارپائی کی طرف اشارہ کیا کہ ابا جان! آپ یہاں تشریف رکھیں۔

ابوسفیان اس صورتحال کو صحیح طرح سمجھ نہ سکے لہٰذا بیٹی سے پوچھا: کہ یہ میرے قابل

نہ تھا یا میں اس بستر کے قابل نہیں ؟ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ابا جان یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ بچھونا ہے ۔ابوسفیان نے کہا: تو کیا ہوا وہ آپ کے شوہر ہیں اور میں تو آپ کا والد ہوں؟ جواب میں ام المومنین نے فرمایا: یہ تو ٹھیک ہے کہ آپ میرے والد ہیں اور قابلِ تکریم ہیں لیکن آپ کا جسم شرک سے آلودہ اور نجس ہے اور اس بستر کی پاکیزگی پر تو فرشتے بھی رشک کرتے ہیں ۔ سبحان اللہ ! عشقِ رسول اور آدابِ نبوت کا کیا عظیم سبق امت کے لئے چھوڑا ۔

قوتِ ایمانی اور محبتِ رسول کا کمال :۔

بنو دینار کی ایک خاتون صحابیہ ایسی تھیں جن کا بھائی ،اور شوہر اور باپ جنگ احد میں شہید ہو گئے وہ کہتی تھیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت بتلاؤ تو لوگوں نے کہا آپ بفضلہٖ صحیح وسلامت ہیں وہ کہنی لگیں مجھے دکھا دو آپ ﷺ کہاں ہیں ، جب دور سے آقائے کون ومکاں محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھیں: كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ : آپ سلامت ہیں تو سب کچھ برداشت ہے ۔

حضرت انس بن نضر کا جذبہ جاں نثاری :۔

جنگ احد میں جب یہ مشہور کر دیا گیا تھا کہ (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہو گئی ،اس موقعہ پر چند صحابہ کو دیکھا کہ ہتھیار پھینک دیے ہیں اور مغموم بیٹھے ہیں تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ ان سے مخاطب ہو کر جذب ومحبت سے ایک عجیب بات فرمائی :مُوتُوا عَلىٰ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ،آؤ، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان دے دی ہے ،ہم بھی اسی کام میں اپنی جانیں لٹا دیں ،گویا اب زندگی سے کیا حاصل؟ پھر جان نثاری سے لڑتے ہوئے ستر زخم کھا کر شہید ہو گئے ۔

حضرت سعد بن ربیع کا ایمان پرور پیغام:۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اسی غزوہ میں زندگی کے آخری لمحات میں ایک صحابی سے عرض کیا: مہربانی فرما کر میری جانب سے رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کہہ دیجئے اور عرض کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے، اور میری قوم کو کہہ دیجئے: کہ جب تک ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں باقی رہے اس وقت تک اگر دشمن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا تو اللہ کے حضور تمہارا کوئی عذر کام نہیں آئے گا۔

☆ابو قحافہ کے بیٹے کو یہ زیب نہیں دیتا......:۔

نبی اکرم واجمل، صلی اللہ علیہ وسلم کو جب وصال سے پہلے مرض کا غلبہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد میں نمازوں کی امامت کروائیں چنانچہ آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ میں سترہ نمازیں پڑھانے کا شرف حاصل ہوا ۔ وصال مبارک سے دو روز قبل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازِ ظہر کی امامت کروا رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شدید علالت کے باوجود حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کندھوں کا سہارا لے کر جماعت میں شمولیت کے لئے مسجد تشریف لائے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب اندازہ ہوا کہ سید المرسلین ﷺ تشریف لے آئے ہیں تو آپ دورانِ نماز مصلیٰ امامت سے پیچھے ہٹے..... تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا: کہ اپنی جگہ پر رہیں اور پیچھے نہ ہٹیں..... پھر نبی کریم ﷺ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے قریب ہی بیٹھ کر نماز ادا فرمانے لگے.....اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے رہے اور دوسرے صحابہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ

عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے اور یوں یہ نماز مکمل ہوئی اور جب تکمیلِ نماز ہوچکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: دورانِ نماز آپ پیچھے کیوں ہٹے؟ تو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ عرض کیا:

ماکان لابن ابی قحافہ ان یصلی بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

(ابوقحافہ کے بیٹے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہوکر نماز پڑھے)

سبحان اللہ کیا شان ہے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی، اپنے عمل سے یہ درس امت کو دیا کہ اصحابِ رسولِ مقبول کبھی بے ساختگی میں بھی حکمِ خداوندی ''لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ'' نہیں توڑتے۔ (باادب بانصیب صفحہ:۴۳)

☆نحری دون نحرك:۔

......حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاتی باپ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو سپر سے ڈھانکے ہوئے تھے بڑے تیرانداز تھے اس روز دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں۔ جو شخص ترکش لئے ہوئے ادھر سے گذرتا، نبی کریم ﷺ اس سے یہ فرماتے کہ ترکش ابوطلحہ کے لئے ڈال جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نظر اٹھا کر لوگوں کو دیکھنا چاہتے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے:

بأبی انت وامی !لا تشرف یصبك سهم من سهام القوم نحری دون نحرك

[بخاری شریف] (سیرۃ المصطفیٰ جلد۲ ص:۲۱۲)

(ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ یوں نہ جھانکیے کہیں کوئی تیر آپ کو نہ آ لگے میری کوشش ہے کہ میرا سینہ آپ پر قربان کردوں)

☆ میں ان بالوں کو کیسے کٹوادوں؟

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے سامنے کے حصے میں بالوں کا اس قدر لمبا گچھا تھا کہ جب آپ زمین پر بیٹھ کر اپنے بال کھولتے تو وہ بال زمین سے لگنے کو ہوتے۔ ایک مرتبہ کسی

نے پوچھا کہ آپ ان بالوں کو کٹوا کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا: میرے ان بالوں کو ایک مرتبہ نبی دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار سے پکڑا تھا۔ اس کے بعد سے میں نے انہیں کٹوانا چھوڑ دیا ہے عشق وادب کی انتہا دیکھئے؛ سبحان اللہ !

☆ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیارے کو اپنے پیارے پر فوقیت دی:۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں بیت المال سے بعض اصحاب رضوان اللہ علیہم کے روزینے مقرر فرمانے لگے تو اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کیلئے تین ہزار درہم سالانہ مقرر کیے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کیلئے تین ہزار پانچ سو درہم مقرر فرمائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے عرض کیا کہ اسامہ کا روزینہ آپ نے مجھ سے زیادہ کیوں مقرر فرمایا؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: کہ اس کا باپ ترے باپ سے اور وہ خود تجھ سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارے تھے لہٰذا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے کو اپنے پیارے پر فوقیت دی۔ عشقِ نبوی ﷺ اور ادبِ نبوت کی یہ کس قدر درخشندہ مثال ہے۔

☆ لذتِ جمال اور شیخین رضی اللہ عنہما:۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی محفلِ نبوی میں بیٹھنے کی سعادت ملتی تو وہ اپنی نگاہوں کو ادب کی بنا پر نیچا رکھتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب مہاجرین وانصار میں تشریف فرما ہوتے تو ان میں سوائے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے کوئی بھی نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر نہ اٹھاتا۔ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چونکہ آپ کا تعلق بہت خاص تھا نبی علیہ السلام بھی ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ

انور کو دیکھ کر تبسم فرماتے گویا عشق ومحبت کے قلبی جذبات مسکراہٹوں کی شکل میں نمودار ہوتے۔

☆ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی، واقعہ سیدنا ابوبکرؓ:۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ولد محترم حضرت ابوقحافہ ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے کہ ایک دفعہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ نازیبا کلمات کہہ دیے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان ناشائستہ الفاظ کو سن کر بہت خفا ہوئے حتٰی کہ اپنے والد کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ بھی دے مارا۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے حقیقت احوالِ واقعی معلوم کرنے کی غرض سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے ایسے کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے پاس تلوار نہ تھی ورنہ ایسے نازیبا کلمات کہنے پر میں ان کی گردن اڑا دیتا۔
اس پر جبریل امین قرآن پاک کی یہ آیتیں لے کر نازل ہوئے......

لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادّون .... الاان حزب
اللہ ھم المفلحون۔ .... (سورۂ مجادلہ، آخری آیات)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائے گا گو وہ ان کے باپ بیٹے بھائی یا کنبہ قبیلہ کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ انہی لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور ان کی تائید اپنی روح سے کی ہے انہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔ یہ خدائی لشکر ہے آگاہ رہو بے شک اللہ تعالیٰ کے لشکر والے لوگ ہی کامیاب ہیں

☆......چند لازوال نقوشِ صحابہ:۔

......حضرت عباس رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے تاہم عمر میں کوئی زیادہ فرق نہ تھا ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے پوچھا:

أَأَنْتَ اَكْبَرُ مِنِّى ؟ (کیا آپ مجھ سے زیادہ بڑے ہیں؟)

یہ الفاظ سنتے ہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ تڑپ سے گئے اور عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَنْتَ اَكْبَرُ وَ اَعْظَمُ وَاَنَا اَسَنُّ ۔

(اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی بڑے ہیں اور اور عظیم المرتبہ ہیں البتہ عمر میری زیادہ ہے)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی منقول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمر کا تذکرہ کرتے ہوئے کسی صحابی سے پوچھا، آپ بڑے ہیں یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو انہوں نے جواب میں کہا : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں ہاں البتہ میں پیدائش میں ان سے پہلے ہوں۔ (کشف الغمہ للشعرانی)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام گفتگو میں بھی کوئی ایسا لفظ استعمال کرنا پسند نہیں کرتے تھے جس سے بے ادبی کا شائبہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا جذبہ ان کے انگ انگ میں اس طرح سما چکا تھا کہ روانیٔ کلام میں بھی خلافِ ادب کوئی لفظ زبان سے نہیں نکلتا تھا۔

......آقائے کون ومکاں، شہِ انبیاء، محمد مصطفیٰ کیلئے مسجدِ نبوی میں لکڑی کا ایک منبر بنایا گیا جس کے تین زینے اور درجے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے سب سے اوپر والے درجے پر بیٹھتے......رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ خطبہ دینے کیلئے دوسرے درجے پر بیٹھتے اور ادباً پہلا درجہ خالی رہنے دیتے......

اور پھر جب آپ کے بعد سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ خطبہ دینے کے لئے سب سے نچلے درجے پر بیٹھتے...... اور پھر جب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ نے منبر شریف کے درجات زیادہ کر دیئے اور جب خطبہ دینے کا وقت آتا تو پہلے کے سب درجات چھوڑ کر بعد والے درجے پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرماتے...... سبحان اللہ ادب وعشق کے معاملے ہی نرالے ہیں اور صحابہ تو عشاق کے امام ہیں اسی سبب سے خلفائے راشدین کا یہ عمل ادب کے معاملے میں سند رکھتا ہے۔

﴿...... ایک مرتبہ حضرت فضیل بن عبید اسلمی اور حضرت ابن ورع رضی اللہ عنہما تیراندازی میں باہم مقابلہ کررہے تھے۔ کسی وجہ سے نبی اکرم واحسن صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گذر ہوا ۔آپ ان دونوں کو تیراندازی میں مشغول دیکھ کر خوش ہوئے پھر آپ نے حضرت فضیلہ سے فرمایا: اے بنی اسماعیل! تم تیراندازی کرو، چونکہ تمہارا باپ تیرانداز تھا۔تم تیر پھینکتے جاؤ، میں ابن ورع کے ساتھ ہوں۔

یہ الفاظ سنتے ہی حضرت فضیلہ رضی اللہ عنہ نے کمان رکھ دی اور عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ابن ورع کے ساتھ ہیں تو پھر میں ہارا آپ جیتے! میں ادب کی بنا پر آپ کے مقابلے سے قاصر ہوں؛ یعنی مقابلے کا لفظ برابری یا باہم سبقت کے لئے بولا جاتا ہے میں آپ کی برابری کروں گو وہ تیر پھینکنے ہی میں کیوں نہ ہو مجھے یہ زیب نہیں دیتا (بخاری)

﴿...... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دسترخوان پر حاضر ہوتے تو اس وقت تک طعام کو ہاتھ نہ لگاتے جب تک نبی کریم علیہ السلام شروع نہ فرماتے۔ چونکہ آقا کی موجودگی میں غلام کا کسی کام میں پہل کرنا بے ادبی سمجھی جاتی ہے اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کھانا کھانے میں بھی پہل نہ کیا کرتے۔

﴿...... نبی اکرم واجمل صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر قیام فرمایا اس مکان کی دو منزلیں تھیں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مع اہل وعیال اوپر والی منزل میں ٹھہرے جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نچلی منزل میں قیام پذیر ہوئے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ رات کو محوِ خواب تھے اچانک آنکھ کھلی تو ...... معاً دل میں خیال آیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیچے ہیں اور میں اوپر ہوں یہ تو صریحاً بے ادبی ہے چنانچہ بستر سے اٹھ کر کمرے کی دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑے رہے حتیٰ کہ صبح ہوگئی ۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری ہوئی تو بصد اصرار آپ ﷺ کو اوپر والی منزل میں ٹھہرایا اور خود مع اہل وعیال نیچے آگئے۔

...... ترمذی شریف کی ایک روایت میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ محفلِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ یوں بیان کرتے ہیں

''جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلام شروع فرماتے تو آپ ﷺ کے اصحاب اس طرح سر کو جھکا لیتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں ...... جب آپ خاموش ہو جاتے تب حاضرین میں سے کوئی ایک کلام کرتا اور دورانِ گفتگو آپ صلی اللہ سے مباحثہ بھی نہ فرماتے''

دنیا کے بڑے بڑے امراء وسلاطین کی مجالس میں ان آداب کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ان آداب کا تعلق قلبی محبت وعقیدت سے ہے، اہلِ دنیا کو یہ نعمت کہاں نصیب!

...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبیٔ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گفتگو فرماتے تھے پھر جب آپ کھڑے ہوتے تو ہم بھی (ازراہِ ادب) کھڑے ہوجایا کرتے تھے (نسائی، ابوداؤد)

...... امام بخاری اپنی کتاب ''الادب المفرد'' میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دو شخص نبیٔ

اطہر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کی ظاہری نشانیوں کے متعلق دریافت کیا۔ جب نبی کریم علیہ السلام نے نشانیاں بیان فرمادیں تو انہوں نے آپ کے دونوں ہاتھ اور پاؤں ادب ومحبت سے چومے اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (اس حدیث اور دیگر ایسی احادیث کی وجہ سے والدین یا اکابر کے ہاتھ چومنا تو بالاتفاق درست ہے پاؤں چومنے کے بارے میں بعض وجوہ سے اختلاف ہے)۔

﴿...... حضرت زراعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وفدِ عبدالقیس کے لوگ جب مدینہ طیبہ آئے تو جلدی جلدی اپنے کجاووں سے نکل کر نبی اکرم واطہر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں اور پاؤں کو (وفورِ ادب ومحبت سے) چومنے لگے۔ (احمد، ابوداؤد)

﴿...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں تشریف لائے اور منبرِ نبوی پر جو جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی تھی اسے ہاتھ سے مس کیا اور تبرکاً اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر پھیر لیا۔ (شفاء۔ طبقات ابن سعد)

﴿...... حضرت ابودُجانہ انصاری صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہ...... دشمن کے تیروں کی جانب اپنی پشت کر کے اس طرح کھڑے ہو جاتے ہیں تا کہ کوئی تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان نہ پہنچادے یہاں تک کہ ان کی کمر چھلنی ہو جاتی ہے اور گر پڑتے ہیں

﴿...... حضرت مصعب بن عمیر نشانِ رسول ﷺ کو بلند کئے ہوئے ہیں دشمن کے وار سے ہاتھ کٹ جاتا ہے تو دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں جب وہ ہاتھ بھی کٹ جاتا ہے تو دونوں کٹے ہوئے ناتمام ہاتھوں سے علمِ نبوت کو سینے سے لگا کر تھام لیتے ہیں اور جب تک دشمن ان کو شہید نہیں کر دیتا علم گرنے نہیں دیتے۔ یہ حقیقت تھی اس شرابِ محبت کی جو ان کے شفاف دلوں میں چھلک رہی تھی۔

﴿...... حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی ڈھال ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے...... اس خوف سے ڈھال

اٹھانے کیلئے نہیں جھکتے کہ کہیں وہ جھکیں اور کوئی وار ان کے محبوب ﷺ پر ہو جائے ہر وار کو اپنے ہاتھ پر ہی روکتے ہیں یہاں تک کہ عاشق صادق کے دونوں ہاتھ زخموں سے شل ہو جاتے ہیں......

یہ عشق ان کے رگ و پے میں سما چکا تھا۔ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا پاس تھا کہ جو لفظ زبانِ مبارک سے نکلتا اس کا پورا کرنا ان کا ایمان بن جاتا تھا رسول اللہ ﷺ کی الفت و اتباع ان کا نصب العین تھا آپ کی دل جوئی ان کی زندگیوں کا مقصد تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ان کا دشمن تھا اور آپ کا دوست ان کا دوست تھا الحبُّ للہ والبغض للہ کے حقیقی مصداق بن چکے تھے جس چیز سے رسول اللہ ﷺ محبت کرتے تھے اس سے جمیع صحابہ محبت کیا کرتے تھے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفرت ہوتی صحابہ بھی نفرت فرماتے آپ کے وضو کا پانی ان کے لئے آبِ حیات تھا اور آپ کا لعابِ دہن انہیں شفا بخشتا تھا جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو صحابیات آپ کی سلامتی کی دعائیں مانگتیں اور بعافیت واپسی کے لئے منتیں اور نذریں مانتی تھیں ان کی زندگی کی کل کائنات اللہ تعالیٰ کے بعد بس رسول اللہ ہی تو تھے۔

یہ کیفیت اسے ملتی ہے جس کے ہے مقدر میں
مئے الفت نہ خم میں ہے نہ شیشہ میں نہ ساغر میں

یہ بے مثال ہستیاں تھیں قدرت نے برکاتِ نبوت کو ان میں خوب بھر دیا تھا اور ان کے قلوب اعمالِ نبوت کو جذب کرنے والے اللہ تعالیٰ نے بنا دیے تھے قرآن نے ان کو ہدایت کا معیار بتایا ہے، اللہ نے ان کے ایمان کو سراہا ہے، ان کے انفاق فی سبیل اللہ کی تعریف کی ہے ان کی بدنی قربانیوں پر انہیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے، اس علیم و خبیر ذات نے ان کے

دلوں کے ایمان وتقویٰ کا امتحان لیا اور پھر ان کو اپنی رضا کا پروانہ دیا اور ان کے دلوں کو ایمان کے نور سے منور کیا اور پھر ان کی تعریف بھی فرمائی، اور اب رہتی دنیا تک کوئی ان جیسا ایمان اور اخلاص لانے کی صلاحیت و استعداد نہیں رکھتا، ان کا درجہ ایک وہبی درجہ تھا، رب کی عطا کردہ ممتاز صفات کے وہ مالک بنادیے گئے تھے قیامت تک کا کوئی بھی طبقہ کسی طرح سے ان کی مماثلت سے قاصر ہے اور یہ امرِ واقعی ہے اور جمہور مسلمانوں، علماء، فقہاء، محدثین اور مفسرین اسی کے قائل ہیں۔

☆ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے: کہ جن نفوسِ قدسیہ و مبارکہ نے حضرت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں شرفِ صحابیت و مکالمت حاصل کیا اور انوارِ نبوت سے ظاہرًا و باطنًا مستفید ہوئے، وہ صحابی ہیں۔ دنیا کے تمام قطب، ابدال، علماء، فضلاء، اصحابِ مال و اربابِ قال، حفاظ و قراء، محدثین و مجتہدین اگر جمع کئے جائیں تو ان سب کو وہ فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی جو ایک صحابی کو بلاواسطہ اکتسابِ انوارِ رسالت و شرفِ صحبت کی وجہ سے حاصل ہے۔ اللہ اکبر۔ (سیرت النبی بعد از وصال النبی ﷺ)

جن شیدائیوں نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر اس طرح نثار کرنے کا فیصلہ کیا ان کے مقدر پر رشک کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے ان الفاظ میں ان کو دادِ تحسین دی ہے...... ”پس کیا مبارک ہیں وہ دل جنہوں نے اپنے عشق اور شیفتگی کے لیے رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے محبوب کو چنا، اور کیا پاک و مطہر ہیں وہ زبانیں جو سید المرسلین و رحمۃ للعالمین کی مدح و ثنا میں زمزمہ سنج ہوئیں۔ انہوں نے اپنے عشق و شیفتگی کے لئے اس کی محبوبیت کو دیکھا جسے خود خدا نے اپنی چاہتوں اور محبتوں سے ممتاز کیا اور ان کی زبانوں نے اس کی مدح و ثنا کی جس کی مدح و ثنا خود خدا کی زبان اس کے ملائکہ اور قدسیوں کی زبان اور کائناتِ ارض کی تمام پاک روحوں اور سعید ہستیوں کی زبان ان کی شریک و ہم نوا ہے

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے اہل ایمان! آپ بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

''بلاشبہ محبتِ نبوی اور عشقِ محمدی کے یہ پاک ولولے اور یہ مخلصانہ ذوق وشوق تمہاری زندگی کی سب سے زیادہ قیمتی متاع ہے اور تم اپنے ان پاک جذبات کی جتنی بھی حفاظت کرو کم ہے تمہارا یہ عشق الٰہی ہے تمہاری یہ محبت ربانی ہے تمہاری یہ شیفتگی انسانی سعادات اور راست بازی کا سرچشمہ ہے تم اس وجودِ مقدس و مطہر سے محبت رکھتے ہو جس کو تمام کائناتِ انسانی میں تمہارے خدا نے ہر طرح کی محبوبیتوں اور ہر قسم کی محمودیتوں کے لئے چن لیا اور محبوبیتِ عالم کا خلعتِ اعلیٰ صرف اسی کے وجود اقدس پر راس آیا۔ کرہ ارض کی سطح پر انسان کے لئے بڑی سے بڑی بات جو کہی جاسکتی ہے زیادہ سے زیادہ عشق جو کیا جاسکتا ہے اعلیٰ سے اعلیٰ مدح وثنا جو زبان پر آسکتی ہے غرض انسان کی زبان، انسان کے لئے جو کچھ کہہ سکتی ہے اور کرسکتی ہے وہ سب کا سب صرف اسی انسان کامل و اکمل کے لئے ہے اور اس کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں (رسالہ: البلاغ: جنوری ۱۹۱۶ء)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہوتے ہوئے شمعِ نبوت کی یہ ضیائیں اور پرنور شعاعیں ،تابعین اور اتباعِ تابعین کی وساطت سے امت میں محوِ گردش رہیں ۔ اور برصغیر میں اکابرِ دیوبند کو اللہ رب العزت نے عشقِ رسالت ،اور اتباعِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی رنگ کا حظِ وافر عطا فرمایا۔ اور ان کی علمی، عملی ،اخلاقی اور اصلاحی کاوشوں کو ہمہ جہت اور ہمہ گیر بنادیا۔ الفت کے جذبہ سے سرشار اور اتباعِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے خمیر کو گوندھا اور خاص غلامانِ نبوی کا پرتو ان پر ڈالا اور ایسے اوصافِ کاملہ سے متصف فرمادیا کہ یہ نفوس زمانہ بھر کے لئے نابغۂ روزگار بن گئے۔

ہمارے اسلاف و اکابر کو، حبِ الٰہی، عشقِ رسالت ایسے مذکورہ اوصاف کے ساتھ قدرت نے انہیں ہر طاغوت اور باطل سے ٹکر لینے کا حوصلہ بھی عطا فرمایا تھا...... ذیل میں جو پیرا گراف دیا گیا ہے اس کے ہر جملہ کی جلالت دیکھئے اور اس حقیقت کا اعتراف کیجئے کہ وہ کس پائے کے لوگ تھے معمولی انسان نہ تھے۔

اکابر کا یہ طرزِ عمل اس لئے تھا کہ دراصل محبوب کی سنت سے پیار، حقیقت میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار ہی تو ہے، جیسا کہ فرمانِ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے من احبّ سنّتی فقد احبّنی و من احبّنی کان معی فی الجنۃ (مشکوٰۃ): جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ آپ کی پاکیزہ سنتوں سے، مبارک اسوہ سے، مقدس اور روشن تعلیمات سے پیار کرنا اور ان پر عمل کرنا ہی دراصل محبتِ نبوی کی حقیقت اور اس کیا عملی مظہر ہے۔

دیکھیں گے میرے سر کی طرف لوگ حشر میں
چمکے گی تاج بن کر غلامی رسول کی

یہی وجہ ہے اکابر علماءِ دیو بند اپنے متعلقین و متوسلین اور تلامذہ کو اتباعِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑی تاکید سے حکم دیتے ہیں اور اپنے عمل سے عشقِ رسول کا مظہر بن جانے کی تلقین فرماتے ہیں اور ظاہری نمود و نمائش سے از حد اجتناب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چل کر منزل تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین

شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:۔

دار العلوم دیو بند کی بنیادوں کو اٹھانے والی وہ قدسی الصفات ہستیاں دکھائی دیتی ہیں جن کی پیشانیاں علم و تقویٰ، زہد و قناعت، خلوص و للہیت، تعلق مع اللہ، محبت الٰہی خشیت الٰہی، حبُّ اللہ کے نور سے چمکتی تھیں جو سنت کے کمالِ اتباع کے ساتھ متصف اور حبِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

میں ڈوبے ہوئے، دین کی محبت وحفاظت کے نشے میں سرشار اور کفر وضلالت، الحاد ومعصیت کے ہر ذرہ سے بیزار تھے۔ ان کے ظاہری اعمال وکردار احکامِ الٰہی اور سنتِ نبوی سے مزین تھے تو ان کے سینے علومِ نبوت سے معمور، اور ان کے دل معرفتِ الٰہیہ، حبِ الٰہی اور حبِ نبوی سے منور تھے۔

گویا ان کے ظاہری و باطنی اعمال سیرتِ طیبہ حضرت محمد ﷺ کے انوار کا آئینہ، ہدایتِ الٰہی کا گنجینہ اور فیوضِ نبویہ کا خزینہ تھے۔ فیضانِ نبوتِ محمدیہ کے ظاہری و باطنی سوتوں سے ان کی ذواتِ عالیہ سیراب اور منہاجِ نبوت پر استقامت ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ ظاہر و باطن کے جامع، علم وعمل کے سنگم، مدرسیت وخانقاہیت کی یکجائی کے مظہر اور مرج البحرین یلتقیان، معقولات ومنقولات کے بیک وقت بحرِ ذخار، رات کے عابد، شب زندہ دار، دن کو دفاعِ حق میں تیغِ آبدار، تدریسِ علوم کے وقت یُعلّمهم الکتاب والحکمة کی جلوہ ریزیاں نمایاں اور تربیتِ نفوس کے وقت یُزکّیهم کی نور افزائیاں ہویدا تھیں۔ گویا ان میں سے ہر ایک بیک وقت کمالاتِ دینی کا مجمع البحار تھا۔ الغرض دارالعلوم دیوبند نے جن اعاظم رجال اور اساطین علم وعمل اور نفوسِ قدسیہ کو وجود بخشا، قرونِ متاخرہ میں اس کی مثال شاذ ہے۔ (اکابر علماءِ دیوبند [تقریظ] ص:۱۱)

انہی پاکیزہ نفوس اور اعاظم رجال کی عظمتِ شان، خدمتِ دین، عشقِ الٰہی اور وفورِ محبتِ نبوی جیسے اوصافِ عظیمہ کے اعتراف میں مولانا منظور احمد نعمانی رقم طراز ہیں:۔

''انہی مجاہدینِ ملت اور مصلحینِ امت کے علمی و روحانی وارثین حضرت مولانا نانوتوی اور حضرت گنگوھی اور ان کے خاص رفقاء کو اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اپنے مقدس دین کی حفاظت اور خدمت کی جو توفیق دی اور ان کی جدوجہد سے توحید وسنت اور عام اسلامی تعلیمات کی اس ملک میں جو اشاعت ہوئی اور علم وعمل اور عشق وفنائیت کی جامعیت کے لحاظ

سے خود ان بزرگوں کا جو حال تھا اور یہ مبارک صفات ان کے ذریعہ امت کے مختلف طبقات میں جس وسیع پیمانہ پر پھیلیں ان چیزوں کو اور ان کے اثرات وثمرات کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد دل کو اس میں ذرا شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور کے خاصانِ خدا میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت اور توحید وسنت کی اشاعت کے لئے اور ان کے قلوب کو اپنے خاص تعلق کے واسطے چن لیا تھا۔ (فیصلہ کن مناظرہ: ص ۸۱)

زمانہ شاہد ہے اور یقیناً چشمِ فلک بھی اشکبار رہی ہے ان لمحات پر جب حق کے ان بے لوث سپاہیوں کو سولیوں پر لٹکایا جاتا رہا ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی گواہ ہے کہ خنزیر کی کھالوں میں علماءِ دیو بند کو بند کر کے آگ میں ڈالا جاتا رہا، وہ ظلم تاریخ کبھی فراموش نہیں کر پائے گی کہ ان خاصانِ خدا اور غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کو ایک لائن میں کھڑا کر کے گولیوں سے اڑایا جاتا رہا، اندھے اور تاریک کنویں، تیل کے ابلتے کڑاہ، پہاڑوں کی تنگ وتاریک گھاٹیاں، اور دور دراز کے بے آباد جزیروں کی قیدِ بامشقت، یہ سب کچھ برداشت کیا جاتا رہا لیکن راہِ حق میں مجال ہے کہ پایۂ ثبات واستقلال کو ذرہ بھر کوتاہی ہوئی ہو۔

حق تو یہ ہے کہ جو آتشِ عشق ان کے دلوں میں موجود تھی اس نے گولیوں کی تڑتڑاہٹ، کڑاہوں کا ابلنا، تیل چھڑک کر آگ لگا دیا جانا درختوں پر اور دار کے پھندوں پر جھول جانا آسان بنا دیا تھا وہ ہر چیز کی قربانی تو دے سکتے تھے لیکن دین کی محبت، خدا اور رسولِ خدا کی محبت کسی صورت میں بھی نہیں قربان کر سکتے تھے۔

؎ فتشبّھوا ان لم تکونو مثلھم انّ التشبّہ بالکرام کرام

(ترجمہ اگر تم ان جیسے بلند پایہ نہیں ہو تو ان کی مشابہت ہی اختیار کر لو بے شک کریم النفس بزرگوں کی مشابہت بھی اچھی ہے)

خاصانِ خدا کی یہ اولوالعزمی، عشاقِ حبیبِ کبریا کا یہ جذبۂ کیف ومستی، رونقِ عشق کی فراوانی، بے مثال وارفتگی اور لازوال الفت وشیفتگی، جسے وہ اپنا سرمایۂ حیات سمجھتے تھے سب

کچھ لٹا کر بھی اسے بچانا، وہ عینِ ایمان جانتے تھے وہ تو زندگی کی بجائے شریعتِ مصطفےٰ، اور جان کے بدلے لیلائے شہادت کو عزیز جانتے تھے۔ حقیقت تو ان کے جذبۂ صادقہ کی ناقابلِ بیاں ٹھہری۔۔ ہاں لیلائے محبت کے عاشق کے اس قصہ سے ان کے عشق کی ''ایک ادنیٰ تمثیل'' ضرور پیش کی جاسکتی ہے۔

ہاں وہ لیلائے محبت کا عاشق۔۔مجنوں۔۔۔کہ اس کا باپ اس کو حیلے بہانے سے مکہ معظمہ لے گیا اور کہا کہ بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر دعا کر کہ خدا تیرے دل سے لیلیٰ کا عشق نکال دے۔تو اس نے باپ کے اس حکم پر کعبہ کا غلاف تھاما اور دعا کرنے کے لئے کچھ کہنے لگا لیکن زباں سے یہ الفاظِ دعا نکل رہے تھے۔۔۔۔۔۔

یاربّ لا تسلبنی حبّها ابدا ویرحم اللّٰه عبدا قال آمینا
الٰهی تبتُ من کل المعاصی ولٰکن حبّ لیلیٰ لا اتوب

(اے میرے رب! لیلیٰ کی محبت میرے دل سے کبھی نہ نکالنا اور اس شخص پر بھی رحم فرما جو میری اس دعا پر آمین کہے۔الٰہی میں ہر اک معصیت سے تائب ہو چکا لیکن تو جانتا ہے کہ لیلیٰ کی محبت سے میں کیسے تائب ہو سکتا ہوں)

حبِ نبی تو جزوِ ایماں ہے اس سے تہی دامن کیسے رہا جاسکتا ہے۔اور ہر چیز سے بڑھ کر اس جذبہ کی پرورش کرنا عینِ ایمان ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سر بہ کف قافلہ، ان میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن ہوں یا شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی، حضرت نانوتوی ہوں یا مولانا گنگوہی، حضرت تھانوی ہوں یا مولانا محمد الیاس، شاہ اسماعیل شہید، علامہ انور شاہ کشمیری ہوں یا امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، علامہ بنوری ہوں یا شیخ التفسیر لاہوری، مفتی محمود ہوں یا حضرت ہزاروی۔

جس کی زندگی کا بھی آپ مطالعہ کریں گے اسے سر بہ کف مجاہد ہی پائیں گے انگریز دشمنی ان درویشوں کا امتیازی نشان ہے یہ انگریز کی ثقافت اور انگریز کی سیاست کے خلاف

ہمیشہ سینہ سپر رہے کیوں کہ انگریز ظالم نے اسلام اور فرزندانِ اسلام کا سیاسی مستقبل تباہ کرنے میں جو ہولناک کردار ادا کیا ان حق پرستوں کی نظر میں وہ نا قابلِ معافی جرم تھا۔

اتنی تو جرأتیں ہوں میری کم سے کم بلند
شاہوں کے تاج فقط اشاروں سے چھین لوں

انگریز کے پاس طاقت تھی اور ان کے پاس صداقت، وہ دشمنِ اسلام پیچھے نہیں ہٹنا چاہتا تھا تو یہ حق کے مسافر راہِ حق سے گریزاں نہیں رہنا چاہتے تھے وہ انہیں پابندِ سلاسل کرنا چاہتا تھا تو یہ وارثینِ نبوت بھی سنت ابوبصیر وابوجندل سے غافل نہ تھے بالآخر اس نے ظلم و جبر کی حد کر دی انہوں نے صبر و استقامت کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ خود قاتل تڑپ اٹھا، وہ لاؤ لشکر والا مات کھا گیا وہ جو لوٹنے نکلا تھا خود بہت کچھ لٹا کے واپس لوٹا، اور طے یہ ہے کہ حق کا مسافر مغلوب ہو یا غالب آئے، شہید ہو یا غازی، لٹ جائے کٹ جائے یا مٹ جائے، نام اس کا ہی بلند رہے گا کیونکہ یہ جند اللہ ہے یہ حزب اللہ ہے یہی تو وہ عباد الرحمٰن ہیں جو زمین پر چل رہے ہوتے ہیں اور فرشتے، پاکیزگی تقدس، شجاعت اور حسنِ کردار کے موتی ان کے قدموں میں لٹا رہے ہوتے ہیں

دار العلوم دیو بند نے نہ صرف مسلمانانِ برِ صغیر کی دینی رہنمائی اور روحانی تربیت کا فرض ادا کیا بلکہ عالم اسلام کے لئے ایسی اعلیٰ باوصف دینی قیادت فراہم کی کہ جس نے ہر سمت باطل کی کمر توڑی اور ہر اسلام دشمن کی کوشش وکاوش کے پرخچے اڑائے اور چہار دانگ عالم حبِ الٰہی، عشقِ رسالت اور اتباعِ شریعت کے دیپ جلائے۔

نمازِ عشق میں دل کشی بہت ہے مگر
جگر کا گرم لہو چاہئے وضو کے لئے

سرمایۂ ملت حضرت شیخ الحدیث ابو الزاہد مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت فیوضہم

اپنی مختصر مگر جامع مجموعہ بانئ دارالعلوم دیوبند صفحہ ۴۳ پر اکابرو اسلاف طرزِ اتباع اور اندازِ الفت بہ نوائے دل یوں بیان کرتے ہیں:۔

''حضرت نانوتوی اور آپ کے رفقاءِ کار اور عقیدت مندوں کو جس درجہ اور جس قدر والہانہ عشق و محبت اور اخلاص و عقیدت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اس کا انکار بغیر کسی متعصب اور سوائے کسی متعنت کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ رومانوی افسانوں میں مجنوں بنی عامر کے عشق و محبت کے بڑے بڑے افسانے زبان زدِ خلائق ہیں لیکن اگر مجنوں سگِ کوچہ لیلیٰ پر فدا تھا تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقائے کار مدینہ طیبہ کی مبارک گلیوں کے ذرات پر قربان و نثار تھے اگر مجنوں، لیلیٰ کے عشق میں مجبور و مقہور تھا تو یہ حضرات عشقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتوں کے شیدائی تھے اگر مجنوں لیلیٰ کے اُنس والفت کے دام میں گرفتار تھا تو یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق و علاقہ پر نثار تھے اور آپ کے لگاؤ اور آپ کی پسند کو جانِ عزیز سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتے تھے۔

کیونکہ وہ یہ جانتے اور دل سے مانتے تھے کہ دینی اور دُنیوی تمام لذتوں کا سرچشمہ ہی اُس برگزیدہ ہستی کے ساتھ موّدت اور عقیدت ہے جن کے ارشاد فرمودہ ایک جملہ کے مقابلہ میں دنیا بھر کے لعل و گوہر اور ہفت اقلیم کی دولت اور خزانے کوئی وقعت و حیثیت نہیں رکھتے اور جن کے پیارے اقوال و افعال اور اسوۂ حسنہ کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی، جن کا اسم گرامی دنیا کی تمام شیرینیوں اور شربتوں سے میٹھا اور جن کی ایک ادنیٰ سنت بھی جواہرات سے مرصّع تاجِ شاہی سے بھی زیادہ مرغوب و پسندیدہ ہے کیا ہی خوش قسمت ہے وہ قوم جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا افضل المخلوقات نبی اور آپ کی شریعتِ بیضاء مل گئی جس کے بعد کسی اور کمال اور خوبی کی سرے سے کوئی حاجت ہی باقی نہیں رہتی۔ کیا خوب کہا گیا ہے کہ۔

شرابِ خوشگوارم ہست و یار مہرباں ساقی
ندارد ہیچ کس یارے چنیں یارے کہ من دارم

دنیا میں الفت و شیفتگی کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں عشق نے بہت سے دلوں کو اپنا شکار کیا، محبت کی رنگینیوں میں بکثرت لوگ دل کا روگ لئے نظر آئے لیکن جہاں اس کا قبلہ اللہ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے وہاں یہ عشق، دنیا وعقبیٰ کی کامرانیوں کے پروانے لٹاتا نظر آیا، اور دارین کی سعادتیں بانٹتا کھائی دیا۔

خوش نصیبی ہے کہ یہ دل عشقِ شہِ کونین سے لبریز ہو، ذوقِ نظر انہی کے تصور سے آشنا ہو، قلب وجوارح انہی کے اعمال سے منور ہوں، زباں ودل انہی کے مدح سرا ہوں، جہانِ تخیل میں انہی کے تار بنے جاتے ہوں، لب پیاسے رہتے ہوں تو انہی کی اسم بوسی کے لئے ، زبانیں تر ہوں تو انہی کے ذکرِ لذت آگیں سے، گردنیں بھی کٹنے کو بے تاب ہوں تو انہی کے دین وارشاد پہ، بڑا بلند رتبہ ہے ایسے عاشقوں کا اللہ تعالیٰ کے ہاں، بڑی قدر دانی ہے ایسے عشاق کی درِ محبوب میں، یہ جو دیدار کے طلب گار بھی ہوں گے شفاعت کے حق دار بھی یہی ہوں گے۔ ہاں جو لوگ کشتۂ ثنائے محبوب ہیں، ہاں جو لوگ عشاقِ شہِ محبوب ہیں، اور جو لوگ غلامِ درِ محبوب ہیں ان کا نصیبا بہت بلند ہے ان کا بخت ہی بڑا خوش بخت ہے، اللہ کے ہاں وہ یقیناً سرو قد ہوں گے اور ذات حبیبِ کبریا کے سامنے بھی روزِ محشر یہی رخشندہ ہوں گے اور تابندہ بھی یہی۔

بقولے شاعر......

جس کو شعاعِ عشقِ محمد عطا ہوئی
مسرور اس کا راستہ آساں ہو گیا

ایسے لوگوں کا حال کچھ یوں ہوتا ہے......

؎ مال وزر، جہاں کی تمنا نہیں مجھے
عشقِ رسول میری متاعِ حیات ہے

اور ہاں ان کی تمنائے دردِ دل یہی تو ہوتی ہے......

؎ کوئی طلب ہے مجھے زیست میں تو اتنی ہے
نبی کی چاہ ملے اور بے پناہ ملے

باب اول

دردلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است
آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

- ...... علاماتِ محبتِ رسول ﷺ
- ...... مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ مرکزِ اسلام ہیں
- ...... حُبِّ مدینہ
- ...... مسجدِ نبوی کے فضائل ومناقب
- ...... جو چیزیں آپ ﷺ سے منسوب ہیں ان کی عظمت
- ...... اشتیاقِ زیارتِ مدینہ
- ...... گنبدِ خضریٰ کی تعمیر وتزئین

ﷺ

علاماتِ محبت

دعویٰ محبت کا ہونا تو ایک عمومی امر ہے لیکن یہ یاد رہے علاماتِ محبت کا پایا جانا بھی از حد ضروری ہے۔اس لئے ان علامات کو ذکر کر دیا گیا ہے ان کو دیکھ کر اپنے آپ کو بھی محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی اور حقیقی صورت میں ڈھال لیجئے ...... یہ ایک آئینہ ہے اس میں دیکھ کر اپنی شخصیت سنوار لیجئے ...... یا یوں کہہ لیجئے کہ ...... ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علامت اور نشانی ہوتی ہے جس سے وہ پہچانی جاتی ہے محبت نبوی کی بھی کچھ علامات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ فلاں محبت کا دعویٰ کرنے والے میں واقعی محبت ہے یا نہیں؟ تو آیئے ہم ان علامات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں اور انہیں اپنی ذات میں جذب کرنے کا عہد بھی۔

واللہ الموفق والمستعان

پہلی علامت:۔

محبت کی پہلی علامت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے بلکہ خدا کی محبت کی علامت بھی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت استوار کرنا چاہتے ہو تو میری (محمد رسول اللہ ﷺ کی) اتباع کرو تو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

مکمل دین تم پر ہوگیا اے رہبرِ کامل !
قیامت تک تیری سنت پہ چلنا عین ایمان ہے

دوسری علامت:۔

محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ آپ کا کثرت سے ذکر کیا جائے کیونکہ اصولی طور پر کہہ دیا گیا ہے مَنْ اَحَبَّ شَیْئاً اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ: جو کسی کے ساتھ محبت رکھتا ہے اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔ زندگی کے ہر مسئلے میں آپ کا حوالہ ہو آپ کے واقعات بار بار دہرائے جائیں اور سیرت وحدیث کی کتابوں کا مطالعہ خوب کیا جائے۔

اس دورِ سکوں سوز میں تسکین نہ ملے گی
کیفِ دل وجاں ذکرِ پیمبر سے ملے گا !

محبت کی تیسری علامت:۔

محبت کی تیسری علامت یہ ہے کہ آپ ؐ کے لائے ہوئے دین کے ساتھ اتنی محبت ہو کہ اس کے لئے سب کچھ قربان کرنے پر تیار رہے قرآن وسنت کی تبلیغ واشاعت کیلئے ہر تکلیف خوشی خوشی برداشت کرے۔

نبی خاتم پہ جو سو جان سے قربان ہوتے ہیں
خدا شاہد ہے وہی صاحب ایمان ہوتے ہیں

محبت کی چوتھی علامت:۔

یہ ہے کہ آپ کی عظمت وحرمت کا ہر حال میں احساس رہے آپ کا ذکر آئے تو درود شریف پڑھے آپ کا نام لے تو تعظیم کے ساتھ لے۔

کب اس دلِ بے تاب سے ہے اتنی توقع
لے نام کوئی تیرا تو یہ آنکھ نہ چھلکے

محبت کی پانچویں علامت:۔

یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے روضہ کی زیارت کا بے حد شوق ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک محبّ کی سب سے بڑی آرزو یہی ہوتی ہے کہ مجھے محبوب کا وصال اور ملاقات نصیب ہو۔

ہمیں اس لئے ہے تمنائے جنت !
کہ جنت میں ان کا نظارہ کریں گے

سوہنیاں نالو سوہنا چہرہ حضور دا !
مولا وکھاوے سانوں روضہ حضور دا

محبت کی چھٹی علامت:۔

یہ ہے کہ ہر اس چیز سے محبت ہو جس کا تعلق اور جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو، آپ کے خاندان سے محبت ہو، ازواج مطہرات سے (بحیثیت امہات المؤمنین) محبت ہو، صحابہ سے محبت ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر اور اس کے گلی کوچوں سے محبت ہو، آپ کی زبان سے محبت ہو۔ ایک حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ عرب سے تین وجوہ سے محبت رکھو۔ ایک تو اس لئے کہ میں عربی ہوں دوسرے اس لئے کہ قرآن کی زبان عربی ہے تیسرے اس لئے کہ جنت والوں کی زبان عربی ہوگی۔

ایک اور حدیث پاک ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اہل عرب کو دھوکا دیا وہ میری شفاعت میں داخل نہیں ہوگا اور اس کو میری محبت اور دوستی حاصل نہیں

ہوگی۔

ترے کوچے میں آنے والوں سے
روز و شب رسم و راہ کرتا ہوں!

محبت کی ساتویں علامت:۔

نبی ﷺ کے وارث علماء سے محبت ہو اور اولیاء، اتقیاء اور اصفیاء سے محبت ہو۔

بہر عنوان اس ذاتِ گرامی پر نظر رہتی !
کبھی ان پر کبھی ان کے غلاموں پر فدا ہوتا

آیئے ہم ایک لمحہ کے لئے غور کریں کہ کیا ہمارے اندر یہ علامات پائی جاتی ہیں یا نہیں

(ندائے منبر و محراب جلد اول، مولانا محمد اسلم شیخوپوری)

☆☆کچھ اہلِ دل نے ان علامات کا تذکرہ باندازِ دیگر کیا ہے

علاماتِ محبت، باندازِ دیگر :۔

(۱) آپ کی محبت کی سب سے پہلی علامت اور نشانی یہی ہے کہ تنگی و فراخی خوشی و غمی ہر حالت میں آپ کی اقتدا کرے اور آپ کے اوامر کی تعمیل کرے اور نواہی سے بچے۔ آپ کے آداب کے ساتھ متادّب اور آپ کے اخلاقِ حسنہ کے ساتھ آراستہ اور مزین ہوا ۔اور جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت فرمائی ہو اس سے محبت اور جس سے نفرت کی ہو اس سے نفرت کرے۔

(۲)۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹے !اگر تجھ سے یہ ہوسکتا ہے کہ تو صبح وشام ایسی حالت

میں کرے کہ تیرے دل میں کسی کی جانب سے کینہ اور برائی نہ ہو تو ایسا کر۔

پھر ارشاد فرمایا: اے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت کو زندہ کرتا ہے وہ مجھے محبوب رکھتا ہے اور جو مجھے محبوب رکھتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں جائے گا۔لہٰذا جو اس صفت کے ساتھ متصف ہو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا مُحِب ہے اور جو بعض امور کی مخالفت کرے...... تو اس کی محبت ناقص ہے کجا کہ...... از سر تا پا آپ کی مخالفت میں ڈوبا ہوا ہو۔

(۳)۔ محبت کی علامت یہ بھی ہے کہ آپ کا کثرت سے ذکر کرتا رہے کیونکہ جو کوئی کسی سے محبت کرتا ہے وہ ہر وقت اس کا ذکرِ خیر کرتا رہتا ہے عاشق کو بغیر ذکرِ محبوب کیسے صبر آ سکتا ہے وہ تو ہر وقت اسی یاد میں محو رہتا ہے۔

گفت مشقِ نامِ لیلیٰ می کنم خاطرِ خود را تسلی می دہم

(٤)۔آپ کے دیدار اور زیارت کا شیدائی ہو اس لئے کہ ہر ایک حبیب اپنے محبوب کی زیارت وملاقات کا شیدائی ہوتا ہے۔اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو تو آپ کی تعظیم اور توقیر میں سر جھکا دیا جائے اور آپ کا نام مبارک سنتے ہی انکساری اور فروتنی کے آثار نمایاں ہو جائیں اور آپ کے جلال وعظمت سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ اسحاق تجیبی سے نقل کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی وفات کے بعد جب کبھی آپ کا ذکرِ مبارک کرتے تھے تو ان پر عاجزی وانکساری طاری ہو جاتی تھی اور ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رونے لگتے تھے یہی حالت اکثر تابعین (رحمہم اللہ تعالیٰ) کی تھی

(فضائلِ مدینہ منورہ، صفحہ ۹ تا ۱۱)

مکہ اور مدینہ مرکزِ اسلام ہیں:۔

مدینہ کی بہاروں سے سکونِ قلب ملتا ہے
اسی کے لالہ زاروں سے سکونِ قلب ملتا ہے
وہ مکہ ہو ، مدینہ ہو، کہ شہرِ قدس کی گلیاں
عقیدت کے دیاروں سے سکونِ قلب ملتا ہے

انسانی شخصیات میں جہاں انبیاء کرام اور صحابہ کرام شموعِ اسلام اور نجومِ ظلام ہیں، مکانیات میں ارضِ حرم، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ، مراکزِ اسلام ہیں، ہدایت جس طرح ان شخصیات کریمہ اور نفوسِ قدسیہ کے گرد گھومتی ہے تجلیاتِ ربانیہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر دن رات برستی ہیں، ہر وقت ہزاروں انسان تجلیٔ کعبہ کے گرد مصروفِ طواف پائے جاتے ہیں اور ہزاروں فرشتے اور انسان ہر آن روضۂ منورہ پر صلوٰۃ سلام عرض کرتے ہیں یہی خطۂ زمین وہ ارضِ اسلام ہے جہاں دو دین جمع نہیں ہو سکتے اور وہاں اسلام کے سوا کسی اور دین کا داخلہ جائز نہیں۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ دنیا کے آخری دنوں میں بھی مدینہ منورہ ہی مرکزِ اسلام ہوگا۔آپ نے فرمایا: ایمان ہر طرف سے سمٹ کر انجام کار اسی مرکز پر آ جائے گا، امام بخاری، اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الایمان لیأرز الیٰ المدینة کما تأرز الحیة الیٰ جحرھا: (بے شک (آخری دنوں میں) ایمان مدینہ کی طرف پناہ لے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف لوٹتا ہے، (تقدیس الحرمین، ص:۱۱) (مطالعہ بریلویت، علامہ خالد محمود، جلد 2، صفحہ:393)

حُبِّ مدینہ اور مسجدِ نبوی کے فضائل ومناقب:۔

شاعر کا یہ کہنا ع...... مدینے کا سارا جہاں محترم ہے

یقیناً ہر صاحبِ ایمان کے دل کی آواز ہے آقا کے مبارک ، بابرکت شہر سے محبت جہاں دل کی چاہت ہے وہاں ایمان کا حصہ بھی ہے حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے:۔

"مدینہ منورہ کا چپہ چپہ، انوارِ رحمت اور برکات سے پُر ہے اس کی ساری فضا پودے، پہاڑ، پانی، مٹی، گرد وغبار، غرضیکہ ہر چیز ایک عظیم شرف سے مشرف ہے یہی وہ مقام رفیع ہے جس میں رحمتِ دو عالم، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ کے دس سال گزارے اور اب چودہ سو سال سے آپ کا روضۂ اطہر، انوارِ الٰہیہ اور برکاتِ سرمدیہ کا مہبط بنا ہوا ہے، اس لئے ملاعلی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:۔"مدینہ منورہ حاضری دینے والا دربارِ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، مسجدِ نبوی، جنت البقیع، اور شہداء کی قبور (میدانِ احد وغیرہ میں) اور دوسرے تمام مقاماتِ متبرکہ کی زیارت کرے یہ اس کے لئے اجر وثواب کا ذریعہ بن جائے گا" (رحمتِ کائنات، ص: 451، بحوالہ: مرقاۃ، ج6، ص: 87)

دل ہو کہ میری جان مدینے کی ہواؤ
سب تم پہ ہیں قربان مدینے کی ہواؤ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ سے محبت کی جاتی ہے خود آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا موجود ہے۔آپ نے فرمایا: اللّٰھم حبّب الینا المدینہ کما حبّبتَ مکۃ او اشدّ: اے اللہ! ہمیں شہرِ مدینہ کی محبت نصیب فرما جیسے تو نے مکہ کو محبتوں کا مرکز بنا دیا ہے یا اس سے بھی زیادہ محبتِ مدینہ عطا فرما آمین۔

اہلِ شوق ومحبت کو تو عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہاں نماز میں ایک جداگانہ

سرور اور لذت وانبساط کا ساماں ملتا ہے۔ مگر مستزاد اس پر کونین کے آقا کا یہ فرمان ہے جس سے عشقِ نبی کو مہمیز ملتی ہے ارشاد ہے صلوٰۃ فی مسجدی ھذا خیر میری اس مسجد میں ادا کی گئی ایک نماز کا اجر دوسری مساجد سے پچاس ہزار گنا بڑھ کر ہے سوائے مسجد بیت اللہ کے، کہ وہاں تو ایک نماز کا اجر ایک لاکھ نمازوں کے برابر عطا کیا جاتا ہے۔ قابلِ رشک ہیں وہ لوگ، اور قابلِ ستائش ہیں وہ ہستیاں، جن کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت بار بار عطا فرماتے ہیں۔

☆......اور جس مقدس مسجد کی بنیاد سید الانبیاء والمرسلین حبیبِ رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مقدس اور بابرکت ہاتھوں نے کھی جن کا ہر نطق وگویائی امرِ ربانی اور وحی الٰہی تھا **وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی** اور پھر انہی کے مقدس ہاتھوں نے اس کو تعمیر فرمایا اور اسی عمارت میں بیٹھ کر دین الٰہی کی تعلیم فرمائی اور انسانیت کو اوجِ کمال تک پہنچایا۔ یہیں فریضۂ بندگی ادا ہوتا تھا اور یہی امت کی تعلیم وتربیت کا آخر تک مرکز رہا یہاں سے آفتابِ اسلام چمکا اور تاریک دنیا میں اجالا کر دیا یہاں سے جیوشِ اسلامی روانہ ہوئے اور تمام باطل قوتوں کو پاش پاش کر دیا اس مسجد کے بارگاہِ الٰہی میں مقبول اور محبوب ہونے میں کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے بلاشک وشبہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بھی سید المساجد ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ﴾ :البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ و پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے زیادہ حقدار ہے اس کی کہ آپ اس میں نماز کے لئے قیام فرمائیں۔ (تجلیاتِ مدینہ، ص:۱۳۲)

☆ جو چیزیں آپ سے منسوب ہیں ان کی عظمت:۔

جن مقامات پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے جیسا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ، اور جن چیزوں کو آپ نے استعمال فرمایا ہے یا دستِ مبارک لگایا اور جن اشیاء کی عظمت وتکریم آپ کی وجہ سے معلوم ہوئی ان کی تعظیم وتکریم کرنا واجب وضروری ہے اور ان کی

تعظیم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعظیم ہے۔

حضرت صفیہ بنت نجدہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر سر کے بالوں کا ایک جُوڑا تھا جب وہ بیٹھتے اور اسے چھوڑ دیتے تو وہ زمین سے جا لگتا تھا کسی نے ان سے دریافت کیا کہ اپ اسے منڈوا کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا میں اسے منڈوا نہیں سکتا کیونکہ ان بالوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک لگایا ہے۔ ابو یعلیٰ رحمہٗ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی کسی معرکہ میں گر گئی۔ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کفار پر اتنا سخت حملہ کیا کہ صحابہ کرام کو ان کی اتنی شدت پر نکیر کرنا پڑی۔ حضرت خالد بن ولید نے فرمایا: میں نے اتنا سخت حملہ محض ٹوپی کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ اس ٹوپی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لگے ہوئے تھے اس کی بنا پر کیا۔ تاکہ ان بالوں کی برکت مجھ سے دور نہ ہو اور یہ بال کفار کے ہاتھ نہ لگیں۔

’’قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جن کو سیدنا رسولِ اطہر، مکی و مدنی صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے ان کی تعظیم وتکریم کرنا، حرمین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہد و مساکن کی تعظیم کرنا اور وہ چیزیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پکاری جاتی ہوں یا جن کو آپ نے دستِ مبارک سے چھوا ہو ان سب کا ادب واکرام کرنا، درحقیقت نبی علیہ السلام ہی کے اکرام میں داخل ہے۔

سلف صالحین کا دستور تھا کہ جن محفلوں میں حدیثِ نبوی سنی یا سنائی جاتی ان محفلوں میں باادب اور باوقار بیٹھتے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، نبی کریم واجب التکریم، علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت میں باادب ہو کر بیٹھتے تھے۔ یہ سب اس لئے تھا کہ وہ حدیثِ رسول کے ادب کو درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب تصور کرتے تھے۔ (باادب بانصیب، ۵۸ تا ۶۰)‘‘

ابنِ سعد نے ابراہیم بن عبدالرحمٰن القاری سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے منبر مبارک پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ اپنا ہاتھ رکھا اور پھر اسے اپنے چہرے پر رکھ دیا اسی عظمت واحترام کی بنا پر امام مالک مدینہ منورہ میں اپنی سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مجھے حق تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں ایسی سرزمین کو اپنی سواری کے سُموں سے روندوں۔ جس میں رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہیں امام مالک نے اپنے بہت سے گھوڑے امام شافعی کو ہدیہ میں دیدیے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان میں سے اپنی سواری کے لئے تو کوئی ایک گھوڑا رکھ لیجئے اس وقت بھی امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعہ نے شفا میں ابوعبدالرحمٰن اسلمی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت نقل کی ہے کہ یہ بہت ہی بڑے نمازی اور تیر انداز تھے مگر جب سے انہیں یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کمان اپنے دستِ مبارک میں لی ہے اس وقت سے انہوں نے کمان کو کبھی بے وضو ہاتھ نہیں لگایا۔ سبحان اللہ! بزرگانِ دین کو کس درجہ آپ کے اسباب کی بھی عظمت اور کس قدر تعلق تھا کہ صرف کمان کا اطلاق اس پر ہے اور بعینہٖ یہ وہ کمان نہیں بھی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک میں لی۔ مگر کمان کے اطلاق میں شریک ہے اس لئے جذبۂ محبت وعظمت میں طبعیت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ اسے بے وضو ہاتھ لگائیں۔

اب ناظرین خود ہی اندازہ لگائیں کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے دستِ مبارک لگایا ہے اور جو چیزیں آپ کی جانب منسوب ہیں ان کی عظمت واحترام کا کیا حال ہوگا مگر یہ صحابہ کرام، تابعین اور بزرگانِ دین تھے کہ جن کی عظمت دین اور شریعت کے مطابق تھی خود تراشی ہوئی نہ تھی۔ یہی خلوص ومحبت اور اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی

محض دعویٰ اور ڈھونگ نہیں تھا کہ شور و غل تو بہت مگر عظمت و محبت کا نام و نشان بھی نہ ہو۔

(فضائلِ مدینہ منورہ، صفحہ ۱۴ تا ۱۶)

☆ اشتیاقِ زیارتِ مدینہ:۔

ہر مسلمان جس کے دل میں جذبہ ایمانی موجود ہے اور جس کو سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں ہونے کا اعتراف اور اقرار ہے اور عز و شرف اور اس غلامی پر فخر و ناز ہے اس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت کا اشتیاق ضرور پایا جاتا ہے اور جس قدر ایمان و اسلام کی دولت سے سرفراز ہے اور اپنے امتی ہونے کا شناسا اور قدر دان ہے اسی قدر وہ مدینۃ الرسول کا زیادہ مشتاق اور گرویدہ ہے اس کی دیدِ مشتاق اگر ہزار بار بھی شرفِ زیارت سے لطف اندوز ہو تب بھی اس کو سیری نہیں اور ہر بار دل کی بے قراری اور نگاہوں کی بے تابی میں افزونی ہے اور یہ آرزو ہر دم روز افزوں ہے ؎

تمنا ہے کہ جا بیٹھوں تیرے روضہ کی شاخوں پر
قفس جس وقت کہ ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

بارگاہِ رسالت اور دربارِ رحمت میں پہنچ کر مسلمان کی روح کو جو لطف و سرور اور کیف و نشاط حاصل ہوتا ہے اور قلبِ مومن کو جو سکون اور طمانینت عطا ہوتی ہے اس کے سامنے تمام دنیا کی نعمتیں اور لذتیں ہیچ اور بے حقیقت ہیں آخر یہ فرطِ شوق کیوں ہے؟ یہ سرور و نشاط اور سکون اطمینان کیوں حاصل ہوتا ہے؟ اور ہر مومن کو اس قدر اشتیاقِ زیارت کیوں ہے؟

(تجلیاتِ مدینہ، ص:۶)

☆......گنبدِ خضریٰ کی تعمیر و تزئین:۔

روضۂ اقدس کے اوپر گنبدِ خضرا ہے مسلمان دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوں اس کی

سب سے بڑی تمنا اور آرزو یہی ہوتی ہے کہ گنبدِ خضریٰ کو ایک نظر دیکھ لے۔ سب سے پہلے ۶۷۸ھ میں ملک المنصور قلدون صالحی کے عہد میں روضۂ اقدس پر گنبد (قبہ) بنایا گیا، گنبد نیچے سے مربع اور اوپر سے مثمن یعنی آٹھ گوشہ تھا۔ ۸۸۶ھ میں ملک اشرف قائت باقی نے عنقر جمالی کو مسجد کی تعمیر و مرمت کی خدمات انجام دینے کیلئے بھیجا اس وقت گنبد کا رنگ سفید تھا اور قبۃ البیضاء کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ۹۸۰ھ میں سلطان سلیم ثانی نے روضۂ اقدس کا قابلِ رشک گنبد بنوایا۔ اسے رنگین پتھروں سے سجایا اور اس پر زردوزی نے اس کے حسن کو اجاگر کر دیا۔ ۱۲۳۳ھ میں سلطان محمود نے بھی گنبدِ نبوی کو از سرِ نو تعمیر کروایا۔ ۱۲۵۵ھ میں انہوں نے گنبد پر سبز رنگ کروایا۔ اس دن سے عاشقانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بے نظیر و بے مثال گنبد کو گنبدِ خضریٰ سے نام سے یاد کرتے ہیں

آرزو ہے کہ درِ سیدِ والا دیکھوں
کاش ناصر! میں کبھی گنبدِ خضرا دیکھوں

اللہ رب العزت ہمارے مردہ دلوں کو اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے منور فرمائے آپ کے تابندہ نقوش اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور عاجز کی اس سعی کو قبولیت کا شرف نصیب فرمائے۔ حضور علیہ السلام کی محبت کا دیپ دلوں میں روشن کرنے کیلئے اس کتاب سے استفادہ کیا جائے، عاجز تو بس غلام غلامانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے کوئی ادیب و دانشور نہیں، کوئی فقیہ و مفسر نہیں، زہے نصیب کہ رب ذوالجلال میری اس سعی کو قبول فرمالے۔

ہاں مفتی و فقیہ نہیں مان لیتے ہیں
ناموسِ مصطفیٰ پہ مگر جان دیتے ہیں

وصلی اللہ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

باب ثانی

اکابر و علماءِ دیوبند کے عشق و محبت اور الفت و

اطاعتِ رسول ﷺ کے بے مثال واقعات، ملفوظات

اور تحریرات کا ایک جامع اور لازوال ذخیرہ

اور بہت سے نادر واقعات

بانی دارالعلوم دیوبند، حجۃ الاسلام

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت ۱۸۳۲ء، وفات ۱۸۷۹ء)

﴿تعارف: قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ شوال 1248ھ مطابق 1832ء پیدا ہوئے اور آپ کا وصال ۴ر جمادی الاول 1297ھ مطابق 15 اپریل، 1880ء میں دیوبند میں بوقت ۳ ربجے دوپہر بروز جمعرات بعارضہ ضیق النفس ہوا اور وہیں دفن کئے گئے 15 محرم الحرام 1283ھ مطابق 30 مئی 1866ء میں مدرسہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کے نام سے پوری اسلامی دنیا میں مشہور ہوا اس کی بناڈالی گئی۔

حضرت مولانا نانوتوی کے متعلق بعض مفسدہ پردازوں نے حکومتِ ہند کو یہ درخواست دی کہ حضرت مولانا نانوتوی نے دیوبند میں ایک مدرسہ گورنمنٹ کے مقابلہ پر کھولا ہے جس کا مقصد ہے کہ سرحد کے لوگوں سے تعلقات پیدا کئے جائیں تاکہ گورنمنٹ سے جہاد آسان ہو۔ یہ مدرسہ خفیہ طور پر طلبہ کو قواعد جنگ کی تعلیم دیتا ہے اور ہندوستان پر چڑھائی کرنے کے لئے کابل کو تیار کر رہا ہے، ہم حکومت کے خیر خواہ ہیں مطلع کرتے ہیں کہ وہ بیدار رہے حکومت سے فوراً تفتیش کے احکامات جاری ہو گئے اور تفتیش کے مراکز ،نانوتہ، رام پور اور جلال آباد قرار پائے اور دیوبند کو صدر مقام بنایا گیا۔ حکام نے دورے کئے اور بعض نے نانوتہ پہنچ کر حضرت نانوتوی کی زیارت کے لئے مسجد میں آنے کی اجازت چاہی حضرت نے اجازت دے دی کہ جوتا اتار کر آئیں، حاکم آیا، بیٹھا نہیں بلکہ نہایت ادب سے چپ چاپ حضرت کے سامنے کھڑا رہا واپس جا کر اس نے حکومتِ ہند کو رپورٹ دی کہ جو لوگ ایسی مقدس صورتوں پر نقص امن اور غدر وفساد کا الزام لگاتے ہیں وہ خود مفسد ہیں اور یہ محض چند مفسدوں کی شرارت تھی جو سراسر ناکام رہی۔

☆.....حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ علم وکمال کے جن دریاؤں سے فیض یاب اور سیراب ہوئے اور فکر ومعرفت کے جن چشموں سے سرشار ہو کر خود ساقیٔ عالم اور قاسم العلوم کہے گئے ان میں سے ایک بہت اہم، بہت ہی ممتاز اور بہت نمایاں بلکہ شاید اس فہرست کا ممتاز ترین نام اور شخصیت حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً کا ہے اور اس حقیقت کا حضرت مولانا نانوتوی کے زمانے سے برملا اعتراف کیا گیا ہے﴾

☆ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ نا گوارا نہیں:۔

جب مجاہد علماء کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو آپ کی گرفتاری کے بھی وارنٹ جاری ہوئے خدام اور متوسلین کے بہت زیادہ اصرار پر آپ ایک مکان میں روپوش ہوئے اور تین دن کے بعد پھر کھلے بندوں چلنے پھرنے لگے لوگوں نے پھر زیادہ روپوشی کے لئے بمنت عرض کیا تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ تین دن سے زیادہ روپوش ہونا سنت سے ثابت نہیں اور ساتھ ہی ساتھ عشقِ حبیب اور اتباعِ رسول ﷺ کی بات کیے بغیر نہ رہ سکے۔ کہ جناب نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ہجرت کے وقت غارِ ثور میں تین دن ہی تو روپوش رہے تھے''۔

(سوانح قاسمی جلد ۲ صفحہ ۱۷۳)

اللہ اکبر الفت واتباع کا کیا لازوال نمونہ پیش فرمایا عزت بچانے اور جان بچانے کے لئے سنت یاد آجانا اور بات ہے عزت قربان کر دینے اور جان لٹا دینے کے لئے سنت کا اپنانا دل والوں کا کام ہے ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

اپنے خدا سے مانگ محمدؐ سے انتساب
ان کے حضور عشق کے دیپک جلائے جا
ناموسِ مصطفٰے کا تقاضا ہے ان دنوں
مہر و وفا کے نام پہ گردن کٹائے جا

☆ حضور ﷺ کے سامنے آپ کو بخاری پڑھتے ہوئے دیکھا ہے:۔

آپ حج کو جاتے ہوئے پنجلاسہ (ضلع انبالہ) کے ایک باکمال بزرگ راؤ عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے کے لئے تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ: حضرت میرے لئے دعا فرمایئے اس پر راؤ عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا'' بھائی میں تمہارے لئے کیا دعا کروں میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں دونوں جہاں کے بادشاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

بخاری پڑھتے ہوئے دیکھا ہے (ارواحِ ثلاثہ: ص:۱۹۳)

ان سے یزدانی ہے میرے قلب وجاں میں روشنی
میرا ایماں، میرا دیں ،میرا یقیں ختم الرسل

☆ در محبت تلخ ہا شیریں بود:۔

جب حضرت نانوتوی نے حج کیا تو بڑے بڑے اکابر ساتھ تھے مثلاً حضرت اقدس گنگوہی رحمۃ اللہ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں کا ایک مجمع تھا آخری منزل جس کے بعد مدینہ طیبہ بالکل سامنے آجاتا ہے اور حرم نبوی کے مینار نظر آنے لگتے ہیں اس آخری منزل کا نام بئرِ علی ہے یہاں ایک پہاڑی ہے جب اس پر چڑھے اور حرم شریف کے مینار پر نظر پڑی......

کانٹے میرے تلوؤں کے لئے لالہ وگل ہیں
گلشن ہے مرے واسطے صحرائے محمد
کب سے درِاقدس کو ہیں بے تاب نگاہیں!
کب سے مرے دل میں ہے تمنائے محمد
دانشؔ ! مری آدابِ محبت پہ نظر ہے
قبلہ ہے مرا نقشِ کفِ پائے محمد

......تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ ایک دم اونٹ سے اچھل کر زمین پر کود پڑے، جوتے اتار کر اونٹ کے کجاوے میں رکھے اور ننگے پاؤں چلنا شروع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب تھی اس لئے عاشقانہ اشعار پڑھتے ہوئے اور اپنے حال میں مست ننگے پاؤں چلے جارہے تھے مدینہ طیبہ کی کنکریاں بھی نوکیلی ہیں وہ پاؤں میں ایسے چبھتی ہیں جیسے کانٹے چبھتے ہیں ان کی وجہ سے پاؤں لہولہان ہو گئے۔

شاعر نے انہی کیفیات کو الفاظ کا روپ دینا چاہا ہے......

شوق و نیاز و عجز کے سانچے میں ڈھل کے آ
یہ کوچۂ حبیب ہے پلکوں پہ چل کے آ
امت کے اولیاء بھی ادب سے ہیں دم بخود
یہ بارگاہِ سرورِ دیں ہے سنبھل کے آ
سوز و تپش سخن میں اگر چاہتا ہے تو
عشقِ نبی ؐ کی آگ میں تائبؔ پگھل کے آ

☆ زمزمِ عشق سے آنکھوں کا وضو لازم ہے:۔

دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی اونٹوں سے اتر کر پیدل چلنا شروع کر دیا تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ لوگ کیوں نیچے اتر کر چلنے لگے۔ حضرت نانوتوی پر تو محبت اور عشق کی وجہ سے حال طاری ہے یہ کہاں تک نقالی کریں گے اس لئے کوئی بیس قدم کوئی سو قدم چل کر رک گیا کیونکہ ان کنکریوں پر چلنا ہی مشکل تھا مگر جو اپنے حال میں مست ہو اسے تو کچھ خبر نہیں رہتی، اس پر تیر پڑیں چاہے تلواریں......

حضرت اسی حال میں حرمِ نبوی تک پیدل ہی چلتے رہے اور آپ کے پاؤں لہولہان ہو چکے تھے۔ مگر حضرت محبت اور عشق کی وجہ سے اپنے حال میں مست تھے۔ تو معاملہ یہ ہے کہ...... در محبت تلخ ہا شیریں بود...... یعنی محبت کی وجہ سے تلخیاں بھی شیریں ہو جاتی ہیں اور انسان ان کو بخوشی جھیل لیتا ہے۔ (خطباتِ حکیم الاسلام)

؎ تب نظر خاکِ مضافاتِ مدینہ آئے
جب بصارت کو بصیرت کا قرینہ آئے

زمزمِ عشق سے آنکھوں کا وضو لازم ہے
اس سے پہلے کہ درِ شاہِ مدینہ آئے

آدمی ساری تلخیاں جھیل جاتا ہے جب محبت کا غلبہ ہوتا ہے پھر نہ زخم کی پروانہ تیروں تلواروں اور نیزوں کی پروا ہوتی ہے یہ ہی شان اہل اللہ کی بھی ہوتی ہے کہ جب محبت خداوندی اور محبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم غالب آجاتی ہے تو نہ عیش کی پروا، نہ آرام وراحت کی فکر۔ ساری چیزوں کو تج دیتے ہیں چنانچہ بنیادی چیز محبت ہے اور محبت کا ظرف دل ہے جب دل میں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آجاتی ہے تو ہاتھ پاؤں پر بھی اس کے اثرات ظاہر ہوں گے اور اعمالِ صالحہ بھی صادر ہوں گے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

تری جستجو میں جو آئے تو مجھے موت بھی ہے عزیز تر
تری آرزو میں ملے اگر مجھے زندگی، تو قبول ہے

اسلاف مجاہدین ملت اور مصلحین امت کے علمی وروحانی وارثین حضرت مولانا نانوتوی اور حضرت گنگوھی اور ان کے خاص رفقاء کو اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اپنے مقدس دین کی حفاظت اور خدمت کی جو توفیق دی اور ان کی جدوجہد سے توحید وسنت اور عام اسلامی تعلیمات کی اس ملک میں جو اشاعت ہوئی اور علم وعمل اور عشق وفنائیت کی جامعیت کے لحاظ سے خود ان بزرگوں کا جو حال تھا اور یہ مبارک صفات ان کے ذریعہ امت کے مختلف طبقات میں جس وسیع پیمانہ پر پھیلیں ان چیزوں کو اور ان کے اثرات وثمرات کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد دل کو اس میں ذرا شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور کے خاصانِ خدا میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت اور توحید وسنت کی اشاعت کے لئے اور ان کے قلوب کو اپنے خاص تعلق کے واسطے چن لیا تھا۔ (فیصلہ کن مناظرہ: ص ۸۱، از مولانا منظور احمد نعمانی)

☆ابتداء اور انتہاء دونوں مبارک ہوں:۔

علم وعمل اور عشق وعقیدت کے پیکر حضرت نانوتوی کی اپنی ایک مشہور کتاب آبِ حیات کی ابتدائے تالیف اور حرمین شریفین سے عقیدت ملاحظہ فرمایئے:۔دل میں یہ ٹھان کر قلم اٹھایا اور ٹھہرائی (طے کرلیا) کہ شروع تو خدا کے گھر سے کیجئے اور بن پڑے تو بوسہ گاہِ عالم (سرورِ دو عالم) ﷺ پر اختتام کو پہنچا دیجئے تا کہ ابتداء اور انتہاء دونوں مبارک ہوں ورنہ جس قدر بن پڑے غنیمت ہے کیونکہ اس وسیلہ سے اس ظلوم وجہول کو امیدِ صحت اور ظنِ حسنِ قبول ہے۔(سوانح قاسمی جلد۳ص:۱۲)

ان کو تو نے کیا سے کیا شوق فراواں کردیا
پہلے جاں، پھر جانِ جاں، پھر جانِ جاناں کردیا

☆اب عرش وفرش میں نبوت حضور کی ہے:۔

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ اگر چاند میں، ستاروں میں، اگر کسی جزیرے میں، زحل میں، مشتری میں، عطارد یا مریخ میں، اگر کہیں کوئی مخلوق رہتی ہے تو وہ بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اُس کو بھی محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا اسلام قبول کرنا پڑے گا اب عرش وفرش میں نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

اس لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے لئے معراج کی رات آپ کو اللہ تعالیٰ نے امام بنایا، کہ محبوب ! تمام انبیاء کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اب شریعت صرف آپ کی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر پھرایا کہ جہاں تک میری خدائی ہو گی وہاں تک تیری مصطفائی ہوگی۔(شاہراہِ عشق کے مسافر، ص: 108)

تو فخرِ کون ومکاں، زبدۂ زمین وزماں امیرِ لشکرِ پیغمبراں، شہِ ابرار

خدا تیرا تو خدا کا حبیب اور محبوب　　خدا ہے آپ کا عاشق تم اس کے عاشق زار
تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی　　تو نورِ شمس گر اور انبیاء ہیں شمسِ نہار

☆......اتباعِ سنت اور مقامِ عشق و معرفت:

حضرت مولانا کا اتباعِ سنت میں کیسا اونچا مقام تھا اور حضرت مولانا ہر اک قدم پر اتباعِ سنت اور طریقۂ نبوی کی تحقیق اس کی حتی الامکان پیروی اور اس پر قدم بہ قدم عمل کا کس قدر غیر معمولی اہتمام کرتے تھے مولانا کے اصحاب و متوسلین کی اطلاعات و روایات کے علاوہ بعض اور ذرائع سے بھی اس کی تحقیق و تصدیق ہو رہی ہے تصدیق بھی ایسے حضرات کی جو خود راہِ معرفت کے رہ نورد اور مراتبِ سنت کے رمز شناس تھے۔

حضرت مولانا کے ایک مشہور معاصر اور نامور درویش، سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۴ ربیع الاول ،۱۳۱۵ھ، اگست ۱۸۹۷ء) کو ایک مرتبہ حضرت سرورِ کائنات رسولِ اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی دیکھا کہ حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے جا رہے ہیں سائیں صاحب نیز ایک اور شخص (جن کو شاہ صاحب نے نہیں پہچانا، دونوں) شوقِ زیارت میں پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ سائیں صاحب تو دوڑے جا رہے ہیں مگر وہ شخص اپنا ایک ایک قدم بہت سوچ سمجھ کر اور سنبھال کر رکھ رہے ہیں سائیں صاحب نے دیکھا تو خیال آیا کہ شاید یہ شخص بدشوق یا ناواقف ہے جو اس طرح سوچ سوچ کر آہستہ آہستہ چل رہا ہے سائیں صاحب نے پہلے تو اس سے پوچھا تم کون ہو؟ جواب ملا: میں محمد قاسم (نانوتوی) ہوں! شاہ صاحب نے (جو حضرت مولانا سے پہلے سے غائبانہ یقیناً واقف تھے) مولانا سے کہا: ''بابا شوق نا بھجیاں'' بھائی! شوق سے دوڑ کر آؤ!

حضرت مولانا نے اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا وہی مولانا کی زندگی کا جوہر، دارالعلوم دیو بند کا ذوق و مزاج اور دین کی اصل الاصول ہے، جس نے اس نکتہ کو پالیا اس کو

یقیناً دین کا صحیح ذوق حاصل ہو گیا اور حق یہ ہے کہ:

ع..... اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

حضرت مولانا صاحب نے سائیں صاحب کے جواب میں فرمایا کہ: ''میں تو نشانِ قدم رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر قدم رکھ کر چلتا ہوں اور جس جگہ قدم خوب محسوس نہیں ہوتا ، وہاں تأمل کرتا ہوں جب تک خوب یقین نہیں ہو جاتا کہ یہی نشانِ قدم ہے اس وقت تک دوسرا قدم نہیں اٹھاتا، گو دیر سے پہنچوں مگر قدم بقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے چلوں گا''

ے منزل پہ نہ وہ پہنچ پائے گا کبھی بھی
جو یا نہ ہوا یاں جو ترے نقش قدم کا

اس خواب کا سائیں توکل شاہ صاحب نے اپنے ایک مسترشد مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی (وفات ۲۷ محرم ۱۳۶۱ھ، فروری ۱۹۴۲ء) سے خود ذکر کیا تھا۔ (احوال و آثار حضرت نانوتویؒ ص ۲۴۰ بحوالہ انوار العاشقین و تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیکرِ عشق مولانا نانوتوی کو پیش کردوں گا:۔

رسوخ فی العلم، حُبّ الٰہی اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کا ادب وعشق آپ پر غالب تھا جبھی تو آپ کے بارے میں آپ کے مرشد و مربی، پیکرِ زہد و رشد سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا تھا: اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اللہ کیا لے کر آیا ہے تو میں مولوی رشید احمد اور مولوی محمد قاسم نانوتوی کو پیش کر دوں گا، کہ یہ لے کر حاضر ہوا ہوں (تذکرۃ الرشید)

ے یہ رمزی بے بصیرت ہے تیرے رتبے کیا جانے
جو ہم رتبہ ہو تیرا وہی تیرے اوصاف پہچانے

☆☆☆☆☆

حضرت قطب الارشاد

فقیہ النفس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

﴿تعارف: آپ ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء بروز سوموار چاشت کے وقت اس دنیائے آب وگل میں تشریف لائے، آپ والد ماجد اور والدہ ماجدہ دونوں کی طرف سے شریف النسب اور نجیب الطرفین شیخ زادہ انصاری اور ایوبی النسل تھے آپ کی پیدائش مشہور تاریخی شہر گنگوہ میں ہوئی، حضرت گنگوہی اپنے زمانہ کے بڑے علماء اور دینی مقتداؤں میں سے تھے آپ نے تعلیم حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے علماء سے حاصل کی اور روحانی تربیت حضرت مولانا شاہ غلام علی مجددی دہلوی سے، آپ بچپن ہی سے سلیم الطبع اور شیدائی سنت تھے نماز جمعہ کے وقت سب کھیل کود چھوڑ کر مسجد چلے آتے، نماز کے پابند اور راست بازی میں مشہور تھے.....

زمانہ طالب علمی میں اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کو پڑھانے کا بھی شوق رکھتے تھے، چنانچہ سب سے پہلی جماعت جو آپ سے پڑھنے لگی وہ ہے جس میں ملا محمود دیوبندی بھی شریک تھے جو دار العلوم دیوبند میں سب سے پہلے مدرس مقرر ہوئے اور جن کے پہلے شاگرد حضرت شیخ الہند ہوئے۔ جوانی میں قرآن پاک حفظ کیا اور تراویح میں سنایا، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے دربارِ دُربار سے روحانی فیض حاصل کیا، آپ نے انہیں چالیس دن میں خلافت بھی عطا فرمادی، الغرض امامِ ربانی کی وہ عالی اور بلند ہمت جو خدائی خزانہ عامرہ سے فطرتاً آپ کو عطا ہوئی تھی سرتاپا تمام وکمال تحصیل قرب الٰہی میں صرف ہونے لگی۔

تحریک آزادی میں گرفتار ہوئے تو جیل میں بھی کوئی نماز قضا نہ ہونے پائی بہت سے قیدی آپ کے معتقد ہو گئے اور آپ انہیں وعظ ونصیحت کرتے اور وحدانیتِ رب اور رسالت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت والفت کا عملاً سبق بھی دیتے، رہائی کے بعد ظاہری علوم شرعیہ کے ساتھ باطنی علوم سکھانے میں مصروف ہو گئے، ایک دفعہ بارش کے دوران طلباء کی جوتیاں اپنے کندھے کی چادر میں ڈال لیں اور محفوظ جگہ پہنچادیں، طلباء تڑپ کے رہ گئے آپ نے فرمایا: ''اس میں کونسی بُری بات ہے، تمہاری خدمت کرنا تو میری نجات کا باعث ہے طلبائے دین کے لئے تو حدیث شریف کے الفاظ ہیں مچھلیاں سمندر میں چیونٹیاں بلوں میں دعا کرتی ہیں اور فرشتے تمہارے قدموں کے نیچے اپنے پر بچھاتے ہیں اور تم مہمانانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو، کہ حدیث پڑھنے آئے ہو''۔

آپ کو حرمین اور ان کے متعلقات سے بہت محبت تھی یہاں تک کہ کسی نے مدینۃ الرسول (ﷺ) کی مٹی لادی، آپ نے حضرت مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو دی، اور فرمایا: لو یہ پھانک لو، انہوں نے عرض کیا: حضرت مٹی تو حرام ہے آپ نے فرمایا: میاں وہ مٹی کوئی اور ہوگی۔ درودِ ابراہیمی آپ کو زیادہ پسند تھا، ۸ یا ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ، مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء کو جمعہ کے روز آپ اپنے ربِ حقیقی سے جا ملے رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ﴾

☆ ہاتھ آجائے اگر خاک تیرے نقشِ قدم کی:۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تبرکات میں آقائے کون ومکاں، امام الانبیاء ﷺ کے حجرۂ مطہرہ کے غلاف کا ایک سبز ٹکڑا بھی تھا بروز جمعہ کبھی حاضرین وخدام کو جب ان تبرکات کی زیارت کرایا کرتے تھے تو صندوقچہ خود اپنے دست مبارک سے کھولتے اور غلاف کو نکال کر انتہائی عشق ومحبت سے اوّل اپنی آنکھوں سے لگاتے اور منہ سے چومتے تھے پھر اوروں کی آنکھوں سے لگاتے اور ان کے سروں پر رکھتے......

؎ ہاتھ آجائے اگر خاک تیرے نقشِ قدم کی
سر پہ کبھی رکھیں، کبھی آنکھوں سے لگائیں

☆ اثمارِ جنت، مدینہ کی کھجوریں:۔

مدینہ منورہ کی باعظمت کھجوریں جب بھی آتیں تو نہایت عظمت وحفاظت سے رکھی جاتیں اور اوقات مبارکہ متعددہ میں خود بھی استعمال فرماتے اور اپنی بارگاہ میں حاضر مخلصین کو بھی نہایت تعظیم اور ادب سے اس طرح تقسیم فرماتے کہ گویا نعمتِ غیر مترقبہ اور اثمارِ جنت ہاتھ آگئے ہیں۔ سبحان اللہ۔ نیز مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں نہایت حفاظت سے رکھتے، لوگوں کو پھینکنے نہ دیتے اور نہ خود پھینکتے تھے ان کو ہاون دستہ میں پسوا کر نوش فرماتے مثل چھالیے کے کترواکے لوگوں کو استعمال کرنے کی ہدایت فرماتے تھی۔ (الشہاب الثاقب، ص:۵۲)

؎ تم کو ملے ہیں قریۂ مہتاب میں گڑھے
ہم کو تو پتھروں میں بھی رعنائیاں ملیں

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

خود احقر کا مشاہدہ ہے کہ تین دانے ان کھجوروں کے جو خاص صحن مسجد نبوی میں لگی

ہیں اسی سال لاکر حضرت اعلیٰ کی خدمت میں پیش کیے تھے اس کی حضرت گنگوہی نے اس قدر وقعت فرمائی کہ نہایت اہتمام سے ان کے ستر 70 سے کچھ زائد حصے فرما کر اپنے اقربا و مخلصین و محبین میں تقسیم فرمائے اور اپنا بھی ان میں ایک حصہ قرار دیا۔ (بحوالہ: الشہاب الثاقب: ص ۵۳)

سا ری د نیا مجھ کو کہتی ہے محمد ﷺ کا غلام
فخر کے قابل یہ ٹکڑا میرے افسانے میں ہے

☆موقع قدمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۔

حرمِ نبوی میں حاضری کے آداب لکھتے ہوئے زبدۃ المناسک میں فرماتے ہیں: کہ جب مدینہ منورہ کو چلے تو راہ میں درود شریف کی کثرت کرے پھر جب درخت وہاں کے نظر آویں تو اور زیادہ کثرت کرے جب عمارت وہاں کی نظر آوے تو درود شریف پڑھ کر کہے اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ نَبِیِّکَ فَاجْعَلْہُ وِقَایَۃً لِّیْ مِنَ النَّارِ وَاَمَاناً مِنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ ۔اور مستحب ہے کہ غسل کر لے یا وضو، اچھا لباس پہنے اور نئے کپڑے ہوں تو بہتر، اور خوشبو لگائے اور پہلے سے پیادہ ہو لے، خشوع اور خضوع جس قدر ہو سکے فرگذاشت نہ کرے۔

اور عظمتِ مکان کا خیال کیے ہوئے درود شریف پڑھتا ہوا چلے، جب مدینہ مطہرہ میں داخل ہو تو کہے رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا نیز ادب اور حضورِ قلب سے دعا کرے اور درود شریف بہت پڑھے وہاں جا بجا موقع قدمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

نگاہِ یار جسے آشنائے راز کر دے
وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں ناز نہ کرے

(پیادہ چلنا بہتر ہے۔ یاد رہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں

سوار نہیں ہوتے تھے فرماتے تھے کہ مجھ کو حیا آتی ہے کہ سواری کے کھروں سے اس سرزمین کو پامال کروں کہ جس میں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم چلے پھرتے ہوں) اور بعد میں تحیۃ المسجد ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتِ غیر مترقبہ اس کے نصیب کی پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور باادب تمام اور خشوع سے کھڑا ہو اور زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگاوے یہ محل ادب ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرۂ مبارک کیے ہوئے تصور کرے اور کہے السّلام علیک یا رسول اللہ اور پکار کر نہ بولے آہستگی، خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے۔ (بارگاہِ رسالت اور بزرگانِ دیوبند بحوالہ الشہاب الثاقب: ص: ۴۹، ۵۰)

﴿نیز آواز بلند نہ کرنے کے ادب کی ایک اور مثال ملاحظہ کیجئے...... ابن حمید سے روایت ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کسی بات پر مباحثہ کیا۔ اس وقت خلیفہ کے ہمراہ پانچ سو شمشیر بکف بھی موجود تھے۔ دوران گفتگو جب خلیفہ کی آواز قدرے بلند ہوئی تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے امیر المومنین! اس مسجد میں اپنی آواز بلند مت کرو...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ حیاتِ مبارکہ میں تھا﴾

پاکیزہ تر از عرش وسما، جنت وفردوس
آرام گہہ پاکِ رسولِ عربی ہے
آہستہ قدم، نیچی نگہ، پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روحِ رسولِ عربی ہے

☆ روضہ حبیب ﷺ کی خاکِ پاک:۔

رحمتِ کائنات صفحہ ۴۵۴ پر حضرت قاضی زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

احقر ماہ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ میں بہمراہی بھائی محمد صدیق صاحب جب حاضر ہوا

تھا تو بھائی صاحب سے پہلی ہی حاضری میں حضرت اقدس نے دریافت فرمایا کہ حجرہ شریفہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خاک بھی لائے ہو یا نہیں؟ چونکہ وہ احقر کے پاس تھی اس لئے باادب ایستادہ پیشِ خدمتِ اقدس کی تو نہائت وقعت اور عظمت سے قبول فرما کر سرمہ میں ڈلوایا اور روزانہ بعد از نمازِ عشاء خوابِ استراحت فرماتے وقت اتباعِ سنت کے طور پر اس سرمہ کو آخر عمر تک استعمال فرماتے رہے اس قصہ سے عام خدام واقف ہیں (بحوالہ الشہاب الثاقب)

اے کہ تیرا جمال ہے زینتِ محفلِ حیات
دونوں جہاں کی رونقیں ہیں ترے حسن کی زکوٰۃ
تیری جبین سے آشکار پرتوِ ذات کا فروغ
اور ترے کوچہ کا غبار سرمۂ چشمِ کائنات
پست و بلند کے لئے عام ہیں تیری رحمتیں
عرش سے اور فرش سے تجھ پر سلام وصلوٰۃ

☆ جو ہم رتبہ ہو تیرا وہی تیرے اوصاف پہچانے :۔

محبتِ الٰہیہ اور عشقِ رسالت میں ڈھلے ہوئے اس پیکرِ علم وفقاہت کے بارے میں آپ کے مرشد و مربی پیکرِ زہد ورشد سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا تھا: اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اللہ کیا لے کر آیا ہے تو میں مولوی رشید احمد اور مولوی محمد قاسم صاحبؒ کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ (تذکرۃ الرشید)

☆ قندِ مکرّر :۔

نیز سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں: جو شخص مجھ سے محبت وعقیدت

رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کو (جو کمالات ظاہری و باطنی کے جامع ہیں) میری جگہ بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھے اگر چہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان جیسے لوگ اس زمانہ میں نہیں پائے جاتے ہیں اور ان کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے اور سلوک کے طریقے (جو اس کتاب میں ہیں) ان کے سامنے حاصل کرے انشاء اللہ بے بہرہ نہ رہے گا خدا ان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند رتبوں تک پہنچائے اور ان کے نور ہدایت سے دنیا کو روشن کرے اور حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھے (ضیاء القلوب ،مطبوعہ اشرفیہ دیو بند: ص ٦٦)

؎ وہی مومن ہے جس کو دیکھ کر باطل پکار اٹھے
کہ اس مردِ خدا پر چل نہیں سکتا فسوں میرا

☆عشق و معرفت کا دریا پی گئے :۔

مولوی محمد سہول صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد مجھے سید طاہر صاحب رئیس مولانگر ضلع مونگیر سے ملنے کا اتفاق ہوا حضرت امام ربانی، حضرت گنگوہی قدس سرہ کا کچھ تذکرہ آ گیا سید صاحب چشم نم ہوئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ ایک دن میں اپنے مرشد حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا بزرگوں کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ ایک شخص نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی علیہ الرحمۃ کی حالت دریافت کی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت مولانا نے یہ لفظ فرمائے تھے کہ ”مولانا رشید احمد صاحب کا کیا حال پوچھتے ہو وہ تو دریا پی گئے اور ڈکار تک نہ لیا“

اسی کا ہے ایمان، ایمانِ کامل

جسے آپ سے کوئی پیارا نہ ہوگا

حضرت کی زبان مبارک سے جس وقت سے میں نے یہ ارشاد سنا اسی وقت سے میں حضرت مولانا رشید احمد سے واقف ہوں اور انہیں بڑا بزرگ سمجھتا ہوں۔

(تذکرۃ الرشید، جلد۲، صفحہ:۳۲۱)

☆......اس مقدس سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے:۔

حق تعالیٰ کی یاد کے ساتھ انس و محبت کا آپ کے مبارک قلب کو جو قوی علاقہ تھا اس کو کوئی کیونکر سمجھ سکتا اور کس طرح کن لفظوں میں بیان کر سکتا ہے بطحائے پیغمبر کی لائی ہوئی شریعت کے ساتھ آپکو اس درجہ الفت تھی کہ اس کی نظیر ملنی زمانہ میں دشوار ہے آپ کی عادت اور وضع کا ہر پہلو دیکھنے والوں کو شریعت کی عملی تعلیم دیتا تھا آپ نہیں چاہتے تھے کہ کہ آپ کا ایک قدم بھی پیغمبر کے حکم کے خلاف حرکت کرے اپنے مالک حق تعالیٰ شانہ کی رضا جوئی آپ کی انتہاء مراد تھی اور سنتِ نبویہ کے اتباع کامل پر آپ نے اس کا حصول موقوف سمجھ رکھا تھا اس لئے آپ کے جملہ حرکات و سکنات اس مقدس سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔(تذکرۃ الرشید ،جلد۲،صفحہ:۸)

دنیا کا طلب گار رہا ہے نہ رہے گا
سرکارؐ کے قدموں کے نشاں ڈھونڈنے والا
نظروں میں رہے جس کے جمالِ شہِ والا ﷺ
اس شخص کی دنیا میں ہے اُجالا ہی اُجالا

☆......پیغمبر ﷺ اجازت دیتے ہیں کہ نہیں؟

یہ سب کچھ محض ثمرہ تھا حبِ خدا اور حبِ رسول ﷺ کہ جس نے حضرت مولانا کو سنت کا دلدادہ و جان نثار، شیدا اور عاشق زار بنا رکھا تھا آپ کے بال بال اور روئیں روئیں

سے بطحائے پیغمبر ﷺ کی ہر ہر ادا پر شیفتگی ٹپکتی تھی اور آپ کا ہر بُنِ مُو گویا زبان بنا ہوا تھا جس سے بجز اتباعِ شریعت کی آواز کے دوسری صدا نکلتی ہی نہ تھی آپ اس محبت کے جام سے اس درجہ سرشار تھے کہ عضوعضو فَفِرُّوا اِلَی اللّٰہِ اور فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ پکار رہا تھا آپ کو اس جان فروشِ عشق میں کچھ ایسی لذت حاصل ہوئی تھی کہ ہر لحظہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کا سوال تھا آپ نے اپنا مال، اپنی اولاد اپنا گھر، اپنی راحت، اپنا ناموس، اپنی عزت، یہاں تک کہ اپنی جان اس کے ہاتھوں بیع کر دی تھی آپ کی زبان اس سے قبل کہ کوئی کلمہ نکالے، سوچ لیتی تھی کہ شرع کے موافق ہے یا مخالف؟ اور آپ کی آنکھیں اس سے پہلے کہ اوپر اٹھیں اور کسی شے پر نظر ڈالیں یہ پوچھ لیتی تھیں کہ پیغمبر ﷺ اجازت دیتے ہیں کہ نہیں؟، سبحان اللہ! محویت وفنائیت کا کیا خوب عالم تھا۔ (تذکرۃ الرشید، جلد۲، صفحہ:۵۱)

میں تو ہوں محوِ خیالِ یار! مجھ کو کیا خبر!
آرزوئے دل ہے کیا، ذوقِ نظر کیا چیز ہے

☆......ٹھنڈے پانی کی محبت:۔

ٹھنڈا پانی آپ کو نہایت مرغوب تھا اور اس کا آپ کی خانقاہ میں اہتمام بھی خاص کیا جاتا تھا گرمی کے موسم میں مشکیزہ گولر کے درخت میں لٹکایا جاتا اور جو تدبیر بسہولت ہو سکتی، پانی ٹھنڈا کرنے کے لئے اس کو عمل میں لایا جاتا تھا۔ ٹھنڈا پانی پی کر آپ بہت خوش ہوتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ یہ بڑی نعمت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا پانی بہت مرغوب تھا اسی لئے آپ نے دعا فرمائی تھی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ مَّالِی وَاَھْلِی وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ [اوکما قال] اے اللہ! اپنی محبت، اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اس کی محبت میرے لئے میرے مال، اولاد، اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ عطا فرما دے۔

(تذکرۃ الرشید، جلد۲، صفحہ:۷۰)

☆ عاشق صادق کی ایک کرامت:۔

"شاملی کی مشہور لڑائی میں اس عاشق صادق (حضرت گنگوہیؒ) سے ایک عجیب کرامت ظاہر ہوئی کہ حجۃ الاسلام مولانا نانوتویؒ کی کنپٹی پر اچانک ایک گولی لگی اور سر پار کر گئی آپ کا سر اور کپڑے خون سے تر ہو گئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا پھر دیکھا گیا کہ تو زخم فوراً مندمل ہو گیا اور اس کا کہیں نشان نہ ملا۔

☆ تین بار درود شریف پڑھ کر ہاتھ پھیرا......

ایک اور موقعہ پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ماتھے میں انگریز نے گولی ماردی ،لہو کی دھار دور جا پڑی چکر کھا کر مولانا نانوتوی بیٹھ گئے ،مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ نے دور سے دیکھا کہ بیٹھ گئے دوڑ کر آئے پوچھا مولانا کیا ہوا؟ فرمایا گولی لگ گئی لہو بہہ گیا اور نظر جواب دے گئی ہے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ واہ رے گنگوہی! تجھے کالی کملی والے سے کتنا پیار تھا ،تجھے شہنشاہِ کائنات سے کتنی عقیدت تھی کتنی محبت تھی ،ترے مقامِ ولایت میں کیا شک ہے۔

مولانا گنگوہی آگے بڑھے اور تین مرتبہ درود پاک پڑھکر مولانا نانوتوی کے ماتھے پر پھونک مار کر ہاتھ پھیر کر کہا: کہاں ہے زخم؟ کیا ہوا؟ ع...... دیکھ ان کے غلاموں کا بھی کیا جاہ و حشم ہے...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے ماتھے میں گولی کا زخم تو کیا کوئی خراش بھی باقی نہ رہے (مجموعہ خطباتِ اکابر، ص:۱۶۵)

ہوتا ہے الگ سر مرا شانوں سے تو ہو جائے
پر ہاتھ سے چھوٹے گا نہ دامانِ محمد

☆......درود بھیجنے میں بخل تو بڑی بے مروتی ہے:۔

نیز عموماً متوسلین کو درود شریف پڑھنے کی تعلیم فرماتے تھے کہ کم سے کم تین سو مرتبہ روزانہ پڑھا جائے اور اتنا نہ ہو سکے تو ایک تسبیح میں تو کمی نہ ہونی چاہئے آپ فرمایا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا احسان ہے پھر آپ پر درود بھیجنے میں بخل ہو تو بڑی بے مروتی کی بات ہے

ع......ذکرِ تو سرمایۂ ذوق وشوق

وہ درود شریف جو آپ کو زیادہ پسند تھا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد وہ الفاظ درود وسلام جو دیگر احادیثِ صحیحہ میں منقول اور ثابت ہیں۔ (تذکرۃ الرشید، جلد۲، صفحہ:۱۱۶)

☆......سفوفِ محبت، تخمِ خرما:۔

انسان کو جب کسی کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو اس کے تمام متعلقات سے الفت پیدا ہو جاتی ہے چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے سوادِ قلب میں حق تعالیٰ شانہٗ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راسخ ہو گئی تھی اس لئے حرمین شریفین کے خس وخاشاک تک کو آپ محبوب سمجھتے اور خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ مدنی کھجوریں کی گٹھلیاں پسوا کر صندوقچہ میں رکھ لیتے تھے اور کبھی کبھی سفوف بنا کر پھانکا کرتے۔

کسی کو عقل ملی، علم کا خزانہ ملا　　کسی کو سجدے ملے، گریۂ شبانہ ملا
یہ سب نقوش ہیں باطل، یہ سب فنون ہیں خام　　اگر جبیں کو محمد ﷺ کا نقشِ پا نہ ملا

☆......ایک دفعہ فرمانے لگے کہ لوگ حرمین شریفین کی چیزیں زمزم کے ٹین اور تخمِ خرمایوں ہی پھینک دیتے ہیں یہ نہیں خیال کرتے کہ ان چیزوں کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ہوا لگی ہے۔ (تذکرۃ الرشید، جلد۲، صفحہ:۴۸)

☆......حضرت نے اپنے وصیت نامے میں بہت تاکید سے لکھا ہے "اپنی زوجہ ،اپنی اولاد،اور سب دوستوں کو بتادو،وصیت کرتا ہوں کہ اتباعِ سنت کو جان کر سنت کے موافق عمل کریں تھوڑی مخالفت کو بھی سخت دشمن جانیں" (عشق رسول،ص:۱۴۷)

☆☆☆☆☆☆

---------﴿سیرت نگاری کا ایک خوبصورت انداز﴾---------

☆......ولادت مبارکہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے قاضی عبدالدائم دائم ،سیدالوریٰ میں لکھتے ہیں :۔ بالآخر انتظار کا زمانہ کٹ گیا ....فراق کا عرصہ ختم ہوااور نبوت ورسالت کے آفتاب عالم تاب کے ضیا ،بار ہونے کا وقت قریب آن لگا....یہ اپریل کا مہینہ تھا اور موسمِ بہار...اس سہانے موسم کی ایک ایک چیز پر.....اس کی مہکتی فضاؤں پر ،زر بار گھٹاؤں پر ،عنبر افشاں ہواؤں پر ،مسکراتی کلیوں پر ،کھلکھلاتے پھولوں پر مرغزاروں ،شاخساروں پر اور ان میں چہچہاتی گنگناتی چڑیوں پر ڈالی ڈالی پر رقصاں خوش نما دخوش نوا پرندوں پر ،گلوں کو چومتی اور فرطِ مسرت سے جھومتی بلبلوں پر.....غرضیکہ بہار کی ایک ایک ادائے دل نواز پر شاعروں نے کئی غزلیں کہہ ڈالیں ادیبوں نے فن پارے تخلیق کئے مگر....ع...حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہیں ہوا......اسی موضوع پر آگے چل کر یوں بیان فرماتے ہیں:.....اس بہار میں......

☆......وہ گلِ رعنا کھلا،جس کی بوئے دل آویز سے چمنستانِ دہر کا ہر طائر مست وبیخود ہوگیا

☆......وہ نسیمِ سحر چلی جس کی اٹھکیلیوں سے باغِ ابد کی ہر کلی مسکرا پڑی

☆......وہ صبا محوِ خرام ہوئی جس کے ہر جھونکے میں گلزارِ ازل کی مہک رچی تھی

☆......وہ بادِ بہاری چلی جس کی راحت بخش تھپکیوں سے بے قرارانِ عالم کو قرار آگیا

☆......وہ ابرِ نیساں برسا جس کا ہر قطرہ منت کشِ صدف ہوئے بغیر دُرِّ شہوار بن گیا

★......وہ شبنم پڑی جس کا نم گلستانِ عالم کے پتے پتے کے لئے آبِ حیات ثابت ہوا

یہ ربیع الاول کا مہینہ تھا اور سوموار کی رات ،اس رات کو وہ مہرِ تاباں نور بار ہوا

......جس کی روپہلی کرنوں سے کائنات کا ذرہ ذرہ روشنی میں نہا گیا

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا.....اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھی۔

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر

تاجدارِ علومِ نبوی، مجاہدِ حق، گہوارۂ علم ودانش،

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللّٰہ علیہ

﴿تعارف: حضرت شیخ الہند بانس بریلی (یوپی۔ بھارت) میں 1851ء مطابق 1268ھ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مولانا ذوالفقار علی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں وہاں ڈپٹی انسپکٹر مدراس تھے آپ کا سلسلہ نسب قریش کے اموی خاندان سے ملتا ہے۔ آپ مدرسہ عربیہ (بعد میں دارالعلوم دیوبند کہلایا) کے سب سے پہلے طالب علم تھے 1290ھ میں دستارِ فضیلت اور سندِ تکمیل حاصل کی 1305ھ میں صدر مدرس دارالعلوم دیوبند مقرر ہوئے۔ اور 40 سال مسلسل اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ آپ نے تعلیم حضرت مولانا نانوتوی، حضرت مولانا گنگوہی، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے حاصل کی۔ جنہوں نے 1857ء کی جنگِ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور وہی جذبہ اب آپ کو منتقل ہوگیا تھا آپ کی سیاسی سرگرمیاں (خصوصاً تحریک ریشمی رومال) 1905ء سے شروع ہوئیں۔

دوسرے حج کے موقع پر انگریز کے ایماء پر شریف حسین ہاشمی، شریفِ مکہ نے آپ کو معہ رفقاء کے گرفتار کرلیا۔ آپ 24 ربیع الثانی 1335ھ مطابق 16 فروری 1917ء کو مالٹا جلاوطن کردیئے گئے جہاں سے قریب تین سال دو ماہ کی اسیری کے بعد ہندوستان بھیجے گئے، 18 ربیع الاول 1339ھ یوم سہ شنبہ مطابق 30 نومبر 1920ء صبح آٹھ بجے دہلی میں آپ کا وصال ہوا۔ جنازہ دیوبند پہنچایا گیا، چاشت کے وقت لحد میں اتارا گیا اور شریعت وطریقت کے اس آفتابِ عالم تاب کو ہمیشہ کے لئے مٹی میں چھپادیا گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً دائمۃً واسعۃً﴾

تعمیلِ سنت نبوی (ﷺ)......

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے کسی شاگرد نے عرض کیا: حضرت بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب تو آدھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں بھئی! یہ تو مجھے بھی معلوم ہے مگر یاد رکھو! بیٹھ کر پڑھنا اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (اور جو عمل حضور ﷺ سے ثابت جس طرح ہے اسی طرح ادا کیا جائے، یہ صدائے عشق ہے، یہ بے پناہ اور مثالی محبت میں ڈوبا ہوا عمل ہے)۔ (اکابر علماءِ دیوبند اتباع سنت کی روشنی میں، ص:۲۹، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ)

اکابر کا یہ طرزِ عمل اس لئے تھا کہ دراصل محبوب کی سنت سے پیار، حقیقت میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار ہی تو ہے، جیسا کہ فرمانِ سیدِ دوعالم ﷺ ہے من احبّ سنّتی فقد احبّنی و من احبّنی کان معی فی الجنة :جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ آپ کی پاکیزہ سنتوں سے، مبارک اسوہ سے، مقدس اور روشن تعلیمات سے پیار کرنا اور ان پر عمل کرنا ہی دراصل محبتِ نبوی کی حقیقت اور اس کا عملی مظہر ہے۔

دیکھیں گے میرے سر کی طرف لوگ حشر میں
چمکے گی تاج بن کر غلامی رسول کی

یہی وجہ ہے اکابر علماءِ دیوبند اپنے متعلقین و متوسلین اور تلامذہ کو اتباعِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑی تاکید سے حکم دیتے ہیں اور اپنے عمل سے عشقِ رسول کا مظہر بن جانے کی تلقین فرماتے ہیں اور ظاہری نمود و نمائش سے از حد اجتناب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چل کر منزل تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین

اک تیری سنت ہے کہ جاں سے بھی پیاری ہے:۔

حیاتِ شیخ الہند صفحہ :161 میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی قول وفعل خلافِ شریعت ہونا تو درکنار مدتوں خدمت میں رہنے والے خادم بھی یہ نہیں بتلا سکتے کہ کوئی ادنیٰ سا فعل بھی آپ سے خلافِ سنت سرزد ہوا ہو۔ دن ہو یا رات، صحت ہو یا مرض، سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، ہر حالت میں حضرت کو اتباعِ سنت کا خیال تھا خود بھی عمل کرتے تھے اپنے متبعین متوسلین کو بھی قولاً و عملاً اسی کی ترغیب دیتے اور رفتہ رفتہ عمل بالسنۃ آپ کے لئے ایک امرِ طبعی بن گیا تھا جس میں کسی تکلف و تحریک کی ضرورت ہی نہ تھی نہایت سہولت و متانت سے سنن و مستحبات کو ملحوظ رکھتے تھے مگر یہ نہیں کہ ہر وقت ہر ہر فعل پہ حاضرین کو

جتلانے یاان سے داد لینے کیلئے حدیث پڑھ کر سنائیں یاایسا کوئی عمل کریں۔

گر محمدؐ کے غلاموں میں مرانام آئے

حشر کے روز، یہ اعزاز مرے کام آئے

جب نیا پھل کسی نے پیش کیا تو سنت پرعمل کرتے ہوئے خوشبو سونگھی، آنکھوں سے لگایا پھر کسی بچے کو پکارااوراس کو دیدیا اور کبھی کبھی دو چار قطرے سراور جسم پر لے کر حدیث عہد برں کا لطف اٹھالیا۔

ترے نقشِ قدم کو حرزِ جاں بنالیا ہم نے:۔

قربانی کے موقعہ پر آپ کا کئی کئی قربانیاں کرنے کا معمول تھا جب آپ مالٹا نامی جزیرہ میں زیرِ حراست تھے تو اگر چہ مسافر پر قربانی لازم نہیں، اور پھر قید کی حالت میں وجوبِ قربانی بھی نہیں لیکن تعمیل سنت کا وہ شوق اور داعیہ آپ کو اس موقعہ پر بھی کہاں چین سے بیٹھنے دیتا تھا۔ آپ نے محافظانِ جیل کو کہا کہ ہمیں قربانی کی اجازت دی جائے اور جانور بھی جیل میں مہیا کیا جائے، دل سے نکلی ہوئی بات اثر رکھتی ہے محافظوں پر وہ اثر ہوا کہ ایک دنبہ سات گنی میں خرید کر دیا۔ قیمت اگر چہ زیادہ تھی لیکن حضرت نے بہت طیب خاطر سے ادا کی (اس دارالکفر میں جہاں زوالِ سلطنت اسلامیہ کے بعد شاید ہی کبھی اس سنتِ ابراہیمی کے ادا ہونے کی نوبت آئی ہوگی) اور دسویں ذی الحجہ کو بلند آواز سے تکبیر کہہ کر قربانی کر کے واضح کر دیا کہ علوِ ہمت ہو تو زنداں میں سنن و مستحبات بھی ادا ہو سکتے ہیں۔

سرکہ سے رغبت:۔

آقائے کون و مکان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے، آپ کے مبارک فرامین سے، آپ کو بے حد لگاؤ تھا اور یہ سراسر حضور کی محبت ہی کا اثر تھا اور آپ سے الفت ہی

کا نتیجہ تھا کہ ہر حال میں آپ اتباع حبیب کو پیش نظر رکھتے تھے، حدیث پاک میں سرکہ کے متعلق آیا ہے کہ بہترین سالن ہے۔ اسی وجہ سے حضرت شیخ الہند کو سرکہ سے بہت رغبت تھی چنانچہ آپ کے یہاں جب بھی دستر خوان پر سرکہ ہوتا تو سب چیزوں سے زیادہ اس کی طرف رغبت فرماتے اور کبھی گھونٹ بھی بھر لیتے، ایک مرتبہ بدن میں پھنسیاں وغیرہ نکل آئیں اطباء نے کھر منع کر دیا پھر بھی حضرت سرکہ نوش فرما ہی لیتے۔ (حیاتِ شیخ الہند، صفحہ 118، 125)

مدینہ کی بہاروں سے سکونِ قلب ملتا ہے
اسی کے لالہ زاروں سے سکونِ قلب ملتا ہے

☆ یہ والہانہ عشق کی دولت حضرتِ شیخ الہند سے پائی تھی:۔

حضرت کے اخلاص و عظمت کو دیکھئے کہ آپ کے شاگردوں اور متوسلین میں بھی حضور ﷺ کی عقیدت و اتباع کیا خوب سے خوب تر تھی ۔منٹگمری (ساہیوال) ۱۳۷۱ھ میں حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گرامی قدر صاحبزادے حضرت مولانا محمد عبد اللہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے درسِ مشکوٰۃ شریف میں بلا ناغہ باوضو بیٹھتے، ہم چار شاگرد اس درس میں شریک ہوتے ایک دن یہ حدیث آئی: مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ (ترجمہ: میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے) مُجرّد حدیثِ پاک سنتے ہی حضرت مفتی صاحب بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگے، استاذِ محترم بھی اس میں شریک ہو گئے اور ہم حیران و سرگشتہ، بعد میں احساس ہوا کہ حضرت مفتی صاحب کا گریہ بدیں وجہ تھا کہ میں اپنی زندگی میں عدمِ استطاعت کے باعث اس مبارک جگہ کی زیارت نہیں کر سکا۔

کتابِ زیست میں اے زندگی انہیں رکھنا
میں لاؤں روضۂ اطہر سے جو اٹھا کے پھول

حضور آپ ﷺ کی الفت ہے اور کیا ہو گا
میں اپنے سینے میں رکھتا ہوں جو چھپا کے پھول

عید گاہ میاں چنوں میں حضرت مولانا محمد ابراہیم جگرانوی رحمۃ اللہ علیہ مصلیٰ کے سامنے بیٹھے تھے ایک نوجوان نعت شریف پڑھ رہا تھا میں نے دیکھا حضرت مولانا مراقبے میں تھے اور زار و قطار رو رہے تھے آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ رہی تھیں حضرت مولانا انتہائی حسین تھے اس کیفیت میں ان کا حسن اور دوبالا ہو رہا تھا۔

یہ دونوں بزرگ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن (اسیر مالٹا) دارالعلوم دیو بند کے پہلے طالب علم کے شاگرد تھے انہوں نے حضور ختمی مرتبت، حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ والہانہ عشق کی دولت حضرت شیخ الہند سے پائی تھی۔ شاگردوں کا یہ حال تھا خود شیخ کا حال کیا خوب ہو گا، اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الہند کی ہمہ جہت دینی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین (ماہنامہ الرشید، نعت نمبر، ج ا، ص ۸)

☆ما مثل احمد فی الوجود کریما :۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا نام مولانا ذوالفقار علی تھا آپ دیو بند کے بہت بڑے عالم دین اور ادیب لبیب تھے آپ نے قصیدہ بردہ کی شرح اردو زبان میں بہ نام **عطر الوردہ** لکھی ہے جو کہ نہائت ہی جامع اور عشقِ رسالت مآب سے لبریز ہے اس کے آخر میں آپ نے سید دو عالم ﷺ کی نعت شریف عربی مخمس کی طرز لکھی ہے، جس کا پہلا اور آخری بند تبرکاً درج کیا جاتا ہے آپ نے فرمایا:

ما مثل احمد فی الوجود کریما — کهف الوریٰ بالمؤمنین رحیما
لنجاتنا یوم النشور زعیما — من قال فیه الٰهنا تعظیما
صلّوا علیه وسلموا تسلیما
قد ضاعت الاوقات ایۃ ضیعتی — یا خیبتی یا خیبتی یا خیبتی

اذضاق من كل الجونب حيلتى ما ان ارىٰ غير الحبيب وسيلتى
صلّوا عليه وسلموا تسليما

ترجمہ: سید دو عالم ﷺ کی مانند اس کائنات میں کوئی بھی سخی اور کریم نہیں جو کہ ساری مخلوق کی جائے پناہ ہیں اور ایمان والوں پر بہت ہی زیادہ مہربان ہیں اور ہماری نجات کے لیے قیامت کے دن آپ بڑے [شافع] ہوں گے آپ کے لئے ہمارے معبود نے فرمایا ہے کہ تعظیم بجالاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو اور کامل سلام بھیجو۔

میری ساری زندگی افسوس صد افسوس ضائع ہوگئی اور جب کہ میری تمام کوششیں ناکام ہوگئیں تو میں حبیب خدا ﷺ کے سوا کسی کو اپنا وسیلۂ نجات نہیں سمجھتا لہٰذا آپ ﷺ پر درود پڑھو اور کامل سلام بھیجو۔

آپ کے اس نعتیہ کلام کی معنوی لطافتیں، باریکیاں اور ظاہری شستگی اور شائستگی کو جانچنا تو ایک معنی خیز کام ہے جو میرے بس کی بات تو یقیناً نہیں، اہلِ نظر اس کو خود سمجھ لیں گے۔

☆...... عشق کی بھٹی میں کندن بنا دینے والی مادرِ علمی:۔

بہر حال گھر میں جہاں ایسا علم وعمل اور عشق ومعرفت کا ماحول ہو اور پھر دار العلوم دیو بند میں بطور اولیں طالب علم، کہ جس پر سب سے زیادہ اساتذہ ومشائخ اور خدا رسیدہ اولیاء کی نگاہیں مرکوز رہی ہوں تو یہ ہستی پھر کیوں نہ علم کی پختگی میں لوہا منواتی، عمل کے دھارے موڑتی، معرفت کے دریاؤں میں تیر کر سیر ہوتی، اور عشق کی بھٹی میں کندن بنتی اور انقلاب کی راہیں سنوارتی، اور اصلاح کے چشمے جاری کرتی۔

☆ اکابر کے تأثرات:۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سنئے کہ اکابر ان کے کس شان سے معترف ہیں۔

☆......آپ جامع شریعت اور طریقت تھے علم میں بقول حضرت گنگوہی (رحمۃ اللہ علیہ)

علم کا کٹھلہ تھے۔

☆......حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ آپ کو شیخ العالم کہا کرتے تھے۔

☆......مولانا عاشق الٰہی میرٹھی آپ کو شریعت اور طریقت کا بادشاہ کہتے تھے۔

☆......مولانا مدنی اور علامہ شبیر احمد عثانی آپ کو علم شریعت اور طریقت کا ناپیدا کنار سمندر کہتے تھے۔(اکابر علماء دیوبند)

''شیخ الہند'' کا خطاب:۔

۱۹۱۹ء میں مسلمانانِ ہند کی جانب سے متفقہ طور پر ''شیخ الہند'' کا عظیم الشان خطاب حاصل ہوا(علماء ہند کا شاندار ماضی جلد۵،ص۵۹)

ہمیں یقیں ہے کہ ہم ہیں چراغِ آخرِ شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں ،اجالا ہو گا

☆☆☆☆☆

مجدد الملت

رہبرِ شریعت ،شیخ الطریقت

حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی

قدس سرہ العزیز

☜ آپ کی پیدائش ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ ہجری مطابق 9 ستمبر 1863ء میں ہوئی، آپ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اپنے ابتدائے سن یعنی ابتدائے ۱۳۰۰ھ سے ۱۳۶۲ھ تک تقریباً ساٹھ سال دین مبین کی ظاہری و باطنی تمام شعبوں کی ایک ہمہ گیر اور سیر حاصل تبلیغ اور تعلیم و تربیت فرمائی ہے تحریراً بھی اور تقریراً بھی...... حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامۂ تبلیغ کو بڑے بڑے مستند اور ممتاز علماء، وصوفیائے کرام نے جو اس زمانہ میں یگانۂ عصر تھے بڑی نظر تحسین سے دیکھا اور مسلمانوں کے تمام خواص وعوام جو اس وقت کے ناسازگار ماحول میں ایمانی تقاضوں اور اسلامی شعائر سے بیگانہ ہو رہے تھے اور زندگی کے تمام شعبوں میں دین مبین کی تعلیم اور راہنمائی سے محروم ہو کر گمرداں وحیران تھے ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مخصوص بندے سے احیائے شریعت وسنت کا وہ انقلاب انگیز کام لیا جس کی روشنی سے ملک کا گوشہ گوشہ منور ہو گیا اور مسلمانوں کی ہدائت اور راہنمائی کے لیے پھر صراطِ مستقیم واضح ہو گئی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم تصنیفی کارنامہ، تبلیغِ دین یعنی شریعت وطریقت کی تقریباً ایک ہزار سے زائد تصنیفات و تالیفات پر مشتمل ہے، بلکہ بعض نے تو آپ کی تصانیف کی تعداد چودہ سو گنوائی ہے، جن میں سے ایک عام فہم اُور محکم انداز میں تقریباً ہر گھر میں پائی جانے والی کتاب بہشتی زیور ہے جو کہ زندگی کے تقریباً تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ اور یہ تصانیف تفاسیر، احادیث، فقہ، تصوف اور سلوک کے الہامی اور مجددانہ علوم و معارف کا ایک عدیم المثال اور منفرد گنجینہ ہیں جس کی نظیر ماضی وحال میں کہیں اور نظر نہیں آتی۔ از حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ [تقریظ اصلاح المسلمین افادات تھانوی] ☜

☆ جنت کی تمنا اور آپ ﷺ کی ذاتِ مبارک:۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: کہ جنت کی اصل تمنا اور آرزو زیادہ اس لئے ہے کہ وہاں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوگی۔ گویا جنت بھی آپ ہی کی ذات بابرکات

سے مقصود ہو گئی جنت تو جنت، آپ کی شان یہ ہے کہ دنیا میں بھی جس مقام پر آپ ہوں وہ مقصود ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ یعنی آپ کی اقامت کی وجہ سے یہ شہر اس درجہ مکرم ہو گیا ایسی بے نظیر ذات کہاں سے لاؤ گے؟ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کی یہ حالت ہے:

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمۂ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس ادا کو بھی دیکھو اس میں غضب کی دلربائی ہے پھر کمال یہ ہے کہ اس میں نہ تصنع ہے نہ تکلف، بلکہ ایک بے ساختہ حال ہے۔ (ماہنامہ الحسن، خصوصی اشاعت بیادِ حضرت حکیم الامتؒ، نومبر دسمبر ۱۹۹۸ء)

☆ بڑا ادب یہ ہے کہ اپنی خواہش کو فنا کر دے:۔

حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حقیقتِ ادب کو سمجھا وہ فرماتے ہیں: كُنَّا لَا نَقُوْمُ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ لِاَنَّا نَعْرِفُ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لَهٗ'' کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے وقت کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ ہم جانتے تھے کہ آپ کو کھڑا ہونا ناگوار ہے۔ اگر کوئی صحابہ کو دیکھے کہ حضور تشریف لائے اور وہ بیٹھے ہوئے ہیں تو آج کل کے لوگ تو ان کو بے ادب کہتے مگر بڑا ادب یہ ہے کہ اپنی خواہش کو فنا کر دے کھڑا ہونے کو جی چاہتا ہے بیٹھا نہیں جاتا مگر دل پر جبر کر کے بیٹھے ہیں کیوں؟

؎ اُرِيْدُ وِصَالَهٗ وَيُرِيْدُ هَجْرِیْ فَاَتْرُكُ مَا اُرِيْدُ لِمَا يُرِيْد

(میں تو اپنے محبوب سے ملنا چاہتا ہوں مگر محبوب ابھی جدائی کا قصد کیے ہوئے ہے تو میں اپنی خواہش کو اس کی چاہت پہ قربان کر دوں گا) (اصلاح المسلمین افاداتِ تھانویؒ ص ۱۴۴)

ترے اسمِ گرامی کا وظیفہ راحتِ جاں ہے

سکونِ قلب! ترے ذکرِ عنبر بار کی باتیں

☆حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک:۔

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جب کسی کے ساتھ انس وعقیدت ہو جاتی ہے تو اس کی ہر چیز پیاری ہو جاتی ہے۔ تمام مسلمان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت کرتے ہیں آپ کی محبت وعشق میں اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی مسلمان کو اس بات کی خبر ملتی ہے کہ فلاں جگہ نبی کریم علیہ السلام کے موئے مبارک کی زیارت ہو سکتی ہے تو دیوانہ وار اس کی طرف دوڑتا ہے اور زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمہٗ اللہ تعالیٰ کا بھی اس باب میں یہی طریقہ تھا البتہ آپ کے ہاں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا تھا کہ کوئی چیز حدِ شریعت سے نہ بڑھ جائے کیونکہ اس میں بجائے اجر وثواب کے شریعت کی خلاف ورزی پر پکڑ نہ ہو جائے۔ جو لوگ علمائے دیوبند پر یہ تہمت باندھتے ہیں کہ یہ لوگ حضور اکرم علیہ السلام کے موئے مبارک اگر بسندِ صحیح بھی ثابت ہو جائے تو منع کرتے ہیں۔ انہیں حکیم الامت کے مندرجہ ذیل ارشادات کو دل کے کانوں سے سننا چاہیے، آپؒ فرماتے ہیں:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں ان کے (موئے مبارک) مصنوعی ہونے پر کوئی دلیل نہ ہو ان کا اکرام ہی کرنا چاہیئے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنے سر کے موئے مبارک اتار کر تقسیم فرمائے تھے ظاہر ہے کہ کتنوں کے پاس پہنچے ہوں گے اور اس میں ایک ایک بال کے کتنے حصے کر کے ایک ایک نے تقسیم کیے ہوں گے اور کتنی حفاظت سے رکھے ہونگے۔ اس لئے اگر کسی جگہ موئے مبارک کا پتہ چلے تو اس کی جلدی تکذیب ہرگز نہ کی جائے بلکہ صحیح سند سے اس کا پتہ معلوم ہو جائے تو اس کی تعظیم کی جائے۔ ایک سوال کے جواب میں

تحریر فرمایا: اگر کوئی سند (صحیح) ہے تو اس کی تعظیم کرنے میں اجر وثواب ہے بشرطیکہ حدِ شرع سے نہ بڑھ جائے اور پانی میں اس کو غوطہ دے کر پینا بھی خیر و برکت وشفاءِ امراضِ ظاہری وباطنی ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر سندِ صحیح سے یہ امر ثابت ہو جائے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا ہی موئے مبارک ہے تو اس کی تعظیم کی جائے، بے ادبی سے بچا جائے۔

☆ اطاعت اور محبت:۔

ایسی عقل جو محبوب سے دوری پیدا کر دے وہ عقل نہیں نہائت درجہ اور پرلے درجہ کی بدعقلی ہے اور جو محبوب سے واصل کر دے اگر وہ دیوانگی بھی ہے تو ہزاروں عقلوں سے افضل ہے اور وہ دیوانگی وہ ہے جس کو فرماتے ہیں:

؎ باز دیوانہ شدم من اے طبیب
باز سودائی شدم من اے حبیب

نری عقل اور ذکاوت سے کیا کام چل سکتا ہے جب تک کہ اطاعت اور محبت نہ ہو۔ بس راستہ صرف ایک ہی ہے کہ محبت واطاعت کے ساتھ احکامِ شریعت کے سامنے اپنے کو پیش کر دو۔ اور بجز اس کے کوئی راستہ نہیں (مندرجہ بالا چاروں عنوان، الافاضات نمبر ۵، ص: ۲۳۲)

☆ حضرت تھانوی اور کمال اتباعِ سنت:۔

صاحبو! اگر کسی عاشق کو یہ معلوم ہو جائے کہ میرا محبوب فلاں کام سے ناراض ہوتا ہے تو کیا اس کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ابھی تو محبوب کی ملاقات میں دیر ہے لاؤ اس کام کو کرلوں صاحبو! عاشق سے یہ کبھی نہیں ہو سکتا اس کی محبت ہرگز محبوب کے خلافِ رضا کام کرنے کی اجازت نہ دے گی (معلوم ہوا کہ جس کو اللہ کی ذاتِ عالی سے اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت ہوگی یا ان کے عشق کا دم بھرتا ہوگا وہ تو ان کی خوشنودی چاہے گا اور ناراضگی

سے بچے گا کجا یہ کہ دعویٰ عشق بھی ہو اور مصروفِ معصیت بھی، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے حبیبِ کریم ﷺ کی سچی الفت اور کامل اتباع کا خوگر بنائے۔ (اصلاح المسلمین، ص:۶۴۸)

نظروں میں رہے جس کے جمالِ شہِ والا
اس شخص کی دنیا میں ہے اجالا ہی اجالا

نگاہ بھر کر اس پُر جمال کو دیکھنا کس کے بس میں تھا:۔

بعض صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو اس طرح کی بھی محبت تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں سکتے تھے کسی صحابی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف دریافت کیا تو کہا کہ یہ تو اس سے پوچھو جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ بھر کر دیکھا ہو یہاں تو عمر گذر گئی کبھی آنکھوں کو تاب نہ ہوتی کہ نگاہ بھر کر اس پر جمال (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ سکیں۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم
گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بے چین تھے حتّٰی کہ وہ آپ کی گزشتہ تکلیف کو یاد کر کے بے چین ہو جاتے تھے۔ (اصلاح المسلمین، ص:۶۶۲)

☆......محبتِ رسول ﷺ علیٰ سبیل الکمال واجب ہے:۔

رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت، روحِ ایمان اور ایک مومن کا گراں بہا سرمایہ ہے کسی مومن کا دل اس سے خالی نہیں ہوسکتا۔ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس میں رسول اللہ سے محبت کو شرطِ ایمان قرار دیا گیا ہے۔
(ملفوظات حضرت حکیم الامت حصہ ہفتم ص ۴۱۶)

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے !

حضرت حکیم الامت لکھتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ کسی سے محبت ہونا اور اس محبت کا مقتضاء متابعت ہونا **تین سبب** سے ہے ایک محبوب کا **کمال**، جیسے عالم سے محبت ہوتی ہے شجاع سے محبت ہوتی ہے اور دوسرا **جمال**، جیسے کسی حسین سے محبت ہوتی ہے۔ تیسرا **نوال** یعنی عطاء احسان، جیسے اپنے منعم ومربی سے محبت ہوتی ہے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں تینوں وصف علیٰ سبیل الکمال مجتمع ہیں جب تینوں وصف جو علتِ محبت ہیں آپ میں جمع ہیں تو خود اس کا طبعی تقاضا ہے کہ آپ کے ساتھ امت کو اعلیٰ درجہ کی محبت ہونی چاہیے اگرچہ نص شرعی بھی نہ ہو۔

......اور جبکہ نصوصِ شرعیہ بھی اس کے ایجاب میں موجود ہیں تو داعی عقل وطبع کے ساتھ داعی شرع بھی مل کر آپ کے وجوبِ محبت کو مؤکد کرتا ہے اور درحقیقت اعظمِ غایت اس رسالہ کی اسی امر کی طرف اہل ایمان کو متوجہ کرنا ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ ان اسباب ودواعی کے ہوتے ہوئے محبت سے اتباع کا انفکاک عادۃً محال ہے جس درجہ کی محبت ہوگی اس درجہ کا اتباع ہوگا۔

مکمل دین تم پر ہوگیا اے رہبرِ کامل!
قیامت تک تیری سنت پہ چلنا عین ایمان ہے

اور ظاہر ہے کہ محبت علیٰ سبیل الکمال واجب ہے پس متابعت بھی علیٰ سبیل الکمال واجب ہوگی اور اس میں گو کسی کو کلام نہیں ہوسکتا محض یاددہانی کی تجدید کے لئے مختصر طور پر تنبیہ کردی گئی۔ حضرت حکیم الامت کے مذکورہ بالا ارشاد سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک حضور ﷺ کی محبت شرطِ ایمان ہے۔ نیز حضور کی ذاتِ اقدس میں تمام کے تمام اوصاف علیٰ سبیل الکمال مجتمع ہیں اس لئے امت کو بھی آپ کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی محبت رکھنی چاہیے۔

☆حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق:۔

حضور سے سچی محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کے جتنے بھی حقوق ہیں ان سب کو پورے طور پر ادا کیا جائے آپ کی محبت کے ساتھ ساتھ آپ کی عظمت، آپ کی اطاعت، اسوہٴ حسنہ کی پیروی غرضیکہ سارے حقوق پورے پورے ادا ہوں ایک طرف قلب بھی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں چُور چُور ہو تو دوسری طرف آپ کی اطاعت کا دامن بھی مضبوطی سے تھاما جائے۔ یہی کامل محبت کی علامت ہے۔

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے تین حق ہیں:

۱۔حقِ اطاعت ۲۔حقِ محبت ۳۔حقِ عظمت۔سو زیادہ حصہ ان لوگوں کا ہے جو صرف زبانی محبت پر اکتفاء کرتے ہیں ان کو حضور ﷺ کی اطاعت کی خبر نہ حقیقی محبت کی خبر نہ عظمت کی، بس اس کو کافی سمجھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ذکر کرلیا جائے۔محبت بے شک بڑا حق ہے لیکن حضور کی محبت کا مقتضاء یہ بھی ہے کہ اطاعت کی جائے اس مقتضاء یہ بھی ہے کہ تعظیم کی جائے۔چنانچہ دنیا میں جس سے محبت وخلوص ہوتا ہے اس کا کہنا مانا جاتا ہے اس کی عظمت قلب میں ہوتی ہے خود اس کی محبت کا تقاضا ہے کہ اس کی مرضی کے خلاف نہ کیا جائے۔سو محبت کامل وہ ہے کہ رگ رگ عشق سے چُور ہو اور سارے حقوق ادا کیے جائیں۔

نبی خاتم پہ جو سو جان سے قربان ہوتے ہیں
خدا شاہد ہے وہی صاحبِ ایمان ہوتے ہیں

☆آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبّہ شریف:۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہٗ اللہ فرماتے ہیں:۔ کہ تبرکات کے باب میں بھی حضرت والا کا مذاق نہائت معتدل ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کی برکت کا انکار نہیں بلکہ

بزرگوں کے تبرکات کی برکتوں کے واقعات اپنے بھی اور دوسروں کے بھی اکثر نہایت معتقدانہ طور پر بیان فرماتے رہتے ہیں جب بزگوں کے تبرکات کے واقعات نہائت معتقدانہ انداز میں بیان کرتے ہیں تو آنحضرت سے تو وابستگی سب سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے جبہ شریف کے بارے میں بھی آپ کا وہی طریقہ تھا جو موئے مبارک کے بارے میں تھا

ہراک سمت سے آتی ہے تیری ہی خوشبو
ہراک زمانہ، زمانہ تیرے جمال کا ہے

تھانہ بھون کے قریب ایک قصبہ جلال آباد ہے جس میں ایک شخص کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ شریف تھا اس کی آپ نے زیارت کی تھی۔ نیز آپ خود فرماتے ہیں: کہ ہمارے قصبہ کے قریب ایک تبرک موجود ہے اور وہ جبہ شریف ہے رسول اللہ کا جس کی سند مثل احادیث کے تو متصل نہیں مگر بزرگوں نے اس کا انکار نہیں کیا اور میرے جی کو یہ بات لگتی ہے کہ وہ صحیح ہے اور اس کی زیارت اسی ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔

جُبہ شریف کی زیارت نہایت شوق وذوق کے ساتھ کی:۔

حضرت خواجہ صاحب اس کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ: حضرت نے جبہ شریف کی زیارت نہایت شوق وذوق کے ساتھ کی اور اس طرح کہ اس کے خدام سے یہ اجازت لے لی کہ مجھ کو بالکل تنہائی میں زیارت کا موقع دیا جائے چنانچہ وہ لوگ خود بھی ہٹ گئے اور حضرت والا نے بالکل تنہائی میں نہائت ذوق وشوق کے ساتھ خوب اطمینان سے زیارت کر کے اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچائی۔ اس وقت حضرت والا پر نہ معلوم کیا کیا کیفیات طاری ہوئی ہوں گی جن کی حضرت والا کے اور کسی کو خبر نہیں۔ بمصداق شعر

اکنوں کرا دماغ کہ پرشدز باغباں

بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد

حضرت حکیم الامت نے اپنے احباب کو بھی اس کی ترغیب دی تھی کہ جبہ شریف کی زیارت سے ہرگز دریغ نہ کریں اگر تنہائی میں بدوں مفکرات کے موقع ملے تو ضرور زیارت کریں۔افسوس کہ بعض لوگ ایسے خشک ہیں کہ وہ زیارتِ قبر شریف کو نہیں مانتے بلکہ اس سے بڑھ کر اس کے ناجواز کے قائل ہیں۔جو زیارت کر چکے ہیں ان سے پوچھو کہ کس قدر برکات حاصل ہوتی ہیں۔

☆ عاشق کو زیادہ عمل کرنا چاہئے:۔

بعضے ایک اور جہالت میں گرفتار ہیں کہتے ہیں کہ ہم تو ذات کے عاشق ہیں ہمیں جنت و دوزخ سے کوئی سروکار نہیں اس لیے ہمیں عمل کی کیا ضرورت ہے عمل تو وہ کرے جو جنت کو لینا چاہے ہمیں اس سے مطلب ہی نہیں ہم تو ذات کے عاشق ہیں خوب سمجھ لیجئے کہ ذات کے عاشق کو زیادہ عمل کرنا چاہئے۔جنت تو تھوڑے عمل میں بھی مل جاتی ہے ذات کی طلب میں تو بڑی مشقت اٹھانی پڑتی ہے اس لئے حق تعالیٰ کے قرب کے لئے اور زیادہ عمل کی ضرورت ہے۔(وعظ: خیر المال للرجال ص:۱۷)

☆ محبت کا اعلیٰ معیار:۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام ظاہری و باطنی اعمال کو اسوۂ حسنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح ڈھال لیا تھا کہ ایک شانِ محبوبیت آپ پر غالب تھی

؎ زفرق تابہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

امورِ زندگی کا جائزہ، کیا اتباعِ سنت موجود ہے؟:۔

ایک دفعہ فرماتے تھے کہ مجھے ایک دن خیال آیا کہ ہم لوگ اتباعِ سنت کا بہت ذکر کرتے ہیں مگر اس کا کچھ حصہ ہمارے اعمال میں ہے بھی کہ نہیں چنانچہ میں نے تین دن تک صبح سے رات تک اپنے تمام اعمال کا بغور جائزہ لیا دیکھنا یہ تھا کہ کتنی اتباعِ سنت ہم لوگ عادتا کرتے ہیں اوکتنی اتباع کی توفیق علم حاصل کرنے کے بعد ہوئی اوکتنی باتوں میں اب تک محرومی ہے چنانچہ تین دن تک تمام امورِ زندگی کا جائزہ لینے کے بعد لائحہ عمل صاف ہوگیا الحمدللہ علیٰ ذالک (اللہ اکبر یہ مقام رفیع آپ کو حاصل تھا کہ تین دن تک کوئی عمل اپنے معمولات میں خلافِ سنت نظر نہ آیا عشق والفت اور شیفتگی ووارفتگی کا اس سے بڑھ کر اعلیٰ معیار کیا ہوگا۔

(مآثر حکیم الامت صفحہ ۱۰۳، از ڈاکٹر محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ کیفی خدا نصیب کرے اپنے فضل سے
الفت کے ساتھ ساتھ اطاعت حضور کی

☆ معیارِ محبت، کوئی سنت ہاتھ سے نہ جائے:۔

ایک مرتبہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ تھانہ بھون سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں دعوت میں تشریف لے جارہے تھے اور اہلیہ محترمہ بھی ساتھ تھیں جنگل کا سفر تھا کوئی اور شخص بھی ساتھ نہیں تھا جب جنگل کے درمیان پہنچے تو خیال آیا کہ الحمدللہ حضور اقدس ﷺ کی بہت سی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق ہوگئی ہے لیکن اہلیہ کے ساتھ دوڑ لگانے کی سنت پر ابھی تک مکمل کرنے کا موقع نہیں ملا آج موقع ہے کہ اس سنت پر بھی عمل ہو جائے چنانچہ اس وقت آپ نے دوڑ لگا کر اس سنت پر بھی عمل کرلیا ظاہر ہے کہ دوڑ لگانے کا کوئی شوق نہیں تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، اتباع، عشق ومحبت کی وجہ سے ہی یہ

دوڑ لگائی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو کیا خوب پاسِ محبت تھا۔ (ارشاداتِ اکابر، ص ۵۷)

انہیں اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اپنے مقدس دین کی حفاظت اور خدمت کی جو توفیق دی اور ان کی جدوجہد سے توحید وسنت اور عام اسلامی تعلیمات کی اس ملک میں جو اشاعت ہوئی اور علم وعمل اور عشق وفنائیت کی جامعیت کے لحاظ سے خود ان بزرگوں کا جو حال تھا اور یہ مبارک صفات ان کے ذریعہ امت کے مختلف طبقات میں جس وسیع پیمانہ پر پھیلیں ان چیزوں کو اور ان کے اثرات وثمرات کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد دل کو اس میں ذرا شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور کے خاصانِ خدا میں سے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت اور توحید وسنت کی اشاعت کے لئے اور ان کے قلوب کو اپنے خاص تعلق کے واسطے چن لیا تھا۔ (فیصلہ کن مناظرہ: ص ۸۱، از مولانا منظور احمد نعمانی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی

مرا با جانِ جاں ھمراز کردی

گنجینۂ علم ومعرفت، علوم وفنون کے بحرِ ذخار علامۃ العصر

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆سرتاپا عشق وعمل کے پیکر:۔

﴾عالم اسلام کے جلیل القدر سپوت، سرتاپا عشق وعمل کے پیکر علم وعزم کے شجرۂ طوبیٰ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کے ایک عظیم فرزند تھے۔ آپ کشمیر کے ایک گاؤں ددوان کے علمی گھرانہ میں مولانا معظم شاہ کے ہاں ۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ بروز ہفتہ متولد ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد گرامی سے ان کی بلند پایہ شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے: ''میرے نزدیک حقانیت اسلام کی دلیلوں میں سے ایک دلیل مولانا محمد انور شاہ کشمیری کا امتِ مسلمہ میں وجود ہے اگر دین اسلام میں کسی قسم کی بھی کجی یا خرابی ہوتی تو آپ دین اسلام سے کنارہ کش ہوجاتے'' (حیاتِ انورؒ)......زہد وتقویٰ آپ کے روشن اور کھلے چہرے پر برستا تھا ایک غیر مسلم شخص نے کسی موقعہ پر آپ کا سرخ وسفید رنگ، کشادہ پیشانی اور ہنس مکھ چہرہ نیز چہرے کی مجموعی عظمت ووجاہت دیکھ کر کہا تھا کہ: ''اسلام کے حق ہونے کی ایک مستقل دلیل یہ چہرہ بھی ہے'' (تذکرہ:ص:۸۸)

آپ حضرت شیخ الہند کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے علم کا چلتا پھرتا کتب خانہ تھے۔ آپ تمام علوم منقولات ومعقولات میں کامل دستگاہ رکھتے تھے قوتِ حافظہ میں یگانہ روزگار تھے کئی مشہور محققانہ کتابوں کے مصنف تھے آپ کا درس حدیث اپنے دور کا مشہور درس تھا جو ایک خاص امتیازی طرز لئے ہوئے تھا آپ کے تبحرِ علمی نے درسِ حدیث کو جامع علوم وفنون بنادیا تھا آپ کے درس نے نقل وروایت کی راہ سے آنے والے فتنوں کی سرکوبی کے لئے خاصا گہرا اثر دکھایا ہے آج بھی نمایاں علماء اور صاحبِ طرز فضلاء زیادہ تر آپ ہی کے تلامذہ ہیں جو ہندوپاک میں علمی مسندوں کو آراستہ کئے ہوئے ہیں۔

آپ کے یہاں ردِّ قادیانیت کا خاص اہتمام تھا اس فتنہ کو اعظم الفتن شمار کرتے تھے اس سلسلہ میں بہت سی کتابیں خود بھی تصنیف کیں اور اپنے تلامذہ سے بھی لکھوائیں اور اس بارے میں بڑے شغف کے ساتھ لکھنے والوں کو علمی مدد بھی دیتے تھے اور کوئی بھی اپنا نوشتہ لاکر دکھاتا تو غیر معمولی خوشی کا اظہار بھی فرماتے اور دعائیں بھی دیتے...... تقریباً 1327ھ سے آپ نے دارالعلوم میں درس کا آغاز فرمایا 1334ھ سے 1345ھ تک آپ دارالعلوم کے صدر مدرس رہے اس دوران تقریباً ایک ہزار طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا جن میں سے آپ کے دورِ صدر مدرسی میں 809 طلبہ نے درسِ حدیث لیا ور اس فن پاک کو تقریراً و تحریراً اور درساً و تدریساً دور دور تک پھیلایا...... شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ان کے بے مثال علم و عمل اور جرأتِ عشق و صداقت نیز ختمِ نبوت کی خدمت و محافظت اور مطالعہ و بیان کی نکہت و ندرت کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے "اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ شاہ صاحب کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے" (اکابر علماء دیو بند: ص:۷۸)

گویا اقبال نے انہی کے لئے کہا ہو:

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل　　اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو　　رزم ہو یا بزم، پاک دل و پاک باز

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ اور رومال مبارک:۔

ترکی کے سلطان المعظم نے دارالعلوم دیو بند کو ایک رومال عنایت فرمایا تھا جس میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک ایک سال تک لپٹا ہوا رکھا رہا ہے یہ رومال نہائت ادب و احترام کے ساتھ دارالعلوم کے خزانہ میں رکھا گیا جہاں وہ اب تک موجود ہے اور زیارت کے مشتاق لوگوں کو اب بھی اس رومال شریف کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ ع......

سلام اس پر جس کا پسینہ بھی گلاب ہے

☆ احادیثِ رسول اللہ ﷺ سے بے لوث محبت:۔

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعہ نے دارالعلوم دیو بند میں تقریباً بارہ سال تک حدیث پڑھائی مگر اس پر کوئی تنخواہ نہیں لی۔ حالانکہ ڈھاکہ یونیورسٹی اور مدرسہ عالیہ

کلکتہ سے بار بار آپ کو بھاری تنخواہ کی پیش کش بھی کی گئی حدیث سے بے انتہاء لگاؤ اور اخلاص وللٰہیت دیکھئے کہ......

ایک دفعہ آپ سے حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے عرض کیا کہ ''اگر جامع ترمذی وغیرہ پر کوئی شرح تالیف فرما دیتے تو پس ماندگان کے لئے سرمایہ ہوتا'' حضرت کشمیری نے غصہ میں آ کر فرمایا کہ:۔ ''زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھا کر پیٹ پالا کیا آپ چاہتے ہیں کہ مرنے کے بعد میری حدیث کی خدمت بکتی رہے''۔

(حکایاتِ اسلاف، ص:۳۵)

دولت خدا نے دی جنہیں عشقِ رسول کی
دنیا سے ان کو کام نہ حور وقصور سے

ہر ہفتہ میں زیارتِ حبیب ﷺ:۔

جس کی متاعِ کل عشق رسول ﷺ ہو، جو ہر آن ہر گھڑی عشق نبی میں جیتا ہو، اس عظیم ہستی اور ولیٔ کامل کا یہ واقعہ پڑھیے آپ کا دل شہادت دے گا کہ حقیقت میں یہ لوگ عاشقِ رسول تھے۔ حضرت خواجہ محمد عبد اللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں دارالعلوم دیوبند میں پڑھا کرتا تھا حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ کو جس ہفتہ میں رحمتِ دوجہاں، نبی آخر الزماں، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ ہوتی تو غم کی وجہ سے خون کے اسہال شروع ہو جاتے کہ پتہ نہیں کونسی بے ادبی ہو گئی جس سے حضور رحمۃ للعالمین کی زیارت نہیں ہوئی۔ (انوارِ بہلویہ، ص:۲۱۴)

☆قربِ دربارِ خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ:۔

فیض الباری شرح صحیح بخاری، (آپ کی ایک بے مثال خدمتِ حدیث ہے جو

رحمتِ کون ومکاں محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبتِ عظیم کا منہ بولتا ثبوت ہے) جلد۲ صفحہ ۴۳۳ پر حضرت کشمیری لکھتے ہیں: "ان زیارة قبره ﷺ مستحبة وقريب من الواجب نظراً الىٰ هذا النزاع وهو الحق عندى فان آلاف الالوف من السلف كانوا يشيدون رحالهم لزيارة النبى ﷺ ويزعمونها من اعظم القربات " ترجمہ: سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت صرف مستحب نہیں بلکہ واجب کے قریب ہے اور یہی عقیدہ میرے نزدیک حق ہے کیونکہ لاکھوں علماء سلف اور بزرگانِ دین دور دراز سے سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے آتے رہے اور اس کو قربِ دربارِ خداوندی اور قربِ دربارِ رسالت کا سب سے بڑا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے رہے (اور آج تک یہی عقیدہ اور عمل ہے)

☆اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرضِ اَنْ تَأْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاء:۔

محدث کبیر حضرت امام العصر مولانا کشمیری، حجاج ابن یوسف کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔ان امور میں سے جن کی بناء پر فقہاء نے حجاج بن یوسف پر کفر کا فتویٰ دیا تھا ایک بڑا جرم یہ بھی تھا کہ حجاج جب مدینہ منورہ آیا اور زائرین حرم اطہر کو دیکھا کہ وہ پروانہ وار روضۂ اطہر کے اردگرد بہ نیتِ زیارت جمع ہو رہے ہیں تو اس نے کہا کہ تم لوگ لکڑیوں اور گلی سڑی ہڈیوں کا طواف کر رہے ہو اس پر علماءِ حرم نے اس کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔....حجاج کے اس کہنے میں سید دو عالم ﷺ کے اس ارشاد کی تکذیب ہے جو بہ سندِ صحیح ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔

(خزائن الاسرار ص ۱۷، ناشر مجلس علم ڈابھیل)

☆عقیدہ ختمِ نبوت سے پیار اور اس کا تحفظ :۔

ریاست بہاولپور کی ایک مسلمان خاتون نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ اس کا

شوہر مرزائیت قبول کر کے اسلام سے خارج ہو گیا ہے اس لئے اس کا نکاح باقی نہیں رہا یہ صرف ایک خاتون کی آبرو کا معاملہ نہ تھا بلکہ اس مسئلہ کا تعلق اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت سے تھا اور خود سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا سوال درپیش تھا اس لئے اس مقدمہ کو بے پناہ شہرت و اہمیت حاصل ہوئی

مٹ گئے مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

نواب آف بہاول پور نے مقدمہ ایک جج کے حوالے کر کے شرعی فیصلہ کرنے کا حکم صادر کیا قادیان کی پوری قوت حرکت میں آ گئی اور مسلمانوں نے بھی ملک کے چوٹی کے علماء کو بیانات کے لئے مدعو کیا۔

علامۃ العصر مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو دیو بند میں جب پہلی پیشی کی اطلاع ملی تو آپ بہت کمزور تھے مرض بڑی شدت پر تھا اور موسم سخت گرم تھا مدرسہ دیو بند کے بڑے بڑے علماء نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ اس کمزوری اور تکلیف میں سفر نہ فرمائیں ہم میں سے جن کو آپ حکم دیں ہم اس خدمت کے لئے تیار ہیں مگر آپ نہ مانے خود بہاول پور پہنچے جب واپس گئے تو ان علماء سے فرمایا آپ حضرات ناراض نہ ہونا کہ میں نے آپ کی بات نہیں مانی میں خود اس لئے گیا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن میری شفاعت سے کہیں انکار نہ فرمادیں کہ جب میری عزت کا سوال تھا تو نے خود سفر کیوں نہ کیا۔ گویا بیماری، نقاہت اور کمزوری میں بھی عشق جیت گیا اور محبت بازی لے گئی اور آپ ختمِ نبوت کی وکالت کے لئے بہاول پور آ کر مقدمہ میں شریک ہوئے۔ وللہ الحمد

☆......پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جانبدار:۔

دلِ کی تڑپ اخلاص اور قلب وجگر میں بسی الفتِ نبی ﷺ کا کرشمہ دیکھئے، بہاول

پور کی ایک مجلس میں آپ نے فرمایا تھا کہ: شاید یہ بات مغفرت کا سبب بن جائے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جانبدار ہو کر بہاول پور آیا تھا۔ (بارگاہِ رسالت اور بزرگان دیو بند ص:۲۶)

ترے نعت خوانوں میں نام آ گیا ہے
یہی ذوق بس میرے کام آ گیا ہے

☆ ع انداز جنوں کونسا ہم میں نہیں مجنوں!:۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں آپ نے بہت سے عربی اور فارسی قصیدے لکھے ہیں آپ کی ساری زندگی عشقِ رسالت میں ڈھلی ہوئی تھی علم وعمل کے پیکر تھے اللہ تعالیٰ نے قوت حافظہ بیش از بیش عطا فرمائی تھی علامہ اقبال آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے آپ کے اوصافِ حسنہ کی وجہ سے آپ کے گرویدہ تھے ذاتِ رسالت سے حد درجہ الفت وشیفتگی ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ پیرانہ سالی کے باوجود، انتہائی ضعف اور بیماری کے باوجود دیو بند سے بہاول پور تشریف لائے اور اسے پنے لئے سعادت وشفاعت جانا سچ ہے کہ عشق ساری گھاٹیاں خود آسان کر دیتا ہے یہی تو وہ جذبۂ صادقہ ہے جس کے باعث ہر سختی برداشت کی جاسکتی ہے عشق صادق ہو تو تختہ دار بھی پھولوں کی حسین سیج نظر آتا ہے اور ہاں! یہی تو وہ راہ ہے جہاں موت بھی حیاتِ جاوداں بن کر ہم آغوش ہو جاتی ہے اور اس راہ میں تو عشاق پھانسی کے پھندے کو چوم کر گلے میں ڈالتے دیکھے گئے ہیں۔

انداز جنوں کونسا ہم میں نہیں مجنوں!
پر تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے

☆ عشق رسول ﷺ میری متاعِ حیات ہے:۔

خود تو آپ ذاتِ نبوت پر نثار ہونا چاہتے ہی تھے جی میں تھا کہ کوئی بھی اس چشمہ

صافی سے جرعۂ عشق پیے بغیر نہ رہے چنانچہ وفات سے کچھ دن پہلے خدام کو فرمایا کہ میری چارپائی اٹھا کر مدرسہ میں لے چلو وہاں پہنچ کر آپ نے سب علماء کو جمع کیا اور فرمایا: بہت کمزور ہوں، اٹھ نہیں سکتا ایک بات کہنے آیا ہوں جس کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی آرزو ہو وہ آپ کی عزت وحرمت کی حفاظت کرے اور فتنۂ مرزائیت کے مٹانے اور اس سے مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کرتا رہے۔

☆اس زمانے میں عُشاقِ رسول ﷺ کے سُرخیل:۔

کون انکار کرسکتا ہے کہ آپ نے فتنۂ مرزائیت کی سرکوبی اور ختم نبوت کی حفاظت کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت کیا ہو دورانِ مقدمہ مسلسل پانچ پانچ گھنٹے عدالت میں ختم نبوت کے موضوع پر بیانات اور تقاریر کے ذریعہ مرزائیوں کے دجل وکذب کی دھجیاں بکھیریں، علم وعرفان کے دریا بہائے اور غیر متزلزل دلائل کے انبار لگادیے کہ مرزائی قائدین کو بالآخر لاجواب ہونا پڑا اور ہر گام پر کامیابی، اپنے دور کے عشاق رسول کے اس سرخیل کے قدم چومتی رہی اور علماء حق کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں اور ارتداد کی آندھیوں پر ۱۹۳۵ء میں عدالتِ بہاول پور کا یہ فیصلہ آسمانی آفت بن کر گرا اور ان کی ریشہ دوانیوں اور چیرہ دستیوں سے پورا عالم آگاہ ہوگیا۔

☆فیصلہ ختمِ نبوت کے حق میں ہوتو.......:۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر مقدمہ بہاول پور کے فیصلہ سے پہلے میری زندگی پوری ہو جائے تو میری قبر پر فیصلہ سنا دیا جائے۔ ۱۹۳۳ء میں آپ کا وصال ہوا، اور ۱۹۳۵ء میں جج صاحب نے اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ کیا جس میں مدعا علیہ کے ارتداد کی تاریخ سے نکاح کو منسوخ اور مرزائیوں کو کافر قرار دیا۔ حضرت مولانا محمد صادق صاحب مرحوم

بہاولپور سے دیو بند گئے اور حضرت کی وصیت کے مطابق مزار پر حاضر ہو کر جج صاحب کا فیصلہ بلند آواز سے پڑھ سنایا۔

لذتِ رقصِ بسمل شہیدوں سے پوچھ
آ گئے وجد میں ،سر جو کٹنے لگا

☆ صاحبِ ختمِ نبوت کا تحفظ، کتاب خاتم النّبیّین کی تصنیف:۔

شب و روز دین کی خدمت و تدریس میں منہمک رہنے کے باوجود، اور ذاتِ رسالت مآب ﷺ کے ناموس کے لئے اپنی تمام کاوشوں کو مرکوز کرنے کے باوجود، فرامینِ رسول ﷺ ہونے کے ناطے حدیث سے غیر معمولی شغل ہونے کے باوجود، حد یہ ہے کہ انتقال کے صرف چند دن پہلے آپ اپنی مشہور و معرکہ آرا تصنیف **خاتم النبیین** سے فارغ ہوئے تھے جس میں آیہ کریمہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین کی آپ نے اپنے مخصوص محدثانہ اور محققانہ انداز میں تفسیر فرمائی ہے یہ تصنیف قادیانیوں کے دجل و تلبیس کے تار پود بکھیرنے کے لئے فرمائی گئی تھی اس سے فراغت پا کر حضرت مرحوم نے اپنے خدام سے ارشاد فرمایا کہ:.......

”میں نے آخرت کے لئے کچھ نہیں کیا تھا خاتم النبیین کے عنوان سے یہ چند سطریں لکھ دی ہیں انشاء اللہ یہ مرزائے قادیان کے دجل و فریب کو اظہر من الشّمس کر دیں گی اور میرے لئے زادِ راہِ آخرت ہوں گی“ (علماء ہند کا شاندار ماضی جلد۵،ص:۲۲۶)

کہاں سے مجھ کو پہنچایا کہاں، پیرِ مغاں تو نے
مرا مے خانہ اب لاہوت ہے روح الامیں ساقی

☆ جو حضرت شاہ صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھ لے گا......

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کے ان اکابر میں سے ہیں جو سن و سال میں حضرت شاہ صاحب کشمیری سے بڑے خانقاہ تھانہ بھون کے میر کارواں، زبان و بیان میں محتاط، اطراءِ مادح اور مبالغہ آرائی سے محفوظ، اس کے باوجود انہوں نے حضرت شاہ صاحب کے کمالات کا جس طرح اعتراف کیا وہ ان کی منصفانہ طبعیت اور مجتہدانہ بصیرت کی آئینہ دار ہے۔

اپنے بزرگوں سے خوب سنا ہے...... کہ مرشد تھانوی اکثر فرمایا کرتے تھے ''جو شاہ صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھ لے گا مجھے رحمتِ حق سے اس کی نجات کی توقع ہے'' ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ''حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ ایسے بڑے عالم کی توثیق کے بعد میں ''بیان القرآن'' کے لئے کسی اور توصیف کا منتظر نہیں ہوں'' (نقشِ دوام صفحہ ۲۷۴، ۲۷۶)

☆ مفکرِ اسلام حضرت علامہ اقبال کے دل میں حضرت کاشمیری کی وہ قدر و منزلت تھی کہ انہیں وضو کرانا علامہ مرحوم اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ (شاہراہِ عشق کے مسافر: ص: 34)

☆...... نعت گوئی آپ کا محبوب مشغلہ تھا:۔

''نعت گوئی آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے والہانہ تعلق ایمان کی معراج ہے یہ سعادت بھرپور انداز سے آپ کے حصہ میں آئی تھی فارسی ہو یا عربی اس میں آپ کے عمدگیٔ اظہار کے ساتھ خروشِ عشق کی مظہر ہیں'' (نقشِ دوام ص: ۲۶۱)

(☆ آپ کے نعتیہ کلام کا حصہ بابِ چہارم ''جامِ کوثر'' میں شامل ہے ملاحظہ فرمائیے)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مفتی اعظم ہند، شیخ الحدیث، حضرت مولانا

مفتی کفایت اللہ دہلوی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

﴿آپ اپنے زمانہ کے مشہور و مسلّم مفتی و فقیہہ اور نکتہ رس علماء میں سے تھے، آپ شاہجہاں پور یوپی کے محلّہ زئی میں 1292ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے پانچ سال کی عمر میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا، 1315ھ میں آپ دار العلوم دیوبند سے فارغ ہوئے، آپ نے حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے تعلیم حاصل کی، آپ بلا کے ذہین تھے اور ہر امتحان میں اول آتے تھے، تدریسی اور علمی خدمات کے ساتھ ساتھ سیاسی اور ملی خدمات بھی آپ نے بڑی باقاعدگی اور خوبی سے انجام دیں، جمعیت علماءِ ہند کے قائم ہونے پر آپ کو ہی پہلا صدر منتخب کیا گیا، اور آپ 1919ء سے لے کر، 1938ء تک مسلسل انیس برس جمعیت کے صدر رہے، کئی مرتبہ آوازِ حق کی خاطر جیل میں جانا پڑا، حالات کا ڈٹ کے مقابلہ کرتے تھے، آخر کار 13 ربیع الثانی 1372ھ میں بروز جمعرات آپ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہوئے، رحمۃ اللہ علیہ﴾

آپ برصغیر کی عبقری شخصیات میں سے تھے اور برصغیر میں اسلامی تہذیب کے اس قافلۂ سالار کے فرد تھے جن کی زندگی کی ایک ایک ادا سنتِ رسول اللہ ﷺ کی خوشبو میں رچی بسی تھی۔

ثنائے خواجہ کونین سے ہے جاں سرشار
ہے دل میں عکس جمال اور آنکھ ہے پُرنم
نگاہِ شوق نے ان راستوں کو چوما ہے
جہاں پہ سیدِ کونین کے پڑے ہیں قدم

☆جن کے عشق کی کھیتی سرسبز تھی :۔

مفتی صاحب جامعہ امینیہ دہلی میں دورۂ حدیث شریف پڑھاتے تھے ایک سال آپ کے ہاں صف دورہ حدیث میں سوات کے مولوی عبدالحق بھی شریک تھے انہوں نے رات کوخواب میں سرورِدوعالم جناب نبی کریم ﷺ کودیکھا کہ درسِ حدیث کی مسند پر حضرت مفتی صاحب کی جگہ تشریف فرما ہیں...... اور صحیح مسلم کی ایک حدیث پڑھا کراس پر محدثانہ تقریر فرمارہے ہیں عجیب بات یہ تھی کہ مولوی عبدالحق مرحوم کووہ تقریر جاگنے کے بعد بھی ٹھیک اسی طرح یادرہی جیسے سنی تھی۔

صبح حضرت مفتی صاحب درس کے لئے تشریف لائے ،اپنی مسند پر بیٹھ کر کتاب کھولی تو مولوی عبدالحق صاحب نے کہا حضرت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اجازت مل گئی تو انہوں نے اپنارات والاخواب سنایاوہ سنتے ہی حضرت مفتی صاحب اپنی مسند پر کھڑے ہوگئے فرمانے لگے عبدالحق قبلہ رخ کھڑے ہوکر خدا کوگواہ بنا کرکہو کہ واقعی تم نے خواب میں اسی طرح دیکھاہے؟ مولوی عبدالحق صاحب نے حکم بجالایاتو حضرت مفتی صاحب مسند سے ہٹ کر سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا: عبدالحق! تمہاراخواب سچاہے! بس پھر کیاتھااس کے بعد حضرت مفتی اعظم چالیس روز تک احترام کی وجہ سے اس مسند پرنہیں بیٹھے۔،معاملہ اگرچہ خواب کا تھالیکن بات ادب کے اعلیٰ مقام کی تھی عشق ومحبت اور بے انتہاءشیفتگی کی تھی سوزِمحبت اور دردِدل کی تھی۔(ماہنامہ الفاروق ،جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ)

آپ سے عشق ،مرے دل کی شریعت آقا
آپ سے عشق ،مری جاں کی عبادت آقا
آپ کے ادنیٰ غلاموں کے غلاموں کاغلام
ہے شرف میرے لئے اتنی بھی نسبت آقا

بطل جلیل شیخ الاسلام

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

﴿ آپ دارالعلوم دیوبند کے پانچویں صدر المدرسین تھے حضرت شیخ الہند کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے علم وفضل کے ساتھ غیر معمولی مقبولیت رکھتے تھے حضرت گنگوہیؒ کے خلفاء مجازین میں سے تھے علم سے فراغت کے بعد اپنے والد مرحوم کے ساتھ 1316ھ میں مدینہ طیبہ پہنچے اور اٹھارہ سال مدینہ منورہ میں رہ کر مختلف علوم وفنون بالخصوص حدیث شریف کا درس دیا۔ زندگی کمال زہد وقناعت کی تھی جو کمال صبر وتحمل سے اس مدت میں بسر ہوئی۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران 1318ھ میں ہندوستان تشریف لائے پھر 1320ھ میں واپس تشریف لے گئے۔ 1327ھ میں دارالعلوم میں بحیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوا۔ 1329ھ تک درس دیا پھر اسی سال مدینہ منورہ تشریف لے گئے 1331ھ میں پھر ہندوستان واپس تشریف لائے اور اسی سال مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے 1335 میں حضرت شیخ الہند کے ہمراہ حجاز ہی میں اسیر کر کے مالٹا بھیج دیے گئے 1338ھ میں مالٹا سے رہا ہو کر حضرت شیخ الہند کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے اور اسی سال اکابر کے حکم سے جامعہ اسلامیہ امروہہ میں صدارت تدریس کے فرائض انجام دیے۔ تعلیمی خدمات کے ساتھ سیاسی امور میں بھی پوری تندہی اور ہمت مردانہ سے کوشاں رہے جمعیۃ العلماء ہند کے کئی بار بار صدر مقرر کیے گئے۔ بہر حال مجموعی حیثیت سے آپ عالم، فاضل، شیخ وقت، مجاہد، جفاکش، جری اور اولوالعزم فضلاء دارالعلوم دیوبند میں سے تھے۔ ﴾

☆ عقیدہ عشق، پہلے مدینہ جانا افضل ہے:۔

آپ آخری بار ۱۳۷۴ھ میں جب زیارت بیت اللہ شریف وزیارت روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تشریف لے گئے تو محمدی جہاز میں آپ نے ایک تقریر فرمائی جس کا ایک ایک جملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق ومحبت سے لبریز ہے اس تقریر میں دربار رسالت میں حاضری کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:......

اللہ تعالیٰ کا عشق لے کر جا رہے ہو تو جس قدر ممکن ہو عجز وانکسار اختیار کرو جملہ

عاشقوں کے سردار آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر جس قدر ممکن ہو درود شریف پڑھیے اور تلاوت کر کے ہدیہ کیجئے اس راہِ عشق کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لئے میرے نزدیک اور علماء کے ایک گروہ کے نزدیک پہلے مدینہ منورہ جانا افضل ہے

قدم اٹھائے ادب سے ذرا نسیمِ سحر
ہیں محوِ خواب شہہِ دو جہاں مدینے میں
لٹائے سجدے نہ کیوں آسماں مدینے میں
رسولِ پاک کا ہے آستاں مدینے میں

☆......مدینہ کے عشق میں بے قرار رہنا:۔

[اپنے ایک مسترشد کو نصیحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں] محترم! آپ کا ارادہ حضوریٔ حرمین شریفین اور قیامِ مدینہ منورہ بہت ہی نیک فال اور مبارک امر ہے کون مسلمان ہے جو ایسی مبارک بات پسند نہ کرے گا مگر ضروری ہے کہ انجام اور احوال پر غور کر لیا جائے ہندوستاں میں رہتے ہوئے شوقِ مدینہ میں بے قرار رہنا اور اسی کے عشق میں مرنا ہزار مرتبہ بہتر ہے اس سے کہ مدینہ منورہ میں رہ کر ہندوستان کیلئے بے چینی رہے۔ (معارف وحقائق، صفحہ:۱۳۴)

☆حضور جس کے نیچے بیٹھے تھے وہ درخت:۔

پھولوں سے تو سبھی پیار کرتے ہیں لیکن حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کانٹوں سے پیار کر رہے ہیں، اس لئے یہ کانٹے بھی سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہیں، باغِ سیرت میں اس کانٹے دار درخت کا بھی ایک کردار ہے ،ایک حسن ہے، سبحان اللہ!

آپ نے دارالعلوم کے چمن میں کیکر کا درخت لگوایا ،لوگوں کو خیال ہوا کہ اس

درخت سے کیا فائدہ؟ نہ اس پر پھول لگتے ہیں نہ پھل، اس میں خوشنمائی ہے نہ ہی زینتِ چمن ،پھر اسے کیوں لگوایا؟ تحقیق سے پتہ چلا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر چونکہ بیعتِ رضوان لی تھی تو یہ درخت اس یادگار کے طور پر لگوایا گیا ہے (الجمعیۃ، شیخ الاسلام نمبر، ص:۵۲)

زینت ہو قلم کی مرے مدحت تیری
ہر شعر میں محسوس ہو نکہت تیری
ہو خلوتِ جاں میں تیری یادوں کا جمال
سرمایۂ عقبیٰ ہے سیرت تیری، ﷺ

☆......حضور سے باطنی اور روحانی اکتسابِ علم:۔

مدینہ طیبہ میں کتاب وحکمت کے چشمہ آبِ حیات پر پہنچ کر تشنگی اور بھی تیز ہوگئی تھی اس لئے روحانی اشغال وریاضت وعبادت اور درس وتدریس کے ساتھ مزید تعلیم حاصل کرنے کا مشغلہ بھی جاری رکھا۔اس وقت مدینہ طیبہ میں ایک مشہور استاذِ ادب مولانا عبد الجلیل برادہ موجود تھے حضرت نے ان سے عربی ادب کی کچھ کتابیں پڑھنا شروع کیں ......مدینہ طیبہ میں حضرت کی طالب علمی کا یہ ایک ظاہری رخ تھا۔دوسرا رخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے باطنی اور روحانی اکتسابِ علم کا تھا جس میں حضرت نے ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست فیضان حاصل کیا۔

یہ امر علمائے اہل سنت والجماعت کے نزدیک مسلم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسدِ مبارک کے ساتھ بقیدِ حیات اور برقرار ہیں۔ بہت سے علمائے حق نے اس امر کی تائید بھی کی ہے کہ حق تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقرب نفوسِ قدسیہ کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عالمِ بیداری میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوں۔ بہر حال اتنی بات تو مسلّم ہے کہ ایک امتی

کے لئے ذاتِ اقدس سے اکتسابِ فیضان ہر وقت ممکن ہے۔

وہی معلمِ اعظم کہ جس سے تابہ ابد
زمانہ کرتا رہے گا علوم کی تحصیل

دربارِ نبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضری کے وقت ایک عامی، عاصی، جاہل اور غافل مسلمان بھی غیر معمولی فیوض و برکات سے مشرف ہوتا ہے جیسے جیسے وہ دربارِ نبوی کے قریب ہوتا جاتا ہے اس کے دل و دماغ قلب ونظر اور روئیں روئیں میں عشقِ محمدی کے شعلے بھڑکنے لگتے ہیں لحہ بہ لحہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سرورِ کائنات ﷺ کے حضور میں حاضر ہو رہا ہے اور رعب وادب کے مقام پر موجود ہے اولیاء اللہ اور صلحاء واتقیاء کی ایسے مبارک موقع پر کیا کیفیت ہوتی ہوگی اس کا علم و اندازہ اصحابِ باطن ہی کر سکتے ہیں۔

(شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ؒ ص:۱۲۸)

☆...... یہ تھا حضرت شیخ کا بارگاہِ رسالت سے تعلق:۔

۱۹۵۵ء کے سفرِ حج میں معیت کی جو سعادت خادم (مولانا قاضی سجاد حسین فتح پوری) کو حاصل ہوئی اس میں حضرت شیخ کو بہت قریب سے دیکھنے موقع ملا مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ چالیس روز قیام رہا اس پیرانہ سالی اور ضعف ونقاہت کے باوجود حضرت کا معمول تھا کہ نمازیں حرمِ نبوی میں ادا فرماتے اور عصر کی نماز کے بعد تو مسجد ہی میں معتکف رہ کر عشاء کی نماز ادا فرماتے تھے۔ نمازِ عشاء سے فراغت کے کافی دیر کے بعد مواجہہ شریف میں حاضری دیا کرتے تھے بارگاہِ رسالت میں حضرت شیخ کی یہ حاضری بھی عجیب پر کیف ہوتی تھی۔

......حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حاضری کا یہ وقت غالباً اس لئے منتخب فرمایا تھا کہ زائرین کا ہجوم قدرے کم ہوتا تھا ......ہم نوجوان تھے لیکن ہماری مادی جوانی حضرت شیخ کی روحانی

طاقت اور جذبہ شوقِ زیارتِ نبوی کی تاب نہ لاتی تھی۔ حضرت شیخ کی عمر کا یہ وہ دور تھا کہ جب گھٹنے تقریباً جواب دے چکے تھے نشست و برخواست میں بھی تکلف ہوتا تھا لیکن بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر جس وقت مراقب ہو جاتے تو پھر یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہمہ تن وفورِ شوق میں غرق ہیں ایک ایک گھنٹہ مراقبہ کی حالت میں اس طرح کھڑے رہتے تھے کہ پیروں کو جنبش تک نہ ہوتی تھی۔

ہم لوگ کچھ دیر کے لئے اپنے اوپر خشوع خضوع کی کیفیت طاری کرتے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد خود کو درماندہ پا کر فاصلہ سے جا کر بیٹھ جاتے تھے۔ یہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا بارگاہِ رسالت سے تعلق تھا جس کی بنا پر اگرچہ جسم ناتواں بھی تھا تو روح قوی اور مستقیم تھی۔ (حضرت مدنی کے حیرت انگیز واقعات، صفحہ:۱۵۹)

شعورِ عشق مدینے کی سرزمیں سے ملا
دوا بھی، درد بھی جو کچھ ملا یہیں سے ملا
ہے اتباعِ پیمبر ﷺ ہی اتباعِ خدا
جو فیض ہم کو ملا ختمِ مرسلیں سے ملا

☆ آپ کے والد بزرگوار کی مدینہ طیبہ میں سکونت:۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نہائت پاک باز بزرگ تھے اس زمانہ کے مشہور بزرگ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے اپنے شیخ سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی اور شیخ ہی کی بارگاہ میں بارگاہ رسالت کا عشق رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا شیخ کا وصال ہوا تو آپ کو بے پناہ صدمہ ہوا ہر وقت بے چین رہتے اپنے وطن ہندوستان سے دل اچاٹ ہو گیا اور ہجرت کے کے مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار کرنے کا ارادہ فرما لیا۔

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

☆الفتِ نبی ﷺ میں جان سے گزر جانے والے:۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب یہ خاندان مدینہ طیبہ پہنچا تو ایک مدنی صاحب نے ایک مکان رہائش کے لئے دے دیا تھا لیکن جب مدینہ طیبہ میں مستقل قیام کا ارادہ ہوا تو شہر سے باہر ایک قطعۂ زمین لے لیا گیا عورتوں بچوں اور مردوں نے مل کر اپنے ہاتھ سے اینٹیں پاتھیں اور چھوٹی کوٹھڑیاں تعمیر کی گئیں جن کی چھت اتنی نیچی تھی کہ چارپائی پر کھڑے ہونے سے (چھت) سر میں لگتی تھی اس طرح رہائش کے سلسلے میں بھی سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ صحابہ پر عمل کی سعادت میسر آئی۔ اللہ اکبر

(آپ چاہتے تو ایک اچھا مکان آسائش وآرائش سے تعمیر کروا لیتے لیکن الفتِ نبی ﷺ میں جان سے گزر جانے والے یہ لوگ، عشق کی گرم بھٹی سے کندن بن کے نکلنے والے یہ لوگ، زندگی بھر صعوبتوں کے آگے تختہ مشق بننا گوارا کر لیتے ہیں مگر آرام وراحت کی خاطر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری اداؤں، دل ربا سنتوں بے مثال اور باعظمت کلامِ نبوی کے شرابِ طہور سے نگاہ پھیر لیں یہ قطعاً ناممکن ہے)

محل مینار کیا کرنے ہیں مجھ کو
مدینے کے خس وخاشاک لوں گا
ملی جاگیر اگر جنت میں کوئی!
تو دہلیزِ شہہِ لولاک لوں گا

☆اے بہارِ باغِ رضوان کوئے تو:۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۶ھ میں دار العلوم دیوبند میں علوم دینیہ کی تکمیل کر کے فارغ ہوئے تو آپ کے والد حضرت سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہجرت کی تیاری مکمل کر لی اور اپنے خاندان سمیت ترکِ وطن کر کے دیارِ حبیب میں جا آباد ہوئے حضرت مدنی نے آپکا کچھ نعتیہ کلام بھی "نقشِ حیات" میں نقل کیا ہے جس کا ایک ایک لفظ عشقِ نبویؐ میں ڈوبا ہوا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں

اے بہارِ باغِ رضوان کوئے تو
بلبلِ سدرہ اسیرِ موئے تو
سجدہ ریزاں آمدہ سویت حبیب
اے ہزاراں کعبہ در ابروئے تو
اے رسولِ عربیؐ آپ کی فرقت کے قتیل
پلِ محشر سے سُبک پار اتر جاتے ہیں
سر رہے یا نہ رہے پر رہے سودا سر میں
عشقِ احمدؐ کا خدایا یہی ہم چاہتے ہیں

(والدِ گرامی سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......نواسہ، گنبدِ خضریٰ کے سائے میں:۔

شیخ الاسلام کا جب ذکر چھڑتا ہے تو بے اختیار نظریں گنبدِ خضریٰ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے پرنور سایہ کی طرف اٹھ جاتی ہیں جہاں اس محبوب و مقبول اور چہیتے نواسۂ رسول (سید مدنی) نے سالوں سال تک اپنے نانا جان (حضور مقبول علیہ الصلوٰۃ

والسلام) کے علوم کی اشاعت اس شان سے کہ چار دانگ عالم میں اس ''شیخ ہندی'' کے نام کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور خلقِ خدا کے نقارہ سے ''شیخ العرب والعجم'' کا لقب عطا ہوا۔

بقول شورش کاشمیری ؎

ہیچ تھا اس کے لئے اندیشۂ دار و رسن
پائے استحقار سے دنیا کو ٹھکراتا رہا
خواجۂ کونین کے روضہ کی جالی تھام کر
نور کے تڑکے دعا کو ہاتھ پھیلاتا رہا
ان کمالات ومحاسن میں جواب اسکا نہیں
اس قبیلے میں کوئی بھی ہمرکاب اسکا نہیں

(سلمان منصور پوری درمقدمہ ''معارف وحقائق'' ازمولانا رشید الدین حمیدی، ص:۳۶)

☆ تیرا طرزِ تکلم بھی پیارا لگے مجھے :۔

ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے درسِ بخاری کے دوران ارشاد فرمایا کہ:۔

بفضلہٖ تعالےٰ میں بسرعت تقریر کرسکتا ہوں۔ لیکن یہ توقف فی الکلام (ٹھہر ٹھہر کر بولنا) بہت مشقت کے بعد حاصل کیا ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تیزی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے جیسے کہ تمہاری زبان چلتی ہے بلکہ آپ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ جو شخص آپ کے پاس ہو اسے محفوظ ہو جائے'' شمائل ترمذی۔ (حضرت مدنی کے ایمان افروز واقعات ص:۸۰)

؎ یہ میرا دین ہے مجھے دل سے قبول ہے
ایمان جسے کہتے ہیں، عشقِ رسول ہے
ہر فعل تیرا پیروِی مصطفےٰ رہے

پھر شک نہیں ہے، تیری عبادت قبول ہے

☆ آپ کو یہ درود شریف زیادہ پسند تھا:۔

☆ آپ کو یہ درود شریف زیادہ پسند تھا اور آپ اپنے متوسلین کو اکثر یہی تلقین فرمایا کرتے تھے:
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی:
درود شریف کے جملہ صیغوں پر آپ اسے ترجیح دیتے تھے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج2،ص:54)

☆ جذبِ دروں:۔

غالبًا دسمبر ۴۲ ۱۹ء میں ایک صاحب نے اطلاع دی کہ ان کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی سید الکونین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی اور مولانا حفظ الرحمن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ نے تعبیر فرمائی کہ مسلکِ جمعیۃ علماء ہند کی صداقت کی بشارت ہے کیونکہ ایک جمعیۃ علماء ہند کے صدر ہیں اور دوسرے جمعیۃ کے ناظمِ اعلیٰ۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی حصہ دوئم ص:۱۸۸)

لذتِ پرواز میں اگر، کہیں کھو جاؤں میں
جس سے محبت ہے مجھے، اس کی گلی میں دیکھنا

☆وُہی اندازِ عشق:۔

اصل میں تو عشاق کے سردار اصحابِ نبوت ہی ہیں جنہوں نے دینِ مصطفیٰ کے لئے زندہ رہنے کی بجائے جان نچھاور کر دینے کو ترجیح دی مال و دولت کمانے کی بجائے خدمتِ نبوت کو عزیز جانا، وہی حب خدا اور الفت و عشقِ مصطفیٰ کے امام ہیں اتباعِ محبوب اور اطاعتِ مصطفیٰ کے لئے وہی نمونۂ راہ اور سنگِ میل ہیں عشق و شیفتگی میں ان ہی کا طریق

"مقصود ہے اور نشانِ منزل بھی وہی............

راہِ حق میں انہی اصحابِ مصطفیٰ کے پیرو امام سیاست سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو برطانوی دور میں ایک مرحلہ میں جب اپنے رفقاء نے پوشیدہ رہنے اور سفر نہ کرنے کا مشورہ دیا تو آپ نے راہِ حق میں طرزِ خبیب [رضی اللہ عنہ] اپنایا۔ فرماتے ہیں: بھائی تم کہتے ہو اس میں بڑی اذیتیں اور تکالیف ہیں لیکن یہ اذیتیں و مصائب جو دی جاتی ہیں یا اٹھانی پڑتی ہیں، میرے لیے عینِ راحت ہیں باقی رہی عزت! تو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں جو بھی توہین کی جائے یا اذیت دی جائے، میرے لئے عین عزت اسی میں ہے۔ بخدا اگر حق گوئی کی پاداش میں ہماری توہین کی جاتی ہے یا گالیاں دی جاتی ہیں تو میں اس کو عزت تصور کرتا ہوں باقی رہا مرنا، تو مرنا ایک ہی دفعہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے جس وقت اور جس طرح مقدر کر دیا ہے وہ ٹل نہیں سکتا۔ (علماءِ ہند کا شاندار ماضی جلد ۵، حصہ ۲، ص: ۲۷۸)

جو لگتا ہے کوئی کنکر بدن پر دین کی خاطر
تو دل کو وادیٔ طائف کے پتھر یاد آتے ہیں

جب دورانِ مطالعہ یہ واقعہ حواس سے ٹکراتا ہے تو مجھے مکہ کا وہ منظر یاد آجاتا ہے جب حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو کفار سولی پر چڑھا رہے تھے تو ایک شاطر نے بڑھ کر آپ سے کہا کہ اگر آپ یہ کہہ دیں کہ کاش آج میری جگہ حضرت محمد ﷺ ہوتے تو اس عاشقِ حبیبِ ربِ کونین نے یہ جوابِ لاجواب دیا کہ ظالمو! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ محمد عربی ﷺ اپنے گھر پہ ہوں اور ان کے پاؤں مبارک میں کانٹا چبھ جائے گویا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے تختۂ دار پہ جھول جانا پسند کرلیا، اور اسی کو عزت سمجھا۔

حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کی اس بات سے کہ "خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں میری جو توہین کی جائے یا اذیت دی جائے، میرے لئے عین عزت اسی میں ہے"

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور سیدنا زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کی وہ یاد گار ایمانی بات دل میں شہد سے بڑھ کر حلاوت گھول دیتی ہے کہ جب انہیں کہا گیا..

اَتحبّ ان محمدا عندنا الأن فی مکانك

نضرب عنقه، و انّك فی اهلك

ترجمہ: کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ آپ کی جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج یہاں تختہ دار پہ ہوتے اور آپ اپنے گھر میں خوش وخرم رہتے......؟

تو آپ نے فرمایا.

''واللہ ما احبَ ان محمدا الاٰن فی مکانه الذی هو فیه تصیبه شوکة تؤذیه وانی جالس فی اهلی''

ترجمہ: مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں تو بخوشی اپنے گھر میں بیٹھا ہوں اور وہ آفتابِ نبوت اپنے پاکیزہ گھر میں ہوں اور کوئی کانٹا انہیں چبھ جائے (فتح الملہم جلد ۱ ص: ۲۲۱)

......عشق ومحبت اور عزیمت واستقلال کی دنیا میں ان کا یہ جواب ہمیشہ یاد رہے گا۔ اور حضرت مدنی کی یہ بے مثال جرأت ایمانی اور قدر شناسی بھی صدیوں تابندہ رہے گی۔

نسبت جو مجھے ہے تیرے کوچے کی زمین سے
میں دفن کہیں ہوں، مگر اٹھوں گا وہیں سے

☆ مدینہ کی گلیوں سے چھلکے اٹھالاتا اور.....

عشق والفت اور محبت وشیفتگی کے پیکر مولانا مدنی، وہ خوش قسمت انسان تھے کوئی مدینے میں آٹھ دن قیام کرتا ہے کسی کو دو چار مہینے قیام نصیب ہو جائے گا، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ میں ہی نہیں اصحابِ صفہ کے چبوترے پہ، روضہ اطہر کی جالیوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر اٹھارہ سال کالی کملی والے کی حدیث پاک پڑھائی، سبحان اللہ......

دیکھیں گے میرے سر کی طرف لوگ حشر میں
چمکے گی تاج بن کے غلامی رسول ؐ کی

یہ اس زمانے کی بات کر رہا ہوں، شیخ مدنی لکھتے ہیں کہ میں شام کو مدینے کی گلیوں میں سے تنکے اٹھا کر لاتا، اہل مدینہ کی سبزیوں کے پھینکے ہوئے چھلکے اٹھا لاتا اس لئے کہ میرے نانا ﷺ کے شہر کی گلیوں کے چھلکے ہیں انہیں پانی میں دھو کر منہ میں چبا کر پانی پی کر ریاض الجنہ میں کھڑا ہو کر ساری ساری رات قرآن پاک پڑھتا تھا۔

(مجموعہ خطباتِ اکابر، ص: ۱۶۰)

☆ زیارتِ سرورِ دو جہاں ﷺ :۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ۲ مارچ ۱۹۵۲ء کو داہنا حصہ سن ہو گیا ڈاکٹروں نے تشخیص کی کہ یہ فالج کا اثر ہے آپ کو بڑا صدمہ اور تکلیف ہوئی دوسرے یوم آپ نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ نے داہنے ہاتھ پر دعا پڑھی اور دم کیا اور فرمایا کہ حسین احمد تشویش کی کوئی بات نہیں...... چنانچہ حضرت مدنی بفضلہٖ تعالیٰ تندرست ہو گئے (الصدیق، بحوالہ مکتوبات شیخ الاسلام)

تجھ میں حور و قصور رہتے ہیں
میں نے مانا ضرور رہتے ہیں
میرے دل کا طواف کر جنت
میرے دل میں حضور رہتے ہیں (شیخ الہندؒ)

☆ اے چارہ گرو! مجھ سے میرا درد نہ چھینو!

کراچی کا خالق دینا ہال اب بھی موجود ہے انگریز جج کی عدالت میں ملزم (سید

حسین مدنی) کو لایا جاتا ہے کمرۂ عدالت میں برِصغیر کے نامور مفکر اور دانشور موجود تھے مولانا محمد علی جوہر نے مولانا حسین احمد مدنی سے التجا کی۔ خدارا ! تاویل وحکمت سے کام لیجئے گا قوم کو آپ کی اشد ضرورت ہے سید مدنی خاموشی اور وقار کے ساتھ کھڑے تھے۔ انگریز جج نے پوچھا:

ملزم حسین احمد ! کیا آپ نے اپنی فلاں تقریر میں یہ کہا تھا کہ برطانوی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے؟ سید مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پر اعتماد لہجہ میں فرمایا: ہاں کہا تھا اور اب بھی یہی کہتا ہوں کہ مسلمانوں کا فگی فوج میں بھرتی ہونا حرام اور اسلام سے غداری ہے۔ انگریز جج نے کہا: آپ کو معلوم ہے اس کی سزا کیا ہے؟ حق کے سپاہی، عشق کے پیکر، مولانا مدنی نے بغل میں دبایا ہوا کپڑا میز پر رکھتے ہوئے فرمایا: سزا معلوم تھی اسی لئے کفن دیو بند سے ساتھ لایا ہوں تاکہ جب تختہ دار پر لٹکایا جاؤں تو مجھے انگریزی حکومت کا نہیں اپنا کفن پہنایا جائے

ع ...... خدا رحمت کند آں بندگانِ پاک طینت را ...... (پیغامِ حق وصداقت صفحہ ۲۲۳)

ے مر جاؤں گا بخشش کی دہائی نہیں دوں گا
سچائی کا مجرم ہوں ، صفائی نہیں دوں گا
اے چارہ گرو! مجھ سے میل درد نہ چھینو!
یہ خون پسینے کی کمائی نہیں دوں گا

☆☆

جذبۂ شوقِ شہادت بھی عجب شے ہے شمیمؔ
خود بخود لوگ سرِ دار چلے آتے ہیں

☆ ع ایں سعادت قسمتِ شہباز وشاہیں کردہ اند

علماءِ حق کے نزدیک وجد وکیف، کشف وکرامت یا خلقِ خدا سے قطع تعلق اور ترکِ

دنیا، کمالِ طریقت اور انتہاءِ سلوک نہیں بلکہ کمال یہ ہے کہ اکمل الکاملین افضل الانبیاء والمرسلین کی عادات اور خصلتیں اس کی طبعیتِ ثانیہ بن جائیں جملہ جذبات اور تمام احساسات سنتِ سید الانبیاء علیہ السلام کے تابع ہو جائیں صحاح کی مندرجہ ذیل متفق علیہ اور مشہور حدیث میں اسی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے: **لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ** ...... ترجمہ: یعنی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص مومن کامل نہیں جب تک اس کی خواہش اس (تعلیم وسنت) کے تابع نہ ہو جائے جسکو میں نے پیش کیا ہے حضرت شیخ الاسلامؒ کی سیرت وخصلت کا جس قدر زیادہ قریب سے مطالعہ کیا جائے آپ کے اس باطنی کمال کا اندازہ ہوگا جس کا ''نام فنافی السنّۃ'' ہے۔

(حیاتِ شیخ الاسلام: ص: ۱۴۱ از سید سید حامد میاں رحمہ اللہ)

☆علمِ حدیث اور صاحبِ حدیث سے محبت:۔

۱۳۲۰ھ میں جب دوبارہ مدینہ پاک تشریف لے گئے تو سلسلۂ درس نے وسعت اختیار کی تو حدیث وتفسیر اور فقہ وغیرہ کی ۱۴/۱۵ کتابوں کا درس دیتے تھے یہ سلسلۂ درس تہجد کے بعد سے شروع ہو کر نمازِ عشاء تک جاری رہتا تھا (علمِ حدیث اور صاحبِ حدیث حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت ومحبت اور اتباعِ سنت آپ کا وطیرہ تھا الفاظِ حدیث میں بعض دفعہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کی بجائے انتہائی نازو انداز میں آکر فرماتے قال صاحبُ ھذا القبر یعنی اس روضۂ پاک والے کا ارشاد ہے

روضۂ نبوی کے زیرِ سایہ اٹھارہ سال تک حدیث پاک پڑھاتے رہے اور لطفِ الفت اور عشقِ سید الانبیاء سے اپنے سینے کو منور کرتے رہے)

؎ نازم بچشمِ خود کہ جمالِ تو دیدہ است
افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

(مجھے اپنی آنکھوں پر ناز ہے کہ انہوں نے تیرا جمال دیکھا ہے اور اپنے پاؤں پر رشک ہے کہ وہ تیرے کوچے میں پہنچے ہیں)

☆...... ''نقشِ حیات'' دو جلدوں میں حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی خودنوشت سوانح حیات ہے ساتھ ہی نہایت بیش قیمت پُر از معلومات، تاریخی دستاویز بھی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت مدنی نے آخر ایام تک باجماعت کھڑے ہو کر نماز ادا فرمائی اور دارالعلوم دیو بند کے صدر مدرس اور ناظم تعلیمات کے حیثیت سے ۳۲ سال خدمت کر کے بعمر ۸۰ سال بعد نصف النہار تقریباً ڈیڑھ بجے پنج شنبہ، ۵/دسمبر ۱۹۵۷ء مطابق ۱۳ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ وصال فرمایا۔

دارالعلوم دیو بند کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ غسل دینے والے بزرگوں کو یہ دیکھ کر سخت حیرانی تھی کہ جسم مبارک اس طرح نرم تھا جیسا کہ کسی زندہ آدمی کا جسم ہو، یہاں تک کہ ہاتھ دھوئے تو انگلیوں کے چٹخنے کی آواز سنی گئی۔ نزع روح کے وقت آنکھیں نیم باز اور دہن نیم وا ہو جاتا ہے ناک اور بانسے اور چہرہ کی تازگی میں فرق آجاتا ہے لیکن ہر ایک کو حیرت تھی کہ آنکھیں بند، ہونٹ اس طرح ملے ہوئے جیسے سونے کے وقت عادت تھی اور روئے انور پر وہ تازگی اور تازگی میں ایک لطیف تبسم کی وہ شیفتگی کہ اگر پہلے سے یقین نہ ہوتو اس شہیدِ ناز کو بظاہر دیکھ کر مردہ تصور کرنا ناممکن تھا (سید محمد میاں۔ ناظم جمعیۃ العلماء ہند، دہلی)

چہرہ انور کا ایک ایک بال سنت کے مطابق سجا ہوا تھا گویا مشاطۂ قدرت نے خاص اپنے ہاتھ سے ریش مبارک میں کنگھی کر دی ہے اور لبوں کو درست کر دیا ہے آپ کے چہرۂ مبارک پر جو طمانیت اور سکون تھا بشاشت و نشاط کی جو نورانی کیفیت رقصاں تھی ایسی علامہ محمد انور شاہ اندرابی کشمیری قدس سرہ کے بعد کسی اور میت پر دیکھنے میں نہیں آئی۔

(سیرت النبی بعد از وصال النبی ﷺ، ص:348)

زبدۃ الاصفیاء، ولی کامل

رأس المتقین قدوۃ الصالحین

حضرۃ اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری

رحمۃ اللہ علیہ

﴿ آپ کی ولادت باسعادت 1295ھ میں ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں ہوئی، آپ کا خاندان خالص دینی اور علمی خاندان تھا، ابتدائی تعلیم کے بعد آپ ہندوستان تشریف لے گئے اور مختلف مدارس میں رہ کر درسِ نظامی کی تکمیل کی، قیامِ دہلی کے دوران حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ترمذی کے چند اسباق کی سماعت کا شرف بھی پایا، شروع ہی سے انتہائی قانع مزاج تھے، شیخِ وقت حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری سے اپنا روحانی سلسلہ قائم کیا، اور اسی نسبت کے باعث آپ رائے پوری کہلاتے تھے، آپ کے شیخ نے آپ کو بوقت وصال اپنا خلیفہ مقرر فرمایا، آپ نے پینتالیس برس تک ان کی جانشینی کا حق ادا کیا، لاکھوں مسلمانوں کو توبہ کرا کے اللہ کے آگے جھکایا، اور سینکڑوں علماء کرام کو سلوک کے منازل طے کروائے، آپ کو فنائیت کا اعلیٰ مقام حاصل تھا، آپ نہایت منکسر المزاج، سادہ اور خوش طبیعت تھے۔

آپ کے خلفاء میں سے چند مشہور نام یہ ہیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا محمد عبداللہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال، حضرت مولانا منظور احمد نعمانی، حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری سرگودھا، حضرت مولانا سید انور حسین نفیس رقم لاہور، سید عبد المنعم ابوذر بخاری، حضرت مولانا محمد انوری فیصل آباد۔ آپ نے 90 برس کی عمر میں ربیع الاول 1382ھ کو وفات پائی، اور اپنے آبائی گاؤں ڈھڈیاں شریف (سرگودھا) میں مسجد کے دائیں پہلو میں آپ مدفون ہیں، رحمۃ اللہ علیہ ﴾

☆ جمال اور زیب وزینت:۔

رسول اللہ کے چہرے سے جو انوار ظاہر تھے
انہی انوار کی کچھ بھیک ہے ان چاند تاروں میں

جمالِ نبوی تو وہ جمال ہے جس سے ساری دنیا ضیا پاتی ہے چودھویں کا چاند بھی جمالِ نبوت سے گویا مرعوب ہے۔ پھولوں کا، کلیوں کا حسن بھی مستعار ہے کملی والے کے حسن و جمال سے، اس باجمال و باکمال نبی ﷺ کی مسجد میں ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے ......

اس خادم (روایت مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ حضرت اس مسجد میں بعد کے آنے والے لوگوں نے بڑی زیب وزینت پیدا کردی اور قیمتی قالین بچھا دیے، کاش! یہ مسجد اپنی پہلی سادگی پر ہوتی، معلوم نہیں اس وقت حضرت کس حال میں تھے جوش آگیا اور فرمایا: حضرت اور زیب وزینت ہو...... دنیا میں جہاں کہیں جمال اور زیب زینت ہے انہیں کے صدقہ میں تو ہے۔ مجھے شرمندگی ہوئی اور یہ احساس ہوا کہ یہ حضرات کس قدر محبت سے بھرے ہوئے ہیں۔ (ندائے منبرومحراب)

ایک شاعر کا عمدہ تخیل دیکھئے......

آرائش جمال تمہارے کرم سے ہے
تزئین کائنات تمہارے قدم سے ہے
انسانیت اداس رہی آپ ﷺ کے بغیر
لطفِ حیات آپ کے فیضِ اتم سے ہے

احساسِ جمالِ نبوت کا ایک اور انداز......

ہر ایک شے پہ جمالِ نبیؐ کا ہے پرتو

ہر ایک چیز ہے شایانِ شاں مدینے میں

جہاں سے روضۂ انور نظر آئے:۔

آپ کا معمول تھا کہ مدینہ منورہ جاتے ہوئے آخری منزل پر لوگوں سے کہہ دیتے کہ جہاں سے روضۂ انور نظر آئے مجھے بتا دینا وہاں سے آگے پیدل چلتے ،رفقاء کو تاکید ہوتی کہ درود شریف پڑھیں اور خاموش رہیں اور ادب واحترام سے حاضری دیں۔

روح ڈھل جاتی ہے روتا ہوں جو یادِ شہ میں　　اشک جو آنکھ سے گرتا ہے وہ کام آتا ہے

دلِ بیتاب ٹھہر !اے دلِ بیتاب !ٹھہر　　با ادب باش، کہ طیبہ کا مقام آتا ہے

آپ کبھی کبھی ذوقِ محبت کو بڑھانے کے لئے کسی خادم سے نعتیہ کلام بھی سنتے آپ کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے درجِ ذیل اشعار بہت پسند تھے ۔

صباء بسوئے مدینہ روکن از دعا گو سلام برخواں

بہ درِ شاہِ مدینہ بصد تضرع پیام بر خواں

(اے صبح کی تازہ ہوا مدینہ کی طرف چلنا شروع کر اور اس کے رہنے والوں کو سلام کہہ اور شاہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر عاجزی وتضرع سے میرا پیام سنا)......

دلم زندہ شدہ است از وصالِ محمد ﷺ

جہاں روشن است از جمالِ محمد ﷺ

(میرا دل وصالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زندہ ہوگیا ہے اور سارا جہاں آنحضور کے جمال سے منور ہوگیا ہے)

مرض الوفات میں مدینہ طیبہ کا ذکر سن کر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی بعض اوقات تو بلند آواز سے رونے لگ جاتے ۔حضرت مولانا محمد صاحب عمرہ کے لئے روانہ ہو رہے تھے حضرت سے ملنے آئے تو مدینہ طیبہ کا ذکر ہوا حضرت دھاڑیں مار مار کر روئے ۔

(عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ،ص:۱۵۵)

اے دل اگر ہے تجھ کو محبت رسول کی　　شیوہ بنا لے اپنا اطاعت رسول کی

بس اور کوئی خواہش و حسرت نہیں رہی　　اللہ دے تو دے مجھے الفت رسول کی

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ اقدس کی وجہ سے آپ کے صحابہ سے بھی والہانہ محبت تھی اور آپ کی مجالس میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تذکار بکثرت ہوتے تھے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ العالی دارالہدیٰ بھکر والے بیان فرما رہے تھے کہ حضرت کو شاعرِ اسلام کمترؔ مرحوم کی یہ نظم بہت زیادہ پسند تھی اور بار بار اس مصرعہ کو پڑھتے اور بڑی رغبت سے کہ یہ کلام سنتے۔

اوہ دیوانے محمد ﷺ دے میں دیوانہ صحابہ دا

اور پروانے محمد ﷺ دے میں پروانہ صحابہ دا

☆☆☆☆☆☆☆☆

عارف باللہ، ولی کامل

حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی

رحمۃ اللہ علیہ

﴿ آپ کا سن پیدائش 1294ھ ہے، آپ سید گھرانے سے تعلق رکھتے تھے آپ کے والد ماجد کا نام محمد حسن شاہ تھا، ابتدائی فارسی کی تعلیم کے بعد 1310ھ میں دارالعلوم کے شعبہ عربی میں داخل ہوئے، اور حضرت شیخ الہند وغیرہ اساتذہ سے آپ نے تکمیل درسِ نظامی کی، اور 1320ھ میں سندِ فراغت پائی، آپ ماہنامہ ''القاسم'' کے ایڈیٹر بھی رہے، دوسری صفاتِ علم وعمل کے ساتھ، آپ وقت کی باقاعدگی اور پابندی میں شہرہ رکھتے تھے، ہزاروں طلباء نے آپ سے سنن ابوداؤد شریف کا سبق پڑھا اور علوم قرآن وحدیث کے اس چشمۂ صافی سے فیض یاب ہوئے، زندگی بھر ایک کچے اور سادہ سے مکان میں رہے اور پکا مکان اس نیت سے نہ بنوایا تا کہ پڑوس کے باسی احساسِ محرومی کا شکار نہ ہوں، آپ انتہائی باعمل عالم، عاشق سنتِ خیرالانام، محدث و فقیہہ اور عارف باللہ بزرگ تھے۔ 22 محرم الحرام 1364ھ میں آپ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ﴾

سب سے زیادہ پیار ذاتِ نبوت سے :۔

آپ کو رحمتِ دو عالم امام الانبیاء، محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت اور لگن تھی اور اپنے اسلاف کی طرح احادیثِ پیمبر کی خدمت وعظمت میں بے مثال کردار رکھتے تھے، ایک دفعہ لوگوں نے عجیب منظر دیکھا جب آپ کی نوجوان صاحبزادی کا انتقال ہوا اور آپ تجہیز وتکفین کا کام گھر سپرد کر کے خود دارالعلوم دیوبند میں قال اللہ وقال الرسول علیہ ﷺ کا سبق پڑھانے چلے آئے، اور بعد سبق، جنازہ میں شرکت فرمائی۔

گویا زندگی کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر آپ کو حقیقی لگاؤ سچے دین کے ساتھ اور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات اور آپ کی تعلیمات سے تھا۔ سبحان اللہ ان عشاق پر اللہ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے آمین، جن کے کردار وعمل نے صحابہ کے نقوشِ زندگی اجاگر

کیے۔(اکابر علماء دیو بند)

انسان تھا عظیم مگر اس قدر نہ تھا
جتنا عظیم آپ سے انسان ہو گیا
جو کچھ کہا ہے آپ نے اے فخر کائنات
وہ میری جان ہو گیا ایمان ہو گیا

اطاعتِ نبوی کی درخواست:۔

اتباعِ سنت بغیر عشق و محبت کے ممکن نہیں، دل میں الفت نہ ہو تو اطاعت ایک بارِ گراں سے کم نہیں، لیکن جہاں قلب محبتِ نبی سے مستنیر ہوں تو وہاں اتباعِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شوق نہیں، پھر اس کام میں جو لذت ہے اور کہیں نہیں۔اس لئے آپ فرماتے ہیں: میں اپنے احباب سے یہ گذارش کرتا ہوں کہ ہر سنت کا پورا پورا اہتمام رکھیں اور کسی سنت کو خواہ کتنی بھی چھوٹی سی ہو معمولی نہ سمجھیں کیونکہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت اللہ تعالیٰ جل شانہ کو محبوب ہے(اکابر علماء دیو بند)

جستجو میں بھی ایک لذت ہے میری منزل سراب رہنے دو
جو بھی ساقی پلائے پی جاؤ شورشِ انتخاب رہنے دو

☆ محبت کا صلہ اور انعام:۔

ایک صحابی کی داستانِ الفت و اطاعت کو حضرت مولانا نے ایک عجیب پر اثر لہجے میں اور گرمئ عشق کے احساس کے ساتھ عالمانہ اور عاشقانہ رنگ میں تحریر فرمایا ہے، آپ بھی ملاحظہ فرمایئے: جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ کی تشریف آوری سے کئی روز پہلے سے مشتاقانِ جمال شہر سے نکل کر راستہ

پر آبیٹھتے تھے اور شام کو مایوسانہ واپس ہو جاتے ، بہت انتظار، بڑی آرزوؤں کے بعد جب آپ تشریف لائے تو وہ دن اہل مدینہ کے لئے عید ہو گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لمّا قدم رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم المدینۃ اضاء ت منھا کل شئی یعنی جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو آپ کے جمال سے مدینہ منورہ کی تمام چیزیں نورانی ہو گئیں بڑوں کے ساتھ بچے بھی خوشی منا رہے تھے اور لڑکیاں خوشی اور مبارکباد کے یہ سیدھے سادھے گیت گا رہی تھیں

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا مادعا للہ داع

ثنیات الوداع سے ہم پر بدرِ کامل نے طلوع کیا، اس لئے خدا کا شکر ہم پر ہمیشہ کے لئے واجب ہوا۔ لوگ ہر طرف سے آ رہے تھے اور زیارت کر رہے تھے، انصار میں سے ایک نو عمر جوان، طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو بے اختیار آپ کو لپٹے جاتے تھے، آپ کے مبارک ہاتھوں کو خوب بوسے دیے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ مجھے جس کام کو چاہیں ارشاد فرمائیں، میں ہرگز کسی بات میں بھی آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا. جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نوعمری میں ان کی اس پختگی اور جرأت کو دیکھ کر ہنس پڑے۔

محبت سرورِ کونین کی ہر شے سے پیاری ہو
ہزاروں آرزوؤں میں یہی ہے اک قرینے کی
طریقِ سیدِ خیر البشر ﷺ سے ہو کے بیگانہ
نہیں مسعود کچھ خواہش مجھے واللہ جینے کی

آپ نے بطور امتحان فرمایا کہ جاؤ اپنے والد "براء" کو قتل کر آؤ۔ طلحہ تو تیار ہو

کھڑے ہوئے کیونکہ ان کی جان نثاری کچھ زبانی تو تھی ہی نہیں فوراً تعمیل ارشاد کے لئے چلنے لگے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرالیا، اور فرمایا: کہ (یہ محض آزمائش تھی) مجھ کو خدا تعالیٰ نے قطع رحم کے لئے مبعوث نہیں کیا (یعنی رشتہ داری کے تعلقات قطع کرنے اور صلہ رحمی کے خلاف معاملہ کرنے کے لئے مجھ کو خدا تعالیٰ نے نہیں بھیجا۔

افسوس ہے کہ اس وفادار عاشقِ رسول کی عمر نے وفا نہ کی، جوانی میں ہی وعدہ آپہنچا اور ایسے بیمار ہوئے کہ زندگی کی امید نہ رہی۔ آخری وقت میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے تو عجب حسرت کا وقت تھا ایک وفادار خادم اور بے ریا مخلص، بسترِ مرگ پر پڑا ہے اور دنیا سے رخصت ہونے کے لئے تیار ہے سامنے جان و مال سے زیادہ پیارے سردار اور ماں باپ سے زیادہ شفیق مربی کھڑے صورت کو دیکھ رہے ہیں، حکمِ خداوندی سے کچھ چارہ نہیں اور آپ باچشمِ پُرآب واپس جاتے ہیں

آپ نے ان سے علیحدہ ہو کر بعض لوگوں سے فرمادیا: کہ طلحہ رضی اللہ عنہ پر علاماتِ موت ظاہر ہوگئی ہیں اب غالباً یہ زندہ نہیں رہیں گے جب انتقال ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا تاکہ آکر نمازِ جنازہ پڑھوں اور تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا کیونکہ مسلمان کی نعش کو گھر میں ڈالے رکھنا مناسب نہیں۔

بنی عمرو بن عوف کا یہ محلّہ، جس میں یہ انصاری بیمار تھے مدینہ منورہ سے علیحدہ تین میل کے فاصلہ پر مسجد قبا کے اطراف میں واقع تھا اور راستے میں یہودی لوگ آباد تھے، آپ وصیت ونصیحت فرما کر دن ہی کو مدینہ منورہ واپس آگئے۔ جس طرح دن کا باقی حصہ جلد گزر رہا تھا اسی طرح حضرت طلحہ بیمار کے آخری سانس ختم ہوتے جاتے تھے، رات ہوگئی اور طلحہ رضی اللہ عنہ کا بالکل اخیر وقت آگیا مگر واہ ری محبت! نہ اپنے مرنے کا غم ہے نہ عزیز واقارب کی دائمی مفارقت کا رنج، خیال ہے تو جنابِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور فکر ہے تو آپ کی حفاظت

کی، مرنے سے پہلے ہوش آیا تو اپنے تیمارداروں کو بلا کر فرمایا کہ دیکھنا جب میں مر جاؤں تو تم لوگ خود ہی میری نماز پڑھ کر مجھے دفن کر دینا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ کرنا رات کا وقت ہے جگہ دور ہے راستے میں یہودیوں کے مکانات اور ان کا زور ہے وہ ہر وقت ایذا رسانی کی فکر میں رہتے ہیں اور کوئی موقع خالی نہیں جانے دیتے مبادا وہ اپنی شرارت سے کوئی سازش کریں اور میری وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند پہنچے۔

مرنے کے بعد ایک سچے مسلمان کی اس سے بڑھ کر کیا آرزو ہو سکتی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازہ پر آ کھڑے ہوں، نماز پڑھادیں، استغفار و دعا کر کے اس کو گناہوں سے پاک کرا کے جنت میں داخل کرا دیں۔ آپ کی نماز و دعاء سے قبر میں نور اور روح پر رحمت ہو۔ لیکن عقل مند طلحہ رضی اللہ عنہ اس اپنی دینی آرزو کا خون گوارا کر لیا لیکن سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس کی حفاظت اور آپ کو خطرہ سے بچانے میں کوتاہی نہ کی۔ کیوں نہ ہو آخر یہ بھی تو انہیں انصار میں سے تھے جن کی مدح خدا تعالیٰ نے اس طرح فرمائی ہے وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ، دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ذاتی فوائد پر قومی منافع کو ترجیح دی کیونکہ وجودِ باجود، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام مسلمانوں کیلئے موجب ہدایت و برکت تھا اور تمام عالم کے لئے باعثِ رحمت۔

جمالِ روضۂ انور میری نگاہ میں ہے
وہ رنگ و نور کا پیکر میری نگاہ میں ہے

انصار نے ان کی وصیت پر عمل کیا اور رات ہی کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس پہلی منزل میں پہنچ گئے جس میں آرام یا تکلیف کے ساتھ ہر شخص کو قیامت تک ٹھہرنا ہے۔ اور جس کی راحت و تکلیف کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر اور جامع الفاظ سے اس طرح ظاہر

فرمادیا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ صبح کو اس محلّہ کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی وصیت اور وفات اور تجہیز و تکفین کی آپ کو اطلاع دی۔ بقول شخصے......

آئے تھے تم کل جسے بیمارِ ہجراں چھوڑ کر
چل دیا وہ رات سب ہستی کے ساماں چھوڑ کر

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور مخلصانہ خیر خواہی کا قلب مبارک پر بہت اثر ہوا اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لے کر محلّہ بنی عمرو میں تشریف لے گئے، تشریف آوری کی خبر سن کر حسبِ عادت بہت سے انصار جمع ہو گئے، آپ ان کی قبر پر تشریف لائے اور سب حاضرین صف باندھ کر آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

امام الانبیاء آئے ہیں محمدِ مصطفیٰ نے ہاتھ اٹھائے ہیں
مجھے جنت الفردوس کے فرشتے خود لینے آئے ہیں

یہ وہ حالت تھی کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بدن نہیں تو روح ضرور وجد کر رہی ہوگی۔ اس سے بڑھ کر کیا خوش قسمتی ہوگی کہ دین و دنیا کا سردار ہاتھ اٹھائے قبر پر کھڑا ہے کامل الایمان مخلص مسلمان آمین کہنے کے لئے تیار ہیں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جان نثاری اور محبت و ایثار علی النفس کا انعام ملنے والا ہے، آپ نے وہ دعا فرمائی جو آج تک کسی کے لئے نہیں فرمائی تھی، اَللّٰهُمَّ الْقِ طَلْحَةَ وَاَنْتَ تَضْحَكُ اِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ اِلَيْكَ، (اے اللہ! طلحہ رضی اللہ عنہ سے ایسی حالت میں ملنا کہ تو اسے دیکھ کر ہنستا ہو وہ تجھے دیکھ کر) یقین ہے کہ کہ سید الانبیاء کی درخواست منظور ہو کر خوش نصیب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو محبت کے صلہ اور انعام میں حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مندی کی وہ نعمت مل گئی ہوگی جس سے بڑھ کر نہ دنیا میں کوئی دولت و راحت ہے نہ آخرت میں

اور جنت میں ۔ ہم بھی اس دعاء میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ رضی اللّٰہ عنہ وعن الصحابة اجمعین ، وصلی اللّٰہ تعالیٰ سیدالنبیین والمرسلین۔

(آمین)(علماءِ دیوبند کی یادگار تحریریں، جلد ۱،ص: ۱۱۵، ۱۱۷)

☆☆☆☆

دعا دے مجھ کو اے زمینِ سخن...... کہ میں نے تجھے آسماں کردیا

ممتاز سیرت نگار، مؤرخ وادیب، عالم بالسنۃ

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ

﴿ آپ ربیع الاول 1210ھ میں اپنے ننھیال استھانواں میں پیدا ہوئے، تعلیم کا ابتدائی دور اپنے آبائی وطن گیلان میں گزارا، 1232ھ میں دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کیا، آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہند، حضرت کاشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی وغیرہ نام نمایاں ہیں، تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ مدت رسالہ ''القاسم'' اور ''الرشید'' میں معاون مدیر کی حیثیت سے رہ کر ایسا علمی اور تحقیقی کام کیا جو کہ آپ کی پہچان بن گیا، بعد ازاں جامعہ عثمانیہ میں شعبۂ دینیات کے 25 برس تک صدر منتخب رہے، آپ کی سب سے آخری تصنیف ''سوانح قاسمی'' ہے آپ جہاں ایک نامور عالم دین تھے وہاں ادب میں بھی نمایاں مقام رکھتے تھے، آپ کے شیخ و مرشد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالٰی آپ کے بارے اکثر فرمایا کرتے تھے: مناظر احسن کے سارے مناظر احسن ہیں، گیلان ہی میں آپ کی وفات بعد طویل علالت، 25 شوال المکرم، 1305ھ میں ہوئی، رحمۃ اللہ علیہ ﴾

دیکھ لوں شہرِ مدینہ کے مناظر اک بار:۔

سفرِ حج میں آپ جب مدینہ شریف میں داخل ہوئے تو کیف کے جذبات خوب چھائے اور ایمان کا جام یوں چھلکا خود تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو شاید بھول گیا، مدینۃ النبی، علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پہنچنے کے بعد اپنے اندر جذبات کا طوفان تھا جو ابل رہا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بلال رضی اللہ عنہ آرہے ہیں، یہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جا رہے ہیں، یہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہیں، ادھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔''

جذب و دیوانگی کا عالم یہ تھا کہ بقول خود مولانا مرحوم: ''جو کچھ پڑھا لکھا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا سب فراموش ہوگیا، اب تو معلم سے جو ہدائتیں مل رہی تھیں ان پر عمل ہو رہا تھا چوبیس گھنٹے تک مستی وجذب کا نا قابلِ ذکر عالم رہا، اپنے بس میں کچھ تھا ہی نہیں، اس کے بعد ہوش وحواس نے کچھ انگڑائی لی اور تاریخ میں جو کچھ پڑھا تھا ذہن میں آنے لگا۔''

دہر کے بادشہوں سے مجھے کیا لینا ہے
دولتِ فقر وغنا اب مجھے راس آئی ہے
دیکھ لوں شہر مدینہ کے مناظر اک بار
شاید اسی واسطے قائم میری بینائی ہے

''حواس درست ہونے کے بعد مولانا کا حال یہ ہوا، کہ جن مقامات اور احوال کے متعلق کتابوں میں پڑھا تھا، ایک ایک چیز اور ایک ایک مقام کو تلاش کرنے لگے، اور وہاں پہنچ کر سنت کے مطابق زیارت کرنے کا جذبہ انگڑائی لیتا رہا تھا مثلاً قبا کی مسجد میں بار بار حاضری دی اور بار بار دوگانہ ادا کیا، ایک ہفتہ کے بعد دل کی کیفیت یہ ہوگئی کہ مدینہ کے سوا کچھ یاد نہ رہا ہندوستان کے اعزہ، اقرباء، جامعہ عثمانیہ کی پروفیسری، ہر چیز دماغ سے نکل گئی، یہ قطعی فیصلہ دل کا ہوا، زبان کا ہوا، ذائقہ کا ہوا، کہ جو پانی یہاں پینے کا مل رہا ہے نہ پہلے کبھی، کسی ملک میں ملا تھا اور نہ آئندہ ملے گا...... سرور ونشاط سے دل جتنا لبریز ہوا، کبھی نہیں ہوا۔''

حضرت گیلانی کی ان تحریروں سے اندازہ لگائیں کہ محبتِ رسول اور دیارِ حبیب (ﷺ) کی محبت کا کیا عالم تھا، وارفتگی اور دیوانگی کیسی تھی، کہ وہاں پہنچ کر روضۂ مبارک دیکھ کر ساری دنیا کو بھول گئے، ساری باتیں ذہن سے نکل گئیں، محبوب اور محبوب کے دیارِ پاک کی ایک ایک چیز پر جان نچھاور کرنے کو جی چاہتا تھا، واقعہ یہ ہے کہ ایسے ہی لوگ لذتِ ایمان

سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (حیاتِ گیلانی، رحمۃ اللہ علیہ، از مفتی ظفیر الدین)

☆ اظہارِ الفت اور سلیقۂ نعتِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم)

مجھے حق نے بحمد اللہ یہ اعزاز بخشا ہے
کہ نعتِ مصطفیٰ کہنے کا اک انداز بخشا ہے
تمنا داد پانے کی نہ غرّہ نعت گوئی پر
مجھے یہ دل خدا نے بے نیازِ ناز بخشا ہے

آپ نعت گوئی کا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے اور بسا اوقات حاضرین اور خاص متعلقین کو ترنم سے سنا بھی دیا کرتے اور ساتھ ہی ساتھ آنکھوں سے آنسو بھی رواں رہتے تھے'' ان نعتوں میں ان کی محبت، سوز، بارگاہِ نبوی سے عاشقانہ تعلق، بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہوتا ہے، ہندی کے میٹھے بول، مولانا کا ترنم، اور نعت کا مضمون، ان سب نے مل کر اس میں عجیب دلکشی وردلآویزی پیدا کر دی تھی، مولانا خود بھی اپنی آنکھوں کو قابو میں نہ رکھ سکے، اور سننے والے بھی متاثر اور آبدیدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکے''

ایک موقعہ پر اپنی نعتوں کا تذکرہ فرمایا کہ فلاں موقع سے ایک نعت کہی تھی، جو مجھے خود بہت پسند ہے، یہ کہہ کر ترنم کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا مولانا کی آواز میں بڑا سوز اور درد تھا اور کوئی شبہ نہیں کہ ان کی آواز میں بڑی جاذبیت کی شان ہوا کرتی تھی، میری آنکھیں تو اشک آلود تھیں ہی، لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا کی آنکھوں سے سیلِ رواں جاری ہے، پڑھتے جا رہے ہیں اور روتے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ سسکیاں بندھ گئیں، بس ایک وجد کا عالم طاری تھا'' (حیاتِ گیلانی، رحمۃ اللہ علیہ، از مفتی ظفیر الدین)

کتابِ سیرت، النبی الخاتم ﷺ :۔

مولانا گیلانی کی تصنیفات میں ایک کتاب "النبی الخاتم" بھی ہے، جو سیرتِ نبوی پر آپ نے لکھی ہے، پڑھنے والا جب پڑھتا ہے تو اس پر جذب و مستی کا ایک عالم چھا جاتا ہے، اس قدر مؤثر، دلآویز، اور جامع سیرت، شاید ہی دیکھنے میں آئے، اختصار نویسی میں اپنی مثال آپ ہے مگر ساتھ ہی اثر اندازی میں بھی بے مثال، سیرت کا کوئی گوشہ مولانا نے نہیں چھوڑا، اس کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسالتِ نبوی سے مولانا کو کیسا والہانہ تعلق تھا، مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ نے درست لکھا ہے کہ:

"مولانا کی تصنیفات میں سے غالباً سب سے پہلے "النبی الخاتم ﷺ" پڑھی، کتاب عجیب البیلے انداز میں لکھی گئی ہے۔ خطیبوں کا جوش و برجستگی، عشاق کی مستی و وارفتگی، عقل وجذب کی لطیف آمیزش، حسبِ عادت معمولی معمولی اور مشہور واقعات سے لطیف نکتے، اور عظیم نتیجے نکالتے چلے جاتے ہیں اور اس سرعت و کثرت کے ساتھ کہ پڑھنے والا مصنف سے شکایت کرنے لگتا ہے ...... ع ...... دامانِ نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار ...... میں نے اپنی ساری عمر میں سیرت نبوی میں "رحمۃ للعالمین ﷺ" اور "النبی الخاتم ﷺ" سے زیادہ مؤثر کتاب نہیں پڑھی، کتاب پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف علم وانشاء پردازی کی کرشمہ سازی نہیں ہے اس کے اندر ان کا سوزِ دروں اور خونِ جگر بھی شامل ہے"۔

(... گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، ص 256)

سو بار دہن صاف کرو پہلے ادب سے
پھر نام نکالو شہِ ابرار ﷺ کا لب سے
توفیق جسے صَلِّ علیٰ پڑھنے کی مل جائے
ہو جاتا ہے محفوظ وہ ہر رنج وتعب سے

واقعی ''النبی الخاتم'' میں یوں رقم طراز ہیں کہ قلم بھی جھوم جھوم رہا ہے اور ورق بھی شاداں شاداں اور عشق وادب کی کھیتی بھی نہال ہو کے لہک رہی ہے، سبحان اللہ، آپ بھی ذرا پڑھئے:۔ جس کے سامنے ''غیب'' جھک چکا تھا ''شہادت'' جھک چکی تھی، ملاء اعلیٰ وادنیٰ جھک چکے تھے جن جھک چکے تھے انس جھک چکے تھے دل ڈھونڈتا ہے کہ اس کے آگے جمادات بھی جھکیں، نباتات بھی جھکیں، حیوانات بھی جھکیں، درند بھی جھکیں، دوند بھی جھکیں، پرند بھی جھکیں، الغرض جو بھی جھک سکتے ہیں سب جھکیں اور کیا یہ صرف عقل ہی کا تقاضا ہے، جن جن کے کان ہیں سنیں۔ اِلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ (میری طرف تشریف لایئے اے اللہ کے رسول ﷺ) حرا کی جمادی چٹانیں چلا رہی ہیں ''ثور'' کا پہاڑ بھی یہی پکار رہا ہے۔

آخر وہی مسعود ہوا جو محروم تھا حرا میں نہیں جہاں رہ چکے تھے بلکہ نئے ''غارِ ثور'' کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور کیا صرف یہی سنایا گیا۔ کیا اسی کے ساتھ یہ بھی نہیں دیکھا گیا کہ اسی غار کے دہانہ پر جس میں ملائکہ کا مسجود تھا قدرت کا مقصود تھا ہرے بھرے درختوں کی ڈالیاں سر بسجود ہیں۔ اس نباتاتی وجود کے بعد حیوانی قوتوں کو دوندوں کی شکل میں بھی پرندوں کی شکل میں بھی محوِ نیاز ومصروف کار پایا (جلیل القدر اصحابِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، زید بن ارقم، مغیرہ بن شعبہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہم، اس کے راوی ہیں)

اسی غار میں سلیمان علیہ السلام کی چیونٹیوں کی طرح غریب مکڑیوں نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب ''خلو محمد یم''، صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ کے لئے وہ گھر پیش کیا جو تمام گھروں میں سب سے زیادہ کمزور تھا لیکن آج دنیا کا یہی ''اوھن البیوت'' پھسپھسا گھر خدا جانے کتنے سنگین قلعوں کی بنیاد قرار پایا ...... سب سے پہلا کمزور قلعہ کیا مکڑیوں کا یہی جالا نہیں تھا؟ کون کہہ سکتا ہے کہ آج اگر یہ نہ ہوتا تو اس کے بعد جو کچھ ہوا، ہو سکتا تھا؟ چھوٹے کو بڑے بنانے والا، بڑوں کو چھوٹا بنانے والا ہمیشہ یہی کرتا رہا ہے کرتا رہے گا۔ فَسُبْحَانَ اللّٰہ

جَلَّتْ عَظْمَتُہٗ اور کون کہہ سکتا ہے کہ جن حماموں (کبوتروں) کی حمایت دنیا کی اسلامی طاقتوں کا آج متفقہ فیصلہ ہے۔ حرم کعبہ کے یہ کبوتر اسی جوڑے کی نسل سے نہیں ہیں جس نے ان طاقتوں کے پیدا کرنے والے کی کبھی حمایت کی تھی، جو جانتے ہیں (علامہ زرقانی، محدث جلیل نے یہی لکھا ہے) وہ یہی کہتے ہیں۔

پھر میں ان سے کیا پوچھوں، جو نہیں جانتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ جو سب کے لئے تھا ''عالمین'' کی اس رحمت کے لئے اگر سب ہو رہے ہیں، سانپ اور سانپ کے زہر اور اس کے لب ودندان کی جنبش سے بھاگتے ہیں۔ زمین اس کے اشارہ کے حکم سے سراقہ کے گھوڑے کی ٹانگوں کو نگلتی ہے۔ ام معبد کے خیمہ کی بانجھ بکری کا تھن دودھ سے بھرتا ہے جہاں اترنا تھا اور جہاں سے اترنے کے بعد پھر حشر ہی میں اٹھنا تھا، اس کو ایک بے زبان اونٹنی پہچانتی ہے۔

''اول'' نے ''ثانی'' سے کہا، اس ثانی سے کہا جو زندگی میں اس کا ہر بات میں ثانی تھا اور وصال کے بعد بھی ثانی ہے تو کیا یہ واقعہ نہ تھا...... اللهم صل علیه و سلم و ارض عن صاحبه...... (۱)

پھر یہ نہ کہو کہ جو کچھ دیکھا گیا ہونے کے بعد ہی دیکھا گیا، حالانکہ یہی چٹیل میدان ہے جہاں دیکھنا تو کیا معنی، سوچا بھی نہیں جا سکتا لیکن جو بات سوچی نہیں جا سکتی ہونے سے پہلے دیکھی گئی اور اس یقین کی روشنی میں دیکھی گئی کہ کہا جا رہا تھا اور بغیر کسی تذبذب کے اس کو کہا جا رہا تھا ،جس کا گھوڑا دھنس گیا تھا، ہنستے ہوئے امان عطا فرمانے کے بعد اسی کو فرمایا جاتا ہے کَیْفَ بِکَ اِذَا لَبِسْتَ سُوَارَیْ کِسْرٰی :سراقہ! تیرا کیا حال ہوگا جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا ؟، مدلجی دہقان، سراقہ بن جعشم چکرا کر پوچھنے لگا۔ اَکِسْرٰی فَارِسْ ؟: کیا ایران کا کسریٰ؟...... پھر اور کون۔ هلك كسرىٰ فلا يكون كسرىٰ بعده و قيصر لَيُهْلِكُنَّ ثم

لا یکون قیصر بعدہ [صحاح]

(کسریٰ ہلاک ہوگیا اس کے بعد کسریٰ نہ ہوگا پھر کچھ دن بعد قیصر بھی یقیناً ہلاک ہوگا پھر اس کے بعد قیصر نہ ہوگا) کے اعلان کرنے والے یتیم ابی طالب نے (سلام ہوان پر، صلوٰۃ ہوان پر)، اس وقت جواب دیا، جب قدید کے ریگستان میں قرض کی خریدی ہوئی ایک اونٹنی کے سوا اس کے پاس کچھ نہ تھا پھر جب ہونے کے اسی واقعہ کو مدینہ کی مسجد میں اس طرح دیکھا گیا کہ وہی تاج جو سونے کی زنجیروں میں بندھا ہوا، کج کلاہِ ایران کے سر پر لٹکتا رہتا تھا اسی مدلجی دہقان کے سر پر رکھا ہوا ہے (۲)۔ (النبی الخاتم (۱)، (۲) ص: ۱۱۰، ۱۱۲)

☆ ایک وقت آیا کہ خانقاہ تھانہ بھون شریف تشریف لائے اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسترشدین میں شامل ہو گئے، قلب اور دماغ سیرتِ نبوی پر کام کرنے سے پہلے مجلیّٰ، مصفی ہو چکا تھا، مصالحہ تیار تھا، صرف ماچس لگانی تھی، حکیم الامۃ نے توجہ ڈالی اور حضرت سید صاحب کہاں سے کہاں جا پہنچے، مسترشد کو اپنے مرشد پر فخر، اور مرشد کو اپنے اس مسترشد پر ناز، تھوڑے دنوں کے بعد خلافت سے نواز دیے گئے۔ سبحان اللہ

(حیاتِ گیلانی، رحمۃ اللہ علیہ، ص:253)

نابغۂ عصر ، عالمِ متبحّر ،

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ

﴿سابق شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ﴾

﴿ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے آپ ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے 13 ربیع الاول 1310ھ دیوبند میں آپ کی ولادت ہوئی ، حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے آپ حقیقی بھانجے تھے ، آپ کی علمی شان مسلّم ہے ، ایک عظیم محدث ، فقیہہ اور مفسر جیسی اعلیٰ صفات کے مالک تھے ، آپ کا قلم بہت رواں تھا سو سے زائد کتب تصنیف فرمائیں ، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا ، حضرت مولانا ادریس کاندھلوی ، سید عبدالشکور ترمذی ، احتشام الحق تھانوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) جیسے اکابر علماء آپ کے شاگردوں میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں ، آپ کی وفات 8 دسمبر 1974ء میں ہوئی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

☆ " فی الجنّۃ فی الجنّۃ "

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ جس زمانے میں نحو میر ، شرح مأۃ عامل پڑھتے تھے اس زمانے میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت خواب میں ہوئی ۔ خانقاہ امدادیہ کے سامنے ایک نالہ بہتا ہے اس سے آگے میدان میں ایک ٹیلہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہیں خوبصورت نورانی چہرہ ہے لوگ جوق در جوق زیارت کو آ رہے ہیں اور پوچھتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا ؟ آپ نے سب کو یہی جواب دیا " فی الجنّۃ فی الجنّۃ "

پھر آپ ٹیلے سے اتر کر خانقاہ امدادیہ کی طرف چلے اور وہاں سے حضرت حکیم الامت کے مکان پر پہنچے، میں نے دوڑ کر حضرت کو اطلاع دی فوراً باہر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کے بعد معانقہ فرمایا پھر ایک خادم کو حکم دیا کہ پلنگ پر بستر بچھا دے اور تکیہ رکھ دے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمائیں۔

تاباں کیوں نہ ہو میرے خیالوں کی انجمن　　عشقِ نبی کا دل میں درخشاں ہے آفتاب
اے عشرتِ زمانہ! مرا انتظار کر　　میں اب ہوں بارگاہِ رسالت میں باریاب

حکم کی تعمیل کی گئی اور رسول اللہ ﷺ بستر پر آرام فرمانے لگے اس وقت مجمع نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف یہ عاجز (ظفر احمد عثمانی) تنہا تھا میں نے موقع تنہائی کا پاکر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أین أنا؟ اے رسولِ خدا ﷺ میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"فی الجنّۃ" (جنت میں)

آج اک مست تڑپتے ہوئے کہتا تھا نظامؔ
فیضِ ساقی ہے فزوں، ظرفِ قدح خوار ہے تنگ

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا پڑھتے ہو؟ میں نے اپنے اسباق گنوائے۔ فرمایا پڑھتے رہو اور پڑھ کر ہمارے یہاں بھی آؤ گے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اشتیاق بہت ہے آپ دعا فرمائیں۔ فرمایا ہم دعا کریں گے۔

بندہ (مولانا ظفر احمد عثمانی) صبح کو یہ خواب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ سے عرض کیا وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ۔انشاء اللہ اب اس بستی سے طاعون ختم ہو جائے گا (اس وقت بستی میں طاعون کا بہت زور تھا) چنانچہ بحمد اللہ اس خواب کے بعد کسی کے مرنے کی خبر نہ آئی۔ اور پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ ۱۳۲۸ھ میں دینیات اور درسیات سے فارغ ہوتے ہی اسی

سال حج اور زیارت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نصیب ہوگئی ۔(حکایاتِ اسلاف ص:۱۹۳، بحوالہ انوار النظر فی آثار الظفر ص۱۴)

یہ ناز ہے کہ تری آرزو میں جیتے ہیں
یہ فخر ہے کہ تری ذات سے تعلق ہے

خدمتِ حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم :۔

حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں بسی ہو، قلب وجگر لذتِ الفت سے آشنا ہو، تو محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا اچھی لگتی ہے ہر سنت پر پیار آتا ہے اور آپ سے تعلق والی ہر چیز سے محبت ہو جاتی ہے، پھر آپ کے کردار سے، گفتار سے، آپ کی احادیثِ مبارکہ سے محبت لازمی دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے اور آپ کے کلام کو شوق سے پڑھنا اور ادب وعظمت سے پڑھانا اچھا لگتا ہے اور اس میں لطف آتا ہے چنانچہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اللہ رب العزۃ نے یہ سعادت عطا فرمائی کہ آپ نے بیس جلدوں پر مشتمل، علمِ حدیث پر عربی زبان میں ''اعلاء السنن'' نامی انتہائی قابلِ دید اور رشک آمیز کتاب لکھی جس میں علمیت کے ساتھ ساتھ شیفتگی اور عقیدت کا رنگ بھی نمایاں ہے۔ آپ کے علمی کام سے متأثر ہو کر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے ایک موقع پر فرمایا: آپ حقیقت میں نیابتِ رسول ﷺ کا حق ادا کر رہے ہیں۔

اس بچے کے عشق کو دیکھ کر میں بھی رونے لگ گیا:۔

یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب سعودی عرب میں آج کی طرح دولت کی ریل پیل نہ تھی اور اس ملک کی معیشت کا دارومدار زیادہ تر حج کے موقع پر آنے والے حاجیوں سے ہونے

والی آمدنی پر تھا آبادی بہت غریب تھی اور بڑی مشکل سے گزارہ ہوتا تھا مولانا ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس زمانے میں حج کے بعد مدینہ منورہ گیا۔ ہم لوگوں نے کھانا کھانے کے بعد دستر خوان کو لے کر ایک ڈھیر پر جھاڑ دیا تا کہ روٹی کے بچے کھچے ٹکڑوں اور ہڈیوں کو جانور کھا جائیں۔

تھوڑی دیر کے بعد جب میں اپنے کمرے سے باہر نکلا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک خوبصورت آٹھ نو سال کا بچہ ان ٹکڑوں کو چن چن کر کھا رہا ہے مجھے سخت افسوس ہوا بچے کو ساتھ لے کر قیام گاہ میں آیا اور اسے پیٹ بھر کے کھانا کھلایا کیونکہ میں ایسی ہستی کے شہر میں تھا جو غریبوں کا والی اور غلاموں کا مولا تھا، میرے اس برتاؤ کو دیکھ کر بچہ بے حد متأثر ہوا میں نے چلتے وقت اس سے کہا کہ بیٹے ! تمہارے والد کیا کرتے ہیں؟ اس نے کہا میں یتیم ہوں ، میں نے کہا بیٹے ! تم میرے ساتھ ہندوستان چلو گے وہاں میں تم کو اچھے اچھے کھانے کھلاؤں گا، عمدہ عمدہ کپڑے پہناؤں گا، اپنے مدرسے میں تمہیں تعلیم دوں گا جب تم عالم فاضل ہو جاؤ گے تو میں خود تم کو یہاں لے کر آؤں گا اور تمہیں تمہاری والدہ کے سپرد کر دوں گا۔ تم جاؤ اپنی والدہ سے اجازت لے کر آؤ۔

لڑکا بہت خوش ہوا اور اچھلتا کودتا اپنی والدہ کے پاس گیا وہ بیچاری بیوہ دوسرے بچوں کے اخراجات سے پہلے ہی پریشان تھی اس نے فوراً اجازت دیدی، بچہ فوراً آیا اور مولانا کو بتایا کہ میں آپ کے ساتھ جاؤں گا میری ماں نے اجازت دے دی ہے پھر پوچھنے لگا: کہ آپ کے شہر میں یہ چنے ملتے ہیں جو یہاں ملتے ہیں، مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا : بیٹے! یہ ساری چیزیں وافر مقدار میں تمہیں ملیں گی۔

مولانا کا بیان ہے کہ میری انگلی پکڑے پکڑے مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں وہ میرے ساتھ آیا اور ٹھٹک کر کھڑا رہ گیا، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کو

دیکھا اور مسجد کے دروازے کو، اور دریافت کیا:

بابا! یہ دروازہ...... اور...... یہ روضہ بھی وہاں ملے گا؟ میں نے اس سے کہا کہ بیٹا اگر یہ وہاں مل جاتا تو میں یہاں کیوں آتا، لڑکے کے چہرے کا رنگ بدل گیا، میری انگلی چھوڑ دی، بابا! تم جاؤ اگر یہ نہیں ملے گا تو میں ہرگز ہرگز اس دروازے کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا، بھوکا رہوں گا پیاسا رہوں گا اس دروازے کو دیکھ کر میں اپنی بھوک اور پیاس اس طرح بجھاتا رہوں گا جس طرح آج تک بجھاتا رہا ہوں یہ کہہ کر بچہ رونے لگا اور اس کے عشق کو دیکھ کر میں بھی رونے لگ گیا۔ (روشنی، آخری صفحہ، مولانا سید محمد متین ہاشمی)

طلوعِ شمس و قمر سے پہلے میں تجھ پر آقا درود بھیجوں
ہر ایک شام و سحر سے پہلے، میں تجھ پہ آقا درود بھیجوں
خدا کی کتاب تو ہے مرا سارا نصاب تو ہے
حصولِ علم و ہنر سے پہلے، میں تجھ پہ آقا درود بھیجوں

☆☆☆☆☆

اللہ اللہ اللہ

امام الاولیاء، قدوۃ الاذکیاء

حضرت مولانا غلام محمد دین پوری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ عرب کے ذرے ذرے سے عشق والفت:۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار کردیتا ہے تو حضور کی ذاتِ بابرکات سے وابستہ ہر چیز سے دلی محبت ہوجاتی ہے، آہا! سبحان اللہ! پھر وہ کنکر بھی اچھی لگتے ہیں جو وہاں کی سرزمین کا حصہ ہیں وہاں کے ذرے ذرے سے طبیعت لطف ولذتِ ایمانی پاتی ہے ...... حضرت دین پوری کی طبیعت میں سرزمینِ حجازِ مقدس پر قدم رکھتے ہی جذب ومستی اور عرب کے ذرے ذرے سے عشق والفت کی وہ کیفیت پیدا ہوجاتی تھی کہ کبر سنی، ضعفِ پیری اور بیماری ونقاہت کے باوجود ایک ایک لمحہ بلکہ ایک ایک سانس طاعات وعبادات اور یادِ الٰہی میں گذارنے لگتے۔ (یدِ بیضاء، ص:۱۹۲، از حاجی عبیدی دین پوری)

جن کے قلوب میں ہے محبت حضور کی
پائیں گے روزِ حشر، شفاعت حضور کی
قابل ہے احترام کے وہ دل بھی صاحبو
جس دل میں ہو ذرا سی بھی الفت حضور کی

☆ کچھ تأثرات آپ کے بارے میں :۔

☆......حضرت دین پوری کے چہرے پر صرف نظر ڈالنے سے کئی مقامات طے ہوجاتے ہیں

..........سید انور شاہ کاشمیریؒ، ید بیضاء ص: ۲۱۷،

☆......کاش میں حضرت دین پوری کو قادیان لے جاسکتا کیا عجب آپ کے چہرہ انور کو دیکھتے ہی تمام قادیانی امت مسلمان ہوجاتی، ....حبیب الرحمٰن کاندھلویؒ

کوئی کیا بتائے کہ چیز کیا یہ گداز عشقِ رسول ہے
جونہاں ہو دل میں تو آگ ہے جو نظر میں آئے تو پھول ہے

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

جو عزوشرف رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہے وہ بھلا شہنشاہیت وملوکیت میں کہاں ہے اگر بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام،ہی حقیقی شہنشاہ ہیں اور شاہان وملوک دنیائے دنی ان کی چوکھٹ کے فقیر وگدا ہیں ۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تعلق یمن کے نہایت معزز قبیلے قضاء سے تھا اور والدہ سعدیٰ قبیلہ بنومعن سے تھیں صغرسنی کا آٹھواں سال تھا کہ ایک دفعہ وہ اپنی والدہ کے ہمراہ چلے جارہے تھے جو اپنے میکے جارہی تھیں کہ بنوقین کے سواروں کی ایک جماعت دکھائی دی۔وہ غارت گری کرکے آرہے تھے دونوں ماں بیٹا ہنسی خوشی جارہے تھے کہ وہ غارت گران کے قریب آئے۔زید کو اٹھایا اور چل پڑے سعدیٰ کا کلیجہ دھک سے رہ گیا منت سماجت کی، آہ وزاری کی لیکن ان پتھر دلوں پر کچھ اثر نہ ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ سوار زید کو لے کر نظروں سے اوجھل ہوگئے۔زید کا بھی برا حال تھا وہ زور زور سے چلا رہے تھے لیکن ماں بیٹا دونوں بے بس اور مجبور تھے سعدیٰ کو میکے جانا بھول گیا واپس لوٹ گئی اور لختِ جگر کی جدائی نے برا حال کردیا۔زید کا والد حارثہ بن شرجیل بھی بیٹے کے غم میں ماہیٔ بے آب تھا اس نے زید کی تلاش میں صحرا و بیابان، جنگل اور وادیاں شہر اور بستیاں، قریے اور قصبے چھان مارے مگر بیٹے کا کہیں سراغ ونشان نہ ملا۔لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور بیٹے کی تلاش وجستجو میں سرگرداں وپریشان رہا۔وقت کے ہم آہنگ بیٹے سے جدائی کے زخم روز افزوں گہرے ہوتے چلے گئے۔بنوقین کے سوار زید کو عکاظ کے میلے میں لے گئے۔وہاں ضروریاتِ زندگی کی اشیاء کے علاوہ لونڈی غلام بھی بک رہے تھے زید بھی بکنے اور

میں تھے۔ حکیم بن حزام بھی وہاں موجود تھے انہوں نے بعوض چار صد درہم زید کو اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کے لئے خرید لیا اور لا کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اب زید بن حارثہ مکہ کی امیر ترین تاجرہ اور عالی حسب و نسب بیوہ خاتون کے غلام تھے اور جب وہ محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آئیں تو انہوں نے زید کو اپنے سرتاج پیغمبر کے لئے ہبہ کر دیا اب زید رحمتِ کونین کے شاہوں سے معزز غلاموں میں شامل ہو گئے۔ اور اس بات کو کئی سال بیت گئے، زید کا والدین سے جدا ہونے کا واقعہ بظاہر بڑا دردناک تھا لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ تقدیر نے اس پر کتنا احسان عظیم کیا تھا اور گھیر کر اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف عطا کیا تھا اب وہ شب و روز اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مصروف، جنت کی روح پرور راہوں پر گامزن تھے۔ وقت تیزی سے محوِ پرواز رہا، ایک سال بنی کلب کے چند آدمی حج کے خیال سے مکہ آئے تو انہوں نے والدین کے اس یوسفِ گم گشتہ کو پہچان لیا اور ان کے والد حارثہ کا ماجرہ غم کہہ سنایا ...... حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جب باپ کے دکھ کے بارے میں سنا تو اس کی تشفی کے لئے چند اشعار پڑھے اور بنی کعب کے لوگوں سے کہا کہ یہ اشعار میرے باپ کو سنا دینا۔ باپ کو جب معلوم ہوا کہ بیٹا بقید حیات ہے تو خوشی کی انتہا نہ رہی، دل چاہا کہ پر لگ جائیں اور اڑ کر ابھی مکہ پہنچ جائے۔ اس نے اپنے بھائی کعب کو ساتھ لیا اور جتنی تیز روی سے ممکن تھا اپنی گم گشتہ متاعِ حیات پانے کے لئے مکہ کی راہوں پر چل پڑا اور مکہ مکرمہ میں پہنچ کر کشاں کشاں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا اور عرض کی: اے ابن عبداللہ! اے فرزندِ ہاشم! اپنی قوم کے سردار! آپ غمگین کو غم سے چھڑاتے ہیں ہم آپ کے پاس اپنے دل بند، گوشہ قلب اور پیارے لختِ جگر کے معاملہ میں آئے ہیں وہ آپ کے پاس ہے ہم پر احسان کیجئے اور اس کا فدیہ قبول کرنے میں ہمارے ساتھ نیکی کا برتاؤ کیجئے! آپ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ بتایا گیا "زید بن حارثہ" آپ نے سماعت فرمایا اور لب لعلیں کو جنبش دی ہم زید کو اختیار دو کہ وہ کس کو ترجیح دیتا ہے اگر تمہیں ترجیح دے تو بغیر فدیہ ادا کئے وہ تمہارا ہے اور اگر اس کا فیصلہ اس کے برعکس رہا تو واللہ! میں ایسا نہیں کہ وہ مجھے اختیار کرے اور میں اس کے لئے کسی اور کو اختیار کروں۔ یہ سنا تو حارثہ بن شرجیل نے عرض کی: آپ نے تو ہمیں نصف سے زائد دے دیا اور احسان کیا۔ بعد ازاں حضرت زید کو بلایا اور دریافت فرمایا: تم ان لوگوں کو جانتے ہو؟ جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو میرے والد حارثہ اور میرے چچا کعب ہیں۔ آقائے کونین نے فرمایا: یہ تمہیں لینے آئے ہیں اب تمہیں اختیار ہے چاہے مجھے پسند کرو یا ان دونوں کو۔ تو تاریخ کے کانوں نے ایک اچھوتا جملہ سنا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہی میرے ماں باپ ہیں، میں آپ پر کسی اور کو ترجیح نہیں دوں گا۔ والد و چچا نے جب بیٹے کے منہ سے یہ سنا تو حیرت بدنداں رہ گئے اپنی سماعت پر یقین نہیں آتا تھا کہ زید آزادی پر غلامی کو فوقیت دے گا (ہاں! مگر وہ اس غلامی کی عظمت سے نابلد اور نا آشنا) بیک زبان بولے ہزار افسوس! تم آزادی، باپ، چچا اور خاندان کو چھوڑ کر غلام بن کر رہنا چاہتے ہو؟ محبت آزمائش سے گذر رہی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: ہاں میرے مالک، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہی ایسی ہے کہ ان پر میں کسی اور کو اختیار نہیں کر سکتا ان کی غلامی کا لطف صدہا آزادیوں سے بالا ہے۔

(عشقِ رسول کریم ﷺ، ص ۳-۹)

ترجمان دیوبند
عاشق نبی دوعالم ﷺ
حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمة الله عليه

﴿ آپ وقت کے عظیم محدث، فقیہہ اور شیخ کامل تھے، آپ اواخر صفر 1269ھ مطابق اوائل دسمبر 1852ء میں اپنے ننہالی قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب دسویں پشت پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے 1288ھ میں انیس سال کی عمر میں آپ نے درس نظامی سے فراغت پائی، اگر چہ آپ تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے مگر طبع مبارک کو جو اُنس اور مناسبت فقہ اور حدیث سے تھی وہ آپ اپنی مثال ہے چنانچہ آپ کے فتویٰ کی چار جلدیں اور آخر عمر کا زریں کارنامہ "بذل المجہود فی حل ابی داؤد" اس کا بیّن ثبوت ہے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں شاہ عبدالغنی مہاجر المجددی نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازتِ حدیث حاصل کی، اوقاتِ درس وتدریس اور ادائیگی معمولات میں آپ جس عزیمت و استقامت کی طبیعت رکھتے تھے اس کی نظیر شاید مشکل ہی سے مل سکے، بہتر سال کی عمر تک تمام جسمانی کمزوریوں کے باوجود آپ قرآن پاک تراویح میں خود سناتے رہے، آپ نے 15 ربیع الثانی 1346ھ بدھ کے روز بعد عصر مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا محمد الیاس کاندھلوی، مفتی جمیل احمد تھانوی، مولانا بدرِ عالم میرٹھی اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہم اللہ تعالیٰ جیسی عظیم شخصیات آپ کے تلامذہ اور خلفاء میں شامل ہیں ﴾

☆...... حضور کے کمالات ذکر کرنے میں مزہ آتا ہے:۔

فرماتے ہیں:۔ محبت ایک عجیب الخاصیۃ اکسیر ہے...... جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمامی کمالات جن کے ذکر کرنے سے بھی دل کو فرحت ہوتی اور مزہ آتا ہے اسی محبت کے ثمرات ہیں، نیز یہ کہ ایمان درحقیقت اسی شدتِ محبت کا نام ہے جس کو اصطلاحِ دنیا میں عشق کہتے ہیں کہ مومن اس سے خالی نہیں ہوسکتا اور جو اس خالی ہوا سے اس کا حاصل کرنا

ضروری ہے تاکہ وہ مومن کا مصداق بن سکے۔

جس کو تمہارے عشق سے کچھ بھی مناسبت نہیں
اس کی گرہ میں کچھ بھی ہو توشۂ آخرت نہیں

(تذکرۃ الخلیل صفحہ: ۳۹۹)

☆......یہ محبوب کے ہم وطن ہیں:۔

''اہل عرب کا آپ احترام بہت زیادہ فرماتے تھے بالخصوص اہل مدینہ کا، آپ کے رفقاء اور کسی جمال (اونٹ والے) میں نزاع ہوتا تو آپ جمال (اونٹ والے) کی طرف داری کرتے اور حسرت کے ساتھ فرمایا کرتے کہ گوں کوان کی قدر نہیں۔ معلوم بھی ہے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار تک پہنچانے والے ہیں یہ محبوب کے ہم وطن ہیں'' (اس وقت حج کے مقامات کا یہ سفر چونکہ اونٹوں سے طے ہوتا تھا اس لئے ان اونٹ والے بدوؤں سے بعض اوقات کئی لوگ دام کی کمی بیشی وغیرہ امور میں جھگڑا کرتے تھے تو اس موقعہ پر آپ ان اہل مدینہ جمالوں کی طرف داری فرماتے) (ایضاً ص: ۳۹۵)

اس راہ میں درکار ہے اخلاص وعقیدت
گلشن نظر آیا ہمیں صحرائے مدینہ
پایا لقب اے دل، یہ فقط حُبِ نبی میں
کہتے ہیں فرشتے مجھے شیدائے مدینہ

مسجدِ نبوی کی نماز سے زیادہ حضرت کو کوئی چیز پیاری نہ تھی، تمرِ مدینہ (کھجور) سے آپ کو گویا عشق تھا اور ہر نوع رغبت سے کھاتے تھے (تذکرۃ الخلیل، ص: ۳۹۷)

؎ اس دل سے بہت دور ہے اللہ کی رحمت
جس دل میں نہیں الفتِ سلطانِ مدینہ

☆زندہ رہنا ہے تو انسان مدینے میں رہے:۔

عشق جاں سوز بھی عجیب چیز ہے، آپ فرماتے ہیں: جب میں سہارنپور سے رخصت ہوا تھا تو میں نے ہجرت کی نیت نہیں کی تھی اور نہ اب تک ہجرت کی نیت کی ہے کیونکہ مجھے معلوم نہیں حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک میں اس مقدس ارض کے قابل ہوں یا نہیں؟ اگر حق تعالیٰ جل شانہ کو میرے جیسے ناکارہ کا قیام اس مقدس سرزمین میں منظور نہ ہوا تو اپنے سیاہ اعمال کے ساتھ واپس آجاؤں گا (اکابر اعلماءِ دیوبند ص:۵۱)

مجھ خطا کار سا انسان مدینے میں رہے
بن کے سرکار کا مہمان مدینے میں رہے
یاد آتی ہے مجھے اہلِ مدینہ کی وہ بات
زندہ رہنا ہے تو انسان مدینے میں رہے

☆عشق نہیں بہانہ ساز:۔

حضرت کی عمر جب چوبیس سال ہوئی تو عشق، بحرِ بیکراں بن گیا اور حرمین شریفین کا شوق و جوش ایسا سوار ہوا کہ غیر مستطیع ہونے کی وجہ سے چند ماہ کی پیشگی تنخواہ لینا پڑی اور اپنے مرشد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اور والدین سے اجازت لے کر تنہا سفر پر روانہ ہو گئے۔

عقل ہے مصلحت نگر، عقل سے کر نہ ساز باز
دل جو کہے کر گزر، عشق نہیں بہانہ ساز

☆اگر فردوس بر روئے زمیں است:۔

''مکہ مکرمہ پہنچ کر امورِ حج سے فراغت کے بعد مدینہ پاک کی حاضری کا قصد کیا

مدینہ طیبہ کا راستہ ان دنوں خطرناک تھا اور لٹتا تھا آپ سے حضرت حاجی صاحب نے دریافت فرمایا: مولوی خلیل احمد! کہو کیا ارادہ ہے؟ سنتا ہوں کہ مدینہ منورہ کے راستہ میں امن نہیں اس لئے حجاج بکثرت واپس جارہے ہیں

حضرت نے جواباً فرمایا اور عجیب ہی عاشقانہ جواب دیا: ''کہ حضرت میرا قصد تو مدینہ طیبہ جانے کا پختہ ہے کہ موت کے لئے جو وقت مقدر ومقرر ہو چکا وہ کہیں بھی ٹل نہیں سکتا اور اس راستہ میں آ جائے تو زہے نصیب، کہ مسلمان کو اور کیا چاہئے ،اللہ کا فضل ہے کہ اس نے یہاں تک پہنچا دیا اب اگر موت کے ڈر سے مدینہ طیبہ کا سفر چھوڑ دوں تو مجھ سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا'' یہ جواب سن کر حضرت حاجی صاحب کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا''۔ (العمدہ شرح زبدہ، ص:۱۰۹)

کونین کے آقا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ: جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا تو اس نے جفا کی ۔ محبوبِ خدا کا تو یہ فرمان ہو اور عشاق بھلا کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ حرم کعبہ کی حاضری تو دیں اور درِ حبیب پہ نہ جائیں اور پھر جن کا عقیدہ ہی یہی ہو کہ:۔

؎ اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

☆......اور جن کا نعرۂ مستانہ یہ ہو:۔

؎ شرق اور غرب میں بکھرے ہوئے گلزاروں کو
نکہتیں بانٹتا ہے آج بھی صحرا تیرا

جنہیں شہد سے میٹھا اپنے حبیب کا نام لگتا ہو اور جان سے بڑھ کر روضۂ خیر الانام

سے پیار ہو وہ جو دور رہ کر یادِ رسول، مدحِ رسول، اور کلامِ رسولِ مقبول ﷺ سے دل کو بہلاتے ہوں وہ قریب آ کے بغیر حاضری کے کیسے لوٹ سکیں، یہی تو وہ ہستی ہے کہ جس کی محبت سے غنچے کھل اٹھتے ہیں پھول محوِ تبسم رہتے ہیں اور شجر، سایہ دار۔

بقولے حفیظ تائب......

جب چھڑے بات نطق حضرت کی
غنچۂ فن چٹک چٹک جائے
ماہِ طیبہ کا جب خیال آئے
شبِ ہجراں چمک چمک جائے
فیضِ چشمِ حضور ؐ کیا کہنا
ساغرِ دل چھلک چھلک جائے
نامِ پاک ان کا ہولبوں سے ادا
شہد گویا ٹپک ٹپک جائے

☆ حضرت حاجی صاحب نے آپ کو اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا: کہ تم میرے سلسلہ کے فخر ہو مجھے تم سے بہت خوشی اور مسرت ہے (تذکرۃ الخلیل مؤلفہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی)

☆......دیکھ ان کے غلاموں کا بھی کیا جاہ وحشم ہے:۔

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ پانچویں حج میں آپ طوافِ قدوم کے لئے حرم شریف میں داخل ہوئے تو مولانا محیب الدین صاحب خلیفہ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا دیکھو حرم میں کون آیا ہے کہ پورا حرم منور ہو رہا ہے جب آپ طواف سے فارغ ہو کر ان کے پاس گئے تو مولانا محبّ الدین صاحب نے فرمایا آہا آپ ہی تھے کہ جن کی

وجہ سے پوراحرم منورتھا (تذکرۃ الخلیل)

یہ ذرۂ ناچیز ہے خورشید بہ داماں
دیکھ ان کے غلاموں کا بھی کیا جاہ وحشم ہے

دربارِ محبوب میں حاضری کے آداب:۔

یہ گنبدِ خضریٰ ہے اسے جاں میں سمو لے
دل کھول کے اے دیدۂ پرنم! یہاں رو لے
طیبہ کی ہوا ٹوٹ کے برسے میرے مولا!
جب تک یہ زمیں روح کی سیراب نہ ہو لے
وارفتگی شوق کی اک اپنی ادا ہے
کانٹے رہِ محبوب کے پلکوں میں پرو لے
یہ اشکِ ندامت بھی بڑی چیز ہیں احسنؔ
دربارِ رسالت میں زباں بولے نہ بولے

آستانہ محمدیہ پر حاضری کے وقت حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی آواز نکلنا تو کیا مواجہہ شریفہ کے قریب یا مقابل بھی آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے خوفزدہ مؤدبانہ دبے پاؤں آتے اور مجرم وقیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے بکمال خشوع صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اور چلے جاتے تھے زائرین جو بے باکانہ اونچی آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ کے ایذاء کا سبب ہے لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔

قدم اٹھائے ادب سے ذرا نسیمِ سحر!

ہیں محوِ خواب شہِ دو جہاں مدینے میں

ایک صاحب نے اس پر اشکال کیا کہ جسدِ مبارک تو چند دیواروں میں محفوظ ہے پست آواز کس طرح مسموع ہوگی فرمایا یہ اشکال تو چیخنے چلانے کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے اس وجہ سے کہ باہر سے کوئی کتنا ہی زور سے چلائے اور پکارے مگر قبر کے اندر آواز نہیں پہنچے گی بھئی یہ تو خصوصیات میں سے ہے جس پر یہاں کوئی قاعدہ جاری نہیں ہوسکتا۔

☆ وہ محبت جو خون کی طرح رگ رگ میں گردش کرے:۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ آپ کی سوانح میں رقم فرماتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی طبعیت کو قدرت نے اتباع سنتِ نبویہ کا سانچہ بنادیا تھا اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ محبت جو خون کی طرح آپ کی رگ رگ میں جاری وساری تھی آپ کی مبارک طویل زندگی کے لمحہ لمحہ کو ایک بے نظیر کرامت بنائے ہوئے تھی آپ کی عمر بھر دینی خدمت میں انہماک، حدیث میں تبحر، فقہ میں اجتہاد، تحریر وتقریر میں اشاعت دین، حرکت وسکوں میں اظہارِ حق، قیام وقعود میں اتباعِ سنت، لازمی ومتعدی نفعِ دینی کو وہ بے پایاں سمندر تھا جس میں کوئی بھی غوطہ لگانے والا غواص موتیوں سے کبھی محروم نہیں رہا۔ اوراس بنا پر مجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ ؎

اولئک آبائی فجئنی بمثلهم   اذا جمعتنا یاجریر المجامع

(تذکرۃ الخلیل، صفحہ ۴۰۸، ۴۰۹)

☆ محبوب کا وطن، قرب ووصال کی راتیں:۔

مناسکِ حج سے فارغ ہوکر دارِ محبوب کا قصد فرمایا اور ۱۲ محرم ۱۳۴۵ھ کو حرمِ نبوی کی خاک پاک کو سرمۂ چشم بنانا آپ کو نصیب ہوا کہ آپ کی عمر کا سوا برس باقی رہ گیا تھا خوشی کی گھڑیاں گذرتی محسوس نہیں ہوا کرتیں یہ زمانہ آپ کے لئے ایسی فرحت وسرور کا تھا کہ

آپ کی تہتر سال ڈیڑھ ماہ کی عمر میں کوئی وقت بھی اس کی نظیر نہیں کہا جا سکتا۔ محبوب کا وطن محبوب کا قرب، وصال کی راتیں، وصال کے دن جو کچھ بھی لذت ہو وہ تھوڑی ہے۔

اس روضہ اقدس پہ تصدق ہو میری روح
پہنچی ہے اب اس حد پہ تمنائے مدینہ
پھولوں سے بھی خوشرنگ اس دشت کے کانٹے
گل ہائے مدینہ تو ہیں گلہائے مدینہ

پھر مشغلہ کلام محبوب کی شرح کا، کہ اسی میں ہر آن دماغ مشغول اور اسی میں زبان اور خیال منہمک، بچپن سے جس تمنا و شوق کی آگ اعشاء میں جل رہی تھی اس پر ٹھنڈے پانی کی پھوار برسی اور جس توقع و امید میں زندگی کے پل اور لمحے گذارے تھے خدا خدا کر کے اس کے برآنے کی صورت نظر آئی خدام در دِ فرقت میں بے تاب مگر آپ وہاں سے مجھے تحریر فرماتے ہیں کہ میں ابتداءِ سرف سے اس وقت تک بحمد اللہ نہائت راحت و آرام سے ہوں اور حق تعالیٰ شانہ کے اس بے انتہاء انعام پر کہ مجھ جیسے نا کارہ کو یہاں پہنچا دیا، نہائت شاداں و فرحاں ہوں۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیم صبح تیری مہربانی!

(تذکرۃ الخلیل، صفحہ ۳۶۲)

☆نخلِ تمنا کی شادابی:۔

ولی کامل کی خواہش دیرینہ آخر برآئی اور اللہ تعالیٰ نے جس زمین کو طابہ فرمایا اور کونین کے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے طیبہ فرمایا اور جس کے لئے یہ دعا فرمائی کہ اے میرے اللہ! جیسے مکہ کو مکرم بنا دیا ہے ایسے ہی میرے مدینہ کو بھی محبوب و مکرم بنا

دے۔اس زمین میں دفن ہونے کی سعادت بتوفیق ایزدی آپ کو نصیب فرمادی ۔تذکرۃ الخلیل صفحہ ۴۶۷،میں کچھ یوں مرقوم ہے۔

''آخر آپ کا جسدِ انور جو آتشِ محبت میں گھل گھل کر مغزِ استخوان رہ گیا تھا قبہ اہل بیت کے متصل عشاء سے قبل آغوشِ لحد کے سپرد کردیا گیا اور وہ شب ،شبِ عروس قرار پائی کہ دیرینہ مراد جو صدہا مرتبہ آپ کی زبان اور قلم سے نکلی تھی کہ کاش میری مٹی بقیع کی خاکِ پاک میں مل جائے ،الحمدللہ پوری ہوئی'' فللّٰہ الحمد والمنہ

☆عشق کی تڑپ منزل آسان کردیتی ہے:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا عشق اس درجہ میں تھا کہ آپ کی تمنا تھی کہ میری وفات مدینہ منورہ میں ہی ہو، چنانچہ آپ جب آخری بار مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے فرمایا:۔''جب کبھی حاضرِ آستانہ ہوا ہوں یہی تمنا ساتھ لے کر گیا ہوں کہ وہاں کی پاک زمیں مجھے نصیب ہو جائے اب بھی اس توقع پر جارہا ہوں کہ شاید اب میرا وقت آگیا ہو اور مدینہ طیبہ کی خاکِ پا مجھے نصیب ہو جائے اور جوارِ نبوی میں مجھ کو جگہ مل جائے'' (تذکرۃ الخلیل صفحہ ۴۲۰)

جستجو جس گل کی تڑپاتی تھی اے بلبل مجھے
خوبی قسمت سے آخر مل گیا وہ گل مجھے

سچ ہے کہ اخلاص سے مانگی ہوئی دعائیں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں عشق کی تڑپ منزل آسان کردیتی ہے محبت خود ہی محبوب تک پہنچنے کا اور وصل ولقاء کے لئے زینہ بن جاتی ہے۔ یا یوں کہئے کہ محبت خود ہی زینہ ہے اور خود ہی منزل ،خود ہی تمنا ہے اور خود ہی حاصل ،مچلتی ہوئی دھڑکن بھی خود ہی ہے اور لمحہ آتشِ وصال بھی خود، چنانچہ ہر خواص وعام نے دیکھا کہ آپ

کی تمنا برآئی اور مدینہ طیبہ کی خاکِ پاک آپ کو نصیب ہوئی۔

رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

☆ جن کی عمر بھر یہ تمنا رہی:۔

اکابر علماءِ دیوبند میں کتنے ایسے بھی گذرے ہیں کہ جن کی عمر بھر یہ تمنا رہی کہ بوقت وصال وہ کوچۂ حبیب علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں ہوں اور وہیں کی مقدس زمیں کا حصہ اور پیوندِ خاک بن جائیں۔ محدثِ کبیر مولانا بدرِ عالم میرٹھی اپنے وطن سے اسی لئے ہجرت کر کے وہاں چلے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے پھر اس شرف سے بھی نوازا اور ان کی حسرتِ دیرینہ قبول فرمائی۔

حضرت نانوتوی قدس سرہٗ بھی اسی تڑپ، اخلاص اور تمنائے دردِ دل میں جذب و وارفتگی کا نمونہ بنے رہتے تھے اور اس کا اظہار اپنے اشعار میں بھی کس خوبی سے فرما گئے......

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مجھ کو مدینہ کے مور و مار
اڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ بھی کو رحمتِ الٰہی اپنے حبیبِ لبیب ﷺ کے کوچہ میں لے آئی اور وہیں یہ کشتۂ عشق و وفا، ہم رنگِ خاکِ مدینہ ہو گئے حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری کو اللہ رب العزت نے یہ شرف بخشا کہ وہ بھی اسی زمیں میں مدفون ہوئے، حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہٗ اللہ تعالیٰ جیسی اور کئی شخصیات کو اللہ جل

جلالہٗ نے یہ سعادتِ عظمیٰ نصیب فرمائی واللہ ایں سعادت بزور باز ونیست بحمد اللہ بہت سے اکابرِ دیوبند ایسے گزرے ہیں جنہیں اس پاک زمین طیبہ نے اپنے آغوش میں لیا ہے اور روزِ قیامت وہ شفاعتِ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے یقینی استحقاق سے سرفراز کیے جائیں گے، کتابِ ہٰذا کے چوتھے باب میں ایسی برگزیدہ ہستیوں کی فہرست بھی شامل کی گئی ہے، ضرور ملاحظہ فرمایئے۔

کہاں میں کہاں نقش پائے نبی ﷺ
خود اپنے مقدر پہ حیراں ہوں میں
ہے طیبہ کے گلشن سے نسبت مری
جبھی تو سراپا گلستاں ہوں میں

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

سُرخیلِ اولیاء، رأس الاتقیاء، عارف باللہ

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری

رحمۃ اللہ علیہ

آپ قصبہ جلال ضلع گوجرانوالہ میں 2 رمضان المبارک 1304ھ میں متولد ہوئے، آپ حضرت سندھی اور اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس مولانا غلام محمد دینپوری کی صحبت میں رہ کر ایک جوہر نامدار بنے، آپ نے گوٹھ پیر جھنڈا میں 1927ء میں علوم دینیہ کی تکمیل کی، فراغت کے بعد امامِ انقلاب حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیٹی آپ کے حبالۂ عقد میں دیدی۔

اشاعتِ علومِ قرآن اور اسلام کی ترقی کے لئے آپ نے انجمن خدام الدین کا ادارہ قائم کیا بعد میں یہیں سے ایک ہفت روزہ دینی رسالہ خدام الدین بھی جاری فرمایا جو کہ تا حال جاری ہے، آپ کے ہاں پاکستان اور دیگر کئی ممالک کے طلباء و علماء دورۂ تفسیر کے لئے آیا کرتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ پورے قرآن پاک کا خلاصہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کو عبادت سے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطاعت سے اور مخلوقِ خدا کو خدمت سے راضی کرلو۔ آپ بہت بڑے ولی اور نامور بزرگ تھے آج تک لوگوں نے ان کی قدر کے دیپ دلوں میں روشن کیے ہوئے ہیں، ارشاد فرماتے تھے: جو موتی اللہ والوں کی جوتیوں میں ملتے ہیں وہ بادشاہوں کے خزانوں میں بھی نہیں ملتے۔ ایک طویل عرصہ لوگوں کے دلوں کو عرفانِ الٰہی سے منور کرتے رہے۔

☆..... علامہ اقبال مرحوم نے انجمن حمایتِ اسلام کے ایک اجلاس میں مجاہد کبیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی جبینِ موسوی پر نگاہ ڈال کر بے ساختہ فرمایا تھا ؎

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو بخشے ہیں حق نے اندازِ خسروانہ

(حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات صفحہ ۸۲)

آپ ذکرِ خداوندی کی لذت سے انسانیت کے قلوب روشن کرتے رہے اور محبت محبوبِ رب ﷺ کی حلاوتیں بانٹتے رہے۔ ایک وقت تھا کہ بالخصوص نمازِ فجر میں شیرانوالا میں پورا لاہور اُمڈ آیا کرتا تھا اور علم الٰہی کی تنویر سے ضیا پاش ہوتا

تھا اور...... ع ...... دہر میں اسم محمد سے اجالا کردے ...... والی کیفیات خواص تو خواص عوام بھی محسوس کرتے تھے۔ ولایت ربانی کے تاجور کا دل عشقِ الٰہی اور الفت جانِ دو عالم سے بحرِ بیکراں کی صورت لبریز تھا۔ ایک فیضِ عام تھا جو ہر خاص و عام نے لوٹا اک کیف و سرور تھا جو روح میں اتر جانے والا تھا۔ بقولے......

کس کو نصیب ہے یہ ذوق کس کو بتاؤں عارفی　　کتنا سرور وکیف ہے عشقِ جگر گداز میں

عشق و معرفت کا یہ سورج اپنی یادگار کرنیں بکھیرتے رفتہ رفتہ ڈھل گیا، 17 رمضان المبارک 1383ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور وقتِ آخر، اللہ نے وہ عزت افزائی کی کہ قبر کی خوشبو نے چہار دانگ عالم تمغۂ رضاء الٰہی کا گویا اعلان کردیا۔ ؒ

عارفی ازبس ہیں نازک یہ رموزِ حسن وعشق　　کون سمجھے گا یہ باتیں اور سمجھائے گا کون

☆......روضۂ اطہر کے اندرونی جانب کی خاکِ پاک:۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل کے افراد حرمین شریفین (خانہ کعبہ اور مسجد نبوی) خاکروبی کے عہدے پر فائز ہیں اور آغا کے لقب سے پکارے جاتے ہیں مستقل طور پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں معتکف ہیں۔ روضۂ اطہر کی جالی کے اندر قبر شریف کے تعویذ پر آویزاں غلافِ خاص کی جھاڑی ہوئی خاکِ پاک ایک آغا نے حضرت اقدس لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کو بطور ہدیہ عنایت فرمائی۔

آپ نے جوشِ عقیدت میں اسے سرمہ میں شامل کرلیا۔ نوعمری میں فالج کے حملے کا علاج حکیم اجمل خاں رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا جس سے اگرچہ مرض سے کامل چھٹکارا مل گیا تھا لیکن دور ونزدیک کی بینائی متاثر رہی اور مستقل چشمہ استعمال کرنا پڑ رہا تھا خدا کی قدرت۔ روضۂ اطہر کی خاک پاک ملا ہوا سرمہ استعمال کرنے سے بینائی بالکل ٹھیک ہوگئی چشمہ اتر گیا۔ ہلالِ عید بلاتکلف آرام سے دیکھ لیتے تھے پھر تاحیات چشمہ کی ضرورت نہ پڑی۔

؎ خاکساری در مدینہ فخرِ من

سرمۂ چشم است خاکِ کوئے تو

۔ (حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات صفحہ ۸۵)

☆......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا فخر:۔

برادرانِ ملت! وہ کونسا کلمہ گو ہے جسے خیر الخلائق سید البشر خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت پر فخر نہیں، ہر مسلم، حضور سراپا نور کے وجودِ باجود کو ابرِ رحمت خیال کرتا ہے یہی نہیں بلکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں ﷺ مسلمانوں کو حضور سراپا نور کے ظہور کی خوشی اس لئے ہے کہ آپ کی برکت سے انہیں وہ آبِ حیات ملا جس سے وہ دنیا میں مردہ قوم سے زندہ قوم بن گئے ذلیل سے عزیز قوم بن گئے مفسد سے مصلح بن گئے راہزن سے محافظ بن گئے چور سے پاسبان بن گئے بداخلاق سے با اخلاق بن گئے بدامن سے امن پسند اور غیر متمدن سے متمدن اور بت پرست سے خدا پرست بن گئے ....امتِ محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرد پر لازم ہے کہ ان کمالاتِ محمدیہ کا مظہر ومترجم بنے اسی حالِ محمدی کو سب سے پہلے اپنا حال بنائے اور بعدازاں اس قول وفعل محمدی کو اپنا فرض قرار دے۔

(سوانح حضرت لاہوریؒ: ص ۳۵۰، از ڈاکٹر لعل دین اخگر)

☆ وہ تحفہ اور تبرک جو رسول پاک ﷺ لائے:۔

روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ رسول خدا بارگاہ ایزدی سے پانچ وقت کی نمازوں کا تحفہ لائے ہیں لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ تحفہ اور تبرک جو رسول پاک ﷺ لائے ہیں اس کو قبول کرے اور اسی تحفۂ معراجیہ کو تادمِ لحد ہاتھ سے جانے نہ دے جو شخص اس تحفہ کو قبول نہیں کرتا گویا وہ معراج شریف کی برکت آسمانی سے محروم رہنا چاہتا ہے اور حضور انور ﷺ کا وہ ہاتھ جو اپنی امت کے ہر کلمہ گو کو تحفۂ معراجیہ دینے کے لیے بڑھا ہوا ہے اس سے تحفہ لینے

سے انکار کر رہا ہے (رسالہ تحفۂ معراج ص:۱۵)

☆محسنِ امت، صلی اللہ علیہ وسلم:۔

دنیا میں سب طمع کے یار ہیں بے طمع کا یار صرف اللہ ہے جو سب کچھ دیتا ہے لیکن کچھ نہیں لیتا پھر بے طمع کے یار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ شفاعت کئے بغیر چین نہیں لیں گے یا پھر بے طمع کے یار اللہ والے ہیں باقی سب طمع کے یار ہیں بیوی اولاد اور برادری اور برادری تو ایسی ہے کہ اپنے بدن کے گوشت کا قیمہ بنا کر انہیں کھلا دیں تو بھی کوئی خوش نہ ہو (اکابر علماء دیو بند ص:۳۰۴)

☆حضور پاکیزہ خوشبوؤں کا منبع تھے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پاکیزہ خوشبوؤں کا منبع تھے اور جس گلی سے گذر جاتے وہ خوشبو سے بس جاتی بعد میں آنے والا بجا طور پر یہ پہچان لیتا کہ یہاں سے کونین کے آقا کا گذر ہوا ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۔ بعد وصال بھی یہ کمال دیکھنے کے لائق رہا نبوت کی لاڈلی دختر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

ماذا علیٰ من شمّ تربة احمد ﷺ

ان لا یشمّ مدی الزمان غوالیا

(جس نے احمدِ مجتبیٰ ﷺ کے مزار پرانوار کی مٹی سونگھ لی اس کا کیا کہنا وہ آئندہ کبھی بھی کسی قسم کی خوشبو نہیں سونگھے گا)

اور اردو کے ایک شاعر نے یوں لب کشائی کی ہے:۔

یہ خوشبو مجھے مانوس سی محسوس ہوتی ہے

مجھ تو یہ مدینے کی گلی محسوس ہوتی ہے

عشق کے ایک اور شناسا نے یوں مدح سرائی کی ہے:۔

پھر تصور میں مدینے کے وہ رستے آگئے
پھر مجھے فردوس کے آثار یاد آئے بہت

کسی نے یوں نوائے عشق کو دادِ تحسین دی

آپ آئے تو دو عالم میں بہار آئی ہے
پھول مہکے ہیں ستاروں نے ضیاء پائی ہے
آپ کے حسن کی قرآن میں خود خالق نے
کئی رُخ سے رُخِ انور کی قسم کھائی ہے

☆......فردوسِ بریں کی خوشبوؤں کا سفر، صحابی کا واقعہ:۔

خوشبوئے مصطفےٰ کا تو کہنا ہی کیا، جسے فردوسِ بریں بھی ترستی ہے۔ تاریخ تو ابھی وہ واقعہ بھی فراموش نہیں کر سکی اور نہ ہی رہتی دنیا تک فراموش کر پائی گی کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا محمد بن شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبر کی مٹی جب ہاتھ میں لی گئی تو وہ مٹی مثلِ مشک خوشبو دینے لگی۔ نیز ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ کے چہرۂ انور اور رخسارِ اطہر پر مسرت کے آثار نمایاں ہوئے اور آپ فرما رہے تھے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ (زرقانی ج ۲ ص ۱۴۳، حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص: ۸۶۸، بحوالہ ابن سعد)

☆......امام بخاریؒ کی قبر خوشبو سے بارونق:۔

پھر چشمِ فلک ترستی ہی رہی اس جاں نواز لمحے کو۔ تا آنکہ وہ وقت آیا امام المحد ثین محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ الباری، کا وقتِ وصال آیا اور نمازِ جنازہ کے بعد جب ان کو قبر میں رکھا گیا تو اس سے کستوری کی طرح خوشبو پھیلنے لگی اور یہ سلسلہ کافی دنوں تک رہا لوگ

آپ کی قبرِ مبارک پر آ کر اس مٹی کو لے جاتے رہے اور شانِ خداوندی اور احسانِ کریمی پر تعجب کرتے رہے۔

ابن حجر عسقلانی نے اس کو اپنے قلم سے یوں رقم کیا ہے "ولما صلّی علیه ووضع فی حفرته فاح من تراب قبره رائحة طیبة کالمسك وجعل الناس یختلفون الیٰ قبره مدّة یأخذون من تراب قبره ویتعجّبون من ذلك" (مقدمه فتح الباری، ص ٤٩٤، بحوالہ رحمت کائنات)

(ترجمہ: جب امام بخاری علیہ الرحمۃ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور انہیں قبر میں رکھ دیا گیا تو قبر سے مشک و عنبر جیسی خوشبو پھیلنے لگی...... لوگ قبر کی مٹی لے جاتے، سونگھتے اور اس پر تعجب کرتے۔)

☆......ولی کامل کی قبر سے خوشبو، پروانۂ رضاءِ الٰہی:۔

اور ہاں پھر دنیا نے ایک وہ جاں نواز وقت اور خوش کن منظر بھی دیکھا کہ جب اس عاشقِ حبیبِ کبریا ﷺ، ولی کامل، کا وصال ہوا تو تقریباً دو سال تک آپ کی قبرِ مبارک سے عجیب پرکیف سی خوشبو آتی رہی جس سے لاکھوں انسانوں نے اپنے دل ودماغ کو ظاہری اور باطنی انوار سے معطر کیا سائنس دانوں نے تجربہ گاہوں میں اس مٹی کا تجزیہ بھی کیا اور یہ فیصلہ بھی دیا کہ یہ خوشبو کسی دنیاوی مادی چیز کی نہیں بلکہ اس کا تعلق دوسرے جہان سے ہے۔

ع............حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی

گویا رب العالمین نے یہ دکھادیا کہ جو میرے خاص بندے اور ولی ہوتے ہیں، میرے حبیب صلی اللہ علیہ کے متبع اور سچے عاشق و جاں نثار ہوا کرتے ہیں زندگی تو کیا موت کے وقت بھی ہمارے ہاں ان کا خاص استقبال واعزاز ہوتا ہے۔ بقولے ع عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اے دل ہے کس خیال میں غلطاں ادھر تو دیکھ

اک عاشقِ رسولؐ کی شانِ سفر تو دیکھ
یہ وجہِ اتقاء ہے یہ ہے برکتِ علوم
شاہوں کی موت کو بھی یہ ملتا نہیں ہجوم
ایسا عظیم صاحبِ ایمان کہاں سے آئے
اس شان کا مفسرِ قرآن کہاں سے آئے
سینوں میں سوزِ عشق و وفا عام کر گیا
تفویض جو ہوا تھا اسے کام کر گیا

☆ **ایک اور مجاہدِ ختمِ نبوت، تین روز تک خوشبو آتی رہی:۔**

بہشت بریں کی خوشبو کا ایک اور مشام نواز جھونکا، ملاحظہ فرمایئے، مولانا محمد شریف بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت کے شیدائی وفدائی تھے حیاتِ مستعار کی ساری بہاریں تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف کر دیں سرائیکی زبان کے بہترین خطیب تھے اس مجاہدِ ختمِ نبوت کا جنازہ بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر سے اٹھا تدفین کے بعد آپ کی قبر مبارک سے تین روز تک خوشبو آتی رہی۔ (بحوالہ ہفت روزہ ختم نبوت، جلد 11 شمارہ نمبر:38)

☆ **......نور کی قندیلیں روشن ہیں:۔**

خاندانِ نقش بندیہ کے سرخیلِ اولیاء، شیرِ ربانی، حضرت میاں شیر محمد قدس سرہٗ اکثر وبیشتر حضرت لاہوری رحمہٗ اللہ تعالیٰ کے درسِ قرآن میں تشریف لاتے اور فرماتے ''میں شیرانوالا کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے فرشِ زمین سے لے کر عرشِ بریں تک نور کی قندیلیں روشن ہیں اور دنیا کو منور کر رہی ہیں'' (حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات، صفحہ ۶۳)

☆ ......سنتِ رسول اور اپنی عاجزی کا بیان:۔

ماسٹر شیر محمد راوی ہیں کہ میں ایک تبلیغی جلسہ میں چک جھمرہ ضلع فیصل آباد گیا۔ جلسے کے اختتام پر چند علماء حضرات، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا گیا کہ حضرت ہمیں کوئی نصیحت فرمایئے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ ''رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری پونجی مسکینوں، غریبوں اور یتیموں پر خرچ کر دیتے تھے بلکہ قرضِ حسنہ لے کر بھی اہل حاجت کی مدد فرماتے۔ میں نے کئی بار ارادہ کیا ہے کہ اپنے گھر کا دروازہ کھول دوں اور مساکین سے کہوں کہ جو جس کے ہاتھ لگے، لے جاؤ مگر ہمت نہیں پڑتی۔ لہٰذا عزیزو! جو شخص خود ایک سنت پر عمل کرنے سے قاصر ہو وہ دوسروں کو کیا نصیحت کرے گا۔ (حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات صفحہ ۲۶۲)

☆ ......ناموسِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ:۔

عشقِ نبوی اور تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمارے اکابر پیش پیش رہے ہیں سر جھکانے کا موقع ہو یا سر کٹانے کا وقت آئے کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء کے شروع میں میکلیگن انجینئرنگ کالج لاہور کے انگریز پرنسپل نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخانہ اظہارِ خیال کیا۔ مسلمان طلباء نے اس نازیبا حرکت پر فوری طور پر سخت احتجاج کیا مگر ان کے احتجاج کا خاطر خواہ جواب نہ ملا انہوں نے ہڑتال کر دی لیکن ہندو، سکھ اور عیسائی باشندگانِ ہندوستان نے پرنسپل کی حمایت کی۔ اس واقعہ کی خبر جب حضرت لاہوری رحمۃ اللہ نے سنی تو آپ فوراً میدانِ عمل میں نکل پڑے اور طلبہ کی اعلانیہ پشت پناہی کی علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مبارک تحریک میں پوری شدومد سے شامل ہو گئے۔

مولانا کی قائدانہ صلاحیتوں اور بے پناہ قوتِ عمل نے اس واقعہ کو جسے حکومت

درخورِ اعتنا نہیں سمجھتی تھی ایک تحریک کی صورت میں تبدیل کر دیا۔آپ نے جون جولائی اور اگست میں متعدد بار تقاریر فرمائیں جس سے مسلمانانِ پنجاب میں جوش وخروش پھیل گیا۔ حکومت نے مولانا لاہوری کو گرفتار کرلیا لیکن عوام کا بے پناہ سیل تھم نہ سکا۔ بالآخر حکومت کو جھکنا پڑا اور 26 دسمبر 1931 کو مولانا اور دیگر اسیران،قیدِ فرہنگ سے رہا کردیے گئے۔

(حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات صفحہ:۲۹۶)

☆......عاشقانِ ختمِ رسالت اور 1953 کی تحریک:۔

لاہور کے گلی کوچے اور مغربی پاکستان کی فضا اب بھی گواہ ہے کہ جب اس مردِ درویش نے ۱۹۵۳ء کی تحریک میں دیوانہ وار،عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبے ہوئے مسلمانوں میں ایک جوش وولولہ پیدا کر دیا تو تحریک کا رنگ ہی بدل گیا،عاشقانِ ختمِ رسالت اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ عمل میں آگئے اور نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی پر پروانہ وار نثار ہوئے۔مسلمانوں نے لاتعداد گرفتاریاں پیش کیں اور مغربی پاکستان کی جیلیں مسلمانوں سے بھر گئیں۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو باوجود پیرانہ سالی کے جیل میں طرح طرح کی تکالیف دی گئیں۔آپ کو زہر بھی دیا گیا مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے......آپ کے پایہ استقلال میں رائی بھر لغزش نہ آئی۔

قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری فرماتے تھے کہ امام الاولیاء حضرت لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا تحریک میں شامل ہونا اور گرفتاری پیش کرنا ہی دراصل تحریک کی کامیابی تھی......۱۹۵۳ء میں تحفظ ختمِ نبوت کی پاکستان گیر تحریک کے وقت آپ گرفتار ہوئے کسی صاحبِ دل نے لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر آپ کو ہتھکڑی لگے ہوئے دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھا۔"یہ پیرانہ سالی میں اپنے ہاتھوں میں عصا سنبھالے ہوئے مولانا احمد علی تو نہیں بلکہ عصرِ حاضر کے امام احمد بن حنبل ہیں"۔رحمۃ اللہ علیہ۔

مجمعِ اوصاف تھی لاریب ان کی شخصیت
وہ مفسّر، وہ مصنّف، وہ مجاہد، وہ ولی
قسمت پہ کیوں ناز نہ کرے غلامِ مصطفیٰ
سب کچھ اسے مل گیا جو جہاں میں تھا

☆......آنخضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کا سوال ہے:۔

ہمارے اکابر کی شان دیکھئے الحمدللہ ، اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے لئے، اپنے قرآن کے لئے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے لئے ہر دور میں، ہر حال میں، ہر طرح سے قربانی کیے لئے انہیں قبول فرمایا ہے، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے شرفِ قبول کی واضح علامت ہے۔

سرگودھا میں ختم نبوت کانفرنس تھی حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرکت کا وعدہ فرمایا ہوا تھا مگر اچانک صاحبِ فراش ہو گئے ادھر کانفرنس شروع ہو گئی سب ساتھی مایوس تھے کہ حضرت شرکت نہ فرماسکیں گے مگر حضرت جی کار پر تشریف لے آئے تھوڑی دیر تقریر فرمائی اور فرمایا اگر میں اس سے زیادہ بھی بیمار ہو جاتا تو سیکنڈ کلاس کی سیٹ ریزرو کرا کے لیٹ کر آتا اور آکر اسٹیج پر لیٹا رہتا تا کہ میری حاضری شمار ہو جائے۔ یہ آنخضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا مسئلہ ہے آنخضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا سوال ہے کسی حال میں بھی پیچھے نہیں رہنا چاہتا۔ (حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات صفحہ:۳۰۱)

ذرے تھے راہِ شوق میں مہتاب وآفتاب — اللہ رے یہ شان رسالت مآب کی
قرآن جس کی شان میں اترا ہے عرش سے — میں نے اسی کے نام حیات انتساب کی

☆......"صَدَقُوا فِی الْوُصُوْلِ لٰکِنْ اِلَی السَّقَر" ایک حقیقت:۔

حضرت کی شان ایک شیخِ کامل کی سی تھی، تزکیۂ باطن، غلبۂ محبت، اور زہد وتقویٰ جیسی عظیم صفات میں کامل واکمل تھے۔ نیز مصنوعی پیروں کا خوب رد بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بیچ کھانے والے ہیں شریعت وطریقت کے ڈاکو ہیں۔ ایک موقعہ پر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ سنایا کہ ......ایک شخص نے آکر حضرت کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضرت جی! مسلمانوں کے اندر ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا ہے جو کہتا ہے "نحنُ وَصَلْنَا، فَلَا حَاجَةَ لَنَا اَلَى الصَّلٰوۃِ وَالصِّیَام" "ہم پہنچے ہوئے ہیں اب ہمیں نماز روزوں کی ضرورت وحاجت نہیں حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ یہ سن کر آپے سے باہر ہوگئے اور چہرہ حمیت وغیرتِ دین کی وجہ سے انار کی طرح سرخ ہوگیا اور فرمایا "صَدَقُوا فِی الْوُصُوْلِ لٰکِنْ اِلَی السَّقَر" "ہاں وہ پہنچ گئے ہیں لیکن جہنم میں پہنچ گئے ہیں پھر جلال میں آکر فرمایا: وَاللّٰہِ لَو عِشْتُ اَلْفَ سَنَةٍ مَا تَرَکْتُ اَوْرَادِی "خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہزار سال کی زندگی بھی دے تو میں فرائض وواجبات کا ترک تو کجا اپنے اختیاری اوراد ووظائف کے اندر بھی کوتاہی نہیں کروں گا۔ (ہفت روزہ خدام الدین، حضرت لاہوری نمبر، صفحہ:۵۴۴)

مبلغِ اسلام ،چراغِ فکر و آگہی

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سیوہاروی نے بڑی ہی عقیدت کے ساتھ اور محبت وعظمت کے قلم کے ساتھ سید الرسل فخرِ انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ رقم کی اور اس کا نام رسولِ کریم رکھا اس کے آغاز وانتساب میں بڑی محبت بھری بات لکھتے ہیں:۔"ایک گناہ گار امتی شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں نذرِ عقیدت کا یہ ہدیہ پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں اور روزِ قیامت آغوشِ رحمت وما ارسلنک الا رحمۃ للعٰلمین میں پناہ چاہتا ہوں"

جن کے قلوب میں ہے محبت حضور کی
پائیں گے روزِ حشر، شفاعت حضور کی
اس سے بھی بڑھ کے ان کی بڑائی ہو اور کیا
دی سارے انبیاء نے بشارت حضور کی

خوشبوئے جسمِ اطہر:۔

صفحہ ۲۴۸ پر روح پرور انداز میں نکتہ آفرینی فرمائی:۔

قدرت نے اس مقدس وجود کو بعض ایسے خصائص عطا فرمائے۔جن کی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی،جسم مبارک کی نظافت ولطافت کا یہ عالم تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں آپ کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو مہکی تھی کہ میں نے ایسی خوشبو نہ مشک میں پائی نہ عنبر میں ،امام بخاری اپنی تاریخِ کبیر میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کوچہ اور گلی میں گذر ہو جاتا وہ کوچہ خوشبو سے مہک جاتا تھا ہر شخص اس خوشبو کی وجہ سے جان جاتا تھا کہ آپ کا یہاں سے گذر ہوا ہے جسم اطہر کی یہ خوشبو دراصل کسی مصنوعی اور خارجی خوشبو کی منت کش نہ تھی بلکہ قدرتِ الٰہی نے آپ کے جسم مبارک میں یہ وصف خلقۃً ودیعت کیا تھا پھر اس پر شرعی احکام نظافت نور علیٰ نور کا کام دیتے۔

قسمت سے ایک روز گلے مل لئے تھے وہ
خوشبو بسی ہوئی ہے ابھی تک نفس نفس

☆محبت ہمارا ایمان ہے :۔

صفحہ ۲۹ پر رقم فرماتے ہیں:۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عام کرنا یہ ہے کہ انصاف پسند طبائع اس کے مطالعہ سے یہ اندازہ کرسکیں کہ خدا کا یہ پیغمبر ،اخلاقِ حسنہ ،اوصافِ حمیدہ ،علمی وعملی کمالات اور اصلاحِ عالم میں کیا درجہ رکھتا ہے.....اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ خدا کے اس پیغمبر کی سوانح حیات کا مطالعہ کرے کیونکہ اس کی محبت ہمارا ایمان ہے اور اس کا ذکر ہماری جان ،اس کی سیرت ہماری فلاحِ دارین ،اور نجاتِ ابدی کا باعث ہے اور اس کی حیاتِ طیبہ ہماری علم وعملی زندگی کے لئے دلیل راہ''۔

☆☆☆☆☆☆☆

عاشقِ قرآن وسنت، امیرِ شریعت

سید عطاء اللہ شاہ بخاری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

٭ آپ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ بروز جمعہ بوقت سحر پٹنہ صوبہ بہار، بھارت میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلۂ نسب 36ویں پشت پر نواسۂ رسولِ مقبولؐ، سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے، دینی تعلیم کے بعد روحانی تربیت کے لئے آپ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے بیعت ہوئے اور ان کے وصال کے بعد آپ حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری سے بیعت ہوئے، رحمہما اللہ تعالیٰ۔

آپ ایک شعلہ بیان مقرر اور انتہائی خوش آواز قاری تھے، بصارت و بصیرت، عشق و محبت، کیف و سرور اور وجدان کی زندگی اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی۔ رحمتِ کون و مکان سے حد درجہ عشق و محبت اور وارفتگی و شیفتگی آپ کی زندگی کا بیش قیمت سرمایہ تھا جب کبھی طبیعت بے کیف ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و تذکرہ سے پر کیف ہو جاتی، آپ ﷺ کی ذات بابرکات سے اس انتہائی محبت کا ایک اثر یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ کے متعلق عقیدہ ختمِ نبوت سے انتہائی گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ انگریز اور ختمِ نبوت کے مخالفین سے حد درجہ نفرت آپ کا وطیرہ تھا، آپ کی وفات 21 اگست 1961ء میں ہوئی......

آپ کی رعنا طبعیت کا ایک زمانہ گواہ ہے لیکن اس کے باوجود، جونہی انگریز اور ان کے وفاداروں، گویا اسلامؐ کے غداروں کا سامنا ہوتا یا ان کا موضوع چھڑ جاتا تو حضرت شاہ صاحب سیفِ بے نیام ہو جاتے ایک للکار اور یلغار کی صورت بن جاتے بہرحال یہ سب کچھ کونین کے آقا ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت ہی کا اثر تھا۔

ؔ ہم نے ہر دور میں تقدیسِ رسالت کے لئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے

توڑ کر سلسلۂ رسمِ سیاست کا فسوں !
اک فقط نامِ محمدؐ سے محبت کی ہے

☆......عشق ہے ناتمام خونِ جگر کے بغیر:۔

مولانا سید محمد طیب ہمدانی (قصور) فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک بھائی گونگا تھا اس لئے ہم نے اسے کوئی ہنر سکھانا چاہا تو اس نے ''جفت سازی'' کے فن کو پسند کیا اور اس میں خوب مہارت حاصل کر لی۔ اس نے ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کی تصویر دیکھی تو مجھ سے دریافت کیا کہ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین بنا سکتا ہوں پھر ایک روز وہ اسی نقشہ کے مطابق نعلین بنا کر لے آیا اور مجھے پہنا دیئے اور بہت خوش ہوا کچھ روز کے بعد حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری قصور تشریف لائے تو ہمارے ہاں قیام فرمایا۔

اسی دوران انہیں غسل خانہ جانے کی ضرورت پڑی تو میں نے وہی جوتے آگے کر دئے۔ آپ جوتے دیکھتے ہی ٹھٹھک گئے اور فرمایا: ہمدانی! یہ تو بالکل میاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کے نقشہ کے مطابق ہیں میں نے ساری بات بتا دی فوراً جھکے اور نعلین اٹھا لئے فرمایا۔ ظالم! یہ نعلین پاؤں میں پہننے کے لئے نہیں یہ کہہ کر وہ نعلین اپنے سر پر رکھ لئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بار بار کہتے جا رہے تھے...... یہ سر پر رکھنے کے قابل ہیں، ...... یہ سر پر رکھنے کے قابل ہیں۔

پھر غسل خانہ میں جا کر ان جوتوں کو اپنے ہاتھوں سے خوب دھو کر صاف کیا ان پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی کہنے لگے ہمدانی یہ جوتے مجھے دے دو۔ میں نے عرض کیا ضرور شاہ جی۔ بلکہ یہ تو مجھ پر احسان ہوگا۔ (بخاری کی باتیں، ص: ۱۵۷)

جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش ہو جائے
جب ان کا نام آئے مرحبا ! صلِّ علیٰ کہئے

مری سرکار کے نقش قدم شمعِ ہدائت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستہ کہئے

☆ یہ معاملہ عقل وخرد کا نہیں، عشق کا ہے:۔

''خدا کی عبادت، رسول کی اطاعت، انگریز کی بغاوت، یہ میرا ایمان ہے اور رہے گا۔ خدا معبود ہے محمدؐ محبوب ہیں اور انگریز مغضوب ہے۔ خدا کو جو جی میں آئے کہو اس کا محاسبہ وہ خود کرے گا۔ مگر حضور کے متعلق سوچ لینا یہ معاملہ عقل وخرد کا نہیں، عشق کا ہے...... عشق پر زور نہیں ہوتا اور نہ اپنے پر اختیار۔ پھر یہ نہیں سوچا جائے گا کہ قانون کیا کہتا ہے اور زمانہ کیا چاہتا ہے...... پھر جو ہونا ہوگا ہو جائے گا اور جو ہوگا دیکھا جائے گا۔''

☆ آج اس جلیل القدر ہستی کا ناموس معرضِ خطر میں ہے:۔

راجپال نامی ایک ہندو ناشر جس نے رحمت کل جہاں، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک توہین آمیز کتاب لکھی تھی ۱۹۲۷ء میں جب لاہور ہائی کورٹ نے اسے چھوڑ دیا تو مسلمانوں میں ایک شدید اضطراب کروٹیں لینے لگا اس خاص موقعہ پر شاہ جی نے حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں احاطہ عبدالرحیم لاہور میں ایک ایمان پرور خطاب فرمایا جس کے نتیجے میں آقا علیہ السلام کے ناموس کی خاطر لوگ جانیں لٹانے کے لئے آمادہ نظر آئے...... دوران خطاب آپ نے فرمایا:

اے مسلمانانِ لاہور!

آج جنابِ رسول اللہ ﷺ کی آبرو تمہارے شہر کے ہر ہر دروازے پر دستک دے رہی ہے آج ناموس محمدی کی حفاظت کا سوال درپیش ہے اور یہ سانحہ سقوطِ بغداد سے بھی زیادہ غمناک ہے۔ زوالِ بغداد سے ایک سلطنت پارہ پارہ ہوگئی تھی مگر تو

ہین رسول ﷺ کے سانحہ سے آسمانوں کی بادشاہت متزلزل ہو رہی ہے آج آپ لوگ جناب فخرِ رسل رسول عربی ﷺ کی عزت و ناموس کو برقرار رکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں جنس انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرے میں ہے آج اس جلیل القدر ہستی کا ناموس معرض خطر میں ہے جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔ (شاہ جی ص:۱۱۴)

اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ اسی ایک رات میں ہزاروں مسلمانوں نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے گرفتاریاں پیش کیں اور کئی پردہ نشین خواتین نے اپنے بچے حضرت امیر شریعتؒ کے قدموں میں ڈال دیے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے ناموس پر قربان کر دو۔ حضرت امیر شریعت بھی گرفتار کر کے جیل بھیج دیے گئے تھے آپ کی گرفتاری سے تحریک نے طوفان کی شکل اختیار کر لی اور گورنمنٹ برطانیہ کو مجبور ہو کر داعیانِ مذاہب کی عزت کی حفاظت کا قانون بنانا پڑا۔

ہلا نہ سکیں مجھے گردشیں زمانے کی
تھی کس غضب کی کشش تیرے آستانے کی

☆ عاشقانہ تقریریں اور عشق و محبت کی آگ:۔

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی مجاہدانہ اور عاشقانہ تقریروں سے جن مسلمانوں کے دلوں میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کی آگ بھڑکی تھی ان میں سے تین سرفروشوں نے راجپال پر یکے بعد دیگرے حملے کئے۔ خدا بخش اور عبدالعزیز کے وار خطا گئے اور یہ سعادت غازی علم الدین شہید کے حصہ میں آئی کہ اس کے ہاتھ سے راجپال جہنم رسید ہوا اور علم الدین نے تختہ دار پر جھول کر گوہرِ مقصود کو پالیا اس کی موت آئی اور حیاتِ جاوداں کا پیغام لے کر آئی......

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تقسیمِ ملک کے بعد حضرت امیرِ شریعت رحمۃ اللہ علیہ سیاسیات سے الگ ہو کر جناب رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کی حفاظت پر ہی کمر بستہ ہو گئے ملک بھر کے دورے کئے اور ناموسِ رسول ﷺ کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کو بیدار کیا جس کے نتیجہ میں ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت چلی عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے بے شمار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا اور ہزاروں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

☆ میں تمہارے اس کام سے بہت خوش ہوں:۔

حافظ الحدیث والقرآن، ولی کامل، حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کو آقا رسالت مآب ﷺ سے ایک نا قابل بیاں حد تک محبت تھی اور اکثر مدینہ طیبہ کے اسفار کے خواہاں رہتے تھے اسی طرح ایک سفر میں جب آپ مدینہ طیبہ میں موجود تھے تو خواب میں کائنات کے آقا، نبیوں کے امام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی زیارت سے شرفیابی ہوئی۔ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ پاکستان جا کر میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ کو سلام کہنا اور انہیں کہنا کہ ختمِ نبوت کے مسئلہ پر خوب کام کریں اور میں تمہارے اس کام سے بہت خوش ہوں۔

حضرت درخواستی نے آکر شاہ جی کو سلام و پیغام دیا تو شاہ جی وجد و سرور میں آکر بار بار پوچھتے کہ مولانا! آقا علیہ السلام نے میرا نام بھی لیا تھا؟ حضرت درخواستی اثبات میں جواب دیتے تو حضرت شاہ صاحب اور مسرور ہوتے۔ (بحوالہ: ایمان پرور یادیں)

ے تیرا ملنا خواب تھا لیکن!
عمر بھر لطفِ کیفِ خواب رہا

شاہ جی پیکرِ عشق تھے آپ کا ہر خطاب نرالا ہوا کرتا تھا ہر تقریر میں عشق و محبت کے

موتی رولتے تھے۔ ایک موقعہ پر فرمایا:

''ہم محمد ﷺ کی بے حرمتی کرنے والی کسی تحریر کو دیکھ نہیں سکتے ہم یقیناً ہر اس اخبار کو جلائیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملہ کرے گا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں آپ کا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر دشمن ہمارا بدترین دشمن ہے

☆ بلبل چہک رہا ہو جیسے ریاضِ رسول میں:۔

میری گردن تو آج بھی تحفظ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی خاطر پھانسی لگنے کو تڑپتی ہے۔ میں تمام مسلمانوں سے مخاطب ہوں کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کی حفاظت کرو تو میں مہارے کتے پالنے کو بھی تیار ہوں اور اگر تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کی تو پھر میں تمہارا باغی ہوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کٹ مرنے کے لئے تیار ہوں، آپ کی عشق و رسالت میں ڈوبی ہوئی خطابت ہی سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کہا تھا......

کانوں میں گونجتے ہیں بخاری کے زمزمے
بلبل چہک رہا ہو جیسے ریاضِ رسول میں

اور علامہ اقبال مرحوم نے...... ایک موقع پر اس جوشِ عشق اور ہوشِ ایمانی کے پیکر خطیب کے لئے ایک نرالی بات کہی تھی کہ : ''شاہ جی اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں''

عاشقِ حبیبِ کبریا، حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۹۲۱ء میں جب تحریکِ خلافت شباب پر تھی اور انگریزوں کے خلاف جہادِ آزادی میں بھرپور حصہ لینے کی وجہ سے تین سال کے لئے جیل بھیج دیا گیا تو پھر علامہ اقبال کی رگِ حمیت پھڑک اٹھی اور حضرت امیرِ شریعت کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا

ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر
کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام وقفس سے بہرہ مند

شہپر زاغ و زغن در بند قید و صید نیست
ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند

(بحوالہ: بارگاہِ رسالت اور بزرگانِ دیوبند: صفحہ ۴۶،۴۵)

☆ جلسہ معراج النبی اور ایک مجذوب کی دعا:۔

۱۹۳۴ء کا سال آخری دموں پر تھا کہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر امیر شریعت کو ملتان جانا پڑا جلسے کی حاضری تاحدِ نگاہ تھی اور اس پر خاموشی کا یہ عالم جیسے انسانی سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ رات کے اس سکوت کو صرف امیر شریعت کی آواز توڑ رہی تھی۔ واقعہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے اسے تمثیلی انداز میں پیش کیا اور حاضرین کی محویت کا یہ عالم تھا کہ وہ محسوس کرنے لگے جیسے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ان کے سامنے سے گذر رہی ہے عین ایسے وقت پر مجمع سے ایک مجذوب فخریہ طور پہ اٹھا اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر اس نے ملتانی زبان میں کہا: ''سیّدا ! شالا اتھائیں دفن تھیویں !'' (اے سید ! خدا کرے آپ یہیں [ملتان] میں دفن ہوں) شاید یہ قبولیت کا وقت تھا کہ دل سے نکلی ہوئی بات بعد ازاں حقیقت بن کے رہی۔

(حیاتِ امیرِ شریعت مؤلفہ جانباز مرزا، ص: ۱۶۵)

☆......میں ایک بات جانتا ہوں کہ خواہ کوئی شخص مکہ میں پیدا ہوا اور مکہ ہی مرے لیکن اگر اس نے رسول سے محبت نہ رکھی تو اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔ (حیاتِ امیر شریعت مؤلفہ جانباز مرزا، ص: ۱۷۲)

ہے مرتبہ حضور کا بالائے فہم و عقل — معلوم ہے خدا ہی کو عزت رسول کی
تسکین دل ہے سرورِ کون و مکاں کی یاد — سرمایۂ حیات ہے الفت رسول کی

ایسی ہزار جانیں قربان کرنے کو تیار ہوں:۔

قادیان کانفرنس کے خطبے کی بناء پر، جس دفعہ ۱۵۳ کے تحت مجھے گرفتار کیا گیا ہے اس

کی زیادہ سے زیادہ سزا صرف دو سال ہے۔ میرا جرم یہ ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں۔ اس جرم میں یہ سزا بالکل کم ہے میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر ایسی ہزار جانیں قربان کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے شیروں اور چیتوں سے ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا جائے اور پھر کہا جائے کہ تمہیں بجرمِ عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف دی جا رہی ہے تو خندہ پیشانی سے اس سزا کو قبول کرلوں گا۔ میرا آٹھ سالہ بچہ عطاء المنعم اور اس جیسے، خدا کی قسم، ہزار بچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر نچھاور کردوں۔ (حیات امیر شریعت مؤلفہ جانباز مرزا، ص: ۱۸۶)

ہزاروں لعل و گوہر تیرے پاؤں پہ نثار اے رسولِ عربی
ماں باپ، اولاد و اطفال سبھی کچھ نثار اے رسولِ عربی

☆ اپنے جگر گوشوں کو شمعِ رسالت پر پروانہ وار نثار کرکے.....

سید الرسل، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی محافظت میں جان دینے والوں، اور ان کے ورثاء کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا: ملتان کے غیور اور صاحبِ ایمان مسلمانوں نے بھی اس دورِ پرآشوب میں جبکہ کفر و ارتداد کی سیاہ گھٹاؤں نے ایمان و یقین کو پریشان کر رکھا ہے اسلام کی لاج رکھ لی ہے اور اپنے جگر گوشوں کو شمعِ رسالت پر پروانہ وار نثار کرکے ثابت کردیا ہے کہ مسلمان آج بھی فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی خاطر گولیوں کی بارش میں مسکرا سکتا ہے......

مرتبہ شہیدِ ناز کا گر جان جائیے
قربان جانے والے کے قربان جائیے

خدا کی نعمتیں نچھاور ہوں تم پر، شہیدانِ ناموسِ رسالت! سلام ہو تم پر اے المرسلین کی عزت و آبرو پر قربان ہونے والو! مبارک ہیں ان کے والدین کہ ان کے نذرانے سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں شرفِ قبولیت حاصل کر گئے۔ یوں تو اس دنیا

ہزاروں بچے جنم لیتے ہیں اور مرجاتے ہیں ہزاروں کلیاں کھلتی ہیں اور بادِ سموم کے تھپیڑوں کی تاب نہ لاکر مرجھا جاتی ہیں مگر وہ موت جو حق اور راستی کی راہ میں آئے، حیاتِ جاوداں بن کر آتی ہے۔ (حیاتِ امیرِ شریعت، ص: ۳۴۸)

☆ میری یہ آرزو ہے کہ......:۔

آپ زنداں میں تھے کہ ایک روز فرمایا: کاش! کوئی مجھے باہر لے جائے، یا اربابِ اقتدار تک میری یہ آرزو پہنچادی جائے کہ تحفظِ ناموسِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسہ میں اگر کسی کو گولی مارنا ضروری ہو تو وہ گولی میرے سینے میں مار کر ٹھنڈی کرلو کیونکہ میں اس جرم کا سب سے بڑا مجرم ہوں۔ اور کاش اس سلسہ میں اب تک جتنی گولیاں چلائی گئیں ہیں وہ مجھے ٹکٹکی پر باندھ کر ماری جاتیں مگر...... ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

(حیاتِ امیرِ شریعت، ص: ۳۷۷، ۳۷۸)

☆ **شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت......**

اللہ کا انتخاب بھی انتخابِ لاجواب تھا پروانۂ نبی اور عاشقِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ربِّ ذوالجلال نے بڑی عمدہ صفات عطا فرمائی تھیں آپ کی بے لوث شخصیت اور بے باک خطابت کے بارے میں، شورش کاشمیری مرحوم نے، سوانح و افکار سید عطاء اللہ شاہ بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) کے صفحہ ۲۱۳ پر لکھا ہے:۔

''ان تمام خوب صورتیوں کا مرقع شاہ جی کی خطابت تھی، رعد کی گونج، بادل کی گرج، ہوا کا فراٹا، فضا کا سناٹا، صبح کا اجالا، چاندنی کا جھالا، ریشم کی جھلملاہٹ، ہوا کی سرسراہٹ: گلاب کی مہک، سبزے کی لہک، آبشار کا بہاؤ، شاخوں کا جھکاؤ، طوفان کی کڑک، سمندروں کا خروش، پہاڑوں کی سنجیدگی، صبا کی چال، اوس کا نم، چنبیلی کا پیراہن، تلوار کا لہجہ، بانسری کی

دھن، عشق کا بانکپن، حسن کا اغماض، اور کہکشاں کی مسجع ومقطع عبارتیں، انسانی آواز میں ڈھلتے ہی خطابت کی جو صورت اختیار کرتی ہیں اس کا جیتا جاگتا مرقع شاہ جی تھے“

☆ اور عشق کا نام ہی عقیدہ ہے:۔

ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيين

......اور......حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم......انا خاتم النبيين لا نبي بعدی......

کے بعد میں کیسے کہہ دوں کہ کوئی دوسرا نبی آ سکتا ہے میری تو اب بھی یہی رائے ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں اور ان کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے گا میں اسے انسان بھی کہنے کے لئے تیار نہیں، میں تختہ دار پر بھی یہی کہوں گا کہ حضور خاتم النبیین ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم، تمہارا قانون میرا کیا بگاڑ سکتا ہے اب رہ بھی کیا گیا ہے جو بگاڑ لو گے، ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ بھی میاں صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہو جائے تو جان چھوٹے۔

......اللہ تعالیٰ نے فرمایا......ہم نے آپ کو (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تمام آدمیوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور فرمایا کہ اے نبی! اعلان کر دو کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں، اور جس زمانے میں بھی ہوں اور جب بھی ہوں زمین پر، چاند پر، مریخ پر، مشرق میں، مغرب میں، نیچے، اوپر، تحت الثریٰ میں، اعلان کر دیجئے......

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہ میں تم سب کی طرف پیغمبر بن کر آیا ہوں جی چاہے مانو، جی چاہے نہ مانو، یہ ہے اصل عقیدہ۔ اب اگر قرآن میں یہ آیات نہ بھی ہوتیں تو بھی یہ لفظ کافی تھا۔ عقیدہ......عقد سے ہے اور عقد کہتے ہیں دل کی گرہ کو......قرآن سینہ بہ سینہ حضور سے صحابہ تک پڑھتے پڑھاتے ہمیں وراثت میں ملا ہے عقیدے کے بغیر عمل بھی نہیں ہوتا، برا ہو یا بھلا، اور عشق کا نام ہی عقیدہ ہے۔ (حیاتِ امیرِ شریعت، ص: ۳۹۸، ۳۹۹، ملخصاً)

☆ نبوت ورسالت کے تمام مراتب آپؐ پر ختم:۔

مسلمانو ! ختمِ نبوت کے عقیدہ کو یوں سمجھو جیسے یہ ایک مرکزِ دائرہ ہے جس کے چاروں طرف توحید، رسالت، قیامت، ملائکہ کا وجود، صحفِ سماوی کی صداقت، قرآن کریم کی حقانیت وابدیت، عالمِ قبر و برزخ، یوم النشور، یوم الحساب گردش کرتے ہیں۔ اگر یہ اپنی جگہ سے ہل جائے تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا، دین نہیں بچے گا، بات سمجھ آئی ؟...... مزید سمجھئے ! جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالَمِ اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح نبوت ورسالت کے تمام مراتب وکمالات کا سلسلہ بھی حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مسعود پر ختم ہو جاتا ہے۔ آپ کی نبوت ورسالت وہ مہرِ درخشاں ہے جس کے طلوع کے بعد اب کسی روشنی کی مطلقاً کوئی ضرورت نہیں رہی۔

اسے بجھا نہ سکے گی ہوا زمانے کی
جلا چلے ہیں لہو سے جو ہم چراغِ سحر

(شاہراہِ عشق کے مسافر،ص:56)

☆ دعویٰ......:۔

اپنے ایک خطاب میں امیر شریعت نے فرمایا: اگر آج میں اعلان کروں کہ میں قائد اعظم ہوں تو کیا تم برداشت کروگے؟

سامعین نے کہا: ہرگز نہیں!

امیر شریعت نے فرمایا: اگر تم اپنے ایک دنیوی لیڈر کا مقام کسی دوسرے شخص کو دینے کی اجازت نہیں دیتے تو پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ برطانیہ کا پٹھو، تاجدارِ مدینہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرے کہ میں محمد ہوں (نعوذ باللہ)۔ (حیاتِ امیرِ شریعت مؤلفہ جانباز مرزا،ص:۳۵۱)

رسولِ مجتبیٰ کہئے محمد مصطفیٰ کہئے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہئے
شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہئے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوبِ خدا کہئے

☆ تمہارے مصائب و آلام سے خائف نہیں:۔

آپ جیل میں اسیر تھے ایک روز جیل خانے کے در و دیوار سے خطاب کرتے ہوئے کہا:...... ''اے اونچی دیوارو، آہنی دروازو! تم گواہ رہنا کہ اگر مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد علی جوہر اور ان کے رفقاء، وطنِ عزیز کی آزادی کے لئے 1921ء میں تمہارے مصائب جھیل سکتے ہیں، تو 1953ء میں عطاء اللہ شاہ بخاری اور اس کے ساتھی بھی خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آبرو کے لئے تمہارے مصائب و آلام سے خائف نہیں ہوں گے''
(حیاتِ امیرِ شریعت مؤلفہ جانباز مرزا، ص:۳۶۳)

☆ یہ سب ختمِ نبوت کی برکت ہے:۔

مولانا خیر محمد صاحب مکی آف ٹھل حمزہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات والسلام بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہیں جس میں حضرت آدم علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی ہیں اور اس جماعتِ انبیاء کے پیچھے سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں تو میں نے حضرت شاہ صاحب سے پوچھا کہ شاہ جی آپ کو یہ مرتبہ کیسے مل گیا کہ آپ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ طواف کر رہے ہیں تو جواب میں فرمایا کہ یہ سب ختم نبوت کی برکت ہے (بحوالہ ہفت روزہ ختم نبوت، ملتان)

☆......مولانا لال حسین اختر بیان کرتے ہیں کہ شاہ جی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہماری نماز، حج ،روزہ ،زکوٰۃ، شریعت ،طریقت، حقیقت ،تہذیب ،معاشرت، تمدن ،اخلاق، مذہب ،غرض کہ مکمل دین اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی کے گرد چکر لگا رہا ہے۔یہ عقیدے کی بات ہے کہ اگر کوئی شخص پوری زندگی لا الٰہ الا اللّٰہ کہتا رہے تو وہ مسلمان نہیں کہلائے گا جب تک محمد رسول اللہ نہ کہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کرے۔

(بخاری کی باتیں، ص:۱۴۱)

لوں نامِ مصطفیٰ ﷺ تو کھلیں چاہتوں کے پھول
سانسوں میں زندگی کی مہک چاہتا ہوں
چھایا ہوا ہے روح پہ اک سرمدی سرور
اس کیفیت کو قبر تلک چاہتا ہوں

☆ حضور ﷺ کے مکان کی یاد تازہ ہوگئی:۔

العطور المجموعة، صفحہ ۳۶۹ پر صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں:۔

ایک دفعہ جب عاشقِ رسول (ﷺ) حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری علیہ الرحمۃ پہلی دفعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ کے ہاں مہمان ہوئے اور آپ کے کچے مکان میں معہ سامان تشریف لاکر وہاں بچھے ہوئے بوریئے پر بیٹھ گئے تو مکان کو اوپر نیچے سے دیکھ کر اپنی ظریفانہ عادتِ شریفہ کے مطابق مکان کی تعریف شروع کردی۔فرمایا: کہ اس مکان کو دیکھ کر نانا ابا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کی یاد تازہ ہوگئی ہے اور حضرت شیخ سے فرمایا کہ حضرت کیا عرض کروں کتنی مسرت اس مکان کو دیکھ کر ہوئی اسلاف کا دور آنکھوں کے سامنے پھر گیا ہے۔

خواب کا ایک عجیب روحانی منظر:۔

☆☆ حکیم صوفی محمد طفیل صاحب متمکن چیچہ وطنی نہایت صادق القول، متقی اور پرہیزگار بزرگ ہیں تحریکِ ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ کی بھی گرفتاری ہوئی تھی 27 اپریل 1953ء کو جب آپ منٹگمری ساہیوال جیل میں تھے خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے جو پہلے ہری روشنی سے بھر گیا اور پھر وہ چمکدار سفید روشنی میں تبدیل ہوگئی۔ بعدہٗ ایک تخت ظاہر ہوا جس کے وسط میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے اور چاروں کونوں پر آپ کے چاروں خلفاء راشدین مسند نشین تھے۔ تخت میدان میں ایک اونچی جگہ آ کر ٹھہر گیا۔ سامنے بے شمار مخلوق موجود تھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور ختم نبوت میں حصہ لینے والوں کی بہت تعریف فرمائی اور خوش ہو ہو کر حضرات خلفاءِ راشدین کی جانب اشارے کر کر کے اس کا ذکر فرمایا۔

جوں ہی آپ کی تقریر ختم ہوئی غیب سے ابر کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا جس سے آواز آئی کہ ہم نے ان تمام لوگوں کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جنہوں نے صدق دل سے ختم نبوت میں حصہ لیا اور قربانیاں دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور ابر کا ٹکڑا ظاہر ہوا جس سے ایک انسانی ہاتھ برآمد ہوا جس پر ایک سینی رکھی تھی اور اس میں ایک دستار تھی آواز آئی کہ دستار آپ اپنے دست مبارک سے عطاء اللہ شاہ بخاری کے سر پر پہنائیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ جی کے سر پر اپنے دست مبارک سے وہ دستار پہنا دی مجلس برخاست ہوا چاہتی تھی کہ کسی نے درخواست کی کہ ہماری تمنا ہے کہ ہم کو مصافحہ کا شرف بخشا جائے آپ نے ارشاد فرمایا دو رویہ سب کھڑے ہو جائیں سب کھڑے ہو گئے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم درمیان سے ہر شخص سے مصافحہ کرتے ہوئے گزر گئے پھر ایک دم میری آنکھ کھل گئی شاہ جی ان دنوں سکھر کے جیل خانہ میں تھے تحریک ختم نبوت کے لیڈر کی حیثیت سے صوفی

صاحب نے شاہ جی سے ملاقات پر جب یہ خواب سنایا تو شاہ جی دھاڑیں مار مار کر روئے اور ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور صوفی صاحب کو سینے سے چمٹا لیا۔ یہ خواب غیر مطبوعہ ہے۔ صوفی صاحب نے مجھے (مؤلف کتاب ھٰذا) خود یہ خواب 28/10/68 کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں بعد نماز مغرب میرے مرشد گرامی حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب کے روبرو سنایا۔ بحمد اللہ سو فیصدی درست ہے۔ (سیرت النبی بعد از وصال النبی ﷺ، ص:350)

☆لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم:۔

......ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا: کتاب اللہ کی بلاغت پر صدقے جایئے خود بولتی ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی (نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ) بابولوگو! اس کی قسمیں نہ کھایا کرو اس کو پڑھا کرو...... سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید (رحمہما اللہ تعالیٰ) کی طرح نہ سہی...... اقبال کی طرح پڑھ لو...... دیکھا اس نے کلام اللہ ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پر ہلہ بول دیا...... پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں وہ تمہارے بتکدے میں اللہ اکبر کی صدا ہے...... حضرت شاہ جی کو شاعرِ مشرق سے اور علامہ اقبال کو امیرِ شریعت سے جو والہانہ عقیدت تھی اس کا علم انہیں لوگوں کو ہے جو ان دونوں درویشوں کی مجالس میں گئے۔

حضرت امیرِ شریعت اور علامہ اقبال کی ملاقاتیں اتنی بے تکلف ہوتیں کہ جیسے فکری یگانگت کا یہ رشتہ فطری اور ازلی ہے شاہ جی فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں ان کے ہاں حاضر ہوتا وہ چارپائی پر گاؤ تکیہ کے سہارے بیٹھے ہوتے۔ حقہ (خاص پنجابی ساخت کا) سامنے ہوتا دو چار کرسیاں سامنے ہوتیں اور شاہ جی فرماتے: یا مرشد! السلام علیکم! اور علامہ اقبال کہتے: یا پیرا! بہت دناں بعد آیا ایں! یعنی بہت دنوں کے بعد آئے ہو۔

علی بخش (علامہ صاحب کا خادم) سے کہتے حقہ لے جاؤ، اور کلی کے لئے پانی لاؤ، کلی کرتے اور پھر فرماتے...... پیر جی قرآن مجید کا ایک رکوع سناؤ! شاہ جی قرآن پڑھتے......

......علامہ اقبال آبدیدہ ہوجاتے اور رقت طاری ہوجاتی، کانپنے لگتے ......شاہ جی فرماتے کہ میں پوچھتا: حضرت کوئی تازہ کلام؟ فرماتے ہاں ہوتا ہی رہتا ہے عرض کرتا لائیے پھر......کاپی منگواتے اور وہ اشعار جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہوتے وہ سناتے ......چہرہ اشک بار ہوجاتا۔ اسی طرح جب قرآنؐ پاک میں محمد عربی ﷺ کا ذکر مبارک آتا تو آنکھیں برسنے لگتیں۔ حضور کا ذکر ہمیشہ باوضو شخص سے سنتے اور خود حبیبِ کبریا کا نام بھی باوضو ہوکر لیتے حضور رحمت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر اس طرح روتے جس طرح ایک معصوم بچہ ماں کے بغیر روتا ہے......اللہ اکبر۔

درونِ سینۂ من زخمِ بے نشان زدہ
بحیرتم کہ عجب تیرِ بے کماں زدہ

(نوائے درویش از سید عبدالمجید ندیم، ص:۳۴)

☆......محمدِ عربی ﷺ کی زیارت:۔

......حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جب پھانسی کی کوٹھری میں تھے اس کے بعد لدھے رام کی کچہری میں گئے اس نے شرمندہ ہوکر اپنا بیان واپس لیا، تو حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کیس ختم ہوگیا آپ جیل سے باہر آئے تو رو رہے تھے کسی نے پوچھا: حضرت کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: میں تو تیاری کر چکا تھا کہ موت شہادت کی آئے گی اور میں پھانسی کے تختے پر رسی کو چوم لوں گا، فرمایا: جیل میں ادھر میری آنکھ بند ہوتی تھی ادھر محمدِ عربی ﷺ کی زیارت ہوجایا کرتی تھی۔ (خطبات دین پوری، جلد 3، ص:226)

☆ شاہ جی کو خراجِ عقیدت:۔

وقت کے نامور علماء کو شاہ جی کی ان دینی خدمات کا ہمیشہ اعتراف رہا۔ چند نامور لوگوں کے تأثرات، واقوالات ملاحظہ فرمایئے:.......

☆......مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا: شاہ جی کی باتیں تو عطاء الٰہی ہوتی ہیں۔

☆......مولانا شبیر احمد عثمانی کا ارشاد تھا: شاہ جی آپ تو اسلام کی مشین ہیں۔

☆......مولانا ابوالکلام آزاد نے کہا تھا: یہ پورا دور اُن کا شکر گذار ہے۔

☆......مفتی کفائت اللہ دہلوی فرماتے تھے: عطاء اللہ شاہ علماء کی آبرو ہیں۔

☆......علامہ انور شاہ کاشمیری نے تو حضرت شاہ جی کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی۔ اور فرمایا: قادیانیوں کے خلاف ان کی ایک تقریر ہماری پوری تصنیف سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

☆......مولانا ظفر علی خان: بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسول میں

☆......خواجہ حسن نظامی دہلوی: انہیں دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے مسلمان یاد آتے ہیں۔

☆......حافظ علی بہادر (ایڈیٹر ''دورِ جدید'' بمبئی، بھارت): ایک فقیر جس کے دامن میں اللہ کے خوف اور رسول کے عشق کے سوا کچھ نہ تھا جس کو ہمیشہ زنجیروں نے سلام کیا۔

☆......مولانا تاج محمود لائلپوری: ان کے کل محاسن خطابت کیلئے اور ان کی خطابت عشقِ رسول کیلئے تھی

☆......جانباز مرزا: تیرے قدموں میں رہا تاجِ فرنگی کا وقار

☆......مولانا داؤد غزنوی: بخاری مرحوم جیسا اسلام کا شیدائی دنیا میں پیدا ہونا مشکل ہے

رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

(سوانح وافکار سید عطاء اللہ شاہ بخاری، از شورش کاشمیری، ص:۲۰۱، بیس بڑے مسلمان)

عاشقِ خیر الانام محدّثِ جلیل

حضرت مولانا سید محمد بدرِ عالم میرٹھی ثم المدنی

نور اللہ مرقدہ

﴿آپ میرٹھ کے ایک سید گھرانے میں 1316ھ کو پیدا ہوئے، ابتدا میں سکول پڑھتے تھے کہ ایک وعظ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا سنا اور دنیوی تعلیم چھوڑ کر 1330ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے جہاں حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری وغیرہ اساتذہ سے علوم دینیہ کی تکمیل کی اور 1336 میں دورۂ حدیث شریف پڑھا، پھر وہیں مدرّسی اختیار کر لی اور بعد ازاں مدرسی چھوڑ کر دوبارہ دار العلوم دیو بند جا کر دورۂ حدیث پڑھا آپ کی علمی تدریسی اور تصنیفی وتبلیغی خدمات گرانقدر ہیں آپ اردو اور عربی میں بڑی مؤثر اور لطیف شاعری بھی کرتے تھے۔ بعد ازاں جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہیں رہنے کی ٹھانی، رسولِ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک شہر میں اور جوارِ حبیب میں رہنا آپ کی دلی تمنا تھی، جو کہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور پھر طویل علالت کے بعد مدینہ طیبہ میں ہی اکتوبر 1965ء بروز جمعہ کو اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور متبع سنت کو اپنے حبیب کے پڑوس کے لئے پسند فرمالیا﴾

عشقِ رسول میں سرشار علماءِ دیو بند:۔

علماءِ دیو بند کس قدر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار رہے یہ اہلِ علم اور اہلِ محبت سے مخفی نہیں۔ حضرت مولانا سید محمد بدرِ عالم میرٹھی بھی عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قافلے میں رواں دواں ملتے ہیں آپ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا مدعی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت پوری طرح نہیں کرتا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت سے خالی ہے وہ سراسر دھوکے میں ہے۔

(بیس مردانِ حق، ج:۱، صفحہ:۸۸۶)

☆سکونتِ جوارِحبیبِ رب العالمین:۔

عشاقِ مدینہ کی دعا ہے یہ خدا سے
جنت میں عطا ہم کو مدینہ کی فضا کر

عرصہ سے مدینہ منورہ زادھا اللہ نورا کی سکونت کی آرزو دل میں موجزن تھی اور نہائت ہی والہانہ انداز میں مدینہ منورہ کی ہجرت کا سودا دماغ میں سمایا ہوا تھا۔ چنانچہ ......﴿ **البدر الساری تعلیقات فیض الباری** ﴾ میں انتہائی والہانہ اور رقت انگیز انداز میں اس آرزو کا اظہار کیا" رب العرش العظیم کی بارگاہ سے شرفِ قبولیت کے ساتھ سرفرازی ہوئی اور نالہ ہائے سحری رنگ لائے اور جوارِ حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا نے تصور سے بھی بالاتر طریقے پر واقعے کی صورت اختیار کرلی عبادت واستقامت ،ادب وسکون، ذکر وفکر کے ساتھ مسجد نبوی کی حاضری نصیب ہوتی رہی۔

آپ اشعارِ محبت سے اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر یوں ادا کرتے ہیں:......

جب قدم رکھا مدینہ میں تو فوراً پھر گیا
میری گردش کا ستارہ، میں تو اس قابل نہ تھا
مل گیا جس کو مدینہ، اس کو سب کچھ مل گیا
مل گیا مجھ کو کنارہ، میں تو اس قابل نہ تھا

یہاں تک کہ علالت نے صاحبِ فراش بنادیا پورے چار سال صاحبِ فراش رہے اس دور میں صبر وشکر ورضا بالقضا کے جو منازل طے کئے اور جو نعمتیں ان کو نصیب ہوئیں قابلِ صدرشک ہیں

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

☆ جوارِ رسول ﷺ میں ایمان کے ساتھ خاتمہ ہو جائے:۔

مدینہ طیبہ میں دفن ہونے کا آپ کو بہت شدت سے اشتیاق تھا اس لئے آپ ہر وارد وصادر سے دعا کراتے کہ اب کسی اور طرف جانا نہ ہو، ندوہ کے سابق شیخ الحدیث مولانا تقی الدین بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حاضر ہوا، سلام ومصافحہ کے بعد دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا دعا آپ لوگ کریں، آپ لوگ محبوبِ خدا کے مہمان ہیں کہ جوارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایمان پر خاتمہ ہو۔ (بیس مردانِ حق، ج:۱، صفحہ::۸۸۶)

عجم کی سیر بہت کر چکے اے رب کریم
دعا ہے اب تو رہیں ہم سدا مدینے میں

☆ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دلی تمنا قبول فرمائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے اور اللہ کریم نے اپنے حبیب کے چاہنے والے کو جوارِ رحمت للعالمین کے لئے منتخب فرما کر اس سعادتِ ابدی سے سرفراز فرما دیا۔ آپ کا نعتیہ کلام:

ہر جلوہ پہ ضیاء رخِ انور کا نور ہے
شانوں میں کیا بلند یہ شانِ حضور ہے
شافع ہیں روزِ حشر کے سب کے ہیں پیشوا
محبوبِ کبریا ہیں یہ شانِ حضور ہے
سب پہ حریص اور رؤف و رحیم ہیں
سب میں عزیز ہیں یہ شانِ حضور ہے
منشاء ہیں خلق و امر کا مبداء ہیں منتہیٰ
منبع وجود کا ہیں یہ شانِ حضور ہے
مجھ سے سیاہ رو کی جو بخشش بھی ہو گئی
یہ شانِ مغفرت ہے یہ شانِ حضور ہے

مفسّرِ قرآن

فقیہِ دوراں ،مفتیٔ اعظم پاکستان

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

﴿ آپ 21 شعبان، 1314ھ میں دیو بند ضلع سہار نپور میں پیدا ہوئے، خاندانی اعتبار سے آپ عثمانی تھے آپ کے والد ماجد مولانا محمد یٰسین دیو بندی ایک جید عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے، آپ کو بچپن ہی سے عظیم القدر علماء کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا، دار العلوم دیو بند سے 1335ھ میں فارغ التحصیل ہوئے، زمانہ طالب علمی میں آپ کا شمار بے حد ذہین طلباء میں ہوتا تھا، بعد فراغت دار العلوم دیو بند میں ہی تدریس شروع کردی، حدیث کی مشہور کتاب ابو داؤد شریف اور ادبِ عربی کی مشہور کتاب مقاماتِ حریری کا ایسا شاندار سبق ہوا کرتا تھا جس میں علماء بھی بیٹھ کر فیض یاب ہوتے تھے، 1349ھ میں دار الافتاء کا کام آپ کو سونپا گیا جسے آپ نے بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا، تصنیف و تالیف میں بھی آپ بڑی دلچسپی رکھتے تھے چنانچہ آپ کے قلم سے تین سو سے زائد کتب و رسائل منصہ شہود پر آئے، 1949ء میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ جمعیت علماءِ اسلام کے صدر منتخب ہوئے، 1370ھ میں آپ نے نہائت بے سروسامانی کی حالت میں ایک مدرسہ، دار العلوم کراچی کا آغاز کیا، آپ کے اخلاص اور آپ کے رفقاء و اولاد کی جانفشانی سے آج ملک بھر کے مدارس میں سب سے بڑا اور اہم دینی ادارہ ہے، 5 اکتوبر 1976ء کو آپ نے رحلت فرمائی، رحمۃ اللہ علیہ ﴾

☆ کعبے کی قسم، رونق کعبہ بھی وہی ہیں:۔

ادب و عظمت، اتباع و اطاعتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہمارے اکابر کا شیوہ رہا ہے، ان کے یہی اوصافِ عشق ہیں جس کے باعث ان کے تذکرے منور اور ان کی شخصیتیں بلند ہیں۔ حضرت مفتی صاحب جب مدینہ طیبہ زادھا اللہ شرفاً وفضلاً جاتے تو کبھی روضہ اقدس کی جالی تک پہنچ ہی نہیں پاتے تھے بلکہ ہمیشہ یہ دیکھا کہ جالیوں کے سامنے ایک ستون ہے اس ستون سے لگ کر کھڑے ہو جاتے بلکہ وہاں اگر کوئی آدمی کھڑا ہوتا تو اس کے

پیچھے ہو کے کھڑے ہو جاتے اور ایک دن خود ہی فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید تو بڑا شقی القلب آدمی ہے یہ اللہ کے بندے ہیں جو جالی کے قریب تک پہنچ جاتے ہیں اور قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور سرکارِ دو عالم ﷺ کا جتنا بھی قرب حاصل ہو جائے ہو نعمت ہی نعمت ہے لیکن کیا کروں کہ میرا قدم آگے بڑھتا ہی نہیں ..

ے سر سے پاؤں تک وہ گلابوں کا شجر لگتا ہے
باوضو ہو کر بھی چھوتے ہوئے ڈر لگتا ہے

پھر فرمایا کہ وہاں کھڑے کھڑے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا مگر اس کے بعد فوراً یہ محسوس ہوا کہ جیسے روضہ اقدس سے یہ آواز آرہی ہے کہ ''جو شخص ہماری سنتوں پر عمل کرتا ہے.....وہ ہم سے قریب ہے خواہ ہزاروں میل دور ہو...اور جو شخص ہماری سنتوں پر عمل نہیں کرتا ...وہ ہم سے دور ہے چاہے وہ ہماری جالیوں سے چمٹا ہوا ہو (ارشاداتِ اکابر ص:۱۱۴)

وہ شمعِ حرم ،جس سے منور ہے مدینہ
کعبے کی قسم ،رونق ِ کعبہ بھی وہی ہے
نظروں کو جھکائے ہوئے خاموش گذر جاؤ
بے تاب نگاہی بھی یہاں بے ادبی ہے

☆دل شوق سے لبریز ہے اور آنکھ بھی نم ہے:۔

سبحان اللہ ہر عاشق کا رنگ نرالا اور انداز متوالا ہوتا ہے..بقولے شاعر ...ع...ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است......ذاتِ حبیبِ کبریا ﷺ کے عاشقِ اول سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا حال سنیے! فرمایا: اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْھِکَ :اے محبوب

ﷺ آپ کے رخِ انور اور رخسارِ اطہر کو دیکھنا اور دیکھتے رہنا ہی میری اولیں خواہش ہے۔ کہیں تو یہ رنگ ہے اور انہی عشاق میں کہیں کہیں یہ انفرادی رنگ بھی پایا جاتا تھا کہ وہ ماہتابِ کائنات، آفتابِ رسالت، اور اپنے سچے محسن کے سامنے نگاہ بلند کرنے سے قاصر تھے بس مجسمۂ ادب بن کر حلاوت سے لبریز باتیں سنتے حکمت کے موتی چنتے، اور خوشی سے سر دھنتے اور یہ کہہ کے جھوم جھوم جاتے ...... فداك ابي وامّي، فداك روحي وجسدي ۔ وہ جمالِ نبوت کی تاب لانے کی سکت نہ رکھتے تھے وہ ضیا پاشی کرتے اس رخِ جاناں پہ بس فدا ہونا جانتے تھے یا حکم کی تعمیل میں جاں سے گذر جاتے،

اسی تناظر میں حضرت مفتی صاحب کا یہ واقعہ ملاحظہ فرمایئے: کہ ایک صاحب آپ کے پاس آئے اور کہا حضرت! مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتا دیجئے جس کی برکت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھائی! تم بڑے حوصلہ والے آدمی ہو کہ تم اس بات کی تمنا کر رہے ہو کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت ہو جائے ہمیں تو یہ حوصلہ نہیں ہوتا کہ یہ تمنا بھی کریں اس لئے کہ ہم کہاں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کہاں؟

اور اگر زیارت ہو جائے تو اس کے آداب، اس کے حقوق اور اس کے تقاضے کس طرح پورے کریں گے اس لئے خود اس کے حاصل کرنے کی نہ تو کوشش کی اور نہ کبھی اس قسم کے عمل سیکھنے کی نوبت آئی جس کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے البتہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خود ہی زیارت کرا دیں تو یہ ان کا انعام ہے اور جب خود کرائیں گے تو اس کے آداب کی بھی توفیق بخش دیں گے۔ (ارشاداتِ اکابر، ص ۱۲۱)

☆ ازراہِ ادب......

سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات جن میں اہل ایمان کو آدابِ نبوت سکھائے گئے ہیں ان کے ذیل میں مفتی اعظم پاکستان، مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ بڑی محبت اور وارفتگی سے فرمایا کرتے تھے آقائے کونین ﷺ کا ایک ادب یہ بھی سکھایا گیا ہے جس وقت آپ مکان یا آرامگاہ میں تشریف فرما ہوں اس وقت باہر کھڑے ہوکر پکارنا خصوصاً گنوار پن کے ساتھ نام لے کر پکارنا بے ادبی ہے عقل والوں کا یہ کام نہیں۔

اہلِ عرفاں کا یہ کہنا ہے کہ انسانوں میں
ایک صدیق رضی اللہ عنہ نے پہچانا ہے رُتبہ تیرا

------------﴿جو نبیؐ کے ساتھ سویا ہوا ہے اس کا مقام بھی اعلیٰ ہے﴾------------

میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ میرے محمد ﷺ نے جس پتھر پر قدم رکھا وہ پتھر سب سے اعلیٰ جس سواری پر نبی کا وجود آیا وہ سواری سب سے اعلیٰ وہ شہر جس شہر میں نبی آیا وہ شہر سب سے اعلیٰ مجھے کہنے دو کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو دنیا سے رخصت ہوئے چودہ صدیاں بیت گئیں... حاجی حج کرنے جاتا ہے حج کرکے واپس آکر کہتا ہے کہ یہ مدینے کی کھجور لایا ہوں مدینے کی کھجور میں برکت کیوں ہے؟ کہ محمد مصطفیٰ کے شہر سے کھجور آئی ہے نبی کے شہر سے رومال آیا اس میں برکت ہے نبی کے شہر سے کپڑا آیا اس میں برکت ہے مکہ سے پانی آیا اس میں برکت ہے مدینے سے خاکِ شفا آئی اس میں برکت ہے مسلمانو! محمد ﷺ کے مدینے میں برکت ہے، ہواؤں میں برکت ہے کپڑوں میں برکت ہے پسینے میں برکت ہے خاکِ شفا میں برکت ہے کھجوروں میں برکت ہے اور جو نبی کے ساتھ سویا ہوا ہے اس میں برکت نہیں مانتا... میرے نبی کا مقام سب سے اعلیٰ ہے اور جو اس کے ساتھ سویا ہوا ہے اس کا مقام بھی اعلیٰ ہے۔ (صدائے فاروق صفحہ ۱۴۷)

☆----------☆

مبلغِ اسلام، خطیبِ بے نیام، محی السنۃ

حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

ماان مدحت محمدا بمقالتی:۔

آپ عشق و محبت میں ڈوب کر بیان فرمایا کرتے تھے سامعین کو سیرتِ حبیبِ کبریا ﷺ پر ایسا پُر اثر وعظ فرماتے تھے کہ ہر کوئی عش عش کر اٹھتا، ایک بار سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر کر رہے تھے دوران تقریر اپنے مخصوص انداز میں سامعین سے فرمایا ایک بات بتاؤں پھر فرمایا ''یہ خیال نہ کرنا کہ اچھی صفات کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی شان بڑھ گئی اس کو دو تین بار دوھرایا۔ سامعین حیران تھے پھر فرمانے لگے یہ صفات اس لیے اچھی بن گئیں کہ انہیں آپ نے اختیار فرمایا اور انہیں قبولیت کا شرف بخشا ع تیری خاکِ پا جسے چھو گئی وہ برا بھی ہے تو برا نہیں اسی طرح کا مضمون حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مداح رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا

ے ماان مدحت محمدا بمقالتی لکن مدحت مقالتی بمحمد

(سوانح مولانا محمد علی جالندھری ص ۲۰۲، از پروفیسر نور محمد)

☆ یوں تاج تیرے نقشِ قدم کو بنالیا:۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کی وجہ سے سید لوگوں کا بہت احترام کرتے تھے اور بہت عزت سے پیش آتے تھے نیز آپ نے عمر بھر اس بات کا اہتمام کیا کہ معتقدین میں سے سادات خاندان کے فرد سے کوئی ایسی خدمت نہیں لی جو اس کے شایان شان نہ ہو یہ

اہتمام صرف ان کے نبی کریم ﷺ سے خاندانی تعلق کی بنا پر تھا حتیٰ کہ اس تعلق کے جھوٹے دعوے دار بھی ان کی نگاہ میں قابلِ احترام بن گئے جب تبلیغی سفر پر تشریف لے جاتے اور کوئی قدردان ان کے پاؤں دبانے کی سعادت پانا چاہتا تو پہلے دریافت فرمالیا کرتے کہ وہ سید تو نہیں۔

آپ کے صاحبزادے مولانا عزیز احمد نے بتایا کہ مرض الوفات کے دنوں میں جب وہ سخت نڈھال تھے اور دردِ دل نے ان پر غنودگی کی کیفیت طاری کر رکھی تھی ایک صاحب نے جو سید ہونے کے دعوے دار تھے (مگر سید نہ تھے) آپ کے پاؤں دبانا چاہے آپنے اس جانکنی کی حالت کے باوجود اپنے پاؤں کھینچ لئے یہ صاحب جب بضد ہوئے تو آپ نے فرمایا بھائی جس ذات (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی بخشش کا سہارا سمجھ رکھا ہے اور پوری زندگی کا سردار بنا رکھا ہے ان سے رشتہ داری کے دعوے داروں سے پاؤں کیسے دبواؤں؟ یہ فرمایا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ (ایضاً ص:۱۵۴،)

سر پہ سجائی شوق سے تصویر کھینچ کر
یوں تاج تیرے نقشِ قدم کو بنا لیا
چھو کے نبیؐ کے پائے مبارک کی رفعتیں
غارِ حرا نے اپنا مقدر جگا لیا

☆ع روئے دل را جانبِ دلدار کُن

کبھی کبھی تو یہ مقدس تعلق غلبہ حال کی کیفیت طاری کر دیتا اور وہ دیوانگی پر اتر آتے میرے محسن اور بزرگ مولانا طفیل احمد جالندھری نے بتایا کہ ایک بار جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں آپنے فخرِ انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیاری فقر و فاقہ اور سادگی کے

موضوع پر تقریر کی جب فارغ ہو کر مہمان خانہ میں تشریف لائے تو انہیں شیشہ کے گلاس میں پانی پیش کیا گیا رو پڑے اور فرمانے لگے ''میرے لئے مٹی کا پیالہ لاؤ آج تو یہ غلام اپنے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر پانی پئے گا قلندر کے ان الفاظ میں کیا جادو بھرا تھا تمام حاضرین پر گریہ طاری ہو گیا

ہاتھ آ جائے اگر خاک تیرے نقشِ قدم کی
سر پہ کبھی رکھیں، کبھی آنکھوں سے لگائیں

☆ **پھر ماہِ طیبہ کے جلووں نے گھیرا ہے مجھے:۔**

جن دنوں وہ دسمبر، جنوری ۱۹۶۹ء میں نشتر ہسپتال ملتان میں مثانہ کی غدود کے آپریشن کے بعد زیرِ علاج تھے اور راقم السوانح (پروفیسر نور محمد) ان کی خدمت کی سعادت پا رہا تھا ایک دن مجھے کہنے لگے ''جب ڈاکٹر مجھے آپریشن تھیٹر میں لے گئے تو میری طبعیت سخت گھبرائی اور موت کے ڈر سے میری کیفیت یہ ہو گئی جیسے میرے جسم میں کانٹے چبھو دیے گئے ہوں جب ڈاکٹروں نے مجھے لٹایا تو میں نے کلمہ طیبہ کا ورد کرنا شروع کر دیا کہ بس اب تو کریم آقا کی حاضری کا وقت آ ہی گیا معاً میرا خیال نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس اور گنبدِ خضراء کی طرف چلا گیا اللہ پاک نے وہ محویت عطا فرمائی کہ ڈاکٹروں نے میرا پیٹ چاک کر کے سی بھی دیا اور مجھے معمولی تکلیف کا احساس بھی نہ ہوا یہ آپ سے محبت کی کرشمہ سازی تھی۔

ترے اسمِ گرامی کا وظیفہ راحتِ جاں ہے
سکونِ قلب! ترے ذکرِ عنبر بار کی باتیں

(بے شک محبت بہت سی مشکل گھاٹیوں کو آسان کر دیتی ہے اور محبوب کا پاکیزہ تخیل جب دل و دماغ میں سما جاتا ہے تو یقیناً پرواز کی بلندی حاصل ہو جاتی ہے)۔

☆اس میں مبارک شہر کی خوشبو بسی ہے:۔

آپ کے صاحبزادے مولانا عزیز الرحمٰن نے راقم کو بتایا کہ جس دن وہ اس دارِ فانی سے رختِ سفر باندھ رہے تھے اس دن آپ نے جدائی سے تھوڑی دیر پہلے انہیں بلایا اور کہا ''وہ رومال جو میں مدینہ منورہ سے لایا تھا وہ میرے تکیہ پر پھیلا دو تا کہ اسے اپنی آنکھوں سے لگاؤں اور انہیں ٹھنڈا کروں اپنے رخسار اس سے رگڑوں اور سکون حاصل کروں اس رومال میں میرے سردار ﷺ کے مبارک شہر کی خوشبو بسی ہوئی ہے فراق کا وقت ہے پھر یہ وصال نصیب ہو نہ ہو

ع اے گل بتو خورسندم کہ تو بوئے کسے داری

مولانا عزیز الرحمٰن کہتے ہیں کہ چونکہ ان پر خاص وجدان کی کیفیت طاری تھی میں نے فوراً وہ رومال نکال کر ان کے تکیہ پر پھیلا دیا اور انہوں نے اس پر اپنی آنکھیں بچھا دیں

اس دورِ سکوں سوز میں تسکیں نہ ملے گی
کیفِ دل و جاں ذکرِ پیمبر سے ملے گا

(سوانح مولانا محمد علی جالندھری ص:۱۵۴ تا ۱۵۷، از پروفیسر نور محمد)

☆☆

داعیٔ اسلام،مبلّغِ دین،نوائے حق

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ

﴿ آپ ان علماء حق میں سے تھے جن کا علم وفضل، زہد وتقویٰ اور خلوص وللّٰہیت مسلّم تھی، آپ اپنے دور کے عظیم محدث اور محقق فقیہ تھے اور مایہ ناز خطیب بھی، اٹاوہ شہر کے ایک علمی گھرانے میں 1915ء میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ کا شجرہ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، بچپن ہی سے حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر نگرانی تعلیم شروع کی اور پھر آپ ہی کے ارشاد پر مظاہر العلوم سہار نپور میں داخل ہوئے، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ آپ پر خصوصی شفقت رکھتے تھے، بعد ازاں دار العلوم دیوبند میں پڑھتے رہے اور 1937ء میں فراغت پائی، پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد اس کے دستور کی ترتیب وتشکیل میں بھی مؤثر خدمات سرانجام دیں،

ریڈیو پاکستان پر بھی بے لوث درسِ قرآن جیسی خدمات بھی آپ کی زندگی کا حصہ ہیں، خطابت میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص ملکہ انہیں عطا فرمایا تھا دلوں پر اثر چھوڑنے والی باتیں آپ بہت مؤثر پیرائے میں کرتے جس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوتا تھا اپنے پرائے سبھی آپ کے معترف تھے 11 اپریل 1980ء بروز جمعۃ المبارک آپ کا انتقال ہوا، اللہ ان کی قبر کو رحمت سے بھر دے، آمین ﴾

☆ مومن تو عاشق ہوتا ہے دیوانہ ہوتا ہے:۔

''ہر قوم کو اپنے پیغمبر سے اپنے رسول سے محبت ہوتی ہے ہمیں اور آپ کو بھی محبت ہے اور میرے خیال میں تو یہ کہنا کہ ہمیں اور آپ کو محبت ہے بہت کمزور سی بات ہے کیونکہ مومن صرف محبت نہیں کرتا بلکہ مومن تو عاشق ہوتا ہے دیوانہ ہوتا ہے اپنے نبی ﷺ اور پیغمبر کا ۔سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں نے ایسی ہی محبت کی جیسے کوئی دیوانہ اور جیسے کوئی

عاشق اپنے محبوب سے محبت کرتا ہے ہمارے اور آپ کے دل لبریز ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے، ایک مومن اور ایک مسلماں درحقیقت عاشق ہے سرکارِ دو عالم ﷺ کا، جب ہم اور آپ دیوانے ہیں اور عاشق ہیں حضور کے اور ہمیں فخر ہے تو ہماری اس دیوانگی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سرکار دو عالم ﷺ کو یاد کریں ہم ان کی اداؤں کا تذکرہ کریں ہم ان کی زندگی کا ذکر کریں ہم ان کے کمالات کو یاد کریں.... ہمیں آپ کے ذکر میں لذت آتی ہے جس طرح ایک عاشق کو اپنے محبوب کے ذکر میں لذت آتی ہے۔

سوہنے دی گل بات نہ مکے　　کردے رہیے، رات نہ مکے
پڑھ دا رہواں نعت نبی دی　　نعت نہ مکے، رات نہ مکے
روضے تے جا کے نظارے ویکھاں　　عمر لنگھے تے، ملاقات نہ مکے

اور ہمارے لئے بہت بڑی سعادت ہے کہ یہ سیرت کے جلسے اور محفلیں منعقد کر کے اپنے پیغمبر سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں ذکرِ نبی ﷺ سے اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں سکینہ نازل ہوتی ہے اور وہ شہر اور بستی عام آفتوں اور مصیبتوں سے اللہ تعالیٰ محفوظ فرما دیتے ہیں جہاں سرکارِ دو عالم ﷺ کا تذکرہ بیان کیا جا رہا ہو اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جس جگہ آپ کا ذکرِ مبارک کیا جاتا ہے وہاں پر اللہ کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ (۱)

☆ اصل عشقِ رسول ﷺ:۔

نبی ﷺ نے عقیدت و محبت کا لازمی نتیجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق اور اطاعت و پیروی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اپنے رسول ﷺ کی سی پیروی چاہتے

ہیں یہ اس وقت ہی ممکن ہے جب مومن کا دل سرکارِ دو عالم ﷺ کے عشق و محبت سے لبریز ہو اور اصل عشقِ رسول ﷺ، اسوۂ رسول کے تابع ہے۔(۲)

☆درود پڑھنے والوں میں میرا نام لکھ لیا گیا ہے:۔

مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ اقدس سے بے پناہ محبت تھی وہ درود پاک بہت کثرت سے پڑھتے تھے اور درود تنجینا مولانا کا سب سے محبوب درود تھا اور یہ درود ان کا شب و روز کا معمول تھا اور وہ اپنے بچوں اور متعلقین کو بھی اس کے پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔

ایک بزرگ اور عارف باللہ نے مولٰنا کے انتقال کے بعد انہیں خواب میں دیکھا اور ان کی خیریت دریافت کی تو مولانا مرحوم نے ان بزرگ سے کہا الحمد للہ! کہ میرا نام حضورِ اقدس ﷺ پر درود پڑھنے والوں کی فہرست میں لکھ لیا گیا ہے۔(۳)

نہ ہو قناعت شعار گل چیں، اسی سے قائم ہے شان تیری
وفورِ گل ہے اگر چمن میں، تو اور دامن دراز ہو جا

☆عشق و محبت میں ڈوب کر:۔

اپنے حبیب ﷺ کے اس عاشق کو قدرت نے خداداد مقبولیت سے سرفراز فرمایا تھا ہر ایک ان کا معترف نظر آتا تھا مولانا کوثر نیازی صاحب فرماتے ہیں: ''خطابت میں مولانا کا اسلوب بڑا منفرد اور جداگانہ تھا، قرآن کریم پڑھنا شروع کرتے تو جی چاہتا کہ بس پڑھتے ہی رہیں ویسے تو ہر موضوع پر بولتے تھے مگر سیرت النبی ﷺ کا بیان ان کا دل پسند موضوع اور ایک لحاظ سے ان کی زندگی کا عشق تھا سیرت النبی ﷺ کے جلسوں میں ان کا بیان خاص طور پر دلکش اور نرالا ہوتا تھا وہ آقائے نامدار ﷺ کے عشق و محبت میں ڈوب کر بیان فرماتے تھے

..... یہاں تک کہ ذکرِ حبیب ﷺ کرتے کرتے یہ عاشقِ رسول واصل بحق ہوئے اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی ،..ع..یہ اس کی دین ہے جسے چاہے پروردگار دے ۔(۴)

......([پیراگراف: ۱ تا ۴] حیاتِ احتشام صفحہ،۱۸۰،۱۷۹)

اے دل! تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سوایسا زیاں نہیں

--------◈--------

میرے بچے کو حضور ﷺ کی آبرو پر قربان کردو

1953ء کی تحریک میں ایک روز مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ، جامع مسجد کچہری بازار (فیصل آباد) میں شمع رسالت کے پروانوں کے ایک بے انتہا مجمع سے مخاطب تھے۔حکومتِ پاکستان کی جانب سے قادیانیوں کے تحفظ کے خلاف وہ اس بپھرے ہوئے مجمع سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بیان فرمارہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے الفت اور قادیانی نظریات سے نفرت دلا رہے تھے۔ان کا انداز نرالا تھا، زبان عشق نبوت سے آشنا تھا اور دل حضور صلی اللہ وسلم کی محبت میں لبریز۔

ختم نبوت کے تحفظ کے لئے انہوں نے لوگوں کو یوں جھنجھوڑا کہ مسجد کی سیڑھیوں پر کھڑی ایک خاتون محبتِ نبوی کے جذبہ سے سرشار ہوکر آگے بڑھی اور اور اپنی گود سے چھوٹا سا بچہ اٹھا کر مولانا کی جانب اچھال دیا اور پنجابی میں یہ کہا: مولوی صاحب! میرے پاس ایک یہی سرمایہ ہے اسے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر قربان کردیجئے۔

سارا مجمع اس وقت دھاڑیں مار مار کر رونے لگا خود مولانا نے روتے ہوئے کہا: بی بی! سب سے پہلے گولی ختم نبوت کی خاطر تاج محمود کے سینے سے گزرے گی اور پھر میرے اس بچے (قدموں میں بیٹھے ہوئے اپنے معصوم اکلوتے بیٹے صاحبزادہ طارق محمود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کے سینے سے، پھر اس مجمع میں بیٹھے تمام افراد گولیاں کھائیں گے اور جب یہ سب قربان ہوجائیں تو اپنے بچے کو تو اس وقت لے آنا اور اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر قربان کردینا، یہ کہا اور وہ بچہ اس عورت کے حوالے کردیا۔(شاہراہِ عشق کے مسافر،صفحہ:20)

عشق کو دنیا کھیل نہ سمجھے کام ہے مشکل نام ہے آساں

فضیلت مآب، شیخ الحدیث

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

امیر مجلس تحفظ ختم نبوۃ پاکستان

﴿ نامور محقق، عالم وفقیہہ، محدثِ عصر، ادیب وشاعر، ہمہ جہت صلاحیتوں کے مالک تھے، 1906ء بنور نامی گاؤں میں پیدا ہوئے جو کہ پشاور میں واقع ہے ابتدائی تعلیم کے بعد مختلف علوم وفنون کی تعلیم دارالعلوم دیو بند میں حضرت کشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی وغیرہ اساتذہ سے حاصل کی، ختم نبوت کی تحریک میں قیادت کا آپ نے حق ادا کیا اور تحریک کو جو کامیابی اللہ تعالیٰ نے عطا کی وہ آپ کی مخلصانہ کاوشوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا واضح ثمر تھا،

بینات نامی ایک مجلہ بھی آپ کی سرپرستی وادارت میں جاری ہوا جو کہ آج تک بحمد اللہ جاری ہے درجنوں تصانیف میں جامع ترمذی کی شرح بزبانِ عربی، چار جلدوں میں اعلاء السنن اور مزید چند عربی تصنیفات سرِ فہرست ہیں، حضرت اقدس مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا محمد یوسف بنوری، علامہ محمد انور کشمیری کے علم کے صحیح حامل ہیں، عشق رسول اور اتباعِ سنت آپ کی زندگی کا گراں بہا سرمایہ تھا، پیر کے روز اکتوبر 1977ء میں آپ کی وفات ہوئی، اللہ تعالیٰ ان کی بیش از بیش خدمات کو شرفِ قبول بخشے اور ان کے نقش قدم پر ہمیں چلائے، آمین ﴾

☆ مدینہ طیبہ میں زیارت واعتکاف:۔

......حضرت بنوری علیہ الرحمۃ کا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی حضور کا نامِ نامی آتا، آنکھیں پرنم ہو جاتیں، مدینہ طیبہ میں زیارت واعتکاف کے موقعہ پر اس محبت وعشق کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا مسجدِ نبوی اور مواجہہ شریف کا احترام واکرام واجلال طبعیتِ ثانیہ بن چکا تھا کئی بار خواب میں زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ توبہ وانابت وخوف وخشیت سے سرشار تھے، ڈرنے والا دل، رونے والی آنکھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی تھی۔ (ماہنامہ بینات، حضرت بنوری نمبر، جنوری فروری ۷۸ء، صفحہ:۱۴۹)

☆......عشقِ رسول مقبول ﷺ:۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اکابر علماء دیوبند کا طرۂ امتیاز اور حاصلِ زندگی ہے ،حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی عملی زندگی سراپا معمورۂ عشقِ رسول تھی ،سنت ان کے ہر عمل کا ہدف تھی اور عشقِ رسول ان کی زندگی کی سب سے قیمتی متاع تھی۔

آپ کو بڑی چاہت اور شوق ولگن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسجد نبوی میں اعتکاف کی سعادت عطا فرمائی، جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب آپ کے ہمراہ تھے وہ راوی ہیں کہ مسجدِ نبوی میں اعتکاف کے دوران افطار اور سحری میں قسم قسم کے کھانے آتے تھے اول اول میں نے کھانے میں کچھ تکلف کیا۔حضرت بنوری نے اس کو کچھ محسوس کرلیا،مجھ سے علیحدگی میں فرمایا: تنزیل الرحمٰن !اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے اور ہم یہاں آتے تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہوتے ،آج آنحضرت ﷺ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں تو یہ خادمانِ رسول ﷺ جو مدینۃ النبی کے ساکن ہیں ہماری میزبانی کرتے ہیں ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں اور یہ سب خادمانِ رسول ہیں تم کھانے پینے میں تکلف نہ کیا کرو رغبت سے کھایا کرو۔مولانا بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا سمجھانے کا وہ پیار ومحبت بھرا انداز جب یاد آتا ہے تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں......حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جذبہ اطاعتِ رسول اور اکرامِ ضیافت دیکھ کر مجھے عارفی مرحوم یاد آگئے......ارشاد فرماتے ہیں

؎ یہی جی چاہتا ہے اب تو دنیائے تعلق میں
نہ ہو تیرے سوا کوئی جہاں تک بھی نظر آئے

☆عاشق کی آنکھوں کا سرمہ:۔

......عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ روضہ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خاک

پاک محفوظ رکھی تھی، ساتھ ہی چراغ میں جلنے والا تیل، اور بیت اللہ کے غلاف کا ٹکڑا اور خانۂ خدا کے چھت کی لکڑی، نیز جس ملفوف میں یہ قیمتی اشیار محفوظ کرر کھی تھیں اس پر یہ وصیت تحریر فرمارکھی تھی کہ اس خاکِ پاک کو میری آنکھوں کا سرمہ، تیل کو کفن کا عطر، غلاف کعبہ کو کفن کی زینت اور خانہ خدا کے چھت کی لکڑی کو قبر میں رکھ دیا جائے۔ الحمد للہ سب وصیتوں پر حسبِ ہدایت عمل کیا گیا۔ (ماہنامہ بینات، حضرت بنوری نمبر، جنوری فروری ۷۸ء، ص:۲۶۸)

صبا سے کیوں نہ رورو کر کہوں میں حالِ دل اپنا
یہی قاصد ہوا کرتی ہے اکثر کوئے جاناں کو

☆ شرفِ صحابیت کی ایک لازوال تعبیر اور بے مثال تحریر:۔

اندازِ محبت سے بھرپور تحریر، جس میں عالمانہ رنگ کے ساتھ عاشقانہ رنگ بھی نمایاں طور پر موجود ہے اور جذب وانبساط کی کیفیات واضح تر ہیں، سبحان اللہ! فرماتے ہیں: تم ہوا پر اڑلو، آسمان پر پہنچ جاؤ، سو بار مر کر جی لو، مگر تم سے صحابی تو نہیں بنا جا سکے گا۔

☆......تم آخر وہ آنکھ کہاں سے لاؤ گے جس نے جمالِ جہاں آرائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہوگا۔

☆......وہ کان کہاں سے لاؤ گے جو کلماتِ نبوت سے مشرف ہوئے۔

☆......ہاں وہ دل کہاں سے لاؤ گے جو انفاسِ مسیحائی محمدی سے زندہ ہوئے۔

☆......وہ دماغ کہاں سے لاؤ گے جو انوارِ قدس سے منور ہوئے۔

☆......تم وہ ہاتھ کہاں سے لاؤ گے جو ایک بار بشرائ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مَس ہوئے اور ساری عُمر ان کی بوئے عنبرین نہیں گئی۔

☆......تم وہ پاؤں کہاں سے لاؤ گے جو معیتِ محمدی میں آبلہ پا ہوئے۔

☆......تم وہ زماں کہاں سے لاؤ گے جب آسماں زمین پر اتر آیا تھا۔

☆......تم وہ مکان کہاں سے لاؤ گے جہاں سیادتِ کونین جلوہ آرا تھی۔

☆......تم وہ محفل کہاں سے لاؤ گے جہاں سعادتِ دارین کی شرابِ طہور کے جام بھر بھر دیے جاتے ہوں گے اور تشنہ کامانِ محبت هَل مِنْ مَّزِيْد کا نعرۂ مستانہ لگا رہے تھے۔

☆......تم وہ منظر کہاں سے لاؤ گے جو كَاَنِّي اَرَى اللهَ عَيَانًا کا کیف پیدا کرتا ہے۔

☆......تم وہ مجلس کہاں سے لاؤ گے جہاں كَاَنَّمَا عَلٰى رُؤُسِنَا الطَّيْر کا سماں بندھ جاتا تھا۔

☆......تم وہ صدر نشینِ بختِ رسالت کہاں سے لاؤ گے جس کی طرف هٰذَا الْاَبْيَض الْمُتَّكِئ سے اشارے کئے جاتے تھے۔

☆......تم وہ شمیمِ عنبر کہاں سے لاؤ گے جو دیدارِ محبوب میں خوابِ نیم شب کو حرام کر دیتی تھی۔

☆......تم وہ ایمان کہاں سے لاؤ گے جو ساری دنیا کو تج کر کے حاصل کیا جاتا تھا۔

☆......تم وہ اعمال کہاں سے لاؤ گے جو آئینۂ محمدی سامنے رکھ کر سنوارے جاتے تھے۔

☆......تم وہ رنگ کہاں سے لاؤ گے جو صِبْغَةَ اللهِ کی بھٹی میں دیا جاتا تھا۔

☆......تم وہ ادائیں کہاں سے لاؤ گے جو دیکھنے والوں کو نیم بسمل بنا دیتی تھیں۔

☆......تم وہ نماز کہاں سے لاؤ گے جس کے امام، نبیوں کے امام تھے۔

☆......تم قدسیوں کی وہ جماعت کیسے بن سکو گے جس کے سردار، رسولوں کے سردار تھے۔

(عصمتِ انبیاء: مصنفہ: حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہٗ اللہ)

یہ شان ہے خدمتگاروں کی، سردار کا عالم کیا ہوگا
ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے، دیدار کا عالم کیا ہوگا

☆ یہ مبارک راتیں اور مسجد نبوی:۔

مجھے وہ وقت کبھی نہیں بھول سکتا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں معتکف تھے گھٹنوں میں درد کی تکلیف کا سب لوگوں کو علم تھا

اتفاق سے اس مرض کے ایک اسپیشلسٹ ڈاکٹر جو غالباً فیصل آباد کے تھے مدینہ منورہ پہنچ گئے، کسی نے ان سے مولانا کی بیماری کا ذکر کیا تو وہ مولانا کے پاس جائے اعتکاف میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت میں اس کا علاج گھٹنے میں ایک خاص انجکشن لگا کر کرتا ہوں اور فائدہ ہوتا ہے چاہتا ہوں کہ آپ کو بھی لگاؤں۔ فرمایا: بہت اچھا، ڈاکٹر صاحب نے بڑی محنت سے انجکشن لگایا اور عرض کیا کہ ضروری ہے کہ ایک دو دن آپ نماز بیٹھ کر ادا کریں کھڑے ہو کر پڑھنے سے فائدہ زائل ہو جائے گا۔

آپ اس پر خاموش رہے لیکن جب عشاء کی جماعت کھڑی ہوئی تو آپ بھی کھڑے ہو گئے اور نہ صرف یہ کہ فرض نماز بلکہ اس کے بعد تراویح، جن میں کئی پارے پڑھے گئے، پھر تہجد جس میں تین پارے ہوئے، سب میں اول سے آخر تک کھڑے رہے فرض و نفل سب نمازیں کھڑے ہو کر ادا فرمائیں۔

ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت باوجود ڈاکٹر کے منع کرنے کے آپ نے رات بھر سب نمازیں کھڑے ہو کر ادا فرمائیں ایسا کیوں ہوا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے انجکشن سے مجھے درد میں سکون محسوس ہوا لہٰذا دل میں آیا کہ کیوں نہ اس سکون سے روحانی فائدہ اٹھایا جائے عشرۂ اخیرہ کی یہ مبارک راتیں اور پھر مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، میں ہمیشہ ہمیشہ یہ تھوڑی ہی مل سکتی ہیں۔ میں جسمانی راحت کی خاطر کیسے ان روحانی فیوض و برکات سے محروم ہو جاؤں، اللہ مالک ہے اگر صحت نصیب ہوئی تو مل جائے گی۔ (اقراڈائجسٹ، جون جولائی ۸۸ء، صفحہ:۱۱۹)

یا الٰہی جسم میں جب تک ہماری جان رہے
تجھ پہ صدقے، تیرے محبوب پہ قربان رہے

☆ مدینہ منورہ میں کیفیت:۔

مدینہ منورہ میں تو عجب ہی کیفیت ہوتی، مسجد نبوی میں بہت زیادہ ادب کا خیال فرماتے عموماً معمول یہ تھا کہ ہر نماز کے وقت سے پہلے ہی حرم میں تشریف لے جاتے اور خاص کر عصر سے عشاء کا وقت تو حرم میں ہی گذارتے، مواجہہ شریف میں سلام عرض کر کے سامنے ہی بائیں جانب صفِ اول میں بیٹھ جاتے اور یہ سارا وقت عبادت، تلاوت، ذکر اور درود شریف میں گذرتا اور کسی سے بات کرنا پسند نہ فرماتے۔(۱)

یہ خاک مقدس ہے گلابوں کی جبین سے
آہستہ قدم رکھنا مدینہ ہے مدینہ

☆......روضۂ اقدس پر پہلی حاضری:۔

جب آپ نے پہلی بار روضہ اقدس پر حاضری دی تو اپنے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ۱۷۴ ابیات کا طویل قصیدہ، فصیح و بلیغ عربی زبان میں بنا کر ساتھ لے گئے اور روضۂ اقدس پر اسے پڑھا اور اس کے بعد جب مصر تشریف لے گئے تو مصر کے اسلامی ''مجلّہ الاسلام'' ۱۸ رجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا اس قصیدہ کا عنوان تھا شذرات الادب فی مدح سید العجم والعرب اور مدیر مجلّہ نے اس پر یہ عبارت لکھی جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ یہ قصیدہ شیخ محمد یوسف بنوری [رحمۃ اللہ علیہ] کا ہے جنہوں نے اسے ہندوستان میں لکھا اور حجازِ مقدس میں مسجدِ نبوی کے اندر روضۂ اقدس پر اسے پڑھا...... آج ہم اسے شکریہ کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔(۲)

((۱)،(۲)، اقرا ڈائجسٹ، جولائی ۸۸، ص:۱۲۱)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عاشقِ حبیبِ کبریا، شیدائے کلامِ مصطفٰے ﷺ

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی

رحمۃ اللہ علیہ

﴿ آپ 11 رمضان المبارک 1315ھ میں پیدا ہوئے، آپ کا تعلق کاندھلہ سے تھا سارا تعلیمی سفر بالعموم مظاہر العلوم سہارنپور سے طے کیا، شیخ الحدیث مدرسہ سہارنپور، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کے آپ فرزند تھے اور بانی سلسلۂ دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃُ اللہ کے بھتیجے، روحانیت میں آپ کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ہیں آپ ہی سے شیخ الحدیث کا لقب پایا اور خلافت بھی ملی، حضرت سہارنپوری کی وفات کے بعد حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور ان سے بھی خلافت عطا ہوئی، آپ ایک سچے عاشقِ رسول، اور فدائے مدینہ تھے اواخر عمر میں مدینہ طیبہ میں ہی سکونت اختیار کر لی آپ کی بہت سی تصانیف اور بے مثال خدمات ہیں جنھیں بھلایا نہیں جا سکتا، اوجز المسالک شرح موطأ امام مالک آپ کی ایک عظیم خدمتِ حدیث ہے، جو کہ حدیث اور صاحب حدیث ﷺ سے محبت وعقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کی جلالتِ شان دیکھئے کہ جامعہ مظاہر العلوم میں نصف صدی، کلام الرسول یعنی احادیث مطہرہ کی تدریس کرتے رہے اور عشق ومحبت کے مزے لوٹتے رہے، پچاس برس کا یہ عرصہ حضور ﷺ کی بے پناہ محبت اور دین کے احیاء کی محنت میں گزرا۔

؎ گدا بن کے میں تیرے سنگِ در پہ جب سے آبیٹھا سلامی کو پہنچتے ہیں شہِ مسند نشیں میری

بلاشبہ کلامِ نبی ﷺ سے محبت، دراصل آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت ہی کی وجہ سے تھی اور آقائے کون ومکاں کے ارشادات وفرامین سے یہ لازوال محبت اللہ کی عطاءِ خاص تھی، اور عشق ومستی، کیف وسرور اور الفت وشیفتگی کا سفر مسلسل جاری رہا اور...... زہے نصیب...... پچیس مرتبہ تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے بخاری شریف پڑھانے کا شرف و افتخار بخشا، اور اعمالِ صالحہ کے فضائل پر جو لازوال محنت آپ نے فرمائی اور اسے اللہ تعالیٰ نے جو شرفِ قبولیت عطا فرمایا وہ اظہر من الشمس ہے ﴾

انتہائی محبت سے تذکرۂ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم:۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃُ اللہ تعالیٰ نے بڑی محبت کے ساتھ حضور شافع یوم النشور

ﷺ کا حلیہ مُبارک بیان فرمایا ہے اور یہ آپ کا پسندیدہ عمل تھا جیسا کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے نواسے کا ایک شوق، رحمتِ کائنات ﷺ کا حلیہ بیان کر کے لطف ولذتِ ایمانی حاصل کرنے کا تھا۔ (شمائل ترمذی)

خوشا چشم کہ دید آں روئے زیبا
خوشا دل کہ دارد خیالِ محمد ﷺ

صحابی کا یہ عمل واشتیاق واہتمام کیوں؟ اس لئے کہ محبوب کے خدوخال کا خیال محبت کا تقاضا بھی ہے اور محبت کی زیادتی کا ذریعہ بھی ہے اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزوِ ایمان ہے اور اتباعِ سنت میں معین بھی ہے جس سے انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ☆

تمہید: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رو نہ ہو، تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب نبیوں میں صورت میں سب سے زیادہ حسین اور آواز میں سب سے زیادہ احسن تھے۔ (شمائل ترمذی)

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں...... کہ ہر شخص یہ اعتقاد رکھنے کا مکلّف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک جن اوصافِ جمیلہ کے ساتھ متصف ہے کوئی دوسرا ان اوصاف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں ہو سکتا۔ (شیم الحبیب)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زلیخا کی سہیلیاں اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے دلوں کو کاٹ لیتیں۔ (شرح شمائل)

خلیہ مبارک کے متعلق جو شمائل ترمذی میں احادیث آئی ہیں ان میں سے صرف چہرۂ انور کے متعلق چند اوصاف کو لکھا جاتا ہے تاکہ ذہن میں جمانا اور بیک وقت تصور

میں لانا آسان ہو چونکہ حسن اور خوبروئی میں ایک مستانہ خوشبو اور رعب بھی ہوتا ہے لہٰذا اس تصور کے بعد اللہ تعالیٰ کے پیارے پر اللہ کا دُلار یعنی درود وسلام کا نذرانہ ادب ومحبت سے لبریز ہو کر پیش کیا جائے۔آپ کے جمال کی پوری تصویر کشی تو محال ہے

مقصد ہے ذکرِ خیر ترا، ورنہ شاعری!
تیرے بیانِ حسن کے قابل ہی کب ہوئی ہے

لیکن ہمت اور وسعت کے موافق چہرۂ انور کے جمال جہاں آرا کے متعلق حضرات صحابہ کرام سے جو کچھ منقول ہے، اس کا حاصل یہ ہے......

☆ چہرۂ انور کا جمال جہاں آراء:۔

☆......(۱) سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی شاندار تھے آپ کا قد میانہ تھا لیکن مجمع میں آپ سب سے زیادہ بلند معلوم ہوتے تھے۔

☆......(۲) عظیم المرتبت محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک ماہِ بدر کی طرح چمکتا تھا یہ حسن اور خوبروئی اس طرح سے تھی کہ گورے گورے رنگ کے اندر کچھ سرخی دمکتی تھی جس سے کمال درجہ ملاحت پیدا ہو گئی تھی اور رخسار مبارک نہایت شفاف ہموار اور سبک تھے۔

☆......(۳) ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کانوں کی لو تک تھے اور سر کے بیچ میں مانگ نکلی رہتی تھی اور بال ہلکی سی پیچیدگی لئے ہوئے ہوتے تھے یعنی بل دار۔

☆......(۴) فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کشادہ تھی اور ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے دونوں ابرو کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی (آپ کو دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے کبھی غصہ نہ آتا تھا البتہ اگر کوئی امرِ دین اور حق سے تجاوز کرتا تو اس وقت آپ کے غصہ کی کوئی تاب نہ لاسکتا تھا یہاں تک کہ آپ اس کا انتقام نہ لے لیں لیکن اپنی ذات کے لئے نہ کسی پر ناراض ہوتے نہ

اس کا انتقام لیتے)

☆......(۵) محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بڑی اور خوش رنگ تھیں جب کہ پتلی نہایت سیاہ اور ان کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے اور پلکیں دراز تھیں۔

☆......(۶) سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنی مبارک پر ایک چمک اور نور تھا جس کی وجہ سے بنی مبارک بلند نظر آتی تھی۔

☆......(۷) رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک موزونیت کے ساتھ فراخ تھا اور دندان مبارک باریک آبدار تھے اور سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا جن سے تکلم اور تبسم کے وقت ایک نور سا نکلتا تھا۔

☆......(۸) آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک بھر پور اور گنجان بالوں کی تھی

☆......(۹) امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایسی پتلی اور خوبصورت تھی جیسے کسی بہت موزوں تصویر کی گردن تراشی گئی ہو، صفائی اور چمک میں چاندی جیسی تھی۔

☆......(۱۰) حضرت علی رضی اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپ نبیوں کے ختم کرنے والے تھے (شمائل ترمذی) نیز آپ نے خود فرمایا میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

نمایاں حسنِ یوسف میں سفیدی تھی صباحت تھی
یہاں سرخی تھی گلگوں رنگ تھا جسمیں ملاحت تھی
کشادہ اور نورانی مبارک پاک پیشانی
کہ جس سے عاریت شمس و قمر نے لی ہے تابانی
سیہ گنجان گیسو جس پہ صدقے ہوں دل و دیدہ
ذرا مائل بہ خم بالکل نہ سیدھے ہی نہ پیچیدہ

زنانِ مصر کی واں وہ گئی تھیں انگلیاں کٹ کر
یہاں قربان کر ڈالے ہیں مردانِ عرب نے سر

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ بقدر حسنہٖ وجمالہٖ

(ماخوذ ومستفاد از فضائل درود شریف)

☆ادب ومحبت، تعظیم وتوقیر اور مدح وثناء:۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ومحبت، تعظیم وتوقیر اور مدح وثناء بھی واجب ہے اور یہ ایسا واجب ہے کہ جس پر سارے دین کا قیام ہے کیونکہ احترام اور تعظیم کے نہ ہونے سے رسالت کے احکام ساقط ہوجاتے ہیں اور دین باطل ہو جاتا ہے اور ظاہری اعمال میں یعنی عبادات میں، شکل وصورت میں، معاشرت، معیشت میں اور اخلاق میں اتباعِ سنت اس کی علامت اور محبت کی سچائی کی تصدیق ہے ورنہ نفاق اور محض حظِ نفس ہے۔

ذکرِ نبی ﷺ کی کثرت سے محبت اور محبت سے قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت وشفاعت نصیب ہوگی اور زیادتیٔ محبت سے اتباعِ سنت کی توفیق ہوکر اللہ تعالیٰ کی محبوبیت حاصل ہوگی محبت واتباعِ سنت، وجوبِ شرعی ہے تو اس کے ذرائع بھی اسی درجہ میں مطلوب ہوئے۔(**العطور المجموعة** ص ۳۸)

☆زیارتِ روضۂ حبیب ﷺ کے بارے میں:۔

اور اسی مسجد میں ایک ایسا حصہ ہے جس کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ فرمایا گیا روضة من ریاض الجنة وہی ذاتِ اقدس اس شہر میں آرام فرما ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ جو زمین کا حصہ حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک سے ملا ہوا ہے وہ ساری دنیا کی زمین سے افضل ہے۔

؎ عرش پر گر فرش بھاری ہے تو ہے اس خاک سے
جس میں محوِ خواب ہے کون ومکاں کا تاجدار

بلکہ ابن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے (عرش سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مکان سے بے نیاز ہے اور زمین کے اس حصہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک موجود ہے)

لہٰذا زیارت کا شوق ایمان ومحبت کا تقاضا ہے کہ حج کر کے گناہوں سے پاک ہو کر اللہ کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو بھی جانا چاہئے کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بالاجماع اعظم قربات اور افضل طاعات سے ہے اور ترقیٔ درجات کے لئے سب وسائل سے بڑا وسیلہ ہے، بعض علماء نے اہلِ وسعت کے لئے قریب واجب لکھا ہے۔ (العمدہ شرح زبدہ ص ۵۴، بحوالہ فضائل حج)

؎ اک دل اور ایک جان کا ہدیہ غلط غلط
قربان دو جہاں تری موجِ خرام پر

☆ محبت ہی ایک ایسی چیز ہے:۔

محبوب العارفین حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ حکایاتِ صحابہ میں فرماتے ہیں:
محبت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دل میں بس جانے کے بعد محبوب کو ہر چیز پر غالب کر دیتی ہے نہ اس کے سامنے ننگ وناموس کوئی چیز ہے نہ عزت وشرافت کوئی شے ہے (اگر ایسا نہیں ہے تو وہ سچی محبت نہیں کہلا سکتی) حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے اور اپنے محبوب کے وسیلہ سے اپنی اور اپنے پاک رسول ﷺ کی محبت عطا فرمائے تو ہر عبادت میں لذت ہے اور ہر تکلیف میں راحت ہے"(العمدہ شرح زبدہ، ص:۶۱)

؎ جام پہ جام لائے جا، شانِ کرم دکھائے جا

پیاس مری بڑھائے جا، روز نئی پلائے جا
دیکھ یہ راہِ عشق ہے ہوتی ہے بس یونہی یہ طے
سینہ پہ تیر کھائے جا، آگے قدم بڑھائے جا

☆ محبت کرنا ان سے سیکھیں، تذکارِ صحابہؓ:۔

آؤ ہم محبت کریں اور محبت کرنا ان سے سیکھیں جن کو خدا نے خود اپنے پیارے کی محبت وصحبت کے لئے چن لیا تھا یہ بھی یاد رہے کہ محبت ہی ادب وتوقیر سکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع واطاعت پر آمادہ کرتی ہے تعظیم وہی تعظیم ہے جس کا منشاء محبت ہو اور اکرام وہی اکرام ہے جس کا مبدأ محبت ہو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احسن الناس خلُقا ولا مسست خزّا ولا حریرا ولا شیئا کان اَلْیَنُ من کفّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا شممتُ مسکا قطّ ولا عِطرا کان اطیب من عرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم“

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شکل مبارک میں بھی سب سے زیادہ خوبصورت تھے میں نے ریشم کا دبیز یا باریک کپڑا یا کوئی اور شئے ایسی نہیں چھوئی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو میں نے کبھی کوئی کستوری یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والا ہو۔

منیاں سورج وی گھٹ نئیں روشنائی توں
پر سوہنے مصطفیٰ جئی روشنائی کتھے

جیہڑی آپ دے مکھ دی صفائی ہے سی
دَسو چن دے وچ اوہ صفائی کتھے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار جیسا چمکیلا تھا تو بول اٹھے لا بل کان مثل الشمس و القمر نہیں نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک چہرہ تو آفتاب و ماہتاب جیسا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اَزْهَرَ اللّون كَانَ عَرقه اللؤلؤ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید روشن تھا۔ پسینہ کی بوند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ایسی نظر آتی جیسے موتی۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ گویا ہیں:۔

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کو پیار کرتے اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے میرے رخسار پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ رکھا، میرے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی گویا وہ ہاتھ ابھی عطردان سے نکالا گیا تھا (صحیحین)

قسمت سے اک روز گلے مل لئے تھے وہ
خوشبو بسی ہوئی ہے ابھی تک نفس نفس

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

کہ مَن راٰہ بدیھۃ ھابہٗ و مَن خالطہٗ معرفۃ احبّہٗ

فیقول ناعتُہٗ لم ار قبلہٗ و لا بعدہٗ مثلہٗ جوکوئی یکا یک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آجاتا وہ دہل جاتا، جو پہچان کر آبیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا بعد میں نہیں دیکھا۔

حضرت ربیع بنت معوذ صحابیہ ہیں (رضی اللہ عنہا)

ان سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے پوتے نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان فرمایئے انہوں نے فرمایا لو رأیت الشمس طالعۃ اگر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

چاندنی رات تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم حُلہٗ حَمراء اوڑھے ہوئے لیٹے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نگاہ ڈالتا تھا فاذا ھو احسنُ عندی من القمر بالآخر میں نے تو یہی سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ خوش نما اور خوبصورت ہیں اس روایت میں لفظ عندی عجیب طور پر لذتِ دید اور ذوقِ نظارہ کو ظاہر کر رہا ہے۔ (باقی احمد پوری نے اپنے ایک شعری مجموعے میں ایک غزل لکھی ہے اس کے احساس جانے کیا تھے میں نے اسے جب پڑھا تو اس کا ہر ایک مصرعہ احساسِ محبتِ حضور (ﷺ) کا روپ دھار گیا اور میرے من کی آواز نکلا۔ ملاحظہ فرمایئے:

کوئی منظر حسین نہیں لگتا
اب تو یہ دل کہیں نہیں لگتا
چاند کے پاس جا کے دیکھ لیا
چاند تجھ سا حسیں نہیں لگتا

جس میں ان کا نہ ذکر ہو باقی
شعر وہ دل نشیں نہیں لگتا

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے گیا تھا فلمّا استبنت وجهه عرفت انّ وجهه ليس بوجه كذاب مجھے تو چہرہ مبارک نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ یہ چہرۂ تاباں کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

حسنِ بے مثال ویکھ کے، آمنہ دا لال ویکھ کے
حسیناں دے تے مان ٹُٹ گئے، سوہنے دا جمال ویکھ کے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کے سر کے بال کاٹ رہا تھا صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے گرد حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے اور مقصد صرف یہ تھا کہ جو بال آپ کے سر مبارک سے گریں تو کسی نہ کسی کے ہاتھ آجائیں (مسلم)

دتی آپ دی زلف نوں جیہڑی قدر رب نے
شب قدر وی اوہ قدر پائی کتھے

حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ آپ کبھی کبھی دوپہر کو ان کے گھر سوتے بستر چمڑے کا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا پسینے کی بوندوں کو جمع کر لیتیں اور شیشی میں بہ احتیاط رکھ لیتیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرتے دیکھا تو پوچھا اس کا کیا کرو گی؟ تو انہوں

نے جواب میں کہا: عرقک نجعلہٗ فی طیبنا وھو من اطیب الطیب حضور آپ کا پسینہ مبارک ہم اپنی خوشبو میں ملا لیتے ہیں اور اس کی شان تو یہ ہے کہ یہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر ہے (متفق علیہ)

؎ مشک وعنبر کیا کروں اے دوست خوشبو کیلئے
مجھ کو رخسارِ محمد ﷺ کا پسینہ چاہئے

حضرت عبید اللہ بن یزید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی:...... کہ حضور آپ مجھے اہل و مال سے زیادہ پیارے ہیں جب آپ مجھے یاد آتے ہیں تو میں گھر میں ٹک نہیں سکتا، آتا ہوں اور آپ کو دیکھ کر سکوں حاصل کر لیتا ہوں مگر جنت میں تو آپ فردوسِ بریں میں انبیاء کے ساتھ بلند درجہ پر ہوں گے میں حضور کا دیدار کیسے پا سکوں گا۔ تو نبی کریم ﷺ نے انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی اور اس کے قلب کو سکوں عطا ہوا۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین
انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین
والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا°

ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے

کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آتے تو حضور ﷺ ہی کی جانب تاک لگائے دیکھتے رہتے نبی کریم ﷺ نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ وہ بولے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی میں اس دیدار کی بہار لوٹ لوں آخرت میں حضور کے مقام رفیعہ تک تو ہماری رسائی بھی نہ ہوگی اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ بالا نازل فرمائی اور نبی کریم ﷺ نے صاف فرما دیا (بروایتِ انس رضی اللہ عنہ) مَن احبّنی کان معی فی الجنۃ جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

جنگِ احد کا ذکر ہے کہ ایک عورت کا بیٹا، بھائی اور شوہر شہید ہو گئے تھے وہ مدینہ سے نکل کر میدانِ جنگ میں آئی اس نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ بحمد اللہ خیریت سے ہیں بولی نہیں، مجھے دکھا دو اور پھر جب اس نے آپ کو دیکھ لیا اور اس کی نگاہ چہرۂ اقدس پر پڑی تو وہ گرمی عشق سے بول اٹھی کل مصيبة بعدك جلل آپ زندہ ہیں تو ہر مصیبت چھوٹی اور قابلِ برداشت ہے۔

عبد اللّٰہ ابن ابی رئیس المنافقین تھا لیکن!

اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ صاحب ایمان اور حضور ﷺ کے سچے جانثار تھے جب والد نے حضور کی ذات کے بارے میں کچھ نازیبا کلمات کہے تو یہ خدمتِ رسول میں حاضر ہوئے اور عرض کی لو شئت لاتيث بر أسه اگر حضور چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر پیش کر دوں۔ لیکن حضور علیہ السلام نے اجازت نہ دی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

بیت المقدس کی فتح کے بعد ملک شام میں قیام پذیر ہو گئے تھے ایک دن ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی ارشاد فرمایا:۔ بلال! یہ کیا جفا ہے کہ میری زیارت کے لئے نہیں آتے۔ یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھلی...... تو نہائت غمگین اور افسردہ ہوئے فوراً اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور روتے ہوئے روضۂ مبارک پر حاضری دی ۔ بعد ازاں حضرت حسن اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہما آپ کے آنے کی خبر سن کر تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان کہنے کی فرمائش کی یہ ان سے مل کر لپٹ گئے اور صاحبزادوں کی تعمیلِ ارشاد میں اذان کہی، اذانِ بلالی کی آواز سن کر دورِ نبی ﷺ کی یاد تازہ ہوگئی۔ (العطور المجموعة ،ص ۲۲۵ تا ۲۳۲،مجملاً)

نوائے عشق ہے کوچے میں ترے، صحرا میں نہیں
کبھی مانگتے ہیں توشہ تری اطاعت کا، تنہا میں نہیں

♠...مقصود اگرچہ یہ ہے کہ صحابہ کے نقشِ قدم کو مشعلِ راہ بنا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کی حقیقت تک پہنچا جائے اور حتی الوسع اسی مقصد کو پانے کی سعی اور کاوش کی جائے لیکن ...وفاداری کا جو حق جماعتِ صحابہ نے ادا کیا ہے دنیا اسے پڑھ اور سن ہی سکتی ہے ان جیسے کمالِ وہبی وعطائی کو پالینا تو رہتی دنیا کے انسانوں کا حصہ نہیں۔ وہ جو تلواروں کو اپنے جسم پر روک لیتے تھے مگر حضور ﷺ کے جسمِ اطہر پر نہ پڑنے دیتے تھے۔

؎ دعویٰ کرتا ہے وہ کیا، عشق میں جانبازی کا
دل کو زخموں سے جو گھائل نہیں ہونے دیتا

☆......کاش کہ مستی زبانے داشتے:۔

اور وہی تھے جو خود کی کڑیاں نکالنے کے لئے اپنے دانت قربان کردیتے تھے وہ جنہیں سمندروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر گھوڑے ڈال دینے میں کوئی باک محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اور ہاں وہی تو تھے تلوار حضور کے جسم پر آتی دیکھ کر خود کو حضور پر جھکا دیتے تھے اپنا جسم کٹوا کر عشق والفت اور محبت وایمان کے نت نئے باب رقم کردیتے تھے اور ہاں یہ انہی کا حصہ تھا کہ زخموں سے چور اور بے ہوشی سے جب ہوش آتا اور گھر والے پوچھتے کیا حال ہے؟ تو جواب ہوتا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ وہ جوانی نوخیز جوانیاں اور رشکِ قمر چہرے، وسیع وعریض کھجوروں انگوروں کے باغات سب رشتے ناطے خلائق سے تمام علائق یکسر یہ کہتے ہوئے منقطع کرلیتے تھے... عشق اول.. عشق آخر.. عشق کل ، اور شرابِ دید سے جب ان کی پیاس اور بڑھ جاتی تو گویا وہ کہہ دیتے ع تیری غلامی کے صدقے ہزار آزادی..

مولائے روم نے کیا خوب کہا ہے……

؎ کاش کے مستی زبانے داشتے   تازمستاں پردہا برداشتے

(کاش! مستیٔ عشق کی زبان ہوتی کہ وہ عاشقوں کی کیفیت سے پردے اٹھا دیتی)

ابو الکلام آزاد نے بھی ان کی رگِ عشق کی دل سوزی کو جامۂ بیان عطا کیا ہے بقولے ع کہنے لگا وہ عشق ومستی کا راز دار :۔

"دنیا میں انسانوں کے کسی گروہ نے کسی انسان کے ساتھ اپنے سارے دل اور اپنی ساری روح سے ایسا عشق نہیں کیا ہوگا جیسا کہ صحابہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے راہِ حق میں کیا انہوں نے اس محبت کی راہ میں وہ سب کچھ قربان کردیا جو انسان کرسکتا ہے اور پھر اس راہ سے انہوں نے سب کچھ پایا جو انسانوں کی کوئی جماعت پاسکتی ہے"(عبقات [مقدمہ] مؤلفہ علامہ خالد محمود مدظلہ، جلد۲، صفحہ ۳۰)

☆ حضورِ پاک کے نام مبارک سے عشق ایسا کہ اگر کوئی عبارتِ حدیث پڑھتے ہوئے صاف صاف درود شریف نہ پڑھے اور جلدی سے پڑھ جائے تو فوراً غصہ آجاتا اور فرماتے کہ اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ تم لوگ بھی درود شریف پڑھ لیا کرو۔ مگر قاریٔ حدیث کے علاوہ پڑھنے والوں کے ہونٹ ہلتے دکھائی نہ دیے تو ناراض ہوکر فرمایا: کہ اب ہم ہر دفعہ نام مبارک پر سب کے سب بآوازِ بلند درود شریف پڑھا کریں گے ۔

دو چار روز گزرنے پر فرمایا: زور سے پڑھنا ضروری نہیں، البتہ آہستہ آواز سے ہر دفعہ پڑھ لیا کرو پھر آہستہ سے پڑھا جانے لگا ورنہ دو چار روز تک پورا دارالحدیث آپ کا نام نامی اسمِ گرامی آنے پر "صلی اللہ علیہ وسلم" کی آواز سے گونج جاتا تھا۔

(ہفت روزہ ختم نبوۃ، ملتان)

☆ دیرینہ تمنا، کوچہ محبوب میں قیام:۔

سید ابوالحسن علی ندوی آپ کی سوانح لکھتے ہوئے بابِ ششم: ''مدینہ طیبہ کا مستقل قیام، طیبہ کے لیل ونہار'' کے ذیل میں فرماتے ہیں:۔

''حضرتِ شیخ الحدیث رحمہٗ اللہ کی مدۃ العمر کی تمنا تھی کہ مدینہ طیبہ جا کر رختِ سفر کھول دیں اور جن کی سنت و شریعت اور حدیث کی ساری عمر خدمت کی اور ان کے دامن سے وابستہ رہے، انہیں کے قدموں میں بقیہ زندگی گزار دیں۔ ان کے محبوب شیخ ومرشد (مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ) کی بھی یہی آرزو و کوشش تھی اللہ نے ان کو کامیاب کیا اب جبکہ ضعف بصارت اور مختلف قسم کی معذوریوں کی وجہ سے درس وتدریس اور براہِ راست مطالعہ اور تصنیف کا موقع بھی نہیں رہا تھا، اس تمنا میں مزید شدت وقوت پیدا ہوگئی۔ بالآخر ۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ (۲۳ اپریل ۱۹۷۳ء) کو اس نیت سے حجاز کے لئے روانہ ہو گئے۔ گویا بقول اقبال.....؎

باایں پیری راہِ یثرب گرفتم..... نوا خواں از سرور عاشقانہ
چو آں مرغے کہ در صحرا سرِ شام..... کشاید پر بفکرِ آشیانہ

یہ وہی سفر تھا جس کے بعد مستقل قیام ہوا اور شیخ نے ہجرت کی نیت فرمائی۔

اے خوشا قسمت کہ ہجرت ہوگئی اس کی قبول
تا ابد سوئے گا عاشق زیرِ دامانِ رسول ﷺ
خوابگاہِ عشق ہوگی سبز گنبد کے قریب
میٹھی نیند آئے گی اصحابِ محمدؐ کے قریب
حشر تک جب بھی مدینہ میں ہوا لہرائے گی
بوئے زلفِ مصطفیٰ اس کی لحد میں آئے گی

درد مندوں کی دوا ہے عشقِ محبوبِ خدا
کاش مل جائے مجھے بھی عشقِ نورِ مصطفےٰ ﷺ

(سوانح حضرت مولانا محمد زکریاؒ، صفحہ ۱۳۹)

☆ جنازہ مسجدِ نبوی میں رکھا گیا:۔

آہ! شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ!...... کون ان باتوں کو سمجھے، امام الانبیاء محبوبِ کبریا، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں جن لوگوں کا مقام ہے ان کے عشق کی قدر بھی کی جاتی ہے۔ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھارہ سال تک مدینے کی گلیوں میں بیٹھ کر موت کا انتظار کیا، مدینے میں موت آئی جنازہ وہاں سے گزرا جہاں سے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ گزرا تھا جنازہ وہاں سے گزرا جہاں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ گزرا تھا کسی کا جنازہ گراؤنڈ میں ہوا کسی کا جنازہ پارک میں ہوا کسی کا جنازہ جنازہ گاہ میں ہوا شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جنازہ مسجدِ نبوی میں رکھا گیا (سبحان اللہ) وہاں کی حکومت والوں نے جنت البقیع میں قبر بنائی، جب لوگوں نے جا کر دیکھا تو حیران ہو گئے لوگ کبھی قبر کو دیکھتے تھے اور کبھی آسمان کی طرف دیکھتے تھے گویا اللہ تعالیٰ نے ایسا فیصلہ فرمایا۔

اے زکریا ! ساری زندگی میرے محبوب کریم کی حدیث پڑھائی تبلیغی جماعت کی سرپرستی فرمائی فضائل کی کتابیں لکھیں، ہزاروں نہیں کروڑوں بے نمازی، نمازی بن گئے ،کروڑوں بے دین، دین دار بن گئے، آجا! میں تجھے نواز دوں، خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا کے قدموں میں جگہ مل گئی ایک طرف سیدہ زینب ہیں دوسری طرف سیدہ رقیہ ہیں ادھر سیدہ ام کلثوم [رضی اللہ عنہن] ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اپنی رضا سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والوں میں قبر کی جگہ دیدی۔ سبحان اللہ، (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، آمین

(مجموعہ خطبات اکابر، ص: ۱۵۷)

جامع العلوم والفنون، حکیم الاسلام

حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ

سابق مہتمم دار العلوم دیوبند

﴿ آپ ۱۳۱۵ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے آپ نسبی طور پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال دار العلوم دیوبند کے مہتمم اور اسی دوران چار سال ریاست حیدرآباد دکن عدالت عالیہ کے مفتی بھی رہے آپ کے دادا مولانا قاسم نانوتوی تھے ۱۳۴۱ھ میں دار العلوم کی تدریس کے زمانہ میں ہی آپ کو دار العلوم کا نائب مہتمم بنادیا گیا پھر ۱۳۴۸ھ میں باقاعدہ مہتمم مقرر کیا گیا۔ اور پھر آخر وقت تک اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے فنِ خطابت اور قوت گویائی کا خداداد ملکہ رکھتے تھے حقائق اسرارِ شریعت کھولنا اور تخلیقِ ایجادِ مضامین آپ کا خاص حصہ رہا ﴾

☆ گنبدِ خضریٰ سے محبت کی اصل وجہ:۔

ذکرِ حبیب ﷺ میں آپ کا محبت بھرا انداز، بیان کی چاشنی اور ایمان کی حلاوت ملاحظہ فرمایئے ''چونکہ آپ کو محبت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو گنبدِ خضریٰ بھی محبوب ہوگا اس کی زیارت کو آپ عبادت سمجھتے ہیں ۔ اور سمجھتے ہیں کہ ایک آنکھ گنبد پر پڑ جائے تو دنیا و آخرت کی سعادت مل جائے وہ کیوں؟ اس لئے کہ گنبدِ خضریٰ خود محبوب نہیں بلکہ اس میں جو آرام فرما ہیں اصل میں وہ محبوب ہیں چونکہ اس گنبد کی نسبت آپ سے ہے اس لئے یہ بھی محبوب ہو گیا گنبد تو پھر قریب ہے شہرِ مدینہ سے محبت ہے شعراء کو دیکھو تو مدینہ کی تعریف کرتے ہیں اور نعتیہ کلام میں مدینہ کے فضائل بیان کرتے ہیں مدینہ تو صرف ایک شہر ہے جیسے ہمارے یہاں شہر ہیں یہ شہر زیادہ خوب صورت ہے وہ شہر اتنا بھی خوب صورت نہیں مگر پھر بھی محبت ہے اصل میں محبت ہے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے، اس وجہ سے گنبدِ خضریٰ بھی محبوب

ہوا، اوراس محبت کی وجہ سے مسجد نبوی محبوب ہوئی، اسی محبت کی وجہ سے مدینہ بھی محبوب ہوا۔ تو سلسلہ بہ سلسلہ ہر چیز تک محبت پہنچ جاتی ہے۔

وما حُبّ الدّیار شغفن قلبی
ولٰکن حُبّ من نزل الدّیارا

(ان گھروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہاں مگر ان گھروں میں رہنے والوں کی محبت نے مجھے گھائل کر رکھا ہے)

آپ بیت اللہ شریف کی ایک ایک اینٹ کو چومتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ کہ بیت اللہ کے مقام پر تجلّیٔ ربانی اتری ہوئی ہے اصل محبت اللہ تعالیٰ سے ہے چونکہ بیت اللہ، اللہ تعالیٰ کی تجلی گاہ ہے۔ اس لئے اس سے محبت ہوگئی ہے اوراس لئے اس کی اینٹ اینٹ سے محبت ہوگئی ہے۔ اور جب خانہ کعبہ محبوب ہوا تو پوری مسجدِ حرام بھی محبوب ہوگئی۔ اوراس کی محبت ظاہر ہوئی اس طرح پر کہ آپ اس کی عظمت کرتے ہیں اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں جب مسجد حرام محبوب ہوئی تو مکہ بھی محبوب بن گیا کہ وہ شہر پناہ ہے مسجد حرام کی، لہٰذا وہ شہر بھی محبوب بن گیا اور چونکہ حجاز میں ہے تو ہم حجازِ مقدس کہتے ہیں۔ اور جب حجاز سے محبت ہوگئی تو جتنے اس کے باشندے ہیں ان سب سے محبت ہوگئی یہ پڑوسی ہے اس کا لہٰذا یہ بھی محبوب ہے۔

تو جب آدمی کے دل میں محبت آتی ہے تو صرف محبوب ہی محبوب نہیں رہتا بلکہ محبوب کی ساری ادائیں محبوب بن جاتی ہیں چال ڈھال بھی محبوب، لباس بھی محبوب، کھانے کا طرز بھی محبوب رہن سہن کا طرز بھی محبوب، وہ تمام چیزیں محبوب بن جاتی ہیں جو محبوب کی پسندیدہ اور محبوب ہوتی ہیں۔"

؎ لولاک لما، عنوان ترا، فرمانِ خدا فرمان ترا
پیغامِ خدا فرمان ترا، ایمانِ خدا ایمان ترا
تیری محبت دین مرا، اور دین تیرا آئین مرا

ہر لفظ پہ تیرے یقین مرا، عرفانِ خدا عرفان ترا

☆ ایمان ومحبت کے آثار وعلامات

''علامت اس کی یہ ہے کہ ایک طرف تو ہے اولاد کی محبت، ایک طرف اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے جب ٹکرا جائیں تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اختیار کرے اولاد کی محبت کو چھوڑ دے یہ علامت ہوگی کہ واقعی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت موجود ہے اگر آدمی نے اولاد کی محبت کو اختیار کیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو چھوڑ دیا تو کہا جائے گا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں بلکہ اولاد سے محبت ہے تو ٹکراؤ کے وقت پتہ چلتا ہے کہ کون سی محبت غالب ہے۔

مثلاً آپ لحاف میں آرام سے پڑے ہوئے ہیں بڑی خوشگوار نیند آ رہی ہے اچانک مؤذن نے آواز دی حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح دوڑو نماز کی طرف! دوڑو کامیابی کی طرف! آپ نے اس پر لبیک نہیں کہا تو کہا جائے گا کہ نفس کی محبت غالب ہے اور اگر آرام چھوڑ کر کھڑے ہو گئے وضو کیا مسجد چلے گئے نماز پڑھی تو کہا جائے گا کہ محبتِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم غالب ہے تو ٹکراؤ کے وقت آدمی جدھر مائل ہوتا ہے اسی طرف کی محبت کا حکم لگا دیا جاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ میری محبت اولاد، ماں باپ وغیرہ سب کی محبت پر غالب نہ ہو جائے۔ کہ جب ماں باپ کی محبت میری محبت سے ٹکرائے تو مجھے اختیار کرو ماں باپ کو چھوڑ دو اور جب میری محبت اولاد کی محبت سے ٹکرا جائے تو میری محبت اختیار کرو اولاد کی محبت کو چھوڑ دو۔

مرکزِ آرزو، مقصدِ زندگی!
نورِ قلب ونظر، کوئے خیر البشرؐ

یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں محبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اتنی غالب تھی کہ آپ نے جب ہجرت فرمائی تو صحابہ نے بھی اسی محبت کی خاطر وطن چھوڑا، گھر بار چھوڑا، عزیز واقارب چھوڑے، جائیدادیں چھوڑیں، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہولئے۔ مکہ میں ساری تجارتیں ترک کیں اور مدینہ میں غربت کی زندگی اختیار کی ان کو کس چیز نے مجبور کیا؟ یہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی تو تھی اس محبت کی وجہ سے عیش وآرام کا سارا ساز وسامان ترک کیا، مفلس وقلاش رہنا گوارا کیا، مگر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنا گوارا نہ کیا'' (خطبات حکیم الاسلام)

انسان تھا عظیم مگر اس قدر نہ تھا　　جتنا عظیم آپ سے انسان ہوگیا
جو کچھ کہا ہے آپ نے اے فخرِ کائنات　　وہ میری جان ہوگیا ایمان ہوگیا

☆ اتباعِ سنت محبت ہی کا اثر ہے:۔

''محبوب کی محبت کی وجہ سے اتباعِ سنت کا مسئلہ سامنے آتا ہے کیونکہ یہ محبت کا اثر ہے اگر محبت ہے تو اتباعِ سنت اختیار کرے گا ورنہ نہیں۔ محبت ہی آمادہ کرتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کرنے پر، کہ جس طرح آپ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اس طرح بیٹھ کر کھانا کھائے، جس طرح آپ آرام فرماتے تھے اسی ڈھنگ سے آرام ہو، اسی ڈھنگ سے معاملہ کرو، جس ڈھنگ سے آپ دشمنوں سے برتاؤ کرتے تھے وہی ڈھنگ تم بھی اختیار کرو، ان چیزوں سے اتباعِ سنت کا جذبہ غالب ہوجائے گا اگر محبتِ نبوی کا جذبہ غالب ہے تو بدعات سے نفرت ہوجائے گی سنت کی پیروی سے محبت ہوگی۔ کیونکہ محبوب کی ذات محبوب ہے اور جب ذات محبوب ہے تو ذات کی ادائیں بھی محبوب ہوں گی، آپ کا طرزِ سلام وکلام بھی محبوب ہوگا ہر چیز محبت کے نیچے آتی چلی جائے گی''۔ (خطبات حکیم الاسلام)

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

(ترجمہ: محبوب نے میری گردن میں زنجیر ڈال دی ہے جدھر اس کا جی چاہے لے جائے)

☆ محبت ہی سے ایمان بنتا اور بڑھتا ہے :۔

''اصلی چیز محبت ہے پھر محبت سے ایمان بنتا ہے اور ایمان ہی کی وجہ سے اعمال ہاتھ پاؤں پر آتے ہیں اور انسان کی زندگی بنتی ہے محبت ہی سے سارا کام چلتا ہے آدمی اس محبت میں مصائب بھی جھیلتا ہے تکلیفیں بھی اٹھاتا ہے مگر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب ہے تو پروانہیں ہوتی کسی چیز کی۔ اہل اللہ جیل خانے میں بھی گئے مگر انہیں پروا تک نہیں ہوئی کیونکہ تعلق مع اللہ قوی ہے فقر و فاقہ آیا مگر انہیں پروا تک بھی نہیں۔ اس لئے کہ دل میں تعلق موجود ہے قلب مطمئن ہے اور اگر دل کو تعلق اللہ سے نہ ہو تو وہ انسان ہمیشہ ڈانواں ڈول رہے گا ہمیشہ پریشان رہے گا چاہے لاکھوں کا مالک ہو مگر دل خالی ہے تعلق سے، ہمیشہ اس پریشانی اور پراگندگی میں رہے گا......تو محبت اصل ایمان اور اصلِ اسلام ہے اور...ع...در محبت تلخ ہا شیریں بود...محبت میں تلخیاں بھی شیریں بن جاتی ہیں کیونکہ آدمی کا دھیان محبوب کی طرف رہتا ہے تلخیوں کی طرف نہیں رہتا اس لئے وہ شیریں ہو جاتی ہیں اور محبوب کی ہر ادا محبوب بن جاتی ہے'' (خطبات حکیم الاسلام)

ذرّے تھے راہِ شوق میں ماہتاب و آفتاب
اللہ رے یہ شان رسالت مآب کی
تیرہ دلوں میں نور، تجلی لحد میں ہے
کس کس جگہ ہے روشنی اس آفتاب کی

☆☆☆☆☆☆

امام الزّاہدین والعارفین

قاضی محمد زاھد الحسینی

رحمة الله عليه

☆ مدینے کا سارا جہاں محترم ہے:۔

سبحان اللہ کس شیفتگی اور والہانہ عقیدت سے آپ نے اپنی کتاب میں مدینہ طیبہ کا ذکر کیا ہے وہاں کی آب وہوا، اور ادھر کی ساری اشیاء کیسی پیاری ہیں کتنی پاکیزہ ہیں روح کو بھاتی ہیں اور دل ودماغ کے لطف وسرور کا باعث ہیں، دیدہ ودل فرشِ راہ کرتے ہوئے آپ بھی پڑھیئے اور دل میں محبتِ نبی ﷺ کو جگہ دیجئے......

''مدینہ منورہ کا چپہ چپہ، انوارِ رحمت اور برکات سے پُر ہے اس کی ساری فضا پودے، پہاڑ، پانی، مٹی، گرد وغبار، غرضیکہ ہر چیز ایک عظیم شرف سے مشرف ہے یہی وہ مقام رفیع ہے جس میں رحمتِ دو عالَم، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال حیاتِ دنیاوی کے گزارے اور اب چودہ سو سال سے آپ کا روضۂ اطہر، انوارِ الٰہیہ اور برکاتِ سرمدیہ کا مہبط بنا ہوا ہے، اس لئے ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:۔''مدینہ منورہ حاضری دینے والا دربارِ سیدِ دو عالَم صلی اللہ علیہ وسلم، مسجدِ نبوی، جنت البقیع، اور شہداء کی قبور (میدانِ احد وغیرہ میں) اور دوسرے تمام مقاماتِ متبرکہ کی زیارت کرے یہ اس کے لئے اجر وثواب کا ذریعہ بن جائے گا'' (رحمتِ کائنات ص: 451، بحوالہ: مرقاۃ، ج6،ص:87)

دل ہو کہ میری جان مدینے کی ہواؤ
سب تم پہ ہیں قربان مدینے کی ہواؤ

☆جمالِ رحمتِ دوعالم سے مشرف:۔

اپنی کتاب رحمتِ کائنات کے آغاز میں لکھتے ہیں: ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق نومبر ۱۹۵۷ء ایبٹ آباد اپنے سکونتی مکان میں شام کا کھانا کھا کر قبل از نماز عشاء چارپائی پر لیٹا ہوا تھا کہ بَيْنَ النَّوْمِ وَالْيَقْظَةِ (نیم خوابی) کی حالت میں جمالِ رحمتِ دوعالم سے مشرف ہوا آپ نے فرمایا تمہارے مضمون کو میں نئی ترتیب دے رہا ہوں تا کہ اس کو انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں پیش کروں۔

آراستہ ہے مدحِ پیمبر ؐ سے ہر ورق !
کیوں کر نہ پُرکشش ہو تری زیست کی کتاب

(مذکورۃ الصدر ایسی کتاب سیرت ہے کہ جس کے بارے میں حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کتاب کا ہر ہر حرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مؤلف کے عشق ومحبت کا ترجمان نظر آتا ہے، مطالعہ سے احقر اپنے قلب میں بھی محبت نبوی ﷺ میں ترقی اور اضافہ محسوس کرتا ہے حضرت کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد انوری نے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد فرمایا: میں اس کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا دوپہر کا وقت تھا، قیلولہ کیا تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ چند صحابہ کی زیارت سے شرفیابی ہوئی، زہے نصیب...... یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی کتاب ''رحمۃ للعالمین ﷺ'' کی بابت علماء نے فرمایا ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے دوران اللہ تعالیٰ اپنے حبیب، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں نصیب فرمادیتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔)

☆کمالِ ادب اسی میں ہے :۔

حضرت اپنی کتاب مذکور صفحہ ۴۶۱ پر رقم طراز ہیں: کہ احقر کو اللہ تعالیٰ نے جب بھی یہ سعادت بخشی ہے سلام عرض کرنے کے بعد سید دوعالم ﷺ کے مبارک قدموں کی طرف بیٹھ گیا اور وہاں سے بہت کچھ پایا الحمد للہ۔ احقر نے اپنے اس طرز عمل کی بنیاد سید دوعالم ﷺ کے اس ارشاد پر رکھی ہے جس میں سید دوعالم ﷺ کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو

اپنی جوتیاں دے کر یہ فرمانا ہے کہ جو کلمہ پڑھنے والا ملے اس کو جنت کی بشارت دیدو اسی طرح سید دو عالم ﷺ کے ایک ارشاد کا ترجمہ یہ ہے کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے تو رحمتِ کائنات سید دو عالم ﷺ کے قدموں میں کیا کچھ نہیں ملے گا؟ ملتا ہے اور ضرور ملتا ہے کمالِ ادب اسی میں ہے۔ ؎

کسی کو کبر کہ وہ ہے مصاحبِ سلطاں !
مجھے یہ فخر کہ میں ہوں گدائے کوئے رسولؐ

☆ زیارت کے لئے بے تاب :۔

صفحہ ۷۴۳ پر آقائے کون و مکان حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ طابہ طَیبہ طَیبہ کے بارے میں انتہائی عقیدت کے ساتھ لکھتے ہیں :۔ساری زمین پر صرف ایک ہی ایسی بستی ہے جس کی طرف کرۂ ارض پر رہنے والے مسلمانوں کے دل ہر وقت مشتاق رہتے ہیں ان کا دل ہر وقت اس بستی کی زیارت کے لئے بے تاب رہتا ہے وہ مالی اور بدنی تکالیف اٹھا کر بھی اس کی زیارت کے لئے آنا سعادت اور بڑی برکت سمجھتے ہیں اور وہ مدینہ منوّرہ ہے جہاں سید دو عالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت فرمائی اور اسی مبارک بستی میں قرآنِ عزیز کا کچھ حصہ نازل ہوا، وہیں سے جان نثاروں نے ہر قسم کی قربانی دے کر پرچمِ اسلام کو بلند کیا ہے اسی بستی سے قرآنی معارف اور انوارِ احادیث ہمیشہ جاری رہنے والے چشمے پھوٹے، اسی بستی کے لئے سید دو عالم ﷺ کے مکہ مکرمہ سے بھی دو چند کتوں کے نزول کی دعا مستجاب فرمائی ہے۔

ان کی نظر کے فیض سے خار بھی پھول ہو گئے
ان کے قدم سے مل گیا خاک کو عرش کا مقام

☆سیدِ دو عالم ﷺ کی شانِ رفیع:۔

جس قدر فتنے پہلے زمانے میں اٹھے یا اب اٹھ رہے ہیں ان سب کی مذموم جدو جہد کا مدعا سیدِ دو عالم ﷺ کی شانِ رفیع کو گھٹانا ہوتا ہے خواہ وہ فتنہ بظاہر صحابہ کرام پر تنقید کی شکل میں ہو یا علمائے سلف کے خلاف بدگمانی پھیلانے کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہو یا ختمِ نبوت کے خلاف ہو یا شانِ رسالت کی بشری اور نبوی تقسیم اور تفریق کی صورت میں، یہ سب کے سب فتنے دراصل شانِ سیدِ دو عالم ﷺ کی شانِ رفیع کو گھٹانے کی مذموم سعی کرتے ہیں جس ذاتِ عالی کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا سے فرمائے اور جس کے لئے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا تاجِ رفیع مخصوص فرمائے اس کی شان کو کوئی نہیں گھٹا سکتا البتہ ایسے بد بخت دونوں جہانوں میں ذلت کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنے زعمِ باطل میں کئے ہوئے نیک اعمال ان کے ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔ (رحمتِ کائنات ص:۴۰۴)

☆ تا کہ رسولِ کریم ﷺ سے محبت زیادہ ہو:۔

دارالعلوم دیو بند کے نصاب میں قصیدہ برء الداء (قصیدہ بردہ) کا پڑھانا بھی داخل ہے مگر اس لحاظ سے نہیں کہ یہ ایک بلند پایہ علمی اور ادبی کتاب ہے اور اس کے پڑھنے سے عربی زبان اور عربی ادب میں مہارت پیدا ہو سکتی ہے بلکہ جیسا کہ مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ:۔ اس قصیدہ کا داخلِ نصاب فرمانا اس لئے ہے کہ جنابِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت زیادہ ہو۔ (ملفوظات)

کہ شاید از درش آمد، کہ شاید در حضورش شد
گہے پائے ہوا بوسم، گہے دستِ صبا گیرم

زیارتِ حرمین شریفین کی دعا:۔

ایک مرید نے حج بیت اللہ کے لئے دعا کرائی اللہ تعالیٰ نے یوں قبول فرمائی کہ اس کو سات بار حج بیت اللہ اور زیارتِ بیت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت عطا کی۔ حضرت رحمۃ اللہ کی دعاؤں میں بڑا اثر تھا تڑپ تھی سوز وگداز تھا، عشق رسالت سے آپ کا سینہ معمور تھا ،آپ کے مریدوں کو کئی کئی بار زیارتِ حرمین نصیب ہوئی ،عقائد درست ہو گئے ،قرآن وحدیث سے محبت پیدا ہو گئی ،چہرے سنت الانبیاء علیہم السلام کے نور سے منور ہو گئے۔ (چراغ محمد ﷺ ،ص:547،)

☆......☆......☆

------------﴿مذکورہ کتاب رحمتِ کائنات سے ایک شذرہ﴾--------------

دریائے دجلہ کے کنارے سیدنا حضرت عبداللہ بن جابر اور سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں دریا مزارات کو کاٹتا ہوا بالکل ان مزارات کی جڑ میں پہنچ گیا اور خیال تھا کہ چندروز میں یہ قبورِ مقدسہ دریا بُردہو جائیں گی، اس واسطے حکومتِ عراق نے تجویز کیا کہ ان اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک نعشیں قبور سے کھود کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں دفن کردی جائیں مجھ (سید لطافت حسین) کو خبر ذرا دیر سے ملی لیکن الحمدللہ ان اصحابِ کبار کے جنازوں میں شرکت اور کندھا دینے کا موقع اچھی طرح مل گیا، تقریباً آٹھ دس ہزار آدمی تھے میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوں کہاں میں سیاہ کار اور کہاں یہ اصحابِ کبارِ رسول اللہ (ﷺ) کے جنازوں کی شرکت، جو سماں اس وقت تھا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے لیکن اس واقعہ نے میرے دل میں ایک گونہ تسکین پیدا کردی، اللہ کریم بحرمت ان بزرگوں کے ہم سب کی عافیت بخیر فرمائے، جس وقت ان اصحاب کے جنازے حضرتِ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبر شریف کے سامنے رکھے گئے ایک ضعیف قاری صاحب نے سورۃ الانبیاء کا رکوع ان الذین سبقت لہم منا الحسنیٰ الخ بڑی رقت سے پڑھنا شروع کیا، قرأت کی موزونیت، قبر سے نکلے ہوئے جنازوں کی موجودگی، اور خلق کی آہ وبکا نے قیامت کا نمونہ برپا کردیا تھا بہت سے آدمی روتے روتے بے ہوش گئے اصحاب کے جسد، تیرہ سو برس گزرنے کے بعد بھی صحیح سالم تھے، کفن ہاتھ لگانے سے بوسیدہ ہوتا تھا، ایک کی ڈاڑھی سفید تھی اور ایک کی سیاہ، (اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو اور منور فرمائے، اور برکات نبوت سے ہمیں بھی حظ وافر عنایت کرے، آمین)

(رحمت کائنات ص: 74، بحوالہ صدق لکھنؤ، 11 ستمبر 1944)

شیخ الحدیث، ناطقِ حق

حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

﴿ بانی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ﴾

﴿ ۷ رمحرم الحرام ۱۳۲۷ھ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور میں پیدا ہوئے مقامی طور پر ابتدائی تعلیم حاصل کر لینے کے بعد ہندوستان تشریف لے گئے اور میرٹھ وامروہہ کے مدارس کے بعد دار العلوم دیو بند میں داخلہ لیا اور 1352ھ میں حضرت سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا، فراغت کے بعد وہیں مدرسی اختیار کر لی، حضرت مفتی محمد شفیع، اور مولانا رسول خان رحمہما اللہ تعالی ان کے اساتذہ میں شامل ہیں، شعبان کی چھٹیاں گزارنے پاکستان آئے اور پھر تقسیم ہند کی وجہ سے دوبارہ وہاں نہ جا سکے اور بس اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی بنیاد رکھی، 70ء کے انتخابات میں آپ نے حصہ لیا اور بحیثیت ممبر قومی اسمبلی کامیاب ہو کر اسمبلی میں حق کی ترجمانی فرمائی، کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے، اللہ تعالی بہشت بریں میں جگہ نصیب فرمائے، آمین ﴾

☆ حضور ﷺ کے عشق ومحبت کی سچی تصویر:۔

''بارگاہِ رسالت اور بزرگانِ دیو بند'' کی تقریظ میں لکھتے ہیں:۔

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ پاک سے دنیا و مافیہا کی ہر چیز سے زیادہ عشق ومحبت رکھنا ایمان کی روح ہے اور اسی پر آخرت کی نجات اور دارین کی سرخروئی کا دارومدار ہے۔ ہمارے حضرات اکابر دیو بند قدست اسرارھم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کی سچی تصویر تھے کیونکہ محبت وہی مقبول اور مُثمِر برکات ہے جو محبّ کی پوری زندگی کو محبوب کے سانچہ میں ڈھال کے اور اس کا ہر ہر لحظہ ہر حرکت اور ہر قدم محبوب کی اطاعت، تابعداری اور اتباع میں گزرے اس دور میں ہمارے اکابر سے بڑھ کر اور کوئی عاشق اس معیار پر پورا نہیں

اتر سکتا ان کی پوری زندگی محبوب کی اتباع اور دنیا کو ان کے راستہ پر لگانے میں گزری۔

کسی کو کبر کہ وہ ہے مصاحبِ سلطاں !
مجھے یہ فخر کہ میں ہوں گدائے کوئے رسولؐ

وہ سراپائے سوز تھے مگر ہوش وخرد کا رشتہ سنبھالے کھا ان کا رُواں رُواں عشق میں سرشار تھا مگر دل کے ساتھ عقل اور جذب کے ساتھ شریعت کا نازک تعلق پوری طرح ملحوظ کھا جامِ شریعت اور سندانِ عشق دونوں کو حدودِ شریعت میں نباہنا ہر کسی کے بس کا کام نہ تھا ہمارے اکابر دیو بند نے عشق کی لَو روشن کی اور اسی روشنی میں اتباعِ سنت اور اطاعتِ اسوۂ حسنہ کے روح پرور اور ایمان آفریں نمونوں سے دلوں کی دنیا کو روشن کیا۔

☆☆☆☆☆

سالارِ قافلہ تحفظِ ختم نبوت

خواجۂ خواجگاں مخدومِ زماں

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب

دامت برکاتھم العالیہ

﴾ آپ کی ولادت مبارک 1920ء میں اپنے آبائی گاؤں موضع ڈنگ کنڈیاں ضلع میانوالی میں ہوئی، والد ماجد حضرت خواجہ عمر صاحب کاشتکار تھے اور حضرت خواجہ سراج الدین موسیٰ زئی شریف والوں سے بیعت تھے۔ بچپن ہی سے حضرت شیخ ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ارشاد قرآنی تعلیم اور علم الصرف، علم النحو وغیرہ حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ قدس سرہٗ سے پڑھیں اور بعد ازاں دار العلوم عزیزیہ بھیرہ میں متوسطہ عربیہ کی کتب پڑھیں اور پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت (انڈیا) تشریف لے گئے، 1362ء میں دار العلوم دیو بند میں حضرت شیخ الادب، شیخ الحدیث مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث وتفسیر مکمل کیا۔ حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی ہی میں حضرت اقدس مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے اس جہان فانی سے 1360ء میں کوچ کر گئے، اپنی زندگی کے سولہ برس حضرت خواجہ صاحب مدظلہٗ العالی نے اپنے شیخ حضرت اقدس مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ کی خدمت میں گزارے اور سلوک کے منازل بحسن وخوبی مکمل فرمائے، اس دوران خانقاہ کی خدمت کے دوران کچھ اوقات مدرسہ سعدیہ کے طلباء کو اسباق بھی پڑھاتے رہے۔ ۲۷ رشوال ۱۳۷۶ھ مطابق 7 جون 1956ء بروز جمعرات حضرت اقدس مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ کا انتقال ہوا اور اس کے بعد سے آپ مسند نشین خلافت ہوئے اور تا حال حق خلافت ادا کر رہے ہیں، علماء وعوام اور ہر خاص وعام کو باطنی علوم اور تزکیۂ قلوب سے آراستہ فرما رہے ہیں، اللہ کریم آپ کا سایہ ہم پر تا دیر قائم رکھے اور علومِ باطنی کی برکات سے ہم سب کو نوازے، آمین ﴿

☆ ذکرِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم:۔

ایک عظیم رتبہ کے حامل اور مسندِ ولایت کے عظیم تاجدار ہیں جنہیں حُبّ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا حظِ وافر قدرت نے عطا کیا ہے عشاق کے امام ہیں اور آقائے کون

ومکاں کے سچے غلام ہیں۔آپ کے بارے میں ایک زندہ تالیف ''میرے خلیل'' صفحہ ۵۷ پر مرقوم ہے: ''عشقِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلا زینہ ہے معرفتِ خداوندی کا۔محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا سینہ بھرا ہوا ہے مجلس میں جب بھی کسی نے نعتِ رسول ﷺ آپ کے سامنے پڑھی یک دم پوری توجہ سننے کے لئے کرتے ہیں ذکرِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر اکثر آنسوؤں کے موتی آپ کی آنکھوں میں تیرتے دیکھے ہیں آنسو اس سلیقہ سے صاف کرتے ہیں کہ کسی کو خبر بھی نہیں ہونے دیتے۔''

مجھ سے تنہائی میں آنسو نہیں رو کے جاتے
میرے چہرے پہ ہنسی حلقۂ یاراں تک ہے

''مدینہ شریف کی قدم بوسی کے لئے بے قرار رہتے ہیں آپ ہر سال حج پر جاتے ہیں کوشش یہی ہوا کرتی ہے کہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری پہلے ہو حج کا احرام اکثر مدینۃ الرسول ﷺ سے ہی باندھتے ہیں سامان کی خریداری بھی مدینہ شریف سے ہی کرتے ہیں۔حضرت خواجۂ عالم مدظلہ العالی ہمہ وقت حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تیار رہتے ہیں۔احقر نے تو یہ بھی دیکھا کہ خانقاہ شریف سفر سے واپس آئے ہیں خانقاہ شریف میں حرمین شریفین کے سفر کی اطلاع آئی ہوئی ہے تو آدھ گھنٹہ بعد ہی آپ سفر پر روانگی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔''

☆ فنائیتِ رسول ﷺ :۔

''احقر درویش نے ایک روز عالم واقع میں یہ دیکھا کہ ایک باغ نہایت ہی حسین و جمیل ہے سیدِ دو عالم رحمت رحمۃ للعالمین ﷺ باغ میں کھڑے ہوئے مسکرا رہے ہیں نبیٔ رحمت ، جانِ دو عالم ﷺ اپنے اس گناہ آلود امتی کو مٹھائی عطا فرماتے ہیں حقیر امتی مٹھائی کھانے کے بعد دوبارہ جو دیکھتا ہے تو باغ میں میرے خلیل خواجۂ جہاں مدظلہ مسکرا رہے ہیں

فقیرِ حقیر اس واقع سے یہ سمجھا کہ مرشدِ برحق کو فنائیتِ رسول ﷺ کامل واکمل نصیب ہے''
(صفحہ ۵۸)

☆ حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی :۔

''ایک دن خواجۂ جہاں مدظلہ العالے کا یہ حقیر درویش مسجد نبوی ﷺ میں بعد نمازِ عصر مراقب ہوا۔ یہ مشاہدہ ہوا کہ حضرت سید الابرار علیہ افضل التحیۃ والسلام تشریف فرما ہیں جناب ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجودِ اقدس بہت بڑا ہے اولیاء اللہ دست بستہ گول دائرہ میں سامنے بیٹھے ہیں حضرت خواجہ مخدوم و مرشد دامت برکاتہم کو حبیبِ خدا محبوبِ رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں طرف بالکل متصل جگہ ملی ہوئی ہے یہ نظارہ دیکھ کر دل بہت خوش ہوا۔

اس واقعہ سے یہ اخذ کیا کہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں آپ کو کامل حضوری نصیب ہے۔ آپ کو یہ سب کچھ سلسلہ نقش بندیہ مجددیہ سعدیہ کے شیوخ کی توجہات سے نصیب ہوا ہے۔ سلسلہ نقش بندیہ مجددیہ کے سرخیل ،امام و پیشوا یارِ غار، خلیفۂ رسول ﷺ ،سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آقائے دو جہاں نے سیدنا صدیق اکبر کے متعلق ارشاد فرمایا ہے [اللہ پاک نے جو کچھ مجھے عطا کیا ہے میں نے وہ سب ابوبکر کے سینہ میں اتار دیا ہے] وہی صدیقی فیض ہی سینہ بہ سینہ آپ تک کامل آیا ہے نسبت اتحادی کے کامل واکمل امین ہیں۔

؎ محفل میں ہر کسی کی نظر مجھ پہ جم گئی
میں کس کی نظر کا عکسِ نظر لے کے آ گیا

درود شریف سے محبت:۔

سید سلمان گیلانی نے ۱۶ مئی ۲۰۰۲ء تلہ گنگ میں ایک جگہ محفل حمد و نعت میں یہ

واقعہ سنایا: کہ حضرت اقدس خواجۂ خواجگان مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم و فیوضہم کے ساتھ سالِ گذشتہ مدینہ طیبہ کی حاضری میں رفاقت رہی اس دوران ایک موقعہ پر آپ روضہ اطہر کے سامنے بیٹھے تھے کہ میں نے عرض کیا حضرت کوئی خاص وظیفہ ارشاد فرمادیجئے کہ مدینہ طیبہ کی بار بار حاضری ہوتی رہے......

تو آپ نے فرمایا درود شریف پڑھا کریں۔ میں نے عرض کیا: حضرت فلاں فلاں کام ہو جائیں کوئی خاص عمل بتلا دیجئے آپ نے فرمایا درود شریف پڑھا کریں۔ پھر میں نے عرض کیا: حضور! دل بڑا پریشاں ہے کچھ ارشاد فرمادیجئے! اس بار بھی آپ نے وہی بات دوھرا دی اور فرمایا درود شریف پڑھا کریں۔

☆ گیلانی صاحب نے بتایا: اس یادگار موقعہ پر مدینہ منورہ ہی میں صفحۂ دل پر چند اشعار کا ورود ہوا بعد میں جو صفحہ قرطاس کی زینت بنے اور کئی محافل میں وہ سنا بھی چکے ہیں۔ آپ بھی کتاب کے آخری باب، جامِ کوثر میں یہ مبارک اشعار ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

تذکار الائمہ ،استاذ المحدثین

پیکرِ فقر و استغناء ،حافظ الحدیث ، ولیٔ کامل ، مستجاب الدعوات ،

حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

﴿جمعۃ المبارک ،محرم الحرام 1324ھ میں درخواست تحصیل خانپور میں متولد ہوئے گیارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا اور دینی علوم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے ،اور اٹھارہ سال کی عمر میں دورۂ حدیث بھی مکمل کر لیا ،فراغت کے بعد حضرت اقدس مولانا غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور سلوک کی تکمیل کی ، یہاں تک کہ حضرت نے اپنی دستارِ مبارک آپ کے سر پر رکھ دی ،آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے آپ کے معتقدین بھی لاکھوں سے متجاوز ہیں جمعیت علماء اسلام کے سرپرست بھی رہے اور ہمیشہ اتباعِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور خدمت قرآن و حدیث میں مصروف رہے اور ہمیشہ دینِ حق کی آواز بلند کرتے رہے ،رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ﴾

عشق کا رنگ :۔

حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی وعظ تھی ،اٹھتے بیٹھتے ،چلتے پھرتے ، سوتے جاگتے ،مصافحہ کرتے کھانا کھاتے ،مولانا کی زبان پر قال اللہ ،قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہتا تھا اور مرحوم ایک خاص سوز اور کیفیت سے کہ جس میں دردِ دل شامل ہوتا تھا ماحول اور وقت کے مطابق حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے رہتے تھے جن لوگوں نے آپ کو سنا ،دیکھا پرکھا ان سب کا یہ متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے کہ حدیثِ رسول اللہ ﷺ سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا اور پہلے دور میں ان جیسے لوگ بہت سے گذرے ہیں لیکن اس دور میں صبح و شام ،دن اور رات اس فکر کو عام کرنے والا آپ سے بڑھ کر نہیں دیکھا گیا۔

اس کام کی لذت دلِ عشاق سے پوچھو
جان آ گئی تن میں جو لیا نامِ محمدؐ

ہزاروں نہیں، لاکھوں لوگوں نے آپ کو جلسوں میں تقریر کرتے سنا جس سوز اور درد سے آپ مسلسل حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے اس کی مثال ملنا مشکل تھی۔ تقریر کے بعد دعا مانگنے لگتے تو اس میں یہ جذبہ پھر ابھر آتا اور وہ دعا آدھ پون گھنٹہ کی تقریر بن جاتی جس میں بیسیوں احادیث پڑھ دی جاتیں۔ یہ شعر اکثر جگہ لکھا اور پڑھا جاتا ہے لیکن حدیثِ رسول کے بارے میں یہ صحیح معنوں میں آپ پر صادق آتا ہے:

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الّا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم

حضرت مولانا ان معدودے چند لوگوں میں سے تھے کہ جن کی ساری زندگی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں گزری آپ کی مجلس میں سوائے دین کے کوئی اور بات نہیں سنی گئی۔ (واردات ومشاہدات، ملخصاً، صفحہ:454)

☆ گنبدِ خضریٰ کے سامنے بیٹھتا ہوں تو حدیث کی سمجھ آجاتی ہے

آپ ہر وقت عشقِ رسول میں سرشار رہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب قرآن مجید کی کسی آیت کریمہ کے عقدے حل نہ ہوں تو میں بیت اللہ شریف کے سامنے جا بیٹھ جاتا ہوں تو حل ہو جاتے ہیں اور جب احادیثِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطالب سمجھ میں نہ آئیں تو گنبدِ خضریٰ کے سامنے بیٹھتا ہوں تو سمجھ آجاتی ہے۔ (ماہنامہ تجلیاتِ حبیب، اکتوبر، ۱۹۹۴ء)

تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحبِ کشاف

نبی ﷺ کے عاشق علماء:۔

علماءِ دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے جو فراوانی عطا

کی اس کی مثال ملنا مشکل ہے وہ بلند بانگ دعووں سے نہیں بلکہ حقیقت میں اتباعِ حبیب سے مزین ہے، آہ اور واہ کی تابع نہیں بلکہ رضائے رب اور منشاءِ خداوندی کے تابع ہوتی ہے، صرف اقوال وگفتار کی نہیں بلکہ اطاعتِ رسول کے عملی اظہار کا نمونہ ہوتی ہے۔

عاشقِ سیدِ دوعالم ﷺ، حافظ الحدیث، حضرت درخواستی جب مسجد نبوی میں بیٹھ کر حدیثِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس شروع کرتے ہیں تو ایک مصری اٹھ کر کہتا ہے:

یا اهل المدينة ! مارأيتم اباهريرة ،فهذا ابو هريرة

اے مدینہ والو! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تم نے نہیں دیکھا، لیکن آج حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے اس غلام کی شان دیکھ لو، جس طرح حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ آنکھیں بند کر کے (یعنی زبانی احادیث سنانے والے، حافظ الحدیث) حدیث پڑھا کرتے تھے اس طرح یہ بھی حدیث پڑھتے ہیں

قد خرجت منكم النعمة و ذهبت عند العجم

دیکھو یہ نعمت تم عربیوں سے نکل کر عجمیوں میں چلی گئی ہے۔ (خطبات دین پوری، جلد 3، ص:132)

☆ سکونتِ مدینہ کا ارادہ اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:۔

حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ محبتِ نبوی کے جذبات میں پاکستان چھوڑنے اور مدینہ میں جا کر سکونت اپنانے کے ارادے سے کراچی پہنچ گئے، رات کو وہاں سوئے ہوئے تھے کہ خواب میں امام الانبیاء، سید الرسل، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ انہیں پاکستان میں رہ کر ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کرنے کا ارشاد فرمارہے ہیں صبح ہوئی تو اپنا ارادہ سکونتِ مدینہ کا بدل دیا اور تحفظ ختمِ نبوت کا کام مزید تیزی اور سرگرمی سے کرنے لگ گئے۔ (از: مولانا محمد علی جالندھری ؒ، شاہراہِ عشق کے مسافر، ص: 21)

آپ کی وفات ۲۷ راگست ۱۹۹۴ء ۱۴۱۵ھ میں ہوئی، خان پور کے نواح، دین پور

میں امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق پر کروڑوں رحمتیں نثار کرے، آمین

ویرحم اللہ عبدا قال آمینا

☆☆☆☆
☆☆
☆

++﴿صفاتِ نبوت اور اوصافِ عظمت کی ایک جھلک﴾++

وہ شاہِ امم، وہ سراپا جود و کرم، وہ ماہِ فضل و کمال، وہ سراپا حسن و جمال کہ

- ...... جن کو اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے پہلے پیدا فرمایا مگر سب سے آخر میں مبعوث فرمایا
- ...... جنہوں نے یوم اَلَست میں سب سے پہلے ''بلیٰ'' کا آوازہ بلند فرمایا
- ...... جن کی مدد و نصرت کی گواہی عالم ارواح میں انبیائے کرام سے لی گئی
- ...... جن کی آمد کی خوشخبری ہر الہامی کتاب میں دی گئی
- ...... جن کے پنگھوڑے کو فرشتے ہلایا کرتے تھے
- ...... جن کے نورِ ولادت نے دنیا کو جگمگا دیا
- ...... جن کے حسن و جمال کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا
- ...... جن کے لعاب مبارک نے کڑوے پانی کو میٹھا کر دیا
- ...... جن کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے اُبل پڑے
- ...... جن کی چشمِ مبارک اگر محوِ خواب ہوتی تو بھی دل مبارک بیدار رہتا تھا
- ...... جن کا مبارک پسینہ مشک و عنبر سے بھی بڑھ کر خوشبودار تھا
- ...... جن کے جسمِ اطہر پر مکھی بھی نہ بیٹھتی تھی
- ...... جن کی ولادت باسعادت پر شیاطین کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا
- ...... جن کا قرین اور موکل جن بھی مسلمان ہوگیا
- ...... جن پر درود و سلام بھیجنا امت پر واجب کر دیا گیا
- ...... جن کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا
- ...... جن کے سر پر نُصِرتُ بِالرُّعب کا تاج سجایا گیا
- ...... جن کو ورفعنا لک ذکرک کا مژدہ سنایا گیا
- ...... جن کا مرقد مبارک عرشِ معلّٰی سے بھی افضل ہے
- ...... جن کے مرقد مبارک پر موکل فرشتہ امت کا درود و سلام پہنچاتا ہے
- ...... جن کے حجرہ اور منبر کا درمیانی حصہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے

- ...... جن کو قیامت کے دن مقام محمود عطا کیا جائے گا
- ...... جن کو حوضِ کوثر کا والی بنایا گیا
- ...... جن کی امت قیامت کے دن سب امتوں سے زیادہ ہوگی
- ...... جن سے دین کی تبلیغ پر قیامت کے دن گواہی طلب نہ کی جائے گی
- ...... جن پر نازل ہونے والی کتاب جنت میں بھی پڑھی جائے گی
- ...... جن کی زبان عربی اہل جنت کی زبان بنادی جائے گی
- ...... جن کے خیر مقدم کے لئے کائنات کو دولہن کی طرح سجایا گیا۔ بقولِ شخصے......

==============

کتابِ فطرت کے سرورق پر جو نامِ احمدؐ رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا، وجودِ لوحِ قلم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا، عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا
یہ محفلِ کن فکاں نہ ہوتی اگر وہ شاہِ امم نہ ہوتا

☆☆☆☆☆☆

حاکم عادل ،قائد حریت وانقلاب

حضرت اقدس مولانا مفتی محمود رحمہٗ اللہ تعالیٰ

رحمۃً واسعۃً

﴿حضرت مفتی صاحب مردِ درویش اور سچے عاشق رسول تھے ،آپ 1909ء، موضع عبدالخیل، علاقہ پنیالہ، ڈیرہ اسمٰعیل خان میں پیدا ہوئے مقامی سکول میں میٹرک کیا ساتھ ہی اپنے والد ماجد سے دینی تعلیم کے بارے استفادہ کرتے رہے ، بعد ازاں ہندوستان کا سفر کیا جہاں آپ مراد آباد ، دہلی ، اور دیگر مدارس میں پڑھتے رہے اور 1941ء میں سندِ فراغت حاصل کر کے وطن واپس لوٹے ،تقریباً چار سال عیسیٰ خیل میں تدریس کرتے رہے بعدہٗ مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں تدریسی خدمات سرانجام دیں، حدیث پڑھاتے رہے اور افتاء کا کام بھی آپ ہی کے سپرد تھا، آپ ملکی سیاست میں گہری دلچسپی سے حصہ لیتے تھے، 1953 کی تحریکِ ختم نبوت میں آپ نے نمایاں طور پر حصہ لیا اور ایک سال تک اسیر بھی رہے، کئی بار اپنے حلقہ سے ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوئے ، یکم مئی ،1972ء میں صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوئے ،اس دوران نفاذِ شریعت کے سلسلے میں بہت سی مثالی خدمات سرانجام دیں، کئی ماہ بعد احتجاجاً مستعفی ہو گئے ،1974ء میں دیگر علماء کی سربراہی کرتے ہوئے پارلیمنٹ میں قادیانیوں کے بارے ایسے وقیع اور ناقابل تردید دلائل کی بوچھاڑ کی کہ تمام ممبران تائید پر مجبور ہو گئے اور یوں مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا گیا، آپ کو حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت بھی عطا فرمائی تھی، یقیناً آپ ایک صاحب بصیرت عالم اور انتہائی مدبر سیاستدان تھے، حج پر جانے سے ایک روز قبل 14 اکتوبر 1980ء میں آپ نے انتقال فرمایا، رحمۃ اللہ علیہ﴾

☆.....بھلا وہ بھی کوئی محدث ہے جسے زیارت نہ ہو:۔

مدت سے تقاضا تھا شرف تلمذ حاصل ہو جائے۔ جہاں علمی بصیرت میں اضافہ ہوگا وہاں صحبت کے شب و روز بھی میسر آئیں گے، علیم بذات الصدور نے وقت مقرر فرمایا اس قلندر کی ایک جھلک نصیب ہوئی دل تڑپ رہا تھا جس کیلئے نگاہیں بے تاب تھیں، ملک کی مشہور عظیم دینی درسگاہ جامعہ قاسم العلوم میں داخلہ لیا، انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، بے قراری

سکون میں تبدیل ہوئی، مشتاق نگاہوں نے محبوب متاع کا جلوہ دیکھا۔ ۱۳۹۵ھ میں مسند تدریس پر یوں تو بے شمار حضرات اساتذہ تھے مفسرین بھی محدثین بھی، بحرالعلوم حضرت العلامہ مولانا شریف صاحب کشمیری ایسے جید لائق محققین بھی اس قطار میں معقول ومنقول کا دوشالہ اور تفقہ فی الدین کا تاج سر پہ سجائے نظر آ رہے تھے مگر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کوششوں اور دعاؤں کا ثمر مرد درویش حضرت مفتی محمود احمد صاحبؒ کی صورت میں درسگاہ عالیہ دورہ حدیث شریف میں نمودار ہوا

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آ گیا تو ساری بہاروں پہ چھا گیا

ذات اللہ کی حمد و ستائش صلوٰۃ الرسول ﷺ کے بعد گویا ہوئے تو محسوس ہوا گویا سمندر اپنی موجوں میں گم ہے، دریا میں طغیانی بپا ہے، علم وحکمت کے موتی بکھیرے جا رہے ہیں، چمنستان قرآن وحدیث کے پھول تقسیم کئے جا رہے ہیں اور خوشبو ایسی جو رنگت سے کہیں بہتر۔

اور یہ سب کچھ کتاب الایمان (بخاری شریف) کے ضمن میں بانٹا جا رہا تھا، ہر سوالی سخی کی اس عطا پر سر دھن رہا تھا۔ جہاں علمی، روحانی، ذوقی ولسانی جاذبیت ہر طالب صادق کے دل و دماغ میں جگہ کر رہی تھی وہاں خوبصورت بارعب گول چہرہ، شربتی نگاہیں، پیشانی مبارک میں غور وفکر کی لکیریں مرکز توجہ تھیں، آبدار موتیوں جیسے دانتوں پر مسکراہٹ صاحب درد کیلئے تسلی ثابت ہو رہی تھی، نگاہ عاطفت دائیں پھیری تو مرجھائے ہوئے پھولوں میں تازگی آ گئی بائیں پھری تو اداس چہروں پر رونقیں آ گئیں۔

سب کے دل دھڑکنے لگے، مشتاق نگاہوں نے توجہ کی، یوں گویا ہوئے عزیز ساتھیو! ہمارے اکابر کا طریق رہا ہے کہ جس کے اظہار میں ریا کاری کی بو آئے اس سے

اجتناب ضروری ہے، ممکن ہے میرا کچھ کہنا ریاکاری پر محمول ہوگا، پھر کیا تھا کہرام مچ گیا، دل بے قرار ہوگئے شیخ کے اس اشارہ پر تَرَحَّمْنَا یَاشیخ ! کی صدائیں بلند ہوئیں محدث کبیرؒ نے نگاہ عاطف جو گھمائی مرکزِ توجہ بن گئے فرمانے لگے بھائی آخر ہم بھی تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خوشہ چین ہیں بھلا وہ بھی کوئی محدث ہے جسے حدیث والے کی زیارت نصیب نہ ہو۔ اس جملہ کا اظہار تھا کہ سب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوئیں وہ ہمیشہ کے لئے دل ودماغ میں جاگزیں ہوگئے آج تک حضرت کا جملہ کانوں میں گونج رہا ہے۔

(ہفت روزہ ترجمانِ اسلام، مفتی محمود نمبر، اپریل ۱۹۸۱ء)

سیاحِ حرمین، بے مثل اسلامی سکالر و مبلغ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

رحمۃ اللہ علیہ

﴿تعارف: دنیائے اسلام کے مشہور عالم دین، مفکر، مصنف، محقق، آپ 1914ء میں پیدا ہوئے آپ مولانا حکیم سید عبدالحی کے فرزند ہیں جو نزہۃ الخواطر کے مصنف ہیں جو برعظیم پاک و ہند کے علماء اور مشاہیر اسلام کا ایک ہزار سالہ تزکرہ ہے۔ آپ نے دارالعلوم ندوہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہیں تفسیر وادب عربی کے استاد کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھال لی۔ لکھنو ہی میں مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام قائم کی۔ ان کو ازراہِ محبت علی میاں کہا جاتا تھا۔ اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کی شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ کی عربی اردو میں بہت سی تصانیف بھی ہیں۔﴾

حضور ﷺ سے والہانہ عشق کا اثر:۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک آفاقی شہرت عطا کی تھی بیسیوں علمی وادبی جماعتوں اور حلقوں کے منتظم اور سرپرست وغیرہ تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ عربی ﷺ سے بے پناہ اور والہانہ عشق ومحبت انہیں عطا فرمائی تھی ایک واقعہ ان کا نمونہ کے طور عرض کر دیتا ہوں بالخصوص اس ضمن میں جہاں ہم سے کوتاہی اکثر ہوتی ہے اصلاح کے لئے اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

☆ اعتقاد ومحبت کا تأثر ظاہر ہونے لگتا ہے

''انہیں رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے والہانہ محبت وتعلق تھا تقریر سے پہلے جب خطبۂ مسنونہ پڑھتے اور آپ ﷺ کا نامِ نامی آتا اور آپ کی رسالت کی شہادت کا کلمہ زبان سے نکلتا تو آواز میں رقت اور ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی اور چہرہ پر بھی اعتقاد ومحبت کا تأثر ظاہر ہونے لگتا تھا جسے سامعین وناظرین محسوس کرتے تھے۔

لذتِ پرواز میں اگر، کہیں کھو جاؤں میں
جس سے محبت ہے مجھے، اس کی گلی میں دیکھنا

رسول اللہ ﷺ سے ان کی محبت وعقیدت کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں ایک بار میں رائے بریلی حاضر ہوا اور کئی دن حضرت ندوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہا اس وقت اتفاق سے کوئی کاتب حضرت کے پاس نہ تھا حضرت کو کوئی مضمون املاء کرنا تھا مجھے یہ خدمت سپرد ہوئی۔

مضمون لکھواتے ہوئے آپ نے کسی جملہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھوایا پھر فرمایا صرف لفظ رسول اللہ لکھ دو (جملہ کے اعتبار سے وہ موزوں لگ رہا ہے) میں نے غلطی سے لفظ محمد پر [کراس] کا نشان بنایا مولانا نے میری یہ غلطی دیکھ لی یا محسوس کر لی اور ان پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور کئی بار کسی قدر تلخ لہجہ میں فرمایا مولوی زکریا! تمہیں ہمت کیسے ہوئی کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کا نام کاٹ دیا پھر یاد دلایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو (حدیبیہ کے صلح نامہ سے) آپ ﷺ کا نام کاٹنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ آپ نے کیسے ہمت کر لی۔

اگلوں نے بھی دوھرائے ہیں اقوالِ محبت
میں نے بھی وہی بات کہی ہے لہجہ بدل کر

اور ساتھ ہی نصیحت کے طور فرمایا کہ کہ احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے موقع پر آپ کے اسم گرامی کو دائرہ میں کر دیا جاتا ہے

جب تک ہے زمیں پر کوئی میخانہ سلامت
اے پیرِ مغاں کس لئے آئے گی قیامت

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور غلامانِ محمد ﷺ، خصوصی نمبر ماہنامہ الرشید صفحہ ۱۵۲ مضمون مولانا زکریا سنبھلی)

☆محبت کی صبحِ صادق نمودار ہوئی:۔

......مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃُ اللہ تعالیٰ اپنے ایک مجموعۂ مضامین وخطبات (الطریق الی المدینہ)''کاروانِ مدینہ''میں سیرت کا پیغام، امت کے وفود آقا کے حضور میں، غارِ حرا کی روشنی میں، اقبال درِ دولت پر، حضور وسرورؐ، حدیثِ مدینہ، اردو فارسی شعراء کا نذرانہ عقیدت وغیرہ عناوین ایک نئے اچھوتے، اور لاجواب انداز میں پیش کرتے ہیں یہ پیراگراف اس کتاب سے لیا گیا ہے جو یقیناً اپنے انداز میں اعجاز رکھتا ہے۔

......میں جبلِ نور پر چڑھا اور اس کے غار پر جو غارِ حرا کے نام سے مشہور ہے جا کھڑا ہوا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہی جگہ ہے جہاں خداوندِ کریم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبری کا شرف عطا فرمایا اور پہلی مرتبہ وحی نازل فرمائی پس (یہ کہنا حق ہے کہ) یہیں سے وہ آفتاب طلوع ہوا جس کی کرنوں نے دنیا پر نور برسایا اور اسے ایک نئی زندگی بخشی، یہ عالم ہر دن ایک نئی صبح کو خوش آمدید کہتا ہے لیکن اکثر وبیشتر نہ اس صبح میں نیا پن ہوتا ہے نہ کوئی ندرت، اور نہ ہر صبح، صبح سعادت، ان صبحوں کی آمد سے انسان تو جاگ جاتے ہیں مگر دلوں کی نیند میں ذرا فرق نہیں آتا اور روحوں کی بستی یونہی خوابِ غفلت میں پڑی رہتی ہے کیا شمار ہے ایسے تاریک دنوں کا اور ایسی جھوٹی صبحوں کا، البتہ اس غار سے حقیقی معنی میں صبحِ صادق نمودار ہوئی تھی جس کے نور نے ہر چیز کو چمکایا اور اس کی آمد نے ہر شے کو جگایا اور اسی صبح سے تاریخ کا رُخ مڑا اور زمانہ کا رنگ بدلا۔ اس صبح سے پہلے انسانی زندگی کا فطری بہاؤ رکا ہوا تھا اور اس کے ہر دروازہ پر بھاری قفل چڑھے ہوئے تھے

......ایسے وقت میں متمدن دنیا سے الگ تھلگ ایک چھوٹے سے خشک پہاڑ کے اوپر گمنام اور ظاہری اعتبار سے بے حیثیت مقام (غارِ حرا) میں دنیا کا وہ عقدۂ لاینحل حل ہوا جو نہ بڑی بڑی حکومتوں کی راجدھانیوں میں حل ہو سکا نہ عظیم الشان درسگاہوں میں حل ہوا اور نہ

علم وادب کے پُرشکوہ ایوانوں میں حل ہو سکا یہاں پروردگارِ عالم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صورت کی گم شدہ کنجی پھر سے انسانیت کو مل گئی۔ یہ کنجی ہے ایمان...... اللہ پر، اس کے رسول پر اور یومِ آخرت پر...... اس کنجی سے آپ نے صدیوں کے ان بند قفلوں کو ایک ایک کر کے کھول ڈالا جس کے نتیجے میں حیاتِ انسانی کے ہر ہر شعبے کے دروازے چوپٹ کھل گئے۔ آپ نے جب نبوت کی اس کنجی کو عقل کے قفل پر رکھا تو اس کی ساری گرہیں کھل گئیں اس کی ساری سلوٹیں اور اس کے پیچ وخم دور ہو گئے اسے نشاطِ فکر حاصل ہو گیا اور وہ اس قابل ہو گئی کہ انفس وآفاق میں پھیلی ہوئی خدا کی نشانیوں سے نفع اندوز ہو سکے، اس کائنات میں غور کر کے اس کے خالق کو پا سکے۔ (کاروانِ مدینہ، صفحہ ۳۹ تا ۴۱، ملخصاً)

☆ میں کوئی محفل نہ دیکھوں اب تیری محفل کے بعد:۔

......ایک ایسی تحریر جس کا حرف حرف عشق والفت، احسان مندی اور جذباتِ وفا سے لبریز ہے ......مدینہ کا مسافر اگر ایسا ہی قلب وجگر لے کر وہاں جائے تو یقیناً وہاں کی تربت کا ذرہ ذرہ، ہوا کا ہر جھونکا، پانی کا ہر قطرہ، پہاڑ کا ہر کنکر، الفت وشیفتگی، محبت وقربت کا مظہر دکھائی دے گا اور قلب وجگر ایک ہی صدا کی بازگشت سنے گا......

چھین لے مجھ سے نظر اے جلوۂ خوش روئے دوست
میں کوئی محفل نہ دیکھوں اب تیری محفل کے بعد

"نظر اٹھا کر دیکھئے یہ دونوں طرف پہاڑوں کی قطاریں ہیں کیا عجب ہے کہ ناقۂ نبوی اسی رستہ سے گزرا ہو، یہ فضا کی دلکشی یہ ہوا کی مشک بیزی اسی وجہ سے ہے

منزلِ دوست چوں شود نزدیک — آتشِ شوق تیز گردد

درود شریف زبان پر جاری ہے دل وفورِ شوق سے امنڈ رہا ہے بھینی بھینی ہوا ہے اور ہلکی ہلکی چاندنی، جس قدر طیبہ قریب ہوتا جا رہا ہے ہوا کی خنکی، پانی کی شیرینی اور ٹھنڈک، لیکن دل کی

گرمی بڑھتی جارہی ہے سینے کوئی کہہ رہا ہے ۔

۔ بادِ صبا جو آج بہت مشک بار ہے
شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلفِ یار ہے

۔ وہ ایک بار ادھر سے گئے مگر اب تک
ہوائے رحمتِ پروردگار آتی ہے

وہ دیکھئے جبلِ احد نظر آرہا ہے ذلك جبل يحبّنا ونحبّهٗ وہ سوادِ مدینہ کے درخت نظر آرہے ہیں ...... وہ گنبدِ خضریٰ نظر آیا دل کو سنبھالیے اور قدم اٹھایئے یہ لیجئے مدینہ میں داخل ہوئے مسجدِ نبوی کی دیوار کے نیچے نیچے بابِ مجیدی سے گزرتے ہوئے بابِ جبریل پر جاکے رکے حاضری کے شکرانہ میں کچھ صدقہ کیا اور اندر داخل ہوئے ، پہلے محرابِ نبوی میں جاکر دوگانہ ادا کیا، گنہ گار آنکھوں کو جگر کے پانی سے غسلِ صحت دیا وضو کرایا پھر بارگاہِ نبوی پر حاضر ہوئے ...... خوب درود وسلام پڑھا اور آپ کے دونوں رفیقوں اور وزیروں کو محبت کا خراج اور عقیدت کا نذرانہ سلام ودعا کی شکل میں پیش کیا ...... اب آپ ہیں اور مسجد نبوی، دل کا کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے ، درود شریف پڑھنے کا اس سے بہتر زمانہ اور اس سے بہتر مقام کون سا ہوسکتا ہے؟ اب بھی شہود وحضور نہ ہو تو پھر کب ہوگا؟

جنت کی کیاری، روضة من رياض الجنّة میں نمازیں پڑھیے، مگر دیکھئے کسی کو تکلیف نہ دیجئے ...... اور یہاں آواز بلند نہ ہو ﴿اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ یہاں دنیا کی باتیں نہ ہوں، دن میں جتنی مرتبہ جی چاہے حاضری دیجئے اور سلام عرض کیجئے آپ کے نصیب کھل گئے ، اب کمی کیوں کیجئے مگر ہر بار عظمت وادب اور اشتیاق ومحبت کے ساتھ ، دل کی ایک حالت نہیں رہتی وہ بھی سوتا اور جاگتا ہے جاگے تو سمجھئے نصیب جاگے ......

کبھی دبے پاؤں لوگوں کی نظر بچا کر تنہائی میں حاضر ہونے کا جی چاہے گا اس باب میں دل کی فرمائشیں سب پوری کیجئے کوئی حسرت باقی نہ رہے، کبھی صرف آنسوؤں سے زبان کا کام لیجئے کبھی ذوق وشوق کی زبان میں عرض کیجئے، مگر اتنا خیال رکھیے کہ توحید کی حدود سے قدم باہر نہ جائے......

اب ہم مدینہ منورہ میں مقیم ہیں جہاں کی خاکروبی کو اولیاء سلاطین سعادت سمجھتے تھے وہاں آپ ہر وقت حاضر ہیں ایک ایک دن اور ایک گھڑی کو غنیمت سمجھئے، پانچوں نمازیں مسجدِ نبوی میں جماعت کے ساتھ پڑھئے...... آیئے اب جنت البقیع چلیں جو انبیاء علیہم السلام کے مقابر کے بعد صدق واخلاص کا سب سے بڑا مدفن ہے ع ......دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز ...... یہاں چپہ چپہ پر ایمان و جہاد اور عشق ومحبت کی تاریخ کندہ ہے ایک ایک ڈھیر میں اسلام دفن ہے......

انہی کے نقشِ قدم کی تلاش ہے مجھ کو
کبھی نہ چھوڑوں گا بارِ الٰہی میں جستجوئے رسولؐ

......گنبد خضریٰ پر ایک نظر ڈالئے پھر مدینہ کے اس شہرِ خموشاں کو دیکھئے صدق واخلاص، استقامت و وفا کی اس سے زیادہ روشن مثال کیا ملے گی۔ آیئے بقیع میں اسلام کی خدمت کا عہد کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اسلام ہی کے راستہ پر زندہ رکھے اور اسی کے ساتھ وفاداری میں موت آئے۔ جنت البقیع کا یہی پیغام اور یہی سبق ہے۔

قبا میں بھی حاضری دیجئے یہ وہ بقعہ نور ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم سے مدینہ سے بھی پہلے مشرف ہوا۔ وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی ہے جس کو لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ کا خطاب ملا۔ محبت وعظمت کے ساتھ حاضر ہو جایئے اس زمین پر نماز پڑھیے۔ پیشانی اس خاک پر رکھئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رِجَالٌ

یُحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا کے قدموں سے پامال ہوئی ہے۔اس فضا میں سانس لیجئے جس میں وہ انفاسِ قدسی اب بھی بسے ہوئے ہیں……

مدینہ طیبہ سے الفت کا تذکرہ:۔

مدینہ طیبہ کے ذرے ذرے کو محبت وعقیدت کی نگاہ سے دیکھیے تنقید کی نگاہ اور اعتراض کی زبان کے لیے دنیا بھری پڑی ہے زندگی کے چند دن کانٹوں سے الگ پھولوں میں گذر جائیں تو کیا حرج ہے پھر بھی آپ کی نگاہ کہیں رکتی اور اٹکتی ہے تو غور سے کام لیجئے وہ ہماری کوتاہی کے سوا اور کیا ہے ہم نے دین اور دنیا کی خیرات یہیں سے پائی ،آدمیت یہیں سے سیکھی۔ان کے بزرگوں نے سمندر اور صحرا عبور کر کے اور پہاڑوں کو طے کر کے دین کا پیغام ہم تک پہنچایا۔ہم نے بھی اپنے فرض کا احساس کبھی کیا؟ ہم سمجھتے ہیں کہ دین کے احسان کے بدلہ ہم چند سکوں سے ادا کر دیں گے جو ہمارے حجاج اپنی کم نگاہی سے احسان سمجھ کر مدینہ کی گلیوں میں بانٹتے پھرتے ہیں۔

مدینہ دعوتِ دین کی معدن ہے اس دعوت کو اس معدن سے اخذ کیجئے اور اپنے اپنے مسلک کے لئے یہ سوغات لے کر آیئے ،کھجوریں ،گلاب و پودینہ ،خاکِ شفا محبت کی نگاہ میں سب کچھ ہیں مگر اس سر زمین کا اصلی تحفہ اور یہاں کی سب سے بڑی سوغات دعوت اور اسلام کے لئے جدوجہد اور جان دے دینے کا عزم ہے۔مدینہ ،مسجدِ نبوی کا چپہ چپہ ،بقیع شریف کا ذرّہ ذرّہ اور احد کی ہر ہر کنکری یہی پیغام دیتی ہے مدینہ آکر کوئی یہ کیسے بھول سکتا ہے کہ اس شہر کی بنیاد دعوت وجہاد پر پڑی تھی۔لیجئے قیام کی مدت ختم ہونے کو آئی ہے……

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم بہار آخر شد

آخری سلام عرض کیا مسجد نبوی پر حسرت کی نگاہ ڈالی اور باہر نکلے محبوب شہر پر محبت کی نگاہ ڈالتے چلے، احد کو ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا اور مدینہ سے مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑے جو لمحہ گذرتا ہے مدینہ آنکھوں سے دور اور مکہ قریب ہوتا جاتا ہے الحمد للہ کہ ہم حرمین کے درمیان ہی ہیں.................صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

(کاروانِ مدینہ، ص:۱۶۱ تا ۱۷۴ ملخصاً)

☆ جیتے جی جنت کو دیکھنا:۔

......میں نے بچپن میں جس طرح لوگوں کو جنت اور اس کی نعمتوں کا بڑے شوق شوق سے ذکر کرتے ہوئے سنا اس طرح حجاز اور اس کے دونوں شہروں کا تذکرہ بھی سنا تھا جنت کو حاصل کرنے اور حجاز کو دیکھنے کی تمنا اسی وقت سے میرے دل میں کروٹیں لینے لگی تھی۔

جب میں کچھ بڑا ہوا اور مجھے معلوم ہوا کہ جیتے جی جنت کو دیکھنا ممکن نہیں ہے ہاں حجاز تک رسائی ممکن ہے حجاج کے قافلے برابر آتے جاتے ہیں تو میں نے کہا کہ پھر ایمان کی اس جنت کی سیر کیوں نہ کی جائے دن پر دن گزرتے گئے اور میں بڑھتا گیا، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ اور تاریخِ اسلام کا مطالعہ کیا تو میرا پرانا شوق تازہ ہو گیا، تھپکی دے دے کر سلائی ہوئی تمنائیں جاگ گئیں اور میں دن رات حج و زیارت کی تمنا میں رہنے لگا۔

پھر ایسا ہوا کہ میں اس جگہ آ پہنچا جس کی سرزمین پر نہ تو سبزہ کا فرش ہے اور نہ اس کی گود میں ندیاں کھیلتی ہیں اس کے چاروں طرف جلے ہوئے پہاڑ کھڑے پہرہ دے رہے ہیں لیکن بقول حفیظ ؎

نہ اس میں گھاس اُگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں
مگر اس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

جب میں نے حسنِ ظاہری سے خالی یہ سرزمین دیکھی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شہر، مناظر سے کتنا تہی دست ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ میں نے یہ بھی سوچا کہ اس شہر نے انسانیت اور تمدن پر کتنا بڑا احسان کیا ہے اگر یہ شہر جس کا دامن گلگاریوں سے خالی ہے روئے زمیں پر نہ ہوتا تو دنیا ایک سونے کا پنجرا ہوتی اور انسان محض قیدی!

یہی وہ شہر ہے جس نے انسان کو دنیا کی تنگنائے سے نکال کر وسعتوں سے آشنا کیا انسانیت کو اس کی کھوئی ہوئی سرداری اور چھینی ہوئی آزادی دلائی اسی شہر نے انسانیت پر لدے ہوئے بھاری بوجھوں کو اتارا اس کے طوق وسلاسل کو جدا کیا جو ظالم بادشاہوں اور نادان قانون سازوں نے ڈال رکھے تھے۔

......حج کے بعد میں اپنے شوق کے پروں پر اڑتا ہوا مدینہ منورہ کی طرف چلا محبت اور وفا کی کشش مجھے مدینہ منورہ کی طرف بے ساختہ کھینچ رہی تھی راستہ کی زحمتوں کو میں رحمت سمجھ رہا تھا اور میری نگاہ کے سامنے اس پہلے مسافر کا نقشہ گھوم رہا تھا جس کا ناقہ اسی رستے سے گیا تھا اور اس راستہ کو اپنی برکتوں سے بھر دیا تھا۔

جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو سب سے پہلے میں نے مسجدِ نبوی میں دو رکعت نماز ادا کی اور سعادت کے نصیب ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا پھر میں آپ کے سامنے حاضر ہوا میں آپ کے احسانات کے نیچے دبا ہوا تھا جن سے عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں میں نے آپ درود وسلام پڑھا اور گواہی دی کہ بے شک آپ نے اللہ کا پیغام کماحقہٗ پہنچادیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپی ہوئی امانت کو پورا پورا ادا کر دیا، امت کو سیدھی راہ دکھائی اور اللہ کی راہ میں دمِ واپسیں تک پوری پوری کوشش کی۔

اس کے بعد میں نے آپ کے دونوں محترم دوستوں کو سلام کیا یہ دونوں ایسے دوست ہیں جن سے بڑھ کر مصاحبت کا حق ادا کرنے والا تاریخِ انسانی میں نظر نہیں آتا اور نہ

کوئی ایسا جانشین دکھائی دیتا ہے جس نے ان سے زیادہ اچھی طرح جانشینی کے فرائض کوادا کیا ہو۔(کاروانِ مدینہ،ص:۱۷۹تا۱۸۲، ملخصاً)

شرابِ محبت پلادے مجھے　　تو مستانہ اپنا بنادے مجھے

ترے جلوے کو دیکھ کر جان دوں　　مروں تو ترے فضل سے یوں مروں

رہوں گور میں بھی دیوانہ ترا　　نہ موقوف ہو منہ دکھانا ترا

اٹھوں تو ترے دھیان میں پھر اٹھوں　　غرض عشق ہی میں جیوں اور مروں

(مولانا رؤف احمد مجددیؒ، دادا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالی کے ملفوظات و ارشادات قلم بند کرتے ہوئے سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ رقم طراز ہیں

☆ ورنہ تمہاری آواز حضور ﷺ کی آواز پر بلند ہو جائے گی:۔

''قرآن نے صحابہ کرام کو خطاب کر کے کہا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی　نہ اونچی کرو اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر، کتنا معرکۃ الآرالحاظ ہے کتنا عظیم المرتبت ادب ہے دیکھو مسلمانو! رسول اللہ ﷺ کی آواز مبارک کے آگے اپنی آواز پست رکھنا۔ یہ حکم وقتی نہ تھا صرف صحابہ کرام کو نہ تھا بلکہ پوری امت کو ہے قیامت تک ہے یہ قرآنی آواز آج بھی اسی طرح آرہی ہے جس طرح اپنے نزول کے وقت سنائی دی تھی

آج یہ آواز ہم کو بتا رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کے آگے اپنی مصلحت نہ ڈھونڈنا، دین میں علل مت تلاش کرنا، بے چون و چرا حکمِ رسول کو ماننا ورنہ تمہاری آواز حضور ﷺ کی آواز پر بلند ہو جائے گی اور ایسے میں۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ: کہ اکارت ہو جائیں تمہارے اعمال، اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔ صحابہ کرام نے اس،

ادب کو سیکھ لیا تھا اور وہ آوازوں کو حضور ﷺ کے آگے اتنی پست رکھتے تھے کہ گویا مجلس میں ہیں ہی نہیں ظاہراً بھی اور باطناً بھی، یہی وجہ تھی کہ ان کے حالات بدل جاتے تھے۔
(صحبتے با اہلِ دل مؤلفہ سید ابوالحسن علی ندوی ،صفحہ ۳۴۷)

☆ تیرا نامِ پاک لینے کی سعادت:۔

عشق کی تاثیر ہی الگ ہوتی ہے محبوب کا نام لینے کا لطف ہی جداگانہ ہے اس کے تذکرے میں لذت ہی بے مثل ہے اس کی سوچ ہی بڑی جاں گداز ہے اس کا خیال بھی بڑا دل نواز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ ہر وقت اسمِ ذات ہی کا ورد کرتا ہے ایک منٹ کے لئے اس کی زبان تھمتی نہیں اور ایک لمحہ بھی اپنے وقت کا ضیاع نہیں کرتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہوا جب اسے معلوم ہوا کہ یہ حضرت موسیٰ ہیں تو وہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ مجھے عرصہ سے اللہ کے نبی کی زیارت کا اشتیاق تھا خوب ہوا کہ آج دیدار ہو گیا۔ میری عرض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مناجات اور شرفِ ہم کلامی کا موقع ہو تو یہ دعا کیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے مرنے سے پہلے ایک بار اپنا نام لینے کی توفیق دیدے۔ غرض جب حضرت کو باریابی ہوئی اور ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا عرض کیا، خدایا تیرے فلاں بندہ نے مجھ سے یہ خواہش کی کہ میں تجھ سے عرض کروں کہ تیرا نام لینا اسے نصیب ہو جائے فرمایا اچھا اس کی دعا قبول ہوئی اس کو میرا نام لینا نصیب ہو جائے گا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس پلٹ کر آئے اور کہا تمہاری دعا قبول ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم کو نام لینا نصیب ہو جائے گا بس اس پر اس نے ایک نعرہ لگایا اور اللہ کا نام لیا اور فوراً جاں بحق تسلیم ہو گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا اور بارگاہِ الٰہی میں رجوع فرمایا، ارشاد ہوا کہ وہ اسم سے مانوس تو تھا مسمّیٰ تک نہیں پہنچا، تھا اب مسمّیٰ یعنی ذاتِ باری تعالیٰ تک پہنچ گیا

حقیقت یہی ہے کہ پہلے تخلیہ ہوتا ہے اور پھر تحلیہ، پہلے رسمِ محبت اور شناسائی پھر وہ سوزِ جاں اور ذکرِ جاں گداز۔

میں نے ایک کتاب میں منڈی بوٹی کی تعریف دیکھی مصنف نے اس کے فوائد بہت سے گنوائے تھے اسکے کے فوائد گناتے گناتے یہاں تک لکھ دیا تھا کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاتی ہے مجھے بہت تعجب ہوا کہ منڈی کو زیارت سے کیا واسطہ؟ کچھ عرصہ بعد مجھے معلوم ہوا کہ منڈی سے خون کا تصفیہ اور دماغ کا تنقیہ ہو جاتا ہے اور چونکہ معاملہ دماغ کی صفائی کا ہے اگر دماغ صحیح اور ذہن صاف ہو جائے تو پھر زیارت بھی بعید نہیں۔ (صحبتے با اولیاء، صفحہ ۱۲۸)

شوق ومحبت کے بغیر کام نہیں چلتا، شوق ومحبت کی حالت میں محنت، محنت اور بوجھ، بوجھ معلوم نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں بھی شوق ومحبت کی چنگاری رکھی ہے دیکھئے اونٹ بھی حُدی سے متاثر ہوتا ہے اور جب وہ حدی سے مست ہو جاتا ہے تو اس کو شغدف اور سواریوں کا بوجھ معلوم نہیں ہوتا مدینہ طیبہ کی حاضری کے لئے کچھ دیوانگی کی بھی ضرورت ہے اگر سیانا گیا تو فائدہ نہ اٹھایا۔ (صحبتے با اولیاء، صفحہ ۱۱۳)

☆ اے خنک شہرے کہ آنجا دل براست :۔

یہ بالکل فطری اور قدرتی امر ہے کہ ایک مسلمان کو (خاص طور پر وہ جو بہت دور دراز مقام سے آیا ہو) مناسکِ حج کی تکمیل کے بعد اس جگہ کا شوق دامن گیر ہو جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ہجرت اور آخری آرامگاہ اور اسلام کی آغوشِ رحمت اور جائے پناہ ہے اس کی نگاہیں اس مسجد کے لئے بے قرار ہوں جہاں سے روشنی کی کرنیں اس طرح پھوٹیں کہ سارا عالم اس کی روشنی سے جگمگا اٹھا، جہاں سے ہدائت، علم وروحانیت اور اسلام کی قوت وشوکت کے چشمے جاری ہوئے اور انہوں نے ساری دنیا کو گل گلزار بنا دیا۔

یعنی اس مدینہ کا شوق اس کے دل میں چٹکیاں لینے لگے جہاں اسلام نے پناہ لی ،جہاں تاریخِ اسلام کی پہلی فصلیں مرتب ہوئیں ،جہاں کی خاک پاک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے آنسو اور خون دونوں سے تر ہے۔ وہ اس مسجد میں نماز ادا کرے جہاں کی ایک رکعت دوسری جگہ کی ہزار رکعت [متفق علیہ] سے بہتر ہے۔

ان جگہوں پر ٹھہر ٹھہر کر اور رک رک کر آگے بڑھے۔ جہاں کبھی سابقین اولین اور شہداء وصدیقین ٹھہرا کرتے تھے یہاں سے صدق واخلاص، عشق ومحبت اور اسلام کے راستہ میں شجاعت مردانگی اور شہادت کی دولت حاصل کرلے جو یہاں کا سب سے بڑا تحفہ اور قیمتی سوغات ہے اور اپنے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے جن کی دعوت کے طفیل اس کو ظلمتوں سے روشنی میں انسانوں کی غلامی سے اللہ تعالیٰ کی غلامی وبندگی میں ،دنیا کو تنگی سے اس کی کشادگی میں پہنچنا نصیب ہوا اور اس کو پہلی بار ایمان کی حلاوت حاصل ہوئی اور انسان کی قیمت معلوم ہوئی۔ (ارکانِ اربعہ ،سید ابوالحسن علی ندوی، ص:۳۴۱)

☆حضور ﷺ کی دعاؤں میں لذتِ محبت الٰہی کا سوال:۔

محبت تاویل سے ناآشنا اور تکان واکتاہٹ سے بیگانہ ہے کیونکہ وہ زخم بھی ہے مرہم بھی ،راہ بھی ہے اور منزل بھی......

عاشقاں را خستگیٔ راہ نیست
عشق خود راہ است وہم خود منزل است

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اہتمام سے محبت الٰہیہ کی دعا فرمائی ہے ایک دعا کے الفاظ یہ ہیں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِی وَاَھْلِی وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ (ترمذی) اے اللہ! اپنی محبت مجھے پیاری کردے میری جان سے اور میرے گھر سے اور ٹھنڈے میٹھے پانی سے بھی بڑھ کر۔

ایک اور دعا کے الفاظ ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ الاَ شْیَاءِ عِنْدِی ،وَاقْطَعْ عَنِّی حَاجَاتِ الدُّنْیَابِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِکَ،وَاِذَا اَقْرَرْتَ اَھْلَ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاھُمْ ، فَاَقْرِرْ عَیْنِی مِنْ عِبَادَتِکَ (کنز العمال)

اے اللہ! اپنی محبت کو میرے لئے تمام چیزوں سے محبوب تر اور اپنے ڈر کو میرے لئے تمام چیزوں سے خوفناک تر بنا دے اور مجھے اپنی ملاقات کا شوق دے کر، دنیا کی حاجات مجھ سے قطع کر دے اور جہاں تو نے دنیا والوں کی آنکھیں ان کی دنیا سے ٹھنڈی کر رکھی ہیں میری آنکھ اپنی عبادت سے ٹھنڈی فرما۔

ایک اور دعا کے الفاظ یہ ہیں: اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِی حُبُّہٗ عِنْدَکَ ، اَللّٰھُمَّ فَکَمَا رَزَقْتَنِی مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ قُوَّۃً لِی فِیْمَا تُحِبُّ ،اَللّٰھُمَّ وَمَا زَوَیْتَ عَنِّی مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ فَرَاغاً لِی فِیْمَا تُحِبُّ (ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے اپنی محبت نصیب فرما اور اس شخص کی محبت بھی ،جس کی محبت تیرے نزدیک میرے حق میں نافع ہو۔ یا اللہ! جس طرح تو نے مجھے وہ دیا جو مجھے پسند ہے اسے میرا معین بھی اس کام میں بنا دے جو تجھے پسند ہے، اے اللہ! تو نے جو دور رکھا ہے مجھ سے ان چیزوں کو جو مجھے پسند ہیں تو اسے میرے حق میں ان چیزوں کے لئے موجب فراغ بنا دے جو تجھے پسند ہیں۔

لیکن یہ محبت ، یہ اطاعت ، یہ توفیقِ عبادت، یہ ذکر وشکر کی دولت سب اس کی اعانت وعنایت پر منحصر ہے اس لئے محبوبِ خدا ﷺ نے اپنے ایک محبوب صحابی کو پُر محبت الفاظ میں تاکید فرمائی...... یَا مُعَاذُ ! وَاللّٰہِ لَاُحِبُّکَ ! اُوْصِیْکَ یَا مُعَاذ ! لَا تَدَعُھُنَّ فِی کُلِّ صَلٰوۃٍ اَنْ تَقُوْلَ: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ :اے معاذ! واللہ

مجھے تم سے محبت ہے، میں تمہیں تاکید کرتا ہوں یہ دعا کسی نماز میں ترک نہ ہو، اے اللہ! میری اپنے ذکر اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر مدد فرما۔

یہ حدیث کی وہ دعائیں ہیں جن میں نبوت کا نور و یقین، انبیاء کا علم و حکمت اور اس معرفت و محبت کی پوری تجلیات ہیں جو انبیاء کی خصوصیت اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتیازِ خاص ہیں جس طرح چہرۂ نبوی پر نظر پڑتے ہی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی طبعِ سلیم نے شہادت دی تھی: وَاللّٰهِ هٰذَا الْوَجْهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ: بخدا یہ کسی دروغ گو کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ان دعاؤں کو پڑھ کر قلبِ سلیم شہادت دیتا ہے کہ یہ نبی معصوم کے سوا کسی کا کلام نہیں ہوسکتا ۔ عارف رومی نے دونوں کے متعلق شہادت دی ہے۔

در دلِ ہر کس کہ دانش رامزہ است
رُو و آوازِ پیمبر معجزہ است

کمالاتِ نبوت اور علمِ نبوت کی معرفت و شناخت کے لئے جس طرح سیرت کے ابوب اور اعمال و اخلاق و عبادات ہیں اسی طرح ایک دلیلِ نبوت اور معجزۂ نبوی یہ ادعیۂ ماثورہ ہیں۔ کتنی خوش قسمت ہے وہ امت جس کو نبوت کی وراثت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں دین و دنیا کا خزانہ، غیب کی نعمتوں اور دولتوں کی یہ کنجیاں ملیں اور وہ کتنی بدقسمت ہے اگر اس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ (سید ابوالحسن علی ندوی، سیارہ ڈائجسٹ، اکتوبر ۹۸ء، ص: ۲۲۰)

☆ خانہ کعبہ کی کنجی دیے جانے کا اعزاز:۔

اس شیدائے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبول دیکھئے، کہ آپ کو دو دفعہ خانہ کعبہ کی کنجی دی گئی کہ وہ دروازے کا قفل کھولیں، اور جس جس کو چاہیں بلا بلا کر اندر سے زیارت کروائیں، یوں آپ نے اپنے جاننے والے کئی سعادت مندوں کے نام لے لے کر اندر بلایا، اور کئی متوسلین و احباب اس شرف سے ان کی وجہ سے فیض یاب ہوئے (ص:

۲۰۲، عاشقانِ رسول، ارشد)

☆ آپ کی وفات کے دوسرے روز ایک مخلص دوست اور صالح نوجوان نے خواب میں حضرت والا کی زیارت کی اور عرض کیا کہ حضرت اتنی آسانی سے آپ کی روح کیسے نکل گئی فرمایا: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو غم تھا اس کو اپنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فضل کا معاملہ فرمایا۔ یا لیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی و جعلنی من المکرمین۔ (۲۲۴، عاشقان رسول، ارشد)

☆☆☆☆☆☆☆☆

امیر ختم نبوت ،سالارِ قافلہ ،شہیدِ حق

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عشقِ رسول کی بدولت :۔

دین کے مبلغ وداعی اور عظیم اسکالر ہونے کے ساتھ ایک سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک آپ کی زبان پر آتا آپ پر عجیب وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ،چہرہ مبارک اشک بار ہو جاتا آپ کا وجود عجز و نیاز اور محبت وعقیدت کے پیکر میں ڈھل جاتا اسی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت دورِ حاضر کے بڑے بڑے اکابر کو آپ پر مکمل اعتماد تھا۔(ماہنامہ بینات ،شہید نمبر ،ص:۲۷۷)

☆......شہرِ محبت اور معمولاتِ محبت :۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران تلاوتِ کلام شریف کے ساتھ کثرت سے درود شریف پڑھنے کا معمول تھا کئی کئی ہزار درود شریف کا روزانہ ورد فرماتے۔زیادہ وقت مسجد نبوی میں گزارتے اور آخری پندرہ بیس سال سے آپ کے معمولات میں حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی ،حضرت مولانا سید یوسف بنوری ،حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی ،حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمھم اللہ تعالیٰ کی طرح یہ ہو گیا تھا کہ ماہِ مبارک کے پہلے پندرہ سترہ دن مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں گزارتے اور ایامِ حج میں حج کے لئے بھی تشریف لے جاتے۔

......ان اسفار میں حضرت شہید کا معمول یہ تھا کہ کراچی سے کئے جانے والے عمرہ اور مدینہ منورہ سے کیا جانے والا عمرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فرماتے ،اس کے بعد اکثر

روزانہ ایک عمرہ ضرور فرماتے۔ رات کے تیسرے پہر اٹھ کر اپنے مکان پر تہجد ادا فرماتے، اس کے بعد ذکر فرماتے۔ مناجاتِ مقبول اور درود شریف کی کتاب ذریعة الوصول الیٰ جناب الرسول ﷺ کی طباعت کے بعد اس کی منزل پڑھتے۔

مدینہ منورہ میں زیادہ وقت مسجد نبوی میں گزرتا اور درود شریف کا معمول کثرت سے ہوتا، آپ پر بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ میں ایک خاص خوف کی سی کیفیت طاری رہتی خاص کر مدینہ منورہ میں آپ بہت زیادہ احترام کا معاملہ فرماتے اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ مسجد نبوی میں بہت کم کسی سے گفتگو فرماتے اگر ضروری بات کرنی ہوتی تو دھیمے لہجے میں بات کرتے۔ جو کتاب تصنیف فرما رہے ہوتے اس کے مسودات بھی ساتھ لے جاتے اور صبح آٹھ نو بجے سے ظہر تک تصنیف و تالیف کا کام فرماتے۔ (ماہنامہ بینات، شہید نمبر، ص: ۹۵۔۹۴ ے)

میرے آقا میں رہوں تیری ثنا میں مصروف!
جب تلک جسم میں جاں، نطق میں گویائی ہے

☆......قاری اسمٰعیل رشیدی آف برطانیہ رقم طراز ہیں: اس بار آخری سفرِ حج میں تو کچھ رنگ ہی اور تھا ایک دن آپ مسجد نبوی سے اپنے رہائش گاہ کی طرف جاتے ہوئے تسبیح کی ایک دوکان کے پاس رکے اور فرمایا کہ فلاں تسبیح کا معلوم کرو۔ میں نے سعادت سمجھتے ہوئے یہ تسبیح ایک درجن خرید کر پیش کی تو کسی قدر خفگی سے فرمایا میں اتنی ساری کیا کروں گا؟ میری تو موت کی تیاری ہے! بس ایک دانہ چاہئے۔ اللہ اکبر

☆ آپ نے پوچھا نہیں میں کیوں رویا ہوں؟

......ایک دن مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰة والسلام سے باہر تشریف لائے تو ایک صاحب جو پاکستانی تھے اور وضع قطع سے تعلیم یافتہ اور اچھے خاصے متمول معلوم ہوتے تھے حضرت سے نہایت ادب واکرام سے ملے اور حضرت سے دعا کی درخواست کی

حضرت نے انہیں دیکھ کر رونا شروع کردیا ہم سب حاضرین بھی رونے لگے حضرت نے تھوڑی دیر بعد ان سے فرمایا: بھائی! آپ نے پوچھا نہیں کہ میں کیوں رویا ہوں؟ اس پر ان صاحب نے عرض کیا ارشاد فرمایئے آپ کیوں روئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بھائی! میں نے جب آپ کے چہرے کو دیکھا تو مجھے اس لئے رونا آیا کہ آپ اس چہرے اور شکل کو لے کر حضور ﷺ کے دربار میں گئے ہوں گے؟ اس سے حضور ﷺ کو کتنی تکلیف پہنچی ہوگی؟ یہ سننا تھا کہ وہ شخص دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور روتے روتے کہنے لگا کہ حضرت! آئندہ کبھی بھی داڑھی نہیں منڈاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دعا کی اور چل دیے۔

(ماہنامہ بینات، شہید نمبر، ص: ۳۷۹)

☆ چہرہ محبوب کی سنت سے سجا لیجئے:۔

...... حکیم العصر، ولیٔ کامل، مرشد العلماء، گلستانِ نبوی ﷺ کے درخشندہ آفتاب ومہتاب، چھوٹی بڑی ۱۰۰ سے زائد کتب کے مؤلف، ناموسِ رسالت کے محافظ، حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عشقِ رسول ﷺ کی انتہاء یہ تھی کہ محبوب ﷺ کی ادا کے خلاف کوئی بات برداشت نہ ہوتی تھی فوراً چہرے پر غصے کے آثار نظر آتے مگر شفیق اتنے کہ منہ پر شفقت کا ہاتھ پھیر کر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو سجانے کا کہتے، جو وعدہ کر لیتا اس کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور اسے اپنا گرویدہ بنا لیتے اس طرح آپ کی شفقت نے کئی انسانوں کو سنتِ نبوی سے مزین کردیا۔ (ماہنامہ بینات، شہید نمبر، ص: ۴۳۱)

☆ درود شریف کا مبارک عمل:۔

آپ ہمہ وقت کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور درود شریف پڑھتے رہتے، زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہ فرماتے یعنی کوئی لمحہ ایسا نہ ہوتا کہ ذکرِ الٰہی آپ کی زبان پر نہ ہو اور کثرت

درود شریف کے مبارک عمل کو امتِ مسلمہ میں باقی رکھنے اور جاری رکھنے کے لئے آپ لکھتے ہیں:۔

''ایک مدت سے اس ناکارہ کی آرزو تھی کہ درود شریف پر ایک رسالہ تصنیف کروں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ تک رسائی کا ذریعہ بناؤں، لیکن اس خیال سے شرم آتی تھی کہ اس موضوع پر اکابر کے بہترین رسائل موجود ہیں خصوصاً حافظ سخاویؒ کا رسالہ [قول البديع فی الصلوٰۃ علیٰ الحبیب الشفیع ﷺ] اور ہمارے شیخ برکۃ العصر قطب العالم حضرت الحاج الحافظ الحجہ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ کا رسالہ...... [**فضائل درود شریف**] اپنے موضوع پر عدیم النظیر ہیں۔''

آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم العصرؒ کی تمنا پوری فرمادی کہ آپ کو الشیخ العلامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا درود شریف پر فارسی رسالہ ملا جس کو آپ نے ترجمہ وفوائد کے ساتھ مزین و مرتب فرما کر امتِ مرحومہ کیلئے بہت ہی بہترین اور مبارک وظیفہ کے طور پر تیار فرما کر لاکھوں بندگانِ خدا کو درود و سلام پڑھنے کا موقع مہیا فرمایا اور امت پر احسان فرمایا۔ اس مبارک مجموعے کا نام **ذریعة الوصول الیٰ جناب الرسول ﷺ** ہے اس رسالہ کے ابتدائیہ میں حضرت لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔''اس مبارک رسالہ میں بکھرے ہوئے موتی، درود شریف، اکٹھے ایک مجموعہ میں کردیے.....تاکہ ایک چھوٹا سائز تیار ہوجائے پھر فرمایا کہ احباب کی فرمائش پر میں ہر درود شریف کا ترجمہ الگ نمبر لگا کر شائع کیا ہے''

یہ چھوٹا سا درود شریف کا نفیس ترین مجموعہ تیار فرمایا مگر اس کے ساتھ ہی احباب کی خواہش کا پاس کرتے ہوئے اسے مناجاتِ مقبول کی طرح سات منزلوں پر تقسیم فرمادیا

(ماہنامہ بینات، شہید نمبر، ص:۲۸۹)

شغل درود بھی ہے عجب شغل خوشگوار
جتنا تھا رنج وغم میرا سب دور ہو گیا
اک دم نظر جو گنبدِ خضرا پہ جا پڑی
سارے سفر کا رنج وتعب دور ہو گیا

☆ سنتِ نبوی کی تاثیر اور مٹھاس:۔

مولانا ظفر احمد قادری مدظلہ اپنے مضمون عاشقِ رسول ﷺ میں لکھتے ہیں:۔

حضرت اقدس کو سنتِ نبوی ﷺ سے عشق تھا اور ایسا عشق کہ سنت پر عمل کے علاوہ کوئی عمل پسند ہی نہیں تھا۔ سنتِ نبوی کی تاثیر اور مٹھاس حضرت اقدس کے ریشہ ریشہ میں رچ بس چکی تھی حضرت اقدس اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول کا زندہ جاوید مصداق تھے۔ آپ شکل وصورت، خوراک و پوشاک، اکل وشرب میں معمولاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اہمیت دیتے تھے اگر کسی کی شکل اسلامی نہ ہوتی اسے ضرور تنبیہ فرماتے تھے۔ (ایضاً ص: ۲۹۰)

☆ ...... مگر سنت سے پیار نہ چھوڑا:۔

حضرت والا کے سنتِ نبوی سے عشق کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے تقریباً ۱۵ سال تک باقاعدگی کے ساتھ لوکی کا سالن استعمال کیا، لوکی کے سالن کے علاوہ کچھ استعمال نہیں فرماتے تھے یہ کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس لئے کہ لوکی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ سبزی تھی اس سنت پر عمل کرنے کے لئے ایک عرصہ تک لوکی کو استعمال کیا لیکن بعد میں ڈاکٹروں کے مشورہ پر اس کا استعمال ترک کر دیا کیونکہ ڈاکٹروں نے کہا: مسلسل لوکی استعمال کرنے کی وجہ سے جسم کی تاثیر حد سے زیادہ ٹھنڈی ہوگئی ہے لہٰذا اب مزید استعمال نہ کریں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت والا کے اندر کتنی استقامت اور سنتِ نبوی

سے عشق و محبت تھی۔ کہ صحت داؤ پر لگا دی مگر سنت سے پیار نہ چھوڑا، سبحان اللہ۔

(ماہنامہ بینات، شہید نمبر، ص: ۳۵۵)

ع...... دلے دارم پُر از جذباتِ عشقِ احمدِ مرسل:۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دین کے مبلغ و داعی اور عظیم اسکالر ہونے کے ساتھ ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ بھی تھے جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک آپ کی زبان پر آتا آپ پر عجیب وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی، چہرہ مبارک اشک بار ہو جاتا آپ کا وجود عجز و نیاز اور محبت و عقیدت کے پیکر میں ڈھل جاتا۔ جن حضرات نے مولانا کا آخری دیدار کیا وہ گواہی دیں گے کہ چہرے پر طمانیت اور عجب تبسم، شفاعتِ خداوندی کا ثبوت دے رہا تھا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ شہادت سے ایک ہفتہ قبل جہاد کی برکات کا نظارہ کرنے کے لئے افغانستان تشریف لے گئے تھے ...... ایک محاذ پر آپ نے کلاشنکوف چلانے کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: ہم لوگ اب تک تو قلم کا جہاد کرتے رہے ہیں آج اصل جہاد میں بھی شریک ہو گئے ہیں۔ حضرت جب وطن واپس لوٹے تو ایک انٹرویو کے دوران شہادت کی دعا مانگی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور تیسرے روز آپ شہادت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو گئے۔ (ماہنامہ بینات، شہید نمبر، ص: ۸۲۷ [بحوالہ ماہنامہ لولاک])

غازۂ حُسن یا رنگِ عشق:۔

جب آپ کو شہید کیا گیا تو آپ کا خون قدرتی طور پر ڈاڑھی پر اس طرح سے لگ گیا جیسے دانستہ حنا بندی کی جاتی ہے اور ڈاڑھی کو حسن دیا جاتا ہے، جس سے چہرے کا حسن اور بڑھ گیا، نورانیت بڑھ گئی، مولانا عبد الرشید ارشد لکھتے ہیں: اسے قدرتِ الٰہی کا کرشمہ کہئے یا

حضرت کی محبوبیت کا راز! کہ حنا بندی میں تکوینی طور پر اس کا بھی خیال رکھا گیا کہ غازہ حسن ملتے ہوئے صرف آپ کی داڑھی مبارک کو خون سے رنگین کیا گیا لیکن آپ کے رخِ زیبا پر خون کا ایک قطرہ تک نہیں آنے دیا گیا کہ کہیں حُسنِ محبوبیت میں فرق نہ آجائے۔ (عاشقانِ رسول ص:۲۵۰)

☆☆☆

﴿مدحِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم﴾

ساری صدیوں پر جو بھاری ہے وہ لمحہ ملتا
کاش! سرکارِ دو عالم کا زمانہ ملتا
آپ کو دیکھتا مکّے سے ہجرت کرتے
آپ کا نقشِ قدم، آپ کا رستہ ملتا
آپ کو دیکھتا طائف میں دعائیں دیتے
یوں مرے صبر و تحمل کو سلیقہ ملتا
آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھتا
آپ کے قدموں کے پیچھے مجھے سجدہ ملتا
حشر تک میری غلامی یونہی قائم رہتی
میری ہر نسل کو فخری! یہی ورثہ ملتا

ماہرِ فلکیات وروحانیات، شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا شیخ محمد موسیٰ روحانی بازی

رحمۃ اللہ علیہ

﴿ایک گراں قدر علمی حیثیت کے حامل تھے آپ کو قرآن مقدس کی تفسیر اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شغف عشق کی حد تک تھا۔ جامعہ اشرفیہ میں اپنے دور کی آپ عظیم علمی وعلمی، جلالی و جمالی شخصیت تھے دورۂ حدیث شریف کے اسباق میں سے سنن ترمذی آپ پڑھایا کرتے تھے، طلباء کی بہت زیادہ آؤ بھگت، اور عزت وحوصلہ افزائی کرتے، کبھی مدینہ طیبہ کی کھجوریں طلباء میں تقسیم کی جارہی ہیں کبھی زمزم پلا کر آدابِ محبت سکھائے جاتے تھے ۔
درسِ حدیث کے عجیب والہانہ انداز کے ساتھ ساتھ دیگر مذکورہ اشغال کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق وعقیدت کے جام پلائے جاتے تھے اور راقم کو ابھی تک وہ محافل یاد ہیں کہ شب جمعہ میں بعد عشاء آپ کے مکان میں طلباءِ دورۂ حدیث جاتے اور وہاں تربیت کی باتیں آپ بتاتے اور پھر نعتِ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا دور چلتا مجھے آج بھی نہیں بھولتا کہ آپ کی آنکھیں اس وقت ذکرِ حبیب سے خوب آنسو بہاتیں اور عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ کا نمونہ بن جاتیں۔﴾

''رزقِ حلال اور غیبی معاشِ اولیاء'' نامی آپ کی کتاب کے شروع میں آپ کے حالات درج ہیں ۔صفحہ ۲ تا ۱۶ اختصاراً ملاحظہ فرمایئے :۔''حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو عند اللہ جو مقام مرتبہ حاصل تھا اور اس سلسلے میں آپ کو جن کرامتوں اور خصائص سے اللہ تعالیٰ نے نوازا اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے ذیل میں اختصاراً ایک دو واقعات ذکر کئے جاتے ہیں......

حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک سے جنت کی خوشبو:۔

تدفین کے بعد حضرت شیخ الحدیث کی قبر اطہر کی مٹی سے خوشبو آنا شروع ہوگئی جس نے پورے میانی قبرستان کو معطر کر دیا۔ دور دور تک فضا انتہائی تیز خوشبو سے مہکنے لگی اور یہ خبر

جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو اس ولی اللہ کی قبر پر حاضری دینے کے لئے اُمڈ پڑا، ملک کے کونے کونے سے لوگ پہنچنے لگے اور تبرکاً مٹی اٹھا اٹھا کر لے جانے لگے۔ قبر پر مٹی کم ہونے لگتی تو اور مٹی ڈال دی جاتی چند ہی منٹوں میں وہ مٹی بھی اسی طرح خوشبو سے مہکنے لگتی۔ عجیب بات یہ تھی کہ اگر ایک ہی جگہ سے دس آدمی مٹی اٹھاتے تو ہر شخص کی اٹھائی ہوئی مٹی کی خوشبو جدا جدا ہوتی۔

قیامِ مدینہ کا ایک عجیب واقعہ:۔

آپ کے جانشین مولانا محمد زبیر صاحب رقم طراز ہیں: اس زمین پر عرشِ بریں کے آخری نمائندہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت شیخ کی محبت وعقیدت عشق کی آخری دہلیز پر تھی درسِ حدیث میں یا گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر فرماتے تو آپ پر رقت طاری ہو جاتی آنکھیں پرنم ہو جاتیں اور آواز حلق میں رہ جاتی۔

لکھتے ہیں ایک مرتبہ حضرت شیخ بمعہ اہل وعیال حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ حج کے بعد چند روز مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ مولانا سعید احمد خان رحمۃ اللہ تعالیٰ (جو کہ تبلیغی جماعت کے بڑے بزرگوں میں سے تھے، کامل ولی اللہ تھے اور سالہا سال تک مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے) کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ کی بمعہ اہل خانہ اپنی مدینہ منورہ والی رہائش گاہ پر دعوت کی۔

دعوت کے دوران والدِ محترم، مولانا سعید احمد خان رحمۃ اللہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی (جو کہ مدینہ منورہ ہی کا رہائشی تھا) آیا، اس نے جب حضرت شیخ کو اس مجلس میں تشریف فرما دیکھا تو انہیں سلام کر کے مؤدبانہ انداز میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور عرض کیا حضرت میں آپ سے معافی مانگنے کے لئے حاضر ہوا ہوں آپ مجھے معاف فرما دیں.

والد ماجد رحمۃ اللہ نے فرمایا: بھائی کیا ہوا؟ میں تو آپ کو جانتا ہی نہیں، نہ کبھی آپ سے ملاقات

ہوئی ہے تو کس بات پر معاف فرمادوں؟ وہ شخص پھر کہنے لگا کہ بس حضرت آپ مجھے معاف کردیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی وجہ تو بتلاؤ؟ وہ شخص کہنے لگا: کہ جب تک آپ معاف نہیں فرمائیں گے میں بتلا نہیں سکتا۔ تو اپنے مخصوص لب ولہجہ میں حضرت والد صاحب نے فرمایا اچھا بھئی معاف کیا، اب بتلاؤ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا حضرت میری رہائش مدینہ منورہ میں ہی ہے میں اپنے رفقاء اور ساتھیوں سے اکثر آپ کا نام اور آپ کے علم وفضل کے واقعات سنتا رہتا تھا چنانچہ میرے دل میں آپ کی زیارت وملاقات کا شوق پیدا ہوا اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ تمنا بڑھتی گئی مگر کبھی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوسکا۔

اتفاق سے چند دن قبل آپ مسجد نبوی میں نوافل میں مشغول تھے کہ میرے ایک ساتھی نے مجھے اشارے سے بتلایا کہ یہ ہیں مولانا محمد موسیٰ روحانی البازی، جن کے بارے میں تم اکثر پوچھتے رہتے ہو۔ میں نے چونکہ اس سے پہلے آپ کو دیکھا نہیں تھا اس لئے میرے ذہن میں آپ کے بارے میں ایک تصور قائم تھا کہ پھٹا پرانا لباس ہوگا، دنیا کا کچھ پتا نہیں ہوگا تو جب میں نے نوافل پڑھتے ہوئے آپ کا حلیہ اور وجاہت دیکھی (حضرت شیخ رحمۂ اللہ کا لباس سادہ مگر باوقار ہوتا تھا، سفید لمبا جبہ پہنتے، شلوار ٹخنوں سے بالشت بھر اونچی ہوتی، سر پر سفید پگڑی باندھتے اور پگڑی کے اوپر عربی انداز میں سفید رومال ڈال لیتے مگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے علمی جلال کے ساتھ ساتھ ظاہری جمال اور رعب بھی بے انتہاء بخشا تھا نسبتاً دراز قامت بھی تھے اس لئے اس سادہ سے لباس میں بھی آپ کی وجاہت وشان کسی بادشاہِ وقت سے کم معلوم نہ ہوتی اور آپ کو نہ جاننے والے بھی آپ کی شخصیت سے انتہائی مرعوب ہوکر ادب سے ایک طرف ہوجاتے۔)

تو میرے ذہن میں جو پھٹے پرانے لباس کا تصور تھا وہ ٹوٹ گیا اور میرے دل میں آپ کے بارے میں کچھ بدگمانی پیدا ہوگئی چنانچہ میں آپ سے ملے بغیر ہی واپس لوٹ گیا۔ اسی رات کو خواب میں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی غصے میں ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوگئی کہ آپ ناراض دکھائی دے رہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میرے موسیٰ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو، فوراً میرے مدینے سے نکل جاؤ''

میں خوف سے کانپ گیا فوراً معافی چاہی فرمایا ''تو آپ نے فرمایا: جب تک ہمارا موسیٰ معاف نہیں کرے گا میں بھی معاف نہیں کروں گا''۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد میں بیدار ہوگیا اور اس دن سے میں مسلسل آپ کو تلاش کر رہا ہوں مگر آپ کی جائے قیام کا پتہ نہیں لگا سکا آج آپ کے یہاں آنے کی خبر ملی تو معافی مانگنے کے لئے حاضر ہوگیا ہوں۔ حضرت شیخ نے جب یہ واقعہ سنا تو پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔

☆ الفتِ نبی اور درود شریف پر عظیم محنت:۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چنگاری دلوں میں سلگانے کے لئے ،الفتِ حبیب سے قلبِ مسلم کو آشنا کرنے کے لئے آپ کی کتاب ''**البرکات المکیة فی الصلوٰت النبویة**'' بہت لاجواب کتاب ہے جو کہ عشقِ رسالت مآب کا ایک شاہکار نمونہ ہے، جس میں آنحضرت ختمی مرتبت پر درود و سلام کے حسین گلدستوں کے ساتھ آقا علیہ السلام کے آٹھ سو پانچ اسماءِ مبارکہ قرآن وحدیث اور سابقہ کتبِ سماویہ اور صُحفِ الٰہیہ سے آپ نے جمع فرمائے ہیں یہ ایک عظیم الشان اور فرید المثال خدمت ہے۔ نیز ہفتہ کے دنوں کی مناسبت سے اس کی منزلیں بھی آپ نے ترتیب دی ہیں تاکہ عشاق اس کو اپنے روزانہ کے معمولات میں شامل کر سکیں۔

حضرت شیخ سے ترمذی شریف پڑھنے کی سعادت اللہ رب العزت نے مجھے بھی نصیب فرمائی ہے تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی آپ گہرا اثر رکھتے تھے۔ دوران سبق ایک روز آپ کو خلافِ معمول کچھ اونگھ سی آ گئی تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا تو فرمایا: بھئی مولانا! جن کی حدیث پڑھ رہا ہوں ابھی ابھی اللہ نے مسجد نبوی میں ان کی زیارت سے شرفیاب فرما دیا ہے۔ **اللہ اکبر کبیرا۔**

عموماً جمعرات کو آپ کے گھر میں طلباء خدمت کے لئے اکٹھے ہوتے، کچھ سعادت مند آپ کی خدمت بھی کرتے، سر کی مالش، پاؤں کے تلووں کو دبانا اور ملنا، پنڈلیوں کو دبانا۔ بحمد اللہ راقم کو بھی آپ کے پاؤں دبانے کی سعادت کئی بار نصیب ہوئی، پھر آپ قہوہ بھی پلاتے اور ساتھ یہ بھی ارشاد فرماتے کہ بھئی میں حدیث کے طالب علموں کے لئے یہ قہوہ اور پتی، خاص مدینہ طیبہ کی منگواتا ہوں، بھئی اس میں بڑی برکات ہوتی ہیں اور بڑے انوارات ہوتے ہیں۔ کچھ طلباء اچھی آواز والے تھے ان سے نعت بھی سنتے اور خاموش بیٹھے خوب روتے رہتے، یا بسا اوقات اپنے کمرے میں آویزاں مسجد نبوی کی ایک بہت بڑی فریم شدہ تصویر کو حسرت سے دیکھتے۔

مدینہ کی بہاروں سے سکونِ قلب ملتا ہے
اسی کے لالہ زاروں سے سکونِ قلب ملتا ہے
وہ مکہ ہو، مدینہ ہو، کہ شہرِ قدس کی گلیاں
عقیدت کے دیاروں سے سکونِ قلب ملتا ہے

اللہ تعالیٰ اس عاشق زار کی قبرِ مشکبار پر نزولِ رحمت فرمائے اور لمحہ لمحہ، کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے اور صد ہزار بار آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

ویرحم اللہ عبدا قال آمینا

نعتِ حسین

کاش ہم بھی رُخِ مصطفیٰ دیکھتے
جلوہ افروز نورِ خدا دیکھتے
چاند جیسے ہو ستاروں کے درمیاں
یوں صحابہ میں بدر الدجیٰ دیکھتے
جاں نثارانِ صدیق وفاروق سے
نیز عثمان اور مرتضیٰ دیکھتے
جنگ کرتے ہوئے جورِ کفار سے
راہِ ایمان میں جاں کو فدا دیکھتے
نذر کرتے رہِ حق میں سب مال وزر
رو برو دولتِ دوسرا دیکھتے
چلتے آقا کے نقشِ قدم پر جو ہم
اوجِ اسلام بے انتہاء دیکھتے
خاک پائے نبی ﷺ ڈال کر آنکھ میں
راز قدرت کے سب برملا دیکھتے
اے مبارکؔ ! پڑتی جو نبی ﷺ کی نظر
پھر تو مٹی کو سونا بنا دیکھتے

﴿ مبارک بقاپوری ﴾

صاحب التاثیر خطیب و مبلغ

حضرت مولانا عبد الشکور دین پوری

رحمة الله عليه

﴿تعارف: آپ کی ولادت باسعادت 1931ء میں خانپور شہر کے قریب قصبہ دین پور میں ہوئی، جو شہر کہ علم و عرفان کا مرکز اور تحریکِ آزادی میں اہلِ حق کی توجہات کا محور رہا ہے، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی، حضرت سندھی سے گلستاں کا دوسرا باب پڑھا اور شیخ الاسلام حضرت مدنی سے منية المصلی کا سبق تبرکاً پڑھا، 1953ء میں دورۂ حدیث شریف جامعہ قاسم العلوم گھوٹکی (سندھ) سے کیا اور اسی سال تحریکِ ختمِ نبوت کے سلسلہ میں سکھر جیل میں کئی ماہ تک گرفتار بھی رہے، 1954ء میں حضرت درخواستی رحمہٗ اللہ سے دورہ تفسیر پڑھا، 1965ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی، بحمد اللہ تعالیٰ بیت اللہ شریف میں 40 اور مسجد نبوی میں 25 تقاریر کرنے کا شرف بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کیا، 14 اگست 1987ء، بعد نمازِ جمعہ وفات پائی، اور حضرت درخواستی نے جنازہ پڑھایا اور دین پور شریف کے تاریخی قبرستان میں مدفون ہوئے، رحمۃ اللہ علیہ۔﴾

وہ حسین و دلنشین اور ماہ جبین نبی ﷺ :-

آپ کو اللہ تعالیٰ نے عجیب دل عطا فرمایا تھا، حق گو اور بے باک خطیب تھے، ہر وقت حُبِ رسولِ مقبول ﷺ سے سرشار رہتے تھے اور بات میں عجیب لطافت اور تاثیر ہوا کرتی تھی، جو براہِ راست دلوں میں شہد سی حلاوت گھول دیتی تھی، دورانِ تقریر خداداد سلیقے سے قافیہ بندی فرماتے تو لوگ جھوم جھوم جاتے تھے، ان کی شان ولیوں جیسی تھی، عجیب دل ربا عالم تھے مدینہ طیبہ، مسجد نبوی میں بھی پچیس بار تقریر کرنے کا موقع ملا، فرماتے تھے میں نے مسجد نبوی میں تقریر کے دوران بھی کہا تھا آج بھی کہتا ہوں، حضور ﷺ کا ارشاد ہے، دین پوری کو یاد ہے غُبَارُ الْمَدِيْنَةِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَآءٍ ، مدینہ کے غبار میں بھی ہر بیماری کی شفا موجود ہے۔

خطاب کا ایک پیارا لہجہ:

ساری کائنات میں حسین، دلنشین، ماہ جبین، نازنین، بہترین، بالیقین، صاحبِ جمال، صاحبِ کمال، آمنہ کا لال، محبوبِ ذوالجلال، آؤ میں ان کے دروازے کا پتہ بتاؤں جو سب سے حسین ہیں، کوئی کسی کا محبوب ہے کوئی کسی کا، وہ خدا کے محبوب ہیں، سبحان اللہ (خطبات دین پوری، جلد 3، ص118)

☆...... حسینوں میں احسن:۔

ہم نبی کو امام ہی نہیں بلکہ امام الانبیاء مانتے ہیں، ہم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء مانتے ہیں، ہم نبی کو شریفوں میں اشرف، حسینوں میں احسن، جمیلوں میں اجمل، کاملوں میں اکمل اور رسولوں میں افضل مانتے ہیں، کہہ دو سبحان اللہ..... آقا کی گلیاں بھی حسین ہیں، مدینے کے پہاڑ بھی حسین ہیں، ذرا آپ جا کر دیکھیں خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ایسے معلوم ہوتی ہے کہ فرشتوں نے اسے تعمیر کیا ہو۔ (خطبات دین پوری، جلد 3، ص:165)

☆ دین پوری سے موتی لے لو:۔

بیت اللہ پر نگاہ ہو، بیت اللہ کا طواف ہو، ہاتھ میں کعبے کا غلاف ہو، دل صاف ہو، پھر کیوں نہ گناہ معاف ہوں، بیت اللہ کا جلال ہو، پھر جلال میں کمال ہو، پھر فضل ذوالجلال ہو، پھر کیوں نہ رحمت سے مالا مال ہو، اللہ ہمیں بیت اللہ شریف میں نماز نصیب فرمائے، آمین، (خطبات دین پوری، جلد 3، ص:165)

☆ زلفِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان:۔

لوگو! زمین و آسمان کے چودہ طبق کاغذ بن جائیں، سمندر سیاہی بن جائیں، درخت قلمیں بن جائیں، زمین و آسمان کے تمام جن انسان فرشتے لکھنے بیٹھیں۔ ہمارا عقیدہ

یہ ہے کہ زمین وآسمان پُر ہو جائیں گے، سمندر خشک ہو جائیں گے، قلمیں گھس کر ختم ہو جائیں گی، لکھنے والے تھک ہار کر بیٹھ جائیں گے، یادرکھو! قیامت بپا ہو سکتی ہے مگر مصطفیٰ کریم ﷺ کی زلف کے ایک بال کی بھی شان ختم نہیں ہوسکتی (نامور خطباء کے خطیبانہ شہ پارے صفحہ ۱۲۷)

دتی آپ دی زلف نوں جیہڑی قدر رب نے
شب قدر دی اوہ قدر پائی کتھے

جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حُب دار ہے:۔

ایک جگہ تقریر کے دوران ارشاد فرمایا: دعا کرو اللہ تعالیٰ ہم سب کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے، ہماری رفتار میں، گفتار میں، کردار میں، افکار میں، لیل ونہار میں، عادات میں، تاثرات میں، جذبات میں، خیالات میں، واقعات میں، دن رات میں، حالات میں، ہر بات میں، افعال میں، اقوال میں، چال میں، خیال میں، ہر حال میں، خدا، حضور ﷺ کی تابعداری عطا فرمائے۔ میرا عقیدہ ہے کہ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تابعدار ہے وہ گرچہ دعویٰ نہ کرے حُب دار ہے۔ جو حُب دار ہے، اس کا بیڑہ پار ہے۔ جو پیغمبر کا غلام تابعدار نہیں لاکھ دعویٰ کرے وہ حُب دار نہیں، حُب دار نہیں تو بیڑہ پار نہیں، اس جیسا کوئی خوار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کی غلامی عطا فرمائے۔ آمین۔ (نامور خطباء کے خطیبانہ شہ پارے صفحہ ۱۳۱)

مداح ہوں میں اس شہِ عالی جناب کا دربان ہے جبریلِ امیں جس کے باب کا
روئے نبی کا جلوۂ انوار دیکھ کر خجلت سے رنگ زرد ہوا ماہتاب کا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار:۔

من دفن فی مدینتی فهو من جاری ۔ایک حدیث میں آتا ہے...... کہ جنت البقیع سے ستر ہزار آدمی اٹھیں گے جن کا چہرہ چودھویں کے چاند سے زیادہ چمکے گا، خدا مصطفیٰ

(ﷺ) سے پوچھیں گے کہ محبوبِ مکرم یہ کون لوگ ہیں، ستر ہزار کی قطار، فرمائیں گے تابعدار، جانثار، جنہوں نے گھر بار کو، کاروبار کو، اہل وعیال کو تن من دھن کو چھوڑ کر، سب سے تعلق توڑ کر ، مجھ سے تعلق جوڑ کر میری مسجد میں نماز ادا کی اور کفن پہن کر جنت البقیع میں دفن ہو گئے تھے خدا کی قسم حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جئتَ ھؤلاء ما حساب علیھم ،محبوب جو تیرے سائے میں سو گئے میں ان سے بھی حساب نہیں لوں گا۔ (خطبات دین پوری ،جلد 3، ص:227)

☆ نبی ﷺ کی مسکراہٹ کو جنت مانتا ہوں:۔

عشقِ نبی میں ڈوبے ہوئے یہ الفاظ اور پُر تاثیر جملے ذوقِ قلب ونظر سے ملاحظہ کیجئے:

ہم حضرت محمد ﷺ کے پسینے کو کستوری سے بھی افضل مانتے ہیں، میں نبی کے اشارہ کو معجزہ مانتا ہوں، محمد کے چہرے کو جنت کی ضمانت مانتا ہوں، ان کی گفتگو کو حدیث مانتا ہوں، پیغمبر کی دعا کو مقبول مانتا ہوں، پیغمبر کے قدم کو سنت مانتا ہوں، نبی کے عمل کو شریعت مانتا ہوں، نبی کی مسکراہٹ کو جنت مانتا ہوں، محمد مصطفیٰ ﷺ کے شہر کو مدینہ منورہ مانتا ہوں، نبی کی جائے ولادت کو مکہ مکرمہ مانتا ہوں، پیغمبر کے پسینے کو کستوری سے زیادہ معطر مانتا ہوں، جبرائیل سے زیادہ محمد کریم ﷺ کو مطہر مانتا ہوں۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔

(نامور خطباء کے خطیبانہ شہ پارے صفحہ ۳۲۱)

؎ مشک وعنبر کیا کروں اے دوست خوشبو کیلئے
مجھکو رخسارِ محمد ﷺ کا پسینہ چاہئے

☆ لوح وقلم اور جنت ایک طرف.......

میرا اور میرے علماء کا عقیدہ ہے کہ خدا ایک ترازو بنائے، ایک پلڑے میں سجاد،

عُبّاد، زُھاد، اقطاب، اخیار، ابدال، علماء، صلحاء، اتقیاء، اصفیاء، اولیاء، جن و ملک، حور و فلک، چودہ طبق، عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت، کعبہ رکھ دے۔ ایک طرف محمد کریم ﷺ کو بٹھا دے، ترازو کو اٹھا دے، دین پور کے علماء کا عقیدہ ہے کہ ساری کائنات کی شان کم ہے اور حضرت محمد ﷺ کی شان بلند ہے۔ (نامور خطباء کے خطیبانہ شہ پارے، صفحہ ۱۴۴)

خاکِ طیبہ از دو عالم خوش تر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

☆ اب عرش و فرش میں نبوت حضور ﷺ کی ہے:۔

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ چاند میں، ستاروں میں، کسی جزیرے میں، یا زحل میں، مشتری میں، عطارد یا مریخ میں، اگر کہیں بھی کوئی مخلوق رہتی ہے تو وہ بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اسلام اس کو بھی محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا قبول کرنا پڑے گا اب عرش و فرش میں نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے

اس لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے لئے معراج کی رات آپ کو اللہ تعالیٰ نے امام بنایا، کہ محبوب ! تمام انبیاء کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اب شریعت صرف آپ کی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر پھرایا کہ جہاں تک میری خدائی ہو گی، محبوبم! وہاں تک تیری مصطفائی ہو گی۔

(خطاب: مولانا عبدالشکور دین پوری، شاہراہِ عشق کے مسافر، ص: 108)

☆ یہ قاتل نہیں محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق ہے:۔

کروندی ضلع نواب شاہ، تحصیل پڈعیدن سے پندرہ میل دور ایک بستی کا نام ہے وہاں کے عبدالحق نامی ایک زمیندار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی لوگ جمع تھے پولیس بھی تھی مسلمان کہتے رہے کہ یہ گستاخ معافی مانگے لیکن پولیس نے بات آئی گئی

کرادی، مسلمان وقتی طور پر اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے، انہیں میں وہاں کی بلوچ فیملی سے تعلق رکھنے والے حاجی مانک بھی تھے وہ کہتے ہیں اس واقعہ کے بعد جب میں گھر گیا تو میرے گھر کا سارا نقشہ بدلا ہوا تھا میری بچیاں رو رہی تھیں میری بیوی کا رخ ایک طرف تھا میں نے پانی مانگا، بیوی نے نہ دیا،

پھر بیوی نے کمرے میں جا کر اندر سے کنڈی لگالی اور کہنے لگی، مانک! تیری سفید داڑھی ہے، اسی سال تو حج کر کے آیا ہے تو گنبدِ خضریٰ پر تو روتا تھا آج تو نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توہین آمیز یہ جملہ سنا، اور بے غیرت تو زندہ واپس آ گیا، تو بھی حضرت محمد ﷺ کا امتی ہے؟ میں تیری بیوی نہیں ہوں، مجھے اجازت دے دے میں میکے جا رہی ہوں، یہ بیٹیاں، تیری بیٹیاں نہیں ہیں میں اس بے غیرت کو اپنا خاوند نہیں بناتی، میری بیٹیاں تجھے ابا نہیں کہیں گی، اور محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یہ بات سن کر تو زندہ لوٹ آیا، مر کیوں نہیں گیا۔

حاجی مانک کہتا ہے کہ اس جملے نے میرے اندر محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کی سپرٹ بھر دی، مجھے کرنٹ سا لگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سارا نقشہ میرے سامنے آ گیا، آقا کی محبت نے جوش مارا، میں پھر بے خود ہو گیا، میں نے کلہاڑی اٹھائی اور اس مرزائی عبدالحق کی طرف چل پڑا، آج میں آپ کو یہ واقعہ سنا کر آپ کا ایمان تازہ کر رہا ہوں، اس کی عمر پچاس برس ہے، چہرہ حسین، سرخ، منہ پر نور ٹپکتا ہے میں کرونڈی میں جب تقریر کے لئے جاتا ہوں تو وہ صدارت کرتا ہے، میں اس کا ماتھا چومتا ہوں، وہ کہتا ہے مجھے بیسیوں دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو چکی ہے، سبحان اللہ

کہتا ہے: میں نے کلہاڑی ہاتھ میں لی اور دل میں فیصلہ کر لیا کہ آج یا مصطفیٰ کا گستاخ زندہ بچے گا یا محمدِ عربی ﷺ کا عاشق جان دے دے گا، میں گیا اور اس پر وار کرنا شروع

کر دیے میں نے اس کے سینے پر کلہاڑیاں ماریں، میں زور سے وہاں کہتا رہا کہ اس سینے میں نبی کا کینہ ہے، پھر میں نے دماغ پر کلہاڑی ماری، میں نے کہا تیرا دماغ خراب تھا، پھر میں نے زبان کو پکڑ کر کلہاڑی سے کاٹا میں نے کہا یہ بھونکتی تھی پھر میں نے انگلی کو لکڑی پر رکھ کر کاٹا میں نے کہا جب تو نے گستاخی کی تھی انگلی مدینے کی طرف اٹھائی میں اس کتے کی انگلی کاٹ دوں گا جو محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرے۔

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ کٹ مروں جب تک خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے، کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

میرے کپڑے اس کے خون سے تر بتر ہو گئے، مجھے پلید خون سے، مرتد کے خون سے گھن آ رہی تھی، بدبو آ رہی تھی لیکن میں سیدھا تھانے چلا گیا، تھانے دار نے مجھے دیکھا سر پر پگڑی نہیں، ہاتھ میں کلہاڑی ہے، کپڑے خون سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ تھانیدار مجھے جانتا تھا میں شریف آدمیوں میں شمار ہوتا تھا میں کبھی کبھی مسجد میں اذان بھی دیتا تھا، تھانیدار نے کہا مانک خیر تو ہے؟ کیا ہوا؟ میں نے کہا: کل جس مرتد نے گستاخی کی تھی آج الحمدللہ وہ زبان خاموش ہو چکی ہے اس کے خون کو وہاں کتے چاٹ رہے ہیں، مجھے ہتھکڑی لگاؤ، مجھے گرفتار کرو، تھانیدار کانپنے لگا رونے لگا، اپنی ٹوپی اتار کر میرے قدموں میں ڈال دی، کہنے لگا آج اگر تجھے گرفتار کیا تو کل میں محمد ﷺ کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں گا۔

پولیس والے دوڑ دوڑ کر حاجی مانک کے لئے دودھ لا رہے تھے رو رہے تھے کہتے تھے ہم سے وہ کارنامہ نہ ہو سکا جو ایک بوڑھے نے کر دیا ہے، حاجی مانک! تجھے مجرم کہیں یا محمدِ مصطفیٰ ﷺ کا عاشق کہیں، ہم تجھے ہتھکڑی لگا کر کل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندہ ہو جائیں؟

میں حکومت کو پٹی اتار کر دے دوں گا مگر میں تجھے گرفتار کر کے محمد عربی ﷺ کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گا۔ میں اوپر اطلاع دیتا ہوں، ماتک تو میرا مہمان ہے، قاتل نہیں یہ تو محمد مصطفیٰ ﷺ کا عاشق و دیوانہ ہے۔

موضع کرونڈی جا کر آپ تصدیق کریں بات غلط ہو تو مجھے منبر سے اتار دیں، اس کو دور سے دیکھ کر آپ پہچان لیں گے، اس بستی میں کوئی اتنا حسین نہیں ہے، خدا کی قسم یوں محسوس ہوتا ہے جیسے چہرے سے خون ٹپکتا ہے ستر سال عمر ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حوضِ کوثر سے پانی پی کر نکلا ہے۔ سبحان اللہ۔ (خطباتِ دین پوری، ملخصاً)

نبی ﷺ کے عاشق علماء:۔

علماءِ دیو بند کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے جو فراوانی عطا کی اس کی مثال ملنا مشکل ہے وہ بلند بانگ دعووں سے نہیں بلکہ حقیقت میں اتباعِ حبیب سے مزین ہے، آہ اور واہ کی تابع نہیں بلکہ رضائے رب اور منشاءِ خداوندی کے تابع ہوتی ہے، صرف اقوال و گفتار کی نہیں بلکہ اطاعتِ رسول کے عملی اظہار کا نمونہ ہوتی ہے

☆..... حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ جب پھانسی کی کوٹھری میں تھے اس کے بعد لدھے رام کی کچہری میں گئے اس نے شرمندہ ہو کر اپنا بیان واپس لیا، تو حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کیس ختم ہو گیا آپ جیل سے باہر آئے تو رو رہے تھے کسی نے پوچھا: حضرت کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: میں تو تیاری کر چکا تھا کہ موت شہادت کی آئے گی اور میں پھانسی کے تختے پہ چڑھ کے پھندے کی رسی کو چوم لوں گا، فرماتے ہیں: جیل میں ادھر میری آنکھ بند ہوتی تھی اُدھر محمدِ عربی ﷺ کی زیارت ہو جایا کرتی تھی۔

(خطبات دین پوری، جلد 3، ص:226)

واعظ خوش الحان

صاحبِ تاثیر مقرر، عاشقِ سید الانبیاءؐ

حضرت مولانا قاری محمد حنیف ملتانی، رحمۃ اللہ علیہ

﴿حضرت قاری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خداداد بصیرت دے رکھی تھی، گو ظاہری طور پر نابینا تھے لیکن یقیناً دلِ بینا رکھتے تھے، عجیب تقریر ہوتی تھی، پُر تاثیر ہوتی تھی، اور بہت ہی دل پذیر ہوتی تھی، ہر کوئی سنتا تھا، سر دُھنتا تھا، اور صداقتوں کے موتی چنتا تھا، اللہ اللہ کیا عاشقِ رسول (ﷺ) تھے، ہر خاص و عام میں مقبول تھے، دیکھنے والوں سے زیادہ دیکھتے تھے گرچہ بصارت نہ تھی مگر بصیرت ضرور تھی، اللہ تعالیٰ جس سے کام لینا چاہے اس کے لیے کیا مشکل ہے، ان کی پاکیزہ صفت اہلیہ انہیں یوں مطالعہ کروایا کرتی تھی کہ مطلوبہ کتاب پڑھ کر سنا دیتیں اور آپ اپنے ذہین دماغ کا حصہ بنا لیتے اور پھر عشق میں ڈوبی زبان میں ملک بھر میں اپنی تقاریر میں سنایا کرتے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور رحمتوں کی ہر دم بارش فرمائے۔ آمین﴾

☆ شہر مدینہ اور اہل مدینہ کا مقام:۔

رسولِ خدا کا دیار اللہ اللہ — مدینے کی دلکش بہار اللہ اللہ
دیارِ نبی پہ تصدق دل و جاں — ہیں صد رشکِ گل اس کے خار اللہ اللہ

اپنے خطابِ لاجواب میں فرماتے ہیں: مدینہ، مدینہ ہے آج بھی تجربہ کے طور پر کہتا ہوں خدا کی قسم جو مدینے کی ہواؤں میں خوشبو ہے وہ مشک و عنبر میں نہیں وہ کستوری اور زعفران میں نہیں، جو ہوا گنبدِ خضریٰ سے ٹکرا کر آتی ہے اس میں نرالی خوشبو اور نرالی مسرت ہے، سبحان اللہ۔ میرا [مدینہ کی] کھجور منڈی میں جانا ہوا تو میں نے ایک پرانے عرب سے پوچھا کہ یہ حاجی لوگ مٹھی بھر بھر کے کھجوریں اٹھاتے ہیں کھاتے ہیں تم انہیں منع کیوں نہیں کرتے؟

ہمارے ہاں کوئی ایک دانہ بھی اٹھا کر کھائے ان شاء اللہ ٹھکانے لگا دیں گے۔ وہ رو

دیا اور کہنے لگا مولانا! آج بھی اگر کوئی کسی حاجی کو جھڑک دے دھمکا دے ڈانٹ دے رات کو خواب میں مدنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا ہے تو حضور فرماتے ہیں چلا جا میرا مدینہ چھوڑ کر تو نے میرے مہمان کو کیوں ڈانٹا ہے

☆ يَا حَاجِى ! اُنْظُرْ اِلَى الْمَدِيْنَة !

عاشق نبی کریم ﷺ اور عاشقِ مدینہ کی صدا سنیئے، فرماتے ہیں: مدینہ جاتے ہوئے تقریباً دس میل سے گنبدِ خضریٰ کے مینار کی روشنی نظر آنے لگتی ہے، بسوں کے ڈرائیور عموماً رات کے وقت حاجیوں کو لے کر جاتے ہیں تو دس میل مدینہ ابھی دور ہوتا ہے کہ ڈرائیور آواز دیتا ہے يَا حَاجِى ! اُنْظُرْ اِلَى الْمَدِيْنَة! حاجی صاحب! وہ دیکھو سامنے مدینہ آ گیا ہے، خدا کی قسم ایسا معلوم ہوتا ہے گویا گنبدِ خضریٰ سے آواز آ رہی ہے کہ آ جاؤ آ جاؤ تم میرے ہو میں تمہارا ہوں اور خود بخود ایسا سکون ملتا ہے کہ دل شہادت دیتا ہے کہ میں وہاں پہنچ گیا ہوں جہاں مجھے جانا تھا (مجموعہ خطباتِ اکابر، ص: ۲۰۴، ۲۰۵ ملخصاً)

مدت سے میرے دل میں تھا سودائے مدینہ
حسرت تھی یہ ہر دم کہ نظر آئے مدینہ
لوں باغِ ارم بھی نہ کبھی اس کے عوض میں
دیکھی ہے جواب رونقِ صحرائے مدینہ

☆ پھر درودِ پاک پڑھوں اور **زیارت رسول** ﷺ کر لوں:۔

اپنی تقریر دلپذیر میں ایک واقعہ دردِ محبت کا یوں بیان فرماتے ہیں: مولانا جعفر تھانیسری قید و بند کی صعوبتوں کے بارے لکھتے ہوئے اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مجھے دورانِ قید ایک پنجرے میں بند کر دیا گیا جس کے ارد گرد خاردار تار لگا دی گئی نہ میں سیدھا ہو

سکتا تھا نہ میں بیٹھ سکتا تھا نہ میں کھڑا ہو سکتا تھا مجھے یقین ہو گیا کہ میرا آخری وقت ہے میں نے سانس میں امام الانبیاء، محبوبِ کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر درود پڑھنا شروع کر دیا کہ درود شریف پڑھتے پڑھتے میری موت آئے گی ہر سانس میں درود پاک پڑھتا رہا اچانک مجھے غش آیا اور میں چکر کھا کے اِدھر خار دار تاروں پر گرا اُدھر مجھے کالی کملی والے (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دیدار مل گیا، مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو گئی۔ آگے فرماتے ہیں: کہ زندگی بھر تمنا رہی کہ اے کاش! وہ پنجرہ پھر آئے، پھر نوک دار تار آئیں، میں پھر درود پاک پڑھوں اور محبوب کا دیدار کرلوں ؎

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل
ڈھونڈتی ہے شہیدِ ناز کی تربت کہاں ہے

(مجموعہ خطباتِ اکابر، ص: ۱۷۰)

☆ پہلے ہر سانس میں درود شریف پڑھا کرتے تھے اب...:۔

اسلاف کی عظمت، ان کا جذبۂ الفتِ نبی اور عشق محمد رسول اللہ کا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سینے میں گولی لگ گئی دو دن گذر گئے جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر پڑے ہیں مریدوں نے پوچھا: حضرت جی! پہلے ہر سانس میں درود شریف پڑھا کرتے تھے پرسوں سے تو آپ نے درود ہی نہیں پڑھا؟ فرمایا: نادانو! کیسے پڑھوں؟ گندھک اور بارود کی بنی ہوئی بدبودار گولی سینے میں ہے آقا کی ذات پر درود پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے، اللہ اکبر کبیرا۔ (مجموعہ خطباتِ اکابر، ص: ۱۶۵)

بابِ ثالث

تقاضائے عشق و الفت،

یعنی

درود شریف کی کثرت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفت کے ساتھ اطاعت، اور محبت وعظمت کے ہمراہ اتباع کا بیش از بیش جذبہ ایمان والوں کی لئے ضروری ہے اور خود حبیبِ کائنات کے فرمان کے مطابق ''مَنْ اَحَبَّ شَیْئاً اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ'' کے مصداق درود شریف کی کثرت بھی ضروری تقاضا ہے۔ سو اہلِ ایمان سے یہ درخواست ہے کہ اپنے اکابر کی طرح عمدہ ذوق کے ساتھ اور آدابِ محبت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے شاہِ دو عالم، سیدِ دو جہاں، فخرِ کائنات، حبیبِ رب، محمدِ عربی ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر کثرت سے درود شریف پڑھا جائے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں: ''کہ درود شریف کے پڑھنے، سننے، پھیلانے میں دونوں جہانوں کی خیر وصلاح مضمر ہے اور قربِ الٰہی یقینی ہے یہ سیاہ کار ہمیشہ اپنے دوستوں سے عرض کرتا رہتا ہے کہ دل سے موت کو ہمیشہ یاد رکھو اور زبان سے جتنا ہو سکے درود شریف پڑھتے رہو''

اللہ جل جلالہ نے بھی اس کے بارے میں حکم دیا ہے کہ اہلِ ایمان آپ کی ذاتِ بابرکات پر درود وسلام بھیجا کریں، اور خود آقائے دو جہاں، رحمتِ بیکراں، رحمۃ للعالمین، پیغمبر آخر الزماں، صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا کثیرا کا ارشادِ گرامی بھی ہے **من صلیٰ علیٰ واحدا صلی اللہ علیہ عشرا** : جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

پھر تو تیرے سارے غم دور ہو جائیں گے، ایک عجیب حدیث:۔

حکمِ ربانی کے بعد اب شوقِ صحابہ ملاحظہ کیجئے ترمذی شریف اور دیگر کچھ کتب حدیث میں سے ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے جو لذت کام ودھن کو بڑھا دے اور عجیب ولولہ

ایمانی عطا کرے گا

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عنہُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنِّی اُکْثِرُ الصَّلوٰۃَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلوٰتِی فَقَالَ مَا شِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ فَالثُّلُثَیْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَکَ صَلَوَاتِی کُلَّھَا قَالَ اِذاً تُکْفٰی ھَمُّکَ وَیُکَفَّرُ لَکَ ذَنْبُکَ۔ (رواہ الترمذی، زادالمنذری فی الترغیب احمد والحاکم وقال صحہ وبسط السخاوی فی تخریجہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، میں آپ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہتا ہوں بتایئے اپنے اوقات دعا میں سے کتنا وقت اس کے لئے مقرر کروں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنا تیرا جی چاہے میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ﷺ ایک چوتھائی مقرر کرتا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ کردے تو تیرے لئے بہتر ہے تو میں نے عرض کیا کہ نصف کردوں؟ ۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ کردے تو تیرے لئے اور بہتر ہے ۔تو میں نے عرض کیا کہ دو تہائی کردوں؟ ۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ کردے تو تیرے لئے اور بہتر ہے تو میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو میں اپنی دعا کا سارا وقت، آپ کے درود کے لئے ہی مقرر کردیتا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو تیری ساری پریشانیاں دور کردی جائیں گی اور تیرے گناہ بھی معاف کردیے جائیں گے۔ سبحان اللہ...... آپ بھی ذرا اس شوق

میں ایک بار درود شریف پڑھ لیجئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ، اوراپنی دعامیں درود شریف کی کثرت کا معمول بنایئے اوراپنے روز وشب میں سے کچھ وقت اس کارِ خیر کے لئے ضرور مختص کیجئے۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۂ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

☆...... یہ مومن کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کام میں شریک کرلیا جو وہ خود بھی کرتا ہے اور فرشتے بھی کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے لئے رؤف ورحیم ہیں۔ آپ اپنی ولادتِ مبارک کے موقع پر بھی ،معراج پاک کی عظیم ساعتوں میں بھی اور اللہ تعالیٰ سے مستقل وصال کے وقت پر بھی اپنی امت کو یاد فرماتے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ درود وسلام پیش کرتے رہیں۔ (معارف القرآن ،مفتی محمد شفیع رحمۂ اللہ تعالیٰ ،ج:7 ص:221)

یاد رہے! برکاتِ درود شریف بے شمار ہیں اس عمل کے منافع دنیا اور عقبیٰ میں گراں قدر ہیں اس سعادت سے بڑھ کر اور کوئی سعادت نہیں ہے خوشا نصیب وہ لوگ جن کے اکثر اوقات اس میں صرف ہوتے ہیں۔

مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۂ اللہ تعالیٰ ایک عجیب واقعہ رقم فرماتے ہیں ملاحظہ فرمایئے!

☆......درود شریف ،وقتِ مرگ کیلئے ایک سہارا :۔

لکھنؤ میں ایک کاتب تھا وہ ہر روز کتابت شروع کرنے سے پہلے ایک بیاض میں درود شریف لکھتا تھا زندگی بھر اس کا یہی معمول رہا،اور جب وقت آخر آیا...... جان کنی کے وقت فکرِ آخرت ہوئی تو ایک مجذوب آپہنچے اور فرمانے لگے :بابا! گھبراتا کیوں ہے تیری بیاض سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش ہے اور اس پر صاد بنا رہے ہیں ،انتہائی خوش ہوئے

اور آسانی سے جان نکل گئی۔ (زاد السعید ص:13)

☆......درود شریف پڑھنے پر خوشخبری:۔

اُن خوش بختوں اور سعادت مندوں کے لئے خوشخبری کا ایک عجیب واقعہ پیشِ خدمت ہے جو درود شریف کو اپنا حرزِ جاں بنا لیتے ہیں اور روز و شب میں حبیبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر درود و سلام بھیجتے ہیں، مطالعہ فرمائیے تاکہ ہم میں بھی یہ شوق فراواں ہو سکے۔

......''حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آبادی سے نکل کر ایک کھجور کے باغ میں پہنچے اور سجدے میں گر گئے میں انتظار کرنے کے لئے بیٹھ گیا تاکہ جب آپ فارغ ہو جائیں تو پھر بات کروں لیکن آپ کا سجدہ اتنا طویل تھا کہ مجھے بیٹھے بیٹھے اور انتظار کرتے کرتے بہت دیر ہوگئی حتیٰ کہ میرے دل میں یہ خیال آنے لگا کہ کہیں آپ کی روح مبارک تو پرواز نہیں کر گئی اور یہ سوچا کہ آپ کا ہاتھ ہلا کر دیکھوں---

کافی دیر کے بعد جب سجدہ سے اٹھے تو دیکھا کہ آپ کے چہرے پر بڑی بشاشت کے آثار ہیں میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آج میں نے ایسا منظر دیکھا جو پہلے نہیں دیکھا تھا وہ یہ کہ آپ نے آج اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ اس سے پہلے اتنا طویل سجدہ نہیں فرمایا اور میرے دل میں یہ خیال آنے لگا کہ کہیں آپ کی روح پرواز نہ کر گئی ہو اس کی کیا وجہ تھی؟......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ بات یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ میں آپ کو بشارت سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ جو شخص بھی ایک بار آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا اس خوشخبری اور انعام کے شکر میں میں نے یہ سجدہ کیا۔

(اصلاحی خطبات، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، ج۶، صفحہ ۸۵)

☆ درود شریف پڑھنے پر چند بشارتیں:۔

صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی مدظلہ اپنی کتاب ''محبت ہی محبت'' میں محبت کی دوسری جہت اور درود شریف کے عنوان کے تحت صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں:۔ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی بشاش تشریف لائے چہرۂ انور پر بشاشت کے اثرات تھے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے چہرۂ انور پر آج بہت بشاشت ظاہر ہو رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صحیح ہے میرے پاس میرے رب کا پیام آیا ہے جس میں اللہ جل شانہ نے یوں فرمایا ہے کہ تیری امت میں سے جو شخص ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ جل شانہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھیں گے، دس سیئات (خطائیں) اس کی مٹائیں گے اور دس درجے اس کے بلند کر دیں گے۔

اس طرح کی ایک اور روایتِ حدیث میں یہ بھی ہے کہ تیری امت میں سے جو شخص ایک دفعہ درود بھیجے گا میں اس پر دس دفعہ درود بھیجوں گا اور جو مجھ پر ایک دفعہ سلام بھیجے گا میں اس پر دس دفعہ سلام بھیجوں گا۔

اَدِمِ الصَّلٰوۃَ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّد
فَقَبُوْلُھَا حَتْمٌ بِلَا تَرَدُّد

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ ہی درود پڑھتے رہا کرو کیونکہ اس کی مقبولیت شک وشبہ سے بالاتر اور یقینی ہے)

اَعْمَالُنَا بَیْنَ الْقُبُوْلِ وَرَدِّہٖ
اِلَّا الصَّلٰوۃَ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّد

(ہمارے دوسرے اعمال تو رد وقبول کے درمیان دائر ہیں۔ (کچھ قبول ہوتے ہیں کچھ رد بھی ہو جاتے ہیں) مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، کہ یہ تو ہمیشہ قبول ہی ہوتا ہے)

☆ مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو، ایک بزرگ اور عارف باللہ نے

انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور ان کی خیریت دریافت کی تو...... مولانا مرحوم نے ان بزرگ سے کہا...... الحمدللہ! کہ میرا نام حضورِ اقدس ﷺ پر درود پڑھنے والوں کی فہرست میں لکھا گیا ہے۔ (حیاتِ احتشام، صفحہ:179)

☆...... دعا کی قبولیت کے لئے یہ طریقہ اپنایا جائے:۔

ہر شخص کی آرزو یہی ہوتی ہے کہ جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہو، جو سوال ذاتِ باری تعالیٰ سے کیا جائے وہ پورا ہو جائے اور جو کچھ مانگا جائے وہ عطا ہو جائے، ہماری خالی جھولیاں سعادتوں سے بھر جائیں اور ہم سب کی بگڑی بن جائے تو آیئے پھر ہم بھی اس طریقۂ دعا سے فائدہ اٹھائیں۔

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: ''بزرگوں نے دعا کرنے کا یہ ادب سکھایا ہے کہ جب تم اپنے کسی مقصد کے لئے دعا کرو تو اس دعا سے پہلے اور بعد میں درود شریف پڑھ لو اس لئے کہ درود شریف کا قبول ہونا تو یقینی ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان کریمی سے یہ بعید ہے کہ پہلی دعا کو قبول فرمالیں اور آخری دعا کو قبول فرمالیں اور درمیان کی دعا کو قبول نہ فرمائیں، لہٰذا جب درود شریف پڑھ کر پھر اپنے مقصد کے لئے دعا کرو گے تو انشاء اللہ اس دعا کو بھی ضرور قبول فرمائیں گے اس لئے دعا کرنے کا یہ ادب سکھا دیا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجو اور اس کے بعد اپنے مقاصد کے لئے دعا کرو۔ (اصلاحی خطبات، ج۴، ص۸۴)

☆ پریشانیوں سے عافیت پانے کے لئے:۔

مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں: میرے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب آدمی کو کوئی دکھ اور پریشانی ہو، یا کوئی بیماری ہو، یا کوئی

ضرورت اور حاجت ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا تو کرنی چاہیے کہ یا اللہ! میری اس حاجت کو پورا فرما دیجئے میری اس پریشانی اور بیماری کو دور فرما دیجئے لیکن ایک طریقہ ایسا بتاتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو ضرور ہی پورا فرمادیں گے وہ یہ ہے کہ کوئی پریشانی ہو اس وقت درود شریف کثرت سے پڑھیں اس درود شریف کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس پریشانی کو دور فرمادیں گے۔ (اصلاحی خطبات از مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ، ج۶، ص۹۲)

رحمتِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی ذات پر کثرت سے درود شریف بھیجنے پر رب تعالیٰ بہت سی برکات عطا فرماتے ہیں جو کہ لامتناہی اور بے حد وعد ہیں انہی میں سے ایک نعمت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خواب میں زیارت ہے اللہ تعالیٰ یہ شرف بھی عطا فرمادیتے ہیں اور یوں ڈھیروں سعادتیں دامن بھر دیتی ہیں اور آخرت بھی دنیا کے ساتھ سنوار دی جاتی ہے۔ اللہ اکبر کبیرا

زیارتِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا کیا اعمال درکار ہیں؟ کیسے یہ نعمتِ عظمٰی ملتی ہے سعادتیں کیسے دامن میں جگہ پاتی ہیں نصیب کیسے ہرے بھرے ہو جاتے ہیں اور بخت کیسے بلند ہو جاتا ہے؟ حضرت مفتی محمد شفیع رحمہٗ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

☆......خواب میں زیارتِ رسول ﷺ:۔

اس مقامِ بلند تک پہنچنے کے لئے نرا زبانی جمع خرچ کافی نہیں دل میں مکینِ گنبدِ خضریٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گہری محبت، اتباعِ سنت، ظاہری و باطنی گناہوں سے اجتناب اور بدرجۂ اتم زیارت کا شوق...... جب یہ سب چیزیں جمع ہوں تب کامیابی کی امید کی جاسکتی ہے (، ذکر اللہ اور درود شریف کے فضائل ومسائل، ص:59)

☆قطب الاقطاب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زیارتِ فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اختیاری بات نہیں درود شریف کی کثرت ومحبت

موجب اس کا ہے، (مکاتیبِ رشیدیہ، ص: 25)

آیئے ہم بھی یہ عہد کر لیتے ہیں کہ آج ہی سے پیارے مدنی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر کثرت سے درود شریف پڑھنا زندگی بھر کے لیے اپنا ایک لازمی معمول بنالیں۔ اور اسی محفل سے یہ عمل پر عزم ہو کر یوں شروع کر دیجئے کہ...... کتاب بند کر کے ایک بار تو اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ لیجئے۔

اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضیٰ

وصلی اللّٰہ علی النبی الامی وآلہ وصحبہ اجمعین آمین

(احادیثِ فضائل اور مجرباتِ صلحاء سے ماخوذ)

درود شریف پڑھنے کے فضائل و فوائد

1۔ حکمِ ربی کی تعمیل ہے۔

2۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا رضائے رب کا سبب ہے۔

3۔ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے عمل سے موافقت ہے۔ (ان اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبی)

4۔ اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہے۔

5۔ حصولِ معرفتِ الٰہی کا زینہ ہے۔

6۔ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہے۔

7۔ دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔

8۔ دس درجات بلند ہوتے ہیں۔

9۔ جتنا زیادہ درود شریف پڑھا جائے گا اس قدر جنت میں حضور ﷺ کی قربت عطا ہوگی۔

10۔ خواب میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی نعمت ملتی ہے۔

11۔ زیادہ درود شریف پڑھنے پر شفاعت کا استحقاق ملتا ہے۔

12۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جفا و ظلم سے بچاتا ہے (کیونکہ درود نہ پڑھنا آپ کے ساتھ جفا اور ظلم ہے)۔

13۔ اطاعتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسان کر دیتا ہے۔

14۔ درود شریف کی کثرت سے اولاد و اَتباع کو مثالی فرماں بردار بناتا ہے۔

15۔ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کو روالی کو اللہ تعالیٰ خوبصورت اولاد دیتے ہیں۔

16۔ نفاق اور اخلاقِ رذیلہ سے تطہیر کا سبب ہے۔

17۔ طہارتِ باطنیہ کا سبب ہے۔

18۔ اعمالِ صالحہ اور جنت کے راستہ کا رہبر ہے۔

19۔ بخل سے نجات دلاتا ہے۔

20۔ ہدایتِ کاملہ اور ایمانِ کامل کا سبب ہے۔

21۔ اطمینانِ قلب کا بہترین ذریعہ ہے۔

22۔ طبیعت میں نرمی، حلم، انکساری اور فکرِ آخرت کا موجب ہے۔

23۔ بھولی ہوئی باتوں کو یاد دلانے والا عمل ہے۔

24۔ ہم وغم اور حزن وملال سے محفوظ رہنے کا ساماں ہے۔

25۔ رزق میں برکت کا باعث ہے۔

26۔ پریشانیوں، مصیبتوں اور آفات وبلیّات سے حفاظت کا سبب ہے۔

27۔ مقربین اور صلحاء میں معیت اور شمولیت کا ذریعہ ہے۔

28۔ قیامت کی ہولناکی سے بچنے کا راستہ ہے۔

29۔ دنیاوی نیک کام اور حاجات، اس کی بدولت اللہ تعالیٰ آسان فرمادیتے ہیں۔

30۔ درود شریف پڑھنے والے کو صدقہ خیرات کا اجروثواب بھی کیا جاتا ہے۔

31۔ نزولِ برکاتِ ظاہری وباطنی کا باعث ہے۔

32۔ حُسنِ خاتمہ کا یقینی سبب وذریعہ ہے۔

33۔ عذابِ قبر سے نجات دلانے والا عمل ہے۔

34۔ قبولیتِ دعا کا ضامن ہے۔

35۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بڑھانے والا مبارک عمل ہے۔

36۔ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کی لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کردی جاتی ہے۔

37۔ باطنی طہارت پیدا کرکے منہ کی ظاہری بدبو کو رفع کرتا ہے۔

38۔نیکیوں کے پلڑے میں وزن بڑھاتا ہے۔

39۔نورِ ایمانی کے ساتھ ساتھ آخرت میں پیش پیش چلنے والے نور کو بڑھاتا ہے۔

40۔احساناتِ نبوت کا حق ادا کیے جانے کا سبب ہے۔

بابِ رابع

جنت البقیع اور جنت المعلّٰی

میں مدفون اکابرِ دیو بند

روئے زمین کے کونے کونے سے ہجرت کر کے ہزاروں بزرگ یہ تمنا لے کر مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ تشریف لائے کہ زندگی کے آخری ایام دیارِ نبی میں گزاریں، اور حرمین شریفین کی اس پاک مٹی میں دفن ہوں جہاں اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتوں سے ان کی قبریں تا حشر منور ہوتی رہیں ان بزرگانِ دین اور شمعِ رسالت کے پروانوں میں ایک بڑی تعداد علماءِ دیو بند کی تھی جن کی زندگیاں قال اللہ وقال الرسول پڑھاتے ہوئے اور اتباع وعشقِ رسول کا نمونہ بن کر گزریں، حق تعالیٰ نے انہیں مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع اور مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں دفن ہونے کی دولتِ عظمیٰ سے نوازا۔

مدینہ منورہ کا روحانی جذب :۔

علامہ خالد محمود صاحب (پی ایچ ڈی لندن) اپنی ایک تصنیف میں لکھتے ہیں :۔

حرمین شریفین کی پاک سرزمین پر ہزاروں اولیاء کرام کھچے چلے آئے اور ایسے عاشقوں کی بھی کمی نہیں رہی جنہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مرنا اپنی بڑی سعادت جانا ہے۔ اکابر دیو بند میں بہت سے ایسے حضرات گزرے جنہوں نے زندگی کے آخری ایام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں محض اس لیے گزارے کہ یہاں کی پاک مٹی انہیں قبول کر لے اور یہ حرمین شریفین کا وہ روحانی جذب بھی ہے جو صادقین اور کاذبین میں امتیاز قائم کرتا ہے، (مطالع ب، جلد دوم، ص:398)

بحمد اللہ نعتِ مصطفیٰ ہے میرا سرمایہ
عدم کی منزلوں میں ہے یہی رختِ سفر میرا
میں عابدؔ جذب ہو جاؤں مدینے کی فضاؤں میں
بنے تا حشر، شہرِ روحِ عالم، مستقر میرا

سطورِ ذیل میں کچھ بزرگانِ دیوبند کے اسماءِ گرامی درج کیے جاتے ہیں

1 ﴾......سید الطائفہ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکہ، قدس اللہ سرہٗ العزیز، جنت المعلیٰ میں رحمت اللہ کیرانوی ؒ کے مزار کے متصل مدفون ہیں (تذکرۃ الرشید، ص: ۴۵، جلد ۱)

2 ﴾......شاہ عبد الغنی صاحب، مہاجر مدنی، قدس سرہٗ العزیز جنت البقیع میں قبہ عثانی کے متصل دفن ہوئے حضرت موصوف سلسلہ طریقت میں اپنے جدِّ بزرگوار، مجدد الفِ ثانی حضرت سید احمد سرہندی کے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے متمسک اور اپنے والد ماجد حضرت شیخ ابو سعید سے مجاز تھے اور حضرت گنگوہی کے استاذ ہیں۔ (تذکرۃ الرشید ۱۹، ج ۱)

3 ﴾فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، نور اللہ مرقدہ، جنت البقیع میں قبہ اہل بیت کے قریب مدفون ہیں (اکابر علماء دیوبند ص: ۴۶)

4 ﴾شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا، رحمۂ اللہ تعالیٰ، جنت البقیع میں مدفون ہیں (متاع وقت، ص: ۲۴۴)

5 ﴾استاذ المحدثین حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، قدس سرہ جنت البقیع میں ازواجِ مطہرات کے قدموں کی طرف مدفون ہیں (انوار عثمانی ص: ۱۹۹)

6 ﴾شیخ القراء حضرت قاری فتح محمد پانی پتی، رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک اور امام نافع کے اقدامِ عالیہ میں جنت البقیع میں مدفون ہیں (نقوشِ رفتگان، ص: ۲۴۷)

7 ﴾حضرت مولانا مرتضٰی حسن چاندپوری، قدس سرہ کے والد ماجد حکیم بنیاد علی مرحوم کا انتقال

مدینہ منورہ میں ہوا (اکابر علماءِ دیوبند، ص:۱۲۲)

8 ﴿ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، نور اللہ مرقدہ کے شاگرد اور مجازِ طریقت خلیفہ مولانا صادق الیقین مرحوم کا وصال مکہ معظمہ میں ہوا۔ (تذکرۃ الرشید، ص:۱۹۷ ج ا)

9 ﴿ حضرت اقدس مولانا شیر محمد گھوٹکی، رحمۃ اللہ علیہ، ان کا انتقال (۱۳۸۶ھ) مدینہ منورہ میں ہوا (بزمِ اشرف کے چراغ، ص:۶۰)

10 ﴿ حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع، قدس سرہٗ نے اپنی ایک مجلس میں اپنے ہم نام عالم، حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے شاگرد مولانا محمد شفیع صاحب جون پوری مرحوم کے متعلق ارشاد فرمایا: جب میں حج پر گیا تھا تو ایک ہی مکان کے اوپر کی منزل پر میں تھا اور نچلی منزل میں وہ، لیکن عرفات پہنچنے کی انہیں جلدی تھی اور مجھے بھی، اس لئے ملاقات نہ ہوسکی، وہیں سے وہ بیمار ہوگئے اور راہیٔ ملکِ عدم ہوئے، (البلاغ، صفر المظفر ۱۴۱۷ھ، ص۴۵) اور انہیں مکہ مکرمہ کے مقبرہ جنت المعلیٰ میں ہی دفن کیا گیا ہوگا (از مرتب)

11 ﴿ مولانا حبیب اللہ نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے بھائی مولانا سید محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ جنت البقیع میں آسودۂ حال ہیں، (چراغِ محمد، ص:۵۷)

12 ﴿ مولانا سید احمد صاحب یہ بھی مولانا مدنی کے بھائی ہیں جنت البقیع میں آرام فرما ہیں (ایضاً)

13 ﴿ مولانا سید محمود صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مدنی کے بھائی ہیں اور ان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا۔ (ایضاً)

14 ﴿ حضرت مدنی کے ایک اور بھائی مولانا سید جمیل احمد صاحب نے بحالتِ شباب مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا (چراغِ محمد، ص:۵۷)

15 ﴿ عالمِ اسلام کے مایہ ناز محدث اور اسلامی علوم کے بے مثال شناور حضرت علامہ شیخ عبد

الفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کو جنت البقیع میں سپردِ خاک کیا گیا (البلاغ، ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ)

16﴾ مولانا سعید احمد خان صاحب امیر تبلیغی جماعت، جنت البقیع میں مدفون ہیں (الخیر ،شعبان ۱۴۱۹ھ)

17﴾ حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہ کے منجھلے صاحبزادے مولانا محمد شریف صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کو مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاؤں میں تدفین کی سعادت میسر ہوئی۔ (الخیر خصوصی اشاعت، شعبان، رمضان ۱۴۰۷ھ، ص:۳۵)

18﴾ حضرت مولانا عبد الحنان صاحب حضروی فاضل دیوبند شاگرد رشید مولانا انور شاہ کاشمیری جنت البقیع میں مدفون ہیں (الخیر رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ، ص:۱۱)

19﴾ حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب، مہتمم اشرف العلوم گوجرانوالہ،

20﴾ حضرت مولانا خیر محمد صاحب (ٹھل حمزہ) مہاجر مدنی، (مطالعہ بریلویت جلد ۲، ص:۳۹۸)

21﴾ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، جنت المعلیٰ کی پاکیزہ سرزمین میں مدفون ہیں۔ (مطالعہ بریلویت جلد ۲، ص:۳۹۸)

رحمھم اللّٰہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً کاملۃً دائمۃً

(یہ کچھ نام ہیں جو مجھے مل سکے ہیں اور بھی کئی ایسے عظیم الشان اکابر ہوں گے جو وہاں غریقِ رحمت ہوں گے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر ہر دم اپنی خاص رحمتوں کا سایہ رکھے، اور ان حضرات کی قبور کو نور سے بھر دے اور انہی کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے ہمیں بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص محبت اور الفت وشیفتگی سے نوازے، اور ہر لمحہ اتباع سنت کا شوق نصیب فرمائے۔) آمین بجاہ سید المرسلین

☆عجیب خصوصیات والے چند صحابہ رضی اللہ عنہم☆

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پاک جماعت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ کے ماں باپ، بیٹے بیٹیاں اور نواسے بھی صحابی ہے۔

☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کائنات کی واحد ہستی ہیں جن کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں آئیں۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ داماد ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل چلی۔

☆ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن پاک میں آیا ہے۔

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایسے صحابی ہیں جنہوں نے دو سو سال سے زیادہ عمر پائی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو صحابہ میں یہ عجیب خصوصیت حاصل ہے کہ انہوں نے ایک تابعی (نجاشی شاہِ حبشہ) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

☆ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا وہ صحابیہ ہیں جن کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمانوں پر ہوا

☆ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا میں ایک ایسی خصوصیت ہے جو اور کسی صحابیہ میں نہیں، وہ یہ کہ آپ کے سات بیٹے عوف، معوذ، معاذ، ایاس، عاقل، خالد اور عامر رضی اللہ عنہم اجمعین غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔

☆ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کو شہید ہونے کے بعد ملائکہ نے غسل دیا تھا۔

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ واحد صحابی ہیں جن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

☆ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ میں 70 ہزار فرشتوں نے شرکت کی تھی۔

☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صرف 15 دنوں میں یہودیوں کی زبان عبرانی سیکھ لی تھی۔

☆ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔

☆ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ گھوڑے سے بھی تیز دوڑ لیتے تھے۔

☆ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سب سے آخر میں 100ھ میں فوت ہوئے۔

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک آنے والے فتنوں، منافقین اور دوسرے واقعات کی خبر دی تھی اس لئے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "راز دار" صحابی (صاحب السر) کہلاتے تھے۔

(بچوں کا اسلام، 5 جنوری 2002ء)

باب خامس

هزار بار بشویم دهن زمشک وگلاب
هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

جامِ کوثر

یعنی

اکابر کے نعتیہ کلام کی
ایک جھلک

41 نعتیں

مقامِ نعت

ہو جو توفیق تو بس نعتِ پیمبر لکھوں
کوئی حرف اور نہ اس صنف سے باہر لکھوں

عظیم آقا کی مدح سرائی بڑی نعمت ہے آپ کے شمائل کا تذکرہ عبادت ہے آپ کے خصائل حمیدہ کا بیان سعادت ہی سعادت ہے آپ کی صفاتِ نبوت، اوصافِ رسالت اور شانِ ختمِ نبوت کا ذکر وتذکار تقاضائے ایمان وایقان ہے۔ الفت بھی متقاضی ہے کہ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خوش گمانی ظاہر کی جائے اور محبت بھی ترستی ہے کہ محبوبِ دوجہاں کی تعریف توصیف کی جائے، شانِ نبوت بھی اسی پر خوش ہے کہ مدحت میں خوبی پیدا کی جائے، عقل بھی طالب ہے کہ اپنے محسن کا خوب سے خوب تر الفاظ وبیاں سے تذکرہ کیا جائے...... یہ سب کچھ بجا ہے لیکن...... کیا اس کے کچھ آداب بھی ہیں ؟ اس کے لئے بھی کچھ رہنما اصول میسر ہیں؟ کیا اس قدر بڑھایا جائے کہ الوہیت میں شریک سمجھا جانے لگے؟ یا یہ موزوں ہوگا کہ یوں تذکرہ کیا جائے کہ خالق اور مخلوق، محبّ اور محبوب، رب العالمین اور رحمۃ للعالمین ایک نظر آنے لگیں؟ کیا یہ درست ہے؟ ایسا عمل بھی نعت کہلائے گا؟ یا اس کی اصلاح ضروری ہے...... یقیناً ہر صاحبِ ہوش وخرد کا فیصلہ یہی ہوگا کہ خدا، خدا ہے، مصطفیٰ، مصطفیٰ ہے، محبوب کو معبود کا ہمسر بنا دینا تو ایمان میں خلل انداز ہو جائے گا، رب کا اختیار تو اور کسی کا ہو نہیں سکتا، ہاں سب جنوں میں، انسانوں میں، ولیوں میں، رسولوں میں، نبیوں میں، جو بلند درجہ ہے وہ پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو شان بالا ہے وہ آقا کا ہے، جو مقام رفیع آپ کو ملا وہ کائنات میں کسی اور کو ملا نہ ملے گا نہ مل سکتا ہے اور نہ اس بات کا گمان وخیال کیا جا سکتا ہے
...... بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر !

☆ایک پا کیزہ فکر صحافی کے ایک مضمون سے اختصار کے ساتھ ایک اقتباس:۔

نعت صدیوں سے کہی جا رہی ہے، لکھی جا رہی ہے، پڑھی جا رہی ہے اور سنی جا رہی ہے کہنے والوں نے زبان مشک وعنبر سے دھو کر نعت کہی، لکھنے والوں نے شہپر جبریل کو قلم بنا کر نعت لکھی، پڑھنے والوں نے لحن داؤدی مستعار لے کر نعت پڑھی اور سننے والوں نے نوائے سروش سمجھ کر نعت سنی۔

☆ نعت دراصل مومن کا وظیفۂ حیات، ادیب کا سرمایۂ فن، دانشور کی آبروئے فکر، اہل دل کا سامانِ شوق، شب زندہ دار کی آخری پہر کی بانگِ بلالی، پروانے کا سوز، بلبل کا ساز، قلب کا گداز، آئینۂ رُوح کی تاب، آبشارِ محبت کا ترنم، قلزم عشق کی موج، منزلِ سعادت کا چراغ، کتابِ زیست کا عنوان، حیاتِ عشق کی گرمی، سینۂ کائنات کا راز، دیدۂ نمناک کا موتی، خاکِ حجاز کی مہک، فضائے طیبہ کی نکہت، ازل کی صبح، ابد کی شام اور شاعر کے رتجگوں کا حاصل ہے، نعت سے غنچۂ روح کھلتا ہے چشمۂ جاں اُبلتا، گلشنِ ایماں مہکتا، بحرِ شوق اٹھتا، افق فکر چمکتا، سینۂ ذوق مچلتا، قلب کون ومکاں دھڑکتا، حسنِ زندگی نکھرتا اور قدِ شعر ابھرتا ہے۔

☆ نعت سے دماغ روشنی، قلب پاکیزگی، افکار تازگی، خیالات توانائی، الفاظ رنگینی، اور لہجے رعنائی پاتے ہیں۔ نعت مضمون کو عزت، عنوان کو شہرت، اسلوب کو ندرت، بیان کو وسعت، اور کلام کو قوت عطا کرتی ہے۔ نعت تخیل کے نازک آبگینے، عشق کے بے بہا خزینے، حرف ولفظ کے رواں دواں سفینے اور اظہار و بیان کے خوبصورت قرینے کا دوسرا نام ہے۔

☆ یوں کہیے کہ انسانی ذہانت جب عروج پر پہنچتی ہے تو وہ نعت بن جاتی ہے صبح سعادت جب طلوع ہوتی ہے تو نعت بن جاتی ہے اسلامی ثقافت جب ثمر بار ہوتی ہے تو نعت بن جاتی ہے، فکری صداقت جب نصیب ہو جاتی ہے تو نعت بن جاتی ہے، خفتہ قسمت جب

جاگ اٹھتی ہے تو نعت بن جاتی ہے، طلبِ صادق جب موج بن کر کروٹ لیتی ہے تو نعت بن جاتی ہے اور شاعری جب پیکرِ التجا میں ڈھلتی ہے تو نعت بن جاتی ہے

☆ بہر کیف نعت کا موضوع تو وہ حکایت لذیذ ہے جو دراز تر بھی ہو تو مختصر لگتا ہے اور بہ تکرار بھی ہو تو ایک بار محسوس ہوتا ہے،، جس طرح ہر دور میں زاویے اور لہجے بدل بدل کر نعت کہی گئی، کہیں رنگِ تغزل ابھرا، کہیں حسنِ نظم نکھرا، کہیں مسدس کے قالب میں اتری، اور کہیں رباعی کے پیکر میں ڈھلی، گلشنِ نعت کے ہر پھول کا رنگ دل آویز اور بوعطر بیز ہے، عہدِ جدید بھی دولتِ نعت سے مالا مال ہے اور اب تو ہر زبان میں نعت کہی جارہی ہے...... ایمان بڑھ رہا ہے اور کیف ہی کیف چھا رہا ہے۔ (قلم برداشتہ، صفحہ:20)

☆......عربی کے ایک شاعر نے حضور ﷺ کی شان میں چالیس ہزار اشعار لکھے ہیں دنیا کا کوئی انسان ایسا نہیں کہ جس کی منقبت میں کسی نے چالیس ہزار اشعار کہے ہوں اور چالیس ہزار اشعار لکھنے کے بعد شاعر نے جو آخری شعر لکھا ہے وہ اس بات پر شاہد ہے کہ انسان میں تاب نہیں کہ وہ اس مقدس ہستی کے کمالات ومحاسن کا احاطہ کر سکے وہ شعر ایسا بے مثال ہے کہ چالیس ہزار اشعار پر بھاری ہے اردو کے ایک شاعر حفیظ تائب نے اس آخری شعر کا ترجمہ کچھ یوں کیا ہے ؎

تھکی ہے فکرِ نارسا ...... اور مدح باقی ہے
قلب ہے آبلہ پا ...... اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا ...... اور مدح باقی ہے
ورق تمام ہوا ...... اور مدح باقی ہے

چلو مدینے چلو مدینے

کہے ہے شوقِ نبی ؐ یہ آکر چلو مدینے چلو مدینے
میں ہوں گا دل سے تمہارا رہبر چلو مدینے چلو مدینے
صبا بھی لانے لگی ہے اب تو نسیم طیبہ نسیم طیبہ
کہے ہے شوق اب ہوامیں اڑ کر چلو مدینے چلو مدینے
خدا کے گھر میں تو رہ چکے بس عمر بھی آخر ہوئی ہے آکر
مریں گے اب تو نبی ؐ کے در پر چلو مدینے چلو مدینے
شہر شہر کیوں پھرے ہے مارا جو دونوں عالم کی چاہے دولت
تو سر قدم ہو کے ورد یہ کر چلو مدینے چلو مدینے
یہ جذبِ عشقِ محمدی ؐ ہیں دلوں کو امت کے کھینچتے ہیں
کہے ہے ہر دل جو ہو کے مضطر چلو مدینے چلو مدینے
جو کفر وظلم و فساد عصیاں ہر اک شہر میں ہوئے نمایاں
تو دین اسلام اٹھے یہ کہہ کر چلو مدینے چلو مدینے
رجب کے ہوتے ہیں جب مہینے بھرے ہیں شوقِ نبیؐ سے سینے
صدا یہ مکے میں کو بکو ہے چلو مدینے چلو مدینے
ہلاکت امداد اب تو آئی جو فوج عصیاں نے کی چڑھائی
نجات چاہو تو اے برادر چلو مدینے چلو مدینے

(گلزارِ معرفت از حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ)

بانی دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

رحمۃ اللہ علیہ

کے قصیدہ سے منتخب اشعارِ نعت

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے پھروں
مَروں تو کھائیں مدینے کو مجھ کو مور و مار
اُڑا کے بادِ مری مُشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے والد

مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے قصیدہ بردہ کی شرح اردو زبان میں بہ نامِ عطر الوردہ لکھی ہے جو کہ نہائت ہی جامع اور عشقِ رسالت مآب سے لبریز ہے اس کے آخر میں آپ نے سید دو عالم ﷺ کی نعت شریف عربی مخمس کی طرز پر لکھی ہے جس کا پہلا اور آخری بند تبرکاً درج کیا جاتا ہے

ما مثل احمد فی الوجود کریما
کھف الوریٰ بالمؤمنین رحیما
لنجاتنا یوم النشور زعیما
من قال فیہ الٰھنا تعظیما
صلّوا علیہ وسلموا تسلیما
قد ضاعت الاوقات ایۃ ضیعتی
یا خیبتی یا خیبتی یا خیبتی
اذ ضاق من کل الجونب حیلتی
ما ان اریٰ غیر الحبیب وسیلتی
صلّوا علیہ وسلموا تسلیما

ترجمہ: سید دو عالم ﷺ کی مانند اس کائنات میں کوئی بھی سخی اور کریم نہیں جو کہ ساری مخلوق کی جائے پناہ ہیں، ایمان والوں پر بہت ہی زیادہ مہربان ہیں اور ہماری نجات کے لیے قیامت کے دن آپ بڑے [شافع] ہوں گے آپ کے لئے ہمارے معبود نے فرمایا ہے کہ تعظیم بجالاتے ہوئے آپ ﷺ پر درود پڑھو اور کامل سلام بھیجو۔

میری ساری زندگی افسوس صد افسوس ضائع ہوگئی اور جب کہ میری تمام کوششیں ناکام ہوگئیں تو میں حبیب خدا ﷺ کے سوا کسی کو اپنا وسیلۂ نجات نہیں سمجھتا لہٰذا آپ ﷺ پر درود پڑھو اور کامل سلام بھیجو۔

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ بقدر حسنہٖ وکمالہٖ

نعتیہ اشعار

از: حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

اے آنکہ ہمہ رحمت مُہداۃِ قدیری ۱ باراں صفت وبحر سمت ابرِ مطیری
معراجِ تو کرسی شدہ وسبعِ سماوات ۲ فرشِ قدمت عرشِ بریں سدرہ سریری
برفرقِ جہاں پایۂ پائے تو شدہ ثبت ۳ ہم صدرِ کبیری وہمہ بدرِ منیری
ختمِ رسل ،نجمِ سُبُل ، صبحِ ہدایت ٤ حقا کہ بشیری تو واللحق نذیری
آدمؑ بصفِ محشر و ذریّتِ آدم ٥ در ظلِّ لوایت کہ امامی وامیری
یکتا کہ بود مرکزِ ہر دائرہ یکتا ٦ تا مرکزِ عالم تو اے بے مثل ونظیری

ترجمہ:

☆- اے وہ ذات! جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سراپا رحمت ہے، بارش کی طرح اور سمندر کی مانند برسنے والا بادل ہے۔

☆- آپ کی معراج سات آسمانوں اور کرسی تک ہوئی، عرشِ بریں آپ کے قدموں کا فرش، اور سدرہ تخت گاہ ہے

☆- جہاں کی چوٹی پر آپ کے پاؤں کا نقش ثبت ہوا، آپ صدرِ کبیر بھی ہیں اور بدرِ منیر بھی۔

☆- رسولوں کے ختم کنندہ، راستوں کے لئے ستارہ، ہدایت کی صبح، واللہ آپ ﷺ بشیر ونذیر ہیں۔

☆- میدان محشر میں حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد آپ کے جھنڈے کے سائے میں ہوگی کہ آپ ہی امام اور امیر ہیں۔

☆- ایسا یکتا جو ہر، دائرۂ یکتائی کا مرکز ہو، مرکزِ عالم تک آپ کی ذاتِ گرامی ہے اے بے مثل وبے مثال۔

﴿حضرت کشمیری کی ایک اور نعت سے چند اشعار﴾

بہرِ عالم امام نیز ختام ۱ باد از حق بر و صلوٰۃ و سلام
رحمتِ عالمیں ہمہ رحمت ۲ اوّل خلق و آخرِ بعثت
سیدِ جملہ خَلق در محشر ۳ سرورِ کائنات وخیرِ بشر
صاحبِ حمد وخطبہ روزِ جزاء ٤ ہم زحمدش عیاں مقام و لِواء
آنکہ زیرِ لواءِ وے ہمہ خَلق ٥ آدم ومن سوا بوَد بے فرق
فاتح و خاتمِ نبوت اوست ٦ اول وآخرینِ رفعت اوست
سابقین جملہ در قیادتِ وے ۷ ہست کافی پئے سیادت وے
خواہم از حق کہ بر قَم دارد ۸ وز نبی کاُمتی ام بشمارد
شوکتِ دینِ وے فراواں باد ۹ بندہ ازِ بندِ غم شود آزاد

ترجمہ :۱- آپ عالم کے امام بھی ہیں اور خاتم بھی ،آپ پر حق تعالیٰ کی جانب سے بے شمار درود و سلام۔
۲- تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں ،سرتاپا رحمت ، پیدائش میں سب سے اول ،اور بعثت میں سب سے آخر۔
۳- میدانِ محشر میں آپ ﷺ ساری مخلوق کے سردار ، کائنات کے آقا اور تمام مخلوق سے بہتر ۔
۴- بروزِ قیامت آپ ہی صاحبِ حمد اور خطیب ہوں گے آپ کی حمد ہی سے مقامِ محمود اور لواء الحمد کی عظمت عیاں ہوگی۔
۵- آدم علیہ السلام اور ان کے سواء ساری مخلوق بغیر فرق کے آپ ﷺ ہی کے جھنڈے تلے ہو گی ۔
٦-نبوت کے فاتح و خاتم آپ ﷺ ہیں ، رفعت وبلندی کا مبداو منتہا آپ ﷺ ہی ہیں ۔
۷-تمام سابقین کا آپ کی قیادت میں ہونا آپ ﷺ کی سیادت کے لئے کافی ہے ۔
۸-حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے حق پر قائم رکھے اور مجھے آنحضرت ﷺ کے امتی کے طور پر شمار کرے
۹-آپ کے دین کی شوکت فراواں ہو جائے ، تاکہ بندہ ، بندِ غم سے آزاد ہوجائے ۔

﴿نعتِ سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم﴾

اے بہارِ باغِ رضوان کوئے تو
بلبلِ سدرہ اسیرِ موئے تو
سجدہ ریزاں آمدہ سوئیت حبیبؐ
اے ہزاراں کعبہ در ابروئے تو
اے رسولِ عربیؐ آپ کی فرقت کے قتیل
پل محشر سے سُبک سار اتر جاتے ہیں
سر رہے یا نہ رہے پر رہے سودا سر میں
عشقِ احمدؐ کا خدایا یہی ہم چاہتے ہیں

(والدِ گرامی سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

اللھم صل علی سیدنا محمد
وآلہٖ بقدر حسنہٖ وکمالہٖ

نعتیہ کلام

ہر جلوہ پر ضیاءِ رخِ انور کا نور ہے
شانوں میں کیا بلند یہ شانِ حضور ہے
شافع ہیں روزِ حشر کے سب کے، ہیں پیشوا
محبوبِ کبریا ہیں یہ شانِ حضور ہے
سب پہ حریص اور رؤف و رحیم ہیں
سب میں عزیز ہیں یہ شانِ حضور ہے
منشاء ہیں خلق و امر کا مبداء ہیں منتہیٰ
منبع وجود کا ہیں یہ شانِ حضور ہے
مجھ سے سیاہ رو کی جو بخشش بھی ہو گئی
یہ شانِ مغفرت ہے یہ شانِ حضور ہے

(استاذ المحدثین مولانا بدرِ عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ)

اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہٖ بقدر حسنہٖ وکمالہٖ

❁❁❁❁

نعت شریف

پھر پیشِ نظر گنبدِ خضریٰ ہے حرم ہے
پھر نامِ خدا ،روضۂ جنت میں قدم ہے
محرابِ نبی ہے کہ کوئی طور تجلّی
دل شوق سے لبریز ہے اور آنکھ بھی نم ہے
یہ ذرۂ ناچیز ہے خورشید بہ داماں
دیکھ ان کے غلاموں کا بھی کیا جاہ و حشم ہے
وہ رحمتِ عالَم ہے شہِ اسود و احمر
وہ سیدِ کونین ہے آقائے امم ہے
وہ عالمِ توحید کا مظہر ہے کہ جس میں
مشرق ہے نہ مغرب ہے عرب ہے نہ عجم ہے

از مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وکمالہ

تمنائے حرم

مفتیٔ اعظم پاکستان، مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

اے کاش پھر مدینہ میں اپنا قیام ہو　　دن رات پھر لبوں پہ درود و سلام ہو
پھر ذکرِ لا اِلٰہ میرا حرزِ جان ہو　　اس وقتِ واپسیں یہی میرا کلام ہو
محرابِ مصطفیٰ میں ہو معراجِ سر نصیب　　پھر سامنے وہ روضۂ خیر الانام ہو
پھر بھی مواجہہ میں درود وسلام کا　　پُر کیف وہ نظارہ ہر خاص و عام ہو
پھر کاش میں مکینِ حرمِ مصطفیٰ میں ہوں　　فضلِ خدا سے روضۂ جنت مقام ہو
پھر ذکرِ لا اِلٰہ میرا حرزِ جان ہو　　دوزخ کی آنچ مجھ پر الٰہی حرام ہو

کتنا بلند اس عجمی کا مقام ہے
جس کو وہ خود یہ کہہ دیں کہ میرا غلام ہے

ﷺ

نعتِ حبیب

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

نبی اکرم شفیعِ اعظم دکھے دلوں کا سلام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے ہوئے کھڑے ہیں سلام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا نظر سے روپوش ہے کنارہ
نہیں ہے کوئی ناخدا ہمارا خبر تو عالی مقام لے لو
قدم قدم پر ہے خوفِ رہزن، زمین بھی دشمن آسمان بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن تمہی محبت سے کام لے لو
کبھی تقاضہ وفا کا ہم سے کبھی مذاقِ جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم خیر تو خیر الانام لے لو
یہ کیسی منزل پہ آگئے ہیں نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو
یہ دل میں اپنے ارماں ہے طیبؔ مزارِ اقدس پہ جاکے اک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا کہوں میں ان سے سلام لے لو

صلی اللہ علیہ وسلم

ھدیہ عقیدت

شیخ الادب، مفتی اعظم مولانا اعزاز علی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

مَالَهُ مِنْ مَّلْجَاءٍ اَوْ مَوْئِلٍ ١ غَيْرَ بَابِ السَّيِّدِ الْمَوْلىٰ الاَجل

سَيِّدُ السَّادَاتِ فَخْرُ الاَنْبِيَاءِ ٢ مُكَمِّلُ التَّوْحِيْدِ مَحّاءُ الْمِلَل

لُذْ بِبَابِ الْمُصْطَفٰى خَيْرَ الْوَرٰى ٣ مَلْجَاءَ الْمَكْرُوْبِ مِفْتَاحَ الْعُضَل

وَاقْرَعِ الْبَابَ مُلِحّاً مُدْمِناً ٤ مَنْ اَدَمَ الْقَرْعَ لَا بُدَّ يَصِل

لُذْ بِاَعْطَافِ الْمُرَجّٰى وَاعْتَصِمْ ٥ تَحْرِزِ النُّعْمٰى كَمَالاً ذالجمل

ترجمۂ اشعار

(١)...... ایسے عاصی کا کوئی ٹھکانا اور جائے پناہ عظیم الشان سردار اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے سوا کہیں نہیں ہے۔

(٢)...... وہ تمام سرداروں کے سردار، تمام انبیاء کے لئے باعثِ فخر ہیں توحید کو کامل کرنے والے اور ادیانِ باطلہ کو مٹانے والے ہیں۔

(٣)...... اس برگزیدہ ذات کے دروازے کی پناہ پکڑ، جو تمام مخلوق سے بہتر ہے، غمگین کے لئے جائے پناہ، پریشانیاں دور کرنے کی کنجی ہیں۔

(٤)...... اگر تیری بداعمالیوں کی وجہ سے فتح باب میں تاخیر ہو تو مایوس نہ ہونا بلکہ اس دروازے کو ہمیشہ بالحاح وزاری کھٹکھٹاتا رہ، کیونکہ جو شخص اس دروازے کو ہمیشہ کھٹکھٹائے جاتا ہے وہ ضرور گھر میں پہنچ کر رہتا ہے۔

(٥)...... اس ذات کی پناہ پکڑ جو ساری مخلوق کے لئے امید گاہ ہے اور ایسی پناہ پکڑ جیسی کہ اونٹ نے پکڑی تھی اور انہیں کا دامن پکڑ، تاکہ تیرے گناہ معاف کردیے جائیں۔

ہدیۂ نعت

شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

نبی اتیٰ والناس فی فحمة الدجیٰ ١ من الظلم فی شر من الجهل منكر
فلالأ نور الحق والرشد ساطعا ٢ بطلعة میمون النقیبة ازهر
محمد ن المبعوث رحمة ٣ بوجه منیر مستنیر منور
ملیح ملاه الدهر سكریٰ بحسنه ٤ وكم من قتیل باللحاظ مقطر
قد انشق صدر البدر حبا لوجهه ٥ طوبیٰ لقلب بالهویٰ متفطر
فهل نظرت عین كمثل محمد ٦ رؤفا علی الاعداء بعد التبصر
وهل مثله فی الناس من متحلم ٧ وهل مثله فی الخلق من متبصر
وهل مثله فی العرب والعجم ماجد ٨ وهل مثله فی البیض والسود من جری
فمن كان او من قد یكون كأحمد ٩ عفواً عن الزلات للمتعثر
هو الرحمة المهداة من عند ربنا ١٠ تجلیٰ علی الاقوام فی خیر ماثر
فكان له ما كان من فضل ربه ١١ ونال مكان قد علا عن تصور
ترحل عن قوم فمالت جدودهم ١٢ وحل علیٰ قوم بخیر مفجر
وقد نزلت منه علیٰ اهل طیبة ١٣ شآبیب فضل فی سناء مشهر
فطیبة طابت واشمخرت الیٰ العلیٰ ١٤ وقد لألأت اقطارها بالتنور
بها قبة خضراء زهراء بهجة ١٥ یحل بها قبر الحبیب المعطر
ولو كان یمشی بالعیون محبة ١٦ عدوت له بالعین عدو المضمر
فدیٰ لرسول الله نفسی ومهجتی ١٧ وامی و آبائی اقلی واكثری
علیه صلوٰة الله ثم سلامه ١٨ واصحابه اهل التقیٰ والتبرر
وآل رسول الله فی كل ساعة سلاماً ١٩ كمسك اطیب الریح اذفر

(ترجمہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

ترجمہ:

☆......آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں تشریف لائے کہ لوگ ظلم کی سخت تاریکی میں اور جہالت کی غیر معمولی بندش میں پھنسے ہوئے تھے۔

☆......پس حق اور ہدایت کا نور مبارک طبعیت، روشن چہرہ والے نبی ﷺ کے چہرہ سے چمکتا ہوا بلند ہوا۔

☆......یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگوں کے واسطے رحمت بن کر ایسے چہرہ کے ساتھ جو خود بھی منور ہے دوسروں کو بھی منور بنانے والا ہے مبعوث ہوئے

☆......ایسے ملیح ہیں کہ زمانہ بھر کے ملیح آپ کے حسن پر فریفتہ ہیں آپ علیہ وسلم کی نگاہ سے کتنے ہی کشتہ پچھاڑے ہوئے ہیں

☆......چاند کا سینہ آپ کے چہرۂ مبارک کی محبت میں شق ہو گیا اور مبارک ہے وہ دل جو محبت سے پھٹ جائے۔

☆......تو کیا کسی آنکھ نے محمد ﷺ جیسا دشمنوں پر رحم کرنے والا تلاشِ بسیار کے بعد بھی دیکھا ہے؟۔

☆......اور کیا آپ کے برابر لوگوں میں کوئی حلیم، بردبار اور مخلوق میں کوئی صبر کرنے والا ہے؟۔

☆......اور کیا عرب و عجم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی شریف اور کالے گوروں میں کوئی بہادر ہے؟۔

☆......بس محمد ﷺ جیسا، خطا کاروں کی لغزشوں کو معاف کرنے والا کون ہوا یا کون ہوگا؟۔

☆......آپ سراپا رحمت ہیں اللہ کی طرف سے ہدیہ کے طور پر بھیجے ہوئے، آپ ﷺ بہترین فضائل کے ساتھ اقوامِ عالم پر جلوہ فرما ہوئے

☆......پھر آپ پر فضل ہوا خدا کا، جو کچھ بھی ہوا، اور آپ علیہ وسلم نے ایسا رتبہ پایا جو کسی کے گمان میں نہیں آ سکتا۔

☆......جس قوم سے آپ نے کوچ کیا اس کا بخت سرنگوں ہو گیا اور جس قوم پر نزول کیا وہاں بھلائی کے دریا بہنے لگے

☆......آپ کی وجہ سے مدینہ والوں پر فضل و کرم کی بارشیں نازل ہو گئیں اور ان کی عزت بلند ہو گئی۔

☆......پس مدینہ پاکیزہ بن کر بلندی کی طرف سربلند ہو گیا، اور اس کے تمام اطراف نورانیت سے چمکنے لگے۔

☆......مدینہ میں ایک قبۂ خضراء ہے جو رونق دار چمکدار ہے اسی میں محبوب علیہ وسلم کی قبر ہے جو دنیا بھر کو معطر کئے ہوئے ہے

☆......اگر محبت میں آنکھوں کے بل چلنا ممکن ہوتا تو میں آنکھوں کے بل تیز رو گھوڑے کی طرح دوڑ کر آپ ﷺ تک پہنچتا

☆......رسول اللہ ﷺ پر میری جان و دل مرے ماں باپ، میرا تھوڑا بہت سب کچھ قربان۔

☆......آپ ﷺ پر اللہ کا صلوٰۃ و سلام نازل ہو اور آپ ﷺ کے اصحاب پر بھی جو پرہیزگار اور وفادار تھے۔

☆......اور رسول اللہ ﷺ کے خاندان پر بھی ایسا سلام جو پاکیزہ خوشبو، خوب مہکنے والے مشک کی مانند معطر ہو۔

(ماہنامہ الرشید، نعت نمبر، ج ۱، ص: ۲۰۳)

مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

بلغ العلیٰ بکمالہ　　فاق الوریٰ بنوالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ　　شمس ذکت بفعالہ
حسنت جمیع خصالہ　　من ھدیہ ومقالہ
صلوا علیہ وآلہ　　قدر ألفضلہ وجلالہ

ترجمہ:

☆.....آپ اپنے کمال سے بلندیوں پر پہنچے
☆.....اپنے جمال سے اندھیروں کو دور کیا
☆.....آپ کے تمام خصال حسین ہیں
☆.....آپ پر اور آپ کی آل اولاد پر درود بھیجو

اور اپنی سخاوت سے کائنات پر چھا گئے
آپ کے مبارک افعال واعمال سے سورج نے روشنی پائی
آپ کی سیرت اور گفتار سے
آپ کے فضائل اور جلالت ِ قدر کے پیش ِ نظر

ماہنامہ الرشید، نعت نمبر، ج:۱،ص: ۳۸۹

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

﴿ایک اور نعت سے کچھ اشعار﴾

[محمد ﷺ] صفوة الباری ورحمته ١ واحمد خير الخلق اذ وصفا

وسيد خيرة الباری ونخبته ٢ وسيد عهده فی العالمين وفا

بدر بدا تكشف الظلماء بغرته ٣ شمس اضاء ت ابانت كل ما لطفا

اوما الى البدر ايماء باصبعه ٤ فی ليلة فاجاب البدر فانتصفا

والماء ينبع يروی الجيش قاطبة ٥ بين الانامل منه كلهم رشفا

[محمد ﷺ] لواء الحمد فی يده ٦ مقامه ثم محمود فيا شرفا

اللّٰه انزل فی التنزيل مدحته ٧ كفىٰ بمدحته العلياء ما وصفا

ترجمہ:

☆...... وہ محمد ﷺ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور اس کی رحمت ہیں اور آپ احمد ﷺ ہیں جو تمام مخلوقات میں سب سے بہترین ہیں۔

☆...... آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے منتخب و برگزیدہ سردار ہیں، اور زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جہانوں کے جس سردار کے بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا وہ (آپ کو بھیج کر) پورا فرمادیا۔

☆...... آپ ﷺ چودھویں کا چاند ہیں جس کی تابانی سے اندھیرا ختم ہو گیا اور آپ ﷺ سورج ہیں جس سے ہر باریک چیز آشکارا ہوگئی۔

☆...... آپ ﷺ نے انگلی سے چودھویں کے چاند کی طرف اشارہ کیا، اس نے لبیک کہا اور دو ٹکڑے ہو گیا

☆...... آپ ﷺ کے پوروں سے بطورِ معجزہ پانی پھوٹا، اور تمام لشکر نے سیر ہو کر پیا۔

☆...... حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا پھر مقامِ محمود آپ ﷺ کا مقام ہوگا، اس عز و شرف کیا کہنا۔

☆...... خود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تعریف و مدح قرآن کریم میں نازل فرمائی پس آپ ﷺ کی مدح کے لئے یہی کافی ہے

یاد مدینہ

الٰہی دکھا دے بہارِ مدینہ — کہ دل ہے بہت بے قرارِ مدینہ
یہ دل اور انوار کی بارشیں ہوں — یہ آنکھیں ہوں اور جلوہ زارِ مدینہ
وہاں کی ہے تکلیف راحت سے بڑھ کر — مجھے گل سے بڑھ کر ہے خارِ مدینہ
کبھی گرد کعبہ کے ہوں میں تصدق — کبھی جاکے ہوں میں نثارِ مدینہ
کبھی لطف مکہ کا حاصل کروں میں — کبھی جاکے لوٹوں بہارِ مدینہ
رہے میرا مسکن حوالیٔ کعبہ — بنے میرا مدفن دیارِ مدینہ
پہنچ کر نہ ہو لوٹنا پھر وہاں سے — وہیں رہ کے ہوں جاں سپارِ مدینہ
بصد عیش سوؤں میں تا صبحِ محشر — جو ہو میرا مرقد کنارِ مدینہ
الٰہی بصد شوق مجذوب پہنچے — یہ ناکام ہو کامگارِ مدینہ

خواجہ عزیز الحسن مجذوب — رحمۃ اللہ تعالیٰ

اللھم صل علیٰ سیدنا

محمد

وآلہٖ بقدر حسنہٖ وکمالہٖ

بہارِ مدینہ

معطر کیے دیتی ہے جان ودل کو — ہوائے خوش مشکبارِ مدینہ
برستے ہیں دن رات انوار دل پر — عجب ہے عجب جلوہ زارِ مدینہ
کہاں ایسے دن ہیں کہاں ایسی راتیں — نرالے ہیں لیل ونہارِ مدینہ
دل وجاں، زرومال وخویش واقارب — فدائے مدینہ نثارِ مدینہ
نکلنے نہ دے مجھ کو اب زندگی بھر — یہیں روک لے اے حصارِ مدینہ
نہ عجلت کرو وقتِ رخصت، رفیقو! — کہاں میں اور کہاں پھر دیارِ مدینہ
ابھی رہنے دو محوِ نظارہ مجھ کو — میں دل میں بسالوں بہارِ مدینہ
جو تھا گردِ کعبہ مستی میں رقصاں — وہ مجذوب ہے ہوشیارِ مدینہ

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ بقدر حسنہٖ وکمالہٖ

یادگارِ مدینہ

مرا دل ہے اک اختصارِ مدینہ اس میں بسا ہے دیارِ مدینہ
زہے عزت و افتخارِ مدینہ شہِ دوجہاں، تاجدارِ مدینہ
کریں کچھ یونہی شوقِ دل اپنا پورا کریں آؤ ذکرِ دیارِ مدینہ
وہ ہر سو کھجوروں کی دلکش قطاریں وہ کہسار، وہ سبزہ زارِ مدینہ
وہ مسجد وہ روضہ وہ جنت کا ٹکڑا خوشا منظرِ پُر بہارِ مدینہ
نگینہ زمرد کا ہے سبز گنبد اور انگشتری کوہسارِ مدینہ
وہ دن حاصلِ زندگی ہیں جو گذرے بآغوشِ لیل ونہارِ مدینہ
کہاں جی لگے میرا باغِ جہاں میں ہے آنکھوں میں میری بہارِ مدینہ
میسر ہو پھر اس کو یا ربّ زیارت کہ مجذوبؔ ہے اشکبارِ مدینہ

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ - (از کشکولِ مجذوب)

اللھم
صل علی سیدنا محمد وآلہ
بقدر حسنہ وکمالہ

صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم

نعت شریف

سوئے مدینہ جانے کا مقدور ہوگیا　　سامانِ راحت ِ دلِ رنجور ہوگیا
ہر قول وفعلِ حضرتِ محبوبِ کبریا　　تا حشر خلق کے لئے دستور ہوگیا
غم ہجر کا بڑھا تو زیارت ہوئی نصیب　　مغموم رہتے رہتے میں مسرور ہوگیا
موتی بکھیرے میں نے مزارِ حضور پر　　ہر قطرہ اشک کا دُرِّ منثور ہوگیا
کیفِ نگاہِ ساقی ِ کوثر نہ پوچھئے　　آیا جو سامنے وہی مخمور ہوگیا
کیا حد ہے فیضِ شافعِ محشر تو دیکھئے　　مجھ سا گنہ گار بھی مغفور ہوگیا
شغلِ درود بھی ہے عجب شغلِ خوشگوار　　جتنا تھا رنج وغم میرا سب دور ہوگیا
اک دم نظر جو گنبدِ خضریٰ پہ جا پڑی　　سارے سفر کا رنج وتعب دور ہوگیا

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

اللھم صل علی سیدنا محمد
وآلہٖ بقدر حسنہٖ وکمالہٖ

ھدیہ عقیدت بوقتِ زیارت

پاکیزہ تر از عرش وسما ،جنت وفردوس
آرام گہہ ِ پاکِ رسولِ عربی ہے
آہستہ قدم ،نیچی نگہ ،پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روحِ رسولِ عربی ہے
اے زائرِ بیت ِ نبوی ؐ ! یاد رہے یہ
بے قاعدہ یاں جُنبشِ لب ،بے ادبی ہے
بجھ جائے ترے چھینٹوں سے اے ابرِ کرم!
جو آگ مرے سینے میں مدت سے دبی ہے

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہٖ بقدر حسنہٖ وکمالہٖ

﴿آپ کی ایک دوسری نعت کے چند اشعار﴾

تو ہے مجموعۂ خوبی و سراپائے جمال — کونسی تیری ادا دل کی طلب گار نہیں
ذرہ ذرہ ہے مدینے کا تجلی گہِ نور — دشت ِ ایمن یہ نہیں، جلوہ گہِ نار نہیں
جان دے دے کے خریدار بنے ہیں — عشق زارِ نبوی مصر کا بازار نہیں
شک نہیں مطلع والشمس ہے بطحا کی زمیں — کونسا ذرہ وہاں مطلع ِ انوار نہیں

نعتِ نبی کریم ﷺ

ہر ایک سے ٹکرا کر ، ہر شغل سے گھبرا کر ، ہر فعل سے شرما کر ، ہر کام سے پچھتا کر
آمد بدرت بنگر، اے خاتمِ پیغمبر
نے سازنے سامانے، نے علم نے عرفانے ، نے فضل نہ احسانے ، نے دین نے ایمانے
آمد بدرت بنگر، اے خاتمِ پیغمبر
با چاک گریبانے ، باسینۂ بریانے ، با دیدۂ گریانے ، با اشکِ فرا وانے
آمد بدرت بنگر، اے خاتمِ پیغمبر
با نالہ و افغانے ، باسوزشِ پنہانے ، با دانشِ حیرانے ، با عقلِ پریشانے
آمد بدرت بنگر، اے خاتمِ پیغمبر
شاہا! تو بہ من منگر، بر رحمتِ خود بنگر، انصاف تو کن آخر، غیر از تو مرا دیگر
آمد بدرت بنگر، اے خاتمِ پیغمبر

سید مناظر احسن گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ

نعتِ حبیب ﷺ

لولاک ذرہ زجہان محمد است ﷺ
سبحان من یراہ چہ شانِ محمد است ﷺ
سیپارہ کلامِ الٰہی خدا گواہ ﷺ
آں ہم عبارتے ز زبانِ محمد است ﷺ
نازد بنام پاکِ محمد کلامِ پاک ﷺ
نازم بآں کلام ، کہ جانِ محمد است ﷺ
توحید راکہ نقطہ پُر کارِ دینِ ما است ﷺ
دانی کہ نکتہ زبیانِ محمد است ﷺ
سرِّ قضاء و قدر ہمیں است اے ندیم ﷺ
پیکان امر حق زکمانِ محمد است ﷺ

از سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ﷺ

نعتیہ کلام

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ولـم يـدن رب العرش غير نبينا　　الیٰ العرش تفضيلا لأفضل افضل
وفـارقـه الـروح الامين بسدرة　　وقـال لـه هـذا نهـاية منزلی
ومن بعده قد زج فی النور زجة　　واضحی الیٰ مولاه يسمو ويعتلی
ومـا ذاك الا غـاية لـكـرامة　　وهل بعد هذا من مقام مفضل
وفـی ذاك ايـمـاء لـختـم النبوة　　وهـذا لأن الـعـرش آخر منزل
كقبل ارتداد الطرف احضاء عرشها　　لقد جاء منصوصا بذكر منزل

ترجمہ:

☆......رب تعالیٰ کے عرشِ عظیم تک سوائے حضرت محمد ﷺ کے کوئی نبی نہیں پہنچا تا کہ آپ کی فضیلت سب پر نمایاں ہو۔

☆......اور جبریل آپ سے سدرۃ المنتہیٰ پر جدا ہوگئے کہ میرا آخری مقام یہ ہے۔

☆......اوراس کے بعد آپ نور میں مستور ہوگئے ، اس حال میں کہ آپ مولا کے قریب جارہے تھے ۔

☆......یہی انتہائی اعزاز واکرام ہے کیا کوئی مقام اس سے اعلیٰ وارفع ہو سکتا ہے؟۔

☆......اور عرش چونکہ آخری مقام ہے اس کی سیر میں ختمِ نبوت کا اشارہ تھا کہ یہ مقام اعلیٰ خاتم النبیین کے لئے مقدر رہا۔

☆......آپ کا معراج میں جانا اور پھر بیت المقدس کا بعینہ آپ کے سامنے آنا بلقیس کے تخت کی مانند ہے جو ایک پلک جھپکنے سے پہلے آگیا تھا۔ (ماہنامہ الرشید نعت نمبر، ج۱،ص:254)

نعتِ مصطفیٰ ﷺ

﴿حضرت اقدس مفتی محمود رحمہٗ اللہ تعالیٰ﴾

بڑھاپا ہے، چلا ہوں سوئے یثرب لرزتا ، لڑکھڑاتا ، سر جھکائے
گناہوں کا ہے سر پر بوجھ بھاری پریشاں ہوں اسے اب کون اٹھائے
کبھی آیا جو آنکھوں میں اندھیرا تو چکرا کر قدم بھی ڈگمگائے
کبھی لاٹھی، کبھی دیوار پکڑی کبھی پھر بھی قدم جمنے نہ پائے
نہ بیٹا ہے نہ پوتا ہے نہ بھائی کوئی گھر کا نہیں جو ساتھ جائے
نہیں کچھ آرزو اب واپسی کی وہیں رکھے خدا واپس نہ لائے
مگر چلتا رہوں گا دھیرے دھیرے دیا والا میری نیّا لگھائے
وہاں جا کر کہوں گا گڑگڑا کر سلام اس پر جو گرتوں کو اٹھائے
سلام اس پر جو سوتوں کو جگائے سلام اس پر جو روتوں کو ہنسائے
سلام اس پر جو اجڑوں کو بسائے سلام اس پر جو بچھڑوں کو ملائے
سلام اس پر جو بھوکوں کو کھلائے سلام اس پر جو پیاسوں کو پلائے

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ بقدر حسنہٖ وکمالہٖ

نعت مبارک

حضور آپ کے فیضان بھولتے ہی نہیں
جو بے شمار ہیں احسان بھولتے ہی نہیں
جو متبع ہیں حقیقی حضورِ والا کے
وہ آپ کا کوئی فرمان بھولتے ہی نہیں
دورد بھیجتا ہے ربِ دو جہاں جن پر
ہم اس نبی کی شان کبھی بھولتے ہی نہیں
جنہیں ستاروں کی مانند آپ نے کہا
ہمیں وہ یارانؓ بھولتے ہی نہیں
جنہیں بٹھاتے تھے حضرت خود اپنے منبر پر
ہمیں وہ ان کے ثنا خوان بھولتے ہی نہیں

﴿مولانا آزاد، رحمۃ اللہ علیہ﴾

اللھم صل علی سیدنا

محمّد

وآلہٖ بقدر حسنہٖ وکمالہٖ

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

﴿از: مولانا ابوالکلام آزاد﴾

موزوں کلام میں جو ثنائے نبی ہوئی
تو ابتداء سے طبع رواں منتہی ہوئی
ہر بیت میں جو وصف پیغمبر رقم ہوئی
کاشانۂ سخن میں بڑی روشنی ہوئی
ظلمت رہی نہ پرتوِ حسنِ رسول سے
بے کار اے فلک شب مہتاب بھی ہوئی
ساقیِ سلسبیل کے اوصاف جب پڑھے
محفل تمام مستِ مئے بے خودی ہوئی
تاریک شب میں آپ نے رکھا جہاں قدم
مہتابِ نقشِ پا سے وہاں روشنی ہوئی
سالک ہے جو کہ جادۂ عشقِ رسول کا
جنت کی راہ اس کے لئے ہے کھلی ہوئی
آزادؔ اور فکر جگہ پائے گی کہاں؟
الفت ہے دل میں شاہِ زمن کی بھری ہوئی

اللّٰھم

صل علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وکمالہ

نعتِ حضور، صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا سید اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

اسی سے ہے مقصودِ اصلی خطاب
وہی ہے گا مضمونِ اُمّ الکتاب
خصوصاً کہ جو اکمل انسان ہے
وہ سارے صحیفوں کا عنوان ہے
وہ انسانِ اکمل ہے سنتے ہو کون ؟
ہوئے مفتخر جس سے یہ دونوں کون
حبیبِ خدا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
شفیع الوریٰ ، ہادیِ راہِ دیں
محمد ہے نام ان کا احمد لقب ، صلی اللہ علیہ وسلم
بیاں ہو سکے منقبت ان کی کب
زبان ان کی ہے ترجمانِ قدم
ہوا باغِ دیں جس سے رشکِ ارم

صلی اللہ علیہ وسلم

ہدیۂ نعت

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نورِ مجسم فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
فیضِ مسلسل رحمتِ پیہم صلی اللہ علیہ وسلم
ہر ہر وصف کے مظہرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
شانِ الٰہی صورتِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم
ہادی جن و انس و ملک کے، رہبر اہلِ ارض و فلک کے
بزمِ ہدیٰ کے صدرِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم
باعثِ خلقِ کون ومکاں بھی ابرِ رحمت ہر دو جہاں بھی
بخشش و رحمت جن کی مسلّم صلی اللہ علیہ وسلم
دنیا عقبیٰ ارض وسما میں، افضل و اعلیٰ ہر دوسرا میں
سب سے اونچا آپ ﷺ کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم
اُمّی لیکن علمِ لَدُنّی، اول و آخر سب سے عالی
سب سے اعلیٰ سب سے اَعْلَم صلی اللہ علیہ وسلم
عہدِ حیات ہر عہد سے بڑھ کر، حشر میں رتبہ سب سے برتر
عرش سے افضل مرقدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
فطرت رب کا ایسا نمونہ جس کا مثل آئے گا نہ آیا
سارے کمالوں کے لئے خاتم صلی اللہ علیہ وسلم
شان نہ حسن کی سب سے عالی، امت جن کی سب سے نرالی
دونوں جہاں میں اعظم و اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کامل ایماں اس دم ہوگا باپ سے اور بیٹے سے بھی بڑھکر
آپ ﷺ ہوں جب محبوب ومکرم صلی اللہ علیہ وسلم

خود خدا کر رہا ہے آپ کی ثناء ﷺ

﴿ کلام حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

سید الانبیاء خاتم المرسلین ، ﷺ نورِ ربّ العلیٰ ، رحمۃ للعالمین
سرورِ اصفیاء شافعِ مذنبین احمدِ مصطفیٰ شاہِ دنیا و دین

اے حبیبِ خدا روز و شب صبح و شام
تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

فخرِ جن و بشر نعمتِ بے بہا نازشِ بحر و بر صدرِ بزمِ ہدیٰ
کیمیا ہر نظر ، معجزہ ہر ادا فرش سے عرش پر عشق جلوہ نما

اے حبیبِ خدا روز و شب صبح و شام
تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

اول نور اور آخرِ مرسلین ﷺ مایۂ نازِ کل اولین آخریں
انبیاء و ملائک سے افضل ترین بلکہ بعد از خدا مقتدر بالیقیں

اے حبیبِ خدا روز و شب صبح و شام
تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

مظہرِ شفقت خاص تھا مَا قَلیٰ سَوفَ یُعطِیکَ اک فضلِ بے انتہا
پھر فَتَرضیٰ کی نازش کا تمغہ ملا شانِ عالی پہ روحیں ہماری فدا

اے حبیبِ خدا روز و شب صبح و شام
تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

رفعتِ ذکر کا مرتبہ یہ ملا نام ساتھی ہے اللہ کے نام کا
آپ ﷺ کا حکم ، گویا ہے حکمِ خدا خود خدا آپ ﷺ کی کر رہا ہے ثنا

اے حبیبِ خدا روز و شب صبح و شام
تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

نبوت کے ماہِ تمام اللہ اللہ

مبارک ہے کس درجہ نام اللہ اللہ محمد ہیں خیر الانام اللہ اللہ
وہ رحمت کا فیضانِ عام اللہ اللہ مدینے کے وہ صبح و شام اللہ اللہ
کفِ پا کے بوسے لئے اس زمیں نے یہ خوش بختیاں یہ مقام اللہ اللہ
وہ فیضانِ مے خانۂ رحمتِ رب وہ ساقی وہ مے اور وہ جام اللہ اللہ
شبِ تار دنیا کو دن کرنے آئے نبوت کے ماہِ تمام اللہ اللہ
وہ اُمّی لقب کل جہاں کے معلم ہدایت کے برحق امام اللہ اللہ
خرد ان کے رتبہ کو کس طرح سمجھے خدا جن سے ہے ہم کلام اللہ اللہ
خدائی کے پیغام بر انبیاء ہیں وہ ہیں انبیاء کے امام اللہ اللہ
خرد ناز کرتی ہے نسبت پہ عارفؔ یہ عاصی ہے ان کا غلام اللہ اللہ

شیخ الحدیث مولانا مشرف علی تھانوی دامت برکاتہم

تری قدرت کا مظہر ہے جمالِ مصطفیٰ یارب!
ہے یکتا ہر صفت میں ہر خصالِ مصطفیٰ یارب!
کمالاتِ نبوت ہو گئے ہیں سب تمام ان پر
کہاں سے لائے گی دنیا مثالِ مصطفیٰ یارب!

نعتِ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

درود ان پر سلام ان پر فدا ہو میری جاں ان پر
نچھاور یہ زمین و آسماں کون ومکاں ان پر
وہ فخر دوجہاں ، ختمِ رسل اور ہادی عالم
کرے نازل ہزاروں رحمتیں ربِ جہاں ان پر
وہ ہیں شمس العلیٰ ، بدرالدجیٰ نور الہدیٰ اے دل
وہ محبوبِ دو عالم ہیں خدا ہے مہرباں ان پر
بہارِ جاوداں وہ ہیں کہ ہیں رونق گلستاں کی
وہ ، وہ گل ہیں کہ ہے قربان سارا گلستاں ان پر
شفیع المذنبیں ہیں رحمۃ للعالمیں وہ ہیں
لگائے ہے شفاعت کی نظر سارا جہاں ان پر
کمالاتِ نبوت ختم ہیں سب ان کی ہستی پر
مکمل ہو گئی عالم کی ساری داستاں ان پر
چمن میں ہر گل و برگ و شجر ہے مدح خواں ان کا
نچھاور اپنے نغمے کر رہی ہیں قمریاں ان پر
گرے جاتے ہیں پروانوں کی صورت ان کے دیوانے
فدا کرتے ہیں مثل شمع اپنی روح و جاں ان پر
زہے قسمت کہ ہے عارفؔ بھی ان کے مدح خوانوں میں
الٰہی کر فدا میری متاعِ دو جہاں ان پر

شیخ الحدیث مولانا مشرف علی تھانوی دامت برکاتہم

منقبتِ مدینہ منورہ

وہ زمیں اور وہ آسماں اور ہے
میرے آقا کی دھرتی جہاں اور ہے

اس کا ہر گل ہے ہاں رشکِ شمس وقمر
وہ چمن اور وہ گلستاں اور ہے

اس کے باسی ہیں سب رشکِ حور وملک
وہ مکیں اور ہیں وہ مکاں اور ہے

وہ زمیں پر ہے جنت بلا شک و شبہ
وہ خدا کی خدائی کی شاں اور ہے

مرتبہ حدِ ادراک سے ہے وراء
کون سمجھے تجھے تیری شاں اور ہے

یہ تو ہے مسکن ِ تاجدارِ جہاں
اس کی دنیا الگ یہ جہاں اور ہے

یہ مدینہ ہے عارفؔ سنبھل کر چلو
اس شہر کا ادب میری جاں اور ہے

شیخ الحدیث مولانا مشرف علی تھانوی دامت برکاتہم

ہزار بار دھوڈالوں دہن گو مشک وعنبر سے
زبان ونطق پھر قاصر ہیں اوصافِ پیمبر سے

ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ

ہدیۂ

نعتِ حبیب ﷺ

مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آفتاب آئے ماہتاب آئے — سب سے آخر میں آں جناب آئے
ساری دنیا مثالِ دوزخ تھی — آپ ﷺ ہی خُلد در رِکاب آئے
ساری دنیا پہ تھی محیط خزاں — اس پہ لازم تھا اب شباب آئے
زنگ خوردہ تھا شیشۂ دل و روح — چاہیئے تھا کہ اس پہ آب آئے
کفر بے ڈھب سوال کرتا تھا — آپ ﷺ ہی بن کے لاجواب آئے
آپ ﷺ آئے تو ہو گئی تنویر — سخت ظلمت کو پیچ و تاب آئے
عقل ڈوبی ، ابھر گیا الہام — فکر و وجداں میں انقلاب آئے
حق یہی تھا ، نبی ﷺ کی مسند پر — پوری امت کا انتخاب آئے
آئے صدیق رضی اللہ عنہ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ — آئے عثماں رضی اللہ عنہ ، تو بوُ تُراب رضی اللہ عنہ آئے
پھر حسن رضی اللہ عنہ اور معاویہ کو سلام — کیسے خوش بخت و کامیاب آئے
ان کے اصحاب پر درود و سلام — اترے رحمت تو بے حساب آئے

اُن کے اعداء کے منہ میں خاک پڑے
ان پہ آنا ہے جو عذاب آئے

نعت شریف

اے رسولِ امیں خاتم المرسلیںؐ، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق ویقیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

اے براہیمی وہاشمی خوش لقب، اے تو عالی نسب، اے تو والا حسب
دودمانِ قریشی کے درِّثمیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے، جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں اے ابد کے حسیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

بزمِ کونین پہلے سجائی گئی، پھر تری ذات منظر پہ لائی گئی
سید الاولیں، سید الآخریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

تیرا سکہ رواں کل جہاں میں ہوا، اس زمیں میں ہوا آسماں میں ہوا
کیا عرب، کیا عجم، سب ہیں زیرِ نگیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

تیرے انداز میں وسعتیں فرش کی، تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی
تیرے انفاس میں خلد کی یاسمیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

سدرۃ المنتہیٰ رہ گزر میں تری، قاب قوسین گردِ سفر میں تری
تو ہے حق کے قریں، حق ہے تیرے قریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

کہکشاں ضَو ترے سرمدی تاج کی، زلفِ تاباں حسیں رات معراج کی
لیلۃ القدر، تیری منور جبیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

مصطفیٰ، مجتبیٰ تیری مدح وثنا، میرے بس میں نہیں دسترس میں نہیں

دل کو ہمت نہیں، لب کو یارا نہیں تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

کوئی بتلائے ہ کیسے سراپا لکھوں، کوئی ہے وہ کہ میں جسکو تجھ سا کہوں
توبہ توبہ نہیں، کوئی تجھ سا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

چار یاروں کی شانِ جلی ہے بھلی، ہیں یہ صدیق، فاروق، عثمان، علی
شاہد عدل ہیں یہ ترے جانشیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

اے سراپا نفیسؒ، انفسِ دو جہاں، سرورِ دلبراں، دلبرِ عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جانِ حزیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا
محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

از: حضرت سید شاہ نفیس الحسینی مدظلہ العالے، لاہور

نعت شریف

الٰہی محبوب ِ کل جہاں کو دل و جگر کا سلام پہنچے
نفس نفس کا درود پہنچے نظر نظر کا سلام پہنچے
بساطِ عالم کی وسعتوں سے ،جہانِ بالا کی رفعتوں سے
مَلَک مَلَک کا درود اترے ،بشر بشر کا سلام پہنچے
حضور کی شام شام مہکے ،حضور کی رات رات جاگے
ملائکہ کے حسیں جُلو میں ،سحر سحر کا سلام پہنچے
زبانِ فطرت ہے اس پہ شاہد ،ببارگاہِ نبی ؐ صادق
شجر شجر کا درود اترے حجر حجر کا سلام پہنچے
رسولِ رحمت کا بھاری احساں ،تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو ایسے محسن کو بستی بستی ،نگر نگر کا سلام پہنچے
میرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ ،میرے ہُنر پہ ہے ان کی رحمت
حضورِ خواجہ میرے قلم کا ،میرے ہُنر کا سلام پہنچے
یہ التجا ہے کہ روزِ محشر گناہ گاروں پہ بھی نظر ہو
شفیعِ امت کو ،ہم غریبوں کی چشمِ تر کا سلام پہنچے
نفیس کی بس دعا یہی ہے ،فقیر کی اب صدا یہی ہے
سوادِ طیبہ کے رہنے والوں کو ،عمر بھر کا سلام پہنچے

از: حضرت سید شاہ نفیس الحسینی مدظلہ العالے، لاہور

مدینہ کی شام وسحر

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ

یہ انعام آہِ سحر دیکھتے ہیں　　مدینہ کی شام وسحر دیکھتے ہیں
جسے آپ کا باخبر دیکھتے ہیں　　اسے غیر سے بے خبر دیکھتے ہیں
غلامی سے تیری غلاموں کا رُتبہ　　ملائک سے بھی فوق تر دیکھتے ہیں
تجلّی جو ہے سبز گنبد پہ ہر دم　　اُسے رشکِ شمس و قمر دیکھتے ہیں
مدینہ کا جغرافیہ دیکھ کر ہم　　عجب حالِ قلب و جگر دیکھتے ہیں
تصور میں آتا ہے جب سبز گنبد　　تو ایمان کو گرم تر دیکھتے ہیں
بفرطِ محبت بشوقِ نظر ہم　　مدینہ کے دیوار ودر دیکھتے ہیں
ابوبکرؓ وفاروقؓ و عثمانؓ وحیدرؓ　　تصور میں ہم ان کے گھر دیکھتے ہیں
جو روضہ پہ حاضر سلاطین ہوئے ہیں　　تو پندار زیر و زبر دیکھتے ہیں
جو جالی پہ صلِّ علیٰ کہہ رہے ہیں　　اے اختؔر انہیں چشم تر دیکھتے ہیں

ﷺ

دل تڑپتا ہے میرا سینے میں　　ہائے پہنچوں گا کب مدینے میں
قلب جس کا نہ ہو مدینے میں　　اس کا جینا ہے کوئی جینے میں

نعتِ پیمبر ﷺ

قسمت سے مل گئی ہے قیادت حضور کی
اللہ کا کرم ہے عنایت حضور کی

دو لفظ ہیں خلاصہ ٔ عرفان آگہی
وحدانیت خدا کی رسالت حضور کی

بھر لی ہیں ہر گدا نے سعادت سے جھولیاں
نگری رہے ہمیشہ سلامت حضور کی

ربِّ کریم ! شانِ کریمی کا واسطہ !
جنت میں ہو نصیب رفاقت حضور کی

کیفؔی خدا نصیب کرے اپنے فضل سے
الفت کے ساتھ ساتھ اطاعت حضور کی

﴿محمد ذکی کیفیؔ﴾

اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وکمالہ

شانِ نبوت، یادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جلوہ جمالِ حق کا دکھایا حضور نے
ہر نقشِ ماسوا کو مٹایا حضور نے
جنت کا راستہ بھی دکھایا حضور نے
دوزخ کی آگ سے بھی بچایا حضور نے
جس پر نگاہ پڑ گئی تابندہ ہو گیا
ذرّوں کو آفتاب بنایا حضور نے
جو راستے کے سنگِ گراں تھے بنے ہوئے
ان کو نشانِ راہ بنایا حضور نے
جس میں سدا بہار ہے ہر پھول ہر کلی
توحید کا چمن وہ کھلایا حضور نے
بھر لی ہیں گدانے سعادت سے جھولیاں
رحمت کا وہ خزانہ لٹایا حضور نے
کیفیؔ برا سہی مگر ان کا غلام ہے
اچھا بروں کو کس نے بنایا؟ حضور نے

﴿محمد ذکی کیفیؒ﴾

اللھم صل علی سیدنا محمد
وآلہٖ بقدر حسنہٖ وکمالہٖ

نعتِ حبیبِ کبریا

(غیر منقوط)

ہر دم درودِ سرورِ عالم کہا کروں — ہرلحہ محوِ روئے مکرّم رہا کروں
اسمِ رسول ؐ ہوگا مداوائے دردِ دل — صلِّ علیٰ سے دل کے دکھوں کی دوا کروں
ہر سطر اِس کی اسوۂ ہادیؐ کی ہو گواہ — اس طرح حالِ احمدِ مرسل کہا کروں
معمور اس کو کر کے معرّا سطور سے — ہر کلمہ اس کا دل کے لہو سے لکھا کروں
گو مرحلہ گراں ہے مگر ہو رہے گا طے — اسمِ رسولؐ سے ہی درِ دل کو وا کروں
ہر دم رواں ہو دل سے درودوں کا سلسلہ — طے اس طرح سے راہ کر ہر مرحلہ کروں
دے دوں اگر رسولِ مکرمؐ کا واسطہ — دل کی ہر اک مراد ملے، گر دعا کروں
اس کے علاوہ سارے سہاروں سے ٹوٹ کر — اللہ کے کرم کے سہارے رہا کروں
ہوکر رہے گا سہل، ہر اک مرحلہ کڑا — اللہ کے کرم کا اگر آسرا کروں
اردو کو اک رسالۂ الہام دوں ولی — لوگوں کو دورِ ہادیٔ عالم عطا کروں

مولانا محمد ولی رازی مدظلہٗ -- مصنف "ہادیٔ عالم ﷺ"

اللھم صل علی سیدنا محمد
وآلہ بقدر حسنہ وکمالہ

درود و سلام

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سکھلائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اس پر کہ جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر کہ جو بھوکا رہ کر اوروں کا کھلاتا تھا
سلام اس پر کہ جو امت کے لئے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر کہ جو فرشِ خاک پر جاڑوں میں سوتا تھا
سلام اس پر کہ جس کی سادگی درسِ بصیرت ہے
سلام اس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیت ہے
سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں
سلام اس پر کہ جس کے نام کی عظمت پر کٹ مرنا
مسلمان کا یہی ایمان، یہی مقصد، یہی شیوا
درود اس پر کہ جس کا نام تسکینِ دل و جاں ہے
درود اس پر کہ جس کے خلق کی تفسیر قرآں ہے
درود اس پر کہ جس کا تذکرہ عین عبادت ہے
درود اس پر کہ جس کی زندگی رحمت ہی رحمت ہے
درود اس پر کہ جو ماہر کی امیدوں کی ملجا ہے
درود اس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے

ماہر القادری

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد
وآلہٖ بقدر حسنہٖ وکمالہٖ

نعت شریف

از: شاعرِ اسلام، شاعرِ ختمِ نبوت، سید امین گیلانی مدظلہٗ

شہر ، شہروں میں نہیں کوئی مدینے جیسا
امن میں ہے نوح نبیؑ کے سفینے جیسا
سارے نبیوں کو انگوٹھی کا جو حلقہ سمجھیں
اس میں ہے نام محمد ﷺ کا نگینے جیسا
اس لئے بھیجتا رہتا ہوں میں آقا پر درود
لطف آتا ہے مجھے شہد کے پینے جیسا
جو چمک ان کی جبیں میں تھی کہاں چاند میں ہے
عطر لائے کوئی ان کے پسینے جیسا
چار یاروں سے نہیں بڑھ کر کوئی ان کا رفیق
کوئی دشمن نہیں بوجہل کمینے جیسا
آپ کے سینے سے عرفان کے قلزم نکلے
سینہ، قلزم کا کہاں آپ کے سینے جیسا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً

نامِ محمد ﷺ

محبوب ہے کیا صلِ علیٰ نامِ محمد
آنکھوں کی ضیا دل کی جِلا ہے نامِ محمد
تکبیر میں کلمے میں نمازوں میں اذاں میں
ہے نامِ الٰہی سے ملا نامِ محمد
اس نام کی لذت دلِ عشاق سے پوچھو
جان آگئی تن میں جو لیا نامِ محمد
ورد اپنا شب وروز یہ دو نام ہیں بیدؔل
یا نامِ خدا لب پہ ہے یا نامِ محمد

مولانا عبد السمیع بیدؔل

اللھم صل علیٰ سیدنا
محمد وآلہٖ بقدر حسنہٖ وکمالہٖ

پیشِ نعت

﴿ ☆ سید سلمان گیلانی نے ۱۶ مئی ۲۰۰۲ء تلہ گنگ میں ایک جگہ محفل حمد ونعت میں یہ واقعہ سنایا اور مذکورۃ الذیل اشعارِ نعت پڑھے۔ کہ حضرت اقدس خواجۂ خواجگان مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم وفیوضہم کے ساتھ سالِ گذشتہ مدینہ طیبہ کی حاضری میں رفاقت رہی اس دوران ایک موقعہ پر آپ روضہ اطہر کے سامنے بیٹھے تھے کہ میں نے عرض کیا حضرت کوئی خاص وظیفہ ارشاد فرما دیجئے کہ مدینہ طیبہ کی بار بار حاضری ہوتی رہے تو آپ نے فرمایا درود شریف پڑھا کریں۔ میں نے عرض کیا: حضرت فلاں فلاں کام ہو جائیں کوئی خاص عمل بتلا دیجئے آپ نے فرمایا درود شریف پڑھا کریں۔ پھر میں نے عرض کیا: حضور! دل بڑا پریشاں ہے کچھ ارشاد فرما دیجئے! اس بار بھی آپ نے وہی بات دوھرا دی اور فرمایا درود شریف پڑھا کریں۔ اس یادگار موقعہ پر مدینہ منورہ ہی میں صفحۂ دل پر ان اشعار کا ورود ہوا بعد میں یہ صفحۂ قرطاس کی زینت بنے اور کئی محافل میں سنا چکا ہوں۔

آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ ﴾

نعت شریف

دل مضطرب ہو جب ، تو نبی پر درود پڑھ	تسکیں کا ہے سبب ، تو نبی پر درود پڑھ
لیتے ہیں بوسہ نام محمد کا خود ہی دیکھ	آپس میں مل کے لب ، تو نبی پر درود پڑھ
جنت کرے گی تیری طلب ، میری بات مان	جنت نہ کر طلب ، تو نبی پر درود پڑھ
روضے پہ حاضری کی تمنا ہے گر تجھے	اے دوست !روز و شب ، تو نبی پر درود پڑھ
☆(اسی نسخے پر عمل کیا ہے اب تک آٹھ بار	اللہ کے فضل سے زیارت کر آیا ہوں)
اس کے طفیل بارگاہِ قدس میں قبول	ہوں گی دعائیں سب ، تو نبی پر درود پڑھ
تعریف خدا کی حمد قیام وسجود میں	دوزانو بیٹھ اب ، تو نبی پر درود پڑھ
☆ (معلوم ہوا کہ دوزانو بیٹھ کر ادب	سے درود شریف پڑھنا افضل و اعلیٰ ہے)
تجھ کو خبر نہیں کہ ہے واللہ کس قدر	یہ عمل مستحب ، تو نبی پر درود پڑھ
کچھ کر کے روزِ مرہ کے اوقاتِ کار میں	لمحات منتخب ، تو نبی پر درود پڑھ
فرمایا خود نبی نے کہ قبروں میں انبیاء	زندہ ہیں سب ، تو نبی پر درود پڑھ
سنتے بھی ہیں کلام وہ دیتے بھی ہیں جواب	پر شرط ہے ادب ، تو نبی پر درود پڑھ
☆ (یہاں پڑھیں تو ملائکہ سیاحین لے جاتے	اور روضۂ اطہر پر پڑھیں تو وہ خود سنتے ہیں)
ہم جیسی ان کی نیند نہ ہم جیسی ان کی موت	ان کے الگ ہیں ڈھب ، تو نبی پر درود پڑھ
اللہ نے کتابِ مبیں میں انہیں دیے	کیا کیا حسیں لقب ، تو نبی پر درود پڑھ
(کہیں طٰہٰ کہیں یٰسین کہیں یا ایہا المزمل ،	یاایہا المدثر کہیں رؤف اور کہیں رحیم)
اصحاب واہلِ بیت نبی پر سلام بھیج	ان سے جدا ہیں کب ، تو نبی پر درود پڑھ
اے دوست !چاہتا ہے تو سلمانؔ کی خوشی	خوش رکھے تجھ کو رب ، تو نبی پر درود پڑھ
اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم تسلیما	اللھم صل علیٰ محمد بعدد کل ذرۃ الف الف مرۃ

نعتِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

اے نبی تیری خاطر رحمتیں لٹا دوں گا
مانگا تو نے جو مجھ سے کر تجھے عطا دوں گا
موسیٰؑ جو کلام کریں وادیوں میں چھپ چھپ کر
لامکاں پہ تم آنا پردے سب ہٹا دوں گا
حشر کا غم تجھ کو کیوں لگا ہے میرے نبیؐ !
اشارہ جو ہوا تیرا جنت میں پہنچا دوں گا
جب کسی کی آنکھیں دکھیں یا کسی کو سانپ ڈسے
لگا جو لعاب تیرا اس کو شفا دوں گا
کردیا جو تو نے سجدہ آکے فرشِ خاکی پر
یہ جو ہے زمیں ساری ،سجدہ گاہ بنا دوں گا

ہدیۂ نعت بحضورِ آقا صلی اللہ علیہ وسلم

بے لوث محبت کا خزینہ ہے مدینہ
انوارِ رسالت کا نگینہ ہے مدینہ
چاہت کا مسافر ہوں پاجاؤں گا منزل
الفت کے سمندر میں سفینہ ہے مدینہ
روشن ہیں بہت شمس وقمر ٹھیک ہے لیکن
اسرارِ تجلی کا خزینہ ہے مدینہ
پُر نور ہیں ارض وسما تیری بدولت
فیضانِ الٰہی کا قرینہ ہے مدینہ
الفت کا محبت کا ،اخوت کا وفا کا
اظہار ہر خیر ومودّت کا دفینہ ہے مدینہ

ابوطلحہ محمد اظہار الحسن محمود

جمعة المبارك · 14 مارچ 2003

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیراً کثیراً

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ مراجع مصادر ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حکایاتِ صحابہ وفضائل درود شریف از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ
رحمت کائنات از امام الزاہدین والعارفین قاضی زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ
بارگاہِ رسالت اور بزرگانِ دیوبند از شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ بھکر
العطور المجموعۃ از حضرت صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی مدظلہ
اکابر علماء دیوبند از حافظ محمد اکبر شاہ بخاری
حیاتِ شیخ الاسلام از سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ
سوانح حضرت مولانا احمد علی لاہوری از حاجی لعل دین اخگر
اصلاح المسلمین [افاداتِ تھانویؒ] از پروفیسر مسعود احمد علوی
تذکرۃ الرشید
ارکانِ اربعہ، سید ابوالحسن علی ندوی
سید حسین احمد مدنی کے ایمان افروز واقعات از مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی
بانی دارالعلوم دیوبند از ابوالزاہد شیخ سرفراز خان صفدر مدظلہ العالےٰ
اشرف المقالات از مجلس صیانۃ المسلمین لاہور
العمدہ شرح زبدہ از حضرت صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی مدظلہ
حکایات اسلاف از مولانا محمد اعجاز سنگھانوی
ادلہ کاملہ از حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن نور اللہ مرقدہ
اشرف اللطائف
بیس مردانِ حق از عبدالرشید ارشد
عاشقانِ رسول از عبدالرشید ارشد
ہفت روزہ ضرب مومن
محبت ہی محبت: از، صوفی محمد اقبال مدینہ منورہ
پیغام حق وصداقت خطبات سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب مدظلہ
رہبر ورہنما از ابوریحان فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

خطباتِ فاروقی از ابوریحان فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
عشاقِ رسول ﷺ از پروفیسر عشرت احمد انڈین
ہادیٔ عالم از مولانا محمد ولی رازی
علماءِ ہند کا شاندار ماضی از حضرت مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ
سوانح مولانا محمد علی جالندھری از پروفیسر نور محمد
الرشید، دارالعلوم دیوبند نمبر
بیس بڑے مسلمان
حیاتِ امداد
حیاتِ انور
خزائن الاسرار
گلزارِ معرفت
رسولِ کریم ﷺ از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ
صحبتے بااہلِ دل مؤلفہ سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
فضائلِ مدینہ منورہ، از مولانا عابد الرحمٰن صدیقی کاندہلوی
سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا از سید ابوالحسن علی ندوی
تجلیاتِ مدینہ از مولانا احتشام الحسن کاندہلوی
کشکولِ مجذوب از خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ
ماہنامہ الحسن خصوصی اشاعت بیادِ حضرت حکیم الامتؒ نومبر دسمبر ۱۹۹۸ء
ارشاداتِ اکابر مؤلفہ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
عبقات [مقدمہ] جلد دوئم از علامہ خالد محمود مدظلہٗ
میرے خلیل (حالات وواقعات حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ)
حیاتِ احتشام رحمۃ اللہ از حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری
معارف وحقائق (ملخص مکتوبات سید حسین احمد مدنیؒ) از
نامور خطباء کے خطیبانہ شہ پارے از مؤلف کتاب ہٰذا
نغماتِ ختمِ نبوت از محمد طاہر رزاق

تحفہ علم وحکمت، ابو طاہر محمد اسحاق خان صاحب
نوائے درویش از سید عبدالمجید ندیم
اقراڈائجسٹ، جون جولائی ۸۸ء،
ماہنامہ بناتِ عائشہ رضی اللہ عنہا (رجب ۱۴۲۲ھ)
احوال وآثار حضرت نانوتویؒ، مرتبہ: نورالحسن راشد کاندھلوی
معارف وحقائق (واقعات وکرامات) از مولانا رشید الدین حمیدی
حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات از حاکم علی
ماہنامہ البلاغ کراچی
ہفت روزہ ختم نبوت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان
واردات ومشاہدات، عبدالرشید ارشد
سیرت النبی بعد از وصال النبی ﷺ
ماہنامہ الفاروق کراچی
ماہنامہ تجلیاتِ حبیب چکوال
ماہنامہ بینات، حضرت بنوری نمبر، جنوری فروری ۷۸ء
حضرت مدنی کے ایمان افروز واقعات از مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی
ہفت روزہ خدام الدین، حضرت لاہوری نمبر
شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، مولانا سید فرید الوحیدی
نقش دوام سوانح حضرت کشمیریؒ از مولانا انظر شاہ صاحب مسعودی کشمیری
کاروانِ مدینہ از مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
سیرۃ المصطفیٰ مؤلفہ حضرۃ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
ندائے منبر ومحراب از مؤلفہ محمد اسلم شیخو پوری
روزگار فقیر از فقیر سید وحید الدین
باادب بانصیب از فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی
عشق رسول ﷺ از فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی
سوانح قاسمی

حیات مولانا مناظر احسن گیلانی
علماءِ دیوبند کی یادگار تحریریں از مولانا محمد اسحاق ملتانی
مطالعہ بریلویت از علامہ خالد محمود
شاہراہِ عشق کے مسافر از پروفیسر طاہر رزاق
کشکول از مفتی محمد شفیع صاحب

مشمولاتِ کتاب

۱۹۔ مبلغ اسلام حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۲۰۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ
۲۱۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ
۲۲۔ امام الزاھدین حضرت قاضی محمد زاھد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ
۲۳۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ
۲۴۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ
۲۵۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، اکوڑوی رحمۃ اللہ علیہ
۲۶۔ حضرت مولانا استاذ الحدیث محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ
۲۷۔ حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب مدظلہٗ العالی
۲۸۔ عظیم مدبر، حاکم عادل حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ
۲۹۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۰۔ شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۱۔ حضرت شیخ محمد موسیٰ روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ
۳۲۔ حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہ
۳۳۔ حضرت مولانا قاری محمد حنیف ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

☆ باب ثالث: تقاضائے عشق والفت، یعنی درود شریف پڑھنے کی کثرت، آداب، اور برکات وفوائد کے بارے ارشادات ومعمولاتِ اکابر کا تذکرہ۔
☆ باب رابع: جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں مدفون علماءِ دیوبند کے اسماءِ گرامی معہ تاریخ ہائے وفات
☆ باب خامس: جام کوثر یعنی اکابر کے نعتیہ کلام کی ایک جھلک۔

﴿اس مضمون پر اس ضخامت وتفصیل کے ساتھ پہلی بار منظرِ عام پر آنے والی ایک بے مثال کتاب﴾
جس میں ۳۳ علماء کے عاشقانہ تذکرے، تقریباً ۴۰۰ اشعار، اور ۱۴۱ نعتیں شامل ہیں

سلسلہ
مواعظ حسنہ نمبر ۳۶



عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مفہوم

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۶۸۱۱۲ ۴۹۹۲۱۷۶

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳۶

عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مفہوم

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۹۹۲۱۷۶-۴۹۸۱۱۲

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات درحقیقت مرشدنا و مولانا محی السنۃ
حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت اقدس
مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس
مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض
و برکات کا مجموعہ ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ

نام وعظ = عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مفہوم

واعظ = عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع و مرتب = سید عشرت جمیل میر

کمپوزنگ = الاشرف کمپوزرز فون : ۴٦۸۱۱۲

اشاعت اول = ربیع الاول ۱۴۲۱ھ مطابق جون ۲۰۰۰ء

کتب خانہ مظہری

گلشنِ اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲ کراچی فون ۴٦۸۱۱۲-۴۹۹۲۱۷٦

فہرست

عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مفہوم

عارف باللہ مرشدنا و مولانا حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب اطال اللہ ظلالہم علینا و ادام اللہ فیوضہم و انوارہم و برکاتہم الیٰ یوم الدین کا یہ عاشقانہ بیان جو ۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۹۵ء قبل نماز جمعہ مسجد اشرف گلشن اقبال بلاک ۲ میں ہوا جس میں حضرت اقدس کی زبانِ عشق نے نہایت دردِ دل کے ساتھ واضح فرمایا کہ حقیقی عشق رسول کیا ہے۔ (مرتب)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَ اَهْلِيْ وَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

عشق الٰہی اور عشق رسالت کا معتبر راستہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور سرور عالم ﷺ کا عشق وہی معتبر ہے جو سنت کے راستے سے حاصل ہو۔ اگر حضور ﷺ کے طریقے سے ہٹ کر مثلاً طبلہ، سارنگی اور گانے بجانے سے تڑپ اور عشق پیدا ہو تو یہ عشق معتبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ اعلان فرمادیں "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ" اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو "يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" تو اللہ تمہیں پیار کریگا جس کا ترجمہ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ یوں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ سے اعلان کروادیا کہ اگر تم اللہ کا پیارا بننا چاہتے ہو تو میرا چلن چلو۔ ہمارا پیارا نبی ﷺ ایسا پیارا ہے کہ جو اس کی چلن چلتے ہیں ان پر بھی ہم کو پیار آتا ہے، ہم ان کو بھی اپنا پیارا بنالیتے ہیں۔ آپ دنیاوی محبت میں دیکھئے کہ کسی کا ایک بیٹا ہو اور اس بیٹے کی طرح محلہ کا کوئی لڑکا چل رہا ہو تو بابا کو اس پر بھی پیار آتا ہے کہ دیکھو یہ میرے بیٹے کی طرح چلتا ہے۔ تو حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے اتنے پیارے ہیں کہ جو بھی ان کی چلن چلتا ہے اللہ کے ہاں محبوب ہوجاتا ہے۔ آج ہمارا کیا حال ہے کہ آپ کی سنت کے طریقوں کو چھوڑ کر ہم حضور ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ صحابہ کرام جو حضور ﷺ کے نقش

قدم پر چلے اور جن کو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنہ' کا پروانہ مل گیا کہ صحابہ سے اللہ راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے تو ان کا راستہ کتنا مستند ہے اور اسی سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے طریقہ کو چھوڑ کر عشق کا دعویٰ غیر معتبر ہے۔شاعر کہتا ہے ؎

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے
لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تابہ منزل صرف دیوانے گئے

خلاف سنت عشق غیر مستند اور غیر معتبر ہے

صحابہ جس راستے سے گذرے ہیں وہی راستہ مستند ہے، وہی راستہ معتبر ہے۔بتاؤ کوئی ہے صحابی جس نے حضور ﷺ کی محبت میں بینڈ باجے اور گانے بجانے کے ساتھ جلوس نکالا ہو؟ آہ نکلتی ہے آج ان نالائقوں اور جاہلوں پر کہ نمازوں کی کوئی پروا نہیں، نمازوں کا وقت جارہا ہے اور پیر صاحب گھوڑے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور طبلے سارنگی کے ساتھ بینڈ باجے کی دھن پر نعت شریف ہورہی ہے اور نماز فرض قضا ہورہی ہے۔ آپ بتائیے یہ کون سا عشق ہے بھائی؟ کیا صحابہ نے کبھی ایسا کیا؟ یہ سب کیا ہے؟ محض ایک تماشہ ہے، کھیل کود ہے، اس کو سنت

کے راستے سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر یہ سنت ہوتی تو صحابہ ضرور اس کو اختیار کرتے۔ جو جان دے سکتے ہیں، شہید ہو سکتے ہیں وہ یہ بینڈ باجا جلوس نہیں نکال سکتے؟ بتاؤ جان دینا زیادہ مشکل ہے یا یہ بینڈ بجانا۔ لیکن آج افسوس ہے کہ کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ حضور ﷺ سے محبت کا کیا طریقہ ہے۔

حضور ﷺ سے محبت کا سب سے اعلیٰ طریقہ

حضور ﷺ سے محبت کا سب سے اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے حضور ﷺ پیدا ہوئے تھے یعنی بندوں کو اللہ کی مرضی پر چلانے کے لئے، ہمارے نفس نالائق کو مٹانے کے لئے، اعمال کی اصلاح کے لئے اس پر عمل کر کے ہم جان پاک رسالت ﷺ کو خوش کردیں لہٰذا اگر اس مبارک مہینہ میں محبت کا حق ادا کرنا ہے تو جنہوں نے ڈاڑھیاں نہیں رکھیں وہ داڑھیاں رکھ لیں، جن کے پاجامے ٹخنے کے نیچے ہیں اور وہ بخاری شریف کی حدیث مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ کی وعید کے مستحق ہیں وہ آج ٹخنے کھول لیں، پانچوں وقت کی نمازوں کا ارادہ کرلیں، بیویوں کی اگر پٹائی کر رہے ہیں تو اس سے توبہ کرلیں غرض جتنے ظلم ہیں، اغوا برائے تاوان یا قتل و خون وغیرہ ان سب جرائم سے باز آجائیں تو سمجھ لو ہم نے

عشق رسالت ﷺ کا حق ادا کردیا، حضور ﷺ کی روح مبارک کو خوش کردیا مگر بجائے اصلاح عمل کے آج حضور ﷺ کی محبت کا حق یہ سمجھا جارہا ہے کہ بینڈ باجے لائے جائیں اور کیا کیا تماشے کیے جائیں اور شراب پی کر ساری رات قوالی پڑھی جائے۔ چشم دید واقعہ ہے کہ ایسی ہی ایک مجلس میں کسی نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی اور شراب پی کر رات بھر قوالی کرتے رہے، بتائیے افسوس کی بات ہے یا نہیں؟ کیا اسلام اس کا نام ہے؟ ہرگز یہ اسلام نہیں۔

طریق صحابہ کے علاوہ ہر راستہ غیر معتبر ہے

اسلام وہی ہے جو حضور ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا، اسلام وہی ہے جو حضرات صحابہ کا عمل تھا۔حضرات صحابہ کا طریقہ دیکھو۔ جس چیز پر صحابی نے عمل کیا وہی معتبر ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ حضرات صحابہ سے بڑھ کر حضور ﷺ کی حدیث کو کوئی سمجھنے والا ہے؟ لہٰذا خوب سمجھ لو کہ حدیث کا مفہوم وہی معتبر ہے جو حضرات صحابہ نے سمجھا، ان سے زیادہ ہمیں عقل وفہم نہیں ہے۔ جن کی تعریف خدا نے کی ہو کہ اللہ ان سے راضی ہوگیا تو خود فیصلہ کرلو کہ پھر ان کے کام کیسے ہونگے لہٰذا جو کام بھی کیجئے چاہے خوشی میں یا غمی میں ختنہ میں

یا عقیقہ میں، شادی کے موقع پر یا کسی کی موت پر ہمیشہ علماء کرام سے پوچھ کر کیجئے۔ علماء بتائیں گے کہ حضرات صحابہ نے کیا عمل کیا، احادیث کا مفہوم حضرات صحابہ نے کیا سمجھا کیونکہ ان ہی کا راستہ مستند ہے۔

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے

جن کو اللہ نے رضی اللہ عنہم نازل فرما کر اپنی رضا کی سند دے دی، جن کے اعمال پر اللہ نے اپنی خوشیوں کا اطلاق کردیا ان کو چھوڑ کر آپ ان لوگوں کی بات مانتے ہیں جن کیلئے کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، بتایئے کون مستند عمل ہے؟ صحابہ کے اعمال جن پر رضاء الٰہی کی مہر ثبت ہے یا ان جاہلوں کے اعمال جن پر اللہ کی خوشی کی کوئی رجسٹری نہیں بلکہ خلاف سنت ہونے کے سبب غضب الٰہی کا اندیشہ ہے۔

نافرمانیِ رسول کے ساتھ دعویٰ عشق باطل ہے

اگر ذرا بھی عقل ہو تو آدمی خود سمجھ جائے کہ یہ کون سا عشق رسالت ہے کہ فرض نماز غائب اور بینڈ باجوں پر نعت شریف پڑھی جارہی ہے جبکہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں گانے بجانے یعنی ساز و موسیقی کو مٹانے کے لئے آیا ہوں۔ کیا

آپ کے فرامین عالی شان کی مخالفت کرنا یہ عشق رسالت ہے؟ بخاری شریف کی حدیث میں ارشاد فرمایا کہ ڈاڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ لیکن آج دیکھو تو الٹا معاملہ ہے کہ بعض لوگ مونچھیں بڑھاتے ہیں اور ڈاڑھی کٹاتے ہیں اور بعض لوگ مونچھیں تو کٹا چکے ہیں لیکن وہ ذرا سی ہمت اور کرلیں کہ ڈاڑھی بڑھالیں تو سو فی صد نمبر سے کامیاب ہوجائیں گے کیونکہ یہ مونچھیں کچھ کام نہ دیں گی، قیامت کے دن ڈاڑھی ہی کام آئے گی ۔ یہ مت سمجھو کہ بوڑھے ہو کر ڈاڑھی رکھ لیں گے کیونکہ کیا گارنٹی ہے کہ آپ بڑھاپے تک زندہ رہیں گے ۔ ابھی اسی ہفتہ میں ہمارے ایک اللہ والے دوست ، ایک کالج کے پرنسپل کا اچانک ہارٹ فیل ہوگیا۔ نماز کی حالت میں دورہ پڑا، ہسپتال تک نہیں جاسکے ۔

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

ڈاڑھی رکھنا دلیلِ عشقِ رسول ہے

آہ ! درد دل سے کہتا ہوں واللہ آپ کی بھلائی کیلئے کہتا ہوں، آپ کے احترام و عزت کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ نبی پاک ﷺ کی شکل بنالو۔ ابن ماجہ شریف کی حدیث

ہے کہ روؤ اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل بنالو۔ تو معلوم ہوا کہ شکل بھی کام دے جاتی ہے، کم سے کم قیامت کے دن آپ یہ کہہ سکیں گے کہ ۔

ترے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ داڑھی کا رکھنا واجب ہے، منڈانا اور کترانا حرام ہے۔ ایک مشت تینوں طرف سے واجب ہے، اس حکم میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سوچئے کہ اگر قبر میں جنازہ اتر گیا تو گالوں کو کیڑے کھاجائیں گے ۔ موت کے بعد کھیتی کی زمین بھی چھن جائے گی، پھر کہاں غلہ بوؤ گے، پھر حضور ﷺ کا باغ کہاں لگاؤ گے ۔

تازیانۂ عبرت

سکھوں سے سبق لو کہ یہ ظالم کافر ہو کر اپنے پیشوا کی محبت میں داڑھی رکھتے ہیں حالانکہ بوجہ کفر کے یہ داڑھی ان کو کچھ مفید نہیں لیکن ایک سکھ بھی ایسا نہیں ملے گا جو ڈاڑھی منڈاتا ہو۔لیکن آہ !آج امت محمد ﷺ کو کیا ہوگیا کہ اپنے پیغمبر ﷺ کی شکل نہیں بناتے اور سمجھتے ہیں کہ ڈاڑھی سے میری شکل خراب معلوم ہوگی ۔

ڈاڑھی سے شکل حسین معلوم ہوتی ہے

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ڈاڑھی رکھنے کے بعد بتانا کہ شکل کیسی معلوم ہوتی ہے۔ پھر کہو گے کہ افسوس آج تک ہم نے ڈاڑھی کیوں نہیں رکھی تھی، اگر ڈاڑھی رکھنے سے شکل خراب لگتی تو اللہ اپنے پیغمبروں کو حکم نہ دیتا کہ ڈاڑھی رکھو۔ آپ بتایئے کہ کیا کوئی اپنے پیاروں کی شکل خراب کرنا چاہتا ہے؟ جب کوئی شخص اپنے پیاروں کو خراب شکل میں نہیں دیکھنا چاہتا تو اللہ تعالیٰ کیسے اپنے پیارے پیغمبروں کو خراب شکل میں دیکھنا پسند کرتا۔ معلوم ہوا کہ ڈاڑھی اللہ کے پیاروں کی شکل ہے لہٰذا یہ خود دلیل ہے کہ یہ پیاری چیز ہے اور اس سے شکل پیاری معلوم ہوتی ہے۔

حضور ﷺ کی محبت کے تقاضے

اس لئے میں آپ لوگوں سے نہایت دردِ دل سے فریاد کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کی محبت میں آج کے مبارک دن میں، اس مبارک مہینہ میں کچھ اچھے ارادے کرلو۔ اے ڈاڑھی نہ رکھنے والو! ہمت کر کے ڈاڑھی رکھ لو۔ ان شاء اللہ آپ کو کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ بیوی بھی آپ سے دعا کرائے گی، سارا

معاشرہ آپ سے دعا کرائے گا، آپ کو دنیا میں بھی عزت ملے گی اور آخرت میں بھی عزت ملے گی۔ اور اے ٹخنے چھپانے والو! آج سے ارادہ کرلو کہ حضورﷺ کی پیدائش کے اس مبارک مہینہ میں آج سے ہم اپنا ٹخنہ نہیں چھپائیں گے اور آج سے ہم کسی ٹیڈی یا ٹیڈوں کو اور حسین یا حسینہ کو نہیں دیکھیں گے، اپنی نظر کی حفاظت کرینگے کیونکہ بخاری شریف کی حدیث ہے زِنَا الْعَیْنِ النَّظر یعنی نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے یہ بے وقوف لوگ کہتے ہیں کہ لو نہ دو دیکھ تو لو۔ سبحان اللہ! یعنی مطلب یہ ہوا کہ جب ہم کچھ گناہ نہیں کرتے تو دیکھنے میں کیا حرج ہے ۔ حالانکہ دیکھنے کے بارے میں ہی تو حضورﷺ فرمارہے ہیں کہ یہ آنکھوں کا زنا ہے ۔ غرض جو لوگ جس گناہ میں بھی مبتلا ہیں آج حضورﷺ کی محبت میں دل میں پکا ارادہ کرلیں کہ جس کو جس گناہ کی عادت ہے اس کو ترک کردیں گے مثلاً جو بڑی بڑی مونچھیں رکھتے ہیں آج سے نہیں رکھیں گے کیونکہ سرور عالمﷺ فرماتے کہ میری شفاعت ان کو نصیب نہیں ہو گی ۔ عبارت نبوت، الفاظ نبوت بھی پیش کر رہا ہوں ۔ ارشاد فرمایا کہ مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهٗ لَمْ یَنَلْ شَفَاعَتِیْ جو بڑی مونچھ رکھے گا جس سے ہونٹ کے کنارے چھپ جائیں میری شفاعت نہیں پائے گا ۔ بتاؤ مونچھوں سے فائدہ ملے گا یا شفاعت

نبوی سے فائدہ ملے گا۔ لہٰذا آج جتنے حاضرین ہیں جن کے داڑھیاں نہیں ہیں وہ ڈاڑھی رکھ لیں اور جن کے ڈاڑھی ہے مگر ایک مشت نہیں ہے وہ کٹانا چھوڑ دیں کیونکہ کٹانا بھی حرام ہے، گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ سے اللہ کے ولی نہیں بن سکتے ہو۔ جن کو خوش کر رہے ہو واللہ یہ قبروں میں کچھ کام نہیں دیں گے، جن کو خوش کرنے کے لئے اللہ و رسول کو ناخوش کررہے ہو اور لوگوں سے ڈر رہے ہو کہ لوگ کیا کہیں گے تو بتاؤ یہ لوگ کام آئیں گے یا اللہ و رسول؟ افسوس آج ہمارا کیا حال ہے ۔ایک شخص نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کو لکھا کہ مجھے لوگوں سے ڈر لگتا ہے کہ اگر میں ڈاڑھی رکھ لوں گا تو لوگ میرا مذاق اڑائیں گے ۔ تو فرمایا کہ ارے لوگوں سے تو لگائی ڈرتی ہے۔ ظالم تو بھی تو لوگ ہے لگائی تو نہیں ہے جو لوگوں سے ڈر رہا ہے ۔ مردانہ وار اعلان کر دے کہ میں بھی مرد ہوں، میں لوگوں سے نہیں ڈرتا۔ میں علی الاعلان ڈاڑھی رکھتا ہوں کیونکہ میری قبر میں کوئی کام نہیں آئے گا، قیامت کے دن کوئی کام نہیں آئے گا۔ لہٰذا دنیا والو! سن لو ؎

کہاں تک ضبط بے تابی کہاں تک پاس بدنامی
کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم اب ڈاڑھی رکھتے ہیں

کہہ دو کہ اگر میری ڈاڑھی تم کو بری لگتی ہے تو اپنی آنکھیں بند کرلو مگر مجھے اپنے اللہ کو منہ دکھانا ہے، سرور عالم ﷺ کو منہ دکھانا ہے لہٰذا کیا مخلوق سے ڈرنا ہے۔ جو مخلوق سے ڈرتا ہے ابھی اللہ کا عاشق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کی تعریف میں فرمایا لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔ یعنی جو میرے عاشق ہیں وہ مخلوق سے نہیں ڈرتے، کسی کی ملامت کا خوف نہیں کرتے۔

محبت کی ایک خاص علامت

لہٰذا میں آپ لوگوں سے گذارش کرتا ہوں کہ اس مبارک مہینے میں جس کو جس گناہ کی عادت ہے خواہ ظاہری گناہ ہو یا باطنی سب سے توبہ کرلو۔ بعضوں کا ظاہر تو بالکل صوفی ہوتا ہے لیکن عملاً وہ بھی نافرمانیوں میں مبتلا ہیں، ڈاڑھی رکھ کر بھی عورتوں کو تاک جھانک کررہے ہیں، لڑکوں کو بری نظر سے دیکھ رہے ہیں، کچھ نہیں تو دل میں گندے گندے خیال پکارہے ہیں اس لئے آج سے ارادہ کرلو کہ اے خدا میں سو فیصد آپ کا بننا چاہتا ہوں اور یہ اعلان کردو جو اس شعر میں ہے۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
انہیں کا انہیں کا ہوا جا رہا ہوں

بتاؤ کس نے ہمیں پیدا کیا؟ لہٰذا کس کا بننے میں فائدہ ہے؟ اپنے نفس کا بننے میں فائدہ ہے؟ شیطان کا بننے میں فائدہ ہے؟لوگوں کو خوش کرنے میں فائدہ ہے یا اللہ کو خوش کرنے میں؟ ارے دوستو! ہمارا ایمان تو ایسا ہونا چاہیے تھا کہ ساری دنیا میں اگرایک بھی ڈاڑھی والا نہ ہوتا تو بھی ہم اپنے اللہ کو خوش کرنے کیلئے ڈاڑھی رکھ کر اپنا جھنڈا اونچا کردیتے ، کوئی کہتا کہ یہ کیا کیا تو کہتے کہ اپنے رب کا کہا کیا ، ہماری نظر آسمان پر ہے ، اے مٹی کے ڈھیلوں کی طرح زمین پر پڑے رہنے والو، کاش اللہ تعالیٰ ہم سب کی نظر کو اپنی طرف کردے تو کام بن جائے ۔ ہمت سے کام لو کہ ہم کسی سے نہیں ڈرتے ۔ حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں ۔

سارا جہاں خلاف ہو پروانہ چاہیے
پیش نظر تو مرضی جانانہ چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

نفس کی مغلوبیت غلبۂ روحانیت کی دلیل ہے

اپنے نفس کو لومڑی بنا کر رکھو۔ نفس کہے کہ اس لڑکے کو دیکھ لو، اس لڑکی کو دیکھ لو تو اس سے کہہ دو کہ نفس لومڑی

تو میرا مقابلہ کرتی ہے، جانتی نہیں کہ میں شیر ہوں، روحانی شیر ہوں، میں بھلا تیری بات مانوں گا! اے نفس لومڑی! تو پیشاب پائخانے کی پلیٹ پر سونے چاندی کا ورق دکھا کر مجھے للچانا چاہتی ہے، اگر پاخانے کے اوپر چاندی کا ورق لگادیا جائے تو کیا کوئی اس کو کھائے گا۔ ان حسینوں کا حسن ظاہری ہے، اندر پیشاب پاخانہ بھرا ہوا ہے۔ تو ان حسینوں سے عشق بازی کا انجام اس کے سوا کیا ہوگا کہ پیشاب اور پاخانہ کے مقام تک پہنچ جاؤ گے۔ مگر افسوس کہ نفس کے بندوں کی سمجھ میں یہ باتیں کہاں آتی ہیں، قسمت والوں کو توفیق توبہ نصیب ہوتی ہے۔

نزول رحمت کی علامت

میں مسجد میں کہتا ہوں واللہ جس پر حق تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اس کی علامت یہ ہے کہ وہ نفس امارہ کے شر سے نکل جاتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے ہمیں یہ دعا سکھائی **اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِی** اے اللہ مجھ پر وہ رحمت نازل کردے کہ جس سے میں آپکی نافرمانی چھوڑدوں، گناہوں کو چھوڑدوں،وہ رحمت دے دے جس سے نفس امارہ کے پنجہ سے نکل جاؤں۔

معصیت راہ شقاوت ہے

وَ لَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ اور مجھے اپنی نافرمانی سے شقی اور بدبخت نہ بنا۔ دوستو! گناہوں سے انسان بدبخت ہوجاتا ہے اور نیکیوں سے اللہ کا پیارا اور محبوب ہوجاتا ہے اور گناہ کا مزہ تھوڑی دیر کا ہے۔

لذت عارضی ملی عزت دائمی گئی

ذرا دیر کی لذت ہمیشہ کیلئے عذاب، ہر وقت کی پریشانی ہے، توبہ بھی کرلے گا مگر تقاضائے معصیت کی شدت سے عذاب میں رہے گا۔

گناہ کا ایک خاص عذاب

غور سے سن لیجئے یہ بات بہت گر کی بات بتا رہا ہوں کہ جن لوگوں نے گناہ کرلیا اور پھر توبہ بھی کرلی اگرچہ توبہ بھی ان کے اختیار میں نہیں ہے، کسی کی دعا کام آگئی اسکی کوئی نیکی کام آگئی لیکن جس نے زندگی میں ایک بار گناہ کرلیا توفیق توبہ کے بعد بھی وہ تقاضائے گناہ کی شدت کے عذاب میں ساری زندگی رہے گا، سن لو یہ اختر کا اعلان ، آہ! میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پھولپور ضلع اعظم گڑھ میں وضو فرمارہے تھے کہ وضو روک کر اچانک فرمایا کہ حکیم اختر جس نے

کبھی بھی کوئی گناہ کرلیا وہ توبہ بھی کرلے گا اور اللہ کا پیارا بھی ہوجائے گا لیکن ساری عمر اس کو وسوسۂ گناہ سے نجات نہیں ملے گی یہ مجاہدہ اس کو ساری زندگی کرنا پڑے گا۔ اس لئے دوستو کوشش کرو کہ گناہ ہونے ہی نہ پائے تاکہ تقاضائے معصیت میں شدت نہ ہو اور عافیت سے رہو۔

ذکر بے لذت بھی نافع ہے

اور دوسری بات یہ عرض کرنی تھی کہ حکیم الامت مجددالملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں مزہ آئے یا نہ آئے، ذکر بے لذت بھی آپ کو ولی اللہ اور صاحب نسبت بنادے گا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تشویش اور خیالات و وساوس کے ساتھ بھی ذکر اللہ نفع سے خالی نہیں۔ اس کی تین مثالیں سنئے:۔

حالت تشویش میں ذکر اللہ کے نافع ہونے کی ایک عجیب مثال

مکہ شریف میں دکاندار دس حاجیوں میں گھرا ہوتا ہے، اس کو اتنی فرصت نہیں ہے کہ سکون سے روٹی کھائے دس گاہکوں میں گھرا ہوا ہے، کسی کو رومال پکڑا رہا ہے کسی کو تسبیح دے رہا

ہے کسی کو مصلّے دے رہا ہے اور ساتھ ساتھ ڈبل روٹی بھی کھاتا جارہا ہے لیکن تشویش کے ساتھ اس کھانے سے اسکی صحت قائم رہتی ہے کہ نہیں ؟ مصروفیت اور تشویش کے ساتھ لقمہ پیٹ میں جا کر جسم کو طاقت دیتا ہے۔ جس طرح کھانا تشویش کی حالت میں حیات جسمانی کا سبب ہے اسی طرح حیات ایمانی کیلئے حالت تشویش میں ذکر بھی مفید ہے۔ لہٰذا ایمانی حیات کیلئے حالت تشویش، حالت وساوس، حالت خیالات، ہجوم اوہام میں بھی ذکر جاری رکھو۔ یہ ذکر آپ کی حیات ایمانی کی ضمانت وکفالت کیلئے کافی ہے۔

دوسری مثال

اور دوسری مثال یہ ہے کہ اصلی موتی کا خمیرہ ، سو روپیہ کی ایک چمچی، آپ نے منہ میں ڈالا کہ اچانک کسی نے کوئی تشویش کی خبر دی کہ جس سے دل پریشان ہوگیا ،لیکن جب حلق سے وہ خمیرہ اتر گیا تو باوجود تشویش و وساوس و خیالات کے وہ خمیرہ کام دکھائے گا یا نہیں؟ جب موتی اور بادام کا خمیرہ اثر کرتا ہے تو اللہ کا نام تو بہت بڑا نام ہے ہزاروں وساوس و تشویش میں جب انکا نام منہ سے نکل جائے گا اور دل میں اتر جائے گا تو اپنا کام دکھائے گا اور دل میں نور ہی پیدا ہوگا۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے لکھا کہ آپکا بتایا ہوا ذکر کر رہا ہوں لیکن کوئی نفع نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت نے لکھا کہ اے ظالم کیا یہ کم نفع ہے کہ اتنے بڑے مولیٰ کا تو نام لیتا ہے، آہ کیا بات فرمائی۔

ذکر کے نافع ہونے کی تیسری عجیب مثال

اور تیسری مثال یہ ہے کہ کمرے میں اندھیرا ہے آپ کے دل میں وساوس و خیالات کا ہجوم ہے لیکن آپ ٹیوب لائٹ تک پہنچے اور انگلی سے اس کا سوئچ دبا دیا تو تمام سوچ اور فکر و پریشانی کے باوجود ٹیوب لائٹ جلے گی یا نہیں؟ بس ہزاروں فکر، ہزاروں وساوس ہوں لیکن جب اللہ کا نام منہ سے نکل گیا تو سمجھ لو کہ تمام سوچیں دب گئیں، اللہ کا نور دل میں پیدا ہوگیا۔ اللہ کے نور کی ٹیوب لائٹ آپ کے قلب میں روشن ہوگئی ؎

ارے یارو جو خالق ہو شکر کا
جمال شمس کا نور قمر کا
نہ لذت پوچھ پھر ذکر خدا کی
حلاوت نامِ پاکِ کبریا کی

اللہ کے نام کے مٹھاس کو کیا کہتے ہو۔ مبارک ہیں وہ

بندے جو خدا کی یاد میں رو رہے ہیں، مبارک ہیں وہ لوگ جن کے دل خدا کے عشق میں تڑپ رہے ہیں۔ باقی ساری دنیا کچھ قابل مبارک باد نہیں ان کی مٹی مٹی کے لئے رو رہی ہے، مٹی کے کھلونوں کے لئے، مٹی کی رنگینیوں کے لئے، مٹی کے ڈھیروں کیلئے رو رہی ہے، حرام محبت کے آنسوؤں کی قیمت گدھوں کے پیشاب کے برابر بھی نہیں ہے، حرام محبت میں رونا اللہ کے یہاں قبول نہیں۔

اہل باطل کی صحبت سخت مضر ہے

اور چوتھی نصیحت یہ ہے کہ جس مصنف اور جس مقرر کا عقیدہ صحیح نہ ہو اور علماء دین نے اس کو خطرناک اور نااہل قراردیا ہو ایسے شخص کی تقریر و تحریر میں اس کے دل کے اندھیروں کی نحوست شامل ہوگی لہٰذا نہ اس کی تقریر سنو نہ اس کی تحریر پڑھو۔ اگر وہ قرآن و حدیث بھی پڑھائے گا اور کہے گا کہ قال اللہ وقال الرسول ﷺ تو اس کے دل میں جو باطل عقیدے ہیں مثلاً صحابہ کا بغض بھرا ہوا ہے یا کوئی بھی بدعقیدگی اس کے دل میں ہے تو یاد رکھو اس کی تقریروں کے سننے سے اور اس کی تحریروں کے پڑھنے سے دل میں اندھیرے پیدا ہوں گے جیسے کوئی حلوہ کھارہا ہو مگر چمچے میں پاخانہ لگا ہو تو حلوہ تو

اچھا ہے نا لیکن پاخانے کی آمیزش سے اس حلوہ سے قے ہونے لگے گی۔ قرآن پاک اور حدیث پاک کا کیا کہنا ہے لیکن جس ظالم کے دل کے اندر نجاست بھری ہوئی ہے اس کا علم گمراہی و ضلالت پھیلائے گا۔ اسلئے جس مقرر اور جس مصنف کو اللہ والوں نے گمراہ قرار دیا ہو، نہ اس کی کتاب دیکھو، نہ اس کی تقریر سنو، نہ اس کے مصلے پر نماز پڑھو، اس کی ٹوپی و لباس بھی مت پہنو کیونکہ دل میں اگر گندگی ہوتی ہے تو اس کے مصلے اس کی ٹوپی اس کے لباس اس کی تسبیح، اس کے مکان غرض اس کی ہر چیز میں ظلمت و نحوست کا اثر ہوتا ہے۔

صحبت اہل اللہ کے انوار و برکات

اس کے برعکس اللہ والوں کی کیا شان ہے؟ جس زمین پر سچے اللہ والے رہتے ہیں اس زمین پر جاکر سو قتل کے مجرم کی بھی معافی ہوتی ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ سو قتل کے مجرم کو حکم ہوا کہ جاؤ جہاں میرے خاص بندے رہتے ہیں وہاں کی زمین پر جاکر توبہ کرو تو ہم قبول کرلیں گے۔ سبحان اللہ اس مٹی کو بھی اللہ عزت دیتا ہے جس پر سچے اللہ والے رہتے ہیں۔

مطالعہ کتب کے متعلق ایک اہم مشورہ

اس لئے حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ جب کوئی کتاب پڑھو، اپنے بزرگوں سے مشورہ کرلو کہ کیا میں فلاں کی تصنیف پڑھوں یا نہیں، بزرگان دین سے مشورہ کر کے پڑھو۔ پس اگر کسی کو تفسیر دیکھنی ہے تو تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی کی اور تفسیر معارف القرآن مفتی شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور بیان القرآن حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی دیکھو۔ جن کی دیانت ،جن کا دین مستند ہے ان سے دین سیکھو۔ جب مستند چیز ملے تو غیر مستند دکان سے کیوں خریدتے ہو ۔ جب مستند دکانیں معلوم ہو جائیں کہ یہ مٹھائی والے اصلی گھی اور صحیح چیزیں ڈالتے ہیں تو سب انہیں دوکانوں سے خریدتے ہیں اور کسی دوکان کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ مٹھائی والے کبھی ایسی چیزیں ڈال دیتے ہیں جن سے کینسر پیدا ہو جاتا ہے تو اس دوکان سے خریدنا جائز نہیں۔

دین کس سے سیکھنا چاہیے؟

اسی طرح جس سے دین حاصل کرنا ہے پہلے خوب تحقیق کرلو کہ تم کس سے دین سیکھ رہے ہو۔ جس لوٹے سے پانی پینا چاہتے ہو پہلے اس میں جھانک کر دیکھو کہ اس کے اندر کیا ہے،

کہیں کوئی غلاظت تو نہیں ملی ہوئی ہے۔ علامہ محی الدین ابوزکریا نووی نے شرح مسلم میں حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہاِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ (صفحہ ۱۱ جلد ۱) اس علم کا حاصل کرنا عین دین ہے کہ پہلے تم خوب تحقیق کرلو کہ دین تم کس شخص سے حاصل کررہے ہو، اور اس نے دین کس سے سیکھا ہے ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ سرور عالم ﷺ کے دین کے بجائے کسی اور جگہ پہنچا دے اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ (شرح مسلم صفحہ ۱۲ جلد ۱) یہ قول حضرت عبداللہ ابن مبارک کا ہے کہ اسناد کی دین میں بہت خاص اہمیت ہے جس کا سلسلۂ اسناد راستہ میں منقطع ہوجائے اور سرور عالم ﷺ تک نہ پہنچے سمجھ لو کہ ایسے اشخاص اور ایسے افراد سے دین سیکھنا جائز نہیں ۔ سمجھ لو کہ یہ لوگ صورتاً دیندار بنے ہوئے ہیں حقیقت میں ان کو دین حاصل نہیں کیونکہ یہ اہل اسناد سے وابستہ نہیں رہے اور انھوں نے دینی تربیت حاصل نہیں ۔خود مولوی نہیں ہیں مولوی بنے ہوئے ہیں یا اگر اصطلاحی مولوی بھی ہیں تو بغیر تربیت کے ہیں کیونکہ ان کا کوئی استاد نہیں ہے اس لئے بعض احباب کو میں نے ہنسی ہنسی میں قاعدہ کلیہ بتادیا کہ اس کو بابا مت بناؤ جس کا اگلا کوئی بابا نہ ہو۔ لا تاخذوه بابا من لا بابا له ۔ جب کسی سے دین سیکھو تو معلوم کرو کہ آپ

نے کس سے تربیت کرائی، آپ نے کہاں سے دین سیکھا۔ آپ خود فیصلہ کیجئے کہ کتنا ہی بڑا حکیم ڈاکٹر ہو مگر کسی پرانے ڈاکٹر حکیم کے ساتھ نہ رہا ہو تو قبرستان آباد کرے گا۔ حضرت سعدی شیرازی نے ایک حکیم کا قصہ لکھا ہے کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ قبرستان گیا اور آستین سے اپنا منہ چھپالیا۔ شاگردوں نے سوال کیا کہ استاد آپ آستین سے منہ کیوں چھپاتے ہیں ۔کہا ارے میں خالی کتاب پڑھ کر آیا تھا، کسی سے تربیت نہیں لی یہ سب میرے ہی غفلت علاج کے مارے ہوئے ہیں، مجھے ان مردوں سے شرم آرہی ہے۔ اس لئے یاد رکھو کتنا ہی بڑا عالم ہو اسکو تربیت یافتہ ہونا چاہیئے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ بڑے پیر صاحب فرماتے ہیں کہ اے علماء کرام مدرسوں سے نکل کر مسجدوں کے منبر پر مت بیٹھو ورنہ متکبر بن جاؤ گے، تم سے بجائے فیض کے گندے اخلاق پیدا ہوں گے۔ پہلے جاؤ کسی اللہ والے سے اپنے نفس کو مٹاؤ اور اخلاص حاصل کرو پھر منبر تمھارا منبر ہوگا، تڑپتے ہوئے دل سے جب بیان کرو گے تو تمہارے منبر سے ہزاروں ولی اللہ بنیں گے ۔ ورنہ تم گالیاں دو گے اور ایک دوسرے کی کاٹ کرو گے، تفرقہ اندازی اور پارٹی بازی کرو گے۔ جب دل میں اللہ نہ ہوگا تو انہیں واحیات میں زندگی ضائع کرو گے۔

عشق و محبت کے حدود

آج کل ایک مرض اور ہے "ارے مولانا اس میں کیا حرج ہے" کہ ہم نے یوں کرلیا یا ووں کرلیا۔اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کسی درزی کو نمونہ کے لئے ایک کرتہ دیدیں لیکن درزی نے ایک بالشت اور زیادہ کردیا تو آپ کیا کہیں گے؟ درزی کہتا ہے کہ صاحب اس میں کیا حرج ہے میں نے تو آپ کے ساتھ بھلائی کی کہ کرتہ ایک بالشت زیادہ لمبا کردیا ورنہ صوفی صاحب! آپ کا کپڑا ضائع ہوجاتا تو آپ کیا ناراض نہ ہوں گے کہ پھر میں نے نمونہ کس لئے دیا تھا، تم نے اس کے خلاف کیوں کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ اے دنیا والو! میں اپنے نبی ﷺ کو تمہارے لئے نمونہ بنا کر بھیج رہا ہوں، تمہیں ان کے نمونے پر مرنا جینا ہے۔

اسوۂ حسنہ کے خلاف کوئی عمل قبول نہیں

تم کو اختیار نہیں کہ جہاں چاہو بڑھالو اور جہاں چاہو کم کرلو۔ مغرب کی تین کے بجائے چار رکعات پڑھ لو کہ اس میں کیا حرج ہے،حرج یہ ہے کہ قبول نہ ہوگی ۔اذان لا الہ الا اللہ پر ختم ہوتی ہے، اگر کوئی موذن اذان کے آخر میں محمد رسول اللہ بھی لگادے تو بتایئے اس کی اذان قبول ہوگی ؟ حضور ﷺ

نے جو حد بندی، جو میٹر، جو نمونہ پیش کیا اسی نمونہ پر ہماری نجات ہوگی، اس لئے سنت کے خلاف کوئی کام کتنا ہی اچھا لگے وہ ہرگز قبول نہیں ہوسکتا۔ اس کا حسن ظاہری مت دیکھو، اس کی خباثت اور مردودیت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے نمونہ کے خلاف ہے۔ قیامت کے دن جب یہ لوگ پیش کیے جائیں گے اور وہ کہیں گے یارسول ﷺ ہمیں بھی جام کوثر پلادیجئے تو فرشتے کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آپ کے دین میں نئی نئی باتیں نکالتے رہتے تھے۔ حضور ﷺ ان کو حوض کوثر سے بھگا دیں گے ۔اس جملہ سے وہ لوگ توبہ کریں جو کہتے ہیں کہ اس میں کیا حرج ہے۔ جو نمونہ حضور ﷺ کے نمونے کے خلاف ہے اس میں حرج ہی حرج ہے، نقصان ہی نقصان ہے۔

اب دو وظیفے بتاتا ہوں تاکہ آپ لوگوں نے آج جو وعدہ کیا ہے اس پر قائم رہنے کی ہمت حاصل ہو اور آئندہ پست ہمتی نہ ہو، شیر بننے کا جو ارادہ کیا ہے، ایسا نہ ہو کہ پھر شیطان ہم کو لومڑی بنادے۔ شیطان ایسا چال باز ہے کہ ذرا سی دیر میں شیرانِ خدا کی گردن پکڑ کر دبا دیتا ہے اور ان کو چھوٹا سائز کا کرکے لومڑی بنا کر پیچھے دم بھی لگا دیتا ہے یعنی نیکوں کو فاسق بنادیتا ہے۔

شیطان کی ایجاد اور اس کا ضرر عظیم

بدعت شیطان ہی نے ایجاد کی ہے ۔ کیونکہ شیطان نے دیکھا کہ میں ان سے گناہ کراتا ہوں اور یہ ظالم نادم ہو کر گناہ سے توبہ کرلیتے ہیں اور توبہ کر کے میری محنت کو رائیگاں کردیتے ہیں اور یہ بخشے بخشائے ہوجاتے ہیں اس لئے ایسی چیز ایجاد کرو جس سے ان کو توبہ نصیب نہ ہو۔ لہٰذا اس نے بدعت ایجاد کی کیونکہ بدعت کو یہ ثواب سمجھ کر کریں گے اور جس کام کو ثواب سمجھ کر، دین سمجھ کر، کریں گے تو توبہ کیسے نصیب ہوگی۔ کتنی بڑی چال ہے شیطان کی۔

استقامت علی الدین کے لئے دو اہم وظیفے

لہٰذا دو وظیفے پیش کرتا ہوں تا کہ دین پر استقامت رہے۔ نمبر(۱) لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھ لیجئے اور اول آخر درود شریف صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ اور دعاکرلو کہ اے خدا اس کی برکت سے مجھے نیک عمل کی توفیق دے دے اور گناہ چھوڑنے کی ہمت دے دے۔

دوسرا عمل اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ۔اے اللہ ہم پر اپنی وہ خاص رحمت نازل کردے جس سے ہم گناہ چھوڑ دیں۔

مالک تعالیٰ شانہ کی طرف سے اپنے غلاموں کو پیغام دوستی

اے دنیا والو! اللہ اللہ ہے اور اے غلامو! مالک مالک ہے جو مستغنی ہے تمام عالم سے لیکن کیا کرم ہے کہ اس کریم مالک نے پیغام دوستی کا ہاتھ تمھاری طرف بڑھایا ہے اپنے غلاموں کی طرف مالک نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے، اپنے غلاموں سے دوستی کی میری طرف سے پہل ہوئی ہے، تم نے پہل نہیں کی گناہ چھوڑنے میں تم نے پہل نہیں کی، میں تم سے کہتا ہوں کہ گناہ چھوڑ دو اور میرے ولی بن جاؤ کیونکہ میری ولایت گناہ چھوڑنے پر ہی موقوف ہے جیسا کہ میں نے قرآن پاک میں نازل فرما دیا کہ اِنْ اَوْلِیَاءُ ہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ میرے اولیاء صرف وہ ہیں جو گناہوں سے بچتے ہیں تو پیغام دوستی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے دیا ہے یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ نازل فرماکر دوستی کا ہاتھ اپنے غلاموں کی طرف اللہ تعالیٰ نے بڑھایا ہے۔ اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم میرے دوست ہو جاؤ۔ تو دوستی کی پیشکش اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے کیا یہ ان کا کرم نہیں ہے ؟

ولی اللہ بننے کا طریقہ

لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گناہ چھوڑنے کی ہمت تم کو

کب ہوگی کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ جب اہل تقویٰ کی صحبت میں رہو گے اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ اور صادقون اور متقون ایک ہی چیز ہے لیکن صادقین اس لئے نازل فرمایا تاکہ متقی سچا ہو کیونکہ بعض لوگ صورت تو اہل تقویٰ کی بنالیتے ہیں لیکن تقویٰ میں صادق نہیں ہوتے لہٰذا صدق فی التقویٰ مطلوب ہے اس لئے بجائے متقین کے یہاں صادقین اللہ نے نازل فرمایا۔

میں نے یہ چند باتیں عرض کردیں کہ زندگی میں ایک بار اپنے بزرگوں ساتھ ایک چلہ لگالو۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ زندگی میں کم از کم چالیس دن کسی اللہ والے کے در پر بستر لگادو اور باہر مت نکلو پھر دیکھو کیا ملتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

اللہ تعالیٰ اس مبارک مہینہ میں ہم کو تمام گناہ چھوڑنے کی ہمت عطا فرمائیں تاکہ ہم سچے عاشق رسول بن جائیں۔

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنّت کے راستے

(عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد اختر صاحب مد ظلہم العالی)

عشق مجازی کی تباہ کاریاں

امام ابن جوزی ۵۹۷ھ کی شاہکار تصنیف

ذم الھویٰ

شہوات اور عشق مجازی کی خرابیاں

عورتوں اور لڑکوں کے ساتھ بدنظری

شادی اور نکاح کی ترغیب

عشق مجازی اور بدنظری کا علاج

عاشقوں پہ عشق کی [illegible] علامات

اغلام اور لواطت کی حرمت اور سزائیں

لیلیٰ اور مجنوں کے واقعات عشق

عاشقوں اور معشوقوں کے خطرناک واقعات و حالات

اردو ترجمہ و تلخیص

مولانا امداد اللہ انور
استاذ جامعہ قاسم العلوم ملتان

دار المعارف ملتان

عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں

امام ابنِ جوزیؒ ۵۹۷ھ کی شاہکار تصنیف

ذمُّ الھویٰ

اردو ترجمہ و تلخیص

مولانا اِمداد اللہ انور

اُستاذ جامعہ قاسم العلوم، ملتان

سابق معین التحقیق مفتی جمیل احمد تھانویؒ جامعہ اشرفیہ لاہور

دارالمعارف

عنایت پور تحصیل جلالپور پیروالا، ملتان

عشق مجازی کی تباہ کاریاں

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر : 10258

نام کتاب : عشق مجازی کی تباہ کاریاں (اردو)
ترجمہ : ذم الہوی (عربی)
از تالیف امام ابن جوزی، سن وفات ۵۹۷ھ

مترجم : علامہ مفتی محمد امداد اللہ انور دامت برکاتہم
رئیس التحقیق والتصنیف دار المعارف ملتان
استاذ العلوم والفنون جامعہ قاسم العلوم ملتان
سابق معین التحقیق، مفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور
سابق معین التحقیق مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید کراچی
سابق معین مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر : 10258
ناشر : عزیز اللہ رحمانی دار المعارف ملتان
تاریخ اشاعت : ربیع الاول ۱۴۱۸ھ
صفحات : ۲۸۰ اعلیٰ طباعت، خوبصورت جلد
ہدیہ : روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ اقرأ سنٹر اردو بازار لاہور

مکتبۃ العلم اردو بازار لاہور

صابر حسین شمع بک ایجنسی اردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

مکتبہ الحسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

بک لینڈ اردو بازار لاہور

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مولانا اقبال نعمانی سابقہ طاہر نیوز پیپر صدر کراچی

مظہری کتب خانہ گلشن اقبال کراچی

فیروز سنز لاہور۔ کراچی

مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت اردو بازار کراچی

ادارۃ المعارف دار العلوم کراچی ۱۴

فضلی سنز اردو بازار کراچی

درخواستی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی

نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی

بیت القرآن اردو بازار کراچی

اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ رشیدیہ اردو بازار کراچی

مکتبہ زکریا بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ فریدیہ جامعہ فریدیہ E/7-اسلام آباد

مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

مکتبہ عارفی جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد

مکتبہ مدینہ بیرون مرکز رائے ونڈ

مدرسہ نصرت العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

مکتبہ رشیدیہ نزد جامعہ رشیدیہ ساہیوال

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

مکتبہ امدادیہ نزد خیر المدارس ملتان

عتیق اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان

بیکن بکس اردو بازار گلگشت ملتان

مکتبہ حقانیہ نزد خیر المدارس ملتان

مکتبہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

اور ملک کے بہت سے چھوٹے بڑے دینی کتب خانے

فہرست عنوانات

عقل کی حقیقت اور فضیلت

مذمت خواہش نفسانی

مجاہدہ ومحاسبہ نفس

تعریف وترغیب صبر

گمراہی کے فتنوں سے دل کی حفاظت

دل کیسے زنگ آلود ہوتا ہے

دل سے زنگ ہٹانے کا طریقہ

اصلاح دل کی دعا

دل کے اندر سے نصیحت کرنے والا

صرف اللہ کی محبت چاہیے

حفاظت نگاہ

فضول دیکھنے کی مذمت

نظر کے فتنوں سے حفاظت

بے ریش لڑکوں کی طرف دیکھنے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت

لڑکوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے والے

بدنظری کا گناہ اور اس کی سزا

اپنے آپ کو بدنظری کی سزا دینے والے

نظر کے فتنہ سے حفاظت کے لئے بینائی چھین لینے کی دعا کرنے والے

حفاظت نظر کا انعام

بدنگاہی سے پیدا ہونے والے اثرات کا علاج

عورت دیکھ کر ہیجان ہو تو کیا کریں

اجنبی عورت سے تنہائی حرام ہے

عورتوں کے فتنہ کی خطرناکیاں

شیطان کے فتنے اور مکاریاں

گناہ اور ان کے اثرات بد سے احتیاط

مذمت زنا

لواطت کی خطرناکیاں

لواطت کی سزا دنیا میں

لوطی کی قیامت اور دوزخ کی سزائیں

گناہوں کی سزاؤں سے بچنے کی ضرورت

توبہ اور استغفار کی ترغیب

خدا یاد آنے سے گناہ سے کنارہ کش ہونے والوں کا ثواب

بدکاری پر قدرت کے باوجود باز رہنے والوں کی حکایات

شادی کی ترغیب واہمیت

بیوی کو خاوند کے خلاف کرنے کی مذمت

عشق کیا ہے؟

اسباب عشق و محبت

مذمت عشق

ابتلائے عشق کے بعد خود کو گناہ سے بچانے کا ثواب

عشق کی آفات (مہلک بیماری، بدحالی، دیوانگی وغیرہ)

معشوق کی خاطر عاشقوں کے حیلے اور خود کو ہلاکت میں ڈالنے والے خطرات کی حکایات

لیلیٰ مجنوں کے حالات عشق

عاشقی کے پیچھے کافر بننے والوں کی حکایات

عشق کی خاطر لوگوں کو قتل کرنے والے عاشقوں کے واقعات

معشوق کو قتل کرنے والے عاشقوں کی حکایات

عشق کے سبب قتل ہونے والے عاشق

عشق کے مقتول

خودکشی کرنے والے عاشق

عشق کا علاج

محبوبوں سے شادی حاصل کر لینے والوں کی حکایات

ظاہری علاج

مجھے ضرور پڑھیں............

مختصر حالات

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

آپ کا نام عبدالرحمٰن ہے، لقب جمال الدین، کنیت ابو الفرج، اور ابن الجوزی کے نام سے مشہور ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

عبدالرحمٰن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ بن حمادی بن احمد بن محمد بن جعفر الجوزی بن عبداللہ بن القاسم بن النضر بن القاسم بن محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، قرشی تیمی بکری بغدادی حنبلی۔

ابن الجوزیؒ کی نسبت

جوزی کی نسبت میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ آپ کے دادا جعفر بصرہ کے ایک فرضہ کی طرف منسوب تھے جس کا نام جوزہ تھا۔ فرضۃ النہر، نہر کے دہانے کو کہتے ہیں جہاں سے پانی لیا جاتا ہے اور فرضۃ البحر اس مقام کو کہتے ہیں جہاں کشتیاں بندھتی ہیں۔ یہ اکثر لوگوں کا قول ہے۔ اور منذری کہتے ہیں کہ یہ ایک مقام کی طرف نسبت ہے جس کو فرضۃ الجوز کہتے ہیں۔

اور شیخ عبدالصمد بن ابی جیش کہتے ہیں کہ یہ بصرہ کے ایک محلّہ کی طرف نسبت ہے جس کا نام "محلہ الجوز" ہے بعض کا قول ہے کہ یہ نہیں بلکہ شہر واسط میں ان کے اجداد کے گھر میں جوز یعنی اخروٹ کا ایک درخت تھا، جس کے سوا وہاں اور کوئی اس کا درخت نہیں تھا۔

پیدائش

آپ کے سن پیدائش میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ۵۰۸ھ ہے اور بعض کا قول ہے کہ ۵۰۹ھ ہے، اور بعض کا قول ہے کہ ۵۱۰ھ ہے۔ خود ان کی تحریر ملی تھی جس میں لکھا ہوا تھا کہ مجھ کو اپنی پیدائش کا سن ٹھیک معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ والد صاحب کا ۵۱۴ھ میں انتقال ہوا تھا، اور والدہ کہتی تھیں کہ اس وقت تمہاری عمر تقریباً تین برس کی تھی۔ اس بناء پر آپ کا سن پیدائش ۵۱۱ھ یا ۵۱۲ھ ہوگا۔ آپ بغداد میں درب حبیب میں پیدا ہوئے تھے۔

ابتدائی حالات اور تحصیل علم

آپ کے والد بچپن میں انتقال کر گئے تو آپ کی والدہ اور پھوپی نے آپ کی پرورش کی۔ آپ کے ہاں تانبے کی تجارت ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے آپ کی بعض قدیم سندوں میں ابن الجوزی الصفار لکھا ہوا ہے۔ جب آپ بڑے ہوئے تو آپ کی پھوپھی حافظ ابوالفضل ابن ناصر کے ہاں لے گئیں تو آپ نے ان کی طرف توجہ کی اور ان کو حدیث سنائی۔ بعض کا قول ہے کہ آپ کی ابتدائی تعلیم ۵۱۶ء میں ہوئی تھی۔ قرآن مجید حفظ کیا اور ائمہ قراءۃ کی ایک جماعت سے تحصیل علم کی۔ بڑے ہونے کے بعد شہر واسط میں علی ابن الباقلانی سے قرآن مجید روایات کے ساتھ پڑھا۔

مشائخ (اساتذہ)

آپ نے اپنے مشائخ میں ستاسی اشخاص کو ذکر کیا ہے حالانکہ ان کے سوا بھی کئی اور علماء سے علم حاصل کیا چند بڑے بڑے اساتذہ کے نام یہ ہیں۔

ابو القاسم بن الحصین، قاضی ابو بکر الانصاری، ابو بکر محمد بن الحسین المرزفی (المزرقی)، ابو القاسم الحریری، علی بن عبدالواحد الدینوری، ابو السعادات احمد بن احمد التوکلی، ابو غالب بن البناء اور ان کے بھائی یحییٰ، ابوعبداللہ الحسین بن محمد البارع، ابوالحسن

علی بن احد الموحد، ابو غالب محمد الحسن الماوردی، فقیہ ابو الحسن ابن الزاغونی، ابو منصور بن خیرون، ابو القاسم بن السمر قندی، عبدالوہاب الانماطی، عبدالملک الکروجی، خطیب اصبہان ابو القاسم عبداللہ بن محمد، ابو سعید الزوزی، ابو سعد البغدادی، یحییٰ بن الطراح، اسماعیل بن ابی صالح المؤذن، ابوالقاسم بن علی بن علی العلوی الہروی الواعظ، ابو منصور القناز، عبدالجبار بن ابراہیم بن عبدالوہاب ابن مندہ، ہبۃ اللہ بن الطبر اور ابوالوقت السجزی۔

مجالس وعظ

۵۶۰ھ میں آپ کو اجازت دی گئی کہ آپ باب بدر میں سلطان کی موجودگی میں وعظ کے لئے بیٹھیں۔ شیخ کہتے ہیں کہ چاشت کے وقت سے لے کر عصر کے بعد تک لوگ اپنے لئے جگہ کا انتظام کرتے رہے۔ وہاں پر چند چبوترے تھے جو کرایہ پر لئے گئے۔ چنانچہ ایک آدمی کی جگہ دو تین قیراط پر ملتی تھی۔ آپ باب بدر میں عرفہ کے روز وعظ کے لئے تشریف لے گئے تو لوگ چاشت ہی کے وقت سے حاضر ہونے لگے گرمی سخت تھی اور لوگ روزہ سے تھے اس روز کے عجیب امور میں سے یہ ہے کہ ایک شخص نے آپ کے سر پر سایہ تانا جس کو دس آدمی ظہر سے عصر تک پکڑے رہے۔ اور لوگوں نے ان کو پانچ قیراط دیئے۔ بہت سے پنکھے دوگنی قیمت پر خریدے گئے۔ اس روز ایک شخص چلایا کہ اس بھیڑ میں ابھی میرے سو دینار چوری ہو گئے تو سلطان نے اس کو اپنی طرف سے سو دینار دیئے شیخ کہتے ہیں کہ اسی سال میں نے علامہ ابن الجوزی کے لئے عاشورا کے روز جامع مسجد منصور میں وعظ کی ایک مجلس قائم کی، اس میں اتنے لوگ حاضر ہوئے جن کی تعداد کا اندازہ ایک لاکھ تھا۔ اور ایسا ہی واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مجھ سے اہل حربیہ نے چاہا کہ میں ان کے لئے رات کو وعظ کی مجلس قائم کروں۔ میں نے ۶ ربیع الاول جمعرات کے روز کا وعدہ کیا۔ بغداد وغیرہ کے لوگوں کی وہاں اس قدر کثرت ہوئی جو نصف شعبان کی کثرت سے کہیں زیادہ تھی۔ میں باب بصرہ سے چل کر مغرب کے بعد حربیہ میں داخل ہوا تو وہاں کے لوگ بہت سی مشعلیں ہمراہ لئے مجھ سے ملے، اور میرے ساتھ ہو لئے۔

جب میں باب بصرہ سے نکلا تو میں نے حربیہ والوں کو دیکھا کہ اتنی مشعلیں لے کر آ رہے ہیں جن کا شمار ممکن نہ تھا میں نے دیکھا کہ میدان روشنی سے جگمگا رہا ہے، اور محلہ کے لوگ، عورتیں اور بچے دیکھنے کیلئے نکلے ہیں میدان میں اس قدر بھیڑ تھی جیسے بدھ کے روز بازار میں بھیڑ ہوتی ہے۔ میں حربیہ میں داخل ہوا تو سڑک آدمیوں سے بھر رہی تھی۔ اگر کہا جائے کہ جو لوگ مجلس وعظ کی غرض سے آئے اور حربیہ اور باب بصرہ کے درمیان میں چلے وہ تین لاکھ تھے، تو یہ بات بعید نہ ہوگی۔

حاصل یہ کہ آپ کی مجالس وعظ کی نظیر نہ تو دیکھی گئی اور نہ سنی گئی۔ ان سے بڑا نفع پہنچتا تھا غافل نصیحت حاصل کرتے تھے، جاہل علم کی باتیں سیکھتے تھے، گنہگار توبہ کرتے تھے، مشرک مسلمان ہوتے تھے، آپ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ وعظ کیا تو تقریباً دوسو آدمی اسی مجلس میں تائب ہوئے۔ اور ان میں سے ایک سوبیس کی پیروں کے نام کی چوٹیاں کاٹی گئیں۔

آپ نے کتاب القصاص والمذکرین کے آخر میں لکھا ہے کہ میں ہمیشہ لوگوں کو وعظ کرتا رہا اور ان کو توبہ اور تقویٰ کی ترغیب دلاتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کتاب میں ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ کی فہرست جمع کر لی۔ اور دس ہزار سے زیادہ بچوں کی پیروں کے نام کی رکھی ہوئی چوٹیاں کاٹی گئیں اور ایک لاکھ سے زیادہ آدمی میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

آپ کے پوتے ابوالمظفر کہتے ہیں کہ آپ کے وعظ میں کم سے کم دس ہزار آدمی حاضر ہوتے تھے اور بسا اوقات یہ تعداد ایک لاکھ تک پہنچ جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں آپ کی قبولیت اور ہیبت پڑی ہوئی تھی۔ آپ کو دنیا سے رغبت نہ تھی میں نے آپ کو آخر عمر میں سنا، منبر پر فرما رہے تھے کہ

''میں نے اپنی ان دونوں انگلیوں سے دو ہزار جزو لکھے ہیں،
میرے ہاتھ پر ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی ہے اور بیس ہزار یہود

ونصاریٰ مسلمان ہوئے"

آپ ہفتہ وار قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ مکان سے صرف جامع مسجد کو جمعہ اور وعظ کیلئے نکلا کرتے تھے کبھی کسی سے مذاق نہیں کیا۔ اور نہ کبھی کوئی مشتبہ چیز کھائی۔ اسی طرح تمام عمر گزار دی۔ ابن القطیعی کہتے ہیں کہ لوگوں نے آپ کے کلام سے بہت فائدہ اٹھایا۔ بعض مرتبہ ایک ایک مجلس میں سو سو اور اس سے زیادہ آدمی گناہوں سے توبہ کرتے تھے۔ سال میں دو ایک روز جامع مسجد منصور میں وعظ کے لئے بیٹھا کرتے تھے تو اعلان کیلئے اشتہارات تقسیم ہوتے تھے۔ اور ایک ایک لاکھ آدمی جمع ہو جاتے تھے۔

الغرض آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ آپ کے انقلاب انگیز مواعظ اور مجالس درس ہیں ان مجالس وعظ نے سارے بغداد کو زیر وزبر کر رکھا تھا۔ خلفاء سلاطین، وزراء، اور اکابر علماء ان میں بڑے اہتمام اور بڑے شوق سے شرکت کرتے۔ تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگ غش کھا کھا کر گرتے لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں۔ اور آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔

علامہ ابن الجوزیؒ نے اپنی مجالس وعظ میں بدعات ومنکرات کی کھل کر تردید کی۔ عقائد صحیحہ اور سنت کا اظہار کیا۔ اپنی بے مثل خطابت، زبردست علمیت اور عام رجوع کی وجہ سے اہل بدعت کو ان کی تردید کا حوصلہ نہ ہوا۔ سنت کو ان کے مواعظ و درس اور تصنیفات سے بہت فروغ ہوا۔

تصانیف

علامہ ابن الجوزیؒ نے زبانی وعظ وتقریر پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے متعدد کتابیں ایسی لکھیں جنہوں نے علمی طبقہ پر بڑا اثر ڈالا۔ اور غلط رجحانات کی اصلاح کی۔

حافظ ابن الدبیثی نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے شیخ امام جمال الدین ابن الجوزیؒ کی بہت سی تصانیف مختلف فنون میں ہیں۔ جیسے تفسیر، فقہ، حدیث، وعظ، رقائق، تاریخ وغیرہ۔ حدیث اور علوم حدیث کی معرفت، صحیح وضعیف حدیث کی واقفیت میں آپ کو درجہ

کمال حاصل تھا۔ اور اس فن میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ جیسے مسانید، ابواب اور اسماء الرجال، اور ان احادیث کی معرفت جن سے احکام اور فقہ میں استدلال کیا جاتا ہے۔ اور ان احادیث کی معرفت جو قابل استدلال نہیں ہیں، جیسے ضعیف و موضوع حدیثیں اور جیسے انقطاع اور اتصال کا بیان۔ وعظ میں آپ کی تقریر شستہ ہوتی تھی، اشارات عمدہ، معانی لطیف، اور استعارات نفیس۔ آپ کا کلام پاکیزہ ہوتا تھا، اندازِ کلام شائستہ، زبان شیریں اور بیان اعلیٰ تھا۔ آپ کے علم اور عمر میں برکت دی گئی تھی۔

ابن النجار آپ کی چند تصانیف کا ذکر کر کے کہتے ہیں کہ جس نے آپ کی تالیفات میں غور کیا اس کو آپ کا حفظ، ضبط اور علمی مرتبہ معلوم ہے۔ آپ باوجود ان فضائل اور وسیع علوم کے وظائف اور عبادات کے بھی پابند تھے۔ آپ کو ذوق صحیح کا حصہ اور شیرینی مناجات کا بہرہ بھی تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ''اجوبہ مصریہ'' میں لکھا ہے کہ آپ مفتی اور بڑے صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ بہت سے فنون میں آپ کی تصنیفات ہیں میں نے ان کی تالیفات شمار کیں تو ہزار سے زیادہ پایا اور اس کے بعد اور بھی دیکھیں جو پہلے نہیں دیکھی تھیں۔ حدیث و فنون حدیث میں آپ کی ایسی تصنیفات ہیں جن سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ اور اس میں آپ کو کمال مہارت تھی۔ وعظ اور فنون وعظ میں آپ کی ایسی تصنیفات ہیں کہ ان جیسی کوئی تصنیف نہیں ہوئی۔ اور بہتر تصنیف آپ کی وہ ہے جس میں سلف کے حالات جمع کئے ہیں۔ مثلاً وہ مناقب جو آپ نے تصنیف کئے ہیں کیوں کہ آپ معتبر تھے۔ لوگوں کی تصنیفات سے آپ کو بہت واقفیت تھی۔ ترتیب اور تفصیل اچھی کرتے تھے جمع کرنے اور لکھنے پر قادر تھے۔ ان فنون میں آپ کو دیگر مصنفین سے اچھی تمیز تھی کیونکہ بہت سے لوگ ہیں جن کی اس فن میں تصانیف ہیں۔ لیکن ان کو سچ اور جھوٹ میں تمیز نہیں ہے۔ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری پہلی تصنیف اس وقت ہوئی ہے جب میری عمر تقریباً تیرہ برس کی تھی۔

ابن القطیعی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابن الجوزی نے مجھ کو اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا

ایک رقعہ دیا اور کہا کہ یہی میری تصنیفات کی فہرست ہے وہ فہرست یہاں درج کی جاتی ہے۔

قرآن اور علوم قرآن کے متعلق چند تصنیفات

(۱) المغنی فی تفسیر القرآن (۲) زاد المسیر فی علم التفسیر (۳) تیسیر البیان فی تفسیر القرآن (۴) تذکرۃ الاریب فی تفسیر الغریب (۵) غریب الغریب (غریب العزیز) (۶) نزہۃ (الاعین) النواظر فی (علم) الوجوہ والنظائر (اس میں مفردات امام راغب کی طرز پر معانی قرآن کا بیان ہے) (۷) الوجوہ النواضر فی الوجوہ والنظائر (۸) مختصر کتاب نزہۃ العیون (۹) الاشارۃ الی القراءۃ المختارۃ (۱۰) تذکرہ المنتبہ فی عیون المشتبہ (یہ فن قراءۃ میں ہے) (۱۱) فنون الافنان فی (عیون) علوم القرآن (۱۲) ورد الاغصان فی فنون الافنان (۱۳) عمدۃ الراسخ فی معرفۃ المنسوخ والناسخ (۱۴) المصفی باکف اہل الرسوخ من علم الناسخ والمنسوخ۔

اصول دین میں چند تصنیفات

(۱۵) منتقد المعتقد (۱۶) منہاج الوصول الی علم الاصول (۱۷) بیان غفلۃ القائل بعدم افعال العباد (۱۸) غوامض الالٰہیات (۱۹) مسلک العقل (۲۰) منہاج اہل الاصابہ فی محبۃ الصحابہ (۲۱) السر المصون (۲۲) دفع شبہۃ التشبیہ (دفع شبہ المشتبہ) (۲۳) الرد علی المتعصب العنید۔

علم حدیث اور زہدیات میں تصنیفات

(۲۴) جامع المسانید (والالقاب) باخصر الاسانید (۲۵) الحدائق (لاہل الحقائق فی الموعظۃ (۲۶) نقل العقل (نفس النقل) (۲۷) المجتبیٰ (فی انواع من العلوم) (۲۸) النزہہ (۲۹) عیون الحکایات (۳۰) ملتقط الحکایات (۳۱) ارشاد المریدین فی حکایات (سلف) الصالحین (۳۲) روضۃ الناقل (۳۳) غرر الاثر (۳۴) التحقیق فی احادیث التعلیق (الخلاف) (۳۵) المدبج (۳۶) الموضوعات من الاحادیث المرفوعات (۳۷)

العلل المتناهية فی احادیث الواہیۃ (الواہیات) (۳۸) الکشف لمشکل (حدیث) الصحیحین (۳۹) مشکل الصحاح (۴۰) الضعفاء والمتروکین (۴۱) اعلام العالم بعد رسوخہ بحقائق ناسخ الحدیث ومنسوخہ (۴۲) اخبار اہل الرسوخ فی الفقہ والتحدیث بمقدار المنسوخ (من الحدیث) (۴۳) السہم المصیب (۴۴) اخائر الذخائر (۴۵) الفوائد عن الشیوخ (۴۶) مناقب اصحاب الحدیث (مناقب جماعۃ) (۴۷) موت الخضر (۴۸) مختصر موت الخضر (۴۹) المشیخہ (۵۰) المسلسلات (۵۱) المحتسب فی النسب (۵۲) تحفۃ الکلیات (۵۳) تنویر مدلہم السدف (۵۴) الالقاب (۵۵) فضائل (مناقب) عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵۶) فضائل (مناقب) عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (۵۷) سیرۃ عمر بن عبدالعزیز (یہ علیحدہ بڑی کتاب ہے) (۵۸) فضائل سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ (۵۹) فضائل الحسن البصری رحمۃ اللہ علیہ (۶۰) مناقب الفضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ (۶۱) مناقب بشر الحافی (۶۲) مناقب ابراہیم بن ادہم (۶۳) مناقب سفیان الثوری (۶۴) مناقب احمد بن حنبل (۶۵) مناقب معروف الکرخی (۶۶) مناقب رابعہ العدویہ (۶۷) مثیر الغرام الساکن الی اشرف الاماکن (۶۸) صفوۃ الصفوۃ (جو حلیۃ الاولیاء کا مختصر ہے) (۶۹) منہاج القاصدین (یہ کتاب احیاء علوم الدین کے اسلوب پر ہے) (۷۰) المختار من اخبار الاخیار (۷۱) القاطع لمحال اللجاج القاطع بمحال الحلاج (۷۲) عجالۃ المنتظر فی شرح حال الخضر (۷۳) النساء وما یتعلقہن بآدابہن (احکام النساء) (۷۴) بیان علۃ الحدیث المنقول فی ان ابا بکرؓ ام الرسولؐ (۷۵) الجوہر (جواہر المواعظ) (۷۶) المقلق۔

علم فقہ میں چند تصنیفات

(۷۷) الانصاف فی مسائل الخلاف (۷۸) (الانتصار فی مسائل الخلاف) (۷۹) جنۃ النظر وجنۃ المنتظر (یہ متوسط تعلیق ہے) (۸۰) معتصر المختصر فی مسائل النظر (یہ اس سے چھوٹی تعلیق ہے) (۸۱) عمدۃ الدلائل فی مشتہر المسائل (الدلائل فی

مشہور المسائل) (۸۲) المذہب فی المذہب (۸۳) مسبوک الذہب فی المذہب (۸۴) العبادات الخمس (۸۵) اسباب الہدایہ لارباب البدایہ (۸۶) کشف الظلمۃ عن الضباء فی رد الدعوی کمیا (۸۷) درء اللوم والضیم فی صوم یوم الغیم۔

علم تاریخ میں چند تصنیفات

(۸۸) تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر (ابن قتیبہ کی المعارف کی طرز پر) (۸۹) المنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۹۰) شذور العقود فی تاریخ العہود (۹۱) طرائف الظرائف فی تاریخ السوالف (۹۲) مناقب بغداد (۹۳) الذہب المسبوک فی سیر الملوک۔

علم وعظ میں چند تصنیفات

(۹۴) الیواقیت فی الخطب (المواقیت فی الخطب الوعظیہ) (۹۵) المنتخب فی النوب (۹۶) نخب المنتخب (۹۷) منتحل المنتخب (۹۸) نسیم الریاض (فی الموعظۃ) (۹۹) اللؤلؤۃ (فی المواعظ) (۱۰۰) کنز المذکرین (فی المواعظ) (۱۰۱) الارج (فی الموعظۃ) (۱۰۲) اللطیف (فی الوعظ) (۱۰۳) اللطائف (۱۰۴) کنز الرموز (۱۰۵) النفیس (۱۰۶) زین القصص (۱۰۷) موافق المرافق (۱۰۸) الشاہد والمشہود (۱۰۹) واسطات العقود من شاہد ومشہود (۱۱۰) الملہب (۱۱۱) المدہش (فی المحاضرات) (۱۱۲) صبا نجد (فی الموعظۃ) (۱۱۳) محادثۃ العقل (۱۱۴) لقط الجمان (۱۱۵) مغانی المعانی (۱۱۶) فتوح الفتوح (فیوح الفتوح) (۱۱۷) التعازی الملوکیہ (۱۱۸) المقعد المقیم البدریہ (۱۱۹) ایقاظ الوسنان (۱۲۰) الدفدات باحوال الحیوان والنبات (۱۲۱) نکت المجالس البدریہ (۱۲۲) نزہۃ الاریب (۱۲۳) (نسیم السحر) (۱۲۴) (روح الارواح) (۱۲۵) منتہی المنتہی (۱۲۶) تبصرۃ المبتدی (التبصرۃ) (۱۲۷) الیاقوتۃ (فی الوعظ کشف الظنون میں اس کا نام "یاقوتۃ المواعظ والموعظۃ" درج ہے) (۱۲۸) تحفۃ الواعظ (ونزہۃ الملاحظ۔

مختلف فنون میں چند تصنیفات

(۱۲۹)ذم الھوی(عشق مجازی کی تباہ کاریاں اسی کتاب کا ترجمہ ہے) (۱۳۰)صید الخاطر (اس کا ترجمہ بھی ہمارے کتب خانہ کے اہتمام سے طبع ہوگیا ہے) (۱۳۱) احکام الاشعار باحکام الاشعار (۱۳۲)القصاص والمذکرین (۱۳۳)تقویم اللسان (فی سیاق درۃ الغواص) (۱۳۴)الاذکیاء (۱۳۵) (اخبار) الحمقیٰ والمغفلین (۱۳۶)تلبیس ابلیس (۱۳۷)لقط المنافع فی الطب (منافع الطب) دوجلد (۱۳۸)مختار المنافع (یہ لقط المنافع کا مختصر ہے) (۱۳۹) حسن الخطاب فی الشیب والشباب (۱۴۰)اعمار الاعیان (فی التاریخ والتراجم) (۱۴۱) الثبات عند الممات (۱۴۲)تنویر الغبش فی فضل السودان والحبش (تنویر الغبش فی احوال الاعیان من الحبش) (۱۴۳)الحث علی حفظ (طلب) العلم وذکر کبار الحفاظ (۱۴۴)اسراف الموالی (اشراف الموالی) (۱۴۵)اعلام الاحیاء باغلاط الاحیاء (للغزالی) (۱۴۶)تحریم المحل المکروہ (۱۴۷)المصباح المعنی لدعوۃ الامام المستضی (۱۴۸)عطف العلماء علی الامراء والامراء علی العلماء (۱۴۹)النصر علی المصر (۱۵۰)المجد العھدی (۱۵۱)الفجر النوری (الفخر النوری) (۱۵۲)مناقب الستر الرفیع (۱۵۳)ماقلت من الاشعار (۱۵۴)القامات (الجوزیہ فی المعانی الوعظیہ وشرح الکلمات اللغویہ) (۱۵۵)من رسائلی (۱۵۶) (عجائب النساء یا اخبار النساء) (۱۵۷)الطب الروحانی (۱۵۸) (عجائب البدائع) (۱۵۹) (منتھی المشتھی) (۱۶۰) (المنثور فی المواعظ) (۱۶۱) المزعج (۱۶۲) مولد النبی (۱۶۳) تنبیہ النائم الغمر علی (حفظ) مواسم العمر۔

یہ ان کتابوں کی فہرست تھی جنہیں ابن القطیعی نے خود ان کے خط سے نقل کیا ہے اور ان کو سنایا ہے ہمارا خیال ہے کہ ابن القطیعی نے اس میں کچھ اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔

آپ کی اس فہرست کے علاوہ اور بھی بہت سی تصانیف ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کی بعد کی تصانیف ہیں۔ ان میں بعض کے نام یہ ہیں:

(۱۶۴)بیان الخطأ والصواب من احادیث الشہاب (۱۶۵)البازی الاشھب المنقض علی مخالفی المذھب (۱۶۶)الوفاء فی فضائل المصطفی ﷺ (۱۶۷) النور فی

فضائل الایام والشہور (۱۶۸) تقریب الطریق الابعد فی فضل مغفرۃ احمد ﷺ (۱۶۹) مناقب الامام الشافعی (۱۷۰) العزلۃ (۱۷۱) الریاضۃ (۱۷۲) فنون الالباب (۱۷۳) مناقب (الصدیق ابی بکرؓ) (۱۷۴) مناقب علیؓ (۱۷۵) فضائل العرب (۱۷۶) درۃ الاکلیل (فی التاریخ) (۱۷۷) الامثال (۱۷۸) المنفعہ فی المذاہب الاربعہ (۱۷۹) المختار من الاشعار (۱۸۰) رؤوس القواریر (فی الخطب والمحاضرات والوعظ والتذکیر (۱۸۱) المرتحل فی الوعظ (۱۸۲) کبیر نسیم الریاض (۱۸۳) ذخیرۃ الوعظ (۱۸۴) الزجر المخوف (۱۸۵) الانس والحبہ (۱۸۶) المطرب للمذتب (۱۸۷) الزند الوری فی الوعظ الناصری (۱۸۸) الفاخر فی ایام الامام الناصر (۱۸۹) المجد الصلاحی (۱۹۰) لغۃ الفقہ (۱۹۱) عقد الخناصر فی ذم الخلیفۃ الناصر (یہ بھی آپ کی طرف منسوب ہے (۱۹۲) غریب الحدیث (۱۹۳) ملح الاحادیث (ملح المواعظ) (۱۹۴) فصول (المائۃ) الوعظیہ (حروف کی ترتیب پر ہے) (۱۹۵) سلوۃ الاحزان (سلوۃ الاخوان بما ورد عن ذوی العرفان) (۱۹۶) الشوق فی الوعظ (۱۹۷) المجالس الیوسفیہ فی الوعظ یہ آپ نے اپنے بڑے بیٹے یوسف کے لئے لکھی تھی (۱۹۸) المقبری (۱۹۹) قیام اللیل (۲۰۰) الحادثۃ (۲۰۱) المناجات (۲۰۲) جواہر الزواہر فی الوعظ (زاہر الجواہر) (۲۰۳) النجاۃ بالخواتیم (۲۰۴) المرتقی لمن اتقی (۲۰۵) اخبار الظراف والمتماجنین۔

کہا جاتا ہے کہ (۲۰۶) صحاح الجوہری پر آپ کا حاشیہ ہے۔ اور آپ نے اس پر بعض مقامات میں گرفت بھی کی ہے۔ (۲۰۷) نیز آپ نے تین سو جلدوں پر مشتمل کتاب الفنون لابن عقیلؒ کو کچھ اوپر دس جلدوں میں مختصر کیا ہے۔

اسماعیل پاشا البغدادی نے اپنی تالیف ہدیۃ العارفین میں ابن الجوزی کے تذکرہ میں ان کی تصانیف میں ان کتابوں کو بھی درج کیا ہے:

(۲۰۸) آفۃ اصحاب الحدیث والرد علی عبدالمغیث (۲۰۹) اخبار الاخیار (۲۱۰) اخبار البرامکۃ (۲۱۱) اسباب النزول (۲۱۲) انس الفرید وبغیۃ المرید (۲۱۳) بستان الصادقین (۲۱۴) بستان الواعظین وریاض السامعین (۲۱۵) البلغۃ فی الفروع

(۲۱۶) تذکرۃ الخواص (۲۱۷) تقریر القواعد وتحریر الفوائد (۲۱۸) الاجمال فی اسماء الرجال (۲۱۹) الجلیس الصالح والانیس الناصح (۲۲۰) حسن السلوک فی مواعظ الملوک (۲۲۱) الدر الثمین من خصائص النبی الامین (۲۲۲) الدر الفائق بالمجالس والاحادیث الرقائق (۲۲۳) درر الاثر (۲۲۴) الدلائل فی منثور المسائل (۲۲۵) درياق الذنوب فی الموعظۃ (۲۲۶) دواء ذوی الغفلات (۲۲۷) الذیل علی طبقات الحنابلہ (۲۲۸) روضۃ المجالس ونزہۃ المستانس (۲۲۹) روضۃ المریدین (۲۳۰) الزہر الانیق (۲۳۱) سیرۃ المستغنی (۲۳۲) شرف المصطفی ﷺ (۲۳۳) شم الریاض (۲۳۴) عجب الخطب (۲۳۵) عقائد الرافق (۲۳۶) فضائل المدینہ (۲۳۷) قصیدۃ فی الاعتقاد (۲۳۸) کتاب البر والصلۃ (۲۳۹) کتاب الفروسیہ (۲۴۰) کتاب المتعلقین (۲۴۱) کتاب الملتقط (۲۴۲) کماۃ الذہر وفریدۃ الدھر (۲۴۳) کنز الملوک فی کیفیۃ السلوک (۲۴۴) اللآلی فی خطب المواعظ (۲۴۵) لباب فی قصص الانبیاء (۲۴۶) لفتۃ الکبد الی نصیحۃ الولد (۲۴۷) لقط فی حکایات الصالحین (۲۴۸) مایلحن فیہ العامہ (۲۴۹) مثیر الغرام لساکنی الشام (۲۵۰) المقترح الشامل (۲۵۱) المقتضب فی الخطب (۲۵۲) مناقب الحسین (۲۵۳) منتخب الزبر من روس القواریر فی الوعظ التذکیر (۲۵۴) منثور العقود فی تجرید الحدود (۲۵۵) منظومۃ فی الحدیث (۲۵۶) امنعش مختصر المدہش (۲۵۷) منہاجۃ النظر وجنۃ الفطر (۲۵۸) المورد العذب فی المواعظ والخطب (۲۵۹) نرجس القلوب والدال علی طریق المحبوب (۲۶۰) النطق المفہوم (۲۶۱) نظم الجمان (۲۶۲) نفح الطیب (۲۶۳) حادی الارواح الی بلاد الافراح۔

علامہ ذہبی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ کس عالم نے ایسی تصنیفات کیں جیسی آپ نے کیں۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں آپ کے صاحبزادے محی الدین اور پوتے شمس الدین یوسف بن فرغلی واعظ اور حافظ عبدالغنی، ابن الدبیثی، ابن النجار، ابن خلیل، التقی الیلدانی، ابن

عبدالدائم اور النجیب عبداللطیف، قابل ذکر ہیں۔

وفات

آپ کے پوتے ابوالمظفر شمس الدین یوسف کہتے ہیں کہ میرے دادا ۷ رمضان ۵۹۷ھ کو ہفتہ کے روز سلطان کی والدہ کی قبر کے نیچے جو معروف کرخی کے متصل ہے وعظ کے لئے بیٹھے تھے میں وہیں موجود تھا۔ آپ نے چند اشعار پڑھے جن پر مجلس ختم ہوگئی۔ پھر آپ منبر سے اترے اور پانچ روز تک بیمار رہے۔ بالآخر ۱۲ رمضان کو جمعرات کے روز مغرب وعشاء کے درمیان اپنے گھر میں وفات پائی۔ والدہ کہتی تھیں کہ میں نے ان کو مرنے سے پہلے سنا کہ بار بار کہہ رہے تھے۔ میں کیا کتابوں پر عمل کروں گا، کتابیں تو میرے لئے ختم ہوگئیں۔ آپ کے غسل کے لئے ہمارے شیخ ناصر الدین بن سکینہ اور ضیاء الدین بن خبیر صبح کے وقت تشریف لائے اور بغداد کے لوگ جمع ہوئے، دکانیں بند ہو گئیں۔ اور ہم نے جنازے کو رسیوں سے باندھ کر ان کے سپرد کر دیا۔ جنازہ اسی قبر کے نیچے لے جایا گیا جہاں آپ آخری مرتبہ وعظ کے لئے بیٹھے تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ آپ کی نماز، آپ کے صاحبزادے ابوالقاسم علی نے پڑھائی، کیوں کہ مشاہیر ان تک نہ پہنچ سکے۔ پھر جنازے کو جامع مسجد منصور لے جایا گیا۔ اور لوگوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ لوگوں کا سخت اژدحام تھا گویا میلے کا دن معلوم ہوتا تھا۔ مقبرہ باب حرب میں امام احمد بن حنبل کی قبر کے پاس جنازہ نماز جمعہ کے وقت تک نہ پہنچ سکا۔ گرمی کا موسم تھا بہت سے لوگوں نے شدت کی تاب نہ لا کر روزے توڑ دیئے اور خندق ظاہریہ میں پانی میں جا گرے تمام لوگوں کو آپ کی مفارقت کا سخت صدمہ تھا، بہت روئے اور آپ کی قبر کے پاس تمام رمضان قرآن خوانی کرتے رہے۔

آپ کے حالات زندگی پندرہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ ''طبقات ابن رجب'' میں مذکور ہیں۔ جن میں بڑے بڑے علمی معرکوں کا بھی بیان ہے۔

(ماخوذ از مقدمہ مترجم تلبیس ابلیس از علامہ عبدالحق اعظم گڑھی رحمۃ اللہ علیہ ص ۵ تا ۱۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله حمد الشاكرين وصلواته على سيد المرسلين محمد النبي الامي وآله الطاهرين وسلم تسليما كثيرا

ایک شخص نے جو کسی آزمائش اور عشق شہوانی میں مبتلا تھا اس نے مجھ سے اپنی حالت کا شکوہ کیا اور اپنی بیماری کے علاج کی تفصیل میں مبالغہ کا تقاضا کیا۔ اس کی وجہ سے مجھے اس کتاب کو جمع کرنے کی ہمت بڑھی۔ میں نے اس کو اس کتاب کا محبت بھرا ہدیہ بنا کر پیش کیا۔

میں نے اس کی ترتیب و تالیف میں بہت محنت کی جبکہ توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہی مشکلات کا حل کرنے والا ہے۔

اے بھائی! جان لو! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنی رضا کے اعمال نصیب فرمائے اور ہمیں اور تمہیں اپنی نافرمانی سے محفوظ فرمائے، جس مرض کا تم نے مجھ سے شکوہ کیا ہے اس سے شفاء کی امید باقی ہے تم دوا کے استعمال میں سبقت کرو اور پرہیز میں مبالغہ کرو شفاء ہوگی۔

اگر تو عشق میں جوں کا توں مبتلا رہے گا اور اپنی بیماری کے علاج میں صبر سے کام نہ لے گا تو مجھے بھی کتاب کی تصنیف میں تھکا دے گا اور خود بھی مشکلات میں گرفتار ہوگا۔

میں تیری خاطر اس کتاب کی تصنیف میں مصروف ہوا ہوں اور اس کی

تفصیلات کے بیان میں اس مرض سے نجات پر شوق دلانا چاہتا ہوں تا کہ تجھے سلامتی اور عافیت نصیب ہو، بعض مقامات میں میں نے نفس کی خواہش کے مطابق کچھ تفصیل کردی ہے کیونکہ تیرے جیسا بیمار واقعات و حکایات میں بہت دلچسپی لیتا ہے تا کہ تمہیں اس کا علم ہو کہ مرض میں کیسی کیسی خطرناک بلائیں ہیں۔

یہ کتاب تیرے لئے ایک یادگار ہوگی جن امور کا میں تجھے اس کتاب میں امر کروں گا ان پر عمل کرنا تیری ذمہ داری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء کرنے والے ہیں، وہ اسی کی حفاظت کرتے ہیں جس پر رحم فرماتے ہیں۔

اس کتاب کے پچاس ابواب ہیں (جن کے عنوانات فہرست عنوانات میں ملاحظہ فرمائیں)۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی الامی وعلی
آلہ وسلم تسلیما

باب 1

عقل کی حقیقت اور فضیلت

عقل کیا ہے

حضرات اہل علم نے عقل کی حقیقت میں بہت اختلاف کیا ہے۔

ایک جماعت کہتی ہے کہ

''یہ علوم ضروریہ کی ایک قسم ہے''

ایک جماعت کہتی ہے کہ

''یہ ایک فطرت ہے جس کے ساتھ علوم کا ادراک وشعور حاصل ہوتا ہے۔''

ایک جماعت کہتی ہے

''یہ ایک قوت ہے جس کے ذریعے معلومات کے حقائق کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔''

ایک جماعت کہتی ہے کہ

''یہ جوہر بسیط ہے۔''

ایک جماعت کہتی ہے کہ

''یہ شفاف جسم ہے۔''

حارث محاسی کہتے ہیں:

''یہ ایک قسم کا نور ہے''

ہمارے حضرات میں سے ابوالحسن تمیمیؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ

''عقل ایک فطری چیز ہے۔''

علامہ محاسی سے بھی اس طرح کی ایک روایت منقول ہے۔

اس کے متعلق تحقیقی بات یہ ہے کہ عقل ایک فطری چیز ہے گویا کہ یہ ایک نور ہے جو دل میں اتارا جاتا ہے اور وہ اشیاء کے شعور میں چوکس ہو جاتا ہے اس سے یہ ممکنات کا جواز اور محالات کا محال ہونا اور انجام کار کے اشارات کو پالیتا ہے۔

یہ نور کم بھی ہوتا ہے زائد بھی، جب یہ قوی ہو تو انجام کی فکر کئے بغیر اپنی خواہشات کی تکمیل میں جلدی کرتا ہے۔

محل عقل

ہمارے اکثر حضرات (حنابلہ) فرماتے ہیں اس کی جگہ دل ہے، حضرت امام شافعیؒ سے بھی یہی مروی ہے، ان حضرات کی دلیل یہ فرمان خداوندی ہے:

فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ

(ترجمہ) ان کے دل ہوتے تو ان کے ساتھ سمجھتے۔

(سورۃ الحج آیت ۴۶)

اور ارشاد ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ

(ترجمہ) اس میں اس کیلئے نصیحت ہے جو دل رکھتا ہے۔

(ق ۳۷)

یہ حضرات فرماتے ہیں ان آیات میں دل کو عقل کی جگہ تعبیر کیا گیا ہے اس لئے یہ دل عقل کا محل ہے۔

احناف کا مذہب

فضل بن زیاد نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ عقل کا محل دماغ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے (امام رازی نے تفسیر کبیر میں دل کو عقل کا محل ٹھہرایا ہے)۔

فضیلت عقل

(حدیث) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لقد سبق الی جنات عدن اقوام، ما کانوا باکثر الناس صلاۃ وصیاما ولا حجا ولا اعتمارا ولکنهم عقلوا عن الله وجل مواعظه فوجلت منهم قلوبهم واطمانت اليه النفوس وخشعت منهم الجوارح، ففاقوا الخليقة بطيب المنزلة وحسن الدرجة عند الناس فی الدنيا وعند الله فی الآخرة. (۱)

(ترجمہ) جنات عدن کی طرف بہت سے لوگ سبقت لے جائیں گے حالانکہ وہ دوسرے حضرات سے نماز روزہ، حج اور عمرہ کے اعتبار سے زیادہ نہیں تھے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وعظ و نصیحت کو سمجھا اور اس سے ان کے دلوں میں خوف پیدا ہو گیا اسی کی طرف نفوس کو اطمینان اور ان مواعظ سے ان کے اعضاء نے عاجزی کا اظہار کیا۔ اسی وجہ سے وہ شاندار منزل اور

---

(۱) حديث ضعيف، فيه : - الباغَندي ، وهو ضعيف من جهة حفظه۔ - أحمد بن المُفَضّل الحَفَري، أبو علي الكوفي: صدوق في حفظه شيء۔ التقريب ص ٨٤۔ حبيب بن أبي ثابت الأسدي الكوفي: ثقة فقيه، لكنه كثير الإرسال والتدليس، التقريب ص ١٥٠۔

بہترین درجہ میں لوگوں کے نزدیک فائز ہوئے اور اللہ کے نزدیک آخرت میں فائز ہوئے۔

(فائدہ) عقل کی فضیلت میں آنحضرت ﷺ سے بہت کچھ منقول ہے مگر سب ثبوت سے بعید ہے۔ (ابن جوزیؒ)

عقل سب سے خوبصورت ہے

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ

"جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اسے فرمایا پیچھے ہٹ جا، وہ پیچھے ہٹ گئی پھر فرمایا آگے ہو جا، تو آگے ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے میرے غلبہ کی قسم میں نے تجھ سے زیادہ خوبصورت کوئی مخلوق پیدا نہیں کی۔ تیری وجہ سے عطاء کروں گا، تیری وجہ سے پکڑوں گا اور تیری وجہ سے عذاب دوں گا۔" (۲)

---

(۲) أثر موقوف موضوع، لأجل الهيثم بن عدي الطائي: قال عنه البخاري: ليس بثقة كان يكذب۔ وكذبه أيضًا ابن معين وأبو داود وغيرهم۔ انظر ميزان الاعتدال ٤/ ٣٢٤-٣٢٥۔ * وقد ورد هذا الأثر عن كُريب مولى ابن عباس، وفي آخره: وعزّتي وجلالي لا أجعلك إلّا فيمن أحبّ، وما خلقت شيئًا هو أحبّ إليّ منك۔ رواه ابن أبي الدنيا في كتاب العقل وفضله (١٦) ص ٤٠۔ وفي إسناده: عبدالرحمن بن أبي الزناد: صدوق تغير حفظه لما قدِم بغداد، والراوي عنه: محمد بن بكّار من أهل بغداد، فالأثر ضعيف۔ والله أعلم۔ * وورد مرفوعاً عن النبي ﷺ من طريق عدد من الصحابة، منهم:- أبو هريرة رضي الله عنه: رواه عنه ابن عدي في الكامل، وابن أبي الدنيا في كتاب العقل وفضله (١٥)، والطبراني في الأوسط ٢/ ٣٠٥، وفي إسناده: الفضل بن عيسى، قال فيه يحيى بن معين: رجل سوء۔ وفيه أيضًا: حفص بن عمر قاضي حلب، قال ابن حبان: يروي عن الثقات الموضوعات، لايحلّ الاحتجاج به بالإجماع۔=

عقل پوری ہونے کا زمانہ

حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ بچہ سات سال میں دانت توڑتا ہے، چودہ سال میں بالغ ہوتا ہے، قد اکیس سال تک بڑھتا ہے، عقل اٹھائیس سال میں کامل ہوتی ہے اس کے بعد تجربات ہوتے ہیں۔ (عقل نہیں بڑھتی) (۳)

حضرت آدم علیہ السلام نے عقل کا انتخاب کیا

بعض علماء فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو زمین پر نازل کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام ان کے پاس تین چیزیں لے کر نازل ہوئے (۱) دین (۲) عقل (۳) حسن اخلاق، اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو ان تین میں سے کسی ایک

= ورواه الدارقطني من وجه آخر عنه، وفي إسناده: سيف بن محمد؛ وهو كذاب۔ والبيهقي في شعب الإيمان من طريق أخرى، وقال: هذا إسناد غير قوي۔ - أبو أمامة: رواه العقيلي، وفي إسناده مجهولان۔ - عائشة: رواه أبو نعيم، وقال: لا أعلم له راويًا عن الحميدي إلّا سهلًا، وأراه واهمًا فيه۔ - الحسن البصري مرسلًا: رواه عبد الله بن أحمد بن حنبل في زوائد الزهد، وفيه: سيار بن حاتم، قال العقيلي: أحاديثه مناكير۔ * وبالجملة فقد قال ابن الجوزي في الموضوعات: هذا حديث لايصح عن رسول الله ﷺ۔ وقال الذهبي في تلخيص الموضوعات بعد ذكر طرق الحديث المذكورة: " وله طرق أخرى لم تصح "۔ وقال البيهقي عن الحديث: وهو مشهور من قول الحسن البصري۔ (قال محقق الفوائد المجموعة: بأسانيد واهية)۔ انظر: الموضوعات لابن الجوزي ۱۷٤/۱، والموضوعات للصغاني ص ۳۵، والتذكرة للفتني ص ۲۸، والمنار المنيف لابن القيم ص ٦٦، واللآلي المصنوعة ۱۲۹/۱، والفوائد المجموعه ص ٤۷۷-٤۷۸، وكشف الخفاء للعجلوني ۳۰۹/۱-۳۱۰، ومجمع الزوائد للهيثمي ۲۸/۸۔

(۳) أثر موضوع، لأجل الهيثم بن عدي، كان يكذب، كما تقدم قريبًا۔

کے لینے کا اختیار دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے جبریل! ان میں خوبی تو میں تب دیکھتا جب یہ جنت میں ہوتیں پھر انہوں نے عقل کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اپنے ساتھ چمٹالیا اور باقی دو کو فرمایا تم اوپر (آسمان کی طرف) چلی جاؤ، انہوں نے عرض کیا ہم نہیں جائیں گے، آپ نے فرمایا کیا تم میری نافرمانی کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہم آپ کی نافرمانی نہیں کرتیں بلکہ ہمیں حکم ملا ہے کہ جہاں عقل ہو ہم بھی اسکے ساتھ رہیں۔ اس طرح سے یہ تینوں چیزیں حضرت آدم کو حاصل ہوئیں۔ (۴)

عاقل اور جاہل شیطان کے نزدیک

حضرت وہب بن منبہ ؒ فرماتے ہیں کہ پہاڑ کو ایک ایک چٹان کر کے یا ایک ایک پتھر کر کے ہٹانا شیطان پر آسان ہے عقل مند مومن کو گمراہ کرنے سے، جب شیطان کا اس پر بس نہیں چلتا تو جاہل کی طرف پلٹ جاتا ہے اور اس کو قابو کر کے گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کو کوڑوں یا طوق یا منہ کالا کرانے یا ہاتھ کٹانے یا سنگسار ہونے یا پھانسی چڑھنے میں ہلاک کر دیتا ہے۔ دو انسان نیک اعمال کرنے میں تو برابر ہوتے ہیں مگر ان کے درمیان مشرق و مغرب یا اس سے بھی زیادہ فاصلہ ہوتا ہے جب ایک دوسرے سے زیادہ عقل مند ہو۔ سمجھ اور عقل کے ساتھ جتنا عبادت ہو سکتی ہے اللہ کی اس سے بہتر عبادت نہیں ہو سکتی۔

بے عقل کے لئے موت بہتر ہے

امام ابن مبارک ؒ سے سوال کیا گیا کہ انسان کو سب سے بہتر کونسی نعمت عطاء فرمائی گئی ہے۔

---

(٤) رواه ابن أبي الدنيا في كتاب العقل وفضله (٢٧-٢٨)، وابن حبان في روضة العقلاء ص ٢٠ نحوه، من طريق رجل مُبهم لم يُذكر اسمه، بالإضافة إلى وجود عدد من الرواة الذين لم أقف على ترجمة لهم. فالأثر ضعيف.

آپ نے فرمایا: ''فطرتی عقل''

عرض کیا گیا اگر یہ نہ ہو تو؟ حسن ادب

عرض کیا گیا اگر یہ بھی نہ ہو؟ فرمایا:

''کوئی نیک دوست ہو جس سے یہ مشورہ حاصل کرتا رہے۔''

عرض کیا گیا اگر یہ بھی نہ ہو تو؟ فرمایا:

''طویل خاموشی اختیار کر لے۔''

عرض کیا گیا اگر یہ بھی نہ ہو تو فرمایا:

اس وقت اس کو موت آجانا چاہئے

پاؤں کا پردہ اور عقل

حکیم حسن کہتے ہیں مجھے شاہی محل میں بلایا گیا جب میں کمرہ میں داخل ہوا تو پردہ لٹک رہا تھا اور اس کے پیچھے سے ایک پاؤں ظاہر ہوا جس پر نعمت کے آثار نمایاں تھے۔ جب میں نے اس کو دیکھا تو وہ پاؤں واپس ہو گیا میں نے کہا اس پاؤں والے کے لئے ضرورت ہے کہ دو طاقتور آدمی اس کو قابو میں رکھیں تا کہ یہ باہر نہ آئے اور اپنی جگہ پر ہی رہے۔ تو میں نے پردہ کے پیچھے یہ آواز سنی، تم اپنے پیشہ طب کی طرف دھیان رکھو کیونکہ عقل ہی غلط کاموں سے باز رکھنے والی ہے۔

باب 2

مذمت خواہشات نفسانی

خواہش مطلق (انسان کو) وقتی لذت پر ابھارتی ہے انجام کی پرواہ نہیں ہوتی اور شہوات کو بروقت حاصل کرنے کی کوشش میں رہتی ہے چاہے اس کو بروقت تکلیف اور اذیت بھی سہنی پڑے اور بعد میں وہ لذت باقی نہ رہے۔

عقلمند خود کو ایسی لذت سے باز رکھتا ہے جس کے انجام میں عذاب ہو اور ایسی خواہش سے بھی دور رکھتا ہے جو شرمندگی کو جنم دے، بس اتنی سی بات بھی عقل کی تعریف اور خواہش و عشق کی مذمت میں کافی ہے۔

کیا آپ دیکھتے نہیں کہ بچہ اپنی ضد پر ڈٹا رہتا ہے چاہے اس کا انجام تباہی ہو اور عقلمند خود کو ایسی خواہش سے باز رکھتا ہے۔

جانوروں پر انسان کی فضیلت کیلئے اتنی سی بات کافی ہے کہ جانور اپنی طبیعت کے تقاضا کو پورا کرتے ہیں ان کو انجام کی فکر نہیں ہوتی، جب ان کو غذا مل جائے کھا لیتے ہیں جب گوبر اور پیشاب آئے کر دیتے ہیں لیکن آدمی طبیعت پر عقل کے غلبہ کی وجہ سے ایسی حرکات نہیں کرتا۔

عشق و شہوت کا علاج

جب دانا آدمی کو اس کا علم ہے کہ خواہش نفسانی عمومی طور پر پیش آتی رہتی ہے اس لئے اس کو ایسے وقت میں لازم ہے کہ وہ ایسے موقع پر عقل کی عدالت سے فیصلہ حاصل کرے وہ اس کو دائمی فوائد کے حصول کا مشورہ دے گی اور خواہشات نفس سے احتیاط کا حکم کرے گی اس طرح سے اس کو شر سے بچنا یقینی ہو سکے گا۔

چھٹتی نہیں یہ کافر منہ کو لگی ہوئی

عقلمند جانتا ہے کہ خواہشات کا خوگر ایسی حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ اس عادت میں اس کو بڑی لذت حاصل نہیں ہوتی اور وہ اس کو چھوڑنے کی طاقت بھی نہیں رکھتا کیونکہ اس کی عادت اضطراری عیش میں بدل جاتی ہے تم نے دیکھا ہوگا شراب کا رسیا اور جماع کا عادی غیر عادی کے مقابلہ میں دسواں حصہ بھی لذت نہیں پاتا بس اس کو عادت نے مجبور کیا ہوتا ہے وہ خود کو عادت کے کاموں میں پھنسا کر ہلاکت میں ڈالتا رہتا ہے، اگر اس کی آنکھوں کے سامنے سے نفسانیت کی پٹی کھل جائے تو اس کو اندازہ ہو کہ وہ اپنی سعادت کو کس طرح بدبختی میں پھنسا رہا ہے۔

خواہشات نفس کا علاج

(۱) انسان یہ فکر کرے کہ وہ من پسند خواہشات کی تکمیل کے لئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ انجام کار پر نظر اور آخرت کے لئے عمل صالح کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اس کی وضاحت یہ بات کرتی ہے کہ چوپایہ جس طرح بےفکری سے کھانے پینے اور جماع کی لذت میں منہمک ہوتا ہے انسان کو ایسا عیش میسر نہیں ہوتا مگر اس کے ساتھ ساتھ چوپائے کو قربان گاہ کی طرف لے جایا جاتا ہے جب کہ وہ خواہشات کی تکمیل میں لگا ہوتا ہے کیونکہ اس کو انجام کا علم نہیں ہوتا۔ مگر قوت فکر کے استعمال کی وجہ سے آدمی کا انجام اس طرح سے نہیں ہوتا۔

(۲) انسان عشق و شہوت کے انجام میں فکر کرے اس کی وجہ سے وہ کتنے فضائل سے محروم ہوا اور کتنی گندگیوں میں الجھ گیا، کتنے کھانے والے ہیں جو مرض میں مبتلا ہوئے، کتنی کوتاہیاں ہیں جنہوں نے عزت گھٹائی اور گناہ کے ساتھ ذکر بد کو لازم کر دیا۔

(۳) انسان خواہش نفس کی مخالفت کا فائدہ سوچے کہ دنیا میں نیک نامی حاصل

ہوگی، عزت ونفس کی حفاظت ہوگی، آخرت میں اجر وثواب ہوگا۔

پھر اس کے الٹ کا سوچے کہ اگر اس نے خواہش نفس سے اتفاق کیا تو دائمی رسوائی اور عذاب میں پھنسے گا۔ ان دونوں حالتوں میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی حالتوں کو سامنے رکھے کہ ایک نے لذت کی طرف توجہ کی اور دوسرے نے گناہ سے رک کر صبر کیا۔

اے نصیحت پسند دوست! ان کلمات کو اپنے دل میں جگہ دے اور سوچ۔

حضرت آدم علیہ السلام کی لذت جس کو انہوں نے پورا کیا حضرت یوسف علیہ السلام کی ہمت پر جب وہ باز رہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اس لذت کو چھوڑا تو اس گھڑی کے مجاہدہ سے انہوں نے کتنا بڑا مرتبہ پایا اس کو تو تم خوب جانتے ہو۔

اتباع خواہشات کی مذمت قرآن میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ

(ترجمہ) جس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اس کی مثال کتے کی مثال کی طرح ہے۔ (سورۃ اعراف:۱۷۶)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ

(ترجمہ) اور خواہش کی پیروی مت کر ورنہ یہ تجھے اللہ کے راستہ سے بھٹکا دے گی۔ (سورۃ ص:۲۶)

ارشاد خداوندی ہے:

أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ

(ترجمہ) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات کو خدا بنا رکھا ہے۔ (الجاثیہ: ۲۳)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں اس شخص سے مراد منافق ہے جو جس شے کی خواہش کرتا ہے اسی کو حاصل کرنے کے درپے ہو جاتا ہے۔ (۵)

مومن کامل کی نشانی

(حدیث) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یومن احدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به. (٦)

(ترجمہ) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی خواہشات کو میرے لائے ہوئے احکام

---

(٥) قال السيوطي في الدرالمنثور ١٣٢/٥ عن الحسن، ﴿أرأيت من اتخذ إلهه هواه﴾ قال: لا يهوى شيئًا إلا تبعه "۔ وورد نحو هذا المعنى عن ابن عباس۔ إذ قال: " هو الكافر اتخذ دينه بغير هدى من الله ولا برهان "۔ انظر الدرالمنثور ٧٥٨/٥، وفتح القدير للشوكاني ٨/٥۔

(٦) حديث ضعيف۔ رواه الأصبهاني في الترغيب، بلفظ: لن يستكمل مؤمن إيمانه حتى يكون هواه تبعًا لما جئت به۔ كما ذكر السيوطي في الدرالمنثور ٣٠٠/٢۔ قلت: في إسناده نعيم بن حماد، هو ابن معاوية الخزاعي: صدوق يخطئ كثيرًا، فقيه عارف بالفرائض، كما ذكر الحافظ في التقريب (٧١٦٦)۔

کے تابع نہ کردے۔

حضورؐ کا خوف

حضرت ابو بردہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اخوف ما اخاف علیکم شهوات الغی فی بطونکم وفروجکم و مضلات الهوی.(۷)

(ترجمہ) سب سے بڑے خطرہ کی چیز جس کے بارہ میں میں تمہارے لئے ڈر رہا ہوں تمہارے پیٹ اور شرمگاہ کی گمراہ خواہشات ہیں اور اتباع نفس کی گمراہیاں ہیں۔

زمین کا بڑا خدا

(حدیث) حضرت ابو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ماتحت ظل السماء اله یعبد اعظم عند الله من هوی متبع.(۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا.

---

(۷) حديث صحيح۔ رواه أحمد في المسند (۱۹۲۷۳-۱۹۲۸۹) بلفظ: إنّ مما أخشى عليكم شهوات الغي ... الحديث۔ وعزاه الهيثمي في مجمع الزوائد ۱۸۸/۱ للبزار في مسنده والطبراني في معاجمه الثلاثة، ثم قال: "ورجاله رجال الصحيح"۔

(۸) حديث موضوع۔ ذكره الهيثمي في مجمع الزوائد ۱۸۸/۱ وعزاه للطبراني في معجمه الكبير، ثم قال: "وفيه الحسن بن دينار، وهو متروك=

ثلاث مهلكات ، شح مطاع، وهوى متبع، واعجاب المرء بنفسه. (۹)

(ترجمہ) تین چیزیں ہلاک کردینے والی ہیں (۱) پیروی کیا جانے والا بخل (۲) پوری کی جانے والی خواہش (۳) اور آدمی کی خود پسندی۔

پہلی حکایت:

ہوا میں عبادت کرنے والے

خلیل بن خدویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک عابد کے پاس سے گزرے جو ہوا میں عبادت کر رہا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا تم اللہ کی بارگاہ میں اس مقام پر کیسے فائز ہوئے؟ عرض کیا:

= الحديث "۔ قلت: بل كذبه الإمام أحمد وغيره واتهمه بعضهم، وقد تقدمت۔

(۹) حديث ضعيف۔ وهو جزء من حديث تمامه: " ثلاث مُنجيات: خشية الله تعالى في السرّ والعلانية، والعدل في الرّضا والغضب، والقصد في الفقر والغنى۔ وثلاث مهلكات: هوى متّبع، وشحّ مطاع، وإعجاب المرء بنفسه "۔ وإسناد المصنف ضعيف منكر، فيه: ۱ - أيوب بن عتبة اليمامي: ضعيف، التقريب (۶۱۹)، ۲ - الفضل بن بكر العبدي، قال في الميزان ۳۴۹/۳: " لايُعرف، وحديثه منكر " ثم ذكر الحديث بتمامه۔ والحديث ذكره السيوطي في الجامع الصغير ۳۰۶/۳ وعزاه لأبي الشيخ في التوبيخ، وللطبراني في الأوسط۔ وللطبراني - أيضًا - عزاه الهيثمي في مجمع الزوائد ۹۱/۱، ثم قال: " وفيه زائدة بن أبي الرقاد وزياد النميري۔ وكلاهما مختلف في الاحتجاج به "۔ وللحديث لفظ آخر عن أنس رضي الله عنه، حيث قال: قال رسول الله ﷺ: " ثلاث كفارات، وثلاث درجات، وثلاث منجيات، وثلاث مهلكات۔ فأما الكفارات: فإسباغ =

اس معمولی وجہ سے کہ میں نے خود کو دنیا سے الگ کرلیا، لایعنی گفتگو سے پرہیز کیا، جس کا مجھے حکم دیا گیا میں نے اس میں غور کر کے اتباع کی اور جس سے مجھے منع کیا گیا میں ان میں غور کر کے رک گیا۔

(اس لئے) اب یہ حالت ہے کہ جب میں اس سے التجاء کرتا ہوں وہ عطا کرتا ہے، جب دعا کرتا ہوں قبول کرتا ہے، جب اس کے متعلق قسم کھاتا ہوں تو وہ (مجھے) قسم سے بری کرتا ہے۔ میں نے اللہ سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ مجھے ہوا میں ٹھہرا دے تو

=الوضوء في السبرات، وانتظار الصلوات بعد الصلوات، ونقل الأقدام إلى الجماعات۔ وأما الدرجات: فإطعام الطعام، وإفشاء السلام، والصلاة بالليل والناس نيام۔ وأما المنجيات: فالعدل في الغضب والرضاء والقصد في الفقر والغنى، وخشية الله في السرّ والعلانية۔ وأما المهلكات: فشحّ مطاع، وهوى متّبع، وإعجاب المرء بنفسه" ذكره الهيثمي في مجمع الزوائد ٩١/١ وعزاه للبزار، وذكر ما ذكره آنفًا من أن فيه: زائدة بن أبي الرقاد وزياد النميري وكلاهما مختلف في الاحتجاج به۔ قلت: فالحديث ضعيف من هذه الطريق، وقد قال المناوي في فيض القدير (٣٠٧/٣: " قال الحافظ العراقي: سنده ضعيف "۔لكن الحديث ورد من طرق أخرى: ١ - فقد ورد من حديث ابن عمر نحو رواية البزار، رواه الطبراني في المعجم الأوسط، كما ذكر السيوطي في الجامع الصغير ٣٠٨/٣ ورمز لضعفه، والهيثمي في مجمع الزوائد ٩١/١، وقال: "وفيه ابن لهيعة ومن لا يُعرف "۔ وقال المناوي في فيض القدير ٣٠٨/١: " قال العراقي: سنده ضعيف، وعدّه في الميزان من المناكير.. " ثم ذكر قول الهيثمي۔ ٢ -ومن حديث ابن عباس، بلفظ: ثلاث مهلكات ...فقط، ذكره الهيثمي في مجمع الزوائد ٩١/١ وعزاه للبزار، " وفي سند[حديث] ابن عباس: محمد بن عون الخراساني، وهو ضعيف جدًا "۔ ومحمد هذا قال عنه الحافظ ابن حجر في التقريب (٦٢٠٣): " متروك "، ٣- ومن حديث عبد الله بن أبي أوفى، لفظ حديث ابن عباس۔ ذكره الهيثمي في مجمع=

اس نے مجھے (اس میں) ٹھہرا دیا۔

دوسری حکایت:

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں دو شخص بہت عبادت گزار تھے یہاں تک کہ وہ پانی پر چلا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ پانی پر چل رہے تھے کہ ان کی ہوا میں چلنے والے شخص سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے اس سے پوچھا تم کس عمل سے اس مرتبہ کو پہنچے؟ فرمایا:

> دنیا میں معمولی سا عمل کر کے (یعنی) میں نے اپنے نفس کو شہوات سے روکا، اپنی زبان کو فضول باتوں سے روکا اور جس کی اللہ نے مجھے دعوت دی اس کی طرف رغبت اور شوق کیا، خاموشی کو لازم کر لیا۔

پس اب اگر میں اللہ کے سامنے (کسی کام کے کرنے کی) قسم کھا بیٹھوں تو وہ مجھے (جھوٹا نہ ہونے دیں) یعنی میری قسم کو پورا کر دیں اور اگر سوال کروں تو وہ عطاء کر دیں۔

= الزوائد ٩١/١ وعزاه للبزار، وقال: "وفي سند [حديث] ابن أبي أوفى: محمد بن عون الخراساني، وهو ضعيف جدًا"۔ ٤ - من حديث أبي هريرة، وسيذكره المصنف بعد حديث۔ وفي إسناده: بكر بن سُلَيم الصوّاف، أبو سليمان الطائفي، المدني، مقبول - أي إذا توبع، وإلّا فليّن الحديث -، انظر التقريب (٧٤١)۔ وفي أيضًا من لم أجد لهم ترجمة۔ فالحديث - ضعيف، وقد حسّنه الشيخ الألباني - حفظه الله - بمجموع طرقه السابقة، انظر السلسلة الصحيحة (١٨٠٢) وصحيح الجامع (٣٠٤٥)۔

بڑا بہادر کون؟

حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنی خواہشات پر قابو پالیتا ہے وہ اس شخص سے زیادہ طاقتور ہے جو کسی شہر کو اکیلے فتح کرے۔

ہوا میں ایک اور بزرگ

حضرت حذیفہ بن قتادہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک کشتی میں سفر کر رہا تھا وہ کشتی ٹوٹ گئی میں اور ایک عورت کشتی کے ایک تختہ پر باقی رہ گئے، ہم نے سات دن اسی حالت میں گزارے۔ عورت نے کہا کہ مجھے پیاس لگی ہے پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے پانی طلب کیا (شاید وہ سمندر کڑوا ہوگا جس میں یہ گھرے ہوئے تھے) تو (اللہ تعالیٰ نے ہم پر) ایک زنجیر کو اتارا جس سے ایک پانی کا کوزہ لٹکا ہوا تھا چنانچہ اس عورت نے پانی پی لیا، میں نے اس زنجیر کو دیکھنے کے لئے نظر کو اوپر اٹھایا تو ایک آدمی کو ہوا میں چوکڑی مارے ہوئے بیٹھے دیکھا۔

میں نے پوچھا تم کون ہو؟

اس نے کہا کہ انسان ہوں۔

میں نے کہا تم اس درجہ پر کیسے پہنچے؟

کہا میں نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دیا اسی نے مجھے یہاں بٹھایا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

خواہش و عمل کا ملاپ

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ جب آدمی صبح کو اٹھتا ہے۔ تو اس کی خواہش اور عمل کا ملاپ ہوتا ہے اگر عمل خواہش کے تابع ہو جائے تو اس کا وہ دن خراب ہو گیا اور اگر خواہش عمل کے تابع ہو جائے تو اس کا وہ دن بہتر ہو گیا۔

کفر چار چیزوں میں

حجاج (بن یوسف ظالم گورنر) کہتا ہے کفر چار کاموں میں ہوتا ہے:
(۱) غصہ میں، (۲) شہوت میں، (۳) شوق میں اور (۴) خوف میں۔
پھر حجاج نے کہا ان میں سے دو تو میں نے خود دیکھی ہیں۔
ایک آدمی نے غصہ میں ماں کو قتل کر ڈالا، دوسرا عشق میں مبتلا ہو کر عیسائی ہو گیا۔

حقیقی جوان

حسن بن علی مطوعی کہتے ہیں کہ ہر انسان کا بت اس کی خواہش ہے اگر وہ اس کی مخالفت کر کے توڑ دے تو پھر وہ جوانی کے نام کا مستحق ہے۔

عبادت کا مزہ

حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تجھے اس وقت تک عبادت کی لذت نصیب نہیں ہو سکتی جب تک تو اپنے اور شہوات کے درمیان لوہے کی دیوار قائم نہیں کر لیتا۔

حضرت ابو بکر وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں غلبہ نفسانیت کی بنیاد شہوات کے قریب جانا ہے جب یہ خواہش نفسانی غالب ہوتی ہے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے، جب دل سیاہ ہوتا ہے تو سینہ تنگ ہو جاتا ہے۔ جب سینہ تنگ ہوتا ہے تو اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ جب اخلاق بگڑتے ہیں تو مخلوق اس سے بغض شروع کر دیتی ہے۔ جب مخلوق اس سے بغض کرتی ہے تو وہ مخلوق سے بغض کرتا ہے اور جب یہ ان سے بغض کرتا ہے تو ان پر ظلم کرتا ہے اور جب ان پر ظلم کرتا ہے تو یہ شیطان مردود بن جاتا ہے۔

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس شخص نے جوانی میں اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پا لیا اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاپے میں فرشتہ بنا دیں گے (یعنی

فرشتوں جیسی عصمت نصیب فرمائیں گے) جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تقویٰ اختیار کیا اور (دنیاء کی لذت حاصل کرنے میں) صبر کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا اجر وثواب ضائع نہیں کرتے۔

باب 3

مجاہدہ ومحاسبہ نفس

نفس غلط خواہشات میں گھرا ہوا ہے اگر اس کو ان سے نہ روکا جائے تو یہ اپنی خواہش کو پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اور غلط آراء، جھوٹی طمع اور عجیب آرزوؤں میں گھر جاتا ہے۔ خصوصا جبکہ جوانی بھی دیوانگی کا ایک حصہ ہے۔

(حدیث) حضرت شداد بن اوس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الکیس من دان نفسہ و عمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا و تمنی علی اللہ.(١٠)

(ترجمہ) سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے، اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہش کی تکمیل میں لگا رہے اور اللہ تعالیٰ (سے جھوٹی)

---

(١٠) حديث ضعيف۔ رواه الترمذي(٢٤٥٩)، وابن ماجه (٤٢٦٠)، وأحمد في المسند (١٦٦٧٤)، والحاكم في المستدرك ٥٧/١، و ٢٥١/٤، كلهم من طريق أبي بكر بن أبي مريم به۔ وتعقبه الذهبي في التلخيص فقال: " لا والله - يعني: ليس على شرط البخاري كما قال الحاكم- ، أبو بكر واه "۔ وقال المُناوي في فيض القدير ٦٨/٥: " قل ابن طاهر: مدار الحديث عليه- يقصد: ابن أبي مريم - وهو ضعيف جدًا "۔ وقال عنه الحافظ ابن حجر في التقريب (٧٩٧٤): " ضعيف، وكان قد سُرِق بيته فاختلط "، توفي سنة (١٥٦) هـ۔

امیدیں قائم کرے۔

شہوت پوری کرنا دوزخی کا کام ہے

(حدیث) حضرت ابن بجیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن آنحضرت ﷺ کو سخت بھوک لگی تو اپنے پیٹ پر پتھر رکھ لیا اور ارشاد فرمایا:

الارب نفس طاعمة فی الدنیا جائعة عارية يوم القيامة، الارب مكرم لنفسه وهولها مهين، الارب مهين لنفسه وهو لها مكرم، الا يارب متخوض متنعم فيما افاء الله على رسوله ماله عند الله من خلاق، الا وان عمل الجنة حزنة بربوة، الا وان عمل النار سهلة بشهوة، الايارب شهوة ساعة اورثت حزنا طويلا.

(ترجمہ) سن لو! دنیا میں بہت سے سیر ہو کر کھانے والے قیامت کے دن بھوکے ننگے ہوں گے۔ سن لو! بہت سے لوگ اپنے نفس کی قدر کرنیوالے ہیں جن کو یہ (قیامت کے دن) رسوا کرے گا۔ سن لو! بہت سے لوگ اپنے نفس کو ذلیل کرنیوالے ہیں جن کی یہ (قیامت کے دن) عزت بڑھانے والا ہے۔ سن لو! بہت سے لوگ اللہ اور اس کے رسول کی عطاء کردہ نعمتوں میں مشغول ہیں ان کے لئے (قیامت میں) اللہ کے پاس کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ سن لو! جنت کا عمل اونچے سخت پہاڑ پر چڑھنے (کی طرح مشکل) ہے، سن لو! دوزخ کا عمل ہموار زمین پر آسانی سے کود جانے کی طرح ہے۔ خبردار! ایک گھڑی کی شہوت طویل زمانہ تک غمگین (اور عذاب میں مبتلا) کردینے والی ہے۔

اصل پہلوان

(حدیث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس الشدید من غلب الناس ولکن الشدید من غلب نفسه. (۱۱)

(ترجمہ) وہ آدمی پہلوان نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان تو وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب آجائے۔

بڑا جہاد

(حدیث) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے واپس ہوئے تو مجاہدین سے فرمایا:

قدمتم خیر مقدم وقدمتم من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر، قالوا ما الجهاد الاکبر یارسول الله؟ قال مجاهدة العبد هواه. (۱۲)

(ترجمہ) تمہارا آنا مبارک ہے، تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی

---

(۱۱) حديث صحيح۔ رواه العسكري في الأمثال، كما ذكر السيوطي في جمع الجوامع ۱/۶۷۸۔ قلت: والحديث متفق عليه بلفظ : "ليس الشديد بالصُّرعة، إنما الشديد الذي يملك نفسه عند الغضب"۔ انظر صحيح البخاري (۶۱۱۴)، مسلم (۲۶۰۹)۔

(۱۲) حديث ضعيف۔ عزاه السيوطي في الجامع الصغير (۴:۵۱۱) للخطيب البغدادي في تاريخه، وعزاه المُناوي في فيض القدير ۴/۵۱۱ للديلمي، والبيهقي في كتاب الزهد قال: وهو محلد لطيف۔ ثم قال: "وقال - أي: البيهقي-: إسناده ضعيف۔ وتبعه العراقي - أي على تضعيف الحديث"۔ وضعّفه الألباني في ضعيف الجامع (۴۰۸۰)۔

طرف آئے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ بڑا جہاد کونسا ہے؟ فرمایا انسان کا اپنی خواہشات نفسانی سے جہاد کرنا۔

مجاہدہ نفس بڑا جہاد کیوں ہے؟

مجاہدہ نفس بڑا جہاد اس لئے ہے کہ نفس محبوب چیز ہے اور یہ جس چیز کی رغبت کرے وہ بھی محبوب ہوتی ہے اور یہ اسی کی دعوت دیتا ہے جس کی خواہش کرتا ہے اور اس طرح سے نفس کی مخالفت مکروہ کام میں بھی محبوب ہوتی ہے اور جب یہ کسی محبوب چیز کی طرف بلائے تو پھر محبوب کیوں نہ ہوگی۔

اور جب حالت اس کے مخالف ہو اور محبوب جس چیز کو پسند کر رہا ہے اس کی مخالفت مشکل اور بڑا جہاد کیوں نہ ہوگی۔ بخلاف کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے کیونکہ طبیعتیں دشمنوں سے برسر پیکار ہونے پر تیار ہو جاتی ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ

(ترجمہ) تم اللہ کی راہ میں ایسے جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ (الحج:۷۸)

اس مذکورہ ارشاد کی تفسیر میں حضرت امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس جہاد سے مراد نفس اور خواہش سے مقابلہ کا جہاد ہے۔

حضرت عمرؓ کی نصیحت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم اپنے آپ کا محاسبہ کیا کرو پہلے اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے نفسوں کا وزن کیا کرو پہلے اس کے کہ تمہارا (قیامت میں) وزن کیا جائے (اور کوئی عظمت نہ ہو) کیونکہ آج کا حساب کر

لینا آسان ہے قیامت کے دن حساب دینے سے۔ اور خو کو بڑی پیشی کے لئے سنوار لو جس دن تم پیش کیے جاؤ گے تمہاری کوئی غلطی تم سے پوشیدہ نہیں رہے گی۔ (۱۳)

مؤمن دنیا میں قیدی ہے

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں مؤمنین کی جماعت ایسی ہے جس کو قرآن پاک نے قابو کر رکھا ہے ان کی ہلاکت کے سامنے ان کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔ بلاشبہ مؤمن دنیا میں قیدی ہے اپنی گردن کو (دوزخ سے) آزاد کرانے کی کوشش میں ہے وہ کسی چیز سے بے خطر نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ اس کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو جائے۔ وہ تو (دنیا میں) یہی جانتا ہے کہ اس کی سماعت، بصارت، زبان اور اعضاء سے حساب ہوگا (اسی لئے وہ ان کو گناہوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

(فائدہ) حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آدمی اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے نفس کا اس طرح سے حساب نہ کرے جس طرح سے کوئی اپنے شریک سے حساب کرتا ہے۔

انگلی آگ پر

سلمہ بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کا ایک غلام حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا کرتا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ان کی رات میں اکثر عبادت دعا کی ہوتی

---

(۱۳) رواه الحافظ ابن كثير في مسند الفاروق ٦١٨/٢ من طريق أبي بكر بن أبي الدنيا بإسناده، وعزاه السيوطي في الدرالمنثور ٢٦١/٦ لابن المبارك في الزهد، وذكره الإمام الترمذي في جامعه عقب حديث (٢٤٥٩) حيث قال: يروى عن عمر بن الخطاب ... فذكره۔ قال الحافظ ابن كثير عقبه: "أثر مشهور، وفيه انقطاع، وثابت بن الحجاج هذا جزري، تابعي صغير، لم يدرك عُمر، ولم يَرْوِ عنه سوى جعفر بن برقان"۔

تھی یہ ایک چراغ کے پاس آتے اور اپنی انگلی اس پر رکھ دیتے اور فرماتے:

''حس'' پھر فرماتے اے حنیف! تمہیں کس نے ابھارا تھا کہ تو نے فلاں دن یہ جرم کیا۔ تمہیں کس نے ابھارا تھا کہ تم نے فلاں دن یہ جرم کیا۔

یہ قدم طواف کے قابل کہاں؟

حضرت وہب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کعبہ کا طواف کر رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی:

''اے پروردگار! ساری لذتیں رخصت ہوگئیں اب تو مشقت ہی مشقت رہ گئی، اے پروردگار! آپ کی ذات پاک ہے آپ سب مہربانوں سے بڑے مہربان ہیں، اے پروردگار! آگ کی سزا کے مالک!

تو اس کی ساتھی عورت نے کہا اے بہن! تو آج اپنے پروردگار کے گھر میں داخل ہوئی ہے (تو ایسی مایوسی کی بات کیوں کرتی ہے)؟ اس نے اپنے قدموں کی طرف اشارہ کر کے کہا اللہ کی قسم! میں ان قدموں کو اپنے پروردگار عزوجل کے گھر کے گرد طواف کی اہل ہی نہیں سمجھتی۔ میں ان کو اس کا اہل کیسے سمجھ لوں کہ اپنے پروردگار کے گھر میں ان کے ساتھ طواف کروں مجھے پتہ ہے کہ یہ کہاں کہاں چلے ہیں اور کیوں چلے ہیں۔

ایک سال تک نہ سوئے

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ایک رات ایسے سوئے کہ تہجد کے لئے نہ جاگ سکے پھر وہ ایک سال تک اپنے نفس کو سزا دینے کے لئے جاگتے رہے۔

بہترین لمحہ

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص طویل زمانہ تک عبادت میں مصروف رہا، پھر اس کو ایک ضرورت پیش آئی تو اس نے ہفتہ کے دن کے ستر روزے رکھے، ہر ہفتہ کے دن میں گیارہ کھجور کھاتا تھا اور اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرتا تھا لیکن اس کی حاجت پوری نہ کی گئی۔ اور اس نے اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہا یہ خواہش تیری طرف سے ظاہر ہوئی تھی اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو تیری یہ ضرورت پوری ہوتی۔

چنانچہ اسی وقت اس کے پاس ایک فرشتہ ظاہر ہوا اور کہا:

''اے انسان تیرا یہ لمحہ تیری اس ساری عبادت سے بہتر ہے'' اور اللہ تعالیٰ نے تیری یہ ضرورت بھی پوری کر دی ہے۔

افضل الاعمال

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر اعمال وہ ہیں جن کے عمل کرنے پر نفس کو مجبور کیا جائے۔

حور کا مہر

علی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں ایک عورت دیکھی جو دنیا کی عورتوں جیسی نہیں تھی۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟

کہا (جنت کی) حور ہوں۔

میں نے کہا کہ تم میرے ساتھ شادی کرو گی؟

کہا میرے آقا (اللہ تعالیٰ) کو میرے ساتھ نکاح کا پیغام دو۔

میں نے پوچھا تمہارا مہر کیا ہے؟

کہا تمہارا نفس کو مرغوبات سے باز رکھنا۔

نفس کا قیدی

حضرت ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس پر اس کا نفس حاوی ہو جائے وہ شہوات کا اسیر ہو جاتا ہے اور خواہشات نفس کی جیل میں قید ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر فوائد کے نزول کو حرام کر دیتے ہیں اس طرح سے وہ اللہ کے کلام سے نہ لذت پا سکتا ہے نہ اس پر عمل کر سکتا ہے اگرچہ اس کا مذاکرہ اس کی زبان پر کثرت سے ہو۔

حسین و جمیل لونڈی اور عمر بن عبدالعزیزؒ کی کنارہ کشی

ہیثم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ (عبدالملک بن مروان بادشاہ کی بیٹی فاطمہ) کی ایک نہایت حسین و جمیل لونڈی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفۃ المسلمین بننے سے پہلے اس کو بہت پسند کرتے تھے۔ آپ نے اس کو اپنی اہلیہ سے طلب کیا اور اس کا حرص کیا تو اہلیہ محترمہ نے اس کا انکار کر دیا اور غیرت کھائی لیکن یہ لونڈی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دل میں گھر کئے رہی۔ جب آپ مسند نشین خلافت ہوئے تو فاطمہ نے لونڈی کو سنورنے کا حکم کیا تو اس نے بناؤ سنگھار کیا اور اس کے حسن و جمال کا سورج طلوع ہونے لگا۔ پھر فاطمہ اس لونڈی کو لے کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اے امیر المومنین! آپ میری فلاں لونڈی کو پسند کرتے تھے اور مانگتے تھے اور میں انکار کرتی تھی۔ آج میرے دل نے اس کو منظور کر لیا ہے یہ آپ کے حوالہ ہے جب فاطمہ نے یہ کہا تو آپ کے چہرہ سے خوشی جھلکنے لگی پھر فرمایا اسے میرے پاس بھیج دو۔ جب وہ حاضر ہوئی اور آپ نے اس کی طرف نظر اٹھائی تو شگفتگی کی حد نہ رہی۔ پھر اس کو فرمایا اپنے کپڑے اتار دے جب وہ اتارنے لگی تو آپ نے فرمایا رک جا۔

اور بیٹھ کر مجھے یہ بتا کہ تو کس کی ملکیت میں تھی اور فاطمہ کے پاس کیسے آئی؟

لونڈی نے کہا کہ حجاج بن یوسف نے اپنے مالیات کا کام کرنے والے ایک شخص کو مقروض کر دیا یہ شخص کوفہ کا مالدار تھا اور یہ اس شخص کی لونڈی تھی۔ حجاج نے مجھے اور ایک غلام اور کچھ مال وصول کر کے معاملہ صاف کیا اور حجاج نے مجھے (خلیفہ وقت) عبدالملک بن مروان کے پاس بھیج دیا اس وقت میں بچی تھی اور عبدالملک نے مجھے اپنی بیٹی فاطمہ کو ہدیہ کر دیا۔

آپ نے پوچھا تو اس مقروض شخص کا کیا بنا؟

کہا وہ فوت ہو چکا ہے۔

آپ نے فرمایا اس کی کوئی اولاد بھی ہے؟

کہا جی ہاں

فرمایا ان کا کیا حال ہے؟

کہا بہت برا حال ہے

آپ نے فرمایا

تو اپنے کپڑے پہنے رکھ۔

پھر آپ نے اپنے ایک ذمہ دار افسر عبدالحمید کو حکم نامہ لکھا کہ فلاں بن فلاں شخص کو خط کے ذریعہ میرے پاس بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا حجاج نے تمہارے والد کو جتنا مقروض کیا مجھے بتلاؤ؟ تو اس نے سب کا سب بیان کیا، پھر آپ اس لونڈی کو اس لڑکے کے سپرد کیا اور فرمایا تم اس سے صحبت نہ کرنا ہو سکتا ہے تیرے والد نے اس سے صحبت کی ہو۔ تو لڑکے نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ آپ کی خدمت میں میں ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے کہا چلو آپ اس کو مجھ سے خرید لیں۔ آپ نے فرمایا (اگر میں نے ایسا کر لیا) تو ان حضرات میں سے نہیں ہو سکوں گا جنہوں نے اپنی نفس پر قابو پایا۔ جب

وہ جوان لونڈی کو لے کر جانے لگا تو لونڈی نے کہا اے امیر المومنین ! آپ کی وہ محبت کہاں گئی (جس کی وجہ سے مجھے اپنی بیوی سے بطور ہدیہ کے مانگا کرتے تھے آپ نے فرمایا وہ تو ابھی تک موجود ہے بلکہ بڑھ گئی ہے۔

چنانچہ وہ لونڈی آپ کے نفس میں رہی حتیٰ کہ آپ وفات پا گئے (لیکن خواہش نفس کو قابو کیا اور خواہش نفس کو پورا نہ کیا)۔

(فائدہ) کافروں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ میں جو قیدی گرفتار ہوں ان کے مردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں باندیاں کہتے ہیں ان غلاموں اور لونڈیوں کے بہت سے مسائل آزاد انسانوں سے کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ ان لونڈیوں کا ایک حکم یہ ہے کہ ان سے نکاح کرنا بھی جائز ہے اور بغیر نکاح کے بھی صحبت جائز ہے مگر صحبت کی اجازت یا تو ان کو خرید کر مالک بننے کی وجہ سے ہوتی ہے یا ہبہ اور ہدیہ کی وجہ سے۔

چنانچہ مذکورہ واقعہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس ان کی اہلیہ کا اپنی لونڈی کو ہدیہ میں پیش کرنا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا اہلیہ سے ہدیہ میں اس کو طلب کرنا اور کپڑوں کے اتارنے کا حکم دینا پھر خود صحبت کرنے کی بجائے اس کے پہلے مالک کے لڑکے کو ہدیہ کر دینا اور اپنی ملکیت سے خارج کر دینا اور اس کو لونڈی سے صحبت کرنے سے منع کرنا کہ شاید اس کے باپ نے اس سے صحبت کی ہو۔ یہ سب شریعت اسلام کے مطابق ہے۔

لونڈی سے یہ سلوک اس کی سزا کی وجہ سے ہے کہ یہ دشمنان اسلام سے مل کر اسلام کی مخالفت اور جنگ کرنے میں شریک ہوئی تھی۔ اگر یہ اسلام سے امن مانگ لیتے جنگ نہ کرتے یا جزیہ دیتے یا مسلمان ہو جاتے تو اسلام ان کی بھی ویسی ہی عزت کرتا ہے جیسے آزاد مسلمانوں کی کرتا ہے۔ تفصیل فقہ اور جہاد کی کتابوں میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ (اضافہ از امداد اللہ انور)

(خلیفہ) ابو جعفر (منصور) جب مکہ شریف کو روانہ ہوا تو اس نے کچھ بڑھئی

روانہ کیے اور حکم دیا کہ تم سفیان ثوریؒ کو دیکھو تو اس کو سولی پر چڑھا دینا۔ چنانچہ بڑھئی آگے بڑھے اور (سولی چڑھانے کیلئے) لکڑیاں گاڑ دیں اور حضرت سفیان ثوریؒ کو آواز لگائی گئی۔ اس وقت آپ کا سر مبارک حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں اور پاؤں حضرت سفیان بن عیینہؒ کی گود میں تھے۔ ان حضرات نے آپ سے فرمایا اے ابو عبداللہ! اللہ سے ڈرو ہم پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو (یعنی اپنی حفاظت کرلو اور کہیں روپوش ہو جاؤ) تو آپ نے کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر فرمایا (اے اللہ) اگر ابو جعفر مکہ میں داخل ہو جائے تو میں اس سے بری ہوں (یعنی اے اللہ آپ اس کی حفاظت نہ کریں بلکہ موت دیدیں) چنانچہ یہ (ظالم) مکہ میں داخل ہونے سے پہلے فوت ہوگیا۔ جب حضرت سفیان کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے کچھ نہ فرمایا۔

نصیحت

اے بھائی خواہش نفس کی مخالفت کا اثر دیکھ جب اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے قسم اٹھائی تو اس کی عظمت کا اظہار کس طرح سے ہوا۔ اور اللہ کے فرمانبردار کی عظمت اور نافرمان کی ذلت میں فرق کر کے دیکھ۔

عمر بن عبدالعزیزؒ اور منکر نکیر

میں نے سنا ہے کہ جب حضرت عمر (بن عبدالعزیزؒ) کے پاس (قبر میں سوال جواب کرنے والے فرشتے) منکر نکیر آئے تو آپ نے ان کے دونوں پلوؤں سے پکڑ کر خود پوچھا کہ تم بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟

اگر انہوں نے خواہشات کو نہ دبایا ہوتا تو منکر نکیر سے اتنی بے باکی کا اظہار نہ کرتے۔

(فائدہ) ایک حکیم کہتا ہے کہ تقویٰ کا ظاہر دنیا کا شرف ہے اور اس کا باطن آخرت کا شرف ہے۔

باب 4

تعریف وترغیب صبر

صبر کی دو قسمیں ہیں (۱) مرغوب ومحبوب چیز سے بچنا (۲) ناپسندیدہ حکم پر عملدرآمد کرنا۔

پس احکام خداوندی پر عمل کرنا بھی صبر ہے اور گناہوں سے رکنا بھی صبر ہے اور استعمال صبر پر وہ شخص قدرت رکھتا ہے جس کو خواہش نفسانی کے عیب اور صبر کے بہتر نتیجہ کا علم ہو اس وقت اس کو صبر کرنا آسان ہو جائے گا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک حسین وجمیل عورت دو مردوں کے سامنے سے گزری جب نگاہ نے اس کو دیکھنا چاہا تو ایک نے تو اپنے نفس کا مجاہدہ کرتے ہوئے نظر جھکالی اور وہ لمحہ گذر گیا اور بھول گیا۔ دوسرے شخص نے اس پر نظر ٹکا دی اپنا دل اس سے لگالیا اور اس کی یہ ایک نظر اس کے لئے فتنہ اور بے دین ہونے کا سبب بن گئی۔

پس معلوم ہوا کہ گناہوں سے توبہ کی طرف توجہ کی بجائے گناہوں سے بچنا زیادہ آسان ہے۔

حضرت حارث محاسبیؒ فرماتے ہیں:

> کہ ہر چیز کا ایک جوہر ہوتا ہے انسان کا جوہر عقل ہے اور عقل کا جوہر صبر ہے۔

باب 5

گمراہی کے فتنوں سے دل کی نجات

دل حقیقتِ تخلیق میں تمام آفات سے محفوظ ہوتا ہے حواس خمسہ باہر سے اس کو اطلاعات پہنچاتے ہیں اور ورقہ دل پر نقش کرتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان تمام راستوں کی خوب حفاظت کی جائے جن سے فتنوں کا خوف ہو۔ اگر یہ دل کسی دوسری چیز سے متعلق ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے جو اس کو اپنی تعظیم کے لئے اور مصالح میں فکر کے لئے پیدا کیا تھا اس سے محروم ہو جائے گا اور کسی ایسے فتنہ میں پڑ جائے گا جو اس کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔ (۱۳)

(حدیث) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

الا وان في الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهي القلب. (مسند احمد)۔ (۱۴)

(ترجمہ) سن لو انسان میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست رہے تو سارا بدن

---

(۱۳) انظر إغاثة اللهفان ۱/ ۲۴-۲۶۔

(۱٤) هو جزء من حديث: الحلال بيّن والحرام بيّن ....، رواه: البخاري (٥٢)، ومسلم (١٥٩٩)، وأبو داود (٣٣٢٩)، والترمذي (١٢٠٥)؛ والنسائي ٣٢٧/٧، وابن ماجه (٣٩٨٤)، والدارمي (٢٥٣١)، وأحمد في المسند (٢٦٤/٤، ٢٦٧، ٢٦٩، ٢٧٠، ٢٧١)، والبيهقي في سننه الكبرى ٦٤/٥، وأبو نعيم في حلية الأولياء ٢٧٠/٤ و ٣٣٦ و ١٠٥/٥، وابن حبّان في صحيحه (٢٩٧)۔

درست رہتا ہے۔ اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم بیمار ہو جاتا ہے اور یہ (لوتھڑا) دل ہے۔

(فائدہ) جسمانی طور پر بھی دل کو صحت کی مرکزیت حاصل ہے اور شرعی طور پر بھی اس لئے اس کو دونوں طرح کی خرابیوں سے بچایا جائے ورنہ معاملہ بڑا خطرناک ہے۔ .... (مترجم)

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک عورت دیہات میں رہا کرتی تھی۔ میں نے اس سے سنا وہ کہتی تھی:

اگر مومنوں کے دل اپنے فکر کے ساتھ آخرت کے مخفی انعامات کا مطالعہ کر لیں تو ان پر دنیا کا عیش بدمزہ ہو جائے اور دنیا میں ان کی آنکھ کبھی ٹھنڈی نہ ہو۔

حضرت ابوالخیر تیناتیؒ فرماتے ہیں دنیا کی محبت کے اسیر دل پر حرام ہے وہ آخرت کی مخفی راحتوں کی سیر نہیں کرسکتا۔

باب 6

دل کیسے زنگ آلود ہوتا ہے؟

(حدیث) حضرت ابو ہریرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان المومن اذا اذنب کانت نکتہ سوداء فی قلبہ، فان تاب ونزع واستغفر صقل قلبہ، وان زاد زادت حتی تعلو قلبہ فذلک الران الذی ذکر اللہ عزوجل فی کتابہ (کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون) (المطففین). (ترمذی شریف)

(ترجمہ) جب کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے اگر اس نے توبہ کر لی اور گناہ سے باز آ گیا اور استغفار کیا تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر اور گناہ کیا تو وہ سیاہ نکتہ اس کے دل پر پھیل جاتا ہے یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے (ہرگز نہیں بلکہ ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں ان (کے گناہوں کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں)۔(۱۵)

---

(۱۵) حديث حسن۔ رواه الترمذي (۳۳۳٤)، والنسائي منه الكبرى، كما في تحفة الأشرف ۹/۴٤۳۔ وفي عمل اليوم والليلة (۳۱۸، وابن ماجه (٤۲٤٤)، وأحمد في المسند (۷۸۹۲)، والحاكم في المستدرك ۲/۵۱۷، وابن جرير الطبري في تفسيره جامع البيان ۳۰/۹۸، وابن حبان في صحيحه (۹۳۰) و (۲۷۸۷)، وعزاه السيوطي في الدرالمنثور ۶/۵۳۹ لعبد بن حميد، وابن المنذر، وابن مردويه، والبيهقي في شعب الإيمان۔

(فائدہ) حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں "جسم کی بیماری تکالیف سے ہوتی ہے اور دلوں کی بیماری گناہوں سے"۔ تو جس طرح جسم کو بیماری کی موجودگی میں کھانے کی لذت حاصل نہیں ہوتی اسی طرح گناہوں کی موجودگی میں دل کو عبادت کی لذت نصیب نہیں ہوتی۔

باب 7

دل سے زنگ ہٹانے والا

(حدیث) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان هذه القلوب تصدا كما يصد الحديد قيل يا رسول الله فما جلاؤها؟ قال تلاوة القرآن.(١٦)

(ترجمہ) یہ دل زنگ آلود ہوتے ہیں جس طرح سے لوہا زنگ آلود ہوتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان کو روشن کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں دل کی دوا پانچ چیزیں ہیں:

(۱) قرآن پاک کو فکر کے ساتھ پڑھنا (۲) پیٹ کو خالی رکھنا (حرام کھانے سے اور زیادہ کھانے سے (۳) رات کو تہجد پڑھنا (۴) سحری کے وقت اللہ کے سامنے انکساری اور عاجزی سے گڑگڑانا (۵) نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا۔

---

(١٦) حديث موضوع۔ آفته عبد الرحيم بن هارون، وهو الغسّاني الواسطي۔ قال الدارقطني: متروك يكذب، وساق له ابن عَدِيّ عدّة أحاديث استنكرها۔ وقال الذهبي بعد أن ذكر الحديث "رواه حفص بن غياث عن عبدالعزيز قال: قال رسول الله ﷺ ... فذكره منقطعًا"۔ يقصد بذلك أن عبدالرحيم بالإضافة إلى شدة ضعفه قد خولف في إسناد الحديث۔ انظر: ميزان الاعتدال ٦٠٧/٢۔

باب 8

اصلاح دل کی دعا

(حدیث) حضرت عبداللہ بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ

ان قلوب بنی آدم کلها بین اصبعین من اصابع الرحمن تبارک و تعالٰی کقلب واحد یصرفها کیف یشاء ،ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم" اللهم مصرف القلوب اصرف قلوبنا الی طاعتک.

(مسلم شریف)

(ترجمہ) تمام انسانوں کے دل اللہ تبارک و تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے ایک دل ہو اس کو جیسے چاہے پھیر دے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اللهم مصرف القلوب اصرف قلوبنا الی طاعتک

اے اللہ دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی عبادت کی طرف پھیر دے

حضرت احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ دل گردش کرنے والے ہیں یا تو عرش کے گرد گردش کرتے اور گھومتے ہیں یا گھاس کی طرح بے قیمت دنیاوی عیش و آرام کے لئے گھومتے ہیں۔(۱۷)

---

(۱۷) ذکره الذهبي في السِّيَر ۴۸۸/۱۱۔

باب 9

دل کے اندر سے نصیحت کرنے والا

(حدیث) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ضرب الله مثلا صراطا مستقيما وعلى جنبي الصراط سوران فيهما ابواب مفتحه و على الابواب ستور رخاة وعلى باب الصراط داع يقول - يا ايها الناس ادخلوا الصراط جميعا ولا تعرجوا وداع يدعو من جوف الصراط فاذا اراد (يعني العبد) ان يفتح شيئا من تلك الابواب قال ويحك لا تفتحه فانك ان تفتحه تلجه والصراط الاسلام والسوران حدود الله والابواب المفتحة محارم الله وذلك الداعي على راس الصراط كتاب الله والداعي من فوق واعظ الله في قلب كل مسلم.

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال بیان فرمائی جس کے دونوں طرف دو فصیلیں ہیں ان میں کھلے ہوئے دروازے ہیں اور دروازوں پر لٹکے ہوئے پردے ہیں اور صراط کے دروازہ پر ایک شخص دعوت دے رہا ہے کہ اے لوگو! تم سب کے سب اس صراط (راستہ) پر چلو ادھر ادھر نہ بھٹکو اور ایک پکارنے والا صراط کے اندر پکار رہا ہے۔ چنانچہ جب انسان ان دروازوں میں سے کسی دروازہ کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے تجھ پر افسوس ہے اس کو مت کھول اگر تو نے اس کو کھولا تو اس میں مبتلا ہو جائے گا۔

یہ صراط (سے مراد) اسلام ہے اور دو فصیلوں سے مراد اللہ کی حد بندیاں ہیں اور کھلے ہوئے دروازے اللہ کے محرمات ہیں اور وہ پکارنے والا جو صراط کے سرے پر ہے قرآن پاک ہے اور وہ پکارنے والا جو اس کے اوپر سے دعوت دے رہا ہے ہر مسلمان کے دل میں اللہ کی طرف سے نصیحت کرنے والا ہے۔ (۱۸)

---

(۱۸) حديث حسن۔ رواه الترمذي (۲۸۵۹) بمعناه، وأحمد في المسند (۱۷۱۸۲)، والحاكم في المستدرك ۱/۷۳-۷۴، وعزاه المناوي في الفيض ۴/۲۵۴ للطبراني۔ قال الترمذي: حديث غريب، وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولا أعرف له علّة، ولم يخرجاه، ووافقه الذهبي۔

باب 10

صرف اللہ کی محبت چاہئے

حضرت ابوسلیمان دارانیؒ

حضرت احمد بن ابی الحواری فرماتے ہیں کہ محمود نے حضرت ابوسلیمان (دارانی) سے سوال کیا کونسا عمل ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ کے مقرب بننے کا؟ تو حضرت سلیمان رو پڑے، پھر فرمایا میرے جیسے سے اتنا عظیم سوال پوچھا جارہا ہے (پھر فرمایا) سب سے زیادہ پسندیدہ عمل جس کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے یہ ہے کہ

اللہ تمہارے دل کی طرف متوجہ ہوں تو تیری حالت یہ ہو کہ تو دنیا اور آخرت میں صرف اسی (اللہ) کا طلب گار ہو۔

(فائدہ) یہ طلب کامل اتباع شریعت سے حاصل ہوتی ہے جو آنحضرتؐ کی معرفت مسلمانوں کو عطا کی گئی ہے اس پر عمل کئے بغیر جو لوگ محبت الٰہی کا دعویٰ کرتے ہیں وہ گمراہی میں پھر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ

حضرت سہل فرماتے ہیں جس نے قریب سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا اس کے دل سے اللہ کے سوا ہر شے دور ہوگئی اور جس نے اس کی خوشنودی چاہی اللہ تعالیٰ اس کو راضی فرمائیں گے اور جو شخص اپنے دل کی غیر اللہ سے حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کی نگرانی کریں گے (اور ان کو گناہ کرنے سے بچائیں گے)۔

حضرت محمد بن الفضلؒ

حضرت ابراہیم خواص (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں مجھ سے حضرت محمد بن الفضل نے ذکر کیا کہ

میں نے چالیس سال تک غیر اللہ کے لئے ایک قدم بھی نہیں اٹھایا اور چالیس سال تک کسی چیز کو دیکھ کر پسند نہیں کیا اللہ تعالیٰ سے حیا کی وجہ سے۔

حضرت ضیغمؒ

حضرت ضیغمؒ نے حضرت کلابؒ سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی محبت نے اپنے عاشقوں کے دلوں کو غیر کی محبت کی لذت سے ناآشنا کر دیا ہے ان کیلئے دنیا میں اللہ کی محبت کے سامنے کسی شے کی محبت ہمسری نہیں کر سکتی اور ان حضرات کی آخرت میں انعامات کے حصول میں سب سے بڑی تمنا اور خواہش اپنے محبوب اللہ تعالیٰ کا دیدار ہی ہوگا تو حضرت کلاب یہ بات سن کر بے ہوش ہو گئے۔

حضرت ابوبکر الہلالیؒ

حضرت ابوبکر الہلالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر کے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میں نے اس درخت کو جب بھی ایک نظر سے دیکھا تو اس نے میرے سر کو ملامت کی مجھے کہا کہاں جاتا ہے تو ہمارے سامنے ہو کر بھی ہمارے غیر کو دیکھتا ہے۔

حضرت ابراہیم جبلیؒ

حضرت ابراہیم جبلی رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے وطن واپس لوٹ کر آئے تو اپنی چچا زاد سے نکاح کیا تو اس سے حد درجہ محبت میں لگ گئے ایک لحظہ کے لئے بھی اس سے جدا نہ ہوتے تھے یہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات کو سوچا کہ میرا میلان اور محبت تو اس کے ساتھ بہت بڑھ گیا ہے یہ تو بہت برا ہے جب میں قیامت میں پیش کیا جاؤں اور وہ میرے دل میں رچ بس گئی ہو۔

چنانچہ یہ سوچ کر میں نے غسل کیا اور دو رکعات ادا کیں اور بارگاہ الہٰی میں عرض کیا اے میرے مالک میرے دل کو بہتر حالت میں پھیر دے چنانچہ جب صبح ہوئی تو اس (میری بیوی) کو بخار ہو گیا اور تیسرے دن انتقال کر گئی اور میں نے اسی وقت ننگے پاؤں مکہ شریف جانے کا تہیہ کر لیا۔

حضرت احمد بن خضرویہؒ

حضرت احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا:

''سر'' کی ماسوی اللہ کی طرف التفات سے حفاظت کرنا

حضرت ابوبکر شبلیؒ

فرمان الٰہی: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

(ترجمہ) اے نبی آپ مومنوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ (النور-۳)

کے متعلق حضرت شبلی سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا سر کی آنکھوں کی حفاظت ان کاموں سے ہے جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور دل کی آنکھوں کی

حفاظت اللہ کے سوا سے ہے۔

حضرت ابن سمنونؒ

حضرت ابن سمنون رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک مجلس میں فرمار ہے تھے کیا تو نے آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی نہیں سنا:

ان الملائكة لا تدخل بيتا فيه صورة او تمثال.

(ترجمہ) جس گھر میں تصویر یا بت ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

پس جب جس گھر میں تصویر یا بت کی وجہ سے فرشتے داخل نہ ہوں تو اس دل کو مشاہدہ خداوندی کیسے ہوسکتا ہے جس میں انسانی کدورتیں بھری ہوئی ہوں۔

حضرت رقیہ عابدہؒ

مُوصِل کی نیک خاتون حضرت رقیہؒ فرماتی ہیں میں اپنے پروردگار سے شدید محبت کرتی ہوں اگر وہ مجھے دوزخ میں جانے کا حکم کرے تو اس کی محبت کی موجودگی میں آگ بھی مجھ پر اثر نہ کرے، اور اگر وہ مجھے جنت میں جانے کا حکم کرے تو اس کی محبت کی موجودگی میں جنت کی کوئی لذت محسوس نہ ہو کیونکہ پروردگار کی محبت مجھ پر بہت غالب ہے۔

دنیا کی محبت چھوڑ کر اللہ کی محبت کے متعلق حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کا ایک شعر ہے۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

باب 11

حفاظت نگاہ

اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے یہ بات یاد رکھو کہ نگاہ دل کو خبر دینے کی جاسوس ہے جو دل کی طرف دیکھی ہوئی خبریں نقل کرتی رہتی ہے اور ان کی صورتیں اس میں نقش کرتی رہتی ہے اس طرح سے انسانی فکر آخرت کے مفید امور سے ہٹ کر بے کار (بلکہ نقصان دہ) کاموں میں مصروف کر دیتی ہے چونکہ نگاہ کی آزادی دل میں فتنوں کو جنم دیتی ہے اس لئے شریعت نے آپ کو ان کاموں میں جو فتنہ اور گنا کا سبب بنیں ان سے نگاہ کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے اگر تو شریعت کے احکام کے مطابق نگاہ کی حفاظت نہ کرے گا تو یہ تجھے ایسی تکالیف میں مبتلا کرے گی جن کا عذاب تو سہتا رہے گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ.

(ترجمہ) آپ مومن مردوں کو حکم دے دیں کہ وہ اپنی نگاہیں جھکائے رکھیں۔ اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں (یعنی گناہ کی جگہوں میں ان کی حفاظت کریں)۔ (النور: ۳۰-۳۱)

اس حکم کے بعد اللہ تعالیٰ نے بدنظری کے نتیجہ سے بھی منع کرتے ہوئے فرمایا:

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ــ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

(ترجمہ) مرد بھی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور عورتیں

بھی اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ (نور: ۳۰-۳۱)

اچانک نگاہ پڑ جانا

(حدیث) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے اچانک نگاہ پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اصرف بصرک (۱۹) اپنی نگاہ ہٹا لے۔

چھ چیزوں کی حفاظت سے جنت ملے گی

(حدیث) حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جناب رسول ﷺ سے ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا:

اکفلوا لی بست اکفل لکم بالجنة اذا حدث احدکم فلا یکذب واذا اؤتمن فلا یخن واذا وعد فلا یخلف وغضوا ابصارکم وکفوا ایدیکم واحفظوا فروجکم. (۲۰)

---

(۱۹) رواه الإمام مسلم (۲۱۵۹)، وأبو داود (۲۱٤۸)، والترمذي (۲۷۷٦)، والنسائي في كتاب عشرة النساء من سننه الكبرى، كما في تحفة الأشراف ۲/٤۳٤، والدارمي (۲٦٤۳)، وأحمد في المسند (۱۸٦۷۹-۱۸۷۰۰)، وأبو داود الطيالسي في مسنده (٦۷۲)، والحاكم في المستدرك ۳۹٦/۲، والبيهقي في سننه الكبرى ۷/۹۰ وفي شعب الإيمان ٤/۳٦۳-۳٦٤، والطبراني في المعجم الكبير ۲/۳۸٤، وابن حبان في صحيحه (۵۵۷۱)۔

(۲۰) ذكره السيوطي في الجامع الصغير ۲/۹۵ بلفظ: اكفلوا لي ست خصال أكفل لكم الجنة: الصلاة، والزكاة، والأمانة، والفرج، والبطن، واللسان. وعزاه للطبراني في الأوسط. وكذلك الهيثمي في مجمع الزوائد ۲۹۳/۱، وزاد المناوي في فيض القدير ۲/۹۵ وكذا الهيثمي في مجمع الزوائد ۳۰۱/۱۰ نسبه له في المعجم الصغير. قال الهيثمي في المجمع=

(ترجمہ) تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں (۱) جب تم میں سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولے (۲) اور جب اس کو امانت دی جائے تو خیانت نہ کرے (۳) اور جب وعدہ کرے خلاف نہ کرے (۴) اور اپنی نگاہوں کی (ممنوعات سے) حفاظت کرو (۵) اپنے ہاتھوں کو (غلط کاموں سے) روکے رکھو (۶) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔

حضرت معروف کرخیؒ

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنی نگاہوں کی حفاظت کرو اگرچہ مادہ بکری سے بھی کیوں نہ ہو۔

حضرت ذوالنون مصریؒ

ابوعصمت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا ان کے سامنے ایک خوبصورت جوان بھی تھا آپ اس کو کچھ لکھوا رہے تھے اور ایک حسن و جمال کی ملکہ سامنے سے گذری اور وہ جوان نظریں چرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا حضرت ذوالنون مصریؒ تاڑ گئے اور اس کی گردن پھیر کر یہ شعر کہا۔

دع المصوغات من ماء وطين
واشغل هواک بحور خرد عين

= ۲۹۳/۱ بعدما عزاه للطبراني: " وقال: لا يروى عن أبي هريرة إلّا بهذا الإسناد، قلت - أي الهيثمي -: وإسناده حسن "۔ بينما قال في المجمع ۳۰۱/۱۰: " وفيه يحيى بن حمّاد الطائي، ولم أعرفه، وبقيّة رجاله ثقات "۔ ونقل المناوي عن المنذري قوله: إسناده لا بأس به۔

(ترجمہ) پانی اور مٹی سے بنی عورتوں کو چھوڑ
اور اپنے عشق و خواہش کو اس حور کا متوالا بنا جو کنواری ہے موٹی
آنکھوں والی ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ

حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:
اپنی نگاہ کو اللہ کی محبت میں مصروف کردو اور جس آنکھ کے ذریعہ تم نے اللہ عزوجل کا دیدار کرنا ہے اس کو غیر اللہ سے بند کردو ورنہ اللہ کی نظروں سے گر جاؤ گے۔
اسی مضمون میں حکیم العصر حضرت شیخ المشائخ مولانا حکیم محمد اختر خلیفہ مجاز حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا بہترین شعر ہے ؎

اختر اللہ کا وہی منظور نظر ہوتا ہے
دنیا میں حسینوں کا جو ناظر نہیں ہوتا

باب 12

فضول دیکھنے کی مذمت

(حدیث) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تتبع النظرة فان لک الاولی ولیست لک الآخرة. (۲۱)

(ترجمہ) (نامحرم پر اچانک نظر پڑ جانے کے بعد اس کو) دوبارہ نہ دیکھ کیوں کہ پہلی نظر اچانک پڑ جائے تو معاف ہے دوسری بار (جان بوجھ کر) دیکھنا معاف نہیں (بلکہ حرام ہے)

حضرت داوٗد طائیؒ

ایک شخص نے حضرت داوٗد طائیؒ سے عرض کیا کاش کہ آپ کسی کو حکم فرماتے کہ آپ کے حجرے میں جو لکڑی کے جالے بنے ہوئے ہیں وہ صاف کر دیئے جاتے۔

آپ نے فرمایا:

---

(۲۱) حديث حسن بشواهده۔ رواه الدارمي (۲۷۰۹)، وأحمد في المسند (۱۳۶۹)، وفي إسناده ابن إسحاق: صدوق مُدَلِّس، وقد عنعنه، لكن يشهد له حديث بريدة الآتي برقم (۲۷۲)۔ * قال ابن القيم في روضة المحبين ص ۱۱۲-۱۱۳: "ونظرة الفجأة هي النظرة الأولى التي تقع بغير قصد من الناظر، فما لم يتعمده القلب عليه، فإذا نظر الثانية تعمدًا أثم، فأمره النبي ﷺ عند نظرة الفجأة أن يصرف بصره، ولا يستديم النظر،=

تمہیں پتہ نہیں فضول دیکھنا مکروہ ہے۔

پھر فرمایا مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ ان کے گھر میں تیس سال تک علیہ نامی خاتون رہتی رہی مگر آپ کو اس کا بھی علم نہ ہوا۔

حضرت حسان بن ابی سنانؒ

حضرت حسان بن ابی سنانؒ ایک مرتبہ عید کے روز باہر چلے گئے جب گھر واپس ہوئے تو ان کی اہلیہ نے پوچھا آج آپ نے کتنی حسین عورتیں دیکھیں؟ جب اس نے بار بار یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا تو تباہ ہو جائے میں جب سے تیرے پاس سے گیا ہوں تیرے پاس لوٹنے تک اپنے انگوٹھے کو ہی دیکھتا رہا (نظر کی حفاظت کرتے ہوئے تاکہ نظر فضول اور گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے)۔

= فإن استدامته كتكريره"۔ * وقال الحافظ ابن حبيب العامري في كتابه (أحكام النظر إلى المحرمات وما فيه من الآفات) ص ٤٥: " هذا خطابه لعليّ رضي الله عنه مع عِلمه بكمال زهده وورعه وعفّة باطنه وصيانة ظاهره يُحذّره من النظر، ويؤمنه من الخطر، لئلا يدّعي الأمن كل بطال، ويغتر بالعصمة والأمن من الفتنة، ولا يأمن مكر الله إلا القوم الخاسرون"۔

باب 13

نظر کے فتنوں سے حفاظت

آنکھ زنا کرتی ہے

(حدیث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

العینان تزنیان وزناهما النظر. (۲۲)

(ترجمہ) آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا کرنا (نامحرموں کو) دیکھنا ہے۔

زہر آلود تیر

(حدیث) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یا علی اتق النظرة بعد النظرة فانها سهم مسموم یورث الشهوة فی القلب. (۲۳)

---

(۲۲) رواه بهذا اللفظ الإمام أحمد في المسند (۸۳۲۱)۔

(۲۳) حديث ضعيف، فيه: - أبو شيبة: عبدالرحمن بن إسحاق الواسطي، قال عنه في الميزان ۲/۵٤۸: "صاحبُ النعمان بن سعد: ضعّفوه۔ قال أبو طالب: سألت أحمد بن حنبل عنه، فقال: ليس بشيء، منكر الحديث ...
وروى عبد الله عن أبيه: .. له مناكير، وليس هو في الحديث بذاك۔ وعن يحيى بن معين: ضعيف۔ وقال مرة: متروك، وقال البخاري: فيه نظر، =

(ترجمہ) اے علیؓ (نامحرم کو) ایک بار (اچانک) دیکھنے کے بعد (دوبارہ قصداً) مت دیکھ کیونکہ یہ زہر آلود تیر ہے جو دل میں شہوت کو بھڑکاتا ہے۔

ابلیس کا تیر

(حدیث) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نظر الرجل الی محاسن المراة سهم مسموم من سهام ابليس. (۲۴)

(ترجمہ) مرد کا عورت کے محاسن کو دیکھنا ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔

حفاظت نظر میں مبالغہ

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ربیع بن خثیم اپنی نگاہیں بند رکھتے تھے ایک مرتبہ ان کے پاس سے چند عورتیں گذریں تو انہوں نے اسی طرح سے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ تو عورتوں نے یہی سمجھا کہ یہ نابینا ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ

= وقال النسائي وغيره: ضعيف "۔ وقال عنه ابن حجر في التقريب (۳۷۹۹): " ضعيف "۔ - النعمان بن سعد الأنصاري الكوفي۔ قال في الميزان ٤: ٢٦٥: " أحد الضعفاء "۔ وقال الحافظ ابن حجر في التقريب (٧١٥٦): " مقبول "، أي: إذا تُوبع، وإلّا فليّن الحديث، ولم يُتابع۔

(٢٤) حديث واهٍ بمرة إن لم يكن موضوعًا، فيه:- عبدالعزيز بن عبدالرحمن البالسي الجزري القُرشي، اتهمه الإمام أحمد، وضرب على حديثه۔ وقال ابن حبان: لا يحل الاحتجاج به بحال، وقال النسائي وغيره: ليس بثقة۔ ميزان الاعتدال ٢: ٦٣١۔- خصيف بن عبدالرحمن الجزري، قال عنه في التقريب (١٧١٨) " صدوق سيّء الحفظ، خلط بأخره ورمي بالإرجاء"۔

سے اندھے پن سے پناہ مانگی۔

شیطان تین جگہ پر

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کی تین جگہوں پر ہوتا ہے۔ اس کی آنکھ میں، اس کے دل میں اور اس کی شرم گاہ میں اور عورت کے بھی تین جگہ پر ہوتا ہے اس کی نگاہ میں اس کے دل میں اور سرین میں۔

خیانتی آنکھیں اللہ کی نگاہ میں

فرمان خداوندی:

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ

اللہ تعالیٰ خیانتی آنکھوں کو جانتا ہے۔ (المؤمن:۱۹)

مذکورہ ارشاد خداوندی کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص کچھ لوگوں میں بیٹھا ہوتا ہے اس کے پاس سے ایک عورت گزرتی ہے یہ شخص ان لوگوں کو یہ دکھلا رہا ہوتا ہے کہ وہ اس عورت کو نہیں دیکھ رہا لیکن جب وہ ان کو اپنی طرف سے غافل پاتا ہے تو اس کو دیکھ لیتا ہے اور اگر ان کے تاڑ جانے کا خوف کرتا ہے تو اپنی نگاہ کو پھیر لیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے دل کو جانتی ہے کہ وہ اس عورت کو دیکھنے کی چاہت میں مصروف ہے۔

کاش کہ میں اندھا ہوتا

حضرت عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں بینا ہوتا مجھے وہ لمحہ نہیں بھولا جب میں نے جوانی میں ایک مرتبہ (کسی غیر عورت کو) دیکھ لیا تھا۔

عورت کے پیچھے پیچھے مت چل

حضرت سلیمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ
اے بیٹے شیر اور سانپ کے پیچھے چاہے تو چل لے مگر عورت کے پیچھے مت چلنا۔

نظر کی آزادی

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں جس نے اپنی نظر کو آزاد چھوڑا (اس کی محرمات سے حفاظت نہ کی) تو اس کے غم طویل ہو گئے۔

عورت کے کپڑے بھی مت دیکھ

حضرت علاء بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
اپنی نگاہ کو عورت کی چادر پر بھی مت ڈال کیونکہ نگاہ دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے۔

باب 14

بے ریش لڑکوں کی طرف دیکھنے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت

اللہ تمہیں توفیق بخشے یہ جان لو کہ یہ مسئلہ بہت خطرناک ہے بہت سے لوگ اس سے بچنے سے بے فکر ہیں۔ حالانکہ شیطان کو جہاں سے ممکن ہو انسان پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتا ہے اور جہاں تک اس کا بس چلے انسان کو فتنوں میں مبتلا کر دیتا ہے کیونکہ وہ شروع شروع میں انسان کے پاس آ کر زنا کرنے کی خوبیاں نہیں جتلاتا بلکہ نظر کرنے کو اچھا جتلاتا ہے۔ عالم اور عابد اپنی نظروں کو اجنبی عورتوں سے تو محفوظ کر لیتے ہیں کیونکہ ان کی صحبت اور اختلاط عام طور پر ان کو حاصل نہیں ہوتا جبکہ لڑکوں کا ان سے اختلاط ہوتا رہتا ہے اس لئے ان کو لڑکوں کے فتنہ سے بہت بچتے رہنا چاہئے کیونکہ بہت سے قدم یہاں پھسل چکے ہیں اور بہت سے لوگوں کے عزم ٹوٹ چکے ہیں ایسے افراد بہت کم ہیں جو اس فتنہ کے قریب رہ کر کے محفوظ رہے ہوں۔

(حدیث) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تجالسوا ابناء الملوک فان الانفس تشتاق الیھم مالا تشتاق الی الجواری العواتق.(۲۵)

(۲۵) حديث منكر وقد ذكره ابن الجوزي أيضًا في تلبيس إبليس ص ۳۳٦۔ وفيه: أبان بن أبي عياش البصري العبدي، قال في التقريب (۱٤۲): "متروك"۔ وقد تقدمت ترجمة ضيافية له أوّل الكتاب، وانظر تهذيب التهذيب ۱/۹۷-۱۰۱۔

(ترجمہ) تم شہزادوں اور (امیرزادوں) کے پاس نہ بیٹھا کرو کیونکہ نفس ان کے دیکھنے کی اتنی خواہش رکھتے ہیں کہ اتنی خوبصورت لونڈیوں کے دیکھنے کی بھی نہیں رکھتے۔

(حدیث) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نهى رسول الله ﷺ ان يحد الرجل النظر الى الغلام الامرد. (۲۶)

(ترجمہ) آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ انسان کسی بے ریش لڑکے کی طرف بغور نگاہ ڈالے۔

(فائدہ) حضرت حسن بن ذکوانؒ فرماتے کہ تم امیروں کی اولاد کے ساتھ مت بیٹھا کرو ان کی اولاد کی شکلیں عورتوں کی شکلوں کی طرح خوبصورت ہوتی ہیں یہ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں (کیونکہ ان کے پاس بیٹھنے) کو معیوب نہیں سمجھا جاتا اس لئے گناہ میں مبتلا ہونے کے خطرات زیادہ ہیں بخلاف عورتوں کے، ان کے اختلاط اور دیکھنے سے عموماً مسلمان آدمی بچتا ہے اور اس کے فتنوں میں مبتلا نہیں ہوتا (لیکن یہ آج سے ہزار سال پہلے کے زمانے کی بات ہے اب تو دونوں سے اپنی نظر و اختلاط کی حفاظت نہیں کی جاتی اور یہ دونوں اس وقت معاشرہ میں سب سے بڑا فتنہ ہیں)۔...........(مترجم)

امام احمد بن صالحؒ کی احتیاط

احادیث کے حافظ، عالم علل الحدیث، واقف اختلاف الحدیث حضرت احمد بن

---

(۲۶) حديث ضعيف، رواه ابن عدي في الكامل ۹٦/۷ وانظر روضة المحبين ص ۱۲۱۔ وتلبيس إبليس ص ۳۳٦۔ وفيه: بقية بن الوليد مدلّس، وقد عنعنه، والوازع هو ابن نافع العقيلي الجزري: ضعيف، انظر لسان الميزان ۲۱۳/٦۔

صالح ابو جعفر مصری رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد میں تشریف لائے اور حفاظ حدیث کے پاس بیٹھنے لگے اور ان کے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان مذاکرات حدیث جاری رہے حضرت امام احمد بن حنبلؒ ان کا تذکرہ بھی کرتے تھے اور ان کی تعریف بھی کرتے تھے۔ ان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے شرف تلمذ حاصل کیا تھا اور ان سے احادیث روایت کی تھیں۔

یہ حضرت احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ صرف داڑھی والوں کو احادیث پڑھاتے تھے ان کی مجلس درس میں کوئی بے ریش لڑکا داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ جب حضرت امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ سجستانی اپنا بیٹا ان کے پاس لے گئے تاکہ وہ بھی ان سے حدیث کی سماعت کرلے جبکہ وہ ابھی بے ریش تھے تو حضرت احمد بن صالحؒ نے امام ابوداودؒ کے سامنے ان کے بیٹے کو اپنی مجلس میں بٹھلانے سے انکار کردیا۔ تو امام ابوداود نے فرمایا اگرچہ یہ بے ریش ہے لیکن تمام داڑھی والوں سے زیادہ حافظ الحدیث ہے آپ جو چاہیں اس سے امتحان لے سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ان کا امتحان لیا تو انہوں نے سب سوالات کا جواب دیدیا تو انہوں نے ان کو درس حدیث میں شامل کرلیا لیکن اور کسی امرد (بے ریش) کو احادیث نہیں سنائیں (ان کا بے ریش لڑکوں کو احادیث نہ سنانا خود کو بے ریش لڑکوں کے فتنہ سے دور رکھنا تھا)۔

امام مالک کی احتیاط

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سماع حدیث کیلئے بے ریش لڑکوں کو اپنی مجلس میں بیٹھنے سے منع کرتے تھے۔ ہشام بن عمار رحمۃ اللہ علیہ حیلہ کرکے لوگوں کے مجمع میں چھپ کر بیٹھ گئے اس وقت وہ بے ریش تھے اور امام مالکؒ سے سولہ حدیثیں سن لیں۔ امام مالکؒ کو جب اس کی خبر دی گئی تو انہوں نے ان کو بلایا اور سولہ درے مارے۔ حضرت ہشامؒ فرماتے ہیں کاش کہ میں (ان سے) سو حدیثیں سنتا اور وہ مجھے سو درے مارتے۔

حضرت یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل

حضرت امام یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بے ریش نے میرے پاس آنے کی طمع نہیں کی اور نہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے راستہ میں آنے کی طمع کی (یعنی یہ دونوں اکابر حدیث بھی بے ریش کو اپنی صحبت میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے)۔

اسلاف امت کا طرز عمل

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت امام احمد بن حنبل کی خدمت میں آیا اس کے ساتھ ایک حسین چہرہ والا لڑکا بھی تھا۔

آپ نے اس شخص سے پوچھا یہ کون لڑکا ہے؟

عرض کیا یہ میرا بیٹا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو دوبارہ اپنے ساتھ نہ لانا۔

جب وہ شخص چلا گیا تو امام صاحبؒ سے محمد بن عبدالرحمٰن محدث نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اس شخص کی مدد کرے وہ پاکدامن تھا اور اس کا بیٹا (بے ریش لڑکا) اس سے افضل تھا۔ حضرت امام احمدؒ نے فرمایا ہم نے جس مقصد کا ارادہ کیا ہے اس کو ان کا پاکدامن ہونا نہیں روکتا۔ ہم نے شیوخ اساتذہ کو اسی طرز عمل پر دیکھا اور انہوں نے ہمیں اپنے اسلاف سے اسی کا پتہ دیا ہے۔ (۲۷)

تیس ابدالوں کی نصیحت

حضرت شیخ فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایسے تیس شیوخ کے پاس رہا ہوں۔ جن کو ابدال (کے درجہ کا ولی) کہا جاتا تھا۔ ان سب نے مجھے اپنے سے

---

(۲۷) انظر: تلبیس ابلیس ص ۳۳۷۔

رخصت ہوتے وقت نصیحت فرمائی کہ تم بے ریش لڑکوں کی صحبت وغیرہ سے بچتے رہنا۔(۲۸)

چالیس برس تک آسمان کی طرف نگاہ نہ اٹھانے والے بزرگ کا عمل

حضرت امام یحییٰ بن معینؒ کے شاگرد محمد بن حسین نے چالیس سال سے آسمان کی طرف نگاہ نہ اٹھائی۔ حضرت محمد بن احمد بن ابی القاسمؒ فرماتے ہیں کہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے ہمارے ساتھ ایک نوعمر لڑکا بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا تم میرے سامنے سے اٹھ جاؤ اور میری پشت کے پیچھے بیٹھو۔(۲۹)

ایک بزرگ کی دعا

حضرت عبدالوہاب بن افلح رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ خوبصورت لڑکا دیکھا تو فوراً ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے۔ عرض کیا

> اے الٰہی! یہ ایک گناہ ہے میں اس سے آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور اس سے آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ آپ بھی مجھ پر وہی پہلے والا فضل فرما دیں جس کو قدیم اور جدید وقت میں (یعنی ہمیشہ سے) ملاحظہ کرتا ہوں۔

تین قسم کے لواطت کرنے والے

حضرت ابوسہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عنقریب اس امت میں ایک قوم ہوگی جن کو لونڈے باز کہا جائے گا ان کی تین قسمیں ہوں گی (۱) ایک قسم صرف

---

(۲۸) انظر: تلبیس إبلیس لابن الجوزي، ص ۳۳۷۔

(۲۹) انظر: تلبیس إبلیس ص ۳۳۸۔

(حسین لڑکوں کو) دیکھنے والی ہوگی (۲) دوسری قسم ان سے ملاقات کرے گی مصافحہ کرے گی (۳) تیسری قسم یہ گھناؤنا فعل کرے گی۔

اولاد کی حفاظت

حضرت ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنی اولاد کی برے دوستوں سے حفاظت کرو پہلے اس کے کہ تم ان کو گناہ میں مبتلا کردو (کیونکہ) سب سے پہلے بچوں میں خرابی ان کے آپس میں شروع ہوتی ہے۔

باب 15

لڑکوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے والے

لڑکوں کے فتنہ میں بھی بڑے بڑے مبتلا ہوئے ہیں مثال کے طور پر ایک دو واقعات ذکر کئے جاتے ہیں۔

حکایت نمبر ا:

مامون الرشید (بادشاہ) نے (قاضی یحیٰی بن اکثمؒ کو دیکھا وہ اس کے ایک خادم کو دیکھ رہا ہے تو اس نے خادم سے کہا جب میں اٹھ جاؤں تو تم اس کے پاس چلے جانا میں ابھی وضو کے لئے اٹھوں گا اور اس (قاضی صاحب) کو کہہ جاؤں گا کہ آپ یہیں پر تشریف رکھیں۔ یہ جو کچھ بھی تمہیں کہے مجھے بتانا۔ پھر مامون اٹھ گیا اور یحیٰی کو بیٹھے رہنے کا کہہ گیا اور خادم کو اٹھتے ہوئے آنکھ سے اشارہ کر گیا۔

(تو اس خادم کو) یحیٰی بن اکثم نے کہا کہ اگر تم (حسین) لوگ نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔ تو اس خادم نے جا کر مامون کو اس کی خبر کی۔ تو مامون نے اس خادم کو کہا کہ تم اس کے پاس جاؤ اور کہو جب ہدایت تمہارے پاس آ چکی تو کیا ہم نے تمہیں اس سے روک رکھا ہے؟ بلکہ تم خود ہی مجرم ہو۔

تو خادم اس کے پاس گیا اور اس کو یہ جواب سنایا تو انہوں نے شرم کے مارے آنکھیں بند کر لیں اور ایسی حالت ہوئی کہ وہ گھبراہٹ میں مر جاتے۔

پھر مامون الرشید یہ شعر پڑھتے ہوئے سامنے آیا۔

متی تصلح الدنیا ویصلح اهلها
وقاضی قضاة المسلمین یلوط

اٹھو اور چلے جاؤ

اللہ سے ڈرو اور اپنی نیت کو درست کر لو۔

(فائدہ) یہ اور اس طرح کی حکایات حضرت قاضی صاحبؒ کی طرف غلط منسوب ہیں امام ابن کثیرؒ اور علامہ ذہبیؒ نے ان کے متعلق پوری صفائی بیان فرمائی ہے۔ تفصیل کے لئے اس کتاب کا حاشیہ (۳۰) دیکھیں۔ (امداد اللہ)

حکایت نمبر۲:۔

حضرت عبداللہ بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بڑے درجہ کے صوفیاء میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے گلی میں ایک لڑکا دیکھا اور اس کی چاہت میں مبتلا ہو گئے اور اس کی محبت میں عقل بھی کھو بیٹھے۔ یہ اس لڑکے کے راستہ میں جا بیٹھتے تھے اور اس کو آتے جاتے وقت دیکھا کرتے تھے۔ ان کی یہ مصیبت طویل ہوگئی اور چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گئے یہاں تک کہ وہ ایک قدم چلنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے تھے۔

حضرت ابوحمزہ صوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک دن ان کی عیادت کرنے کو گیا اور پوچھا:

اے ابومحمد! تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی؟ تم اس مصیبت میں کیسے پھنس گئے جو میں دیکھ رہا ہوں؟

فرمایا: کچھ وجوہات ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ مجھ سے امتحان لے رہے ہیں

---

(۳۰) هو يحيى بن أكثم بن محمد، قاضي القضاة، الفقيه العلّامة، أبو محمد التميمي المَروزي، ثم البغدادي، ولد في خلافة المهدي، وكان من أئمة الاجتهاد، وله تصانيف، منها كتاب " التنبيه "۔ قال عنه طلحة بن محمد الشاهد: كان واسع العلم بالفقه، كثير الأدب، حسن المعارضة، قائمًا بكل مُعْضلة۔ غَلب على المأمون، حتى لم يتقدمه عنده أحد مع براعة المأمون في العلم، وكانت الوزراء لا تُبرم شيئًا حتى تُراجع يحيى۔ ولّاه المأمون قضاء بغداد وهو ابن عشرين۔ وكان يُحِبّ المزاح، وهو ضعيف في الحديث، حتى رماه ابن معين بالكذب، وقال ابن راهويه: ذاك =

میں اس امتحان میں ثابت قدم نہیں رہ سکا اور اس کے برداشت کرنے کی بھی مجھ میں ہمت نہیں تھی۔ بہت سے گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کو انسان معمولی سمجھتا ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑے ہوتے ہیں۔ (۳۰)

حقیقت یہ ہے کہ جو حرام کی طرف دیکھتا ہے اس کے امراض (یعنی گناہ) بڑھ جاتے ہیں۔ پھر وہ رو دیے۔ میں نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں؟

فرمایا: میں ڈر رہا ہوں کہ دوزخ میں میری بدبختی طویل نہ ہو جائے۔

پھر میں ان کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا اور جو میں نے ان کی حالت دیکھی اس پر مجھے ترس آ رہا تھا۔

حکایت نمبر۱۳:

حضرت محمد بن داؤد (۳۱) اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن جامع (۳۲) صیدلانی

=الدّجّال، وقال علي بن الجنيد: يسرق الحديث۔ وأما ما سيذكره المصنف من قصص له مع المُردان، فقد قال الذهبي: كان عبثه بالمرد أيام الشبيبة، فلما شاخ أقبل على شأنه، وبقيت الشناعة، وكان أعور، وقال أيضًا: ودعابة يحيى مع المرد أمرٌ مشهور، وبعض ذلك لا يثبت، وكان ذلك قبل أن يشيخ، عفا الله عنه وعنّا. السير ١٢/١٠-١٦۔ قلت: قال مُحقِّق السير ١٢/١٠-١١: "وما إخال أن هذه الأخبار تصح عن قاضٍ كبير كيحيى بن أكثم الذي كان إمامًا من أئمة الاجتهاد، مما دفع الخليفة المأمون - وهو من هو علمًا ومعرفة - لأن يولّيه قضاء بغداد، ولا سيما أن هذه الأخبار وردت عمّن لا يُحتجّ بهم ... وقد قال الحافظ ابن كثير في البداية والنهاية ٣١٦/١٠: كان يحيى بن أكثم هذا من أئمة، وعلماء الناس ومن المعظمين للفقة والحديث واتباع الأثر"۔

(۳۱) هو محمد بن داود بن علي الظاهري، أبوبكر، قال عنه الذهبي: العلّامة، البارع، ذوالفنون، كان أحد من يُضرب المثل بذكائه، وهو مصنّف كتاب "الزهرة" في الآداب والشعر۔ وله بصر تامّ بالحديث، وبأقوال الصحابة، وكان يجتهد ولا يُقلّد أحدًا۔ وقال ابن حزم: كان ابن داود من أجمل =

کی طرف میلان رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ محمد بن جامع حمام میں داخل ہوئے اپنے رخ کو سنوارا اور آئینہ اٹھا کر اپنا چہرہ دیکھا پھر اس کو ڈھانپ لیا اور محمد بن داؤد کی طرف سوار ہو کر چلے۔ جب انہوں نے محمد بن جامع کو چہرہ ڈھانپے ہوئے دیکھا تو ڈر گئے کہ شاید اس کا چہرہ خراب ہو گیا (یعنی اس کا حسن بگڑ گیا) ہے اور پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے کچھ دیر پہلے اپنے چہرہ کو آئینہ میں دیکھا اور ڈھانپ لیا اور میں نے یہ چاہا کہ آپ سے پہلے اس کو اور کوئی نہ دیکھے چنانچہ آپ یہ سن کر بے ہوش ہو گئے۔ (۳۳)

ابراہیم بن محمد بن عرفہ نفطویہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت محمد بن داؤد اصبہانیؒ

=الناس، وأكرمهم خُلُقًا، وأبلغهم لسانًا، مع الدّين والورع، وكلّ حلة محمودة، حفظ القرآن وله سبع سنين، وذاكر الرجال بالآداب والشعر وله عشر سنين ... توفي سنة (۲۹۷) هـ انظر: السير ۱۰۹/۱۳، وتاريخ بغداد ۲۵٦/۵، وفيات الأعيان ۲۵۹/٤۔

(۳۲) قال الذهبي في السير ۱۱۲/۱۳: كان محمد بن جامع الصيدلاني محبوبَ محمد بن داود۔ وكان يُنفِق على ابن داود، وما عُرِف معشوق يُنفِق على عاشقه سواه ..."۔ قلت: في هذا الكلام تثبيت لما ذكره المصنّف من أن اسمه محمد بن جامع الصيدلاني، ولكن نقل (۱۳/ ۱۱۵-۱۱٦) أن اسمه: وَهْب بن جامع بن وهب العطّار الصيدلاني، وذكر ذلك مكرّرًا۔ ومما قاله (۱۱۵/۱۳): وَهْب بن جامع بن وهب العطار الصيدلاني، صاحب محمد بن داود، كان قد أحبّه، وشُغِف به، حتى مات من حُبّه، ومن أجله صنّف كتاب: الزهرة "۔ وقال (۱۱٦/۱۳): " .. سمعت وهب بن جامع العطّار - صديق ابن داود - قال: دخلت على المتّقي لله، فسألني عن أبي بكر بن داود: هل رأيت منه ما تنكره؟ قلت: لا يا أمير المؤمنين، إلا أني بتّ عنده ليلة، فكان يكشف عن وجهي ثم يقول: اللهم إنك تعلم إنّي لأحبه، وإني لأراقبك فيه "۔

(۳۳) ذكر هذا الذهبي في السير ۱۱٦/۱۳، والصفدي في الوافي بالوفيات ۵۹/۳ باختصار۔

کے پاس اس بیماری کے ایام میں حاضر ہوا جس میں ان کی وفات ہوئی تھی۔

میں نے پوچھا آپ اپنے کو کیسے پاتے ہیں؟

فرمایا: اس کی محبت میں جس نے مجھے اس حالت تک پہنچایا ہے جس کو تم دیکھ رہے ہو۔

میں نے پوچھا پھر آپ کو استمتاع کرنے سے کس چیز نے روکے رکھا حالانکہ آپ اس پر قادر بھی تھے؟ فرمایا وہ نظر جو جائز ہے اس نے مجھے اس حال تک پہنچادیا ہے اور وہ لذت جو ممنوع ہے اس سے مجھے اس حدیث نے روکا ہے جس کو میرے باپ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

من عشق وکتم وعف وصبر غفر اللہ لہ وادخلہ الجنۃ.(۳۴)

(ترجمہ) جس نے عشق کیا پھر اس کو چھپایا (کسی کے سامنے ظاہر نہ کیا نہ محبوب کے سامنے نہ دوسرے لوگوں کے سامنے) اور پاکدامن رہا اور صبر کرتا رہا تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمادیں گے اور اس کو جنت میں داخل کریں گے۔

(فائدہ) کاش کہ یہ حضرت شروع ہی میں اپنی نظر کو بچا کے رکھتے تو اس مہلک مصیبت سے جان چھوٹ جاتی لیکن انہوں نے یہ خیال کیا کہ حرام صرف بدکاری کرنا ہے۔ دیکھنا بدکاری نہیں (اس لئے نظر بازی کے اتنے بڑے فتنہ میں الجھ گئے)۔

---

(٣٤) الحديث لا يصح عن النبي ﷺ، وسياتي تخريجه وتفصيل الكلام فيه عند الباب الثمان والثلاثين۔ والقصة في تاريخ بغداد ٥/٢٦٢، والسير ١٣/١١٢، وروضة المحبين ص ١٣٥۔

باب 16

بدنظری کا گناہ اور اس کی سزا

بدنظری کی اچانک سزا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں خون بہاتے ہوئے حاضر ہوا۔ جناب نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا تیری یہ کیا حالت ہے؟ عرض کیا

میرے پاس سے ایک عورت گزری تھی میں نے اس کی طرف دیکھ لیا۔ اس کے بعد میری آنکھ اس کی تاک میں رہی اور میرے سامنے ایک دیوار آ گئی جس نے مجھے ضرب لگائی اور یہ کر دیا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔

تو جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ اذا اراد بعبد خیرا عجل له عقوبته فی الدنیا.

(ترجمہ) جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خیر خواہی کرنا چاہتے ہیں تو اس کو اس کے گناہ کی) سزا دنیا میں دے دیتے ہیں۔

بغیر اجازت گھر میں جھانکنے والے کا حکم

(حدیث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا:

لو اطلع احد فی بیتک ولم تاذن له فخذفته بحصاته ففقات عینه ما کان علیک جناح. (۳۵)

(ترجمہ) اگر کسی ایسے آدمی نے تیرے گھر میں جھانکا جس کی تو نے اس کو اجازت نہیں دی تھی اور تو نے (اس پر غیرت میں آکر) اس کو پتھر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو (اس کا) تم پر کوئی گناہ (اور سزا) نہ ہوگی۔

لباس کے نیچے کسی عورت کو سوچنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے کسی عورت کے بارہ میں اس کے لباس کے نیچے کے جسم کی حاشیہ آرائی کی (اگر وہ روزہ دار تھا) تو اس نے اپنا روزہ خراب کردیا (اگر روزہ دار نہ تھا تو بھی خطرناک گناہ کیا)۔

اندھا ہوگیا

حضرت عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک اجنبی عورت کو دیکھا جس کے حسن نے مجھے حیران کردیا (تو اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے) مجھے اندھا کردیا میرا گمان ہے کہ یہ اسی دیکھنے کی سزا ہے۔

قرآن پاک بھول گیا

ابوعبداللہ بن الجلاء کہتے ہیں کہ میں کھڑے ہو کر ایک حسین صورت عیسائی لڑکے کو دیکھ رہا تھا تو میرے پاس سے حضرت ابوعبداللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ گزرے اور

---

(۳۵) رواه البخاري (٦٨٨٨) و (٦٩٠٢)، ومسلم (٢١٥٨)، وأبو داود (٥١٧٢)، والنسائي (٤٨٦١)، وأحمد في المسند (٥١٧٢، ٧٢٧١، ٨٧٧١، ٩٠٩٦، ٩٢٤١، ١٠٤٤٥)۔

پوچھا تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

میں نے عرض کیا اے چچا! آپ کا کیا خیال ہے کہ (یہ حسین) صورت (کافر ہونے کی وجہ سے) دوزخ میں جلائی جائے گی؟

تو انہوں نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا تم اس (بدنظری کا) وبال دیکھو گے اگر چہ کچھ مدت بعد۔

چنانچہ ابن الجلاء فرماتے ہیں میں نے اس کا وبال چالیس (۴۰) سال بعد دیکھا کہ مجھے قرآن پاک بھلا دیا گیا۔

غیب کا تھپڑ

حضرت ابو یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نہر جوری فرماتے ہیں میں نے طواف کرتے ہوئے یک چشم (ایک آنکھ والے) ایک آدمی کو دیکھا جو طواف کے دوران یہ کہہ رہا تھا۔

اعوذبک منک.

(ترجمہ) میں آپ سے آپ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔

میں نے اس سے پوچھا یہ کیا دعا ہے جو تم مانگ رہے ہو؟

اس نے کہا میں پچاس سال سے (حرم مکہ کا) مجاور ہوں میں نے ایک دن ایک شخص کو دیکھا اور اس کو خوبصورت سمجھا تو اچانک ایک تھپڑ میری آنکھ پر آکر لگا جس نے میری آنکھ میرے گال پر بہادی۔ تو میں نے آہ بھری تو دوسرا تھپڑ رسید ہوا اور کسی کہنے والے نے کہا ''اگر تم پھر آہ نکالو گے تو ہم اور لگائیں گے۔''

منہ کالا ہو گیا۔ (عجیب حکایت)

ابو عمرو بن علوان کہتے ہیں کہ میں کسی کام کو رحبہ بازار میں گیا تو مجھے ایک جنازہ نظر آیا تو میں اس کے پیچھے پیچھے چل نکلا تاکہ اس کی نماز جنازہ میں شرکت کروں تو

میں دیگر لوگوں کے ساتھ رہا یہاں تک کہ میت کو دفن کر دیا گیا پھر اچانک میری نگاہ بلا ارادہ ایک حسین چہرہ عورت پر جا پڑی تو میں نے آنکھیں بھینچ لیں اور انا للہ وانا الیہ راجعون. پڑھا، استغفار کیا اور اپنے گھر لوٹ آیا۔ تو مجھے ایک بڑھیا نے کہا اے میرے آقا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں آپ کا منہ کالا دیکھ رہی ہوں؟ تو میں نے آئینہ اٹھا کر دیکھا تو واقعی میرا منہ کالا ہو چکا تھا۔ پھر میں نے اپنا خیال دوڑایا کہ یہ کالک مجھے کہاں سے لگی ہے تو مجھے وہ ایک مرتبہ کی بدنگاہی یاد آئی تو میں نے خلوت میں جا کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور چالیس (۴۰) دن تک کی مہلت طلب کی۔ پھر میرے دل میں آیا کہ اپنے شیخ حضرت جنید (بغدادی رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت کروں چنانچہ میں بغداد کو روانہ ہو گیا تو جب میں اس حجرہ کے قریب آیا جس میں وہ قیام پذیر تھے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے (بطور کشف) مجھے فرمایا اے ابوعمرو! آجاؤ تم گناہ تو رحبہ بازار میں کرتے ہو اور اپنے پروردگار سے معافی مانگنے بغداد میں آتے ہو۔

سیاہ داغ

حضرت ابوالحسن واعظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضرت ابونصر حبیب النجار واعظ رحمۃ اللہ علیہ بصرہ میں انتقال کر گئے تو ان کو خواب میں دیکھا گیا کہ ان کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی ٹکیہ کی طرح ہے لیکن ان کے چہرہ پر ایک سیاہ داغ ہے۔ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا اس نے پوچھا اے حبیب! کیا بات ہے میں آپ کے چہرہ پر یہ سیاہ داغ دیکھ رہا ہوں یہ کیوں ہے؟ فرمایا:

> ایک مرتبہ میں بنی عبس کے محلہ میں بصرہ سے میں گزر رہا تھا میں نے ایک بے ریش لڑکا دیکھا جس نے ایک باریک کپڑا زیب تن کر رکھا تھا اور اس سے اس کا بدن لہلہا رہا تھا میں نے اس کو دیکھ لیا۔ پھر جب میں اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوا تو آپ

نے مجھے فرمایا اے حبیب! میں نے عرض کیا لبیک فرمایا اس آگ کو عبور کرو تو میں نے عبور کیا اس سے مجھے آگ کی ایک لپٹ جھلسا گئی تو میں نے فریاد کرتے ہوئے کہا ''اوہ'' تو مجھے ندا فرمائی یہ ایک لپٹ اس ایک لحہ کے بدلہ میں ہے اگر تم اور زیادہ ملوث ہوتے تو ہم بھی تمہیں اور زیادہ سزا دیتے (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی امان میں رکھے)۔

باب 17

خود کو بدنظری کی سزا دینے والے حضرات

بلا ارادہ نظر پڑنے سے اپنی آنکھ نکال دی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے لئے بارش کی دعا کرنے چلے تو ان کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ آپ کے ساتھ کسی خطا کار کے لئے بارش نہیں برسے گی تو انہوں نے لوگوں کو اس کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ جو لوگ گناہ گار ہوں وہ سب چلے جائیں سب لوگ چلے گئے مگر ایک شخص نہ گیا اس شخص کی داہنی آنکھ نہیں تھی اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم کیوں نہیں گئے؟

> عرض کیا اے روح اللہ! میں نے ایک پلک جھپکنے کی دیر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی ایک مرتبہ میں نے آنکھ پھیری! اور اپنی اس آنکھ سے ایک عورت کے قدم پر نگاہ پڑ گئی تھی حالانکہ اس کو دیکھنے کا میرا ارادہ نہیں تھا مگر میں نے اس آنکھ کو بھی باہر نکال دیا اور اگر میں اس کو بائیں آنکھ سے دیکھتا تو اس کو بھی نکال دیتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رو پڑے حتیٰ کہ ان کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر ارشاد فرمایا۔ تم دعا کرو کیونکہ تم مجھ سے زیادہ دعا کرنے کے مستحق ہو کیونکہ میں تو نبی ہونے کی وجہ سے معصوم ہوں اور تم اس کے بغیر گناہ سے محفوظ ہو۔ چنانچہ وہ شخص آگے بڑھا اور اپنے ہاتھ اٹھادیئے اور عرض کیا:

اللھم انک خلقتنا وقد علمت ما نعمل من قبل ان تخلقنا فلم یمنعک ذلک ان تخلقنا فلما خلقتنا وتکفلت بارز اقنا فارسل السماء علینا مدرارا.

(ترجمہ) اے اللہ! آپ نے ہمیں پیدا فرمایا حالانکہ آپ ہمیں پیدا کرنے سے پہلے خوب جانتے تھے کہ ہم کیا عمل کریں گے لیکن پھر بھی ان اعمال نے ہمیں پیدا کرنے سے نہیں روکا تو جس طرح سے آپ نے ہمیں "اپنی مرضی" سے پیدا فرمایا اور ہماری روزیوں کا کفیل ہوا "اسی طرح سے" ہم پر بارش کو بھی خوب برسادے۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں حضرت عیسیٰ کی جان ہے اس شخص کے منہ سے ابھی کلمہ "دعا" پورا بھی نہ نکلا تھا کہ بارش نے اپنی تنابیں ڈھیلی کردیں اور دیہاتیوں اور شہریوں کو سیراب کردیا۔

(فائدہ) اس طرح کا ایک واقعہ کچھ تغیر کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک امتی کی طرف بھی منسوب ہے تفصیل کے لئے ہماری کتاب کرامات اولیاء ملاحظہ فرمائیں۔(امداد اللہ انور)

اعتراض

اگر کوئی یہ کہے کہ اس شخص نے اپنی آنکھ نکال کر گناہ کا ارتکاب کیا ہے یہ کونسی نیکی ہے جس کا وسیلہ پکڑا جائے؟

جواب

اگر یہ بات درست ہو کہ اس نے اس وجہ سے اپنی آنکھ نکال دی تھی تو یہ ان کی

شریعت میں جائز ہوگا (کیونکہ ان کی شریعتوں کے احکام بہت سخت ہوتے تھے اور ان کی عزیمت کے کام بھی اسی طرح سے سخت ہی ہوں گے اس وجہ سے اس بزرگ نے ایسا عمل کیا ہوگا ورنہ کبھی بھی گناہ نہ کرنے والا شخص یہ گناہ کیسے کرسکتا ہے؟) لیکن اب یہ ہماری شریعت محمدیہ میں حرام ہے۔

عذاب دینے والی چیز کیوں دیکھیں

حضرت غزوان رحمۃ اللہ علیہ کسی جنگ میں شریک تھے ان کے سامنے ایک لڑکی آ گئی آپ نے اس کو دیکھ لیا پھر اپنا ہاتھ اٹھا کر اپنی آنکھ کو ایک چپت لگائی کہ وہ لڑکی (بھی خوف کے مارے) بھاگ گئی اور انہوں نے اپنی آنکھ کو مخاطب کر کے فرمایا:

(کہ خبردار) تو اس چیز کو دیکھتی ہے جو تجھے (آخرت میں) مصیبت میں ڈال دے گی۔

رو رو کر آنکھیں کھو بیٹھے

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک عبادت خانہ تھا اس میں عابدوں کی ایک جماعت رہا کرتی تھی اور یہ ایک عید کے موقع پر جمع ہوا کرتے تھے چنانچہ وہ ایک دن عید میں شرکت کے لئے نکلے۔ ان عابدین میں سے ایک نے ایک نیک عبادت گذار خاتون کو دیکھا تو اپنی نظر کو اس پر ٹکا دیا جب اس خاتون نے اس کو دیکھا تو بغیر اس خیال کے کہ وہ اس کو چاہتا ہے یہ کہا ''پاک ہے وہ ذات جس نے آنکھوں کو روشن کیا اور وہ دیکھنے کے قابل ہوئیں لیکن وہ حرام کردہ اشیاء کو دیکھنے میں مصروف ہوگئیں (یہ سنتے ہی) وہ عابد منہ کے بل سجدہ میں جا پڑا اور یہ کہنا شروع کردیا کہ

اے میرے اللہ میں نے جو (یہ غلط) نگاہ ڈالی ہے اس کی سزا

میں میری بینائی سلب نہ کرنا۔ مجھے آپ کی عزت کی قسم میں اس کو اب کے بعد اتنا رلاؤں گا جتنی اس میں رونے کی طاقت ہے چاہے یہ ختم ہو جائے۔ پھر وہ روتا رہا حتیٰ کہ نابینا ہو گیا۔

باب 18

نظر کے فتنہ سے حفاظت کے لئے بینائی چھین لینے کی دعا کرنے والے

حکایت:

حضرت یوسف بن یونس بن حماس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے ایک عورت گزری اور ان کے دل میں اتر گئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی (کہ ان کی بینائی چھین لے) چنانچہ ان کی بینائی جاتی رہی۔ اس کے بعد یہ ایک زمانہ تک اسی حالت میں مسجد تک آتے رہے کہ کوئی شخص ان کو مسجد تک لے جاتا اور لے آتا تھا۔ پھر ان کے دل میں کچھ تحریک سی پیدا ہوئی جب کہ ان کو واپس لے جانے والا آدمی وہاں سے چلا گیا تھا اور ان کو ایسا کوئی شخص نہ ملا جو ان کو ان کے گھر تک چھوڑ جائے۔ تو یہ مسجد سے نکلے اور اللہ تعالیٰ سے بینائی کی واپسی کی دعا مانگی۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی درست کردی پھر وہ اپنے انتقال تک تمام عرصہ میں سلامتی نگاہ کے ساتھ زندہ رہے۔

(فائدہ) امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر بھی کئی حضرات کے اس طرح کے واقعات ذکر کیے ہیں ہم نے اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے صرف ایک واقعہ کا ترجمہ لکھ دیا ہے تفصیل کے خواہشمند حضرات اصل کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔

باب 19

حفاظت نظر کا انعام

حفاظت نظر سے لذت عبادت

(حدیث) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

النظرة الاولى خطأ والثانية عمدو الثالثه تدمر نظر الرجل الى محاسن المراة سهم من سهام ابليس مسموم من تركها من خشية الله ورجاء ما عنده اثابه الله بذلك عبادة تبلغه لذتها. (۳۶)

(ترجمہ) پہلی بار دیکھنا غلطی ہے دوسری بار دیکھنا جان کر گناہ کرنا ہے تیسری بار دیکھنا ہلاکت ہے۔ انسان کا عورت کے جسمانی محاسن (چہرہ بال ہاتھ پاؤں وغیرہ) دیکھنا ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے جس مسلمان نے اس کو اللہ کے خوف سے اور اللہ کے پاس موجود انعامات کے حاصل کرنے کی امید میں چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کو ایسی عبادت نصیب فرمائیں گے جو اس کو اپنی عبادت اور نظر کی پاکیزگی کا مزہ نصیب کرے گی۔

---

(۳۶) حديث موضوع، فيه: أبو مهدي سعيد بن سنان الحنفي الحمصي: متروك، ورماه الدارقطني وغيره بالوضع. التقريب (۲۳۳۳).

قیامت میں نہ رونے والی آنکھ

(حدیث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کل عین باکیة یوم القیامة الاعین غضت عن محارم الله وعین سهرت فی سبیل الله وعین یخرج منها مثل راس الذباب من خشیة الله. (۳۷)

(ترجمہ) قیامت کے دن ہر آنکھ (اپنے کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے) رونے والی ہوگی سوائے اس آنکھ کے جس کو اللہ کی حرام کردہ اشیاء (کو دیکھنے کے وقت) بند کردیا گیا ہو اور سوائے اس آنکھ کے جو اللہ کے راستہ میں (یعنی جہاد میں خدمت اسلام میں) جاگتی رہی ہو۔ اور سوائے اس آنکھ کے جس سے مکھی کے سر کے برابر اللہ تعالیٰ کے خوف سے (آنسو کا قطرہ) گرا ہو۔

حفاظت نظر سے محبت الٰہی

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو نہ دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

---

(۳۷) حدیث ضعیف۔ عزاه السیوطي في الجامع الصغیر ٥/٢٧ لأبي نعیم في الحلیة۔ قلت: في إسناده: - عمر بن سهل بن مروان المازني التمیمي: صدوق یخطئ۔ التقریب (٤٩١٤)۔ -وعمر بن صُهبان، ویقال: اسم أبیه محمد، الأسلمي، أبو جعفر المدني: ضعیف۔ التقریب (٤٩٢٣)۔- وانظر ضعیف الجامع (٤٢٤٣)۔

عظیم حکایت:

حفاظت نظر نے بڑا ولی بنا دیا

حضرت ابراہیم بن مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ثعلبیہ اور خزیمیہ کے درمیان ایک جوان کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا وہ لوگوں سے الگ تھلگ تھا میں نے اس کے نماز پورا کرنے تک اس کی انتظار کی جب اس نے نماز پوری کر لی تو میں نے اس سے پوچھا تمہارے ساتھ تمہارا کوئی مددگار غمگسار نہیں ہے (کہ تو جنگل میں اکیلا عبادت کر رہا ہے) اس نے کہا کیوں نہیں۔

میں نے کہا وہ کہاں ہے؟

اس نے کہا وہ میرے سامنے بھی ہے میرے ساتھ بھی ہے میرے پیچھے بھی ہے میرے داہنے بھی ہے میرے بائیں بھی ہے اور میرے اوپر بھی ہے۔

تو مجھے علم ہو گیا کہ اس شخص کے پاس معرفت خداوندی موجود ہے۔ پھر میں نے پوچھا کیا آپ کے پاس توشہ سفر نہیں ہے؟

اس نے کہا کیوں نہیں۔

میں نے کہا وہ کہاں ہے؟

اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اور اس کی توحید اور اس کے نبی ﷺ (کی نبوت) کا اقرار کرنا اور ایمان صادق اور مضبوط توکل۔

میں نے کہا کہ آپ میرے ساتھ رہنا پسند کریں گے؟ فرمایا:

دوست مجھے اللہ تعالیٰ سے چھڑا کر اپنے ساتھ مشغول کر دے گا اس لئے میں پسند نہیں کرتا کہ کسی کی رفاقت میں رہوں اور ایک پلک جھپکنے کی دیر جتنا بھی اس سے

غافل رہوں۔

میں نے پوچھا کیا آپ اس جنگل میں اکیلے گھبراتے نہیں؟ فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس قائم کرنے نے مجھے ہر قسم کے خوف سے محفوظ کر دیا ہے اب اگر میں درندوں کے درمیان میں بھی ہوتا ہوں تو بھی ان سے گھبراتا اور ڈرتا نہیں ہوں۔

میں نے پوچھا آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟ فرمایا:

جس نے مجھے رحم کے اندھیرے میں، بچپن میں غذا کھلائی بڑی عمر میں بھی وہی میرے رزق کا کفیل ہے۔

میں نے پوچھا آپ کے پاس کس وقت اسباب ضرورت پڑتے ہیں؟ فرمایا:

ضرورت کا مجھے علم ہے اور اس کے وقت کو بھی جانتا ہوں جب مجھے کھانے کی ضرورت ہوتی ہے تو میں جہاں بھی ہوتا ہوں کھانا پالیتا ہوں۔ وہ ذات میری ضرورت کا بخوبی علم رکھتی ہے وہ مجھ سے غافل نہیں ہے۔

میں نے پوچھا آپ کی کوئی ضرورت ہے؟

فرمایا: ہاں

میں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا:

اب جب آپ نے مجھے دیکھ لیا ہے تو میرے ساتھ کلام نہ کرنا اور کسی کو نہ بتانا کہ تو مجھے جانتا ہے۔

میں نے پوچھا آپ کی اس کے علاوہ کوئی اور حاجت ہے؟

فرمایا: ہاں

میں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا:

اگر توفیق ہو تو مجھے اپنی دعا میں نہ بھلانا اور جب آپ پر کوئی مصیبت نازل ہو اس وقت بھی میرے حق میں دعا کر سکو تو کر لینا۔

میں نے کہا میرے جیسا آپ جیسے کے لئے کیا دعا کر سکتا ہے؟ آپ تو خوف

خداوندی اور توکل کے اعتبار سے مجھ سے افضل ہیں۔

فرمایا تم یہ نہ کہو کیونکہ میں کم عمر ہوں اور آپ مجھ سے بڑے ہیں آپ نے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی نمازیں ادا کی ہیں اور آپ پر اسلام کا حق بھی ہے اور آپ کو ایمان کی معرفت بھی حاصل ہے۔

میں نے کہا میری بھی ایک حاجت ہے۔

اس نے کہا وہ کیا ہے؟

میں نے کہا آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو اس نے میرے لئے یہ دعا کی:

> اللہ تعالیٰ تیری نگاہ کو ہر گناہ سے محفوظ رکھے اور تیرے دل کو ایسا فکر نصیب کرے جس میں اس کی رضا حاصل ہوتی ہو یہاں تک کہ اللہ کی ذات کے سوا تیرا کوئی اور مطلوب ومقصود نہ رہے۔

میں نے کہا اے میرے دوست میں آپ کو کہاں ملوں گا اور کہاں تلاش کروں گا؟ فرمایا

دنیا میں تو خود کو میری ملاقات کا شوقین نہ بنانا آخرت میں تو کیونکہ مجمع ہی متقین کا ہوگا (اس لئے وہاں پر ہی ہماری ملاقات ہوگی) جن چیزوں کا تجھے حکم دیا گیا ہے یا تیرے لئے مندوب کیا گیا ہے تو ان میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت نہ کرنا۔ اگر تو میری ملاقات کو چاہے گا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے والے حضرات کے مجمع میں تلاش کر لینا۔

میں نے پوچھا آپ اس درجہ تک کیسے پہنچے؟ فرمایا:

> ہر حرام کردہ چیز سے اپنی آنکھ کی حفاظت کر کے اور ہر منکر اور گناہ سے اجتناب کر کے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی

ہے کہ وہ میری جنت بس اپنے دیدار ہی کو مقرر فرمادے۔

پھر اس نے ایک چیخ ماری اور تیز تیز دوڑنے لگا حتیٰ کہ میری نظروں سے غائب ہوگیا۔

باب 20

بدنگاہی سے پیدا ہونے والے اثرات کا علاج

جب پہلی ہی نظر میں نگاہ کو پابند کر کے اللہ کے احکام کی پابندی کر لیں گے تو بے شمار آفات سے نجات حاصل ہوگی اور اگر بار بار بدنگاہی میں مبتلا ہوں گے تو نظر نے جو کچھ دل میں تخم ریزی کی ہوگی اس کو نیست و نابود کرنا بہت مشکل ہو جائے گا جب بدنگاہی ہو جائے تو اس کی گہرائی میں نہ جائیں اس کے نتائج بد کی فکر کریں اور اللہ کا خوف دل میں لائیں۔

حضرت ابوتراب نخشبیؒ فرماتے ہیں:

> اپنے غلط ارادوں کو کنٹرول میں رکھو یہ گناہوں کا پیش خیمہ ہیں جس کے ارادے درست ہو گئے اس کے بعد کے افعال و احوال بھی درست ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابوالعباس بن مسروقؒ فرماتے ہیں جس نے اپنے دل کے ارادوں میں اللہ کا دھیان رکھا اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کی حرکات کی حفاظت فرما (اس کو گناہوں سے بچا) لیں گے۔

باب 21

عورت کو دیکھ کر ہیجان ہو تو کیا کریں؟ (۳۸)

(حدیث) حضرت جابر سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان المراة تقبل في صورة شيطان وتدبر في صورة شيطان فاذارای احدکم امراة فاعجبته فليات اهله فان ذلک يرد مما في نفسه. (مسلم)۔(۳۹)

(ترجمہ) عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں پیچھا کرتی ہے پس جب تم میں سے کوئی شخص کسی (اجنبی) عورت کو دیکھ لے اور وہ اس کو ہیجان میں ڈال دے تو وہ شخص اپنی بیوی کے پاس چلا جائے (اور اس سے جماع کر لے) کیونکہ یہ طریقہ اس کے نفس میں موجود (شہوت) کو ٹھنڈا کر دے گا۔

(فائدہ) عورت کا شیطان کی صورت میں سامنے آنے یا پیچھا کرنے کا مطلب یہ

---

(۳۸) انظر في هذه المسألة: روضة المحبين ص ١١٣، والجواب الكافي ص ٥٤٢، وأحكام النظر إلى المحرمات، لابن حبيب العامري ص ٦٤، وشرح النووي على صحيح مسلم ١٨٧/٩۔

(۳۹) رواه مسلم (١٤٠٣)، وأبوداود (٢١٥١)، والترمذي (١١٥٨)، والنسائي في عشرة النساء من سننه الكبرى، كما في تحفة الأشراف ٣٥٠/٢، وأحمد في المسند ٣٣٠/٣ و ٣٤١ و ٣٩٥، والبيهقي في سننه الكبرى ٩٠/٨، وابن حبان في صحيحه (٥٥٧٢-٥٥٧٣)۔

ہے کہ اس کے دیکھنے سے شیطانی شرارتیں ابھرتی ہیں اور شیطان کو انسان کے بھٹکانے کا موقع ملتا ہے۔

باب 22

اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی حرام ہے (۴۰)

اجنبی مرد عورت کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے

(حدیث) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يخلون بأمراة ليس معهاذو حرم منها فان ثالثهما شيطان. (۴۱)

(ترجمہ) جو شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ کسی (اجنبی) عورت کے ساتھ تنہا نہ ہو جس کے ساتھ اس کا کوئی محرم نہ ہو کیونکہ ان دو کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

---

(٤٠) إن هذا الباب عظيم الشأ. وما تضمنه من الأحاديث والأخبار خير دليل على تبيان خطر ما يدعو إليه العلمانيون والمتحلّلون من الاختلاط ونحوه، وبطلان وفساد دعواهم، كما يُشير بأصابع الاتهام لتلك الدعوات الزائغة – والتي تخرج باسم الإسلام والدِّين – من إباحة الخَلْوة بالنساء، والنظر إليهنّ، بدعوى الأمن من الفتنة تارة، والأخوة في الله تارةً، ويقولون: ما ذلك إلّا لتعليم الدِّين ونشرِه – زعموا – ، بل هو الشيطان يُسَوّل لهم الفاحشة ويقرّبها إليه، وقد نال منهم نيلًا عظيمًا، حين أفتوا بجواز تعطّر المرأة وخروجها بين الرجال الأجانب، وحين أفتوا بأن مباشرة الرجل للمرأة الأجنبية التي لا تحلّ له من الصغائر التي تكفرها الصلاة ... إلى غير ذلك من الفتاوى الضالة المضِلّة۔ فكيف يُدعى إلى=

(حدیث) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لایخلون رجل بامرأة لیست له بمحرم إلّا هم اوهمت به قیل یا رسول الله وان کانا صالحین قال ولو کانت مریم بنت عمران و یحییٰ بن زکریا. (۴۲)

(ترجمہ) کوئی شخص کسی اجنبی) عورت کے ساتھ جس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو تنہائی اختیار نہ کرے ورنہ یا تو مرد گناہ کا ارادہ کر بیٹھے گا یا عورت۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ اگر چہ وہ دونوں نیک بزرگ بھی ہوں؟ فرمایا: اگر چہ وہ مریم بنت عمران (حضرت عیسیٰ کی والدہ) اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام بھی کیوں نہ ہوں۔

مثل هذه الأمور وتُباع شرعًا والنصوص هي هي، وشهوات الإنسان وأعداؤه من شياطين الإنس والجنّ هم هم، والمرأة هي هي قديمًا وحديثًا. فلا جديد في هذا الموضوع، والأحكام التي تخصّه غير قابلة للتغيير والتبديل - وإن تغير العصر وتطوّر ـ وللمزيد من الفائدة في هذا الموضوع انظر: إعلام الموقعين ۱۳۹/۳-۱۵۱، ومقدمة الشيخ مشهور حسن سلمان على رسالة "أحكام النظر إلى المحرمات" لابن حبيب العامري ص ۱۳-۱۷، ورسالة محمد بن لطفي الصباغ: "تحريم الخلوة بالمرأة الأجنبية"ـ

(٤١) حديث حسن بشواهده ـ رواه الإمام أحمد في مسنده (١٤٢٤١) وفيه: ابن لهيعة، وضعفه معروف مشهور ـ وأبو الزبير: مدلّس وقد عنعنه ـ ولكن يشهد للحديث ما تقدم وما يأتي فيرتقي بهم إلى الحسن لغيره ـ

(٤٢) حديث واهٍ بمرة إن لم يكن موضوعًا، فيه: موسى بن إبراهيم المروزي، أبو عمران: كذّبه يحيى بن معين، وقال الدارقطني وغيره: متروك ـ انظر: ميزان الاعتدال ١٩٩/٤ ـ وعبد الله بن لهيعة ضعيف من جهة حفظه كما هو معلوم ـ

تین چیزوں سے ہمیشہ بچو

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تین چیزوں میں اپنے آپ کو کبھی مبتلا نہ کرو۔

(۱) بادشاہ کے پاس ہرگز نہ جاؤ اگرچہ تم کہو کہ میں اس کو اطاعت خداوندی کا حکم کروں گا۔ (۲) کسی اجنبی عورت کے پاس نہ جاؤ اگرچہ تم کہو کہ میں اس کو قرآن پاک کی تعلیم دوں گا۔ (۳) اپنے کان کسی بھی خواہش پرست کی طرف متوجہ نہ کرو آپ کو کیا معلوم کہ اس کی کونسی بات آپ کے دل کو قابو میں کر لے۔

خود کو معصوم جاننے والوں کے لئے عبرت

(بہت بڑے بزرگ) حضرت ابوالقاسم بن نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا گیا کہ بعض لوگ عورتوں سے مجلس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کو دیکھنے سے بچے ہوئے ہیں۔ (کیا یہ درست ہے)؟ فرمایا جب تک مرد عورت باقی ہیں امر و نہی بھی باقی ہے اور حلال و حرام کا حکم بھی ان سے مخاطب ہے شبہات (کے مقامات) پر وہی جرأت کر سکتا ہے جو محرمات میں مبتلا ہوتا ہو۔

باب 23

عورتوں کے فتنہ کی خطرناکیاں

خطرناک فتنہ

(حدیث) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما ترکت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء. (۴۳)

(ترجمہ) میرے بعد مردوں کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ فتنہ عورتوں سے زیادکوئی اور نہ ہوگا۔

(حدیث) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللہ عزوجل مستخلفکم فیھا لینظر کیف تعملون فاتقوا الدنیا واتقو النساء وان اول فتنة بنی اسرائیل کانت فی النساء. (۴۴)

---

(٤٣) رواه البخاري (٥٠٩٦)، ومسلم (٢٧٤٠)، والترمذي (٢٧٨٠) عن أسامة بن زيد وسعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل، وابن ماجه (٣٩٩٨)، وأحمد في المسند (٢١٢٣٩، ٢١٣٣٢)۔

(٤٤) رواه مسلم (٢٧٤٢)، والترمذي (٢١٩١)، والنسائي في عشرة النساء، كما في تحفة الأشراف ٤٦٣/٣، وابن ماجه (٤٠٠٠)، وأحمد في المسند (١٠٧٥٩، ١٠٧٨٥، ١١٠٣٤، ١١١٩٣)، والقضاعي في مسند الشهاب (١١٤١)، وابن حبان في صحيحه (٣٢٢١)۔

(ترجمہ) دنیا دل پسند سبز ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس لئے بھیجا ہے کہ تمہیں دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ تم دنیا سے بھی بچو اور عورتوں سے بھی کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں سے اٹھا تھا۔

آنحضرتؐ عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتے تھے

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چند عورتیں بیعت ہونے کے لئے آئیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انی لا اصافح النساء. (۴۵)

میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا

عورتوں کو اب گھروں سے باہر نکلنا درست نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ دیکھتے کہ عورتوں نے آج کیا کر رکھا ہے تو آپ ان کو گھروں سے باہر نکلنے سے منع فرما دیتے یا ان کا باہر نکلنا حرام قرار دے دیتے۔ (۴۶)

---

(٤٥) حديث صحيح، رواته كلهم ثقات۔ رواه النسائي (٤١٨١)، وابن ماجه (٢٨٧٤)، والإمام مالك في الموطأ (٢) ٩٨٢/٢ - ٩٨٣، وأحمد في المسند (٢٦٤٦٦، ٢٦٤٦٨، ٢٦٤٦٩، ٢٦٤٧٠)۔

(٤٦) رواه بهذا اللفظ الإمام أحمد في المسند (٢٥٤٢٦) ورواته كلهم ثقات۔ ورواه بلفظ: "لو أدرك رسول الله ﷺ ما أحدث النساء لمنعهنّ كما مُنِعَت نساءُ بني إسرائيل۔ قلت لعمرة: أوَمُنِعْنَ؟ قالت: نعم"۔ البخاري (٨٦٩)، ومسلم (٤٤٥)، وأبو داود (٥٦٩)، ومالك في الموطأ (٤٦٧)، وأحمد (٢٥٠٨١، ٢٥٤٥١)۔

باب 24

شیطان کے فتنے اور مکاریاں

زنا میں پھنسنے والے عابد کا عبرتناک قصہ

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو اپنے زمانہ کے عابدوں سے زیادہ عبادت گزار تھا اس کے زمانہ میں تین بھائی تھے جن کی ایک کنواری بہن بھی تھی ان پر دشمن فوج نے حملہ کر دیا انہوں نے سوچا کہ اپنی بہن کو کس کی حفاظت میں چھوڑ جائیں کیونکہ ان کو کسی پر بھروسہ نہ تھا تو ان کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ اس کو بنی اسرائیل کے عابد کے پاس چھوڑتے ہیں چنانچہ یہ اس کے پاس آئے اور اس سے اپنی بہن کو اپنے پاس رکھنے کی درخواست کی کہ جب تک ہم واپس نہ آئیں یہ آپ کے پاس رہے گی لیکن عابد نے اس سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ سے (لڑکی کے اور اس کے بھائیوں کے بارہ میں) پناہ مانگی مگر وہ بھی لپٹے رہے حتیٰ کہ عابد مان گیا اور کہا کہ اس کو میرے عبادت خانہ کے سامنے والے گھر میں ٹھہرا دو چنانچہ انہوں نے اس کو اس میں ٹھہرا دیا اور چھوڑ کر چلے آئے اور یہ لڑکی ایک عرصہ تک اس عابد کے پڑوس میں رہی یہ عابد اپنے عبادت خانہ کے دروازہ پر کھانا لٹکا کر اتار دیتا تھا پھر اپنا دروازہ بند کر کے اپنی عبادت گاہ میں جا بیٹھتا تھا پھر اس کو اطلاع کرتا تھا تو وہ اپنے گھر سے نکل کر اس کھانے کو اٹھا کر لے جاتی تھی۔

شیطان نے عابد کے دل میں کچھ نرمی سی ڈالی اور اس کے دل میں خیر کی ترغیب دیتا رہا اور کہا کرتا کہ آپ دن کے وقت لڑکی کے گھر تک جایا کریں اور عابد کو اس

سے ڈراتا رہا کہ ایسا نہ ہو کہ لڑکی کے باہر نکل کر کھانا لے جاتے ہوئے کوئی اس کو دیکھ کر اس پر عاشق نہ ہو جائے اس لئے آپ چل کر اس کے گھر کے دروازہ پر کھانا رکھ آیا کریں اس میں آپ کو زیادہ ثواب ہوگا چنانچہ وہ عابد اس کا کھانا لے کر اس کے دروازہ پر جا کر رکھ آتا تھا مگر اس سے کوئی بات چیت نہیں کرتا تھا اور اسی طرح سے ایک عرصہ گذر گیا۔

پھر ایک مرتبہ شیطان اس کے پاس آیا اور نیکی اور اجر کی ترغیب اور لالچ دلا کر کہا کاش کہ آپ اس کے گھر کے اندر جا کر اس کا کھانا رکھ آیا کریں تو اس میں آپ کو اور بھی زیادہ ثواب ہو۔ چنانچہ وہ اس کا کھانا لے کر اس کے گھر میں لے جا کر رکھنے لگا اور اس طرح سے ایک عرصہ گذر گیا پھر ایک مرتبہ اس کے پاس شیطان آیا اور اس کو نیکی کی ترغیب دلائی اور کہا کاش کہ آپ اس سے کچھ کلام کرتے اور باتیں کرتے اور وہ آپ کی باتوں سے مانوس ہوتی وہ اکیلے رہ رہ کر بہت پریشان ہو گئی ہے چنانچہ وہ ایک عرصہ تک اس سے باتیں کرتا رہا اور (اس کو مانوس کرنے کے لئے) اپنے عبادت خانہ سے اس کی طرف جھانک لیتا تھا۔

اس کے بعد ایک مرتبہ شیطان اس کے پاس آیا اور کہا کہ کاش آپ اپنے عبادت خانہ کے دروازہ پر بیٹھتے اور وہ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھتی اور وہ تم سے باتیں کرتی اور اس سے اس کو کچھ زیادہ انس ہوتا چنانچہ شیطان نے اس کو گرجا گھر کے دروازہ پر بٹھایا اور لڑکی کو اس کے گھر کے دروازہ پر بٹھایا اور یہ دونوں ایک عرصہ تک آپس میں باتیں کرتے تھے پھر ایک مرتبہ شیطان اس کے پاس آیا اور اس کو ثواب اور نیکی کی ترغیب دلائی اور کہا کہ کاش آپ اپنے عبادت خانہ سے نکل کر اس کے گھر کے دروازہ کے پاس بیٹھ کر اس سے باتیں کرتے تو اس کو اس سے زیادہ انس حاصل ہوتا تو اس نے یہ بھی کر ڈالا اور ایک عرصہ تک یہی صورت رہی پھر اس کے پاس شیطان آیا اور کہا کہ کاش آپ اس کے گھر کے دروازہ کے پاس ہو جاتے پھر کہا کاش آپ اس کے گھر میں داخل ہو جاتے تاکہ وہ اپنا چہرہ گھر سے باہر نہ نکالے تو اور

بھی بہتر ہوگا۔

چنانچہ وہ اس کے گھر میں داخل ہونے لگا اور سارا سارا دن اس سے باتوں میں مصروف رہنے لگا جب شام ہوتی تو یہ اپنے عبادت خانہ میں لوٹ جاتا اس کے بعد پھر شیطان اس کے پاس آیا اور اس کے دل میں لڑکی کی زیب و زینت دل نشین کرنے لگا حتیٰ کہ عابد نے لڑکی کی ران پر ہاتھ مارا اور بوسہ دیا پھر شیطان اس کے پیچھے پڑا رہا اور اس کی خوبصورتی اس کی آنکھوں میں جتلانے لگا اور اس کے نفس کو ابھارنے لگا حتیٰ کہ وہ گناہ میں مبتلا ہوا اور وہ حاملہ ہوئی اور ایک لڑکا پیدا ہوا پھر شیطان اس کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے جب اس لڑکی کے بھائی آئیں گے جس نے تیرا بچہ جنا ہے وہ تیرا کیا حشر کریں گے؟ مجھے امید نہیں ہے کہ تو شرمندہ نہ ہو اور نہ وہ تمہیں شرمندہ کریں تم جا کر اس کے بیٹے کو ذبح کر کے دفن کر دو یہ لڑکی اپنے بھائیوں سے خوف کے مارے اس گناہ کو چھپا لے گی۔

چنانچہ اس نے لڑکے کو قتل کر دیا پھر شیطان نے کہا تم کیا سمجھتے ہو کہ تم نے جو کرتوت کیا ہے اس کو یہ لڑکی اپنے بھائیوں سے ذکر نہیں کرے گی؟ تم اس کو بھی پکڑ کر ذبح کر دو اور اس کے بیٹے کے ساتھ اس کو بھی دفن کر دو چنانچہ اس نے لڑکی کو بھی ذبح کیا اور اس کے لڑکے کے ساتھ اس کو بھی ایک گڑھے میں ڈالا اور اوپر سے بڑی چٹان رکھ دی اور ان پر زمین کو برابر کر دیا پھر اپنے عبادت خانہ میں جا کر عبادت میں مصروف ہو گیا اس طرح سے جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا یہ (عبادت میں) لگا رہا حتیٰ کہ اس کے بھائی جنگ سے فارغ ہوئے اور اس کے پاس آ کر اپنی بہن کا مطالبہ کیا تو اس نے ان سے تعزیت کی۔ لڑکی کے لئے دعا کے جملے کہے اور صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے رونے لگا اور کہا وہ نیک خاتون تھیں یہ اس کی آخری آرام گاہ ہے یہ دیکھو۔ تو اس کے بھائی اس کی قبر پر آئے افسوس کیا اور ایک دن تک اس کی قبر پر رہے پھر گھروں میں لوٹ گئے۔

جب رات ہوئی اور یہ اپنے اپنے بستروں پر لیٹ گئے تو شیطان ان کے پاس

آیا سب سے پہلے بڑے کے پاس آیا اور اس سے اس کی بہن کا پوچھا تو اس نے وہی جواب دیا جو عابد نے دیا تھا کہ وہ تو فوت ہوگئی ہے تو شیطان نے اس بات کو جھٹلا کر کہا میں تو تمہاری بہن کے قضیہ کی تصدیق نہیں کرتا اس عابد نے تمہاری بہن کو حاملہ کیا اس نے اس کا بچہ جنا پھر اپنی جان بچانے کے لئے اس عابد نے اس لڑکے سمیت ذبح کیا اور گھر کے دروازہ کے پیچھے دفن کردیا پھر شیطان درمیانے والے بھائی کے پاس آیا اور اس کو بھی ویسا ہی کہا پھر چھوٹے کے پاس آیا اور اس کو بھی ویسا ہی کہا۔

جب یہ بھائی اٹھے تو اس خواب کی وجہ سے بہت پریشان تھے چنانچہ جب یہ تینوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے گئے اور کہنے لگے میں نے عجیب خواب دیکھا ہے۔ میں نے عجیب خواب دیکھا ہے تو بڑے بھائی نے کہا یہ کوئی جھوٹا خواب ہے۔ بے حقیقت ہے چلو چھوڑو لیکن چھوٹے نے کہا میں تو نہیں چھوڑوں گا میں اس جگہ پر جاؤں گا اور اس کو دیکھوں گا چنانچہ وہ (تینوں) چل پڑے اس جگہ کو تلاش کیا اور اپنی بہن کو اس کے بچہ سمیت ذبح شدہ پایا پھر اس کے بارے میں عابد سے پوچھا تو ابلیس کی بات کی تصدیق ہوگئی جو اس نے اس لڑکی کے ساتھ کیا تھا۔ تو ان بھائیوں نے اس کا مقدمہ بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو اس عابد کو اس کے عبادت خانہ سے گرفتار کیا گیا اور سولی چڑھانے کیلئے لے گئے جب اس کو سولی کی لکڑی پر کھڑا کیا تو اس وقت شیطان عابد کے پاس آیا اور کہا تو جانتا ہے میں تمہارا وہی ساتھی ہوں جس نے تمہیں اس لڑکی کے فتنہ میں مبتلا کیا اور تو نے حاملہ کر کے اس کو اور اس کے بیٹے کو ذبح کیا اگر آج تم میری پیروی کرو اور اس اللہ کا انکار کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے تو میں اس مصیبت سے نجات دلا دوں گا جس میں تم پھنس گئے ہو تو اس نے اللہ تعالیٰ کا انکار کردیا جب اس نے یہ کفر کیا تو شیطان اس سے اور اس کے دشمنوں کے سامنے سے ہٹ گیا کیونکہ وہ اس کو گمراہ کرنے کا اپنا مکروہ مقصد پورا کر چکا تھا اور اس کو سولی دے دی گئی۔

اسی موقع کے لئے یہ آیت نازل ہوئی:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝

(ترجمہ) جیسے شیطان کی مثال ہے جب وہ انسان کو کہتا ہے کہ تو کفر کرلو تو جب وہ کفر کر لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے (اب) میں تم سے بری ہوں میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ ان دونوں (یعنی شیطان اور کافر ہونے والے) کی سزا یہ ہے کہ یہ دونوں دوزخ میں جائیں گے اس میں (یہ) ہمیشہ رہیں گے۔ ظالموں کی یہی سزا ہے۔ (سورۃ الحشر: ۱۶-۱۷)

اللہ رب العزت آپ کو توفیق دے غور فرمائیں اس عابد نے اپنے نفس پر اعتماد کیا۔ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے سے باز نہ آیا۔ اجنبی عورت سے کلام بھی کی اور خلوت بھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود کو ہلاکت میں مبتلا کر بیٹھا۔ اگر وہ اپنے طبیب (اللہ تعالیٰ) کی نصیحت پر عمل کرتا تو کبھی بھی اس کا یہ برا انجام نہ ہوتا۔

نوٹ: کاش کہ یہ عابد عالم بھی ہوتا اور اس کے ساتھ اللہ کی دستگیری بھی شامل حال ہوتی تو اس عابد کا یہ حشر نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل کے ساتھ محفوظ رکھے۔..... (مترجم)

عورت کو دیکھ کر صبر نہیں ہوتا

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الٰہی ''وخلق الانسان ضعیفا'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب انسان کسی عورت کی طرف دیکھتا ہے تو صبر نہیں کرسکتا (۴۷)

(حالانکہ یہی اس کا امتحان ہے کہ انسان اپنے آپ کو خواہشات نفس سے محفوظ کر کے صفات ملکوتی سے اپنے آپ کو موصوف کر لے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے بڑے درجات پائے)۔

خطرناک امانت

حضرت یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر کا مال بطور امانت میرے پاس رکھے تو مجھے امید ہے کہ میں اس کو مالک تک صحیح سلامت لوٹا سکوں گا۔ اور اگر کوئی حبشی عورت بطور امانت میرے پاس رکھی جائے اور میں اس کے ساتھ ایک گھڑی کیلئے تنہائی پالوں تو میں اپنے نفس پر اعتماد نہیں کر سکتا۔

حضرت سفیان ثوریؒ کی احتیاط

حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور کہا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتی ہوں؟

آپ نے فرمایا پہلے دروازہ بند کرو پھر اس کے پیچھے جا کر مجھ سے بات کرو۔

ابلیس کا نشانہ پر بیٹھنے والا تیر

ابلیس کہتا ہے عورتیں میرا ایسا تیر ہیں جب میں ان کو استعمال کروں تو وہ ٹھیک نشانہ پر بیٹھتا ہے۔

---

(٤٧) عزاه السيوطي في الدرالمنثور ٢ ٢٥٧، للخرائطي في اعتلال القلوب۔ وورد عن طاؤوس لفظ آخر حيث قال عن الآية، في أمر النساء ليس يكون الإنسان في شيء أضعف منه في النساء، قال وكيع: يذهب عقله عندهن۔ عزاه السيوطي لعبد الرزاق وابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم عن طاووس۔

باب 25

گناہ اور ان کے اثرات بد سے احتیاط

(حدیث) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا احد اغیر من اللہ عزوجل ،فلذلک حرم الفواحش ماظھر منھا وما بطن. (بخاری، مسلم)۔(۴۸)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں اسی وجہ سے اللہ نے ظاہری اور پوشیدہ بدکاریوں کو حرام قرار دیا ہے (اس لئے بدکاریوں میں مبتلا ہو کر اللہ کی غیرت کو چیلنج نہ کریں ورنہ کسی وقت بھی اللہ کی گرفت میں آ سکتے ہیں)۔

(حدیث) حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ تعالٰی فرض فرائض فلا تضیعوھا، وحد حدودا فلا تعتدوھا، وحرم اشیاء فلا تنتھکوھا وسکت عن اشیاء رحمة لا عن نسیان فلا تبحثوعنھا. (۴۹)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں تم ان کو ضائع مت

---

(۴۸) رواه البخاري(٤٦٣٤) و (٥٢٢٠)، ومسلم (٢٧٦٠)، والترمذي (٣٥٣٠)، والدارمي (٢٢٢٥)، وأحمد في المسند(٣٦٠٥- ٤٠٣٤- ٤١٤٢)۔

(۴۹) عزاه الهيثمي في مجمع الزوائد ١ ١٧١ للطبراني في الكبير، وقال: "ورجاله رجال الصحيح"۔

کرنا، اور کچھ حدود مقرر کی ہیں ان کومت پھلانگنا، اور کچھ اشیاء حرام فرمائی ہیں ان کی خلاف ورزی نہ کرنا، اور کچھ باتوں میں رحمت کی وجہ سے خاموشی اختیار کی ہے یہ اللہ کے نسیان کی وجہ سے نہیں ہے تم ان کی کھود کرید میں نہ الجھنا۔

(حدیث) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان للحسنة نورا في القلب وزينا في الوجه وقوة في العمل، وان للخطيئة سوادا في القلب ووهنا في العمل وشينا في الوجه. (۵۰)

(ترجمہ) نیکی کا دل میں نور ہوتا ہے، چہرہ میں رونق ہوتی ہے اور عمل میں قوت ہوتی ہے۔ اور گناہ سے دل میں سیاہی ہوتی ہے، عمل میں سستی ہوتی ہے اور چہرہ میں بدنمائی ہوتی ہے۔

گناہ کی خطرناکیاں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اے گناہ گار!

اپنے انجام بد سے بے فکر مت ہو اور جب تجھے علم ہو تو گناہ کے بعد اور گناہ مت کر۔

جب تو گناہ میں لگا ہو اور تجھے اپنے دائیں اور بائیں کندھے پر بیٹھے فرشتوں سے حیاء نہ آئے تو یہ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔

---

(۵۰) إسناد ضعيف، فيه: -عمرو بن أبي قيس: صدوق له أوهام. التقريب (۵۱۰۱) والميزان ۳/ ۲۸۵. وعمر بن نبهان العبدي، ويقال: الغبري، البصري، البصري، ضعيف. التقريب (۴۹۷۵). قال عنه البخاري: لا يتابع في حديثه، وضعفه أبو حاتم، وقال أبو داود: سمعت أحمد يذمه، وعن ابن معين قولان: ليس بشيء، وصالح الحديث. انظر ميزان الاعتدال ۳/ ۲۲۷.

اور تیرا ہنسنا جب کہ تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کرنا ہے یہ بھی بڑا گناہ ہے۔ اور گناہ پر تیرا خوش ہونا جب تو اس کے کرنے میں کامیاب ہو جائے یہ بھی بڑا گناہ ہے اور جب تو گناہ کر رہا ہو اور دروازہ کے پردہ کی بوجہ ہوا کے حرکت کرنے سے خوف آئے لیکن تیرا دل اللہ کے حاضر ناظر رہنے سے نہ ڈرے تو یہ اس گناہ سے بھی بڑا ہے جب کہ تو اس پر عمل کرے۔ (۵۱)

اللہ کے غصہ کی انتہاء

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو جو کچھ فرمایا تھا اس میں ایک یہ بھی تھا کہ جب میری فرمانبرداری کی جاتی ہے تو میں راضی ہوتا ہوں اور جب راضی ہوتا ہوں تو برکت دیتا ہوں اور میری برکت کی نہیں ہوتی۔ اور جب میری نافرمانی کی جاتی ہے تو میں ناراض ہوتا ہوں اور ناراض ہوتا ہوں تو لعنت کرتا ہوں (یعنی اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہوں) اور میری یہ لعنت سات پشتوں تک جاتی ہے۔ (اتنی بڑی لعنت اس گھناؤنے کفر کی وجہ سے ہوتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہوں)۔ (۵۲)

قیمتی نصائح

(۱) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی

---

(۵۱) خبر موضوع، مما تقدم من ذکر حال إسحاق بن بشر البخاري، وجویبر۔

(۵۲) هذا الأثر من الإسرائيليات كما هو واضح۔ وحكمها: أنها إن وافقت شرعنا قبلت، وإن خالفته رُدّت وإن لم توافقه ولم تخالفه جازت روايتها ولكن لا نصدّق ولا نكذّب۔

نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

(۲) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا افضل عبادت فرائض کی ادائیگی اور حرام سے پرہیز ہے۔ (۵۳)

(۳) حضرت بلال بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تم گناہ کے چھوٹے ہونے کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ تم کس کی نافرمانی کر رہے ہو۔

(۴) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے انسان گناہ کا چھوڑنا توبہ کرنے سے زیادہ آسان ہے۔

(۵) حضرت معتمر کے والد حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان چھپ کر گناہ کرتا ہے اور دن کے وقت اس کی ذلت اس کے منہ پر چھائی ہوتی ہے۔

(۶) حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں گذشتہ زمانہ میں ایک جوان نے گناہ کیا جب وہ نہر پر غسل کرنے آیا تو اپنے گناہ کو یاد کیا اور رک گیا اور شرما کر لوٹنے لگا تو اس کو نہر نے آواز دی کہ اے نافرمان! اگر تو میرے قریب آتا تو میں تجھے غرق کر دیتی۔

(۷) حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں گناہ چھوڑنے سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک کوئی عبادت نہیں کی گئی۔

(۸) حضرت فضل (بن دکین رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں تیرے نزدیک گناہ کی حیثیت جتنا معمولی ہوگی اللہ کے نزدیک یہ گناہ اتنا زیادہ بڑھ جائے گا۔ اور تیرے نزدیک گناہ کی حیثیت جتنا زیادہ خطرناک ہوگی اللہ کے نزدیک وہ اتنا چھوٹا ہو جائے گا۔ (یعنی اگر کوئی گناہ کو معمولی سمجھ کر اللہ کی نافرمانی شروع کر دے تو یہ اللہ کی بڑی ناراضگی کا سبب ہے اور اگر کوئی گناہ کو اہمیت

---

(۵۳) انظر: کتاب الزهد للإمام أحمد (۱۷۱۶)، طبع دار الکتاب العربي۔

دے کر اس سے کنارہ کشی کرے یا اس میں مبتلا ہو جائے تو اللہ کے نزدیک وہ قابل معافی ہو جائے گا۔ (امداد اللہ)

(۹) حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان گناہ کرتا ہے اور اس کی نحوست سے رات کی تہجد سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۱۰) حضرت سہل (تستری رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں اچھے عمل تو نیک لوگ بھی کرتے ہیں اور گناہ گار بھی لیکن گناہوں سے (مکمل طور پر) وہی بچتا ہے جو صدیق ہوتا ہے (یہ صدیق ولایت کا ایک درجہ ہے جس سے اوپر ولایت کا کوئی درجہ نہیں)۔

(۱۱) حضرت بنان حمال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس کو نقصان دینے والی چیز خوش کرتے ہیں وہ کب (خدا کے ہاں) کامیاب ہوسکتا ہے۔ (گناہ)

(۱۲) حضرت ابوالحسن للزینؒ فرماتے ہیں گناہ کے بعد پھر گناہ کرنا پہلے گناہ کی بدبختی سے ہے اور نیکی کرنے کے بعد اور نیکی کرنا پہلی نیکی کا نتیجہ خیر ہے۔

عبادت کا انعام

(حدیث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قال ربکم عزوجل لو ان عبادی اطاعونی لسقیتھم المطر باللیل واطلعت علیھم الشمس بالنھار ولم اسمعھم صوت الرعد.(۵۴)

(ترجمہ) آپ کا پروردگار عزوجل ارشاد فرماتا ہے اگر میرے بندے میری فرمانبرداری شروع کریں تو میں ان کیلئے رات کے وقت بارش برسایا کروں اور دن کو دھوپ نکالا کروں اور ان کو بادل کی گرج تک نہ سنواؤں تاکہ وہ رات کو سکون سے آرام کریں یا سکون سے عبادت (تہجد وغیرہ) ادا کریں۔

---

(۵۴) حدیث قدسی ضعیف۔

باب 26

مذمت زنا

زنا کے قریب بھی نہ جائیں

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيلًا ﴿٣٢﴾

(ترجمہ) زنا کے قریب مت جاؤ یہ بدکاری اور برا راستہ ہے۔
(سورۃ بنی اسرائیل: ۳۲)

زنا کرتے وقت آدمی مومن نہیں رہتا

(حدیث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یسرق سارق حین یسرق وھو مومن، ولا یزنی زان حین یزنی وھو مومن. (بخاری، مسلم)۔(۵۵)

(ترجمہ) چوری کرنے والا جب چوری کر رہا ہوتا ہے اس وقت وہ مؤمن نہیں رہتا۔ اور جب کوئی زانی زنا کر رہا ہوتا ہے وہ بھی اس وقت مؤمن نہیں رہتا

---

(۵۵) رواه البخاري (۲٤٧٥) و (٦٧٧٢) و (٦٥٨١٠)، ومسلم (٥٧)، وأبوداود (٤٦٨٩)، والترمذي (٢٦٢٥)، والنسائي (٤٨٧٠- ٤٨٧١- ٤٨٧٢- ٥٦٥٩- ٥٦٦٠)، وابن ماجه (٣٩٣٦)، والدارمي (٢١٠٦)، وأحمد في المسند (٧٢٧٦)، ٧٤١٩، ٨٦٧٨، ٧٧٨١، ٩٨٥٩)۔

(پھر جب وہ فارغ ہوتا ہے تو ایمان بھی اس کے پاس لوٹ آتا ہے)۔

ہر انسان کا زنا میں حصہ

(حدیث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لکل بنی آدم حظ من الزنا فالعینان تزنیان وزنا هما النظر، والیدان تزنیان وزنا هما البطش، والرجلان تزنیان وزنا هما المشی، والفم یزنی وزناه القبل، والقلب یهوی ویتمنی والفرج یصدق ذلک و یکذبه.(۵۶)

(ترجمہ) ہر انسان کا زنا میں کچھ نہ کچھ حصہ ہوتا ہے پس آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے۔ اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا پکڑنا ہے۔ اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا چلنا ہے اور منہ بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا بوسہ دینا ہے۔ اور دل خواہش کرتا اور تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق کرتے ہوئے (زنا میں مبتلا ہوتی) ہے یا جھٹلا کر (باز رہتی) ہے۔

زنا کار پر خدا کو بڑی غیرت آتی ہے

(حدیث) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یا امة محمد ما احد اغیر من الله ان یری عبده او امته تزنی.(۵۷)

---

(۵۶) رواه بهذا اللفظ أحمد في المسند (۸۳۲۱)، وقد تقدم تخريجه۔

(۵۷) رواه البخاري (۱۰۴۴) و (۵۲۲۱)، ومسلم (۹۰۱)، والنسائي (۱۴۷۴)، ومالك في الموطأ (۴۴۴)، وأحمد في المسند (۲۴۷۸۴)۔

(ترجمہ) اے امت محمد! اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی مرد کو یا عورت کو زنا کرتا ہوا دیکھے۔

دوزخ میں زانیوں کی بدحالی

(حدیث) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رایت اللیة رجلین اتیانی فاخر جانی فانطلقت معهما فاذا بیت (۵۸)مبنی علی بناء التنور اعلاہ ضیق و اسفله واسع یوقد تحته نار، فیه رجال ونساء عراة فاذا اوقدت ارتفعوا حتی یکادوا ان یخرجوا فاذا اخمدت رجعوا فیها. فقلت ماهذا؟ قالا "الزناة".(۵۹)

(الحدیث مختصرا من ابن الجوازی وھو متفق علیہ)

(ترجمہ) آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دو شخص (فرشتے) آئے ہیں وہ مجھے لے کر گئے اور میں ان کے ساتھ چلا گیا میں نے دیکھا کہ ایک کمرہ ہے جو تنور پر بنایا گیا ہے اس کا اوپر کا حصہ تنگ ہے اور نیچے کا کھلا ہے، اس کے نیچے سے آگ جلائی جارہی ہے۔ اس میں مرد اور عورتیں ننگے ہیں، جب آگ بھڑکائی جاتی ہے یہ اوپر ہو جاتے ہیں اور اس کمرہ سے باہر نکلنے کو ہوتے ہیں، اور جب دھیمی کی جاتی ہے تو اس میں واپس گر جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ (اور ان کو کیوں عذاب دیا جارہا ہے) انہوں نے کہا کہ یہ زناکار (مرد عورتیں ہیں اور زنا کی سزا میں آگ میں جل رہے ہیں)۔ (بخاری، مسلم)

---

(۵۸) هذا لفظ أحمد، وعند البخاري: ثقب۔

(۵۹) رواه البخاري (۱۳۸٦)، و (۷۰٤۷)، ومسلم (۲۲۷۲)، وأحمد في المسند (۱۹۵۹۰ - ۱۹٦۵۳)۔

اللہ کی سب سے زیادہ ناراضگی

(حدیث) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اعمال امتی تعرض فی کل یوم جمعة واشد غضب اللہ علی الزناة. (٦٠)

(ترجمہ) میری امت کے اعمال (اللہ کے اور میرے سامنے ہر جمعہ کے دن میں پیش کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ زانیوں پر غضبناک ہوتے ہیں۔

زانی کا ایمان کب واپس ہوتا ہے

(حدیث) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الایمان سربال یسربله اللہ من شاء، فاذا زنی العبد نزع منه سربال الایمان، فاذا تاب ردالیه. (٦١)

(ترجمہ) ایمان کا ایک لباس ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں (ایمان کا) لباس پہناتے ہیں، جب کوئی انسان زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان کا لباس اتار لیا جاتا ہے پھر جب وہ (اس سے) توبہ کرتا ہے تو اس کو لوٹا دیا جاتا ہے۔

---

(٦٠) حدیث واہ بمرة، إن لم یکن موضوعا، فیه: - عباد بن کثیر، هو الثقفي، البصري، متروك، وقال أحمد: روی أحادیث كذب۔ التقریب (٣١٣٩)۔ - محمد بن مصفّی بن بهلول الحمصي: صدوق له أوهام وكان يدلّس۔ التقریب (٦٣٠٤)۔

(٦١) حدیث صحیح، رجاله كلهم ثقات، ويشهد له الأحاديث المتقدمة أوّل هذا الباب۔

شرک کے بعد بڑا گناہ

(حدیث) حضرت ہیثم بن مالک طائی (تابعی) سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما من ذنب بعد الشرک اعظم عند اللہ من نطفة وضعها رجل فی رحم لا یحل له. (۶۲)

(ترجمہ) شرک کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ آدمی کا کسی ایسے رحم میں نطفہ ڈالنا ہے جو اس کے لئے حلال نہ ہو (یعنی وہ عورت اس کی بیوی نہ ہو اور مرد اس سے زنا کرے)۔

زنا کے چھ نقصانات

(حدیث) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایاکم والزنا فان فی الزنا ست خصال، ثلاث فی الدنیا وثلاث فی الآخرة، اما اللواتی فی الدنیا فذهاب نور الوجه وانقطاع الرزق وسرعة الفناء، واما اللواتی فی الآخرة فغضب الرب وسوء الحساب والخلود فی النار الا ان یشاء اللہ. (۶۳)

(ترجمہ) تم اپنے آپ کو زنا سے بچاؤ کیونکہ زنا میں چھ تباہیاں ہیں۔ تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ دنیا کی (تباہیاں) تو یہ ہیں کہ چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے، رزق میں تنگی آ جاتی ہے اور بہت جلد (اعضائے بدن گھل

---

(۶۲) حدیث ضعیف، فیه: - بقیة، هو ابن الولید، ثقة مدلّس وقد عنعنه۔ ابو بکر ابن أبي مریم، ضعیف، وكان قد سُرق بيته فاختلط۔ التقريب (۷۹۷٤)۔

(۶۳) حدیث رواته ثقات إلّا أنّ فيه انقطاعًا بين يزيد بن هارون وحميد، فالسند ضعيف۔

کر) بے کار ہو جاتے ہیں۔ اور آخرت کی (تین تباہیاں) یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا، حساب بہت سختی سے ہوگا اور ہمیشہ دوزخ میں جلنا ہوگا مگر جب اللہ چاہیں گے (زانی کو دوزخ سے نجات بخشیں گے)۔

زانیوں کی گندی بدبو

(حدیث) حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

بینا انا نائم اذا تانی رجلان فاخذ بضبعی فاخرجانی فاذا انا بقوم اشد شیء انتفاخا و انتنه ریحا کأن ریحهم المراحیض، قلت من هولاء؟ قال هولاء الزانون والزوانی. (۶۴)

(ترجمہ) میں سو رہا تھا کہ میرے پاس دو شخص (فرشتے) آئے انہوں نے میرے بازو سے تھاما اور مجھے باہر لے گئے تو میں ایک ایسی قوم کے پاس پہنچا جو سب سے زیادہ پھولی ہوئی تھی اور سب سے زیادہ بدبودار تھی گویا کہ ان کی بدبوئی خانے ہیں، میں نے (ان دو فرشتوں سے) پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ زنا کار مرد اور زنا کار عورتیں ہیں۔

(نوٹ) انبیاء کرام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں لہذا آپ ﷺ کو اس خواب میں جو زانیوں کا حال دکھلایا گیا ہے یہ بھی وحی ہے زانیوں کو اس سے عبرت پکڑنی چاہیئے پل دو پل کے عیش کی بجائے دوزخ کے طویل دائمی عذاب سے بچنا چاہیے۔ اللہ توفیق دے۔

---

(٦٤) حديث صحيح رواته كلهم ثقات۔ وهو جزء من حديث رواه ابن خزيمة في صحيحه (١٩٨٦)، وابن حبان في صحيحه (٧٤٩١)۔ وابن جابر هو عبد الرحمن بن يزيد بن جابر۔

شرمگاہوں کی بدبو

(حدیث) حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ مرفوعا (آنحضرت ﷺ سے) روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جنتیوں کو ایک خوشبو سنگھائی جائے گی تو وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم جب سے جنت میں داخل ہوئے ہیں، ہم نے اس سے زیادہ پاکیزہ خوشبو نہیں سونگھی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ روزہ داروں کے مونہوں کی خوشبو ہے۔

اور (اسی طرح سے) دوزخیوں کو بھی بدبو سنگھائی جائے گی تو وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم جب سے دوزخ میں داخل ہوئے اس سے زیادہ بدبو کبھی نہیں سونگھی؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ بدکار زانیوں کی شرمگاہوں کی بدبو ہے (٦٥) (اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی شرمساری سے محفوظ رکھے)۔

زنا اور لواطت کی شامت

(حدیث) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما طفف قوم کیلا ولا بخسوا میزانا الا منعهم الله القطر، ولا ظهر فی قوم الزنا الا ظهر فیهم الموت، ولا ظهر فی قوم عمل قوم لوط الاظهر فیهم الخسف.

(ترجمہ) جو قوم بھی ناپ تول میں کمی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان سے بارش کو روک لیتے ہیں۔ اور جس قوم میں زنا عام ہو جائے اس میں کثرت سے موتیں ہوتی ہیں، اور جس قوم میں لواطت عام ہو جاتی ہے اس میں زندہ

---

(٦٥) حدیث ضعیف، فیه رجل مبهم، ومحمد بن سعید إن کان هو المصلوب، فالحدیث موضوع۔

زمین میں دھنسا دیا جانا عام ہو جاتا ہے۔

زنا، بدنظری، مصافحہ، مذاق کی سزا، عورت کا مرد کو گناہ میں مبتلا کرنے کا عذاب

(حدیث) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

ومن قدر علی امراۃ او جاریۃ حراما فواقعھا حرم اللہ علیہ الجنۃ وادخلہ النار و من ابصر امرء ۃ حراما ملأ اللہ عینیہ نارا ثم امربہ الی النار، ومن صافح امراۃ حراما جاء یوم القیامۃ مغلولا یدہ الی عنقہ ثم یومر بہ الی النار، ومن فاکھھا حبس بکل کلمہ کلمھا فی الدنیا الف عام، وای امراۃ طاوعت الرجل حراما فالتزمھا او قبلھا او باشرھا اوفاکھھا او واقعھا فعلیھا من الوزر مثل ما علی الرجل. (٦٦)

(ترجمہ) جس شخص نے کسی عورت یا لونڈی پر قدرت پائی اور اس سے گناہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو حرام کر دیتے ہیں اور اس کو دوزخ میں داخل کریں گے، جس نے کسی عورت کو حرام نظر سے دیکھا تو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں میں (دوزخ کی) آگ بھریں گے پھر اس کو آگ میں داخل کرنے کا حکم فرمائیں گے۔ اور جس نے کسی (اجنبی) عورت سے حرام کا مصافحہ کیا وہ جب قیامت میں پیش ہوگا اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہوں گے پھر اس کو دوزخ میں (لے جانے کا) حکم دیا جائے گا۔ اور جس شخص نے (اجنبی عورت سے) دل لگی کی اس کو ہر کلمہ کے بدلہ میں جو اس نے اس عورت سے بولا تھا دنیا کے ہزار سال کے برابر (دوزخ

---

(٦٦) حدیث موضوع، فیہ داود بن المُحَبَّر ومیسرۃ بن عبد ربہ، وکلاھما ممن رُمِي بوضع الحدیث۔

میں) قید کیا جائے گا۔

اور جس عورت نے مرد کے ساتھ حرام پر اتفاق کیا اور مرد اس کے پاس گیا یا اس کا بوسہ لیا یا اس سے مباشرت کی یا اس سے دل لگی کی یا زنا کیا تو اس عورت پر بھی اتنا ہی گناہ ہے جتنا مرد پر ہے۔

شرمگاہ انسان کے پاس امانت ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان کی شرمگاہ بنائی اور فرمایا یہ تیرے پاس میری امانت ہے اس کو اس کے حق کے علاوہ کہیں استعمال نہ کرنا۔

دوزخ کا خطرناک دروازہ

حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دوزخ کے سات دروازے ہیں، سب سے زیادہ غمناک، اندوہناک، گرم، زیادہ بدبودار زانیوں کا دروازہ ہوگا جنہوں نے جان بوجھ کر اس کا ارتکاب کیا۔

سخت ترین گناہ

یہ بات اپنے علم میں رکھنا ضروری ہے کہ زنا بہت بڑا گناہ ہے پھر اس کے کئی درجے ہیں سب سے خطرناک کسی شخص کا اپنے محرم کے ساتھ زنا کرنا ہے اور ایسا بہت ہوا ہے اس کے بعد سخت ترین زنا انسان کا کسی شخص کی بیوی سے کرنا ہے۔ جس کے نطفوں اور نسب میں آمیزش ہو جاتی ہے۔ پھر سخت ترین زنا اس عورت سے زنا کرنا ہے جو پڑوس کی ہو یا رشتہ دار ہو۔

پڑوسی کی بیوی سے زنا

(حدیث) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا

کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟

تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ کہ تم اللہ کا کسی کو شریک بناؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

میں نے عرض کیا پھر کونسا گناہ بڑا ہے؟

فرمایا: یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ تمہارے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہوگا۔

میں نے عرض کیا پھر کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟

فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ (بخاری، مسلم)۔ (٦٧)

مسلمان کی بیوی سے زنا

چند حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بدکاریوں کا مذاکرہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کے نزدیک کونسا زنا سب سے زیادہ بُرا ہے۔

انہوں نے کہا اے امیر المومنین! یہ سب برے ہیں۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تمہیں بتاتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا زنا یہ

---

(٦٧) رواه البخاري (٤٧٦١) و(٦٠٠١) (٦٨١١٣)، ومسلم (٨٦)، والترمذي (٣١٨٢-٣١٨٣)، والنسائي (٤٠١٣، ٤٠١٤، ٤٠١٥)، وأحمد في المسند (٣٦٠١، ٤٠٩١، ٤١٢٠، ٤٣٩٧، ٤٤٠٩)۔

ہے کہ کوئی شخص کسی مسلمان آدمی کی بیوی سے زنا کرے اور زانی ٹھہرے اور مسلمان شخص کے لئے اس کی بیوی کو خراب کرے۔

یہ ذکر کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قیامت کے دن لوگوں کے سامنے بدبودار ہوا چلائی جائے گی جس سے ہر نیک و بد کو ایذا ہوگی جب وہ ان تک پہنچ کر اذیت میں مبتلا کر کے ناک میں دم کر دے گی تو ان کو ایک منادی ندا کرے گا جس کو سب سنیں گے، یہ کہے گا کیا تم جانتے ہو یہ بدبو کیسی ہے جس نے تمہیں ایذا میں مبتلا کیا؟

وہ کہیں گے قسم بخدا ہم تو نہیں جانتے مگر اس نے ہمیں تکلیف دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

تو ان کو بتایا جائے گا کہ یہ زنا کاروں کی شرمگاہوں کی بدبو ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں پیش ہوئے ہیں جب کہ انہوں نے اس جرم سے توبہ نہیں کی تھی۔ (یا اس جرم کی سزا نہیں بھگتی تھی)۔

باب 27

لواطت کی خطرناکیاں

لوطی ملعون ہے

(حدیث) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لعن الله من عمل عمل قوم لوط ولعن الله من عمل عمل قوم لوط ولعن الله من عمل عمل قوم لوط.(٦٨)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم والا کام (لڑکوں اور مردوں سے بدفعلی) کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم والا کام (لڑکوں اور مردوں

---

(٦٨) حديث صحيح، وإسناده حسن لغيره۔ رواه من طريق محمد بن إسحاق به: الإمام أحمد في المسند (١٨٧٨-٢٩٠٩)۔ وأشار إليه الترمذي في سننه عقب حديث رقم (١٤٥٦)، حيث قال: "وروى محمد بن إسحاق هذا الحديث عن عمرو بن أبي عمرو، ... ولم يذكر فيه القتل، وذكر فيه: ملعون من أتى بهيمة۔ ذكره بعدما ذكر حديثًا من طريق عبدالعزيز بن محمد، عن عمرو بن أبي عمرو؛ عن عكرمة، عن ابن عباس مرفوعًا: "من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به"۔ وهذا الإسناد ضعيف لأجل محمد بن إسحاق: صدوق مدلّس، وقد عنعنه، ولكن لم يتفرد به، بل تابعه غير واحد يرتقي بذلك إلى الحسن لغيره۔ وممن تابعه: - زهير بن معاوية، عن عمرو، كما سيذكره المصنف في=

سے بدفعلی) کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم والا کام (لڑکوں اور مردوں سے بدفعلی) کا ارتکاب کرتا ہے۔

حضورؐ کا خوف

(حدیث) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اخوف ما اخاف علی امتی عمل قوم لوط.(۶۹)

(ترجمہ) سب سے زیادہ خطرہ کی بات جس کے بارہ میں اپنی امت کے متعلق ڈرتا ہوں قوم لوط کا عمل ہے (کہ یہ لواطت میں مبتلا ہو کر خدا کے سخت ترین عذاب میں نہ مبتلا ہو جائیں)۔

اللہ نظر رحمت نہیں فرمائیں گے

(حدیث) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ

= الحديث الآتي، وقد رواه الإمام أحمد في مسنده (۲۸۱۲) والحاكم في المستدرك (۴: ۳۵۶۔ وزهير: ثقة ثبت۔ - عبدالرحمن بن أبي الزناد، رواه أحمد (۲۹۰۸)، وعبدالرحمن: صدوق تغير حفظه لما قدم بغداد۔ سليمان بن بلال، عند أحمد (۲۹۱۰)، وهو ثقة، لكن الراوي عنه أبو سعيد عبدالرحمن بن عبد الله البصري: صدوق ربما أخطأ۔ فالحديث من طريق زهير بن معاوية صحيح لذاته، وبقية الأسانيد حسنة لغيرها، لما فيها من الضعف۔

(۶۹) حديث حسن بشواهده۔ رواه الترمذي (۱۴۵۷)، وابن ماجه (۲۵۶۳)، وأحمد في المسند (۲۷۵۱۸)، والحاكم في المستدرك ۴ ۳۵۷۔ وقال الترمذي عقبه: "هذا حديث حسن غريب"۔ وقال الحاكم: صحيح الإسناد، ووافقه الذهبي۔ وفي إسناده عبد الله بن محمد بن عقيل: صدوق في حديثه لين، ويُقال: تغيّر بآخره، لكن يشهد له حديث ابن عباس السابق۔

نے ارشاد فرمایا:

لا ینظر اللہ الی رجل اتی رجلا او امراۃ فی دبرھا. (۷۰)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائیں گے جس نے مرد سے یا عورت سے پاخانہ کی جگہ میں بدفعلی کی ہوگی۔

لوطی پر مخلوقات کا غصہ

(حدیث) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لم یعل فحل فحلا حتی کان من قوم لوط، فاذا علا الفحل الفحل ارتج اواھتز عرش الرحمن عزوجل، فاطلعت الملائکۃ تعظیما لفعلھما فقالوا یا رب الاتامر الارض ان تعزرھما وتامر السماء ان تحصبھما؟ فقال انی حلیم لایفوتنی شئ. (۷۱)

(ترجمہ) جب کوئی مذکر مذکر سے بدفعلی کرتا ہے تو وہ قوم لوط (میں لکھا جاتا ہے اور قوم لوط جیسا بن جاتا ہے) اور جب مذکر مذکر سے بدفعلی کرتا ہے تو اللہ کا عرش کانپ اٹھتا ہے جس سے فرشتوں کو فاعل ومفعول کے گھناؤنے جرم کرنے کا پتہ چل جاتا ہے تو یہ کہتے ہیں اے باری تعالیٰ! کیا آپ زمین کو حکم نہیں دیتے جوان کو سزا دے (یعنی دھنسا دے) اور آسمان کو حکم نہیں دیتے جوان پر کنکر برسائے؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں بردبار ہوں مجھ سے کوئی چیز چھوٹ نہیں سکتی۔

---

(۷۰) إسنادهٗ ضعيف۔ رواه الترمذي (۱۱٦٥)۔ وقال: " حديث حسن غريب "۔ لكن في إسناده: أبو خالد الأحمر، واسمه سليمان بن حيان الأسدي الكوفي: صدوق يخطئ، والضحاك بن عثمان: صدوق يَهِم۔

(۷۱) حديث ضعيف۔ فيه: إبراهيم بن يحيى الشَّجَري: ليّن الحديث۔ التقريب (۲٦۸)۔ وأبو زيد محمد بن حسّان، لم أجد ترجمته۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مرد مرد سے بدفعلی کرتا ہے تو زمین ان کے نیچے سے، آسمان ان کے اوپر سے اور گھر اور چھت سب پکار اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں اے پروردگار!

آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ایک دوسرے سے مل جائیں (اور ان کو درمیان میں پیس کر رکھ دیں) اور ان کیلئے عذاب اور عبرت بن جائیں؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا صبر ان (کے اس کرتوت) سے زیادہ وسیع ہے جو مجھ سے چھوٹ نہیں سکتا۔

عورت کی عورت سے بدفعلی

جان لیں عورت کا عورت سے بدفعلی کرنا ویسے ہی سخت گناہ ہے جیسا کہ مرد کا مرد سے بدفعلی کرنا سخت گناہ ہے۔

(حدیث) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سحاق النساء زنا بينهن. (۷۲)

(ترجمہ) عورت کا عورت سے گناہ کرنا ان کا آپس میں (زنا کرنے کی طرح) ہے۔

گناہ کے اعتبار سے، اور سزا میں ایسی عورتوں کو تعزیر کی سزا ہوگی زنا کی حد نہیں لگے گی۔

---

(۷۲) حديث موضوع۔ عزاه الهيثمي في مجمع الزوائد ٦/٢٥٦: للطبراني في الكبير [٢٢/٦٣]، ولأبي يعلى - بإسناد المصنّف - ، ثم قال: "ورجاله ثقات"۔ كذا قال رحمه الله، ولكن فيه: - عثمان بن عبدالرحمن بن مسلم الحراني: صدوق، أكثرَ الرواية عن الضعفاء والمجاهيل، فضُعِّف بسبب ذلك، حتى نسبه ابن نمير إلى الكذب، وقد وثقه ابن معين، التقريب (٤٤٩٤)۔ عنبسة بن عبدالرحمن بن عبسة الأموي القرشي: متروك، رماه أبو حاتم بالوضع۔ التقريب (٥٢٠٦)۔

باب 28

لواطت کی سزا دنیا میں

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا عمل بد اور ان کے میلان کو اور ان کو جو عذاب دنیا میں دیا تھا اس کو ہمارے سامنے قرآن پاک میں کئی جگہ پر ذکر فرمایا ہے حالانکہ ان کے کفر کا ذکر اتنا کثرت سے نہیں کیا، حالانکہ یہ معلوم ہے کہ کفر اس بدکاری سے بھی بڑا گناہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں اس گھناؤنے جرم سے بچانا چاہتے ہیں۔ ہم نے قرآن پاک میں یہ بھی پڑھ رکھا ہے کہ ان پر دنیا میں پتھر برسائے گئے تھے۔

قتل کیا جائے

(حدیث) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے قوم لوط کا عمل کرنے والے کے متعلق فرمایا کہ فاعل (بدکاری کرنے والا) مفعول (۷۳) (کرانے والا) دونوں کو قتل کر دیا جائے۔

---

(۷۳) حديث صحيح۔ رواه أبو داود (٤٤٦٢)، والترمذي (١٤٥٦)، وابن ماجه (٢٥٦١)، وأحمد في المسند (٢٧٢٧)۔ كلهم من طريق عبدالعزيز الدراوردي به، وهو صدوق كان يُحدِّث من كتب غيره فيخطئ۔ ولكن لم ينفرد به بل تابعه عليه غير واحد: فتابعه: عبد الله بن جعفر المخرمي، عند الحاكم في المستدرك ٣٥٥/٤، وفي آخره: "ومن وجدتموه يأتي بهيمة فاقتلوه، واقتلوا البهيمة معه"۔ قال الحاكم: " هذا حديث صحيح الأسناد ولم يخرجاه "۔ ووافقه الذهبي، وعبد الله المخرمي: ليس به بأس، كما ذكر الحافظ في التقريب (٣٢٥٢)۔ وتابعه أيضًا: سليمان بن بلال، عند الحاكم ٣٥٥/٤، وسليمان: ثقة۔ التقريب =

(حدیث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من وجدتموه يعمل بعمل قوم لوط فارجموا الاعلى والاسفل. (۷۴)

(ترجمہ) جس شخص کو تم قوم لوط والا گناہ کرتے دیکھو تو اوپر اور نیچے والے (دونوں) کو سنگسار کردو۔

صحابہ کرام کا فیصلہ ---- لوطی آگ میں جلایا جائے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط روانہ کیا کہ ایک علاقہ میں ایک شخص ایسا ملا ہے جس نے مرد سے نکاح کر رکھا ہے بالکل ایسے ہی جیسا کہ عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے فیصلہ کے لئے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا ان میں

=(۲۵۳۹)۔ وقد ورد الحديث من غير طريق عمرو بن أبي عمرو، وهو ثقة ربما وهم، حيث ذكره المصنف في الحديث الآتي من طريق ابن أبي حبيبة وداود بن الحصين، عن عكرمة عن ابن عباس مرفوعاً به۔ رواه أحمد في المسند (۲۷۲۲) وأشار إليه أبو داود في سننه عقب حديث (٤٤٦٢) فقال: "ورواه ابن جريج، عن إبراهيم، عن داود بن الحصين، عن عكرمة، عن ابن عباس رفعه"۔ والطبراني في الكبير (۱۱٥۲۷-۱۱٥٦۸-۱۱٥٦۹)۔ وابن أبي حبيبة: اسمه إبراهيم بن إسماعيل: ضعيف۔ داود بن الحصين: ثقة إلا في عكرمة۔ والحديث عنه، فليس بثقة فيه، ولكن يشدّ أزره من تابعه عن عكرمة۔ وتابعه أيضا عباد بن منصور، عند المصنف (٥٨٣) وأحمد وأبو داود۔ انظر هامش الحديث (٥٨٣)۔ فالحديث بهذه بالمتابعات يتقوى ويصحّ۔ وله شواهد من حديث جابر وأبي هريرة- كما سيأتي عند المصنف۔ ولكن لا تغني ولا تُسمن من جوع۔

(۷٤) رواه الحاكم في مستدركه ٤/۳٥٥، وسكت عليه، وقال الذهبي: =

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا یہ ایسا گناہ ہے جس کو سوائے ایک امت کے کسی اور امت نے نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا جو حشر کیا اس کو آپ حضرات جانتے ہیں، میری رائے یہ ہے اس شخص کو آگ میں جلا دیا جائے۔ تو تمام صحابہ کرامؓ کی رائے مبارک نے اس پر اتفاق کیا کہ اس کو آگ میں جلا دیا جائے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم جاری کر دیا کہ اس کو آگ میں جلا دیا جائے۔ (۷۵)

(اسی طرح دو واقعوں میں) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ہشام بن عبدالملک نے بھی ایسے لوگوں کو آگ میں جلا دیا تھا۔

حضرت علیؓ کا عمل

یزید بن قیس سے روایت ہے کہ حضرت علی نے ایک لوطی کو (جلانے کی بجائے) سنگسار بھی کرا دیا تھا۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص حضرت لوط علیہ السلام کی قوم والا عمل کرے اس کو قتل کر دو۔

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لوطی کی سزا کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ

="عبد الرحمن : ساقط "۔ قلت: عبدالرحمن هو ابن عبد الله بن عُمر بن حفص العُمَري، أبو القاسم المدني؛ نزيل بغداد: متروك۔ التقريب (۳۹۲۲)۔

(۷۵) ذكر هذه القصة ابن القيم في الجواب الكافي ص۲٤۸۔

رضی اللہ عنہ نے فرمایا آبادی میں کوئی اونچا گھر تلاش کیا جائے پھر لوطی کو منہ کے بل پھینکا جائے پھر اس پر پتھروں کی بارش کردی جائے۔(۷۶)

ائمہ اسلام کی آراء

(۱) امام شعبہؒ اور حضرت سعید بن المسیبؒ، جابر بن زیدؒ، عبید اللہ بن عبداللہ بن معمرؒ، امام مالکؒ، ربیعہؒ، ابن ہرمزؒ، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں لوطی کو سنگسار کیا جائے وہ شادی شدہ ہو یا کنوارہ۔

(۲) حضرت ابراہیم (نخعی رحمۃ اللہ علیہ) حضرت قتادہؒ، حضرت عطاءؒ، حضرت حسن بصریؒ، فرماتے ہیں جو سزا زانی کی ہے وہی اس لوطی کی ہے (یعنی شادی شدہ ہو تو پتھر مار مار کر قتل کردو اگر شادی شدہ نہ ہو تو سو کوڑے مارو)۔

(۳) امام شافعیؒ اور امام احمدؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں (۱) لوطی چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ دونوں صورتوں میں اس کو سنگسار کیا جائے۔ اس رائے میں امام اسحاق بن راہویہ بھی ان کے موافق ہیں (۲) لوطی کی سزا زانی کی طرح ہے اگر کنوارہ ہے تو کوڑے، اگر شادی شدہ ہے تو سنگسار، اس رائے میں امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی امام احمد اور امام شافعی کے موافق ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا مذہب

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ لوطی پر تعزیر ہے۔

(فائدہ) یعنی کوئی سزا مقرر نہیں ہے حاکم وقت جو سزا مناسب سمجھے دے سکتا ہے کیونکہ آپ نے اوپر کے ارشادات کو ملاحظہ کیا ہوگا اس جرم کی سزا میں علمائے اسلام

---

(۷۶) وهذا أخذا من قوله تعالى عن قوم لوط: ﴿فلما جاء أمرنا جعلنا عاليها سافلها وأمطرنا عليها حجارة من سجيل﴾ [هود/۸۲]۔

کے اقوال مختلف ہیں حتیٰ کہ صحابہ کرامؓ کے اقوال بھی اس میں مختلف ہیں یہ مسئلہ اجتہادی اور بہت اختلافی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ سے اس کی سزا کی کوئی حد مقرر نہیں ہے ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اس کو سزا دینے میں اختلاف نہ فرماتے۔ لیکن ان مختلف اقوال سے یہ ضروری ثابت ہوتا ہے کہ اس گھناؤنے کرتوت سے معاشرہ کو پاک رکھنے کے لئے حاکم جو بھی کڑی سے کڑی سزا دیدے اس کی صوابدید پر ہے، ہاں اگر لوطی نے یہ کام دوسری بار بھی کر ڈالا تو پھر اس کو قتل کر دیا جائے صرف پہلی بار کی لواطت پر تعزیر ہے جس سے وہ اس گناہ سے باز رہے اگر دوبارہ ملوث ہو تو قتل کر دیا جائے جیسا کہ فتاویٰ شامی میں تحریر ہے۔

ان تمام اقوال و مذاہب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب قرآن وسنت اور اقوال صحابہ کرامؓ کے زیادہ قریب ہے تحقیق کے لئے احقر امداد اللہ انور عفی عنہ کا مضمون بہت سی کتب مذاہب اربعہ کو سامنے رکھ کر قرآن و حدیث کے دلائل کو غور سے دیکھنے اور جمع کرنے کے بعد تحریر کیا گیا ہے اس میں امام مالکؒ اور امام احمدؒ و شافعیؒ اور صاحبین کے مذاہب کا جواب بھی کافی تفصیل سے لکھا گیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب تعزیر کو قرآن پاک کی کئی آیات اور احادیث سے ثابت کیا ہے بہت ہی عجیب تحقیق ہے قابل دید ہے۔

(امداد اللہ انور)

لوطی کا حج قبول نہ ہونے کی حکایت

حضرت یونس بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حج کی نیت میں مکہ حاضر ہوا جب عرفات کی رات آئی تو جو امام صاحب ہمارے ساتھ حج کر رہے تھے انہوں نے ایک خواب دیکھا۔ پھر جب ہم مکہ واپس لوٹ گئے تو ہم نے ایک منادی کی ندا سنی جو پتھر کے اوپر سے پکار رہا تھا اے گروہ حجاج خاموش ہو جاؤ تو تمام لوگ خاموش ہو گئے۔ پھر اس نے کہا کہ اے گروہ حجاج تمہارے امام نے یہ خواب دیکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کی مغفرت فرما دی ہے جنہوں نے اس سال بیت اللہ شریف کی حاضری دی ہے صرف ایک آدمی کو نہیں معاف کیا کیونکہ اس نے ایک لڑکے سے بدکاری کی ہے۔

شریعت کی سزائیں دینا عوام کا کام نہیں ہے

جو لوگ زنا، چوری، لواطت وغیرہ میں پکڑے جائیں یا سنے جائیں تو اس کی سزا کے لئے اسلامی عدالت میں مقدمہ دائر کیا جائے جب پوری تحقیق ہو اور وہ شخص مجرم ثابت ہو جائے تو عدالت کے ذمہ ہے کہ وہ اس پر سزا کو نافذ کرے، اگر اس ملزم پر جرم ثابت نہ ہو تو باعزت طور پر رہا کر دے۔ یہ سزائیں دینا عوام کا کام نہیں جیسا کہ بہت سے علاقوں میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ عوام اشتعال میں آ کر کسی شخص کو سزا دینا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ ان کو نہ تو اس کے جرم کی کیفیت کا پتہ ہوتا ہے نہ اس کے ثبوت کے طریقہ کار کا پتہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس کام کی شرعی حد کا علم ہوتا ہے وہ مجرم کو ملزم اور ملزم کو مجرم قرار دیتے ہیں اور پھر عوام میں بھی سب ایک جیسے نہیں ہوتے اور عوام کالانعام ہوتے ہیں لہذا اس طریقہ سے خوب بچنا چاہئے اور دوسروں کو بھی اس کی خبر کرنی ضروری ہے تاکہ جہالت کی وجہ سے حدود شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو۔

(امداد اللہ انور)

باب 29

لوطی کی قیامت اور دوزخ کی سزائیں

دوزخ میں آگ کے تابوت ہیں

(حدیث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں آنحضرت ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا آپ نے اس خطبہ میں فرمایا:

من نكح امرأة في دبرها او غلاما اورجلا حشر يوم القيامة انتن من الجيفة ينادى به الناس حتي يدخله الله نار جهنم ويحبط الله عمله ولا يقبل منه صرفا ولا عدلا ويجعل في تابوت من النار ويسمر عليه بمسامير من حديد من نار فتستل تلك المسامير في وجهه وفي جسده. (۷۷)

(ترجمہ) جو شخص کسی عورت کے یا کسی لڑکے کے یا کسی آدمی کے جائے پاخانہ میں برائی کرے گا وہ قیامت کے دن سڑے ہوئے مردار سے زیادہ بدبو دار اٹھایا جائے گا۔ (قیامت کے دن) لوگوں کے سامنے اس کی اس بے حیائی کا چرچا کیا جائے گا حتیٰ کہ اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ میں داخل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال ضائع کر دیں گے نہ تو اس سے کوئی مستحب قبول ہوگا نہ فرض عبادت

---

(۷۷) حديث موضوع، فيه داود بن المحبّر بن قَحْذم الثقفي، متروك، ورماه البعض بالوضع والكذب۔ وقد تقدمت ترجمة ضافية له أوّل الكتاب۔

بلکہ اس کو آگ کے ایک تابوت میں بند کیا جائے گا اور آگ کے لوہے کی اس پر میخیں ٹھوک دی جائیں گی اور وہ میخیں اس (لوطی) کے منہ اور جسم میں گھس جائیں گی۔ (نعوذ باللہ منہ)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سزا اس لوطی کو دی جائے گی جو بغیر توبہ کئے مر گیا تھا۔

سب سے پہلے دوزخ میں جانے والے

(حدیث) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سبعة لا ينظر الله اليهم يوم القيامة ولا يزكيهم ولا يجمعهم مع العالمين يدخلون النار اول الداخلين الا ان يتوبوا فمن تاب تاب الله عليه الناكح يده و الفاعل والمفعول به ومد من خمرو الضارب ابويه حتى يستغيثا، والموذى جيرانه حتى يلعنوه والناكح حليلة جاره.(۷۸)

(ترجمہ) سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی طرف نہ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھے گا نہ ان کو پاک کرے گا (یعنی دوزخ میں ان کے گناہوں کی سزا دے کر جنت میں جانے کے قابل نہ بنائے گا)، اور نہ ان لوگوں کو (میدان حشر میں) باقی مخلوقات کے ساتھ جمع کرے گا (یعنی قبروں سے نکلتے ہی پہلے ہی پہل دوزخ میں ڈال دے گا مخلوقات کے ساتھ جمع ہونے کی نوبت ہی نہیں آئے گی جیسا کہ اگلے جملہ میں آتا ہے کہ) وہ دوزخ میں سب سے پہلے داخل ہونے والے ہوں گے ہاں اگر انہوں نے توبہ کر لی تو جو توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتے ہیں (وہ سات قسم

---

(۷۸) إسناد فيه: علي بن ثابت الجزري: صدوق ربما أخطأ۔ التقريب (٤٦٩٦)۔ مسلم بن جعفر، وحسّان بن حميد لم أجد ترجمتهما۔

کے لوگ یہ ہیں (۱) مشت زنی کرنے والا (۲) فاعل لواطت کرنے والا (۳) (مفعول) جو لواطت کرائے گا (۴) شراب کا عادی (۵) والدین کو پیٹنے والا یہاں تک کہ وہ فریاد کرنے لگیں (۶) اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دینے والا حتیٰ کہ لعنت کرنے لگیں (۷) اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے والا۔

(فائدہ) اندازہ فرمائیں یہ سات کام کتنے بڑے گناہ کے ہیں کہ اتنی سخت سزا ان کو دی جائے گی لیکن دوزخ میں طویل عرصہ سزا بھگتنے کے بعد مؤمنین کو جنت میں داخل کیا جائے گا لیکن یہ معلوم نہیں کہ دوزخ میں رہنے کا طویل عرصہ لاکھوں سال کا ہے یا کروڑوں سال کا۔

اللہ تعالیٰ سب کو اپنی امان میں رکھے دنیا میں اگر مچھر بھی کاٹ لے تو سخت تکلیف محسوس کرتے ہیں پتہ نہیں سخت ترین عذاب خداوندی کے سہنے کی لوگوں میں کہاں سے جرات آجاتی ہے یہ شیطان کا دھوکہ ہے کبھی یوں دھوکہ دیتا ہے کہ آخرت کس نے دیکھی ہے یہ دھوکہ تو کفر ہے۔ کبھی یوں دھوکہ دیتا ہے کہ اللہ بڑا مہربان ہے یہ گناہ بھی معاف نہ کرے گا؟ لیکن انسان کو اس کا اندازہ نہیں ہوتا کہ میں جس گناہ کو معمولی سمجھ رہا ہوں وہ کتنا بڑا ہے اللہ کے نزدیک بھی اور دوزخ میں سزا کاٹنے کے اعتبار سے بھی اور دوزخ بھی کتنی خطرناک ہے۔ جو حضرات دوزخ کے حالات تفصیل سے پڑھنا چاہیں وہ احقر مترجم کی کتاب ''جہنم کے خوفناک مناظر'' ضرور ملاحظہ کریں۔ (امداد اللہ)

لوطی بغیر توبہ کے کسی صورت میں پاک نہیں ہوسکتا

(حدیث) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللوطیان لو اغتسلا بماء البحر لم یجزهما الا ان یتوبا. (۷۹)

---

(۷۹) حدیث واہ منکر، فیه روح بن مسافر: قال البخاري: ترکه ابن المبارك، =

(ترجمہ) اگر لواطت کرنے اور کرانے والے سمندر کے تمام پانی سے غسل کریں تب بھی وہ ان کو پاک نہیں کر سکے گا ہاں یہ کہ وہ توبہ کریں (تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرمادیں گے)۔

لوطی قوم لوط میں شامل کر دیا جاتا ہے

(حدیث) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من مات من امتي يعمل عمل قوم لوط نقله الله اليهم حتى يحشر معهم. (۸۰)

(ترجمہ) جو آدمی میری امت میں قوم لوط والا گناہ کرتا تھا وہ مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو قوم لوط میں منتقل کر دیتے ہیں اور قیامت کے دن بھی انہیں کے ساتھ کھڑا کریں گے۔

لوطی بندروں اور خنزیروں کی شکل میں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں قیامت کے دن لوطیوں کو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں کھڑا کیا جائے گا۔

=وقال الجوزجاني: متروك، وكذا قال أبو داود، وقال ابن معين: لا يُكتب حديثه، وقال مرّة: ليس بثقة، وقال مرة: ضعيف۔ ميزان الاعتدال ٦١/٢۔

(۸۰) حديث منكر، فيه:- مسلم بن عيسى بن مسلم الصفّار: قال الدارقطني: متروك۔ ميزان الاعتدال ١٠٦/٤۔- أبوه: عيسى بن مسلم الصفّار: منكر الحديث، وذكره أحمد، وذكر قوله في الإرجاء، فقال: ذاك خبيث القول۔ الميزان ٣٢٣/٣۔

لوطی کی بدترین حالت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو شخص جس حالت میں فوت ہوتا ہے اسی حالت میں قبر سے نکالا جائے گا حتیٰ کہ لوطی کو جب نکالا جائے گا تو اس نے اپنا آلہ تناسل اپنے دوست کی جائے پاخانہ پر رکھا ہوگا یہ دونوں قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے بے حد شرمندہ ہو رہے ہوں گے۔

(فائدہ) قیامت میں ہر شخص اپنے اپنے حال میں مستغرق ہوگا کسی کی کسی حالت سے کوئی شہوت نہ ہوگی بلکہ اپنے انجام کی فکر ہوگی۔

باب 30

گناہوں کی سزاؤں سے بچنے کی ضرورت

یہ جاننا چاہئے کہ گناہوں کی سزائیں مختلف ہوتی رہتی ہیں کبھی تو آدمی ان میں فوراً پھنس کر گرفتار ہو جاتا ہے اور کبھی دیر سے، کبھی ان کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے کبھی دیر تک مخفی رہتا ہے۔

سب سے ہلکی سزا وہ ہے جس کو سزا پانے والا محسوس نہ کر سکے اور سب سے خطرناک سزا یہ ہے کہ بندہ سے ایمان و معرفت خداوندی چھن جائے اور اس سے کم درجہ کی سزا یہ ہے کہ دل مردہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کی لذت نہ ہوتی ہو، اور بندہ کا حرص گناہ پر تیز ہو جائے۔ قرآن بھول جائے، استغفار کو کوئی اہمیت نہ دے۔

کبھی تو باطن کی سزا آہستہ سے تاریکی پھیلاتی ہے حتیٰ کہ دل کے افق تک چھا جاتی ہے اور اس کی بصیرت اندھی ہو جاتی ہے۔

اور سب سے ہلکی سزا وہ ہے جو دنیا میں بدن پر پڑے۔ چنانچہ کبھی بدنگاہی کی سزا نظر پر بھی پڑتی ہے۔ پس جو شخص اپنے گناہوں کی وجہ سے اپنے نفس کو عذاب خداوندی کا مستحق جاننے لگے اس پر ضروری ہے کہ وہ عذاب کے نازل ہونے سے پہلے سچی توبہ کر لے تاکہ اس کی یہ توبہ آنے والے عذاب کو ٹال لے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی

(حدیث) حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم

ﷺ نے ارشاد فرمایا:

البر لایبلی والاثم لاینسی والدیان لا ینام فکن کما شئت کماتدین تدان. (۸۱)

(ترجمہ) نیکی کبھی بوسیدہ نہیں ہوتی، گناہ کبھی نہیں بھلایا جاتا، بدلہ دینے والا (اللہ تعالیٰ) کبھی نہیں سوتا تو جو چاہے کرلے (دنیا میں تجھے اچھا یا برا سب کرنے کا اختیار ہے) جیسا (عمل) کرے گا ویسا بدلہ دیا جائے گا (اگر نیک عمل کئے تو نیک اجر ملے گا اگر برے عمل کئے تو خطرناک سزا ملے گی)۔

ایک گناہ پر چالیس سال کے بعد بھی غم

حضرت ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بہت غمگین ہوئے تو ان سے عرض کیا گیا کہ اے ابوبکر یہ غم کس بات کا ہے؟ فرمایا:

یہ غم اس گناہ کا ہے جو میں نے آج سے چالیس سال پہلے کیا تھا۔

ہم اس شخص کا واقعہ پہلے ذکر کر آئے ہیں جس نے ایک لڑکے کی طرف نظر گناہ سے دیکھا تھا تو اس کا حفظ شدہ قرآن پاک چالیس سال کے بعد بھول گیا تھا۔

عورت کی کلائی سے مرد کی کلائی چپک گئی

حضرت علقمہ بن مرثد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ اس کو عورت کی کلائی چمکتی ہوئی نظر آئی تو اس نے لذت لینے کیلئے اپنی کلائی اس کی کلائی پر رکھ دی اور ان دونوں کی کلائیاں آپس میں چپک گئیں۔ تو وہ شخص ایک بزرگ کے پاس گیا (اور اپنا واقعہ بتایا) تو بزرگ نے فرمایا تم

---

(۸۱) حدیث مرسل: أبو قلابة - بكسر القاف - واسمه عبد الله بن زيد، تابعي ثقة فاضل، كثير الإرسال. التقريب (۳۳۳۳)، والمرسل ضعيف.

واپس اسی جگہ پر جاؤ جہاں پر تم نے یہ گناہ کیا ہے اور رب البیت سے وعدہ کرو کہ تم دوبارہ یہ حرکت نہ کرو گے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کو نجات مل گئی۔

شکلیں بدل گئیں

حضرت ابن ابی نجیح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اساف اور نائلہ ایک مرد اور عورت تھے یہ شام سے بیت اللہ شریف کا حج کرنے کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے دوران طواف ایک دوسرے کا بوسہ لے لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلیں بگاڑ کر پتھر کر دیئے اور یہ مسجد حرام ہی میں رہے حتیٰ کہ اسلام ظاہر ہوا اور ان کو نکال باہر کیا گیا۔

باب 31

توبہ اور استغفار کی ترغیب

حضورؐ روزانہ سو مرتبہ توبہ کرتے تھے

(حدیث) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یا ایھا الناس توبوا الی ربکم فانی اتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ.(۸۲)

(ترجمہ) اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو کیونکہ میں اس کے سامنے روزانہ (گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود) سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

سید الاستغفار اور اس کی فضیلت

(حدیث) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذبک من شرما صنعت، ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت.

(۸۲) رواہ مسلم (۲۷۰۲/۴۲)، وأحمد في المسند (۱۷۳۹-۱۷۳۹٤)۔

(ترجمہ) اے اللہ آپ میرے پروردگار ہیں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ نے مجھے پیدا فرمایا، میں تیرا بندہ ہوں، تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں جتنا مجھ میں ہمت ہے، میں نے جو کیا ہے اس کے شر سے میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں، آپ کی جو مجھ پر نعمتیں ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں، اور آپ کے سامنے اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں، آپ مجھے بخش دیں کیونکہ آپ کے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا یہ کلمات سید الاستغفار ہیں جو شخص ان کو صبح ہونے کے بعد ایمان ویقین کے ساتھ پڑھے گا اور اس دن میں فوت ہوگا تو وہ جنتیوں میں سے ہوگا۔ اور جو شخص ان کو شام ہونے کے بعد ایمان ویقین کے ساتھ پڑھے گا اور اس رات میں اس کا انتقال ہو گا تو بھی وہ جنتیوں میں سے ہوگا۔ (بخاری شریف)۔ (۸۳)

ابلیس کا چیلنج اور اللہ تعالیٰ کا جواب

(حدیث) حضرت عمرو بن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

ان ابلیس قال لربه عزوجل : بعزتک وجلالک لا ابرح اغوی بنی آدم مادامت الارواح فیهم، فقال له ربه عزوجل فبعزتی وجلالی لاابرح اغفرلهم ما استغفرونی. (۸۴)

(ترجمہ) ابلیس نے رب العزت سے عرض کیا مجھے تیرے غلبہ اور جلال

---

(۸۳) رواه البخاري (٦٣٠٦) و (٦٣٢٣)، والترمذی (٣٣٩٣)، والنسائي (٥٥٢٢)، وأحمد في المسند (١٦٦٦٢-١٦٦٨١)۔

(٨٤) حديث صحيح رواته كلهم ثقات۔ رواه أحمد (١٠٨٥١-١٠٩٧٤-٢٧٢٦٢٧)۔

کی قسم! میں انسانوں کو اس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کی روحیں ان کے اجسام میں موجود رہیں گی۔ تو اللہ جل شانہ نے جواب ارشاد فرمایا مجھے بھی اپنے غلبہ اور جلال کی قسم! میں بھی ان کی بخشش کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے۔

سیاہ وسفید اعمالنامہ

حضرت بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسانوں کے اعمال (آسمانوں پر) اٹھا لئے جاتے ہیں۔ جب ایسا کوئی اعمالنامہ اٹھایا جاتا ہے جس میں استغفار بھی شامل ہو تو وہ سفید شکل میں اٹھتا ہے۔ اور جب وہ اعمالنامہ اٹھایا جاتا ہے جس میں استغفار موجود نہیں ہوتا تو وہ سیاہ شکل میں اٹھتا ہے۔

رونے کا گناہوں پر اثر

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گناہ پر رونا گناہوں کو اس طرح سے جھاڑ دیتا ہے جس طرح سے ہوا خشک پتوں کو (درختوں سے) جھاڑ دیتی ہے۔

رونے والے کے گناہوں کو محافظ فرشتے بھول جاتے ہیں

حضرت یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں پر روتا ہے تو اس کے (پاس رہنے والے، اس کی حفاظت کرنے والے، اس کے اعمال لکھنے والے) فرشتے اس کے گناہ کو بھول جاتے ہیں۔

تیس سال تک گناہوں پر روتے رہے

حضرت مضر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو الحجاج جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک دن حاضر ہوا اور ان سے بات کرنا چاہی مگر انہوں نے مجھ

سے بات نہ کی۔ میں نے ان سے عرض کیا آپ کو کیا حرج ہوگا اگر آپ کے پاس کوئی علم کی بات ہو اور مجھے بتادیں تو؟ انہوں نے مجھے فرمایا:

تم نے کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے؟

میں نے کہا جی ہاں۔

فرمایا:

اس کو تیرے اعمالنامہ میں لکھ کر اللہ جل شانہ کے حضور پیش کیا گیا ہے؟

میں نے عرض کیا جی ہاں (پیش کیا گیا)۔

فرمایا:

کیا تمہیں علم ہے کہ اللہ نے اس کو معاف کر دیا ہے؟

میں نے عرض کیا (مجھے علم) نہیں ہے۔

تو فرمایا پھر یہاں کیوں (آرام سے) بیٹھے ہو اور کیوں خاموش ہو روتے کیوں نہیں؟ جاؤ اپنی زندگی کے تمام دن اپنے نفس پر رونے میں گذار دو حتیٰ کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرے گناہ کا کیا حال ہے (کیا وہ بخش دیا گیا ہے یا نہیں) حضرت عبداللہ بن سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت مضر رحمۃ اللہ علیہ خوف کے مارے تیس سال تک روتے رہے حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا (رحمۃ اللہ علیہ وقدس اللہ اسرارہ)۔

باب 32

خدا یاد آنے سے گناہ سے کنارہ کش ہونے والوں کا ثواب

آخرت کا ثواب

ارشاد خداوندی:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾

(ترجمہ) جو شخص اپنے رب کے سامنے پیش ہونے سے خوفزدہ ہو گیا اس کے لئے دو جنتیں ہوں گی۔ (الرحمٰن:۴۶)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ دو جنتیں اس شخص کو عطاء فرمائی جائیں گی جس نے گناہ کا ارادہ کیا پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کے خوف سے گناہ کرنے سے رک گیا۔

اور حضرت ابوبکر بن ابی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے والد مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ گناہوں سے بچنے میں سبقت کرنے والوں کے لئے سونے کی دو جنتیں ہوں گے اور گناہوں سے بچنے والوں کی اقتداء میں گناہوں سے بچنے والوں کے لئے چاندی کی دو جنتیں ہوں گی۔

اللہ کے عرش کے سایہ میں

(حدیث) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

سبعة يظلهم الله عزوجل في ظله يوم لاظل الاظله: الامام العادل، وشاب نشأفي عبادة الله عزوجل، ورجل قلبه معلق بالمساجد، ورجلان تحابافي الله عزوجل اجتمعا عليه و تفرقا عليه، ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتي لا تعلم شماله ما تنفق يمينه، ورجل ذكر الله عزوجل خاليا ففاضت عيناه ،ورجل دعته امرأة ذات منصب وجمال الي نفسها فقال اني اخاف الله (بخاری، مسلم)۔ (۸۵)

(ترجمہ) سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کواللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سایہ میں اس دن جگہ دیں گے جس دن اس کے سایہ کے سوا کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا۔(۱) عادل حکمران (۲) وہ جوان جواللہ تعالیٰ کی عبادت میں پروان چڑھا ہو (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد سے وابستہ ہو (۴) وہ دو آدمی جو آپس میں صرف اللہ کی خاطر محبت رکھتے ہوں اسی کی محبت حاصل کرنے کو جمع ہوں اوراس کی محبت میں الگ ہوں (۵) وہ آدمی جو چھپا کر صدقہ کرے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا اور کتنا خرچ کیا (۶) وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کا ذکر کیا اوراس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے (۷) وہ آدمی جس کو کسی منصب و جمال والی عورت نے اپنے پاس بلایا تو اس نے کہا میں (اس بارہ میں) اللہ جل شانہ سے ڈرتا ہوں۔

---

(۸۵) رواه البخاري (٦٦٠) و (١٤٢٣)، ومسلم (١٠٣١)، والترمذي (٢٣٩١)، والنسائي (٥٣٨٠)، ومالك في الموطأ(١٧٧٧)، وأحمد في المسند (٩٣٧٣)۔

پاکدامنی کا انعام

(حدیث) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے کے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

ومن قدر علی امراة اوجارية حراما فتركها مخافة منه، امنه الله يوم الفزع الاكبر وحرمه على النار وادخله الجنة. (٨٦)

(ترجمہ) جس شخص نے کسی عورت یا لونڈی پر گناہ کی قدرت پائی اور اس کو خدا کے خوف سے چھوڑ دیا (یعنی گناہ کرنے سے باز آگیا) تو اس کو اللہ تعالیٰ بڑی گھبراہٹ کے دن میں امن نصیب کریں گے۔ اس پر دوزخ کو حرام کر دیں گے اور جنت میں داخل فرما دیں گے۔

دوسرا انعام

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جنات النعیم، جنات الفردوس اور جنات عدن کے درمیان ہیں ان میں خوبصورت لڑکیاں ہیں جو جنت کے گلاب سے پیدا کی گئی ہیں۔ ان سے کسی نے پوچھا ان جنات النعیم میں کون لوگ رہیں گے؟ فرمایا:

وہ لوگ جنہوں نے گناہ کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے میری (یعنی اللہ کی) عظمت کا لحاظ کیا (اور گناہ نہ کیا) اور وہ لوگ جن کی کمر اللہ کے خوف سے دوہری ہوگئی۔

۔ مجھے اپنے غلبہ قدرت کی قسم ہے میں زمین والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں جب اپنی وجہ سے بھوکوں پیاسوں کو دیکھتا ہوں تو ان سے عذاب ہٹا لیتا ہوں۔

---

(٨٦) حديث موضوع۔ فيه: داود بن المحبّر، وميسرة بن عبد ربه، وكلاهما ممن رُمي بوضع الحديث۔

اللہ تعالیٰ کا افضل ذکر

حضرت میمون (بن مہران رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں۔(۱) اللہ تعالیٰ کا زبان سے ذکر کرنا تو خوب ہے مگر (۲) اس سے افضل ذکر یہ ہے کہ انسان اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے گناہ کرنے سے رک جائے جب وہ گناہ میں مبتلا ہونے لگا ہو۔

صدقِ ایمان کی نشانی

حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آدمی کے ایمان کی سچائی اور قبولیت میں سے ہے کہ آدمی کو کسی خوبصورت عورت کے ساتھ تنہائی کا موقعہ ملے اور وہ محض اللہ تعالیٰ سے خوف کی وجہ سے رک جائے (گناہ نہ کرے)۔

باب 33

بدکاری پر قدرت کے باوجود باز رہنے والوں کی حکایات

عظیم حکایت:

(حدیث) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ

تین آدمی سفر کر رہے تھے ان کو بارش نے گھیر لیا اور وہ پہاڑ کی ایک غار میں پناہ گزین ہوئے اور ان کی غار کے دھانے پر پہاڑ کی ایک چٹان گری اور ان کا راستہ بند کر دیا۔ تو انہوں نے آپس میں کہا تم اپنے نیک اعمال میں غور کر جو تم نے خالص اللہ کو راضی کرنے کے لئے کیے شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت اس چٹان کو ہم سے ہٹا دے۔ تو ان میں سے ایک نے کہا

> اے اللہ! میرے دو بوڑھے والدین تھے اور ایک ننھی سی بیٹی تھی میں ان کی دیکھ بھال اور ضروریات کی کفالت کرتا تھا جب میں ان کے پاس پہنچتا اور دودھ دوہتا تو اپنی بیٹی سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا تھا۔ ایک دن وہ درخت دور تھا (جہاں میں بکریاں چرانے کے لئے گیا تھا) تو میں شام ڈھلے وہاں پہنچا تو والدین کو سوتا ہوا پایا۔ تو میں نے اسی طرح سے دودھ دوہا جیسا کہ پہلے دوہا کرتا تھا پھر اس کو لے کر اپنے والدین کے سرہانے

کھڑا رہا، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ ان کو بیدار کروں اور یہ بھی پسند نہیں کرتا تھا کہ ان سے پہلے بچی کو دیدوں جبکہ میری بچی میرے قدموں میں لوٹ پوٹ ہو رہی تھی لیکن میں اپنے اسی حال میں بدستور (انتظار میں) کھڑا رہا (کہ بیدار ہوں گے سب سے پہلے ان کو دودھ پیش کروں گا) یہاں تک کہ اسی انتظار میں صبح ہوگئی۔

اے اللہ! اگر آپ کو معلوم ہے کہ یہ میں نے صرف تیری رضا کے لئے ایسا کیا تھا تو ہمارے لئے اتنا چٹان ہٹادے۔ جس سے ہم آسمان کو تو دیکھ سکیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کچھ کشادگی کردی جس سے ان کو آسمان نظر آنے لگ گیا۔ پھر دوسرے شخص نے کہا کہ

اے اللہ! میرے چچا کی ایک بیٹی تھی جسے میں اتنا زیادہ چاہتا تھا جتنا کہ مرد عورتوں کو زیادہ سے زیادہ چاہتے ہیں۔ میں نے اس سے ایک دن مطالبہ کیا تو اس نے انکار کردیا مگر اس شرط پر کہ میں اس کے پاس سو دینار (سونے کی سو اشرفیاں) لے جاؤں تو میں نے کوشش کر کے سو دینار جمع کیے اور ان کو لے کر اس کے پاس گیا۔ جب میں اس کے پاس بیٹھا تو اس نے کہا اے خدا کے بندے! اللہ سے ڈر انگوٹھی کو اس کے حق کے بغیر نہ کھول۔ تو میں (یہ جواب سن کر) اٹھ گیا۔

اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ کام صرف آپ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا ہے تو آپ اس کو ہم سے کشادہ کریں۔ چنانچہ وہ ان سے کشادہ ہوگیا (لیکن ابھی وہ اس سے باہر نہیں جاسکتے تھے)۔

تیسرے نے کہا

میں نے درخت لگانے کے لئے ایک مزدور رکھا جب اس نے اپنا کام پورا کیا تو کہا میرا حق مجھے دیدو تو میں نے اس کی مزدوری اس کو دینی چاہی تو اس نے اس کو وصول نہ کیا بلکہ چلا گیا۔ مگر میں اس کی مزدوری کو بڑھاتا تھا (یعنی اس کی اجرت کے پیسوں کو کاروبار میں لگادیا) حتیٰ کہ میں نے اس کے پیسوں سے ایک گائے اور چرواہے کو دستیاب کیا۔ پھر وہ (ایک عرصہ کے بعد) میرے پاس آیا اور کہا تم اللہ سے ڈرو مجھ پر ظلم نہ کرو مجھے میرا حق دیدو؟ تو میں نے کہا جاؤ اس گائے اور اس کے چرواہے کو لے جاؤ۔ اس نے کہا (اللہ سے ڈرو) مجھ سے مذاق مت کرو، میں نے کہا میں تم سے مذاق نہیں کر رہا یہ گائے اور اس کا چرواہا تم لے جاؤ تو اس نے اس کو پکڑا اور چلتا بنا۔

اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ کام آپ کی خاطر کیا ہے تو (جتنا حصہ چٹان کا ابھی غار کے منہ پر ہے) سب ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے سے وہ تمام چٹان ہٹادی۔ (۸۷)

---

(۸۷) قلت: لقد ورد الحديث عن ابن عمر من طرق:- فرواه من طريق موسى بن عقبة، عن نافع عن ابن عمر نحوه: البخاري (۲۲۱۵) و (۲۳۳۳)، ومسلم (۲۷٤۳)، والنسائي في كتاب الرقائق، من سننه الكبرى، كما في تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف ۲۳٦/٦ للحافظ المزي۔ - ورواه من طريق إسماعيل بن إبراهيم بن عقبة، عن نافع، عن ابن عمر نحوه: البخاري (۵۹۷٤)۔ قلت: وسيأتي من كلام المصنف عزوه للحديث من هذا الطريق لمسلم، ولم أجده عنده، فلعل ذلك كان في نسخته من الصحيح، والله أعلم۔ - ورواه من طريق عبيد الله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر نحوه: البخاري (۳٤٦۵)، ومسلم (۲۷٤۳)۔ - ورواه من طريق محمد بن مسلم بن شهاب الزهري، عن سالم بن عبد الله بن عمر، عن أبيه عبد الله بن عمر نحوه: البخاري (۲۲۷۲)، ومسلم (۲۷٤۳)۔ وانظر روايات =

حکایت نمبر۲:

- حدیث -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے ایک دو مرتبہ نہیں سنی بلکہ سات بار سے بھی زیادہ دفعہ سنی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بنی اسرائیل کی قوم میں ایک کفل نامی شخص تھا وہ کسی گناہ سے نہ چوکتا تھا (یعنی ہر گناہ کر گزرتا تھا ایک مرتبہ اس کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے اس کو ساٹھ دینار گناہ کرانے کے دیئے۔ پھر جب یہ اس طرح سے بیٹھا جیسے مرد عورت کے پاس بیٹھتا ہے تو عورت کی چیخ نکل گئی اور رونے لگی۔ اس جوان نے پوچھا تمہیں کس چیز نے رلایا ہے؟ کیا میں نے تمہیں اس پر مجبور کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں یہ بات نہیں بلکہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جو میں نے کبھی بھی نہیں کیا مگر (آج) اس پر مجھے ایک مجبوری نے مجبور کیا ہے۔ تو اس جوان نے کہا کیا تو یہ کام کر رہی ہے جبکہ تو نے ایسا پہلے کبھی نہیں کیا۔ پھر وہ شخص ہٹ گیا اور کہا تم چلی جاؤ اور یہ دینار بھی تجھے بخشے۔ پھر اس شخص نے کہا اللہ کی قسم اب کفل کبھی بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ پھر یہ شخص اسی رات کو فوت ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو اس کے دروازہ پر لکھا ہوا تھا (**قد غفر الله للكفل**) (۸۸) اللہ نے کفل کی مغفرت کر دی (امام ترمذی فرماتے کہ یہ حدیث حسن ہے)۔

=أخرى لهذا الحديث وفوائده في فتح الباري ٦/ ٥٠٩ - ٥١٠.

(۸۸) حديث ضعيف. رواه الترمذي (٢٤٩٦)، والحاكم في المستدرك ٤/ ٢٥٤ - ١٢٥٥، وابن حبان في صحيحه، موارد الظمآن (٢٤٥٣)، وذكره ابن قدامة المقدسي في كتاب التوابين ص ١٠٨، طبع دار الكتاب العربي، وقال الترمذي: "هذا حديث حسن"، وقال الحاكم: "هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه" ووافقه الذهبي، قلت: بل فيه سعد مولى طلحة، ويقال: سعيد، ويقال: طلحة مولى سعد: مجهول. كما قال الحافظ ابن حجر في التقريب ١/ ٢٩٠. فالإسناد ضعيف.

حکایت نمبر۳۸:

فاحشہ نے کیسے توبہ کی؟

حضرت حسن (بصری رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ایک فاحشہ عورت تھی دنیا کا تہائی حسن اس کے پاس تھا وہ گناہ کا سو دینار لیتی تھی۔ اس کو ایک عابد نے دیکھا تو حیران ہو گیا اور اپنے ہاتھ سے محنت کر کے سو دینار جمع کیے۔ اور اس فاحشہ عورت کے پاس آ کر کہا تمہارے حسن نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے میں نے اپنے ہاتھ سے محنت کی ہے اور سو دینار جمع کیے ہیں۔ فاحشہ نے کہا یہ میرے وکیل کو دیدو تا کہ وہ ان کو پرکھ لے اور ان کا وزن کر لے۔ چنانچہ عابد نے وہ دینار اس کے وکیل کو دیئے پھر فاحشہ عورت نے اپنے وکیل سے پوچھا کیا تم نے اس سے دینار اچھی طرح سے دیکھ بھال کر وصول کر لیے۔ اس نے کہا جی ہاں تو فاحشہ نے عابد کو کہا اندر آ جاؤ۔ اس عورت کا حسن و جمال اتنا زیادہ تھا جس کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اس فاحشہ کا گھر بڑا دلکش تھا اور اس کا پلنگ سونے کا بنا ہوا تھا۔ جب فاحشہ نے قریب بلایا اور وہ خیانت کی جگہ پر بیٹھا تو اللہ کے سامنے پیشی کا خوف آ گیا اور اس سے کانپ کانپ گیا۔ اس کی شہوت مر گئی اور کہا مجھے چھوڑ دے میں واپس جاؤں گا یہ دینار بھی تیرے (میں یہ واپس نہیں لوں گا) اس رنڈی نے کہا تمہیں کیا ہوا تو نے مجھے دیکھا، میں تجھے اچھی لگی پھر تو نے بڑی محنت مشقت سے سو دینار جمع کیے پھر جب قادر ہوا تو یہ کیا کیا؟

اس عابد نے کہا کہ میں اللہ کے سامنے پیش ہونے سے ڈر گیا ہوں اس لئے میرا عیش کڑوا ہو گیا ہے تو اس فاحشہ نے کہا کہ اگر تو اس بات میں سچا ہے تو میرا خاوند تیرے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

عابد نے کہا مجھے چھوڑ دے میں جانا چاہتا ہوں۔ عورت نے کہا میں آپ کو نہیں جانے دوں گی مگر اس شرط پر کہ آپ میرے ساتھ شادی کر لیں۔ عابد نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں یہاں سے نکل نہ جاؤں۔

عورت نے کہا کہ تو پھر آپ کے ذمہ رہا کہ اگر میں آپ کے پاس آؤں تو آپ میرے ساتھ شادی کرلیں گے۔ عابد نے کہا ٹھیک ہے۔

پھر اس عابد نے منہ چھپایا اور اپنے شہر کو نکل کھڑا ہوا۔ اور وہ فاحشہ بھی دنیا کی بدکاریوں سے شرمندہ ہوکر اس کے پیچھے پیچھے نکل کھڑی ہوئی حتیٰ کہ وہ بھی اس عابد کے شہر میں جا پہنچی اور عابد کے نام اور گھر کا پتہ معلوم کیا جو اس کو بتلا دیا گیا (تو جب یہ عابد تک پہنچی) اور عابد کو (اس عورت کے بارہ میں بتلایا گیا کہ) شہزادی آئی ہے اور آپ کا پوچھتی ہے۔ تو جب عابد نے اس کو دیکھا تو ایک چیخ ماری اور مر گیا۔

اور اس کی بانہوں میں گر پڑا۔ تو عورت نے کہا کہ یہ تو ہاتھوں سے گیا کوئی اس کا قریبی رشتہ دار ہے؟ تو اس کو بتایا گیا کہ اس کا ایک بھائی ہے جو فقیر آدمی ہے تو عورت نے اس سے کہا کہ تم سے شادی کروں گی تمہارے بھائی سے محبت ہونے کی وجہ سے۔ چنانچہ اس نے اس سے شادی کرلی اور اس کے سات بیٹے پیدا ہوئے (اور سب کے سب نیک صالح ہوئے)۔

حکایت نمبر۴:

زنا کے لئے نکلنے والے پاؤں کی عبرتناک سزا

ایک راہب اپنے عبادت خانہ میں عبادت کیا کرتا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ اس سے جھانک کر دیکھا تو اس کو ایک عورت نظر آئی اور اس کے عشق میں مبتلا ہوگیا اور اپنا ایک پاؤں اپنے عبادت خانہ سے نکالا تھا کہ اس کے پاس جائے۔ لیکن جب ہی اس نے اپنا پاؤں نکالا اس پر عصمت غالب آگئی اور سعادت نے ہاتھوں میں لے لیا تو راہب نے کہا اے نفس یہ پاؤں عبادت خانہ سے اس لئے نکلا ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرے اور عورت کے پاس جائے پھر وہ میرے ساتھ میرے عبادت خانہ میں بھی رہے اللہ کی قسم یہ کبھی نہیں ہوگا۔ پھر اس نے اس پاؤں کو عبادت خانہ سے باہر ہی رکھا جس پر برف باری بھی ہوتی تھی اور بارشیں بھی، دھوپ بھی لگتی تھی اور

ہوائیں بھی حتیٰ کہ وہ پاؤں ٹوٹ گیا اور جسم سے جھڑ کر گر گیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا اور اس کی تعریف اپنی کسی کتاب میں نازل فرمائی۔ (۸۹)

حکایت نمبر ۵:

ہاتھ جلا ڈالے مگر زنا نہ کیا

بنی اسرائیل کا ایک عابد اپنے عبادت خانہ میں عبادت کیا کرتا تھا۔ تو ایک گمراہوں کا ٹولہ ایک کنجری کے پاس آیا اور اس سے کہا تم کسی نہ کسی طریقہ سے اس عابد کو بھٹکا دو۔ چنانچہ وہ فاحشہ عورت عابد کے پاس بارش والی اندھیری رات میں آئی اور اس کو پکارا تو عابد نے اس کو جھانک کر دیکھا تو عورت نے کہا اے خدا کے بندے مجھے اپنے پاس پناہ دے۔ لیکن عابد نے اس کی پرواہ نہ کی اور اپنی نماز میں مصروف ہو گیا۔ جب کہ اس کا دیا جل رہا تھا۔ اس لونڈی نے پھر کہا اے اللہ کے بندے مجھے اپنے پاس پناہ دیدے تم بارش اور اندھیری رات کو نہیں دیکھتے وہ یہی کہتی رہی حتیٰ کہ عابد نے اس کو پناہ دیدی اور اس طرح سے وہ عابد کے قریب ہی لیٹ گئی اور اپنے بدن کی خوبصورتیاں دکھانے لگ گئی یہاں تک کہ عابد کا نفس اس کی طرف مائل ہو گیا۔ تو عابد نے کہا اللہ کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ یہ دیکھ لے کہ آگ پر کتنا صبر کر سکتا ہے۔ پھر وہ چراغ یا لالٹین کی طرف گیا اور اپنی انگلی اس پر رکھ دی حتیٰ کہ وہ جل گئی۔ پھر وہ اپنی نماز کی طرف لوٹ آیا لیکن اس کے نفس نے پھر پکارا تو یہ پھر چراغ کی طرف گیا اور ایک انگلی رکھ کر جلا ڈالی پھر اسی طرح سے اس کا نفس اس کی خواہش کرتا رہا اور وہ چراغ کی طرف لوٹتا رہا حتیٰ کہ اس نے اپنی ساری انگلیاں جلا ڈالیں جس کو وہ عورت دیکھ رہی تھی پھر اس نے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔ (یہ واقعہ

---

(۸۹) انظر کتاب التوابین لابن قدامة ص ۱۱۳-۱۱۴۔

ہماری کتاب ''آنسوؤں کا سمندر'' صفحہ نمبر ۲۰۳ پر تفصیل سے ملاحظہ کریں)۔

شہزادی کی دعوت گناہ سے بچنے والے کی شان

روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھے جن کے حسن کا ہم پلہ اس زمانہ میں کوئی نہ تھا یہ پٹاریاں بیچا کرتے تھے۔ ایک دن وہ پٹاریاں لئے گھوم رہے تھے کہ ایک عورت کسی بادشاہ کے یہاں سے نکلی جب اسے دیکھا تو دوڑی ہوئی اندر گئی اور بادشاہ زادی سے کہا کہ میں نے ایک جوان کو پٹاریاں بیچتے ہوئے دروازہ پر دیکھا ہے ایسا خوبصورت آدمی کبھی نظر نہیں آیا۔ شہزادی نے کہا اسے بلا لاؤ اس نے باہر نکل کر اس جوان سے کہا اے جوان اندر آؤ ہم بھی خریدیں گے۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کر لیا۔ پھر وہ دوسرے دروازہ میں داخل ہوا۔ اسی طرح تین دروازوں میں داخل ہوا اور اس نے دروازہ بند کر لیا۔ پھر شہزادی سینہ اور چہرہ کھولے ہوئے اس کے سامنے آئی۔ اس جوان نے کہا کہ اپنی ضرورت کی چیز خرید لو تو میں جاؤں اس نے کہا ہم نے اس کے خریدنے کو نہیں بلایا ہے بلکہ اپنے نفس کی حاجت پوری کرنے کو بلایا ہے اس نے کہا خدا سے ڈر۔ اس نے کہا اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو بادشاہ سے کہوں گی کہ تو بدکاری کے ارادہ سے میرے گھر میں گھس آیا تھا۔ اس نے اسے نصیحت کی مگر وہ نہ مانا، پھر اس نے کہا میرے واسطے وضو کے لئے پانی چاہئے۔ کہنے لگی مجھ سے بہانہ نہ کر اور لونڈی سے کہا اس کے واسطے چھت پر وضو کا پانی رکھ دو جہاں سے یہ کسی طرح بھاگ نہ سکے۔ وہ چھت زمین سے چالیس گز اونچی تھی۔ جب اوپر پہنچا تو کہنے لگا

اے اللہ مجھے برے کام پر مجبور کیا جاتا ہے لیکن میں اپنے آپ کو یہاں سے گرا دینا ارتکاب گناہ سے اچھا جانتا ہوں۔ پھر بسم اللہ کہہ کر چھت سے کود پڑا

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے اس کو بازو پکڑ کر زمین پر کھڑا کر دیا اسے کچھ تکلیف نہ ہونے پائی، پھر دعا کی اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بغیر اس تجارت کے بھی روزی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس سونے کی ایک تھیلی بھیجی۔ اس نے اس میں سے جتنا اس کے کپڑے میں سمایا لے لیا۔ پھر کہا الٰہی اگر یہ میری دنیا کی روزی ہے تو اس میں مجھے برکت دے۔ اور اگر اس کے بدلے میں میرا اخروی ثواب کم ہو جائے گا تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آواز دی گئی کہ یہ ایک جز ہے اس صبر کا جس کو تو نے چھت پر سے گرتے وقت اختیار کیا تھا۔

تو اس نے کہا اے اللہ میرا اخروی ثواب گھٹانے والی چیز مجھے بالکل درکار نہیں ہے۔ چنانچہ وہ سونا اس سے پھیر لیا گیا اور شیطان سے کہا گیا کہ تو نے اسے چھت پر سے گرتے وقت کیوں نہ بہکایا۔ کہنے لگا میں ایسے شخص کو کیونکر بہکاتا جس نے اللہ کے واسطے اپنی جان خرچ کر دی۔ خدا ان پر رحم کرے اور ہمیں ان کی برکت سے مستفیض کرے۔

حکایت نمبر ۷:

بڑھیا اور عورت کا مکر اور اللہ کی حفاظت

حضرت حسین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ قصہ پہنچا ہے کہ مدینہ میں ایک جوان تمام نمازوں میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ شریک ہوتا تھا جب یہ شخص غائب ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو تلاش کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کی ایک عورت اس پر عاشق ہوگئی اس نے اپنی کسی عورت سے اس کا ذکر کیا تو اس نے کہا کیا میں تیرے اس جوان کو تمہارے پاس لے آنے کا کوئی حیلہ نہ کروں؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔

چنانچہ وہ عورت جوان کے راستہ پر بیٹھ گئی جب وہ پاس سے گزرا تو عورت نے کہا میں بوڑھی ہوں میری ایک بکری ہے میں اس کو دوہ نہیں سکتی تم ثواب کماؤ اور اندر

چل کر مجھے دودھ دوہ دو؟ جب وہ جوان داخل ہوا تو وہاں اس کو کوئی بکری نظر نہ آئی تو بڑھیا نے کہا تم گھر میں بیٹھو میں بکری کو ابھی لاتی ہوں جب وہ اندر داخل ہوا تو وہاں دروازہ کے پیچھے ایک عورت کھڑی تھی اس نے پیچھے سے دروازے بند کر دیئے۔ جب جوان نے یہ دیکھا تو گھر میں محراب کی جگہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ عورت نے اس سے گناہ کا تقاضا کیا مگر جوان نے انکار کیا اور کہا اے عورت! اللہ سے ڈرو پھر بھی عورت باز نہ آئی اور اس کی بات کی طرف متوجہ نہ ہوئی جب اس نے پکا انکار کر دیا تو عورت نے چلانا شروع کر دیا تو لوگ جمع ہو گئے عورت نے ان سے کہا یہ شخص میرے گھر کے اندر گھس آیا اور مجھ سے ناجائز خواہش کرتا ہے تو لوگ اس پر چڑھ گئے اور اس کو مار مار کر باندھ دیا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھی تو اس جوان کو نہ پایا ابھی وہ اسی کی فکر میں تھے کہ لوگ اس کو باندھ کر آپ کے پاس لائے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو (اس حالت میں) دیکھا تو کہا اے اللہ! میرا درست گمان اس کے حق میں غلط نہ کرنا۔

پھر ان سے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے (اس کو کیوں باندھ کر لائے ہو؟) انہوں نے بتایا کہ ایک عورت نے رات کے وقت فریاد کی جب ہم اس کے پاس پہنچے تو اس جوان کو اس کے پاس دیکھا تو ہم نے اس کو مارا بھی ہے اور باندھا بھی ہے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جوان سے فرمایا تم مجھ سے اپنی بات درست درست بیان کر دو تو اس نے اپنا قصہ بیان کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ اس کو بڑھیا کیا کہہ کر لے گئی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کیا تم اس بڑھیا کو جانتے ہو؟ عرض کیا اگر وہ سامنے آ جائے تو جان لوں گا۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی پڑوسیوں کی عورتوں اور بوڑھیوں کی طرف حکم روانہ کیا جب وہ سب آ گئیں تو ان کو اس جوان کے سامنے پیش کیا وہ جوان کسی کو نہیں پہچان رہا تھا حتیٰ کہ وہ بڑھیا پاس سے گزرنے لگی تو جوان نے پکار کر کہا

یہی بڑھیا ہے اے امیر المومنین ۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنا درہ اٹھا کر فرمایا میرے سامنے سچ سچ بول دو تو اس نے تمام قصہ اسی طرح سے سنایا جس طرح سے جوان نے سنایا تھا۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الحمد الله الذی جعل فینا شبیه یوسف علیه السلام.

(ترجمہ) تمام تعریفات اسی اللہ کی ہیں جس نے ہم میں حضرت یوسف علیہ السلام کی شبیہ پیدا فرمائی۔

یعنی پاکدامن جوان پیدا کیا جو زلیخا کی طرح بھٹکانے والی عورت کے دام فریب سے محفوظ ہو گیا۔

حکایت نمبر۸:

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ حج کرنے کے ارادہ سے مدینہ منورہ سے رخصت ہوئے ان کے ساتھ ان کے شاگرد بھی تھے۔ جب یہ مقام'' ابوا '' پر پہنچے تو ایک منزل پر اتر پڑے۔ پھر حضرت سلیمان اپنے ساتھیوں کو لے کر کسی کام کو تشریف لے گئے اور حضرت عطاءؒ اس مکان میں اکیلے نماز پڑھنے میں لگ گئے۔

تو ان کے پاس دیہات کی ایک خوبصورت عورت داخل ہوئی جب حضرت عطاء نے اس کو دیکھا تو یہ سمجھے کہ شاید اسے کوئی کام ہے اس لئے جلدی سے نماز پوری کی اور پوچھا تمہیں کوئی کام ہے؟

کہنے لگی ہاں

فرمایا: کیا کام ہے؟

کہا اٹھ کر میرا تقاضا پورا کر دیں میں اس کے لئے ترس رہی ہوں میرا خاوند

نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا مجھ سے دور ہو جاؤ نہ مجھے دوزخ میں جلاؤ نہ خود کو، اور جب اس کے حسن کو دیکھا تو نفس تو ان کو آمادہ کرتا تھا مگر یہ انکار کر رہے تھے۔

پھر حضرت عطاءؒ نے رونا شروع کر دیا اور ساتھ ہی یہ کہتے جارہے تھے تم مجھ سے دور ہو جاؤ تم مجھ سے دور ہو جاؤ پھر آپ زور زور سے رونے لگ گئے۔ جب عورت نے دیکھا کہ وہ خوف کے مارے اتنا زور زور سے رو رہے ہیں تو وہ بھی آپ کے سامنے رونے لگ گئی۔

یہ اسی طرح سے رو رہے تھے کہ حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آگئے جب حضرت عطاءؒ کو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں اور ایک عورت بھی ان کے سامنے کونے میں بیٹھ کر رو رہی ہے تو ان کو دیکھ کر یہ بھی رونے لگ گئے مگر ان کو اس کا پتہ نہ تھا کہ یہ کیوں رو رہے ہیں۔ پھر ان کے شاگرد اور ساتھیوں میں سے جو بھی آتا گیا ان کو روتا دیکھ کر رونے لگا۔ ان سے وہ یہ نہیں پوچھتا تھا کہ رونے کیا کیا سبب ہے یہاں تک کہ رونا بہت ہو گیا اور آواز بلند ہو گئی تو جب اس دیہاتن نے یہ دیکھا تو اٹھ کر (چپکے سے) نکل گئی اور ساتھی بھی ادھر ادھر ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت سلیمانؒ نے اپنے بھائی سے اس عورت کا قصہ کبھی نہ پوچھا ان کے مرتبہ اور ہیبت کی وجہ سے کیونکہ وہ حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے عمر میں بھی بڑے تھے۔

پھر یہ کسی کام کو مصر تشریف لے گئے اور جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہاں رہے۔ اسی دوران میں حضرت عطاء نے ایک نیند سے اٹھنے کے بعد رونا شروع کر دیا تب حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا اے بھائی! آپ کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا اس خواب کی وجہ سے جو میں نے اس رات کو دیکھا ہے۔ پوچھا وہ کیا خواب ہے؟

فرمایا کہ میں جب تک زندہ رہوں کسی کو نہ بتانا میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ہے۔ جو لوگ آپ کی زیارت کر رہے تھے میں بھی ان میں

آپ علیہ السلام کی زیارت کر رہا تھا۔ جب میں نے ان کے حسن کو ملاحظہ کیا تو رونے لگ گیا۔ جب آپ نے مجھے لوگوں میں دیکھا تو فرمایا اے جوان تم کیوں رو رہے ہو؟

میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے نبی میں نے عزیز مصر کی بیوی کو اور اس کے جس حادثہ میں آپ مبتلا ہوئے تھے، پھر جیل بھگتی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی جدائی برداشت کی۔ ان سب کو یاد کر کے رو رہا ہوں اور میں ان (صدموں کے سہنے) پر حیران ہو رہا ہوں۔

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم مقام ابواء میں اس دیہاتی عورت سے بچنے والے شخص کے کارنامہ پر حیران نہیں ہوئے؟

تو میں سمجھ گیا جس کا آپ نے اشارہ فرمایا تھا تو یہ سن کر میں (خواب میں بھی) رونے لگ اور جب بیدار ہوا تب بھی رو رہا ہوں۔

تو حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا اے بھائی اس عورت کا کیا قصہ ہے؟

تو حضرت عطاءؒ نے ان کے سامنے وہ قصہ ذکر کیا۔ اور حضرت سلیمانؒ نے اس کی کسی کو اطلاع نہ کی جب تک حضرت عطاءؒ حیات رہے۔ اس کے بعد صرف اپنے گھر کی ایک عورت کو اس کا ذکر کیا۔ پھر یہ واقعہ مدینہ منورہ میں حضرت سلیمان بن یسارؒ کی بھی موت کے بعد مشہور ہوا۔

(فائدہ) یہ قصہ ایک روایت میں حضرت عطاءؒ کی بجائے حضرت سلیمان بن یسارؒ کے بارہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

حکایت نمبر9:

عاشق اور معشوق قیامت میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے

قس نامی ایک شخص بہترین عبادت گذار اور نہایت پاکدامن تھا۔ وہ ایک دن قریش کے ایک آدمی کی سلامہ نامی لونڈی کے پاس سے گذرا یہ وہ لونڈی ہے جس کو

یزید بن عبدالملک (بادشاہ) نے اس سے خریدا تھا، اس قس نے اس لونڈی کا گانا سن لیا تو اس کے لئے رک گیا۔ تو اس لونڈی کے مالک نے قس کو دیکھ کر اور اس کے قریب جا کر کہا

''آپ اس کے پاس جا کر کے اس کا گانا نہیں سن لیتے؟''

تو قس نے اس سے انکار کیا لیکن وہ مالک بھی منت سماجت کرتا رہا تو اس نے اس شرط پر منظور کیا کہ تم مجھے ایسی جگہ پر بٹھاؤ جہاں سے نہ میں اس کو دیکھ سکوں اور نہ وہ مجھے دیکھ سکے۔ تو لونڈی کے مالک نے اس شرط کو پورا کیا اور وہ لونڈی آ کر گانے لگی اور قس کو حیران کر دیا۔ پھر اس کے مالک نے کہا کیا آپ اس کو پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو آپ کی ملکیت میں دیدوں؟ تو اس نے انکار کیا اور چل دیا۔ لیکن اس کا گانا سنتا رہا حتیٰ کہ اس کو لونڈی سے اور لونڈی کو اس سے عشق ہو گیا اور ان کے عشق کا تمام مکہ والوں میں چرچا ہو گیا۔

ایک دن لونڈی نے اس کو کہا اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔ اس نے کہا اللہ کی قسم میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ لونڈی نے کہا میں چاہتی ہوں کہ اپنا منہ تمہارے منہ پر رکھوں۔ اس نے بھی کہا کہ میں بھی اللہ کی قسم، یہی چاہتا ہوں لونڈی نے کہا میں چاہتی ہوں اپنا سینہ تمہارے سینے سے لگاؤں اور اپنا پیٹ تمہارے پیٹ کے ساتھ۔ اس نے کہا اللہ کی قسم میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ لونڈی نے کہا پھر تمہیں کس نے روکا ہے؟ اللہ کی قسم یہی تو محبت کا موقع ہے تو قس نے جواب دیا میں نے للہ تعالیٰ سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۷﴾

(ترجمہ) متقی دوستوں کے علاوہ دنیا کے سب دوست قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

(الزخرف: ۶۷)

میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تمہاری اور میری دوستی قیامت کے دن دشمنی میں بدل جائے۔لونڈی نے کہا ارے تم یہ نہیں جانتے کہ تیرا اور میرا رب ہمیں قبول نہ کرے گا جب ہم توبہ کرلیں گے۔ اس نے کہا کیوں نہیں لیکن مجھے اس کا اطمینان نہیں ہے کہ مجھے اچانک موت نہ آجائے۔

پھر وہ اٹھ گیا جب کہ اس کی آنکھیں آنسو بہارہی تھیں۔ اس کے بعد وہ کبھی بھی اس لونڈی کے پاس نہ گیا اور اپنی سابقہ عبادت کی حالت میں لوٹ آیا جیسا کہ وہ پہلے بہت زیادہ عبادت کیا کرتا تھا۔

حکایت نمبر ۱:

دو گناہگاروں کو رحمت خداوندی نے کیسے بچایا؟

قبیلہ مزینہ کے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے عرب کی ایک خوبصورت باکمال لونڈی سے عشق کیا۔ میری ان دنوں میں یہ حالت تھی کہ میں جس گناہ کا ارادہ کرتا تھا اس کے کرنے میں گھبراتا نہیں تھا چنانچہ میں اس کے پاس پیغام بھیجتا رہا اور وہ میرے پاس پیغام بھیجتی رہی۔ جب بہت دن گزر گئے تو میں نے اس کو یہ پیغام روانہ کیا کہ اب ملاقات کے علاوہ کوئی چیز اہم نہیں ہے۔تو اس نے وعدہ بھیجا اور میں نے بھی جواب میں ایک رات کو اور اس میں ملاقات کی جگہ کو طے کردیا۔ جب وہ رات آئی تو میں بھی روانہ ہوا اور وہ بھی۔ پھر ہم نے ملاقات کی اور میں اس سے محبت کا اظہار کرنے لگا۔

ہم اسی طرح سے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بوڑھا ہمارے سامنے آکر رکا ہمیں سلام کیا اور پوچھا آپ لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ میں نے کہا کہ کوئی کام ہے۔

اس نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟

میں نے کہا میرے گھر کی ہے۔

کہا سبحان اللہ! تم اس کو ایسے وقت میں (گھر سے باہر) نکال کر لاتے ہو؟

میں نے کہا کوئی مجبوری پیش آ گئی تھی اس نے مجھے کہا" ارے سن! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٢١﴾ (الجاثیہ:۲۱)

(ترجمہ) یہ لوگ جو برے برے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جنہوں نے ایمان اور نیک عمل اختیار کیا کہ ان سب کا جینا اور مرنا ایک جیسا ہو جائے گا۔ یہ لوگ (بہت) برا حکم لگاتے ہیں۔

پھر اس بوڑھے نے کہا ارے میاں تم بدکاریوں کے ارتکاب سے باز آجاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر نفس سے اس کے عمل کے متعلق حساب لینے والا ہے۔ پس تو خود کو اس احتساب کے وقت شرمندہ ہونے سے بچا لے جب تیرا کوئی عذر معذرت نہ چل سکے گا۔ پھر اس بوڑھے نے کہا تم دونوں اٹھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں برکت دے (یعنی تمہیں گناہ سے بچائے)۔ تو ہم اٹھ گئے اور حیاء اور ہیبت کی شدت سے میں ایک قدم چلنے پر بھی قادر نہ ہو رہا تھا۔ جب میں منہ پھیر کر رخصت ہونے لگا تو اس نے کہا جو میں نے نصیحت کی ہے اس کا لحاظ رکھنا کیونکہ وہ ذات تمہارے ساتھ ہے اور تجھے دیکھ رہی ہے چاہے تم کہیں بھی ہو۔

پھر چلا گیا، میں نے اس سے سنا وہ یہ دعا دے رہا تھا

اللهم اعصمهما حتى لايعصياک.

(ترجمہ) اے اللہ ان دونوں کی حفاظت فرماتا رہ تاکہ یہ تیری نافرمانی نہ کر سکیں۔

اس کی اس دعا کی برکت سے ایسا ہوا کہ گویا کہ میرے دل میں جو خباثت تھی

سب دفعہ ہو چکی تھی اور میں نے اس سے مکمل طور پر قطع تعلق کرنے کا عہد کر لیا تھا۔ پھر جب اس کا قاصد میرے پاس سلام لے کر آیا تو میں نے اس کو کہا آج کے بعد تم میرے پاس کبھی نہ آنا۔ جب اس کے قاصد نے اس کا یہ پیغام پہنچایا تو اس لونڈی نے یہ شعر لکھ کر میرے پاس روانہ کئے ۔

انـی تـوهـمـت امـرأ لا احـقـقـه
وربـمـا كـان بـعـض الـظـن تغريرا

فـان يـكـن مـاظننت اليوم يا سكني
حـقـا فـقـد طال تعذيبي و تفكيري

(ترجمہ)

(۱) مجھے ایک خدشہ ہے جس کو میں یقین کا درجہ نہیں دیتی کیونکہ کچھ بدگمانیاں دھوکا ہوتی ہیں۔

(۲) اے میری راحت! میں نے آج (تیرے فراق کا جو گمان کیا ہے اگر وہ درست ہے
تو جب میری مصیبت اور پریشانی طویل ہوگئی ہے۔

تو جب میں نے ان اشعار کو پڑھا تو اس کی طرف یہ شعر لکھ کر روانہ کر دیئے ۔

يـا مـن تـوهـم انـی مثل مـاعهدت
لاتـكـذبي لست عند الظن والامل

انـی اخـاف عـقـاب الله يـلـحقني
وان يـقـربـنـی حتـفـي من الاجل

فـكـذبـي الـظـن فيناواسلكي سبلا
نـقـفـك بعدالهوى منا على العمل

(ترجمہ)

(۱) تم یہ نہ سمجھو کہ میں اسی حالت پر ہوں جس طرح سے عشق کے معاہدے ہوئے۔ اب تم (میری رغبت خداوندی) کو مت جھٹلاؤ میں گمان اور جھوٹی امیدوں کا شکار ہونے والا نہیں ہوں۔

(۲) میں اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو (کسی وقت بھی) مجھے گھیر سکتا ہے۔ اور اس سے بھی ڈرتا ہوں (کہ میری موت اجل سے قریب ہو چکی ہو (اور میں گناہ میں مبتلا ہو کر مروں اور خدا کو یہ منہ دکھاؤں تو میرا کیا حشر ہوگا)۔

(۳) تم میرے حق میں اپنے گناہ کے گمان کو دفع کردو اور کوئی اور راستہ ناپو، ہم عشق کرنے کے بعد نیک عمل کرنے کی خاطر تم سے دور ہو گئے ہیں۔

حکایت نمبر ۱۱:

دو عاشقوں کا حال خدا کے خوف میں یکساں ہونا چاہئے

رجاء ابن عمرو نخعیؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک جوان نہایت حسین اور بہت عبادت مجاہدہ کرنے والا زاہد تھا۔ قبیلہ نخع میں ایک قوم کے پڑوس میں آیا۔ ان کی ایک لڑکی کو دیکھ کر عاشق ہو گیا۔ اور اس کی عقل زائل ہو گئی۔ اور اس لڑکی کا بھی وہی حال ہوا جو اس کا تھا۔ اس شخص نے اس کے باپ سے نکاح کا پیغام دیا۔ اس نے کہا کہ اس کی منگنی تو اس کے چچا زاد بھائی سے ہو چکی ہے۔ ان دونوں کو بوجہ عشق کے سخت تکلیف ہونے لگی۔ لڑکی نے اس کے پاس قاصد بھیجا۔ کہ میں نے تمہارے عشق کا حال اور مصیبت کی داستان سنی ہے۔ میں بھی تمہاری طرح محبت میں مبتلا ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس آجاؤں یا تمہارے آنے کے اسباب بہم پہنچاؤں۔ اس نے قاصد سے کہا مجھے ان میں سے کوئی طریقہ پسند نہیں ہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ اگر اس کی نافرمانی کروں تو بڑے عذاب کا اندیشہ ہے۔ میں ایسی آگ سے ڈرتا ہوں کہ نہ اس کی تیزی کم ہوتی ہے نہ اس کے شعلے بجھتے ہیں۔ جب

قاصد نے لوٹ کر یہ واقعہ اس لڑکی کو سنایا تو وہ سن کر کہنے لگی باوجود اس حسن کے وہ پرہیز گار بھی ہے۔ قسم ہے اللہ کی خوف خدا ہم سب بندوں کو یکساں ہونا چاہئے۔ ایک دوسرے سے زیادہ مستحق نہیں۔ اس وقت اس نے دنیا چھوڑ دی اور سارے تعلق پس پشت ڈال دیئے اور ٹاٹ کر لباس پہن کر عبادت میں مصروف ہوگئی۔ لیکن اس جوان کی محبت میں پگھلتی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ اس کی محبت میں مرگئی۔ وہ شخص اس کی قبر پر جایا کرتا تھا۔ ایک بار اسے خواب میں دیکھا وہ بہت اچھی حالت میں تھی۔ پوچھا تو نے کیا کیا دیکھا اور تیرا کیا حال ہے؟

اس نے یہ شعر سنایا۔

نعم المحبة يا سولي محبتكم
حب يقود الى خير وحسان

(ترجمہ)

اے دوست ہماری محبت اچھی محبت تھی ایسی محبت جو خیر و احسان کی طرف پہنچاتی ہے۔

پھر پوچھا اب تو کہاں پہنچی؟ اس نے یہ شعر پڑھا۔

الى نعيم وعيش لازوال له
في الجنة الخلدملك ليس بالفاني

(ترجمہ)

ایسی نعمت اور عیش میں جس کو زوال ہی نہیں ہے۔ جنت خلد میں جو ایسا ملک ہے جسے فنا نہیں ہے۔

اس سے کہا مجھے وہاں یاد رکھنا میں بھی تجھے نہیں بھولتا ہوں۔ کہنے لگی واللہ میں بھی تجھے نہیں بھولتی ہوں۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تو محنت و کوشش کر کے میری مدد کر۔ جب وہ مڑ کر جانے لگی تو کہا میں تجھے پھر کب دیکھوں گا۔ کہا

عنقریب تم میرے پاس آؤ گے۔ اس خواب کے بعد وہ شخص صرف سات روز تک زندہ رہا۔ (۹۰)

حکایت نمبر ۱۲:

عورت کالی سیاہ ہوگئی

حضرت ابوزرعہ جنبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے میرے ساتھ فریب کر کے کہا اے ابوزرعہ آپ ایک مصیبت زدہ کی عیادت کر کے اور اسے دیکھ کر عبرت حاصل نہیں کریں گے؟

تو میں نے کہا کیوں نہیں۔

تو اس نے کہا گھر میں آ جائیں۔

جب میں گھر میں داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کر دیا اور مجھے کوئی (مریض) نظر اور مجھے اس کی نیت معلوم ہوگئی تو میں نے (بددعا کرتے ہوئے) کہا اے اللہ اس کو کالا کر دے تو وہ (فوراً) کالی سیاہ ہوگئی (جب اس نے خود کو اس عذاب خداوندی میں گرفتار) دیکھا تو دروازہ کھول دیا۔ اور میں باہر نکل آیا اور پھر میں نے یہ دعا کی اے اللہ اس کی اپنی سابقہ حالت میں لوٹا دے۔ چنانچہ وہ ویسی ہوگئی جیسا کہ پہلے تھی۔

حکایت نمبر ۱۳:

ایک ولی کو مبتلا کرنے کی کوشش اور اس کا عجیب اثر

حضرت عبداللہ بن مسلم عجلی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ شریف میں ایک نہایت حسین عورت رہتی تھی۔ اس نے ایک شخص سے شادی کر رکھی تھی۔ اس عورت

---

(۹۰) انظر کتاب التوابین لابن قدامة ص ۲۷۳ - ۲۷۵، طبع دار الکتاب العربي۔

نے ایک روز اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھا تو اپنے خاوند سے کہا آپ کا کیا خیال ہے کوئی شخص ایسا ہے جو میرا یہ چہرہ دیکھ لے اور بدکاری کا ارادہ نہ کرے؟

خاوند نے کہا ہاں ایک شخص ہے۔

عورت نے کہا کہ وہ کون ہے؟

کہا حضرت عبید بن عمیرؒ۔

عورت نے کہا تو پھر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ان کو اپنا دیوانہ بناتی ہوں؟

خاوند نے کہا تجھے اجازت ہے۔

تو وہ عورت مسئلہ پوچھنے والی کے روپ میں ان کے پاس آئی تو آپ اس کو مسجد حرام کے ایک کونہ میں لے گئے۔ عورت نے اپنے چاند کے ٹکڑے جیسے چہرے سے پردہ ہٹا دیا۔ تو حضرت نے فرمایا اے خدا کی بندی! (یہ کیا کرتی ہو؟) عورت نے کہا کہ میں تم پر فریفتہ ہوگئی ہوں تم میرے بارہ میں غور کرو۔

آپ نے فرمایا میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اگر تم مجھے اس کا صحیح صحیح جواب دیدو گی تو میں تمہارے معاملہ میں غور کروں گا۔

عورت نے کہا آپ مجھ سے جس چیز کے بارہ میں سوال کریں گے میں صحیح صحیح جواب دوں گی۔

آپ نے فرمایا تم مجھے یہ بتلاؤ کہ اگر ملک الموت تمہارے پاس تمہاری روح قبض کرنے کے لئے آئے تو کیا وہ تمہیں اس کی مہلت دیدے گا کہ میں تیری حاجت پوری کردوں؟

عورت نے کہا کہ اللہ کی قسم! نہیں۔

آپ نے فرمایا تم نے درست کہا۔

پھر پوچھا اگر تجھے قبر میں دفن کردیا جائے اور پھر سوال وجواب کے لئے بٹھایا جائے تو کیا تجھے اس کی ہمت ہوگی کہ میں تیری یہ حاجت پوری کردوں؟

عورت نے کہا اللہ کی قسم! نہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔

پھر پوچھا جس وقت لوگوں کو اعمالنامے دیئے جا رہے ہوں اور تجھے معلوم نہ ہو کہ تیرا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا یا بائیں میں؟ تو کیا تیرے لئے آسان ہو گا کہ میں تیری یہ حاجت پوری کر دوں!

عورت نے کہا اللہ کی قسم! نہیں۔

آپ نے فرمایا تم نے درست کہا۔

پھر آپ نے پوچھا اگر تجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے سوال و جواب کے لئے پیش کیا جائے تو کیا تیرے لئے آسان ہو گا کہ میں تیری یہ حاجت پوری کروں؟

عورت نے کہا اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔

آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔

پھر فرمایا اے اللہ کی بندی! اللہ سے ڈرو اللہ نے تم پر انعام کیا اور تجھے خوبصورت پیدا کیا ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ وہ عورت جب اپنے خاوند کے پاس واپس آئی تو اس نے پوچھا تو نے کیا کیا؟

عورت نے جواب دیا کہ تم بھی آوارگی میں ہو اور ہم بھی (کہ اپنی قیمتی زندگی تو ضائع کرنے پر تلے ہیں) پھر وہ نماز، روزہ اور عبادت کرنے میں مصروف ہو گئی (اور اپنی زندگی کو اپنے لئے خدا کے سامنے قیمتی بنانا شروع کر دیا)۔ تو اس کا خاوند کہا کرتا تھا میں نے عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کا کیا قصور کیا ہے کہ اس نے میری بیوی کو میرے حق میں بے کار کر دیا ہے جو ہر رات میرے لئے دلہن بنا کرتی تھی اس نے اسے راہبہ (گوشہ نشین) بنا دیا ہے۔

حکایت نمبر ۱۴:

گناہ سے بچنے پر بادل نے سایہ کیا

ایک بنسری بجانے والے کا ایک پڑوسی کی لونڈی پر دل آ گیا اور لونڈی کے

مالک نے لونڈی کو اپنے کسی کام کے لئے دوسرے گاؤں میں بھیجا اور بنسری بجانے والا اس کے پیچھے چل پڑا اور اس کو گناہ کے بارہ میں بہلایا۔ تو لونڈی نے کہا جتنا تم مجھ سے محبت کرتے ہو میں تم سے اس سے زیادہ محبت کرتی ہوں لیکن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہوں لہذا تم بھی اس گناہ کے کرنے سے باز رہو۔ تو بنسری والے نے کہا تم تو خدا سے ڈرو میں کیوں نہ ڈروں۔ پھر وہ توبہ کر کے واپس لوٹ آیا۔

پھر اس کو راستہ میں اتنی سخت پیاس لاحق ہوئی (کہ پیاس کی خشکی سے) اس کی گردن ٹوٹنے کے قریب ہوگئی کہ اچانک بنی اسرائیل کی قوم کے ایک نبی اس کے سامنے تشریف لائے اور اس سے پوچھا تجھے کیا تکلیف ہے؟ عرض کیا پیاس نے تڑپایا ہے۔ انہوں نے فرمایا ادھر آؤ ہم دعا کریں تاکہ ہم پر بادل سایہ کرے اور ہم (اس کے سایہ میں) گاؤں تک پہنچ جائیں۔ جوان نے کہا میرا تو کوئی عمل نہیں ہے کہ (اس کے بل بوتے پر) دعا کروں (اور وہ قبول ہو جائے)۔ تو اس نبی نے فرمایا تو پھر میں دعا کرتا ہوں تم اس پر آمین کہو چنانچہ نبی علیہ السلام نے دعا فرمائی اور اس نے آمین کہی اور ان دونوں پر بادل نے سایہ شروع کر دیا یہاں تک بنسری والے نے اپنے گھر کا راستہ لیا تو بادل بھی اس کی طرف روانہ ہوا۔

تو وہ نبی اس شخص کی طرف پلٹے اور پوچھا کہ تم تو کہتے تھے کہ تیرا کوئی نیک عمل نہیں ہے اس لئے میں نے دعا کی اور تم نے آمین کہی پھر ہم پر بادل نے سایہ کیا پھر وہ تیرے اوپر سایہ کرنے لگا؟ تم مجھے اپنے معاملہ سے باخبر کرو۔ تو اس نے اپنا سب واقعہ سنایا تو اس رسول نے فرمایا کہ توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ دوسرا کوئی اس درجہ پر نہیں ہوتا۔ (۹۱)

(فائدہ) مطلب یہ ہے کہ توبہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی بعض اوقات بطور قدردانی کے اپنی کسی عجیب قدرت کا اس پر انعام فرما دیتے ہیں تاکہ دوسرے

---

(۹۱) هذه القصة ذكرها ابن قدامة في كتاب التوابين ص ۱۱۰-۱۱۱ تحقيقاً۔

گناہگاروں کو توبہ کا شوق ہو۔ لیکن یہ مطلب نہیں ہے کہ اس توبہ کرنے والے کی شان اس نبی سے بڑھ گئی تھی کہ بادل نے اس پر سایہ کیا نبی پر نہیں کیا۔ (امداد اللہ)

حکایت نمبر ۱۶۱:

تہمت لگانے والوں کو آگ نے جلا دیا

بنی اسرائیل میں دو شخص عابد تھے اور ایک سوسن نامی عبادت گذار لونڈی بھی تھی۔ یہ ایک باغ میں آیا کرتے تھے اور وہاں پر اللہ کے حضور میں قربانی پیش کیا کرتے تھے۔ یہ دونوں عابد سوسن کے عشق میں مبتلا ہو گئے لیکن ہر ایک نے دوسرے سے اس کو چھپایا اور ہر ایک درخت کے پیچھے چھپ کر اس کو دیکھنے لگا اس طرح سے ان کی خود ایک دوسرے پر نگاہ پڑ گئی اور ایک دوسرے سے پوچھا تم یہاں کیسے آئے؟ اس طرح سے ان کا مقصد فاش ہو گیا کہ دونوں ہی سوسن کی محبت میں یہاں آئے ہیں۔ پھر ان دونوں نے طے کیا کہ ہم مل کر اس کو بھٹکائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے سوسن سے کہا تجھے تو پتہ ہے کہ بنی اسرائیل کی قوم ہماری بات پر کتنا یقین رکھتی ہے اگر تو ہمارا مقصد پورا نہیں کرے گی تو ہم صبح ہونے کے بعد لوگوں کو کہیں گے کہ ہم نے تمہارے ساتھ کسی شخص کو پکڑا ہے لیکن ہم سے وہ مرد تو بھاگ گیا ہے اور تجھے پکڑ لیا ہے تو سوسن نے کہا میں پھر بھی تمہیں ناپاک ارادہ پورا نہیں کرنے دوں گی۔ چنانچہ انہوں نے اس کو پکڑا اور لوگوں کے سامنے نکال لائے اور کہنے لگے کہ ہم نے سوسن کو کسی شخص کے ساتھ پکڑا ہے اور وہ مرد ہمارے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گیا ہے۔

چنانچہ لوگوں نے سوسن کو چبوترہ پر کھڑا کیا۔ بنی اسرائیل کی یہ عادت تھی کہ وہ گناہگار کو تین دن تک اسی طرح سے کھڑا کرتے تھے پھر آسمان سے کوئی سزا نازل ہوتی تھی جو اس کو تباہ کر دیتی تھی۔

چنانچہ انہوں نے اس سوسن کو بھی کھڑا کیا تیسرا دن ہوا تو حضرت دانیال علیہ

السلام تشریف لائے جب کہ وہ تیرہ سال کی عمر میں تھے لوگوں نے ان کے لئے کرسی رکھی اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور حکم دیا کہ ان دونوں مردوں کو میرے سامنے پیش کرو تو وہ ہنستے مذاق کرتے ہوئے سامنے آئے۔ آپ نے ان میں سے ایک کو (الگ کر کے) پوچھا تو نے سوسن کو کس درخت کے پیچھے دیکھا تھا؟ تو اس نے کہا سیب کے درخت کے پیچھے۔ پھر دوسرے سے پوچھا تم نے سوسن کو کس درخت کے پیچھے (گناہ میں) دیکھا تھا؟ تو ان دونوں کے بتلانے میں اختلاف ہو گیا۔ پھر آسمان سے آگ نازل ہوئی اور ان دونوں کو جلا کر راکھ کر دیا اور سوسن کو رہا کر دیا گیا۔

حکایت نمبر۱۹:

اللہ کا دروازہ تو بند نہیں

بصرہ میں ایک شخص کا ایک کاشتکار تھا اس کی بیوی بہت خوبصورت بھرے ہوئے جسم کی مالک تھی۔ مالک کے دل میں شیطان آیا تو اس عورت کو سواری پر منگا کر اپنے محل میں بلا لیا۔ پھر کاشتکار کو حکم دیا کہ تم ہمارے لئے تازہ کھجور اتار کر لاؤ اور ان کو تھیلوں میں بھر دو۔ پھر کہا کہ اب جا کر فلاں فلاں آدمیوں کو بلا کر لاؤ تو وہ چلا گیا اور اس نے اس کی بیوی سے کہا محل کا دروازہ بند کر دو تو اس نے بند کر دیا پھر کہا محل کے تمام دروازے بند کر دو تو اس نے تمام دروازے بند کر دیئے۔

پھر مالک نے پوچھا کوئی ایسا دروازہ تو نہیں رہ گیا جس کو تو نے بند نہ کیا ہو؟

عورت نے کہا ہاں ایک دروازہ ایسا ہے جس کو میں نے بند نہیں کیا۔

مالک نے کہا کونسا دروازہ بند نہیں کیا؟

عورت نے کہا وہ دروازہ جو ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کھلا ہوا ہے۔

تو وہ شخص رو پڑا اور پسینہ پسینہ ہو کر واپس چلا گیا اور گناہ سے بچ گیا۔

حکایت نمبر ۱۷:

خدا کے سامنے میں حلال نہیں کر سکتی تو حرام کا ارتکاب کیسے کروں؟

ایک دیہاتی اپنی قوم کی ایک لونڈی کے پاس علیحدگی میں ملا اور اس کو گناہ کی ترغیب دی تو لونڈی نے جواب دیا

تو تباہ ہو جائے اللہ کی قسم! جس کام کا تو کہہ رہا ہے اگر یہ نکاح کے بعد ہوتا تو بھی (میرے نزدیک) برا ہوتا۔

دیہاتی نے پوچھا وہ کیسے؟

کہا (اس لئے کہ) اللہ جو دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ وہ دیہاتی اس جواب کے سننے کے بعد اس مکروہ ارادہ سے باز آ گیا۔

حکایت نمبر ۱۸:

مجھے لذت گناہ لینے کی بجائے ہاتھ جلانا منظور ہے

ایک حسین ترین عابدہ زاہدہ عورت کے پاس سے ایک شخص کا گزر ہوا تو اس کی بری خواہش بھڑک اٹھی تو وہ اس کے پاس گیا اور اس سے اپنے ارادہ کا اظہار کیا تو عورت نے انکار کیا اور کہا جو تو دیکھ رہا ہے اس کے دھوکہ میں نہ پڑ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ لیکن مرد بھی اپنی ضد پر ڈٹا رہا حتیٰ کہ عورت کو اپنے قابو میں کر لیا۔ اس عورت کے ایک طرف آگ کے انگارے پڑے ہوئے تھے اس نے ان پر اپنا ہاتھ رکھ دیا حتیٰ کہ اس کا ہاتھ جل گیا۔ جب مرد گناہ سے فارغ ہوا تو عورت سے پوچھا تو نے اپنا یہ ہاتھ کیوں جلایا ہے؟ عورت نے کہا جب تو نے زبردستی سے مجھ پر قابو پا لیا تو میں ڈر گئی کہ لذت گناہ میں میں تیری شریک نہ بن جاؤں اور میں بھی تیری طرح گناہ گار نہ ٹھہروں میں نے یہ ہاتھ اسی لئے جلایا ہے۔

تو مرد نے کہا (اگر یہ بات ہے تو) اللہ کی قسم میں بھی اب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کبھی نہیں کروں گا۔ اور اس نے جو گناہ کیا تھا اس سے بھی توبہ تائب ہوا۔

حکایت نمبر ۱۹:

بادشاہ کے لئے عبرت

ایک عجمی بادشاہ شکار کھیلنے کے لئے نکلا اور اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا۔ اس کا ایک گاؤں سے گزر ہوا اور اس کو ایک خوبصورت عورت نظر آئی تو اس کو گناہ کی ترغیب دی۔ تو عورت نے جواب دیا کہ میں پاکی میں نہیں ہوں۔ غسل کر کے آتی ہوں۔ پھر وہ اپنے گھر میں گئی اور ایک کتاب نکال کر لے آئی اور کہا آپ اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں میں ابھی آتی ہوں۔ تو اس نے کتاب کا مطالعہ شروع کیا تو اس میں زنا کی سزا لکھی ہوئی تھی تو وہ عورت سے غافل ہو کر روانہ ہو گیا۔

پھر جب اس کا خاوند آیا تو عورت نے اس کو واقعہ سنایا۔ تو خاوند اس خوف سے کہ شاید بادشاہ کو اس کی ضرورت ہو بیوی کے پاس نہ گیا اور الگ رہنے لگا۔

تو عورت کے میکے والوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ ہماری زمین (یعنی عورت) اس آدمی کے قبضہ میں ہے نہ تو یہ اس کو آباد کرتا ہے نہ ہمیں واپس لوٹاتا ہے (یعنی اس کو طلاق بھی نہیں دیتا اور وظیفہ زوجیت بھی ادا نہیں کرتا) اس نے اپنی بیوی کو بے کار کر رکھا ہے۔ تو بادشاہ نے اس آدمی سے پوچھا کہ تم اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہو؟ تو اس نے عرض کیا کہ میں نے اس زمین (عورت) میں شیر (بادشاہ) کا میلان دیکھا ہے اس لئے میں اس زمین میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں۔ تو بادشاہ سمجھ گیا (کہ اس کا اشارہ میری طرف ہے) اور اس آدمی سے کہا تم اپنی زمین (عورت) کو آباد کرو شیر اس میں داخل نہیں ہوگا تمہاری زمین بہت خوبصورت ہے۔

باب 34

شادی کی ترغیب واہمیت

نکاح کا فائدہ

(حدیث) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کچھ نوجوان آنحضرت ﷺ کے پاس ایسے تھے جنہوں نے شادیاں نہیں کی تھیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحسن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فان الصوم له وجاء. (۹۲)

(ترجمہ) اے گروہ نوجواناں! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کرلے کیونکہ یہ نظر کو (محرمات کے دیکھنے سے) جھکاتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ اور جس جوان میں نکاح کی ہمت نہیں (یعنی بیوی کی ضروریات پوری نہیں کرسکتا) تو وہ روزے رکھے کیونکہ یہ روزے اس کے لئے (گناہ سے) دور رہنے کا (ذریعہ) ہیں۔

---

(۹۲) رواه البخاري (۱۹۰۵) و (۵۰۶۶)، ومسلم (۱٤۰۰)، وأبوداود (۲۰٤٦)، والترمذي (۱۰۹۱)، والنسائي ٥٧/٦، وابن ماجة (۱۸٤٥)، والدارمي (۲۱٦٥-۲۱٦٦)۔ وأحمد في المسند (۳۵۸۹۱، ٤۰۱۳، ٤۰۲۵، ٤۱۰۱، ٤۲۵۹)۔

نوجوان کی شادی پر شیطان کا واویلا

(حدیث) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایما شاب تزوج فی حداثة سنه عج شیطانه: یا ویله عصم منی دینه. (۹۳)

(ترجمہ) جو نوجوان شروع جوانی میں شادی کر لیتا ہے تو شیطان اس پر واویلا کرتا ہے کہ ہائے اس پر افسوس اس نے مجھ سے اپنا دین محفوظ کر لیا۔

اولاد گناہ میں مبتلا ہو تو باپ بھی گناہگار ہوگا

(حدیث) حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن لبیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من ادرک له ولد وقد بلغ النکاح وعنده مایزوجه فلم یزوجه فاحدث فالاثم بینهما.

(ترجمہ) جس کا بچہ پیدا ہوا اور وہ نکاح کی عمر کو پہنچ گیا اور باپ کے پاس ہمت اور رشتہ میسر تھا لیکن اس کی شادی نہ کی پس اسی دوران لڑکا گناہ میں ملوث ہو گیا تو اس گناہ میں دونوں (باپ بیٹا) شریک ہوں گے۔ (بیٹا گناہ کرنے کی وجہ سے اور باپ باوجود قدرت کے بیٹے کی شادی نہ کرنے کی وجہ

---

(۹۳) حديث موضوع۔ عزاه السيوطي في الجامع الصغير ١٤١/٣ لأبي يعلى، ورمز لضعفه۔ وعزاه الهيثمي في مجمع الزوائد ٢٥٣/٤ لأبي يعلى والطبراني في الأوسط، ثم قال: "وفيه: خالد بن إسماعيل المخزومي، وهو متروك"۔ وقال المناوي في فيض القدير ١٤١/٣ بعدما ذكر كلام الهيثمي: "قال ابن الجوزي: تفرد به خالد - يقصد: ابن إسماعيل المخزومي۔ وقال ابن عدي: يضع، وقال ابن حبان: لايجوز الاحتجاج به بحال"۔

ہے)۔

منگیتر کو دیکھنا

جو شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ اس کو دیکھ سکتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

من اراد ان یتزوج امراۃ فلینظر منھا مایدعوہ الی نکاحھا فذلک احری ان یودم بینھما.

(ترجمہ) جو شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو وہ اس کا وہ حصہ (چہرہ) دیکھ لے جو اس کی طلب کی دعوت دیتا ہے کیونکہ یہ طریقہ ان کے مابین دائمی محبت کے لئے زیادہ مناسب ہے (اور اگر بن دیکھے کسی عورت سے شادی کرلی اور دیکھا تو پسند نہ آئی اور روز روز کے جھگڑے فساد کھڑے ہوئے تو یہ بات درست نہیں)

حسن کے ساتھ منگیتر کا دیندار ہونا قابل ترجیح ہے

نیز اس بات کا بھی لحاظ رکھے کہ آدمی ایسی عورت کا انتخاب کرے جو حسین ہونے کے ساتھ ساتھ دیندار بھی ہو جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

فاظفر بذات الدین تربت یداک. (۹۴)

(ترجمہ) تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں دیندار عورت کا انتخاب کر۔ (یہ خاک آلود ہونے کا جو لفظ آپؐ نے ارشاد فرمایا

---

(٩٤) رواه البخاري (٥٠٩٠)، ومسلم (١٤٦٦)، وأبو داود (٢٠٤٧)، والنسائي (٣٢٣٠)، وابن ماجه (١٨٥٨)، والدارمي (٢١٧٠)، وأحمد في المسند (٩٢٣٧)۔

ہے کہ بطور محبت اور اور بطور تنبیہ کے فرمایا ہے۔)

عاشق کس سے شادی کرے

جو شخص کسی کی محبت کا شکار ہو اور وہ شادی کا ارادہ کرے تو وہ اسی عورت سے شادی کی کوشش کرے جس کے عشق میں مبتلا ہے یہ شادی کرنا بھی جب جائز ہے جب اس عورت سے شادی کرنا جائز ہو (اگر وہ پہلے سے کسی کے نکاح میں موجود ہے یا وہ عورت محرمات میں سے ہے) تو پھر (اس کی بجائے) کسی ایسی عورت سے شادی کرے جس سے اس کے عشق کی آگ ٹھنڈی ہو کہ جب وہ اس کو دیکھے تو اس کو تسکین ہو۔

بغیر محبت کے شادی

حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہوا تھا کہ ہر شادی (جس میں شادی کرنے والے کی) محبت نہ ہو وہ قیامت کے دن حسرت اور ندامت ہوگی (کیونکہ جب میاں بیوی میں سے کسی ایک کو دوسرے سے محبت نہ ہوگی تو وہ دوسرے کے حقوق میں کوتاہی کرے گا جو قیامت کے دن حسرت بنے گا۔ ان میں سے جس کو دوسرے سے محبت ہوگی وہ اس کی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل کرے گا اور قیامت کے دن سرخرو ہوگا ہاں اگر ناجائز خواہشات کی تکمیل کی تو پھر حسرت وندامت ہوگی اور عذاب بھگتنا پڑے گا ہاں اگر اللہ تعالیٰ معاف کر دیں تو وہ غفور رحیم ہے مگر اس کی مغفرت کو دیکھ کر اترانا نہیں چاہئے۔......(امداد اللہ)

باب 35

بیوی کو خاوند کے خلاف کرنے کی مذمت

(حدیث) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من خبب امراۃ علی زوجھا فلیس منا۔

(ترجمہ) جو شخص کسی عورت کو اس کے خاوند کے خلاف بھڑکائے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے (یعنی اس نے مسلمانوں والا کام نہیں کیا)۔

حکایت نمبرا:

بادشاہ کی آنکھیں اندھی اور ہاتھ خشک ہو گئے

بنی اسرائیل میں ایک نیک آدمی تھا جو کپڑا بننے کا کام کرتا تھا۔ اس کی بیوی بنی اسرائیل کی تمام عورتوں سے زیادہ خوبصورت تھی۔ اس کے حسن کی شہرت بنی اسرائیل کے اس وقت کے ایک ظالم بادشاہ تک جا پہنچی تو اس بادشاہ نے اس عورت کے پاس ایک بڑھیا کو بھیجا اور کہا تم اس کو اس کے خاوند کے خلاف کر دو اور کہو کیا تم اتنی خوبصورت ہونے کے باوجود ایک کپڑا بننے والے کے پاس پڑی ہو؟ اگر تم میرے پاس ہوتی تو میں تجھے سونے سے لاد دیتی۔ تجھے ریشم پہناتی اور نوکر چاکر تیری خدمت کو مقرر کرتی چنانچہ اس بڑھیا نے ایسا ہی جا کر کہا۔

یہ حسین و جمیل عورت اپنے خاوند کے لئے روزہ افطاری پیش کرتی تھی اور اس کا بستر سنوارتی تھی اس نے یہ خدمت چھوڑ دی اور خاوند کے حق میں بگڑ گئی۔ تو خاوند

نے پوچھا اے ہنات تجھے کیا ہو گیا ہے تمہاری ایسی بدخلقی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی؟ تو عورت نے کہا بس ٹھیک ہے جو میں نے کیا ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔ تو اس نیک آدمی نے اس کو طلاق دیدی اور اس ظالم بادشاہ نے اس سے شادی کر لی۔

جب وہ حجلہ عروسی میں گیا اور پردے چھوڑ دیئے تو بادشاہ بھی اندھا ہو گیا اور وہ عورت بھی اندھی ہو گئی۔ تو بادشاہ نے چاہا کہ چلو اس کو ہاتھ سے تو چھولوں تو اس کا وہ ہاتھ بھی خشک ہو گیا۔ پھر اس عورت نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کو چھونا چاہا تو اس کا ہاتھ بھی خشک ہو گیا۔ اور یہ دونوں بہرے اور گونگے ہو گئے اور ان کی شہوت مٹادی گئی۔

جب صبح ہوئی اور پردے ہٹا گئے تو یہ بہرے، اندھے اور گونگے پائے گئے۔ تو ان کی خبر بنی اسرائیل کے ایک نبی کے سامنے عرض کی گئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا (کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟) تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں ان کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ کیا یہ دونوں یہ سمجھتے تھے کہ جو کچھ انہوں نے اس کپڑا بننے والے سے کیا ہے میں اس کو نہیں دیکھتا تھا؟

حکایت نمبر۴:

ابو مسلم خولانی کی بددعا نے اندھا کر دیا

حضرت عثمان بن عطاءؒ اپنے والدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد سے اپنے گھر تشریف لاتے تھے تو گھر کے دروازہ پر اللہ اکبر کہتے تھے تو آپ کی اہلیہ بھی اللہ اکبر کہتی تھیں، جب آپ گھر کے صحن میں داخل ہوتے تھے تو بھی اللہ اکبر کہتے تھے تو بھی ان کی بیوی ان کو جواب دیتی تھیں، پھر جب وہ کمرہ کے دروازہ پر پہنچتے تھے اس وقت بھی اللہ اکبر کہتے تھے اور آپ کی بیوی ان کو جواب دیتی تھیں۔

ایک رات وہ گھر واپس آئے اور گھر کے دروازہ پر تکبیر کہی تو ان کو کسی نے جواب نہ دیا، پھر جب صحن میں داخل ہوئے اور تکبیر کہی تو بھی ان کو کسی نے جواب نہ

دیا، پھر جب گھر کے دروازہ پر پہنچے اور تکبیر کہی تو بھی آپ کو کسی نے جواب نہ دیا۔ حالانکہ ان کی عادت یہ تھی کہ جب آپ گھر میں وارد ہوتے تھے تو ان کی بیوی ان کی کملی اور جوتے اتارتی تھیں پھر ان کے پاس کھانا لاتی تھیں۔

کہتے ہیں کہ جب آپ (اس دن) گھر میں داخل ہوئے تو گھر میں دیا تک نہیں جلایا گیا تھا اور ان کی بیوی گھر میں سر نیچا کیے ہوئے لکڑی سے زمین کو کرید رہی تھیں۔ آپ نے بیوی سے پوچھا تجھے کیا ہوا؟ (آج تم بگڑی ہوئی کیوں ہو) تو انہوں نے کہا آپ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے (وہ آپ کی بہت عزت فرماتے ہیں) ہمارا کوئی نوکر نہیں ہے اگر آپ ان سے اس کا ذکر کرتے تو وہ غلام ہماری خدمت کرتے اور آپ کو غلام بھی مل جاتا۔

تو آپ نے یہ سن کر یہ دعا کی:

اللھم من افسد علی امراتی فاعم بصرہ.

(ترجمہ) اے اللہ! جس نے میری بیوی کو میرے خلاف بگاڑا ہے اس کو اندھا کر دیں

کہتے ہیں کہ آپ کی بیوی کے پاس ایک عورت آئی تھی اور وہ یہ کہہ گئی تھی کہ تیرے خاوند کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بڑا مقام و مرتبہ ہے اگر تم اس سے کہو کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے کسی خادم کا مطالبہ کرے وہ اس کو خادم دیدیں تو تم عیش سے رہو۔

کہتے ہیں اسی دوران میں کہ وہ عورت اپنے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی اچانک اپنی بینائی کھونے پر کہنے لگی تمہارے دیے کو کیا ہو گیا وہ کیوں بجھ گیا ہے؟ گھر والوں نے کہا نہیں وہ کہاں بجھا ہے وہ تو جل رہا ہے۔ اس وقت اس عورت کو معلوم ہوا کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے۔ پھر وہ حضرت ابو مسلمؒ کی خدمت میں روتی ہوئی حاضر ہوئی اور آپ سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں وہ میری بینائی واپس

لوٹا دیں، تو حضرت ابو مسلمؒ نے اس پر ترس کھایا اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بینائی واپس کرنے کی دعا فرمائی تب اس کی بینائی لوٹ کر آئی۔

(فائدہ) یہ حضرت ابو مسلمؒ بہت بڑے مشہور تابعی اور صاحب کرامت ولی ہیں پہلے یہ ایک کافروں کے ملک میں رہا کرتے تھے جب یہ اسلام لائے تو ان کو بڑی بڑی سزائیں دی گئیں یہ پھر بھی اپنے ایمان و اسلام پر قائم رہے حتیٰ کہ آگ جلا کر ان کو اس میں ڈالا گیا تو آگ نے ان پر کوئی اثر نہ کیا نار نمرود کی طرح بالکل ٹھنڈی اور معتدل رہی اور آپ اس سے زندہ سلامت نکل آئے تو اس ملک کے ظالم بادشاہ نے آپ کو ملک بدر کر دیا تھا۔ ...... (امداد اللہ)

(فائدہ-۲) مذکورہ حکایات سے قارئین اندازہ لگائیں کہ کسی کی بیوی کو خراب کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا بڑا جرم ہے اس لئے جو لوگ تعویذ وغیرہ سے) یہ کام کرتے ہیں ان کو ان واقعات سے عبرت پکڑنی چاہئے اور دوسرے لوگوں کو اس کے بارہ میں نصیحت کرنی چاہئے۔ ...... (امداد اللہ)

باب 36

عشق کیا ہے؟

حکمائے زمانہ کے اقوال

افلاطون کہتا ہے کہ
''عشق''بغیر فکر کے بے کار نفس کی ایک حرکت کا نام ہے

ارسطا طالیس

کہتا ہے کہ
''عشق''محبوب کے عیبوں کے ادراک سے حس کا اندھا ہونا ہے۔

فیثا غورس

کہتا ہے کہ
عشق ایک ایسا لالچ ہے جو دل میں پیدا ہوتا، حرکت کرتا اور تمنا کرتا ہے پھر جب یہ بڑھ جاتا ہے تو اس میں حرص کا مواد جمع ہو جاتا ہے، پھر یہ جتنا بڑھتا جاتا ہے عاشق کا ہیجان اور منت و سماجت اور قوی ہو جاتا ہے طمع بھی طویل ہو جاتی ہے غلط خواہشات کی فکر میں ڈوب جاتا ہے، طلب کی حرص تیز ہو جاتی ہے حتی کہ یہ تباہ کن غم تک پہنچا کر چھوڑتا ہے۔

سقراط

کہتا ہے

عشق دیوانگی ہے اس کی بھی کئی اقسام ہیں جس طرح سے جنون
کی کئی اقسام ہیں۔

ایک فلسفی

کہتا ہے کہ

میں نے عشق سے زیادہ حق کو باطل کے زیادہ مشابہ اور باطل کو حق کے زیادہ مشابہ نہیں دیکھا۔ اس کی خرافات حقیقت ہیں اور اس کی حقیقتیں خرافات ہیں، اس کی ابتداء کھیل تماشہ سے شروع ہوتی ہے اور انتہاء ہلاکت ہے۔

علمائے اسلام کے نزدیک

امیر المومنین (مامون الرشید) نے (قاضی) یحییٰ بن اکثمؒ سے عشق کے متعلق پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ

یہ ایک حادثہ ہے جو کسی انسان کو لاحق ہوتا ہے اس کا دل معشوق
کی فکر میں لگ جاتا ہے اور اپنی جان کو اس پر نچھاور کر دیتا ہے۔

تو ان کو ثمامہؒ نے کہا اے یحییٰؒ "تم خاموش ہو جاؤ تمہارے ذمہ یہ ہے کہ تم طلاق کے (مسائل میں) جواب دیا کرو محرم نے اگر ہرنی کا شکار کیا ہو یا چیونٹی کو مارا ہو تو اس کا حکم شرعی بیان کرو۔ لیکن مسائل (عشق وغیرہ کے جو ہیں ان) کے متعلق ہم سے پوچھا جائے۔

تو مامون نے کہا اے ثمامہ تم بتاؤ عشق کیا ہے؟

تو ثمامہؒ نے عرض کیا کہ عشق مفید ہم نشین ہے قابل الفت انیس ہے، اپنی ایک

حکومت رکھتا ہے۔اس کے راستے لطیف ہیں اس کے مذاہب قابل طعنہ زنی ہیں۔ اس کے احکام ظالمانہ ہیں۔ یہ جسموں کا بھی مالک ہے اور ان کی ارواح کا بھی اور دلوں کا بھی اور ان کے خیالات کا بھی اور آنکھوں کا بھی اور ان کی نظر کا بھی، اور عقلوں کا بھی اور ان کی آراء کا بھی، اس کو طاعت کی باگ ڈور اور وفا شعاری کا مالک بنایا گیا ہے۔اس کے داخل ہونے کا راستہ آنکھوں سے پوشیدہ ہے اور دلوں تک پہنچنے کا راستہ نظر میں نہیں آتا۔

تو مامون نے کہا اے ثمامہ اللہ کی قسم! تم نے بہت خوب بیان کیا۔ پھر اس نے ثمامہ کے لئے ایک ہزار اشرفیوں کا (بطور انعام) حکم دیا۔

ایک دیہاتی کہتا ہے

ایک دیہاتی نے عشق کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ جنون کی ایک قسم نہیں ہے تو جادو کا نچوڑ ضرور ہے۔

ایک عورت کے نزدیک

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عشق کی تعریف میں بہت سے اقوال پیش کئے ہیں میں نے ان میں سے مختصر اور جامع قول کسی کا نہیں سنا جو عرب کی ایک عورت نے کہا جب اس سے پوچھا گیا کہ عشق کیا ہے؟ تو اس نے کہا ذلت اور پاگل پن ہے۔

میں (ابن جوزیؒ) کہتا ہوں کہ (یہ عشق تعریف نہیں بلکہ) عشق کا نتیجہ اور انجام ہے۔

عشق کے درجات

سب سے پہلے انسان میں کسی کی خوبی اترتی ہے۔ پھر اس سے قرب کا ارادہ

پیدا ہوتا ہے۔ پھر دوستی ہوتی ہے وہ یہ کہ اس کو دوست پر کامیابی حاصل ہو جائے۔ پھر یہ دوستی طاقت پکڑ کر محبت میں تبدیل ہوتی ہے پھر خلت میں تبدیل ہوتی ہے پھر ھوی میں تبدیل ہوتی ہے اور ھوی یہ ہے کہ آدمی بے اختیار محبوب کی محبت میں اتر جاتا ہے پھر عشق ہوتا ہے پھر "تتیم" ہوتا ہے اور "تتیم" یہ ہے کہ معشوق عاشق کا مالک ہو جاتا ہے عاشق اپنے دل میں معشوق کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ پھر اس میں ترقی ہو کر "ولہ" کے درجہ پر پہنچتا ہے اور "ولہ" کا معنی ہے کہ عاشق اپنی حد ترتیب سے خارج ہو جائے اور کچھ بھی تمیز نہ رہے۔ (۹۵)

محبت جنس ہے اور عشق اس کی نوع ہے

محبت ایک جنس ہے اور اس کی ایک قسم عشق ہے کیونکہ آدمی اپنے باپ اور بیٹے سے بھی تو محبت کرتا ہے لیکن اپنے آپ کو وہاں پر ہلاکت میں نہیں ڈالتا بخلاف عاشق کے۔ چنانچہ ایک عاشق کا قصہ ہے کہ

> جب اس نے ایک لڑکی کو دیکھا جس کو وہ چاہتا تھا تو اس پر لرزہ طاری ہوا اور بے ہوش ہو گیا تو ایک حکیم سے پوچھا گیا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ اس نے اپنے محبوب کو دیکھا تو دل اچھل اچھل گیا اور اس کے دل کے اچھلنے کی وجہ سے اس کے جسم میں حرکت آ گئی۔

کسی نے کہا ہم بھی اپنے اہل خانہ سے محبت کرتے ہیں ہمیں تو ایسا نہیں ہوتا؟ حکیم نے کہا وہ محبت عقل سے ہوتی ہے (عاشق کی) محبت روح سے ہوتی ہے۔

---

(۹۵) وانظر مثل هذه التعريفات في الكليات للكفوي ص ۳۹۸- ۳۹۹ بتوسع أكثر مما هنا۔

باب 37

اسباب عشق ومحبت

حکمائے قدیم

حکمائے قدیم کہتے ہیں کہ نفوس کی تین قسمیں ہیں۔

۱ نفس ناطقہ: اس کی محبت معارف اور فضائل کے حاصل کرنے کی طرف رغبت رکھتی ہے۔

۲ نفس حیوانیہ: عصبیہ اس کی محبت قہر، غلبہ اور ریاست کی طرف رغبت رکھتی ہے

۳ نفس شہوانیہ: اس کی محبت کھانے پینے اور جماع کی طرف مائل رہتی ہے

اسباب عشق

اسباب عشق میں سے ایک غزل اور گانا سننا بھی ہے یہ نفس میں صورتوں کے نقوش کی تصویر کھینچتا ہے پھر صورت موصوف کا خمار کرتا ہے اور نظر کسی صورت کو مستحسن سمجھتی ہے اور اس طرح سے نفس اس کا طالب ہو جاتا ہے جس کو اس نے حالت وصف میں طلب کیا تھا بعض حکماء یہ کہتے ہیں کہ عشق اپنے ہم جنس سے ہی ہوتا ہے (یعنی انسان کا انسان سے عشق ہوتا ہے حیوان سے نہیں ہوتا) اور یہ بقدر تشاکل قوی اور ضعیف ہوتا رہتا ہے اور اس کا استدلال آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها

احتلف. (۹۶)

(ترجمہ) روحیں تیار شدہ لشکر ہیں جن کا (آپس میں) تعارف ہو گیا وہ (یہاں دنیا میں بھی) آپس میں محبت کرتے ہیں اور جن کی وہاں پر جان پہچان نہ تھی وہ (اس دنیا میں بھی آپس میں) اختلاف رکھتے ہیں۔

دو قالب یک جان عاشق ومعشوق

احمد بن محمد غنویؒ کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں گیا تو وہاں کے ظریف الطبع لوگ میرے پاس آئے اور کہا یہاں دو جوان ہیں جو آپس میں بہت محبت کرتے ہیں ان میں سے ایک بیمار ہو گیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ ان کی عیادت کو جائیں میں نے کہا مجھے بھی لے چلو تم بیمار کا حال پوچھنا میں تندرست کا حال پوچھوں گا۔ چنانچہ ہم چلے گئے وہاں جا کر ہم نے ایک جوان کو دیکھا جو ایک چارپائی پر پڑا ہوا ہے اور دوسرا اس کی طرف رخ کئے ہوئے اس سے مکھیاں بھی ہٹا رہا ہے اور اس کے چہرہ کی طرف بھی دیکھ رہا ہے جب اس نے ہمیں دیکھا تو اپنے دوست کے پاس سے ہٹ گیا اور ہمیں بیٹھنے کی جگہ دی۔ چنانچہ میرے ساتھی بیمار کے اردگرد بیٹھے اور میں تندرست کے پاس بیٹھ گیا۔ تو جب بیمار کہتا ہائے میری ران، تو تندورست بھی کہتا ہائے میری ران، اور جب بیمار کہتا ہائے میرا ہاتھ تو تندرست بھی کہتا ہائے میرا ہاتھ۔

یہاں تک کہ جب میرے دوستوں نے بتایا کہ یہ جوان فوت ہو گیا ہے اللہ اس پر رحمت کرے پھر انہوں نے اس کے جبڑے باندھے تو (ادھر تندرست بھی فوت ہو گیا) اور میں نے اس کے جبڑے باندھے اور ہم نے ان کو شام ہونے سے پہلے پہلے دفن کر دیا۔

---

(۹۶) رواہ البخاري معلقا مجزوما في كتاب الأنبياء، باب (۲) ۳۳۶۹٫۶، ومسلم (۲۶۳۸)، وأبو داود (۴۸۳۴)، وأحمد في المسند (۷۸۷٫۶ - ۱۰۴۴۳)۔

بے عقل جنس میں بھی میلان ہوتا ہے

بعض حضرات نے بے عقل جنس میں بھی آپس میں ملاپ کا رجحان دیکھا ہے چنانچہ ابو مسلمہ منقریؒ کہتے ہیں کہ ہمارے بصرہ میں ایک کھجور تھی پھر اس کی تازہ کھجور کی تعریف کرتے کہا کہ اس کا پھل خراب ہونے لگ گیا تو وہ بے کار ہوگئی تو اس کے مالک نے ایک بوڑھے کو بلایا جو کھجوروں کا علم رکھتا تھا تو جب اس بوڑھے نے اس کھجور کو اور اس کے ارد گرد کی کھجوروں کو دیکھا تو کہا یہ فلاں نر کھجور کی عاشق ہے جو اس کے قریب تھا پھر اس نے نر کھجور کا شگوفہ اس مادہ کھجور (کے شگوفہ) میں ڈال دیا تو وہ کھجور پہلے سے بھی بہترین کھجوریں دینے لگ گئی۔

عشق کب جڑ پکڑتا ہے

عشق بہت زیادہ دیکھنے، بہت ملاقات رکھنے، طویل گفتگو کرنے سے اگر اس کے بعد معانقہ ہو جائے یا بوس و کنار ہو جائے تو عشق پختہ ہو جاتا ہے۔ قدیم حکماء کہتے ہیں کہ جب دو چاہنے والوں کا آمنا سامنا ہو جائے اور ہر ایک کا لعاب چوس کر دوسرے کے معدہ تک پہنچ جائے اور تمام بدن میں مل جل جائے اس کا انتقال ہو جائے تو دائمی محبت آپس میں واقع ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح ان میں سے ہر ایک دوسرے کے منہ میں سانس لے اور اس سانس کے ساتھ جو غبار معدہ سے نکلتے ہیں وہ ایک دوسرے کی ناک میں چھینک لینے کے ساتھ پہنچ جائیں اور بعض دماغ میں پہنچ جائیں اور پھر اس میں اس طرح سے تحلیل ہو جائیں جس طرح سے نور بلور کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے اور بعض کے جسم تک پھر دل تک پہنچ جائے پھر چلنے والی رگیں تمام بدن میں اس کو پھیلا دیں تو اس سے ہر ایک کے بدن سے دوسرے کے بدن میں تحلیل ہو جائے اور ایک مزاج ہو جائے تو اسی سے عشق پیدا ہوتا اور پروان چڑھتا ہے۔

باب 38

مذمت عشق

حضرات اہل علم میں عشق کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ قابل تعریف ہے یا قابل مذمت ہے؟

تو ایک جماعت اہل علم یہ کہتی ہے کہ یہ قابل تعریف ہے کیونکہ عشق لطافت طبیعت سے ظاہر ہوتا ہے جو جامد طبیعت ہوتا ہے وہ عاشق نہیں ہوتا اور جو عاشق نہیں ہوتا وہ موٹی طبیعت کا مالک ہوتا ہے۔

یہ عشق عقل کو جلا بخشتا ہے ذہنوں کو صاف کرتا ہے بشرطیکہ یہ عشق حد سے نہ بڑھ جائے اور جب یہ حد سے بڑھ جائے تو پھر زہر قاتل بن جاتا ہے۔

ایک اور جماعت اہل علم کی کہتی ہے کہ عشق قابل مذمت ہے کیونکہ یہ عاشق کو اپنا اسیر بنالیتا ہے اور بہت دور مقام میں جا گراتا ہے میں کہتا ہوں ان دونوں اقوال میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ محبت چاہت اور میلان خوبصورت چیزوں اور ملائم چیزوں کی طرف قابل مذمت نہیں یہ مردہ حس اشخاص کے علاوہ سب انسانوں میں پایا جاتا ہے لیکن وہ عشق جو میلان اور محبت سے گذر کر عقل پر قبضہ کرلے اور خلاف حکمت کی طرف عاشق کو مبتلا کردے تو ایسا عشق مذموم ہے اسے علمائے حکمت نے منع کیا ہے امام شعبیؒ فرمایا کرتے تھے۔

اذا انت لم تعشق ولم تدرما الهوى

فانت او عير بالفلاة سواء

(ترجمہ) جب تو کسی سے عشق نہ کرے اور عشق سے بے خبر بھی ہو تو اور جنگل والا

اونٹ برابر ہیں۔

(فائدہ) یاد رہے کہ اس عشق سے یہاں پر عشق جائز مراد ہے جو اپنی بیوی سے ہو یا کسی نیک عالم سے محبت ہو یا اولاد سے محبت ہو آج کا جو مشہور اور حرام عشق ہے وہ مراد نہیں ہے۔............ (مترجم)

عشق کے نقصانات

(۱) عاشق حضرات عام طور پر شہوت سے اپنے نفس کو نہ بچا سکنے میں جانوروں کی حد سے بھی بڑھ گئے ہیں جب ان کی شہوت جماع پر قادر نہ ہو سکنے کی وجہ سے ادھوری رہ جاتی ہے تو یہ شہوت میں اور تیز ہو جاتے ہیں اور بدکاری کی ذلت میں پھنس کر اور ذلیل ہو جاتے ہیں جبکہ حیوان قضائے شہوت کے دفعیہ پر ہی کفایت کرتا ہے اور یہ عاشق اپنی شہوت کو پورا کرنے کے لئے عقل کی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں۔

دین کا نقصان

عشق کی وجہ سے دنیا اور دین کا نقصان بہت ظاہر ہے دین کا نقصان تو یہ ہے کہ عاشق کا دل شروع شروع خالق کی فکر سے غیر متوجہ ہو جاتا ہے معرفت خداوندی، اللہ کا خوف اور حصول قرب الٰہی کی فکر نہیں رہتی اس کے بعد حرام کا جتنا ارتکاب کیا اتنا ہی وہ آخرت کے نقصان میں مبتلا ہوا اور خود کو پیدا کرنے والے (اللہ تعالیٰ) کی سزا کا مستوجب ٹھہرایا اس طرح سے وہ جتنا اپنی خواہشات وعشقیات کے قریب ہوتا گیا اتنا ہی اپنے مولا سے دور ہوتا گیا اور عشق اپنی حد حلال تک باقی نہیں رہتا بلکہ ترقی کر کے گناہ کی حدوں تک پہنچ جاتا ہے۔

دنیا کا نقصان

دنیا میں عشق کا نقصان یہ ہے کہ یہ دائمی غم، لگا تار فکر، وسواس، بے خوابی، کم کھانے، زیادہ جاگنے میں پھنسا رہتا ہے پھر یہ اعصاب پر مسلط ہو کر بدن کو پیلا، اعضاء میں رعشہ، زبان میں توتلا پن، بدن میں لاغری کو پیدا کر دیتا ہے اور رائے کو بے کار، دل کو تدبیر مصلحت سے غائب، آنسوؤں کو لگا تار، حسرتوں کو مسلسل، چیخ و پکار کو جاری، سانس کو چھوٹا اور دل کو بجھا دیتا ہے پھر جب دل پر کامل غشی چھا جائے تو دیوانگی ظاہر ہو جاتی ہے اور اس کو تلف ہونے کے دہانے پر لا کھڑا کرتی ہے اس طرح سے کتنے عاشق ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اس دیوانگی میں اپنے کو ہلاکت میں ڈالا اور لوگوں میں اپنی قدر و منزلت کو تباہ کیا اور اکثر بیشتر بدنی سزا اور حد کی سزا کو پہنچے۔

باب 39

ابتلائے عشق کے بعد خود کو گناہ سے بچانے کا ثواب

(حدیث) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من عشق فکتم وعف ثم مات مات شھیدا.

(ترجمہ) جس نے (کسی سے) عشق کیا پھر اس کو (اپنے دل ہی دل میں) چھپایا اور پاکدامنی اختیار کی (معشوق سے گناہ میں ملوث نہ ہوا) اور اسی (عشق کی حالت) میں فوت ہوا تو وہ شہید کی موت مرا۔

(جامع صغیر ۸۸۵۳، فیض القدیر ص ۱۸۰ جلد ۶۔ بحوالہ زبیر بن بکار، و زرکشی وقال اسنادہ؟ صحیح، وذکرابن حزم فی معرض الاحتجاج وقال رواتہ ثقات اھ۔ (مترجم)

(فائدہ) اگر کسی کو کسی سے عشق ہو جائے تو وہ اس حدیث پر عمل کر کے شہادت کا درجہ حاصل کرے احیاء العلوم کی شرح السادہ المتقین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کام کے انعام میں جنت میں داخل فرمائیں گے اس حالت میں وفات کو شہادت کا درجہ اس لئے دیا گیا ہے کہ جس طرح سے مسلمان خود کو دنیا کی لذات سے مستغنی کر کے کافر کے سامنے اعلاء کلمہ حق کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہے اسی طرح عاشق عشق شدید کو دبا کر اللہ کے فرمان کے مطابق اس کے نتیجہ بد سے کنارہ کش رہتا ہے۔ (مترجم)

باب 40

عشق کی آفات
(مہلک بیماری، بدحالی، دیوانگی وغیرہ)

حکایت نمبرا:

مرتے دم تک گونگا رہا

کسری بادشاہ کا ایک دربان ایک لونڈی پر عاشق ہوگیا بادشاہ نے ایک دن اس کو ڈانٹا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے اور اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دے اس کو التباس ہو گیا جب جواب کے لئے حاضر ہوا تو اس کی زبان توتلی ہوگئی چنانچہ وہ اسی طرح پر گونگا ہی رہا بولنا چاہتا تو بول نہیں سکتا تھا اس کے لئے کسری نے علاج کرانے کو طبیب بلائے لیکن ان کا اس پر کوئی بس نہ چلا اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔

حکایت نمبر۲:

معشوق کا گھر دیکھنے سے ہی نیند آتی تھی

عمرو بن مناۃ خزاعی ایک مرتب لیلیٰ خزاعیہ کے پاس سے گذرا جب یہ اراکہ کی بیوی تھی اور اپنی قوم کی عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی یہ عمرو حسن گفتار اور نفیس اشعار کہنے میں مشہور و معروف تھا اس سے عورتوں نے کہا یہاں آؤ ہمارے ساتھ باتیں کرو چنانچہ وہ ان سے باتیں کرنے کے لئے بیٹھ گیا اور اس نے لیلیٰ بنت عینیہ کو دیکھا اور

اسے دل دے بیٹھا اور اس کا معاملہ عشق بڑھ گیا اور اتنا تیز ہوا کہ جب تک اس کے گھرانہ والوں کے گھر نہ دیکھ لیتا نیند نہ آتی اس کو وسوسہ ہو گیا عقل گم ہو گئی اور بس اسی کے ذکر میں زبان تر رہتی تھی اور اس کے بارہ میں بہت سے اشعار کہے۔

حکایت نمبر۳:

پتھر مارنے والا مجنوں

عبداللہ بن ہمام کہتا ہے کہ میں کسی کام کی خاطر (شہر سے باہر) نکلا تو میں نے ابن ابی مالک کو حیرہ اور کوفہ کے درمیان بیٹھے دیکھا میں نے اس سے پوچھا تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا میں وہی کر رہا ہوں جو ہمارا ساتھی کرتا تھا میں نے پوچھا تمہارا ساتھی کون ہے؟ کہا لیلیٰ کا عاشق بنی عامر کا مجنوں، عبداللہ بن ہمام کہتا ہے اس کی ایک طرف پتھر پڑا تھا اس نے اس کو اٹھایا اور میرے پیچھے دوڑا (اور اتنے زور سے میری طرف غصہ سے پتھر پھینکا کہ) وہ مجھ سے بھی آگے جا گرا۔

حکایت نمبر۴:

اپنے بازو کاٹنے والا ننگا عاشق

محمد بن زیاد اعرابی کہتا ہے کہ میں نے گاؤں میں ایک دیہاتی کو دیکھا جس کے گلے مین تعویذ لٹکے ہوئے تھے خود ننگا تھا صرف شرمگاہ پر ایک چیتھڑا باندھا ہوا تھا اس کے پاؤں میں رسی بندھی ہوئی تھی اس کے پیچھے بڑھیا تھی جس نے رسی کو ایک کنارہ سے پکڑا ہوا تھا یہ دیوانہ اپنے بازو چبا تا تھا میں نے بڑھیا سے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ میرا بیٹا ہے میں نے پوچھا اس کی یہ کیا حالت ہے؟ کیا اس کو شیطان کی طرف سے سرکشی تو نہیں؟ کہنے لگی نہیں اللہ کی قسم بلکہ یہ اور اس کی چچا زاد ایک ہی مکان میں پروان چڑھے اور جوان ہوئے اور یہ اس سے دل لگا بیٹھا اور وہ اس سے دل لگا بیٹھی لڑکی کے گھر والوں نے اس کو پابند کر رکھا ہے اور اس سے روک رکھا ہے اسی وجہ سے

میرے بیٹے کی عقل زائل ہوگئی ہے اور وہ ہوا جو تم دیکھ رہے ہو میں نے بڑھیا سے پوچھا اس کا کیا نام ہے؟ تو اس نے کہا اس کا نام عکرمہ ہے میں نے کہا اے عکرمہ تمہیں کیا تکلیف ہے؟ تو اس نے کہا

اصابنی داء قیس وعروہ و جمیل

فالجسم منی نحیل

وفی الفواد غلیل

(ترجمہ) مجھے قیس (مجنوں) عروہ اور جمیل (جیسے عاشقوں) کی مرض لگی ہوئی ہے اس لئے میرا جسم لاغر ہے اور دل میں محبت کی شدید پیاس ہے۔

حکایت نمبر۱۸:

ہارون رشید عاشق ہوگیا

سلیمان بن ابوجعفر بیمار ہوا اس کو پوچھنے کے لئے ہارون رشید بادشاہ اس کے پاس گیا اس نے سلیمان کے پاس ایک لونڈی کو دیکھا جو حسن و جمال اور شکل و شباہت میں انتہا درجہ کو پہنچی ہوئی تھی اس کا نام ضعیفہ تھا یہ ہارون رشید کے دل میں اتر گئی تو اس نے سلیمان سے کہا یہ مجھے ہبہ کردو تو اس نے کہا اے امیر المومنین (ہارون) یہ آپ کے لئے ہبہ ہے جب ہارون رشید نے لونڈی کو لے لیا تو سلیمان اس سے محبت ہونے کی وجہ سے بیمار پڑ گیا پھر سلیمان نے یہ اشعار کہے

اشکو الی ذی العرش ما

لاقیت من امر الخلیفہ

یسع البریہ عدلہ

ویرید ظلمی فی ضعیف

علق الفواد بحبها
کالحبر یعلق بالصحیفة

(ترجمہ)

(۱) مجھے خلیفہ (ہارون رشید) کے (میری لونڈی لے جانے کے) کام سے جو اذیت پہنچی ہے میں اس کو عرش والے (اللہ) کے سامنے شکایت کرتا ہوں۔

(۲) تمام مخلوقات میں اس کے انصاف کی چہل پہل ہے لیکن وہ ضعیف (لونڈی) کے حق میں مجھ پر ظلم کر رہا ہے۔

(۳) میرا دل اس کی محبت میں چپکا ہوا ہے جیسے سیاہی کاغذ سے چپکی ہوتی ہے جب ہارون رشید کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے لونڈی کو سلیمان کے پاس واپس کردیا۔

حکایت نمبر۹:

دوران طواف عاشقوں پر رحمت کی دعا

حضرت اصمعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو طواف میں یہ کہتے ہوئے سنا

اللھم مالک یوم القضاء و خالق الارض والسماء
ارحم اھل الھوی فانک قریب فمن دعا.

(ترجمہ) اے اللہ! فیصلے کے دن کے مالک، آسمان و زمین کے خالق، عاشقوں پر رحم کریں کیونکہ آپ اس کے قریب ہیں جو آپ سے التجا کرتا ہے۔ اس کے بعد اس نے یہ شعر کہا

یا رب انک ذومن و مغفرة
ثبت بعافیة منک

(ترجمہ)

اے پروردگار! آپ احسان اور مغفرت کرنے والے ہیں آپ اپنی طرف سے

تمہارے محبوب کو عافیت کے ساتھ سلامت رکھنا۔

میں نے کہا

اے عورت تو گناہ کی بات کرتی ہے اور وہ بھی طواف کی حالت میں؟

اس نے کہا مجھ سے دور ہٹ جا تجھے محبت جو نہیں ہوئی۔

میں نے کہا محبت کیا ہوتی ہے؟

تو اس نے کہا جو چھپائے چھپتی نہیں اور دیکھنے سے دکھائی نہیں دیتی اس کی ایسی ہی کمین گاہیں ہیں جیسے پتھر میں آگ چھپی ہوتی ہے اگر تو اس کو رگڑے تو اس سے آگ ظاہر ہوتی ہے اگر نہ رگڑے تو چھپی رہتی ہے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ پھر میں اس کے پیچھے پیچھے رہا حتی کہ اس کا گھر دیکھ لیا پھر جب کل کا دن ہوا تو سخت بارش ہوئی پھر میں اس کے دروازہ کے سامنے سے گزرا جب کہ وہ اپنی ہم سن سہیلیوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اور ان سے یہ کہہ رہی تھیں ہمیں بارش نے پریشان کر دیا ہے اگر یہ نہ برستی تو ہم طواف کے لئے نکلتیں پھر اس نے یہ شعر کہے

قالوا اضربنا السحاب وقطره

هذى السماء لرحمتى تبكى لاتعجبوا مما ترون فانما

(ترجمہ)

(۱) جب لوگوں نے میرے آنسو بہانے کی نقل اتارتے ہوئے بادل کو اور اس کی بارش کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ (بادل اور اس کی بارش نے ہمیں ایذا میں مبتلا کیا ہے)۔

(۲) جو تم دیکھ رہے ہو اس سے حیران مت ہوؤ کیونکہ یہ آسمان (میرے بہت رونے پر) ترس کھا کر رو رہا ہے (یعنی برس رہا ہے)

میرا دل عاشق نہ ہو جائے

ایک حاجی بیان کرتا ہے کہ میں طواف کر رہا تھا جب رات کا اکثر حصہ گذر چکا تو میں نے ایک ایسی حسین عورت کو دیکھا گویا کہ وہ سیلے میں گاڑی ہوئی ٹہنی پر چمکتا ہوا سورج ہے وہ عورت یہ کہہ رہی تھی ؎

رایت الھوی حلوا اذاجتمع الوصل
ومرا علی الھجر ان لابل ھو القتل

ومن لم یذق للھجر طعما فانہ
اذا ذاق طعم الوصل لم یدر مالوصل

وقدذقت طعمیہ علی القرب والنوی
فابعدہ قتل واقربہ خبل

(ترجمہ)

(۱) میں نے محبت کو مزے دار دیکھا ہے جب وہ وصال کے ساتھ حاصل ہو اور کڑوا دیکھا ہے جب جدائی ہو بلکہ یہ حالت قتل کے مترادف ہے۔

(۲) اور جس نے فراق کا ذائقہ نہیں دیکھا جب یہ وصال کا مزہ پائے گا تو اس کو کیا خبر کہ وصال محبوب کیا ہوتا ہے۔

(۳) میں نے تو قرب اور دوری دونوں ذائقے چکھ رکھے ہیں محبوب کی دوری قتل ہے اور اس سے قرب کا حاصل ہونا دل کو تباہ کرنا ہے

اس کے بعد وہ عورت مڑی تو مجھے دیکھ لیا اور کہا اے جوان! نیک گمان رکھنا، کیونکہ جس کی قوت کسی چیز کے اٹھانے میں کمزور ہو جائے وہ اس کو راحت حاصل کرنے کے لئے پھینک دیتا ہے اور محبت کے بوجھ اٹھانے سے بھاگتا ہے۔ میں نے اسی بات کا اظہار کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور کراماً کاتبین اس کو لکھتے

ہیں۔ اگر اس نے چھپ کر گناہ کرنے والوں کو معاف کر دیا تو میں بھی ان میں شامل ہوں گی اور اگر ان کو سزا دی تو ہائے حسرت گناہگاروں کے لئے۔ اس کے بعد وہ رونے لگی۔

تو جس خوبصورت انداز سے اس کے آنسو گر رہے تھے میں نے اتنا خوبصورت طرز سے ان جواہرات کو بھی گرتے ہوئے نہیں دیکھا جن کی لڑی ٹوٹ گئی ہو۔

پھر میں ڈر کے مارے اس سے دور ہو گیا کہ میرا دل اس پر دیوانہ نہ ہو جائے۔

حکایت نمبر۸:

بدکاری کو چھپاتے ہوئے مرگئی

ایک آدمی نے مجھے بیان کیا کہ ایک عورت ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئی جب کشتی کے ایک جگہ پر پہنچی تو عورت نے کہا مجھے یہاں سے اوپر چڑھا دو۔

لوگوں نے کہا یہ تو چڑھنے کی کوئی جگہ نہیں ہے؟

اس نے کہا مجھے ضروری ہے۔ چنانچہ اس کو اوپر چڑھا دیا گیا۔

وہ شخص کہتا ہے کہ (ہم اس کو وہاں چڑھا کر) آگے چلے گئے۔ پھر جب ہم واپس لوٹے اور اس کو دیکھا تو اس نے ایک بچہ جنا ہوا تھا اور خود مر چکی تھی۔

یہ وہ عورت تھی جو گناہ کے ارتکاب کے بعد اس کی عار کو چھپانے کے لئے اپنے شہر سے بھاگی تھی اور عار پر موت کو ترجیح دی۔ آپ بھی غور کریں کہ ناجائز خواہشات کرنے والوں کے ساتھ ان کی یہ حرکات کیا کچھ کرتی ہیں۔

حکایت نمبر۹:

عشق میں باپ کو داؤں پر لگانے والی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے

عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کہتے ہیں کہ میں نے ''سیر العجم'' میں پڑھا ہے کہ جب اردشیر کی حکومت مستحکم ہو گئی اور چھوٹے چھوٹے بادشاہوں نے اس کے زیر

نگوں رہنے کا اقرار کیا تو اس نے مَلکِ سریانیہ کا محاصرہ کیا۔ اس مَلکِ سریانیہ نے حضر نامی شہر میں پناہ لے رکھی تھی۔ اردشیر کو باوجود محاصرہ کرنے کے فتح حاصل نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ اس بادشاہ کی بیٹی قلعہ کے اوپر چڑھی اور اردشیر کو دیکھ کر اس کے عشق میں مبتلا ہوگئی۔ پھر وہاں سے اتر کر ایک تیر اٹھایا اور اس پر لکھا

اگر تم میری یہ شرط تسلیم کرو کہ مجھ سے شادی کرو گے تو میں تمہیں وہ راستہ بتاتی ہوں جس کے ذریعے سے تم شہر کو معمولی حیلہ اور تھوڑی سی تکلیف کے ساتھ فتح کر سکتے ہو۔''

پھر اس تیر کو اردشیر کی طرف پھینکا جس کو اردشیر نے پڑھا اور ایک تیر اٹھا کر اس پر لکھا

''جس کا تم نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے میں اس کو پورا کروں گا''

پھر اس کو شہزادی کی طرف پھینکا۔ تو شہزادی نے اردشیر کو وہ خفیہ راستہ بتلا دیا اور اردشیر نے اس شہر کو فتح کر لیا اور اس طرح سے شہر میں داخل ہوا کہ شہر والے بے خبر تھے۔ اس طرح سے اس نے بادشاہ کو قتل کیا اور بہت سے لوگوں کا خون کیا۔ اور شہزادی کو بیاہ کر لے گیا۔

شادی کے بعد وہ ایک رات پلنگ پر سو رہی تھی لیکن اس کو بستر کے آرام وہ نہ ہونے کی وجہ سے اکثر رات نیند نہ آئی اردشیر نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہے؟ (تمہیں نیند کیوں نہیں آرہی؟) کہا میرا بستر درست نہیں ہے۔ تو انہوں نے بستر کے نیچے دیکھا تو درخت مورو کے گچھے کی ایک لٹ نظر آئی جس نے شہزادی کی جلد پر نشان کر دیا تھا۔ تو بادشاہ کو شہزادی کے جسم کی ملائمت سے بڑی حیرت ہوئی اور اس سے پوچھا تمہارا باپ تمہیں کیا غذا کھلاتا تھا؟

کہا کہ اس کے پاس میری اکثر غذا شہد، ہڈیوں کا گودا اور مغز اور مکھن ہوتی تھی۔

تو اردشیر نے اس کو کہا کہ تیرے باپ سے زیادہ تیرے ساتھ کسی نے اتنا اچھا سلوک نہیں کیا۔ اگر تو نے اپنی طرف سے اس کے احسان کا بدلہ اس کی بیٹی ہونے اور اس کے حق عظیم ہونے کے باوجود اتنا گھناؤنا ادا کیا ہے تو میں ایسی عورت سے اپنے کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا۔

پھر اس نے حکم دیا کہ اس کے سر کے بالوں کو تیز رفتار گھوڑے کی دم کے ساتھ باندھ دو پھر اس کو دوڑا دو چنانچہ اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر گئی۔

حکایت نمبر ۱۰:

آگ پر چڑھی ہانڈی میں چمچ کی جگہ ہاتھ ہلانے لگا

سمنون کہتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا اس کی ایک لونڈی سے اس کو بے حد محبت تھی۔ ایک دفعہ وہ لونڈی بیمار ہوئی۔ چنانچہ یہ اس کے لئے پتلی سی کوئی نرم غذا پکانے لگا اسی دوران جب وہ ہانڈی کو ہلا رہا تھا لونڈی نے ایک آہ بھری، تو جوان کے ہاتھ میں جو چمچ تھا وہ تو گر گیا اور یہ ہانڈی میں ہاتھ ہلانے لگ گیا کہ اس کی انگلیوں کا گوشت جھڑ گیا اور اس کو معلوم تک نہ ہوا۔ پھر جب لونڈی نے اس کی طرف دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہوا؟

تو جوان نے کہا کہ یہ تمہاری آہ کی جگہ ہوا ہے۔

حکایت نمبر ۱۱:

بیس کروڑ کی شادی

زینب بنت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام اپنے حسن میں یکتا تھی موصولہ کے نام سے اس کو یاد کیا جاتا تھا۔ یہ ابان بن مروان بن الحکم کی بیوی تھی۔ جب ابان بن مروان فوت ہوا تو اس کے پاس (خلیفہ وقت) عبدالملک داخل ہوا (اپنی بھابھی)

زینب کو دیکھا تو اس نے عبدالملک کا دل چرالیا۔ تو عبدالملک نے زینب کے بھائی مغیرہ بن عبدالرحمٰن کو لکھ بھیجا کہ تم میرے پاس آجاؤ چنانچہ وہ عبدالملک کے پاس آیا لیکن اپنی رہائش یحییٰ بن الحکم کے پاس رکھی۔ تو یحییٰ نے مغیرہ سے کہا کہ امیرالمومنین (عبدالملک) نے آپ کی طرف اس لئے خط روانہ کیا ہے کہ وہ آپ کی بہن زینب سے شادی کرنا چاہتا ہے اگر آپ کا کوئی مطالبہ ہو تو اس سے مطالبہ کروں گا۔ اس نے کہا کہ میرا تو کوئی مطالبہ نہیں ہے تو یحییٰ نے کہا میں صرف آپ کی ذات کے لئے آپ کو چالیس ہزار اشرفیاں (تقریباً) بیس کروڑ) دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں زینب کو راضی کرلوں گا بس تم اس سے میری شادی کرادو۔ اس کے بعد تمہاری بہن کو (دنیا اور دولت سے) راضی کرنا اور اس سے شادی کرنا میرے ذمہ ہے۔ تو یحییٰ کو مغیرہ نے کہا اب اس کے بعد کیا حیلہ بہانہ رہ گیا۔ پھر اس کی اس سے شادی کرادی۔

جب اس شادی کی خبر عبدالملک بن مروان کو پہنچی تو اس پر بہت افسوس کیا۔ پھر یحییٰ بن الحکم کو ہر قسم کا لالچ دیا (کہ تم اس کو طلاق دیدو تاکہ میں اس سے شادی کروں) تو یحییٰ نے جواب میں کہا (مجھے آپ کے شاہی عوض کی کچھ حاجت نہیں (اب تو بس) گھی کے ڈبے اور زینب کافی ہیں یعنی جب زینب میرے پاس ہو تو یہ زندگی گھی کے ڈبوں پر پوری خوشی کے ساتھ کٹ سکتی ہے۔

باب 41

معشوق کی خاطر عاشقوں کے حیلے اور خود کو ہلاکت میں ڈالنے والے حضرات کی حکایات

حکایت نمبر ا:

محل سے چھلانگ لگا کر جان دیدی

خلیفہ عبدالملک بن مروان کا ایک دربان ابوریحانہ کہتا ہے کہ عبدالملک ہر ہفتہ میں دو دن کھلی کچہری لگاتا تھا۔ وہ اسی طرح ایک روز بلند جگہ پر بیٹھا ہوا تھا اس کے سامنے مقدمات پیش کئے گئے ان میں سے ایک مقدمہ بلا ترجمہ کے تھا اس میں کسی نے لکھا کہ

> اگر امیر المومنین چاہے تو اپنی فلاں لونڈی کو حکم دے کہ وہ تین انداز سے گانا گائے۔ اس کے بعد میرے متعلق امیر المومنین جو حکم فرمائے مجھے بسر و چشم قبول ہے۔

تو امیر المومنین غصہ میں کھڑے ہو گئے اور فوراً حکم دیا کہ اے رباح! اس رقعہ والے کو میرے سامنے پیش کرو۔ تو باقی سب لوگ چلے گئے اور اس غلام کو پیش کیا گیا یہ جوان تمام نوجوانوں میں حسین ترین شکل و شباہت کا مالک تھا۔ عبدالملک نے اس کو کہا اے جوان! کیا یہ تمہارا خط ہے؟

اس نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ میرا ہی ہے۔ عبدالملک نے کہا تجھے ہم سے

کس چیز نے بے خوف کیا ہے؟ اللہ کی قسم میں تجھے تماشۂ عبرت بنادوں گا اور ایسے جرات کرنے والے تیرے جیسوں کے لئے تجھے سبق بنادوں گا۔ لونڈی کو میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ لونڈی کو پیش کیا گیا اس کی شکل ایسی تھی جیسے چاند کا ٹکڑا ہو اس کے ہاتھ میں سارنگی تھی۔ اس کے لئے کرسی بچھائی گئی اور وہ اس پر بیٹھ گئی۔

پھر عبدالملک نے کہا اے جوان اس کو حکم دو۔ نو جوان نے کہا اے لونڈی قیس بن ذریح کے اشعار گاؤ

لقد كنت حسب النفس لو دام ودنا
ولكنما الدنيا متاع غرور

وكنا جميعا قبل ان يظهر الهوى
بانعم حالي غبطة وسرور

فما برح الواشون حتى بدت لنا
بطون الهوى مقلوبة بظهور

(ترجمہ)

(۱) اگر ہماری محبت ہمیشہ رہتی تو خواہش کے بالکل موافق تھی۔ لیکن دنیا تو دھوکہ کا سامان ہے۔

(۲) عشق ومحبت کے ظہور سے پہلے ہم دونوں رشک وسرور اور خوشحالی میں رہتے تھے۔

(۳) (اسی طرح سے معشوق کی) رنگینیاں ظاہر ہوتی ہیں یہاں تک کہ عشق کی حقیقت ظاہر ہوئی جو ظاہر کے خلاف تھی۔

(جب جوان نے یہ شعر سنے) تو اس پر جتنے کپڑے تھے سب پھاڑ دیئے

پھر عبدالملک نے جوان سے کہا تم اس (لونڈی) کو کہو کہ یہ دوسری طرز میں گائے نوجوان نے کہا جمیل (مجنوں) کے اشعار گا کر سناؤ

الا ليت شعری هل ابيتن ليلة
بوادی القری انی اذن لسعيد

اذقلت مابی يابثينة قاتلی
من الحب قالت ثابت ويزيد

وان قلت ردی بعض عقلی اعش به
مع الناس قالت ذاک منک بعيد

فلا انا مردود بما جئت طالبا
ولاحبها فيما يبيد يبيد

يموت الهوی منی اذا مالقيتها
ويحيا اذافارقتها فيعود

(ترجمہ)

(۱) کاش میں جانتا ہوتا کہ وادی قری میں رات گزار لوں تو میں بڑا سعادت مند ہوتا۔

(۲) جب میں نے کہا کہ اے بثینہ! مجھے محبت میں قتل کر دینے والی میری محبت کا کیا بنا؟ کہنے لگی ویسے ہی پکی ہو چکی ہے بلکہ اور بڑھ رہی ہے۔

(۳) اگر میں نے اس سے کہا کہ میری کچھ عقل واپس کر دو تا کہ میں لوگوں کے ساتھ جینے کے قابل تو رہوں؟ اس نے کہا یہ (مطالبہ) تو تمہاری طرف سے بہت بعید ہے۔

(۴) جس کے مطالبہ کے لئے آیا ہوں اس سے محروم نہ کیا جاؤں اور جہاں محبوبہ کی محبت (آزمائش کی جگہ میں) ختم ہوتی ہے فنا ہو سکتی ہے۔

(۵) جب میں محبوبہ سے ملاقات کرتا ہوں تو خواہش عشق مٹ جاتی ہے اور جب

اس سے جدا ہوتا ہوں تو زندہ ہو کر لوٹ آتی ہے۔

جب ان اشعار کو لونڈی نے گایا تو جوان غش کھا کر ایک گھڑی کے لئے گر گیا۔ پھر جب افاقہ ہوا تو اس کو عبد الملک نے کہا۔ اس لونڈی کو تیسری طرز میں کہو تیرے لئے گا کر دکھائے۔

تو نوجوان نے کہا اے لونڈی قیس بن ملوح (مجنوں) کے اشعار گاؤ ۔

وفي الحيرة الغادين من بطن وجرة
غزال غضيض المقلتين ربيب

فلا تحسبي ان غريب الذي نائي
ولكن من تنين عنه غريب(۹۷)

(ترجمہ)

(۱) وادی وجرہ سے جیرہ شہر میں ہجرت کرنے والے ہرن، نگاہ کو نیچا رکھنے والے سوتیلے۔

(۲) تم یہ نہ سمجھنا کہ مسافر وہ ہے جو دور دراز سفر پر گیا ہو بلکہ دور دراز کا مسافر تو وہ ہے جس کو تم دور کر دو گی۔

جب لونڈی نے یہ شعر گائے تو اس جوان نے خود کو اسی بلند جگہ سے نیچے گرایا اور وہ نیچے پہنچتے ہی دم توڑ گیا۔

تو عبد الملک نے کہا اس پر افسوس ہے اس نے اپنے متعلق بڑی جلدی کی۔ اس کے متعلق میرا فیصلہ کچھ اور ہی تھا جو اس نے کیا ہے۔ پھر عبد الملک نے لونڈی کو حکم دیا اور اس کو محل سے باہر نکال دیا گیا۔ پھر اس جوان کے متعلق دریافت کیا (کہ یہ کون تھا؟) تو لوگوں نے کہا یہ کوئی بے وطن مسافر ہے اس کے بارہ میں کسی کو علم نہیں بس یہ تین راتوں سے بازاروں میں آوازیں دیتا تھا اور ہاتھ اپنے سر پر رکھے ہوئے

---

(۹۷) انظر دیوان مجنون لیلی ص ۲۹۔

کہتا تھا۔

غدا یکثر الواشون مناو منکم۔

وتزداد داری عن دیار کم بعدا۔

(ترجمہ) کل ہم میں اور تم میں بہت سے لوگ زیب و زینت کے ساتھ نکلیں گے۔ اور میرا گھر تمہارے گھروں سے اور زیادہ دور ہو جائے گا۔

حکایت نمبر۲:

عاشق و معشوق کا عجیب ترین واقعہ

ابوالفرج احمد بن عثمان ابن ابراہیم فقیہ ابن النرسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی کم سنی کے زمانہ میں اپنے والد گرامی کی خدمت میں موجود تھا اس وقت آپ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ مجھے والد صاحب نے یہ بیان کیا کہ کس کس عجیب طریقہ سے لوگ نعمتوں تک پہنچے۔

ان حاضرین میں میرے والد گرامی کا ایک دوست ایسا تھا جس نے میرے والد کو اپنے دوست کی حکایت بیان کی۔ وہ کہتا ہے کہ میرا ایک تاجر دوست تھا جو دعوت میں ایک لاکھ دینار تک خرچ کر دیتا تھا۔ بڑی مروت والا تھا۔ اس کے سامنے دستر خوان چنا گیا اور اس میں (پھل سبزی) کو سامنے لایا گیا تو اس نے اس کو نہ کھایا تو ہم بھی اس کے کھانے سے رک گئے۔ اس نے کہا تم کھاؤ مجھے تو اس رنگ کے کھانے سے اذیت ہوتی ہے۔ تو اس نے کہا پھر بھی میں کھا کر آپ لوگوں کی مدد کروں گا۔ پھر اس نے اذیت برداشت کی اور کھایا۔ جب اس نے ہاتھ دھوئے تو بہت دیر لگا دی میں نے اس کے ہاتھ دھونے کو گنا تو اس نے چالیس مرتبہ دھوئے تھے۔ تو میں نے پوچھا ارے جناب کیا آپ کو وسواس ہو گیا ہے؟

تو کہا یہی وہ اذیت ہے جس کی خاطر میں اس سے خلاصی چاہتا تھا۔

میں نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے؟

تو وہ بیان کرنے سے رکا لیکن میں نے منت سماجت کی تو اس نے بیان کیا کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا اس وقت میری عمر بیس سال تھی۔ اس نے وراثت میں میرے لئے معمولی سی نعمت چھوڑی تھی اور سرمایہ تجارت اور سامان ان کی دکان میں تھا اور ہماری دکان کرخ (شہر) میں تھی۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو مجھ سے کہا

اے میرے بچے! تیرے سوا میرا اور کوئی وارث نہیں ہے۔ نہ مجھ پر کسی کا قرضہ ہے اور نہ میں نے کسی کا حق دبا رکھا ہے۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے کفن دینا اور اتنا مال مجھ پر صدقہ کرنا اور اتنے کا حج کرنا اور باقی مال میں اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دیں اور میری اس وصیت کو یاد رکھنا۔

میں نے کہا کہ وہ کیا وصیت ہے؟

کہا اپنا مال فضول ضائع نہ کرنا کہ تو لوگوں کے مال کا محتاج بن جائے اور تجھے کچھ ہاتھ نہ آئے یاد رکھو! اصلاح کے ساتھ تھوڑا سا مال بھی بہت ہے اور فساد مال کے ساتھ بہت سارا مال بھی کچھ نہیں ہے۔ بازار سے وابستہ رہنا اور سب سے پہلے اس میں داخل ہونا اور سب سے آخر میں اس سے باہر نکلنا اور اگر تم میں سحری کے وقت بازار میں جانے کی ہمت ہو تو ایسا ضرور کرنا۔ اگر تم نے میری ان نصیحتوں پر عمل کیا تو دنیا تمہیں بڑا نام دے گی۔

چنانچہ میرا والد فوت ہو گیا۔ اور میں نے اس کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ سحری کے وقت بازار میں داخل ہوتا تھا اور عشاء کے وقت واپس آتا تھا۔ حتیٰ کہ جو لوگ کفن دفن کا انتظام نہ کر سکتے تھے تو ان کی ضروریات کو بھی میں ہی پورا کرتا تھا اور وہ میرے پاس ہی آتے تھے کوئی اور ان کی اس ضرورت کو پورا نہ کر سکتا تھا۔ اور جو شخص اپنی کوئی چیز فروخت کرنے آتا تھا اور بازار والے اس کو نہیں خریدتے تھے تو اس کی چیز میں بکوا دیتا تھا۔

اسی طرح سے بازار کے ساتھ میری وابستگی کو ایک سال سے کچھ زائد عرصہ بیت گیا اور بازار والوں میں میرا ایک نام ہو گیا اور انہوں نے میری استقامت دیکھی اور میری عزت کرنا شروع کر دی۔

اسی حالت میں میں ایک دن بازار میں بیٹھا ہوا تھا ابھی بازار گرم نہیں ہوا تھا کہ ایک عورت مصری گدھے پر سوار نظر آئی اس کی گدی پر شکاری پرندہ کی کھال کا رومال تھا اور ایک خادم بھی ساتھ تھا یہ عورت بادشاہوں کے وکیل المصر ف اور خرید و فروخت کرنے والی کی شکل میں تھی۔ یہ بازار کے آخر تک پہنچی پھر واپس لوٹی اور میرے پاس آکر اتر پڑی چنانچہ میں (اس کے استقبال کے لئے) اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی عزت کی اور پوچھا آپ کیا چاہتی ہیں کیا حکم ہے؟ پھر میں نے اس کو غور سے دیکھا تو وہ اتنا حسین تھی کہ میں نے اس جیسی نہ تو پہلے دیکھی نہ اس کے بعد اب تک اس سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نظر نہ آئی۔ تو وہ بولی مجھے ایسا اور ایسا کپڑا درکار ہے۔ تو میں نے اس کی آواز میں ایک ایسا نغمہ اور ایسی شکل دیکھی جس نے مجھے قتل کر دیا اور میں اسی وقت اس پر شدید ترین عشق میں مبتلا ہو گیا۔ تو میں نے اس کو جواب دیا آپ صبر کریں یہ لوگ چلے جائیں تو میں آپ کی فرمائش پیش کروں میرے پاس اس وقت بہت کم ہے جو آپ کے شایان شان ہے۔ پھر جو کچھ میرے پاس تھا وہ نکال کر میں نے سامنے رکھ دیا۔

پھر وہ بیٹھ کر میرے ساتھ باتیں کرتی رہی اور اس کے عشق کی میرے دل پر چھریاں چلتی رہیں۔ پھر اس نے اپنی انگلیاں ظاہر کیں تو وہ طلوع ہونے والے چاند کی طرح تھیں اور اس کا چہرہ چاند کے ہالہ کی طرح تھا۔ تو میں اس خوف سے اٹھ گیا کہ مجھ پر عشق کا معاملہ اس سے زیادہ سخت نہ ہو جائے (اور میں دیوانہ نہ ہو جاؤں) اور اس کو جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ میں نے اس کے لئے بازار سے لے کر پوری کر دیں اور اس سارے سامان کی قیمت پانچ سو دینار (تقریبا ۲۵۰۰۰۰۰ پچیس لاکھ روپے) بنتی تھی۔ اس نے وہ سامان لیا۔ سوار ہو گئی اور مجھے کچھ بھی ادائیگی نہ کی اور

چلتی بنی۔

چونکہ میرے دل میں خواہش نفس گھر کر چکی تھی اس لئے میں نے اس کو ادائیگی کئے بغیر مال لے جانے سے نہ روکا اور نہ ہی اس کے گھر کا پوچھا اور نہ یہ کہ یہ کس گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ جب وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہوگئی تو میرے دل میں یہ آیا کہ یہ چکر بازتھی اور یہی میرے فقر و فاقہ کا سبب بنے گی۔ پس میں اپنے معاملہ میں ششدر اور حیران رہ گیا اور مجھ پر قیامت ٹوٹنے لگی۔ لیکن میں نے اپنی کیفیت کو چھپالیا تا کہ لوگوں کے قرضوں کی وجہ سے مجھے کوئی شرمندگی نہ ہو۔ پھر میرے قبضہ میں جتنا سامان تھا اس کو میں نے بیچ ڈالا اور میرے پاس جتنے روپے نقد جمع تھے ان کو ساتھ ملا کر لوگوں کے قرضے اتار دیئے اور گھر بیٹھ گیا۔ اور وراثت میں جو زمین ملی تھی اس کے غلہ سے گذر اوقات کرنے لگا اور خود کو محنت و مشقت میں ڈال دیا۔ میری یہ حالت ایک ہفتہ کو پہنچی تو میں نے دیکھا کہ وہی عورت میرے گھر آئی ہے۔ جب میں نے اس کو دیکھا تو جو کچھ مجھ پر بیتی تھی سب بھول گیا اور اس کے اعزاز میں کھڑا ہو گیا۔

تو اس نے کہا اے نوجوان ہم کسی کام میں مشغول ہو گئے تھے اس لئے تمہارے پاس دیر سے پہنچے۔ ہمیں یقین ہے کہ تم نے یہی سوچا ہوگا کہ ہم نے تمہارے ساتھ حیلہ بازی کی تھی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا مرتبہ اس سے بلند کرے۔

اس نے کہا (میرے بیٹھنے کے لئے) تخت بھی بچھاؤ اور ترازو بھی منگواؤ تو میں نے پیش کر دیئے پھر اس نے خالص سونے کی اشرفیاں (تولنے کے لئے) نکالیں اور تمام حساب کتاب صاف کر دیا۔ پھر ایک یادداشت کا کاغذ نکالا جس میں کچھ اور سامان خریداری لکھا ہوا تھا۔ تو میں وہ مال لے کر تاجروں کے پاس گیا ان کے باقی ماندہ قرضے اتارے اور ان سے وہ سامان خریدا جس کی اس نے خواہش کی تھی اور میں نے بیچ کے بیچ اچھا خاصا منافع کما لیا وہ اس طرح سے کہ تاجروں نے (بیش بہا قیمتی) کپڑے دکھلائے میں نے ان کو اپنے دام لگا کر اپنے لئے خریدا پھر ان کو اس

عورت کے ہاتھ بیچ کر بہت سارا نفع کمایا۔ اور میں نے اسی دوران میں اس کی طرف محبت کی نظر سے بھی دیکھتا رہا اور وہ بھی مجھے ایسی نظر سے دیکھ رہی تھی جیسے وہ میری نظر کو جان گئی ہو لیکن اس سے نفرت کا اظہار نہ کیا۔ پس میں نے اس سے مخاطب ہونے کا ارادہ کیا مگر اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ پس سامان (خریداری) جمع ہو گیا جس کی قیمت ایک ہزار اشرفیاں (تقریباً پچاس لاکھ روپے) بنتی تھی۔ چنانچہ اس نے وہ سامان لیا اور سوار ہو کر چلی گئی۔ اس بار بھی میں نے اس سے اس کے ٹھکانہ کا نہ پوچھا۔ پھر جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے کہا یہ مضبوط ترین حیلہ ہے اس نے مجھے پانچ سو اشرفیاں ادا کر کے ہزار اشرفیوں کا مال ہتھیا لیا۔ اب اس کے بعد میرے پاس میری زمین ہی بیچنے کو رہ گئی تھی اور ذلیل و رسوا کرنے والا فقر و فاقہ ہی بچ گیا تھا۔ تو میں نے اپنے دل کو فقر و فاقہ میں رہ کر بھی اس کی ملاقات ہونے کا دلاسہ دیا لیکن ایک مہینہ تک وہ غائب رہی اور تاجروں نے ادائیگی کے مطالبہ میں اصرار شروع کر دیا تو میں نے اپنی زمین بیچنے کا اعلان کر دیا اور بعض تاجر تو مجھے چمٹ ہی گئے تو جو کچھ میرے پاس سونا چاندی موجود تھا سب کو قرضہ اتارنے کا لگا دیا۔

بس اسی حالت میں بیٹھا تھا کہ وہ عورت میرے پاس آئی جس کو دیکھ کر میری ساری پریشانی کافور ہو گئی۔ اب کی بار بھی اس نے تخت اور ترازو منگوائے اور اشرفیاں تلوا دیں۔ پھر ایک لسٹ (فہرست) دی اس میں تقریباً دو ہزار اشرفیوں (ایک کروڑ) سے زائد کے مال کا آرڈر تھا تو میں تاجروں کو بلانے میں اور ان کو ان کی رقم واپس کرنے میں اور ان سے دوسرا سامان خریدنے میں مصروف ہو گیا۔ پس اس طرح سے ہمارے درمیان گفتگو طویل ہو گئی اور اس عورت نے پوچھ لیا کہ اے جوان کیا آپ کی کوئی بیوی ہے؟ میں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! میں تو کسی عورت کو پہچانتا بھی نہیں نیز اس کی اس بات نے مجھے اس کی طمع میں مبتلا کر دیا اور میں نے کہا یہی وقت اس سے خطاب کرنے کا ہے اگر اب بھی میں خاموش رہا تو یہ محرومی کی بات ہو گی پتہ نہیں یہ پھر آئے گی یا نہیں تو میں نے اس سے بات کرنے کا ارادہ کیا مگر

ہیبت چھا گئی تو میں یہ دکھانے کے لئے کھڑا ہو گیا گویا کہ میں سامان جمع کرنے کی تاجروں کو تاکید کر رہا ہوں۔ اس دوران میں نے اس کے خادم کا ہاتھ پکڑا اور اس کو کچھ اشرفیاں دیں اور اس کو کہا تم یہ لے لو اور میرا کام کر دو اس نے کہا میں آپ کا کام آپ کی محبت کی خاطر ضرور کروں گا۔ تو میں نے اس کے سامنے اپنا سارا واقعہ کہہ سنایا پھر میں نے اس سے کہا تم میرے اور اس کے درمیان رابطہ کرا دو۔ تو وہ ہنس پڑا اور کہا جتنا تم اس کو چاہتے ہو وہ اس سے کہیں زیادہ تم سے عشق کرتی ہے۔ اللہ کی قسم! وہ جتنا تم سے مال خرید کرتی ہے اور اس لئے آتی ہے کہ تمہیں زیادہ دولت مند کر دے۔ آپ خود اس سے صاف صاف طریقہ سے یہ بات کرلیں اور مجھے چھوڑ دیں میں آپ کا یہ کام نہیں کر سکتا۔

اس خادم نے یہ بات کہہ کر مجھے جرات دلا دی تو میں نے اس سے گفتگو کی اور اس کے سامنے اپنے عشق اور محبت کا حال کہہ سنایا اور رو دیا تو وہ ہنس پڑی اور بہت اچھے انداز میں سراہا اور کہا کہ میرا خادم آپ کے پاس میرا پیغام لے کر آئے گا۔ پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کچھ سامان نہ خریدا تو میں نے وہ سامان تاجروں کو واپس کر دیا۔ اور جو میں نے پہلی اور دوسری مرتبہ خریداری کی تھی اس سے مجھے ہزاروں درہم منافع حاصل ہوا لیکن اس رات اس کے شوق اور رابطہ کے منقطع ہونے کی وجہ سے نیند نہ آئی۔

جب کئی دن گذر گئے تو وہ خادم میرے پاس آیا میں نے اس کی عزت کی اور اس عورت کی خبر پوچھی تو اس نے کہا اللہ کی قسم! وہ تو آپ کی محبت میں بیمار ہو چکی ہے میں نے کہا کچھ تفصیل سے کہو تو اس نے کہا

> یہ عورت مقتدر باللہ (بادشاہ) کی ماں کی مخصوص ترین لونڈی ہے اس لونڈی کو لوگوں کے دیکھنے کی اور شاہی محل سے باہر جانے آنے کی خواہش کی تھی تو بادشاہ کی ماں نے اس کو اپنے گھر کے

داخلی اور خارجی کاموں اور خرید وفروخت کی وکیل بنادیا تھا اللہ کی قسم اس لونڈی نے خود بادشاہ کی ماں سے بھی تمہاری بات چلائی ہے اور اس کے سامنے روئی بھی ہے اور اس کا سوال بھی کیا ہے کہ وہ آپ کی شادی اس سے کرادیں تو بادشاہ کی ماں نے کہا ہے کہ میں جب تک اس جوان کو دیکھ نہ لوں اس وقت تک تمہاری شادی اس سے نہیں ہوسکتی کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے تباہ کردے۔

(خادم نے کہا) اس لئے ضروری ہے کہ آپ کسی حیلہ اور طریقہ سے محل میں پہنچ جائیں اگر حیلہ کامیاب ہوگیا تو آپ کی شادی بھی اس سے ہو جائے گی اور اگر پردہ فاش ہوگیا تو آپ کی گردن ماردی جائے گی (آپ کی محبوب لونڈی نے) مجھے یہ پیغام دے کر آپ کی طرف روانہ کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اگر تم اس طریقہ پر راضی ہو تو ٹھیک ورنہ خدا کی قسم تم میرے تک اب کبھی نہیں پہنچ سکو گے اور نہ میں تم تک کبھی پہنچ سکوں گی۔

تو جو مشکلات میرے دل نے محسوس کیں انہوں نے مجھے تنبیہ کی کہ میں صبر ہی کرلوں پھر اس خادم نے کہا جب رات ہو تو تم خفیہ راستہ سے کسی طرح مسجد تک پہنچ جاؤ اور رات وہیں پر گذارو۔ تو میں نے ویسا ہی کیا جب سحری کا وقت ہوا تو میں نے دیکھا گھوڑا لایا گیا ہے اور کچھ خادم ہیں جنہوں نے خالی صندوق اٹھا رکھے ہیں انہوں نے وہ صندوق مسجد میں رکھ دیئے اور واپس ہو گئے پھر وہی لونڈی باہر آکر مسجد پر چڑھ آئی اور اس کے ساتھ وہ خادم بھی تھا جس کو میں جانتا تھا چنانچہ وہ عورت بیٹھ گئی اور باقی نوکروں کو کاموں پر روانہ کردیا پھر مجھے بلایا اور بوسہ دیا اور کافی دیر تک گلے لگائے رکھا حالانکہ اس سے پہلے میں کبھی صرف بوسہ بھی نہ لے سکا تھا پھر اس نے مجھے ایک صندوق میں بٹھا کر اس کو تالا لگا دیا اور سورج طلوع ہوگیا اور نوکر چاکر

کپڑے اور ضرورت کی اشیاء مختلف مقامات سے لے کر جمع ہو گئے اور اس تمام سامان کو ان کی موجودگی میں باقی صندوقوں میں رکھ کر ان کو تالہ لگا دیا گیا یہ ان کو گھوڑے پر رکھ گئے جب میں اس صندوق میں بند ہو کر رہ گیا تو شرمندہ ہو کر کہنے لگا مجھے میرے نفس نے صرف ایک شہوت کی وجہ سے قتل کر دیا ہے اس لئے کبھی تو میں اس کو ملامت کرتا تھا اور کبھی اس کو ہمت دلاتا تھا اور جان بچ جانے کی نذریں مانتا تھا اور کبھی اپنے قتل ہو جانے کا یقین ہو جاتا تھا یہاں تک کہ ہم محل تک پہنچ گئے اور نوکروں نے صندوق اٹھائے اور میرا صندوق اس نوکر نے اٹھایا جو اصل واقعہ کو جانتا تھا اور میرا صندوق باقی صندوقوں سے آگے کر دیا اور وہ عورت میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھی اور باقی نوکر باقی صندوق اٹھا کر اس عورت کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے پس جب بھی وہ عورت نوکروں اور دربانوں کے کسی طبقہ کے پاس سے گزرتی تھی تو وہ یہی کہتے تھے کہ ہم اس صندوق کی تلاشی لیں گے تو وہ ان کو ڈانٹ دیتی اور کہتی کہ ہمارے ساتھ یہ طریقہ کب سے شروع ہوا ہے؟ تو وہ رک جاتے اس دوران میری تو جان ہی نکلی جا رہی تھی یہاں تک کہ ہم ایک خاص ملازم کے پاس جا پہنچے جس کو اس عورت نے استاد کے لقب سے مخاطب کیا تھا اور میں نے اسی سے جانا تھا کہ یہ تمام ملازموں میں سب سے بڑے عہدہ پر فائز ہے اس ملازم خاص نے کہا جو صندوق آپ کے ساتھ ہے اس کی تفتیش بہت ضروری ہے تو عورت نے بڑی منت وساجت کی لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا اس سے میں یہی سمجھا یہ عورت اس کے سامنے کسی حیلہ بہانے کی خاطر ہی عاجزی دکھا رہی ہے بس اسی دوران مجھ پر غشی سی چڑھ گئی اور صندوق اتارا گیا تا کہ اس کو چیک کیا جائے تو میری حالت آپے سے باہر ہو گئی اور گھبراہٹ کی وجہ سے میرا پیشاب نکل گیا اور (اس لکڑی کے) صندوق کے شگافوں سے بہنے لگا تو عورت نے کہا اے استاد! آپ نے ہمارا پانچ ہزار اشرفیوں (اڑھائی کروڑ) کا سامان رنگین کپڑوں اور عرق گلاب کو برباد کر دیا ہے یہ عرق گلاب کپڑوں پر الٹ گیا ہے جس سے سب رنگ دار کپڑے خراب ہو کر رہ گئے اب تو میں سیدہ

(مقتدر بادشاہ کی ماں) کے ہاتھوں ماری جاؤں گی تو خادم خاص نے کہا چل اس کو لے جا تم پر اور اس صندوق پر خدا کی لعنت ہو تو وہ عورت خادموں پر چلائی کہ اس صندوق کو جلدی سے اٹھاؤ تو اس طرح سے میں محل میں پہنچ گیا اور جان میں جان آئی پھر ہم اسی طرح سے چل رہے تھے کہ وہ عورت کہنے لگی ہائے ہم تباہ ہو گئے اللہ کی قسم مقتدر باللہ آرہے ہیں اب تو مجھ پر پہلے سے بھی بڑی مصیبت ٹوٹ پڑی اور نوکروں اور لونڈیوں کے درمیان سے میں نے مقتدر باللہ کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا

اے فلانی تو تباہ ہو جائے تیرے صندوق میں کیا ہے؟ مجھے چیک کراؤ تو اس نے کہا اے آقا سیدہ (آپ کی والدہ) کے ملبوسات ہیں میں ابھی آپ کے اور سیدہ کے سامنے کھولتی ہوں آپ اس کو ملاحظہ فرمالیں پھر اس نے نوکروں سے کہا تم تباہ ہو جاؤ جلدی کرو تو انہوں نے جلدی کی اور مجھے ایک کمرہ میں لے گئے اور عورت نے مجھے جھنجوڑ کر کہا تم اس سیڑھی کے ذریعہ بالا خانہ پر چڑھ کر بیٹھ جاؤ پھر اس نے جلدی سے صندوقوں کھولا تو گیا اور سب صندوقوں کو تالے لگا دیئے گئے اور مقتدر باللہ تشریف لائے اور کہا صندوق کھولو تو اس نے صندوق کھلوا دیا تو جب اس میں کچھ نظر نہ آیا تو چلے گئے اور یہ عورت بالا خانہ میں میرے پاس آگئی اور مجھے چومنے اور بوسے دینے لگی تو میری جان میں جان آگئی اور جو کچھ بیتی تھی سب بھول گیا پھر وہ مجھے چھوڑ کر سارے دن کے لئے اس کمرہ کو تالا لگا کر چلی گئی پھر رات کے وقت آئی مجھے کھانا کھلایا پانی پلایا اور چلی گئی جب صبح ہوئی تو وہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی سیدہ ابھی آتی ہیں تم سوچ سمجھ لو کہ تم ان سے کیسے مخاطب ہو گے پھر وہ سیدہ کے ساتھ آئی اور کہا اتر آؤ تو میں اتر آیا تو میں نے دیکھا سیدہ کرسی پر رونق افروز ہے اور اس کے پاس خادمائیں اور ایک میرے والی تھی تو میں نے زمین کو بوسہ دیا پھر سیدہ کے حضور کھڑا ہو گیا تو اس نے مجھے کہا بیٹھ جاؤ تو میں نے عرض کیا کہ میں تو سیدہ کا غلام اور نوکر ہوں میرا یہ مرتبہ کہاں کہ آپ کی موجودگی میں بیٹھنے کی جسارت کروں تو اس نے مجھے غور سے دیکھا اور کہنے لگی اے فلانی تو نے خوبصورت اور باادب شخص کو پسند کیا

ہے پھر وہ سیدہ چلی گئی اور میرے والی ایک گھڑی کے بعد واپس آئی اور کہا تم خوش ہو جاؤ اللہ کی قسم سیدہ نے مجھے آپ کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دے دی ہے لیکن ابھی تمہارے واپس جانے کا دشوار گذار لمحہ باقی ہے میں نے کہا اللہ حفاظت کریں گے۔

پس جب صبح ہوئی اس نے مجھے پھر صندوق میں اٹھایا اور ایک دوسرے چکر اور حیلہ کے ساتھ نکلی اس طرح سے میں مسجد میں پہنچ گیا اور اپنے گھر لوٹ کر صدقہ خیرات کیا اور زندہ سلامت بچ جانے پر اللہ کی حمد وثنا بجالایا پھر کئی دن بعد ایک خادم جس کے پاس خالص سونے کی تین ہزار اشرفیاں (ڈیڑھ کروڑ روپے کی) تھیں میرے پاس آیا اور کہا مجھے سیدہ نے حکم فرمایا ہے کہ میں یہ رقم اس کے مال سے لے کر آپ تک پہنچادوں اور اس نے یہ پیغام بھی دیا ہے کہ آپ اس سے لباس سواریاں نوکر چاکر اور ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کے لئے جو کچھ درکار ہو سب خرید لو اور جب (بادشاہ کے سامنے کھلی کچہری میں) لوگ آتے ہیں تم بھی باب العامہ کے پاس آجانا اور اس وقت تک وہیں رہنا جب تک تمہیں بلایا نہ جائے کیونکہ خلیفہ وقت (مقتدر باللہ) نے اس کو تسلیم فرمالیا ہے کہ وہ آپ کی شادی اپنی موجودگی میں کرائیں گے اور جو رقعہ وہ اپنے ساتھ لایا تھا میں نے اس کا جواب لکھ دیا اور مال وصول کرایا اور انہوں نے جو کچھ خریدنے کو کہا تھا میں نے بہت کم خریدا اور اکثر مال اپنے پاس بچا کر رکھ لیا اور باب العامہ کی طرف مقررہ دن میں خوبصورت انداز میں سوار ہو گیا اور لوگ آتے رہے اور خلیفہ کے پاس داخل ہوتے رہے اور میں باہر رکا رہا یہاں تک کہ مجھے بلایا اور میں بھی داخل ہو گیا میں نے دیکھا مقتدر تشریف فرما ہے اور جج حضرات افسران اور شاہی خاندان کے عظیم لوگ پاس بیٹھے ہیں۔ میں یہ مجلس دیکھ کر گھبرا گیا تو مجھے بتایا گیا کہ بادشاہ کو سلام کرنے کا طریقہ یہ ہے چنانچہ میں نے اس طریقہ سے سلام کیا بعض جج حضرات جو وہاں پر موجود تھے خلیفہ ان سے پاس تشریف لے گئے اور مجھ سے ایجاب وقبول کرایا اور شادی کرادی پھر میں ان کی

سے باہر آیا اور باب العامہ کی ایک دہلیز کے قریب پہنچا تو مجھے ایک بڑے گھر کی طرف لے گئے جس میں بیش بہا قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے وہاں ضروریات کا سامان بھی مہیا تھا اور خدمت گار اور فرنیچر بھی میں نے ایسا خوبصورت سماں کبھی نہ دیکھا تھا جب مجھے وہاں بٹھا دیا گیا اور اکیلا چھوڑ دیا گیا جو مجھے وہاں لایا تھا وہ بھی رخصت ہوگیا میں وہاں ایک دن رہا اور کسی ایسے شخص کو نہ دیکھا جس کو میں جانتا تھا اور میں وہاں سے کہیں نہ گیا سوائے نماز ادا کرنے کی جگہ کے۔ اور نوکر چاکر تھے جو آجا رہے تھے اور کھانے کا بہت بڑا انتظام تھا جو چنا جا رہا تھا اور وہ لوگ یہ کہہ رہے تھے اور میری والی کا نام لے کر کہہ رہے تھے کہ آج فلاں کپڑے کے تاجر کے ساتھ فلاں عورت کی شب زفاف ہے اور میں خوشی کے مارے ان کی تصدیق نہیں کر پا رہا تھا۔ جب رات ہوئی تو بھوک نے مجھے نڈھال کر دیا دروازوں پر تالے پڑ چکے تھے اور میں اس لونڈی سے ناامید ہو چکا تھا اسی دوران میں گھر میں چکر کاٹنے لگا اتنے میں میری نگاہ باورچی خانہ پر پڑ گئی میں نے وہاں پر باورچیوں کو بیٹھا ہوا دیکھا تو ان سے کھانا مانگا انہوں نے مجھے نہ پہنچاتے ہوئے کسی منتظم کے سپرد کر دیا اور میرے پاس اتنے عظیم کھانوں میں سے صرف دو روٹیاں لے آئے جن کو میں نے کھا لیا اور اپنے ہاتھ اس اشنان سے دھو ڈالے جو باورچی خانہ میں موجود تھی اور میں یہی سمجھا کہ ہاتھ صاف ہو گئے ہیں اور میں اپنی جگہ لوٹ آیا جب رات ہو چکی تو اچانک طبلوں، بنسریوں کی اونچی اونچی آوازیں سنائی دیں دروازے کھول دیئے گئے اور میرے والی مجھے پیش کر دی گئی یہ اسی کو لے کر میرے پاس آئے تھے انہوں نے اس کو میرے پاس بٹھا دیا میں خوشی کے مارے اس کو خواب سمجھ رہا تھا چنانچہ اس کو وہ لوگ میرے پاس چھوڑ کر سب رخصت ہو گئے۔

جب ہم اکیلے ہوئے تو میں آگے بڑھا اور اس کو بوسہ دیا اس نے مجھے بوسہ دیا اور میری ڈاڑھی کو سونگھا تو دھکا دے کر حجلہ عروسی سے نیچے گرا دیا اور کہنے لگی میں نہیں سمجھتی تھی اے گھٹیا شخص کہ تو کامیاب ہو جائے گا پھر جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی

تو میں بھی اٹھ کھڑا ہوا اور اس کو لپٹ گیا اس کے پاؤں چومے زمین چومی اور پوچھا مجھے میرا گناہ تو بتلاؤ پھر جو چاہو کرلو؟ تو اس نے کہا تو تباہ ہو جائے تم نے کھانا کھایا مگر ہاتھ نہیں دھوئے تو میں نے اس کے سامنے اپنا سارا قصہ کہہ سنایا جب قصہ کے آخر میں پہنچا تو میں نے کہا مجھے یہ قسم اور یہ قسم پھر میں نے اس کی طلاق کا حلف اٹھالیا اور ہر اس عورت کی طلاق کا حلف اٹھایا جس سے نکاح کروں اور اپنے مال کے صدقہ کرنے کا اور اس مال کا بھی جس کا میں کبھی مالک بنوں اور پیدل حج کرنے کا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے کا حلف اٹھایا اور ہر وہ قسم اٹھائی جو مسلمان اٹھایا کرتے ہیں کہ میں اب کے بعد دیگر یکہ (کھانے کی قسم) نہیں کھاؤں گا اگر کھاؤں گا تو چالیس مرتبہ اپنے ہاتھ دھوؤں گا تو اس کو حیا آ گیا اور مسکرا کر زور سے بولی:

اے لونڈیو! تو دس کے قریب لونڈیاں اور خادمائیں حاضر ہو گئیں تو اس نے کہا کچھ لاؤ ہم کھانا کھائیں گے تو میرے سامنے بہت خوبصورت شکلوں کے کھانے اور شاہی طعام پیش کئے گئے ہم نے ان کو کھایا اور ہاتھ دھوئے پھر اس نے پینے کی چیزیں طلب کیں تو ہم نے پیا پھر ان خادماؤں نے نہایت خوبصورت اور پاکیزہ انداز ولہجہ میں گانا گایا پھر ہم پلنگ پر چلے گئے میں نے یہ رات بادشاہوں کی رات کی طرح گزاری اور ایک ہفتہ تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے ہفتہ کے دن مرعوب کن ولیمہ ہوا جس میں بہت سی (شاہی) لونڈیاں جمع ہوئیں جب ولیمہ کی کل ہوئی تو میرے والی (بیوی) نے کہا کہ دارالخلافہ اس سے زیادہ کی برداشت نہیں رکھتا کہ ہم اس سے زیادہ عرصہ تک یہاں تک قیام کریں اب ہمیں یہاں سے جانے کی اجازت لینی چاہئے چنانچہ بڑی منت سماجت سے میری بیوی نے اجازت حاصل کی اور بتایا کہ سیدہ نے ہمارے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جو پہلے کسی لونڈی کے ساتھ نہیں کیا تھا کیونکہ سیدہ مجھ سے بہت محبت کرتی تھی اور یہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو سب سیدہ کا عطا کیا ہوا ہے اس نے مجھے خالص سونے کی پچاس ہزار اشرفیاں (تقریباً پچیس کروڑ روپے) اور چاندی جواہرات اور محل کے باہر کے کئی ذخیرہ بخشے اور مزید بھی کئی قسم کی اشیاء عطا

کی تھیں میری بیوی نے کہا کہ اب یہ سب تمہیں دیا ہے تم اپنے گھر جاؤ اور یہ مال بھی لے جاؤ اور ایک شاندار وسیع صحن کا مکان خرید و جس میں بہت بڑا باغ ہو بہت سے کمرے ہوں شاندار محل وقوع ہو تم اس میں منتقل ہو جاؤ اور مجھے اس کی اطلاع کر دینا تا کہ میں بھی وہاں آ جاؤں گی پھر اس نے مجھے دس ہزار اشرفیاں (تقریبا پانچ کروڑ روپے) دیئے جس کو میرے ساتھ ایک نوکر اٹھا کر لے گیا چنانچہ میں نے ایک مکان خریدا اور اطلاع لکھ کر روانہ کر دی تو وہ تمام نعمت اٹھا کر میرے پاس لے آئی یہ جتنی رونق اور آب و تاب تم دیکھ رہے ہو سب اسی کی طرف سے ہے وہ میرے پاس اتنے سال زندہ رہی اور میں اس کے ساتھ بادشاہوں جیسے عیش میں رہا لیکن میں اس کے باوجود تجارت بھی کرتا رہا اس طرح سے میرا مال بڑھ گیا اور عظمت بلند ہو گئی اور حالات باوقار ہو گئے اس نے میرے پاس یہ بچے بھی جنے پھر اس نے اپنی اولاد کی طرف اشارہ کیا--- پھر وہ فوت ہو گئی لیکن دیکر یکہ کی تلخی باقی رہی جس کی وجہ سے تم نے (چالیس مرتبہ ہاتھ دھونے کا مشاہدہ کیا ہے)۔

حکایت نمبر ۳:

عاشق زندہ دفن کر دیا گیا

وضاح الیمن (یمن کے ملک کا نہایت خوبصورت آدمی) اور ام البنین دونوں بچپن میں اکٹھے پروان چڑھے تھے وہ اس سے محبت کرتا تھا اور وہ اس سے محبت کرتی تھی یہ جوان اس کے بغیر صبر نہیں کر سکتا تھا جب یہ لڑکی بالغ ہوئی تو اس کو پردہ کرا دیا گیا (اور یہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے) اس لئے ان پر بہت بڑی بلا ٹوٹ پڑی جب ولید بن عبدالملک نے حج کیا تو اس کو ام البنین کے حسن کی رعنائیوں اور حسن ادب کی خبر پہنچی تو ولید نے اس سے شادی کر لی اور اپنے ساتھ ملک شام میں لے گیا اور وضاح کی عقل ماری گئی یہ اس کے صدمہ سے روز بروز گھلتا رہا جب مصیبت انتہاء کو پہنچی تو اس نے ملک شام کا سفر کیا اور ولید بن الملک کے محل کے ارد

گرد روزانہ چکر کاٹنے لگا اس کو کوئی حیلہ نہیں ملتا تھا اس نے ایک دن پیلے رنگ کی ایک لونڈی کو دیکھا تو اس سے انس پیدا کیا اور اس سے پوچھا تم ام البنین کو جانتی ہو؟ تو اس نے کہا کیا تم میری مالکن کے بارہ میں پوچھ رہے ہو؟ تو اس جوان نے کہا ہاں وہ میری چچا زاد ہے وہ میرے یہاں پہنچنے پر بہت خوش ہو گی اگر تم اس کو اطلاع کر دو۔ تو اس لونڈی نے کہا میں اس کو ضرور اطلاع کروں گی چنانچہ وہ لونڈی چلی گئی اور ام البنین کو اطلاع کر دی تو ام البنین نے پوچھا اری تو تباہ ہو جائے کیا وہ ابھی تک زندہ ہے؟ اس نے کہا ہاں تو ام البنین نے کہا اس کو کہو کہ تم اپنی جگہ پر رہو یہاں تک کہ تمہارے پاس میرا قاصد نہ آ جائے میں تمہارے لئے کوئی تدبیر کرتی ہوں تو اس نے حیلہ کر کے اس کو اپنے پاس منگوا لیا اور صندوق میں بند کر دیا جب خطرہ ٹل گیا تو اس کو نکالا اور اپنے پاس بٹھایا اور جب محافظ کی جاسوسی کا دھڑکا لگا اس کو صندوق میں بند کر دیا ایک مرتبہ ولید بن عبدالملک بادشاہ کو ایک قیمتی جوہر ہدیہ میں پیش کیا گیا تو اس نے اپنے ایک نوکر سے کہا یہ جوہر لو اور ام المومنین (ام البنین) کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو یہ امیر المومنین کو ہدیہ کیا گیا ہے۔

چنانچہ جب وہ اسکو لے کر چلا اور بغیر اجازت داخل ہوا اور وضاح کو ام البنین کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا تو ایک طرف ہو گیا مگر ام البنین کو معلوم نہ ہو سکا اور وضاح صندوق میں جا کر چھپ گیا اور خادم نے ام البنین کو پیغام پہنچایا اور کہا آپ جوہر مجھے عطا کر دیں تو ام البنین نے کہا تمہیں کیوں دوں تم اس کا کیا کرو گے؟

تو وہ غلام خادم جب باہر گیا تو ام البنین پر سخت غصہ میں تھا اور ولید کے پاس آ کر سارا واقعہ سنا دیا اور جس صندوق میں وضاح کو چھپایا ہوا دیکھا تھا اس کی نشانی بھی بتا دی تو ولید نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو میں تم پر اعتماد نہیں کرتا پھر ولید جلدی سے اٹھا اور ام البنین کے پاس پہنچا جب وہ گھر پر ہی تھی اور اس گھر میں بہت سے صندوق رکھے ہوئے تھے تو یہ آ کر اسی صندوق پر بیٹھ گیا جس کے متعلق خادم نے بتایا تھا اور کہا اے ام البنین یہ صندوق مجھے ہدیہ کر دو؟ تو اس نے کہا اے امیر

المومنین یہ بھی اور میں آپ کے ہیں تو ولید نے کہا نہیں بس مجھے تو یہی صندوق چاہئے جو میرے نیچے ہے اس نے کہا اے امیر المومنین اس میں عورتوں والی کچھ مخصوص چیزیں ہیں ولید نے کہا مجھے اور کچھ نہیں چاہئے تو ام البنین نے کہا یہ آپ کا ہے تو ولید نے حکم کیا اور اس صندوق کو اٹھا لیا گیا اور دو غلاموں کو بلا کر ایک کنواں کھدوایا جب کنواں پانی تک کھد گیا تو اپنا منہ صندوق پر رکھ کر کہا اے صندوق ہمیں تمہارے متعلق کوئی خبر پہنچی ہے اگر سچ ہے تو ہم تمہاری خبر کو دفن کرتے ہیں اور تیرے بعد کے لوگوں کو سبق سکھاتے ہیں اور اگر خبر جھوٹی ہے تو لکڑی کے کسی صندوق کو دفن کرنے کا ہمیں کوئی گناہ نہیں ہے پھر اس نے اس کو حکم کیا اور اس کو گڑھے میں پھینک دیا گیا اور اس خادم کے بارہ میں حکم کیا اور اس کو بھی اس کے اوپر پھینک دیا گیا اور پھر ان دونوں کے اوپر مٹی ڈلوا دی گئی اور ام البنین اپنے محل میں روتی ہوئی پائی گئی یہاں تک کہ وہ بھی ایک دن منہ کے بل گر کر مری ہوئی پائی گئی۔

(فائدہ) یہ حکایت معافی بن زکریا کی روایت میں خلیفہ یزید بن عبدالملک کے متعلق بھی بیان کی گئی ہے۔ (منہ)

حکایت نمبر۴:

مقصد تک پہنچنے والا چالباز عاشق

حضرت شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ لقمان بن عاد بن عادیا جس نے سات صدیاں عمر پائی تھی عورتوں کے عشق میں مبتلا رہتا تھا وہ جس عورت سے بھی شادی کرتا وہی عورت اس کی عزت کے معاملہ میں خیانت کرتی تھی یہاں تک کہ اس نے ایسی کم سن لڑکی سے شادی کی جس نے مردوں سے شناسائی نہیں کی تھی اس نے اس کے لئے پہاڑ کی چوٹی پر ایک گھر کھدوایا اور پھر زنجیر کی سیڑھی بنوائی اور اسی کے ذریعہ اس کے پاس چڑھ کر جاتا اور اترتا تھا جب یہ واپس لوٹا تھا تو وہ سیڑھی ہٹا دی جاتی یہاں تک کہ اس لڑکی تک عمالقہ قوم کا ایک طاقتور جوان پہنچ گیا اور وہ لڑکی اس کے

دل میں اتر گئی تو وہ اپنے بھائیوں کے پاس آیا اور کہا اللہ کی قسم میں تمہیں ایک جنگ میں پھنسانا چاہتا ہوں تم میرا ساتھ دو انہوں نے کہا کیا بات ہے لقمان بن عاد کی بیوی مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہوگئی ہے انہوں نے کہا ہم اس تک تمہارے پہنچنے کا کیا حیلہ کر سکتے ہیں؟ اس نے کہا تم اپنی تلواروں کو جمع کرلو اور مجھے ان کے درمیان رکھ کر ان کا ایک بڑا گٹھڑ بنالو پھر لہو ہم نے سفر پر جانے کا ارادہ کیا ہے اور اپنے واپس لوٹنے تک اپنی تلواریں آپ کے پاس امانت کے طور رر کھنا چاہتے ہیں اور وہاں اس کو اپنی واپسی کی تاریخ بھی بتا دینا چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور تلواریں اٹھالائے اور ان کو لقمان کے پاس رکھ دیا اس نے ان تلواروں کو اپنے گھر کے ایک کونے میں رکھوا دیا جب لقمان چلا گیا تو جوان نے حرکت کی اور لڑکی نے اس کو کھولا یا اس طرح سے وہ جوان لڑکی کے پاس جاتا رہا جب لڑکی محسوس کرتی کہ لقمان آنے والا ہے تو اس کو تلواروں کے درمیان چھپا دیتی اس طرح سے کئی دن گذر گئے پھر وہ لوگ آئے اور اپنی تلواریں واپس لے گئے اس کے بعد ایک دن لقمان نے اپنا سر اٹھایا تو اس کو چھت کے ساتھ کھنکار چھپا ہوا تھا تو اس نے بیوی سے پوچھا یہ کس نے تھوکا ہے؟ اس نے کہا میں نے۔ تو لقمان نے کہا تو تم تھوکو جب اس نے تھوکا تو اس کا کھنکار وہاں تک نہ پہنچ سکا تو اس نے کہا ہائے تباہی مجھے تلواروں نے دھوکہ میں ڈال دیا پھر اس عورت کو پہاڑ کی چوٹی سے پھینکا اور وہ نیچے پہنچ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی پھر وہ غصہ ہو کر نیچے اترا تو اس کی صحر نامی بیٹی تھی وہ سامنے آئی اور اس نے پوچھا ابا جان کیا بات ہے (آپ اتنا غصہ میں کیوں ہیں) تو اس نے جواب میں کہا تو بھی عورتوں میں سے ہے پھر اس کے سر کو بھی چٹان پر مارا اور قتل کردیا تو اس وقت سے عرب میں یہ کہاوت چل نکلی

ما اذنبت الاذنب صحر

(ترجمہ) اس عورت نے کوئی گناہ نہیں کیا مگر صحر والا گناہ کیا ہے۔

باب 42

لیلیٰ مجنوں کے حالات عشق

جو لوگ عشق کے میدان میں بہت زیادہ مشہور ہوئے ان میں زیادہ مشہور لیلیٰ کا مجنوں (۹۸) ہے اس کے حالات بھی بہت ہیں اور اشعار بھی بہت ہیں ہم کچھ مختصر کر کے اس کے حالات نقل کرتے ہیں۔

نام ونسب مجنوں

علماء انساب نے اس کا نام ونسب میں اختلاف کیا ہے رباح عامر کہتے ہیں اس کا نام ونسب یہ ہے قیس بن الملوح بن مزاحم۔ اور ابو عبیدہ بختہ کہتے ہیں کہ یہ بختری بن جعدی ہے اور بعض اولاد علی سے منقول ہے کہ یہ قیس بن معاذ عقیلی ہے اور ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ یہ اقرع بن معاذ ہے۔ قاسم بن سوید حرمی فرماتے ہیں کہ بنو عامر میں تین مجنوں گذرے ہیں۔ (۱) لیلیٰ کا معاذ یہ معاذ بن کلیب ہے۔ (۲) قیس بن معاذ (۳) مہدی بن ملوح جعدی۔

---

(۹۸) قال الذهبي في السير: أنكر بعضهم ليلى والمجنون، وهذا دفعٌ بالصدر، فما من لم يعلم حُجّة على من عنده علم، ولا المثبت كالنافي، لكن إذا كان المثبتُ لشيءٍ شبه خُرافة، والنافي ليس غَرَضُه دفع الحق فهنا النافي مُقدّم، وهنا تقعُ المكابرةُ وتُسكبُ العَبرة. توفي في حدود عام (٦٥) هجري. انظر السير ٤/٥--٧، تاريخ الإسلام ٣/٦٤، وكتاب الأغاني ١/٢ فما بعدها حيث ذكر أغلب القصص والأشعار التي سيذكرها المُصنّف.

لیلیٰ کا نام ونسب

اس میں بھی نسب دانوں نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں اس کا نام لیلیٰ بنت مہدی ہے بعض کہتے ہیں لیلیٰ بنت ورداز قبیلہ بنی ربیعہ نیز اس کی کنیت میں بھی دو قول ہیں۔ (۱) ام مالک اور اس کی کنیت کے ساتھ مجنوں نے اس کو اپنے اشعار میں مخاطب کیا ہے۔ (۲) ام الخلیل۔

حکایت نمبرا:

عشق کیسے پروان چڑھا؟

بنو عامر قبیلہ میں ایک عورت تمام عورتوں سے زیادہ حسین وجمیل تھی اور یہ عقل مند اور باادب بھی تھی اس کا نام لیلیٰ بنت مہدی تھا مجنوں کو جب اس کی اور اس کے جمال و دانشمندی کی اطلاع ہوئی چونکہ یہ عورتوں سے میل ملاپ کا دلدادہ تھا اس لئے اس نے بہت خوبصورت پوشاک پہنی اور جانے کے لئے تیار ہوا جب اس کے پاس بیٹھا اور آمنے سامنے بات کی تو حیران کر کے اس کے دل میں اتر گئی چنانچہ مجنوں اس سے اور وہ مجنوں سے تمام دن باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ شام ہوگئی اور مجنوں گھر لوٹ آیا اور وہ رات کاٹنا طویل ہوگئی حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو پھر اسی کی طرف چل دیا اور شام تک اس کے پاس رہا پھر لوٹ آیا اور یہ رات گذشتہ شب سے بھی زیادہ طویل ہوگئی نیند کرنے کی کوشش کی مگر نا کام رہا پھر وہ ہر روز اس کے دیدار کو جاتا اور اپنے پاس ہر آنے جانے والے کو چھوڑ دیا اس طرح سے لیلیٰ کے دل میں بھی مجنوں کی محبت بیٹھ گئی جیسے مجنوں کے دل میں لیلیٰ کی محبت بیٹھ گئی تھی پھر ایک دن ایسا آیا کہ مجنوں اس سے بات کرتا تھا مگر وہ اپنا منہ پھیر لیتی تھی اور دوسری طرف کر لیتی تھی اس کا مقصد (مجنوں کا امتحان کرنا تھا) لیلیٰ کا یہ رویہ دیکھا تو بہت گراں ہوا اور چلا گیا جب لیلیٰ کو اس کے ناراض ہو جانے کا ڈر ہوا تو اس نے مجنوں کی طرف متوجہ

ہو کر کہا

کلانا مظهر للناس بغضا
وکل عند صاحبه مکین

(ترجمہ) ہم دونوں میں سے ہر ایک لوگوں کے بغض کو پیدا کر رہا ہے جبکہ ہم دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے دل میں اتر چکا ہے۔

تب جا کر مجنوں کو مسرت ہوئی اور لیلیٰ نے کہا میں نے تمہارا امتحان کرنا چاہا تھا ورنہ تیرے دل میں جتنا میری محبت ہے اس سے کہیں زیادہ مجھے تم سے محبت ہے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کرتی ہوں کہ اگر اب کے بعد میں تیرے سوا کسی اور شخص کے پاس بیٹھوں تو مر جاؤں ہاں اگر مجھے مجبور اور بے بس کر دیا جائے تو اور بات ہے تو مجنوں یہ بات سن کر بہت زیادہ خوش ہو کر واپس لوٹ گیا۔

حکایت نمبر ۲:

مجنوں کو لیلیٰ سے دیوانگی کی حد تک محبت تھی کیونکہ یہ دونوں بچپن میں اپنی قوم کی بکریاں اکٹھے چرایا کرتے تھے اس لئے ان دونوں کے دل ایک دوسرے سے معلق ہو گئے تھے لیکن مجنوں لیلیٰ سے عشق میں کچھ زیادہ ہی آگے نکل گیا تھا یہ دونوں ایک ساتھ ہی رہتے تھے حتیٰ کہ جوان ہو گئے جب قبیلہ والوں کو ان کی آپس کی چاہت کا علم ہوا تو لیلیٰ کو پردہ کرا دیا گیا جس سے مجنوں کی عقل جاتی رہی۔

حکایت نمبر ۳:

مجنوں طواف میں کیا دعا کر رہا تھا؟

جب مجنوں کے وہ حالات ظاہر ہوئے جن کو سب جانتے ہیں اور لوگوں نے اس کو عشق میں مبتلا دیکھا تو اس کے باپ کے پاس جمع ہو کر کہنے لگے تمہارا بیٹا جس

مصیبت میں مبتلا ہو گیا اس کو تو تم نے دیکھا ہی ہے اگر تم اس کو مکہ شریف میں لے جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے اس کی نجات کی دعا مانگو اور آنحضرت سے روضہ اقدس کی زیارت کراؤ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو ہمیں امید ہے کہ اس کی عقل لوٹ آئے گی اور اللہ تعالیٰ اس کو عافیت عطا کریں گے تو اس کا باپ (مجنوں کو لے کر) مکہ پہنچا اور طواف شروع کر کے مجنوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگتا رہا اور مجنوں (طواف کرتے ہوئے) یہ دعا کر رہا تھا ۔

دعا المحرمون الله يستغفرونه
بمكة وهنا ان ستمحى ذنوبها

ونـاديـت ان يارب اول سولتي
لنفسي ليلى ثم انت حسيبها

فان اعط ليلى في حياتي لايتب
الى الله خلق توبة لا اتوبها

(ترجمہ)

(۱) محرم حضرات مکہ میں عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔

(۲) اور میری التجاء یہ ہے کہ اے میرے پروردگار! میرا پہلا سوال میرے نفس کے لئے لیلیٰ کا ہے تو اس کا نگران و محافظ ہے۔

(۳) اگر مجھے میری زندگی میں لیلیٰ عطاء کر دی جائے تو چاہے باقی مخلوق اللہ تعالیٰ سے (گناہوں کی) توبہ نہ کرے میں (ضرور) توبہ کرلوں گا۔

حتیٰ کہ جب مجنوں منیٰ میں پہنچا تو کسی نے وہاں کے خیموں سے آواز دی اے لیلیٰ تو مجنوں بے ہوش ہو کر گر پڑا اور لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کے چہرہ پر

پانی چھڑکا جبکہ اس کا باپ اس کے سرہانے میں رو رہا تھا پھر جب مجنوں کو افاقہ ہوا تو اس نے کہا ۔

وداع دعا اذنحن بالخیف من منی
فهیج اطراف الفواد و مایدری

دعا باسم لیلی غیر هافکانما
اطار بلیلی طائرا کان فی صدری

(ترجمہ)

(۱) جب ہم منیٰ میں مسجد خیف کے پاس تھے تو کسی نے پکارا اور میرے دل کی دھڑکنوں کو لاشعوری میں تیز کر دیا۔

(۲) اس نے کسی اور لیلیٰ کو پکارا تھا لیکن جس لیلیٰ کا پنچھی میرے سینے میں تھا اس کو بیدار کر دیا۔

حکایت نمبر۴:

حج کے دوران مجنوں کا جنون

بعض مشائخ بیان کرتے ہیں کہ میں حج کے لئے حاضر ہوا جب منیٰ میں پہنچا تو وہاں کے ایک پہاڑ پر ایک جماعت کو دیکھا تو میں بھی ان کے پاس چلا گیا وہاں میں نے دیکھا کہ ایک جوان ہے خوبصورت چہرہ والا رنگ اس کا پیلا پڑ چکا ہے اور بدن گھل چکا ہے اور لوگوں نے اس کو تھام رکھا ہے میں نے ان سے اس کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہی قیس ہے جس کو لوگ مجنوں کہتے ہیں اس کا والد اس کو بیت اللہ شریف اور روضہ اقدس کی حاضری کے لئے لے کر آیا ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کو شفاء عطا کر دیں میں نے پوچھا تم نے اس کو پکڑ کیوں رکھا ہے؟ انہوں

نے کہا ہمیں ڈر ہے کہ یہ اپنی دیوانگی میں کوئی حرکت کر کے اپنی جان نہ کھو بیٹھے جبکہ مجنوں ان کو کہہ رہا تھا کہ تم مجھے چھوڑ دو میں نجد کی نسیم صبا کھانا چاہتا ہوں ان میں سے ایک شخص نے مجھے کہا یہ مجنوں آپ کو نہیں جانتا اگر آپ چاہیں تو اس کو یہ کہیں کہ میں نجد سے آیا ہوں اور پھر لیلیٰ کا حال بتاتا ہوں تو میں نے اس بات کو منظور کر لیا اور اس کے قریب ہو گیا تو لوگوں نے کہا اے قیس یہ شخص نجد سے آیا ہے تو مجنوں نے ایک آہ بھری میں نے سمجھا کہ شاید اس کا جگر پارہ پارہ ہو گیا پھر اس نے مجھ سے ایک ایک جگہ اور ایک ایک وادی کا پوچھا اور میں نے اس کو بتایا اور وہ روتا رہا پھر اس نے چند اشعار کہے (جن کو ہم نے اختصار کی وجہ سے یہاں ذکر نہیں کیا۔)

حکایت نمبر۵:

مجنوں کی دیوانگی کا سبب

جب مجنوں کا لیلیٰ سے عشق شروع ہوا اور محبت نے شہرت پکڑی تو مجنوں کے پاس لیلیٰ کے گھر والے آئے اور اس کو لیلیٰ سے بات چیت کرنے اور اس کو دیکھنے سے منع کیا اور اس کو قتل کر دینے کی دھمکی دی تو اس کے پاس ایک عورت آیا کرتی تھی جو اس کو لیلیٰ کی خبر دیا کرتی تھی تو انہوں نے اس عورت کو بھی اس سے روک دیا تو پھر مجنوں خود رات کے اندھیروں میں قبیلہ والوں سے چھپ کر جاتا رہا جب اس طرح سے اس کا آنا جانا بہت ہوا تو لیلیٰ کا باپ اپنی قوم کے چند افراد کو ساتھ لے کر خلیفہ وقت مروان بن الحکم کے پاس گیا اور اس سے مجنوں کی شکایت کی اور اس سے مطالبہ کیا کہ آپ ہمیں ہمارے علاقہ کے افسر کے نام فرمان لکھ دیں تاکہ وہ مجنوں کو لیلیٰ سے بات چیت کرنے سے روک دے تو مروان نے اپنے افسر کے نام ان لوگوں کا فرمان لکھ کر دیا کہ وہ قیس (مجنوں) کو بلوا کر اس کو لیلیٰ سے ملاقات کرنے سے روک دے اور اگر پھر بھی مجنوں باز نہ آئے تو ان کو مجنوں کا خون معاف ہے جب یہ فرمان اس کے افسر کے پاس پہنچا تو اس نے کارندے روانہ کر کے قیس اور اس کے باپ

اور اس کے گھر والوں کو بلا کر جمع کیا اور ان کے سامنے مروان کا فرمان پڑھ کر سنایا اور قیس سے کہا تم خدا سے ڈرو اپنے خون کو ضائع نہ کرو لیکن قیس یہ کہتے ہوئے واپس چلا گیا۔

الا حجبت لیلی و آلی امیرھا
علی یمینا جا ھداً الا ازورھا

واوعدنی فیھا جال ابو ھم
ابی و ابوھا خشنت لی صدورھا

علی غیر شی ء غیر انی احبھا
وان فوادی عند لیلی اسیرھا

(ترجمہ)

(۱) ہائے مجھ سے لیلیٰ کو چھپا دیا گیا اور اس کے افسر نے مجھے مضبوط قسم دی ہے کہ میں اس سے نہ ملا کروں۔

(۲) لیلیٰ کے متعلق بہت سے جوانوں نے مجھے دھمکی دی ہے ان میں ان کا باپ بھی ہے جو میرا بھی باپ ہے اور لیلیٰ کا بھی ان سب کے میرے لئے سینے تنگ ہو گئے ہیں۔

(۳) وہ کسی اور چیز پر مجھے مجبور کرتے ہیں لیکن میں تو لیلیٰ کو چاہتا ہوں اور میرا دل لیلیٰ کے پاس اسیر ہے

جب مجنوں لیلیٰ (کی ملاقات اور گفتگو) سے مایوس ہوا اور یقین ہو گیا کہ اب کوئی راستہ باقی نہیں رہا تو وہ مبہوت العقل جیسا ہو گیا اور تنہائی پسند ہو گیا اور اپنے آپ سے باتیں کرنے لگ گیا پھر اس کا معاملہ اس سے بھی بڑھ گیا حتی کہ اس کی عقل جاتی رہی اور کنکریوں اور مٹی سے کھیلنے لگ گیا اور لیلیٰ کے ذکر کے علاوہ اور اس

کے حق میں شعر کہنے کے علاوہ کچھ نہیں جانتا تھا جب لیلیٰ کو مجنوں کی دیوانگی کی یہ خبر پہنچی تو اس کی جدائی سے غم اور بے صبری کا پیمانہ بھی لبریز ہو گیا۔

حکایت نمبر۹:

مجنوں اپنا گوشت کھانے لگا

(خلیفہ) مروان بن حکم نے ایک آدمی کو بنو عامر کے قبیلہ کے واجبات وصول کے لئے مقرر کیا جب اس نے مجنوں کی خبر سنی تو اس کو پیش کرنے کا حکم دیا جب اس کو پیش کیا گیا تو اس سے حال پوچھا اور اشعار سنانے کی فرمائش کی تو مجنوں نے (اپنے عمدہ) اشعار سنائے (جن کو سن کر وہ) والی نہایت حیران ہوا اور مجنوں سے کہا تم میرے پاس رہو میں تمہارے لئے لیلیٰ سے ملاقات کا کوئی حیلہ ڈھونڈتا ہوں چنانچہ مجنوں اس کے پاس جاتا رہا اور اس سے گپ شپ لگاتا رہا بنو عامر ہر سال ایک میلہ لگایا کرتے تھے اور وقت کا موجودہ حکمران ان کے ساتھ میلہ میں شرکت کرتا تھا تاکہ ان کے درمیان کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو چنانچہ میلہ کا وقت آیا اور مجنوں نے اس حکمران سے کہا کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں بھی آپ کے ساتھ اس میلہ میں شریک ہوسکوں؟ تو اس حکمران نے اس کو اجازت دے دی جب والی نے میلہ میں نکلنے کی تیاری کر لی تو مجنوں کے قبیلہ کی ایک جماعت والی کے پاس آئی اور اس کو کہا اس مجنوں نے آپ کے ساتھ نکلنے کا مطالبہ کیا ہے تاکہ یہ لیلیٰ کو دیکھ سکے اور اس سے باتیں کر سکے جبکہ لیلیٰ کے گھر کے لوگ اس کی تاک میں ہیں اور خلیفہ وقت نے ان کو مجنوں کا خون معاف کر دیا ہے اگر یہ ان کے سامنے آیا تو ---- جب ان لوگوں نے والی وقت کو یہ اطلاع دی تو والی نے مجنوں کو اپنے ساتھ نکلنے سے منع کر دیا اور اس کے لئے صدقہ کی گئی اونٹنیوں کی پیشکش کی مگر مجنوں نے ان سب کو ٹھکرا دیا اور یہ شعر کہے۔

ردت قلائص القرشی لما
بدالی النقض منہ للعهود

سعوا للجمع ذاک و خلفونی
الی حزن اعالجہ شدید

(ترجمہ)

(۱) جب میرے سامنے قرشی کی عہد شکنی ظاہر ہوئی تو میں نے اس کو لمبی ٹانگوں والی اونٹنیاں واپس کر دیں

(۲) یہ خود تو میلہ میں چلے گئے اور مجھے غم سہنے کے لئے پیچھے چھوڑ گئے جس کا مداوا بہت مشکل ہے۔

جب مجنوں نے یقین کر لیا کہ اس کو ملاقات سے روک دیا گیا اور اس سے ملاقات کا کوئی چارہ نہیں ہے تو اس کی عقل جاتی رہی وہ جو کپڑا ابھی پہنتا اسکو پھاڑ دیتا اور اپنے رخ پر ننگا چلا جاتا تھا بات چیت تک کرنے کی کوئی عقل نہ رہی اور نماز پڑھنا بھی چھوڑ دیا جب اس کے باپ نے دیکھا کہ اس نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے تو اس کے تلف ہو جانے سے ڈر گیا اور اس کو پکڑ کر قید کر دیا تو مجنوں نے اپنا گوشت چبانا اور خود کو زمین پر مارنا شروع کر دیا جب اس کے باپ نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اس کو کھول کر آزاد کر دیا تو مجنوں نے جنگلوں میں عریاں پھرنا اور مٹی سے کھیلنا شروع کر دیا مجنوں کی ایک دائی تھی جس کے علاوہ اور کسی سے وہ مانوس نہیں ہوتا تھا یہی اس کے پاس روٹی اور پانی لے جاتی اور اس کے پاس رکھتی تھی کبھی تو مجنوں کھا لیتا تھا اور کبھی چھوڑ دیتا تھا۔

حکایت نمبر ۷:

مجنوں کی خاطر لیلیٰ کی تڑپ

ایک شخص نے تلاش معاش کے لئے سفر کیا اور ایک خیمہ کے پاس جا پہنچا جو نصب شدہ تھا یہ شخص بارش میں گھر چکا تھا اس لئے اس خیمہ کی طرف رخ کیا اور پاس جا کر کھنکارا تو ایک عورت نے اس کو جواب میں کہا کہ اتر آ ؤ تو وہ شخص اتر آیا اور اس خیمہ والوں کے اونٹ اور بکریاں بھی شام کو واپس آ گئیں ان کے یہ جانور بہت تعداد میں تھے اور چرواہے بھی بہت تھے اس عورت نے کسی ایک غلام کو کہا تم اس جوان سے پوچھو یہ کہاں سے آیا ہے؟

تو میں نے کہا یمامہ اور نجد کی طرف سے۔

تو اس نے پوچھا نجد کے کون سے شہر اور علاقے تم نے دیکھے ہیں؟

میں نے کہا سب علاقے دیکھے ہیں۔

اس نے کہا تم وہاں کس کے پاس ٹھہرے تھے؟

میں نے کہا قبیلہ بنو عامر میں تو اس نے ایک درد بھری آہ کھینچی اور پوچھا بنو عامر کے کس قبیلہ کے پاس؟

میں نے کہا بنو حریش کے پاس تو اس کے آنسو امڈ آئے پوچھا کیا تم نے اس جوان کا ذکر سنا ہے جس کا نام قیس ہے اور لقب مجنوں ہے؟

میں نے کہا اللہ کی قسم میں اس کے والد کے پاس ہی مہمان ہوا تھا اور میں مجنوں کے پاس بھی گیا تھا تا کہ اس کو دیکھوں وہ بے چارہ جنگلوں میں وحشی جانوروں کے ساتھ پریشان حال تھا نہ تو اس کو کچھ عقل تھی نہ سمجھ بس جب اس کے سامنے لیلیٰ کا ذکر کیا جاتا تھا تو روتا تھا اور اس کے حق میں اشعار کہتا تھا وہ جوان کہتا ہے کہ اس عورت نے اپنے اور میرے درمیان سے پردہ ہٹا دیا اس کی شکل ایسی تھی جیسے چاند کا ٹکڑا اس کی مثل میری آنکھ نے کوئی (حسین) نہیں دیکھا پھر وہ رونے لگ گئی حتیٰ کہ

لمبے لمبے سانس لے کر زور سے روتی رہی میں نے تو یہی سمجھا کہ اللہ کی قسم اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے تو میں نے اس سے پوچھا اے عورت تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی لیکن وہ بہت دیر تک اسی حالت میں روتی اور چلاتی رہی پھر اس نے یہ شعر کہے

الالیت شعری والخطوب کثیرة
متی رحل قیس مستقل فراجع

بنفسی من لایستقل برحله
ومن هو ان لم یحفظ الله ضائع

(ترجمہ)

(۱) کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ زمانہ کے حوادثات بہت ہیں قیس کا قافلہ تیار ہو کر کب لوٹنے والا ہے۔

(۲) میری جان قربان ہو اس (مجنوں) پر جس کا قافلہ روانہ نہیں ہو رہا جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت نہ کرے وہ ضائع ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد وہ پھر رونے لگی حتیٰ کہ غشی چھا گئی جب افاقہ ہوا تو میں نے پوچھا اے اللہ کی بندی! تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ہی وہ منحوس لیلیٰ ہوں جو اس کی یاری نہ کر سکی۔

حکایت نمبر۸:

مجنوں کی لیلیٰ کے خاوند سے ملاقات

ایک مرتبہ مجنوں لیلیٰ کے خاوند کے پاس سے گذرا جبکہ اس کا خاوند سردی کے دن میں آگ تاپ رہا تھا اس کے سامنے کھڑے ہو کر مجنوں نے کہا

بربک هل ضممت الیک لیلی
قبیل الصبح او قبلت فاها

وهل رفت علیک قرون لیلی
رفیف الاقحوانه فی نداها

(ترجمہ)

(۱) تجھے تیرے پروردگار کی قسم کیا تو نے لیلیٰ کو گلے لگایا ہے صبح سے پہلے یا اس کا منہ چوما ہے۔

(۲) اور کیا لیلیٰ کے کے بال تجھ پر لہلہائے ہیں جس طرح کہ گل بابونہ اپنے کھیت میں لہلہاتا ہے۔

تو لیلیٰ کے خاوند نے کہا اب جبکہ تو نے مجھے قسم دے کر کے پوچھا ہے تو میں جواب دیتا ہوں کہ ہاں۔ تو مجنوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے انگاروں کو دبوچ لیا اور ان کو نہ چھوڑا حتیٰ کہ بے ہوش ہو کر گر گیا اور انگارہ اس کی ہتھیلیوں سمیت گر گیا۔

حکایت نمبر۹:

لیلیٰ کی قبر چومتے چومتے مر گیا

کثیر کہتا ہے کہ میں مجنوں کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی اس کے پاس آیا اور کہا اے قیس میں تم سے تعزیت کرتا ہوں اس نے پوچھا کس کے نام کی؟ کہا لیلیٰ کی تو وہ اسی وقت اپنے اونٹ کی طرف اٹھ کھڑا ہوا اور میں بھی اس کے ساتھ ہی اپنے اونٹ کی طرف اٹھ گیا پھر ہم اس کے قبیلہ کی طرف آئے اور ہمیں اس کی قبر کا پتہ بتایا گیا تو مجنوں آگے بڑھا اور اس کو چومنے لگا، اس سے چمٹنے لگا، اس کی خاک سونگھنے لگا اور شعر کہنے لگا پھر ایک چیخ ماری اور جان دے دی اور میں نے اس کو دفن کر دیا۔

عاشقوں کا انجام

(از مترجم)

قارئین کرام نے دنیا کے مشہور ترین عاشق لیلیٰ اور مجنوں کے حالات عشق ملاحظہ فرمائیں اور انہیں کے حالات پر دوسرے عاشقوں کو قیاس کرلیں اور کچھ غور فرمائیں کہ اس فضول عشق کا کیا انجام ہوا اس عشق نے مجنوں اور لیلیٰ کو دنیا میں کیا دیا سوائے حسرت، تباہی جنگلوں میں آوارہ مارے مارے پھرنا اور آخرت کا انجام بھی خود سوچ لیں کہ ان کا حشر کیا ہوگا اگر عشق کرنا ہے تو اللہ کی ذات سے کریں جو دنیا میں نیک نام کرے اور آخرت میں بھی اللہ اور رسول ﷺ بلکہ تمام مخلوقات کے سامنے سرخرو کرے۔

وفي ذلک فليتنافس المتنافسون.

باب 43

عاشقی کے پیچھے کافر بننے والوں کی حکایات

تین سوسالہ عبادت گذار کی حکایت

(حدیث) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کان رجل یعبد اللہ بساحل البحر ثلاثمائة عام یصوم النھار ویقوم اللیل ثم انه کفر باللہ العظیم فی سبب امراة عشقھا وترک ما کان علیه من عبادة اللہ عزوجل ثم استدرکه اللہ ببعض ما کان منه فتاب علیه.

(ترجمہ) ایک شخص (بنی اسرائیل کی قوم کا) سمندر کے ساحل پر تین سو سال تک عبادت کرتا رہا یہ دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو نفل پڑھتا تھا اس کے بعد اس نے ایک عورت کے عشق کی خاطر اللہ جل شانہ سے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی جو عبادت کرتا تھا سب چھوڑ دی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو کسی گناہ کی بنا پر عذاب میں مبتلا کیا پھر اس کی توبہ کو قبول فرمایا۔

(فائدہ-۱) سابقہ امتوں میں لوگوں کی عمریں بہت ہوا کرتی تھیں اب کے زمانہ میں اوسط عمر ساٹھ ستر برس ہوتی ہے۔

(فائدہ-۲) یہ حدیث احقر مترجم کو حدیث کی کتب میں نہیں ملی علامہ ابن جوزی نے اس کو اس کتاب میں اپنی سند سے ذکر کیا ہے کسی دوسری کتاب کا حوالہ نہیں دیا

اور یہ سند کمزور ہے۔......... (مترجم)

عاشق کافر ہو گیا، معشوقہ مسلمان ہوگئی

ابوالحسن بن علی بن عبیداللہ زاغونی حکایت بیان کرتے ہیں کہ

ایک شخص ایک عیسائی عورت کے دروازہ سے گذرا تو اس کو دیکھ کر اسی وقت لٹو ہو گیا اور اس کا عشق اتنا بڑھا کہ عقل پر غالب آ گیا تو اس کو مارستان لے گئے اس کا ایک دوست تھا جو اس کے پاس آتا جاتا تھا اور ان دونوں (عاشق و معشوق) کے درمیان خط و کتابت کیا کرتا تھا پھر عاشق کی حالت اس سے بھی گر گئی تو اس کی ماں نے اس کے دوست سے کہا کہ میں اس کے پاس آ کر اس سے باتیں کرتی ہوں مگر یہ مجھ سے بات نہیں کرتا تو اس نے کہا تم میرے ساتھ چلو تو وہ اس کے ساتھ آئی اور اس دوست نے عاشق سے کہا کہ تیری والی نے تیرے پاس ایک پیغام بھیجا ہے اس نے پوچھا کیا پیغام؟ اس نے کہا یہ تیری ماں ہے اس کا پیغام یہ سنائے گی تو اس کی ماں اس سے جھوٹ موٹ کی باتیں کرتی رہی جب اس کا معاملہ تیز ہوا اور موت کا وقت قریب ہو گیا تو اس نے اپنے دوست سے کہا کہ اجل پہنچ گیا اور وقت آ گیا ہے میں اپنی دوست سے دنیا میں تو نہیں مل سکا اب میرا ارادہ ہے کہ اس کو آخرت میں ملوں گا تو اس کے دوست نے پوچھا وہ کیسے؟۔ کہا میں محمد ﷺ کے دین سے پھر کر عیسیٰ ابن مریم اور صلیب اعظم کا قائل ہوتا ہوں (کیونکہ میری دوست بھی اسی مذہب کی ہے) اور یہ کہہ کر مر گیا۔

تو اس کا دوست اس عورت کے پاس گیا تو اس کو بھی بیمار پایا تو اس کے پاس جا کر اس سے بات چیت شروع کی تو عورت نے کہا کہ میں اپنے دوست کو دنیا میں تو نہیں مل سکی لیکن اب اس کو (مسلمان ہو کر) آخرت میں ملوں گی (کیونکہ وہ مسلمان ہے) اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں عیسائی مذہب سے بیزار ہوئی تو

اس کا باپ کھڑا ہوا اور اس آدمی سے کہا تم اس کو لے جاؤ کیونکہ یہ اب تم مسلمانوں میں سے ہوگئی ہے تو وہ شخص جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا لیکن عورت نے کہا کہ تم کچھ دیر ٹھہرو تو وہ ٹھہر گیا اور وہ اسی وقت مرگئی۔

(فائدہ) قارئین ملاحظہ کریں کہ عشق کے پیچھے مسلمان کافر ہوگیا اور عیسائی عورت مسلمان ہوگئی اللہ کی تقسیم ہے اور بندوں کی شامت اعمال ہے اور اس عورت کی خوش بختی ہے مگر اس مرد کا خام خیال تھا کہ میں عیسائی بن کر عیسائی عورت سے قیامت کے دن ملاقات کروں گا حالانکہ اگر یہ دونوں عیسائی ہوتے تو یہ دونوں دوزخ میں جلتے اور دوزخ راحت کی جگہ نہیں اتنا سخت عذاب کا مقام ہے جو انسان کے وہم و گمان اور شعور سے بھی بالاتر ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عشق پرستی سے اور اس کی نحوستوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

بے دین عاشق کی لاش گندگی کے ڈھیر پر

امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک شخص کی حکایت معلوم ہوئی ہے جو بغداد میں رہتا تھا نام اس کا صالح تھا اس نے چالیس سال تک اذان دی تھی اور یہ نیک نامی میں بھی بہت مشہور تھا یہ ایک اذان دینے کے لئے منارہ پر چڑھا اور مسجد کے پہلو میں ایک عیسائی کے گھر میں اسی کی بیٹی کو دیکھا اور اس کے فتنہ میں مبتلا ہوگیا اور (اتر) کر اس کے دروازہ پر آیا اور اس کے دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ تو اس کی لڑکی نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا میں صالح مؤذن ہوں تو اس نے اس کے لئے دروازہ کھول دیا تو اس مؤذن نے اس کو فوراً اپنے ساتھ چمٹالیا تو لڑکی نے کہا تم مسلمان تو بڑی دیانت امانت والے ہو پھر یہ خیانت کیسی؟ تو مؤذن نے جواب دیا اگر میری بات مانتی ہو تو ٹھیک ورنہ میں تمہیں قتل کردوں گا لڑکی نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا ہاں اگر تم اپنا دین چھوڑ دو تو۔ تو مؤذن نے کہا میں اسلام سے بری ہوں اور اس سے بھی جو محمد ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں پھر وہ اس کے قریب ہوا تو لڑکی نے کہا تم نے تو

یہ اس لئے کہا کہ اپنا مقصد پورا کرلو پھر اپنے دین کی طرف لوٹ جاؤ اب میری شرط ہے کہ تم خنزیر کا گوشت کھاؤ تو اس نے اس کو کھایا پھر لڑکی نے کہا اب شراب بھی پیو تو اس نے شراب بھی پی لی جب اس پر شراب نے اثر کیا تو لڑکی کے قریب ہو گیا تو لڑکی نے کمرے میں داخل ہو کر اندر سے کنڈی لگالی تو اس نے کہا تم چھت پر چڑھ جاؤ حتیٰ کہ میرا والد آ جائے اور میرا تیرا نکاح کر دے تو وہ چھت پر چڑھ گیا اور پھر اس سے گر کر مر گیا پھر وہ لڑکی کمرے سے باہر نکلی اور اس کو کپڑے میں لپیٹا یہاں تک کہ اس کا باپ بھی آ گیا تھا تو اس نے اس کو سارا قصہ سنایا تو اس نے اس کو رات کے وقت گھر سے نکال کر ایک گلی میں پھینک دیا اور اس کا قصہ مشہور ہو گیا اور اس کو گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا۔

(نوٹ) یہ ہے عشق بازی کے پیچھے دین مصطفیٰ ﷺ چھوڑنے کا انجام اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی نحوست سے محفوظ رکھے۔ ....(مترجم)

باب 44

عشق کی خاطر لوگوں کو قتل کرنے والے عاشقوں کے واقعات

حق مہر میں مقتولوں کے سر پیش کرنے والا

عبدالرحمٰن بن ملجم ملعون (جس نے حضرت علیؓ کو شہید کیا تھا) نے تیم الرباب کی قطام نامی عورت کو دیکھا جو عورتوں میں بہت حسین تھی اور خارجیوں والا ذہن رکھتی تھی اور اس کی قوم اسی رائے کی وجہ سے یوم النہروان میں قتل ہوئی تھی جب ابن ملجم نے اس قطام کو دیکھا تو اس کو عشق ہو گیا اور اس کو نکاح کا پیغام دیا تو اس نے جواب میں کہا میں تم سے اس وقت تک شادی نہیں کروں گی جب تک تم (حق مہر میں) تین ہزار مسلمانوں کو اور حضرت علی کو قتل نہیں کرو گے تو اس نے اس سے اسی شرط پر شادی کر لی جب وہ شادی کے انتظامات سے فارغ ہوا تو قطام نے اس کو کہا اے ابن ملجم اب تم فارغ ہو گئے ہو اب یہ قصہ تمام کر دو چنانچہ اس نے اپنے ہتھیار پہنے اور قطام بھی ساتھ ہی نکلی ابن ملجم نے قطام کے لئے مسجد میں ایک قبہ بنایا اور حضرت علی نماز نماز پکارتے ہوئے تشریف لائے اور ابن ملجم بھی آپ کے پیچھے سے آیا اور آپ کے سر پر تلوار چلادی (جس وجہ سے آپؓ شہید ہو گئے)۔

دو قاتلوں کا انجام

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں ولیدہ نامی ایک عورت رہتی تھی اس کا ایک عاشق تھا جس سے اس نے کہا میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تم فلاں شخص کو قتل نہ کرو تو اس نے اس کو قتل کیا اور اس عورت نے قتل میں اس کی مدد کی لیکن یہ مرد اور عورت دونوں گرفتار ہو گئے تو مرد کو اسی وقت قتل کر دیا گیا۔ اور عورت کو تین مہینہ کی مہلت دے دی گئی جب معلوم ہو گیا کہ اس کو حمل نہیں ہے تو اس کو بھی قتل کر دیا گیا۔

بیٹی نے باپ کو قتل کر دیا

رقاش نامی ایک عورت قبیلہ ایاد بن نزار سے تعلق رکھتی تھی اس سے اس کا باپ شدید محبت کرتا تھا اس سے شادی کرنے کے لئے اس کی قوم کے ایک آدمی نے پیغام دیا جس کو اس لڑکی نے پسند کیا لیکن لڑکی کے والد نے اس کی شادی سے انکار کر دیا تو لڑکی نے باپ کو زہر دے دیا جب باپ نے موت کو محسوس کیا تو کہا اے رقاش تم نے ایک غیر کے لئے میرا خون کر دیا تمہیں اس کا انجام عنقریب چکھنا ہوگا جب اس کا باپ مر چکا تو اس نے اسی شخص سے شادی کر لی لیکن اس کے خاوند نے اس کی پٹائی کرنے میں دیر نہ کی تو اس سے کسی نے کہا کہ اے رقاش کیا تمہیں تمہارے خاوند نے پیٹا ہے؟ تو اس نے کہا جس کے مددگار کم ہوں وہ رسوا ہی ہوتا ہے پھر اس کے خاوند نے دوسری شادی کرنے میں بھی دیر نہ لگائی تو اس کو کہا گیا کہ اے رقاش تیرے خاوند نے تم پر ایک اور بیوی کر لی اگر تم چاہو تو اس سے طلاق لے لو؟ تو رقاش نے کہا میں شر کے ساتھ ایک اور شر کو نہیں ڈھونڈنا چاہتی ایک شریف عورت کے لئے طلاق جیسی کالک بہت ہوتی ہے۔

(نوٹ) ایسی عورت جو خواہش نفس کو پورا کرنے کے لئے باپ کو مار دے وہ

شریف کہاں ہوسکتی ہے ایسی عورت تو ہمیشہ دوزخ کے لئے جلے گئی آج کے زمانہ میں بھی بہت سی عورتیں اور مرد ایسے ہیں جو شادی کے لئے ماں باپ اور دوسرے رشتہ دار وغیرہ کو قتل کردیتے ہیں ایسے لوگ دوزخ کی آگ سے عبرت پکڑیں مزید یہ کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں ذلیل و رسوا کرتا اور کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کردیتا ہے۔..........(مترجم)

خطرناک حکایت

ابو احمد حسین بن موسیٰ علوی کہتے ہیں کہ ایک بوڑھا میری خدمت کیا کرتا تھا اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ کبھی کسی دعوت میں شریک نہ ہوگا میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا میں بصرہ سے بغداد جارہا تھا میں نے بصرہ کی کسی سڑک پر سفر شروع کردیا اس پر مجھے ایک شخص ملا اور مجھے میری کنیت کو چھوڑ کر کسی اور کنیت سے مخاطب کیا خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور ننگے پاؤں چلنے لگا پھر مجھ سے کچھ ایسے لوگوں کے بارہ میں پوچھنے لگا جن کو میں نہیں جانتا تھا میں پردیسی تھا کسی ٹھکانہ کو بھی نہیں جانتا تھا میں نے سوچا کہ آج رات اس کے پاس رہ لوں گا اور کل کوئی مکان ڈھونڈ لوں گا تو میں نے اس سے بات کی تو وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اس وقت میرے ساتھ ایک نیکی آدمی بھی تھا اور میری تھیلی میں بہت سے پیسے بھی تھے جب میں اس گھر میں داخل ہوا تو مکان کی اچھی حالت دیکھی متوسط قسم کا مکان تھا وہاں دعوت کا انتظام تھا اور لوگ انگور اور کھجور کے جوس نوش کر رہے تھے پھر وہ خود تو کہیں چلا گیا اور مجھے اپنے کسی دوست کے حوالہ کردیا۔ وہ لوگ جو وہاں موجود تھے ان میں ایک امرد لڑکا بھی تھا جب ہم اپنے اپنے بستروں پر سونے کے لئے چلے گئے تو میں نے اپنے وہاں رہائش کرنے پر افسوس کیا باقی لوگ تو سو گئے جب کافی وقت گذر گیا تو میں نے ان لوگوں میں سے ایک آدمی کو دیکھا جو اس لڑکے کے پاس گیا اور اس سے بدفعلی کی پھر واپس اپنی جگہ آگیا اور یہ شخص اس لڑکے کے دوست کے قریب سویا ہوا تھا پھر

لڑکے کا دوست اٹھا اور اس کو جگایا تو لڑکے نے اس کو کہا اب کیا چاہتے ہو؟ ابھی کچھ دیر پہلے تم میرے پاس نہیں تھے اور تم نے ایسا نہیں کیا؟ تو اس نے کہا نہیں میں نے ایسا نہیں کیا تو اس نے کہا پھر وہ کون تھا جو میرے پاس کچھ دیر پہلے آیا تھا میں نے یہی سمجھا تھا کہ تم ہو اس لئے میں نے کوئی حرکت نہیں کی اور میں نہیں مانتا کہ تمہارے سامنے کوئی اور ایسی جرات کر سکتا ہے تو وہ جوان حملہ آور ہوا اور اس شخص کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا اور اتفاق یہ کہ اس نے ایسے خیانتی کو ہی قتل کیا اور میں گھبراہٹ کے مارے کانپ رہا تھا اگر وہ مجھ سے ابتداء کرتا اور مجھے کانپتے ہوئے دیکھتا تو مجھے قتل کر دیتا اور وہ یہی سمجھتا کہ میں ہی اس کہانی کا کردار ہوں جب اللہ تعالیٰ نے میری زندگی چاہی تھی تو اس نے اس خبیث سے انتقام لے لیا اس نے اپنا ہاتھ اس کے دل پر رکھا تو وہ دھڑک رہا تھا لیکن سونے کی شکل اختیار کر رکھی تھی اس کو امید یہی تھی کہ میں بچ جاؤں گا لیکن اس نے اس کے دل پر چھرا رکھا اور منہ بند کر دیا اب وہ شخص تڑپا اور پھر ٹھنڈا ہو گیا اور اس شخص نے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور چلا گیا۔

زانی شیطان کو قتل کر کے جلا دیا گیا

قاضی ابو القاسم بہلول کہتے ہیں کہ میں بغداد کے ایک پولیس افسر کے ساتھ کام کرتا تھا اس نے جیل سے کچھ چور نکالے اور خلیفہ معز الدولہ سے ان کے قتل کرنے اور پل کے پاس سولی چڑھانے کی اجازت طلب کی اس نے اس کو اجازت دی چنانچہ اس نے ان کو عشاء کے وقت لٹکا دیا ان چوروں کی تعداد بیس تھی اور ان کی نگرانی کے لئے ایک جماعت مقرر کر دی میں بھی ان کی نگرانی میں مقرر ہوا تھا اور ہمارا افسر فلاں آدمی تھا ان لوگوں نے کہا کہ تم باقی دن اور رات ان کو سولی کی لکڑیوں کے پاس گذارو یہاں تک کہ جب صبح ہو گی تو ان کی گردنیں ماردی جائیں گی۔ تو ہم نے سو کر رات گذاری چنانچہ ایک چور نے رسی کاٹی اور لکڑی سے اتر گیا اور ہم اس کے گرنے اور دوڑنے کی آواز سے جاگ گئے چنانچہ ہمارا افسر اور میں اس کے پیچھے

دوڑے لیکن ہم اس کو نہ پہنچ سکے اور ہمیں یہ ڈر بھی تھا کہ باقی لوگ بھی تشویش میں مبتلا نہ ہوں کہ ان میں سے کوئی اور چور نہ بھاگ جائے اس لئے ہم جلدی سے واپس لوٹ آئے اور غمگین ہو کر بیٹھ گئے کہ اب کیا کریں؟ تو ہمارے افسر نے کہا کہ پولیس کا بڑا افسر نہ کوئی لغزش معاف کرتا ہے نہ کوئی عذر قبول کرتا ہے اس کے دل میں یہ خیال آئے گا کہ میں نے چور سے کچھ مال لے کر رہا کر دیا ہے پھر وہ اس بات کے اقرار کرانے کیلئے مجھے اتنا مارے گا مگر میں اس کا اقرار نہ کر سکوں گا پھر وہ سوچے گا کہ مجھے کوڑے مارے چنانچہ وہ مجھے اتنا مارے گا کہ میں مرنے کے قریب ہو جاؤں گا لیکن جب اس طرح سے اس کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے اب کیا رائے ہے؟

میں نے کہا ہمیں بھاگ جانا چاہئے اس نے کہا کہ ہم اپنی زندگی کہاں بسر کریں گے؟ میں نے کہا یہ آدمی رات کا وقت ہے اور کسی کو پتہ نہیں کیا ہوا ہے اس لئے تم اٹھو ہمیں کوئی نہ کوئی بدبخت مل جائے گا ہم اس کو باندھیں گے اور پھر اس کو لکڑی سے باندھ دیں گے اور ہم یہی کہیں گے کہ ہمیں بیس آدمی سپرد کئے گئے تھے اور یہ بیس پورے ہیں اس سے بہتر اور کوئی حیلہ نہیں اس نے کہا ہاں یہ خوب ہے چنانچہ ہم گھومنے لگے اور پل کے راستہ کی طرف چل نکلے تاکہ مغربی کنارہ کی طرف پار ہو جائیں تو ہم نے وہاں جا کر ایک آدمی کو پل کی کرسی کے نیچے پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو ہم اس کی طرف لپکے اور اس کو پکڑ لیا تو اس نے چیخ کر کہا اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے میں تو ملاح ہوں یہ میری کشتی ہے میں اس سے پیشاب کرنے کے لئے اترا ہوں اس نے اپنی کشتی کی طرف اشارہ بھی کیا اور کہا تمہارے اور میرے درمیان کون سی دشمنی ہے تو ہم نے اس کو مارا اور کہا تو ہی وہ چور ہے جو سولی کی لکڑی سے بھاگا ہے چنانچہ ہم اس کو پکڑ کر لے آئے اور بھاگنے والے کی جگہ پر اسے سولی کی لکڑی پر چڑھا دیا جبکہ وہ لمبی رات تک چیختا اور روتا رہا اور ہمارے دل اس پر ترس کھانے کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے تھے ہم نے کہا بےچارہ مظلوم ہے لیکن اس کے علاوہ کوئی اور حیلہ بھی تو نہیں تھا جب صبح ہوئی تو پولیس کا افسر بھی آیا اور لوگ بھی

جمع ہو گئے یہ افسر جب سامنے آیا کہ ان چوروں کی گردنیں مار دے اس وقت وہ ملاح پھر چلایا کہ اے افسر اللہ کے سامنے پیش ہونے سے ڈرو میری بات سنو میں ان چوروں میں سے نہیں ہوں جن کو تو نے نکالا ہے اور سولی لٹکانے کا حکم دیا ہے۔ میں ایک مظلوم ہوں میرے ساتھ کوئی حیلہ کیا گیا ہے۔ تو اس افسر نے اس کو اتارا اور پوچھا کیا قصہ ہے؟ تو اس نے اپنا قصہ سچ سچ سنا دیا۔ تو اس افسر نے ہمیں بلایا اور پوچھا یہ آدمی کون ہے؟ ہم نے کہا کہ یہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس بات کو نہیں جانتے۔ آپ نے بیس آدمی ہمارے سپرد کئے تھے اور یہ بیس ہی ہیں۔ اس افسر نے کہا کہ تم نے اس چور سے کچھ رقم لے کر اس کو چھوڑ دیا اور ایک غریب شخص کو پکڑ لیا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم نے ایسا نہیں کیا جو چور آپ نے ہمارے سپرد کیا تھا یہ وہی ہے۔ چنانچہ سب چوروں کی گردنیں ماردی گئیں اور ملاح کو چھوڑ دیا گیا اور کہا کہ تم جیلروں اور نگرانوں کو پیش کرو۔ جب وہ پیش ہو گئے تو اس نے پوچھا یہ شخص ان بیس چوروں میں سے ہے جن کو ہم نے (پھانسی کے لئے) نکالا تھا؟ تو انہوں نے غور کر کے بیک زبان ہو کر کہا کہ یہ ان میں سے نہیں ہے۔

تو اس نے کچھ سوچ کر اس کو آزاد کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن پھر کہا اس کو میرے سامنے پیش کرو۔ تو ہم نے اس کو اس کے سامنے پیش کر دیا تو افسر نے کہا تم اپنا قصہ دوبارہ سناؤ تو اس نے وہی بات دہرادی۔ تو افسر نے کہا تم آدھی رات کو اس جگہ پر کیا کر رہے تھے؟ اس نے کہا کہ میں اپنی کشتی ہی میں سو گیا تھا جب مجھے پیشاب نے زور کیا تو میں پیشاب کے لئے وہاں اترا تھا۔ تو افسر نے کچھ دیر سوچ کر کہا تم اپنا حقیقی واقعہ سچ سچ بتا دو تا کہ میں تمہیں رہا کر دوں؟ تم وہاں کیا کر رہے تھے تا کہ میں تمہیں رہا کر دوں لیکن اس نے سابقہ بات کے علاوہ کوئی بات ذکر نہ کی۔

اس افسر کی عادت یہ تھی کہ جب وہ کسی سے کسی بات کا اقرار کرانا چاہتا تھا اسی وقت اپنے سامنے کرالیتا تھا اس کے پیچھے ڈنڈا بردار ایک جماعت کھڑی ہوتی تھی۔ جب یہ اپنے سر کو کھجاتا تھا تو اس جماعت میں سے ایک شخص زور سے ڈنڈا مارتا تھا۔

اور یہ افسر اس مارنے والے سے کہتا خدا تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ دے اے بدکردار تجھے اس کو مارنے کا کس نے کہا تھا؟ تو نے اس کو کیوں مارا؟ (پھر اس ملزم سے مخاطب ہو کر کہتا) تم آگے آجاؤ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی سچ کہہ دو نجات پاؤ گے۔ اگر وہ اقرار کرتا ٹھیک ورنہ دوسری او. تیسری مرتبہ اپنے سر کو کھجاتا تھا اور اسی طرح سے وہ کرتا رہتا (یعنی سر کو کھجاتا اور ملزم کو مرواتا تھا) یہ تمام جرائم میں اس کی عادت رہی تھی۔ جب ملاح نے بہت دیر کردی تو اس نے اپنا سر کھجایا تو اس کے آدمیوں سے ایک نے ایک بہت بڑا ڈنڈا مارا جس سے یہ بہت چیخا۔ لیکن افسر نے پوچھا تم سے اس کا کس نے حکم دیا تھا؟ اے بدکردار اللہ تیرے ہاتھ کاٹ دے۔ پھر اس نے ملاح سے کہا تم سچ کہہ دو اور خود کو آزاد کرا لو۔

تو اس سے ملاح نے کہا اللہ تم پر گواہ ہے اگر میں اپنی جان اور اعضاء کی امان پاؤں تو سچ کہوں؟ افسر نے کہا ہاں (تو امان میں ہے)۔

تو اس نے کہا کہ میں ایک ملاح آدمی ہوں فلاں پتن پر کام کرتا ہوں مجھے میرے ہمسائے نیک آدمی جانتے ہیں۔ میں نے گذشتہ رات عشاء کے بعد کشتی چلائی تاکہ چاند کی روشنی میں پہنچ جاؤں۔ تو ایک خادم کسی گھر سے آیا میں اس گھر کو نہیں جانتا۔ اس نے زور سے کہا اے ملاح! تو میں اس کے پاس گیا اس نے ایک حسین عورت میرے سپرد کی جس کے ساتھ دو بچیاں بھی تھیں اور ایک کھرا درہم بھی دیا اور کہا تم ان کو باب شماسیہ تک پہنچا دو۔ تو میں ان کو راستہ کے ایک حصہ تک آرام سے لے گیا پھر اس عورت نے اپنے چہرہ سے پردہ ہٹایا تو وہ انسانوں میں سب سے زیادہ خوبصورت چہرہ والی عورت تھی جیسے چاند ہوتا ہے۔ میں نے اس کی خواہش کی اور اپنے چپو قالین پر رکھے اور کشتی کو دریائے دجلہ کے درمیان میں لے گیا اور عورت کی طرف بڑھا اور اس کو بہلایا مگر وہ چیخنے چلانے لگ گئی تو میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر تو چلائے گی تو میں ابھی تمہیں غرق کر دوں گا تو وہ چپ ہوگئی مگر اپنے سے مجھے دور کرنے لگی تو میں نے اس پر قابو پانے کی کوشش کی مگر قابو نہ کر سکا۔ تو میں نے اس

سے کہا یہ بچیاں کون ہیں؟ اس نے کہا میری بیٹیاں ہیں۔ میں نے پوچھا ان دونوں میں سے کونسا کام پسند ہے کیا تم خود کو میرے سپرد کرتی ہو یا میں اس کو غرق کردوں پھر میں نے ان لڑکیوں میں سے ایک کو پکڑ لیا۔ تو اس نے کہا کہ تم جو چاہو کرلو میں تمہاری بات نہیں مانوں گی۔ چنانچہ میں نے ایک بچی کو پانی میں پھینک دیا تو اس نے اپنا منہ پیٹا اور اس کے ساتھ ہی ایک چیخ نکال کر کہا اللہ کی قسم میں تمہاری بات کبھی نہیں مانوں گی چاہے تم مجھے قتل کیوں نہ کردو اور چاہے کسی کو علم بھی ہو جائے جو رات کے وقت یہاں قریب ہو اور میری چیخیں سن لے۔ پھر وہ خاموش ہوگئی اور رونا شروع کردیا۔ تو میں نے اس کو ایک لمحہ کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر میں نے اس سے کہا میری بات مان لو ورنہ میں دوسری بچی بھی غرق کردوں گا۔ تو اس نے کہا اللہ کی قسم! میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی۔ تو میں نے دوسری بچی بھی اٹھائی اور اس کو بھی پانی میں پھینک دیا تو اس نے پھر ایک چیخ ماری اور میں بھی اس کے ساتھ ہی گر جا اور اس کو کہا اب اور تو کوئی نہیں بچا اب میں تجھے بھی ماردوں گا ورنہ میری بات مان لو۔ پھر میں نے اس کو پکڑا اور اس کے ہاتھ اٹھائے کہ اس کو پانی میں پھینکوں اس وقت اس نے کہا کہ میں مانتی ہوں۔ چنانچہ میں نے اس کو کشتی میں واپس چھوڑا اور اس نے خود کو میرے قابو میں دیا اور میں نے منہ کالا کیا اور پھر چل پڑا تا کہ اس کو وطن پر اتار دوں۔ پھر میں نے کہا یہ اسی وقت اپنے گھر میں جائے گی اور مجھے پکڑا کر قتل کرادے گی اس لئے اس کو قتل کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔ چنانچہ میں نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور پانی میں پھینک دیا اور وہ بھی غرق ہوگئی۔

پھر میں نے سوچا جس کا میں نے ارتکاب کیا تھا تو شرمندہ ہوا اور میری اس آدمی کی طرح حالت ہوگئی تھی جو نشہ میں ہو پھر ہوش آگیا ہو۔ تو میں نے کہا میں اب کیا کروں سوائے اس کے کہ اپنی کشتی کو بصرہ کی طرف چھوڑ دوں اور اس کی نہروں کا غوطہ لگالوں تا کہ مجھے کوئی نہ پہچان سکے۔ چنانچہ میں نے کشتی کو اس کے رخ پر چھوڑ دیا۔ پھر جب میں پل کے برابر پہنچا تو مجھے میرے پیٹ (کے مروڑ) نے پکڑ لیا تو

میں اس سے اتر آیا تاکہ استنجاء وغیرہ کرلوں اور پھر اپنی کشتی میں واپس لوٹ جاؤں لیکن اس وقت ان لوگوں نے مجھے گرفتار کرلیا۔

تو اس پولیس آفیسر نے اس سے بطور مذاق کے کہا تیرے اور میرے درمیان ایسا معاملہ کب ہوسکتا ہے تم امن وسلامتی کے ساتھ تشریف لے جاؤ۔ تو اس نے اپنی بے وقوفی سے یہی سمجھ لیا کہ میں واقعی آزاد ہوگیا ہوں پھر وہ پشت پھیر کر جانے لگا۔ تو افسر نے چیخ کر کہا اے جوان تم واپس جارہے ہو اور ہمارا حق بھول رہے ہو؟ میں نے تو تمہیں یہ بھی نہیں کہا کہ تم قسم اٹھالو کہ اب کے بعد پھر کبھی ایسا گناہ نہیں کروں گے۔ تو وہ جب لوٹا تو افسر نے کہا اس کو گرفتار کرلو۔ تو انہوں نے اس کو گرفتار کرلیا۔ پھر اس افسر نے کہا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دو۔ تو ملاح نے کہا اے میرے سردار! آپ میرے ہاتھ کاٹ رہے ہیں؟ آپ نے مجھے امان نہیں دی تھی؟ تو افسر نے کہا کہ اے کتے! کیا تیرے جیسوں کو امان ملتی ہے؟ تو نے تین انسان مار ڈالے، زنا کیا اور پھر اپنی خباثت کو چھپایا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے پھر اس کی گردن کاٹ دی گئی اور اسی جگہ پر اس کے جسم کو آگ لگا کر جلا دیا گیا۔

(عبرت): زنا حرام ہے ہر صورت میں اس کے مرتکب کو زنا کی حد لگتی ہے اگر زانی کو دنیا میں سزا نہ ملے تو آخرت میں ضرور سزا بھگتے گا۔ بعض زنا ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس پر ناراضی قابل عبرت ہوتی ہے مذکورہ بالا واقعہ کو ملاحظہ کریں کہ اس خبیث انسان نے اپنی نفسانی خواہش کی تکمیل کیلئے کس طرح سے تین انسانوں کو قتل کیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے اس شیطان کو اس کا وہم گمان بھی نہیں تھا کہ میں فوراً کیفر کردار تک پہنچوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسے پکڑا یا اور کیسے بھیانک انجام تک پہنچایا۔ اس واقعہ کو پڑھ کر آج کے انسان نما شیطان بھی عبرت پکڑیں اللہ کے عذاب کو دعوت نہ دیں۔ اگر فوراً عذاب نہیں آیا تو کسی وقت بھی آسکتا ہے لیکن جب عذاب آتا ہے تو مہلت نہیں ملتی وہ تباہ کر کے ہی رہتا ہے اللہ تعالیٰ سب انسانوں کو اس بدترین گناہ سے محفوظ رکھے۔ آمین ....(مترجم)

باب 45

معشوق کو قتل کرنے والے عاشقوں کی حکایات

حکایت نمبر ۱:

دوستی لگانے والی کا انجام

عرب کے ایک شخص نے اپنی چچازاد سے شادی کر رکھی تھی یہ شخص اس کو بہت چاہتا تھا۔ یہ عورت بہت حسین تھی۔ یہ شخص اس کے عشق کی وجہ سے اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے گھر کی دہلیز پر بیٹھا کرتا تھا اور کچھ دیر بعد جا کر بیوی کو دیکھ آیا کرتا تھا پھر واپس آ کر دوستوں کے پاس آ بیٹھتا تھا۔ اس عورت کے ایک اور چچازاد نے اس بات کو تاڑ لیا اور اس گھر کے پہلو میں ایک گھر کرایہ پر لے لیا اور اس سے پیغام رسانی شروع کر دی حتی کہ اس عورت نے اس کو ہاں کہہ دی اور حیلہ کر کے اس کے گھر کو نقب کر اتر گئی اور خاوند بھی اپنی عادت کے مطابق اس کو دیکھنے گیا مگر اس کو نہ دیکھا تو ساس سے پوچھا فلانی کہاں ہے؟ تو اس نے کہا قضائے حاجت کو گئی ہو گی تو اس نے اس جگہ پر جا کر دیکھا تو وہاں بھی نہ ملی بلکہ یہ تو نقب کر گئی ہوئی تھی جس کو اس نے بھی دیکھ لیا اور پوچھا تمہارے پیچھے کیا ہے؟ خدا کی قسم سچ بولنا۔ عورت نے کہا اللہ کی قسم! سچ بولوں گی ایسی ایسی بات ہے جب اس نے اقرار کیا تو جوان نے تلوار سونتی اور اس عورت کی گردن مار دی پھر اس کی ماں کو قتل کر کے بھاگ گیا۔

حکایت نمبر۲:

قدرت کا انتقام

عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص میری خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ہم نے آپس میں کچھ واقعات سنائے۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک رات ایک مکان میں گذاری جس میں ایک آدمی نے دوسرے کو قتل کر دیا تو میں اسی وقت آدھی رات میں نکل کھڑا ہوا میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں کدھر کا رخ کروں اور چوکیدار کا بھی دھڑ کا لگا ہوا تھا۔ مجھے ایک حمام کی بھٹی نظر آئی جو ابھی تک جلائی نہیں گئی تھی۔ میں نے کہا جب تک اس کا مالک حمام کو کھولتا نہیں تم اسی میں چھپ جاؤ چنانچہ میں اس بھٹی کے ایک کونہ میں بیٹھ گیا۔ ابھی کوئی زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ میں نے پاؤں چلنے کی آواز سنی پھر میں نے دیکھا تو ایک آدمی ہے جس کے ساتھ ایک لڑکی ہے اس نے اس کو بھٹی میں اتارا پھر اس کو ذبح کیا اور چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس عورت کے پاؤں مین چمکدار پازیب دیکھے تو ان کو اس سے اتار لیا پھر کچھ دیر رک کر وہاں سے چل دیا۔ میں اسی طرح سے ناواقف راستہ پر حیران پریشان ہو کر چلتا رہا حتیٰ کہ ایک حمام کے پاس سے گزرا جو کھل چکا تھا تو میں اس میں داخل ہوا اور جو کچھ میرے پاس تھا اس کو میں نے کپڑوں میں چھپایا اور چلا گیا اور راستہ کی پہچان بھی ہوگئی اور میں نے یہ بھی جان لیا کہ میں نے اپنے دوست کے گھر کے قریب آ گیا ہوں چنانچہ میں نے اس کے گھر کو تلاش کر کے اس کا دروازہ کھٹکایا تو اس نے میرے لئے دروازہ کھولا اور میرے آنے سے خوش ہوا اور اندر لے گیا۔ تو میں نے اپنے پیسے اور پازیب اس کو دیئے تا کہ ان کو چھپا دے۔ جب اس نے ان پازیبوں کو دیکھا تو اس کا چہرہ بدل گیا میں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ تم نے یہ پازیب کہاں سے لئے؟ تو میں نے اس کو اس رات کا تمام واقعہ سنا دیا۔

اس نے کہا کہ تم اس شخص کو پہچان لو گے جس نے اس لڑکی کو قتل کیا ہے؟ میں

نے کہا چہرہ سے تو نہیں پہچان سکوں گا کیونکہ اندھیرا ہمارے درمیان حائل تھا لیکن اگر میں اس کی آواز سن لوں تو ضرور پہچان لوں گا۔ پھر اس نے کھانا تیار کرایا اور اس معاملہ میں فکر کرنے لگا۔ پھر وہ باہر نکل گیا جب ایک گھڑی کے بعد واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک اور آدمی تھا۔ اس نے اس سے تو بات شروع کی مگر مجھے اس کے متعلق آنکھ ماری تو میں نے کہا ہاں یہی وہ شخص ہے۔ پھر ہم نے کھانا کھایا اور شربت پیش کیا گیا اور اس کے سامنے شراب رکھی گیا جس کو اس نے انگوروں کا رس سمجھا جب اس کو اس نے پی لیا تو اس کو نشہ آ گیا اور اسی جگہ پر سو گیا۔ تو میرے دوست نے صحن کا دروازہ بند کر کے اس شخص کو ذبح کر دیا۔ پھر اس نے کہا کہ یہ مقتولہ میری بہن تھی اس شخص نے ہمیں خراب کر رکھا تھا۔ بڑی مدت سے اس کی جستجو میں تھا مگر تصدیق نہیں ہو رہی تھی سوائے اس کے کہ میں اپنی بہن کو الگ کر کے اس سے دور ہو گیا تھا اور وہ اس کے پاس چلی گئی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان دونوں کے درمیان کیا مسئلہ ہوا جس پر اس نے میری بہن کو قتل کر دیا۔ میں نے ان دونوں پازیبوں کو پہچان لیا تھا اور ان کے بارہ میں اس کے گھر والوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ فلاں شخص کے پاس ہیں تو میں نے کہا اچھا مجھے کیا اعتراض پھر وہ اس شخص کے پاس گئے تاکہ وہ پازیب واپس لے آئیں جب وہ اس کی خبر لینے گئے تو وہ جوان تو تلا ہو گیا۔ اسی وقت میں نے جان لیا کہ اس نے اس کو قتل کر دیا ہے جیسا کہ تم نے ذکر کیا تھا۔ اس لئے میں نے بھی اس کو قتل کر دیا۔ اب تم اٹھو تاکہ اس کو دفن کر دیں۔ چنانچہ میں اور وہ شخص دونوں رات کے وقت نکلے اور اس کو دفن کر آئے اور اس کے بعد میں بصرہ سے بھاگ کر بغداد پہنچ گیا اور قسم اٹھائی کہ اب میں کبھی کسی دعوت میں شریک نہیں ہوں گا۔

حکایت نمبر۳:

محبوبہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

ابو علی بن حامد بن ابو بکر بن ابو حامد بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد کے

ایک دوست نے بیان کیا کہ تمہارا دادا بیت المال کا افسر تھا اور دارالخلافۃ میں اس کا آنا جانا تھا۔ جب یہ واپس آتا تھا تو رات کی چوتھائی یا تہائی گزر چکی ہوتی تھی یہ اس وقت اپنی بگھی پر بیٹھ کر لوٹتے تھے۔ اور ہمیں ضرورت رہتی تھی کہ ہماری بڑی بڑی ذاتی کشتیاں ہوں۔ چنانچہ جب وہ بگھی میں بیٹھتے تھے تو ہم اپنی کشتیاں پیش کرتے تھے۔ اس میں طویل عرصہ سے میری ایک ملّاح کے ساتھ ملاقات تھی۔

چنانچہ ایک رات ایسی آئی جس میں تمہارے دادا کے ساتھ نکلا اور اپنے ملاح کو تلاش کیا تو وہ مجھے نہ ملا تو تمہارے دادا کے بعض ساتھیوں نے مجھے اپنی کشتی میں سوار کر لی۔ جب صبح ہوئی تو مجھے اس ملاح کی کچھ خبر نہ ہوئی اور اس طرح سے کئی سال گزر گئے۔ جب کئی سال گزر گئے تو میں نے اس کو طیلسان کے علاقہ کرخ میں دیکھا۔ جوتا، جوڑا اور چادر پہنے بڑے تاجروں کی شکل بنائے ہوئے تھا۔ میں نے پوچھا تم فلاں ہو؟ جب اس نے مجھے دیکھا تو گھبرا گیا۔ میں نے کہا تو برباد ہو جائے قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا بہتر ہے۔ میں نے پوچھا یہ شکل و انداز کیسا ہے؟ کہا میں نے ملاحی چھوڑ کر تجارت شروع کر دی ہے۔ میں نے پوچھا تمہیں تجارت کے لئے رقم کہاں سے ملی؟ اس نے کوشش کی کہ ٹال مٹول کر جائے۔ میں نے کہا میرے سامنے کھینچا تانی مت کرو خدا کی قسم جب تک تم مجھے نہیں بتاؤ گے میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا اور یہ بھی بتاؤ کہ تم نے مجھے اس رات کیوں چھوڑا تھا پھر میں نے تجھے اب تک نہیں دیکھا؟ اس نے کہا کہ اس شرط پر بتاتا ہوں اگر تم میری بات کو پردہ میں رکھو گے تو؟ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ تو اس نے مجھ سے قسم اٹھوائی تو میں نے قسم اٹھا دی۔

اس نے بتایا کہ تم اس دن دیر سے آئے تھے۔ مجھے پیشاب نے تنگ کیا تو میں دارالخلافہ سے نہر معلکی کے راستہ پر آ گیا اور وہاں پر پیشاب کیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک شخص اترا ہے اور مجھے کہتا ہے کہ تم مجھے سوار کر کے لے چلو۔ میں نے کہا کہ میرے ساتھ ایک سوار موجود ہے اس کو چھوڑ کر جانا ممکن نہیں۔ اس نے کہا کہ مجھ سے یہ دینار لو اور مجھے لے چلو۔ جب میں نے دینار (سونے کا روپیہ) کا نام سنا تو مجھے

لالچ ہوئی اور میں نے سمجھا کہ یہ یہاں سے فرار ہونا چاہتا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کو کہاں لے جاؤں؟ اس نے کہا چمڑا رنگنے والوں کے پاس۔ میں نے کہا کہ آپ کو وہاں نہیں لے جا سکتا۔ تو اس نے کہا دو دینار لے لو۔ تو میں نے کہا مجھے دو۔ تو اس نے مجھے دو دینار دیئے جن کو میں نے آستین میں رکھ دیا۔

اس آدمی کے ساتھ ایک غلام بھی تھا۔ اس نے اس کو کہا تم جاؤ جو تمہارے پاس ہے اس کو لے کر آؤ۔ تو وہ غلام چلا گیا اور کچھ دیر نہ لگائی کہ ایک لونڈی (عورت) ساتھ لے کر آ گیا میں نے اس سے زیادہ خوبصورت چہرے اور لباس کے اعتبار سے کسی کو نہیں دیکھا۔ اس کے ساتھ بہت خوبصورت بڑی ساری ٹوکری اور میووں، برف اور شراب کے طباق تھے۔ یہ چاندنی رات تھی۔ یہ غلام سارنگی بھی لایا تھا جس کو اس لونڈی نے اپنی گود میں رکھ لیا۔

اس طرح کے اچھے وقت نے مجھ پر آسان کر دیا تھا کہ میں تجھے چھوڑ کر ان کے ساتھ چلا جاؤں۔

اس کے بعد اس نے اس غلام کو کہا کہ تم واپس چلے جاؤ چنانچہ وہ واپس ہو گیا اور مجھے کہا کہ تم بھی چلو تو میں بھی کشتی کو لے کر چل دیا۔ اس لونڈی نے اپنے چہرہ سے پردہ ہٹا دیا تھا اور یہ چودھویں کے چاند سے بھی کافی زیادہ حسین تھی۔ چنانچہ جب میں چمڑہ رنگنے والوں کے قریب پہنچا تو اس نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور مجھے کہا جہاں میں کہتا ہوں تم وہاں چلے جاؤ ورنہ میں تمہاری گردن مار دوں گا۔ میں نے کہا آپ کو اس کی حاجت نہیں آپ کو جو حکم کریں میں تابعدار ہوں۔ تو اس نے عورت سے کہا تم کچھ کھاؤ گی؟ اس نے کہا ہاں۔ تو اس نے جو کچھ ٹوکری میں تھا اس سے نکالا تو وہ بہت پاکیزہ کھانا تھا۔ چنانچہ ان دونوں نے کھانا کھایا اور ٹوکری میری طرف پھینک دی۔ پھر اس لونڈی (عورت) نے بنسری اٹھائی اور بہت خوبصورت انداز و آواز میں گاتا گایا۔ پھر اس نے مجھے کہا اے ملاح! اگر مجھے تمہارے نشہ میں آنے کا ڈر نہ ہوتا تو میں تمہیں بھی شراب پلاتا۔ میں نے کہا اے استاد! میں بیس رطل

(تقریباً دس کلو) پی جاتا ہوں مگر پھر بھی نشہ نہیں آتا۔ تو اس نے مجھے ایک برتن دیا جس میں پانچ رطل شراب ہوگی اس نے کہا پیو یہ سب تمہارا ہے۔ تو میں اس کے گانے کے ساتھ ساتھ پیتا رہا اور وہ بھی پیتے رہے یہاں تک کہ وہ اس کے قریب ہوا اس کو بہت دیر بوس و کنار کیا اور خواہش تیز ہوئی تو وہ میرے سامنے اس کے پاس گیا اور پھر اس نے ایسا کئی بار کیا پھر مست و مخمور ہوا پھر کہا اے فلانی تو نے میرے عہد و پیمان کی خیانت کی ہے اور فلاں کے پاس گئی ہے اور اس نے ایسا ایسا کیا ہے پھر اور بھی کئی آدمیوں کے نام لیتا رہا اور اس سے اقرار لیتا رہا۔ مگر وہ کہتی رہی اے میرے آقا اللہ کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا ان لوگوں نے مجھ پر جھوٹی تہمت لگائی ہے۔ اس نے کہا تو جھوٹ بولتی ہے میں نے فلاں رات کو فلاں گھر میں خود دیکھا تھا تجھے فلاں نے بلایا تھا اور تم نے یہ کیا اور یہ کیا اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اب کیا حیلہ چل سکتا ہے۔ تجھے پتہ ہے میں تجھے یہاں کیوں لایا ہوں اور یہاں سخت ست کیوں کہا؟ اس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔ اس نے کہا تا کہ میں تجھے الوداع کر دوں اور آخری عہد باندھ کر تجھے قتل کر دوں پھر تجھے پانی میں پھینک دوں۔

تو اس لونڈی نے بہت آہ و فریاد کی پھر پوچھا اے میرے آقا کیا تمہارا دل اس کو پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ پھر وہ اس کے قریب گیا اور اس کا ازار بند نکال کر اس کو باندھا۔ تو میں نے کہا اے میرے آقا اللہ سے ڈرو! ایسے شان و شوکت والے چہرہ سے، تم تو اس سے محبت کرتے ہو اور پھر یہ ستم کیوں کر رہے ہو۔

تو اس نے کہا اللہ کی قسم میں اسی وقت تم سے ابتداء کرتا ہوں۔ پھر اس نے تلوار نکالی تو میں نے فریاد کی اور چپ ہو گیا۔ تو وہ اس لونڈی کی طرف بڑھا اور اس کو ذبح کر دیا مگر اس کو پکڑے رکھا حتیٰ کہ اس کا خون بہہ گیا اور مر گئی۔ پھر اس کے زیور اتار کر کشتی کے درمیان پھینکنے لگا۔ پھر اس کے کپڑے اتارے۔ اس کا پیٹ چاک کیا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریا میں ڈالتا رہا۔

اس وقت ہم مدائن کے قریب پہنچ چکے تھے اور رات کا اکثر حصہ گذر چکا تھا اور

میں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا اور گھبراہٹ سے مرا جارہا تھا۔ میں نے یقین کرلیا کہ یہ اب مجھے قتل کرے گا تاکہ میں لوگوں کو اس کے جرم کی خبر نہ کرسکوں۔ لیکن مجھے کوئی حیلہ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ لیکن میں محفوظ رہا اور اس نے خود کو ایسا گرایا جیسے کوئی بے ہوش ہوگیا ہو۔ پھر وہ رو کر کہنے لگا میں نے دل کی بھڑاس نکال دی اور خود کو قتل کرڈالا۔ پھر خود کو تھپڑ مارنے لگا۔ اور بنسری اور دوسرا سامان میوے اور کھانے پینے کا دریا میں پھینک دیا۔ فجر طلوع ہوکر روشن ہوگئی اور ہمارے اور مدائن شہر کے درمیان صرف چار کلو میٹر کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ مجھے اس کے سامنے حیلہ سوجھا میں نے اس کو کہا اے میرے آقا صبح ہوچکی ہے کیا آپ نماز نہیں پڑھیں گے؟ میں نے سوچا یہ تھا کہ یہ کنارہ پر چڑھے تو میں کشتی کو بھگا کر اس کو اکیلا چھوڑ جاؤں۔ اس نے کہا ہاں مجھے کنارہ پر چڑھا دو تو میں نے کشتی کو کنارہ پر لگایا اور اس کو باہر پھینکا لیکن وہ کشتی سے جبھی ایک ہاتھ اونچا ہوا تھا کہ ایک درندہ نے اس کو دبوچ لیا۔ اللہ کی قسم! میں نے اس کو درندہ کے منہ میں ایسے دیکھا جیسے تنور کے منہ میں چوہا۔ میں اس وقت سے دل کی خوشی کو نہیں بھول سکا جو مجھے اسوقت حاصل ہوئی تھی۔

چنانچہ میں نے کشتی کو روانہ کردیا اور جب مدائن کو عبور کیا تو کنارا پہ اترا اور تمام زیور جمع کئے اور ان کو کشتی کے تاقچہ میں رکھ دیا اور کپڑوں کے بارہ سوچ کر یہ کیا کہ ان پر جو خون کے اثرات ہیں ان کو دھو کر ان کپڑوں میں بھی چھپا دوں۔ اور بصرہ میں رہنے لگا۔ میں نے غور سے دیکھا تو میرے پاس ایک ہزار اشرفیوں (تقریباً ساٹھ لاکھ روپے) کے زیور تھے اور لباس بھی جن کو میں نے بہت سی اشرفیوں کے عوض فروخت کیا۔ اور بصرہ میں رہ کر تجارت کرنے لگ گیا اور بغداد واپس جانے سے ڈر گیا تاکہ مجھے وہ غلام نہ دیکھ لے یا مجھ سے اس آدمی کا مطالبہ نہ شروع کردیا جائے یا مجھ سے اصل ماجرا نہ پوچھا جائے۔ اور یہ تجارت کا سامان بڑھتا رہا تو میں نے اس تمام سامان کے بدلہ میں بغداد کی تجارت خرید لی۔ اور کئی سال سے اس میں واپس آگیا حتیٰ کہ تم نے آج مجھے دیکھ لیا۔

(نوٹ) دیکھ لیں اس معصوم لونڈی پر الزام لگا کر اس کو ذبح کرنے پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے کا کیسا بھیانک انجام ہوا اللہ تعالیٰ ایسے مظالم سے محفوظ رکھے اور ظالموں کو ہدایت دے۔.........(مترجم)

حکایت نمبر۴:

حضرت حسنین بن موسیٰ علوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے ایک بوڑھے نے بیان کیا جو میری خدمت کیا کرتا تھا اس نے یہ قسم اٹھا رکھی تھی کہ اگر میں کسی کا جنازہ اٹھا کر جاؤں تو میری بیوی کو طلاق ہو۔ میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں ایک دن بغداد میں دوپہر کے وقت گرمی میں کسی ضرورت کے لئے نکلا تو ایک جنازہ میرے سامنے آگیا جسکو دو آدمیوں نے اٹھا رکھا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کوئی لاوارث شخص ہے میں بھی چند قدم تک اس جنازہ کو اٹھا کر ثواب کمالوں چنانچہ جب میں جنازہ کے نیچے ہوا اور میں نے اپنی طرف کا جنازہ کا حصہ اپنے کندھے پر رکھا تو وہ اٹھانے والا گم ہوگیا تو میں نے پکارا اے حمال اے حمال! تو دوسرے نے کہا کیا چاہتے ہو خاموش ہو کر چلتے رہو وہ چلا گیا ہے۔ تو میں نے کہا اللہ کی قسم میں ابھی اس کو پھینکتا ہوں۔ تو دوسرے حمال نے کہا اگر تو ایسے کرے تو اللہ کی قسم میں چلاؤں گا (اور لوگوں کو جمع کرلوں گا) تو مجھے حیا آگئی اور میں نے ایذاء برداشت کی اور کہا چلو ثواب تو ہوگا چنانچہ میں جنازہ کو دھوپ اور چھاؤں میں شونیزیہ تک اٹھا کر چلتا رہا۔ جب ہم نے جنازہ کو جنازہ گاہ میں رکھا تو دوسرا حمال بھی بھاگ گیا۔ تو میں نے دل میں کہا ان ملعونوں کو کیا ہوگیا۔ اللہ کی قسم میں تمام ثواب کماؤں گا۔ چنانچہ میں نے اپنی تھیلی سے کچھ رقم نکالی اور زور سے کہا اے گورکن! اس جنازہ والے کی قبر کہاں ہے؟ اس نے کہا مجھے کیا معلوم۔ تو میں نے کہا اس کی قبر کھود۔ تو اس نے مجھ سے دو درھم لئے اور قبر کھودی۔ جب اس نے میت کو دفن کرنے کے لئے اٹھایا تو قبر سے اچھل کر باہر آگیا اور میری پگڑی کو میری گردن

میں ڈال کر چیخنے لگا اے لوگو! مقتول مقتول۔ تو لوگ جمع ہو گئے اور اس سے پوچھنے لگے تو اس نے کہا یہ شخص سر کٹا ہوا آدمی لایا ہے تا کہ میں اس کو دفن کر دوں، پھر کفن ہٹایا گیا تو ویسا ہی تھا جیسا کہ گورکن نے کہا تھا۔ تو میں بہت گھبرایا اور پریشان ہوا اور عام لوگوں کی طرف سے مجھے اذیت پہنچی قریب تھا کہ میں مر جاتا یہاں تک کہ پولیس کے افسر کو اس کی خبر دی گئی۔ اور مجھے کوڑے مارنے کے لئے میری قمیص اتاری گئی اور میں حیران خاموش کھڑا رہا۔ اس افسر کا ایک سیکرٹری بھی تھا جب اس نے میری حیرانی دیکھی تو اس کو کہا آپ مجھے مہلت دیدیں حتیٰ کہ میں اس شخص کا قصہ واضح کرلوں میں اس کو مظلوم سمجھتا ہوں۔ تو اس نے مجھے الگ کیا اور مجھ سے پوچھا تو میں نے اپنا واقعہ سنا دیا نہ میں نے اس میں کوئی کمی کی نہ زیادتی۔ تو اس نے میت کو چار پائی سے اٹھوالیا اور اس کی تفتیش شروع کر دی۔ تو اس چار پائی کے ایک کونہ پر لکھا ہوا تھا کہ یہ فلاں محلہ کی فلاں مسجد کی جنازہ کی چار پائی ہے۔ تو اس کے سیکرٹری نے اپنے ساتھ کچھ آدمی لئے اور مسجد کی طرف چل دیا اور اچانک مسجد میں چھاپہ مارا تو وہاں ایک درزی ملا اس سے مسجد کی جنازہ کی چار پائی کا اس طرح سے پوچھا کہ جیسے اس نے اپنی کوئی میت اس پر لے جانی ہو۔ تو درزی نے کہا مسجد کی ایک چار پائی ہے تو سہی مگر کل ہی کسی میت کے لئے اٹھائی گئی ہے جو ابھی تک واپس نہیں آئی۔ تو سیکرٹری نے پوچھا کون لے گیا ہے؟ تو اس نے اشارہ کر کے کہا اس گھر والے۔ تو سیکرٹری نے پولیس والوں سمیت ان پر اچانک چھاپہ مارا تو اس میں کچھ آدمی ملے اس نے ان کو گرفتار کرلیا اور افسر کے پاس لے گیا اور ساری بات بتلائی اور ان لوگوں کو پیش کیا اور اقرار کرایا تو یہ مان گئے اور انہوں نے ذکر کیا کہ ایک لڑکے کے پیچھے ہم میں جھگڑا ہوا اور اس کو قتل کر کے اس کا سر الگ کر دیا اور اس کے سر کو ایک کنویں میں دفن کر دیا جس کو گھر میں کھودا تھا اور باقی جسم کو اس صورت میں اٹھایا گیا۔ اور یہ دونوں جنازہ کو اٹھانے والے انہیں لوگوں میں سے دو تھے۔ چنانچہ ان سب قاتلوں کو قتل کر دیا گیا اور مجھے آزاد کر دیا گیا۔ پس یہ ہے میری توبہ کا راز کہ میں جنازہ میں

کیوں شریک نہیں ہوتا۔

حکایت نمبر۱۷۱:

بے گناہ کے قاتل کا انجام

ابوالقاسم جہنی بیان کرتے ہیں کہ بغداد کی لڑکیوں میں ایک نہایت پاکدامن خوبصورت لڑکی رہتی تھی۔ اس کا چچازاد بھائی اس کو پسند کرتا تھا کیونکہ دونوں اکٹھے پروان چڑھے تھے۔ مگر لڑکی کے باپ نے اس کی شادی ایک غریب آدمی سے کردی لیکن اس کا چچازاد لڑکی کے دروازہ پر طمع کرکے بیٹھا کرتا تھا۔ جس کو خاوند نے بھی محسوس کرلیا تھا اور بہت احتیاط کرنے لگا تھا۔ ایک دن خاوند باہر گیا اور عورت نے چاہا کہ کچھ ٹھنڈک حاصل کرلے چنانچہ اس نے کپڑے اتارے اور غسل کرنا شروع کردیا اور اپنی سونے کی انگوٹھیاں اپنے کپڑوں کے پاس رکھ دیں۔ ان انگوٹھیوں کو کوے نے اٹھایا اور دروازہ کی طرف سے نکلا تو اس کے چچازاد نے بھی کوے کا پیچھا کیا اور اس سے انگوٹھیاں لے کر خود پہن لیں پھر دروازہ پر بیٹھ گیا تا کہ عورت کا خاوند اس کو دیکھے اور یہ سمجھے کہ یہ اس کی بیوی کے پاس گیا تھا پھر اس کو طلاق دیدے۔ چنانچہ جب خاوند آیا تو یہ لڑکا اس کو سلام کرنے کے بہانے کھڑا ہوگیا لیکن اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کو اپنے ہاتھ کی انگوٹھیاں دکھلائے۔ چنانچہ جب خاوند نے ان کو دیکھا تو پہچان گیا۔ پھر جب اندر گیا تو بیوی کو نہاتے دیکھا تو اس کو یقین ہوگیا کہ ضروری غسل کررہی ہے۔ تو اس نے اپنے پاس موجود لونڈی کو کہا تم چلی جاؤ تو وہ چلی گئی اور اس نے دروازہ بند کرکے عورت کو ذبح کردیا اور اس سے کچھ پوچھا تک نہیں۔ جب وہ لونڈی آئی تو اس نے اس عورت کو قتل کرتے دیکھا تو زور سے چیخ پڑی اور اس شخص کو بادشاہ کے حضور پیش کیا گیا اور بیوی کے قتل کے بدلہ میں اس کو قتل کردیا گیا۔ اور چچازاد نے اصل قصہ لوگوں کو کہہ سنایا پھر یہ قتل اس کی توبہ کا سبب بنا اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہا۔

باب 46

عشق کے سبب قتل ہونے والے عاشق

حکایت نمبرا:

دھوکہ باز کو نیک خاتون نے قتل کر دیا

لیث کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نوجوان لڑکا لایا گیا جو کسی راستہ میں قتل ہوا پڑا تھا۔ آپ نے اس کے بارہ میں بہت کوشش کی مگر اس کے بارہ میں کچھ معلوم نہ ہوا اور یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر پر مشکل ہوگئی تو انہوں نے دعا فرمائی:

اللهم اظفرنی بقاتله.

اے اللہ! مجھے اس کے قاتل تک پہنچنے میں کامیاب کر۔

حتیٰ کہ اس طرح سے تقریباً ایک سال گزر گیا اور اس مقتول کی جگہ ایک نومولود بچہ پڑا پایا گیا۔ جب اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا اب میں مقتول کے قاتل تک پہنچ جاؤں گا ان شاء اللہ۔

پھر آپ نے وہ بچہ ایک عورت کے سپرد کر دیا اور اس سے فرمایا تم اس کی دیکھ بھال رکھو اور مجھ سے اس کا خرچہ لے لیا کرنا اور اس کا خیال رکھنا کہ اس کو تم سے کون لیتا ہے پس جب تو کسی عورت کو اسے چومتا ہوا اور اپنے سینے سے لگاتا ہوا دیکھے تو مجھے اس کی جگہ کا پتہ دینا۔

چنانچہ بچہ کھیلنے کودنے لگ گیا تو ایک لونڈی آئی اور اس عورت کو کہا میری مالکن

نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تم یہ بچہ بھیج دو اور وہ دیکھ کر تمہیں واپس کر دے اس عورت نے کہا کہ بہت اچھا اس کو لے جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی چنانچہ وہ بچہ کو لے کر چلی اور یہ عورت بھی اس کے ساتھ ساتھ چلی حتیٰ کہ اس کی مالکن کے پاس پہنچ گئی۔ جب اس نے دیکھا تو اس کو اٹھا کر چوما اور اپنے سینے سے لگایا یہ ایک انصاری صحابی کی بیٹی تھی۔ چنانچہ اس عورت نے اس کی خبر حضرت عمرؓ کو دی اور حضرت عمرؓ نے تلوار اٹھائی اور اس کے گھر کو روانہ ہوئے تو اس کے والد کو دیکھا جو اپنے گھر کے دروازہ کی ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اے فلاں کے باپ تمہاری فلاں بیٹی نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو جزائے خیر عطاء کرے وہ تو دوسرے لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے اور اپنے باپ کے حق کو خوب پہچانتی ہے اور اس کے ساتھ وہ دین کی پابندی کے ساتھ نماز روزہ کو بھی عمدہ سلیقہ سے ادا کرتی ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اس کے پاس جا کر اس کو نیکی کی خوب ترغیب دوں۔ اس نے کہا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطاء کرے آپ میرے واپس آنے تک اپنی جگہ پر ٹھہریں۔ پھر اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے کی اجازت طلب کی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو ان کے پاس جتنے لوگ تھے ان سب کو چلے جانے کا فرمایا وہ سب چلے گئے اب صرف حضرت عمرؓ اور وہ لڑکی اس کمرہ میں رہ گئے ان کے پاس اور کوئی شخص نہیں تھا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار سونتی اور فرمایا سچ سچ بتا دو ورنہ عمر جھوٹ سننے کا عادی نہیں۔ تو اس نے کہا اے امیر المومنین! آہستہ اور اپنے وقار کو قائم رکھیں، اللہ کی قسم! میں سچ کہوں گی۔

ایک بڑھیا میرے پاس آیا کرتی تھی میں نے اس کو ماں بنا رکھا تھا۔ اور وہ میرے کام کر دیا کرتی تھی جو میری والدہ کرتی تھی اور اس طرح سے بیٹی بنی ہوئی تھی۔ پھر وہ اس طرح سے کافی عرصہ تک رہتی رہی۔ پھر اس نے کہا اے بیٹی مجھے ایک سفر پر جانا ہے اور ایک جگہ پر میری ایک بیٹی ہے میں اس کے بارہ میں فکر مند

ہوں وہ کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ میں چاہتی ہوں کہ اپنے سفر سے واپسی تک اس کو تمہارے پاس اس کو چھوڑ جاؤں۔ اس کا ارادہ اپنے بیٹے کا تھا جو جوان تھا مگر اس کی داڑھی مونچھ نہیں آئی تھی۔ اس کی شکل لڑکی جیسی تھی۔ جب وہ اس کو میرے پاس لائی تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ لڑکی ہی ہے اور اس نے میرا وہ جسم کا حصہ بھی دیکھا جس کو ایک عورت دوسری عورت سے دیکھ سکتی ہے حتیٰ کہ اس نے ایک دن مجھے بے فکر پایا جب کہ اس وقت میں سوئی ہوئی تھی اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ میرے اوپر تھا اور مجھ سے مل چکا تھا۔ تو میں نے اپنا ہاتھ چھری کی طرف بڑھایا جو کہ میرے پہلو میں رکھی ہوئی تھی اور اس کو قتل کر دیا۔ پھر میں نے اس کے بارہ میں حکم دیا تو اس کو وہاں پر ڈالا گیا جہاں پر آپ نے دیکھا پھر مجھے یہ بچہ ہوا جب یہ پیدا ہوا میں نے اس کو بھی اس کے باپ کی جگہ پر پھینک دیا بس یہ واقعہ ہے اللہ کی قسم جو میں نے آپ کو بتلایا ہے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے سچ کہا اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں برکت عطاء فرمائے پھر اس کو وصیت اور نصیحت فرمائی اور اس کے لئے دعا کی اور اس کے والد سے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمہاری بیٹی میں برکت عطاء کرے۔ تمہاری بیٹی بہت نیک ہے۔ تو بوڑھے نے کہا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے ساتھ لگا کے رکھے اور تمہاری رعایا کی طرف سے تمہیں جزائے خیر عطاء کرے۔

حکایت نمبر ۲:

ڈنڈا مار کر بھیجا نکال دیا

ایک شخص کسی عورت کو چاہتا تھا جب وہ اس کے پاس گیا تو عورت نے اس سے پہلے دروازہ بند کر دیا تو اس شخص نے اپنا سر دہلیز سے اندر داخل کر لیا تو عورت نے ایک پتھر یا ڈنڈا اٹھایا اور اس کے سر کو ایسا مارا کہ بھیجا نکال دیا۔ جب اس واقعہ کو خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس پیش کیا گیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ اس کے خون کو معاف کر دیا جائے۔

حکایت نمبر ۳:

بہادر شہسوار

دعبل کہتا ہے کہ میں دشمن کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھا جس میں اس نے رومی کتے سے جنگ کی تھی۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے کھڑے ہوئے تو رومیوں کا ایک سورما سامنے آیا اور سات مسلمان مدمقابل بہادروں کو خاک وخون میں ڈھیر کردیا۔ پھر اپنا نیزہ گھسیٹتے ہوئے اور مدمقابل کا مطالبہ کرنے لگا تو اس کے سامنے اور کوئی نہ نکلا۔ جب ہماری یہ طویل حالت ہوگئی اور ہم نے شکست کا خوف کھایا تو ایک روشن چہرے والا نوجوان نکلا جس کا جمال خوب چمک دمک رہا تھا اس کی پشت کی جانب دو مینڈھیاں تھیں۔ اس نے اس سورما کو مقابلہ کے لئے بلا کر چیر پھاڑ ڈالا۔ پھر اس نوجوان کے مقابلہ میں رومیوں کے دس سورمے نکلے تو اس نے ان کا بھی وہی حشر کیا تو رومی شکست کھا کر بھاگ گئے اور اس دن مسلمانوں کے ہاتھوں سات ہزار کافر قتل ہوئے پھر لوگ مال غنیمت کی طرف لوٹ گئے مگر وہ نوجوان رابیہ کی طرف چڑھ گیا اور پھر اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کی باگ ہاتھ میں لی اور اس کے آنسو بارش کی طرح زمین پر گرنے لگے۔

دعبل کہتا ہے کہ میں اپنے گھوڑے سے اتر آیا اور اس سے پوچھا اے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں سے اسلام اور مسلمانوں پر سے اس عذاب کو دفع کیا کیا تم کچھ مال غنیمت نہیں لوگے؟ اور تمہاری رونے میں یہ حالت کیوں ہورہی ہے تم مجھے اپنا واقعہ تو بتاؤ۔ تو اس نے کچھ دیر اپنا سر جھکالیا پھر یہ شعر کہے

انا فی امری رشاد

بین غزو و جهاد

بدنی یغزو عدوی

والھوی یغزو فوادی

(ترجمہ)

(۱) میں اپنے معاملہ میں کامیاب ہوں جنگ میں بھی اور جہاد میں بھی۔

(۲) میرا بدن دشمن سے جنگ کرتا ہے اور عشق ومحبت میرے دل سے۔

پھر وہ چلا گیا نہ تو میں اس کا نام جانتا ہوں نہ اس کا نسب۔

(فائدہ) اس جوان کے ایک قصہ میں اس طرح سے ہے کہ یہ میدان جنگ میں آیا تو اس نے یہی ظاہر کیا کہ میں عشق ومحبت سے بھاگا ہوا ہوں (اور خدا کی راہ میں شہید ہونے آیا ہوں) چنانچہ جب جنگ شروع ہوئی تو سب سے پہلے شہید ہونے والا یہی نوجوان تھا۔ (منہ ولکن باختصار من المترجم)

حکایت نمبر۴:

عزت کی حفاظت میں خاتون کی جرات

محمد بن زیاد اعرابی ذکر کرتے ہیں کہ عرب کا ایک شخص قبیلہ باہلہ کی عورت کا مہمان ہوا۔ اس عورت کا خاوند اس کے پاس نہیں تھا اس لئے اس نے خود اس کا بستر بنایا اور خاطر تواضع کی۔ جب اس مرد نے اس عورت کے پاس اور قریب کسی کو نہ دیکھا تو اس سے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو وہ اس سے ڈر گئی اور اس سے کہا تم کچھ دیر ٹھہرو میں تمہارے لئے بستر ٹھیک کردوں پھر اس نے جلدی سے جا کر ایک چھری اٹھائی اور اس کو چھپا دیا پھر جب سامنے آئی اور مرد نے اس کو دیکھا تو اچھل کر اس کی طرف پہنچا اور عورت نے وہ چھری اس کے پیٹ میں گھونپ دی لیکن جب اس کا خون دیکھا تو غش کھا کر گر گئی اور وہ جوان بھی مردہ ہو کر گر گیا جب اس کے گھر والوں میں سے کوئی آیا تو عورت کو اس حالت میں دیکھا تو اٹھا کر بٹھا دی حتیٰ کہ اس کو افاقہ ہو گیا۔

حکایت نمبر۵:

ایسی غیرت مند خواتین بہت ہونی چاہئیں

شیخ ابوعباد کہتا ہے کہ میں اس خادم سے ملا ہوں جو حجاج (ظالم) کے سر کے پاس کھڑا ہوتا تھا میں نے اس سے پوچھا تم کوئی ایسی عجیب بات سناؤ جو تم نے حجاج سے دیکھی ہو؟

تو اس نے بیان کیا کہ حجاج کا بھتیجا واسط کا گورنر تھا۔ واسط میں ایک عورت تھی کہا جاتا تھا کہ واسط میں اس وقت اس سے زیادہ حسین عورت کوئی نہیں تھی۔ چنانچہ حجاج کے بھتیجے نے اس عورت کو اپنے خادم کے ہاتھوں پیغام بھیجا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا اگر تم چاہتے ہو تو میرے بھائیوں کو میرے ساتھ شادی کرنے کی بات کرلو۔ اس عورت کے چار بھائی تھے لیکن اس گورنر بھتیجے نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے یہ طریقہ منظور نہیں اور اس کو مجبور کیا تو عورت نے بھی اپنی وہی بات دہرادی اور کہا کہ حرام طریقہ تو ہرگز منظور نہیں۔ لیکن اس نے کہا سوائے حرام کے اور کچھ نہیں پھر اس نے اس کی طرف ہدیہ بھیجا جس کو اس عورت نے لے کر ایک طرف رکھ دیا۔ اس نے ہدیہ جمعہ کی شام کو بھیجا تھا چنانچہ اس عورت نے اپنی ماں سے کہا کہ گورنر نے میری طرف یہ پیغام اور ہدیہ بھیجا ہے تو اس نے اس بات کو تسلیم نہ کیا پھر اس کی ماں نے اس کے بھائیوں سے بات کی کہ تمہاری بہن نے ایسا ایسا گمان کر رکھا ہے تو انہوں نے بھی اس کو تسلیم نہ کیا بلکہ اس کو جھٹلا دیا تو عورت نے کہا اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس رات کو میرے پاس آئے گا تم دیکھ لینا۔ چنانچہ اس کے بھائی اس عورت کے گھر کے سامنے والے گھر میں بیٹھ گئے بہن کے گھر میں چراغ بھی تھا جس سے وہ اس کے پاس آنے والے شخص کو دیکھ سکتے تھے۔ اس عورت کی ایک لونڈی تھی جو گھر کے دروازہ پر بیٹھ گئی جب وہ آیا اور اپنی سواری سے اترا تو اپنے غلام سے کہا جب اندھیرے میں مؤذن اذان دے اس وقت میرے پاس سواری لے کر آجانا

پھر وہ اندر چلا گیا اور لونڈی اس کے سامنے چلتی گئی اور کہتی گئی کہ تشریف لائیے تو وہ اندر پہنچ گیا۔ اس وقت وہ عورت اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی یہ بھی اس کے پاس جا کر لیٹ گیا پھر اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر کہا یہ ٹال مٹول کب تک؟ تو عورت نے جواب دیا اے بدکار! اپنا ہاتھ دفع کر دو۔ اتنے میں اس کے بھائی تلواریں لے کر آ گئے انہوں نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے پھر ایک چمڑے میں باندھ کر وسط شہر کی ایک گلی میں پھینک دیا پھر غلام سواری لے کر آیا اور آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹانے لگا اور کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔ جب اس کو صبح ہونے کا خوف ہوا اور سواری کے پہچانے جانے کا خوف ہوا تو واپس ہو گیا۔

جب صبح ہوئی تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی تھا تو اس کی لاش کو حجاج کے سامنے پیش کیا گیا اور اس گلی والوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ حجاج نے پوچھا مجھے اس کا واقعہ بتاؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم کچھ نہیں جانتے بس اتنا پتہ ہے کہ ہم نے اس کو وہاں پڑا پایا ہے۔ تو حجاج سمجھ گیا اور کہا جو شخص اس کا خادم تھا اس کو پیش کرو تو اس خصی کو پیش کیا گیا جو اس کا خادم بن کر آیا تھا لوگوں نے کہا یہ شخص اس کا رازدان ہے حجاج نے اس سے کہا مجھے اس کا حال اور قصہ سچ سچ بتاؤ۔ تو اس نے انکار کیا۔ حجاج نے کہا اگر تم سچ بولو گے میں تمہاری گردن نہیں اڑاؤں گا اور اگر جھوٹ بولو گے تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا اور ایسی ایسی عبرتناک سزا دوں گا۔

تو اس غلام نے سارا واقعہ پوری طرح سے بیان کر دیا تو حجاج نے عورت کو، اس کی ماں کو اور اس کے سب بھائیوں کو بلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان سب کو پیش کیا گیا تو حجاج نے اس عورت کو الگ کر کے پوچھا تو اس نے بھی ویسا ہی بتایا جس طرح سے اس خصی غلام نے بتایا تھا۔ پھر اس کو الگ کھڑا کیا اور اس کے بھائیوں سے پوچھا تو انہوں نے بھی وہی بتایا اور کہا جو کچھ آپ نے دیکھا وہ ہم نے کیا ہے تو ان سب کو آزاد کر دیا اور اس مقتول کے غلام، جانور اور مال کا عورت کو مالک بنا دیا۔ تو عورت نے کہا میرے پاس اس کا ہدیہ بھی ہے حجاج نے کہا اللہ تعالیٰ اس میں بھی تمہیں

برکت دے اور تیرے جیسی خواتین اور زیادہ کرے یہ سب تیرا ہے اور جو کچھ اس نے ترکہ چھوڑا وہ بھی تیرا ہے پھر حجاج نے کہا ایسا شخص دفن کرنے کے قابل نہیں ہے اسے کو کتوں کے آگے پھینک دو پھر اس خصی غلام کو بلایا اور کہا کہ چونکہ میں سمجھتا ہوں کہ تیری گردن نہیں اڑاؤں گا اس لئے تجھے درمیانہ درجہ کے کوڑے لگاؤں گا۔

حکایت نمبر ۹:

غیرت مند خاوند

مجھے ابن رشادہ طبیب نے سنایا کہ واسطہ کے شہر میں ایک عیسائی ڈاکٹر رہتا تھا جو جوان بھی تھا اور خوبصورت بھی عورتیں اس کے عشق کا دم بھرتی تھیں۔ یہ ایک مرتبہ ایک کردی کی بیوی کی خون کی رگ کھولنے آیا۔ جب عورت نے اپنی کلائی کھولی تو وہ اس کے حسن کو دیکھ کر حیران رہ گیا پھر وہ لذت لینے کی خاطر اس کو سہلانے لگ گیا جس کو عورت نے محسوس کر لیا پھر اس عورت سے کہا آج رگ نہیں کھل رہی تم اس کو کل تک مؤخر رکھو پھر وہ چلا گیا جب عورت کا خاوند آیا اس نے اس کو سارا واقعہ کہہ سنایا تو وہ باہر گیا اور اس ڈاکٹر کو بلوایا جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اس خاوند نے کہا آپ میرے ساتھ چلیں ایک (اور) مریض کو دیکھنا ہے۔ چنانچہ وہ دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے اور وہ اس کو وادیوں میں لے گیا اور تلوار کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

باب 47

عشق کے مقتول

حکایت نمبرا:

معشوق خاتون کا دماغ درست کرنے والا عابد

حضرت احمد بن سعید عابد کے والد بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کوفہ میں ایک جوان عبادت گزار تھا ہر وقت مسجد میں ملتا تھا اس سے باہر نہیں نکلتا تھا شکل و صورت اور قد کاٹھ میں خوبصورت اور نیک سیرت تھا۔ ایک مرتبہ اس کو ایک حسینہ اور عقلمند عورت نے دیکھ لیا اور اس کے عشق کا دم بھرنے لگی اور ایک مدت تک وہ اس حالت میں رہی ایک دن وہ اس نوجوان عابد کے راستہ پر کھڑی ہوگئی اس کا مقصد تھا کہ میں (اس کے گھر کی طرف جانے سے) اس کا گھر دیکھ لوں گی۔ اس نے کہا اے جوان! میری چند باتیں سن لو جو میں تم سے کہنا چاہتی ہوں پھر جو چاہو کرو لیکن وہ جوان چلا گیا اور اس سے بات تک نہ کی۔ پھر دوسری دفعہ وہ اس کے راستہ پر جا کھڑی ہوئی کہ اس کا گھر دیکھوں گی۔ اس نے پھر کہا اے جوان! میری بات سن میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں تو اس نے کچھ دیر سر جھکایا اور اس سے کہا یہ تہمت کی جگہ ہے (لوگ سر عام مجھے تمہارے ساتھ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے) میں محل تہمت بننے سے گھبراتا ہوں عورت نے کہا اللہ کی قسم میں تمہارے حال سے خوب واقف ہوں میں ویسے ہی اس جگہ پر نہیں کھڑی ہوئی اللہ کی پناہ۔ ورنہ اللہ کے نیک بندے میرے جیسی عورتوں کی طرف نگاہ اٹھائیں اللہ کی قسم! مجھے تمہاری ملاقات پر میرے نفس کے

سوا کسی شے نے مجبور نہیں کیا۔ میں جانتی ہوں اتنا معمولی سا تعلق بھی لوگوں کے نزدیک بہت برا ہے۔ تم نیک لوگ آئینہ کی مثل ہو جن کو ادنیٰ سی غلطی عیب لگا دیتی ہے میں جو کچھ تم سے کہنا چاہتی ہوں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرے جسم کے تمام عضو تیری طرف مشغول ہیں لیکن اللہ اللہ میں کہاں اور آپ کہاں۔

لیکن وہ جوان اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور نماز پڑھنے کا ارادہ کیا مگر سمجھ میں نہ آیا کہ کیسے نماز پڑھے۔ چنانچہ اس نے ایک کاغذ اٹھایا اور اس پر ایک خط لکھا پھر اپنے گھر سے نکلا تو وہ عورت اسی جگہ پر کھڑی تھی اس نے اس کی طرف خط پھینکا اور اپنے گھر لوٹ آیا خط میں یہ لکھا ہوا تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے عورت جان لو! جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جاتی ہے تو وہ بردباری کرتا ہے۔ پھر جب دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ لیکن جب کوئی گناہ کو اوڑھنا بچھونا بنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اتنا زیادہ ناراض ہوتے ہیں کہ اس کی ناراضگی کو سب آسمان، زمین، پہاڑ، درخت اور جانور بھی نہیں برداشت کر سکتے پھر اور کس میں اتنی طاقت ہے کہ اس کو برداشت کرے۔

پس اگر تو نے جو کچھ بیان کیا ہے باطل ہے تو میں تمہیں وہ دن یاد دلاتا ہوں جس میں آسمان پگھل جائے گا۔ پہاڑ روئی کی طرح دھن جائیں گے اور سب مخلوقات اللہ جبار عظیم کے غلبہ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے اللہ کی قسم! میں اپنے نفس کی اصلاح میں کمزور واقع ہوا ہوں دوسروں کی اصلاح کیسے کر سکتا ہوں۔

اور اگر تو نے جو کچھ بیان کیا ہے درست ہے تو میں تمہیں ایسے ڈاکٹر کا پتہ دیتا ہوں جو بیمار کن زخموں کے اور تو ڑ دینے والے دردوں کے لئے زیادہ لائق ہے اور یہ

... ب العالمین کی ذات گرامی ہے تم بھی طلب کے ساتھ اس کے سامنے حاضری
... تم ... تعلق ہوں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۚ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿١٨﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ ﴿١٩﴾

(ترجمہ) اور آپ ایک قریب آنے والی مصیبت کے دن (یعنی روز قیامت) سے ڈرایئے جس وقت کلیجے منہ کو آئیں گے، (غم سے) گھٹ گھٹ جائیں گے، (اس روز) ظالموں (یعنی کافروں) کا نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے، (اور) وہ (ایسا ہے کہ) آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان (باتوں) کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں (جن کو دوسرا نہیں جانتا، مطلب یہ ہے کہ وہ بندوں کے تمام کھلے اور اچھے اعمال سے باخبر ہے جن پر سزا یا انعام موقوف ہے)۔ (سورۃ مومن ۱۸-۱۹)

اس لئے اس آیت سے کہاں بھاگا جا سکتا ہے۔

پھر چند دنوں کے بعد وہ عورت دوبارہ آئی اور اس کے راستہ پر کھڑی ہو ... جب اس جوان نے اس کو دور سے دیکھا تو اپنے گھر لوٹ جانے کا ارادہ کیا تا ... وہ نہ دیکھے۔ تو عورت نے کہا اے جوان! تم واپس نہ جاؤ اب اس کے بعد کبھی ... ری ملاقات نہیں ہوگی سوائے اللہ کے سامنے کی ملاقات کے پھر وہ بہت روئی اور کہنے لگی میں اس اللہ تعالیٰ سے سوال کرتی ہوں جس کے ہاتھ میں تیرے دل کے اختیارات ہیں کہ مجھ پر جو معاملہ مشکل ہوگیا وہ اس کو آسان کردے پھر وہ عورت اس کے پیچھے آئی اور کہا مجھے اپنی طرف سے کچھ نصیحت کر کے احسان کرتے جاؤ۔ مجھے

کچھ نصیحت کرو جس پر میں عمل کرتی رہوں۔

تو جوان نے اس سے کہا میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے نفس کو اپنے سے محفوظ رکھو اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو یاد کرو

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ○ (سورۃ انعام: ۶۰)

(ترجمہ) اور وہ (اللہ تعالیٰ) ایسا ہے کہ (اکثر) رات میں (سونے کے وقت) تمہاری روح (نفسانی) کو (جس سے احساس و ادراک متعلق ہے) ایک گونہ قبض کر لیتا ہے (یعنی معطل کر دیتا ہے) اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو (وہ ان) جانتا ہے۔

تو اس عورت نے سر جھکا لیا اور پہلی دفعہ کے رونے سے بھی زیادہ روئی۔ پھر جب ہوش میں آئی تو اپنے گھر میں جا کر بیٹھ گئی اور عبادت شروع کر دی۔ اس کو جب کبھی نفس ستاتا تو اس کا خط اٹھاتی اور اپنی آنکھوں پر رکھتی تھی جب اس کو کہا جاتا کہ تمہیں اس سے کچھ فائدہ ہوتا ہے؟ تو وہ کہتی کہ اس کے سوا میرے لئے کوئی اور علاج بھی ہے؟

جب رات ہوتی تو یہ اپنے محراب میں (عبادت کے لئے) کھڑی ہو جاتی اور اس کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ اسی صدمہ کو ساتھ لے کر فوت ہو گئی۔

پھر یہ جوان اس عورت کو یاد کر کے اس پر رویا کرتا تھا۔ جب اس سے پوچھا جاتا کہ تم کیوں روتے ہو حالانکہ تم نے خود ہی تو اس کو مایوس کیا تھا؟ تو وہ کہتا میں نے اپنی طمع کو پہلی مرتبہ ہی سے ذبح کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا (صبر کرنے کی وجہ سے) ذخیرہ کر لیا تھا پھر مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آ جاتی تھی کہ جو میں نے اس کے پاس ذخیرہ کر کے رکھا تھا اس کو واپس لے لوں۔

حکایت نمبر۲:

عشق کا ستیاناس ہو

ابو عبداللہ ،حبشانی صفراء عملاقیہ سے عشق کرتا تھا حالانکہ یہ رنگ کی کالی کلوٹی تھی لیکن اس کی محبت میں یہ بیمار پڑ گیا جب مرنے کے قریب ہوا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اس عورت کے مالک کو کہا اگر تم اپنی لونڈی صفراء کو ابو عبداللہ حبشانی کے پاس بھیج دو تو شاید اس کے ہوش وحواس درست ہو جائیں۔ چنانچہ اس نے صفراء کو بھیج دیا جب یہ اس کے سامنے آئی اور پوچھا اے ابو عبداللہ کیسے ہو؟

اس نے کہا جب تک تم سامنے رہو تو ٹھیک ہوں۔

صفراء نے پوچھا تمہیں کس شے کی طلب ہے؟

اس نے کہا تیرے قرب کی۔

صفراء نے کہا تمہیں کیا مرض ہے؟

کہا تیرے عشق کی۔

کہا تم کوئی وصیت کرو گے؟

اس نے کہا ہاں اگر وہ مان لیں تو میں تمہیں چاہتا ہوں۔

صفراء نے کہا اب میں واپس جانا چاہتی ہوں؟ تو اس نے کہا تو پھر جلدی سے میری نماز جنازہ کا ثواب حاصل کر لینا چنانچہ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور جب اس نے اس کو منہ پھیر کر جاتے دیکھا تو ایک دردناک سانس لیا اور اسی وقت مر گیا۔

حکایت نمبر۳:

عشق اور خدا کا خوف

ابراہیم بن عثمان عذری کہتے ہیں (کہ میں نے کوفہ میں) عمر بن میسرہ کو دیکھا جس نے دیوانوں کی شکل بنا رکھی تھی اور ایسے نظر آتا تھا جیسے اس کو ورس سے رنگ دیا

گیا ہو یہ نہ تو کسی سے بات کرتا تھا نہ کسی کے ساتھ بیٹھتا تھا۔ لوگ اس کو عاشق سمجھتے تھے اور اس کا واقعہ پوچھتے تھے اور وہ یہ شعر کہہ دیتا تھا۔

یسائلنی ذو اللب عن طول علتی
وما انا بالمبدی لذا الناس علتی

ساکتمها صبرا علی حر جمرها
واکتمها اذ کان فی السر راحتی

اذا کنت قد ابصرت موضع علتی
وکان دوائی فی مواضع لذتی

صبرت علی دائی احتساباً ورغبةً
ولم اک احدوثات اهلی و خلتی

(ترجمہ)

(۱) مجھ سے عقلمند میری طویل بیماری کا پوچھتے ہیں حالانکہ میں لوگوں کے سامنے اپنی بیماری کو ظاہر کرنے والا نہیں ہوں۔

(۲) میں اس کو آگ کے انگارے کی گرمی پر بھی صبر کر کے چھپاؤں گا اور اس کو اس لئے بھی چھپاؤں گا کیوں کہ چھپانے میں ہی راحت ہے۔

(۳) جب مجھے اپنی بیماری کے مقام کا پتہ ہے تو (یہ بھی معلوم ہے کہ) میرا علاج میرے لذت کے مقامات ہیں۔

(۴) میں اپنی مرض پر صبر کرتا ہوں اللہ کو راضی کرنے کے لئے اور اس کے پاس اس کا جو انعام ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے، اور میں اپنے گھر والوں اور دوستوں کے ہاتھوں میں تماشہ نہیں بننا چاہتا۔

چنانچہ اس نے اپنا معاملہ کسی کے سامنے ظاہر نہ کیا اور نہ کوئی اس کے قصہ سے

واقف ہوا جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا مجھے جو مرض تھی وہ میری چچا کی فلاں بیٹی کی وجہ سے تھی اللہ کی قسم مجھے کسی بات نے نہیں روکا اور کوئی ضرر نہیں پہنچا سوائے اللہ تعالی کے خوف کے اگر اب بھی مجھ پر موت طاری نہ ہوتی تو میں تمہیں یہ کبھی نہ بتاتا تم اس کو میری طرف سے سلام کہہ دینا اس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔

حکایت نمبر۴:

اگر مرنا ہی ہے تو خاوند کی محبت میں مرو

ایک شخص ذکر کرتا ہے کہ میں نے ایک عورت کو ایک قبر پر گرے پڑے دیکھا جو یہ شعر کہہ رہی تھی ۔

فیاقبر لو شفعتنی فیه مرة
فاخرجته من ظلمة القبر واللحد

فکنت اری هل غیر الترب وجهه
وهل عاث دود اللحد فی ذلک الخد

(ترجمہ)

(۱) اے قبر اگر تو میرے (خاوند کے) بارہ میں میری سفارش قبول کرے اور اس کو قبر اور لحد کے اندھیرے سے باہر نکالدے۔

(۲) تا کہ میں دیکھ لوں کیا مٹی نے اس کے چہرہ کو بگاڑ تو نہیں ڈالا اور کیا قبر کے کیڑے اس کے رخساروں میں تو نہیں مچل رہے؟

میں نے اس سے پوچھا یہ قبر والا تمہارا کیا لگتا ہے؟

کہا میرے چچا کا بیٹا ہے اس نے مجھ سے شادی کی تھی وہ مجھ سے سیراب نہیں ہوتا تھا اور میں اس سے حتیٰ کہ پچھلے سال میں ہماری قبیلہ سلیم سے جنگ ہوئی اور

ہمارے قبیلہ میں اس وقت میرے اور میرے اس خاوند کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا چنانچہ یہ دفاع کے لئے نکلا اور لڑتے لڑتے قتل ہو گیا۔

میں نے پوچھا اس کی عمر کیا تھی؟ اس نے کہا میں اس سے بڑی ہوں میری عمر انیس سال ہے۔ اللہ کی قسم میں نے اس گھڑی سے زیادہ دنیا کی راحت نہیں دیکھی تو میں نے اس کی اس بات کو مذاق سمجھا۔ لیکن جب میں صبح کو اٹھا تو میں نے ایک جنازہ دیکھا اور اس کے بارہ میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ وہی لڑکی ہے جس کے بارہ میں تم نے کل اس کے خاوند کے بارہ میں بات کی تھی اللہ کی قسم یہ اپنے خاوند کے پیچھے فوت ہوئی ہے اور اپنی محبت کو سچا ثابت کر کے دکھایا ہے۔

حکایت نمبر۵:

اے عاشقو اس لڑکی سے سبق سیکھو

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ ان کے محلہ طائف میں ایک عبادت گزار صاحب سخاوت اور تقویٰ والی لڑکی رہتی تھی۔ اور اس کی ماں اس سے بھی زیادہ نیک تھی اور عبادت میں بہت مشہور تھی۔ یہ دونوں لوگوں سے میل جول کم رکھتی تھیں۔ ان کا طائف کے ایک شخص کے پاس تجارت کا سامان تھا جو ان کے لئے تجارت کرتا تھا اور جو نفع ہوتا اس کو ان عورتوں کے پاس لے جاتا تھا۔

ایک دن اس نے اپنے بیٹے کو ان کے کسی کام کے لئے ان کے پاس روانہ کر دیا یہ لڑکا خوبصورت بھی تھا اور خود کو صاف ستھرا کر کے رکھتا تھا اس نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا تو اس لڑکی کی ماں نے پوچھا کون ہے؟

اس نے کہا میں فلاں آدمی کا بیٹا ہوں۔

اس نے کہا اندر آجا تو وہ اندر چلا گیا۔

اس کی بیٹی بھی اس کمرہ میں موجود تھی اس کو لڑکے کے آنے کا علم نہ ہوا جب وہ لڑکا اس کے پاس بیٹھا تو اس کی بیٹی بھی آگئی اس نے یہی سمجھا تھا کہ یہ ان کی کوئی

عورت ہے (کیونکہ اس کی داڑھی مونچھ بھی نہیں آئی تھی اور مردوں میں بال رکھنے کا رواج بھی عام تھا) حتیٰ کہ اس لڑکے کے سامنے بیٹھ گئی جب اس نے لڑکے کو دیکھا تو فوراً اٹھ گئی لیکن اتنے میں لڑکے نے بھی اس کو دیکھ لیا تھا کہ یہ لڑکی تمام عرب میں زیادہ حسین ہے چنانچہ اس کے دل میں لڑکی سے محبت ہوگئی اور وہ وہاں سے نکل گیا لیکن سمجھ میں نہ آیا کہ کدھر جائے۔ پھر اس نے پگھلنا شروع کردیا اور تنہائی پسند ہوگیا اور اتنا فکر میں ڈوبا کہ بے ہوش ہوکر اپنے بستر پر گر گیا اس کے باپ نے ڈاکٹر بلوائے اور ہر ایک اس کی دوا تجویز کرنے لگا جب اس کی بیماری نے طول پکڑا تو اس کے باپ نے قبیلہ کے لڑکے بلوائے اور وہ لوگ بھی جن سے لڑکے کو انس تھا اور ان سے کہا تم اس سے علیحدگی میں پوچھو اس کو کیا مرض ہے؟ شاید کہ یہ تم لوگوں کو اپنی مرض کا بتادے چنانچہ وہ اس کے پاس آئے اور اس سے پوچھا تو اس نے کہا اللہ کی قسم مجھے تو ایسی کوئی بیماری نہیں جس کو میں جانتا ہوں اور تم کو بیان کروں تم تھوڑی باتیں کرو یہ لڑکا سمجھدار تھا جب اس کی دھڑکن تیز ہوئی تو اس نے اپنے گھر کی ایک عورت کو بلایا اور کہا میں تمہیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو میں نے کسی کو نہیں بتائی اب چونکہ مجھے زندگی سے ناامیدی ہو چلی ہے اس لئے تمہیں بتاتا ہوں وہ بھی اس شرط پر کہ اگر تم اس کو چھپانے کی مجھے ضمانت دو تو ورنہ میں صبر کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں فیصلہ کردے اللہ کی قسم میں نے تم سے پہلے کسی کو نہیں بتائی اگر تم یہ ضمانت دو کہ اپنے بعد کسی کو نہیں بتاؤ گی یہ بلا جو مجھ پر نازل ہوئی ہے یقیناً مجھے مار ڈالے گی مجھ پر لازم ہے کہ میں جس سے محبت کرتا ہوں اس کی عزت پر حرف نہ آنے دوں اور اس کے معاملہ میں لوگوں کے بہت طعن و تشنیع کرنے سے ڈرتا ہوں وہ کہاں اور میں کہاں تم اس راز کو اپنے سینے میں چھپا کر رکھنا۔

اس عورت نے کہا اے میرے بچے کہو اللہ کی قسم! میں جب تک زندہ رہوں گی تیرے صدمہ کو چھپا کر رکھوں گی تو اس نے کہا میرا قصہ ایسا ایسا ہے اس نے کہا اے بیٹے تم نے ہمیں پہلے کیوں نہ بتایا؟ لڑکے نے کہا میرا کون ہے؟ اس کو حاصل کرنے

کا کیا طریقہ ہے؟ تم تو اس لڑکی کی حالت اور بہت زیادہ عبادت کو خوب جانتی ہو عورت نے کہا اے بیٹے! یہ میرے ذمہ ہے میں تمہارے پاس ایسی خبر لاؤں گی جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔

پھر اس عورت نے اپنے (سنے) کپڑے پہنے اور لڑکی کے گھر میں آئی اور اندر جا کر اس کی ماں کو سلام کیا اور فوراً وہ حادثہ کہہ سنایا تو اس کی ماں نے اس لڑکے کا حال اور اس کے اضطراب کا پوچھا تو عورت نے کہا اللہ کی قسم میں نے دکھ درد دیکھے ہیں مگر اس کے درد جیسا درد کسی میں نہیں دیکھا اور مزید یہ کہ اس کا درد بڑھتا اور ترقی کرتا چلا جا رہا ہے اور یہ لڑکا اس حال میں صبر کر رہا ہے کسی سے شکوہ نہیں کرتا۔

لڑکی کی ماں نے پوچھا تم نے اس کے لئے ڈاکٹر نہیں بلوائے عورت نے کہا اللہ کی قسم اس کی مرض کو کوئی ڈاکٹر ختم نہیں کر سکے۔ پھر یہ عورت اس سے اٹھ کر لڑکی کے پاس گئی اس کو سلام کیا اور فوراً ہی اس کو سارا حادثہ کہہ سنایا۔ اس لڑکی تک اس سے پہلے بھی خبر پہنچ چکی تھی اس لڑکی نے سمجھ لیا کہ یہ مسئلہ میری وجہ سے کھڑا ہوا۔ چنانچہ اس عورت نے لڑکی سے کہا اے بیٹی! تم نے اپنی جوانی بوسیدہ کر دی اور زندگی کے دن اس حال میں گزار دیئے؟ لڑکی نے کہا اے چچی تم مجھ پر کونسا برا حال دیکھتی ہو؟ عورت نے کہا نہیں بیٹی لیکن تمہاری طرح کی عورت کو دنیا میں خوش رہنا چاہئے اور جس تھوڑے سے کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہ چھوٹے اس طرح سے اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں کی نعمتیں تمہارے لئے جمع کر دے۔

لڑکی نے کہا اے چچی! کیا یہ دنیا کا گھر باقی رہنے والا ہے جس پر بدن کے اعضاء تکیہ کر بیٹھیں اور آدھا دے دیا جائے اور دنیا کو بھی اس کا آدھا دے دیا جائے یا یہ دنیا کا گھر فنا ہونے والا ہے؟

عورت نے کہا نہیں بلکہ اے بیٹی یہ فنا کا گھر ہے لیکن اللہ نے اس میں اپنے بندوں کے لئے کچھ اوقات ایسے بنائے ہیں جو اس کی طرف سے اپنی جان پر صدقہ

کرنے کے ہیں تم اس سے کچھ حاصل کر سکتی ہو جس کو اللہ نے حلال کیا ہے۔

لڑکی نے کہا تم نے سچ کہا لیکن اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کے نفسوں میں اطمینان ہے اور وہ عبادت پر صبر کرنے میں راضی ہو گئے ہیں تا کہ ان کو بہت بڑا مرتبہ نصیب ہو۔ تمہارا اس طرح سے میرے ساتھ بات کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اس کی کوئی خاص وجہ ہے جس نے تجھے میرے ساتھ اس طرح سے مذاکرہ کرنے پر اکسایا ہے اللہ کی قسم میں تو آج سے پہلے تمہیں یہ سمجھتی تھی کہ تم مجھے اللہ تعالی کی عبادت کرنے میں اور پاکیزہ اعمال کر کے اللہ کے مقرب بننے میں مزید حرص دلاؤ گی لیکن میں نے تمہارے بارے میں جو کچھ سمجھا تھا تم اس سے بدل گئی ہو تم مجھے بتاؤ کیا خبر لائی ہو؟ عورت نے کہا اے بیٹی! فلاں لڑکے کا ایسا ایسا حال ہو گیا ہے۔

لڑکی نے کہا میں نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا تم اس کو میری طرف سے سلام کہہ دینا اور کہنا کہ اے بھائی! میں نے اپنے آپ کو ایسے مالک کے ہاں ہبہ کیا ہے جو ان سب سے بڑا ہے جو بڑے بڑے انعام و اکرام کرنے والے ہیں۔ اور وہ اس بندہ کا مددگار ہے جو سب سے کٹ کر اسی کا ہو رہے اور اس کی عبادت کرے اب ہبہ ہو جانے کے بعد واپسی کی کوئی سبیل نہیں ہے اب تم محبت کے ساتھ اپنے اللہ کا وسیلہ پکڑو اور جتنے گناہ کر کے اپنے لئے آگے روانہ کر چکے ہو ان کی معافی کے لئے اللہ کے سامنے عاجزی اور زاری کرو اس نیکی کے بدلہ میں جو تم نے اللہ کے حضور پیش نہیں کی یہ پہلا موقعہ ہے جو تجھ پر اللہ سے سوال کرنا لازمی ہے اور میرے سامنے بھی یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں تجھے نصیحت کروں۔ جب تو نے اللہ کی عبادت شروع کر دی تو اللہ تعالی تمہارے گناہ کم کرے گا اور دلوں کی شہوات اور سینوں کے خیالات سے تجھے آزادی نصیب ہو گی کیونکہ اس انسان کو زیب نہیں دیتا جو اپنے خدا کا نافرمان ہو اور گناہوں اور معافی مانگنے کو بھول جائے اور دنیاوی خواہشات پوری ہونے کی دعا کرنے لگے۔

اے بھائی! خود کو گناہوں کی کھائیوں سے بچا، اور تو اللہ کے فضل سے مایوس نہیں

ہوسکتا اگر وہ تجھے صرف اپنا بننے والا دیکھے گا تو ہوسکتا ہے کہ وہ تجھے اور مجھے ملادے لیکن میں نے تمہیں جو کچھ بتایا ہے اس کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان میں سمجھ لے آئندہ مجھ سے اس بارہ میں گفتگو نہ کرنا میں تمہیں جواب نہیں دوں گی والسلام۔

اب وہ عورت اٹھ کھڑی ہوئی اور جا کر کے اس جوان کو سارا جواب سنا دیا تو لڑکا بہت رویا تو عورت نے کہا اللہ کی قسم! اے بیٹے! میں نے کسی عورت کو نہیں دیکھا جس کے سینے میں اللہ تعالیٰ رہتا ہو اس عورت کی طرح۔ اب تم وہی کرو جس کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے اللہ کی قسم اس نے نصیحت کرنے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اب تم خود کو ہلاکت کے کاموں میں مت ڈالو ورنہ اس وقت شرمندگی اٹھاؤ گے جب شرمندگی سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اے بیٹے! اگر میں کوئی حیلہ جانتی جس سے تیرا کام بن جاتا تو میں وہ بھی کر گزرتی لیکن میں نے اس لڑکی کو دیکھا ہے اس نے اپنی دونوں آنکھوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کو بسا رکھا ہے۔ اب اس کو دنیا کی زینت کی طرف کون پھیر سکتا ہے اس پر وہ جوان رونے لگ گیا اور کہنے لگا میں وہ کیسے کر سکتا ہوں جس کی اس نے دعوت دیدی ہے۔ اور پتہ نہیں وہ آخرت کا وقت کب آئے گا جب ہم دونوں ایک دوسرے سے ملیں گے۔

پھر اس کا درد تیز ہوگیا جب اس کو لوگوں نے دیکھا کہ اس کو کچھ آرام اور قرار نہیں تو اس کو ایک کمرے میں بند کر دیا اور انہوں نے یہی گمان کیا کہ اس کو عشق کا مرض ہے چنانچہ یہ کبھی کبھار آزاد ہو کر گھر سے نکل جاتا اور بچے اس کے ارد گرد جمع ہو کر کہا کرتے تھے "عشق سے مرجا، عشق سے مرجا" تو وہ یہ شعر کہتا تھا۔

افشی الیکم بعض ماقد یھیجنی
ام الصبر اولی بالفتی عند مایلقی

سلام علی من لا اسمی باسمہ
ولو صرت مثل الطیرفی غیفۃ ملقی

الا ایھا الصبیان لو ذقتم الھوی
لا یقنتم انی محدثکم حقا

احبکم من حبھا و ازاکم
تقولون لی مت یا شجاع بھا عشقا

فلم تنصفونی لا و لا ھی انصفت
فرفقا رویدا و یحکم بالفتی رفقا

(ترجمہ)

(۱) کیا میں تمہیں وہ بتادوں جس نے مجھے پریشان کر رکھا ہے یا صبر کرلوں جو جوان کے لئے ایسے وقت میں بہتر ہے۔

(۲) اس پر سلام ہو جس کا میں نام نہیں لیتا اگرچہ میں پرندہ کی طرح کسی جنگل میں پھینک دیا جاؤں۔

(۳) اے بچو! اگر تم عشق کا مزہ چکھ لو تو تم بھی یقین کرلو گے کہ میں سچ کہتا تھا۔

(۴) میں اس سے محبت کی خاطر تم سے بھی محبت کرتا ہوں حالانکہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم مجھے (ستانے کیلئے) کہہ رہے ہو کہ اے بہادر! اس کے عشق میں مرجا۔

(۵) تم نے مجھ سے انصاف نہیں کیا اور نہ اس نے انصاف کیا کچھ تو ترس کھاؤ ہائے تم ہلاک ہو جاؤ مجھ جوان پر سختی نہ کرو۔

چنانچہ جب اس کے گھر والوں کو یقین ہوگیا کہ اسے عشق کا مرض ہے تو اس سے اس کا واقعہ پوچھنے لگے لیکن وہ ان کو نہیں بتاتا تھا اور اس بڑھیا نے بھی اس کا قصہ چھپا رکھا چنانچہ انہوں نے اس کو پکڑ کر ایک کمرہ میں بند کردیا اور وہ اسی میں قید ہو کر ہی مر گیا۔

باب 48

خودکشی کرنے والے عاشق

حکایت نمبرا:

پیٹ پھاڑ کر مر گیا

ابو مسکین ذکر کرتے ہیں کہ قبیلہ تمیم کے ایک نوجوان کی اونٹنی گم ہوگئی تھی یہ اس کو تلاش کرنے کے لئے بنی شیبان کے قبیلہ میں گیا۔ یہ اس کو ڈھونڈ ہی رہا تھا کہ اس کی نظر ایک لڑکی پر پڑ گئی یہ لڑکی حسن و جمال میں سورج کی طرح تھی یہ اسی وقت اس کا عاشق ہو گیا جب یہ اپنی قوم میں واپس لوٹا تو عقل کھو چکا تھا۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ اپنے قبیلہ میں پہنچ سکے۔ جب رات ہوئی تو اس نے کہا کہ شاید میں اس کو ایک نظر دیکھ کر چین لے سکوں۔ چنانچہ یہ اس لڑکی کے پاس آیا جب کہ یہ بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے بھائی اس کے گرد سوئے ہوئے تھے اس نے لڑکی کو مخاطب کر کے کہا اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اللہ کی قسم! شوق نے میری عقل کو برباد کر دیا ہے اور زندگی کو بھی تلخ کر دیا ہے۔ تو لڑکی نے کہا تم ایسی حالت میں واپس ہو جاؤ ورنہ میں اپنے بھائیوں کو جگا دوں گی اور وہ تجھے قتل کر دیں گے لڑکے نے کہا میں جس حالت میں مبتلا ہوں اگر اس میں تیرے بھائی مجھے مار دیں تو یہ میرے لئے زیادہ آسان ہے۔

لڑکی نے کہا کیا قتل سے زیادہ سخت بھی کوئی چیز ہے؟

لڑکے نے کہا ہاں تیری محبت جس میں میں گرفتار ہو چکا ہوں۔

لڑکی نے کہا پھر تم کیا چاہتے ہو؟

اس نے کہا تم اپنا ہاتھ مجھے پکڑا دو تا کہ میں اس کو اپنے سینے پر رکھ لوں بس اور اس کے ساتھ میں تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد کرتا ہوں کہ واپس چلا جاؤں گا لڑکی نے ایسا کیا اور یہ واپس لوٹ گیا پھر جب اگلی رات آئی تو یہ پھر آیا اور اس لڑکی کو سابقہ حالت پر دیکھا تو لڑکی نے اس سے وہی بات دہرائی تو لڑکے نے کہا تم مجھے اپنے ہونٹ چوسنے دو پھر میں واپس ہو جاؤں گا جب لڑکی نے یہ کیا تو اس کے دل میں آگ کا شعلہ بھڑک اٹھا اور یہ ہر رات لڑکے کی طرف متوجہ ہونے گی جس کو لڑکی کے قبیلہ کے لوگوں نے اور بھائیوں نے برا محسوس کیا اور کہنے لگے اس کتے کو کیا ہو گیا ہے جو اس پہاڑ میں رہتا ہے اور ہمارے پاس آتا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ ایک رات اس کو پکڑنے کے لئے بیٹھ گئے تو لڑکی نے اس کو پیغام روانہ کیا کہ لوگ تجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تم خود کو غفلت سے بچا کے رکھو پھر اس رات خوب بارش ہوئی اور ان دونوں کے درمیان رکاوٹ ہو گئی پھر جب بادل پھٹ گیا اور چاند ظاہر ہو گیا تو لڑکی نے خوشبو لگائی، بال بکھیرے اور خود پسندیدہ نظروں سے دیکھ کر خواہش کی میں اس کو اسی حالت میں ملوں۔ چنانچہ اس نے اپنی ایک ہم جولی سے کہا جو اس کی راز دار تھی اے فلانی تم میرے ساتھ اس کے پاس چلو۔ چنانچہ یہ دونوں اس کو ملنے کے ارادہ سے نکل کھڑی ہوئیں اس وقت یہ لڑکا تلاش کے خوف سے پہاڑ پر چھپا ہوا تھا جب اس نے دو شخصوں کو چاندنی رات میں چلتے ہوئے دیکھا تو اس نے یہی سمجھا کہ یہ میرے پکڑنے والوں میں سے ہیں چنانچہ اس نے ایک تیر نکالا اور اپنے والی کا نشانہ کر کے سیدھا لگا دیا اور وہ خون میں لت پت منہ کے بل گر پڑی (اور عشق کے انجام بد تک پہنچ گئی) اور پھڑک کر مر گئی جب اس لڑکے نے اس کو غور سے دیکھا تو یہ کہا۔

نعب الغراب بما کرهت

ولا ازالته لسلقدر

تبکی وانت قتلتها

فاصبر والا فانتحر

(ترجمہ)

(۱) جس مصیبت سے ڈرتا تھا (اس کے واقع ہونے سے) کوا کائیں کائیں کرنے لگ گیا حالانکہ قضا کا لکھا کوئی نہیں مٹا سکتا۔

(۲) اب تو روتا ہے حالانکہ تو نے ہی تو اس کو مار ڈالا ہے اب یا تو صبر کر یا خود بھی مر جا پھر اس نے اپنے تمام تیر جمع کئے اور اپنے پیٹ میں گھسانے لگ گیا حتیٰ کہ خود کو مار ڈالا

حکایت نمبر ۲:

توبہ کا انوکھا ڈھنگ

ابوعبداللہ حسین بن محمد دامغانی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ فارس کے علاقوں میں ایک بہت بڑا صوفی رہتا تھا وہ کسی لڑکے کی محبت میں مبتلا ہو گیا اور اس کا نفس اس کے اختیار میں نہ رہا یہاں تک کہ اس کو گناہ کی دعوت دینے لگا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس گناہ کی ہمت کرنے پر اس پر شرمندگی نازل فرمائی اس شخص کا گھر کسی اونچی جگہ پر تھا جس کی پچھلی سائیڈ میں پانی کا دریا بہتا تھا جب اس کو ندامت نے گھیرا تو یہ اس مکان کی چھت پر چڑھ گیا اور وہیں سے خود کو دریا میں پھینک دیا اور یہ آیت پڑھی:

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ

(ترجمہ) یعنی اپنے رب کے سامنے توبہ کرو اور خود کو قتل کرو (تب تمہاری توبہ قبول ہوگی)۔ (البقرہ:۵۴)

(نوٹ) یہ آیت بنی اسرائیل کے ان لوگوں کے بارہ میں ہے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر تشریف لے جانے کے بعد سامری ملعون کے کہنے پر بچھڑے کو خدا مانا اور اس کی عبادت کی تھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس

تشریف لائے تو یہ قوم اس شرک میں مبتلا تھی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سمجھانے پر شرمندہ ہوئے اور اللہ تعالی نے ان کی معافی کے لئے یہ حکم نازل فرمایا کہ تم خود کو قتل کرو تب تمہارا یہ جرم عظیم معاف ہوگا چنانچہ ان مشرکوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا اور ان کا یہ شرک گناہ معاف ہوا۔

یادرہے کہ یہ خود کو قتل کرنے سے توبہ ملنے کا حکم اس امت محمدیہ کے لئے نہیں ہے اب اگر کوئی توبہ کی اس شکل پر عمل کرے گا تو توبہ بھی قبول نہ ہوگی اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جلنے کا عذاب بھی ہوگا۔.......... (مترجم)

خودکشی کا عذاب

سورۃ نساء آیت نمبر ۲۹ میں اللہ تعالی نے خودکشی کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط

(تم اپنے آپ کو قتل مت کرو)

(حدیث) اور آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

من تحسی سما فقتل نفسه فهو يتحساه في نار جهنم خالدا مخلدا فيها ابدا، ومن قتل نفسه بحديدة فحديدته يتوجاء بها في بطنه في نار جهنم خالدا مخلدا فيها ابدا، ومن تردى من جبل فقتل نفسه فهو يتردى في نار جهنم خالدا مخلدا فيها ابدا. (بخاری، مسلم)

(ترجمہ) (یعنی) جس نے زہر کھا کر خودکشی کی تو وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ تک زہر کھاتا (اور خودکشی کرتا) رہے گا، اور جس نے خود کو لوہے (کے کسی آلہ بندوق، پستول، تلوار، نیزہ، چھری وغیرہ) سے قتل کیا تو اس کو دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس آلہ سے عذاب دیا جائے گا۔ اور جس نے خود کو کسی پہاڑ سے گرایا تو وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ

کے لئے (خودکو) گراتا رہے گا۔

(نوٹ) یہ خودکشی کرنے والا شخص دوزخ میں ہمیشہ تو تب سزا پائے گا جب خودکشی کرنے کو حلال جانتا ہوگا کیونکہ خودکشی کو حلال جاننا اوپر کی آیت کا انکار ہے جو کہ کفر ہے اور کفر کی سزا ہمیشہ کی دوزخ ہے اور جو خودکشی کو حلال نہیں سمجھتا اور خودکشی کرتا ہے اس کو بھی دوزخ میں کافی مدت تک سزا ملتی رہے گی کیونکہ یہ زندگی انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور اس کو اپنے اختیار سے ختم کرنا حرام ہے جیسا کہ اوپر کی آیت میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں لہذا جولڑکے لڑکیاں اس زمانہ میں عشق وغیرہ کی وجہ سے خودکشی کرلیتی ہیں وہ اپنے آخرت کے انجام سے ڈریں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔............(مترجم)

خودکشی کا ایک واقعہ

(حدیث) حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کان فیمن قبلکم رجل به جرح فجزع فاخذ سکینا فحز بهایده، فمار قاالدم حتی مات فقال الله تعالی بادرنی عبدی بنفسه حرمت علیه الجنته. (بخاری، مسلم)

(ترجمہ) تم سے پہلے کے لوگوں میں ایک آدمی کو زخم ہوگیا تھا اس نے اس سے گھبرا کر چھری اٹھائی اور اپنے ہاتھ کو کاٹ ڈالا جس سے خون نہ رکا اور یہ مرگیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے بندے نے اپنے متعلق بہت جلدی کی ہے میں نے اس پر جنت حرام کردی۔

(نوٹ) قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ خودکشی کتنا بڑا جرم ہے جو لوگ عشق کی ناکامی میں یا کسی کی محبت میں جان دیتے اور خودکشی کرتے ہیں وہ اس بھیانک انجام سے عبرت حاصل کریں۔............(مترجم)

باب 49

عشق کا علاج

کوتاہی نمبرا۔ اور علاج

ایک خطرناک کوتاہی جو نفس کو خطرناک حادثات تک پہنچا دیتی ہے اجنبی عورتوں سے گفتگو کرنا اران کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا ہے عرب کے بہت سے لوگوں کی یہ عادت تھی کہ وہ اس کو عار نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کے باوجود خود پر زنا سے محفوظ رہنے کا اعتماد کرتے تھے یہ صرف ان کو دیکھنے اور بات چیت کرنے پر کفایت کرتے تھے حالانکہ یہ چیز اندر ہی اندر میں کام کرتی ہے جبکہ یہ غافل ہوتے ہیں یہاں تک کہ یہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ لیلیٰ کے ساتھ مجنوں کا بھی یہی قصہ ہوا تھا حتیٰ کہ یہ جنون اور ہلاکت میں جا گرا۔

ان لوگوں کی غلطی دو وجہ سے ہے

۱۔ شریعت کی مخالفت جس نے دیکھنے اور ان کے ساتھ علیحدگی میں بیٹھنے سے منع کیا ہے۔

۲۔ اپنی فطرت کو اس کام کے سامنے پیش کیا جس کی طرف وہ میلان رکھتی ہے پھر اس پر اپنا ذاتی رجحان مزید ہے بہر حال طبیعت اور فطرت غالب آ کر رہتی ہے ورنہ کم از کم انسان گناہوں میں تو مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور اگر یہ اپنی خواہش کو دبا دے تو پیاسے کو پانی پینے سے روک کر ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

چنانچہ اس عشق کے مرض کا ابتدائی علاج اس کے انتہائی علاج کی طرح نہیں ہے اس مرض میں علاج اس مریض کا کیا جاتا ہے جو عشق کی آخری حد کو نہ پہنچا ہو

کیونکہ عاشق جب آخری حد تک پہنچتا ہے تو جنون اور ذہول پیدا ہو جاتا ہے۔

کوتاہی نمبر۲- اور علاج

عشق کی ابتداء عام طور پر محاسن اور خوبصورتیوں کے دیکھنے سے ہوتی ہے اور اس طرح کا دیکھنا عشق ہو جانے کی علامت ہے وہ اس طرح سے کہ جب نگاہ کسی حسین کی طرف پڑتی ہے تو دل اس کی طرف زبردستی سے مائل ہونا چاہتا ہے اگر انسان اپنی نگاہ کو پھیرے تو دل بے چین ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ وہ دوبارہ دیکھنا شروع کر دے بس یہی عشق ہونے کی علامت ہے جو کبھی بے خطا نہیں ہوتی۔

حالانکہ بہت سی خواتین نقاب میں خوبصورت معلوم ہوتی ہیں لیکن جب پردہ ہٹا دیں تو ویسی نہیں ہوتیں۔

حکایت

بصرہ کے ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد اور اس کی بیوی اپنا مقدمہ لے کر کے عراق کے ایک گورنر کے پاس گئے یہ عورت نقاب میں خوبصورت لگتی تھی اور کھلے چہرہ میں بدصورت لیکن بولتی بہت اچھے انداز سے تھی چنانچہ جب افسر اس عورت کی طرف مائل ہونے لگا اور مرد سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں سے ہر انسان ایک عظیم المرتبہ عورت سے نکاح کر لیتا ہے پھر اس سے بدسلوکی کرتا ہے۔ تو وہ آدمی آگے بڑھا اور اس کے چہرہ سے نقاب الٹ دیا (تو جب عامل نے اس کا چہرہ دیکھا) تو (عورت سے) کہا تم پر خدا کی لعنت ہو مظلوم کلام بولتی ہو حالانکہ تمہارا چہرہ ظالموں والا ہے۔

کوتاہی نمبر۳- اور اس کا علاج

اور اگر خوب غور اور باریکی سے دیکھا جائے تو اس طرح کے بار بار کے دیکھنے سے مرض بڑھتا ہے اور اسی سے مضبوط درجہ کا عشق پیدا ہو جاتا ہے۔

ایسے شخص پر لازم ہے جب وہ کسی خوبصورت کو دیکھے اور اپنے دل میں اس نظر کی لذت پائے تو اپنی نگاہ کو پھیر لے اور اگر یہ نظر پختہ ہوگئی یا بار بار دیکھا تو یہ شخص شریعت اور عقل دونوں کے اعتبار سے قابل ملامت ہو جائے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر پہلی نظر میں ہی عشق ہو جائے تو دیکھنے والے پر ملامت ہو سکتی ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ جب ایک لمحہ میں دیکھا تو اتنے وقت میں عشق نہیں ہو جاتا عشق تو جب ہوتا ہے جب دیکھے جانے والے کو نظر ٹکا کر دیکھتا رہے اور یہ ممنوع ہے (محض نظر پڑ جانا بے اختیار کام ہے جس پر گناہ نہیں)۔

اس کا علاج یہ ہے کہ انسان نظر کو جھکا کر رکھے اور بری نگاہ سے بچے اللہ تعالی کے عذاب سے خوف کھائے ایسا نہ ہو کہ اس کا عذاب جلدی سے یا دیر سے آگھیرے، نیز بدنظری کے انجام بد سے اور اس کے خوفناک نتائج سے ڈرے اور نظر کی حفاظت کے لئے اس کو اتنا جھکا کر رکھے جیسے کہ کسی کو مطلوب کے حاصل سے ناامیدی ہو جاتی ہے۔ اگر ایسا کرے گا تو یہ دواء اس مرض عشق میں کافی وافی ہوگی۔ نظر کی حفاظت کے لئے نگاہ کی حفاظت کا ثواب بھی دیکھ لیا جائے جس کو ہم کتاب کے ایک باب میں لکھ آئے ہیں۔

کوتاہی نمبر ۴ - اور اس کا علاج

اگر بار بار کے دیکھنے سے محبوب کی شکل دل میں نقش ہو جائے جس کی علامت یہ ہے کہ دل میں محبوب سمایا رہے اور گویا کہ وہ اس کو ہر وقت سینہ میں موجود پاتا ہے اور نیند میں اس کے پاس ہوتا ہے اور خلوت میں اس سے باتیں کرتا ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ محبوب سے دور رہنے کا پکا عزم کرلے اور اس کو نہ دیکھنے کا پختہ عہد کرلے اور اپنی طمع کو اس سے الگ کرلے اور اپنے دل میں ناامیدی کو بسالے اور ان باتوں پر نظر رکھے جن کو ہم نے خواہشات کی مذمت میں بیان کیا اور ان سے ڈرایا ہے۔

کوتاہی نمبر ۵ - اور اس کا علاج

اور اگر بار بار کے دیکھنے سے محبوب کی صورت دل نشین ہوگئی ہے اور قوت فکر، شہوت کے اضافہ اور بے چینی کی شدت میں اثر انداز ہوگئی ہے تو اس کا سبب طمع کی زیادتی ہے اور میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ محبت ایک درخت کی طرح ہے اور دیکھنا اس پانی کی طرح ہے جو اس درخت کی طرف بہتا ہے پس جب بھی اس کو سینچا جاتا ہے وہ سرکش ہوتا ہے نافرمانی کرتا ہے اور یہ سب آفات نظر کی آزادی سے پیدا ہوتی ہیں جس سے شریعت نے منع کیا ہے اسی کی وجہ سے بری خواہشات دل پر غالب ہوئیں اور فساد کا سیلاب بدن میں گھر کر گیا اور کتنے لوگ ایسے مریض ہوئے جن میں اس مرض نے ایسا اثر کیا کہ پھر نہ تو کسی کی ملامت نے اثر کیا اور نہ کسی کی مار پیٹ نے۔

(اس کا علاج یہ ہے کہ) تمہیں معلوم ہے کہ جب وادی کے ندی نالے بند ہو جائیں تو ہوا کے چلنے اور گزرنے سے وہ سب خشک ہو جاتے ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے کہ یہاں کوئی ندی نالے نہیں بہتے تھے بالکل اسی طرح سے محبوب سے دائمی طور پر علیحدگی دل میں نقش شدہ صورت کو مٹانے کا عمل کرتی ہے جبکہ اوقات کے گزرنے سے مصیبت کا اثر دل سے مٹ جاتا ہے۔

کوتاہی نمبر ۶ - اور اس کا علاج

اگر کوئی یہ کہے کہ میرا جرم میرے حق میں بہت ہوگیا ہے میں نے بار بار دیکھا ہے میرے دل میں محبوب کی صورت بیٹھ گئی ہے میں ہر وقت بے چین رہتا ہوں اور میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ میرا یہ مرض نظر کے تکرار سے اور محبوب کے دیدار سے شفا پاتا ہے لیکن جب میں یہ کرتا ہوں تو میرا معاملہ تیز ہو جاتا ہے اور مجھ میں اتنی قدرت نہیں رہتی کہ میں اپنے حبیب سے ایک لحظہ کا صبر کرلوں کیا اس کا بھی کوئی علاج ہے کہ میں خود کو ضائع کرنے سے پہلے اس کی تلافی کرسکوں؟

تو جواب یہ ہے کہ میں تمہیں کیسے چھوڑنے کا حکم کروں حالانکہ تو اس سے ایک

لحظہ کے لئے بھی صبر نہیں کر سکتا۔ اور کیسے نہ منع کروں جبکہ تو ہلاکت کے کنارہ پر کھڑا ہے اور اپنے بدن اور دین کے ساتھ کھیل چکا ہے اور دوا اسی کو بتائی جاتی ہے جو اس کو قبول کرے اور جو اس کی پرواہ نہ کرے اس کو نصیحت کا کیا فائدہ؟ بہر حال اگر تمہارا دوا کو استعمال کرنے کا پکا ارادہ ہو گیا ہے تو سن میں علاج بتلاتا ہوں۔

تمہیں یہ جو خیال آتا ہے کہ بار بار دیکھنا مرض کو کچھ ہلکا کرتا ہے یہ خیال خام ہے اگر تو یہ کہے کہ میں تو اس وقت سکون محسوس کرتا ہوں تو جواب یہ ہے کہ تم قرب پانے کی وجہ سے اس وقت وجد کی وجہ سے سکون پاتے ہو پھر جب دوری ہو جائے تو شوق کی آگ شعلے بھڑکاتی ہے۔ تیری مثال تو اس پیاسے جیسی ہے جس نے شراب پی لی اس نے پینے کے وقت تو سیرابی محسوس کی پھر جب اس نے اپنے شعلے بھڑکائے تو پیاس اور تیز ہو گئی (اور یہ شراب کئی خرابیوں کی بنیاد بن گئی)۔ چنانچہ اپنے معشوق سے عاشق کا قرب بھی اسی طرح کا ہے جو زخم پر اور زخم لگاتا ہے اور لنگڑے کو لنگڑا کرتا ہے پس جب بھی ظاہری اسباب میں اضافہ ہوتا ہے اندرونی اعضاء میں محبت اور مضبوط ہو جاتی ہے اور وہ قتل گاہ میں زہر کا کام دیتی ہے جبکہ مقتول کو قاتل نظر نہیں آتا پس جب تو نے شیطان کا دھوکہ سمجھ لیا کہ اس کے لحاظ سے محبوب کا قرب دوا ہے اور نظر شفاء ہے جیسا کہ میں نے واضح کیا ہے اس کی یہ بات محال ہے بلکہ یہ تو بیماری کو اور تیز کرتا ہے اور اس گناہ کے ارتکاب کی جرات دلاتا ہے جس کے عذاب سہنے کی طاقت نہیں اور اس کے عقاب کی قوت نہیں اب تجھے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس مرض کا علاج محبوب سے دور رہنے کے سوا اور کچھ نہیں۔

محبت کیا ہے؟

حضرت اصمعیؒ فرماتے ہیں میں نے ایک دیہاتی سے پوچھا تم کچھ محبت کی حقیقت ذکر کرو؟ تو اس نے کہا

محبت ایک پودا ہے اس کا بیج دیکھنا ہے اس کا پانی بار بار دیکھنا

ہے اس کی پرورش وصال ہے اس کی کمی علیحدگی ہے اور اس کا
نتیجہ گناہ اور خدا کی نافرمانی اور جنون ہے۔

محبوب کے پاس چل کر جانا

محبوب کے پاس قدم قدم چل کر جانا ملاقات کی وجہ سے تکلیف دہ ہے یہ ہر قدم گناہ میں لکھا جائے گا اور تم کو اس کا جواب دینا ہوگا۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو مسلمان کوئی قدم اٹھاتا ہے یا تو اس کی نیکی لکھی جاتی ہے یا گناہ (یعنی اگر قدم نیکی کی طرف اٹھائے تو نیکی لکھی جائے گی اگر گناہ کی طرف اٹھائے تو گناہ لکھے جائیں گے)۔

مروان بن حکم نے ایک دن خطبہ میں کہا

اے لوگو! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے کچھ بھی غافل ہوتا تو
تمہارے ان قدموں سے غافل ہوتا جس کو ہوا مٹا دیتی ہے

پھر اس نے یہ آیت پڑھی:

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ط

(ترجمہ) ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ انہوں نے (اچھے یا برے اعمال) آگے بھیجے ہیں ہم ان کو بھی لکھ رہے ہیں اور جو پیچھے چھوڑے ہیں (جیسے نشان قدم وغیرہ ان کو بھی لکھ رہے ہیں)۔ (سورۃ یٰسین:۱۲)

محبوب سے باتیں کرنا

تم ذرا یہ بھی سوچو کہ تم محبوب سے جتنی باتیں کرتے ہو ان کے بارہ میں بھی تم سے حساب ہوگا۔

(حدیث) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

ان العبد يتكلم بالكلمة يزل بها في النار ابعد ما بين المشرق والمغرب. (بخاری، مسلم)۔(۹۹)

(ترجمہ) بلاشبہ انسان کوئی ایسا کلمہ بولتا ہے جس کی وجہ سے وہ دوزخ میں اتنا دور جا پھسلتا ہے جتنا مشرق ومغرب کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔

(حدیث) حضرت بلال بن حارث فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الرجل يتكلم بالكلمة من سخط الله عزوجل ما يظن ان تبلغ ما بلغت يكتب الله عزوجل بها عليه سخطه الى يوم القيامة. (ترمذی شریف)۔(۱۰۰)

(ترجمہ) انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ ایسا بولتا ہے جس کو وہ برائی میں اتنا برا نہیں سمجھتا جتنا کہ وہ برائی میں پہنچا ہوتا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بولنے والے پر قیامت تک اپنی ناراضگی لازم کر دیتے ہیں۔

حضرت ربیع بن خثیمؒ فرماتے ہیں کہ انسان جو کچھ بولتا ہے سب لکھا جاتا ہے۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ انسان کی بیماری کی کراہنے کی آواز بھی لکھی جاتی ہے اس بات کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝

(ترجمہ) وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس

---

(۹۹) رواه البخاري (٦٤٧٧)، ومسلم (٢٩٨٨)، وأحمد في المسند ٣٧٩/٢۔

(۱۰۰) حديث صحيح۔ رواه الترمذي (٢٣١٩)، والنسائي في كتاب الرقائق من سننه الكبرى، كما في تحفة الأشراف ١٠٣/٢، وابن ماجه (٣٩٦٩)، ومالك في الموطأ ٩٨٥/٢، وأحمد في المسند ٣٣٤/٢ و ٤٦٩/٣۔

ایک نگہبان تیار ہے۔ (ق:۱۸)

اللہ سے حیاء کرو

اگر ناجائز خواہشات کے اسباب طاقتور ہو جائیں اور تجھے تیرے محبوب کے ساتھ علیحدگی پر اکسائیں تو تو نے خود کو شیر کی جھاڑی میں ڈال دیا اب تیرے جیسے کا سلامت رہنا بہت مشکل ہے اس لئے اس سے بھاگ جانے کے سوا اور کہیں نجات نہیں ہے۔

اور اگر ناجائز خواہش نے تجھے قابو کر رکھا ہے تو اپنے ہاتھ کو اس سے چھڑا لے اس ذات کے خوف سے جو تجھے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت دیکھ رہا ہے اس کے لئے اپنی طرف دیکھنے سے حیا کر وہ ہر وقت تیرے ساتھ ہے۔

(حدیث) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دن فرمایا:

استحیوا من اللہ عزوجل حق الحیاء قال: قلنا: یا رسول اللہ انا نستحیی والحمد للہ قال لیس ذاک ولکن من استحیی من اللہ حق الحیاء فلیحفظ الراس وما حوی والبطن وما وعیٰ ولیذکر الموت والبلی ومن اراد الاخرۃ ترک زینۃ الدنیا فمن فعل ذلک فقد استحیی من اللہ حق الحیاء. (۱۰۱)

(ترجمہ) اللہ تعالی سے ایسے حیاء کرو جیسا کہ حیاء کرنے کا حق ہے۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم)

---

(۱۰۱) إسناده ضعيف: رواه الترمذي (۲٤٥۸)، وأحمد في المسند ۱/۳۸۷۔ قال الترمذي: "حديث إنما نعرفه من هذا الوجه، عن الصباح بن محمد"۔ قلت: هو ابن أبي حازم البجلي الكوفي: ضعيف، أفرط فيه ابن حبان۔ التقريب (۲۸٩۸)۔

نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کا شکر ہے ہم حیاء کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ حیاء نہیں ہے بلکہ جو اللہ تعالیٰ سے ایسا حیاء کرنا چاہتا ہے جیسا کہ حیاء کرنے کا حق ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے سر کا اور جو کچھ اس میں خیالات آتے جاتے ہیں ان کی (گناہوں سے) حفاظت کرے، اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرتا ہے اس کی (حرام سے) حفاظت کرے، اور چاہئے کہ موت کو اور اپنے مٹی ہو جانے کو یاد کرے، اور جو آخرت کے (پورے لطف لینا) چاہتا ہے وہ دنیا کی زینت (اور آسائش و آرام) چھوڑ دے۔ جس شخص نے یہ کیا اس نے اللہ سے پورا پورا حیاء کیا۔

(حدیث) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خشية الله راس كل حكمة، ومن لم يكن له ورع يصده عن معصية الله اذا خلالم يعبا الله بشيء من عمله. (١٠٢)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ سے ڈرنا دانائی کی جڑ ہے۔ جو شخص ایسا پرہیزگار نہیں جس کو اس کی پرہیزگاری تنہائی میں اللہ کی نافرمانی سے نہیں بچاتی تو اللہ تعالیٰ اس کے کسی نیک عمل کی کوئی قیمت نہیں سمجھتے۔

اللہ کے بندے

حضرت یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے یہ جان لیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اس لئے اس کے دیکھنے کی وجہ سے انہوں

---

(١٠٢) حديث ضعيف رواه القضاعي في مسند الشهاب (٤١) مختصراً، وما بين المعقوفين زيادة منه. وفيه: سعيدة بنت حكّامة، تروي عن أبيها بواطيل. كما قال ابن الجوزي فيما نقله عنه صاحب كشف الأحوال، كذا ذكر في فتح الوهاب ١/١٩.

نے حیاء کیا کہ وہ اللہ (کی رضا والے اعمال) کے سوا کچھ اور (یعنی بداعمالیوں کی طرف نہ) دیکھیں۔

قیمتی جوہر

حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنی فکر اس کے ساتھ لگاؤ جس کی نظر سے تم پوشیدہ نہیں ہو سکتے۔ اور اس ذات کا شکر ادا کرو جس کی نعمتیں تم سے ختم نہیں ہوتیں۔ اور اس ذات کے سامنے اپنا خشوع وخضوع عاجزی اور بندگی ظاہر کرو جس کی ملکیت اور حکومت سے تم نہیں نکل سکتے۔

عشق کا بہترین علاج

تم عشق کی اور محبوب کے نظارہ کی لذت کے وقت موت کی کڑواہٹ کو یاد کرلیا کرو جس کا نام آنحضرت ﷺ نے ''لذت کو شکست دینے والی'' (۱۰۳) رکھا ہے۔ اور حالت نزع کی سختی کو یاد کرلیا کرو۔ اور ان مردوں کے بارہ میں غور کیا کرو جو اپنے کئے ہوئے اعمال بد کی سزا بھگتنے کے لئے قید ہیں ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اپنے کسی گناہ کو مٹا سکے اور نہ کوئی ایسا ہے جو اپنی کسی نیکی کا اضافہ کر سکے پس اے آزادی پسند تو (بھی بے کار راستہ میں) مر مردان نہ بن۔

مردوں کی تمنا

حضرت ابراہیم بن یزید عبدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس حضرت ریاح قیسیؒ تشریف لائے اور فرمایا:

اے ابواسحاق! ہمارے ساتھ آخرت والوں کے پاس چلو تا کہ ہم ان کے پاس

---

(۱۰۳) حدیث حسن: رواه الترمذي (۲۳۰۷)، والنسائي ٤/٤، وابن ماجه (٤٢٥٨)، وقال الترمذي: "حديث حسن غريب"۔

جا کر ایک عہد باندھیں۔

چنانچہ میں ان کے ساتھ چل پڑا اور وہ قبرستان میں جا پہنچے تو ہم ان میں سے ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ تو انہوں نے فرمایا اے ابو اسحاق! تمہارا کیا خیال ہے اگر ان مردوں میں سے کوئی تمنا کرے تو کیا تمنا کرے گا؟ میں نے کہا اللہ کی قسم وہ یہ تمنا کرے گا کہ اس کو واپس دنیا میں بھیج دیا جائے اور وہ اللہ کی اطاعت کی باتیں سنے اور اپنی اصلاح کرے۔

پھر فرمایا ہم ابھی اس دنیا میں زندہ موجود ہیں (اللہ کی اطاعت کے مسائل سن کر اپنی اصلاح کر سکتے ہیں) پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور عبادت و ریاضت میں خوب محنت و مشقت برداشت کی اور بہت تھوڑا عرصہ زندہ رہ کر فوت ہو گئے۔

خدا کے سامنے شرمندگی

جب تمہیں نفسانی خواہش بھڑکائے تو خدا کے سامنے اپنی پیشی کا لحاظ کر لیا کرو اور جس کام سے اللہ نے روکا ہے اس کے عتاب سے اور شرمندہ ہونے کی فکر کر لیا کرو۔

(حدیث) حضرت خیثمہ بن عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما منکم من احد الاسیکلمه ربه تبارک و تعالی لیس بینه وبینه ترجمان. (بخاری، مسلم)۔(۱۰۴)

(ترجمہ) تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے مگر عنقریب (قیامت کے دن) اس سے اس کا رب تعالیٰ گفتگو کرے گا جبکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان

---

(۱۰٤) رواه البخاري (۱٤۱۳) و (٦٥۳۹) و (۷٤٤۳)، ومسلم (۱۰۱٦)، والترمذي (۲٤۱٥)، وابن ماجه (۱۸٤۳)، وأحمد في المسند ٤: ۲٥٦ و ۳۷۷۔

نہیں ہوگا۔

اللہ کی پردہ پوشی

(حدیث) حضرت صفوان بن محرز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اتنے میں ایک شخص آپ کے سامنے آیا اور آپ سے پوچھا کہ آپ نے آنحضرت ﷺ سے قیامت کے دن (اللہ کے بندے کے ساتھ سرگوشی کے بارہ میں) کیا سنا ہے؟

تو آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

ان الله عزوجل يدني المؤمن فيضع عليه كنفه ويستره من الناس ويقرره بذنوبه، ويقول له، اتعرف ذنب كذا؟ اتعرف ذنب كذا؟ حتى اذا قرره بذنوبه وراى في نفسه انه قدهلک قال: فاني قدسترتها عليک في الدنيا وانا اغفرها لک اليوم. (بخاری، مسلم)۔(۱۰۵)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ مؤمن بندے کو اپنے قریب بلائیں گے اور اس پر اپنا پردہ ڈال کر اس کو لوگوں سے چھپا دیں گے اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کراتے ہوئے پوچھیں گے! کیا تم ایسا گناہ جانتے ہو؟ کیا تم ایسا گناہ جانتے ہو؟ یہاں تک کہ جب مؤمن اپنے گناہوں کا اقرار کر لے گا اور اپنے متعلق سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے دنیا میں تمہارے لئے اس گناہ کی پردہ پوشی فرمائی تھی آج میں اس کو تمہاری (خوشی اور راحت) کیلئے معاف کرتا ہوں۔

---

(۱۰۵) رواه البخاري (٤٦٨٥) و (٦٠٧٠)، ومسلم (٢٧٦٨)، وابن ماجه (١٨٣)۔

زمین گناہگار کے گناہ کی گواہی دے گی

(حدیث) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝

(ترجمہ) قیامت کے دن زمین اپنی خبریں بتائے گی۔

(الزلزال:۴)

پھر فرمایا:

ان تشهد على كل عبد و امة بما عمل على ظهرها، ان تقول عمل كذا و كذا في يوم كذا و كذا، فهو اخبارها. (ترمذی شریف، وقال حدیث حسن صحیح غریب)۔(۱۰۶)

(ترجمہ) وہ ہر مرد اور عورت کے بارہ میں ان کے ان اعمال کی گواہی دے گی جو انہوں نے اس کی پشت پر کئے تھے وہ کہے گی اس نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیا تھا۔ یہی اس کی خبریں ہوں گی۔

خود کو دوزخ میں ڈالنے والا سمجھ کر باز آجا

جب بھی تجھ سے لغزش ہونے لگے تو خود کو اس کی مثال بنا دے کہ تجھے دوزخ

---

(١٠٦) رواه الترمذي (٢٤٢٩)، وعزاه السيوطي في الدرالمنثور لأحمد، وعبد بن حميد، والنسائي، وابن جرير، وابن المنذر، والحاكم وصححه، وابن مردويه، والبيهقي في شعب الإيمان۔ وفي الباب عن أنس وغيره، انظر الدر ٦/٦٤٥-٦٤٦۔

میں داخل ہونے کا حکم کیسے دیا جائے گا جس کے سہنے کی کسی مخلوق میں طاقت نہیں۔ اورلذت کے مٹ جانے کا اور عار اور عذاب کے باقی رہنے کا تصور کر۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

تفنى اللذاذة ممن نال شهوته
من الحرام ويبقى الاثم والعار

تبقى عواقب سوء فى مغبتها
لاخير فى لذة من بعدها النار

(ترجمہ)

(۱) جس نے حرام میں اپنی شہوت کو پورا کیا اس کی لذت تو مٹ جائے گی مگر گناہ اور عار باقی رہیں گے۔

(۲) انجام کار خطرناک سزائیں باقی رہیں گی، (اس لئے) اس لذت میں کوئی خیر (اور نفع) نہیں جس کے (حاصل کرنے کے بعد) دوزخ (میں جلنا) ہو۔

دوزخ کی آگ کی خطرناکی

(حدیث) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نارکم هذه مايوقد بنو آدم جزء واحد من سبعين جزئا من حر جهنم. قالوا والله ان كانت لكافية. قال انها فضلت عليها بتسعة وتسعين جزءا كلهن مثل حرها. (بخاری، مسلم)۔(۱۰۷)

---

(۱۰۷) رواه البخاري (۳۲٦۵)، ومسلم (۲۸٤۳)، والترمذي (۲۵۸۹)، ومالك في الموطأ ۲/ ۹۹٤، والدارمي (۲۸٤۷)، وأحمد في المسند ۲/ ۳۱۳، ٤٦۷، ٤۷۸۔

(ترجمہ) تمہاری یہ آگ جس کو انسان جلاتے ہیں دوزخ کی گرمی (آگ) کا سترواں حصہ ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ کی قسم! پھر تو یہ (عذاب دینے کے لئے) بہت کافی ہوگی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ننانوے درجہ زیادہ تیز ہے اوراس کا ہر درجہ دنیا کی آگ کی طرح گرم ہے۔

دوزخیوں کے آنسوؤں میں کشتیاں بہہ سکتی ہیں

حضرت قسامہ بن زہیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشادفرمایا:

اے لوگو! دوزخ کے خوف سے رویا کرواوراگرخودنہیں روتے تو دوسروں کورلایا کرو۔ کیونکہ (جو دنیا میں خوش رہتے ہیں گناہوں پر رویانہیں کرتے) وہ دوزخ میں اتنا روئیں گے کہ آنسوختم ہوجائیں گے پھر یہ خون (کے آنسو) روئیں گے حتیٰ کہ اگر ان میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چل سکیں گی۔

قیامت میں پہاڑوں کی فریاد

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب (قیامت واقع ہوگی اور) پہاڑوں کو چلایا جائے گا اور وہ دوزخ کا ابال، غصہ، شوروشغب سنیں گے تو پہاڑ ایسے واویلا کریں گے جیسے عورتیں واویلا کرتی ہیں۔ پھران کے اگلے حصہ کے پہاڑ پچھلے پہاڑوں سے ٹکراجائیں گے اورایک دوسرے کوپیس کررکھ دیں گے۔

سب سے کم عذاب والا دوزخی

حضرت عبید بن عمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوزخیوں میں سب سے کم عذاب والا دوزخی وہ شخص ہوگا جس کی جوتیاں آگ کی ہوں گی، اس کے (جوتی

کے) تسمے آگ کے ہوں گے، اس کی ڈاڑھیں آگ کی ہوں گی، اس کے کان آگ کے ہوں گے، اس کی آنکھیں کے پردے آگ کے شعلہ کے ہوں گے۔ اس کی گرمی اس کے پیروں سے نکلے گی، جبکہ تمام دوزخی دوزخ میں اس معمولی سے دانہ کی طرح ہوں گے جو بہت سے پانی میں (کھولتا) ہوتا ہے یہ دوزخ ان کے ساتھ (بھی ایسی ہی) کھولتی ہوگی۔

پچاس ہزار سال تک بھوکے پیاسے

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ان لوگوں کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے پچاس ہزار سال کی مقدار میں کھڑے رہیں گے نہ کھائیں گے نہ پئیں گے حتیٰ کہ پیاس کے مارے ان کے جگر پھٹ جائیں گے اور بھوک کے مارے ان کے پیٹ پھٹ جائیں گے اور گردنیں تنی رہنے کی وجہ سے ٹوٹ جائیں گی اروہ اس عذاب کے نلنے کی امید کریں گے جبکہ ان کو دوزخ میں ڈال دینے کا حکم کیا جائے گا۔

عشق کا اصل علاج محبوب سے شادی ہے

اگر کوئی یہ کہے کہ میں آپ کی ان باتوں کو تسلیم کرتا ہوں میں نے جان لیا ہے کہ (محبوب سے قطع تعلق کرکے) ناامیدی کے سوا کوئی علاج نہیں ہے۔ اب میں نے محبوب کو مکمل طور پر چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے اور حتمی طور پر اپنی طمع کو اس سے ہٹا دیا ہے اب اتنی بات تو ضروری باقی ہے کہ میرا دل بے یقین ہے سکون نہیں پاتا۔ اور ایسی جلن ہے جو مٹتی نہیں اور ایسے شعلے بھڑک رہے ہیں جو بجھتے نہیں تو کیا اس کا بھی کوئی علاج ہے؟

جواب: اگر تمہارا محبوب ایسا ہے جس سے نکاح ہوسکتا ہے اور تم اس سے نکاح کی قدرت بھی رکھتے ہو جیسے کوئی عورت جس سے تم نکاح کر سکتے ہو تو اس مرض کے لئے

اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہوئے ہیں جن کو عشق نے لاچار کردیا تھا جب ان کو اپنے محبوب سے وصال ہوا تو وہ بہت جلدی صحت یاب ہو گئے کیونکہ نکاح عشق کو زائل کر دیتا ہے۔

(حدیث) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس ایک یتیم رہتی ہے جس سے نکاح کا پیغام ایک امیر اور ایک غریب نے دیا ہے جبکہ یہ لڑکی تنگدست کی طرف میلان رکھتی ہے اور ہم امیر کی طرف میلان رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لم یر للمتحابین مثل النکاح. (ابن ماجہ، مستدرک حاکم، جامع صغیر علامہ سیوطیؒ، مترجم)۔

آپس میں جو دو محبت کرتے ہیں اور ان کو عشق کا مرض لگ جاتا ہے اس کا علاج ان کے باہمی نکاح کرنے سے زیادہ بہتر اور کچھ نہیں پایا گیا۔

تنگدستی کی وجہ سے محبوب سے شادی نہ ہو تو کیا کرے

اگر شریعت کے لحاظ سے محبوب سے شادی کرنا جائز ہو مگر تنگدستی کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو محب اللہ تعالیٰ کی طرف اس معاملہ کی آسانی کی التجاء کرے اور جس غلط طریقہ سے اس کو روکا گیا ہے اس پر صبر کرے انشاء اللہ اس کی مراد جلد پوری ہوگی۔

حکایت

ایک بزرگ محمد بن عبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک لونڈی رہتی تھی جس کو میں نے فروخت کردیا لیکن میرا دل اس سے چمٹ گیا تو میں نے اس کے مالک کے پاس اپنی جماعت کے احباب کے ساتھ جا کر ملاقات کی اور اس سے

کہا کہ میں اپنے اور تمہارے درمیان اس معاملہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور میں اس پر مزید بیس دینار نفع کے بھی دینا چاہتا ہوں۔ لیکن اس نے ماننے سے انکار کر دیا۔ تو میں اس سے (ناکام) واپس آ گیا اور خود کو بہت سنبھالا مگر ناکام رہا اور ساری رات جاگ کر کاٹی مجھے کچھ نہیں سوجھتا تھا کہ میں کیا کروں اور وہ شخص بھی ڈر گیا کہ میں اس کے پاس دوبارہ نہ پہنچ جاؤں چنانچہ وہ اس لونڈی کو مدائن (شہر) کی طرف لے گیا۔ جب میں نے اپنی یہ مصیبت دیکھی تو اس کا نام اپنی ہتھیلی پر لکھا اور قبلہ رو ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر جب بھی اس کی یاد ستاتی میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیتا اور عرض کرتا اے میرے آقا میری یہ حالت ہے۔

دوسرے دن جب سحری کا وقت ہوا تو ایک شخص نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہو؟ کہا میں لونڈی کا مالک ہوں۔ میں اس کے پاس اٹھ کر گیا تو وہ میرے سامنے تھا۔ اس نے کہا یہ لونڈی لے لو اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے برکت دے۔ میں نے کہا تم وہ رقم اور منافع لیتے جاؤ۔ اس نے کہا میں تم سے کوئی دینار و درہم (رقم) لینے کا نہیں۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا گذشتہ رات ایک شخص خواب میں میرے پاس آیا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ یہ لونڈی ابن عبید کو واپس کر دو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطاء کرے گا۔

غیبی آواز

حضرت ابو عبد اللہ نباجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ہاتف سے یہ آواز سنی (وہ کہتا تھا) اس شخص پر بھی تعجب ہے جس کی حاجت اس کے مولیٰ کے پاس پوری ہو جائے مگر وہ اس کو بندوں سے پوری کراتا پھرے۔

باب 50

محبوبوں سے شادی حاصل ہو جانے والوں کی حکایات

حضرت علیؓ نے شادی کرادی

ابوالبختری فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی تھی اور آپ کا ایک مؤذن بھی تھا جو رحبہ میں رہتا تھا اور صبح اندھیرے میں اذان دے دیتا تھا اور یہ لونڈی آپ کے لئے نہر فرات سے میٹھا پانی لایا کرتی تھی اور جب بھی اس مؤذن کے پاس سے گذرتی یہ اس کو کہتا تھا کہ اے فلانی! اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ جب اس نے یہ بہت دفعہ کیا تو لونڈی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی آپؓ نے اس سے فرمایا جب وہ تمہیں یہ کہے کہ اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں تو تم بھی اس سے کہنا اللہ کی قسم میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں اب کیا چاہتے ہو؟ تو لونڈی نے اس سے یوں ہی کہا تو مؤذن نے کہا ہم صبر کریں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرمادیں اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

تو لونڈی حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو یہ عرض کیا تو آپؓ نے لونڈی سے فرمایا:

تم جاؤ اس کو ساتھ لے کر آؤ جب وہ آپؓ کے پاس حاضر ہوا تو آپؓ نے اس کو خوش آمدید کہا اور قریب بٹھایا اور فرمایا اے فلاں کیا تمہیں فلانی سے محبت ہے؟

عرض کیا جی ہاں؟ امیر المومنینؓ۔

آپ نے پوچھا کیا اس کا کسی اور کو بھی علم ہے؟

عرض کیا اللہ کی قسم اور کسی کو اس کا علم نہیں۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو تین مرتبہ لوگوں سے قسم دے کر پوچھا اور اس نے قسم کھا کر وہی جواب دیا۔

تو آپؓ نے فرمایا میں نے یہ لونڈی تجھے دی تم اس کا ہاتھ پکڑ کر لے جاؤ، یہ اللہ ہی کے حکم سے ہے اور اللہ بہتر ہی حکم کرتا ہے۔

حکایت نمبر۲

حضرت موسیٰ بن علقمہ مکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس مکہ مکرمہ میں ایک آدمی غلاموں اور لونڈیوں کی تجارت کرتا تھا۔ اس کے پاس ایک لونڈی ایسی تھی جس کے جمال وکمال کی بڑی تعریف کی جاتی تھی یہ تاجر اس کو حج کے موسم میں سامنے لاتا تھا اور اس کے لئے بڑے بڑے ہدیے اور تحفے پیش کیے جاتے مگر یہ اس کو فروخت نہیں کرتا تھا اور بہت زیادہ قیمت مانگتا تھا وہ اسی طرح سے ایک عرصہ دراز تک کرتا رہا اور اس کا یہ قصہ بہت سے شہروں تک پھیل گیا اور (کئی) لوگ حج کے بہانہ سے اس لونڈی کو دیکھنے جایا کرتے تھے۔

ہمارے ہاں ایک نوجوان عبادت گذار بھی رہتا تھا جو اپنا شہر چھوڑ کر یہاں آیا اور ہمارا پڑوسی بن گیا تھا۔ اس نے بھی لونڈی کو اس کی نمائش کے دن ایک مرتبہ دیکھ لیا اور وہ اس کے دل میں اتر گئی تو یہ اس کی نمائش کے دنوں میں اس کو آ کر دیکھتا تھا اور لوٹ جاتا تھا جب لونڈی کو پردہ میں بٹھا دیا گیا تو یہ بہت غمگین اور سخت بیمار ہو گیا اور اس کا جسم پگھلنے لگ گیا چنانچہ یہ لوگوں سے الگ تھلگ رہنے لگا اور اس کی مصیبت ایام حج تک طول کھینچتی تھی اور جب یہ لونڈی نمائش کے لئے باہر نکالی جاتی تو یہ اس کو دیکھ دیکھ کر سکون پاتا تھا حتیٰ کہ وہ پھر پردہ میں کر دی جاتی۔

یہ جوان اسی طرح سے کئی سال تک دبلا پتلا ہوتا اور پگھلتا رہتا تھا اور میں اس سے لگ لپٹ کر وجہ پوچھا کرتا تھا مگر وہ اس کا اظہار نہ کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے

ایک مرتبہ مجھے بتادیا مگر یہ مطالبہ کیا کہ اس کی بات کو کسی کے سامنے ذکر نہ کروں اور نہ کوئی اور اس بات کو سنے۔

تو میں نے اس پر ترس کھایا کہ یہ بے چارہ کتنی بڑی مصیبت میں پھنس کر کس حالت کو پہنچ گیا ہے تو میں اس لونڈی کے مالک کے پاس گیا اور اس سے بات چیت کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس سے اس نوجوان کی بات اور اس کی تکلیف کا اظہار کردیا اور اب جو اس کی حالت ہو چکی تھی وہ بھی بتائی اور وہ اس وقت موت کی حالت کو پہنچ چکا تھا۔

اس تاجر نے کہا تم میرے ساتھ چلو تاکہ میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں چنانچہ ہم دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے پاس پہنچے۔ جب اس لونڈی کا مالک اس کے قریب گیا اور اس کی حالت زار دیکھی تو اپنے گھر واپس لوٹنے کی ہمت نہ ہوئی۔ پھر تاجر نے خوبصورت اور حسین لباس نکال کر کہا کہ فلانی لونڈی کا بناؤ سنگھار کرو اور یہ لباس اس کو پہناؤ اور اس کے ساتھ وہ کرو جو تم حج کے موسم میں کیا کرتے تھے تو انہوں نے اس لونڈی کے ساتھ وہی کچھ کیا۔ پھر اس تاجر نے اس کے ہاتھ سے پکڑا اور اس کو بازار میں لے گیا اور لوگوں کو پکارا تو وہ سب جمع ہو گئے پھر اس نے کہا اے لوگو! تم گواہ ہو جاؤ میں نے اپنی فلانی لونڈی اور اس نے جو کچھ پہن رکھا ہے سب اس نوجوان کو ہدیہ میں دی اس کے عوض جو اللہ تعالی کے پاس ہے۔ پھر اس نوجوان سے کہا تم یہ لونڈی قبول کرو میری طرف سے تم کو ہدیہ ہے اس مال اور زیور سمیت جو اس کے پاس ہے یا اس نے پہن رکھا ہے۔

تو لوگ اس کو یہ کہتے ہوئے دور ہونے لگے کہ تم تباہ ہو جاؤ تم نے یہ کیا کیا ہے حالانکہ تمہارے سامنے اس کے اتنے بڑے بڑے معاوضے پیش کئے جاتے تھے اس وقت اس کو نہیں بیچا اب اس جوان کو بخشش کردی۔

تو تاجر نے کہا تم سب مجھ سے دور ہو جاؤ میں نے (یہ لونڈی لقمہ اجل ہونے والے نوجوان کو ہدیہ کر کے) تمام روئے زمین کے لوگوں کو زندگی دی ہے۔

(کیونکہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ط

(ترجمہ) جس نے کسی ایک نفس کی زندگی بچائی اس نے تمام انسانوں کی زندگی بچائی۔ (سورۃ مائدۃ:۳۲)

ہارون رشید کی ایک شادی کا عجیب واقعہ

بشر بن ولید فرماتے ہیں میں حضرت قاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے مجھ سے بیان فرمایا کہ میں ایک رات اپنے بستر کی ٹیک لگا کر سونے لگا تھا کہ ایک شخص نے بڑی سختی سے دروازہ کھٹکھٹایا تو میں نے اوپر کملی اوڑھی اور گھر سے باہر نکلا تو ہرثمہ بن اعین باہر کھڑا تھا میں نے اس کو سلام کیا تو اس نے کہا آپ کو امیر المؤمنین (ہارون رشید) نے یاد کیا ہے۔ تو میں نے اس سے کہا اے ابو حاتم! تم تو میری بہت عزت اور قدر کرتے ہو یہ کونسا وقت ہے اس کو تو تم جانتے ہو خطرہ ہے کہ امیر المؤمنین نے مجھے کسی کام کی خاطر نہیں بلایا۔ اگر تمہاری ہمت میں ہو تو اس حاضری کو صبح تک مؤخر کرا دو شاید کہ اس کی کوئی اور رائے ہو جائے۔ اس نے کہا اس میں میرا کوئی بس نہیں چلے گا۔ میں نے پوچھا تم کس کام سے آئے ہو اس نے کہا میرے پاس (امیر المؤمنین کا مسرور نامی) خادم خاص آیا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو امیر المؤمنین کے خدمت میں پیش کروں۔ میں نے کہا چلو تم مجھے اتنی مہلت تو دیدو کہ میں اپنے اوپر پانی ڈال لوں۔ (یعنی غسل کرلوں) اور خوشبو لگا لوں۔ پھر اگر کوئی آفت آ گئی تو خود کو چست کرلوں گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے عافیت بخشی ہو تو کوئی خطرہ کی بات نہیں۔ تو اس نے مجھے اس کی اجازت دیدی۔

چنانچہ میں حمام میں داخل ہوا، نئے کپڑے پہنے اور جتنا خوشبو لگانا مناسب تھی

لگائی پھر ہم نکل کر چلتے رہے حتی کہ امیر المؤمنین ہارون رشید کے محل تک پہنچ گئے تو وہاں پر مسرور کو کھڑا پایا۔ اور ہرثمہ نے اس کو کہا کہ میں قاضی صاحب کو لے آیا ہوں۔

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے مسرور سے پوچھا تمہیں میری خدمت اور عزت کا واسطہ! یہ بڑا تنگ وقت ہے تمہیں معلوم ہے کہ مجھے امیر المؤمنین نے کیوں طلب کیا ہے؟ کہا معلوم نہیں۔ میں نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ کہ ان کے پاس کون ہے کہا عیسیٰ بن جعفر۔ میں نے پوچھا اور کون ہے؟ کہا تیسرا کوئی نہیں ہے۔ پھر اس نے کہا اب آپ اندر تشریف لے جائیں جب صحن میں پہنچ جائیں تو وہ برآمدہ میں بیٹھے ہوں گے آپ اپنے پاؤں کو زمین (پر مارکر) حرکت دیں گے تو وہ آپ سے پوچھیں گے تو آپ کہنا کہ میں ہوں۔

تو میں وہاں پہنچا اور ویسا ہی کیا تو امیر المؤمنین نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا یعقوب۔ کہا اندر آجاؤ۔ تو میں اندر چلا گیا تو وہ وہاں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے دائیں میں عیسیٰ بن جعفر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا ہمارا خیال ہے کہ ہم نے آپ کو گھبرا دیا ہے۔ میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم اور ان کو بھی جو میرے پیچھے (یعنی گھر میں موجود) ہیں۔ کہا تشریف رکھیں تو میں بیٹھ گیا اور میری گھبراہٹ ختم ہوگئی۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے یعقوب! تمہیں پتہ ہے ہم نے آپ کو کیوں بلایا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ آپ کو اس کا گواہ بنادوں۔ اس (عیسیٰ بن جعفر) کے پاس ایک لونڈی ہے میں نے اس کو کہا ہے کہ یہ اس کو مجھے ہدیہ کردے تو اس نے ہدیہ نہیں کی۔ پھر میں نے اس سے کہا تو اس کو بیچ دے تو بھی انکار کرتا ہے۔ اللہ کی قسم اگر اس نے میری بات نہ مانی تو میں اس کو یقیناً قتل کردوں گا۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں عیسیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا تمہیں خدا نے اس لونڈی کے بارہ میں کیا کردیا ہے جو تو اس کو امیر المؤمنین کو دینے سے روک رہا

ہے؟ اور اتنے بڑے مقام و مرتبہ کا بھی لحاظ نہیں کر رہا؟

اس نے کہا آپ نے میری مجبوری سنے بغیر یہ فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا تو آپ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں نے طلاق کی اور تمام غلام آزاد کرنے کی قسم کھا رکھی ہے اور میں صدقہ کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا اس لئے نہ تو میں اس لونڈی کو بیچ سکتا ہوں اور نہ ہی اس کو ہبہ کر سکتا ہوں (ورنہ میری بیوی کو طلاق ہو جائے گی اور میرے غلام اور لونڈیاں سب آزاد ہو جائیں گے)۔

ہارون رشید میری طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ (شریعت میں) اس سے خلاصی کا کوئی راستہ ہے؟ میں نے کہا ہاں ہے۔ اس نے پوچھا وہ کیا ہے میں نے کہا وہ یہ ہے کہ یہ لونڈی کا آدھا حصہ ہبہ کر دے اور آدھا بیچ دے اس صورت میں یہ ہوگا کہ نہ تو اس نے لونڈی کو بیچا ہے اور نہ ہبہ کیا (بلکہ دونوں کام آدھے آدھے اکٹھے کئے اور اس قسم کی صورت اس قسم میں داخل نہیں اس لئے نہ تو اس کی بیوی کو طلاق ہوگی اور نہ اس کے غلام آزاد ہوں گے)۔

عیسیٰ نے کہا کیا یہ صورت جائز ہے؟ میں نے کہا ہاں جائز ہے۔ تو عیسیٰ نے کہا پھر آپ گواہ بن جائیں کہ میں نے اس کا نصف ہبہ کر دیا اور باقی نصف ایک لاکھ اشرفیوں کے بدلہ میں فروخت کیا۔ پھر اس نے لونڈی کو بلایا تو اس کو زیب و زینت سمیت پیش کیا گیا پھر عیسیٰ نے کہا اے امیر المؤمنین یہ لیں اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اس میں برکت فرمائے۔

ہارون رشید نے کہا اے یعقوب تمہارے لئے ایک مشکل اور باقی رہ گئی ہے۔ اس کو بھی حل کرتے جاؤ) میں نے کہا وہ کیا ہے؟ کہا یہ لونڈی مملوکہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کا استبراء رحم ہو جائے اور اللہ کی قسم اگر میں اس رات اس کے پاس نہ گیا تو مجھے خطرہ ہے کہ میری روح نہ نکل جائے۔

میں نے کہا اے امیر المؤمنین (اب یہ لونڈی آپ کی ملکیت میں آچکی ہے) آپ اس کو آزاد کر دیں پھر اس سے شادی کر لیں کیونکہ آزاد عورت (سے صحبت)

کے لئے استبراء رحم (شرط) نہیں ہے۔

ہارون رشید نے کہا کہ میرا اس سے کون نکاح کرے گا؟ میں نے کہا میں کروں گا۔ تو اس نے (گواہ کے طور پر) مسرور اور حسن کو بلایا اور میں نے (نکاح کا) خطبہ پڑھا اور اللہ کی تعریف کی اور بیس ہزار اشرفیاں (حق مہر کے عوض میں) شادی کرادی۔

تو ہارون نے مال منگوایا اور لونڈی کو (حق مہر) ادا کیا پھر مجھ سے کہا اے یعقوب اب آپ تشریف لے جائیں۔ پھر اس نے اپنا سر مسرور کی طرف اٹھا کر کہا اے مسرور اس نے کہا لبیک اے امیر المؤمنین۔ ہارون نے کہا کہ یعقوب کی خدمت میں دو لاکھ درھم اور بیس تخت پوشاکوں کے پہنچادو۔ چنانچہ وہ اس سب ہدیہ کو میرے ساتھ اٹھالایا۔

بشر بن ولید کہتے ہیں کہ پھر امام ابو یوسف (یعقوب) میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے جو کچھ کیا اس میں تمہیں کوئی غلطی محسوس ہوئی؟ میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا تم اس (میرے ہدیہ میں) سے اپنا حق اٹھالو۔ میں نے پوچھا میرا حق کتنا ہے؟ فرمایا دسواں حصہ۔

بشر کہتے ہیں کہ میں نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور دعا دی۔ جب میں اٹھ کر جانے لگا تو ایک بڑھیا کو داخل ہوتے دیکھا۔ اس نے آکر کہا اے ابو یوسف! آپ کی بیٹی (یعنی ہارون رشید بادشاہ کی بیوی جس کا آپ نے نکاح کرایا ہے وہ) آپ کو سلام کہہ رہی ہے اور اس کا پیغام یہ ہے کہ اللہ کی قسم مجھے اس رات میں امیر المؤمنین کی طرف سے وہی مہر ہی ملا ہے جس (کی مقدار) کو آپ جانتے ہیں اور اس کا آدھا حصہ (بطور شکرانہ کے) آپ کی خدمت میں بھجوارہی ہوں۔ اور آدھا اپنی ضروریات کے لئے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ن فرمایا تم اس کا ہدیہ واپس لے جاؤ اللہ کی قسم میں اس کو قبول نہیں کروں گا۔ میں نے تو اس لونڈی کو غلامی ... تن کے ساتھ شادی کرادی ہے اور وہ میرے لئے اتنا سا ہدیہ

پسند کرتی ہے۔

تو میں اور میرے ساتھی آپ پر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے اس ہدیہ کو قبول کر ہی لیا اور مجھے اس سے بھی ایک ہزار دینار عطاء کئے۔

عشق حرام کے آخری درجہ کا علاج

اگر کوئی یہ کہے کہ آپ نے جو عشق کا علاج ذکر کیا ہے کہ اگر ایسا معشوق ہو جس سے شادی کرنا جائز ہو تو شادی کرلو اور آپ نے یہ بھی امید دلائی کہ یہ ممکن ہے اور ایسا بہت سے افراد کو حاصل ہوا ہے۔ مگر آپ اس عشق کا کیا علاج تجویز کرتے ہیں جس کو حاصل کرنے کی شریعت میں اجازت نہ ہو مثلاً وہ عورت جو خاوند والی ہے یا ہمیشہ کے لئے حرام ہے جیسے قریب بہ بلوغ لڑکا۔ کیا اس کا بھی کوئی علاج ہے جب کہ عاشق کا جسم کمزور ہو چکا ہے اور بے خوابی بہت ہوگئی ہے اور وہ جنوں کی حد کو پہنچ چکا ہے۔

جواب: عشق کی تمام امراض میں کامل علاج تو پرہیز ہی ہے اور یہ پرہیز محبوب کو مضبوط ارادہ کے ساتھ چھوڑ دینے سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر یہ پرہیز حاصل ہوگیا تو علاج بہتر ہوگا اور اس وقت یہ ظاہری اور باطنی طور پر مفید ہوگا۔ اس کے لئے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں منت و زاری بھی کرے اور کثرت سے دعائیں کرے کیونکہ یہ مجبور بھی ہے اور اللہ تعالیٰ مجبور کی دعا کو ضرور سنتا ہے جب وہ اس سے فریاد کرے۔ پھر اس کا علاج کیا جائے کیونکہ اسباب اختیار کرنا توکل اور دعا کے مخالف نہیں ہے۔

باب 51

ظاہری علاج

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جب عاشق کا بدن کمزور ہو جائے تو اس میں حرارت بہت جلد بھڑک اٹھتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کو تر چیزیں استعمال کرائیں، بنفشہ اور نیلوفر (کنول کا پھول) سنگھائیں، ہلکا پھلکا نہلائیں، نیند زیادہ کرائیں اور مرطوب غذائیں استعمال کرائیں، اور خوبصورت باغ کا صاف ستھرا پانی دکھلائیں، اور ہنسانے والی باتیں سنائیں۔

نیز اس کے علاج میں سے عاشق کو سفر کرانا بھی مفید ہے کیونکہ سفر کیساتھ محبوب سے دوری حاصل ہوتی ہے اور بدن سے ہر بعید شے دل سے بھی دوری پیدا کرتی ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ عاشق ابتداء سفر میں شوق کو دبا کر رکھے جیسے مصیبت زدہ شخص اپنی ابتدائے مصیبت میں صبر سے کام لیتا ہے۔ اس طرح سے زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ معاملہ عشق بھی ہلکا ہو جائے گا۔

اس طرح سے تلاش معاش اور کاریگری میں مصروف رہنا بھی عاشق کے دل کو تسلی بخشتا ہے۔ کیونکہ عشق کرنا فارغ آدمی کا کام ہے جو فارغ اوقات میں اور تنہائی میں شوق کی بنا پر معشوق کی صورت کو مدنظر رکھتا ہے اور عاشق معشوق کی تمثیل کو اپنے باطن میں جگہ دیتا ہے اس لئے جب غیر محبوب کے ساتھ دل مشغول ہو جائے گا تو محبت کم ہوتی چلی جائے گی اور عشق مٹتا جائے گا اور فراموشی حاصل ہو جائے گی۔

اور ایک علاج یہ ہے کہ ایسے شخص کو نکاح کی پیش کش کی جائے اور جہاں جہاں رشتہ ہو سکے ایسی عورتوں کا اس کے سامنے ذکر کیا جائے ہو سکتا ہے کہ اس طریقہ سے

اس کے عشق کا علاج کیا جا سکے۔

حسن کا معیار

(حسن کا معیار تو حکماء اور اہل فن کے نزدیک مقرر ہے مگر) محبوب کے نزدیک حسن وہ ہے جو اس کے دل میں اتر جائے اس لئے اس کو نکاح کی غرض سے عورتیں اور لڑکیاں دکھائی جائیں اس طریقہ سے غالب یہ ہے کہ اس کو اس کے حسن کا معیار مل ہی جائے گا۔ اگر نہ ملے تو (گھر کی عورتیں) اس کی تلاش میں رہیں کیونکہ نفس کبھی ایک حالت پر نہیں رہتا اور عام طور پر بعد کی چیز پہلی بھلا دیتی ہے۔ (اس کی دلیل درج ذیل حکایت ہے)

حکایت

بنوامیہ کے غلام حسین بن علی کے والد کہتے ہیں کہ میں ملک شام میں گیا جب علاقہ شراۃ میں پہنچا اور رات قریب ہو گئی تھی تو میں نے ایک محل دیکھا اور اس کی طرف چلا گیا وہاں پہنچ کر میں نے محل کے دروازہ پر ایک عورت کو دیکھا جبکہ میں نے اس طرح کی ہیبت اور جلال کی عورت کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میں نے اس کو سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دے کر پوچھا آپ کون ہیں؟ میں نے کہا عرب کے بنوامیہ قبیلہ کا ایک شخص ہوں۔ اس نے کہا خوش آمدید اللہ آپ کو زندگی بخشے (سواری سے) اتر آؤ یہ آپ کا ہی گھر ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اللہ آپ کو عافیت دے۔ اس نے کہا میں بھی آپ کی قوم کی ایک عورت ہوں۔

چنانچہ اس نے میری رہائش اور مہمان نوازی کا حکم دیا اور میں نے بہت اچھے طریقے سے رات گذاری۔ جب صبح ہوئی تو اس نے قاصد روانہ کر کے مجھ سے پوچھا رات کیسی رہی؟ آپ نے کیسی صبح کی؟ میں نے کہا رات بھی خوب گذری ہے اور میں نے آپ سے زیادہ خاطر تواضع کرنے والی خاتون اللہ کی قسم کبھی نہیں دیکھی

نہ ہی آپ جیسے عمدہ اخلاق کی خاتون دیکھی ہے۔ اس نے کہا مجھے آپ سے ایک کام ہے آپ یہاں سے چلے جائیں جب آپ اس (سامنے والے) گرجا گھر میں پہنچ جائیں تو میرے چچا زاد سے ملیں وہ میرا خاوند بھی ہے اسی گرجا گھر میں اس پر عیسائیت غالب ہوگئی ہے اس نے مجھے چھوڑ کر وہاں کی رہائش کرلی ہے۔ تم اس کو دیکھو اور اپنے یہاں رات گذارنے کا ذکر کرو اور جو میں نے پیغام دیا ہے وہ بھی جا کر کہہ دو۔ تو میں نے کہا میں یہ کام ضرور کروں گا مجھے بھی اس سے خوشی ہوگی۔

چنانچہ میں وہاں سے نکل کر گرجا گھر میں پہنچ گیا۔ وہاں پر میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اس کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ بہت حسین جوان تھا میں نے اس کو سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا تو میں نے اپنے متعلق بھی بتلایا اور یہ بھی کہ میں نے رات کہاں گذاری ہے اور یہ بھی کہا جو عورت نے پیغام دیا تھا۔ تو اس نے کہا اس عورت نے سچ کہا ہے میں آپ کی قوم میں سے قبیلہ حارث بن حکیم کا آدمی ہوں۔ پھر اس نے چیخ کر پکارا اے قسا۔ تو اس کے پاس ایک عیسائی عورت نکل کر آئی جس پر پادریوں کا لباس تھا اور زنار پہن رکھی تھی۔ میں نے اس جیسی حسین نہ پہلے کبھی دیکھی نہ بعد میں۔ اس مرد نے کہا یہ قسطا ہے اور وہ اروی ہے اور میں یہ کہتا ہوں۔

تبدلت قسا بعد اروی وجهها
كذاك لعمري الحب يذهب بالحب

(ترجمہ)

میں نے اروی اور اس کی محبت کے بعد قسطا سے تبادلہ کرلیا۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم اسی طرح سے ایک کی محبت دوسری کی محبت کو مٹا دیتی ہے۔

ایک علاج یہ ہے

ظاہری علاج میں ایک کثرت جماع بھی ہے اگرچہ غیر محبوب (بیوی) سے ہو۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرارت کو کم کرتا ہے جس سے عشق پروان چڑھے۔ چنانچہ جب فطری حرارت ضعیف ہوگی تو فتور حاصل ہوگا دل میں ٹھنڈک ہوگی اور عشق کے شعلے ماند پڑ جائیں گے۔

اور ایک علاج یہ ہے کہ بیماروں کی عیادت کرے جنازوں کے ساتھ جائے، قبروں کی زیارت کرلے، مردوں کو دیکھے، موت اور اس کے بعد کے حالات فی فکر کرے یہ سب خواہش کی آگ کو بجھادیں گی جیسا کہ گانا سننے سے اور کھیل کود سے اس کو تقویت ہوتی ہے۔

اسی طرح سے مجالس ذکر الٰہی میں، تارک الدنیا لوگوں کی صحبت میں اور نیک لوگوں کے حالات اور وعظوں کے سننے سے بھی عشق کا علاج ہوتا ہے۔

باطنی علاج

(۱) باطنی طور پر ایک علاج یہ ہے کہ تم یہ خیال کرو اور جانو کہ تمہارا محبوب ایسا نہیں ہے جیسا کہ تمہارے دل میں اترا ہوا ہے تم اپنی فکر کو محبوب کے عیبوں میں استعمال کرو تمہیں تسلی ہو جائے گی کیونکہ انسان نجاستوں اور گندگیوں میں ملوث ہوتا ہے جبکہ عاشق اپنے معشوق کو حالت کمال میں دیکھتا ہے اور اس کی خواہش نفس معشوق کا کوئی عیب نہیں دیکھنے دیتی۔مگر حقائق اعتدال اور میانہ روی سے واضح ہوتے ہیں جبکہ خواہش نفس ایسا ظالم حکمران ہے جو عیبوں کو چھپا دیتی ہے۔ اس وجہ سے عاشق معشوق کی برائیوں کو بھی اچھا جانتا ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے ہارون رشید نے پوچھا

کہ عشق کی تعریف اور پہچان کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا جب معشوق کے پیاز کی خوشبو عاشق کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ عمدہ معلوم ہو۔

(۲) حکماء فرماتے ہیں کہ خواہش کی آنکھ کانی ہوتی ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان اپنی بیوی سے منہ پھیر کر اس پر اجنبی عورت کو ترجیح دیتا ہے چاہے اس کی بیوی زیادہ خوبصورت بھی کیوں نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اجنبی عورت کے عیب اس کے سامنے ظاہر نہیں ہوتے اور بیوی کے ظاہر ہوتے ہیں میل جول کی وجہ سے۔ اسی لئے جب وہ اس جدید محبوبہ سے اختلاط کرتا ہے اور اس اختلاط سے اس کی چھپی ہوئی باتیں ظاہر ہوتی ہیں تو اس کا دل بھر جاتا ہے اور پھر دوسری کی تلاش میں لگ جاتا ہے اور پھر اس کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(۳) مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے بدن میں اور اس کی گندگی اور برائیوں کو جن کو لباس نے چھپا رکھا ہے اگر فکر میں استعمال کرے تو عشق ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت اچھی لگے تو تم اس کی آلائشوں اور گندگیوں کی فکر کرو۔

(۴) اس بنا پر عاشقوں کی بہت سی جماعت نے معشوقوں کی شکایت کی اور ان سے دور ہو گئے اور اس کی وجہ صرف یہ تھی جب ان سے اختلاط ہوا تو انسانی عیوب ظاہر ہوئے اور ان سے نفرت ہو گئی اور پریشان ہوئے۔

(۵) کبھی تو ایسے طریقہ سے انسان کو تسلی ہوتی ہے جہاں سے اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے محبت کرتا ہے پھر جب اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نسبت اور رشتہ داری تو میرے فلاں دوست کے ساتھ ہے تو باز آ جاتا ہے اور عشق ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

عشق چھوڑ کر صبر کرنے کا انعام

جو آدمی اپنے اعضاء کو گناہ سے روکے، عشق کو دبائے اور خود کو پاکدامن رکھے گناہ کی حرکات نہ کرے، اور صبر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے کہ اے الٰہی جتنا ہمت مجھ میں تھی میں نے کرلی، اب جو میری طاقت میں نہیں اس سے تو مجھے محفوظ رکھنا۔

اگر کوئی شخص ان حالات میں ایسا کرے تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ عزوجل تجاوز لامتی عما حدثت بہ انفسہا ما لم تتکلم او تعمل بہ. (بخاری، مسلم)۔(۱۰۸)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے معاف کیا میری امت میں سے ان (گناہ کی خواہشات وارادہ) کو جن کے بارہ میں نفس گفتگو کرتا ہے جب تک کہ انسان اس کا کلام نہ کرے یا اس پر عمل نہ کرے۔

حضرت جنید بغدادیؒ

سید الاولیاء حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

جو کچھ انسان کے دل میں آتا ہے اس کی وجہ سے انسان پر عیب نہیں لگایا جاتا بلکہ اس وقت عیب لگایا جاتا ہے جب اس پر عمل درآمد کرے جو اس کی طبیعت میں آئے۔

---

(۱۰۸) رواہ البخاري (٦٦٦٤)، ومسلم (١٢٧)، وأبو داود (٢٢٠٩)، والترمذي (١١٨٣)، والنسائي ١٥٦/٦-١٥٧، وابن ماجه (٢٠٤٠) و (٢٠٤٤)، وأحمد في المسند ٣٩٨/٢، ٤٢٥، ٤٧٤، ٤٨١، ٤٩١، والبيهقي في سننه الكبرى ٢٩٨/٧، وابن حبان في صحيحه (٤٣٣٤-٤٣٣٥)۔

[illegible]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

کہاں ہیں وہ خوبصورت لوگ جن کے چہرے چمکتے دمکتے تھے، کہاں ہیں وہ جن کی جوانی پر لوگ رشک کھاتے تھے؟ کہاں ہیں وہ بادشاہ جنہوں نے شہر آباد کئے اور فصیلوں کے ساتھ ان کی حفاظت کی؟ کہاں ہیں وہ جن کو جنگ کے میدانوں میں غلبہ حاصل ہوتا تھا؟

ان کو زمانہ نے پیس کر رکھ دیا اور انجام کار یہ قبر کے اندھیرے میں جا پڑے (اور اب وہ یہ فریاد کرتے ہیں) ہائے آگ، ہائے آگ، ہمیں بچاؤ، ہمیں بچاؤ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو!

تم رات دن کی گذرگاہ میں ہو۔ تمہاری زندگیاں کم ہو رہی ہیں، تمہارے اعمال ریکارڈ رکھے جا رہے ہیں اور موت اچانک آنے والی ہے۔ پس جو شخص تم سے اچھائی کی کاشت کرے گا وہ (قیامت میں) اس کو خوشی خوشی کاٹے گا اور جو برائی کی کاشت کرے گا وہ اس کو عنقریب شرمندگی سے کاٹے گا، ہر کاشتکار کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کاشت کرتا ہے۔

پتھر پر کندہ عبرت

ابوزکریا تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ بیت اللہ شریف میں موجود تھے اس وقت ایک کندہ کیا ہوا پتھر پیش کیا گیا تو سلیمان نے اس کے پڑھنے والے کو طلب کیا تو حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور آپ نے اس کو پڑھا تو اس پر یہ لکھا ہوا تھا:

اے انسان! اگر تو دیکھ لے کہ تیری موت کتنا قریب ہو چکی ہے تو تو اپنی طویل امید سے دنیا میں کنارہ کشی اختیار کر لے۔ اور تجھے شرمندگی ہو اگر تیرا قدم پھسل جائے تو تیرے رشتہ دار اور نوکر چاکر بھی ساتھ چھوڑ دیں اور تیرا باپ اور قریبی رشتہ دار الگ ہو جائیں اور بیٹا اور کنبہ بھی الگ ہو جائے۔ اب تو دوبارہ دنیا میں لوٹنے والا نہیں، اور نہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کر سکے گا۔ اس لئے قیامت کے دن کے لئے حسرت اور ندامت سے پہلے نیک عمل کر لے۔

امام اوزاعیؒ کی نصیحت

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھائی کو سلام کے بعد لکھا کہ

تم ہر طرف سے (شریعت کی) جکڑ بندیوں میں (یعنی شریعت کے احکام کے مکلّف) ہو۔ یاد رکھو تم روزانہ رات دن (قیامت کی طرف) ہنکائے جا رہے ہو، لہذا تم اللہ سے اور اس کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرو اور جب تمہارا آخری سانس نکل رہا ہو تو تم اسی حالت (ایمان) پر ثابت قدم ہو۔ والسلام

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص نے حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ آپ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔

تو آپ نے اس کو یہ تحریر فرمایا:

اما بعد! تم دنیا کو اس طرح بنالو جس میں تم نے اپنی خواہشات پوری نہ کرنے کا روزہ رکھا ہوا ہے اور اس کی افطاری موت سے کرو (اور یہ سمجھ لو کہ موت آہی چکی ہے اور ابھی افطار کرلوں گا)

والسلام

تو اس شخص نے آپ کو لکھا کہ آپ مجھے اور نصیحت کریں۔ تو آپ نے لکھا

اما بعد! اپنے دین کو صحیح سالم رکھ کر دنیا سے معمولی چیز پر کفایت کرلے جس طرح سے بہت سے لوگ دین گنوا کر بہت سی دنیا حاصل کرکے خوش ہوتے ہیں۔ والسلام

جاننے والا انجان کی طرح نہیں

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر یہ وحی فرمائی تھی کہ

میرا انتقام اس شخص پر ایسا نہیں ہے جو مجھے جانتا ہے اور میرے سامنے نافرمانی کی جرات کرتا ہے اس شخص کے مقابلہ میں جو مجھے نہیں جانتا۔

اصل سرمایہ کو تباہ کرنے والا

محمد بن حاتم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تمہارا اصل سرمایہ تمہارا دل اور تمہارا وقت ہیں جبکہ تو نے ان دونوں کو خیالات کی گندگیوں میں پھنسا دیا ہے اور اپنے اوقات کو ان گناہوں میں ضائع کردیا ہے جو کرنے کے نہیں تھے۔ وہ شخص کب نفع کما سکتا ہے جس کا راس المال (اصل سرمایہ) ہی خسارہ میں ہو۔

بدن گھل رہے ہیں عمر فنا ہو رہی ہے

حضرت ابراہیم بن بشار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور ابو یوسف فسولی ملک شام کے ایک راستہ سے گزر رہے تھے کہ ایک آدمی کود کر ان کے سامنے آیا اور ان کو سلام کیا پھر کہا اے ابو یوسف مجھے ایسی نصیحت کر دجس کو میں آپ کی جانب سے یاد رکھوں تو آپ رو پڑے پھر فرمایا:

اے بھائی! رات دن کا اختلاف اور ان کا بیت جانا دونوں تیرے بدن کو گرانے اور تیری عمر کر فنا کرنے اور تیرے اجل کو پورا کرنے میں جلدی کر رہے ہیں۔ اس لئے تجھے ضروری ہے اے میرے بھائی! تم اطمینان سے نہ بیٹھو حتیٰ کے یہ جان لو کہ تمہارا ٹھکانا اور مقام کیا ہوگا؟ اور تیرا پروردگار تجھ پر تیرے گناہوں اور غفلت کی وجہ سے ناراض ہے یا اپنے فضل ورحمت کی وجہ سے تجھ سے راضی ہے۔ اے ضعیف انسان تو کل کو نطفہ تھا اور (اگلی) کل (یعنی موت کے بعد) سڑے ہوئے مردار کی

طرح ہوگا۔ اگر تجھے اپنا گلنا سڑنا بدبودار ہونا پسند نہیں ہے تو گناہوں سے باز آجا اور جان لے کہ تجھے اس وقت شرمندگی نہ ہو جب تجھے شرمندگی کوئی فائدہ نہ دے سکے گی۔

پھر حضرت ابو یوسف رونے لگے اور وہ شخص بھی رونے لگا اور میں بھی ان کے رونے کی وجہ سے رو رہا تھا اور وہ دونوں بے ہوش کر گر گئے تھے۔

تیرے سانس گن گن کر پورے کئے جا رہے ہیں

ایک دیہاتی نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا

کیا تجھے زمانہ نصیحت نہیں کرتا (زندگی کے) دن تجھے خبردار نہیں کرتے؟ حالانکہ تیرے لمحے شمار ہو رہے ہیں اور سانس گنے جا رہے ہیں اور تیرا حال یہ ہے کہ تیرے نزدیک یہ دونوں تیرے سامنے تکلیف دہ بن کر سامنے آئیں گے (اور تجھے اس وقت تنبیہ ہوگی کہ ہائے میں نے ان کو کہاں خراب کیا)۔

ایک فیلسوف نے اپنے بھائی کو لکھا:

دنیا ایک خواب ہے اور آخرت بیداری ہے ان کے درمیان موت کا پل ہے لیکن ہم جھوٹے خوابوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ والسلام

اختتام

الحمدللہ محدث عظیم، مؤرخ اسلام، خطیب
اعظم، داعی کبیر، امام ابن جوزی قدس اللہ سرہ کی مایہ ناز
کتاب " ذم الهوی " کا انتخاب اور اردو ترجمہ بنام "عشق
مجازی کی تباہ کاریاں" خداوند تعالیٰ شانہ وعم نوالہ کی توفیق عمیق سے اور
احسان عظیم سے مکمل ہوا۔ اللہ کریم اس کو شرف قبولیت سے مالا مال فرمائے
اور سید المرسلین، حبیب رب العالمین، شفیع المذنبین، خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے لئے اس کتاب کو دنیاوی
عاشقوں کو عشق بازیوں سے اور عورتوں، لڑکوں اور مردوں کو خرابیوں اور بدکاریوں
اور بدمعاشیوں سے بچانے کا شاندار ذریعہ نجات اور سعادت بنائے۔

فقط مسکین پر تقصیر
مفتی امداد اللہ انور کان اللہ لہ وکان ہو للہ
دارالمعارف ملتان

مصادر تخریج

ميزان الاعتدال	للذهبي
كتاب العقل وفضله	لابن أبي الدنيا
الكامل	لابن عدي
الأوسط	للطبراني
السنن	للدارقطني
شعب الإيمان	للبيهقي
الضعفاء	للعقيلي
زوائد الزهد	لعبد الله بن أحمد بن حنبل
الموضوعات	لابن الجوزي
تلخيص الموضوعات للذهبي	
الفوائد المجموعة	للشوكاني
الموضوعات	للصغاني
التذكرة	للفتني
المنار المنيف	لابن القيم
اللآلىء المصنوعة	للسيوطي
كشف الخفاء	للعجلوني
مجمع الزوائد	للهيثمي
روضة العقلاء	لابن حبان
الدرالمنثور	للسيوطي
فتح القدير	للشوكاني
الترغيب	للأصبهاني
المسند	للامام احمد
المسند	للبزار
تلخيص المستدرک	للذهبي
الامثال	للعسكري
جمع الجوامع	للسيوطي
الجامع الصحيح	للبخاری
الجامع الصحيح	لمسلم
تاريخ بغداد	للخطيب البغدادي
كتاب الزهد	للبيهقي
مسند الفاروق	للحافظ ابن كثير
الزهد	لابن المبارک
المستدرک	للحاكم
السنن	لابي داود
السنن	للنسائي
السنن	للدارمي
السنن الكبرى	للبيهقي
حلية الأولياء	لابى نعيم
الصحيح	لابن حبان
السنن الكبرى	للنسائي
تحفة الأشرف	للامام المزى
عمل اليوم والليلة	للنسائی
تفسير جامع البيان	لابن جرير الطبري
تفسير	لعبد بن حميد
تفسير	لابن المنذر
المعجم الكبير	للطبراني

الجامع الصغير	للسيوطي
الأوسط	للطبراني
فيض القدير	للمناوي
التوبيخ	لأبي الشيخ
المغني عن حمل الاسفار	للحافظ العراقي
السنن	للترمذي
السنن	لابن ماجه
المستدرك	للحاكم
تلبيس إبليس	لابن الجوزي
الكامل	لابن عدي
وفيات الأعيان	لابن خلكان
الوافي بالوفيات	للصفدي
الجواب الكافي	لابن القيم
شرح صحيح مسلم	للنووي
مسند الشهاب	للقضاعي
الموطأ	للإمام مالك
اعتلال القلوب	للخرائطي
المصنف	لعبد الرزاق

التفسير	لابن أبي حاتم
كتاب الزهد	للإمام أحمد
التفسير	لابن مردويه
سير اعلام النبلاء	للذهبي
عشرة النساء من سنن الكبرى	للنسائي
مسند ابي داود	للطيالسي
روضة المحبين	لابن القيم
احكام النظر إلى المحرمات	لابن حبيب العامري
فتح الباري	للحافظ العسكلاني
موارد الظمآن	لابن حبان
كتاب التوّابين	لابن قدامة المقدسي
المسند	لأبي يعلى
الكليات	للكفوي
ديوان [illegible]	
تاريخ الاسلام	للامام الذهبي
كتاب الاغاني	للاصبهاني
التفسير	لابن مردويه

فہرست تصانیف وتراجم مفتی امداد اللہ انور

تالیف	کتاب
مولانا مفتی امداد اللہ انور مدظلہ	اسرار کائنات
مولانا مفتی امداد اللہ انور مدظلہ	اسم اعظم
مولانا مفتی امداد اللہ انور مدظلہ	اکابر کا مقام عبادت
مولانا مفتی امداد اللہ انور مدظلہ	جنت کے حسین مناظر
مولانا مفتی امداد اللہ انور مدظلہ	فضائل حفظ القرآن
مولانا مفتی امداد اللہ انور مدظلہ	لذت مناجات
مولانا مفتی امداد اللہ انور مدظلہ	مناجاۃ الصالحین (عربی)

مترجم	مصنف	عربی	نام کتاب
امداد اللہ انور	امام ابن الجوزیؒ	بحر الدموع	آنسوؤں کا سمندر
امداد اللہ انور	حضرت حسن بصریؒ	الاستغفارات	استغفارات حضرت حسن بصریؒ
امداد اللہ انور	ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ	طبقات الصوفیه	اوصاف ولایت
امداد اللہ انور	امام غزالیؒ	التبر المسبوک	بادشاہوں کے واقعات
امداد اللہ انور	امام جلال الدین سیوطیؒ	لقط المرجان	تاریخ جنات وشیاطین
امداد اللہ انور	مفتی محمود گنگوہیؒ	فتاویٰ محمودیہ (اردو)	فتاویٰ جدید فقہی مسائل
امداد اللہ انور	محمد عبدالرؤف المناویؒ	کنوز الحقائق	جواہر الاحادیث
امداد اللہ انور	امام ابن رجب حنبلیؒ	التخویف من النار	جہنم کے خوفناک مناظر
امداد اللہ انور	امام دمیاطیؒ	المتجر الرابح	رحمت کے خزانے
امداد اللہ انور	امام ابن الجوزیؒ	ذم الهوی	عشق مجازی کی تباہ کاریاں
امداد اللہ انور	ابن حجر مکیؒ	الافصاح	فضائل شادی
امداد اللہ انور	امام سیوطیؒ	الحبائک	فرشتوں کے عجیب حالات
امداد اللہ انور	امام سیوطیؒ	البدور السافرة	قیامت کے ہولناک مناظر

زیر طبع تصانیف وتراجم

مؤلف	کتاب

ادعیۃ الصحابہؓ (عربی)	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
اسماء النبی الکریمؐ	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
اسلاف کے آخری لمحات	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
اکابر کی مجرب دعائیں	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
تاریخ علم اکابر	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
تصاویر مدینہ	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
جنت البقیع میں مدفون صحابہؓ	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
حکایات علم وعلماء	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
خدمت والدین	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
خشوع نماز	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
شرح وخواص اسماء حسنیٰ	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
صحابہ کرامؓ کی دعائیں	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
فضائل تلاوت قرآن	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
گنہگاروں کی مغفرت	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
مستند نماز حنفی	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ
معارف الاحادیث	مولانا مفتی امداداللہ انور مدظلہ

کتاب	ترجمہ	مصنف	مترجم
ترجمہ قرآن پاک	=		امداداللہ انور
اکابر کی تمنائیں	المتمنین	ابن ابی الدنیاؒ	امداداللہ انور
امتوں پر عذاب الٰہی کے واقعات	العقوبات	ابن ابی الدنیاؒ	امداداللہ انور
تیسیر المنطق	=	مولانا عبداللہؒ	امداداللہ انور
تفسیر ابن عباسؓ	صحیفہ علی بن ابی طلحہ	علی بن ابی طلحہؒ	امداداللہ انور
تفسیر عائشۃ الصدیقہؓ	مرویات ام المؤمنین	دکتور سعود	امداداللہ انور
عبادت سے ولایت تک	بدایۃ الھدایہ	امام غزالیؒ	امداداللہ انور
علم پر عمل کے تقاضے	اقتضاء العلم العمل	خطیب بغدادیؒ	امداداللہ انور
فضائل شکر	الشکر للہ عزوجل	ابن ابی الدنیاؒ	امداداللہ انور
فضائل شہادت	ابواب السعادۃ	علامہ سیوطیؒ	امداداللہ انور

فضائل صبر	الصبر و الثواب علیہ	ابن ابی الدنیا	امداد اللہ انور
فضائل غربت	الجوع	ابن ابی الدنیا	امداد اللہ انور
مشاہیر علماء اسلام	مشاهير علماء الامصار	امام ابن حبان	امداد اللہ انور

دیگر علماء کے مطبوعہ تراجم

کتاب	عربی	مترجم یا مؤلف	اصلاح وتزئین
حل قال بعض الناس	بعض الناس	؟ / عبد المجید انور	امداد اللہ انور
خواص القرآن الکریم	العز النظيم	امام یافعی / ؟	امداد اللہ انور
سانحہ علوم	حدائق الانوار	امام رازی / احمد بخش	امداد اللہ انور
سیلاب مغفرت	كتاب التوابين	ابن قدامہ / ریاض صادق	امداد اللہ انور
قصص الجمیل	=	مولانا ریاض صادق	امداد اللہ انور
صحابہ کرام کے جنگی معرکے	فتوح الشام	امام واقدی / شبیر احمد	امداد اللہ انور
قبر کے عبرتناک مناظر	شرح الصدور	امام سیوطی / محمد عیسیٰ	امداد اللہ انور
کرامات اولیاء	روض الرياحين	امام یافعی / جعفر حق	امداد اللہ انور
محبوب کا حسن وجمال	=	محمد سلیمان منصور پوری	امداد اللہ انور
معجزات رسول اکرم	الكلام المبين	مفتی عنایت احمد	امداد اللہ انور
نفیس پھول	صيد الخاطر	ابن جوزی / عبد المجید انور	امداد اللہ انور

دیگر علماء کے غیر مطبوعہ تراجم

کتاب	مصنف	مترجم	تسہیل وتزئین
آثار السنن	محمد بن علی شوق نیموی	فضل الرحمن دھرم کوٹی	امداد اللہ انور
الادب المفرد	امام بخاری	مولانا ریاض صادق	امداد اللہ انور
سنن داری	امام داری		امداد اللہ انور
ہدیہ درود وسلام	یوسف بن اسماعیل نبہانی	مفتی ابوسالم زکریا	امداد اللہ انور

طالب دعا: ادارہ دار المعارف ملتان - فون نمبر: 0300-6351350

اِشراقِ نُوری

ترجمہ اردو

قدُوری

مکتبہ رحمانیہ

اِقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاھور
فون:042-7224228-7221395

1

اشراق نوری

ترجمہ اردو

قدوری

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

نام کتاب	....	اشراقِ نوری
طابع	....	حاجی مقبول الرحمٰن
ناشر	....	مکتبہ رحمانیہ
مطبع	....	لعل ستار
قیمت	....	/- روپے

ملنے کے پتے

⇦ مکتبۃ العلم نمبر ۱۸ اُردو بازار لاہور
⇦ خزینہ علم و ادب الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور
⇦ اسلامی کتب خانہ فضل الٰہی مارکیٹ اُردو بازار لاہور

فہرست مضامین

اشراق نوری اُردو ترجمہ قدوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الطهارت

وضوکا بیان:

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾

''اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے مونہوں کو اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ۔ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور دونوں ٹخنوں تک پیروں کو دھوؤ''۔

فائدہ: غسل کے معنی پانی بہانے کے ہیں اور چہرہ کی حد لمبائی میں پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی سے نیچے تک ہے اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے اسی وجہ سے جو سپیدی رخسارے اور کانوں کے درمیان میں ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کا دھونا واجب یعنی ضروری ہے جوہرہ اور اکثر معتبر کتابوں میں اسی طرح ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے اور آیۃ ارجلکم کا عطف زبر کی قراءت کے مطابق وجوہ اور ایدی پر ہے معنی یہ ہیں کہ تم اپنے منہ اور ہاتھوں اور پیروں کو دھوڈالو۔ بعض قاریوں نے محض کسرہ قریب ہونے کی وجہ سے اسے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے اور رافضیوں کا مذہب یہ ہے کہ پیروں پر بھی مسح ہی کرنا چاہیے۔ رؤس پر عطف کر کے کسرہ کی قراءت کو وہ اپنی حجت کہتے ہیں ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ کسرہ محض مجاورت اور قربت کے لحاظ سے ہے اور لحاظ لفظوں میں ہے نہ کہ معنی میں اور جوہرہ میں اسی طرح ہے۔ صاحب بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ ارجلکم پر کسرہ پڑھنا محض مجاورت کے لحاظ سے ہے۔

اس کے علاوہ امام باقر زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے وضو کیا اور دونوں پیر دھوئے پھر

فرمایا کہ میں تمہیں یہ دکھانا چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ وضو کس طرح کیا کرتے تھے آپ کا طریقہ بھی یہی تھا جس طرح اب میں نے کیا ہے اسی طرح حارث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ کہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں پیروں کو دھو ڈالا کرو جیسا کہ تمہیں حکم ہے۔

نقل ہے کہ رافضیوں کا ایک مجتہد کلینی پڑھا رہا تھا اس کے گرد اگرد بہت سے طالب علم بیٹھے ہوئے تھے یکا یک علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث کلینی میں نکل آئی اس پر سب طالبعلم تعجب کی نگاہ سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کیونکہ وہ اہلسنت والجماعت کے مذہب کے موافق تھی پھر سب نے مجتہد سے پوچھا اس نے کہا کہ اس کی شرح اٹھالاؤ وہ شرح اٹھالائے تو اس میں یہ نکلا کہ ان دنوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کر رکھا تھا اس جواب سے خود مجتہد کو اور بھی زیادہ تعجب ہوا۔ اس نے سر جھکا لیا اور بہت دیر میں سوچ کر یہ کہا کہ میرے خیال میں تو اس کا جواب سوائے اس کے اور کوئی نہیں آتا کہ اس حدیث کے راویوں میں جرح و قدح کی جائے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

فرائض وضو کا بیان ✱ ترجمہ: وضو میں چار فرض ہیں: تین اعضا کا دھونا اور سر کا مسح کرنا۔

فائدہ: تین اعضاء سے مراد منہ دھونا۔ دونوں ہاتھ، دونوں پیر ہیں حقیقت میں یہ پانچ اعضاء ہیں مگر تین ان کو اس لیے کہہ دیا ہے کہ دونوں ہاتھ دونوں پیر بمنزلہ دو اعضاء کے شمار کر لیے گئے ہیں۔

ترجمہ: دونوں کہنیاں اور دونوں ٹخنے بھی ہمارے تینوں علماء (یعنی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمۃ اللہ علیہم) کے نزدیک فرض غسل میں داخل ہیں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے اور سر کے مسح میں پیشانی کی مقدار مسح فرض ہے اور یہی مقدار چوتھائی سر کی ہے کیونکہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ ایک ڈلاؤ پر پہنچے۔ وہاں آپ نے پیشاب کر کے چھوٹا استنجا کیا اور وضو کیا اور پیشانی کی مقدار سر کا مسح کیا اور جرابوں پر (بھی) مسح کیا۔

سنن وضو ✱ وضو میں یہ (نو) چیزیں سنت ہیں جس وقت کوئی سو کر اٹھے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو دھونا، ابتداء وضو کے وقت بسم اللہ پڑھنا،

مسواک کرنا' کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' دونوں کانوں کا مسح کرنا' داڑھی اور سب انگلیوں میں خلال کرنا' تین تین مرتبہ ہر عضو کو دھونا۔

مستحباتِ وضو ✱ وضو کرنے والے کے لیے مستحب امور یہ (چھ) ہیں۔ وضو کی نیت کرنا' سارے سر کا مسح کرنا' ترتیب وضو کا لحاظ رکھنا' یعنی جس طرح اللہ نے تعلیم دی اسی طریقہ سے کرنا۔ داہنے عضو سے شروع کرنا اور پے در پے ہر عضو کو دھونا' گردن کا مسح کرنا۔

فائدہ: داہنے عضو سے مراد یہ ہے کہ بائیں ہاتھ سے پہلے داہنے ہاتھ کو دھوئے اور بائیں پیر سے پہلے داہنے پیر کو دھوئے صحیح روایت کے مطابق یہی طریقہ افضل ہے۔

نواقض وضو ✱ **ترجمہ**: اور وضو ان چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے جو دونوں راستوں (یعنی پیشاب اور پاخانہ کی جگہ) سے نکلیں۔

فائدہ: پیشاب کی جگہ سے نکلنے والی چیزیں یہ ہیں: پیشاب' منی' مذی' ودی' سنگریزہ' کیڑا حیض اور استحاضہ کا خون جو کہ عورتوں کو بالغ ہونے کے بعد آتا ہے پیچھے سے نکلنے والی یہ چیزیں ہیں ریح' کیڑا' پاخانہ وغیرہ ان سب سے وضو ٹوٹ جاتا ہے صاحب قدوری کی عبارت سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جو چیزیں ان راستوں سے نکلیں ان سے وضو ٹوٹ جاتا ہے آیا یہ اسی طرح ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جو ریح مرد کے ذکر اور عورت کی فرج سے نکلے صحیح مذہب کے مطابق اس سے وضو نہیں ٹوٹتا ہاں اگر عورت مفضاۃ ہو تو اس کو وضو کر لینا مستحب ہے واجب نہیں ہے کیونکہ اس کے بارے میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ شاید ریح پیچھے سے نکلی ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ پیشاب کی جگہ سے نکلی ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور وضو یقیناً تھا اور ٹوٹنے میں شک ہے فقط شک سے وضو نہیں جائے گا ہاں شک رفع کرنے کے لیے وضو کر لینا مستحب ہے۔

ترجمہ: خون اور پیپ اور کچ لو جس وقت بدن سے نکل کر اپنی جگہ سے بہہ جائیں تو اس جگہ کو بھی پاک کرنا لازم ہے اور قے جس وقت منہ بھر کر ہو اور سونا لیٹ کر ہو یا تکیہ لگا کر یا کسی ایسی چیز کے سہارے سے کہ اگر اس کو علیحدہ کر دیا جائے تو یہ گر جائے اور بے ہوشی کے باعث عقل نہ رہنی اور دیوانہ ہو جانا (یہ سب ناقض وضو ہیں) اور قہقہہ کے ساتھ ہنسنا بھی ناقض وضو

ہے لیکن اس نماز میں جس میں رکوع سجدہ ہو (چنانچہ جنازہ کی نماز اور سجدۂ تلاوت میں ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا)

اقسام قے ✻ فائدہ: قے کی پانچ قسمیں ہیں فقط پانی نکلے یا کھانا یا خون یا صفرا یا بلغم۔ پہلی تینوں صورتوں میں جس وقت قے منہ بھر کے ہوگی تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اس سے کم ہوگی تو نہیں ٹوٹے گا اور بلغم کی قے ہونے میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں جاتا اگرچہ منہ بھر کے بھی ہو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت منہ بھر کے ہوگی تو وضو جاتا رہے گا اور یہ اختلاف اسی صورت میں ہے جس وقت بلغم پیٹ سے آئے اگر دماغ سے آئے تو اس صورت میں کسی کے نزدیک بھی اس سے وضو نہیں جاتا یہ اجماعی مسئلہ ہے کیونکہ وہ تو اصل میں رینٹ ہوتا ہے باقی رہا خون سو وہ اگر غلیظ اور جما ہوا ہو تو جب تک منہ بھر کر قے نہ ہوگی وضو نہیں جائے گا اور اگر نرم ہو تو خواہ تھوڑا ہو یا بہت شیخین کے نزدیک اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور امام محمدؒ اسے بھی اور خلطوں جیسا حکم دیتے ہیں کہ جب تک اس کی قے منہ بھر کے نہ ہوگی تو وضو نہ جائے گا اور نہ وہ ناقض وضو ہے وجیز میں امام محمد کے قول کو صحیح کہا ہے اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ خون پیٹ سے آئے اگر دماغ سے آئے گا تو تھوڑا ہو یا بہت وہ بالاتفاق ناقض وضو ہے یعنی اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

ترجمہ: غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔ کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا۔ سارے بدن پر پانی بہانا۔

فائدہ: یہ تینوں چیزیں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک ان تینوں کے علاوہ چوتھے بدن کو ملنا بھی فرض ہے امام شافعیؒ ان دونوں کے مخالف ہیں ان کے نزدیک فقط دو ہی چیزیں فرض ہیں نیت کرنا اور سب اعضاء کا دھونا۔

غسل کا مسنون طریقہ ✻ ترجمہ: غسل کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نہانے والا اول اپنے دونوں ہاتھ اور شرمگاہ کو دھوئے پھر اگر بدن پر کچھ نجاست کہیں لگی ہو تو اس کو پانی سے زائل کرے پھر ایسا ہی وضو کرے جیسا کہ نماز کے لیے کیا جاتا ہے ہاں پیروں کو نہ دھوئے پھر اپنے سر سے لے کر سارے بدن تک تین مرتبہ پانی بہائے اور اس جگہ سے علیحدہ ہو کر اب

دونوں پیروں کو دھوئے۔

فائدہ: اگر کوئی نشیب کی جگہ میں کھڑا ہو کر نہائے تو اس صورت میں بے شک پیر نہانے کے بعد دھوئے اور اگر کہیں اونچی جگہ کھڑا ہو کر نہائے تو پیروں کو بھی وضو کے ساتھ دھوئے اس کے علاوہ صحیح مذہب کے مطابق ایک دفعہ سارے بدن کا دھونا تو فرض ہے اور بعد میں دو دفعہ دھونا سنت ہے اور یہ تمام احکام غسل جنابت کے ہیں۔

ترجمہ: غسل میں عورت کے ذمہ مینڈھیوں کا کھولنا لازم اور ضروری نہیں ہے لیکن اس وقت کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔

غسل کی اقسام

فرض غسل کی اقسام ✽ **ترجمہ**: غسل لازم کرنے والی یہ چیزیں ہیں مرد و عورت سے شہوت کے ساتھ کود کر منی کا نکلنا۔ حشفہ کا اندام نہانی میں غائب ہونا اگرچہ انزال نہ ہو عورت کا حیض ونفاس سے پاک ہونا۔

فائدہ: یہ چاروں غسل مذکورہ فرض ہیں امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ منی خواہ کسی طرح نکلے یعنی شہوت سے یا بلا شہوت غسل کرنا لازم ہے ان کی دلیل یہ ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ "الماء من الماء" یعنی منی نکلنے سے غسل کرنا لازم ہے اور ہماری دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ قول ہے کہ "اذالم یکن بدفق الماء فلا تغتسل" (یعنی جس وقت منی کود کے نہ نکلے تو تم غسل نہ کیا کرو) اور یہ ظاہر ہے کہ کود کر منی کا نکلنا شہوت ہی کے وقت ہوتا ہے پھر امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہونا معتبر ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منی نکلتے وقت شہوت کا ہونا معتبر ہے۔

غسل مسنون کا بیان ✽ **ترجمہ**: جمعہ، عیدین، احرام، عرفہ (چاروں) کے لیے غسل کرنا رسول اللہ ﷺ نے مسنون فرمایا ہے مذی اور ودی میں غسل کرنا لازم نہیں ہے اور ان میں وضو کرنا لازم ہے۔

فائدہ: امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ

نے فرمایا ہے کہ مَنْ اَتَی الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ یعنی جو شخص جمعہ میں آنے کا ارادہ کرے اسے غسل کر لینا چاہیے ہم کہتے ہیں کہ یہ امر وجوب نہیں ہے کیونکہ دوسری حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَ نِعْمَ وَ مَنِ اغْتَسَلَ فَهُوَ اَفْضَلُ یعنی جس نے جمعہ کے دن وضو کر لیا وہ بھی بہتر اور اچھا ہے اور جس نے غسل کر لیا تو وہ اور بھی افضل ہے اور جمہور سلف اور خلف کا یہی مذہب ہے فقہاء کا قول بھی یہی ہے کہ یہ غسل مسنون ہے واجب نہیں ہے۔

اور غسل واجب مردے کو غسل دینا ہے اور جس وقت لڑکا بالغ ہو یا کافر مسلمان ہو تو اسے غسل کر لینا مستحب ہے۔

پانی کے اقسام و احکام ✽ ترجمہ: بارش اور جنگلوں اور چشموں اور کنوؤں اور دریاؤں کے پانی سے وضو وغیرہ کر لینا جائز ہے اور اس پانی سے جائز نہیں ہے جو کسی گھاس وغیرہ اور پھل سے نچوڑ لیا گیا ہو اور نہ ایسے پانی سے جائز ہے جس پر کوئی اور شے غالب آ کر پانی کی طبیعت سے اسے نکال دے جیسے سب قسم کے شرب' سرکہ' شوربہ' باقلہ اور گاجر کا پانی' گلاب۔

فائدہ: پانی کی دو قسمیں ہیں مطلق' مقید' مطلق پانی وہ ہیں جن سے وضو کر لینا جائز کہا گیا ہے۔ اور مقید وہ ہیں جن سے وضو وغیرہ صحیح نہیں کہا گیا ہاں اگر کہیں نجاسب لگ گئی ہو تو ان مقید پانیوں سے اس کو دھو لینا جائز ہے پانی کی طبیعت رقت اور سیلان ہے جس پانی کی کسی چیز کے مل جانے سے یہ حالت باقی نہ رہے اس سے وضو وغیرہ جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اس پانی سے وضو وغیرہ جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل کر اس کے ایک وصف کو بدل دے جیسے روکا پانی اور وہ پانی جس میں اشنان' صابن زعفران ملا ہوا ہو۔

فائدہ: پانی کے تین وصف ہیں رنگ' مزہ' بو۔ اگر پانی میں کسی چیز کے مل جانے یا ایک جگہ دیر تک ٹھہرے رہنے سے ان میں سے ایک وصف بدل جاتا ہے تو اس پانی سے وضو جائز ہے اگر دو وصف جاتے رہیں تو اس سے جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جس وقت کسی ٹھہرے ہوئے پانی میں کچھ نجاست گر جائے خواہ تھوڑی ہو یا بہت تو اس سے وضو جائز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے نجاست سے پانی کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا "لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ" الخ یعنی ٹھہرے ہوئے پانی میں نہ پیشاب کرنا چاہیے اور نہ

جنابت کا غسل کرنا چاہیے اور فرمایا: ''اِذَا استیقظ احدکم الخ''یعنی جس وقت تم میں سے کوئی سو کر اٹھے تو وہ اپنے ہاتھ کو تین دفعہ دھوئے بغیر برتن میں نہ ڈالے کیونکہ اسے خبر نہیں کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں کہاں رہا ہے۔

فائدہ: ٹھہرے ہوئے پانی میں نجاست گر جانے سے اس سے وضو جائز نہ ہونا خاص اس صورت میں ہے کہ وہ پانی دہ دردہ نہ ہو جیسے اکثر مسجدوں میں حوض بنے ہوئے ہیں چونکہ یہ دہ دردہ ہوتے ہیں اس لیے ان میں نجاست گر جانے پر بھی وضو کرنا جائز ہے۔

ترجمہ: لیکن جاری پانی میں جس وقت نجاست گر جائے تو اس سے وضو کر لینا جائز ہے جب تک کہ اس نجاست کا اثر معلوم نہ ہو کیونکہ جاری پانی میں نجاست نہیں ٹھہرا کرتی۔

فائدہ: نجاست کے اثر سے یہ مراد ہے کہ اس کا رنگ اور مزہ اور بدبو پانی میں معلوم نہ ہو اور یہ حکم رقیق نجاست کا ہے لیکن جس وقت پانی میں کوئی مرا ہوا جانور پڑا ہو تو اگر اس کا اکثر حصہ یا نصف حصہ پانی میں ہے تو اس پانی کا استعمال جائز نہیں ہے اور اگر کم حصہ پانی میں ہے اور زیادہ حصہ باہر ہے اور پانی خوب زور سے بہہ رہا ہے تو اس کو استعمال میں لانا جائز ہے جس وقت اس میں نجاست کا اثر معلوم نہ ہو۔

ترجمہ: اور غدیرِ عظیم (یعنی بڑا حوض) وہ ہے جس کے ایک طرف جنبش دینے سے دوسری طرف جنبش نہ ہو، جس وقت اس میں ایک طرف نجاست گر جائے تو دوسری طرف وضو کر لینا جائز ہے کیونکہ ظاہر بھی یہی ہے کہ اس طرف نجاست نہ پہنچی ہوگی۔

فائدہ: جس میں ایک طرف جنبش دینے سے دوسری طرف جنبش نہ ہو اسے آبِ کثیر کہتے ہیں فقہاء نے اس کی مقدار دہ دردہ مقرر کر دی ہے اور اگر ادھر جنبش دینے سے ادھر بھی جنبش ہو تو اس پانی میں نجاست گر جانے پر اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہے مثلاً مچھر، مکھی، بھڑ، بچھو ان کے پانی میں مر جانے سے پانی خراب نہیں ہوتا اور نہ ان کے مر جانے سے خراب ہوتا ہے جو پانی ہی میں رہتے ہیں جیسے مچھلی، مینڈک، کیکڑا وغیرہ۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کھانے یا پینے کی چیز میں کوئی ایسا جانور

گرے جس میں بہتا ہوا خون نہ ہو تو اس چیز کا کھانا پینا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ ناپاک کرنے والا وہی خون ہوتا ہے کہ جس کے اجزا اس جانور کے مرتے وقت اس چیز میں مل جائیں یہاں تک کہ ذبح کیا ہوا جانور اسی لیے حلال ہوتا ہے کہ اس میں خون نہیں ہوتا۔ علیٰ ھذا القیاس ان جانوروں میں بھی خون نہیں ہے اور حرام ہونے کے لیے نجاست کا ہونا ضروری نہیں ہے جیسے مٹی کہ نجس نہیں لیکن اس کا کھانا حرام ہے۔

ترجمہ: اور مستعمل پانی کا استعمال طہارت احداث میں جائز نہیں ہے اور مستعمل پانی وہ ہے جس سے کوئی ناپاکی دھوئی گئی ہو یا قربت (الٰہی) کے ارادہ سے بدن میں استعمال کیا گیا ہو۔

فائدہ: طہارت احداث سے یہ مراد ہے کہ وضو ٹوٹ جانے کے بعد پھر وضو کرے اور مستعمل پانی میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پانی کا حکم مثل نجاست خفیفہ کے ہے جیسے ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھانا حلال ہے کہ اگر چوتھائی کپڑے سے زیادہ بھر جائے تو اس سے نماز جائز نہ ہوگی اور اگر کم لگے تو نماز جائز ہے یہی حکم ان کے نزدیک مستعمل پانی کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے لیکن دوسری چیز کو پاک نہیں کرسکتا یعنی وضو اس سے جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مثل نجاست غلیظہ کے ہے یعنی جیسے خون اور شراب وغیرہ کہ اگر یہ چیزیں اور مستعمل پانی کسی کپڑے وغیرہ پر مقدار درہم سے زیادہ لگ جائیں تو بلا پاک کیے نماز نہ ہوگی اور اگر کم لگے تو نماز ہو جائے گی اور ترجمہ میں قربت الٰہی سے مراد یہ ہے کہ ثواب کے لیے وضو کرے۔

کھال اور بالوں کا حکم ✱ ترجمہ: اور ہر کھال دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے اس پر نماز پڑھنا اور وضو کرنا جائز ہے سوائے سور اور آدمی کی کھال کے۔

فائدہ: یعنی ان دونوں کی کھالوں پر دباغت کے بعد بھی نماز وغیرہ نہیں ہوتی' سور کی کھال پر تو بوجہ پلیدی کے اور آدمی کی کھال پر بوجہ اس کی بزرگی کے نماز کے لیے نیچے بچھانے میں اس کی اہانت ہوگی۔

ترجمہ: مردار جانور کے بال اور ہڈیاں پاک ہیں۔

فائدہ: یعنی ہمارے علماء کے نزدیک جس وقت ان میں خون وغیرہ کی کوئی آلائش نہ لگی ہوئی

ہو ورنہ آلائش کی وجہ سے ناپاک ہوں گے۔

کنویں کی پاکی اور ناپاکی کا بیان ✱ ترجمہ: اور جب کنوئیں میں نجاست گر جائے تو اول اس نجاست کو نکالا جائے اور پھر کنوئیں کو پاک کرنے کے لیے اس کا سارا پانی نکالا جائے پھر اس میں چوہا یا چڑیا یا مولا یا بھجنگا یا چھپکلی گر کر مر گئی ہے تو ڈول کے چھوٹے بڑے ہونے کے اعتبار سے بیس سے لے کر تیس ڈول نکال دیئے جائیں۔

فائدہ: بیس ڈول نکالنے ضروری ہیں اور تیس نکال دینے مستحب ہیں۔

ترجمہ: اور اگر کبوتر یا بلی یا مرغی گر کر مر گئی ہے تو اس صورت میں چالیس سے لے کر پچاس تک ڈول نکالے جائیں۔

فائدہ: ایک روایت میں ساٹھ تک نکالنا بھی ہیں لیکن اس طرح چالیس نکالنے ضروری ہیں اور اس سے زیادہ نکال دینے مستحب ہیں کیونکہ ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس کنویں کے بارے میں فرمایا جس میں مرغی گر کر مر گئی تھی کہ اس میں سے چالیس ڈول پانی نکال دیا جائے اور اگر کنویں میں دو چوہے گر کر مر جائیں تو اس صورت میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کا قول یہ ہے کہ بیس سے تیس ڈول تک نکالیں اور اگر تین چوہے گر کر مر جائیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چالیس سے لے کر ساٹھ ڈول تک نکالیں اور امام ابویوسف کے نزدیک وہی بیس سے تیس تک ہیں اگر چار چوہے گر کر مر جائیں تب بھی یہی حکم ہے اور پانچ چوہے گر کر مر جائیں تو بالاتفاق چالیس سے ساٹھ تک ڈول نکالیں اور اگر چھ یا سات یا آٹھ یا نو گریں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر دس گر جائیں تو ان کا حکم ایک بکری کا سا ہے یعنی اس کنویں کا سارا پانی نکالنا چاہیے۔

ترجمہ: اور اگر اس میں کتا یا بکری یا آدمی گر کر مر جائے تو اس کا سارا پانی نکالا جائے۔

فائدہ: کتے کا کنویں میں گر کر مر جانا شرط نہیں ہے بلکہ اگر وہ زندہ بھی نکل آئے گا تب بھی سارا ہی پانی نکالا جائے گا اور یہی حکم ان سب جانوروں کا ہے جن کا جھوٹا ناپاک یا مشکوک ہے اگرچہ وہ زندہ نکل آئیں اور جس جانور کا جھوٹا مکروہ ہے اس کے کنویں میں گر جانے پر کنویں کا پانی بھی مکروہ ہوگا جس وقت وہ زندہ نکل آئیں تو اس میں سے دس ڈول پانی نکال دیا جائے۔

ترجمہ: اور اگر حیوان کنویں میں گر کر پھول جائے یا پھٹ جائے تو اس کا سارا پانی نکالنا چاہیے خواہ حیوان چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور ڈولوں کی گنتی اس اوسط درجہ کے ڈول کے اعتبار سے کر لی جائے گی جو ان شہروں کے کنوؤں پر (روزمرہ) استعمال کیا جاتا ہو پس اگر ایک چرس سے اس قدر پانی نکالا گیا جو اوسط درجہ کے بہت سے ڈولوں سے نکلتا ہو تو اس اوسط درجہ کے ڈول سے اس کا حساب کر لیا جائے گا۔

فائدہ: ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک ڈولوں کی گنتی شرط نہیں ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک شرط ہے مثلاً اگر ایک ڈول ایسا کھینچا گیا جس میں اوسط درجہ کے بیس ڈولوں کا پانی آسکتا ہے تو اس ایک ڈول کو تینوں اماموں کے نزدیک بیس ڈول شمار کریں گے اور امام زفرؒ کے نزدیک یہ ایک ہی ڈول شمار ہوگا اور انیس ڈول اور ایسے ہی کھینچنے پر کنواں پاک ہوگا اور فتویٰ ائمہ ثلاثہ کے قول پر ہے۔

ترجمہ: اور اگر کنواں جاری ہے جو صاف نہیں ہو سکتا حالانکہ اس کا صاف کرنا ضروری ہے تو اس کے پانی کا اندازہ کر کے اس میں سے اتنا ہی پانی نکال دیں۔

فائدہ: کنویں کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کا سوت کھلا ہوا ہو جس قدر پانی میں سے نکالیں اتنا ہی اور آجائے اور ترجمہ میں اتنا ہی نکال دینے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اعتبار صرف اسی پانی کا ہے جو نجاست کنویں میں گرنے کے وقت تھا اندازہ کرنے کے بعد جس وقت اتنا پانی نکال دیا جائے گا تو وہ کنواں پاک ہو جائے گا اگر چہ سوت کھلا ہونے کی وجہ سے اس کا پانی کم بھی نہ ہو۔

ترجمہ: اور امام محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ایسے کنویں میں سے دو سو سے لے کر تین سو ڈول تک نکال دیے جائیں۔

فائدہ: اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے مختلف اقوال ہیں امام ابوحنیفہؒ سے تین اقوال مروی ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ ایسے کنویں میں سے سو ڈول پانی نکال دیں۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دو سو ڈول۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ سارا پانی نکالیں لیکن سارا پانی نکالنے کی کچھ تفصیل

2 مروی نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے بھی چند قول ہیں۔

۱۔ پہلا قول یہ ہے کہ جن لوگوں کو پانی کے اندازہ کرنے کا ملکہ ہو تو جتنا وہ کہیں اتنا ہی پانی نکال دیا جائے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے پانی کو ناپ کر گہرائی و چوڑائی میں اس کے برابر ایک گڑھا کھودیں اور سب پانی اس میں ڈالتے جائیں جس وقت وہ گڑھا بھر جائے اس وقت سمجھ لیں کہ اب یہ کنواں پاک ہوگیا۔

اور امام محمدؒ کے بھی دو قول ہیں۔

۱۔ ایک قول میں دو سو ڈولوں سے ڈھائی سو تک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

۲۔ اور دوسرے میں ڈھائی سو سے تین سو تک ہے۔

ترجمہ: اور جس وقت کنویں میں سے مرا ہوا چوہا وغیرہ نکلے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کب گرا ہے اور نہ وہ پھولا پھٹا ہے تو جن لوگوں نے اس سے وضو کیا وہ ایک دن رات کی نمازوں کو لوٹائیں اور ان سب چیزوں کو دھوئیں جن کو اس کا پانی لگا ہو اور اگر وہ جانور پھول گیا ہے یا پھٹ گیا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق تین دن رات کی نمازیں لوٹائیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ قول یہ ہے کہ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ جانور کب گرا ہے ان لوگوں کے ذمہ کسی چیز کا لوٹانا نہیں ہے۔

آدمی اور دیگر حیوانات کے جھوٹے کا حکم ✻ ترجمہ: آدمی کا اور ان جانوروں کا جھوٹا پاک ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور کتے سور، جنگلی درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے اور بلی اور کوچہ گرد مرغی اور شکاری پرندوں کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔

ترجمہ: گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے پس اگر کسی کے پاس یہی (مشکوک) پانی اور مٹی ہے اور، اور پانی نہیں ہے تو وضو اور تیمم دونوں کر لے اور ان میں سے جون سے سے چاہے شروع کر لے۔

فائدہ: ائمہ ثلاثہ کا اس پر اتفاق ہے کہ وضو اور تیمم کی تقدیم و تاخیر میں اس شخص کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے مقدم و مؤخر کرے۔ لیکن امام زفرؒ کا قول یہ ہے کہ پہلے وضو کرے پھر تیمم کرے۔

باب التیمّم

تیمّم کے مسائل

ترجمہ: جو شخص مسافر ہو اور (سفر میں) اسے پانی نہ ملے یا کوئی شہر سے باہر ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان ایک میل کے قریب یا اس سے زائد فاصلہ ہو یا پانی مل جائے لیکن یہ مریض ہو اور اندیشہ ہو کہ اگر پانی کو استعمال کرے گا تو مرض اور بڑھ جائے گا یا جنبی کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر پانی سے غسل کیا تو سردی سے مر جائے گا یا بیمار ہو جائے گا تو ایسے لوگ پاک مٹی سے تیمم کر لیں۔

فائدہ: اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ کوئی جنازہ آ جائے اور اس کا والی وارث کوئی اور ہو یا کوئی عید کی نماز پڑھنے کے لیے عیدگاہ وغیرہ میں گیا اور نماز تیار ہے اور یہ ڈر ہے کہ وضو کرنے تک نماز جاتی رہے گی تو جائز ہے کہ تیمم کر لے جیسا کہ آگے متن میں اس کا بیان آئے گا۔

تیمّم کا طریقہ ❊ **ترجمہ:** تیمّم کی دو ضربیں ہیں ایک کو منہ پر ملے اور دوسری کو دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اَلتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَۃٌ لِلْوَجْہِ وَ ضَرْبَۃٌ لِلذِّرَاعَیْنِ ۔یعنی تیمّم دو ضربوں کا نام ہے ایک منہ کے لیے دوسری دونوں ہاتھوں کے لیے پیروں پر تیمّم نہیں ہوتا اور تیمم میں استیعاب ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ وضو کے قائم مقام ہوتا ہے اور اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ تیمّم کرتے ہوئے انگلیوں میں خلال کرے اور انگوٹھی نکال لے تاکہ تیمّم میں نقص نہ رہے۔

ترجمہ: جنابت اور حدث میں تیمم یکساں ہے۔

فائدہ: یعنی فعل میں بھی اور نیت میں بھی کیونکہ مروی ہے کہ کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہم ریتی کے رہنے والے ہیں، ہمیں ایک ایک اور دو دو مہینے تک پانی نہیں ملتا اور ہم میں جنبی وغیرہ سب طرح کے آدمی ہوتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ تم

پاک مٹی سے تیمّم کرتے رہا کرو۔

متفرقات ✲ ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ان چیزوں سے تیمّم کرنا جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہوں جیسے مٹی ریت پتھر جست قلعی چونہ سرمہ ہڑتال اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ مٹی اور ریت کے سوا اور کسی چیز سے جائز نہیں ہے۔

فائدہ: زمین کی جنس سے مراد یہ ہے کہ دھات کی قسم سے نہ ہو پس جو چیز گلانے سے گل جائے اس سے تیمّم جائز نہیں ہے جیسے سونا چاندی تانبا پیتل رانگ وغیرہ۔

ترجمہ: نیت تیمّم میں فرض ہے اور وضو میں مستحب ہے۔

فائدہ: یعنی تینوں اماموں کے نزدیک امام زفرؒ کا یہ قول ہے کہ دونوں میں مستحب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں میں فرض ہے۔

ترجمہ: اور تیمّم ان چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے کہ جن سے وضو ٹوٹتا ہے اور تیمّم پانی کے دیکھنے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے جس وقت کہ اس کے استعمال کی قدرت ہو اور تیمّم پاک ہی مٹی سے کرنا جائز ہے۔

فائدہ: پاک ہی مٹی سے تیمّم جائز ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''صَعِيدًا طَيِّبًا'' میں طیب سے مراد پاک مٹی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ مٹی پاکی کا ذریعہ ہے پس اسے بھی فی نفسہ پاک ہونا چاہیے جیسے کہ پانی۔

ترجمہ: اور جس شخص کو پانی نہ ملے اور (نماز کے) آخر وقت تک پانی مل جانے کی امید ہو تو اس کے لیے نماز کو اخیر وقت تک مؤخر کر دینا مستحب ہے۔

فائدہ: یہاں امید سے مراد یقین یا ظن غالب ہے اور اگر ایسی امید پانی مل جانے کی نہ ہو تو پھر مستحب وقت سے نماز کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: پس اگر پانی مل گیا تو وضو کر کے نماز پڑھ لے ورنہ تیمّم ہی سے جس قدر فرائض و نوافل چاہے پڑھ لے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے ائمہ کے نزدیک ہے کہ ایک تیمّم سے کئی وقتوں کے فرض ادا کرنا جائز ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ ایک تیمّم سے ایک ہی وقت کے فرض ادا کر سکتا ہے چند فرض اس سے ادا کرنے جائز نہیں ہیں ہاں نفلیں جس قدر چاہے ادا کرے۔

ترجمہ: اور جس وقت کوئی جنازہ آ جائے اور اس کا ولی کوئی اور ہو اور یہ خوف ہو کہ اگر وضو کیا تو جنازہ کی نماز جاتی رہے گی تو ایسی صورت میں تندرست مقیم کے لیے بھی جائز ہے کہ تیمّم کر کے (اس جنازہ کی) نماز پڑھ لے۔

فائدہ: ولی اور مولیٰ کی قید اس لیے ہے کہ اسے تیمّم سے پڑھنی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دوبارہ بھی پڑھ سکتا ہے اور اس صورت میں تیمّم سے نماز جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''اِذَا جَآءَ تْکَ جَنَازَۃٌ وَ اَنْتَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَتَیَمَّمْ'' یعنی اگر تمہارے پاس کوئی جنازہ آ جائے اور تمہیں وضو نہ ہو تو (اس کی نماز کے لیے) تم تیمّم کر لیا کرو۔

ترجمہ: اور یہی حکم اس شخص کے لیے بھی ہے جو عیدگاہ وغیرہ میں نماز کے لیے گیا ہو اور یہ خوف ہو کہ اب وضو کیا تو عید کی نماز فوت ہو جائے گی (تو یہ بھی تیمّم کر کے نماز پڑھ لے) اور اگر کسی جمعہ پڑھنے والے کو یہ خوف ہو کہ وضو کرنے تک جمعہ جاتا رہے گا تو اسے وضو ہی کرنا چاہیے پھر اگر جمعہ مل جائے تو جمعہ کی نماز پڑھ لے ورنہ ظہر کے چار فرض پڑھ لے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے لیے تیمّم نہ کرے کیونکہ جمعہ نہ ملنے پر ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے۔

ترجمہ: اور ایسے ہی اگر نماز کا وقت تنگ ہو گیا ہو اور یہ خوف ہو کہ اگر وضو کیا تو وقت بالکل جاتا رہے گا یہ شخص بھی تیمّم نہ کرے بلکہ وضو کر کے اپنی قضا نماز پڑھ لے اور جب مسافر اپنے اسباب میں پانی رکھ کر بھول گیا اور اس نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی پھر اس وقت پانی یاد آ گیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز کو نہ پھیرے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ پھیرے۔

فائدہ: مسافر کی قید یہاں اتفاقی ہے کیونکہ اس صورت میں مقیم کا بھی یہی حکم ہے چنانچہ قاضیخان میں اس کی تصریح ہے مصنف نے یہ قید اس لیے بڑھا دی ہے کہ اکثر مسافر ہی پانی ساتھ رکھا کرتے ہیں اور اسباب رکھنے کی قید اس لیے ہے کہ اگر پانی سواری کے اوپر تھا یا اس کی گردن میں لٹکا ہوا تھا یا سامنے رکھا ہوا تھا پھر اس نے بھول کر تیمّم سے نماز پڑھ لی تو یہ نماز بالاتفاق جائز نہ ہو گی کیونکہ اس بھولنے کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: جب تیمّم کرنے والے کو غالب گمان یہ نہ ہو کہ میرے قریب پانی ہے تو اس پر پانی تلاش کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر اسے یہ غالب گمان ہے کہ یہاں کہیں پانی ہے تو پانی کو تلاش

کیے بغیر اسے تیمّم کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے ائمہ کے نزدیک ہے کہ اگر پانی قریب ہونے کی کوئی علامت مثلاً سبزہ یا کھالے وغیرہ کچھ معلوم ہوں تو اسے پانی تلاش کرنا ضروری ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ خواہ کوئی علامت معلوم ہو یا نہ ہو وہ شخص اپنے چاروں طرف دائیں بائیں آگے پیچھے ایک ایک میل پانی کو تلاش کرے اگر نہ ملے تب تیمّم کر کے نماز پڑھے اور اگر کوئی کسی اور تلاش کرنے والے کو بھیج دے تو اس کا تلاش کرنا اس کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر سفر میں اپنے ساتھی کے پاس پانی ہے تو چاہیے کہ تیمم کرنے سے پہلے اس سے پانی مانگے پس اگر وہ نہ دے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔

فائدہ: اور اگر وہ دے دے تو وضو کر کے نماز پڑھے پانی مانگنے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ غالب گمان یہ ہے کہ وہ اتنا پانی دے دے گا اور اگر بلا مانگے نماز پڑھ لی پھر وہ پانی دینے لگا تو اب نماز کو نہ پھیرے اور اگر اس نے پانی مانگا اور اس نے نہ دیا اور اس نے تیمّم سے نماز پڑھ لی پھر دوسرا ساتھی پانی دینے لگا تو اب بھی نماز کو نہ پھیرے۔

باب المسح علی الخفین

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

ترجمہ: موزوں پر مسح کرنا سنت کی وجہ سے جائز ہے ایسے حدث سے جو باعث وضو ہو (اور جس وقت وضو کی حالت میں موزوں کو پہن کر حدث ہوا ہے)

فائدہ: ایسے حدث سے جو باعث وضو ہو اس سے مراد یہ ہے کہ جو حدث باعث غسل ہو اس میں موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور سنت کی وجہ سے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسح کرنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔

مسح کی مدت ❋ **ترجمہ**: پس اگر مقیم ہے تو ایک رات دن مسح کرے اور اگر مسافر ہے تو تین رات دن کرے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "یَمْسَحُ الْمُقِیْمُ یَوْمًا وَّ لَیْلَةً وَالْمُسَافِرُ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ وَّ لَیَالِیْهَا" یعنی مقیم ایک رات دن مسح کرے اور مسافر تین رات دن۔

ترجمہ: اور مسح کا زمانہ حدث کے بعد سے شروع ہوتا ہے (یعنی حدث کے وقت سے نہ کہ پہننے کے وقت سے)۔

فائدہ: مثلاً کسی نے صبح کے وقت وضو کر کے موزوں کو پہن لیا پھر ظہر کے وقت اسے حدث ہوا تو دوسرے روز ظہر ہی کے وقت مسح باطل ہوگا کیونکہ ظہر ہی کے وقت سے مسح کا زمانہ بھی شروع ہوا تھا۔

مسح کا طریقہ ✻ **ترجمہ**: اور موزوں کا مسح ان کے اوپر کرنا چاہیے اس طرح کہ پیروں کی انگلیوں سے لے کر پنڈلی تک ہاتھوں کی انگلیوں سے (سیدھے) خط ہو جائیں۔

فائدہ: اس مسح کا مسنون طریقہ یہی ہے جو متن میں بیان ہوا ہے اور اگر کسی نے ہتھیلی سے کر لیا تب بھی مسح ہو جائے گا مسح کی صورت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں داہنے پیر کی انگلیوں پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پیر کی انگلیوں پر رکھ کر ایک ہی دفعہ پنڈلی کی طرف کو ٹخنے سے اوپر تک کھینچ دے اور انگلیوں کو کشادہ رکھے یہی مسنون ہے ہمارے نزدیک یہ مسح فقط اوپر ہی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں طرف ہے۔

ترجمہ: اور (اس مسح میں) ہاتھوں کی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کی مقدار فرض ہے۔

فائدہ: یعنی اگر تین ثابت انگلیوں سے مسح نہ کیا بلکہ کم سے کیا تو وہ مسح نہ ہوگا۔

ترجمہ: اور ایسے موزے پر مسح کرنا جائز نہیں ہے جس میں زیادہ پھٹن ہو یعنی پیر کی تین انگلیاں نظر آتی ہوں اور اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے۔

فائدہ: اس جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عادۃً موزہ تھوڑا سا پھٹا ہوا ہوتا ہی ہے پس زیادہ تنگی نہ ہونے کے لیے یہ معاف ہے اور یہ حکم ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ اگر چند سوراخ سوئی کی نوک کے برابر بھی ہوں تو مسح جائز نہیں ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جب تک وہ اس موزے کو پہن کر راہ چل سکتا ہے اس پر مسح جائز ہے۔

: اور ایسے شخص کا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے جس پر غسل واجب ہو۔

فائدہ: یعنی جنبی کو موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنابت عادۃً ہر وقت نہیں ہوتی لہٰذا موزوں کے نکالنے میں زیادہ حرج نہیں ہے بخلاف حدث کے کہ وہ اکثر ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔

مسح کو توڑنے والی صورتیں ❋ ترجمہ: اور جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں وہی موزوں کے مسح کو بھی توڑتی ہیں اور اسے موزوں کا نکالنا اور مدت کا تمام ہونا بھی توڑ دیتا ہے۔

فائدہ: یعنی وضو ٹوٹنے کے بعد موزوں کے نکالنے سے بھی مسح جاتا رہتا ہے کیونکہ موزہ حدث کے اثر سے مانع ہوتا ہے اور جب موزہ نکال لیا تو مانع نہ ہونے کی وجہ سے حدث کا اثر پیر میں ہو جاتا ہے۔ اور بعض علماء نے موزہ کی پھٹن کو بھی اس مسح کو توڑنے والی چیزوں میں شمار کیا ہے۔

ترجمہ: پس جب مسح کی مدت تمام ہو جائے (اور وضو ہو) تو دونوں کو نکال کر پیروں کو دھوئے اور نماز پڑھے اور باقی وضو کو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے کہ مدت تمام ہونے کے بعد اگر وضو ہے تو فقط پیر دھوئے اور سارا وضو نہ کرے ورنہ از سرِ نو وضو کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک وضو ہو یا نہ ہو از سرِ نو وضو کرے۔

ترجمہ: اور اگر کسی مقیم نے مسح شروع کیا پھر ایک رات دن تمام ہونے سے پہلے وہ مسافر ہو گیا تو پورے تین دن رات مسح کرے اور اگر کسی مسافر نے مسح شروع کیا تھا پھر وہ مقیم ہو گیا (یعنی شہر میں اپنے پہنچ گیا یا اقامت کی نیت کر لی) تو اگر وہ ایک رات دن یا اس سے زیادہ مسح کر چکا ہے تو موزوں کو نکال لے (اور پیروں کو دھوئے) اور اگر اس سے کم کیا ہے تو ایک رات دن پورا مسح کرے اور جس نے موزے کے اوپر جرموق پہن لی تو وہ اسی پر مسح کر لے۔

فائدہ: جرموق ایک قسم کا جوتا ہوتا ہے جسے موزے پر پہنتے ہیں وہ سارے قدم کو مع کسی قدر پنڈلی کے ڈھک لیتا ہے اس پر مسح جائز ہے۔

موزوں کی اقسام ❋ ترجمہ: جرابوں پر مسح کرنا (امام ابوحنیفہ کے نزدیک) جائز نہیں ہے ہاں اگر وہ مجلد یا منعل ہوں اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز ہے جس وقت وہ ایسی غف

ہوں کہ ان میں سے پیر کی کھال نظر نہ آتی ہو۔

فائدہ: مجلد اس کو کہتے ہیں جس پر ہر طرف چمڑہ لگا ہوا ہو اور منعل وہ ہے کہ جس کے صرف تلے پر چمڑا لگا ہوا ہو اور اس مسئلہ کی صرف چار صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جراب سخت بنی ہوئی یعنی غف ہو اور مجلد یا منعل بھی ہو تو اس پر بالاتفاق مسح جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ سخت بنی ہوئی ہو اور مجلد یا منعل بھی نہ ہو تو اس پر بالاتفاق مسح جائز نہیں ہے۔ تیسری صورت میں اختلاف ہے وہ صورت یہ ہے کہ سخت بنی ہوئی ہو اور مجلد اور منعل نہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے چوتھے یہ کہ صرف مجلد یا منعل ہو تو اس پر بھی بالاتفاق جائز ہے۔

متفرقات ✻ ترجمہ: پگڑی، ٹوپی، برقع، دستانہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ ان چیزوں کے نکالنے اور اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور آسانی حرج رفع کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔

ترجمہ: اور (زخم پر بندھی ہوئی) پٹیوں پر مسح کرنا جائز ہے اگرچہ بے وضو باندھی ہوں پس اگر کوئی پٹی بغیر زخم کے اچھے ہوئے (کھل کر) گر پڑے تو مسح باطل نہ ہوگا اور اگر زخم اچھا ہونے پر گرے تو مسح باطل ہو جائے گا۔

فائدہ: موزے اور پٹی کے مسح میں کئی فرق ہیں (۱) ایک یہ کہ موزے کی مسح کی مدت مقرر ہے اور پٹی کے مسح کی مقرر نہیں ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ اگر موزہ بے وضو پہنے تو اس پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر پٹی بے وضو باندھ لی تو اس پر مسح کرنا جائز ہے۔ (۳) تیسرے یہ کہ اگر موزہ پیر سے نکل جائے تو مسح باطل ہو جاتا ہے اور پٹی بغیر زخم کے اچھے ہونے کے کھل کر گر پڑے تو مسح باطل نہ ہوگا۔

باب الحیض

حیض کے مسائل

: حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور تین رات ہے اور جو (خون) اس سے بھی کم

آئے تو وہ حیض نہیں استحاضہ ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کے دس دن ہیں اور جو اس سے بھی زیادہ ہو جائے تو وہ بھی استحاضہ ہے۔

فائدہ: یہ حکم جو متن میں مذکور ہے یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک کم مدت ایک روز ہے اور زیادہ مدت پندرہ روزہ اور امام مالکؒ کے نزدیک کم مدت ایک ساعت ہے اور زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں۔

حیض کے رنگ ✻ **ترجمہ:** اور جو عورت حیض کے دنوں میں (خون کا رنگ) سرخ یا زرد یا سیاہ دیکھے تو یہ سب حیض ہے یہاں تک کہ خالص رنگ سفید دیکھے۔

فائدہ: یعنی جب عورت خالص سفیدی دیکھے تو اس کے حیض کے دن ختم ہو گئے اور وہ پاک ہے اور حیض کے سیاہ خون میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک شروع اور آخر میں سیاہی حیض ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شروع میں سیاہ خون آئے تو حیض نہیں اور آخر میں آئے تو حیض ہے۔

احکامِ حیض کا بیان ✻ **ترجمہ:** اور حیض حیض والی (کے ذمہ) سے نماز کو ساقط کرتا ہے اور اسے روزہ رکھنا حرام ہے اور روزہ قضا کیا جاتا ہے (یعنی بعد میں رکھ لیا جاتا ہے) اور نماز قضا نہیں کی جاتی اور نہ اس عورت کو مسجد میں جانا جائز ہے اور نہ خانہ کعبہ کا طواف کرنا جائز ہے اور نہ اس کا خاوند اس کے پاس آئے (یعنی صحبت نہ کرے) اور نہ حائض اور جنبی کو قرآن شریف کا پڑھنا جائز ہے اور نہ بے وضو (اور حیض والی) کو بغیر غلاف کے قرآن شریف کا چھونا جائز ہے۔

فائدہ: حیض کے یہ سات احکام ہیں جو متن میں بیان ہوئے ہیں ان کے علاوہ آٹھواں حکم اس کا یہ بھی ہے کہ اگر اس کا خاوند اسے طلاق دے دے تو تین حیض اس کی عدت میں گزارے۔ اگر قرآن شریف کی چولی اس میں سلی ہوئی ہے تو وہ بھی قرآن کے حکم میں رہے ورنہ اسے ہاتھ لگانا جائز ہے۔ متن میں غلاف سے مراد جزدان ہے۔

ترجمہ: اور جب حیض کا خون (آنا) دس روز سے پہلے موقوف ہو جائے تو اس سے صحبت جائز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ غسل کر لے اور اس پر ایک کامل نماز کا وقت گذر جائے اور اگر

اس کا خون دس روز میں موقوف ہوا ہےتو اس سے صحبت غسل سے پہلے بھی جائز ہے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک اس صورت کا بھی یہی حکم ہے کہ بغیر غسل کے صحبت جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جب حیض کے دنوں میں دوخونوں کے بیچ میں پاکی ہو جائے (یعنی خون آنا بند ہو جائے) تو یہ جاری خون کے حکم میں ہے۔

فائدہ: یعنی دس روز کے اندر اگر دوخونوں کے بیچ میں پاکی واقع ہوتو یہ پاکی بھی مثل خون جاری کے ہے۔

ترجمہ: اور پاکی کے کم از کم پندرہ روز ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

فائدہ: یعنی جب عورت پاک رہنے لگےتو وہ نماز روزہ سب کرے اگر چہ ساری عمر اسی طرح گذر جائے۔

استحاضہ کا بیان ❋ ترجمہ: اور استحاضہ کا خون وہ ہے جو تین روز سے کم یا دس روز سے زیادہ تک آئے۔

فائدہ: اصل میں استحاضہ کے پانچ خون ہیں۔ دو یہ جو متن میں بیان ہوئے اور تیسرا وہ جو نو برس کی عمر سے پہلے آئے چوتھا وہ کہ جو حمل کی حالت میں آئے پانچواں وہ کہ جو ولادت کے بعد چالیس روز سے زیادہ تک آئے۔

مستحاضہ اور دیگر معذورین کے احکام ❋ ترجمہ: دم استحاضہ کا حکم مثل نکسیر کے حکم کے ہے کہ نماز اور روزہ اور صحبت کو منع نہیں کرتا اور جب خون دس روز سے زیادہ آئے اور اس عورت کی عادت مقرر ہےتو عادت کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے۔

فائدہ: اس رجوع کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ عادت کے ایام کے بعد اس نے جو نمازیں ترک کی ہیں ان کی قضا کرے اور اگر کسی کی عادت مقرر نہیں ہےتو اس کے دس روز حیض کے ہوں گے اور باقی استحاضہ کے۔

: اور اگر عورت استحاضہ ہی کی حالت میں بالغ ہوئی تو ہر مہینے کے دس روز حیض میں

شمار ہوں گے اور باقی استحاضہ میں اور مستحاضہ عورت اور جسے سلس البول ہو یا ہر وقت نکسیر جاری رہتی ہو یا ناسور ہو تو یہ لوگ ہر وقت کی نماز کے لیے نیا وضو کیا کریں اور وقت کے اندر اس وضو سے جس قدر فرض اور نفلیں چاہے پڑھ سکتے ہیں اور جب وقت نکل جائے گا تو ان کا وضو باطل ہو جائے گا اور ان کو ہر نماز کے لیے جدید وضو کرنا لازم ہے۔

فائدہ: فقہاء کی اصطلاح میں سلس البول وغیرہ مرض والوں کو صاحب عذر کہتے ہیں ہمارے علماء کے نزدیک وقت رہنے تک یہ جس قدر چاہیں ایک وضو سے نماز پڑھ سکتے ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک فرض اور نفلیں جس قدر چاہیں پڑھ سکتے ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک فقط ایک فرض اور ایک ہی نفل پڑھ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ فقہاء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ صاحب عذر کا وضو وقت نکلنے سے باطل ہوتا ہے یا کہ دوسرا وقت شروع ہو جانے سے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ فقط وقت نکلنے سے باطل ہوتا ہے۔ اور امام یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک وقت نکلنے اور دوسرا وقت شروع ہونے دونوں سے باطل ہوتا ہے۔

امام زفرؒ کے نزدیک دوسرے وقت کے شروع ہو جانے سے باطل ہوتا ہے اس اختلاف کا فائدہ اس مسئلہ میں ظاہر ہوگا۔

مثلاً اگر کسی صاحب عذر نے صبح کی نماز وضو کر کے پڑھی تو ہمارے علماء کے نزدیک اس وضو سے چاشت کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ صبح کا وقت نکل جانے سے اس کا وضو باطل ہو چکا ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک چاشت کی نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک دوسرا وقت شروع ہونے سے وضو باطل ہوگا اور اسی طرح اگر کسی نے چاشت کی نماز کے لیے وضو کیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک نہیں پڑھ سکتا اور یہی قول امام ابو یوسفؒ کا بھی ہے۔

نفاس ❊ **ترجمہ:** اور نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آئے اور جو خون حاملہ عورت کو آئے یا بچہ پیدا ہونے سے پہلے ولادت کے وقت آئے وہ استحاضہ ہے۔

فائدہ: اگر چہ یہ خون حیض کے نصاب کو پہنچ جائے تب بھی یہ استحاضہ ہی شمار ہوگا کیونکہ حاملہ کو

حیض نہیں آیا کرتا اس کی وجہ یہ ہے کہ رحم کا منہ بچہ اندر ہونے کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے اور حیض ونفاس کا خون رحم ہی سے آتا ہے بخلاف استحاضہ کے وہ فرج سے آتا ہے نہ کہ رحم سے۔

ترجمہ: نفاس کی کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے اور جو اس سے زیادہ دنوں تک آئے وہ استحاضہ ہے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی کم مدت کی تو کوئی حد نہیں ہے لیکن زیادہ مدت ان کے نزدیک ساٹھ دن ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک ستر دن ہے۔

ترجمہ: اور جب چالیس دن سے زیادہ تک خون آئے اور نفاس میں اس عورت کی پہلے سے کوئی عادت مقرر ہو تو اس کی عادت ہی کے ایام کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر اس کی کوئی عادت مقرر نہ تھی تو چالیس دن اس کے نفاس کے ہوں گے (اور باقی استحاضہ کے)۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کی کوئی عادت مقرر نہیں ہے جس کا لحاظ کیا جائے گا تو نفاس کی زیادہ مدت کو لے لیں گے کیونکہ اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔

ترجمہ: اگر کسی عورت کے دو بچے جڑواں پیدا ہوں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلا بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آیا ہے وہی نفاس مانا جائے گا۔ اور امام محمدؒ اور امام زفر رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ دوسرے بچے کے بعد سے (شمار) ہوگا۔

باب الانجاس

باب نجاستوں کے بیان میں

ترجمہ: نماز پڑھنے والے کو اپنا بدن اور اپنا کپڑا اور جس جگہ نماز پڑھتا ہے تینوں کو نجاست سے پاک کرنا واجب ہے۔

فائدہ: یہاں جگہ سے اپنے کھڑے ہونے اور سجدہ کرنے اور بیٹھنے کی جگہ مراد ہے۔

ترجمہ: اور نجاست کو پانی سے اور ہر ایسی بہنے والی چیز سے دھونا جائز ہے کہ جس سے وہ نجاست دور ہو جائے جیسے سرکہ اور گلاب۔

فائدہ: پانی سے مطلق پانی مراد ہے اور گلاب وغیرہ سے مقید پانی مقصود ہے نجاست کو مطلق پانی سے تو بالاتفاق دھونا جائز ہے لیکن مقید پانی سے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جب کوئی جسم دار نجاست موزے کو لگ کر خشک ہو جائے تو اسے زمین سے مل کر اس سے نماز پڑھ لینی جائز ہے۔

فائدہ: جسم دار نجاست سے یہ مراد ہے کہ خشک ہو جانے کے بعد اس کا رنگ اور اثر باقی رہے۔ جیسے لید، پاخانہ، خون، منی ہوتی ہیں۔ ان کا حکم نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے یہ ہے کہ اگر تر ہے تو موزے کو دھو لینا چاہیے اور اگر خشک ہو گیا ہے تو فقط زمین سے مل دینا کافی ہے اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک خشک ہو یا تر دھونے ہی سے پاک ہوگا۔

ترجمہ: منی ناپاک ہے تر کو دھونا واجب ہے اور جب کپڑے پر لگ کر خشک ہو جائے تو پھر اسے ہاتھوں سے مل دینا کافی ہے۔

فائدہ: یہ حکم امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک کپڑا ابلا دھوئے پاک نہیں ہوتا۔

ترجمہ: اور جس وقت نجاست آئینہ کو یا تلوار کو لگ جائے تو ان دونوں کو مل دینا ہی کافی ہے۔

فائدہ: یہ حکم بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان کو بھی دھونا لازم ہے۔

ترجمہ: اور اگر نجاست زمین کو لگ کر خشک ہو جائے اور اس کا نشان (بالکل) جاتا رہے تو اس جگہ نماز پڑھنی جائز ہے اور اس سے تیمّم کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: یہ حکم امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی جائز نہیں ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک دونوں جائز ہیں۔

نجاست کی قسمیں ✻ **ترجمہ**: اور جس (کپڑے وغیرہ) کو ایک درم کے برابر یا اس سے کم نجاست غلیظہ جیسے خون۔ پیشاب، پاخانہ، شراب (وغیرہ) لگ جائے تو اس سے نماز پڑھنی جائز ہے اور اگر زیادہ لگ جائے تو جائز نہیں ہے۔

فائدہ: درہم سے کم ہونے سے مراد یہ ہے کہ سوئی کی نوک کے برابر مہین مہین چھینٹے پڑ جائیں چونکہ ان سے بچنا مشکل ہے اس لیے یہ معاف ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان سے بھی کپڑا وغیرہ ناپاک ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کپڑے وغیرہ کو نجاست خفیفہ لگ جائے جیسے ان جانوروں کا پیشاب وغیرہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے تو جب تک چوتھائی کپڑا نہ بھرے اس سے نماز ہو جاتی ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں اختلاف ہے یہ حکم جو متن میں مذکور ہوا امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر ایسا سارا کپڑا بھی تر ہو جائے تب بھی اس کپڑے سے نماز جائز ہے۔

نجاست سے پاکی کا طریقہ ✲ **ترجمہ**: اور جس نجاست کو دھونا واجب ہے اس کا پاک کرنا دو طرح پر ہے پس جو نجاست آنکھوں سے معلوم ہوتی ہو (یعنی رنگدار ہو) تو اس کا پاک ہونا یہی ہے کہ اس کا اثر (اور رنگ) جاتا رہے ہاں اگر ایسا داغ ہے کہ اس کا جانا مشکل ہے تو وہ معاف ہے اور جو نجاست آنکھوں سے نظر نہ آتی ہو تو اس کا پاک ہونا یہ ہے کہ اس قدر دھوئے کہ دھونے والے کو غالب گمان یہ ہو جائے کہ اب کپڑا پاک ہو گیا ہے۔

فائدہ: داغ دھونے میں مشکل ہونے سے یہ مراد ہے کہ پانی کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت پڑے جیسے صابن وغیرہ تو ایسا کرنا واجب نہیں ہے اور اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ عین نجاست زائل ہونے کے بعد دھونا ضروری نہیں ہے۔

استنجے کا بیان ✲ **ترجمہ**: استنجا کرنا سنت (مؤکدہ) ہے پتھر اور ڈھیلے وغیرہ (پاک چیزیں) اس کے لیے کافی ہیں۔ مخرج کو یہاں تک پونچھے کہ صاف ہو جائے اور اس میں کوئی عدد مسنون (معین) نہیں ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اور اگر نجاست اپنے مخرج سے تجاوز کر جائے تو اس کو پانی سے یا (ہر) بہنے والی چیز سے دھونا لازم ہے۔

فائدہ: امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں فقط پانی ہی سے دھونے سے پاک ہوگا اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ پانی کے علاوہ اور تمام بہنے والی چیزوں سے بھی دھونا جائز ہے جیسے گلاب وغیرہ کہ جن سے نجاست زائل ہو جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: ہڈی اور لید اور کھانے کی چیز (جیسے نمک وغیرہ) اور داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: بعض علماء نے استنجے کی چھ قسمیں لکھی ہیں یعنی (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) مکروہ (۶) بدعت۔

۱۔ فرض وہ ہے کہ نجاست مخرج کے علاوہ ایک درہم سے زیادہ بدن کو لگ گئی ہو۔

۲۔ واجب وہ ہے کہ ایک درہم کے برابر ہو۔

۳۔ سنت وہ ہے کہ ایک درہم سے کم ہو۔

۴۔ مستحب وہ ہے کہ ناپاکی نے مخرج سے تجاوز نہ کیا ہو۔

۵۔ مکروہ وہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرلے۔

۶۔ بدعت وہ ہے کہ کوئی چیز لگی نہ ہو اور استنجاء کرلے۔

کتاب الصلوٰۃ

اوقاتِ نماز کا بیان

جب صبح صادق ہو تو وہ فجر کی نماز کا اول وقت ہے۔ صبح صادق ایک سپیدی ہے جو آسمانوں کے کناروں میں پھیلتی ہے فجر کی نماز کا آخر وقت وہ ہے کہ جب تک آفتاب طلوع نہ ہو اور جب آفتاب ڈھل جائے تو ظہر کا اول وقت ہو جاتا ہے اور اس کا آخر وقت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے سوا دو مثل ہو جائے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ڈھل جائے تو ظہر کا آخر وقت ہو جاتا ہے اور جب دونوں قولوں کے مطابق ظہر کا وقت نکل جائے تو وہ عصر کا اول وقت ہے اور آخر وقت عصر کا وہ ہے کہ جب تک آفتاب غروب نہ ہو اور جب آفتاب غروب ہو جائے تو وہ مغرب کا اول وقت ہے اور آخر وقت اس کا وہ ہے کہ جب تک شفق نہ چھپے اور شفق امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ سپیدی ہے جو سرخی کے بعد آسمان کے کناروں میں معلوم ہوا کرتی ہے اور امام

ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اس سرخی ہی کو شفق فرماتے ہیں اور جب یہ شفق چھپ جائے تو عشاء کا اول وقت ہو جاتا ہے اور آخر وقت عشاء کا اس وقت تک ہے کہ جب تک صبح صادق نہ ہو اور وتر نماز کا اوّل وقت عشاء (کی نماز) کے بعد ہے اور ان کا آخر وقت وہ ہے کہ جب تک صبح صادق نہ ہو۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر اور عشاء کی نماز کا وقت ایک ہی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ فرض پہلے پڑھے پھر سنتیں پھر وتر اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وتر نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہی ہوتا ہے اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوگا۔ مثلاً کسی شخص نے عشاء کی نماز پڑھی اور پھر وتر نماز کو آخر شب میں پڑھا بعد میں اسے یاد آیا کہ میں نے عشاء کی نماز بے وضو پڑھی ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فقط عشاء کی نماز کو پھیر لینا چاہیے وتر نماز کو پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وتر اور عشاء کی نماز دونوں کو پھیرے۔

ترجمہ: اور صبح کی نماز روشنی میں پڑھنا اور ظہر کی نماز گرمی کے موسم میں تاخیر کر کے پڑھنا اور جاڑوں میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے علیٰ ہذا القیاس عصر کو اس قدر مؤخر کرے کہ دھوپ میں زردی نہ آئے اور مغرب کو اول وقت پڑھنا اور عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کرنا (بھی) مستحب ہے اور جس شخص کو تہجد پڑھنے کا شوق ہو تو اس کے لیے وتر نماز کو آخر شب تک مؤخر کرنا مستحب ہے اور اگر (تہجد کے وقت) آنکھ کھلنے پر اعتماد نہ ہو تو وتر نماز کو سونے سے پہلے ہی پڑھ لے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ خَافَ اَنْ لَا یَقُوْمَ اٰخِرَ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَهٗ. (الحدیث)

''یعنی جسے یہ اندیشہ ہو کہ میں آخری شب میں نہ اٹھ سکوں گا تو اسے اول ہی شب میں وتر پڑھ لینا چاہیے۔''

باب الاذان

اذان کے مسائل

: پانچوں وقت کی نمازوں اور جمعہ کے لیے اذان پڑھنا سنت ہے نہ کہ [illegible]روں کیلئے۔

3 **فائدہ:** نہ کہ اوروں کے لیے جیسے وتر، تراویح، جنازہ اور عید کی نماز خسوف اور کسوف کی نماز ان کے لیے اذان مسنون نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اذان میں ترجیع نہیں ہے۔

فائدہ: ترجیع کے معنی یہ ہیں کہ اول شہادتین کو آہستہ کہے اور پھر پکار کر کہے۔ امام شافعیؒ اذان میں ترجیع ہونے کے قائل ہیں۔

ترجمہ: اور فجر کی اذان میں (حی علی الفلاح کے بعد) الصلوٰۃ خیر من النوم دوبار کہے اور تکبیر (بھی) مثل اذان کے ہے مگر تکبیر میں حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ دوبار کہے اور اذان ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور تکبیر کو برابر پڑھتا جائے اور دونوں کو قبلہ رخ ہو کر پڑھے پس جس وقت (حی علی الصلوٰۃ) اور (حی علی الفلاح) پر پہنچے تو اپنے منہ کو داہنی اور بائیں طرف پھیرے۔

فائدہ: یعنی (حی علی الصلوٰۃ) کو داہنی طرف منہ کر کے کہے اور (حی علی الفلاح) کو بائیں طرف منہ کر کے اور پیروں کو پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر کوئی اونچی جگہ مثل منارہ کے ہو۔ اور وہاں فقط منہ پھیرنا کافی نہ ہو تو ایسی جگہ پیروں سے اِدھر اُدھر پھر جائے۔

ترجمہ: اور فوت شدہ نماز کے لیے (بھی اذان اور تکبیر پڑھے) اور کسی کی بہت سی نمازیں فوت ہو گئی ہیں تو پہلی نماز کے لیے اذان اور تکبیر پڑھے اور باقی نمازوں میں اسے اختیار ہے چاہے اذان اور تکبیر دونوں پڑھے اور چاہے فقط تکبیر پر اکتفا کرے۔ اور اذان اور تکبیر وضو سے پڑھنی چاہیے اگر کسی نے بغیر وضو اذان کہہ دی تب بھی جائز ہے (یعنی بلا کراہت) اور تکبیر بے وضو کہنی مکروہ ہے علیٰ ہذا القیاس جنبی کو اذان کہنی بھی مکروہ ہے۔

فائدہ: یعنی جنبی کو اذان کہنی جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور تکبیر کہنی جائز ہی نہیں ہے اور وقت ہونے سے پہلے اذان کہنی جائز نہیں ہے لیکن فجر میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقت سے پہلے بھی جائز ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں امام شافعیؒ اور امام مالکؒ بھی امام ابو یوسف کے موافق ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے جب تک کہ صبح کی نماز کا وقت نہ ہو جائے۔

باب شروط الصلوٰۃ التی تتقدمها

نماز کی ان شرطوں کا بیان جو نماز پر مقدم ہیں

ترجمہ: نمازی پر واجب ہے کہ ناپاکیوں اور پلیدیوں سے اول اپنے بدن وغیرہ کو پاک کر لے جیسا کہ ہم (نجاستوں کے بیان میں) پہلے بیان کر چکے ہیں اور اپنی تمام عورت کو چھپائے۔

فائدہ: بعض فقہاء نے نماز کی چھ شرطیں لکھی ہیں۔

۱۔ اول یہ کہ بے وضو ہو تو وضو کر لے۔

۲۔ دوسرے نجاست کو دھوئے۔

۳۔ تیسرے ستر عورت کو چھپائے۔

۴۔ چوتھے قبلہ کی طرف منہ کرے۔

۵۔ پانچویں نماز کا وقت ہو جائے۔

۶۔ چھٹے نیت ہو جنہیں آگے مصنف بھی بیان کریں گے۔

ترجمہ: مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنہ ستر ہے ناف ستر نہیں ہے اور آزاد عورت کا ستر سوائے منہ اور دونوں ہتھیلیوں کے سارا بدن ستر ہے۔

فائدہ: صحیح مذہب یہ ہے کہ جیسے آزاد عورت کی دونوں ہتھیلیاں ستر نہیں ہیں اسی طرح دونوں قدم بھی ستر نہیں ہیں۔

ترجمہ: اور جو مرد کا ستر ہے وہی لونڈی کا بھی ستر ہے اور دو چیزیں اس کے ستر میں زیادہ ہیں یعنی اس کی پیٹھ اور پیٹ بھی ستر ہے اور اس کے سوا اور اس کا بدن ستر نہیں ہے اور جسے پلیدی دھونے کے لیے پانی وغیرہ نہ ملے تو وہ اس پلیدی کے ساتھ نماز پڑھ لے اور پھر نماز کو نہ پھیرے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ اس شخص کو اختیار ہے چاہے اس کپڑے کو اتار کر بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور چاہے اسی کپڑے سے کھڑے ہو کر پڑھ لے۔ اور افضل یہی ہے کہ اس کپڑے سے کھڑے ہو کر پڑھے۔ اور امام محمدؒ کے

نزدیک کھڑے ہوکر اسی کپڑے سے پڑھنی جائز ہے ننگے ہو کے بیٹھ کے پڑھنی جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جس کے پاس کپڑا نہ ہو وہ بیٹھ کر ننگا ہی نماز پڑھ لے اور رکوع وسجدہ اشارے سے کرے۔

فائدہ: آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے کپڑا نہ ہونے کے وقت اسی طرح کیا ہے اور اس طرح بیٹھے کہ اپنے دونوں پیروں کو قبلہ کی طرف پھیلائے تا کہ حتی الوسع پردہ زیادہ ہو جائے۔

ترجمہ: اگر کسی نے کپڑا نہ ہونے کی صورت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ لی تب بھی نماز ہو جائے گی اور افضل بیٹھ کر ہی پڑھنی ہے۔ اور جس نماز کو پڑھنا شروع کرنا ہے اس کی نیت کرے۔ نیت اور تکبیر کے درمیان میں کوئی کام نہ کرے اور قبلہ کو منہ کرے ہاں اگر کوئی اندیشہ ہو تو اس سے جس طرف ہو سکے اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔

فائدہ: قبلہ رُو ہونے کی فرضیت اللہ کے حکم سے ثابت ہوتی ہے کہ فرمایا: فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ۔ ''یعنی اپنے مونہوں کو قبلہ رخ کر لو'' پھر جو شخص مکہ ہی میں ہو تو اس پر فرض ہے کہ قبلہ آنکھوں کے سامنے رہے اور جو مکہ میں نہ ہو اس پر قبلہ رخ ہونا فرض ہے یہی مذہب صحیح ہے۔

ترجمہ: اگر کسی کو قبلہ معلوم نہ ہو اور نہ وہاں کوئی ایسا شخص ہے کہ جس سے قبلہ دریافت کرے تو وہ اپنے دل میں غور کرے اور (جس طرف غالب گمان ہو اسی طرف منہ کر کے) نماز پڑھ لے پھر اگر نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ (جس طرف نماز پڑھی ہے) اس طرف قبلہ نہیں ہے تو اس پر نماز کو پھیرنا لازم نہیں ہے اور اگر نماز ہی میں معلوم ہو گیا تو قبلہ کی طرف پھر جائے اور باقی نماز کو پورا کرے۔

فائدہ: اس کی دلیل یہ ہے کہ قبا والوں نے جس وقت نماز میں قبلہ کے بدل جانے کو سنا تو وہ نماز ہی میں قبلہ رخ ہو گئے اور نبی ﷺ نے اس فعل پر ان کی تعریف کی۔

باب صفة الصلوٰة

نماز کا بیان

: نماز میں چھ چیزیں فرض ہیں۔

(۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قراءت (۴) رکوع (۵) سجود (۶) اخیر کا قعدہ تشہد کی مقدار اور جو اس سے زیادہ ہو وہ سنت ہے۔

فائدہ: بعض فقہاء نے رکوع و سجود کو ایک چیز شمار کیا ہے اور سلام وغیرہ کے ساتھ نماز سے نکلنے کو چھٹی چیز شمار کیا ہے۔ لیکن یہ امام ابوحنیفہ ہی کے نزدیک فرض ہے اسی پر فتویٰ ہے امام ابو یوسف ؒ اور امام محمد ؒ کے نزدیک فرض نہیں ہے اور ایسے ہی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا اور سجدوں کے درمیان بیٹھنا امام ابو یوسف ؒ کے نزدیک فرض ہے اور امام ابوحنیفہ ؒ اور امام محمد ؒ کے نزدیک فرض نہیں ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

نماز پڑھنے کی ترکیب کا بیان ✻ **ترجمہ**: اور جب آدمی نماز شروع کرے تو اللّٰہ اکبر کہے اور اس کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو اتنا اٹھائے کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے مقابلہ میں ہو جائیں۔ پھر اگر کسی نے اللّٰہ اکبر کے بدلے میں **اللّٰہ اجل یا اللّٰہ اعظم یا الرحمٰن اکبر** کہہ لیا تو امام ابوحنیفہ ؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک (جائز اور) کافی ہے اور امام ابو یوسف ؒ فرماتے ہیں کہ سوائے اللہ اکبر یا اللہ الکبیر کے اور کچھ کہنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں فتویٰ امام ابوحنیفہ ؒ کے قول پر ہے اور امام شافعی ؒ کا قول یہ ہے کہ سوائے اللہ اکبر کے یا اللہ الاکبر کے اور کچھ کہنا جائز نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک فقط اللہ اکبر ہی کہنا ضروری ہے۔

ترجمہ: اور (اللہ اکبر کہہ کر) اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں کو پکڑ کر ناف سے نیچے باندھے پھر یہ پڑھے "**سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ لَا اِلٰـہَ غَیْرُکَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ** ۔ پھر بسم اللہ پڑھے اور ان دونوں کو آہستہ سے پڑھے اس کے بعد الحمد للہ پڑھے اور اس کے بعد کوئی سورت یا جس سورت کی چاہے تین آیتیں پڑھے اور جب امام "**ولا الضّآلین**" کہے تو آمین بھی کہے اور آہستہ سے مقتدی بھی آمین کہے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیوں کو کشادہ رکھے اور پیٹھ کو برابر رکھے نہ سر کو اونچا کرے اور نہ زیادہ نیچا کرے (بلکہ برابر رکھے) اور رکوع میں تین دفعہ یہ کہے "**سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ**" اور یہ (تین دفعہ کہنا) ادنیٰ درجہ

ہے (اگر زیادہ کہے تو بہتر ہے) پھر سر اٹھائے اور "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہے اور مقتدی "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہیں پھر جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہتا ہوا سجدے میں جائے اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور منہ کو دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں کرے اور ناک اور پیشانی سے سجدہ کرے اور اگر (کسی نے) فقط ناک یا پیشانی ہی سے کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے فقط ناک سے (سجدہ کرنا) جائز نہیں ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور اگر کسی نے پگڑی کے پیچ پر یا زائد کپڑے پر سجدہ کرلیا تو جائز ہے (لیکن مع الکراہت) اور بغلوں کو کشادہ رکھے اور پیٹ کو دونوں رانوں سے علیحدہ رکھے اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے اور سجدہ میں تین مرتبہ یہ کہے "سبحان ربی الاعلی" اور یہ ادنیٰ درجہ ہے (اگر پانچ یا سات مرتبہ کہہ لے تو اور اچھا ہے) پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ سے سر اٹھائے اور جب اچھی طرح سے بیٹھ جائے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر (دوسرا) سجدہ کرے اور جب اطمینان سے سجدہ کر چکے تو اللہ اکبر کہتا ہوا دونوں پیروں پر سینہ کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے (یعنی دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر) اور بیٹھے نہیں اور نہ ہاتھوں کے ساتھ زمین پر سہارا لے اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرے جیسے پہلی رکعت میں کیا ہے مگر "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ" اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ نہ پڑھے اور نہ ہاتھوں کو اٹھائے مگر تکبیر اُولیٰ کے لیے پس جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو اپنے بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور داہنے پیر کو کھڑا کرے اور ساری انگلیوں کو قبلہ رخ کرے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے اور انگلیوں کو (قبلہ رخ) پھیلائے رکھے پھر تشہد پڑھے اور تشہد یہ ہے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ.

اور پہلے قعدہ میں اس سے زیادہ نہ پڑھے۔

فائدہ: پہلے قعدہ میں فقط تشہد پڑھنے کی دلیل یہ ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کا

درمیانی اور اخیر کا تشہد مجھے نبی ﷺ نے اس طرح سکھلایا کہ جب پہلا تشہد پڑھ چکو تو کھڑے ہو جاؤ اور اخیر کا تشہد پڑھ کر اپنے لیے جس قدر چاہو دعا کرو۔

ترجمہ: اور اخیر کی دونوں رکعتوں میں فقط الحمد پڑھے۔

فائدہ: افضل یہی ہے کہ الحمد پڑھے اور کسی نے اگر سبحان اللہ وغیرہ پڑھا یا خاموش کھڑا رہا تب بھی نماز ہو جائے گی۔

ترجمہ: اور اخیر قعدہ میں اسی طرح بیٹھے کہ جیسے پہلے قعدہ میں بیٹھا تھا اور تشہد پڑھ کر درود پڑھے پھر اگر چاہے تو ایسی دعا بھی پڑھ لے جو قرآن شریف اور ماثورہ دعاؤں کے الفاظ کے مشابہ ہو ایسی دعا نہ پڑھے جو لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو۔ پھر داہنی طرف سلام پھیرے یعنی کہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ" اور اسی طرح بائیں طرف سلام پھیرے۔

فائدہ: اور سلام پھیرنے میں منہ اس قدر پھیرے کہ دونوں سلاموں میں دونوں طرف کے مقتدی اس کے رخساروں کو دیکھ لیں۔ اور جب داہنی طرف سلام پھیرے تو یہ نیت کرے کہ میں ان مسلمانوں اور فرشتوں کو سلام کرتا ہوں جو اس طرف ہیں اسی طرح بائیں طرف کے سلام میں نیت کرے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ پہلے فرشتوں کی نیت کرے اور پھر مسلمانوں کی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ پہلے مسلمانوں کی نیت کرے پھر فرشتوں کی اور اگر مقتدی امام کے داہنی طرف ہے تو پہلے سلام میں اول مسلمانوں کی نیت کرے پھر فرشتوں کی اور اگر امام کی بائیں طرف ہے تو پہلے سلام میں اول امام کی نیت کرے پھر مسلمانوں کی پھر فرشتوں کی اور دوسرے سلام میں فقط مسلمانوں اور فرشتوں کی کرے اور اگر امام کے پیچھے ہی کھڑا ہے تو دونوں سلاموں میں امام اور مسلمانوں اور فرشتوں سب کی نیت کرے۔

مسائل متفرقہ کا بیان ✻ **ترجمہ:** اور اگر یہ امام ہے تو فجر میں اور اسی طرح جمعہ اور عیدین میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت آواز سے کرے اور آخر کی دو رکعتوں میں آہستہ سے اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہے تو اسے اختیار ہے چاہے آواز سے کرے اور اپنے نفس کو سنائے اور چاہے آہستہ کرے اور ظہر وعصر میں امام قراءت آہستہ کرے اور وتر تین رکعت ہیں ان کے درمیان میں سلام نہ پھیرے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک سنت۔ اور ہمارے علماء کے نزدیک وتر ایک سلام سے تین رکعت ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک پڑھنے والے کو اختیار ہے چاہے ایک سلام سے پڑھے چاہے دو سلام سے پڑھے۔

ترجمہ: اور تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے سارے سال (دعاء) قنوت پڑھے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک رمضان شریف کی پندرہویں تاریخ سے آخر ماہ تک پڑھے۔

ترجمہ: اور وتر کی ہر رکعت میں الحمد اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھے اور جس وقت دعائے قنوت پڑھنی چاہے تو اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ اٹھائے پھر قنوت پڑھے اور وتر کے سوا اور کسی نماز میں (دعائے) قنوت نہ پڑھے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صبح کی نماز کی آخر رکعت میں رکوع کے بعد پڑھے۔

ترجمہ: اور ایسی کوئی نماز نہیں ہے جس میں کسی خاص سورت کا پڑھنا کہ اس کے سوا اور کوئی سورت جائز نہ ہو بلکہ کسی نماز کے لیے کوئی سورت اس طرح معین کر کے پڑھنا مکروہ ہے کہ اس کے سوا اس نماز میں اور سورت نہ پڑھے۔

فائدہ: اس حکم سے وہ شخص مستثنیٰ ہے کہ جس کو ایک ہی سورت یاد ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ہمیشہ وہی ایک سورت پڑھتا رہے۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز میں کم از کم اس قدر قراءت کافی ہے کہ جسے قرآن (شریف کی آیت) کہہ سکیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چھوٹی تین آیتوں یا ایک بڑی آیت سے کم کے ساتھ نماز نہیں ہو سکتی۔

فائدہ: بڑی آیت سے مراد یہ ہے کہ جیسے آیت الکرسی اور آیت دین۔

ترجمہ: اور مقتدی امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک الحمد کا پڑھنا فرض ہے۔

جماعت کے مسائل کا بیان ✻ : اور جو شخص کسی کے پیچھے نماز پڑھنی چاہے تو

اسے دو نیتیں کرنی ضروری ہیں ایک نماز کی اور دوسری مقتدی بننے کی (کہ میں اس امام کی اقتدا کرتا ہوں) اور جماعت سنت مؤکدہ ہے یعنی قریب واجب کے ہے اور سب سے بہتر امامت کے لیے وہ ہے جو سب سے زیادہ مسئلے جانتا ہو اور اگر اس میں سب برابر ہوں تو جو سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔

فائدہ: بعض فقہاء کا قول ہے کہ اگر عمر میں بھی سب برابر ہیں تو جو سب سے خوبصورت ہو۔

ترجمہ: اور غلام، گنوار، فاسق، نابینا، حرامی بچہ کو امام بنانا مکروہ ہے اور اگر یہ امام ہو جائیں تو نماز ہو جائے گی۔ اور امام کو چاہیے کہ لوگوں کو زیادہ لمبی نماز نہ پڑھائے۔ اور عورت کو نماز پڑھانی مکروہ ہے لیکن اگر وہ جماعت کریں تو جو ان میں سے نماز پڑھائے تو وہ (اول صف کے) بیچ میں کھڑی ہو (مرد امام کی طرح آگے نہ کھڑی ہو) جیسے برہنہ لوگوں کا حکم ہے (کہ ان کا امام بھی بیچ میں کھڑا ہوتا ہے)۔

صفوں کی ترتیب کا بیان ✱ **ترجمہ:** اور جس کا ایک ہی مقتدی ہو تو امام کو چاہیے کہ اسے اپنی داہنی طرف رکھے اور اگر دو مقتدی ہوں تو امام آگے ہو جائے اور مردوں کو جائز نہیں ہے کہ عورت یا لڑکے کو امام بنائیں۔

فائدہ: عورت کو امام نہ بنانے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اَخِّرُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ" یعنی عورتوں کو پیچھے کیا کرو کیونکہ اللہ نے بھی ان کو پیچھے کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو امام بنانا جائز نہیں ہے اور لڑکے سے مراد نابالغ لڑکا ہے چونکہ اس کے ذمہ نماز فرض نہیں ہوتی اس لیے اس کے فرض بھی نفل ہوتے ہیں اور مفترض کو متنفل کی اقتدا کرنی جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اول مردوں کی صف ہو پھر لڑکوں کی پھر خنثیٰ کی پھر عورتوں کی اگر عورت مرد کے پاس کھڑی ہو جائے اور یہ دونوں ایک ہی نماز پڑھ رہے ہوں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

فائدہ: اصل میں اس حکم کا دارومدار امام کی نیت پر ہے اگر امام نے عورت کے مقتدی ہونے کی نیت کی تھی تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر صرف مرد کی نیت کی تھی تو عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

: عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فجر، مغرب،

عشاء میں بڑھیا کے آنے میں کوئی حرج نہیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ بڑھیا کو سب نمازوں میں آنا جائز ہے۔

فائدہ: جوان عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنا اس لیے مکروہ ہے کہ ان کی وجہ سے فساد ہو جانے کا اندیشہ ہے اور چونکہ بوڑھیوں کی طرف لوگوں کی رغبت کم ہوتی ہے اس لیے ان کے لیے جائز ہے۔ اور فتویٰ اب اس پر ہے کہ عورتوں کو سب نمازوں میں جانا مکروہ ہے کیونکہ آج کل فتنہ وفساد زیادہ ہے۔

معذور کے احکام ✻ ترجمہ: پاک آدمی ایسے کے پیچھے نماز نہ پڑھے جسے سلس البول وغیرہ ہو (یعنی صاحب عذر ہو) اور نہ پاک عورت مستحاضہ کے پیچھے اور نہ پڑھا ہوا ان پڑھ کے پیچھے اور نہ کپڑے پہنے ہوئے ننگے کے پیچھے اور جائز ہے تیمّم والا وضو والے کو اور موزوں پر مسح کرنے والا پیر دھونے والے کو نماز پڑھائے۔ اسی پر فتویٰ ہے اور کھڑے ہو کر پڑھنے والا بیٹھ کر پڑھنے والے کے پیچھے پڑھ لے تو جائز ہے۔ (اسی پر فتویٰ ہے)

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے آخری نماز بیٹھ کر ہی پڑھی اور آپ کے پیچھے سب لوگ کھڑے ہوئے تھے۔

ترجمہ: اور جو شخص رکوع سجدہ کرتا ہو وہ اشارہ سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے اور (اسی طرح) فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نہ پڑھے اور جو فرض پڑھتا ہو وہ ایسے کے پیچھے نماز نہ پڑھے جو دوسرے فرض پڑھ رہا ہو اور نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے پڑھ سکتا ہے اور جس نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ لی پھر معلوم ہوا کہ امام وضو سے نہ تھا تو یہ شخص نماز پھیرے۔

فائدہ: نماز پھیرنے کا حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہ پھیرے۔

مکروہات نماز کا بیان ✻ ترجمہ: نمازی کو اپنے کپڑے یا بدن سے کھیلنا مکروہ ہے اور نہ وہ (نماز کی جگہ سے نماز میں) کنکریوں کو ہٹائے ہاں اگر ان پر سجدہ نہ ہو سکے تو فقط ایک دفعہ انہیں ہموار کر لے اور نہ اپنی انگلیوں کو چٹخائے اور نہ کولھے پر ہاتھ رکھے اور نہ اپنا کپڑا لٹکائے اور نہ اسے سمیٹے اور نہ بالوں کو گوندھے اور نہ دائیں بائیں دیکھے اور نہ کتے کی طرح بیٹھے اور نہ

زبان سے یا ہاتھ سے سلام کا جواب دے اور نہ پالتی مار کر بیٹھے ہاں اگر کوئی عذر ہو تو جائز ہے۔

متفرقات کے بیان میں:

اگر وضو ٹوٹ جائے اور یہ امام نہیں ہے تو اسی وقت نماز سے پھر جائے اور اپنی نماز پر بنا کرے (یعنی جہاں سے چھوڑی تھی اب وہیں سے پڑھے) اور اگر یہ امام ہے تو (نماز پڑھانے کے لیے) کسی کو (اپنا) خلیفہ کر دے تاکہ وہ مقتدیوں کو نماز پڑھائے اور یہ وضو کر کے جب تک کہ کسی سے بات چیت نہ کی ہو اپنی نماز پر بنا کرے اور نماز کو نئے سرے سے پڑھ لینا افضل ہے اور اگر کوئی نماز میں سو گیا تھا اور اسے احتلام ہو گیا یا دیوانہ ہو گیا یا بے ہوش ہو گیا یا قہقہہ کے ساتھ ہنسا تو وضو بھی نئے سرے سے کرے اور نماز بھی پھر سے پڑھے اور اگر کسی نے بھول کر یا جان کر نماز میں بات کر لی تو اس کی نماز باطل ہو گئی۔ اور اگر تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد کسی کا وضو ٹوٹ گیا تو وہ وضو کر کے (پھر سے بیٹھ کر) سلام پھیرے اور کوئی اس حالت میں (یعنی تشہد کے بعد) بے وضو ہوا یا اس نے کوئی بات کر لی یا کوئی ایسا عمل کر لیا جو نماز کے منافی تھا تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔ لیکن (ایسا کرنا) مکروہ ہے اور اگر تیمّم والا نماز میں پانی کو دیکھ لے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔

مسائل اثنا عشر کا بیان ✻ ترجمہ: اگر اس نے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد پانی دیکھا یا موزوں پر مسح کرتا تھا اور اس کی مدت ختم ہو گئی یا اس نے ذرا سے اشارے سے اپنے موزوں کو نکال لیا یا ان پڑھ تھا پھر اس کو کوئی سورت یاد ہو گئی یا اشارے سے نماز پڑھ رہا تھا پھر اس میں رکوع سجدہ کرنے کی طاقت آ گئی یا اسے یہ یاد آ گیا کہ میرے ذمہ اس سے پہلی ایک نماز ہے (اگرچہ وہ وتر ہی ہو) یا ننگا تھا پھر کسی سے کپڑا مل گیا یا خواندہ امام کا وضو ٹوٹ گیا تھا تو اس نے ان پڑھ کو (اپنا) خلیفہ کر دیا یا صبح کی نماز پڑھ رہا تھا کہ آفتاب نکل آیا یا جمعہ (کی نماز) میں (تاخیر ہو کر) عصر کا وقت شروع ہو گیا یا پٹی پر مسح کیا کرتا تھا کہ زخم اچھا ہو کر وہ پٹی کھل کر گر پڑی یا عورت مستحاضہ تھی پھر اس کا یہ مرض جاتا رہا تو ان (سب صورتوں میں ان) لوگوں کی نمازیں امام ابوحنیفہؒ کے قول کے موافق باطل ہو جائیں گی (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سب صورتوں میں ان کی نمازیں پوری ہو جائیں گی۔

باب قضاء الفوائت
فوت شدہ نمازوں کا بیان

ترجمہ: اور جس شخص کی کوئی نماز فوت ہو جائے تو جب اسے یاد آئے پڑھ لے اور اس وقت کی نماز سے اسے پہلے پڑھے ہاں اگر اس وقتی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پہلے اسے پڑھ لے اور بعد میں اسے پڑھے۔

اور جس کی پانچ نمازیں فوت ہو جائیں تو انہیں اسی ترتیب سے پڑھے کہ جس ترتیب سے وہ فرض ہوئی ہیں لیکن اگر پانچ نمازوں سے زیادہ فوت ہو گئیں تو ان (کے ادا کرنے) میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

فائدہ: ترتیب تین وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے اول بھول جانے سے مثلاً کسی نے عصر کی نماز پڑھی پھر اسے یاد آیا کہ میں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تو چاہیے کہ ظہر کی نماز پڑھ لے اور عصر کی نماز کو نہ پھیرے۔ دوسرے تنگ وقت ہو جانے سے مثلاً کسی نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی اور صبح کی نماز میں اسے یاد آ گیا کہ میں نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی اور نہ اتنا وقت ہے کہ آفتاب نکلنے سے پہلے دونوں وقت کی نمازیں پڑھ لے تو ایسی صورت میں صبح کی نماز پڑھ لے اور آفتاب نکلنے کے بعد عشاء کی پڑھے۔ تیسرے یہ کہ نمازیں زیادہ فوت ہو جائیں اگر پانچ نمازیں فوت ہوئی ہیں تو ان کو اسی ترتیب سے ادا کرے جس ترتیب سے فوت ہوئی ہیں اور اگر چھ نمازیں فوت ہوئی ہیں تو ترتیب ساقط ہو جائے گی (انہیں جس طرح چاہے پڑھ لے) اور یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک پانچ ہی نمازیں فوت ہوں تو زیادہ کے حکم میں ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ترتیب بالکل شرط نہیں ہے۔

باب الاوقات التی تکرہ فیها الصلٰوۃ
ان وقتوں کا بیان جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

: آفتاب نکلنے کے وقت نماز پڑھنی جائز نہیں ہے اور نہ غروب کے وقت ہاں اسی روز

کی عصر کی نماز ہو جاتی ہے اور نہ عین دوپہر کے وقت نماز پڑھنی جائز ہے اور (ان وقتوں میں) نہ جنازہ کی نماز پڑھی جائے اور نہ سجدۂ تلاوت کیا جائے۔

فائدہ: یہ تین وقت جو بیان ہوئے ہیں ان میں نماز پڑھنی ممنوع ہے اور چھ وقت ایسے ہیں کہ ان میں نماز پڑھنی مکروہ ہے جن کا بیان آگے آتا ہے۔

ترجمہ: صبح کی نماز کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد آفتاب کے غروب ہونے تک نفلیں پڑھنی مکروہ ہیں اور ان دونوں وقتوں میں قضا نمازیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور صبح صادق ہونے کے بعد صبح کی دوسنتوں سے زیادہ پڑھنی مکروہ ہیں اور نہ مغرب سے پہلے نفلیں پڑھے۔

فائدہ: مغرب سے پہلے نفلیں پڑھنے میں مغرب کی نماز میں تاخیر ہونی لازم آتی ہے اور جمعہ کے روز خطبہ کے درمیان بھی نفلیں پڑھنی مکروہ ہیں اور عید کے روز عید کی نماز سے پہلے بھی۔

باب النوافل والسنة

نفلوں اور سنتوں کا بیان

ترجمہ: سنتیں نماز میں یہ ہیں کہ صبح صادق ہونے کے بعد دو رکعت پڑھے اور چار ظہر (کے فرضوں) سے پہلے اور دو اس کے بعد اور چار عصر سے پہلے اور اگر چاہے (ان چار کی جگہ) دو پڑھ لے (یہ سنتیں مستحب ہیں)۔ اور دو مغرب (کی نماز) کے بعد اور چار عشاء (کی نماز) سے پہلے اور چار اس کے بعد اگر چاہے (ان چار کی جگہ) دو پڑھ لے (یہ بھی مستحب ہیں)۔

دن کی نفلیں چاہے دو دو کر کے پڑھے اور چاہے چار چار (ایک سلام کے ساتھ) اس سے زیادہ پڑھنی مکروہ ہیں۔ ہاں رات کی نفلوں کی بابت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اگر آٹھ رکعتیں ایک سلام سے پڑھ لے تو جائز ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور اس سے زیادہ مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ رات کو بھی دو دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے۔ اور پہلی دو رکعتوں میں قراءت (یعنی قرآن پڑھنا) فرض ہے اور اخیر کی دو رکعتوں

میں اختیار ہے چاہے الحمد پڑھے چاہے چپکا کھڑا رہے اور چاہے (سبحان اللہ وغیرہ کوئی) تسبیح پڑھے (یہ حکم فرضوں کا ہے) اور نفلوں کی اور وتروں کی سب رکعتوں میں قراءت فرض ہے۔

جس نے نفل نماز شروع کر کے پھر اسے فاسد کر دیا (یعنی کسی وجہ سے نیت توڑ دی) تو اس کی قضا کرے۔ اگر چار رکعتوں کی نیت کی تھی اور پہلی دو رکعتوں میں بیٹھ چکا تھا پھر اخیر کی دو رکعتوں کو فاسد کر دیا تو انہی دو ہی رکعتوں کی قضا کرے اور باوجود کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت ہونے کے نفلوں کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے (امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے) اور اگر کسی نے کھڑے ہو کر نفلیں پڑھنی شروع کیں پھر بیٹھ گیا (یعنی بیٹھ کر پڑھنے لگا) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے (یہ نفلیں ادا ہو جائیں گی) اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے جائز نہیں ہے اور جو شخص شہر سے باہر (یعنی مسافر) ہو تو وہ اشاروں سے اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے نفلیں پڑھ سکتا ہے خواہ سواری کسی طرف جائے (لیکن سواری پر فرضوں کا پڑھنا جائز نہیں ہے)۔

باب سجود السهو

سجدۂ سہو کا بیان

ترجمہ: (نماز میں) زیادتی اور کمی ہونے (کی صورت) میں سجدۂ سہو واجب ہے (ایک طرف) سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کر لے پھر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے اور سجدہ سہو نمازی پر اس وقت لازم ہوتا ہے کہ نماز میں ایسا فعل کرے جو جنس نماز سے ہو اور نماز میں داخل نہ ہو یا کوئی مسنون فعل چھوڑ دے یا الحمد (دعاء) قنوت' التحیات' عیدین کی تکبیریں چھوڑ دے یا جس نماز میں امام کو آہستہ پڑھنا تھا آواز سے پڑھ دیا جہاں آواز سے پڑھنا تھا آہستہ پڑھ دیا ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو لازم ہے اور امام کو سہو ہونا مقتدیوں پر بھی سجدہ واجب کر دیتا ہے پس اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی بھی سجدہ نہ کریں اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو امام پر سجدہ لازم نہیں ہوتا اور نہ مقتدی پر اور اگر کوئی قعدۂ اولیٰ کو بھول گیا پھر (اسے نماز

ہی میں) ایسے وقت یاد آیا کہ وہ بیٹھنے کے زیادہ قریب ہے (یعنی تھوڑا ہی اٹھا ہے) تو وہ بیٹھ جائے اور التحیات پڑھے (اور بعد میں سجدۂ سہو نہ کرے) اور اگر کھڑے ہونے کے زیادہ قریب ہے تو (اس وقت) کھڑا ہو جائے اور بعد میں سجدۂ سہو کر لے اور اگر کوئی آخر کا قعدہ بھول کر پانچویں رکعت میں کھڑا ہو گیا ہے تو جب تک (اس پانچویں رکعت کا) سجدہ اس نے نہ کیا ہو لوٹ کر بیٹھ جائے اور اس پانچویں رکعت کو چھوڑ دے اور سجدۂ سہو کر لے (کیونکہ اس نے ایک واجب یعنی اخیر کے قعدہ میں تاخیر کی ہے) اور اگر یہ پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تو اس کے فرض باطل ہو گئے اور یہ نماز نفل ہو گئی اور اس پر لازم ہے کہ ان نفلوں میں چھٹی رکعت اور ملا دے اور اگر کوئی چوتھی رکعت میں بیٹھ چکا تھا اور سلام اس خیال سے نہیں پھیرا (یعنی یہ سمجھا) کہ یہ قعدۂ اولیٰ ہے تو جب تک اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور سلام پھیر کر سجدہ سہو کر لے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو ان میں ایک رکعت اور ملا دے اس صورت میں اس کی نماز پوری ہو جائے گی (یعنی چار فرض ہو جائیں گے) اور یہ دو رکعت نفل ہوں گی اور جس شخص کو نماز میں شک ہو جائے اور یہ یاد نہ رہے کہ تین (رکعت) پڑھی ہیں یا چار اور یہ بھول اسے پہلی ہی دفعہ ہوئی ہے تو نماز کو پھر سے پڑھے اور اگر اس سے اکثر بھول ہوتی ہے تو اگر کچھ ظن غالب ہے تو اس پر بنا کر لے اور اگر ظن غالب کچھ نہیں ہے تو یقین پر بنا کرے (یعنی کم کو اختیار کر کے نماز پوری کر لے)۔

باب صلوٰة المريض

بیمار کی نماز کا بیان

ترجمہ: جس وقت بیمار پر کھڑا ہونا دشوار ہو جائے تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے (اور بیٹھے ہی) رکوع سجدہ کرے اور اگر رکوع سجدہ (بھی) نہ کر سکے تو (بیٹھے ہی ہوئے) اشارے سے پڑھے اور سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ جھکے اور کسی چیز کو اس پر سجدہ کرنے کے لیے چہرہ کی طرف نہ اٹھائے۔ پھر اگر بیٹھ بھی نہ سکے تو چت لیٹ جائے اور دونوں پیر قبلہ کی طرف کر لے اور رکوع

سجود کو سر کے اشارے سے کرے اور اگر کروٹ سے لیٹ جائے اور منہ قبلہ رخ کر لے اور اشاروں سے پڑھے تب بھی نماز ہو جائے گی اور اگر سر سے بھی اشارہ نہ کر سکے تو نماز کو موقوف رکھے (یعنی پھر تندرست ہو کر پڑھے) اور آنکھوں اور ابروؤں اور دل کے اشارہ سے نہ پڑھے (ان اعضاء کے اشاروں سے نماز نہیں ہوتی) اور اگر کوئی کھڑا ہو سکتا ہے اور رکوع سجدہ نہیں کر سکتا تو اس پر کھڑا ہونا (یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا) لازم نہیں ہے اور جائز ہے کہ وہ اشاروں سے بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص پر کھڑا ہونا لازم ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اس پر کھڑا ہونا لازم نہیں ہے اس کی نماز بیٹھ کر ہو جائے گی (اسی پر فتویٰ ہے)

ترجمہ: اگر تندرست آدمی نے کچھ نماز کھڑے ہو کر پڑھی تھی پھر (نماز ہی میں) اسے کوئی بیماری ہو گئی تو وہ بیٹھ کر نماز پوری کر لے اور رکوع سجدہ کر لے اور اگر رکوع سجدہ نہ کر سکے تو اشاروں سے پڑھے اور اگر بیٹھ بھی نہ سکے تو چت لیٹ کر پڑھے اور جو شخص کسی بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا پھر نماز ہی میں وہ اچھا ہو گیا تو وہ اپنی (بقیہ نماز کو) اسی نماز پر بنا کرے (یعنی جتنی رہ گئی ہے) اسے کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر کچھ نماز اشاروں سے پڑھی تھی پھر (اسی نماز ہی میں) رکوع سجدہ کرنے کی طاقت آ گئی تو یہ (اس نماز پر بنا نہ کرے بلکہ) نماز پھر سے پڑھے اور جس شخص پر پانچ نمازوں تک یا پانچ سے کم تک بے ہوشی طاری رہی تو وہ تندرست ہونے کے بعد ان کی قضا کرے اور بے ہوشی کی وجہ سے پانچ سے زیادہ نمازیں فوت ہو گئی ہیں تو ان کو قضا نہ کرے۔

باب سجود التلاوۃ

فوت شدہ نمازوں کا بیان

ترجمہ: قرآن (شریف) میں چودہ سجدے ہیں۔

۱۔ یعنی سورہ اعراف کے آخر میں ۲۔ سورۂ رعد میں

۳۔سورۂ نحل میں ۴۔سورۂ بنی اسرائیل میں

۵۔سورۂ مریم میں ۶۔سورۂ حج میں

۷۔سورۂ فرقان میں ۸۔سورۂ نمل میں

۹۔سورۂ الم تنزیل میں ۱۰۔سورۂ صٓ میں

۱۱۔سورۂ حم سجدہ میں ۱۲۔سورۂ نجم میں

۱۳۔سورۂ انشقاق میں ۱۴۔سورۂ علق میں

اوران سب جگہوں میں پڑھنے والے اور سننے والے (دونوں) پر سجدہ کرنا واجب ہے خواہ سننے والے نے قرآن (شریف) کے سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

فائدہ: اور برابر ہے کہ پڑھنے والا وضو سے ہو یا بے وضو ہو یا جنبی ہو۔اور عورت ہے تو اسے حیض آتا ہو یا نفاس آتا ہو۔

ترجمہ: پس جس وقت امام نے سجدہ کی آیت پڑھی تو وہ سجدہ کرے اور اس کے مقتدی بھی سجدہ کریں (کیونکہ مقتدی پر امام کی متابعت لازم ہے) اور اگر مقتدی نے (سجدہ کی آیت) پڑھی تو اس صورت میں نہ امام پر سجدہ کرنا لازم ہے اور نہ مقتدی پر اور اگر لوگوں نے نماز میں ایسے شخص سے سجدہ کی آیت سنی جو ان کے ساتھ نماز میں نہ تھا تو اس سجدہ کو یہ نماز میں نہ کریں (کیونکہ وہ سجدہ نماز سے متعلق نہیں ہے) اور نماز کے بعد کریں اور اگر یہ سجدہ نماز ہی میں کر لیا تو کافی نہ ہوگا اور نہ ان کی نماز فاسد ہوگی۔

فائدہ: نماز فاسد نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ سجدہ افعال نماز میں سے ہے اور نوادر میں لکھا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور یہ قول امام محمدؒ کا تھا اور پہلا قول شیخین کا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

ترجمہ: اور جس نے نماز سے باہر سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہاں تک کہ نماز شروع کر کے نماز میں پھر اسی آیت کو پڑھا اور سجدہ (بھی) کر لیا تو یہ سجدہ دونوں تلاوتوں (یعنی دونوں دفعہ پڑھنے) کو بھی کافی ہے۔اور اگر کسی نے اس آیت کو نماز سے باہر پڑھا اور سجدہ کر لیا پھر نماز میں اسی آیت کو پڑھا تو چاہیے کہ دوسری دفعہ سجدہ کرے اور پہلا سجدہ کافی نہ ہوگا۔

فائدہ: اس کے کافی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نماز کا سجدہ زیادہ قوی ہوتا ہے پس یہ سجدہ اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

ترجمہ: اور جس نے ایک مجلس میں (یعنی ایک جگہ بیٹھے ہوئے) سجدہ کی آیت کو بار بار پڑھا تو اسے (آخر میں) فقط ایک سجدہ کر لینا کافی ہے۔

فائدہ: اصل یہ ہے کہ دفع حرج کے لیے سجدہ کا دارومدار تداخل پر ہے اور تداخل کی شرط یہ ہے کہ آیت بھی ایک ہو اور مجلس بھی ایک ہو جب آیت اور مجلس دونوں ایک ہوں گی تو اس وقت ایک ہی سجدہ واجب ہوگا تو اگر یہ دونوں مختلف ہو جائیں گی تو پھر حکم اصل کی طرف لوٹ جائے گا اور فقط کھڑے ہونے سے مجلس نہیں بدلتی۔

ترجمہ: جو شخص سجدہ (تلاوت) کرنا چاہے تو وہ بغیر دونوں ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھائے نہ تشہد پڑھے اور نہ سلام پھیرے۔

باب صلٰوۃ المسافر

مسافر کی نماز کا بیان

ترجمہ: جس سفر کے سبب سے احکام شریعت بدل جاتے ہیں وہ سفر یہ ہے کہ آدمی ایسی جگہ (جانے) کا قصد کرے کہ اس کے اور اس جگہ کے درمیان میں اونٹ یا پیدل کی رفتار سے تین دن کی مسافت ہو اور دریا کے سفر میں اس رفتار کا اعتبار نہیں ہے۔

فائدہ: یعنی خشکی کے سفر میں دریائی رفتار کا اعتبار نہیں ہے اور دریا کے سفر میں خشکی کی رفتار کا اعتبار نہیں بلکہ ہر ایک میں اس کی مناسب رفتار کا اعتبار ہوگا چنانچہ اس دریائی سفر میں ایسے تین دن کی رفتار کا اعتبار ہوگا کہ نہ ہوا ان میں بند ہو اور نہ تیز آندھی ہو مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کہیں جانا چاہتا ہے اور اس کے دو راستے ہیں ایک خشکی کا دوسرا تری کا اور پہلے راستے سے تین دن کا سفر ہے تو اس راستے سے جانے میں اس کے لیے مسافر کا حکم ہوگا یعنی نماز کو قصر کرے گا اور دوسرے راستے سے تین دن سے کم میں پہنچ جاتا ہے تو اس طرف سے جانے میں

اس کے لیے یہ حکم نہ ہوگا اور اگر معتاد رفتار سے تین دن کا سفر ہو اور گھوڑے سوار دو دن میں یا اس سے کم میں وہاں پہنچ جائے تو اسے قصر نماز پڑھنی چاہیے اور یہی حکم ریل کا ہے یعنی جب معتاد سفر ہو تو قصر نماز پڑھے اگرچہ ریل میں بیٹھ کر وہاں ایک ہی دن میں پہنچ جائے۔

ترجمہ: اور ہر چار رکعت فرض میں ہمارے نزدیک مسافر پر دو رکعت فرض ہیں۔

فائدہ: چار رکعت کی قید لگانے سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ فجر اور مغرب کا یہ حکم نہیں ہے کیونکہ ان دونوں میں قصر نماز نہیں ہوا کرتی۔

ترجمہ: اور دو رکعت (فرض) سے زیادہ پڑھنی مسافر کو جائز نہیں ہے (اگر پڑھے گا تو گنہگار ہوگا) پس اگر کسی نے چار رکعت پڑھ لیں (اور نیت دو ہی کی کی تھی) اور دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار بیٹھ چکا تو اس کے ذمہ سے فرض ادا ہونے کے لیے دو رکعت کافی ہو جائیں گی۔ اور آخر کی دو رکعت نفل ہوں گی (اور سلام میں تاخیر کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا) اور اگر دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار نہ بیٹھا تھا تو اس کی یہ نماز باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: اس مسئلہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ چاروں رکعتیں نفل ہوں گی اور امام محمدؒ کا قول ہے کہ یہ نماز ہی باطل ہو جائے گی کیونکہ فرضوں کے ارکان پورے ہونے سے پہلے ہی اس میں نفلیں مل گئی ہیں۔

ترجمہ: اور جو شخص سفر کے ارادہ سے چلا تو جس وقت وہ شہر کی آبادی سے نکل جائے تو وہ وہیں سے دو رکعتیں پڑھنی شروع کر دے اور جب تک یہ کسی شہر میں پندرہ روز یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرے گا مسافر ہی رہے گا یہ نیت کرنے کے بعد اس پر پوری نماز لازم ہوگی اور اگر اس سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہے تو پوری نماز نہ پڑھے اور اگر کوئی شخص شہر میں پہنچا اور وہاں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں کی بلکہ یہ کہتا رہا کہ کل جاؤں گا پرسوں جاؤں گا یہاں تک کہ دو برس اسی طرح گذر گئے تو یہ (فرضوں کی) دو ہی رکعت پڑھتا رہے اور جب کوئی لشکر دارالحرب میں پہنچ کر پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس لشکر کے لوگ پوری نماز نہ پڑھیں۔

فائدہ: یعنی پندرہ روز کی نیت کرنے سے یہ لوگ مقیم نہ ہوں گے کیونکہ اگر یہ غالب آ گئے تو یہاں ٹھہر جائیں گے اور اگر مغلوب ہو گئے تو پھر بھاگنا پڑے گا لہٰذا ان کا ٹھہرنا کچھ قابل اعتبار

نہیں ہے اور ان کا مقیم نہ ہونا امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ اگر یہ لوگ خیموں میں رہتے ہیں تو یہ اس نیت سے مقیم نہ ہوں گے اور اگر شہر میں قیام کر لیا ہے تو اس نیت سے مقیم ہو جائیں گے۔

ترجمہ: اور جب مسافر باوجود وقت باقی رہنے کے مقیم کا مقتدی ہو جائے تو (اس کی متابعت کی وجہ سے) پوری نماز پڑھے اور اگر اس کے ساتھ قضا نماز میں ملا ہے تو اس کی نماز اس کے پیچھے جائز نہ ہوگی اور جب مسافر مقیم لوگوں کو نماز پڑھائے تو یہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے پھر مقیم لوگ اپنی نماز پوری کر لیں۔

فائدہ: یعنی اکیلے پڑھ لیں اور ان رکعتوں میں قراءت نہ پڑھیں کیونکہ یہ لاحق ہیں۔

ترجمہ: اور اس کے لیے مستحب ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد ان سے یہ کہہ دے کہ تم اپنی نماز پوری کر لو کیونکہ ہم لوگ مسافر ہیں (یعنی ہم نے مسافر ہونے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا ہے) اور جب مسافر اپنے شہر میں پہنچے تو وہاں پوری نماز پڑھے اگر چہ وہاں ٹھہرنے کی نیت نہ کرے اور جس کا کوئی وطن تھا پھر یہ کہیں اور جا رہا اور اس وطن کو چھوڑ دیا تو یہ جب سفر کر کے اپنے پہلے وطن میں جائے پوری نماز نہ پڑھے (یعنی قصر کر لے)۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کا وطن نہیں رہا اور مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کرنے کے بعد اپنے آپ کو مکہ میں مسافر ہی لوگوں میں شمار کیا تھا باوجودیکہ مکہ آپ کا مولد تھا ہدایہ میں اسی طرح ہے اور اصل اس بارہ میں یہ ہے کہ وطن تین قسم کے ہیں۔ وطن اہلی۔ وطن اقامت۔ وطن سکنیٰ۔ وطن اہلی وہ ہے کہ جہاں اس کے بال بچے ہوں یہ وطن اپنے ہی جیسے وطن سے باطل ہوا کرتا ہے اور وطن اقامت وہ ہے کہ جہاں آدمی پندرہ روز یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے یہ وطن تین چیزوں سے باطل ہو جاتا ہے یعنی وطن اہلی سے اور اپنے جیسے وطن سے اور تین دن کے سفر کا ارادہ کرنے سے اور وطن سکنیٰ وہ ہے کہ جہاں آدمی پندرہ روز سے بھی کم ٹھہرنے کی نیت کرے اور یہ سب سے ادنیٰ درجہ میں ہے کیونکہ یہ سب سے باطل ہو جاتا ہے۔

: اور جب مسافر مکہ اور منیٰ میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو وہ پوری نماز نہ

پڑھے۔

فائدہ: یہاں پوری نماز نہ پڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ مکہ اور منیٰ دو جگہ ہیں اور مقیم بننے میں پندرہ روز کی نیت ایک ہی جگہ رہنے کی ہونی چاہیے۔

ترجمہ: اور مسافر کے لیے دو نمازوں کو جمع کرنا فعلاً جائز ہے اور وقتاً جائز نہیں۔

فائدہ: فعلاً جمع کرنے سے یہ مراد ہے کہ ظہر کو مؤخر کر کے پڑھے اور عصر کو اول وقت میں پڑھ کر دونوں کو ایک جگہ اکٹھی کر لے اور وقتاً جمع کرنے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھ لے یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور کشتی کے اندر ہر حالت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

فائدہ: ہر حالت سے یہ مراد ہے کہ خواہ کھڑا ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ کے نزدیک بغیر عذر کے جائز نہیں ہے اور جس کی نماز سفر میں فوت ہو جائے تو وہ حضر میں اس کے عوض دو ہی رکعت پڑھے (کیونکہ قضا مثل ادا کے ہوتی ہے) اور اگر کسی کی نماز حضر میں فوت ہو گئی تھی تو سفر میں اس کے عوض چار ہی رکعت پڑھے اور گنہگار اور مطیع سفر کی رخصت میں برابر ہیں۔

ترجمہ: یعنی دونوں قصر نمازیں پڑھیں اور گنہگار سے مراد وہ ہے کہ کوئی چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے کے لیے کہیں کا سفر کرے۔

باب صلوٰة الجمعة

جمعہ کی نماز کا بیان

ترجمہ: جمعہ سوائے شہر جامع یا عیدگاہ کے اور جگہ درست نہیں ہے (شہر جامع اسے کہتے ہیں جہاں رہنے والوں کو ہر قسم کی ضروریاتِ زندگی میسر آتی ہوں)

فائدہ: صحیح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک متعدد جگہوں میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے۔

: گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے اور جمعہ قائم کرنا سوائے بادشاہ کے اور کسی کے لیے

جائز نہیں ہے یا جسے بادشاہ حکم دے دے (یہ دونوں جمعہ صحیح ہونے کی شرطیں ہیں) اور منجملہ اس کی شرطوں کے ایک شرط وقت ہے کہ ظہر کے وقت صحیح ہوتا ہے اور بعد ظہر کے (وقت کے) صحیح نہیں ہوتا اور ایک شرط خطبہ ہے کہ نماز سے پہلے امام دو خطبے پڑھے یعنی دونوں کے درمیان میں تھوڑی دیر بیٹھ جائے۔

فائدہ: خطبہ شرط ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ساری عمر میں جمعہ کی نماز بغیر خطبہ کے نہیں پڑھی۔

ترجمہ: اور امام کھڑا ہو کر باوضو خطبہ پڑھے اگر فقط ذکر الٰہی پر اکتفا کر لے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے ذکر اللہ کی کچھ تفصیل نہیں کی اور یہ نماز بھی اسی وقت ہے کہ جب خطبے کے قصد سے ذکر الٰہی کرے۔

ترجمہ: اور صاحبین کا یہ قول ہے کہ ذکر ایسا طویل ہونا چاہیے جسے خطبہ کہہ سکیں۔

فائدہ: کیونکہ خطبہ واجب ہے اور فقط سبحان اللہ یا الحمد للہ یا لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کو کوئی خطبہ نہیں کہتا۔

ترجمہ: اور اگر امام بیٹھ کر یا بے وضو خطبہ پڑھ لے تب بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور ایک شرط جمعہ کی جماعت (کا ہونا) ہے۔

فائدہ: جمعہ کی چھ شرطیں ہیں جن میں سے پانچ یہ ہیں جو مصنف نے بیان کی ہیں اور چھٹی شرط اذن عام ہے جو کہ فقہ کی اور کتابوں میں مذکور ہے۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام کے سوا کم از کم تین آدمی ہونے ضروری ہیں۔ (اسی پر فتویٰ ہے) اور صاحبینؒ کے نزدیک امام کے سوا دو آدمی (بھی کافی) ہیں اور امام (جمعہ کی) دونوں رکعتوں میں قراءت جہر سے کرے اور ان دونوں رکعتوں میں کوئی سورۃ معین نہیں ہے (قرآن شریف میں سے جہاں سے چاہے پڑھ لے) اور مسافر، عورت، بیمار، لڑکے، غلام نابینا پر جمعہ واجب نہیں ہے لیکن اگر یہ لوگ آ جائیں اور لوگوں کے ساتھ (جمعہ کی) نماز پڑھ لیں تو اس وقت کے فرض ان کے ذمہ سے ادا ہو جائیں گے (یعنی ظہر پڑھنے کی ضرورت نہ رہے گی)

اور غلام اور مسافر اور بیمار کو جمعہ کی امامت کرنی جائز ہے۔

فائدہ: ان کی امامت جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ذمہ سے جمعہ ساقط فقط ان کی آسانی کے لیے تھا اور جب یہ جمعہ میں آ گئے تو اب ان کی طرف سے فرض ہی ادا ہوگا۔

ترجمہ: اگر جمعہ کے دن امام کے نماز پڑھنے سے پہلے کسی نے اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھ لی اور کوئی عذر اسے نہ تھا تو یہ اس کے لیے مکروہ ہے اور اس کی نماز ہو جائے گی اگر اس کے بعد اس نے جمعہ پڑھنا چاہا اور (جمعہ کے ارادے سے) اس طرف چلا آیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس طرف چلنے ہی سے ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب تک (نماز میں) امام کے ساتھ نہ ملے گا وہ نماز باطل نہ ہوگی اور معذور لوگوں کو جمعہ کے دن جماعت سے ظہر کی نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اسی طرح قیدیوں کے لئے بھی مکروہ ہے۔

فائدہ: کیونکہ جمعہ کے دن ظہر کی جماعت کرنے سے جمعہ میں خلل آتا ہے اس لیے چاہیے کہ یہ لوگ اپنی اپنی پڑھ لیا کریں۔

ترجمہ: اور جمعہ کے دن جو شخص امام کو نماز پڑھتے ہوئے پائے تو جتنی نماز اسے ملے اس کے ساتھ پڑھ لے اور جمعہ کو اس پر بنا کرے۔ اور اگر امام کو تشہد یا سجدۂ سہو میں پائے تب بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر جمعہ ہی کو بنا کرے۔ (یعنی تنہا دو رکعت پڑھ لے اور اسی پر فتویٰ ہے) اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر امام کے ساتھ اسے دوسری رکعت کا زیادہ حصہ ملے تو اس پر جمعہ کو بنا کرے۔ اور اگر امام کے ساتھ کم حصہ ملا ہے تو اس پر ظہر کو بنا کرے۔ (یعنی ظہر کے چار فرض پورے کرے) اور جمعہ کے دن جس وقت امام (خطبہ پڑھنے کیلئے) آئے تو جب تک وہ خطبہ سے فارغ نہ ہو لوگوں کو چاہیے کہ نماز پڑھیں اور نہ باتیں کریں۔

فائدہ: اس نماز سے نفل مراد ہیں اور قضا نماز پڑھنی جائز ہے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جب تک امام خطبہ شروع نہ کرے باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب مؤذن جمعہ کے روز پہلی اذان پڑھے تو لوگ خرید و فروخت اور دنیا کے کاروبار کو چھوڑ دیں اور جمعہ (پڑھنے) کے لیے چل پڑیں پھر امام منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن

منبر کے سامنے کھڑے ہوکر (دوسری) اذان پڑھے پھر امام خطبہ پڑھے اور خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کو نماز پڑھادے۔

باب صلوٰة العیدین

عیدین کی نماز کا بیان

ترجمہ: عیدالفطر کے دن مستحب ہے کہ آدمی عیدگاہ جانے سے پہلے کچھ کھالے اور غسل کرے اور خوشبو لگائے اور (حتی المقدور) بہت اچھے کپڑے پہنے پھر عیدگاہ جائے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عیدگاہ کے راستے میں (جہر سے) تکبیر نہ پڑھے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل ذکر الٰہی میں آہستہ ہی پڑھنا ہے اور عیدالاضحیٰ پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس بارے میں حکم شریعت آچکا ہے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ کے نزدیک (آواز سے) تکبیر کہتا ہوا جائے اور عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے نفل نہ پڑھے اور جب آفتاب بلند ہو نماز پڑھنی جائز ہے اور عید کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوال تک اس کا وقت رہتا ہے پھر جس وقت زوال جائے تو اس کا وقت نکل جاتا ہے۔

فائدہ: زوال تک وقت ہونے سے یہ مراد ہے کہ زوال سے پہلے پہلے عید کی نماز پڑھ لی جائے کیونکہ نبی ﷺ نے عید کی نماز ایسے وقت پڑھی تھی کہ آفتاب ایک دو نیزے کی مقدار اونچا تھا۔

نمازِ عید کا طریقہ ✻ ترجمہ: اور امام لوگوں کو دو رکعت پڑھائے پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد تین بار اور تکبیر کہے۔

فائدہ: اور ان تین تکبیروں کے درمیان میں تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار خاموش کھڑا رہے اور ہاتھ نہ باندھے ہاں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ہاتھ باندھ لے اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھ کے تین تکبیریں کہے پھر تعوذ وتسمیہ آہستہ پڑھ کے الحمد شروع کردے دونوں رکعتوں کی تکبیریں مل کر نو ہو جائیں گی۔ یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: پھر امام الحمد اور اس کے ساتھ کوئی سورت (جہر سے) پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے پھر دوسری رکعت میں قراءت شروع کرے اور جب قراءت سے فارغ ہو تو تین تکبیریں (یعنی تین بار اللہ اکبر) کہے اور چوتھی بار اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے اور دونوں دفعہ عیدوں کی تکبیروں میں دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے۔

فائدہ: عیدوں کی تکبیر کہنے سے یہ مراد ہے کہ رکوع کی تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سوائے سات موقعوں کے اور کہیں ہاتھ نہ اٹھائے جائیں اور منجملہ ان سات موقعوں کے عیدین کی تکبیروں کو بھی حضور نے بیان فرمایا۔

ترجمہ: پھر نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے اور ان میں صدقہ فطر اور اس کے احکام لوگوں کو سمجھائے اور جس شخص کو امام کے ساتھ عید کی نماز نہ ملے تو پھر اس کی قضا نہ کرے۔

فائدہ: امام کے ساتھ نماز نہ ملنے سے یہ مراد ہے کہ عید گاہ میں ایسے وقت پہنچے کہ امام نماز پڑھ چکا ہو تو پھر اس نماز کی قضا نہیں ہے اسی پر فتویٰ ہے اور یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک قضا واجب ہے۔

ترجمہ: اگر (ابر وغیرہ کی وجہ سے) لوگوں کو چاند نظر نہ آئے اور اگلے روز آفتاب ڈھلنے کے بعد امام کے روبرو چاند دیکھنے کی شہادتیں دیں تو امام دوسرے روز نماز پڑھائے اور اگر کوئی (بارش وغیرہ کا) ایسا عذر پیش آجائے کہ لوگ دوسرے روز بھی نہ پڑھ سکیں تو اس کے بعد (یعنی تیسرے روز) نماز نہ پڑھیں۔

عید الاضحیٰ کے مستحبات کا بیان ※ عید الاضحیٰ میں مستحب ہے کہ اول غسل کرے اور خوشبو لگائے۔ اور کھانے میں تاخیر کرے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو اور (جہر سے) تکبیر کہتا ہوا عید گاہ جائے اور مثل عید الفطر کے عید الاضحیٰ کی دو رکعت پڑھے اور اس کے بعد امام دو خطبے پڑھے اور ان میں قربانی (کے احکام) اور (ایام) تشریق کی تکبیریں لوگوں کو سکھائے اور اگر کوئی عذر پیش آجائے کہ عید الاضحیٰ کے روز لوگ نماز نہ پڑھ سکیں تو دوسرے یا تیسرے روز پڑھ لیں اور اس کے بعد (یعنی چوتھے روز) نہ پڑھیں اور ایام تشریق کی تکبیریں عرفہ کے روز صبح کی نماز کے بعد سے شروع ہوتی ہیں (اور اسی پر فتویٰ ہے) اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قربانی کے

آخری دن عصر کی نماز کے بعد ختم ہو جاتی ہیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ ایام تشریق کے آخر دن یعنی تیرہویں تاریخ عصر کے بعد ختم ہوتی ہیں (اور اسی پر فتویٰ ہے) اور یہ تکبیریں فرض نمازوں کے بعد ہیں اس طرح کہے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ"۔

فائدہ: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان تکبیروں کے واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ آدمی مقیم ہو۔

۲۔ دوسرے شہر ہو۔

۳۔ تیسرے جماعت ہو۔

۴۔ چوتھے جماعت مستحب یعنی مردوں کی جماعت ہو عورتوں کی نہ ہو۔

۵۔ پانچویں نماز فرض ہو۔

اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فرض ہونی شرط نہیں ہے۔

باب صلوٰة الكسوف

سورج گرہن کی نماز کا بیان

ترجمہ: جب سورج گرہن ہو امام لوگوں کو نفلوں کی طرح دو رکعت پڑھائے اور ہر رکعت میں ایک رکوع کرے۔

فائدہ: نفلوں کی طرح سے یہ مراد ہے کہ نہ اذان ہو نہ تکبیر ہو اور نہ رکوع متعدد ہوں اسی پر فتویٰ ہے امام شافعیؒ کے نزدیک اس میں دو رکوع ہیں کہ امام ایک رکوع کر کے کھڑا ہو جائے اور کچھ آیتیں پڑھ کر پھر رکوع کرے۔

ترجمہ: اور دونوں رکعتوں میں قراءت طویل پڑھے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آہستہ سے پڑھے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جہر سے پڑھے (یہی قول امام شافعیؒ کا ہے) پھر اس کے بعد اتنی دیر تک دعا کرے کہ سورج کھل جائے اور یہ نماز وہی امام پڑھائے جو ان لوگوں کو جمعہ پڑھاتا ہے۔ اگر وہ امام نہ ہو تو لوگ اکیلے پڑھ لیں اور چاند گرہن میں جماعت

(مسنون) نہیں ہے بلکہ ہر ایک اپنی اپنی پڑھ لے اور گرہن کے وقت پڑھی جانے والی نماز میں خطبہ نہیں ہے۔

باب صلٰوۃ الاستسقاء

بارش کے لئے نماز پڑھنے کا بیان

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ بارش کے لیے نماز با جماعت مسنون نہیں ہے اگر لوگ اکیلے اکیلے پڑھ لیں تو جائز ہے اور بارش مانگنے کے لیے فقط دعا اور استغفار ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے کہ امام دو رکعت پڑھائے دونوں میں قراءت جہر سے پڑھے پھر خطبہ پڑھے اور قبلہ رخ ہو کر دعا کرے اور اپنی چادر کو پھیرے اور لوگ (یعنی مقتدی) اپنی چادروں کو نہ پھیریں اور ذمی لوگ اس نماز میں شامل نہ ہوں۔

فائدہ: چادر پھیرنا امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہ پھیرے کیونکہ ان کے نزدیک یہ نماز بمنزلہ دعا کے ہے اس لیے اس کا حکم بھی اور دعاؤں جیسا ہوگا۔

اور چادر پھیرنے کی یہ صورت ہے کہ اگر وہ چوگوشی ہے تو اوپر کا کنارہ نیچے کر لے اور نیچے کا اوپر کر لے اور اگر گول ہے تو دائیں جانب کو بائیں جانب کرے اور بائیں کو دائیں طرف اور ذمی وہ کافر ہیں جو اسلامی سلطنت میں سلطان سے اجازت لے کر رہنے لگیں۔

باب قیام شهر رمضان

رمضان میں تراویح کا بیان

ترجمہ: مستحب ہے کہ ماہِ رمضان میں عشاء کے بعد لوگ جمع ہوں اور ان کا امام انہیں پانچ ترویحے پڑھائے۔

فائدہ: ترویحہ چار رکعت کا ہوتا ہے اس حساب سے پانچ ترویحوں کی بیس رکعتیں ہوں گی اور مصنف نے اسے استحباب کے لفظ سے ذکر کیا ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے

پس مصنفؒ کا مقصود اس سے یہ ہے کہ تراویح کو جماعت سے پڑھنا مستحب ہے نہ یہ کہ تراویح مستحب ہے۔

ترجمہ: ہر ترویحہ میں دو سلام ہیں (یعنی دو دو رکعت میں سلام پھیرے) اور دو ترویحوں کے درمیان ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھے پھر لوگوں کو وتر پڑھائے اور سوائے ماہِ رمضان کے اور دنوں میں وتر جماعت سے نہ پڑھیں۔

باب صلوٰۃ الخوف

نمازِ خوف کا بیان

ترجمہ: جب (دشمن وغیرہ کا) خوف زیادہ ہو (اور نماز کا وقت ہو جائے)۔

فائدہ: ہمارے علماء کے نزدیک خوف زیادہ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ فقط دشمن وغیرہ کا نزدیک ہونا کافی ہے۔

ترجمہ: تو امام لوگوں کی دو جماعت کر دے ایک جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی کر دے اور دوسری کو اپنے پیچھے کھڑی کر لے پھر اسی جماعت کو دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائے اور جب امام دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو یہ جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی ہو جائے اور وہ جماعت (امام کے پیچھے) آ جائے پھر امام ان لوگوں کو دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائے اور التحیات وغیرہ پڑھ کے سلام پھیر دے اور یہ لوگ سلام نہ پھیریں اور دشمن کے مقابلہ میں جا کھڑے ہوں اور وہ پہلی جماعت (جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لی تھی) آئے اور یہ لوگ اکیلے اکیلے ایک ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ بغیر قراءت کے پڑھ لیں (کیونکہ یہ لاحق ہیں) اور التحیات پڑھ کے سلام پھیر کے دشمن کے مقابلہ میں جا کھڑے ہوں پھر دوسری جماعت آئے اور یہ لوگ ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ قراءت سے پڑھیں (کیونکہ یہ مسبوق ہیں اور مسبوق پر قراءت لازم ہے) اور التحیات وغیرہ پڑھ کے سلام پھیر دیں۔

فائدہ: اصل اس بارے میں وہ روایت ہے جو ابوداؤد نے ابن مسعودؓ سے نقل کی ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے خوف کی نماز اس صورت سے پڑھائی جو مصنف نے بیان کی ہے اور اسی صورت کو اشہب اور اوزاعی نے پسند کیا ہے اور اسی کو ہمارے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے متبعین نے لیا تھا۔

ترجمہ: پھر اگر امام مقیم ہے تو دونوں جماعتوں کو دو دو رکعت پڑھائے اور مغرب کی نماز میں پہلی جماعت کو دو رکعت پڑھائے اور دوسری کو ایک رکعت۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک رکعت میں تنصیف نہیں ہوسکتی بس سبقت کے لحاظ سے اسے پہلی جماعت میں رکھنا بہتر ہے ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور نماز کی حالت میں نہ لڑیں۔

فائدہ: کیونکہ لڑنا عمل کثیر ہے اعمال نماز سے نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کی نماز باطل ہوگئی اور اگر خوف بہت ہی زیادہ ہو تو اپنی اپنی سواری پر اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیں رکوع و سجود اشاروں سے کریں اور جب قبلہ رخ نہ ہوسکیں تو جس طرف چاہیں پڑھ لیں۔

باب الجنائز

جنازہ کا بیان

ترجمہ: جس وقت کوئی آدمی مرنے لگے تو اسے داہنی کروٹ سے لٹا کر قبلہ رخ کر دیں اور اس کے سامنے کلمہ شہادت پڑھیں۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' یعنی اپنے مردوں سے مراد وہ ہیں جو مرنے کے قریب ہوں ہدایہ میں اسی طرح ہے اور تلقین کی صورت یہ ہے کہ نزع کی حالت میں اس کے پاس کھڑے ہو کر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنا چاہیے تا کہ وہ سن لے اور اس سے یہ نہ کہیں کہ تو کلمہ پڑھ کیونکہ وہ وقت بہت دشواری کا ہوتا ہے شاید وہ کہنے سے اس کا انکار نہ کر دے۔

ترجمہ: اور جب مر جائے تو (ایک کپڑے کی دھجی لے کر) اس کے دونوں جبڑوں کو باندھ دیں اور آنکھوں کو بند کر دیں۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ صحابی کے پاس تشریف لے گئے تو ان کے مرنے کے بعد ان کی آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں حضورؐ نے ان کو بند کر دیا اور یہ فرمایا کہ جب روح قبض ہو جاتی ہے تو بینائی اس کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے اور آنکھوں ہی سے آدمی کی خوبصورتی ہے کیونکہ جب آنکھیں بند نہ کی جائیں اور نہ جبڑے باندھے جائیں تو آدمی کی صورت بہت ڈراؤنی ہو جاتی ہے اور آنکھیں بند کرتے وقت یہ پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ عَلَیْہِ اَمْرَہٗ وَ سَھِّلْ عَلَیْہِ مَا بَعْدَہٗ وَاسْعَدْہُ بِلِقَآئِکَ وَ مَا خَرَجَ اِلَیْہِ خَیْرًا مِمَّا خَرَجَ عَنْہُ.

ترجمہ: پھر میت کو جب غسل دینا چاہیں تو اسے تختے پر لٹائیں اور اس کی ستر عورت پر (پردہ کی غرض سے) کچھ کپڑا ڈال دیں اور اس کے سب کپڑے نکال دیں اور وضو کرائیں لیکن نہ کلی کرائیں اور نہ ناک میں پانی ڈالیں پھر اس کے اوپر پانی بہا دیں اور تختے کو (لوبان وغیرہ سے) طاق مرتبہ دھونی دیں۔

فائدہ: دھونی دینے کی صورت یہ ہے کہ دھونی کی رکابی وغیرہ کو لے کر تختہ کے چاروں طرف پھیر دیں ایک دفعہ یا تین دفعہ یا پانچ دفعہ اور اس سے زیادہ نہ کریں۔

ترجمہ: اور بیری کے پتے یا اشنان ڈال کر پانی گرم کیا جائے اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو خالص پانی کافی ہے اور اس کے سر اور ڈاڑھی کو گل خیرو سے دھوئیں پھر بائیں کروٹ پر لٹائیں (تاکہ غسل داہنی طرف سے شروع ہو) پھر بیری کے پتوں دار پانی سے غسل دیں یہاں تک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ پانی نیچے تک پہنچ جائے پھر (اس کی کمر کے نیچے) کوئی چیز رکھ کر اس کے سہارے بٹھائیں اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ (نیچے کو) سوتیں۔ اگر کچھ نکلے تو اسے دھو دیں اور دوبارہ غسل نہ دیں (نہ پھر وضو کرائیں) پھر کسی کپڑے سے اس (کے جسم) کو خشک کر کے کفنائیں اور سر اور داڑھی پر حنوط (خوشبو) مل دیں اور سجدہ کے اعضاء پر کافور ملیں۔

فائدہ: سجدہ کے اعضاء سے وہ اعضاء مراد ہیں جو سجدہ کرتے وقت زمین پر ٹکتے ہیں یعنی

ناک پیشانی دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے دونوں قدم۔اسی پر فتویٰ ہے اور حنوط ایک قسم کا عطر ہے جو چند خوشبودار چیزیں ملا کر بنایا جاتا ہے۔

مرد و عورت کے کفن کا بیان ✻ ترجمہ: اور سنت ہے کہ مرد کو ازار' کفنی' لفافہ تین کپڑوں میں کفنایا جائے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ کو بھی تین ہی سفید کپڑوں میں کفنایا گیا تھا اور اگر دو ہی کپڑوں پر (یعنی ازار اور کفنی پر) اکتفا کرلیں تب بھی جائز ہے۔

فائدہ: ان دو کپڑوں کو کفن کفایہ کہتے ہیں میت کے دو کپڑے کافی ہونے کی یہ دلیل ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا تھا کہ میرے انہی دو کپڑوں کو دھلوالو اور مجھے انہی میں کفنانا۔

ترجمہ: اور جب میت پر لفافہ لپیٹنا چاہیں تو پہلے بائیں طرف سے لپیٹیں یعنی بائیں طرف سے اس پر ڈال دیں پھر داہنی طرف سے اور اگر (ہوا وغیرہ کی وجہ سے) کفن کے کھلنے کا اندیشہ ہو تو اسے باندھ دیں اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنائیں یعنی ازار' کفنی دامنی' سینہ بند لفافہ اور اگر (ازار' لفافہ' دامنی) تین کپڑوں پر اکتفا کریں تب بھی جائز ہے اور عورت کے لیے یہ کفن کفایہ ہے۔

فائدہ: ان کی لمبائی اس قدر ہونی چاہیے کہ ازار سر سے پیروں تک ہو اور کفنی مونڈھوں سے گھٹنوں کے نیچے تک اور لفافہ ازار سے بھی لمبا ہو۔

ترجمہ: اور دامنی کفنی سے اوپر اور لفافہ کے نیچے رہے اور عورت کے بال اس کے سینہ پر کر دیئے جائیں اور میت کے (سر کے) بالوں اور داڑھی میں کنگھا نہ کیا جائے اور نہ ناخن کترے جائیں اور نہ بال کترے جائیں اور کفنانے سے پہلے سارے کفن کو طاق مرتبہ خوشبو میں بسا لیں پھر جب اس سے فارغ ہوں تو اس پر نماز پڑھیں۔

میت کی نماز جنازہ کون پڑھائے ✻ جنازہ کی نماز پڑھانے کے لیے سب سے بہتر سلطان ہے اگر موجود ہو اور اگر سلطان نہ ہو تو مستحب ہے کہ اس محلّہ کی مسجد کا امام نماز پڑھائے پھر اس کے بعد (میت کے) ولی کا درجہ ہے پس اگر ولی اور سلطان کے علاوہ کسی اور کسی شخص نے نماز پڑھادی تو ولی (اگر چاہے) دوبارہ نماز پڑھ لے۔

فائدہ: کیونکہ ولی میت کا حق دار ہوتا ہے لہٰذا اسے اختیار ہے کہ وہ دوبارہ بھی پڑھ لے۔

ترجمہ: اور اگر ولی (اپنی میت کے) جنازہ کی نماز پڑھ چکا ہے تو پھر جائز نہیں ہے کہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھے اور اگر کوئی جنازہ بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا جائے تو تین روز تک اس کی قبر پر نماز پڑھ لی جائے اور اس کے بعد نہ پڑھی جائے اور نماز پڑھانے والا میت کے سینہ کے مقابلہ میں کھڑا ہو۔

فائدہ: کیونکہ یہ دل کی جگہ ہے اور دل ہی میں نور ایمان ہوتا ہے پس اس جگہ کھڑے ہونے سے (اس طرف اشارہ ہے کہ) امام اس کے ایمان کی سفارش کرتا ہے۔

نماز جنازہ کی ترکیب ✻ ترجمہ: اور نماز (جنازہ کی) یہ ہے کہ اول اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی حمد وثنا پڑھے پھر دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجے پھر تیسری دفعہ اللہ اکبر کہہ کر اپنے اور میت اور سب مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔

فائدہ: یعنی یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَآئِبِنَا وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ.

اور اگر لڑکے کا جنازہ ہے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا اور اگر لڑکی[1] ہو تو ہٗ کی جگہ ھا پڑھے۔

ترجمہ: اور جنازہ کی نماز اس مسجد میں نہ پڑھی جائے کہ جس میں جماعت ہوتی ہے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِى الْمَسْجِدِ فَلَا اَجْرَ لَهٗ.

''جو جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھے اسے ثواب نہیں ملتا۔''

---

[1] اور شَافِعًا اور مُشَفَّعًا کی جگہ شَافِعَةً اور مُشَفَّعَةً کہے۔

میت لے جانے اور دفن کرنے کے احکام و آداب ٭ **ترجمہ:** پھر جب میت کو چار پائی وغیرہ پر (رکھ کر) اٹھائیں تو اس (چار پائی) کے چاروں پائے پکڑ لیں اور جلدی جلدی چلیں۔ دوڑ کے نہ چلیں (اور آہستہ آہستہ بھی چلنا جائز ہے) پھر جب جنازہ قبر پر پہنچے تو جنازہ رکھا جانے سے پہلے لوگوں کو بیٹھنا مکروہ ہے اور قبر کھود کر اس میں لحد بنا دی جائے اور میت کو قبلہ رخ کر کے اس میں اتارا جائے اور جس وقت لحد میں اتارا جائے تو اتارنے والے یہ پڑھیں۔
بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اور لحد میں رکھ کے اس کا منہ قبلہ کی طرف کریں۔

فائدہ: قبلہ کی طرف منہ کر دینا واجب ہے۔ عبدالمطلب کے خاندان کا ایک شخص مرگیا تھا تو اس کو قبر میں رکھتے وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہی حکم دیا تھا کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف کر دو۔

ترجمہ: اور کفن کے بند کھول دیں (کیونکہ اب کفن کھلنے کا اندیشہ نہیں ہے) اور لحد پر کچی اینٹیں لگائیں۔ پکی اینٹیں اور تختے لگانے مکروہ ہیں اور بانس وغیرہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے پھر اس پر مٹی دے دی جائے اور قبر کوہان جیسی بنا دی جائے اور چوگوشی نہ بنائی جائے اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد رویا (اور پھر مرگیا) تو اس کا نام رکھا جائے اور غسل دے کر اس کی نماز پڑھی جائے اور اگر رویا نہیں (بلکہ مرا ہی پیدا ہوا ہے) تو اسے ایک مختصر کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اور اس کی نماز نہ پڑھی جائے۔

فائدہ: اس کے غسل دینے میں دو روایتیں ہیں صحیح یہی ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے۔

باب الشهيد

شہید کا بیان

ترجمہ: شہید وہ ہے جسے مشرک (اور کافر) لوگوں نے مارا ہو (اور ڈاکو وغیرہ بھی اسی حکم میں ہیں) یا میدان جنگ میں سے مرا ہوا ملے اور اس (کے بدن) پر کاری زخم ہوں یا کسی کو مسلمانوں نے ظلماً مار دیا ہو اور اس کے مارنے پر خون بہا واجب نہ ہوا ہو تو اس کو کفن دیا جائے اور اس کی نماز پڑھی جائے اور غسل نہ دیا جائے اور جب کوئی جنبی شہید ہو جائے تو امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ کے نزدیک اسے غسل دیا جائے (اور اسی پر فتویٰ ہے) اور یہی حکم لڑکے (اور دیوانے) کا ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو بھی غسل نہ دیا جائے اور شہید (کے بدن) سے اس کا خون نہ دھویا جائے اور نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں اور پوستین وغیرہ جو کفن کی قسم سے نہیں ہے اور موزے اور ہتھیار اتار لیے جائیں اور مرتث کو غسل دیا جائے اور مرتث وہ شخص ہے جو زخمی ہونے کے بعد کچھ کھائے یا پئے یا اس کا علاج کیا جائے یا وہ اتنی دیر زندہ رہے کہ اس کے ہوش میں ایک نماز کا وقت گذر جائے یا وہ میدان جنگ سے زندہ (اپنے گھر) آ جائے اور جو شخص کسی حد یا قصاص میں مارا جائے تو اس کو غسل بھی دیا جائے اور اس کی نماز بھی پڑھی جائے (کیونکہ وہ ظلماً نہیں مارا گیا) اور جو شخص بغاوت یا رہزنی میں مارا گیا ہو تو اس کی نماز نہ پڑھی جائے۔

فائدہ: اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں پر نماز نہیں پڑھی تھی۔

باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ

کعبہ میں نماز پڑھنے کا بیان

ترجمہ: (خانہ) کعبہ میں نماز پڑھی جائے فرض بھی اور نفل بھی۔ پس اگر خانہ کعبہ میں کوئی امام نماز پڑھائے اور مقتدیوں میں سے کوئی اپنی پیٹھ امام کی پیٹھ کی طرف کرے تو اس کی نماز ہو جائے گی اور جو ان میں سے اپنا منہ امام کے منہ کی طرف کرے تو اس کی نماز بھی ہو جائے گی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی اپنی پیٹھ امام کے منہ کی طرف کرے تو اس کی نماز نہ ہوگی (کیونکہ وہ امام سے آگے ہے اور یہ جائز نہیں) اور جب امام مسجد حرام میں نماز پڑھائے تو لوگ خانہ کعبہ کے گرداگرد حلقہ باندھ لیں اور امام کی نماز کے ساتھ (ساتھ) نماز پڑھیں پھر ان میں جو شخص امام کی نسبت کعبہ سے زیادہ نزدیک ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی (لیکن) جبکہ امام کی طرف نہ ہو اور جو شخص (خانہ کعبہ کی) چھت پر نماز پڑھے تو اس کی نماز بھی ہو جاتی ہے۔

فائدہ: امام شافعیؒ کے نزدیک کعبہ کی چھت پر نماز نہیں ہوتی کیونکہ ان کے نزدیک قبلہ وہ عمارت ہے اور ہمارے نزدیک کعبہ کے اندر کا میدان اور ہوا آسمان تک قبلہ ہے نہ کہ یہ عمارت۔

کتاب الزکٰوۃ

زکٰوۃ کا بیان

ترجمہ: زکٰوۃ ایسے شخص پر واجب (یعنی فرض) ہے جو آزاد مسلمان بالغ ہو عاقل ہو جس وقت وہ پورے نصاب کا پورا مالک ہو جائے اور اس پر پورا ایک سال گذر جائے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لَا زَکٰوۃَ عَلٰی مَالٍ حَتّٰی یَحُوْلَ عَلَیْهِ الْحَوْلُ.

"یعنی کسی مال میں زکٰوۃ نہیں ہے جب تک کہ اس پر پورا سال نہ گذر جائے۔"

ترجمہ: لڑکے اور دیوانے اور مکاتب پر زکٰوۃ (واجب) نہیں ہے۔

فائدہ: یہ قول ہمارے ائمہ ثلاثہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک لڑکے اور دیوانے پر بھی واجب ہے۔

ترجمہ: اگر اس کے ذمہ اس کے مال کے برابر ہی قرض بھی ہو تو اس پر زکٰوۃ نہیں ہے اور جس کے پاس قرض سے زیادہ مال ہو تو اگر یہ زیادہ مال نصاب کو پہنچ جائے تو اس کی زکٰوۃ دینی واجب ہے اور رہنے کے گھروں میں اور پہننے کے کپڑوں میں اور گھر کے اسباب میں اور سواری کے جانوروں میں اور خدمت کے غلاموں میں اور استعمالی ہتھیاروں میں زکٰوۃ نہیں ہے اور بغیر نیت کے زکٰوۃ ادا کرنی جائز نہیں ہے یا تو دینے کے وقت نیت ہو (کہ میں زکٰوۃ دیتا ہوں اور) یا جس قدر مال اسے زکٰوۃ میں دینا واجب ہے۔ اس واجب کی مقدار مال سے نکالتے وقت نیت ہو کہ یہ میں زکٰوۃ نکالتا ہوں اور جس شخص نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا اور زکٰوۃ کی نیت نہ کی تو زکٰوۃ کی فرضیت اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی۔

باب زکٰوۃ الابل

اونٹوں کی زکٰوۃ کا بیان

: پانچ اونٹوں سے کم میں زکٰوۃ (واجب) نہیں ہے اور جب پانچ ہو جائیں اور وہ

جنگل میں چرتے ہوں اور پورا سال ان پر گذر جائے تو ان میں نو تک ایک بکری ہے پھر جب دس ہو جائیں تو ان میں چودہ تک دو بکریاں ہیں اور جب پندرہ ہو جائیں تو ان میں انیس تک تین بکریاں ہیں اور جب بیس ہو جائیں تو ان میں چوبیس تک چار بکریاں ہیں اور جب پچیس ہو جائیں تو ان میں سے پینتیس تک ایک بنت مخاض ہے۔

فائدہ: بنت مخاض اونٹنی کے اس بوتہ (بچہ) کو کہتے ہیں جسے ایک سال ختم ہو کر دوسرا سال لگ گیا ہو۔

ترجمہ: اور جب چھتیس ہو جائیں تو ان میں پینتالیس تک ایک بنت لبون ہے۔

فائدہ: بنت لبون وہ بوتہ ہے جسے تیسرا سال لگ جائے۔

ترجمہ: اور جب چھیالیس ہو جائیں تو ان میں ساٹھ تک ایک حقہ ہے۔

فائدہ: حقہ اس بوتہ کو کہتے ہیں جو تین سال پورے کر کے چوتھے میں لگ جائے۔

ترجمہ: اور جب اکسٹھ ہو جائیں تو ان میں پچہتر تک ایک جذعہ ہے۔

فائدہ: جذعہ اس بوتہ کو کہتے ہیں جو چار سال پورے کر کے پانچویں میں لگ جائے۔

ترجمہ: اور جب پچھتر ہو جائیں تو ان میں نوے تک دو بنت لبون ہیں اور جب اکیانوے ہو جائیں تو ان میں ایک سو بیس تک دو حقے ہیں (اور جب اس سے بھی زیادہ ہو جائیں) تو پھر زکوٰۃ کا حساب نئے سرے سے شروع کیا جائے پس پانچ میں (یعنی ایک سو پچیس میں) دو حقے اور ایک بکری ہے اور (اسی طرح) دس میں دو بکریاں ہیں اور پندرہ میں تین بکریاں ہیں اور بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں (یعنی ایک سو پچیس میں) ایک سو پچاس تک (دو حقے اور) ایک بنت مخاض ہوگا اور پورے ایک سو پچاس میں تین حقے ہوں گے (اس کے بعد) پھر نئے سرے سے حساب کیا جائے گا پس پانچ میں ایک بکری اور دس میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں ایک بنت مخاض اور چھتیس میں ایک بنت لبون اور جب یہ ایک سو چھیانوے ہو جائیں تو ان میں سے دو سو تک چار حقے ہوں گے اور پھر جیسا کہ ان پچاس میں نئے سرے سے حساب کیا جاتا ہے جو ڈیڑھ سو کے بعد ہوں گے اسی طرح ہمیشہ نئے سرے سے حساب ہوتا رہے گا اور بختی اور عربی اونٹ برابر ہیں (یعنی ان میں زکوٰۃ

کی بابت کوئی فرق نہیں ہے)۔

باب صدقة البقر

گائے بیل کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: انتیس گائے یا بیلوں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جب وہ تیس ہو جائیں اور سب جنگل میں چرتے ہوں اور ایک سال (پورا) ان پر گذر جائے تو ان میں ایک تبیع یا ایک تبیعہ ہے۔

فائدہ: تبیع اور تبیعہ اس بچھڑے بچھڑی کو کہتے ہیں جنہیں ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال لگ جائے اور دونوں کے ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس بارے میں نر اور مادہ دونوں برابر ہیں اور یہی حکم بکریوں میں ہے۔

ترجمہ: اور چالیس میں ایک مسن یا مسنہ ہے۔

فائدہ: مسن اور مسنہ اس بچھڑے بچھیا کو کہتے ہیں جنہیں دو سال پورے ہو کر تیسرا سال لگ جائے۔

ترجمہ: اور جب چالیس سے زیادہ ہو جائیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس زیادتی میں ساٹھ تک اسی مقدار سے واجب ہے پس ایک میں مسنہ کا چالیسواں حصہ ہے اور دو میں بیسواں حصہ اور تین میں مسنہ کی چالیس حصوں میں سے تین حصے۔ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا یہ قول ہے کہ اس زیادتی میں کچھ زکوٰۃ نہیں یہاں تک کہ یہ ساٹھ ہو جائیں پھر ساٹھ میں دو تبیعے ہوں گے اور ستر میں ایک مسنہ اور ایک تبیعہ اور اسی میں دو مسنے اور نوے میں تین تبیعے اور سو میں دو تبیعے اور ایک مسنہ اور اس طریقہ پر ہر دس میں تبیعہ سے مسنہ کی طرف یہ فرض (زکوٰۃ) بدلتا رہے گا اور بھینس اور گائے زکوٰۃ میں برابر ہیں۔

باب صدقة الغنم

بکریوں کی زکوٰۃ کا بیان

: چالیس بکریوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جب پوری چالیس ہو جائیں اور وہ

جنگل میں چرتی ہوں اور ان پر ایک سال پورا گذر جائے تو ان میں ایک سو بیس تک ایک بکری ہے اور جب ایک سو بیس سے ایک زیادہ ہو جائے تو ان میں دو سو تک دو بکریاں ہیں پھر جب (دو سو سے بھی ایک زیادہ ہو جائے تو ان میں تین بکریاں ہیں اور جب چار سو ہو جائیں تو ان میں چار بکریاں ہیں ہر سینکڑے میں ایک بکری ہے۔

فائدہ: آنحضرت ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کتاب میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے جسے بخاری نے نقل کیا ہے اور اسی پر اجماع ہے اور بھیڑ بکریاں (زکوٰۃ کے) حکم میں برابر ہیں۔

باب زکوٰۃ الخیل

گھوڑوں کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: اور جب گھوڑے گھوڑیاں ملے ہوئے ہوں اور سب جنگل میں چرتے ہوں اور ایک سال پورا ان پر گذر جائے تو ان کے مالک کو اختیار ہے چاہے ہر گھوڑی کی زکوٰۃ میں ایک دینار دے دے (یعنی دو روپے آٹھ آنے) اور چاہے ان کی قیمت کر کے دو سو درم میں سے پانچ درہم دے دے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک فقط گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں میں (خواہ نر و مادہ دونوں ہوں) بالکل زکوٰۃ نہیں ہے اور خچر اور گدھوں میں (بالاتفاق) کچھ زکوٰۃ نہیں ہے ہاں اگر وہ سوداگری کے لیے ہوں۔

فائدہ: خچروں اور گدھوں میں زکوٰۃ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "لَمْ يُنَزَّلْ عَلَيَّ فِيهِمَا شَيْءٌ" یعنی ان دونوں کی بابت مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا اور یہ احکام آنحضرت ﷺ کے فرمانے ہی سے ثابت ہوتے ہیں۔

متفرق مسائل ✱ **ترجمہ:** اونٹ اور گائے اور بکری کے بچوں میں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ نہیں ہے (اور یہی صحیح ہے اسی طرح تحفہ میں ہے) ہاں اگر ان میں بڑے بھی شامل ہوں اور امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک دے دینا واجب ہے اور جس شخص پر (زکوٰۃ میں) مسنہ (دینا) واجب ہو اور اس کے پاس مسنہ نہ ہو تو مصدق اس سے اعلیٰ درجہ کا جانور (یعنی تبیعہ) لے لے (اس کی قیمت ٹھہرا کے مسنہ کی قیمت رکھ لے) اور باقی دام

اسے واپس دے دے یا اس سے کم درجہ کا لے لے۔ اور باقی دام اس سے وصول کرے اور زکوٰۃ میں قیمتوں کا دے دینا بھی واجب ہے۔

فائدہ: مصدق اس آدمی کو کہتے ہیں جو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور سب سے وصول کر کے امام کے حوالے کر دے۔

ترجمہ: اور عوامل، حوامل اور علوفہ میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

فائدہ: عوامل اور حوامل ان چوپایوں کو کہتے ہیں جو مالک کے گھر کے کام میں رہتے ہوں۔ اور علوفہ وہ جانور ہیں جنہیں گھاس دانا دیا جاتا ہو۔

ترجمہ: مصدق سب سے اچھا مال (چھانٹ کر) نہ لے اور نہ سب سے ردی لے بلکہ اوسط درجہ کا لے۔

فائدہ: اوسط درجہ کا مال لینے کی یہ وجہ ہے کہ اس میں جانبین کی رعایت ہے یعنی زکوٰۃ دینے والے کی بھی اور شریعت کی بھی۔

ترجمہ: ایک شخص (شروع سال میں) مالک نصاب تھا پھر درمیان سال میں اس نے اور مال کما لیا تو یہ اسے اپنے مال میں ملا کر سارے کی زکوٰۃ دے اور سائمہ (یعنی جنگل میں چرنے والے) سے وہ چوپایہ مراد ہے جو چھ مہینے سے زیادہ فقط چرنے ہی پر اکتفا کرے (یعنی گھر آ کے نہ کھائے) اور اگر اس نے چھ مہینے یا اس سے کچھ کم جنگل میں چرا تو ایسے چوپایوں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زکوٰۃ نصاب میں ہے عضو میں نہیں ہے اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک دونوں میں واجب ہے۔

فائدہ: نصاب اور عضو کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس اسّی بکریاں تھیں اور ان پر ایک سال گذر گیا لیکن اس کے زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے ان میں سے چالیس بکریاں مر گئیں تو چالیس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک بکری دینی واجب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک نصف بکری واجب ہے۔

ترجمہ: اور جب زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد مال ہلاک ہو جائے تو (اس صورت میں) زکوٰۃ بھی (اس کے ذمہ سے) ساقط ہو جائے گی اور اگر کوئی مالک نصاب تھا اور سال پورا

ہونے سے پہلے ہی اس نے زکوٰۃ دے دی تو یہ بھی جائز ہے۔

باب زکوٰۃ الفضۃ

چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: دوسو درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے پس جب دوسو درہم ہوں اور ایک سال ان پر گذر جائے تو ان میں (زکوٰۃ کے) پانچ درہم ہیں اور دوسو سے زیادہ میں زکوٰۃ نہیں ہے یہاں تک کہ وہ چالیس ہو جائیں (یعنی دوسو کے بعد انتالیس میں زکوٰۃ نہیں ہے) اور پورے چالیس میں ایک درہم ہے پھر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر چالیس میں ایک درہم ہے اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دوسو سے زیادہ میں بھی اسی حساب سے زکوٰۃ ہے اور اگر کسی چیز میں چاندی ہو تو وہ چاندی ہی کے حکم میں ہے اور اگر اس میں (چاندی سے) ملونی زیادہ ہو تو وہ اسباب کے حکم میں ہے اور ایسی چیزوں میں معتبر یہ ہے کہ ان کی قیمت نصاب (کی مقدار) کو پہنچ جائے۔

باب زکوٰۃ الذھب

سونے کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: سونے کے بیس مثقال سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے پس جب پورے بیس مثقال ہوں اور ان پر پورا سال گذر جائے تو ان میں نصف مثقال ہے پھر ہر چار مثقالوں میں دو قیراط ہیں۔

فائدہ: چار مثقال میں دو قیراط ہونے کی یہ وجہ ہے کہ زکوٰۃ میں مال کا چالیسواں حصہ دینا واجب ہے اور چار مثقال اسّی قیراط کے ہوتے ہیں اور چالیسواں حصہ دو قیراط ہوئے اور شریعت نے ایک دینار دس درہم کا معتبر رکھا ہے پس چار مثقال مثل چالیس درہموں کے ہیں۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چار مثقال سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ بیس سے جس قدر زیادہ ہوں ان کی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے ہے اور سونے اور چاندی کی پتری اور ان کے زیور اور برتنوں میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

فائدہ: یہ ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سونے یا چاندی کی پتری میں واجب ہے اور اگر اس کے زیور یا برتن بنا لیے جائیں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

باب زکوٰۃ العروض

اسباب کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: تجارتی مال میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ وہ کسی قسم کا ہو جس وقت اس کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کو پہنچ جائے اور اس کی ایسی چیز سے قیمت کریں جس میں فقیروں اور مسکینوں کو زیادہ فائدہ ہو اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ اسی سے اس کی قیمت کریں جس سے اسے خریدا ہو۔ اگر روپیہ پیسہ سے نہیں خریدا تو ایسی چیز سے قیمت کریں جس کا اس شہر میں زیادہ رواج ہو اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ ہر حال میں اسی سے قیمت کریں جس کا اس شہر میں زیادہ رواج ہو اور جب سال کے اول و آخر میں نصاب پورا ہو (اور درمیان میں کمی آ گئی ہو) تو (یہ) درمیانی کمی زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک نصاب پورا کرنے کے لیے (تجارتی) اسباب کی قیمت سونے چاندی میں ملا دی جائے اور اسی طرح سونے کی قیمت چاندی میں ملا دی جائے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کچھ تجارتی اسباب تھا اور کچھ سونا چاندی تھا لیکن پورا نصاب دونوں میں کسی میں بھی نہ تھا ہاں اگر ان دونوں میں سے کسی کی قیمت کر کے دوسری چیز میں ملا دیں تو نصاب پورا ہو جاتا ہے ایسی صورت میں ایک کی قیمت معین کر کے دوسرے میں ملا دیں گے تاکہ نصاب پورا ہو جائے۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ سونے کی قیمت کر کے چاندی میں نہ ملایا جائے اور اجزا ملا دیے جائیں۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے مثلاً کسی کے پاس دینار پچاس درہموں کی قیمت کے تھے اور اس کے پاس سو درہم بھی تھے تو ایسے شخص پر امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ اجزاء کے اعتبار سے نصاب پورا ہے یعنی اس صورت میں نصف نصاب سونے کا ہے اور

نصف چاندی کا پس دونوں نصفوں کو ملا کے پورا نصاب سمجھ لیا جائے گا۔

باب زکوٰۃ الزروع والثمار

غلہ اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمین کی پیداوار میں خواہ تھوڑی ہو یا بہت دسواں حصہ واجب ہے اور برابر ہے کہ نہر کے پانی سے ہو یا بارش کے پانی سے سوائے لکڑی اور بانس اور گھاس کے۔

فائدہ: ان تینوں میں عشر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں عادۃً بوئی نہیں جاتیں۔

ترجمہ: اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ دسواں حصہ انہی میں واجب ہے جن کا پھل باقی رہتا ہے (یعنی بلا تکلف سال بھر تک رہتا ہو) جب وہ پھل پانچ وسق کو پہنچ جائے اور وسق نبی ﷺ کے صاع سے ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

فائدہ: صاع بعض محققین کے نزدیک دوسو چونتیس تولہ کا ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور صاحبین کے نزدیک سبزیوں (ترکاریوں) میں دسواں حصہ نہیں ہے اور جن کھیتوں میں ڈول یا رہٹ یا چرس سے پانی دیا گیا ہو ان میں دونوں قول پر بیسواں حصہ ہے اور امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ جو چیزیں پیمانے سے نپتی ہیں جیسے زعفران اور روئی (وغیرہ) ان میں دسواں حصہ اس وقت واجب ہے کہ جب ان کی قیمت ایسے ادنیٰ درجہ کے غلہ کے پانچ وسق کو پہنچ جائے جو وسق سے ناپا جاتا ہو (جیسے باجرہ وغیرہ) اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ دسواں حصہ اس وقت واجب ہے کہ جب پانچ عدد اعلیٰ اس مقدار کو پہنچ جائے جس کے ساتھ اس قسم کی چیزوں کا اندازہ کیا جاتا ہے پس روئی میں پانچ گون معتبر ہیں (ایک گون کا وزن تین سو سیر ہوتا ہے) اور زعفران میں پانچ سیر معتبر ہیں۔

فائدہ: یہاں سیر سے چھبیس اوقیہ کا وزن مراد ہے۔

: اور شہد میں دسواں حصہ ہے جس وقت وہ عشری زمین سے حاصل ہو خواہ تھوڑا ہو یا

بہت ہو۔

فائدہ: یہ قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور عشری زمین اس کو کہتے ہیں جس کی پیداوار میں سے دسواں حصہ بادشاہ کو دیا جائے۔

ترجمہ: اور اس بارے میں امام ابویوسفؒ کا قول یہ ہے کہ دسواں حصہ اس وقت واجب ہے کہ شہد دس مشکیں ہوں اور امام محمدؒ پانچ فرق فرماتے ہیں اور فرق چھتیس رطل عراقی کا ہوتا ہے۔

فائدہ: رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے چھتیس رطل اٹھارہ سیر کے ہوئے۔ اس حساب سے کل نوے سیر ہوں گے۔

ترجمہ: اور خراجی زمین کی پیداوار میں سے دسواں حصہ دینا واجب نہیں ہے۔

بابٌ من یجوز رفع الصدقة الیه ومن لا یجوز

مستحقین زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے کہ:

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ.

پس یہ آٹھ قسم کے آدمی ہیں اور مؤلفۃ القلوب ان میں سے ساقط ہو گئے ہیں۔

فائدہ: مؤلفۃ القلوب ان کافروں کو کہتے ہیں جو شروع اسلام میں رسول مقبول ﷺ کی لڑائیوں میں مدد کرتے تھے ان کے دل پرچانے کے لیے زکوٰۃ کا مال ان کو دیا جاتا تھا اس لیے وہ لوگ مؤلفۃ القلوب کہلاتے تھے۔

ترجمہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اب اسلام کو اللہ نے قوت دے دی ہے اور ان سے بے پرواہ کر دیا ہے اور فقیر وہ ہے جس کے پاس تھوڑا سا مال ہو (یعنی نصاب کی مقدار نہ ہو) اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔

فائدہ: بعض فقہاء نے اس کے برعکس معنی کہے ہیں یعنی یہ کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ

ہو اور مسکین وہ ہے جس کا مال نصاب سے کم ہو اور صحیح پہلے ہی معنی ہیں۔

ترجمہ: اور عامل وہ ہے کہ بادشاہ اس کے کام کا اندازہ کر کے کچھ اسے دے دے۔

فائدہ: عامل میں یہ شرط ہے کہ وہ بادشاہ کا مقرر کیا ہوا ہو اس کام پر کہ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے بادشاہ کے سپرد کیا کرے۔

ترجمہ: اور فی الرقاب سے یہ مراد ہے کہ مکاتب غلاموں کے چھڑانے میں ان کی مدد کی جائے۔

فائدہ: مکاتب وہ غلام ہوتا ہے جس نے اپنے آپ کو اپنے آقا سے خرید لیا ہو یعنی اپنی قیمت اپنے ذمہ لے لی ہو۔

ترجمہ: غارم وہ ہے جس کے ذمہ قرض ہو (اور اس کے پاس دینے کو نہ ہو) اور فی سبیل اللہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو (راہ خدا میں) لڑنے سے عاجز ہوں (یعنی ان کے پاس ہتھیار اور گھوڑے وغیرہ نہ ہوں) اور ابن السبیل سے وہ (مسافر) لوگ مراد ہیں جن کا مال ان کے وطن میں ہو اور وہ دوسری جگہ ہوں کہ وہاں ان کے پاس کچھ نہ ہو پس یہ (سات) مصارف زکوٰۃ ہیں اور مالک کو (یعنی زکوٰۃ ادا کرنے والے کو) اختیار ہے کہ چاہے ان میں سے ہر ایک کو دے اور چاہے ایک ہی قسم کے لوگوں کو دے دے۔

فائدہ: یہ مذہب ہمارے ائمہ کا ہے اور امام شافعیؒ کے اس بارے میں دو قول ہیں ایک قول ہمارے ائمہ کے موافق ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے ہر قسم میں سے تین تین آدمیوں کو دینا ضروری ہے۔

ترجمہ: اور ذمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "خُذْهَا مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَ رُدَّهَا فِيْ فُقَرَآئِهِمْ" یعنی زکوٰۃ مسلمان دولت مندوں سے لے کر مسلمان فقیروں کو دے دیا کرو اور زکوٰۃ کے سوا اور صدقہ ذمی کو دینا جائز ہے اور ذمی اس کافر کو کہتے ہیں جو باجگذار ہو اور مسلمانوں سے امان لے کر دار السلام میں رہنے لگا ہو۔

: اور زکوٰۃ کے مال سے نہ مسجد بنائی جائے اور نہ اس سے (خرید کر) میت کو کفن دیا

جائے اور نہ آزاد کرنے کے لیے اس سے کوئی غلام خریدا جائے اور نہ زکوٰۃ دولت مندوں کو دی جائے اور نہ زکوٰۃ دینے والا اپنی زکوٰۃ اپنے باپ دادا اور پردادا وغیرہ کو دے اور نہ بیٹے پوتوں وغیرہ کو دے اور نہ ماں نانی اور دادی کو دے اور نہ اپنی بیوی کو دے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہ عورت اپنے خاوند کو دے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ بیوی اپنے خاوند کو دے سکتی ہے۔

فائدہ: ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سے فرمایا تھا کہ اگر تم اپنے خاوند کو دے دو تو تمہارے لیے دونا اجر ہے ایک اجر صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ اسی حدیث کی وجہ سے صاحبینؒ اس کے قائل ہیں کہ عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے دے تو جائز ہے یعنی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ حدیث نفلی صدقہ پر محمول ہے فرض زکوٰۃ خاوند کو دینا ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور نہ زکوٰۃ اپنے (غلام) مکاتب کو دے اور نہ اپنے غلام کو اور نہ کسی امیر کے غلام اور نہ امیر کے بچے کو دے جب کہ وہ چھوٹا ہو۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ چھوٹا بچہ اپنے باپ کے مال کی وجہ سے امیر ہی شمار کیا جاتا ہے بخلاف بڑے کے کہ وہ باپ کے مال کی وجہ سے امیر شمار نہیں ہوتا اگرچہ اس کا خرچ باپ ہی کے ذمہ ہو۔

ترجمہ: اور نہ زکوٰۃ بنی ہاشم کو دی جائے اور بنی ہاشم وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، جعفرؓ، عقیلؓ، حارث بن عبدالمطلب کی اولاد میں ہوں اور نہ ان کے غلاموں کو زکوٰۃ دی جائے۔

فائدہ: کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غلام انہی لوگوں میں شمار ہوتا ہے کہ جن کا وہ غلام ہو۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ امیر آدمی ہے یا ہاشمی ہے یا کافر ہے یا اندھیرے میں کسی فقیر کو زکوٰۃ دے دی تھی پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کا باپ یا بیٹا ہے تو اس پر دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم نہیں ہے۔

فائدہ: یعنی اس کے ذمہ سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اسے دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم ہے اور کسی کو زکوٰۃ دی پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کا غلام یا مکاتب تھا تو ان سب ائمہ کے نزدیک زکوٰۃ جائز نہ ہوگی۔

فائدہ: اس زکوٰۃ کے ناجائز ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو زکوٰۃ کا مالک بنا دینا زکوٰۃ کا رکن ہے اور چونکہ غلام اور مکاتب میں مالک بننے کی قابلیت نہیں ہے لہٰذا وہ مالک نہ ہوں گے کیونکہ ان کا مال آقا کا مال ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے جو (مقدار) نصاب کا مالک ہے خواہ وہ مال کسی قسم کا ہو اور ایسے شخص کو دینا جائز ہے جو نصاب سے کم کا مالک ہو اگرچہ وہ تندرست کمانے والا ہو (یعنی پیشہ ور) ہو اور ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں لے جانا مکروہ ہے بلکہ ہر قوم کی زکوٰۃ وہیں کے لوگوں میں تقسیم کر دی جائے ہاں اگر کسی کو اپنے قرابت داروں یا ایسے لوگوں کے لیے لے جانے کی ضرورت ہو جو اس شہر والوں میں سے زیادہ حاجت مند ہوں۔

باب صدقة الفطر

صدقۂ فطر کا بیان

فائدہ: صدقۂ فطر کو ہماری زبان میں فطرہ کہتے ہیں۔

ترجمہ: فطرہ آزاد مسلمان پر واجب ہے جب کہ وہ مقدار نصاب کا مالک ہو اور یہ نصاب رہنے کے گھر اور پہننے کے کپڑوں اور اسباب اور سواری کے گھوڑے اور ہتھیار اور خدمت کے غلاموں سے زیادہ ہو اس کو ہر مسلمان (آزاد) اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی اولاد اور خدمت کے غلاموں کی طرف سے ادا کرے اور اپنی بیوی کی طرف سے ادا نہ کرے اور نہ اپنی بڑی اولاد کی طرف سے اگرچہ ان کا خرچ کھانے پینے کا اسی کے ذمہ ہو اور نہ کوئی اپنے مکاتب کی طرف سے دے اور نہ سوداگری کے غلاموں کی طرف سے اور جو غلام دو آدمیوں کی شراکت میں ہو تو (اس کا) فطرہ ان میں سے کسی پر واجب نہیں ہے اور مسلمان اپنے کافر غلام کی طرف سے فطرہ ادا کرے۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافر غلام کا فطرہ آقا کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

ترجمہ: اور فطرہ گیہوں کا نصف صاع ہے اور جو اور چھوہارے اور منقیٰ کا ایک صاع اور صاع امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عراقی رطل سے آٹھ رطل کا معتبر ہے۔

فائدہ: اور رطل وزن میں چہرہ شاہی روپیہ سے چالیس روپیہ کے قریب ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ (صاع) پانچ رطل اور تہائی رطل کا معتبر ہے اور فطرہ عید کے روز صبح صادق ہونے کے بعد واجب ہو جاتا ہے پس جو شخص اس سے پہلے مر جائے اس پر فطرہ واجب نہیں ہے اور جو شخص صبح صادق ہونے کے بعد مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا تو اس پر واجب نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ لوگ عیدگاہ جانے سے پہلے فطرہ نکال دیں اور اگر عید کے روز سے پہلے دے دیں تب بھی جائز ہے اور اگر عید کے روز سے مؤخر کر دیں تو وہ ادا نہ ہوگا پھر ادا کرنا ان کے ذمہ لازم ہے۔

کتاب الصوم

روزے کا بیان

ترجمہ: روزے کی دو قسمیں ہیں واجب اور نفل۔ پھر واجب کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جو کسی خاص زمانہ سے تعلق رکھے جیسے رمضان شریف اور نذر معین کے روزے پس یہ روزے رات سے نیت کر لینے سے ہوتے ہیں اگر کسی نے صبح تک نیت نہیں کی تو اسے زوال سے پہلے پہلے نیت کر لینی کافی ہے۔

فائدہ: جامع صغیر میں دوپہر سے پہلے نیت کرنی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے۔

ترجمہ: اور دوسری قسم وہ ہے جو ذمہ ثابت ہوتی ہے جیسے رمضان شریف کی قضا اور نذر مطلق اور کفارے کے روزے پس اس قسم کا روزہ رات سے نیت کیے بغیر نہیں ہوتا اور یہی حکم ظہار کے روزے کا ہے اور نفلی سب روزے زوال سے پہلے نیت کر لینے سے ہو جاتے ہیں۔

چاند دیکھنے کا بیان ✵ اور لوگوں کو چاہیے کہ شعبان کی انتیسویں تاریخ کو خوب غور سے چاند دیکھیں اگر چاند نظر آ جائے تو روزے رکھنے شروع کر دیں اور اگر ابر ہو تو شعبان کے پورے

تیس روزے کر کے پھر روزے رکھے۔ اگر کسی اکیلے شخص نے رمضان شریف کا چاند دیکھ لیا تو (اگلے روز) وہ روزہ رکھے اگر چہ امام (یعنی مسلمانوں کا حاکم) اس کی گواہی کو نہ سنے اور جب آسمان میں کوئی علت (یعنی غبار یا ابر) ہو تو چاند دیکھنے کے بارے میں امام ایک ہی عادل آدمی کی گواہی کو مان لے مرد ہو یا عورت ہو۔ آزاد ہو یا غلام ہو۔

فائدہ: کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے رمضان شریف کے چاند کے بارے میں ایک آدمی کی گواہی مان لی تھی اس حدیث کو اصحاب سنن اربعہ نے نقل کیا ہے۔

ترجمہ: اور اگر آسمان میں کوئی علت (ابر وغیرہ کی) نہیں ہے تو یہ گواہی مانی نہ جائے یہاں تک کہ اتنے لوگ چاند دیکھ لیں کہ جن کے بیان کرنے پر یقین آ جائے۔

روزہ کا وقت ✱ اور روزے کا وقت صبح صادق سے لے کر آفتاب غروب ہونے تک ہے اور روزہ اسے کہتے ہیں کہ آدمی (روزہ کی) نیت کے ساتھ دن کو کھانے اور پینے اور صحبت کرنے سے رکا رہے اور اگر کوئی روزہ دار بھول کر کھا لے یا پی لے یا صحبت کر لے تو اس کا روزہ نہیں جاتا۔ اور اگر روزہ دار سو گیا تھا اور اسے احتلام ہو گیا یا اس نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا تھا اور دیکھتے ہی اسے انزال ہو گیا یا کسی نے (سر میں) تیل لگایا یا پچھنے لگوائے یا سرمہ ڈال لیا یا (اپنی بیوی کا) بوسہ لے لیا (اور اسے انزال نہیں ہوا) تو ان سب صورتوں میں روزہ نہیں جاتا۔

روزہ ٹوٹنے کے مسائل ✱ اور اگر بوسہ لینے یا ہاتھ لگانے سے انزال ہو گیا تو اس کے ذمہ (اس روزہ کی) قضا لازم ہے اور کفارہ لازم نہیں ہے اور جب کسی کو اپنے اوپر اطمینان ہو (یعنی شہوت بڑھ جانے اور انزال ہونے کا شبہ نہ ہو) تو بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اطمینان نہیں تو بوسہ لینا مکروہ ہے اور اگر کسی کو خود بخود قے ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں جاتا اور اگر کسی نے جان بوجھ کر منہ بھر کے قے کی تو اس پر (اس روزہ کی) قضا لازم ہے اور کسی شخص نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا یا گٹھلی نگل لی تو اس کا روزہ جاتا رہا وہ قضا رکھے (اس پر کفارہ نہیں ہے) اور جو شخص جان بوجھ کر قبل یا دبر میں جماع کر لے یا کھا لے یا ایسی چیز پی لے جو غذا ہو سکے یا دوا ہو سکے تو اس کے ذمہ قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

فائدہ: یعنی قضا تو روزہ توڑ دینے کی وجہ سے اور کفارہ پوری خطا کرنے کی وجہ سے۔

ترجمہ: اور (روزہ کا) کفارہ مثل کفارۂ ظہار کے ہے۔

فائدہ: کیونکہ مروی ہے کہ ایک گنوار رسول ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں تو مر مٹا۔ حضرت نے پوچھا کیوں کیا کیا' کہنے لگا کہ میں نے رمضان شریف میں جان بوجھ کر دن میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک غلام آزاد کرو۔ عرض کیا کہ میں سوائے اپنی اس گردن کے اور کسی گردن کا مالک نہیں ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا دو مہینے کے پے در پے روزے رکھو۔ عرض کیا یہ بلا مجھ پر روزے ہی رکھنے سے آئی ہے یعنی اس تباہی میں میں روزہ ہی کے سبب پھنسا ہوں پھر دو مہینے کے روزے پے در پے کس طرح رکھ سکتا ہوں حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ الیٰ آخر الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفارہ اس طریقہ پر واجب ہے پس یہ مثل کفارۂ ظہار کے ہے۔

ترجمہ: اور جس شخص نے فرج کے سوا اور کہیں جماع کیا اور اسے انزال ہو گیا تو اس پر قضا لازم ہے کفارہ لازم نہیں ہے اور رمضان شریف کے روزے کے سوا اور کسی روزے کے توڑنے میں کفارہ نہیں ہے۔

روزہ کے متفرق مسائل ✻ اور جس نے حقنہ کیا (یعنی عمل لیا) یا ناک میں دوا ڈالی یا کان میں دوا ڈالی یا پیٹ یا سر کے زخم میں تر دوا لگائی اور وہ دوا پیٹ کے اندر یا دماغ میں پہنچ گئی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

فائدہ: یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

ترجمہ: اور کوئی اپنے ذکر کے سوراخ میں کوئی دوا ڈالے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے روزہ نہیں جاتا (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس سے روزہ جاتا رہتا ہے۔

فائدہ: اس اختلاف کا دارومدار اس پر ہے کہ مثانہ اور پیٹ کے درمیان میں کوئی منفذ ہے یا نہیں۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہے اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نہیں ہے کیونکہ مثانہ اس

کے درمیان میں حائل ہے۔ اور یہ اختلاف اسی صورت میں ہے کہ وہ دوا مثانہ تک پہنچ جائے لیکن اگر دوا ذکر ہی میں رہے تو پھر بالا جماع روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر عورت اپنی فرج میں دوا ڈالے تو اس سے بالا جماع روزہ جاتا رہتا ہے جوہرہ اور خلاصہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمۃ: اور اگر کسی شخص نے اپنی زبان سے کوئی چیز چکھی تو اس سے روزہ نہیں جاتا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور عورت کے لیے مکروہ ہے کہ وہ بلاضرورت اپنے بچہ کو روٹی وغیرہ چبا کر دے۔

فائدہ: بلاضرورت سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس کوئی اور چھوٹا بچہ ہو جس کا روزہ نہ ہو اور وہ اس کے بچہ کو کھلا دے یا کوئی حائضہ عورت ہو یا کھانا ایسا ہو کہ اس کے چبانے کی ضرورت نہ ہو تو ان صورتوں میں اسے چبا کر دینا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت جائز ہے۔

ترجمۃ: اور گوند کے چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن یہ مکروہ ہے۔

فائدہ: اس سے روزہ نہ ٹوٹنے کی یہ وجہ ہے کہ گوند پیٹ تک نہیں پہنچتا بلکہ دانتوں میں چپک جاتا ہے یہ اس گوند کا حکم ہے جو سفید اور جما ہوا ہو۔ ریزہ ریزہ نہ ہو اور اگر سیاہ گوند ہے تو اس کے چبانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ وہ جما ہی ہوا ہو۔ کیونکہ وہ باریک ہو کر پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ ہدایہ۔

ترجمۃ: اور جو شخص رمضان شریف میں بیمار ہوا اور یہ ڈر ہو کہ روزہ رکھنے سے بیماری بڑھ جائے گی تو وہ روزہ نہ رکھے اور (بعد میں) قضا رکھے اور اگر کوئی مسافر ہے کہ اسے روزہ رکھنے میں کچھ تکلیف نہیں ہوتی تو اس کے لیے روزہ رکھنا افضل ہے تو اگر اس وقت نہ رکھے اور (بعد میں) قضا رکھے تو تب بھی جائز ہے اور اگر بیمار یا مسافر اپنی اسی حالت (بیماری اور سفر) میں مر جائیں تو ان کے ذمہ روزوں کی قضاء لازم نہیں ہے اور اگر بیمار تندرست ہو گیا تھا یا مسافر مقیم ہو گیا تھا پھر یہ دونوں مر گئے تو ان دونوں کے ذمہ تندرست اور مقیم ہونے کی مقدار کے روزوں کی قضا لازم ہے۔

فائدہ: ان پر لازم ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان پر واجب ہے کہ اپنے روزوں کے عوض میں کھانا کھلانے کی وصیت کر دیں۔

: اور رمضان کو قضا کے روزے چاہے کوئی متفرق طور پر رکھے اور چاہے پے در پے

رکھ لے اور اگر کسی نے (قضا روزے رکھنے میں) اتنی تاخیر کر دی کہ دوسرا رمضان آ گیا تو وہ دوسرے ہی رمضان کے روزے رکھے اور پہلے رمضان کی بعد میں قضا رکھے اور اس پر فدیہ نہیں ہے۔

فائدہ : یہ مذہب ہمارے ائمہ کا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاخیر کی صورت میں فدیہ دینا لازم ہے۔

ترجمہ: اور حمل والی اور دودھ پلانے والی عورتوں کو جب یہ اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے سے ہمارے بچوں کو بھوک وغیرہ کی تکلیف ہوگی تو یہ روزہ نہ رکھیں۔ اور (بعد میں) قضا رکھ لیں اور ان پر فدیہ نہیں ہے۔

فائدہ : اور نہ ان دونوں قسم کی عورتوں پر کفارہ ہے۔ کیونکہ انھوں نے ایک عذر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا اور کفارہ اس پر لازم ہوتا ہے جو بلا عذر اور بلا ضرورت کے روزہ نہ رکھے۔

ترجمہ: اور جو آدمی بہت بوڑھا ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتا تو وہ افطار کر لے اور (رمضان میں) ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلاتا رہے جیسا کہ کفاروں میں کھانا کھلایا جاتا ہے۔

اگر کسی کے ذمہ رمضان کی قضا تھی اور اس نے (اپنے روزوں کی بابت) وصیت کر دی تو اس کا ولی اس کی طرف سے ہر روز ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوہارے یا جو دے اور اگر کسی نے نفلی روزہ شروع کر کے پھر اسے توڑ دیا تو وہ اس کی قضا رکھے اور اگر کوئی لڑکا رمضان میں بالغ ہو گیا یا کوئی کافر مسلمان ہو گیا تو انہیں چاہیے کہ جتنا دن باقی ہے اس میں کھانے پینے سے رُکے رہیں اور اس روزے کے بعد اور سب روزے رکھیں اور جو دن پہلے گذر چکے ہیں ان کی قضا نہ رکھیں۔

اگر کوئی شخص رمضان میں بے ہوش ہو گیا تو جس روز بے ہوش ہوا ہے اس روز کا قضا روزہ نہ رکھے اور اس کے بعد کے روزے قضا رکھے۔

فائدہ : اس روز کی قضا نہ رکھنی بھی اس صورت میں ہے کہ اس کے حلق میں کوئی چیز نہ گئی ہو یعنی دوا وغیرہ نہ دی گئی ہو۔ اور اگر دوا وغیرہ دی گئی ہے تو اس روزہ کی قضا بھی واجب ہوگی۔

: اور جب رمضان کے بعض دنوں میں کسی دوانے کو افاقہ ہو جائے تو باقی دنوں کے

روزے رکھے اور گذشتہ دنوں کی قضا کر لے اور اگر (رمضان شریف میں) عورت کو حیض آ جائے یا نفاس آ جائے تو وہ روزہ افطار کر لے۔ اور پاک ہونے کے بعد قضا روزے رکھ لے اور اگر رمضان کے اندر دن میں سفر سے (اپنے گھر) آ گیا یا عورت حائضہ تھی پاک ہوگئی تو یہ دونوں باقی دن میں کھانے پینے وغیرہ سے رکے رہیں۔

اگر کسی نے سحری کھائی اور وہ سمجھتا تھا کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی یا کسی نے اس خیال سے روزہ افطار کرلیا کہ آفتاب غروب ہو چکا ہے پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق ہو چکی ہے یا آفتاب غروب نہیں ہوا تو یہ شخص اس روزے کے عوض قضا روزہ رکھے اور اس پر کفارہ نہیں۔

اگر کسی نے تنہا عید کا چاند دیکھا تو وہ (احتیاطاً) روزہ افطار نہ کرے اور جب آسمان میں کچھ ابر وغیرہ ہو تو عید کے چاند میں امام دو مردوں کی ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی گواہی نہ سنے اور اگر آسمان میں کچھ ابر وغیرہ نہیں ہے تو امام کسی کی گواہی نہ سنے جب تک کہ اتنے لوگ گواہی نہ دیں کہ جن کے بیان کرنے پر یقین آ جائے۔

باب الاعتکاف

اعتکاف کا بیان

ترجمہ: اعتکاف مستحب ہے (صحیح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے) اور اعتکاف کے معنی یہ ہیں کہ روزے اور اعتکاف کی نیت کے ساتھ مسجد میں رہے تو معتکف (یعنی اعتکاف کرنے والے) پر صحبت کرنا اور عورت کو چھونا اور بوسہ لینا حرام ہے اور اگر بوسہ لینے سے انزال ہو گیا یا (عورت کو) چھولیا تو اس کا اعتکاف باطل ہو گیا اور اس پر قضا لازم ہے اور معتکف مسجد سے نہ نکلے مگر حاجت انسانی یا جمعہ کے لئے۔

فائدہ: کیونکہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنے معتکف (یعنی اعتکاف کی جگہ) سے نہ نکلتے تھے مگر حاجت انسانی کے لیے اور حاجت انسانی سے مراد پیشاب و پاخانہ کی ضرورت ہے۔

ترجمہ: اور مسجد کے اندر بغیر اسباب لائے خرید وفروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (اور اگر کوئی اسباب لے آیا تو یہ فعل مکروہ ہے) اور معتکف کو چاہیے کہ اچھی ہی باتیں کرے اور چپ رہنا بھی مکروہ ہے۔

اگر معتکف نے رات کو یا دن کو بھول کر یا جان کر جماع کرلیا تو اس کا اعتکاف باطل ہوگیا۔

اگر کوئی معتکف بغیر عذر کے ایک گھڑی مسجد سے باہر رہا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہوگیا۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ فاسد نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ نصف دن سے زیادہ باہر رہے اگر کسی نے چند خاص دنوں کا اعتکاف کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا تو اس پر ان دنوں کی راتوں کا اعتکاف کرنا بھی لازم ہوگا اور اعتکاف کے دن پے در پے ہوں گے۔ اگرچہ اس نے پے در پے کرنے کی نیت نہ کی ہو۔

کتاب الحج

حج کا بیان

حج ایسے لوگوں پر واجب ہے جو آزاد مسلمان بالغ عاقل تندرست ہوں اور رہنے کے گھر اور ضروریات اور واپس آنے تک اپنے بال بچوں کے خرچ سے بچ کر اتنا مال اور ان کے پاس ہو کہ راستہ اور سواری کا خرچ اٹھا سکیں اور راستہ بھی امن کا ہو۔

عورت کے حق میں یہ معتبر ہے کہ اس کے ساتھ کوئی اس کا محرم یا اس کا خاوند ہو جس کے ساتھ (جا کر) وہ حج کرے۔ اور جس وقت اس کے اور مکہ کے درمیان تین دن کی یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو ان دونوں کے سوا اور کسی کے ساتھ (جا کر) اسے حج کرنا جائز نہیں ہے۔

میقات احرام ❋ وہ مواقیت جن سے آدمی کو احرام باندھے بغیر گذر جانا جائز نہیں ہے یہ ہیں۔ اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ۔

فائدہ: ذوالحلیفہ ایک چشمہ کا نام ہے اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان میں چھ میل کا فاصلہ

ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سات میل اور آنحضرت ﷺ جب مدینے سے چلے تھے تو آپؐ نے بھی یہیں پڑاؤ کیا تھا۔ آپؐ اس درخت کے نیچے ٹھہرے تھے جہاں ذوالحلیفہ میں آج کل مسجد بنی ہوئی ہے۔

ترجمہ: اور اہل عراق کے لیے ذات عرق ہے۔ اہل شام کے لئے جحفہ ہے۔ اہل نجد کے لئے قرن ہے۔ اہل یمن کے لئے یلملم ہے۔

فائدہ: مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہی مواقیت معین فرمائی تھیں اور اہل ہندو پاکستان کی میقات بھی یلملم ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی ان مواقیت سے ورے ہی احرام باندھ لے تب بھی جائز ہے اور جو شخص ان مواقیت سے پرے رہتا ہو تو اس کی میقات (یعنی احرام باندھنے کی جگہ) حل ہے۔

فائدہ: حل سے مراد وہ ہے جو مواقیت اور حرم کے درمیان میں ہے اور حج اور عمرہ دونوں کے احرام کے لئے کافی ہے۔

احرام کے احکام ✵ ترجمہ: اور جو شخص مکہ میں ہو اس کی میقات حج (کا احرام باندھنے) کے لئے حرم ہے اور عمرہ کے لئے حل ہے۔

جب کوئی احرام باندھنا چاہے (خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا یا دونوں کا) تو (اوّل) غسل کرے یا وضو کرے۔ اور غسل کرنا افضل ہے۔ اور دو کپڑے یعنی تہمد اور چادر نئے یا دھلے ہوئے پہنے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی احرام باندھتے وقت یہی دو کپڑے پہنے تھے جسے امام بخاری نے نقل کیا ہے اور یہ دونوں کپڑے سلے ہوئے نہ ہوں۔

ترجمہ: اور خوشبو لگائے اگر اس کے پاس ہو اور دو رکعت پڑھے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی ذوالحلیفہ میں احرام باندھتے وقت دو رکعت پڑھی تھیں۔

اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ.

"یعنی الٰہی میں حج کرنا چاہتا ہوں تو اسے میرے لئے آسان کر دے۔ اور قبول فرما

لے۔"

پھر اس نماز کے بعد تلبیہ (یعنی لبیک کہے) پھر اگر فقط حج ہی کا ارادہ کیا ہے تو اپنے تلبیہ میں حج ہی کی نیت کر لے اور تلبیہ یہ ہے۔ اس طرح کہے:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ.

ان کلمات میں سے کچھ کم کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کچھ زیادہ کر دے تو جائز ہے اور جب کسی نے تلبیہ کہہ لیا تو وہ محرم ہو گیا۔ اب اسے چاہیے کہ جن چیزوں سے اللہ نے منع کیا ہے ان سے بچے یعنی جماع کرنے اور جھوٹ بولنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بہت ہی پرہیز کرے اور شکار نہ کرے اور نہ شکار کی طرف اشارہ کرے اور نہ شکار کسی کو بتلائے۔

فائدہ: یعنی زبان سے یہ نہ کہے کہ شکار فلاں جگہ ہے۔

ترجمہ: اور نہ کرتا پہنے اور نہ پائجامہ اور نہ عمامہ باندھے اور نہ ٹوپی اوڑھے اور نہ قبا پہنے اور نہ موزے ہاں اگر کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے اور اپنے سر اور منہ کو نہ ڈھکے اور نہ (سر اور چہرہ کو) کوئی خوشبو لگائے۔

فائدہ: اور نہ تیل لگائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک ایسے شخص کے حق میں فرمایا تھا جو احرام کی حالت میں مر گیا تھا کہ:

و لا تخمروا وجهه و لا راسه فانه يبعث يوم القيٰمة مُلَبِّيًا.

"یعنی اس کے چہرہ اور سر کو نہ ڈھانپو کیونکہ قیامت کے دن یہ تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔"

ترجمہ: اور نہ سر منڈوائے اور نہ بدن کے بال منڈوائے اور نہ داڑھی کترے اور نہ ناخن تراشے اور نہ گلاب اور زعفران اور کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنے۔ ہاں اگر وہ دُھلا ہوا ہو اور رنگ نہ چڑھتا ہو کیونکہ ممانعت خوشبو کی ہے نہ کہ رنگ کی۔

ترجمہ: اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ محرم غسل کرے اور حمام میں داخل ہو اور بیت اللہ اور ہودہ کے سایہ میں بیٹھے اور ہمیانی کو کمر سے باندھ لے اور اپنے سر اور داڑھی کو خطمی سے نہ دھوئے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ خطمی میں ایک قسم کی خوشبو ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ اس سے سر کی جوئیں مر جاتی ہیں اور احرام کی حالت میں جوؤں کا مارنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور سب نمازوں کے بعد تلبیہ بکثرت کہے اور اس وقت بھی تلبیہ کہے کہ جب کہیں بلندی پر چڑھے یا نچان میں اترے یا سواروں سے ملے اور جب صبح کو اٹھے۔

طواف قدوم کا بیان ✵ جب مکہ پہنچے تو اول مسجد حرام میں جائے۔ پھر جس وقت بیت اللہ کو دیکھے تو (اس کی تعظیم کے لئے) تکبیر اور تہلیل (یعنی اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ) کہے پھر حجر اسود کی طرف منہ کر کے تکبیر اور تہلیل کہے اور تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو (مونڈھوں تک) اٹھائے اور اسے استلام کرے۔

فائدہ: استلام کی یہ صورت ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو حجر اسود پر رکھے اور اپنے منہ کو دونوں ہاتھوں کے درمیان میں رکھے اور اسے بوسہ دے یعنی منہ سے چومے۔ اگر ہو سکے اور اگر نہ ہو سکے تو اپنے ہاتھوں کو اس کی طرف کر کے ہاتھوں ہی کو چوم لے۔

نہایہ میں کہا ہے کہ طواف کے لئے حجر اسود کو استلام کرنا ایسا ہے جیسے نماز کے لئے تکبیر ہے۔ یعنی نماز تکبیر سے شروع ہوجاتی ہے اور طواف استلام سے شروع ہو جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن حجر اسود اس کیفیت سے اٹھایا جائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھے گا اور ایک زبان ہوگی جس سے یہ ان لوگوں کی گواہی دے گا جنھوں نے اسے استلام کیا ہے۔

ترجمہ: اور اگر بلا کسی مسلمان کو تکلیف دیئے ہو سکے تو حجر اسود کو بوسہ دے۔ پھر حجر اسود کی داہنی طرف سے یعنی جو جانب دروازے کی طرف ہے طواف شروع کرے۔

فائدہ: اگر کسی نے بائیں طرف سے شروع کیا تب بھی جائز ہے اور اس پر دم لازم ہے یعنی اس کی سزا میں اللہ کے نام پر ایک جانور ذبح کرے اور اس طواف کو الٹا طواف کہتے ہیں۔

ترجمہ: اور طواف کرنے سے پہلے اپنی چادر کو دائیں بغل سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈال لے پھر بیت اللہ کے چوطرف سات مرتبہ پھرے (اسے طواف کہتے ہیں) اور طواف میں حطیم (کعبہ) کو بھی شامل رکھے اور پہلے تین پھیروں میں اکڑتا ہوا چلے اور باقی چار پھیروں

میں اپنی چال سے چلے۔

فائدہ: ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس اکڑ کے چلنے کا سبب یہ تھا کہ جب حضور انور رسول مقبول ﷺ مع اپنے اصحاب کے حج کرنے تشریف لے گئے تو مشرکین مکہ نے طعنہ کے طور پر کہا کہ مدینہ کے بخار نے انہیں کم طاقت کر رکھا ہے۔ اس وقت حضورؐ نے یہ حکم دیا کہ تم اکڑتے ہوئے چلو تاکہ تمہاری توانائی اُن پر ظاہر ہو کر انہیں صدمہ ہو۔ پھر یہ سبب زائل ہونے کے بعد بھی یہ حکم اسی طرح رہا۔

ترجمہ: اور اگر ہو سکے تو جب حجر اسود کے پاس سے گذرے اسے استلام کرے۔

فائدہ: کیونکہ طواف کے پھیرے مثل نماز کی رکعتوں کے ہیں۔ پس جیسا کہ ہر رکعت تکبیر سے شروع کی جاتی ہے اسی طرح ہر پھیرا بھی حجر اسود کے استلام سے شروع کیا جائے۔ اور اگر اژدہام کی وجہ سے استلام نہ ہو سکے تو اس کی طرف منہ کر کے تکبیر اور تہلیل کر لے۔

رُکن یمانی کا استلام کرے ظاہر الروایۃ میں یہی مستحب ہے اور امام محمدؒ نے اسے مسنون فرمایا ہے اور ان دونوں رکنوں یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا اور کسی رکن کو استلام نہ کرے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے انہی دونوں کا استلام کیا ہے اور رکن یمانی کو بوسہ دینا مسنون نہیں ہے اس وجہ سے کہ حضورؐ نے اسے بوسہ نہیں دیا فقط استلام ہی کیا ہے اسی طرح جوہرہ میں ہے۔

ترجمہ: اور طواف کو استلام پر ختم کرے۔ پھر (اس سے فارغ ہونے کے بعد) مقام (ابراہیم) میں آئے اور اس کے پاس (کھڑا ہو کر) دو رکعت پڑھے (یہ دونوں رکعتیں ہمارے نزدیک واجب ہیں) یا مسجد حرام (یعنی حرم) میں جہاں آسانی سے پڑھ سکے وہیں پڑھ لے اور یہ طواف قدوم ہے اور یہ سنت ہے واجب نہیں ہے اور اہل مکہ پر طواف قدوم نہیں ہے۔

سعی کا بیان ٭ پھر صفا کی (پہاڑی کی) طرف جائے (یعنی باب الصفا سے حرم کے باہر آئے) اور صفا پر چڑھے اور بیت اللہ کی طرف منہ کرے۔

فائدہ: یعنی صفا کی پہاڑی پر اتنا اونچا چڑھ جائے کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آنے لگے کیونکہ اوپر چڑھنے سے مقصود اس کی طرف منہ کرنا اور اسے دیکھنا ہی ہے۔

ترجمہ: اور تکبیر و تہلیل کہے اور نبی ﷺ پر درود بھیجے اور اپنی حاجت (جو کچھ ہو اس کے پورا ہونے) کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگے۔ پھر وہاں سے اتر کر مروہ (کی پہاڑی) کی طرف جائے اور اپنی چال سے چلے اور جب بطن وادی میں پہنچے تو میلین اخضرین کے درمیان میں خوب دوڑے جب مروہ پر پہنچے تو اس سے اوپر چڑھ جائے اور اسی طرح کرے جس طرح صفا پر کیا تھا۔

فائدہ: یعنی تکبیر اور تہلیل کہے اور آنحضرت ﷺ پر درود بھیجے اور اپنی ضرورت کے لئے دعا کرے۔

ترجمہ: اور یہ ایک پھیرا ہے (اور یہی صحیح ہے) پھر (اسی طرح) سات پھیرے کرے۔ صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے۔ پھر احرام باندھے ہوئے مکہ میں رہے اور جب جی چاہے بیت اللہ کا طواف کرلیا کرے۔

قیام عرفات ٭ یوم ترویہ سے ایک روز پہلے امام خطبہ پڑھے۔

فائدہ: یوم ترویہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو کہتے ہیں اور واضح رہے کہ حج میں تین خطبے ہیں۔

پہلا خطبہ تو یہی ہے اور یہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کے درمیان میں بیٹھنا نہیں ہے اور یہ خطبہ ظہر کی نماز کے بعد ہوتا ہے۔

دوسرا خطبہ عرفہ کا ہے۔ یہ دو خطبے ہوتے ہیں ان میں بیٹھنا بھی ہے اور یہ بھی ظہر کی نماز سے پہلے ہوتا ہے۔

تیسرا خطبہ منیٰ کا ہے جو گیارہویں تاریخ کو ہوتا ہے یہ بھی ظہر کی نماز کے بعد ہے اس میں بیٹھنا نہیں ہے۔

ترجمہ: اس خطبے میں امام لوگوں کو منیٰ جانا اور عرفات میں نماز پڑھنا اور وقوف کرنا اور (طواف) افاضہ کرنا (وغیرہ) سکھلائے۔ منیٰ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے اس میں تین محلے ہیں۔

ترجمہ: پھر ترویہ کے روز صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ جائے اور وہیں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ عرفہ کے روز صبح کی نماز وہیں پڑھے۔ پھر عرفات جائے اور وہیں ٹھہرا رہے۔ جب آفتاب ڈھل

جائے تو امام لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھائے۔ لیکن نماز سے پہلے اوّل امام دو خطبے پڑھے دونوں میں نماز پڑھنا اور عرفہ اور مزدلفہ میں وقوف کرنا اور رمی جمار اور قربانی (کرنے کے احکام) اور سر منڈوانا اور طواف زیارت کرنا سکھلائے اور ظہر ہی کے وقت ایک اذان اور دو تکبیروں سے لوگوں کو ظہر و عصر دونوں نمازیں پڑھائے۔

فائدہ: کیونکہ حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ یہ دونوں نمازیں آنحضرت ﷺ نے ایک اذان اور دو تکبیروں سے پڑھائی تھیں۔

ترجمہ: اور جو شخص اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر اکیلا ظہر کی نماز پڑھے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان دونوں نمازوں میں سے ہر ایک کو اس کے وقت پر پڑھے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اکیلا پڑھنے والا بھی دونوں کو جمع کر لے۔ پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد موقف کی طرف (یعنی کھڑے ہونے کی جگہ جائے) اور پہاڑ کے قریب کھڑا ہو۔

فائدہ: یہ پہاڑ عرفات کے میدان میں ہے اس پہاڑ کا نام کوہِ رحمت ہے اور اس کو کوہِ دعاء بھی کہتے ہیں۔

ترجمہ: عرفات سارا موقف ہے (یعنی عرفات میں ہر جگہ قیام جائز ہے) سوائے بطن عرنہ کے (اور یہ ایک جگہ کا نام ہے) اور امام کو چاہیے کہ عرفہ میں اپنی سواری پر سوار رہے۔ اور دعاء کرے۔

فائدہ: یعنی دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔ کیونکہ عرفہ کے دن نبی ﷺ نے اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کی تھی جیسے کوئی مسکین فقیر کھانا مانگا کرتا ہے۔

ترجمہ: اور امام لوگوں کو حج کے احکام سکھلائے اور مستحب ہے کہ عرفات میں کھڑے ہونے سے پہلے امام غسل کرے۔

فائدہ: اور ہدایہ میں کہا ہے کہ یہ غسل سنت ہے۔

ترجمہ: اور خوب دعاء کرے۔

فائدہ: کیونکہ نبی ﷺ نے اپنی امت کے لئے اس موقف میں بہت کوشش سے دعاء کی تھی اور

ناحق خونریزیاں اور ظلم نہ ہونے میں آپ کی دعاء قبول بھی ہوگئی۔

قیام مزدلفہ ٭ ترجمہ: جب آفتاب غروب ہو جائے تو امام اور اُس کے ساتھ سب لوگ میانہ چال سے مزدلفہ آئیں اور وہیں اُتر جائیں۔ اور مستحب یہ ہے کہ اس پہاڑ کے پاس اتریں جس پر میقدہ ہے اسے قزح کہتے ہیں۔

فائدہ: میقدہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں آگ جلائی جائے یہاں بھی اس لفظ سے ایک جگہ مراد ہے زمانہ جاہلیت کے لوگ اس پر آگ جلایا کرتے تھے اسی طرح نہایہ میں ہے۔

ترجمہ: پھر امام عشاء کے وقت ایک اذان اور ایک تکبیر سے لوگوں کو مغرب اور عشاء دونوں کی اکٹھی نماز پڑھائے۔

فائدہ: ان دونوں نمازوں کے درمیان میں نفلیں نہ پڑھے۔ کیونکہ اس سے نمازوں کے جمع کرنے میں خلل واقع ہوتا ہے اور اگر کسی نے نفلیں پڑھیں اور کوئی کام کیا تو چاہیے کہ تکبیر دوبارہ کہے اسی طرح جوہرہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی مغرب کی نماز (مزدلفہ کے) راستہ میں پڑھنی چاہے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

فائدہ: اگر کسی نے پڑھ لی تو اس پر لازم ہے کہ صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے اس نماز کو دوبارہ پڑھ لے اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ نماز ہو جائے گی کیونکہ اس نے اس کے وقت پر پڑھی ہے اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے۔

ترجمہ: اور جب صبح صادق ہو تو امام لوگوں کو اندھیرے میں نماز پڑھائے۔

فائدہ: یعنی اوّل وقت نماز پڑھائے کیونکہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز اندھیرے میں نماز پڑھائی تھی۔

ترجمہ: پھر امام کھڑا ہو اور اُس کے ساتھ لوگ بھی کھڑے ہوں۔

فائدہ: یہ کھڑا ہونا ہمارے نزدیک واجب ہے اور رکن نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کوئی بغیر عذر کے اس کو چھوڑے گا تو اس پر دم لازم آئے گا۔

: اور امام دعاء کرے۔

فائدہ: کیونکہ اس جگہ کھڑے ہوکر نبی ﷺ نے بھی دعا کی تھی اسی طرح ہدایہ میں ہے۔
ترجمہ: اور سوائے بطن محسر کے مزدلفہ سارا موقف ہے۔

رمی اور قربانی کا بیان ٭ ترجمہ: آفتاب نکلنے سے پہلے امام اور اس کے ساتھ سب لوگ لوٹ آئیں۔ جب منی پہنچیں تو اوّل جمرۂ عقبہ سے رمی شروع کریں پس بطن وادی سے مثل خذف کی کنکریوں کے سات کنکریاں اس پر مارے۔

فائدہ: افضل یہی ہے کہ بطن وادی سے مارے۔ اگر کسی نے عقبہ کے اوپر سے ماریں تب بھی جائز ہے۔

ترجمہ: اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتا رہے۔ اور جمرہ کے پاس کھڑا نہ ہو۔ اور پہلی کنکری مارنے سے لبیک کہنا موقوف کردے۔

فائدہ: مروی ہے کہ نبی ﷺ کبھی جمرہ کے پاس کھڑے نہیں ہوئے تھے اور جب آپؐ نے جمرہ پر پہلی کنکری ماری تو لبیک کہنا موقوف کر دیا تھا۔

ترجمہ: پھر اگر چاہے تو قربانی کرے پھر سر منڈائے یا بال کتروالیا اور سر منڈوانا افضل ہے۔ اور اس وقت سوائے عورتوں سے صحبت کرنے کے اور سب چیزیں اس کے لئے حلال ہو جائیں گی۔

پھر اُسی روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز (یعنی دسویں تاریخ یا گیارھویں تاریخ یا بارھویں تاریخ) مکہ میں آئے اور سات پھیروں سے بیت اللہ کا طواف کرے اسے طواف زیارت کہتے ہیں۔

فائدہ: اور یہ طواف حج میں فرض ہے اسی طواف کا نام طواف افاضہ اور طواف النحر اور طواف رکن بھی ہے۔

ترجمہ: اگر کوئی طواف قدوم کے بعد صفا و مروہ کے درمیان میں سعی کر چکا تو وہ اس طواف میں رمل نہ کرے (یعنی اکڑتا ہوا نہ چلے) اور نہ سعی کرے۔

فائدہ: کیونکہ سعی کرنا یعنی دوڑنا ایک ہی دفعہ مشروع ہے۔ پس اگر کوئی پہلے کر چکا ہے تو اب دوبارہ نہ کرے اور اگر نہیں کی تھی تو اب کر لے جیسا کہ مصنف نے بیان کیا ہے۔

: اور اگر پہلے سعی نہیں کی تھی تو اب اس طواف میں رمل کرے اور اس کے بعد سعی

کرے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اس وقت اس کے لئے عورتیں بھی حلال ہو جائیں گی اور حج میں یہی طواف فرض ہے اور ان ایام (یعنی قربانی کے دنوں) سے اسے مؤخر کرنا مکروہ ہے۔ پس ان سے اگر کسی نے اسے مؤخر کر دیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر دم لازم ہے۔

فائدہ: کیونکہ اس نے واجب کو ترک کر دیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔

پھر منیٰ کو لوٹ جائے اور وہیں رہے۔ اور عید کے دوسرے روز جب آفتاب ڈھل جائے تو تینوں جمروں پر (سات سات) کنکریاں مارے اور اس جمرہ سے شروع کرے جو (خیف کی) مسجد کے پاس ہے۔ اس پر سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتا رہے۔ پھر اس جمرہ کے پاس کھڑا رہے اور دعا مانگے۔ پھر اسی طرح جمرہ پر کنکریاں مارے جو اس کے پاس ہے اور اس کے پاس بھی تھوڑی دیر کھڑا ہو۔ پھر اسی طرح جمرۂ عقبہ پر مارے اور اس کے پاس کھڑا نہ ہو۔

فائدہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال حج کی تفصیل بیان کی ہے تو اس میں اسی طرح ہے اور یہی ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور جب اگلا روز ہو تو آفتاب ڈھلنے کے بعد اسی طرح تینوں جمروں پر کنکریاں مارے اور جب کوئی جلدی چلا جانا چاہے (تو تیرھویں تاریخ کی صبح صادق ہونے سے پہلے) مکہ چلا جائے اور اگر رہنا چاہے تو عید کے چوتھے روز بھی آفتاب ڈھلنے کے بعد اسی طرح تینوں جمروں پر کنکریاں مارے پس اگر اس روز کسی نے صبح صادق ہونے کے بعد اور آفتاب ڈھلنے سے پہلے کنکریاں مار دیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔

یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اسباب وغیرہ کو پہلے ہی مکہ روانہ کر دے اور کنکریاں مارنے تک خود وہیں رہے۔

طوافِ صدر: جب مکہ میں آئے تو اول محصب میں اترے پھر بیت اللہ کا

طواف سات پھیرے کرے ان (پھیروں) میں رمل نہ کرے (کیونکہ اس کے بعد سعی نہیں ہے) اور یہ طواف صدر ہے۔ (اس کو طواف وداع بھی کہتے ہیں) اور یہ طواف واجب ہے مگر اہل مکہ پر واجب نہیں ہے پھر (حاجی) اپنے گھر کو روانہ ہو جائے۔

اگر کوئی محرم مکہ میں نہیں گیا۔ اور (بالا بالا) عرفات چلا گیا اور وہاں وقوف کیا۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں تو طواف قدوم اس کے ذمہ سے ساقط ہو گیا اور اس کے ترک کرنے سے اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ طواف قدوم مکہ میں جانے کی وجہ سے لازم آتا ہے اور یہ مکہ میں نہیں گیا۔

متفرقات ✽ **ترجمہ**: اور اگر کسی شخص کو عرفہ کے دن آفتاب ڈھلنے سے لے کر عید کے دن صبح صادق تک وقوف عرفات مل گیا تو اس کا حج ہو گیا (برابر ہے کہ وہ اسے جانتا ہو یا نہ جانتا ہو)۔ اور اگر کوئی شخص سوتا ہو یا بے ہوشی میں عرفات سے گذر جائے یا اسے معلوم نہ ہو کہ یہ عرفات ہے تو اس کا یہ گذر جانا وقوف عرفات میں محسوب ہو جائے گا۔

ان سب احکام میں عورت (اور خنثیٰ مشکل) مثل مرد کے ہے۔ لیکن وہ اپنے سر کو نہ کھولے (کیونکہ وہ عورت ہے) اور اپنے چہرہ کو کھولے رکھے اور لبیک اونچی آواز سے نہ کہے اور نہ طواف میں رمل کرے اور نہ میلین اخضرین کے درمیان میں دوڑے اور نہ سر منڈوائے بلکہ بال کتروائے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو بال منڈوانے سے منع فرما دیا تھا۔ اور بال کتروانے کا حکم دیا تھا۔

باب القِران

حج قران کا بیان

فائدہ: لغت میں قران کے معنی ملانے کے ہیں اور شریعت میں حج اور عمرہ کا احرام اور ان کے افعال ایک سفر میں جمع کر دینے کو قران بولتے ہیں۔

: ہمارے نزدیک تمتع اور افراد سے قران افضل ہے۔

فائدہ: اور تمتع افراد سے افضل ہے اور ایک روایت میں امام ابوحنیفہؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ اول درجہ قران ہے پھر افراد پھر تمتع اور اسی پر فتویٰ ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک افراد افضل ہے۔ پھر تمتع پھر قران اور یہی قول امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا ہے۔

امام احمدؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ سب سے افضل تمتع ہے پھر افراد پھر قران۔

ترجمہ: اور قران کی تفصیل یہ ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھے اور نماز (احرام کی دو رکعتوں) کے بعد یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَ تَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ.

''الٰہی میں حج اور عمرہ کرنا چاہتا ہوں تو ان دونوں کو میرے لئے آسان کر دے اور ان کو میری طرف سے قبول فرمالے۔''

پھر جب یہ مکہ میں داخل ہو جائے تو طواف سے شروع کرے یعنی بیت اللہ کا طواف سات پھیروں سے کرے پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور باقی پھیروں میں اپنی چال سے چلے اور اس کے بعد صفا و مروہ (کی پہاڑیوں) کے درمیان میں سعی کرے اور یہ افعال عمرہ کے ہیں۔ پھر سعی کے بعد طواف قدوم کر لے اور قران حج کے لئے صفا مروہ کے درمیان میں سعی کرے جیسا کہ مفرد (یعنی فقط حج کرنے والے) کے حق میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اور حج اور عمرہ کے بیچ میں سر نہ منڈائے کیونکہ یہ حج کے احرام پر جنایت ہے۔ بلکہ قربانی کے دن سر منڈائے۔

پھر جب قربانی کے دن جمرہ (عقبہ) پر کنکریاں مار چکے تو ایک بکری یا ایک گائے یا ایک اونٹ ذبح کرے یا اونٹ یا گائے میں ساتواں حصہ لے لے پس یہ دم قران کا ہے۔

اگر اس کے پاس کوئی جانور ذبح کرنے کو نہیں ہے تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اس طرح کہ آخر روزہ عرفہ کے دن کا ہو۔

اگر روزے نہیں رکھ سکا یہاں تک کہ قربانی کا دن آ گیا تو اب اس کے لئے سوائے دم قران کے اور کوئی چیز کافی نہ ہوگی پھر (یعنی ایام تشریق گذر جانے کے بعد) اپنے گھر آ کر

سات روزے رکھے اور اگر ان روزوں کو حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ ہی میں رکھ لے تب بھی جائز ہے۔

اگر کوئی قارن (یعنی قران ادا کرنے والا) مکہ میں نہیں گیا اور عرفات چلا گیا تو وقوف کی وجہ سے وہ عمرہ کا تارک ہوگیا اور دم قران بھی اس کے ذمہ سے ساقط ہوگیا۔

کیونکہ جب اس نے عمرہ کو چھوڑ دیا تو یہ مثل مفرد کے یعنی فقط حج کرنے والے کے ہوگیا اور مفرد پر دم نہیں ہے۔

اور عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے ایک اور دم اس پر لازم ہے اور اس عمرہ کی قضا کرنی بھی اس پر لازم ہے۔

باب التمتع

حج تمتع کا بیان

ترجمہ: ہمارے نزدیک (ظاہر روایت میں) تمتع افراد سے افضل ہے اور متمتع (یعنی تمتع کرنے والے) کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ کہ جو ہدی لے جائے دوسرا وہ کہ جو ہدی نہ لے جائے۔

تفصیل تمتع کی یہ ہے کہ حاجی میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو اور عمرہ کے لئے طواف کرے اور (صفا مروہ کے درمیان) سعی کرے اور (اس کے بعد) سر منڈوا کر یا بال کتروا کر اپنے عمرہ سے حلال ہو جائے اور جس وقت طواف کرے تلبیہ کہنا چھوڑ دے۔

فائدہ: یعنی حجر اسود کو استلام کرنے کے بعد لبیک کہنا چھوڑ دے کیونکہ نبی ﷺ نے عمرۃ القضاء میں حجر اسود کو استلام کرتے وقت لبیک کہنا چھوڑ دیا تھا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ عمرہ سے مقصود طواف ہے یعنی طواف شروع کرتے وقت لبیک کہنا چھوڑ دیا جائے۔

: اور حلال ہو کر مکہ میں ٹھہرا رہے پھر جب یوم ترویہ آئے تو مسجد حرام سے احرام

باندھے اور جو (فقط) حج کرنے والا کرتا ہے وہ ہی یہ بھی کرلے اور تمتع کا دم اس پر لازم ہے پس اگر دم میسر نہ ہو تو حج (کے دنوں) میں تین روزے رکھے اور گھر آتے وقت سات روزے رکھے اور اگر کوئی متمتع ہدی لے جانی چاہے تو وہ (عمرہ کا) احرام باندھ کر اپنی ہدی کو لے جائے پس اگر ہدی اونٹ ہے تو اس کی گردن میں پرانا مشکیزہ یا پرانے جوتے ڈال دے۔

فائدہ: یہ مشکیزہ وغیرہ جو ہدی کی گردن میں ڈالا جاتا ہے اسے عرب میں قلادہ کہتے ہیں اس سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ یہ ہدی ہے قربانی کے لئے بھیجی گئی ہے۔ کیونکہ وہاں کے لوگ جس جانور کو ہدی سمجھ لیتے ہیں اسے پانی پینے اور گھاس وغیرہ چرنے سے نہیں روکتے اور یہ حکم انہیں جانوروں کا ہے جو اپنے مالک کے ساتھ نہ ہونے سے تلف نہ ہوں جیسے اونٹ اور گائے اور بکری کی گردن میں قلادہ ڈالنے کا حکم نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ اگر اس کا مالک نہ ہو تو تلف ہو جائے گی اور بہتر یہ ہے کہ لبیک کہہ کر قلادہ ڈالے کیونکہ قلادہ ڈالنے سے محرم ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اونٹ کو اشعار کر دے (اور اونٹ کے سوا اور جانوروں میں اشعار مسنون نہیں ہے) اور اشعار کے یہ معنی ہیں کہ اس کی دائیں جانب سے اس کے کوہان میں زخم کر دے۔

فائدہ: اور اولیٰ یہ ہے کہ بائیں جانب میں زخم کر دے کیونکہ نبی ﷺ نے بائیں جانب میں قصداً زخم کیا تھا اور دائیں جانب میں کبھی اتفاقاً کیا ہے۔

ترجمہ: اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اشعار نہ کرے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

فائدہ: امام موصوف کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ لوگوں کو اس کا ہدی ہونا ظاہر کرنے کے لئے اس کے کوہان پر خون پھینک دے۔

ہدایہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اشعار مکروہ ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک حسن ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ سے مروی ہے۔

طحاویؒ اور شیخ ابو منصورؒ ماتریدی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں فرمایا۔ اور امام مکروہ کیونکر فرما سکتے تھے باوجودیکہ اس بارے میں بہت سی حدیثیں مشہور ہیں۔ بلکہ

انہوں نے اپنے زمانہ کے اشعار کو مکروہ فرمایا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ ایسا زخم کرتے تھے کہ اونٹ کے مر جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے امام موصوف نے عام لوگوں کو اس سے منع ہی کر دینا بہتر سمجھا۔ لیکن اگر کوئی اشعار کے معنی سے بخوبی واقف ہو کہ فقط کھال ہی کٹے گوشت تک نوبت نہ پہنچے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کرمانیؒ نے کہا ہے کہ یہی صحیح بھی ہے اسی طرح ردالمختار اور عینی میں ہے۔

ترجمہ: پس جب مکہ میں داخل ہو تو طواف کرے اور سعی کرے اور حلال نہ ہو یہاں تک کہ ترویہ کے دن حج کا دوسرا احرام باندھے اور اگر اس سے پہلے احرام باندھ لیا تب بھی جائز ہے اور اس پر دم تمتع کا لازم ہوگا۔

فائدہ: یہ دم تمتع کا شکرانہ کے طور پر لازم ہوتا ہے اور احرام باندھنے میں جس قدر جلدی ہوگی اتنا ہی یہ فعل افضل ہوگا۔

ترجمہ: پس جب یہ قربانی (یعنی عید) کے دن سر منڈوالے گا تو دونوں احراموں سے حلال ہو جائے گا اور اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے اور نہ قران ہے بلکہ ان کے لئے خاص افراد ہے۔

فائدہ: یعنی فقط حج ہی کرنا ہے اور اگر کسی مکہ والے نے ایسا کر لیا تو وہ گنہگار رہوگا۔ اور اس گناہ کی وجہ سے اس پر دم دینا لازم ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر متمتع اپنے عمرہ سے فارغ ہو کر اپنے شہر کو چلا آیا اور وہ ہدی نہیں لے گیا تھا تو اس کا تمتع باطل ہو گیا۔

فائدہ: اور اگر ہدی لے گیا تھا تو تمتع باطل نہ ہوگا۔ بلکہ اسے چاہیے کہ حج کے افعال ادا کرے اور اس کے بعد حلال ہو جائے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور اس کے طواف کے چار پھیروں سے (بھی) کم کئے۔ پھر حج کے مہینے شروع ہو گئے تو ان سے ان پھیروں کو پورا کر دیا (یعنی پورے سات پھیرے کر لئے) اور حج کا احرام باندھ لیا تو یہ شخص متمتع ہو جائے گا۔

اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے اپنے طواف کے چار پھیرے یا اس سے زیادہ کر لئے تھے اور پھر اسی سال اس نے حج کیا تو وہ متمتع نہ ہوگا۔

حج کے مہینے یہ ہیں۔ شوال ذیقعدہ اور دس روز ذی الحجہ کے۔ اگر کسی نے ان سے

پہلے حج کا احرام باندھ لیا تو تب بھی جائز ہے اور اس کا حج درست ہو جائے گا۔

فائدہ: حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنا مکروہ ہے اور آدمی گنہگار ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر احرام کے وقت عورت کو حیض آ جائے تو وہ غسل کر کے احرام باندھ لے اور جس طرح حاجی کرتے ہیں اسی طرح کرے سوائے اس کے کہ پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور اگر وقوف عرفات اور طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے تو وہ مکہ سے لوٹ (کر اپنے گھر آ) جائے اور طواف صدر ترک کرنے کی وجہ سے اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی۔

باب الجنایات

جنایتوں (یعنی قصوروں) کا بیان

فائدہ: جب مصنف محرموں کے احکام کو بیان کر چکا تو اب ان کوتاہیوں اور قصوروں وغیرہ کا بیان کیا جو محرموں کو پیش آتے ہیں۔

جنایت لغت میں اس فعل کو کہتے ہیں جو شرعاً حرام ہو خواہ مال میں ہو یا نفس میں ہو۔ لیکن شرع میں جنایت اس فعل کو کہتے ہیں جو نفوس اور اعضاء میں ہو۔ یعنی ان کے متعلق احرام میں کوئی ممنوع فعل کرے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی محرم خوشبو لگائے تو اس پر کفارہ دینا واجب ہے۔ پس اگر ایک پورے عضو یا اس سے زیادہ کو خوشبو لگائے تو اس پر ایک دم واجب ہے اور اگر ایک عضو سے کم کو لگائی ہے تو اسے صدقہ دینا واجب ہے اور اگر کسی نے سلا ہوا کپڑا پہنا یا سارے دن اپنے سر کو ڈھکے رکھا تو اس پر ایک دم واجب ہے اور اگر اس سے کم پہنا تو صدقہ واجب ہے۔

فائدہ: امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر کوئی نصف دن سے زیادہ سلا ہوا کپڑا پہنے رہا تو اس پر دم واجب ہے۔

فائدہ: امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جتنی دیر پہنے گا اتنا ہی دم واجب ہوگا۔ مثلاً اگر کسی نے نصف دن پہنا ہے تو اس پر نصف بکری واجب ہوگی اور اگر نصف سے زیادہ یا کم پہنا ہے تو اسی کی مقدار یہ بھی واجب ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے چوتھائی یا اس سے زیادہ سر منڈوا ڈالا (یا چوتھائی یا اس سے زیادہ داڑھی منڈوالی) تو اس پر دم واجب ہے اور اگر چوتھائی (وغیرہ وغیرہ) سے کم منڈایا ہے تو اس پر صدقہ واجب ہے۔

اگر کسی نے گدی پر پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال منڈوا دیئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہے اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ صدقہ واجب ہے۔

اگر کسی نے اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کے ناخن تراش لئے تو اس پر دم واجب ہے اور اگر ایک ہاتھ اور ایک پیر کے تراشے تب بھی دم واجب ہے اور اگر کسی نے پانچ انگلیوں سے کم کے تراشے تو اس پر صدقہ واجب ہے۔

فائدہ: صدقہ واجب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ہر ناخن کے بدلے گیہوں کا نصف صاع صدقہ کر دینا واجب ہے اور واضح رہے کہ یہ سب احکام محرم ہی کے ہیں۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے پانچ ناخن اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں میں سے مختلف طور پر تراشے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک اس پر صدقہ واجب ہے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دم واجب ہے۔

اگر کسی نے عذر کی وجہ سے خوشبو لگائی یا سر منڈایا یا سلا ہوا کپڑا پہنا تو اسے اختیار ہے کہ چاہے ایک بکری قربانی کر دے چاہے چھ مسکینوں کو نصف نصف صاع اناج (یعنی گیہوں) صدقہ کر دے۔ اور چاہے تین روزے رکھے۔

اگر کسی (محرم) نے (عورت وغیرہ کا) بوسہ لے لیا یا شہوت سے چھو لیا تو اس پر دم واجب ہے۔ انزال ہو یا نہ ہو (یعنی منی نکلے یا نہ نکلے)۔

اگر کسی نے وقوف عرفات سے پہلے مجامعت کر لی۔ خواہ فرج میں کی ہو یا دبر میں تو اس کا حج باطل ہو گیا اور اس پر ایک بکری واجب ہے اور یہ حج کے سب افعال کو اسی طرح کرے جیسے کوئی باطل نہ کرنے والا کر رہا ہے اور اس پر (اس کی) قضا واجب ہے۔

فائدہ: اصل اس بارے میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے۔ آپ سے کسی

نے ایسے شخص کی بابت پوچھا تھا جس نے اپنی بی بی سے مجامعت کر لی تھی اور محرم دونوں تھے یعنی دونوں حج کا احرام باندھے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا دونوں قربانی کریں اور اس حج کے افعال کو دونوں پورے کرلیں اور آئندہ سال پھر دونوں پر حج کرنا واجب ہے اور اسی طرح بہت سے صحابہؓ سے بھی منقول ہے۔

ترجمہ: اور اس (مرد) پر ہمارے نزدیک یہ واجب نہیں ہے کہ اگر اس کی بیوی بھی (جس سے گذشتہ سال مجامعت ہوگئی تھی) اس کے ساتھ حج کو قضا کرنا چاہے تو یہ اسے علیحدہ کردے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے اکٹھے رہنے کا سبب نکاح ہے اور وہ ان دونوں میں ابھی تک قائم ہے لہٰذا اس کے جدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے نہ احرام سے پہلے کیونکہ اس وقت تو صحبت بھی درست تھی اور نہ احرام کے بعد۔ کیونکہ اگر دونوں ہوں گے تو انہیں یہ بات ضرور یاد آجائے گی کہ ہم نے تھوڑی سی لذت کے سبب سے اتنی بڑی مشقت اپنے ذمہ لے لی تھی اس سے انہیں اور ندامت ہوگی اور پہلے سے بھی زیادہ پرہیز رکھیں گے لہٰذا علیحدہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے وقوف عرفات کے بعد مجامعت کی تو اس کا حج باطل نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ فَقَدْ تُمَّ حَجُّهٗ. جس نے وقوف عرفات کرلیا تو اس کا حج پورا ہوگیا۔

ترجمہ: اور اس پر ایک بدنہ واجب ہے۔

فائدہ: بدنہ اونٹ اور گائے کو کہتے ہیں اور اونٹ اور گائے واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جماع بڑے درجہ کی جنایت ہے اس لئے اس کی سزا بھی بڑے درجہ کی ہوگی۔ پھر اگر کسی نے دوبارہ جماع کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہے کیونکہ یہ نقص ناقص احرام میں آیا ہے اس واسطے اس کو ایک بکری ہی واجب ہے۔ اسی طرح نہایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے سر منڈانے کے بعد مجامعت کر لی تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور اگر کسی نے عمرے کے طواف میں چار پھیرے پھرنے سے پہلے مجامعت کر لی تو اس کا عمرہ باطل ہوگیا وہ اس عمرے کے افعال پورے کرے اور اس کی قضا کرے اور اس پر ایک بکری

واجب ہے اور اگر چار پھیروں کے بعد جماع کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہوگی اور عمرہ باطل نہ ہوگا اور نہ اس کی قضا لازم آئے گی۔

اگر کسی نے بھول کر جماع کرلیا تو وہ حکم میں مثل اسی شخص کے ہے جو جان کر کرے۔

اگر کوئی شخص بے وضو طواف قدوم کرلے تو اس پر صدقہ واجب ہے اور اگر کوئی جنبی تھا (اور طواف قدوم کرلیا) تو اس پر ایک بکری واجب ہے۔

اگر کسی نے طواف زیارت بے وضو کرلیا تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور جنبی تھا تو اس پر بدنہ واجب ہے اور افضل یہ ہے کہ اس وقت تک مکہ میں ہو تو اس طواف کو دوبارہ کرلے اور اس کے بعد قربانی کرنا اس پر واجب نہیں ہے۔

اگر کسی نے بے وضو طواف صدر کیا تو اس پر صدقہ واجب ہے اور اگر جنبی تھا تو اس پر بکری واجب ہے۔

اگر کسی نے طواف زیارت کے تین پھیرے یا اس سے کم چھوڑ دیئے تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور اگر چار پھیرے چھوڑ دیئے ہیں تو جب تک وہ اس طواف کو دوبارہ نہ کرے گا محرم ہی رہے گا۔

فائدہ: کیونکہ متروک نصف سے زیادہ ہے پس یہ ایسا ہوگیا کہ گویا اس نے ابھی بالکل طواف ہی نہیں کیا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے طواف صدر کے تین پھیرے چھوڑ دیئے تو اس پر صدقہ واجب ہے اور اگر طواف صدر کو بالکل ہی چھوڑ دیا یا اس کے چار پھیرے چھوڑ دیئے ہیں تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور اگر کسی نے صفا مروہ کے درمیان کی سعی کو چھوڑ دیا تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور اس کا حج پورا ہو جائے گا۔

فائدہ: بکری واجب ہونے کی یہ [illegible] کہ سعی ہمارے نزدیک واجب ہے۔ لہٰذا اس کے ترک کرنے سے دم لازم آئے گا اور حج پورا ہو جائے گا اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ حج پورا نہ ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک طواف زیارت کے لیے سعی فرض ہے۔

: اور اگر کوئی امام سے پہلے عرفات (کے میدان) سے چلا آئے تو اس پر دم واجب

ہے اور اگر کسی نے مزدلفہ کا وقوف چھوڑ دیا تو اس پر دم واجب ہے۔

اگر کسی نے سب دنوں میں جمروں کی رمی (یعنی ان پر کنکریاں مارنی) چھوڑ دیں تو اس پر دم واجب ہے اور اگر تینوں جمروں میں سے ایک کی رمی چھوڑ دی تو اس پر صدقہ واجب ہے۔ اور اگر کسی نے قربانی کے دن جمرۂ عقبہ کی رمی کو چھوڑ دیا ہے تو اس پر دم واجب ہے۔

اگر کسی نے سر منڈوانے میں اس قدر تاخیر کی کہ قربانی کے دن گذر گئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی نے طواف زیارت میں تاخیر کر دی تو امام موصوف کے نزدیک اس پر بھی دم ہی واجب ہے۔

اگر کسی محرم نے خود شکار کیا۔ یا شکار شکاری کو بتلا دیا تو اس پر (اس شکار کی) جزا واجب ہے اور اس میں (یعنی جزا واجب ہونے میں) جان کو بتلانے والا اور بھول کر بتلانے والا اور پہلی دفعہ بتلانے والا اور دوسری دفعہ بتلانے والا سب برابر ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جزا یہ ہے کہ جہاں اس کو شکار کیا ہے وہیں اس کی قیمت ٹھہرائی جائے۔ اور اگر جنگل میں ہے تو جو آبادی اس کے قریب ہو (وہاں) دو منصف آدمی قیمت ٹھہرائیں۔

فائدہ: قیمت ٹھہرانے میں ایک آدمی بھی کافی ہے اگر دو ہوں تو اور زیادہ احوط ہے اور بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ نص کی وجہ سے دو آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔

ترجمہ: پھر قیمت میں اسے اختیار ہے چاہے اس کی ایک ہدی خرید کر اس کی قربانی کر دے اگر اس قیمت میں ہدی آ سکے۔ اور اگر چاہے تو اس قیمت کا غلہ خرید کر وہ مسکینوں کو خیرات کر دے۔ اگر گیہوں ہے تو ہر مسکین کو نصف صاع دے اور اگر چھوہارے یا جو ہیں تو ہر مسکین کو ایک ایک صاع دے۔

اگر چاہے تو اسی حساب سے روزے رکھ لے یعنی گیہوں کے نصف صاع کے عوض میں ایک روزہ اور جو (وغیرہ) کے پورے صاع کے عوض میں ایک روزہ۔ پھر اگر نصف صاع سے کم غلہ بچ جائے تو اس میں بھی اسے اختیار ہے چاہے اسے خیرات کر دے اور چاہے اس کے عوض میں سارے دن کا روزہ رکھ لے۔

فائدہ: سارے دن کی قید اس لیے ہے کہ نصف صاع سے کم غلہ ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ کرے کہ روزہ میں کمی کردے کیونکہ دن سے کم کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مثلی شکار میں (اس کا) مثل ہی واجب ہوگا۔ مثلاً ہرن اور کفتار کے شکار کرنے میں بکری ہے اور خرگوش (کے عوض) میں عناق ہے اور نعامہ (کے عوض) میں بدنہ ہے اور یربوع (کے عوض) میں جفرہ ہے۔

فائدہ: عناق بکری کے چھ مہینے کے بچہ کو کہتے ہیں اور نعامہ شتر مرغ کو اور یربوع لومڑی کو کہتے ہیں اور جفرہ بکری کے چار مہینے کے بچہ کو۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی شکار کو زخمی کر دیا یا اس کے بال اکھیڑ لیے یا اس کا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو جتنا نقصان اس کے عوض میں آئے گا اس کا دینا واجب ہے اور اگر پرندہ کے پر اکھیڑ لیے یا کسی شکار کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے کہ اب وہ پرندہ اڑ نہیں سکتا یا وہ شکار دوڑ نہیں سکتا تو اس صورت میں اس پر پوری قیمت واجب ہے۔

اگر انڈے میں سے مرا ہوا بچہ نکلا ہے تو اس جیسے زندہ بچہ کی قیمت اس پر واجب ہے اور کوے، چیل، بھیڑیئے، سانپ، بچھو، چوہے، کنکھنے کتے کے مارنے میں کچھ واجب نہیں ہے اور نہ مچھر اور پسو اور چچڑی کے مارنے میں کچھ واجب ہے اور اگر کسی نے جوں کو مار دیا تو جتنا چاہے صدقہ دے دے۔

فائدہ: یعنی چاہے ایک مٹھی اناج دے دے اور چاہے روٹی کا ذرا سا ٹکڑا دے دے کیونکہ جوں بدن کے میل وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے۔

جوہرہ میں لکھا ہے کہ اس صدقہ کا حکم اس صورت میں ہے کہ بدن سے یا کپڑے پر سے یا سر میں سے جوں کو پکڑے اور اگر محرم زمین پر پکڑ کر مار دے تو اس پر کچھ نہیں ہے اور مچھر وغیرہ میں صدقہ نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ چیزیں شکار نہیں ہیں اور نہ بدن کے میل وغیرہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ بطبعہا موذی بھی ہیں اس لیے ان کے مارنے کی جزا واجب نہیں ہے۔

: اور اگر اس نے ٹڈی کو مار دیا تو وہ جو کچھ چاہے صدقہ دے دے اور ایک کھجور ٹڈی

سے بہتر ہے اور اگر درندوں وغیرہ میں سے (محرم) ایسے جانور کو مار دے جس کا گوشت کھایا نہ جاتا ہو تو اس پر جزا واجب ہے اور یہ جزا قیمت میں ایک بکری (کی قیمت) سے نہ بڑھے گی۔

فائدہ: درندوں سے مراد یہ ہیں۔ جیسے شیر، چیتا، بھگیر، کفتار اور وغیرہ کہنے سے پرند شکار مراد ہیں جیسے باز اور شکرا وغیرہ اور یہ جانور خواہ کسی قیمت کے ہوں لیکن ان کی جزا ایک بکری کی قیمت سے نہ بڑھے گی۔ ہاں کمی کی صورت میں یہ کم ہو جائے گی۔

ترجمہ: اگر کسی درندے نے محرم پر حملہ کیا اور اس محرم نے اسے مار دیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔

اگر کسی محرم کو مجبوراً شکار کا گوشت کھانا ہو اور وہ شکار کر لے تو اس پر جزا واجب ہے۔

اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ بکری اور گائے اور اونٹ اور مرغی اور گھر کی پلی ہوئی بطخ کو محرم ذبح کر دے اور اگر وہ پاموز کبوتر اور پلے ہوئے ہرن کو ذبح کرے گا تو اس پر جزا واجب ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ دونوں جانور اصل میں وحشی اور جنگلی ہیں اور ان کا پلا ہوا ہونا عارضی امر ہے اس لیے اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

ترجمہ: اگر محرم کسی شکار کو ذبح کر دے تو اس کا ذبح کیا ہوا مردار ہے۔ اس کا کھانا درست نہیں ہے اور محرم کو ایسے شکار کے گوشت کھانے میں کچھ حرج نہیں ہے جو کسی حلال آدمی نے شکار کیا ہو اور اسی نے ذبح کیا ہو۔ جس وقت کہ محرم نے وہ شکار اسے نہ بتلایا ہو اور نہ اس کے شکار کرنے کے لیے اسے کہا ہو۔ اور حرم کے شکار میں جس وقت اسے حلال آدمی ذبح کرے تو اس پر جزا واجب ہے۔

فائدہ: اس جزا کے عوض میں روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا کیونکہ یہ تاوان ہے کفارہ نہیں ہے۔ پس یہ مالوں کی ضمانت کے مشابہ ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی محرم نے حرم کی گھاس اکھیڑ لی یا وہاں کا ایسا درخت کاٹ دیا جو کسی کی ملکیت نہ تھا اور نہ ایسا تھا کہ جسے بوتے ہوں تو اس پر اس کی قیمت واجب ہے۔

جو احکام ہم نے ایسے ذکر کیے ہیں کہ ان میں مفرد پر ایک دم واجب ہوتا ہے اگر ان

کو قارن کرے گا تو اس پر دو دم واجب ہوں گے۔ ایک اس کے حج کی وجہ سے اور دوسرا اس عمرے کی وجہ سے۔ ہاں اگر وہ بغیر احرام باندھے میقات سے گذر جائے۔ پھر حج و عمرہ کا احرام باندھے تو اس پر ایک دم لازم ہوگا۔

اگر حرم کے شکار کرنے میں دو محرم شریک ہو جائیں تو دونوں پر پوری پوری جزا واجب ہوگی۔ اور اگر حرم کے شکار میں دو حلال شریک ہو جائیں تو دونوں پر ایک ہی جزا واجب ہوگی (یعنی دونوں نصف نصف جزا دیں) اور اگر کوئی محرم شکار کو بیچ دے یا خرید لے تو یہ خرید و فروخت باطل ہے۔

باب الاحصار

حج میں رکاوٹ پڑنے کا بیان

فائدہ: لغت میں احصار کے معنی روک دینے کے ہیں اور شریعت میں احصار سے مراد یہ ہے کہ محرم کسی امر شرعی کی وجہ سے وقوف عرفات اور طواف کرنے سے روک دیا جائے۔ اس کے لیے حتیٰ الامکان قضا شرط ہونے پر ایک دم دے کے حلال ہو جانا جائز ہے جیسا کہ جوہرہ میں ہے۔ پھر اگر وہ ان دونوں یعنی وقوف اور طواف میں سے ایک پر قادر ہو جائے تو محصر نہیں رہتا۔ اسی طرح کنز کی شرح عینی میں ہے۔

ترجمہ: اور محرم دشمن یا بیماری کی وجہ سے (حج یا عمرہ کے لیے) جانے سے رُک جائے تو اسے حلال ہونا جائز ہے اور بعض (فقہاء) کا قول یہ ہے کہ یہ ایک بکری (یا ایک بکری کی قیمت) بھیج دے جو حرم میں ذبح کی جائے (اور اس بکری کے ذبح ہونے سے پہلے اسے حلال ہونا جائز نہیں ہے) اور جو شخص اس بکری کو لے جائے اس سے کہہ دے کہ فلاں روز ذبح کرنا پھر (اسی روز) آپ حلال ہو جائے۔

اگر وہ قارن تھا تو دو بکریاں بھیجے (کیونکہ اسے دو احراموں سے حلال ہونے کی ضرورت ہے)

احصار کی بکری حرم کے سوا اور کہیں ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قربانی کے دن سے پہلے اسے ذبح کر دینا جائز ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی حج سے رُک گیا ہے تو اس کی بکری کو فقط قربانی ہی کے دن ذبح کرنا جائز ہے اور عمرے سے رُک جانے والا بکری کو (بالاتفاق) جب چاہے ذبح کر دے۔ (لیکن حرم ہی میں کرے)

حج سے رک جانے والا جب حلال ہو جائے تو (دوسرے سال) ایک حج اور ایک عمرہ کرنا اس پر واجب ہے۔ اور عمرہ سے رُک جانے والے پر (ایک ہی عمرے کی) قضا واجب ہے۔ اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے کرنے واجب ہیں۔

جب محرم نے ہدی بھیجی اور جانے والوں سے کہہ دیا کہ اسے فلانے ہی روز ذبح کرنا اور بعد اس کے وہ احصار جاتا رہا تو اگر حج اور ہدی دونوں اسے مل سکتے ہیں تو اسے حلال ہونا جائز نہیں ہے اور جانا لازم ہے اور اگر فقط ہدی مل سکتی ہے اور حج نہیں مل سکتا (یعنی حج کے تھوڑے دن رہ گئے ہیں) تو یہ حلال ہو جائے اور اگر حج مل سکتا ہے اور ہدی نہیں مل سکتی تو استحساناً اسے حلال ہونا جائز ہے۔

فائدہ: استحسان خلاف قیاس کو کہتے ہیں۔ قیاس یہاں یہ چاہتا تھا کہ اسے حلال ہونا جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ یہ اصل پر یعنی حج پر قادر ہے۔ مگر چونکہ حلال ہدی کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور اب ہدی نہیں مل سکتی تو اس لیے خلاف قیاس اسے حلال ہو جانا جائز ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی مکہ میں روک دیا گیا حالانکہ اس نے ابھی وقوف (عرفات) اور طواف نہ کیا تھا تو وہ محصر ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کو کر سکتا ہے تو وہ محصر نہیں ہے۔

باب الفوات

حج فوت ہونے کا بیان

فائدہ: اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اور وقوف عرفات نہ کرسکا یہاں تک کہ عید کے دن صبح صادق ہوگئی تو اس کا حج فوت ہوگیا (کیونکہ حج وقوف عرفات ہی ہے)

اس پر لازم ہے کہ طواف وسعی کر کے حلال ہو جائے اور آئندہ سال حج کرے اور اس پر دم واجب نہیں ہے۔

عمرہ فوت نہیں ہوتا اس کو سارے سال میں جب کوئی چاہے کرسکتا ہے مگر پانچ دنوں میں کرنا مکروہ ہے۔ عرفہ کے دن میں۔ اور عید کے دن اور تشریق کے تین دنوں میں۔

عمرہ کرنا سنت ہے اور اس کے افعال یہ ہیں: احرام، طواف، سعی۔

باب الهدی

ہدی کا بیان

ترجمہ: سب سے ادنیٰ درجہ کی ہدی بکری ہے اور ہدی کی تین قسمیں ہیں اونٹ، گائے، بکری، ان سب میں ثنی یا اس سے زیادہ عمر کی جائز ہے۔ سوائے بھیڑ کے کہ اس کا چھ مہینے کا بچہ بھی ہدی میں کافی ہے۔

فائدہ: ثنی اونٹوں میں اسے کہتے ہیں جو چھٹے برس میں ہو اور گائے میں وہ کہ جو تیسرے برس میں ہو اور بکری میں وہ جو دوسرے برس میں ہو اسی طرح کشف میں ہے۔

ترجمہ: ہدی میں ایسا جانور (بھیجنا) جائز نہیں ہے جس کے کان بالکل ہی کٹے ہوئے ہوں۔ یا آدھے سے زیادہ کٹے ہوئے ہوں اور نہ دم کٹی ہو اور نہ پیر کٹا ہو اور نہ ہاتھ کٹا ہو اور نہ اندھا ہو اور نہ (ایسا) دبلا (کہ جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو) اور نہ لنگڑا جو مذبح تک نہ جا سکے۔

سب جنایتوں میں بکری جائز ہے مگر دو موقعوں پر۔ ایک یہ کہ جنبی طواف زیارت کر لے اور دوسرا یہ کہ وقوف عرفات کے بعد کوئی مجامعت کرے کیونکہ دونوں صورتوں میں سوائے اونٹ یا گائے کے اور کچھ جائز نہیں ہے۔

اونٹ اور گائے میں سے ہر ایک سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہو سکتی ہے۔ جب کہ ان ساتوں کی نیت قربانی کی ہو اور اگر ان میں ایک آدمی (بھی) اپنے حصہ میں گوشت کا ارادہ کرے تو اوروں کے لیے اس کی قربانی جائز نہ ہوگی۔

تطوع (یعنی نفلی) اور تمتع اور قران کی ہدی میں سے کھانا جائز ہے۔ اور باقی ہدیوں میں سے (کھانا) جائز نہیں ہے۔ اور تطوع اور تمتع اور قران کی ہدی کو فقط عید ہی کے دن ذبح کرنا جائز ہے اور باقی ہدیوں کو جس وقت کوئی چاہے ذبح کر دینا جائز ہے۔

ہدیوں کو فقط حرم ہی میں ذبح کرنا جائز ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بالغ الکعبۃ) اور جائز ہے کہ ہدیوں کا گوشت حرم کے مسکینوں وغیرہ پر صدقہ کر دے۔

فائدہ: کیونکہ حرم کے مسکینوں فقیروں کو دینا افضل ہے۔ ہاں اگر اور لوگ ان سے بھی زیادہ حاجت مند ہوں ان کو دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ترجمہ: اور ہدیوں کو شہرت دینا واجب نہیں ہے اور اونٹوں میں افضل نحر کرنا ہے اور گائے اور بکری کو ذبح کرنا افضل ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ آدمی اپنی قربانیوں کو خود ذبح کرے جبکہ وہ اچھی طرح کر سکتا ہو اور ان کی جھولوں اور نکیلوں کو خیرات کر دے اور قصاب کی مزدوری اس میں سے نہ دے۔ اور اگر کوئی شخص اونٹ یا گائے کو (ہدی کر کے) لے جائے۔ پھر (بیماری وغیرہ کی وجہ سے) اسے سواری کی سخت ضرورت ہو تو ہدی پر سوار ہو جائے اور اگر ضرورت نہیں ہے تو اس پر سوار نہ ہو اور اگر اس کے دودھ ہے تو اسے نہ دوہے بلکہ اس کے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑک دے تا کہ دودھ خشک ہو جائے۔

اگر کسی نے ہدی روانہ کر دی تھی پھر وہ مر گئی۔ اگر یہ ہدی نفل کی تھی تو اور ہدی واجب نہ ہوگی۔ اور اگر واجب کی تھی تو دوسری ہدی اس کے قائم مقام کرنی اس پر واجب ہے اور اگر ہدی میں کوئی بڑا عیب پیدا ہو گیا ہو تب بھی اور ہدی اس کے قائم مقام کرے اور عیب دار کو جو

چاہے کرے اور جس وقت ہدی کا اونٹ راستہ میں مرجائے اگر وہ نفل کا تھا تو اسے نحر کردے اور اس کے کھروں کو اس کے خون میں رنگ دے اور اسے اس کے شانہ پر مار دے اور اس کا گوشت نہ یہ خود کھائے اور نہ اس کے سوا مالدار لوگ کھائیں اور اگر وہ واجب کا تھا تو اس کے قائم مقام اور اونٹ کردے اور اسے جو چاہے کرے۔

نفلی اور تمتع اور قران کی ہدی کے قلادہ ڈالا جائے اور احصار اور جنایتوں کے دم کے نہ ڈالا جائے۔

کتاب البیوع

خرید وفروخت کا بیان

ترجمہ: بیع ایجاب سے ہوجاتی ہے جب کہ یہ دونوں ماضی کے لفظ سے ہوں۔

فائدہ: ماضی گذشتہ زمانہ کو کہتے ہیں اور مستقبل زمانہ آئندہ کو۔ ماضی کے لفظ سے کہنے کے یہ معنی ہیں یعنی ایک کہے میں نے بیچا دوسرا کہے میں نے خرید لیا اور اگر ایک نے ماضی کے لفظ سے کہا اور دوسرے نے مستقبل کے لفظ سے تو بیع نہ ہوگی۔

ترجمہ: اور جب ان دونوں یعنی بیچنے اور خریدنے والوں میں سے ایک نے بیع کا ایجاب کردیا (یعنی یہ کہہ دیا کہ میں بیچ چکا) تو دوسرے کو اختیار ہے اگر چاہے اسی مجلس میں (یعنی وہیں بیٹھا ہوا) اسے قبول کرلے اور چاہے لوٹا دے۔ پس قبول کرنے سے پہلے اگر کوئی ان دونوں میں سے اس مجلس سے کھڑا ہوجائے گا تو یہ ایجاب باطل ہوجائے گا۔

جس وقت ایجاب وقبول دونوں ہوجائیں تو بیع لازم ہوجائے گی۔ اور ان دونوں میں سے کسی کو کچھ اختیار نہ رہے گا۔ ہاں اگر بیع میں یعنی جو چیز خریدی ہے اس میں کوئی عیب نکل آئے یا بلا دیکھے خرید لی تھی (اور پھر کچھ نقص معلوم ہوا) اور بیع کے جائز ہونے میں ان چیزوں کی مقدار وغیرہ معلوم کرانے کی ضرورت نہیں ہے جو سامنے موجود ہوں۔

اثمان مطلقہ کے ساتھ بیع درست نہیں ہوتی ہاں اگر ان کی مقدار اور وصف معلوم ہو۔

فائدہ: اثمان مطلقہ کے ساتھ بیع ہونے کی یہ صورت ہے مثلاً بائع یہ کہے کہ میں نے یہ چیز تمہارے ہاتھ فروخت کی جو بھی اس کی قیمت ہے۔ تو جب تک یہ بائع قیمت کو مقرر کر کے نہ کہے گا یہ بیع درست نہ ہوگی۔

ترجمہ: نقد اور ادھار دونوں طرح بیچنا جائز ہے مگر ادھار اس صورت میں جائز ہے کہ اس کی مدت معین ہو اور اگر کسی نے قیمت کو بیع میں مطلق چھوڑ دیا ہے تو اس سکہ پر عمل کیا جائے گا جو اس شہر میں چلتا ہوگا۔

فائدہ: قیمت کو مطلق چھوڑ دینے کی یہ صورت ہے مثلاً کسی بائع نے کہا کہ میں اپنی یہ چیز دس روپیہ میں فروخت کر چکا اور اس نے کوئی سکہ مقرر نہیں کیا۔ یہ بیع جائز ہے لیکن اسی روپیہ کے ساتھ جو اس شہر میں چلتا ہو وہی روپیہ اس بائع کو دے دیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر اس شہر میں کئی طرح کے روپیہ چلتے ہیں تو یہ بیع فاسد ہوگی ہاں اگر وہ کسی ایک قسم کے روپیہ کو بیان کر دے اور سب قسم کے اناج کو پیمانے اور اٹکل سے بیچنا جائز ہے اور ایسے معین برتن سے اور ایسے وزن دار معین پتھر سے بھی کہ جن کی مقدار معلوم نہ ہو۔

فائدہ: یہ اس صورت میں جائز ہے کہ وہ پتھر اور برتن اسی طرح باقی رہیں اور اگر اس بیع کے سونپ دینے سے پہلے وہ تلف ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ جس سے بیچا ہے اس کی مقدار معلوم نہ ہوگی اور پھر جھگڑا ہوگا۔

ترجمہ: اگر کسی نے اناج کا ڈھیر اس طرح بیچا کہ ایک قفیز (یعنی ایک پیمانہ) ایک درہم کا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع فقط ایک پیمانہ میں جائز ہوگی (اسی پر فتویٰ ہے) اور باقی میں باطل ہو جائے گی۔ ہاں اگر سب پیمانوں کا نام لے دے (یعنی یہ کہہ دے کہ دس پیمانہ دس درہم کے ہیں تو ان میں جائز ہوگی)

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے (یعنی خواہ سب پیمانوں کا نام لے یا نہ لے)

اگر کوئی بکریوں کا ریوڑ اس حساب سے بیچے کہ ایک بکری ایک درہم کی ہے تو یہ بیع سب بکریوں میں فاسد ہوگی (اسی پر فتویٰ ہے) اور اسی طرح اگر کسی نے اس طرح کپڑا بیچا ہو

کہ فی گز ایک درہم کا ہے اور سب گزوں کا نام نہ لیا (تو یہ بیع بھی درست نہ ہوگی)

اگر کسی نے اناج کا ڈھیر خریدا اس شرط پر کہ سو پیانے سو درہم کے ہیں۔ پھر اناج (کو ناپا تو) اس سے کم نکلا۔ تو خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے اس موجودہ اناج کو اسی کے حصہ کی قیمت دے کر لے لے اور چاہے بیع کو فسخ کر دے۔

فائدہ: مثلاً سو پیانے اناج ٹھہرا تھا اور اسی پیانے نکلا تو اب خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے اسی درہم دے کر ان اسی پیانوں کو لے لے اور چاہے پھیر دے۔

ترجمہ: اور اگر اس سے زیادہ پیانے نکل آئیں تو وہ زیادہ بیچنے والے کے ہیں اور اگر کسی نے کوئی کپڑا خریدا اس شرط پر کہ دس گز کپڑا دس درہم کا ہے یا زمین خریدی اس شرط پر کہ سو گز سو درہم کی ہے پھر وہ کپڑا یا وہ زمین اس سے کم نکلی تو خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے پوری قیمت کے عوض میں اسے لے لے اور چاہے چھوڑ دے اور اگر جتنے گزوں کا نام لیا تھا اس سے زیادہ نکل آئے تو وہ خریدنے والے کے ہیں بیچنے والے کو کچھ اختیار نہیں ہے۔

اگر بیچنے والے نے یہ کہا تھا کہ میں تمہارے ہاتھ اس کپڑے کو اس شرط پر بیچتا ہوں کہ یہ سو گز سو درہم کا ہے۔ فی گز ایک درہم کو پھر وہ کپڑا اس سے کم نکلا تو خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے اس کے حصہ کی قیمت دے کر اسے لے لے اور چاہے اسے چھوڑ دے اور اگر زیادہ نکل آیا ہے تب بھی خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے سارے کو فی گز ایک درہم کے حساب سے لے لے اور چاہے بیع فسخ کر دے۔

اگر بیچنے والے نے یہ کہا کہ یہ بچہ تمہارے ہاتھ اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اس میں دس کپڑے سو درہم کے ہیں۔ ہر کپڑا دس درہم کا ہے پس اگر خریدنے والا اس سے کم پائے تو اسی حصہ میں بیع ہو جائے گی اور اگر دس کپڑوں سے زیادہ پائے تو بیع فاسد ہے۔ اور اگر کوئی شخص مکان بیچے تو اس کی دیواریں اور چھت بیع میں داخل ہوں گی اور اگر چہ اس کا نام نہ لے اور اگر کسی نے زمین بیچی تو جس قدر کھجوروں وغیرہ کے درخت اس میں ہوں گے وہ سب بیع میں داخل ہوں گے۔

فائدہ: وہ درخت بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں۔ پھلدار ہوں یا بے پھل ہوں صحیح مذہب یہی ہے۔اسی طرح نہایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور زمین کے بیع کرنے میں کھیتی بیع میں نہ آئے گی۔ ہاں اگر اس کا نام لے اور اگر کسی نے کھجور کے درخت یا اور پھلدار درخت بیچے تو وہ پھل بیچنے والے کا ہوگا۔ ہاں اگر خریدنے والا یہ شرط کرلے کہ پھل بھی میرا ہی ہے اور بائع (کے ہونے کی صورت میں بائع) سے کہا جائے گا کہ اس پھل کو توڑ لے اور بیع کے خریدنے والے کے سپرد کر۔

اگر کسی نے ایسا پھل بیچا جو کھانے کے قابل نہ ہوا تھا یا ہوگیا تھا تو یہ بیع جائز ہے اور خریدنے والے پر واجب ہے کہ اس پھل کو اسی وقت توڑے اور اگر درختوں ہی میں رہنے دینے کی شرط کرلی تھی تو یہ بیع فاسد ہوگئی اور پھل کو اس طرح بیچنا جائز نہیں ہے کہ چند سیر پھل اپنے لیے مستثنٰی کرے۔

فائدہ: یعنی اس طرح کہہ دے کہ ان درختوں پر جو پانچ من یا جس قدر پھل ہے اس میں سے چار سیر میرا ہے وہ میں نہیں بیچتا تو یہ بیع جائز نہ ہوگی۔

ترجمہ: اور گیہوں کو اس کی بالوں میں اور باقلے کو اس کی پھلیوں میں بیچنا جائز ہے۔ اور اگر کسی نے مکان بیع کیا تو اس کے قفلوں کی کنجیاں بھی بیع میں داخل ہوں گی اور ناپنے والے اور روپیہ پرکھنے والے کی مزدوری بائع کے ذمہ ہے اور قیمت جانچنے والے کی مزدوری مشتری کے ذمہ۔

فائدہ: آج کل فتویٰ اس پر ہے ناپنے والے کی مزدوری بائع کے ذمہ ہے اور روپیہ پرکھنے والے کی مشتری کے ذمہ۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی قیمت پر کچھ اسباب بیچا تو اوّل مشتری سے کہا جائے گا کہ قیمت ادا کر۔ جب وہ قیمت ادا کردے گا تو اب بائع سے کہا جائے گا کہ بیع مشتری کے سپرد کر اور اگر کسی نے کچھ اسباب' اسباب کے عوض بیچا۔ یا قیمت' قیمت کے عوض بیچی (یعنی چاندی سونے کے عوض بیچی یا سونا چاندی کے عوض بیچا) تو دونوں سے کہا جائے گا کہ دونوں ساتھ ساتھ دیں۔ (یعنی ہاتھوں ہاتھ لے دے لیں)

باب خیار الشرط

سودا قبول کرنے نہ کرنے کا بیان

ترجمہ: بیع میں بائع اور مشتری دونوں کے لیے خیار شرط جائز ہے اور دونوں کو تین دن یا اس سے کم اختیار رہتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے زیادہ جائز نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مدت مقرر کر لے تو اس سے زیادہ بھی جائز ہے۔

بائع کا خیار مبیع کو اس کی ملک سے نکلنے سے روک دیتا ہے۔

فائدہ: یعنی اگر خاص بائع ہی کو خیار ہے تو اس صورت میں بیع کرنے کے بعد مبیع اس کی ملک سے نہیں نکلتی۔

ترجمہ: پس اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا تھا اور خیار کی مدت میں مبیع اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوگئی تو مشتری اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: یعنی جب کہ وہ بیع مثلی نہ ہو اور اگر مثلی ہوگی تو مشتری پر اس کی مثل دینا واجب ہوگا۔

ترجمہ: اور مشتری کا خیار بیع کو بائع کی ملک سے نہیں روکتا۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مشتری بھی اس کا مالک نہیں ہوتا۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مشتری مالک ہو جاتا ہے پس اگر وہ چیز (جس میں مشتری کا خیار تھا) مشتری کے ہاتھ سے جاتی رہی تو مشتری کو اس کا ثمن دینا پڑے گا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اس چیز میں کوئی عیب نکل آئے۔

فائدہ: ثمن ان داموں کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے عوض آپس میں ٹھہر جائیں خواہ وہ چیز اتنے کی ہو یا نہ ہو۔ اور قیمت اسے کہتے ہیں جو بازار کے نرخ وغیرہ سے اس کے دام لگیں۔

ترجمہ: اور جو شخص اپنے لیے خیار شرط کرے تو اسے اختیار ہے کہ خیار کی مدت میں چاہے اس چیز کو رکھ لے اور چاہے پھیر دے۔ لیکن اگر رکھے تو یہ بلا موجودگی بائع جائز ہے۔ اور اگر

پھیرے تو اس کے موجود ہوئے بغیر پھیرنا جائز نہیں ہے (اسی پر فتویٰ ہے)

اگر جس کے لیے خیار تھا وہ مرگیا تو خیار باطل ہو گیا۔ وہ وارثوں کی طرف منتقل نہ ہو گا۔ اگر کسی نے ایک غلام کو اس شرط پر بیع کیا کہ یہ روٹی پکانی جانتا ہے یا کاتب ہے۔ پھر وہ اس کے خلاف نکلا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے پوری قیمت دے کر لے لے اور چاہے نہ لے۔

باب خیار الرؤیة

سودے کو دیکھنے کے اختیار کا بیان

ترجمہ: اگر کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز خرید لی تو یہ بیع جائز ہے اور اسے اختیار ہے کہ جس وقت دیکھے چاہے (پوری قیمت میں) اسے رکھ لے اور چاہے پھیر دے۔ اور اگر کسی نے اپنی کوئی چیز بغیر دیکھے فروخت کر دی تو اسے اختیار نہیں رہتا۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے مثلاً کسی کو ورثہ میں کوئی چیز ملی تھی اور اس نے اسے بے دیکھے ہی فروخت کر دی ایسی صورتیں اکثر پیش آتی ہیں۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے اناج کے ڈھیر کو اوپر سے دیکھ لیا تھا (یعنی اندر ہاتھ ڈال کر نہیں دیکھا تھا) یا لپٹے ہوئے کپڑے کو اوپر سے دیکھ لیا تھا یا لونڈی کے منہ کو دیکھ لیا تھا۔ یا چوپائے کی اگاڑی اور پچھاڑی کو دیکھ لیا تھا (اور پھر خرید لیا) تو اب اسے اختیار نہ رہے گا۔

فائدہ: اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ بیع میں ساری بیع کو دیکھنا شرط نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دشوار امر ہے اس لیے فقط اتنا دیکھ لینا کافی ہے جو مقصود کا علم ہو جانے پر دلالت کرے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے مکان کا صحن دیکھ کر اسے خرید لیا تھا تو اسے بھی اختیار نہیں رہتا اگرچہ اس کے کمرے (وغیرہ) نہ دیکھے ہوں اور اندھے کی خرید و فروخت جائز ہے اور وہ جب خریدے گا اسے اختیار ہو گا اور بیع کو چھو (کر دیکھ) نے سے اس کا اختیار ساقط ہو جائے گا۔ جس وقت کہ وہ ایسی چیز ہو جو چھونے سے معلوم ہو جاتی ہو اور جو سونگھنے سے معلوم ہو گی اس میں اختیار سونگھنے سے ساقط ہو جائے گا اور جو چکھنے کی ہو گی اس میں چکھنے سے ساقط ہو جائے گا

اور اگر اس نے زمین خریدی ہے تو جب تک زمین کی حالت اس سے بیان نہ کر دی جائے گی اس کا اختیار ساقط نہ ہوگا۔

اگر کوئی کسی کی چیز کو بغیر اس کی اجازت کے بیع کر دے تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے بیع کو رکھے اور چاہے نہ رکھے اور اس کی اجازت دینی اس وقت ہے کہ وہ بیع اور لینے دینے والے تینوں موجود ہوں۔

اگر (دو کپڑے رکھے تھے اور) کسی نے ایک کو دیکھ کر دونوں خرید لیے۔ پھر دوسرے کو دیکھا تو اسے دونوں کو لوٹا دینا جائز ہے اور اگر کسی کو دیکھنے کا اختیار تھا اور وہ مر گیا تو اس کا اختیار باطل ہو گیا۔

فائدہ: یعنی اختیار باطل ہو کر بیع پوری ہو گئی اور خیار شرط کی طرح یہ بھی ورثہ کی طرف منتقل نہ ہوگا۔

ترجمہ: اور کسی نے کوئی چیز دیکھی تھی اور وہ مدت کے بعد خریدی تو اگر وہ اسی حالت پر ہے جس حالت میں اس نے دیکھی تھی تو اسے کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر اس میں کچھ فرق آ گیا ہے تو اسے اختیار ہے چاہے رکھے چاہے نہ رکھے۔

باب خیار العیب

عیب کے سبب سے واپس کرنے کا بیان

ترجمہ: اگر مشتری کو بیع ہو جانے کے بعد مبیع میں کوئی عیب معلوم ہو تو اسے اختیار ہے چاہے قیمت کے عوض اسے لے لے اور چاہے پھیر دے اور یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ بیع کو رکھ لے اور عیب کے نقصان کا طالب ہو۔

سوداگروں کے نزدیک جس سے قیمت میں کمی آ جائے وہی عیب ہے اور غلام کا بھاگنا اور چھٹپنے میں بچھونے پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا عیب ہے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہوں۔ یہاں تک کہ بالغ ہونے کے بعد (بائع کے ہاں) وہ پھر عود نہ کریں۔

فائدہ: یعنی اگر کسی غلام کے اندر بچپنے میں یہ چیزیں پائی جاتی تھیں اور اب بالغ ہونے کے بعد بائع کے یہاں یہ چیزیں نہ رہیں تو اگر بیع ہونے کے بعد مشتری کے ہاں جا کر پھر ہو جائیں تو انھیں حادث عیب شمار کریں گے گویا یہ عیب مشتری ہی کے ہاں پیدا ہوا ہے۔ قدیمی نہیں ہے۔ لہٰذا مشتری کو ایسے غلام کو پھیرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر بالغ ہونے کے بعد بھی بائع کے یہاں ان چیزوں کا ظہور رہا ہے تو ان کو قدیمی عیب شمار کریں گے۔

ترجمہ: اور گندہ دہن اور گندہ بغل لونڈی میں ہونا عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے۔ مگر یہ کہ کسی بیماری سے ہو (تو غلام میں بھی عیب شمار ہوگا) اور زنا ہونا لونڈی میں عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے۔

فائدہ: مگر یہ کہ غلام کی عادت ہی زنا کی ہو جائے اور عادت سے مراد یہ ہے کہ دو عورتوں سے زیادہ زنا کر لے۔ کیونکہ عورتوں کے پیچھے پھرنے سے ضرور خدمت گذاری میں قصور آئے گا اس لیے یہ عیب شمار ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر مشتری کے ہاں کوئی عیب پیدا ہو گیا پھر اسے (اس میں) ایک ایسا عیب معلوم ہوا جو بائع کے ہاں بھی تھا تو مشتری کو اختیار ہے کہ عیب کی کمی کو اس سے واپس لے لے اور بیع کو نہ پھیرے۔ ہاں اگر بائع باوجود بیع کے عیب دار ہونے کے اسے لینے پر راضی ہو۔

اگر مشتری نے کپڑے کو کتر لیا اور سی لیا ہے یا رنگ لیا ہے۔ یا ستو تھا اور (اس میں) گھی وغیرہ ملا لیا ہے اور اس کے بعد اس میں اسے عیب معلوم ہوا تو مشتری اس عیب کا نقصان بائع سے لے لے۔ اور بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس چیز کو بعینہٖ واپس لے لے۔

اگر کسی نے ایک غلام خریدا تھا پھر اسے آزاد کر دیا۔ یا وہ اس کے پاس آ کر مر گیا پھر مشتری کو اس کوئی عیب معلوم ہوا تو مشتری اس عیب کا نقصان بائع سے لے لے۔ اور اگر غلام (یعنی بیع) کو خود مشتری نے مار دیا ہو یا (بیع) کھانا تھا اور وہ مشتری نے کھا لیا پھر اسے اس کا کوئی عیب معلوم ہوا تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اب مشتری کچھ واپس نہیں لے سکتا۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس عیب کا نقصان بائع سے لے لے۔

فائدہ: نہایہ میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے اور اگر کسی نے کوئی

کھانے کی چیز خریدی اور اس میں سے کچھ کھالی کچھ رکھ لی پھر اس میں کوئی ایسا عیب معلوم ہوا جو بائع کے گھر کا تھا تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہ بچی ہوئی کو پھر کھا سکتا ہے اور نہ اس عیب کا نقصان لے سکتا ہے۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ جو بچی ہوتی ہے یا تو اسے واپس کردے یا عیب کا نقصان لے لے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک غلام خریدا اور خریدنے والے نے اور کسی کے ہاتھ بیچ دیا۔ پھر وہ کسی عیب کی وجہ سے اس کے پاس واپس آیا تو اگر اس پہلے خریدنے والے نے اس غلام کو قاضی کے حکم سے قبول کیا تھا تو اس کے لیے جائز ہے کہ یہ اپنے بائع کو پھیر دے اور اگر بدون حکم قاضی کے لیے لیا تھا تو اب اپنے پہلے بائع کو نہیں پھیر سکتا اور اگر کسی نے غلام (وغیرہ) خریدا اور بائع نے ہر عیب سے بری الذمہ ہونے کی شرط کر لی (یعنی یہ کہہ دیا کہ اب اس میں خواہ کوئی عیب ہو میں واپس نہ کروں گا) تو آپ کسی عیب کی وجہ سے مشتری کو اس کے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اگرچہ سب عیبوں کا نام نہ لیا ہو۔ اور نہ انھیں شمار کر کے کہا ہو۔

باب البیع الفاسد

بیع کی ناجائز صورتوں کا بیان

ترجمہ: جس وقت مبیع اور قیمت میں سے ایک یا دونوں حرام چیزوں میں سے ہوں (اور ان کی حرمت خواہ نص سے ہو یا اجماع سے) تو یہ بیع فاسد (یعنی باطل) ہے جیسے مردار کو یا خون کو یا شراب کو یا سور کو بیچنا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جب مبیع ملکیت میں نہ ہو جیسے آزاد آدمی کو بیچ دینا اور ام ولد اور مدبر اور مکاتب کی بیع فاسد ہے۔

فائدہ: ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں جس کے اپنے آقا سے اولاد ہو جائے۔

مدبر وہ غلام ہے جس سے آقا کہہ دے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔

مکاتب وہ غلام ہے جو آقا سے اپنی قیمت اپنے ذمہ لے لے۔ اور یہاں بیع فاسد ہونے سے

مراد بیع کا باطل ہونا ہے۔ کیونکہ یہ لونڈی اور دونوں قسم کے غلام آزاد ہو جانے کے مستحق ہو جاتے ہیں۔لہٰذا ان کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: مچھلی شکار کرنے سے پہلے دریا ہی میں بیچ دینا جائز نہیں ہے۔ اور نہ پرندے کو ہوا میں بیچ دینا جائز ہے اور نہ حمل کو پیٹ میں بیچ دینا جائز ہے اور نہ نتاج (یعنی حمل کا حمل) بیچنا جائز ہے اور نہ اون کو بکری وغیرہ کی پیٹھ پر (یعنی کترنے سے پہلے) بیچنا جائز ہے اور نہ تھنوں میں دودھ کو بیچنا جائز ہے اور نہ کپڑے میں سے (جو بناوٹ میں مختلف ہو) ایک گز۔ اور نہ چھت میں سے ایک کڑی بیچنا جائز ہے اور نہ ضربۃ القانص (یعنی جال کی پھینک) کا بیچنا جائز ہے۔

فائدہ: ضربۃ القانص اسے کہتے ہیں جو ایک دفعہ دریا میں جال ڈالنے سے کچھ شکار وغیرہ آ جائے اور چونکہ بیع مجہول ہے۔ یعنی یہ معلوم نہیں ہے کہ اب جال میں کیا آ جائے گا۔ اس لیے یہ بیع ناجائز ہے کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ کچھ بھی نہیں آتا۔ اسی طرح ہدایہ کی شرح کفایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور نہ بیع مزابنہ جائز ہے اور بیع مزابنہ اسے کہتے ہیں کہ ٹوٹے ہوئے پھل سے اندازہ کر کے درخت پر لگے ہوئے پھل کو بیچ دینا اور نہ بیع بالقاء حجر اور نہ بیع ملامسہ جائز ہے۔

فائدہ: بیع بالقاء حجر اسے کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری نے ایک چیز کا نرخ ٹھہرا لیا۔ پھر مشتری نے مبیع پر کچھ پتھر وغیرہ ڈال دیا تو یہ مبیع مشتری کی ہو گئی خواہ اس وقت اور اس کے دینے سے بائع راضی ہو یا نہ ہو اور اگر مشتری نے مبیع کو ہاتھ لگا دیا تو اسے بیع ملامسہ کہتے ہیں۔ اس قسم کی بیع زمانہ جاہلیت کے لوگ کیا کرتے تھے۔ اب اس طرح سے بیع کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور نہ دو کپڑوں میں سے ایک کو بلا تعین بیچنا جائز ہے۔

فائدہ: مثلاً بائع کے پاس دو کپڑے ہیں اور وہ کہے ان میں سے میں نے ایک بیچ دیا۔ تو یہ بیع جائز نہیں ہے۔ جب تک کہ اس کو معین نہ کر دے۔ چونکہ کپڑے مختلف ہوتے ہیں اس لیے ایسی بیع سے جھگڑا ہو گا۔

: اور اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ مشتری اسے (خرید کر) آزاد کر دے یا

مدبر کر دے یا مکاتب کر دے یا لونڈی کو اس شرط پر بیچا کہ اسے ام ولد کرے تو یہ بیع فاسد ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ بیع مع شرط ہے اور نبی ﷺ نے بیع مع شرط سے منع فرمایا ہے (جوہرہ)

ترجمہ: اور اسی طرح اگر کسی نے ایک غلام کو اس شرط پر بیچا کہ ابھی ایک مہینہ اس سے خدمت لے گا یا مکان بیچا اس شرط پر کہ اتنی مدت تک بائع اس میں رہے گا یا اس شرط پر کہ مشتری بائع کو ایک درہم قرض دے دے یا اس شرط پر کہ مشتری کچھ تحفہ دے دے (اس میں سے ہر بیع فاسد ہے)

اگر کسی نے ایک لونڈی یا ایک چوپایہ بیچا اور اس کا حمل مستثنیٰ کر لیا تو یہ بیع بھی فاسد ہے۔ اگر کسی نے ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع اسے کترے اور وہی اس کا کرتا یا قبا سی دے یا جوتے کا چمڑا خریدا اس شرط پر کہ بائع اسے سئے یا اس میں تسمہ لگائے تو یہ بیع بھی فاسد ہے۔

اگر کسی نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اس کی قیمت نو روز کے دن دوں گا یا مہرجان میں دوں گا یا نصاریٰ کے روزے کے دن دوں گا۔ یا یہودیوں کی عید کے دن تو اگر بائع اور مشتری ان نوروز وغیرہ کو جانتے ہیں تو یہ بیع جائز ہے ورنہ یہ بیع فاسد ہے۔ اور اگر مشتری نے یہ شرط کی کہ گیہوں کٹنے یا گہے جانے یا انگور اترنے یا حاجیوں کے آنے کے وقت روپیہ ادا کروں گا تو یہ بیع بھی جائز نہیں ہے اور اگر لوگوں کے گیہوں کاٹنے اور گاہنے اور حاجیوں کے آنے سے پہلے بائع اور مشتری دونوں اس مدت کے ساقط کرنے پر رضامند ہو گئے تو یہ جائز ہو جائے گی۔

<u>بیع فاسد کا حکم</u> ✻ جب بیع فاسد میں مشتری نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر لیا اور عوضین میں سے (یعنی مبیع اور قیمت میں سے) ہر واحد مال تھا تو مشتری بیع کا مالک ہو جائے گا اور اس کی قیمت اُسے دینی لازم ہو گی اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو اس کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے پھر اگر مشتری نے اس مبیع کو بیچ دیا تو اس کی بیع جائز ہو جائے گی۔

اگر کسی نے آزاد کو اور غلام کو یا ذبح کی ہوئی اور مری ہوئی بکری کو اکٹھا بیچ دیا تو یہ بیع دونوں چیزوں میں باطل ہے۔ اور اگر کسی نے ایک غلام اور ایک مدبر کو یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو ملا کے بیچ دیا تو غلام کی اسی کے حصہ کی قیمت سے بیع ہو جائے گی۔

فائدہ: اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ مثلاً بائع نے غلام اور مدبر کو بیع تو ملا کر کر دیا تھا۔لیکن دونوں کی قیمتیں علیحدہ علیحدہ معین کر دی تھیں۔یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ غلام سو روپے کا ہے اور مدبر پچاس روپیہ کا ہے۔یہ صورت تو بالاتفاق جائز ہے کہ غلام سو روپیہ میں بیع ہو جائے گا اور مدبر نہ ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مثلاً بائع یہ کہہ دے کہ میں نے ان دونوں کو سو روپیہ میں فروخت کیا اور یہ نہیں معین کیا کہ اس کی یہ قیمت ہے اور اس کی یہ ہے تو یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ بائع اس طرح کہے کہ ان دونوں کو سو روپیہ پر میں نے فروخت کر دیا۔لیکن ہر ایک کو پچاس کو تو یہ صورت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ غلام میں جائز ہوگی اور مدبر وغیرہ میں جائز نہ ہوگی۔

اگر کسی نے دوسرے کی چیز کو بغیر اس کی اجازت کے بیچ دیا تو یہ بیع اصل مالک کی اجازت پر موقوف رہتی ہے اگر اس نے اجازت دے دی تو بیع جائز ہے ورنہ ناجائز۔

بیع مکروہ کی صورتیں ✽ **ترجمہ**: اور بلا ارادۂ خرید کے کسی چیز کی قیمت بڑھانے اور دوسرے کو بھاؤ کرتے ہوئے بھاؤ کرنے اور ارزاں مال خریدنے کے لیے (باہر جا کر) سوداگروں سے مل جانے اور دہقانی کا مال شہری کے ہاتھ فروخت کرنے اور جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور یہ سب صورتیں مکروہ ہیں اور ان سے بیع فاسد نہیں ہوتی۔

فائدہ: بیع فاسد نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان کی اصل قیمت یعنی جو بازار میں عام طور پر اٹھتی ہو مشتری کے ذمہ لازم ہو جاتی ہے اور قبضہ کرنے سے پہلے وہ اس چیز کا مالک ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی چھوٹے چھوٹے دو غلاموں کا مالک ہو گیا۔یعنی خواہ خریدے ہوں یا ورثہ وغیرہ کے ذریعہ سے آ گئے ہوں۔اور وہ دونوں آپس میں بہت ہی قریب کے رشتہ دار ہیں تو ان میں جدائی نہ کرے (یعنی اس طرح کہ ایک کو خود رکھ لے اور دوسرے کو بیچ دے۔یا دونوں کو دو آدمیوں کے ہاتھ بیچ دے)

یہی حکم اس صورت میں ہے کہ ایک بڑا ہو اور دوسرا چھوٹا ہو۔ پس اگر ان میں جدائی کر دے تو مکروہ ہے اور بیع ہو جائے گی۔ اور اگر دونوں بڑے ہیں تو جدائی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

باب الاقالة

سودا واپس کرنے کا بیان

فائدہ: اقالہ کے لغوی معنی پہلے قول کو غلط کر دینے کے ہیں اور شریعت میں اقالہ بیع کو توڑنے یعنی مبیع اور قیمت کے واپس کر دینے کو کہتے ہیں۔

ترجمہ: بیع میں بائع اور مشتری دونوں کو پہلی قیمت کے ساتھ اقالہ کرنا جائز ہے اور اگر کسی نے پہلی قیمت سے زیادہ یا کمی کی شرط کی تو یہ شرط باطل ہے اور بیع پہلی قیمت کے ساتھ واپس کر دی جائے گی۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اقالہ ان بائع اور مشتری کے حق میں بیع کو توڑنا ہے اور ان کے سوا تیسرے کے حق میں بیع جدید ہے۔

فائدہ: اس بیع کے جدید ہونے کا نتیجہ ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے اپنی کوئی چیز دوسرے کو ہبہ کر دی اور جس کو ہبہ کی تھی پھر اس نے وہ فروخت کر دی تو ہبہ کرنے والے کو جو اپنی چیز پھیر لینے کا حق حاصل تھا وہ اس بیع سے جاتا رہے گا۔ اب اگر یہ بائع اور مشتری اقالہ کر لیں تو ہبہ کرنے والا اپنی دی ہوئی چیز کو نہیں پھیر سکتا۔ کیونکہ اقالہ تیسرے کے حق میں بیع جدید ہے۔ گویا اس ہبہ کرنے والے کے اعتبار سے تو اب اس چیز کو بائع نے مشترق سے خریدا ہے۔ لہٰذا اب اس چیز سے اسے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ترجمہ: اور قیمت کا تلف ہونا اقالہ کے صحیح ہونے کو نہیں روکتا۔ ہاں مبیع کا تلف ہونا اس کی صحت کو روک دیتا ہے (یعنی پھر اقالہ نہیں ہو سکتا) اور اگر مبیع کا کچھ حصہ تلف ہو گیا ہے تو باقی مبیع میں اقالہ کر لینا جائز ہے۔

باب المرابحة و التولية

بیع مرابحہ اور تولیہ کا بیان

ترجمہ: پہلی خرید پر کچھ نفع زیادہ کر کے کسی چیز کو بیچنے کا نام مرابحہ ہے اور پہلی خرید پر بلا نفع کے کسی چیز کو بیچنے کا نام تولیہ ہے۔

فائدہ: خلاصہ یہ ہے کہ نفع سے بیچنے کو مرابحہ کہتے ہیں اور بے نفع بیچنے کو تولیہ۔

ترجمہ: اور مرابحہ اور تولیہ اسی وقت درست ہوتی ہے کہ اس کا عوض مثلی چیزوں میں سے ہو۔

فائدہ: یعنی ایسی چیز ہو کہ اس کے تلف ہو جانے سے ویسی ہی چیز دینی پڑے جیسے روپیہ وغیرہ اور وہ چیزیں جو ناپ سے یا تول سے فروخت ہوتی ہیں۔

ترجمہ: اور دھوبی اور رنگریز اور بیل بوٹا کاڑھنے والے اور غلہ اٹھوانے کی مزدوری کو اصل میں ملا دینا جائز ہے اور یہ کہے کہ یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے اور یہ نہ کہے کہ اتنے میں میں نے خریدی ہے۔

فائدہ: مثلاً کسی نے ایک تھان کپڑے کا خرید لیا پانچ روپیہ میں اور ایک روپیہ اس کی دھلائی یا رنگوائی وغیرہ میں دیا تو جب یہ اسے مرابحہ یا تولیہ کے طور پر فروخت کرے تو یہ کہے کہ یہ تھان مجھے چھ روپے میں پڑا ہے یہ نہ کہے کہ میں نے چھ روپیہ میں خریدا ہے۔

ترجمہ: پس مرابحہ میں مشتری کو کچھ خیانت معلوم ہوئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اسے اختیار ہے چاہے اس چیز کو کل زرِ ثمن کے عوض لے لے اور چاہے واپس کر دے اور اگر تولیہ میں خیانت معلوم ہوئی ہے تو خیانت کی مقدار قیمت کم کر دے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (مرابحہ اور تولیہ) دونوں میں کم کر دے۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیمت کسی میں کم نہ کرے۔ لیکن اسے اختیار دونوں میں ہے (کہ چاہے پوری قیمت سے لے لے اور چاہے نہ لے)

اگر کسی نے کوئی منقولہ چیز خریدی تو اس پر اسے اپنا قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: بیع دو قسم کی ہوتی ہے ایک منقولہ جیسے چوپایہ غلہ اور کپڑے وغیرہ۔ اور دوسری غیر منقولہ جیسے زمین اور مکانات وغیرہ۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک زمین کو قبضہ کرنے سے پہلے بیع کر دینا جائز ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا بیع کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

اگر کسی نے کوئی پیمودنی چیز پیمانے سے اور وزن سے بکنے والی وزن کرا کے خریدی اور پھر خود بھی اس کو ناپ لیا یا تول لیا۔ پھر اس کو وزن سے یا ناپ سے بیچ دی تو اب اس دوسرے مشتری کو بغیر ناپے یا تولے اس چیز کا بیچنا یا کھانا جائز نہیں ہے اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے۔

فائدہ: یعنی اس طرح کہ اگر مشتری کو ثمن میں درہم دینا تھا اور بائع نے ابھی ان پر قبضہ نہیں کیا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ ان درہموں کی جگہ کوئی کپڑا وغیرہ لے لے۔

ترجمہ: اور مشتری کے لیے جائز ہے کہ بائع کے واسطے کچھ قیمت میں بڑھا دے۔ مثلاً کوئی چیز دو روپیہ میں ٹھہر گئی تھی تو مشتری کے ذمہ تو اصل میں دو ہی روپیہ ہیں۔ لیکن اگر مشتری بائع کی رعایت سے دو کی جگہ تین دے دے تو یہ بھی جائز ہے۔

ترجمہ: اور بائع کو مبیع میں مشتری کے لیے کچھ بڑھا دینا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ (بائع) قیمت میں کچھ کمی کر دے اور سب کے ساتھ استحقاق متعین ہو جاتا ہے۔

فائدہ: یعنی جو اصلی چیز تھی اس کے ساتھ بھی اور جو بڑھائی گئی ہے اس کے ساتھ بھی پس مثلاً بائع کو اختیار ہے کہ جب تک مبیع کی اصلی قیمت اور جو مشتری نے اپنی طرف سے بڑھا دی تھی وصول نہ ہو جائے مبیع کو نہ دے۔ اور مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ زبان دے چکنے کے بعد اب زیادہ رقم کو نہ دے۔ کیونکہ اب اس رقم میں بھی بائع کا حق اصل بیع کی وجہ سے ثابت ہو گیا ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ مشتری کے لیے مبیع میں کچھ بائع نے بڑھا دیا ہے اسے بھی

اس کا نہ دینا جائز نہیں ہے اور اگر ایسی بی میں اقالہ ہو تو بائع کو مشتری نے جس قدر دیا ہے سب پھیرنا پڑے گا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کوئی چیز نقد فروخت کی اور پھر کچھ میعاد متعین کر کے (مشتری کو) مہلت دے دی تو یہ مہلت جائز ہو جائے گی اور بے مہلت میں جب اس کا مالک مہلت دے دے تو وہ مہلت ہو جاتی ہے۔ مگر قرض میں مہلت کر دینا درست نہیں ہے۔

فائدہ: یہاں درست ہونے نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً اگر روپیہ پیسہ قرض دیا ہے اور قرض لینے والا کچھ دنوں کی مہلت معین کرتا ہے تو یہ مہلت معین کرنا درست نہیں ہے۔ بلکہ قرض خواہ مہلت کے اندر جب چاہے مانگ سکتا ہے۔

اگر کوئی چیز بیچی تھی تو اس کی قیمت مشتری کے ذمہ دین ہے اگر چہ بیع کے وقت نقدا نقدی سودا ہوا ہو۔ لیکن اگر بائع نے پھر اسے مہلت دے دی ہے تو یہ مہلت درست ہو گئی۔ یعنی اب مہلت کے اندر اس سے قیمت طلب نہیں کر سکتا۔

باب الربٰو

سود کا بیان

ترجمہ: سود حرام ہے۔ ہر چیز میں خواہ کیلی ہو یا وزنی (یعنی پیمانہ سے نپ کر بکنے والی ہو یا وزن ہو کر) جس وقت ایک جنس دوسری جنس کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچی جائے (برابر ہے کہ کھانے کی ہو یا کھانے کی نہ ہو) پس علت اس میں یا تو کیل مع جنس ہے اور یا وزن مع جنس ہے۔

فائدہ: یعنی علت سود ہونے کی یہ ہے کہ دونوں چیزیں کیلی بھی ہوں اور ایک جنس کی ہوں۔ جیسے گیہوں کو گیہوں سے بیچنا یا دونوں وزن سے بکنے والی بھی ہوں اور ایک جنس کی ہوں جیسے چاندی سونا وغیرہ یعنی جو چیزیں وزن ہی ہو کر بکتی ہیں۔

: پس اگر کوئی کیلی یا وزنی چیز اپنی جنس کے ساتھ برابر سرابر بیچی جائے تو جائز ہے اور

اگر کمی زیادتی کے ساتھ بیچی جائے تو جائز نہیں ہے۔ (کیونکہ ایک کو زیادہ دینا ہی سود ہے) اور جن چیزوں میں سود ہے ان میں سے عمدہ کو ردی کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے۔ مگر اس وقت کہ دونوں برابر ہوں اور جب یہ دونوں وصف یعنی جنس اور قدر ایک نہ ہو تو زیادتی اور ادھار دونوں جائز ہیں۔

فائدہ: قدر ایک نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ دونوں کیلی نہ ہوں یا دونوں وزنی نہ ہوں بلکہ ایک کیلی ہو اور دوسری وزنی ہو تو اس صورت میں ان میں سود کا حکم نہیں رہتا۔

ترجمہ: اور جب یہ دونوں وصف ہوں گے تو زیادتی اور ادھار دونوں حرام ہوں گے اور اگر ان میں سے ایک ہوگا اور دوسرا نہ ہوگا تو زیادتی جائز ہو جائے گی اور ادھار حرام ہوگا۔

فائدہ: مثلاً کسی نے گیہوں کو جو کے ساتھ بیچا کہ اس صورت میں کہ یہ دونوں ہم وصف نہیں ہیں بلکہ فقط ایک وصف ہے کہ دونوں پیمانے سے بکتے ہیں۔ اور دوسرا وصف یعنی جنس دونوں کی ایک نہیں ہے۔ یا مثلاً کوئی سونے کو چاندی سے بیچے تو ان دونوں صورتوں میں کمی زیادتی سے دینا تو جائز ہوگا کہ بیس تولہ چاندی کا ایک تولہ سونا دے۔ یا پندرہ سیر جو کے دس سیر گیہوں دے مگر اس میں ادھار جائز نہ ہوگا۔

ترجمہ: اور جس غلہ وغیرہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرما دیا ہو کہ اس میں بطور کیل (یعنی پیمانہ) کے زیادتی کرنا حرام ہے تو وہ غلہ ہمیشہ کے لیے کیلی ہے اگر چہ لوگوں نے اس میں کیل کرنا (یعنی ناپنا) چھوڑ دیا ہو۔ جیسے گیہوں، جو، چھوہارے، نمک اور جس چیز کے متعلق آپ نے یہ فرما دیا ہو کہ اس میں بطور وزن زیادہ حرام ہے تو وہ ہمیشہ کے لیے وزنی ہے اگر چہ لوگوں نے اس میں وزن کرنا چھوڑ دیا ہو جیسے چاندی سونا۔ اور جس چیز پر کوئی نص نہ ہوگی تو وہ لوگوں کی عادت پر محمول ہوگی۔

فائدہ: عادت پر محمول ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر لوگ اسے ناپ کر فروخت کرتے ہوں گے تو اسے کیلی شمار کریں گے اور اگر وزن سے فروخت کرتے ہوں گے تو وہ وزنی شمار ہوگی۔

ترجمہ: اور عقد صرف وہ (بیع) ہے جو قیمت کی جنس (یعنی چاندی سونے) پر واقع ہو اس میں دونوں عوض پر اس مجلس میں قبضہ ہو جانا معتبر ہے اور اس کے سوا جن چیزوں میں سود جاری

ہوتا ہے (جیسے کیلی اور وزنی چیزیں ان میں معین کرنا معتبر ہے (اسی مجلس میں) جانبین سے قبضہ ہو جانا معتبر نہیں ہے اور گیہوں کو آٹے اور ستو کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ آٹے کو ستو کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔

فائدہ: یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس طرح بیچنا جائز ہے۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ ان میں ایک قسم کی مجانست باقی ہے یعنی یہ قریب قریب ایک ہی جنس کے ہیں کیونکہ یہ دونوں گیہوں کے اجزاء ہیں اور ان کو برابر کرنے کا آلہ پیمانہ ہے۔ لیکن پیمانہ میں آٹا اور گیہوں یا ستو برابر نہیں آتے بلکہ گیہوں کے دانوں میں تخلخل رہتا ہے اور آٹا وغیرہ خوب بھر جاتا ہے اس لیے اگر ایک کیل کو ایک ہی کیل سے بیچے مگر باوجود دونوں کی ایک جنس ہونے کے پھر برابر سرابر نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح بیچنا جائز نہیں ہے اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک گوشت کو حیوان کے ساتھ بیچنا جائز ہے (اسی پر فتویٰ ہے)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے جب تک کہ اس سے زیادہ گوشت نہ ہو جتنا کہ اس حیوان میں ہے تاکہ گوشت، گوشت کے مقابلہ میں ہو جائے اور باقی گوشت کھال وغیرہ کے مقابلہ میں ہو جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تر چھوہاروں کو سوکھے ہوئے چھوہاروں سے برابر سرابر بیچنا جائز ہے اور اسی طرح انگوروں کو منقیٰ کے ساتھ مگر زیتون کو روغن زیتون کے ساتھ اور تلوں کو میٹھے تیل کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے جب تک کہ روغن زیتون اور میٹھا تیل اس سے زیادہ نہ ہو کہ جتنا اس موجودہ زیتون اور تلوں میں ہے تاکہ تیل تیل کے برابر رہے اور باقی تیل کھلی کے بدلہ میں ہو جائے اور مختلف گوشتوں میں بعض کو بعض کے ساتھ کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے۔

فائدہ: مختلف گوشتوں سے مراد یہ ہے کہ اونٹ گائے بکری تینوں کے گوشت ہوں تو ان کو کمی زیادتی سے بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مثلاً بکری کے سیر بھر گوشت کو اونٹ کے چار سیر

گوشت سے بیچنا جائز ہے۔

ترجمہ: اور اسی طرح اونٹ گائے اور بکری کے دو حصوں میں بعض کو بعض کے ساتھ کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے اور چھوہارے اور انگور کے سرکہ کو کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے اور روٹی کو گیہوں اور آٹے کے ساتھ کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے۔

غلام اور مولیٰ کے درمیان اگر کسی خرید و فروخت میں زیادتی ہو تو ان میں سود نہیں ہوتا اور نہ دارالحرب میں مسلمان اور حربی میں ہوتا ہے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لا ربو بین المسلم و الحربی فی دار الحرب.

''دارالحرب میں مسلمان اور حربی میں ربوٰ نہیں ہوتا''۔

اگر حربی دارالحرب سے دارالاسلام میں آ جائے اور اس پر بادشاہ کی طرف سے خراج وغیرہ مقرر ہو جائے تو پھر اس بیع میں بھی سود ہو جاتا ہے اور غلام مولیٰ میں سود نہ ہونا اس شرط سے ہے کہ غلام اس کی ملک میں ہو ورنہ سود ہو جائے گا۔

باب السّلم

بدہنی کا بیان

ترجمہ: بدہنی (بدہنی بمعنی بندنی) ان چیزوں میں جائز ہے جو ناپ کر یا تول کر یا گنتی کے ساتھ فروخت ہوتی ہیں جن میں کچھ (ایسا زیادہ) تفاوت نہیں ہوتا جیسے اخروٹ اور انڈے اور ان چیزوں میں بھی جائز ہے جو گزوں سے نپ کر بکتی ہیں (جیسے کپڑا وغیرہ) اور حیوان اور اس کے اطراف (یعنی سری وغیرہ) میں بدہنی جائز نہیں ہے اور نہ کھالوں میں گنتی کے ساتھ اور نہ سوختہ کے بندھے ہوئے گٹھے اور نہ گھاس کے پولے میں۔

فائدہ: یعنی ان چیزوں کی اس طرح بدہنی جائز نہیں ہے بلکہ وزن کے ساتھ جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

9 ترجمہ: اور بدھنی فقط ایسی چیز میں جائز ہے جو بدھنی کرنے کے وقت سے بدھنی کی مدت گذرنے تک موجود رہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور بدھنی بے مہلت جائز و درست نہیں ہے اور نہ بغیر مہلت معلوم کے درست ہے۔

فائدہ: مہلت معلوم سے مراد یہ ہے کہ اس مہلت کی مدت کے مہینے اور دن خوب معین ہونے چاہئیں۔ بغیر ان کے معین کیے بدھنی درست نہیں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور بدھنی کسی خاص آدمی کے پیانہ سے کرنی جائز نہیں ہے اور نہ کسی خاص آدمی کے گز سے اور نہ کسی خاص گاؤں کے غلہ میں اور نہ کسی خاص کھجور کے پھل میں۔

فائدہ: خاص آدمی کے پیانہ سے بدھنی ناجائز ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ پیانہ اور گز وغیرہ ایسے ہوں جن کی مقدار معلوم نہ ہو کیونکہ بعض لوگ ان چیزوں کو کم وزیادہ بھی رکھا کرتے ہیں اور چونکہ بدھنی کے اندر مبیع کے سپرد کرنے میں ایک عرصہ لگتا ہے اس لیے شاید وہ خاص پیانہ وغیرہ تلف ہو پھر جھگڑے کی نوبت آئے اور ان کا انسداد ضروری ہے۔ اس کے علاوہ پیانہ ایسا ہونا چاہیے جو خشک ہونے وغیرہ کی وجہ سے خود بخود چھوٹا بڑا نہ ہوتا ہو اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بدھنی بغیر سات شرطوں کے جائز نہیں ہے جو بدھنی کرتے وقت ذکر کر دی جائیں۔

① اوّل جنس معلوم ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ گیہوں ہیں یا چنے وغیرہ ہیں)

② دوسری یہ کہ قسم معلوم ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ گیہوں وغیرہ نہری زمین کے ہوں گے یا بارانی کے)

③ تیسری یہ کہ صفت معلوم ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ لال گیہوں ہوں گے یا سفید یا نئے یا پرانے)

④ چوتھی یہ کہ مقدار معلوم ہو (یعنی یہ بیان کیا جائے کہ اتنے پیانے ہوں گے یا اتنے من ہوں گے)

⑤ پانچویں یہ کہ مدت معین ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ چار مہینے میں یا اتنے دنوں میں

دیں گے)

⑥ چھٹے یہ کہ اصل مال کی مقدار معلوم ہونی ہے۔ یہ شرط اس صورت میں ہے کہ اصل اس قسم کا ہو کہ اس کی مقدار سے بیع وغیرہ کو تعلق ہوتا ہو جیسے کیلی اور وزنی چیزیں۔

⑦ ساتویں شرط یہ ہے کہ بدہنی کے ادا کرنے کی جگہ مقرر کر دی جائے یہ شرط اس بدہنی کی چیز میں ہے جس کی بار برداری میں کچھ مشقت اٹھانی پڑتی ہو (اسی پر فتویٰ ہے)

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب اصل مال معین ہو تو اس کے نام لینے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ بدہنی کے ادا کرنے کی جگہ کے نام لینے کی ضرورت ہے بلکہ جہاں بدہنی کی ہے وہیں اسے ادا کر دے۔

بدہنی اس وقت تک درست نہیں ہوتی کہ بدہنی کرنے والا دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے اصل مال پر قبضہ نہ کرے اور اصل مال میں اور مسلم فیہ میں (یعنی جس میں بدہنی کی ہے) دونوں میں قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور مسلم فیہ میں قبضہ کرنے سے پہلے نہ شرکت جائز ہے اور نہ تولیہ (کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا تصرف ہے)

کپڑوں میں بدہنی جائز ہے جب کہ ان کی لمبائی چوڑائی اور غف یا ہلکا ہونا بیان کر دیا جائے۔

جواہرات اور موتیوں میں بدہنی جائز نہیں ہے اور کچی پکی اینٹوں کے اندر بدہنی کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے جب کہ اس کا سانچہ مقرر کر دیا جائے۔

بیع سلم کا ضابطہ ✵ (کلیہ) قاعدہ یہ ہے کہ جن چیزوں کی صفت کو ضبط (اور بیان) کر سکیں اور ان کی مقدار معلوم کر سکیں تو ان میں بدہنی جائز ہے اور جن میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں ان میں بدہنی جائز نہیں ہے۔

کتے اور چیتے اور درندے کو بیچنا ناجائز ہے (یعنی خواہ وہ سیکھے ہوئے ہوں یا نہ ہوں) اور شراب اور سور کی بیع جائز نہیں ہے اور نہ ریشم کے کیڑوں کی بیع جائز ہے اگر وہ ریشم کے ساتھ ہوں اور نہ شہد کی مکھی کی بیع جائز ہے ہاں اگر وہ معہ چھتوں کے ہوں اور ذمی لوگ خرید و فروخت میں مثل مسلمانوں کے ہیں مگر خاص شراب اور سور کے بارے میں کہ ان کا شراب پر

کوئی معاملہ کرنا ایسا ہے جیسے کوئی مسلمان بکری پر معاملہ کرے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ شراب اور سوران کے اعتقادوں میں قیمتی چیزیں ہیں اور ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم ان کو ان کے اعتقادوں پر رہنے دیں۔

باب الصّرف

بیع صرف (یعنی سونے چاندی کی خرید وفروخت) کا بیان

ترجمہ: صرف وہ بیع ہے کہ دونوں عوض (یعنی بیع اور قیمت) اثمان کی جنس سے ہوں۔ پس اگر کسی نے چاندی کو چاندی سے اور سونے کو سونے سے بیچا تو جائز نہیں ہے۔ مگر برابر سرابر (بیچنا جائز ہے کیونکہ اس میں برابر ہونا شرط ہے) اگر چہ وہ دونوں کھرے کھوٹے ہونے میں مختلف ہوں اور (بائع ومشتری کے) جدا ہونے سے پہلے دونوں عوضوں پر قبضہ ہونا (بھی) ضروری ہے اور جب کوئی سونے کو چاندی سے بیچے تو اس میں زیادتی ہونی (یعنی چاندی کا زیادہ ہونا) جائز ہے کیونکہ یہاں دونوں عوضوں کی جنس ایک نہیں ہے اور جانبین سے قبضہ ہونا واجب ہے۔

اگر (بیع) صرف میں دونوں عوضوں میں سے ایک پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع و مشتری علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو یہ عقد (یعنی معاملہ بیع) باطل ہو جائے گا اور قبضہ کرنے سے پہلے (بیع) صرف کی قیمت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور سونے کو چاندی سے اٹکلوں پر بیچنا جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ دونوں کی ایک جنس شرط نہ ہونے کی وجہ سے ان میں برابر ہونا ایک شرط نہیں ہے۔ لیکن اسی مجلس میں قبضہ ہو جانا شرط ہے اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک زیور دار تلوار سو درہم میں بیچی اور اس (کے اوپر کا زیور پچاس درہم کا ہے اور مشتری نے اس) کی قیمت میں پچاس درہم بائع کو دے دیئے تو یہ بیع جائز ہے اور یہ مقبوضہ درہم چاندی کے حصہ میں (یعنی اس زیور کے عوض میں) شمار ہوں گے اگر چہ

(دونوں میں سے) کسی نے اس کو بیان نہ کیا ہو اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اگر مشتری نے یہ کہا کہ ان دونوں کی قیمت یہ پچاس درہم لے لو۔ پس اگر دونوں نے (اپنی اپنی چیز پر) قبضہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ دونوں علیحدہ ہو گئے تو یہ بیع اس زیور میں ناجائز ہوگی اور اگر وہ زیور بلا نقصان کے تلوار سے علیحدہ ہو سکتا ہے تو تلوار کی بیع ہو جائے گی اور زیور کی نہ ہوگی۔ اور اگر اس زیور کو بلا نقصان تلوار سے علیحدہ نہیں کر سکتے تو دونوں کی بیع ناجائز ہوگی۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے چاندی کا برتن (چاندی یا سونے سے) بیچا اور کچھ قیمت لے لی اور کچھ نہیں۔ پھر دونوں علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو جس قدر قیمت بائع نے لے کر اپنے قبضہ میں کر لی ہے اس میں بیع ہو جائے گی اور باقی میں نہ ہوگی۔ اور یہ برتن (بائع و مشتری) دونوں میں مشترک رہے گا۔

اگر (خریدے ہوئے) برتن میں جزوی حصہ کا کوئی مستحق نکل آیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اس کے حصہ کی قیمت دے کر وہ بھی لے لے اور چاہے وہ (سارا ہی) واپس کر دے۔

اگر کسی نے چاندی کی ایک ڈھیلی بیچی۔ پھر اس میں کوئی حصہ دار نکل آیا تو مشتری اس کو لے لے جو اس کے حصہ سے بچے اور مشتری کو کچھ اختیار نہیں ہے۔

فائدہ: مشتری کو اس صورت میں اختیار نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس ڈھیلی کے ٹکڑے کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے لہٰذا یہ شرکت عیب نہ شمار ہوگی بخلاف برتن کے کہ اس کے ٹکڑے کرنے میں سخت نقصان پڑتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے دو درہم اور ایک دینار کو دو دینار اور ایک درہم سے بیچ دیا تو بیع درست ہے اور ہر ایک جنس کو دوسری جنس کے بدلے میں سمجھ لیا جائے گا۔

فائدہ: یعنی اس بیع کی یہ صورت رکھیں گے کہ دو درہم دو دیناروں کے بدلے میں ہیں اور ایک درہم ایک دینار کے بدلے میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی گیارہ درہم کو دس درہم اور ایک دینار سے بیچے تو یہ بھی جائز ہے۔ دس درہم دس دیناروں کے بدلے میں ہوں گے اور ایک درہم ایک دینار کے بدلے میں دو کھرے

درہم اور ایک کھوٹے درہم کو ایک کھرے درہم اور دو کھوٹے درہموں سے بیچنا جائز ہے (اور یہی حکم روپیوں میں سمجھ لینا چاہیے) اور اگر درہموں میں چاندی زیادہ ہو (یعنی چاندی کو غلبہ ہو) تو وہ چاندی کے حکم میں ہیں۔

اگر دیناروں میں سونا غالب ہو تو وہ سونے کے حکم میں ہیں۔ پس ان دونوں میں کمی زیادتی کی حرمت وہی معتبر ہوگی جو کھروں میں معتبر ہوتی ہے (یعنی انھیں کمی زیادتی سے بیچنا جائز نہ ہوگا) اور اگر ان میں کھوٹ غالب ہو تو وہ درہم و دینار کے حکم میں نہیں ہیں بلکہ وہ اسباب کے حکم میں ہیں پس جس وقت انھیں ان کی جنس سے زیادتی کے ساتھ فروخت کیا جائے تو وہ بیع جائز ہوگی (مگر ادھار بیع جائز نہ ہوگی) اور اگر کسی نے ان کھوٹے درہموں سے کچھ اسباب خریدا اور (ان پر بائع کا) قبضہ ہونے سے پہلے ان کا بھاؤ گھٹ گیا۔ یعنی لوگوں نے ان کے ساتھ معاملہ کرنا بالکل چھوڑ دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: امام محمدؒ کے قول کے مطابق بھاؤ گھٹ جانے سے یہ مراد ہے کہ کسی شہر میں بھی ان کا رواج نہ رہا۔

شیخینؒ کا قول یہ ہے کہ فقط ایک شہر میں ان کا رواج نہ رہنا اس شہر میں بیع باطل ہونے کے لیے کافی ہے۔ اسی طرح علامہ عینیؒ نے لکھا ہے۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں (کہ یہ بیع بھی جائز ہے اور) مشتری پر ان درہموں کی یہ قیمت جائز ہوگی جو بیع کے دن تھی (یعنی اس قیمت کے کھرے روپیہ دے)

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشتری پر وہ قیمت واجب ہے جو لوگوں کے معاملہ کرنے میں آخر دن ان درہموں کی قیمت تھی۔ اور رائج پیسوں میں بیچنا جائز ہے اگرچہ معین نہ کرے۔ (کیونکہ ان کے معین کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے) اگر پیسے کھوٹے ہیں تو بغیر معین کیے ان سے بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے رائج پیسوں سے کوئی چیز بیع کی اور قبضہ ہونے سے پہلے ان کا رواج موقوف ہو گیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بیع باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: امام ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور صاحبینؒ کا اس میں اختلاف ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے نصف درہم کے پیسوں کی کوئی چیز خریدی تو یہ بیع جائز ہے اور مشتری کو اتنے ہی پیسے دینے لازم ہیں جتنے کو نصف درہم فروخت ہوتا ہے اور اگر کسی نے صراف کو ایک روپیہ دیا اور یہ کہا کہ نصف کے بدلے میں پیسے دے دے اور نصف کے بدلے میں رتی بھر کم کی ایک اٹھنی دے دی۔ تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع کل میں ناجائز ہے۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ پیسوں میں جائز ہے اور باقی اٹھنی میں ناجائز ہے اور اگر مشتری نے روپیہ دیتے وقت یوں کہا کہ نصف پیسے دے دے اور ایک رتی بھر کم کی اٹھنی دے دے تو یہ بیع جائز ہے (کیونکہ اس میں بدلہ کا لفظ نہیں ہے) اور اگر مشتری نے (کوئی بڑا روپیہ دیتے وقت) یہ کہا کہ مجھے ایک چھوٹا روپیہ دے دو جس کا وزن نصف روپیہ سے (بھی) رتی بھر کم ہو اور باقی کے پیسے دے دو تو یہ بیع جائز ہے اور یہ رتی بھر کم نصف چھوٹے روپے کے مقابلہ میں ہوگا اور باقی پیسوں کے مقابلہ میں۔

کتاب الرھن

رہن کا بیان

ترجمہ: رہن ایجاب وقبول سے منعقد ہو جاتا ہے۔

فائدہ : ایجاب وقبول کا یہ مطلب ہے مثلاً ایک شخص کہے میں نے اپنی اس چیز کو اس قدر روپیہ کے عوض رہن کیا۔ اس شخص کو راہن کہتے ہیں اور دوسرا کہے کہ میں نے اس چیز کو اس قدر روپیہ کے عوض رہن رکھ لیا۔ اس کہنے والے کو مرتہن کہتے ہیں اور اس چیز کا نام رہن اور مرہون ہے۔

ترجمہ: اور (مرہون پر) قبضہ ہونے سے رہن پورا ہو جاتا ہے۔ پس جس وقت مرتہن نے مرہون پر مجوز مفرغ ممیز ہونے کی حالت میں اپنا قبضہ کر لیا تو عقد (رہن) اس میں پورا ہو گیا۔

فائدہ : مجوز ہو یعنی مقسوم ہو اس میں کسی کی شراکت نہ ہو۔ مقسوم ہونا رہن میں شرط ہے۔ مشترک چیز کا رہن کرنا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے۔

مفرغ ہو یعنی راہن کی ملک سے خالی اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ ایسے مکان کو رہن کرنا جائز نہیں ہے جس میں راہن کا کچھ اسباب ہو کیونکہ اس میں اسباب ہونے کی وجہ سے وہ راہن کی ملک سے خالی نہیں ہے۔

ممیز ہو یعنی اسی مرہون کو کسی دوسری چیز کے ساتھ خلقی اتصال نہ ہو۔ مثلاً کوئی درخت پر لگے ہوئے پھل کو رہن کرنے لگے اور درخت کو رہن نہ کرے تو یہ رہن جائز نہیں ہے کیونکہ مرہون یعنی پھل کو دوسری چیز یعنی درخت کے ساتھ خلقی اتصال ہے۔ اسی طرح کفایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور جب تک کہ مرتہن نے مرہون پر قبضہ نہیں کیا تو راہن کو اختیار ہے چاہے (رہن کر دے اور) مرہون کو اس کے حوالے کر دے اور چاہے رہن سے پھر جائے پس اگر اس کے حوالہ کر چکا ہے اور اس نے اپنا قبضہ کر لیا ہے تو وہ چیز اس کی ضمان میں داخل ہو جائے گی (اب راہن کو رہن کا روپیہ ادا کرنے تک اس کا کچھ اختیار نہ ہوگا) اور رہن بغیر دین مضمون کے درست نہیں ہے۔

فائدہ: دین کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ کہ جو بغیر ادا کیے یا مالک دین کے بغیر معاف کیے ذمہ سے ساقط نہ ہو اسے دین مضمون کہتے ہیں۔

دوسرا وہ کہ جو بغیر ان دونوں صورتوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے اسے دین غیر مضمون کہتے ہیں اور بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ دین مضمون سے وہ مراد ہے جو کہ فی الحال ذمہ میں واجب نہ ہو کہ ایسا دین جو کہ آئندہ کو واجب ہوگا۔

ترجمہ: اور وہ رہن چیز اپنی قیمت سے کم یعنی اس قرض کے عوض میں مضمون ہوگی۔ پس اگر رہن چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہو گئی اور اس کی قیمت اور قرض دونوں برابر تھے تو مرتہن اپنے قرض کو حکماً (گویا) وصول کر چکا (یعنی راہن کی وہ چیز گئی اور مرتہن کا قرض گیا۔ اب ایک دوسرے کچھ نہیں لے سکتا) اور اگر رہن کی قیمت قرض سے زیادہ تھی تو یہ زیادتی (مرتہن کے پاس) امانت ہے۔

فائدہ: یعنی اس صورت میں بھی اگر رہن مرتہن کے پاس ہلاک ہو جائے تو مرتہن کا قرض جاتا رہا اور قرض سے زیادہ قیمت کا مال جو راہن کا بطور امانت کے ہلاک ہوا۔ اور امانت کے ہلاک ہونے میں تاوان دینا نہیں آتا اس لیے اب بھی راہن مرتہن سے کچھ نہ لے سکے گا۔

ترجمہ: اور اگر رہن کی قیمت قرض سے کم تھی (اور رہن چیز ہلاک ہوگئی) تو اس قیمت کی مقدار قرض ساقط ہو جائے گا باقی قرض کی مرتہن (راہن سے) وصول کرے۔

مشترک چیز کو رہن کرنا جائز نہیں ہے اور نہ بغیر درختوں کے درختوں پر لگے ہوئے پھل کو رہن کرنا درست ہے اور نہ بلا زمین کے زمین پر کھڑی ہوئی کھیتی کو رہن کرنا درست ہے اور جس وقت زمین پر کھیتی کھڑی ہو (اور درخت پر پھل لگا ہوا ہو تو) درخت اور زمین کو بلا ان دونوں کے رہن کرنا جائز نہیں ہے اور نہ امانتوں کو رہن رکھنا درست ہے (امانتیں) جیسے ودیعتیں اور مانگی ہوئی چیزیں اور مضاربت کا مال اور شراکت کا مال اور بدہنی کے اصل مال اور صرف کی قیمت اور مسلم فیہ پس اگر رہن ہوتے ہی صرف کی قیمت اور بدہنی کا اصل مال (مرتہن کے قبضہ میں آ کر) ہلاک ہوگیا تو صرف اور بدہنی پوری ہو جائیں گی اور مرتہن حکماً اپنا حق (یعنی قرض کو) لے چکا۔

فائدہ: غرض یہ ہے کہ مرتہن کا قبضہ ہونے کی وجہ سے اسی کا مال تلف ہوا اور یہ راہن کے ذمہ اس کا قرض نہیں رہا۔

ترجمہ: اور اگر راہن اور مرتہن دونوں کا کسی تیسرے سچے آدمی کے پاس رہن کو رکھ دینے پر اتفاق ہو جائے تو جائز ہے اور اس سے لینے کا نہ پھر مرتہن کو اختیار ہے اور نہ راہن کو۔ پس اس کے پاس اگر یہ رہن ہلاک ہو جائے تو مرتہن کا ہلاک ہوگا (یعنی اب راہن کے ذمہ قرض نہ رہے گا)

فائدہ: اور درہم اور دینار اور کیلی اور وزنی چیزوں کو رہن کرنا جائز ہے۔ پس اگر کوئی چیز اپنی جنس کے عوض میں رہن کی گئی اور مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو اسی کے برابر قرض ہلاک ہو جائے گا (یعنی راہن کے ذمہ سے اتنا ہی قرض کم ہو جائے گا) اگرچہ وہ دونوں گھٹیا بڑھیا ہونے میں مختلف ہوں۔

فائدہ: یعنی مثلاً جو رہن کی تھی وہ گھٹیا تھی اور جو راہن نے مرتہن سے لی تھی وہ بڑھیا تھی اور ان میں فرق نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جنس سے مقابلہ ہونے کے وقت بڑھیا ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: اگر کسی کا روپیہ دوسرے کے ذمہ قرض تھا اور اپنے قرض کے برابر اس سے روپیہ لے کر اس نے خرچ کرلیا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ روپیہ ٹا تھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اب اس کا کچھ حق نہیں رہا۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ویسا ہی روپیہ اسے واپس کردے۔ اور کھرا لے لے۔

اگر کسی نے ایک ہزار روپیہ میں دو غلام رہن کیے۔ پھر ایک کے حصہ کا روپیہ ادا کردیا تو اسے ابھی اختیار نہیں کہ (جس کے حصہ کا روپیہ ادا کیا ہے) اس پر اپنا قبضہ کرلے جب تک کہ سارا قرضہ ادا نہ کردے۔

پھر اگر راہن قرض کی مدت گذرنے کے وقت رہن کو بیچنے کے لیے مرتہن کو یا کسی اور شخص کو وکیل کردے تو یہ وکالت جائز ہے اور اگر عقد رہن میں وکالت شرط تھی تو اب راہن کی کو اس وکالت سے وکیل کو معزول کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس نے معزول کردیا تب بھی وہ وکیل معزول نہ ہوگا اور اگر راہن مرگیا تب بھی معزول نہ ہوگا اور مرتہن کو اختیار ہے کہ راہن سے اپنا قرض طلب کرے اور (اگر وہ نہ دے تو) اس میں اسے قید کرادے۔

اگر رہن اس کے قبضہ میں ہے تو اس کے ذمہ یہ نہیں ہے کہ وہ راہن کو بیچنے دے یہاں تک کہ اس کی قیمت سے اپنا قرض وصول کرلے۔ پس اگر راہن نے اس کا قرض ادا کر دیا تو اب مرتہن سے کہا جائے گا کہ رہن اس کے حوالہ کر۔ اور اگر راہن نے مرتہن سے اجازت لیے بغیر رہن کو بیع کردیا تو یہ بیع موقوف ہے۔ پس اگر مرتہن نے اجازت دے دی تو بیع ہو جائے گی (ورنہ نہیں) اور اگر راہن نے (اس کو بیع کرتے ہی) مرتہن کا قرض ادا کردیا تب بھی بیع جائز ہو جائے گی اور اگر راہن نے مرتہن سے اجازت لیے بدون رہن غلام کو آزاد کردیا تو اس کا آزاد کرنا جائز ہو جائے گا۔

اگر راہن دولت مند ہے اور قرض کی مدت پوری ہو چکی ہے تو اس سے فوراً قرض طلب کیا جائے اور اگر قرض کی مہلت باقی ہے تو راہن سے غلام کی قیمت لے لے اور قرض کی مہلت گذرنے تک اس قیمت کو غلام کی جگہ رہن کر لے اور اگر راہن تنگدست ہے تو غلام اپنی قیمت کے کمانے میں کوشش کرے۔ اور اس قیمت سے قرض ادا کر دے پھر یہ غلام آقا سے (جس نے آزاد کیا ہے) قیمت وصول کر لے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ راہن خود رہن کو ہلاک کر دے۔ اور اگر رہن کو کوئی اجنبی ہلاک کر دے تو اس سے مرتہن کو تاوان لینا چاہیے پس اس سے قیمت لے کر وہ قیمت اپنے قبضہ میں رہن رکھ لے اور راہن کے رہن پر تعدی کرنے سے اس سے تاوان لیا جائے گا۔

فائدہ: تعدی کرنے کی صورت یہ ہے مثلاً ایک شخص نے ایک غلام کو رہن کیا اور پھر خود ہی اس غلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی یا ہاتھ کاٹ ڈالا تو راہن کو اس کا تاوان دینا پڑے گا۔

ترجمہ: اور مرتہن کے رہن پر تعدی کرنے سے اس کی مقدار (یعنی جتنا رہن میں نقصان آیا ہے) قرض ساقط ہو جاتا ہے اور رہن کا راہن اور مرتہن اور ان کے مال پر تعدی کرنا بے تاوان ہے۔

فائدہ: مثلاً ایک شخص نے ایک غلام رہن کیا اور اس غلام نے راہن یا مرتہن کی آنکھ پھوڑ ڈالی یا کوئی مال تلف کر دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس غلام پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ مرتہن پر تاوان واجب ہے۔

ترجمہ: اور جس مکان میں رہن چیز کی حفاظت کی جائے اس کا کرایہ مرتہن کے ذمہ ہے اور (اگر بکریاں وغیرہ رہن ہوں تو) چرواہے کی تنخواہ راہن کے ذمہ ہے اور رہن کا (نان) نفقہ (یعنی خرچہ) راہن کے ذمہ ہے اور رہن کی بڑھوتری (بھی) راہن کی ہے۔

فائدہ: بڑھوتری سے مراد یہ ہے مثلاً بھیڑ بکریاں رہن ہیں تو ان کے بچے اور دودھ اور اون وغیرہ اور اگر درخت رہن ہے تو اس کا پھل وغیرہ علیٰ ہذا القیاس اور اسی طرح یہ سب چیز اصل کے تابع ہونے کی وجہ سے راہن کی ہوتی ہیں۔

: پس یہ بڑھوتری اصل کے ساتھ رہن رہے گی اور اگر یہ تلف ہوگئی تو اس کا کچھ تاوان

نہ ہوگا اور اگر اصل مال تلف ہوگیا اور بڑھوتری رہ گئی تو اس حصہ کا قرض ادا کر کے راہن چھڑا لے اور قرضہ کو رہن اور بڑھوتری دونوں کی قیمت پر بانٹا جائے۔ رہن کی تو وہ قیمت رکھی جائے جو رہن کرنے کے روز تھی اور بڑھوتری کی قیمت وہ جو چھڑانے کے روز ہے۔ پس جس قدر قرض اصل کی قیمت کے مقابلہ میں پڑے گا وہ ساقط ہو جائے گا (کیونکہ اصل مال تلف ہو چکا ہے) اور جو بڑھوتری کی قیمت میں پڑے گا اس کو راہن ادا کر کے بڑھوتری کو چھڑا لے۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک بکری چار روپیہ میں رہن کی اور وہ قیمت میں دو ہی روپیہ کی تھی۔ پھر اس بکری کے بچہ ہوا اور بچہ ہو جانے پر بکری مرگئی اور بچہ رہ گیا اب اسے راہن چھڑانا چاہتا ہے اور اس وقت اس کی قیمت دو روپیہ ہے تو راہن دو ہی روپیہ دے کر اس بچہ کو لے لے اور باقی جو دو روپیہ مرتہن کے رہے وہ اصل کے مقابلہ میں آ کر ساقط ہو گئے۔ گویا راہن کی اصلی بکری مرگئی اور مرتہن کے دو روپیہ گئے۔ لہٰذا دونوں برابر ہیں اور کچھ ایک دوسرے سے نہیں لے سکتا۔

ترجمہ: اور رہن میں زیادہ کر دینا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک (مرتہن کو) قرض میں زیادہ کرنا جائز نہیں ہے اور رہن ان دونوں (یعنی پہلے مال اور اس زیادتی) کے عوض میں رہن نہ ہوگا۔

امام ابویوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ (یعنی رہن اور قرض دونوں میں زیادتی) جائز ہے۔

اگر کسی نے ایک ہی چیز کو دو شخصوں کے پاس ایسے قرض کے عوض میں رہن رکھ دیا جو دونوں کا مشترک تھا تو یہ رہن جائز ہے اور یہ چیز ہر ایک کے پاس پوری رہن سمجھی جائے گی اور اس کے تلف ہو جانے کی صورت میں ان دونوں میں سے ہر ایک پر اس کے قرض کے حصہ کے مطابق اس کا تاوان پڑے گا۔ پس اگر راہن نے ان میں سے ایک کا قرض ادا کر دیا تو اب یہ ساری چیز دوسرے کے قبضہ میں رہن رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ بھی اپنا قرض وصول کر لے۔

اگر کسی نے ایک غلام کو اس شرط پر بیع کیا کہ مشتری قیمت کے عوض کوئی خاص چیز (جو بائع معین کرے) اس کے پاس رہن رکھ دے اور بیع ہونے کے بعد مشتری نے رہن

رکھنے سے انکار کر دیا تو اب اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔

فائدہ: یعنی قاضی اس پر جبر نہ کرے کیونکہ رہن کرنا راہن کی طرف سے عقد تبرع ہوتا ہے اور تبرعات پر جبر نہیں ہوتا۔

ترجمہ: اور اس بائع کو اختیار ہے چاہے اس کے رہن نہ کرنے پر رضامند ہو جائے (اور بیع رہنے دے) اور اگر چاہے بیع کو فسخ کر دے۔ ہاں اگر مشتری نے اسی وقت قیمت دے دی ہو (تو اب بائع کو یہ اختیار نہ رہے گا) یا رہن کی قیمت دے دی ہو۔ پس یہ قیمت رہن ہو جائے گی۔

مرتہن کو اختیار ہے کہ رہن کی حفاظت خود یا اپنی بیوی سے یا اپنی (بڑی) اولاد سے یا ایسے ملازم سے کرائے جو اسی کی عیالداری میں ہو اور اگر ایسے شخص سے حفاظت کرائے گا جو اس کی عیالداری میں نہیں ہے یا کسی کے پاس امانت رکھ دے گا تو ضامن ہوگا۔

فائدہ: یعنی اگر وہ رہن تلف ہو گیا تو اس مرتہن کو تاوان دینا پڑے گا۔

ترجمہ: اور اگر مرتہن نے رہن میں تعدی اور تصرف کیا تو وہ رہن کی ساری قیمت کا ضمان غصب کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: تعدی اور تصرف کرنے کی یہ صورت ہے۔ مثلاً کسی نے کپڑا رہن کیا تھا۔ اور مرتہن نے پہن لیا یا گھوڑا رہن کیا تھا اور اس نے اس پر سواری لینی شروع کر دی اور اتفاق سے وہ کپڑا پھٹ گیا یا یہ گھوڑا مر گیا تو اس مرتہن سے ان دونوں کی ایسی پوری قیمت لی جائے گی جیسے کوئی انھیں غصب کر لیتا اور اس کے پاس تلف ہو جانے پر اس سے قیمت لی جاتی۔

ترجمہ: اور جب مرتہن نے رہن راہن کو واپس دے دیا اور اس نے اپنا قبضہ کر لیا تو اب وہ مرتہن کی ضمانت سے نکل گیا۔ پس اگر اب وہ راہن کے پاس تلف ہو جائے تو مرتہن کے ذمہ کچھ نہ ہوگا اور مرتہن کو اختیار ہے کہ اسے پھر اپنے قبضہ میں کر لے۔ پس جب مرتہن اسے لے گا تو وہ رہن پھر اس کی ضمانت میں آ جائے گا۔

اگر کوئی راہن مر جائے تو اس کا وصی رہن کو بیع کر کے قرض ادا کر دے اور اگر کوئی اس کا وصی نہیں ہے تو قاضی اس کے لیے ایک وصی مقرر کر دے اور رہن کو بیع کر دینے کا اسے حکم دے دے۔

کتاب الحجر

تصرف سے روک دینے کا بیان

فائدہ: لغت میں حجر کے معنی فقط روک دینے کے ہیں۔

شرع میں حجر سے یہ مراد ہے کہ ایک آدمی کو تصرفات سے اس طرح روکا جائے کہ دوسرا شخص اس میں اس کے قائم مقام ہو جائے جوہرۂ نیرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: حجر کو واجب کرنے والے تین سبب ہیں۔

① صغر سنی ② غلام ہونا ③ دیوانہ ہونا

لڑکے کا تصرف بغیر اس کے ولی کی اجازت کے درست نہیں ہے اور نہ غلام کا تصرف بغیر اس کے آقا کی اجازت کے درست ہے اور نہ ایسے دیوانے کا تصرف جائز ہے جو ہر وقت مخبوط الحواس رہتا ہو اور اگر ان تینوں میں سے کوئی کسی چیز کو بیچ دے یا خرید لے اور وہ بیع کو سمجھتا ہو اور اس کا قصد کرتا ہو تو (اس کے) ولی کو اختیار ہے اگر اس بیع میں کچھ مصلحت سمجھے تو اس کو رکھے ورنہ توڑ دے۔

فائدہ: مخبوط الحواس سے وہ دیوانہ مراد ہے جسے کبھی کوئی افاقہ نہ ہوتا ہو اور اگر کسی کو کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہے اور وہ نفع نقصان کو سمجھنے لگتا ہے تو اس افاقہ کی حالت میں اس کا تصرف جائز ہے۔

ترجمہ: پس یہ تینوں حالتیں اقوال میں حجر کرتی ہیں افعال میں نہیں کرتیں۔

فائدہ: یعنی ان اقوال میں کہ جن میں نفع و نقصان کا احتمال ہو جیسے خرید و فروخت۔ پس یہ اقوال ولی کی اجازت پر موقوف رہتے ہیں۔ اور رہے وہ اقوال کہ جن میں محض ضرر ہی ضرر ہو جیسے صغیر اور مجنون کے حق میں طلاق دے دینا اور آزاد کر دینا۔ سو یہ اقوال سرے ہی سے باطل ہوتے ہیں ان میں ولی کی اجازت دینے نہ دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ اور جن اقوال میں محض نفع ہی نفع ہو مثلاً ہبہ قبول کر لینا تو ان میں حجر نہیں ہے۔

ترجمہ: اور لڑکے اور دیوانے کا خرید و فروخت کرنا اور اقرار کر لینا اور طلاق دینا اور آزاد کر دینا درست نہیں ہے (کیونکہ یہ سب اقوال ہیں) اور اگر یہ دونوں (کسی کی) کوئی چیز تلف کر دیں تو اس کا تاوان ان پر لازم ہوگا (کیونکہ یہ فعل ہے اور فعل میں حجر نہیں ہے)

غلام کے اقوال اس کے حق میں نافذ ہو جاتے ہیں اس کے آقا کے حق میں نافذ نہیں ہوتے۔ پس اگر غلام نے کسی (کا) مال (اپنے ذمہ ہونے) کا اقرار کر لیا تو آزاد ہونے کے بعد اس پر (اس کا ادا کرنا) لازم ہوگا۔ اور فی الحال لازم نہ ہوگا (کیونکہ) اس وقت ایک مانع ہے اور وہ آقا کا حق ہے۔ اور اگر اس نے کسی حد یا قصاص کا اقرار کر لیا تو وہ اس پر فی الحال ہی لازم ہو جائے گا۔ اور اس کے (اپنی بیوی کو) طلاق دینے پر طلاق پڑ جاتی ہے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لا یملک العبد شیئا الا الطلاق.

''غلام سوائے طلاق دینے کے اور کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا''۔

اور اس کے آقا کی طلاق اس کی بیوی پر نہیں پڑتی اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بیوقوف پر حجر نہیں ہے۔ جس وقت کہ وہ عاقل بالغ آزاد ہو اور اس کا تصرف اس کے مال میں جائز ہے اگر چہ وہ کیسا ہی فضول خرچ ہو اور چاہے وہ اپنے مال کو ایسی چیز میں برباد کر دے کہ نہ اس میں اس کی کوئی غرض ہو اور نہ مصلحت ہو۔ مثلاً وہ مال کو دریا میں ڈبو دے یا آگ میں جلا دے لیکن امام موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ جب کوئی لڑکا بیوقوفی کی حالت میں بالغ ہو۔ (یعنی بالغ ہو جائے اور اسے عقل نہ آئے) تو اس کا مال اس کے سپرد نہ کرنا چاہیے یہاں تک کہ وہ پچیس برس کا ہو جائے (اسی پر فتویٰ ہے)

اگر اتنی عمر ہونے سے پہلے وہ اس میں تصرف کرے گا تو اس کا تصرف نافذ ہوگا اور جب وہ پچیس برس کا ہو جائے تو اس کا مال اس کو دے دیا جائے۔ اگر چہ سمجھدار ہونا اس سے نہ ٹپکتا ہو۔

امام ابو یوسف اور امام احمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ بیوقوف پر حجر کیا جائے اور اس کے مال میں اسے تصرف کرنے سے روک دیا جائے۔ پس اگر اس نے کوئی چیز بیع کر دی تو اس

کی بیع اس کے مال میں نافذ نہ ہوگی اور اگر اس میں کوئی مصلحت ہوتو حاکم اسے جائز کردے اور اگر اس نے کوئی غلام آزاد کر دیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا (کیونکہ آزادی متحقق ہونے کے بعد اس میں فسخ نہیں ہوسکتا)

غلام پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت (ادا کرنے) میں کوشش کرے اور اگر اس نے کسی عورت سے نکاح کرلیا تو وہ نکاح درست ہو جائے گا پھر اگر اس عورت کا مہر مقرر کرلیا ہے تو اس میں سے اس کے مہر مثل کی مقدار جائز ہوگا اور باقی ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ : کیونکہ مہر مثل ہونا نکاح کی ضروریات میں سے ہے اور زیادہ کی نفس نکاح میں ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: اور بیوقوفی کی حالت میں بالغ ہونے والے لڑکے کے بارے میں صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کا مال کبھی اس کے سپرد نہ کیا جائے جب تک کہ اس کا سمجھدار ہونا معلوم نہ ہو جائے اور نہ اس کے مال میں اس کا تصرف جائز ہے۔

بیوقوف کے مال میں سے زکوٰۃ نکالی جائے اور اس کے بیوی بچوں کو خرچ دیا جائے (کیونکہ بیوی بچوں کا زندہ رکھنا اس کی ضروریات میں داخل ہے) اور اس کو بھی خرچ دیا جائے جس کا خرچ اس کے قرابت داروں میں سے اس پر واجب ہے۔

فائدہ : کیونکہ قرابت داروں کا خرچ حق قرابت داری کی وجہ سے واجب ہے اور بیوقوف ہونا لوگوں کے حق کو باطل نہیں کرتا۔

ترجمہ: پس اگر وہ حج کرنا چاہے تو اسے منع نہ کیا جائے اور نہ حاکم اس کا خرچ اس کے سپرد کرے بلکہ حاجیوں میں سے ایک معتبر آدمی کے سپرد کردے کہ وہ حج کے راستہ میں اس کا خرچ اٹھاتا رہے اور اگر وہ بیمار ہو جائے اور اپنے مال میں سے مسجدیں وغیرہ بنانے اور نیک موقعوں میں صرف کرنے کی وصیت کردے تو یہ اس کے تہائی مال میں جاری ہوگی۔

بلوغ کی علامتیں ※ لڑکے کے بالغ ہونے کی تین علامتیں ہیں:

① احتلام (یعنی خواب میں منی نکلنا)

② انزال (یعنی صحبت کرنے سے منی نکلنا)

③ احبال (یعنی) جب صحبت کرے (تو عورت حاملہ ہو جائے) اور اگر ان میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ بالغ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ پورے اٹھارہ برس کا ہو جائے۔ لڑکے کے بالغ ہونے کی علامت حیض اور احتلام اور حمل ہے اور اگر ان میں سے کوئی علامت معلوم نہ ہو تو وہ بالغ نہیں ہے یہاں تک کہ عمر پوری سترہ برس کی ہو جائے تو وہ بالغ ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے کہا کہ جب لڑکے اور لڑکی کے لیے پندرہ برس پورے ہو جائیں تو وہ بالغ ہیں۔

فائدہ: فتویٰ صاحبینؒ ہی کے قول پر ہے اور بالغ ہونے کی اقل مدت لڑکے کے حق میں بارہ برس ہے اور لڑکی کے حق میں نو برس یعنی دونوں اس عمر سے کم میں بالغ نہیں ہوتے۔

ترجمہ: اور جب لڑکا اور لڑکی سن بلوغ کو پہنچ جائیں اور ان کا بالغ اور نابالغ معلوم ہونا دشوار ہو اور وہ دونوں کہیں کہ ہم بالغ ہو گئے ہیں تو ان ہی دونوں کا کہنا معتبر ہو گا اور ان کے احکام مثل بالغوں کے احکام کے ہوں گے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قرض کی بابت میں مفلس پر حجر نہ کروں گا اور جب کبھی مفلس آدمی کے ذمہ بہت سے قرض ہو جائیں اور قرض خواہ اس کو قید کرانا اور اس پر حجر کرانا چاہیں تو میں اس پر حجر نہ کروں گا۔ اور اگر اس کے پاس کچھ مال ہے تو اس مال میں حاکم (کسی طرح کا) تصرف نہ کرے۔ ہاں اس کو ہمیشہ قدر رکھے یہاں تک کہ وہ اپنے قرض (کو ادا کرنے) میں اس کو خود فروخت کر دے اور اگر اس کے پاس درہم ہیں اور اس کا قرض بھی درہم ہی ہیں۔ یا اس کے پاس دینار ہیں اور اس کے ذمہ بھی قرض کے دینار ہی ہیں تو قاضی بغیر اس کی اجازت کے اس کا قرض ادا کر دے اور اگر اس کا قرض درہم ہیں اور اس کے پاس دینار ہیں تو قاضی اس کے قرض میں انھیں فروخت کر دے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب مفلس (تنگ دست) کے قرض خواہ اس پر حجر کرانا چاہیں تو قاضی اس پر حجر کر دے اور بیع اور تصرف اور اقرار (وغیرہ) سے روک دے تاکہ قرض خواہوں کا نقصان نہ ہو اور اگر وہ اپنے مال کو بیچنے سے انکار کرے تو

10 قاضی اس کو بیع کر دے اور اس کی قیمت کو حصہ رسد سب قرض خواہوں کو تقسیم کر دے پھر اگر وہ حجر کی حالت میں کسی کا مال اپنے ذمہ ہونے کا اقرار کرے تو وہ مال اس کے ذمہ قرضوں کے ادا ہو جانے کے بعد لازم ہوگا۔

مفلس کے مال میں سے خود مفلس کو اور اس کی بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو اور ذی رحم محرم کو خرچ دیا جائے اور اگر مفلس کے پاس مال نہ معلوم ہوتا ہو اور اس کے قرض خواہ اسے قید کرانا چاہیں۔

وہ کہے کہ میرے پاس مال نہیں ہے تو حاکم اسے ایسے قرض میں قید کر دے جو اس کے ذمہ مقبوضہ مال کے بدلے میں لازم ہوا ہو جیسے کہ بیع کی قیمت اور قرض کا بدلہ یا ایسے قرض میں جو کسی عقد میں اس کے ذمہ لازم ہوا ہو جیسے مہر اور کفالت اور ان کے سوا اور کسی قرضہ میں قید نہ کرے جیسے غصب کی ہوئی چیز کا بدلہ اور جنایتوں کا تاوان ہاں اگر گواہوں سے یہ ثابت ہو جائے کہ مال اس کے پاس ہے اور حاکم اسے دو یا تین مہینہ قید میں رکھے اور اس کے مال کی خوب تحقیق کرے اور اگر اس کے پاس مال ہونا ظاہر نہ ہو تو اسے رہا کر دے اور اسی طرح (اس صورت میں بھی رہا کر دے) جب گواہوں سے یہ ثابت ہو جائے کہ اس کے پاس واقعی مال نہیں ہے اور اس کے قید خانہ سے نکلنے کے بعد اس کے اور اس کے قرض خواہوں کے بیچ میں حائل نہ ہو جائے اور قرض خواہ ہر وقت اس کے پیچھے نہ رہیں اور نہ اسے تصرف اور سفر سے روکیں۔ ہاں جو کچھ اس کی کمائی میں سے بچے اسے لے لیں اور حصہ رسد آپس میں تقسیم کرتے رہیں۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ جب کسی پر حاکم نے مفلسی کا حکم لگا دیا تو اب حاکم اس کے اور اس کے قرض خواہوں کے بیچ میں ہو جائے (یعنی قرض خواہوں کو اس پر تقاضہ نہ کرنے دے) ہاں اگر وہ گواہوں سے یہ ثابت کر دیں کہ اس کے پاس مال آ گیا ہے۔

جب فاسق اپنے مال کو خود ہوشیاری سے برتنے والا ہو تو اس پر حجر نہ کیا جائے اور فسق اصلی اور فسق طاری دونوں یکساں ہیں۔

فاسق اصلی اسے کہتے ہیں جو بالغ ہونے سے بھی پہلے ہو اور آخر تک ویسا ہی رہے

فاسق طاری وہ ہے کہ پہلے اچھا تھا اور اب فاسق ہو گیا۔ حکم ان دونوں کا یکساں ہے اور اگر کوئی مفلس ہو گیا اور کچھ اسباب کسی خاص شخص سے خریدا ہوا بجنسہ اس کے پاس ہے تو یہ اسباب والا بھی مثل اور قرض خواہوں کے ہے۔

فائدہ: یعنی یہ اسباب بیچ کر اس کی قیمت اس اسباب والے کو اور دوسرے قرض خواہوں کو حصہ رسد ملے گی اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ یہ اسباب اس کو دے دینا چاہیے۔

کتاب الاقرار

اقرار کرنے کا بیان

ترجمہ: جب کوئی آزاد عاقل بالغ کسی (کا حق اپنے ذمہ ہونے) کا اقرار کرے تو وہ اس پر لازم ہو جائے گا خواہ وہ چیز جس کا اقرار کیا ہے معلوم ہو یا مجہول ہو (یعنی نا معلوم ہو) اور (نا معلوم ہونے کی صورت میں) اس سے کہا جائے گا کہ اس مجہول کو بیان کر (کیونکہ یہ جہالت اسی کی طرف سے ہے) پس اگر وہ بیان نہ کرے تو حاکم اس سے زبردستی بیان کراتے اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلانے کا میرے ذمہ کچھ ہے تو اس پر لازم ہے کہ ایسی چیز بیان کرے جو کسی قیمت کی ہو۔

فائدہ: مثلاً یہ کہے کہ میرے ذمہ ایک پیسہ ہے یا ایک سیر غلہ ہے۔ ایسی چیز بیان نہ کرے جو کسی قیمت کی نہ ہو مثلاً کہے کہ میرے ذمہ گیہوں کا ایک دانہ ہے یا مردار کی کھال ہے اور علیٰ ہذا القیاس۔

ترجمہ: اور اگر جس قدر مقر نے بیان کیا ہے مقرلہٗ اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے تو اس میں مع قسم کے مقر ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ مال ہے تو اس میں اسی کے بیان کی طرف رجوع کیا جائے اور تھوڑے بہت میں اس کا قول قبول کیا جائے گا۔

اگر کسی نے یہ کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کا مال عظیم (یعنی بڑا مال) ہے تو دو سو درہم

سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

اگر کسی نے یہ کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے درہم ہیں تو اس سے تین درہم مراد لیے جائیں گے۔ ہاں اگر وہ خود تین درہم سے زیادہ بیان کرے (تو اسی کا قول معتبر ہوگا)

اگر کسی نے یہ کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے اتنے اتنے درہم ہیں تو اس صورت میں گیارہ درہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ اس نے دو مبہم عددوں کو ذکر کیا ہے جن کے درمیان میں حرف عطف نہیں ہے اور اس کی تفسیر اور تفصیل کم سے کم گیارہ سے ہوتی ہے اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کہا کہ (میرے ذمہ) اتنے اور اتنے درہم ہیں تو اب اکیس درہموں سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ یہاں اس نے دو عدد مبہم ایسے ذکر کیے ہیں جن کے درمیان حرف عطف ہے اور اس کی تفسیر کم از کم اکیس سے ہوتی ہے۔ ہدایہ

ترجمہ: اور اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ ہے تو یہ (یعنی اس طرح کہنا) قرض کا اقرار ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ میرے پاس ہے تو یہ کہنا اس کے پاس امانت ہونے کا اقرار ہے۔

اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تیرے ذمہ میرے ہزار درہم ہیں اور اس نے جواب دیا کہ ان کو تول لے یا (کہا) پرکھ لے یا (کہا) مجھے مہلت دے یا (کہا) وہ میں تجھ کو ادا کر چکا ہوں تو یہ اقرار ہوگا (اور روپیہ دینا اسے لازم ہوگا)

اگر کسی نے میعادی قرض کا اقرار کیا اور مقرلہ نے (یعنی جس کے قرض کا اس نے اقرار کیا ہے) قرض کی بابت اس کی تصدیق کی (یعنی کہا کہ واقعی میرا قرض اتنا ہی ہے) اور میعاد میں تکذیب کی (کہ میعاد اور مہلت کچھ نہیں ہے) تو اس (مقر) کو فی الحال ہی قرض ادا کرنا لازم ہوگا۔ اور میعاد میں مقرلہ سے قسم لی جائے گی۔

اگر کسی نے کسی (کے) قرض کا اقرار کیا اور اپنے اقرار کے ساتھ ہی کچھ استثناء کر لیا تو وہ استثناء معتبر ہوگا اور باقی اسے ادا کرنا لازم ہوگا۔ خواہ استثناء تھوڑا ہو یا بہت ہو۔

فائدہ : تھوڑے استثناء کی مثال یہ ہے کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ بیس روپیہ ہیں۔ مگر دو روپیہ تو اس پر اٹھارہ لازم ہوں گے اور بہت کی مثال یہ ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے چالیس روپیہ ہیں مگر تیس روپیہ تو اس کے ذمہ دس روپیہ لازم ہوں گے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی (اقرار کرنے کے بعد) کل کا استثنا کرے تو یہ اقرار اس پر لازم ہوگا۔ (یعنی اقرار کے موافق کا روپیہ دینا پڑے گا) اور یہ استثناء باطل ہو جائے گا۔

اگر کسی نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ سو درہم ہیں مگر ایک دینار یا (کہا) مگر ایک قفیز گیہوں تو اس پر سو درہم لازم ہوں گے۔ مگر ایک دینار یا گیہوں کا ایک قفیز لازم نہ ہو گا۔ اور اگر کہا کہ فلاں کے میرے ذمہ سو درہم ہیں پس سو کے سو درہم ہی مراد ہوں گے اور اگر یہ کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ سو اور ایک کپڑا ہے تو اس پر ایک کپڑا لازم ہوگا اور سو کی تشریح بھی اسی سے کرائی جائے گی۔

فائدہ : یعنی اس پوچھا جائے گا کہ سو کیا ہیں۔ سو کپڑے ہیں یا سو روپیہ ہیں یا سو اشرفیاں ہیں پھر جو کچھ وہ بیان کرے گا وہی اس کے ذمہ لازم ہو جائیں گے خواہ کچھ ہی بیان کرے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی حق کا اقرار کر کے اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ دیا تو یہ اقرار اس پر لازم نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے (کسی چیز کا) اقرار کیا اور (اس میں) اپنے لیے شرط خیار کی (یعنی کہا کہ تین دن کا مجھے اس میں اختیار ہے) تو یہ اقرار اس پر واجب ہوگا اور خیار باطل ہو جائے گا۔ اور اگر کسی نے اس طرح اقرار کیا کہ یہ گھر زید کا ہے لیکن اس میں ملبہ میرا ہے تو یہ گھر اور ملبہ زید ہی کا ہوگا۔

فائدہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے زید کا گھر ہونے کا اقرار کر لیا تو اس میں ملبہ بھی آ گیا۔ کیونکہ گھر ملبہ اور زمین دونوں کو کہتے ہیں لہٰذا اس کا یہ استثنا کرنا بیکار ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کہا کہ اس گھر کا ملبہ میرا ہے اور زمین فلاں شخص کی ہے تو یہ اس کے کہنے کے مطابق ہوگا۔ اور اگر کسی نے اس طرح اقرار کیا کہ فلاں شخص کے میرے اوپر ٹوکرے میں چھوہارے ہیں تو اس پر ٹوکرا اور چھوہارے دونوں لازم ہوں گے۔

اگر کسی نے یہ اقرار کیا کہ زید کا میرے ذمہ طویلہ میں ایک گھوڑا ہے تو اس پر فقط گھوڑا

ہی لازم ہوگا۔ اور اگر کسی نے یہ کہا کہ میں نے گٹھری میں کپڑا غصب کرلیا ہے تو اس کے ذمہ دونوں چیزیں واجب ہوں گی۔ اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ کپڑے میں کپڑا ہے تو اسے دو کپڑے دینے لازم ہوں گے۔

اگر یہ کہا کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ دس کپڑوں میں ایک کپڑا ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر ایک ہی کپڑا لازم ہوگا۔

فائدہ: امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عادت کے موافق ایک کپڑا دس کپڑوں میں نہیں رکھا جایا کرتا اس لیے اس کا یہ کہنا بیکار سمجھا جائے گا۔

ترجمہ: اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اسے گیارہ کپڑے دینے لازم ہوں گے۔ اگر کسی نے ایک کپڑے کو غصب کرنے کا اقرار کیا تھا (کہ میں نے واقعی غصب کیا ہے) اور پھر وہ پھٹا ہوا کپڑا لایا تو اس بارے میں اس کا قول معتبر ہوگا۔ لیکن قسم کے ساتھ۔

فائدہ: یعنی اگر مقر کہے کہ یہ وہی کپڑا ہے جو میں نے غصب کیا تھا اور کپڑے والا اور کپڑا ہونے کا دعویٰ کرے تو اس بارے میں قول غاصب ہی کا معتبر ہوگا اور اس سے قسم لی جائے گی اور وجہ معتبر ہونے کی یہ ہے کہ غصب سالم ہی کپڑے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اسی طرح اگر کسی نے (اپنے ذمہ) دراہم ہونے کا اقرار کیا اور کہا کہ وہ کھوٹے ہیں (تو اس صورت میں بھی مع قسم کے اسی کا قول معتبر ہوگا) اور اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ پانچ میں پانچ ہیں۔ اگر اس سے اس کی مراد ضرب اور حساب ہے۔ تو فقط پانچ ہی لازم ہوں گے اور اگر وہ خود کہے کہ میری مراد پانچ کے ساتھ پانچ ہے۔ تو اس پر دس لازم ہوں گے اور حسن بن زیاد کا قول یہ ہے کہ پچیس لازم ہوں گے۔

اگر کسی نے کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے ایک درہم سے لے کر دس تک ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر نو درہم لازم ہوں گے (کیونکہ) امام ابوحنیفہؒ ابتداء کو اور اس کے مابعد کو لازم کرتے ہیں اور انتہاء کو ساقط فرماتے ہیں۔

صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اس پر پورے دس لازم ہوں گے۔

اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ ایک غلام کی قیمت کے ایک ہزار درہم ہیں جو میں نے

اس سے خریدا تھا اور میں نے قبضہ ابھی تک نہیں کیا تھا۔ پس اگر اس نے کوئی (خاص) معین غلام کی بابت کہا ہے تو اس مقرلہ سے کہا جائے گا کہ اگر تم چاہو تو یہ غلام اس کے حوالہ کرو اور ہزار درہم (اس سے) لے لو اور نہیں تو تمہارا اس پر کچھ نہیں ہے۔

اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ ایک غلام کی قیمت کے ہزار درہم ہیں اور غلام کی تعیین نہیں کی تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق ایک ہزار درہم اس پر واجب ہوں گے۔

اگر کسی نے کہا کہ (فلاں شخص کے) میرے ذمہ ہزار درہم ہیں، شراب کی قیمت کے یا سور کی قیمت کے تو ہزار درہم اس پر واجب ہوں گے اور اس کی یہ تفسیر تسلیم نہیں کی جائے گی۔

اگر کسی نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ اسباب کی قیمت کے ایک ہزار درہم ہیں اور وہ کھوٹے ہیں (یعنی کھوٹے ہی ٹھہرے ہیں) اور مقرلہ کہتا ہے کہ کھرے ٹھہرے تھے تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اس پر کھرے ہی واجب ہوں گے۔ (اسی پر فتویٰ ہے)

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اگر اس نے ساتھ کہہ دیا ہے تو اس کی تصدیق کر لی جائے گی اور کچھ بعد میں کہا ہے تو تصدیق نہیں کی جائے گی۔

اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کی میرے پاس انگوٹھی ہے تو اسے انگوٹھی اور نگینہ دونوں دینے پڑیں گے۔

فائدہ: کیونکہ انگوٹھی کا لفظ دونوں کو شامل ہے لہٰذا یہ اقرار دونوں کا قرار دیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کی میرے پاس تلوار ہے تو اس پر تلوار اور پرتلہ اور میان تینوں چیزیں واجب ہوں گی۔

اگر کوئی کہے کہ میرے پاس فلاں شخص کا ڈولہ ہے تو اس کے ذمہ (ڈولہ کی) لکڑیاں اور پردہ واجب ہوگا۔

اگر کوئی کہے کہ فلاں عورت کے میرے ذمہ ہزار درہم ہیں پس اگر (اس کے ساتھ ہی یہ) کہے فلاں شخص نے اس کے لیے وصیت کر دی تھی یا اس کا باپ مر گیا ہے اور یہ اس کا وارث ہے تو یہ اقرار درست ہوگا۔

اگراس اقرار کی اس نے خود کوئی تفصیل نہیں کی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ اقرار ٹھیک نہیں ہے۔

امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ یہ اقرار ٹھیک ہے۔

فائدہ: اس وجہ سے کہ اس میں زیادہ جہالت نہیں ہے اور مجہول چیز کا اقرار ٹھیک اور درست ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ لڑکے کا پیٹ میں ہونا معلوم ہو جائے اور معلوم ہونے کی یہ صورت ہے کہ اس وارث کے مرنے سے یہ چھ مہینے سے کم میں پیدا ہو جائے اور اگر چھ مہینے میں یا اس سے زیادہ میں پیدا ہوا تو یہ وصیت وغیرہ سب باطل ہوگی۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی لونڈی کے حمل کا یا بکری کے حمل کا کسی شخص کے لیے اقرار کر لیا تو یہ اقرار درست ہوگا (اور اس کے پیدا ہونے کے بعد اسے دینا) اس پر لازم ہوگا۔

اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں چند قرضوں کا اقرار کیا (کہ یہ میرے ذمہ ہیں۔ اور ان کے اسباب معلوم نہیں ہیں) اور اس کے ذمہ صحت کی حالت کے اور بھی قرض ہیں اور کچھ قرض اس مرض میں بھی ہو گئے ہیں جن کے اسباب معلوم ہیں تو صحت کا قرض اور جس قرض کے اسباب معلوم ہیں یہ مقدم ہیں پس جس وقت یہ ادا ہو جائیں اور ان میں سے کچھ بچے تو اس قرض میں دیا جائے جس کا اس نے مرض کی حالت میں اقرار کیا ہے۔

اگر اس کے ذمہ ایسے قرض نہیں ہیں جو صحت کی حالت کے ہوں تو اس کا یہ اقرار درست ہوگا اور جس کے لیے اقرار کیا ہے وہ وارثوں سے اولیٰ ہے۔

مریض کا اپنے وارث کے لیے اقرار کرنا باطل ہے۔ ہاں اگر اور ورثہ بھی اس کی اس میں تصدیق کر لیں تو جائز ہے۔

اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں کسی اجنبی لڑکے کے لیے (کچھ روپیہ وغیرہ کا) اقرار کیا پھر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو یہ اس کا بیٹا ہو جائے گا اور اس کے حق میں اس کا اقرار کرنا باطل ہوگا۔

اگر کسی نے اجنبی عورت کے لیے اقرار کر کے پھر اس سے نکاح کر لیا تو اس کے حق میں اس کا اقرار کرنا باطل نہ ہوگا اور اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں

دے دیں۔ پھر (اپنے ذمہ) اس کا کچھ قرض ہونے کا اقرار کیا تو اسے وہ دیا جائے گا جو اس کی میراث میں اور قرض میں سے کم ہوگا۔

فائدہ: یعنی اگر میراث قرض سے کم کو پہنچتی ہے تو میراث دے دی جائے گی اور اگر قرض میراث سے کم ہے تو قرض ادا کر دیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر کوئی کسی لڑکے کا اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس جیسا لڑکا اس مقر جیسے شخص کے پیدا ہو سکتا ہے اور اس لڑکے کا نسب معروف نہیں ہے (یعنی کوئی یہ نہیں جانتا کہ یہ کس کا بیٹا ہے) اور وہ لڑکا اس کی تصدیق کرتا ہے (کہ بیشک) میں اس کا بیٹا ہوں تو اس لڑکے کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ مقر (اقرار کرنے والا) بیمار ہو اور (اس کے فوت ہونے کے بعد) یہ لڑکا بھی میراث میں اور وارثوں کے ساتھ شریک ہوگا۔

مرد کا اقرار (اپنے) والدین اور بیوی اور لڑکے اور مولیٰ کے لیے جائز ہے۔

عورت کا اقرار (اس کے) والدین اور شوہر اور مولیٰ کے حق میں قبول کیا جائے گا اور بیٹے کے حق میں اس کا اقرار نہ قبول کیا جائے۔ ہاں اگر شوہر اس بارے میں اس کی تصدیق کرے یا اس کے تولد ہونے کی دائی گواہی دے۔

فائدہ: یعنی یہ کہے کہ یہ لڑکا بیشک اس عورت کا ہے چونکہ دائیوں کو اس کی شناخت خوب ہوتی ہے اس لیے دائی کا قول اس بارے میں معتبر ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے والدین اور بیٹے ہونے کے علاوہ کسی کے بھائی اور چچا ہونے کا اقرار کیا (یعنی یہ کہا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے یا میرا چچا ہے) تو اس کا اقرار نسب کے بارے میں مقبول نہ ہوگا۔ پس اگر اس اقرار کرنے والے کا اور کوئی وارث معلوم ہے خواہ قریب کا یا دور کا تو وہ اس مقرلہٗ سے (یعنی جس کے لیے اقرار کرتا ہے) اولیٰ ہوگا۔ (اس وارث کے ہوتے ہوئے اس مقرلہٗ کو میراث نہ ملے گی) اور اگر اس کے اور کوئی وارث نہیں ہے تو اس کی میراث کا یہی مقرلہٗ وارث ہوگا۔

اگر کسی کا باپ مر گیا اور اس نے کسی شخص کی بابت اپنے بھائی ہونے کا اقرار کیا تو اس کے بھائی کا اس سے نسب ثابت نہ ہوگا۔ اور میراث میں وہ اس کا شریک ہو جائے گا۔

کتاب الاجارہ

کرایہ کا بیان

ترجمہ: اجارہ ایک عقد ہے جو کسی چیز کے بدلے میں منافع پر واقع ہوتا ہے اور جب تک منافع اور اجرت معلوم نہ ہو اجارہ درست نہیں ہوتا۔

جس چیز کا بیع میں قیمت ہونا جائز ہو اس کا اجارہ میں اجرت ہونا جائز ہے۔

منافع کبھی تو مدت (بیان کردینے) سے معلوم ہوتے ہیں جیسے مکان کو رہنے کے لیے کرایہ پر لینا اور زمینوں کو کاشت کرنے کے لیے لینا تو ان میں ایک مدت معین پر (لینے سے) عقد (اجارہ) درست ہو جائے گا خواہ مدت کتنی ہو۔

کبھی منافع کام (ظاہر کردینے) اور نام لینے سے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی نے ایک آدمی کو کپڑا رنگنے پر یا کپڑا سینے پر نوکر رکھا یا گھوڑا وغیرہ کرایہ پر لیا کہ اس پر من بھر بوجھ لاد کے چار کوس لے جائے گا یا اس پر خود سوار ہو کے چھ کوس جائے گا۔

کبھی منافع معین کرنے اور اشارہ کرنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے قلی کیا کہ یہ غلہ (وغیرہ) فلاں معلوم جگہ تک لے جائے (اور وہ جگہ اس قلی کو بھی معلوم ہے) اور مکانوں اور دکانوں کو رہنے کے لیے کرایہ پر لینا جائز ہے اگرچہ یہ نہ بیان کرے کہ ان میں کیا کام کرے گا اور اسے اختیار ہے کہ (کرایہ پر لے کر) جو کام چاہے کرے مگر یہ تین کام (بغیر مکاندار کی اجازت کے) نہ کرے۔ لوہار کا کام اور دھوبی کا کام اور خراس کا کام۔

فائدہ: ہدایہ میں لکھا ہے کہ لوہار کا کام نہ کرنے کی تو یہ وجہ ہے کہ اس میں مکان کا نقصان ظاہر ہے کیونکہ مکان میں یہ کام کرنے سے دیواریں کمزور ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا فقط کرایہ پر لینے سے اس کام کی اجازت نہ ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس بعد کی دونوں صورتوں میں بھی مکان کا نقصان ہے۔

ترجمہ: اور زمینوں کو کاشت کے لیے کرایہ پر دینا جائز ہے اور کاشتکار کو اس میں پانی دینے اور راستہ بنانے کا اختیار ہے اگرچہ (لیتے وقت) یہ شرط نہ کی ہو۔

یہ عقد درست نہیں ہوتا جب تک کہ اس چیز کا نام نہ لے جو اس زمین میں کاشت کرے گا یا یہ کہہ دے کہ میں جو چاہوں گا اس میں کاشت کروں گا اور کسی ٹپڑ زمین کو اس میں مکان بنانے یا کھجور وغیرہ کے درخت لگانے کے لیے کرایہ پر لینا جائز ہے۔

جب کرایہ کی مدت ختم ہو جائے گی تو اس مستاجر (یعنی کرایہ پر لینے والے) پر لازم ہوگا کہ اس عمارت اور درختوں کو اکھاڑے اور زمین کو خالی کر کے زمیندار کے حوالے کرے۔ اور اگر وہ زمیندار یہ چاہے کہ اس شخص کو جس نے یہ مکان بنایا یا درخت لگائے ہیں وہ قیمت دے دے گا جو ان کے اکھڑ جانے کے بعد ان کی قیمت ہوگی اور ان درختوں اور مکان کا مالک ہو جائے گا یا زمیندار اس پر راضی ہو جائے کہ وہ اسی طرح رہنے دے تو اس (دوسری) صورت میں مکان (وغیرہ) اس مستاجر کا ہوگا۔ اور زمین زمیندار کی اور چوپایوں کو سواری اور بوجھ لے جانے کے لیے کرایہ پر لینا جائز ہے۔ پس اگر مطلق سوار ہونا ذکر کیا (یہ تعیین نہیں کی کہ میں خود ہی سوار ہوں گا) تو مستاجر کو اختیار ہے کہ جسے چاہے اس پر سوار کر دے اور اسی طرح اگر کسی نے کپڑا پہننے کے لیے کرایہ پر لیا اور مطلق پہننا ذکر کیا ہے۔ اور اگر مالک سے یہ کہہ دیا تھا کہ (مثلاً) اس گھوڑے پر فلاں شخص سوار ہوگا یا یہ کپڑا فلاں شخص پہنے گا اور پھر سوار اور کو کر دیا یا وہ کپڑا اور کو پہنا دیا تو اگر یہ گھوڑا مر گیا یا یہ کپڑا تلف ہو گیا تو یہ شخص اس کا دیندار ہوگا۔ اور یہی حکم ان سب چیزوں کا ہے جو استعمال کرنے والوں کے مختلف ہونے سے بدل جائیں کیونکہ ہر ایک کے استعمال کرنے میں فرق ہے لیکن زمین اور وہ چیزیں جو استعمال کرنے والوں کے مختلف ہونے سے نہیں بدلتیں سو ان کو کرایہ پر لینے میں اگر کسی نے یہ شرط کر لی کہ اس میں میں ہی رہوں گا یا فلاں ہی شخص رہے گا تو اسے اختیار ہے کہ اس میں کسی اور کو بسا دے۔

اگر مستاجر نے (بوجھ کی) قسم اور مقدار کا نام لے دیا تھا کہ گھوڑے پر یہ چیز لادوں گا۔ مثلاً یہ کہہ دیا تھا کہ گیہوں کے پانچ قفیز لاد کے لے جاؤں گا تو اس مستاجر کو اختیار ہے کہ جو چیز گیہوں جیسی ہو یا اس سے کم ہو وہ لادے جیسے جو اور تل اور گیہوں سے زیادہ بوجھ کی چیز اس پر لادنے کا اسے اختیار نہیں ہے۔ جیسے نمک' تانبا اور لوہا وغیرہ۔ پس اگر کسی نے ایک گھوڑا کرایہ پر لیا تا کہ اس پر روئی لے جائے۔ روئی کا نام لے دیا اور اب روئی کے وزن کے برابر

اس پر لوہا لے جانا جائز نہیں ہے (کیونکہ اس سے جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے)

اگر کسی نے ایک گھوڑا کرایہ پر لیا کہ اس پر میں سوار ہوں گا۔ پھر اس نے اپنے پیچھے ایک اور کو بٹھا لیا اور گھوڑا مر گیا۔ تو اگر یہ گھوڑا ان دونوں کو لے جا سکتا تھا۔ تو یہ شخص اس کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور بوجھ کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔

اگر کوئی جانور کرایہ پر لیا تا کہ اس پر دو من گیہوں لے جائے اور (دو من کی جگہ ڈھائی من گیہوں لے گیا اور وہ جانور مر گیا تو یہ اس زیادہ بوجھ کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: مثلاً چار من گیہوں لادنے کی اجازت تھی اور پانچ من لاد لیے تو پانچویں حصہ قیمت کا تاوان واجب ہوگا کیونکہ یہ جانور دو چیزوں سے مرا ہے۔ ایک وہ کہ جس کی اجازت تھی۔ دوسری وہ کہ جس کی اجازت نہ تھی۔ اور کرایہ دینے کا سبب بوجھ ہی ہے اس لیے تاوان بھی انہی دونوں پر منقسم ہوگا ہاں اگر اتنا بوجھ ہو کہ عادتاً ایسے جانوروں سے نہ اٹھتا ہو تو اس صورت میں یہ کرایہ پر لینے والا اس کی ساری قیمت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس کی اجازت بالکل نہ تھی جوہرہ نیرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے (گھوڑا کرایہ پر لے کر) لگام کھینچ کے گھوڑے کو زخمی کر دیا یا اسے (عادت سے زیادہ) مارا اور وہ مر گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ شخص ضامن ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ اس بارے میں مالک کی طرف سے اجازت ہونا اس شرط سے ہوتا ہے کہ میرے جانور کو تکلیف نہ دینا۔ اچھی طرح رکھنا' اور یہاں اسی کے خلاف پایا گیا اس لیے اس کے ذمہ تاوان واجب ہوگا اسی پر فتویٰ ہے۔ (کذا فی الجوہرہ)

ترجمہ: امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ضامن نہ ہوگا۔

مزدور کی قسمیں اور احکام ✱ کل مزدور دو قسم کے ہیں:

ایک مزدور مشترک' دوسرا مزدور خاص۔

مزدور مشترک وہ ہے کہ جب تک وہ کام نہ کر دے اجرت لینے کا مستحق نہیں ہوتا جیسے رنگریز' دھوبی اور ان کے پاس کپڑا امانت (کے طور پر) ہوتا ہے۔ اگر کہیں تلف ہو جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر تاوان بالکل نہیں ہے۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اس پر تاوان واجب ہے (اسی پر فتویٰ ہے)

جو چیز ایسے مزدور کے کچھ کرنے سے تلف ہو جائے۔ مثلاً دھوبی کندی کرتے ہوئے کپڑے کو پھاڑ دے یا مزدور کا پاؤں پھسل جائے یا وہ رسی ٹوٹ جائے جس سے کرایہ دینے والا بوجھ کو باندھتا ہے یا ملاح کے کشتی کو کھینچنے سے کشتی غرق ہو جائے (اور ان سب صورتوں میں اسباب کا نقصان ہو) تو یہ سب ضامن ہوں گے (ان سے تاوان لیا جائے گا) لیکن ملاح اپنے اس کام کی وجہ سے آدمیوں (کے تلف ہو جانے) کا ضامن نہ ہوگا۔ یعنی اگر کوئی آدمی کشتی کے غرق ہونے سے غرق ہو گیا یا کوئی جانور (دریا میں) گر گیا تو ملاح پر اس کا تاوان نہیں ہے۔

اگر معلم (یعنی پڑھانے والے) نے کسی بچہ کو اس کے باپ کی بغیر اجازت کے مارا تو اس پر بھی ضمان واجب ہے۔

اگر فصاد نے فصد کھولی یا چوپاؤں کے داغ دینے والے نے داغ دیا اور وہ فصد یا داغ اپنی معتاد جگہ سے نہیں بڑھا تو اگر وہ آدمی یا چوپایہ اس سے تلف ہو جائے تو ان دونوں پر ضمان نہیں ہے اور اگر فصد وغیرہ اپنی معتاد جگہ سے تجاوز کر گئی ہے تو یہ ضامن ہوں گے۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ کسی نے اس چوپایہ کے مالک کی اجازت سے داغ دیا ہو اور اگر اس کی بغیر اجازت کے داغ دیا ہے تو یہ ضامن ہوگا خواہ معتاد جگہ سے تجاوز کرے یا تجاوز نہ کرے۔

ترجمہ: اور مزدور خاص وہ ہے جو اپنی جان (مستاجر کے) سپرد کرنے ہی سے مزدوری کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس نے ابھی کچھ کام نہ کیا ہو۔ مثلاً کوئی شخص اپنی خدمت کرانے یا بکریاں چرانے کو ایک مہینہ کے لیے کسی کو نوکر رکھے اور اس مزدور خاص پر ان چیزوں کا تاوان نہیں ہے جو اس کے قبضہ میں ہو کر تلف ہو جائیں یا اس کے کچھ کرنے سے تلف ہو جائیں۔ ہاں اگر یہ کچھ زیادتی کرے تو یہ ضامن ہوگا۔

فائدہ: مثلاً بکریوں کے چرانے میں کسی بکری کی آنکھ پھوڑ دے یا ٹانگ توڑ دے تو اس کا اسے تاوان دینا پڑے گا۔ لیکن اگر کوئی بکری چلی جائے یا زبردستی سے کوئی پکڑ لے تو اس کا اس پر تاوان نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جو شرطیں بیع کو فاسد کرتی ہیں وہی (عقد) اجارہ کو بھی فاسد کرتی ہیں (ان شرطوں کی تفصیل بیع کے بیان میں گزر چکی ہے) اور اگر کسی نے خدمت کے لیے ایک غلام (یا آزاد آدمی) کو نوکر رکھا تو اسے سفر میں لے جانے کا اختیار نہیں ہے ہاں اگر نوکر رکھتے وقت اس سے یہ شرط کر لی ہو۔

فائدہ: یعنی یہ ٹھہرا لیا ہو کہ خواہ میں اپنے مکان پر رہوں یا کہیں سفر میں جاؤں تمہیں میرے ساتھ رہنا پڑے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سفر کی خدمت اور زیادہ مشکل ہوتی ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب کسی نے شہر میں رہتے ہوئے نوکر رکھا ہو سفر میں نہ ہو اور اگر وہ سفر ہی میں تھا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک اونٹ کرایہ پر لیا تا کہ وہ اس پر کجاوہ رکھ کر دو آدمیوں کو سوار کر کے (مثلاً) مکہ تک لے جائے تو (یہ صورت) جائز ہے اور مستاجر کو چاہیے کہ معمولی (بوجھ کا) کجاوہ رکھے اور اگر اونٹ والا کجاوہ کو دیکھ لے تو اور بھی اچھا ہے۔

اگر کسی نے ایک اونٹ کرایہ پر اس لیے لیا تا کہ اس پر (مثلاً) بارہ من کھانا لاد کر کہیں لے جائے) پھر اس کھانے میں سے رستہ میں کچھ کھا لیا تو اس کے لیے جائز ہے کہ جس قدر اس میں سے کھایا ہے اس کے بدلے اور کچھ بوجھ اس پر لاد دے اور (کرایہ یا) اجرت نفس عقد (اجارہ) کرنے سے واجب نہیں ہوتی۔

اجرت واجب ہونے کی صورتیں ✱ تین وجہ سے (مزدور) اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے:

① جلدی لینے کی شرط کر لی ہو۔

② مستاجر بغیر شرط کے جلدی دے دے۔

③ وہ مزدور اس کام کو کر دے جس پر عقد ہوا تھا۔

اگر کسی نے ایک مکان کرایہ پر لیا تو مکاندار کو اختیار ہے کہ ہر روز کا کرایہ روزانہ لے لیا کرے۔ ہاں اگر عقد میں (یعنی کرایہ پر دیتے وقت کرایہ کے) استحقاق کا بیان کر دیا جائے۔

فائدہ: کیونکہ بیان ہونا بمنزلہ مہلت دینے کے ہوتا ہے اور مہلت دینے کے بعد اس مہلت کی میعاد گذرنے تک استحقاق مطالبہ ساقط ہو جاتا ہے۔ ہاں بغیر بیان کی صورت میں جب ایک

دن ہو گیا تو کرایہ دار اس دن کا فائدہ حاصل کر چکا اس لیے اس پر اس دن کا کرایہ لازم ہو گیا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک اونٹ کو (مثلاً) مکہ تک لے جانے کے لیے کرایہ پر لیا تو اونٹ والے کو جائز ہے کہ ہر منزل پر کرایہ طلب کرے اور دھوبی اور درزی کو اجرت مانگنے کا اختیار نہیں ہے جب تک کہ وہ اس کام کو پورا نہ کر دیں۔ ہاں اگر جلدی لینے (یعنی کام ہونے سے پہلے لینے) کی شرط کر لی ہو۔

اگر کسی نے نان بائی کو اس لیے نوکر رکھا تا کہ ایک درہم میں ایک قفیز آٹے کی روٹی اس کے گھر پکائے تو جب تک وہ روٹی کو تنور سے نہ نکال دے گا مزدوری کا مستحق نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ یہ کام روٹی کے تنور سے باہر آنے ہی پر پورا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ روٹی بغیر تنور سے نکالے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا اس لیے یہ اجرت کا مستحق نہیں ہے اور اگر روٹی تنور میں جل گئی تو یہ ضامن ہے اور ایک قفیز بارہ صاع کا ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے باورچی کو نوکر رکھا تا کہ اس کے ولیمہ کے لیے کھانا پکائے تو کھانے کو برتن میں اتار دینا اس کے ذمہ ہے۔

فائدہ: یعنی اجرت کا اس وقت مستحق ہوگا کہ کھانا برتنوں میں اتار دے۔ اس سے پہلے اجرت نہیں مانگ سکتا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے اینٹیں بنانے کے واسطے کسی کو نوکر رکھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ اجرت کا اس وقت مستحق ہوگا کہ اینٹوں کو کھڑی کر دے اسی پر فتویٰ ہے۔

اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جب تک وہ اینٹوں کو (خشک ہونے کے بعد) ایک جگہ نہ کر دے اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔

اگر کسی نے درزی سے یہ کہا کہ اگر تو اس کپڑے میں فارسی سلائی کرے گا تو ایک روپیہ دوں گا اور اگر رومی کرے گا تو دو روپیہ دوں گا تو یہ (شرط) جائز ہے اور ان کاموں میں سے وہ جونسا کام کرے گا (اسی کی) اجرت کا مستحق ہوگا۔

اگر درزی سے یہ کہا کہ اگر تو آج ہی دے تو ایک روپیہ دوں گا اور اگر کل سیئے گا تو

آٹھ آنے دوں گا۔ پس اگر اس نے اسی روز سیدیا تو اس کا ایک روپیہ ہوگا۔ اور اگر اگلے روز سیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ اجرت واجب ہوگی جو ویسے کپڑے کی سلائی کا دستور ہوگا اور وہ سلائی آٹھ آنے سے نہیں بڑھے گی۔

فائدہ: یعنی اگر ویسے کپڑے کی سلائی کا دستور آٹھ آنے سے زیادہ ہوگا تو سے زیادہ ہوگا تو اسے آٹھ آنے سے زیادہ نہ دیئے جائیں گے۔ کیونکہ یہ اس سے پہلے ہی ٹھہر چکے ہیں۔

ترجمہ: اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں شرطیں جائز ہیں اور ان میں سے وہ جونسا کام کرے گا (اسی کی) اجرت کا مستحق ہوگا۔

اگر کسی نے ایک دوکان کرایہ پر لی (اور) کہا کہ میں اس دوکان میں عطاری کروں گا تو ایک روپیہ ماہوار دوں گا۔ اور اگر لوہار کا کام کروں گا تو دو روپیہ دوں گا۔ تو یہ (شرط) جائز ہے تو ان دونوں کاموں میں سے یہ جونسا کام کرے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ اجارہ فاسد ہے۔

اگر کسی نے مکان کرایہ پر لیا کہ ایک روپیہ ماہوار دوں گا تو یہ عقد فقط ایک مہینہ کے لیے درست ہے اور باقی مہینوں میں فاسد ہے ہاں اگر مہینوں کو معین کر کے ظاہر کر دے پھر اگر دوسرے مہینہ میں ایک گھڑی بھر ٹھہر گیا تو اس میں بھی عقد درست ہو جائے گا۔

کرایہ پر دینے والے کو یہ جائز نہیں ہے کہ مہینہ ختم ہونے سے پہلے اسے نکال دے اور یہی حکم ان سب مہینوں کا ہے جن کے شروع میں ایک دن یا ایک گھڑی بھر ٹھہر جائے۔

اگر کسی نے ایک مکان ایک مہینے کے لیے ایک روپیہ کرایہ پر لیا اور دو مہینے رہا تو اس پر پہلے مہینے کا کرایہ واجب ہے اور دوسرے مہینے کا واجب نہیں ہے۔

اگر کوئی سال بھر کے لیے دس روپیہ پر ایک مکان کرایہ پر لے لے تو جائز ہے اگرچہ ہر مہینے کے کرایہ کا نام نہ لے۔

حجام کو اپنے حمام کی اجرت لینی جائز ہے۔

گھوڑا وغیرہ پھیرنے کی اجرت لینی جائز نہیں ہے۔

اذان و تعلیم قرآن کی اجرت کا بیان ✱ نہ اذان دینے اور تکبیر کہنے اور قرآن شریف

پڑھانے اور حج کرنے کی اجرت لینی جائز ہے اور نہ گانے اور نوحہ کرنے پر اجرت لینی جائز ہے۔

مشترک چیز کو کرایہ پر دینے کا حکم ✽ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشترک مکان کو کرایہ پر دینا بھی جائز نہیں ہے۔

فائدہ: مثلاً ایک مکان دو آدمیوں کی شرکت کا ہے تو ان میں سے ایک شریک کو اپنے حصہ کا مکان کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے ہاں اگر دوسرے شریک کو دے دے تو جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ کے نزدیک مشترک چیز کو کرایہ پر دینا جائز ہے اور دائی (یعنی دودھ پلانے والی) کی تنخواہ ٹھہرا کر اسے نوکر رکھنا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اسے روٹی کپڑے پر رکھ لینا بھی جائز ہے اور اس کے نوکر رکھنے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کے شوہر کو اس سے صحبت کرنے سے روک دے۔ پس اگر اس دائی کو حمل رہ جائے تو انھیں اس اجارہ کا فسخ کر دینا جائز ہے۔ اس وقت کہ جب یہ ڈر ہو کہ اس کا دودھ بچہ کو نقصان دے گا اور دائی کو بچہ کی غذا کا درست کرنا لازم ہے۔

اگر اس نے اس (اجارہ کی) مدت میں بچہ کو بکری کا دودھ پلایا تو اسے تنخواہ نہیں ملے گی۔

جس اجیر (مزدور) کے فعل کا اثر اس چیز میں ظاہر ہو جیسے دھوبی اور رنگریز (کہ دھوبی کے دھونے اور رنگریز کے رنگنے کا اثر کپڑے میں صاف ظاہر ہوتا ہے) تو اسے جائز ہے کہ اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد جب تک (اپنی) اجرت نہ لے لے اس چیز (یعنی کپڑے وغیرہ) کو نہ دے۔

جس اجیر کے فعل کا اثر اس چیز میں ظاہر نہ ہو تو اسے اجرت لینے کے لیے اس چیز کو روک لینا جائز نہیں ہے۔

جب کسی پیشہ ور سے یہ شرط کر لی گئی کہ یہ کام تو خود کرنا تو اسے جائز نہیں ہے کہ دوسرے سے کرائے۔ اور اگر کوئی شرط نہیں کی گئی ہے تو اسے اختیار ہے کہ ایسے آدمی کو نوکر رکھ لے جو اس کام کو کر دے۔

جب درزی اور رنگریز اور مالک کا کپڑے میں جھگڑا پڑ جائے مثلاً کپڑے والا درزی سے کہے کہ میں نے تجھے قبا بنانے کو کہا تھا اور درزی کہے کہ کرتے کو کہا تھا یا کپڑے والا رنگریز کو کہے کہ میں نے تجھے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور تو نے زرد رنگ دیا تو (ان صورتوں میں) کپڑے والے کا قول قسم کے ساتھ معتبر سمجھا جائے گا۔ پس اگر کپڑے والے نے قسم کھا لی تو درزی (یا رنگریز) ضامن ہو گا۔ اور اگر کپڑے والا کہے کہ تو نے یہ کام مجھے بغیر اجرت کر دیا اور وہ کہے کہ میں نے اجرت سے کیا ہے تو اس صورت میں بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کپڑے ہی والے کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو گا۔

امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ اگر اس کا پیشہ ہی یہ ہے تو اسے اجرت دی جائے گی اور اگر اس کا یہ پیشہ نہیں ہے تو اسے اجرت نہیں ملے گی۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ کاریگر اس کام کو اجرت سے کرنے میں مشہور ہے تو قسم کے ساتھ اس کا قول مانا جائے گا۔ اس طرح قسم کھائے کہ میں نے یہ کام اجرت پر کیا ہے اور اجارۂ فاسدہ میں مثلی مزدوری واجب ہوتی ہے کہ جو ٹھہرائی ہے اس سے نہ بڑھے۔

جب کرایہ دار نے مکان (یا دوکان وغیرہ) پر اپنا قبضہ کر لیا تو کرایہ اس کے ذمہ ہے۔ اگرچہ وہ اس مکان میں نہ رہے اور اگر کسی غاصب نے یہ مکان اس سے غصب کر لیا تو کرایہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر اس میں کوئی ایسا عیب پائے جس سے وہاں رہنے میں تکلیف ہوتی ہو تو اس اجارہ کو توڑ سکتا ہے۔

جب مکان گر پڑے یا آب پاشی کی زمین کا پانی بند ہو جائے یا پن چکی کا پانی بند ہو جائے تو وہ اجارہ ٹوٹ جائے گا اور اگر ان دونوں معاملہ کرنے والوں میں سے (یعنی مکان دار یا کرایہ دار میں سے) ایک مر گیا اور وہ مکان وغیرہ اس نے اپنے ہی لیے لیا تھا تو یہ اجارہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر دوسرے کے لیے لیا تھا تو نہیں ٹوٹے گا۔

اجارہ میں شرط خیار درست ہے جیسا کہ بیع میں اور اجارہ عذروں سے ٹوٹ جاتا ہے مثلاً کسی نے بازار میں دوکان کرایہ پر لی تھی تاکہ اس میں تجارت کرے (مال بیچے) پھر اس کا مال جاتا رہا یا کسی شخص نے ایک مکان یا دوکان کرایہ پر دی پھر وہ مفلس ہو گیا اور اس کے ذمہ

اس قدر قرض ہو گیا کہ جو کچھ اس نے مکان وغیرہ کرایہ پر دے رکھا تھا بغیر اس کی قیمت آئے وہ اپنے قرضہ کو ادا نہیں کر سکتا تو حاکم اس (اجارہ کے) عقد کو توڑ دے اور اس کو قرض میں فروخت کر دے۔

اگر کسی نے سفر پر جانے کے لیے گھوڑا کرایہ کیا پھر اس کا سفر کا ارادہ ملتوی ہو گیا تو یہ بھی عذر ہے اور اگر کرایہ لینے والے کی رائے سفر کے جانے سے بدل جائے تو اس کا یہ عذر نہ ہوگا۔

فائدہ: پہلی صورت میں عذر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اگر وہ اس اجارہ کے موافق ہو گیا تو اس کا زیادہ نقصان ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ آدمی حج کے لیے جاتا ہے اور حج کا وقت نکل جاتا ہے یا اپنے قرض دار کو ڈھونڈھنے جانا چاہتا ہے اور وہ اس کے گھر آ جاتا ہے اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں رہتی ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

دوسری صورت میں عذر نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایسا کر سکتا ہے کہ خود اپنے گھر رہے اور اپنے گھوڑے وغیرہ کے ساتھ کسی اور مزدور یا اپنے غلام کو بھیج دے۔

کتاب الشفعه

شفعہ کا بیان

ترجمہ: شفعہ اس کے لیے واجب ہے جو نفس مبیع میں شریک ہو۔

فائدہ: یہاں واجب کے معنی ثابت کے ہیں کیونکہ شفعہ کے نہ کرنے سے آدمی گنہگار نہیں ہوتا۔ اور واجب کہتے ہی اس کو ہیں جس کے ترک سے آدمی گنہگار ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں واجب کے اصلی معنی مراد نہیں ہیں۔

ترجمہ: پھر اس کے لیے جو حق مبیع میں شریک ہو جیسے (دونوں مکانوں کے) پانی نکلنے کی موری اور (دونوں کا) راستہ ایک ہو، پھر پڑوسی کے لیے۔ اور جو نفس مبیع میں شریک ہو اس کے ہوتے راستہ اور موری میں شریک کو اور پڑوسی کو شفعہ نہیں پہنچتا۔ پس اگر یہ شریک (شفعہ سے)

دست کشی کر لے تو شفعہ اس کو پہنچے گا جو راستہ میں شریک ہو پس اگر یہ بھی دست کشی کر لے تو پھر اسے پڑوسی لے لے۔

فائدہ : پڑوسی سے وہ پڑوسی مراد ہے جس کا مکان اس کے مکان کے برابر ہو اور دیواریں دونوں مکانوں کی ملی ہوئی ہوں۔

شفعہ کب واجب ہوتا ہے ✻ ترجمہ: اور شفعہ (مکان کی) عقد بیع کرنے سے واجب ہوتا ہے۔ اور گواہوں سے قرار پا جاتا ہے اور شفعہ کا مالک (شفعہ دار مکان کو) لینے سے ہوتا ہے جس وقت کہ خود مشتری دے دے یا حاکم حکم لگا دے۔

جب شفیع کو (اپنے شفعہ دار مکان کے) بیع ہونے کی خبر ہو تو وہ اسی جگہ بیٹھا ہوا (اوّل شفعہ کا) مطالبہ کرنے پر گواہ کر دے پھر وہاں سے اٹھ کر بائع کے پاس جائے اگر مبیع بائع کے قبضہ میں ہو اور بائع پر گواہ کر دے یا مشتری کے پاس جائے (اگر اس کے قبضہ میں آ گئی ہو) اور مشتری پر بھی گواہ کر دے یا (اگر یہ دونوں نہ ملیں) تو مکان کے پاس کسی کو گواہ کر دے۔ پس جب یہ اس طرح کر دے گا تو اس کا شفعہ قرار پا جائے گا اور (اس کے بعد تاخیر کرنے سے) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شفعہ ساقط نہیں ہوتا۔

فائدہ : یعنی اگر کسی نے یہ گواہ وغیرہ کا سب بندوبست کر کے شفعہ کا دعویٰ کرنے کے لیے عدالت میں جانے میں تاخیر کر دی تو امام صاحبؒ کے نزدیک اس تاخیر سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا۔

ترجمہ: اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر گواہ کرنے کے بعد بغیر کسی عذر کے اس نے ایک مہینہ تک شفعہ چھوڑ رکھا تو اس کا شفعہ جاتا رہے گا۔

شفعہ مکان اور زمین میں واجب ہوتا ہے اگرچہ وہ ایسے ہوں جو تقسیم نہ ہو سکتے ہوں۔ جیسے حمام اور خراس اور کنواں اور چھوٹے چھوٹے مکان اور اس مکان اور باغ میں شفعہ نہیں ہے جو (مکان) بدون صحن (کے یا باغ بدون) اور میدان کے بیع کیا جائے۔ اور اسباب اور کشتیوں میں شفعہ نہیں ہے۔

شفعہ میں مسلمان اور ذمی برابر ہیں اور جب کوئی کسی زمین (یا مکان) کا مال کے

عوض میں مالک ہوتو شفعہ واجب ہے اور ایسے مکان میں شفعہ نہیں ہوتا جو مرد نے اپنی بیوی کو مہر میں دیا ہو یا عورت نے (اپنے خاوند کو) خلع کے عوض میں دے دیا ہو یا اس کے بدلے میں کوئی اور مکان کرایہ پر لیا ہو یا دم عمد کے صلح نامہ کرنے میں دے دیا ہو یا غلام کے آزاد کرنے میں ملا ہو یا کسی نے انکار کے بعد یا سکوت کے بعد اس مکان پر صلح کر لی ہو اور اگر اس پر اقرار کے ساتھ صلح کی ہے تو اس میں شفعہ واجب ہے۔

فائدہ: اقرار کے ساتھ صلح کرنے کی یہ صورت ہے مثلاً کسی شخص نے دوسرے پر بیس روپیہ کا دعویٰ کیا اور مدعیٰ علیہ نے یہ اقرار کیا کہ بے شک یہ روپیہ مجھے دینے ہیں لیکن اس کے پاس روپیہ بالکل نہیں ہے ہاں مکان یا زمین ہے تو اگر چند آدمی پنچ بن کر ایک زمین یا مکان پر ان کی صلح آپس میں کرا دیں تو اس مکان یا زمین میں حق شفعہ نہیں جاری ہوگا۔ کیونکہ یہ صلح اقرار کے ساتھ ہوئی ہے کہ مدعا علیہ نے اقرار کر لیا تھا۔

شفیع بننے کا طریقہ ✻ **ترجمہ:** اور شفیع جب قاضی کے یہاں (شفعہ) کرنے کو گیا۔ اور اس کے خریدنے کا دعویٰ کیا اور شفعہ طلب کیا تو قاضی مدعا علیہ سے شفعہ کی بابت دریافت کرے (کہ اس کے شفعہ والے مکان کا تو مالک ہے یا نہیں) اگر وہ اس مکان کی ملکیت کا اقرار کر لے جس کا شفعہ کیا جاتا ہے تو بہتر ہے ورنہ قاضی مدعی سے ثبوت مانگے اگر وہ پورا ثبوت نہ دے سکے تو پھر مشتری (یعنی اسی مدعا علیہ) سے قاضی قسم لے اس طرح پر کہ بخدا مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں اس مکان کا مالک ہوں (یا نہیں) جس کے شفعہ کا یہ دعویٰ کرتا ہے۔ پس اگر وہ قسم سے انکار کرے یا شفیع (یعنی مدعی) کسی طرح ثبوت دے دے تو اس مکان میں جس کے شفعہ کا جھگڑا ہے مدعا علیہ کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔

اس کے بعد قاضی مدعا علیہ سے پوچھے کہ تو نے یہ مکان خریدا ہے یا نہیں۔ اگر وہ خریدنے کا انکار کرے تو پھر شفیع۔ سے کہا جائے کہ تم ثبوت لاؤ (کہ یہ مکان اسی نے خریدا ہے) اگر شفیع ثبوت نہ دے سکے تو قاضی اسی مشتری سے (دوسری) قسم لے اس طرح پر کہ قسم ہے اللہ کی میں نے یہ مکان نہیں خریدا یا یوں کہے قسم ہے اللہ کی اس مکان پر شفعہ کا دعویٰ کرنے کا شفیع مستحق نہیں ہے اس صورت سے جو یہ بیان کرتا ہے۔

شفعہ کے متفرق مسائل:

شفعہ کا جھگڑا اٹھانا جائز ہے اگر چہ شفیع قاضی کے پاس روپیہ لے کر نہ آیا ہو اور جب قاضی نے اس کے لیے شفعہ کا حکم دے دیا تو اب روپیہ حاضر دینا اس پر لازم ہے۔

شفیع کو جائز ہے کہ خیار عیب یا خیار رویت کی وجہ سے اس (شفعہ والے) مکان کو واپس کر دے (کیونکہ شفیع بمنزلہ مشتری کے ہوتا ہے)۔

جب شفیع نے بائع کو (قاضی کے پاس) حاضر کر دیا۔ اور مبیع بائع ہی کے قبضہ میں ہے تو اب شفیع کا شفعہ کی بابت اس سے جھگڑنا جائز ہے۔ لیکن قاضی اس وقت تک گواہ وغیرہ کو نہ سنے جب تک مشتری حاضر نہ ہو جائے۔ پھر (اس کے حاضر ہونے کے بعد) اس کی موجودگی میں بیع کو فسخ کر دے اور بائع پر شفعہ کا حکم لگا دے اور اس کا خرچہ بائع پر ڈالے (یعنی ڈگری بائع پر کرے)

اگر کسی شفیع کو اس کے شفعہ کا مکان فروخت ہونا معلوم ہو گیا اور اس وقت اس نے کسی کو گواہ قرار نہیں دیا۔ حالانکہ گواہ کر سکتا تھا تو اس کا شفعہ جاتا رہا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اس نے وہیں بیٹھے کسی کو گواہ کر لیا اور گواہ یا مشتری یا اس مکان وغیرہ کے پاس کسی کو گواہ نہیں کیا (تو اس صورت میں بھی شفعہ نہ رہے گا)

اگر کسی نے کچھ روپیہ کے عوض شفعہ سے صلح کر لی اور وہ روپیہ بھی وصول کر لیا تو شفعہ جاتا رہے گا اور وہ روپیہ واپس دینا پڑے گا۔

فائدہ: کیونکہ شفعہ کا معاوضہ اس کے قبول کر لینے سے معلوم ہوا کہ اسے شفعہ لینا منظور نہیں ہے۔ کذا فی الجوہرہ

ترجمہ: اور جب (شفعہ طلب کرنے اور دونوں جگہ اس کے گواہ گذار دینے کے بعد) شفیع مر گیا تو اس کا شفعہ ہو گیا۔

ورثہ کو شفعہ لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری مر گیا تو اس سے حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا۔

اگر جس مکان وغیرہ کی وجہ سے شفیع اپنے شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے اس کو اس سے پہلے

ہی فروخت کر دیا کہ قاضی اس کے لیے شفعہ کا حکم دے تو اس کا شفعہ جاتا رہے گا۔

جب بائع کے وکیل نے کسی ایسے مکان کو فروخت کر دیا جس کا وہ خود شفیع تھا تو اب اس کا شفیع نہیں رہا اور اسی طرح اگر خود شفیع بائع کی طرف سے عوارض کا ضامن ہو گیا اور مشتری کے وکیل نے جب کوئی مکان وغیرہ خریدا حالانکہ وہ خود اس کا شفیع بھی ہے تو اس کا شفعہ رہے گا۔

اگر کسی نے خیار شرط سے کوئی مکان وغیرہ فروخت کیا تو اس میں شفیع کے لیے شفعہ نہیں ہے اور اگر بائع نے خیار کو ساقط کر دیا تو اس وقت اس میں شفعہ واجب ہو جائے گا۔

فائدہ: اس میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ چیز جس میں شفعہ کا دعویٰ کیا جاتا ہے بائع کے ملک سے نکل چکی ہے کسی قسم کی شرط وغیرہ نہیں رہی تو اس میں ضرور شفعہ ہو گا۔ اور اگر شرط وغیرہ کی وجہ سے ابھی بائع کے ملک میں ہے تو اس میں شفعہ نہ ہو گا۔

ترجمہ: اور اگر مشتری نے کوئی مکان خیار شرط سے خریدا ہے تو اس میں شفعہ واجب ہے اور اگر کسی نے شراء فاسد کے ساتھ کوئی مکان خریدا تو اس میں شفعہ نہیں ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ شراء فاسد میں بیع پر مشتری کا قبضہ ہونے سے پہلے تو وہ بائع کی ملک میں رہتی ہے اس لیے شفعہ نہیں ہو سکتا اور قبضہ ہونے کے بعد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں فسخ ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور متعاقدین (یعنی بائع و مشتری) میں سے ہر ایک کے لیے فسخ کر دینا جائز ہے اور اگر فسخ ہونا ساقط ہو گیا ہے تو پھر شفعہ واجب ہے۔

فائدہ: فسخ کے ساقط ہونے کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے اس مکان وغیرہ کو اور کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا تو اب اس میں شفعہ واجب ہو گا۔ کیونکہ حق شفعہ سے رکا رہنا محض حق فسخ باقی رہنے کی وجہ سے تھا اور جب یہ حق ساقط ہو گیا تو اب یہ شفعہ واجب ہے اسی طرح جوہرہ اور کفایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی ذمی نے شراب یا سور کے بدلے میں ایک مکان خریدا اور اس مکان کا شفیع بھی ذمی ہے تو وہ اتنی ہی شراب اور سور کی قیمت دے کر مکان کو لے لے اور ہبہ میں شفعہ

نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ ہبہ کسی مشروط عوض کے ساتھ ہو۔

فائدہ: ہبہ میں شفعہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر کسی نے کوئی مکان وغیرہ کسی کو ہبہ کر دیا ہے تو اس مکان وغیرہ میں شفعہ نہیں چل سکتا۔ ہاں اگر ہبہ مشروط عوض کے ساتھ ہو۔ مثلاً واہب کہے کہ میں تمہارے لیے یہ مکان اس شرط پر ہبہ کرتا ہوں کہ تم اتنے روپے مجھے دے دو اور یہ معاوضہ ہونے کے بعد دونوں کا اپنی اپنی چیز پر قبضہ بھی ہو جائے کیونکہ اگر دونوں کا قبضہ نہیں ہوا۔ یا ایک کا ہو گیا اور دوسرے کا نہیں تو پھر بھی شفعہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ہبہ میں قبضہ ہونا شرط ہے۔ اور جب قبضہ نہ ہو تو وہ ہبہ بھی پورا نہ ہوا۔ اور وہ چیز پہلے ہی مالک کی ملک میں رہی۔

ترجمہ: اور جب شفیع اور مشتری کا قیمت میں جھگڑا ہوا تو (قسم کے ساتھ) مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

فائدہ: اور شفیع کا اختیار ہوگا کہ چاہے وہ اس قیمت سے لے لے جو مشتری کہہ رہا ہے اور چاہے نہ لے اور یہ اس صورت میں ہے کہ شفیع گواہ نہ لا سکا ہو اور اگر گواہ لے آئے تو اس کے موافق حکم دے دیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر دونوں نے گواہ پیش کر دیئے ہیں تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک شفیع کے گواہ معتبر ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مشتری کے گواہ معتبر ہوں گے اور اگر مشتری نے کچھ زیادہ قیمت کا دعویٰ کیا اور بائع نے اس سے کم کا دعویٰ کیا اور ابھی اس نے قیمت پر قبضہ نہیں کیا تو شفیع اس مکان کی وہ قیمت دے کر لے لے جو بائع کہتا ہے۔

فائدہ: مثلاً مشتری کہتا ہے کہ بائع نے یہ مکان چار سو روپیہ میں خریدا ہے اور بائع کہتا ہے کہ میں نے دو سو روپے میں بیع کیا تو شفیع دو سو روپے دے کر مکان لے لے خواہ یہ مکان ابھی بائع کے قبضہ میں ہو یا مشتری کے قبضہ میں آ گیا ہو۔

ترجمہ: اور مشتری کے زیادہ کہنے کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور اگر بائع قیمت پر قبضہ کر چکا ہے تو اب شفیع اس مکان کو اس قیمت سے لے جو مشتری کہتا ہے اور بائع کے کہنے پر نہ

جائے۔

اگر بائع مشتری کو قیمت کا کچھ حصہ معاف کر دے تو اتنی ہی قیمت شفیع سے بھی ساقط ہو جائے گی اور اگر مشتری کو بائع نے ساری قیمت معاف کر دی تو شفیع کے ذمہ سے ساری قیمت ساقط نہ ہوگی۔ اور اگر بائع کو مشتری نے قیمت سے کچھ زیادہ روپیہ دے دیا ہے تو یہ زیادہ روپیہ دینا شفیع کے ذمہ لازم نہیں ہے اور اگر ایک مکان کے کئی شفیع ہوں تو شفعہ ان سب کو برابر ملے گا اور ملکوں کے اختلاف کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک مکان کے تین آدمی مالک تھے۔ لیکن ان میں سے ایک کا نصف مکان تھا اور دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا چھٹا حصہ پھر نصف والے نے اپنا سارا حصہ فروخت کر دیا اور دونوں شفیعوں نے شفعہ کا دعویٰ کیا تو ہمارے نزدیک ان دونوں کو قاضی نصف نصف مکان دلا دے گا ان کی ملک کے کم و بیش ہونے کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ شفعہ بھی ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک مکان کسی چیز کے عوض خریدا (یعنی روپیہ وغیرہ مثلی چیز نہیں دی) تو شفیع اس مکان کو اس چیز کی قیمت دے کر لے لے اور اگر اس نے کیلی یا وزنی چیز سے خریدا ہے تو شفیع بھی اسی کی مثل کیلی یا وزنی چیز دے کر لے لے۔

فائدہ: مثلاً کسی نے ایک مکان دس من گیہوں یا کسی ایسی ہی چیز کے عوض خریدا تھا تو شفیع بھی دس من گیہوں میں دے کر لے لے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک مکان دوسرے مکان کے عوض فروخت کیا ہے تو شفیع ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کی قیمت سے لے لے۔

فائدہ: جوہرہ میں لکھا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ یہ شخص ان دونوں مکانوں کا شفیع ہو۔ لیکن اگر ان میں سے ایک ہی کا شفیع ہو تو بس اسی کو دوسرے مکان یعنی جو مشتری نے بدلے میں دیا ہے قیمت دے کر لے لے۔

ترجمہ: اور اگر شفیع سے کسی نے یہ بیان کیا کہ (تمہارے پڑوس میں) فلانا مکان ایک ہزار (روپیہ) میں فروخت ہو گیا ہے۔ یہ سن کر اس نے شفعہ سے دست کشی کر لی۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ مکان اس سے کم میں فروخت ہوا ہے یا گیہوں یا جو سے فروخت ہوا ہے جن کی قیمت ایک ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہے تو اس کا دست کشی کرنا باطل (اور بیکار) ہے۔ اور وہ شفعہ لے سکتا ہے۔

فائدہ: ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے شفعہ سے دست کشی محض قیمت زیادہ سمجھنے کی وجہ سے کی تھی اور جب قیمت کم ہونا معلوم ہو گیا تو اب اس کی وہ دست کشی باطل ہو گئی۔

ترجمہ: اور اگر (بعد میں) یہ معلوم ہوا کہ وہ مکان اشرفیوں سے فروخت ہوا ہے جن کی قیمت ایک ہزار روپیہ ہے تو اب اس شفیع کو شفعہ نہ ملے گا۔

فائدہ: کیونکہ روپیہ اور اشرفیاں تو ذوات القیم ہونے کی وجہ سے دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ پس شفیع نے انکار کر دیا تو اس صورت میں اس کا انکار معتبر ہو گا۔

ترجمہ: اور اگر شفیع سے کسی نے یہ کہا کہ (تمہارے پڑوس کے مکان کا) مشتری فلاں شخص ہے تو اس نے شفعہ سے دست کشی کر لی پھر اسے معلوم ہوا کہ مشتری کوئی اور ہے تو اسے شفعہ ملے گا۔

اگر کسی نے دوسرے شخص کے لیے (یعنی اس کی طرف سے وکیل بن کر) ایک مکان خریدا تو شفعہ میں مدعیٰ علیہ یہی شخص (یعنی وکیل ہی) ہو گا۔ ہاں اگر اس نے وہ مکان مؤکل کے حوالہ کر دیا ہو۔

اگر کسی نے شفیع کی طرف سے لمبائی میں ایک ہاتھ بھر چھوڑ کر باقی سارے مکان کو فروخت کر دیا تو اس شفیع کے لیے اب شفعہ نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ شفعہ کا استحقاق پڑوس ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس صورت میں جب ایک ہاتھ بھر زمین درمیان میں چھوڑ کر دی تو اب مبیع کے ساتھ اتصال اور شفیع کا پڑوس نہ رہا۔ کیونکہ پڑوس اسی ہاتھ بھر زمین سے ہوتا ہے جو شفیع کے متصل ہے۔ پس جب بائع نے اس کو

استثنا کر لیا تو بیع ایسی چیز میں ہوئی جس میں پڑوس شمار نہیں ہوتا اور یہ شفعہ ساقط کرنے کا ایک حیلہ ہے۔ (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی مکان کا ایک حصہ پہلے خرید لیا تھا اور بعد میں باقی مکان بھی خرید لیا تو ہمسایہ پہلے حصہ میں شفعہ کرسکتا ہے دوسرے میں نہیں۔

فائدہ: شفعہ ساقط کرنے کا یہ دوسرا حیلہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک مکان ایک ہزار قیمت کا تھا اور اس نے اسے اس طرح فروخت کرنا چاہا کہ شفیع نہ لے سکے تو وہ اس مکان کے دسویں حصہ کو تو نو سو روپیہ میں پہلے فروخت کردے اور باقی اسی مشتری کے ہاتھ نو حصوں کو سو روپیہ میں فروخت کردے پس شفعہ کا دعویٰ خاص اسی دسویں حصہ میں اسی قیمت کے برابر ہو سکے گا۔ اور باقی ان نو حصوں میں شفعہ نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ جس وقت اس مکان میں ان نو حصوں کو خریدا تو یہ اس دسویں حصہ سے اس مکان میں شریک ہو چکا ہے لہٰذا اب اس سے یہ نو حصے نہیں لے سکتا۔ جوہرۂ نیرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے نقد روپیہ سے کوئی مکان خریدا۔ پھر مشتری نے روپیہ کے عوض بائع کو کپڑا دے دیا تو شفعہ میں روپیہ ہی دیا جائے گا نہ کہ کپڑا۔

شفعہ ساقط کرنے کے لیے کوئی حیلہ کرنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔

اگر مشتری نے (کوئی زمین خرید کر اس میں) مکان بنالیا یا باغ لگالیا۔ پھر شفعہ کی وجہ سے وہ زمین قاضی نے شفیع کو دلا دی تو اب شفیع کو اختیار رہے چاہے اس زمین کی قیمت دے کر اس کو اور اس مکان یا باغ سے اکھڑے ہوئے کی قیمت دے کر سب کو لے لے اور مشتری سے انھیں اکھڑوا دے (اور فقط زمین ہی لے لے)

اگر کوئی زمین شفیع نے لے کر اس میں مکان بنالیا یا باغ لگالیا۔ پھر اس کا کوئی اور حقدار نکل آیا تو یہ (اپنی دی ہوئی) قیمت کو (بائع سے) پھیر لے اور مکان اور باغ کی قیمت نہ پھیرے گی۔

فائدہ: کیونکہ اس کی قیمت اس صورت میں پھر سکتی ہے کہ جب اسے کسی نے دھوکہ دیا ہو اور یہاں مشتری وغیرہ کی طرف سے اسے کوئی دھوکہ نہیں ہوا۔ بلکہ یہ اس نے خود کیا تھا اس لیے اس کا کچھ معاوضہ نہ ملے گا۔

ترجمہ: اور اگر (کسی نے کوئی مکان خریدا تھا پھر وہ) مکان گر گیا یا اس کی چھت وغیرہ بغیر کسی کے کچھ کیے جل گئی یا باغ تھا اور اس کے درخت خشک ہو گئے تو اب شفیع کو اختیار ہے چاہے کل قیمت دے کر اس کو لے لے اور چاہے نہ لے۔

اگر مشتری نے مکان کو خود گرا دیا ہے تو اب شفیع سے کہا جائے گا کہ اگر تو چاہے تو اس میدان کو اس کے حصہ کی قیمت دے کر لے لے اور چاہے نہ لے۔ اور اس گرے ہوئے مکان کو اسے لینے کا اختیار نہیں ہے۔

اگر کسی نے ایک باغ خریدا اور اس کے درختوں پر پھل بھی لگا ہوا ہے تو شفیع اس کو معہ پھل کے لے لے اور اگر مشتری نے کچھ پھل توڑ لیا ہے تو شفیع اتنی ہی قیمت کم کر دے۔

فائدہ: کیونکہ پھل بیع میں داخل ہو کر مقصود تھا۔ لہٰذا اس کے مقابلہ میں قیمت بھی رکھی جائے گی اگر پھل کم ہو گیا ہے تو شفیع کے ذمہ سے قیمت بھی کم ہو جائے گی۔

ترجمہ: اور اگر (شفعہ کی وجہ سے) شفیع کو ایک مکان کے ملنے کا قاضی نے حکم دے دیا ہے اور وہ مکان ابھی اس شفیع نے دیکھا نہ تھا تو اسے خیار رویت (یعنی دیکھنے کا اختیار) ہوگا۔ پس اگر اس میں اسے کوئی عیب معلوم ہو تو اختیار ہے کہ اس کی وجہ سے اس مکان کو واپس کر دے اگرچہ مشتری نے اس سے بری ہونے کی شرط کر لی ہو۔

فائدہ: یعنی اگر مشتری نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ اگر اس میں کوئی عیب ہوا تو میں اس کا ذمہ دار نہ ہوں گا۔ باوجود عیب ہونے کے بھی تمہیں لینا پڑے گا تو مشتری کے اس کہنے کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کوئی مکان ادھار خریدا (قیمت ادا کرنے کی کچھ مدت ٹھہرا لی) تو شفیع کو اختیار ہے چاہے نقد قیمت دے کر اسے ابھی لے لے اور چاہے اس مدت کے ختم ہونے تک صبر کرے اور بعد میں لے لے اور اگر چند شریکوں نے ایک مکان کو تقسیم کر لیا ہے تو اس تقسیم کرنے کی وجہ سے ان کے پڑوسی کو شفعہ نہ پہنچے گا۔

فائدہ: کیونکہ تقسیم کرنا تملیک نہیں ہے یعنی اس میں کوئی غیر مالک نہیں بنایا جاتا۔ بلکہ یہ حقوق علیحدہ علیحدہ کرنے کے لیے ہوتی ہے اور اس سے شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا کذافی الجوہرہ۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کوئی مکان خریدا اور شفیع نے شفعہ سے دست کشی کر لی۔ پھر مشتری نے قاضی کے حکم سے خیار رویت یا خیار شرط یا کسی عیب کے باعث اسے واپس کر دیا تو اب شفیع کے لیے اس میں شفعہ نہیں ہے اور اگر اسے بغیر حکم قاضی کے واپس کیا ہے یا بیع کا اقالہ کر لیا ہے تو اب شفیع کے لیے شفعہ کرنا درست ہے۔

کتاب الشرکۃ

شرکت کا بیان

فائدہ: لغت میں شرکت کے معنی ملانے کے ہیں۔ لیکن شرع میں شرکت سے یہ مراد ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ایک عقد ہو جو اصل اور نفع دونوں میں شریک ہوں جوہرۂ نیرہ۔

شرکت کی قسمیں ✲ **ترجمہ:** شرکت دو طرح پر ہے:

① ایک شرکت املاک کی۔ ② دوسری شرکت عقود کی۔

املاک کی شرکت یہ ہے کہ ایک چیز کے دو وارث ہو جائیں یا دو آدمی مل کر اسے خرید لیں پس (اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ ان) دونوں (شریکوں) میں سے ایک کو دوسرے کے حصہ سے بغیر اس کی اجازت کے تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے حصہ میں مثل اجنبی آدمی کے ہے۔

دوسری قسم یعنی شرکت عقود کی چار قسمیں ہیں:

① مفاوضہ ② عنان ③ شرکت صنائع ④ شرکت وجوہ

شرکت مفاوضہ ✲ شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ دو آدمی یہ شرط کر لیں (یعنی آپس میں یہ ٹھہرا لیں) کہ مال میں اور تصرف میں اور قرضہ میں دونوں برابر رہیں گے۔ پس یہ شرکت ایسے دو آدمیوں میں جائز ہے کہ دونوں آزاد ہوں دونوں مسلمان ہوں دونوں بالغ ہوں دونوں

عاقل ہوں اور آزاد اور غلام کے درمیان میں اور لڑکے اور بالغ کے درمیان میں اور مسلمان اور کافر کے درمیان میں یہ شرکت جائز نہیں ہے اور یہ وکالت اور کفالت پر منعقد ہوتی ہے (یعنی یہ دونوں شریک آپس میں ایک دوسرے کے وکیل اور کفیل ہوتے ہیں) اور ان میں سے جونسا کوئی چیز خریدے گا تو وہ سب شرکت میں ہوگی۔ سوائے اپنے بال بچوں کے کھانے اور کپڑے کے اور ان میں سے جس کے ذمہ ایسی چیز کے بدلے قرض ہوگا کہ اس میں شرکت درست ہوتی ہے تو دوسرا اس کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: یعنی دونوں کے یکساں اور برابر ہونے کی وجہ سے دوسرا ضامن ہوگا۔ کیونکہ یہ شرکت کفالت پر منعقد ہوتی ہے پس اس شرکت ہی کی وجہ سے دوسرا اس کا کفیل ہو گیا ہے۔ کہ اس کے بدلہ میں وہ دے گا۔ اس لیے قرض خواہ اس سے مطالبہ کرسکتا ہے۔ جوہرہ

ترجمہ: اور اگر ان دونوں میں سے ایک کو ایسا مال ورثہ میں ملے گا جس میں شرکت درست ہوتی ہے یا کسی نے اس کے لیے ہبہ کر دیا اور وہ اس کے قبضہ میں آ گیا تو (شرکت) مفاوضہ باطل ہو جائے گی اور شرکت عنان ہو جائے گی۔

شرکت دراہم و دنانیر (یعنی روپیہ اور اشرفیوں) ہی سے منعقد ہوتی ہے۔ یا ان پیسوں سے جن کا رواج ہو اور ان کے سوا اور چیزوں میں جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر لوگ کسی چیز سے معاملہ کرنے لگیں (یعنی بجائے روپیہ وغیرہ دینے کے اس کا رواج ہو جائے مثلاً سونے چاندی کی ڈھیلیاں تو ان دونوں کے ساتھ بھی شرکت درست ہو جائے گی۔

اگر دو آدمی اسباب میں شرکت کرنی (یعنی ایک دوسرے کے اسباب میں شریک ہونا) چاہیں تو ان میں سے ہر ایک اپنے نصف مال کو دوسرے کے نصف مال سے فروخت کرے پھر دونوں عقد شرکت کرلیں۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے مثلاً ایک آدمی کے پاس آٹھ من گیہوں ہے۔ اور دوسرے کے پاس بارہ من کھجوریں یا اور کوئی چیز ہے تو یہ دونوں چار من گیہوں اور چھ من کھجوروں سے آپس ہی میں فروخت کر کے پھر دونوں عقد شرکت کرلیں۔

شرکت عنان: لیکن شرکت عنان سو وہ وکالت پر منعقد ہوتی ہے کفالت پر

منعقد نہیں ہوتی۔

فائدہ: یعنی اس میں ایک دوسرے کا وکیل تو ہوتا ہے اور کفیل نہیں ہوتا۔ وکیل ہونے اور کفیل نہ ہونے سے یہ نتیجہ نہ نکلے گا کہ اگر ان میں سے ایک شریک نے کچھ اسباب خریدا تو بائع دوسرے شریک سے اس کی قیمت نہیں مانگ سکتا۔ بلکہ مشتری ہی سے مانگے گا۔ ہاں جب وہ مشتری قیمت دینے لگے تو آدھی یا حصہ رسد اس دوسرے شریک سے لے۔

ترجمہ: اور (اس شرکت عنان میں) مال میں زیادتی ہونی جائز ہے (مثلاً ایک شریک کے دس روپیہ ہوں اور دوسرے کے بیس ہوں) اور یہ بھی درست ہے کہ مال میں دونوں برابر ہوں اور نفع میں کم وزیادہ ہوں۔

یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے تھوڑے مال سے شرکت کرے اور سارے سے نہ کرے۔

یہ شرکت اسی مال سے درست ہوتی ہے جس سے شرکت مفاوضہ کا درست ہونا ہم بیان کر چکے ہیں۔ (یعنی نقد روپیہ اور اشرفیوں سے ہوتی ہے اور اسباب سے نہیں ہوتی)

جائز ہے کہ یہ دونوں شریک ہو جائیں اور ایک کی طرف سے روپے ہوں اور دوسرے کی طرف سے اشرفیاں ہوں اور ان میں سے جونسا کوئی چیز شرکت کے لیے خریدے گا تو اس کی قیمت کا وہی دیندار ہوگا نہ کہ دوسرا۔ اور یہ اپنے شریک کے حصہ کے موافق اس سے لے لے۔

اگر ان دونوں نے ابھی کوئی چیز (شرکت کی) نہیں خریدی تھی اور شرکت کا سارا روپیہ جاتا رہا یا دونوں میں سے ایک کا جاتا رہا تو یہ شرکت باطل ہو جائے گی اور اگر ان میں سے ایک نے اپنے روپیہ سے کوئی چیز خرید لی تھی اور دوسرے نے ابھی کچھ نہیں خریدی تھی کہ اس کا روپیہ جاتا رہا تو یہ (ایک کی) خریدی ہوئی دونوں میں ان کی شرط کے مطابق (مشترک) رہے گی اور خریدنے والا اپنے شریک کے حصہ کے موافق اس کی قیمت کا روپیہ اس سے لے لے اور یہ شرکت ہو جاتی ہے۔

اگر ان دونوں نے روپیہ نہ ملایا ہو اور شرکت اس صورت میں درست نہیں رہتی کہ

جب نفع میں سے ایک شریک کے لیے کچھ معین روپیہ ٹھہرا دیا جائے۔

فائدہ : مثلاً دو آدمی شریک ہوں اور ایک دوسرے سے کہے کہ اس میں جو کچھ نفع ہوگا اس میں سے پانچ روپیہ تمہیں دوں گا۔ اور باقی میں رکھوں گا تو اس طرح سے شرکت کرنی درست نہیں ہوتی۔

ترجمہ: شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان کے دونوں شریکوں کو یہ اختیار ہے کہ مال کو بضاعت اور مضاربت کے طور پر کسی کو دے دیں۔

فائدہ : بضاعت اسے کہتے ہیں کہ ایک آدمی اپنا مال دوسرے آدمی کو دے دے تا کہ وہ اس سے تجارت کرے اور نفع اسے دیتا رہے کیونکہ تاجروں کا قاعدہ ہوتا ہے۔ کنز کی شرح عینی میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور (یہ بھی اختیار ہے کہ) ایسے عادل کو وکیل کردے جو اس میں تصرف کرے اور رہن رکھ دے اور رہن رکھ لے اور ایک اجنبی آدمی کو اس کے لیے نوکر رکھ لے اور نقد اور ادھار (جیسا موقع دیکھے) خرید و فروخت کرے اور اس مال پر اس وکیل کا قبضہ مثل امانت پر قبضہ ہونے کے ہوگا۔ (کہ اگر تلف ہو گیا تو اس پر تاوان نہ آئے گا)

شرکت صنائع ✲ شرکت صنائع یہ ہے کہ دو پیشہ ور مثلاً دو درزی یا دو رنگریز اس شرط پر شریک ہو جائیں کہ دونوں کام لیں گے اور دونوں ہی اجرت تقسیم کرلیں گے تو اس قسم کی شرکت جائز ہے۔

ان دونوں میں سے جب کوئی کسی کام کو لے گا تو اس پر اور اس کے شریک پر اس کو کرنا لازم ہوگا۔ اور اگر ایک نے کیا اور دوسرے نے نہ کیا تو اس کی اجرت دونوں میں نصفا نصف ہوگی۔

شرکت وجوہ ✲ شرکت وجوہ یہ ہے کہ دو آدمی اس شرط پر شریک ہو جائیں کہ دونوں اپنے اپنے اعتبار پر خرید و فروخت کریں اور روپیہ پیسہ دونوں کے پاس نہ ہو۔ یہ شرکت اس طرح پر جائز ہے۔

ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے اس میں کہ جو دوسرا خرید لے پس اگر دونوں میں یہ شرط ہوگئی ہے کہ جو چیز خریدی جائے گی وہ نصفا نصف ہوگی تو نفع بھی نصفا نصف ہی ہوگا اور اس میں کمی زیادتی جائز نہیں ہے۔

فائدہ: یعنی نفع میں یہ نہ ہوگا کہ ایک دو حصے لے لے اور دوسرا ایک حصہ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نفع کا استحقاق ضمان کی وجہ سے ہوتا ہے اور ضمان اس خریدی ہوئی چیز کی ملک کے تابع ہے۔ مثلاً اگر کوئی اس میں سے نصف حصہ کا مالک ہے تو اسے نصف قیمت دینی پڑتی ہے اور جو تین حصوں کا مالک ہے اسے تین حصوں کی دینی پڑتی ہے اس لیے نفع بھی اسی ملک کے موافق قرار دیا جائے گا۔ عینی شرح کنز۔

ترجمہ: اور اگر دونوں نے یہ شرط کر لی ہے کہ خریدی ہوئی چیز دونوں میں تین تہاگ رہے گی (یعنی ایک کے دو حصے ہوں گے اور دوسرے کا ایک حصہ) تو نفع بھی اسی حساب سے تقسیم ہوگا۔

شرکت وجوہ ٭ ایندھن لانے اور گھاس جمع کرنے میں شرکت درست نہیں ہے اور ان دونوں میں سے جب کوئی کچھ شکار کرے گا یا ایندھن لائے گا تو وہ اسی کا ہوگا اس کے شریک کا اس میں حصہ نہ ہوگا۔

فائدہ: یہ اس صورت میں ہے کہ دونوں نے ملانہ دیا ہو اور اگر ملا دیا ہے تو وہ دونوں میں اسی کے موافق تقسیم ہوگا جو دونوں میں شرط ٹھہر چکی ہے اور اگر کوئی شرط نہیں ٹھہری تو ہر ایک کا قول دوسرے کے دعوے کے مقابلہ میں قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ جوہرۂ نیرہ۔

ترجمہ: اور اگر دو آدمی شریک ہو جائیں ایک کا خچر یا بیل ہو اور دوسرے کا چرس ہو۔ اس شرط پر کہ اس چرس سے پانی کھینچا جائے اور اجرت دونوں میں نصفا نصف ہو تو یہ شرکت جائز نہیں ہے اور اجرت سب اس کی ہوگی جس نے پانی کھینچا ہے اور اس پر خچر یا بیل کی اجرت مثل واجب ہوگی۔

فائدہ: اجرت مثل سے یہ مراد ہے کہ جو ویسے بیل وغیرہ کا کرایہ پانی کھینچنے میں دیا جاتا ہوگا وہی اسے بھی دینا پڑے گا۔

ترجمہ: اور جو شرکت فاسد ہو جائے اس میں نفع اصلی مال کے حساب سے تقسیم ہوگا اور کمی زیادتی کی شرط باطل ہو جائے گی (کیونکہ نفع مال کے تابع ہوتا ہے اس لیے اس کے اندازہ سے دیا جائے گا)

ایک شریک مر گیا یا مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا گیا تو وہ شرکت باطل ہو گئی۔

دونوں شریکوں میں سے ایک کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ دوسرے (شریک) کی بغیر اجازت اس کے مال کی زکوٰۃ دے دے۔

فائدہ: کیونکہ زکوٰۃ دینا تجارت میں داخل نہیں ہے اس لیے اس میں کچھ تصرف کرنے کا اسے اختیار نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اگر ان میں سے ہر ایک نے اپنی زکوٰۃ دینے کی دوسرے کو اجازت دے دی تھی پھر ان میں سے ہر ایک نے اپنی بھی اور دوسرے کی بھی زکوٰۃ دے دی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرا (یعنی جس نے بعد میں دی ہوگی) ضامن ہوگا خواہ اسے پہلے کے دینے کی خبر ہو یا نہ ہو۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ دونوں نے آگے پیچھے دی ہو اور اگر دونوں نے ساتھ دی ہے تو ہر ایک دوسرے کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اگر اسے معلوم نہیں ہوا ہے تو وہ ضامن نہ ہوگا۔

كتاب المضاربة

مضاربت کا بیان

ترجمہ: مضاربت اسے کہتے ہیں کہ دو شریکوں میں سے روپیہ ایک کا ہو اور کام (یعنی تجارت وغیرہ کرنا) دوسرے کا اور نفع میں دونوں شریک ہوں۔

مضاربت اسی مال (یعنی روپیہ وغیرہ) سے درست ہوتی ہے جس سے شرکت کا درست ہونا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

شرط مضاربت (کے درست ہونے) کی یہ ہے کہ نفع میں دونوں شریک ہوں ان دونوں میں سے کوئی نفع میں سے معین روپوں کا مستحق نہیں ہوتا۔

فائدہ: مثلاً اگر کسی نے پچاس روپیہ مضاربت کے طور پر دیئے تو اس دینے والے کو استحقاق نہیں ہے کہ نفع میں سے پانچ روپیہ اپنے معین کرے بلکہ جو نفع ہو آپس میں بلاتعیین تقسیم کرتے رہیں۔

جس نے روپیہ دیا ہے اسے رب المال کہتے ہیں اور جو تجارت وغیرہ کرے گا اسے مضارب۔

ترجمہ: اور مضاربت میں ضروری ہے کہ یہ روپیہ مضارب کے سپرد کر دیا جائے اور اس روپیہ کے مالک کا اس پر کسی قسم کا قبضہ نہ ہو۔ پھر جب مضاربت مطلق ٹھہر جائے (یعنی کسی جگہ یا کسی خاص اسباب کی اس میں قید نہ ہو) تو مضارب کو خرید و فروخت کرنا اور سفر کر کے (باہر) جانا اور بضاعت پر روپیہ دینا اور (کسی ضرورت کے لیے) وکیل کرنا جائز ہے۔

اسے یہ جائز نہیں ہے کہ مضاربت کے طور پر یہ روپیہ کسی اور کو دے دے۔ ہاں اگر مالک نے اسے اجازت دے دی ہو یا کہہ دیا ہو کہ جس طرح سمجھ میں آئے کر۔

اگر مالک نے کسی خاص شہر یا کسی خاص مال تجارت کرنے کی قید لگا دی ہے تو اس (مضارب) کو اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اگر مضاربت کی کوئی مدت معین کر دی جائے تب بھی جائز ہے۔ اور اس مدت کے گزرنے پر مضاربت باطل ہو جائے گی۔

مضارب کے لیے رب المال کے باپ اور بیٹے اور اسی شخص کو خریدنا جائز نہیں ہے جو اس (رب المال) کی ملکیت میں آنے پر آزاد ہو جائے (یعنی ذی رحم محرم) اور اگر اس نے ان کو خرید لیا تو یہ خرید اسی مضارب کے لیے ہوگی نہ کہ مضاربت (کے مال) سے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ عقد مضاربت محض نفع حاصل ہونے کے لیے تجویز کیا گیا ہے اور نفع جب ہی ہوگا کہ جب یہ یکے بعد دیگرے اس روپیہ میں تصرف کرے حالانکہ اگر اس نے ذی رحم محرم کو خرید لیا اور وہ اس کے مالک ہو جانے کے باعث آزاد ہو گیا تو اس روپیہ میں یکے بعد دیگرے تصرف ہونا نہ پایا گیا۔ اس لیے یہ مضاربت نہ رہی۔ کذا فی الھدایۃ

ترجمہ: اور اگر مال میں نفع ہے تب بھی اس مضارب کو ایسے آدمی کا خریدنا جائز نہیں ہے جو مضارب پر آزاد ہو جائے۔

فائدہ: یعنی مضارب کا ذی رحم محرم ہو جو مضارب کی ملکیت میں آ کر اس کی طرف سے فوراً آزاد ہو جائے۔

ترجمہ: اور اگر یہ ایسے آدمیوں کو خریدے گا تو مضاربت کے روپیہ کا (ضامن ہوگا کہ) اسے تاوان دینا پڑے گا اور اگر مال میں نفع نہیں ہے تو اسے ان کا خریدنا جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ اگر اس نے اپنے کسی ذی رحم محرم کو خرید لیا تو وہ آزاد ہو گیا۔

ترجمہ: اور اگر دونوں نے یہ شرط کر لی ہے کہ خریدی ہوئی چیز دونوں میں تین تہائی رہے گی (یعنی ایک کے دو حصہ ہوں گے اور دوسرے کا ایک حصہ تو نفع بھی اسی حساب سے تقسیم ہوگا)۔

ایندھن لانے اور گھاس جمع کرنے اور شکار کرنے میں شرکت درست نہیں ہے۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک اسے بیع کر سکتا ہے۔ کنز کی شرح عینی میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: پھر اگر (خریدنے کے بعد) ان کی قیمت بڑھ گئی تو مضارب کا حصہ ان میں سے آزاد ہو جائے گا اور مضارب کے ذمہ رب المال کا کچھ نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ اس میں مضارب کی کوئی خطا نہیں ہے نہ قیمت کے بڑھنے میں اور نہ اس کے اپنے حصہ کے مالک ہونے میں بلکہ یہ صورت تو حکم شریعت کی وجہ سے پیش آ گئی ہے۔ کذا فی الهداية والنهاية۔

ترجمہ: اور یہ آزاد شدہ اپنی قیمت میں سے رب المال کے حصہ کی قیمت ادا کرنے میں کوشش کرے اور جب مضارب نے مضاربت کے طور پر کسی دوسرے شخص کو روپیہ دے دیا حالانکہ رب المال نے اسے اس کی اجازت نہیں دی کہ جس طرح تیری سمجھ میں آئے کرنا تو محض (روپیہ) دینے سے اس پر تاوان نہ آئے گا۔ اور نہ دوسرے مضارب کے محض تصرف کرنے سے یہاں تک کہ اس میں کچھ نفع ہو جائے اور جب نفع ہو جائے گا تو پہلا مضارب رب المال کے نفع کا ضامن ہو جائے گا۔

فائدہ: یہ روایت امام ابوحنیفہؒ سے حسنؒ نے کی ہے کہ نفع ہونے پر ضامن ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ دوسرے مضارب کے تصرف کرنے ہی سے پہلا مضارب ضامن ہو جائے گا خواہ نفع ہو یا نہ ہو اور ظاہر الروایۃ امام ابوحنیفہؒ سے یہی ہے۔ ہدایہ اور جوہرہ میں اسی طرح ہے۔

تقسیم نفع کی صورتیں ☆ **ترجمہ:** اور جب رب المال نے نصفا نصفی نفع پر مضارب کو روپیہ دے دیا اور پھر اسے یہ اجازت دے دی کہ تو یہ روپیہ مضاربت کے طور پر اور کسی کو دے دینا اور اس نے (اپنی طرف سے) تہائی نفع پر دے دیا تو بھی جائز ہے پس اگر رب المال

نے اپنے مضارب سے یہ کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ اس میں نفع دے گا وہ ہم تم نصفا نصف لے لیں گے (تو اس صورت میں) اس رب المال کو نصف نفع ملے گا۔ اور دوسرے مضارب کو تہائی (کیونکہ پہلے مضارب نے اس کا تہائی نفع ٹھہرا دیا تھا) اور پہلے مضارب کو (نفع کا) چھٹا حصہ۔

اگر رب المال نے اس طرح کہا تھا کہ جو نفع اللہ تعالیٰ تجھے دے گا وہ ہم تم دونوں نصفا نصف کر لیں گے تو (اس صورت میں) دوسرے مضارب کو تہائی (نفع) ملے گا اور جو بچے گا رب المال اور پہلا مضارب نصفا نصف لے لیں گے۔

اگر (رب المال نے) یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ نفع دے گا اس میں سے نصف میرا ہے پھر پہلے مضارب نے دوسرے کو بھی نصف ہی نفع پر دے دیا تو (اس صورت میں) نصف نفع دوسرے مضارب کا ہوگا اور نصف رب المال کا اور پہلے مضارب کو کچھ نہ ملے گا۔

اگر دوسرے مضارب نے (اپنے لیے) دو تہائی نفع ٹھہرا لیا ہے تو نصف نفع رب المال لے لے گا۔ اور نصف دوسرا مضارب۔ اور اس دوسرے مضارب کو پہلا مضارب اپنے مال میں سے نفع کے چھٹے حصے کے دینے کا ضامن ہوگا۔

مضاربت کب ختم ہو جاتی ہے ❋ جب رب المال یا مضارب مر گیا تو مضاربت باطل ہو گئی اور جب رب المال اسلام سے مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا تب بھی مضاربت باطل ہو جاتی ہے۔

فائدہ: پہلی صورت میں مضاربت باطل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ مضاربت اصل میں توکیل ہے اور مؤکل کے مرنے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے اور اسی طرح وکیل کے مرنے سے بھی' ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

مرتد ہونے کی حالت میں اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس کے دار الحرب میں چلے جانے کا حاکم نے بھی حکم کر دیا ہے تو جس روز وہ مرتد ہوا تھا اسی روز سے مضاربت باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ سرکاری حکم ہونے پر وہ کسی چیز کا مالک نہیں رہتا بلکہ اس کے وارث ہو جاتے ہیں۔ پس یہ مثل اس کے مرنے کے ہو جاتا ہے اور اگر سرکاری حکم نہیں ہوا تو وہ مضاربت موقوف رہتی ہے۔ جوہرۂ نیرہ

ترجمہ: اور اگر رب المال نے مضارب کو معزول کر دیا اور اسے اپنے معزول ہونے کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ اسی اثناء میں اس نے کوئی چیز خرید لی یا کوئی چیز فروخت کر دی تو اس کا تصرف جائز ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ مضارب رب المال کی طرف سے وکیل ہے اور وکیل کو قصداً معزول کرنا اس کے معلوم ہونے پر موقوف ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر اسے اپنا معزول ہونا معلوم ہو گیا اور روپیہ اسباب میں لگا ہوا ہے (نقد روپیہ اس کے پاس نہیں ہے) تو اسے اسباب کا بیچنا جائز ہے اور معزول ہونا اس سے اس کو نہیں روک سکتا اور اس کے بعد اس اسباب کی قیمت سے اسے اور کوئی چیز خریدنی جائز نہیں ہے۔

اگر رب المال نے اسے ایسی حالت میں معزول کیا کہ اصل مال اس کے پاس روپیہ یا اشرفیاں نقد ہیں تو ان میں اب اسے تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر رب المال اور مضارب علیحدہ علیحدہ ہو گئے (یعنی مضاربت توڑ دی) اور (مضاربت کا) روپیہ ادھار میں ہے اور مضارب اس میں سے منافع لے چکا ہے تو اس ادھار کے وصول کرنے پر حاکم مضارب پر جبر کرے کہ وہ وصول کر کے رب المال کو دے دے۔

اگر اس میں منافع نہیں ہوا تھا تو اب وصول کرنا مضارب کے ذمہ لازم نہیں ہے۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ روپیہ وصول کرنے کے لیے تو (اپنی طرف سے) رب المال کو وکیل کر دے۔

اگر مضاربت کے مال سے کچھ تلف ہو جائے تو منافع سے مجرا دیا جائے گا نہ کہ رب المال سے اور اگر تلف شدہ مال منافع سے بڑھ جائے تو اس کا تاوان مضارب کے ذمہ نہیں ہے۔

اگر وہ دونوں تقسیم کر چکے ہیں اور مضاربت بدستور ہے (یعنی اسے ابھی نہیں توڑا) پھر سارا مال یا کچھ مال تلف ہو گیا تو دونوں منافع لوٹا دیں تاکہ رب المال کی اصلی رقم پوری ہو جائے پھر اگر کچھ روپیہ بچے تو اسے دونوں تقسیم کر لیں اور اگر اصلی رقم میں کچھ کمی رہ جائے تو مضارب کے ذمہ اس کا تاوان نہیں ہے۔

اگر دونوں نے منافع تقسیم کر کے مضاربت توڑ دی اور بعد میں پھر مضاربت کر لی

اور سارا مال تلف ہو گیا تو اس صورت میں پہلے منافع کو دونوں نہ لوٹائیں اور مضارب کو نقد اور ادھار دونوں طرح سے بیچنا جائز ہے اور مضاربت کے مال سے نہ کسی غلام کا نکاح کرے نہ کسی لونڈی کا۔

کتاب الوکالۃ

وکالت کا بیان

ترجمہ: جو معاملہ آدمی کو خود کرنا جائز ہے اس میں دوسرے کو وکیل کرنا بھی جائز ہے۔

فائدہ: اور جو معاملہ آدمی کو خود کرنا جائز نہیں ہے تو اس میں وکیل کرنا بھی جائز نہیں ہے مثلاً کوئی شراب یا سور وغیرہ حرام چیزوں کی خرید وفروخت کے لیے کسی کو وکیل کر دے تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور کل حقوق کے ادا کرنے اور ان کو حاصل کرنے میں وکیل کرنا جائز ہے۔ حقوق پر قبضہ کرنے میں بھی وکیل کرنا جائز ہے مگر حدود اور قصاص میں جائز نہیں ہے کیونکہ ان کی انجام دہی پر باوجود موکل کے اس جگہ موجود نہ ہونے کے وکالت درست نہیں ہوتی۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حقوق کی جواب دہی کے لیے وکیل کرنا بغیر رضا مندی طرف ثانی کے جائز نہیں۔ ہاں اگر موکل بیمار ہو یا تین منزل پر ہو یا اس سے بھی زیادہ دور ہو۔

صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ بغیر طرف ثانی کی رضا مندی کے وکیل کر دینا جائز ہے۔

وکالت (درست ہونے) کی شرط یہ ہے کہ مؤکل ایسا شخص ہو جو تصرف کا مالک ہو اور اس پر (اس تصرف کے) احکام لازم آتے ہوں۔ (بخلاف لڑکے اور دیوانے کے)

وکیل ایسا شخص ہو جو بیع کو (بلکہ ہر معاملہ کو) سمجھتا اور اس کا قصد کرتا ہو اور اگر آزاد بالغ (عاقل) یا ماذون اپنے جیسوں کو وکیل کر دیں تو جائز ہے۔

اگر کوئی ان میں سے ایسے مجور لڑکے کو وکیل کر دے جو خرید وفروخت کو سمجھتا ہو یا کسی مجور غلام کو وکیل کر دے تو جائز ہے لیکن حقوق کو ان دونوں سے کوئی تعلق نہ ہو گا بلکہ وہ ان

دونوں کے مؤکلوں کی طرف راجع ہوں گے۔

وکیل کے تصرفات ﷽ وہ معاملات جو وکلاء کرتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں:

ایک وہ کہ جن کو وکیل اپنی طرف منسوب کرتا ہے جیسے خرید و فروخت، اجارہ، پس ان کے حقوق وکیل ہی کی طرف راجع ہوتے ہیں نہ کہ مؤکل کی طرف۔ پس وکیل ہی مبیع کو (مشتری کے) سپرد کر دے گا اور وہی قیمت وصول کرے گا اور جب کوئی چیز خریدے گا تو اسی سے قیمت طلب کی جائے گا اور وہی مبیع پر قبضہ کرے گا اور اس سے (مبیع کے اندر) عیب (وغیرہ ہونے) میں جھگڑا کیا جائے گا۔

دوسرے وہ کہ جن کو وکیل اپنے مؤکل کی طرف منسوب کرتا ہے جیسے نکاح، خلع، دم عمد سے صلح کرنی کیونکہ ان کے حقوق مؤکل کی طرف راجع ہوتے ہیں نہ کہ وکیل کی طرف۔

پس شوہر کے وکیل سے مہر کا مطالبہ نہیں ہوسکتا اور نہ عورت کے وکیل پر۔ اس عورت کا (خاوند کے) سپرد کرنا لازم ہے اور اگر (خود) مشتری سے قیمت مانگے تو مشتری کے لیے جائز ہے کہ اس کو قیمت نہ دے۔

فائدہ: کیونکہ یہ مؤکل بیع اور اس کے حقوق کی بہ نسبت بالکل اجنبی ہے اور اس کا مختار کار وہ وکیل ہی ہے ہدایہ اور جوہرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر مشتری نے مؤکل کو قیمت دے دی تو جائز ہے (قیمت ادا ہو جائے گی) اور وکیل کو دوبارہ اس سے قیمت مانگنی جائز نہیں ہے۔

اگر کوئی کسی شخص کو کسی چیز کے خریدنے کے لیے وکیل کرے تو ضرور ہے کہ اس کی جنس اور صفت بتا دے اور اس کی قیمت معین کر دے ہاں اگر اس نے اس کو مختار عام کر دیا اور یہ کہہ دیا ہے کہ جو کچھ دیکھے میرے لیے خرید لے (تو اس صورت میں قیمت وغیرہ معین کرنے کی ضرورت نہیں ہے)

جب وکیل نے کوئی چیز خرید لی اور اس پر اپنا قبضہ کر لیا۔ پھر اس میں کوئی عیب معلوم ہوا تو جب تک یہ مبیع اس کے قبضہ میں ہے اس عیب کی وجہ سے اس کا واپس کر دینا جائز ہے۔

اگر اس نے مؤکل کے سپرد کر دی تھی تو اب بغیر مؤکل کی اجازت کے اس کو واپس نہ

کرے۔

عقد صرف اور (عقد) سلم میں (بھی) وکیل کرنا جائز ہے پس اگر وکیل قبضہ کرنے سے پہلے اپنے معاملہ والے سے جدا ہوگیا تو وہ عقد باطل ہو جائے گا اور مؤکل کے جدا ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

جب وکیل بالشراء نے (یعنی جو کسی چیز کے خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا تھا) اپنے روپیہ میں (مبیع) کی قیمت دے دی اور مبیع پر قبضہ کرلیا تو وہ قیمت اسے مؤکل سے لے لینی چاہیے اور اگر قبل اس کے کہ وکیل اپنے روپیہ کی وجہ سے اس مبیع کو روکے اور وہ مبیع وکیل کے پاس تلف ہو جائے تو وہ مؤکل کے مال سے تلف ہوگی (یعنی تلف ہونے پر بھی وکیل مؤکل سے لے گا)

وکیل کے لیے جائز ہے کہ جب تک اس کی قیمت وصول نہ کرلے وہ مبیع مؤکل کو نہ دے پس اگر اس نے مبیع کو (قیمت لینے کی وجہ سے) روک لیا اور وہ اس کے پاس تلف ہوگئی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ مثل ضمان رہن کے دیندار ہوگا۔

فائدہ: یعنی اگر اس تلف شدہ مبیع سے قیمت کا پورا اچھٹ سکتا ہے تو مؤکل کے ذمہ کچھ نہیں۔

اگر قیمت میں کمی رہتی ہے تو جس قدر کمی ہے یہ وکیل مؤکل سے وصول کرے جیسا کہ رہن میں بھی یہی ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مثل ضمان بیع کے دیندار ہوگا۔

فائدہ: ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور مثل ضمان بیع سے یہ مراد ہے کہ اس مبیع کی قیمت وکیل کے ذمہ ہوگی۔ خواہ تھوڑی یا بہت ہو کیونکہ وکیل مؤکل کی نسبت مثل بائع کے ہے اس کا مبیع کو روکنا قیمت وصول کرنے کے لیے تھا۔ اور جب اسی کے پاس مبیع تلف ہو گئی تو گویا بائع ہی کے پاس تلف ہوئی۔ لہٰذا اب یہ مؤکل سے قیمت نہیں لے سکتا۔

ترجمہ: اور جب کسی شخص نے دو آدمیوں کو وکیل کر دیا تو جس چیز میں یہ دونوں وکیل کیے گئے ہیں اس میں ان میں سے ایک کو بلا دوسرے کے موجود ہوئے تصرف کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر اس نے ان دونوں کو کسی جواب دہی یا بغیر کسی عوض کے اپنی بیوی کو طلاق دینے یا بغیر

کسی عوض اپنے غلام کو آزاد کرنے یا امانت واپس کر دینے یا قرض ادا کرنے کے لیے وکیل کیا ہو۔

فائدہ: کیونکہ ان کاموں کو ان میں سے ایک بھی انجام دے سکتا ہے دو کے ہونے میں کوئی فائدہ نہیں ہے دوسرے یہ کہ جب کسی جواب دہی میں دونوں شریک ہوں گے تو دونوں انھیں سمجھائیں گے۔لہٰذا ان میں سے ایک دوسرے کے قائمقام ہو جائے (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اور وکیل کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جس کام میں وہ خود وکیل کیا گیا ہے اس میں کسی اور کو وکیل کر دے۔ ہاں اگر مؤکل نے اسے اجازت دے دی ہو یا یہ کہہ دیا ہو کہ اپنی رائے سے کام کر پس اگر اس نے اپنے مؤکل کی بغیر اجازت کے کسی کو وکیل کر دیا اور اس کے وکیل نے اس کے سامنے ہی کچھ خرید و فروخت کی تو جائز ہے اور اگر اس کی عدم موجودگی میں کی اور اس کے پہلے وکیل نے اس کو پسند کر لیا تو بھی جائز ہے۔

وکیل کی معزولی ❊ مؤکل کو جائز ہے کہ جب چاہے اپنے وکیل کو وکالت سے معزول کر دے پھر اگر وکیل کو اپنے معزول ہونے کی خبر نہیں پہنچتی تو وہ اپنی وکالت پر رہے اور جب تک اسے معلوم نہ ہو اس کا تصرف جائز اور معتبر ہے۔

فائدہ: کیونکہ وکیل کرنا مؤکل کا حق ہے پس یہ اپنے حق کو باطل کر سکتا ہے۔ ہاں اگر اس کے ساتھ غیر کا حق متعلق ہو گیا ہو تو اس صورت میں وکیل کو معزول کرنے میں اس غیر کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔اور یہ جائز نہیں ہے ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور مؤکل کے مرنے اور اس کے بالکل دیوانہ ہونے اور مرتد ہو کر دارالحرب میں چلے جانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے اور جب کسی نے (خرید یا فروخت کے لیے) مکاتب کو وکیل کیا پھر وہ (بدل کتابت ادا کرنے سے) عاجز ہو گیا یا ماذون غلام کو وکیل کیا پھر وہ مجور ہو گیا یا دو شریک تھے پھر وہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے (یعنی شرکت توڑ دی) تو یہ سب صورتیں وکالت کو باطل کر دیتی ہیں خواہ وکیل کو معلوم ہو یا نہ ہو اور جب وکیل مر گیا یا وہ بالکل دیوانہ ہو گیا تو اس کی وکالت باطل ہو گئی اور اگر وہ مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا تو اس کا تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ مسلمان ہو کر پھر آ جائے۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس کے دارالحرب میں چلے جانے کا قاضی نے بھی حکم دے دیا ہو اور مبسوط میں شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ اگر وکیل مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا وہ سب ائمہ کے نزدیک وکالت سے معزول نہیں ہو جاتا جب تک کہ اس کے چلے جانے کا قاضی حکم نہ دے دے۔ اسی طرح کفایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی کام کے لیے ایک شخص کو وکیل کیا اور پھر مؤکل خود اس کام کو کرنے لگا جس کے لیے اس کو وکیل کیا تھا تو وہ وکالت باطل ہوگئی۔

وکالت کے متفرق مسائل ❋ جو خرید و فروخت کرنے کے لیے وکیل ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ اور اپنے دادا اور اپنے بیٹے اور اپنے پوتے اور اپنے غلام اور اپنے مکاتب سے خرید و فروخت کرے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ پوری پوری قیمت کے ساتھ ان کے ہاتھ اس کا کچھ بیچ دینا جائز ہے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع کے وکیل کو جائز ہے کہ (جس چیز کے بیع کر دینے کا وہ وکیل ہے اسے) کمی زیادتی کے ساتھ فروخت کر دے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ ایسی کمی کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے جس کا لوگوں میں رواج نہ ہو اور خریداری کے وکیل کو برابر قیمت اور اس قدر زیادہ قیمت کے ساتھ خریدنا جائز ہے جس کا لوگوں میں رواج ہو اور رواجی قیمت سے زیادہ کے ساتھ جائز نہیں ہے اور لوگوں میں اس قیمت کے رواج ہونے سے یہ مراد ہے کہ قیمت لگانے والے اس کی اتنی قیمت نہ لگاتے ہوں (ہاں ضرورت کے وقت اتنی قیمت دے دینے کا رواج تاجروں میں ہو) اور اگر بیع کا وکیل مشتری کی طرف سے قیمت کا (خود ہی) ضامن ہو جائے تو اس کی ضمانت باطل ہے اور اگر کسی نے ایک غلام کو بیچنے کے لیے کسی کو وکیل کیا اور اس نے نصف غلام کو بیچ دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور اگر کسی نے ایک غلام خریدنے کے لئے کسی کو وکیل کیا اور اس نے نصف غلام خرید لیا تو یہ خریدنا (بالاجماع) موقوف رہے گا اگر بعد میں اس نے باقی غلام بھی خرید لیا تو یہ مؤکل کو لینا پڑے گا (ورنہ نہیں) اور اگر کسی نے ایک آدمی کو اس لئے وکیل کیا کہ دس کلو گوشت ایک روپیہ میں خرید کر لائے اور وکیل نے ویسا ہی گوشت جو ایک روپیہ میں دس کلو بکتا

ہے ایک روپیہ میں بیس کلو خرید لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مؤکل کو دس کلو گوشت آٹھ آنے میں لینا لازم ہوگا۔ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ سارا (یعنی بیس کلو) لینا پڑے گا۔ اور اگر کسی نے بلا تعین ایک غلام کے خریدنے کے لیے کسی کو وکیل کر دیا تو اس وکیل کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس چیز کو اپنے لیے خرید لے اور اگر کسی نے بلا تعیین ایک غلام کے خریدنے کا کسی کو وکیل کر دیا اور پھر وکیل نے ایک غلام خریدا تو وہ وکیل ہی کا ہوگا۔ ہاں اگر وکیل یہ کہے کہ میں نے موکل کے لیے قصد کر کے خریدا ہے یا اس نے مؤکل کے روپیہ سے خریدا ہے (تو ان دونوں صورتوں میں) مؤکل کا ہوگا۔ اور امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک جو وکیل جواب دہی کے لیے ہے حق پر قبضہ کرنے کے لیے بھی ہے اور جو وکیل قرض پر قبضہ کرنے کے لیے ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہی اس میں جواب دہی کرنے کے لیے بھی ہے اور جب جواب دہی کے وقت وکیل نے قاضی کے اجلاس میں اپنے مؤکل کے ذمہ (کسی چیز) کا اقرار کر لیا تو اس کا اقرار جائز ہوگا اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک قاضی کے سوا اور کسی کے اجلاس میں وکیل کا مؤکل کے ذمہ اقرار کر لینا جائز نہیں ہے ہاں وہ جواب دہی سے نکل جائے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غیر قاضی کے اجلاس میں بھی اس کا اقرار کر لینا جائز ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی نے ایک شخص کو اس لیے وکیل کیا کہ فلاں آدمی پر ایک چیز کا دعویٰ کر دے اور وکیل نے قاضی کے اجلاس میں اس کے دعوے کے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لیا یا مدعا علیہ کا وکیل تھا اور اس نے اپنے مؤکل کے ذمہ اس چیز کے ہونے کا اقرار کر لیا تو اس قسم کے اقرار کرنے میں ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے جو تین میں ذکر کیا گیا ہے کذا فی الجوہرہ۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ میں فلاں آدمی کی طرف سے اس کا قرض وصول کرنے کے لیے وکیل ہوں اور مقروض نے اس کی تصدیق کر لی تو (قاضی کی طرف سے) اسے حکم دیا جائے کہ قرض کو وہ اس کے حوالے کر دے۔

فائدہ: حکم کیے جانے سے یہ مراد ہے کہ قاضی اس سے زبردستی دلا دے۔ کیونکہ اس کے

تصدیق کر لینے سے اس کی وکالت ثابت ہوگئی ہے کیونکہ اس کا تصدیق کرنا اپنے ذمہ اقرار کر لینا ہے۔

ترجمہ: پس اگر وہ مؤکل آ گیا اور اس نے (بھی) اس وکیل کی تصدیق کر لی تو جائز ہے ورنہ وہ مقروض اسے دوبارہ روپیہ ادا کرے اور خود پھر وکیل سے وصول کرے اگر اس کے پاس روپیہ ہو۔

فائدہ: اور اگر وکیل کے پاس نہ ہو تو پھر اس سے کچھ نہیں لے سکتا۔ ہاں اگر دیتے وقت کسی کو ضامن کر لیا تو اب اس ضامن کو پکڑے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی کہے کہ میں (فلاں کی طرف سے) امانت وصول کرنے کا وکیل ہوں اور امانت دار اس کی تصدیق کرے تو اس کو امانت دے دینے کا قاضی حکم نہ دے۔

کتاب الکفالہ

کفالت (یعنی ضمانت) کا بیان

ترجمہ: کفالت کی دو قسمیں ہیں ایک کفالت جان کی (جسے حاضر ضامنی کہتے ہیں) دوسری کفالت مال کی (یعنی مال کا ضامن ہو جانا)

حاضر ضامنی ✻ اور جان کی کفالت کر لینی جائز ہے اور اس میں مکفول بہ (یعنی جس کی کفالت کی ہے اس) کو حاضر کرنا ہوتا ہے اور کفالت اس وقت منعقد (اور صحیح) ہو جاتی ہے کہ جب کسی نے اس طرح کہا کہ میں فلاں آدمی کے نفس کا ضامن ہو گیا یا اس کی گردن یا اس کی روح یا اس کے بدن یا اس کے سر یا اس کے نصف یا اس کے تہائی (بدن) کا ضامن ہو گیا اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ میں اس کا ضامن ہوں یا وہ میرے ذمہ ہے یا میری طرف ہے یا کہا میں اس کا ذمہ دار ہوں یا اس کا میں کفیل ہوں پس اگر کفالت میں مکفول بہ کو کسی خاص وقت پر سپرد کر دینے کی شرط کر لی ہے تو اس وقت پر جب مکفول لہ اس کو طلب کرے گا تو اس کفیل پر اس کو حاضر کر دینا لازم ہوگا۔ پس اگر اس نے حاضر کر دیا تو فبہا ورنہ اس (کفیل) کو

قید کرلے اور اگر اس نے اسے حاضر کر کے ایسی جگہ اس کے سپرد کر دیا ہے کہ وہ مکفول اس سے جھگڑ سکتا ہے تو یہ کفیل (اپنی) کفالت سے بری ہو جائے گا۔

فائدہ: اور اگر کسی ایسی جگہ اس کے سپرد کر دیا ہے کہ وہ وہاں جھگڑا نہیں کر سکتا مثلاً کہیں جنگل وغیرہ میں سپرد کر دیا تو اس صورت میں یہ کفیل کفالت سے بری نہ ہو جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر کوئی اس بات کا کفیل ہوا کہ وہ مکفول کو قاضی کے اجلاس میں سپرد کر دے گا۔ پھر اس نے اسے بازار میں سپرد کر دیا تو وہ بری ہو جائے گا۔ اور اگر جنگل میں سپرد کر دے گا تو بری نہ ہوگا تو بری نہ ہوگا اور مکفول بہ مر جائے تو کفیل بالنفس (یعنی حاضر ضامنی والا) کفالت سے بری ہو جائے گا اور اگر کوئی کسی کا اس شرط سے کفیل ہوا کہ میں نے اسے فلاں وقت حاضر نہ کیا تو جو اس کے ذمہ ہو میں اس کا ضامن ہوں۔ اور اس کے ذمہ ہزار روپیہ تھے پھر اس نے اسے اس وقت حاضر نہ کیا تو وہ روپیہ اس ضامن پر لازم نہ ہوگا اور یہ اس کے حاضر کرنے کی کفالت سے بری نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ اس کے ذمہ کفالت کی وجہ سے مال کا واجب ہونا اس کے حاضر کرنے کی کفالت کے منافی نہیں اس وجہ سے کہ ان میں سے ہر کفالت اطمینان کے لیے ہے اور جب اس نے مال کے ضامن ہونے کو اس کے حاضر نہ کرنے کی شرط پر معلق کر دیا تو یہ تعلیق درست ہوگئی اور جب وہ شرط نہ پائی گئی تو مال اس کے ذمہ لازم ہو گیا ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدود اور قصاص میں حاضر ضامنی کرنی جائز نہیں ہے لیکن مال کی ضمانت جائز ہے خواہ وہ جس کی ضمانت کی جاتی ہے معلوم ہو یا نہ ہو مگر وہ دین صحیح ہو۔

فائدہ: یعنی ایسا دین ہو جو بغیر ادا کیے یا بغیر قرض خواہ کے معاف کیے ذمہ سے ساقط نہ ہو۔ جیسے خریدی ہوئی چیزوں کی قیمتیں اور جنایتوں کے تاوان بخلاف دین کتابت کہ وہ دین ضعیف ہے کیونکہ وہ باوجود اپنے منافی یعنی رقیت کے بھی ثابت ہو جاتا ہے اور اسی واسطے مکاتب اپنے آپ کو عاجز کر کے اس بدل کتابت کو ساقط کر دینے کا خود مختار ہوتا ہے کفایہ۔

مالی ضمانت ✻ **ترجمہ**: مثلاً کوئی یہ کہے کہ اس کی طرف سے میں ہزار درہموں کا ضامن ہوں یا (کہے کہ) جو کچھ تمہارا اس کے ذمہ ہے یا جو کچھ تمہارا اس بیع میں چاہیے ہوگا (میں اس

کا ضامن ہوں) اور مکفول لہٗ کو اختیار ہے چاہے اس سے طلب کرے جس کے ذمہ اصل روپیہ ہے اور چاہے اس کفیل سے طلب کرے۔ اور کفالت کو شرطوں پر معلق کرنا جائز ہے۔

فائدہ: لیکن وہ شرط اس کا سبب اور اس کے مناسب ہونی چاہیے۔

ترجمہ: مثلاً کوئی کہے کہ جو چیز تم فلانے کے ہاتھ بیچو تو اس کی قیمت میرے ذمہ ہے یا (کہے کہ) جو تمہارا اس کے ذمہ واجب ہو وہ ادا کرنا میرے ذمہ ہے یا (کہے کہ) تمہاری جو چیز فلاں آدمی مارلے تو وہ میرے ذمہ ہے اور اگر کسی نے یہ کہا کہ تمہارا جو کچھ اس کے ذمہ ہو میں اس کا ضامن ہوں۔ پھر اس کے ذمہ ایک ہزار روپیہ کا ہونا گواہوں سے ثابت ہو گیا تو ان ہزار روپیہ کا یہ کفیل ضامن ہوگا اور اگر گواہوں سے ثبوت نہیں ہوا تو پھر اس کفیل کا کہنا مع اس کی قسم کے معتبر ہوگا (یعنی اسے قسم دی جائے گی) اس مقدار میں کہ جس کا مکفول عنہ اقرار کرتا ہو اور اگر مکفول عنہ نے اس سے زیادہ کا اقرار کر لیا تو اس کے کفیل کے مقابلہ میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ یہ دوسرے کے ذمہ ہونے کا اقرار کرتا ہے اور اس کا اسے اختیار نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ اپنے ذمہ ہونے کا اقرار کرے تو چونکہ اس کا اسے اختیار ہے اس لیے اس میں اس کی تصدیق کر سکتے ہیں جوہرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: مکفول عنہ کی اجازت اور بے اجازت (دونوں طرح) کفالت جائز ہے۔ پس اگر اس کی اجازت سے کفیل ہوا ہے تو جو کچھ کفالت کی وجہ سے دیا ہو وہ پھر مکفول عنہ سے لے لے اور اگر اس کی بے اجازت کفیل ہو گیا تھا۔ تو اب اپنا دیا ہوا اس سے نہ لے۔

فائدہ: پہلی صورت میں تو لینے کی یہ وجہ ہے کہ اس نے اس کا قرض اس کی اجازت سے ادا کیا ہے اس لیے واپس لے لے اور دوسری صورت میں نہ لینے کی یہ وجہ ہے کہ اس نے احسان کرنے کے طور پر ادا کر دیا ہے اور احسان کرنے والا واپس نہیں لیا کرتا۔ کفایہ

ترجمہ: اور کفیل کو جائز نہیں ہے کہ مکفول عنہ کی طرف سے روپیہ ادا کرنے سے پہلے اس سے روپیہ کا مطالبہ کرے پس اگر مال کے کفیل (یعنی ضامن) کو گرفتار کر لیا گیا ہے تو اسے اپنے مکفول عنہ کو گرفتار کر لینا جائز ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے اس (مطالبہ) سے بری کرا دے۔

فائدہ: کیونکہ اصل یہ مکفول عنہ ہی ہے اسی نے اس جنجال میں پھنسایا ہے لہذا اس کا بری کرانا بھی اسی کے ذمہ ہے اور اگر کفیل پر سخت تقاضہ ہو تو وہ بھی اپنے مکفول عنہ پر سخت تقاضہ کرے۔ بنایہ وغیرہ۔

ترجمہ: اور جب طالب (یعنی روپیہ والے) نے مکفول کو بری کر دیا یا اس سے اپنا قرضہ وصول کر لیا تو یہ کفیل (بھی) بری ہو جائے گا اور اگر اس نے کفیل کو بری کر دیا ہے تو مکفول عنہ بری نہ ہو گا۔

فائدہ: اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفیل تابع ہے اور وہ اصل ہے اور اصل اپنے تابع کے حکم میں نہیں ہوتا۔

ضمانت کے متفرق مسائل ☼ **ترجمہ**: اور کفالت سے بری کرنے کو کسی شرط پر معلق کرنا جائز نہیں ہے اور جو حق کفیل سے پورا ہونا ممکن نہ ہو تو اس کی کفالت درست نہیں ہے جیسے حدود اور قصاص۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نفس حد اور قصاص کا کسی کو کفیل ہونا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں نیابت جاری نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ اسی کے ذمہ لازم ہوتی ہے جو خطا کر کے اسے اپنے ذمہ لیتا ہے۔ ہدایہ

ترجمہ: اور اگر کوئی مشتری کی طرف سے قیمت کا ضامن ہو گیا تو یہ کفالت جائز ہے۔ اور اگر کوئی بائع کی طرف سے بیع کا ضامن ہوا تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے لادنے کے واسطے کوئی گھوڑا وغیرہ کرایہ پر لیا۔ اگر گھوڑا وغیرہ معین نہیں ہے تو لادنے کی کفالت درست نہیں ہے اور اگر معین ہے تو وہ کفالت درست ہے۔

فائدہ: کیونکہ جانور غیر معین ہونے کی صورت میں کفیل اس پر لادنے سے عاجز ہے۔ اس لیے کہ وہ اس کی ملک میں نہیں ہے ہاں اگر جانور معین ہے تو پھر اپنے جانور پر لاد سکتا ہے۔ عنایہ

ترجمہ: اور کفالت بغیر اس کے درست نہیں ہوتی کہ مکفول لہ اسی مجلس عقد میں (یعنی جہاں کفالت کی بابت گفتگو ہوئی ہے) اس کفالت کو قبول کرے لیکن ہاں ایک مسئلہ میں اور وہ یہ مسئلہ یہ ہے کہ بیمار اپنے وارث سے کہے کہ میرے ذمہ جس قدر قرض ہے تم میری طرف سے اس کے کفیل ہو جاؤ تو یہ (وارث) باوجود قرض خواہوں کے نہ ہونے کے اس کا کفیل ہو گیا تو

جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ حقیقت میں وصیت ہے اور اسی وجہ سے یہ درست بھی ہو جاتی ہے اگر چہ وہ ان مکفول لہم یعنی قرض خواہوں کا نام بھی نہ لے۔ جوہرہ

ترجمہ: اور اگر دو آدمیوں کے ذمہ کچھ قرض تھا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے ضامن تھا تو ان دونوں میں سے ایک اگر کچھ ادا کرے تو جب تک وہ نصف سے نہ بڑھ جائے یہ اپنے شریک سے واپس نہ لے اور جب نصف سے زیادہ ہو جائے تو وہ زیادہ اس سے لے لے اور اگر ایک آدمی کی طرف سے ایک ہزار روپیہ کے دو آدمی اس شرط پر ضامن ہوئے کہ ان دونوں میں سے (بھی) ہر ایک دوسرے کا ضامن ہے تو ان میں سے ایک جب کچھ ادا کرے تو اس کا نصف وہ اپنے شریک سے لے لے خواہ تھوڑا ہو یا بہت ہو اور مال کتابت کی کفالت جائز نہیں ہے برابر ہے کہ اس کی کفالت کوئی آزاد کرے یا غلام کرے۔

فائدہ: کیونکہ کفالت دین صحیح کی ہوتی ہے اور مال کتابت دین صحیح نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کو غلام عاجز ہو کر بلا ادا کیے اپنے ذمہ سے ٹال سکتا ہے۔ اور کفیل بغیر ادا کیے بری نہیں ہوا کرتا۔ جوہرہ

ترجمہ: اگر کوئی (مفلس) آدمی مر گیا اور اس کے ذمہ بہت سا قرض ہے اور اس نے کچھ نہیں چھوڑا پھر اس کی طرف سے قرض خواہوں کے لیے ایک (اور) آدمی کفیل ہو گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ کفالت درست نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے۔

کتاب الحوالہ

حوالہ کا بیان

ترجمہ: حوالہ قرضوں میں جائز ہے اور محیل، محتال اور محتال علیہ (تین شخصوں) کی رضامندی سے درست ہوتا ہے۔

محیل، محتال اور محتال علیہ کی تعریف ٭ **فائدہ:** محیل قرض اتارنے والے کو کہتے ہیں

اور محتال قرض خواہ کو یعنی جس کا دوسرے پر قرض اتارا جائے اور محتال علیہ وہ ہے کہ جس پر قرض اتارا جائے اور یہ کفیل کے درجہ میں ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور جب حوالہ پورا ہو جائے تو محیل قرض سے بری ہو جاتا ہے۔

فائدہ: یعنی جس وقت محتال نے حوالہ کو قبول کر لیا تو محیل قرض اور اس کے مطالبہ دونوں سے بری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح درمختار میں ہے۔

ترجمہ: اور محتال لہٗ (یعنی وہی قرض خواہ) پھر محیل پر تقاضہ نہ کرے ہاں اگر اس کا حق تلف ہو گیا ہے اور حق تلف ہونا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو طرح ہے یا تو محتال علیہ حوالہ کا انکار کر دے اور حلف کر جائے اور اس (قرض خواہ) کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہ ہو یا وہ محتال علیہ مفلسی کی حالت میں مر جائے اور کچھ نہ چھوڑے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ دونوں صورتیں بھی ہیں اور تیسری ایک اور صورت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی زندگی ہی میں حاکم اس کے مفلس ہونے کا حکم دے دے اور اگر محتال علیہ نے (اپنے) حوالہ کا روپیہ محیل سے طلب کیا اور محیل نے یہ کہا کہ میں نے تجھ پر اسی روپیہ کی حوالت کی تھی جو تیرے ذمہ میرا قرض تھا تو اس محیل کا یہ کہنا معتبر نہ ہوگا اور اس روپیہ کی برابر اسے دینا پڑے گا اور اگر محیل نے محتال لہٗ سے وہ روپیہ مانگا جس کی اس نے حوالت کرائی تھی اور یہ کہا کہ میں نے تجھے اسی واسطے دلوایا تھا تاکہ تو اسے میرا سمجھ کر میری طرف سے قبضہ کر لے اور وہ محتال کہے کہ نہیں بلکہ تو نے مجھے وہی روپیہ دلوایا ہے جو تیرے ذمہ میرا قرض تھا تو اس صورت میں قسم کے ساتھ محیل کا قول مانا جائے گا۔

ہنڈی کا حکم ✻ سفاتج مکروہ ہے اور سفتجہ اس قرض کو کہتے ہیں کہ جس کا دینے والا رستہ کے خوف سے امن میں ہو جائے۔

فائدہ: سفتجہ قریب قریب ہنڈی کے ہے کیونکہ ہنڈی بھی ایک شہر سے دوسرے شہر کو بھیجتے ہیں تو جہاں سے ہنڈی آتی ہے وہاں روپیہ داخل کرنے والا گویا قرض دینے والا ہے اور وہ راستہ کے خوف سے بے فکر ہو جاتا ہے۔ بلکہ دوسرے شہر میں جا کر اس ہنڈی کے ذریعہ سے روپیہ وصول کر لیتا ہے۔ اور یہ مکروہ تحریمی ہے اور اسی حکم میں منی آرڈر ہے۔

کتاب الصُّلح

صلح کا بیان

صلح کی قسمیں ⁂ ترجمہ: صلح تین طرح پر ہے۔ صلح مع اقرار، صلح مع انکار، صلح مع سکوت، اور صلح مع سکوت یہ ہے کہ مدعا علیہ نہ اقرار کرے اور نہ انکار کرے اور تینوں طرح صلح کرنا جائز ہے۔ پس صلح مع اقرار مال کے دعوے میں مال ہی کے ساتھ ہو تو اس میں ان امور کا اعتبار کیا جائے گا جن کا اعتبار فروختنی چیزوں میں کیا جاتا ہے۔

فائدہ: کیونکہ اس میں بیع کے معنی موجود ہیں اس لیے کہ بیع کے معنی یہ ہیں کہ مشتری و بائع دونوں کی رضامندی سے دونوں کے حق میں مال کا مال سے بدلہ ہو جائے۔ اور یہاں یہ صورت ہے اس لیے اگر زمین وغیرہ غیر منقولہ چیزوں پر صلح ہوگی تو ان میں شفعہ بھی جاری ہوگا اور وہ عیب کی وجہ سے واپس بھی ہو جائیں گی اور خیار شرط اور خیار رویت بھی رہے گا۔ اور علی ہذا القیاس۔ ہدایہ والنہایہ

ترجمہ: اور اگر مال سے کسی پر صلح ہوگی تو وہ مثل اجاروں کے سمجھی جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ اس میں اجارہ کے معنی پائے جاتے ہیں پس اس میں وقت معین کرنا شرط ہوگا اور اس وقت اور مدت کے اندر ان دونوں میں سے ایک کے مرنے سے صلح باطل ہو جائے گی جیسا کہ اجارہ باطل ہو جاتا ہے اس لیے کہ یہ بھی اجارہ ہی ہے۔ (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اور جو صلح سکوت اور انکار سے ہو وہ مدعا علیہ کے حق میں قسم کا فدیہ دینے کے طور پر ہے۔

فائدہ: کیونکہ جس چیز کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے یہ مدعا علیہ اسے اپنی سمجھتا ہے۔ لہٰذا یہ دی ہوئی چیز اس کا بدلہ نہیں ہے اور چونکہ یہ جھگڑا اس کے ذمہ لگ گیا ہے اس لیے اس کا فدیہ دے کر اس سے چھوٹ جانا جائز ہے۔

: اور مدعی کے حق میں معاوضہ ہے۔

فائدہ : کیونکہ مدعی نے جس چیز کا دعویٰ کیا ہے اسے یہ اپنا حق سمجھتا ہے اور یہ چیز جس پر صلح ہوئی ہے اپنے اس حق کے بدلہ میں لیتا ہے لہٰذا یہ معاوضہ ہے۔

ترجمہ: اور اگر صلح مع انکار یا مع سکوت کسی گھر پر ہوئی تو اس میں شفعہ کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور اگر کسی گھر پر صلح مع اقرار ہوئی تو اس میں شفعہ جائز ہوگا اور اگر اقرار سے صلح ہوئی تھی پھر اس صلح کی چیز میں کوئی حصہ دار نکل آیا تو مدعا علیہ اس (حصہ دار کے) حصہ کے موافق (مدعی سے اپنا دیا ہوا) عوض واپس کر لے۔ اور اگر صلح انکار یا سکوت سے ہوئی تھی پھر اس متنازعہ فیہ کا کوئی حقدار نکل آیا تو مدعی اس عوض کو واپس کر دے اور پھر اس حق دار سے جھگڑے اور کوئی جزوی حصہ دار نکلا ہے تو اسی کے حصہ کے موافق واپس کر دے اور پھر اس حصہ کی مقدار میں اس حصہ دار سے نپٹ لے اور اگر کسی نے ایک مکان میں (اپنا حق ہونے کا) دعویٰ کیا اور اس کی تفصیل کچھ نہیں بیان کی پھر اس میں سے کسی چیز پر صلح ہوگئی بعد اس کے اس مکان کا کوئی جزوی حصہ دار نکل آیا تو یہ مدعی اس عوض میں سے کچھ واپس نہ کرے۔

فائدہ : کیونکہ جب اس نے تفصیل نہیں کی تو ہوسکتا ہے کہ اس کا دعویٰ اسی میں ہو جو اس حصہ دار کو دینے کے بعد باقی رہ گیا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب کوئی ایسے سارے ہی مکان کا حقدار نکل آئے تو اس وقت مدعا علیہ سے اپنا دیا ہوا لے لے گا۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اور مال کے دعووں سے اور منافع سے اور جنایت عمد اور جنایت خطا سے صلح کر لینی جائز ہے اور حد کے دعویٰ سے جائز نہیں ہے۔

فائدہ : کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے بندہ کا حق نہیں ہے اور دوسرے کے حق کا بدلہ لینا جائز نہیں ہے پس اگر کسی نے زانی یا چور یا شراب خور کو پکڑا اور حاکم کے پاس لے جانے کا ارادہ کیا اور اس ماخوذ نے کچھ مال پر صلح کر لی تا کہ یہ اسے چھوڑ دے تو یہ اصل باطل ہے اور اس لینے والے کو چاہیے کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ واپس کر دے۔ (حاشیہ چلپی)

ترجمہ: اور اگر کوئی مرد کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کر دے (یعنی یہ کہے کہ یہ میری بیوی ہے اور وہ انکار کرتی ہے) پھر وہ عورت اسے کچھ مال دے کر اس سے صلح کر لے یہاں تک کہ یہ اس دعوے کو چھوڑ دے تو یہ صلح جائز ہے اور یہ خلع کے حکم میں ہوگی اور اگر کسی عورت نے کسی

مرد پر نکاح کا دعویٰ کیا (کہ اس نے مجھ سے نکاح کر رکھا ہے) اور وہ مرد اسے کچھ دے کر صلح کرنے لگے تو یہ جائز نہیں ہے۔

فائدہ : کیونکہ مرد کا یہ روپیہ وغیرہ دینا دعویٰ چھڑانے کے لیے ہے پس اگر اس دعوے کے چھوڑنے کو عورت کی طرف سے فرقت کے لیے ٹھہرائیں تو فرقت میں روپیہ وغیرہ مرد نہیں دیا کرتا بلکہ عورت دیا کرتی ہے اور اگر اسے فرقت کے لیے نہ ٹھہرائیں تو فرقت پھر اس روپیہ کے بدلہ میں کوئی چیز نہیں لہٰذا یہ درست نہیں ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور اگر ایک آدمی نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے۔ اور اس نے کچھ روپیہ اسے دے کر صلح کر لی تو یہ صلح جائز ہے (یعنی جب کہ مدعا علیہ کا نسب معلوم نہ ہو) اور مدعی کے حق میں یہ مال کے بدلے آزاد کرنے کے حکم میں ہوگا۔ اور اگر کسی ایسی چیز پر صلح ہو جو دوسرے کے ذمہ بطور قرض کے تھی تو اسے معاوضہ پر حمل نہ کریں گے بلکہ یوں کہیں گے کہ مدعی نے اپنا حق کچھ لے لیا ہے اور کچھ چھوڑ دیا ہے۔ مثلاً ایک آدمی کے دوسرے کے ذمہ ایک ہزار درہم (یا روپیہ) کھرے تھے اور اس نے پانچ سو کھوٹوں پر صلح کر لی تو جائز ہے۔

فائدہ . اور ان پانچ سو کو یہ نہ کہیں گے کہ ان ہزار کا معاوضہ ہے بلکہ یوں کہیں گے کہ مدعی نے پانچ سو چھوڑ دیئے ہیں اور پانچ سو لے لیے ہیں۔

ترجمہ: اور یہ ایسا ہو جائے گا کہ گویا اس نے اپنا کچھ حق اسے معاف کر دیا ہے۔ اور اگر وہ ایک ہزار مؤجل پر صلح کر لے تب بھی جائز ہے اور اس کا یہ مطلب ہوگا کہ گویا اس نے اپنے حق ہی میں مہلت دے دی ہے اور اگر وہ (انہی ایک ہزار روپیہ میں) ایک مہینے کی مہلت سے اشرفیوں پر صلح کرنے لگے تو یہ جائز نہیں ہے۔

فائدہ : کیونکہ مدعا علیہ کے ذمہ قرض کی اشرفیاں دینی لازم نہ تھیں اور نہ اس صورت کو حق کی مہلت دینے پر حمل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مدعی کا حق روپوں میں تھا نہ کہ اشرفیوں میں اور ان اشرفیوں کے معاوضہ ہونے کے سوا اور کوئی وجہ نہیں ہے اور یہاں معاوضہ ہو نہیں سکتا کیونکہ روپوں کو اشرفیوں سے ادھار بیچنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس سے سود ہونا لازم آتا ہے۔ لہٰذا

یہ صلح درست نہ ہوگی۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اور اگر کسی کے (دوسرے کے ذمہ) ایک ہزار روپیہ مؤجل تھے پھر وہ اسی وقت پانچ سو مل جانے پر صلح کرنے لگے تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر کسی کے ایک ہزار درہم سیاہ تھے پھر وہ پانچ سو سفید پر صلح کرنے لگے تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے کسی سے صلح کرنے کے لیے ذوسرے آدمی کو وکیل کرلیا اور اس نے صلح کرلی تو یہ صلح کا روپیہ وکیل کے ذمہ لازم نہ ہوگا اگرچہ وہ خود ہی اس کا ضامن (بھی) ہوگیا ہو بلکہ وہ روپیہ مؤکل پر لازم ہوگا۔

بلا اجازت صلح کرانے کا حکم ※ اگر وکیل نے مؤکل کی طرف سے اس کی بلا اجازت کسی چیز پر صلح کرلی ہے تو اس کی چار صورتیں ہیں:

① اگر مال پر صلح کی اور خود ہی اس کا ضامن (بھی) ہوگیا تو یہ صلح پوری ہو جائے گی۔

② اگر یہ کہا کہ میں ان دو ہزار پر صلح کرتا ہوں یا اس غلام پر صلح کرتا ہوں تو یہ صلح (بھی) پوری ہو جائے گی اور غلام یا ان دو ہزار روپوں کا مدعی کے سپرد کردینا اس کے ذمہ لازم ہوگا۔

③ اگر یہ کہا کہ میں ان ہزار روپیہ پر صلح کرتا ہوں اور وہ ہزار روپیہ مدعی کے سپرد بھی کر دیئے تو یہ صلح بھی درست ہے۔

④ اگر یہ کہا کہ میں ان ہزار روپیہ پر صلح کرتا ہوں اور وہ ہزار روپیہ مدعی کے حوالے نہیں کیے تو صلح موقوف ہے اگر مدعا علیہ نے اجازت دے دی تو ہو جائے گی اور ایک ہزار اس پر لازم آجائیں گے اور اگر اجازت نہ دی تو صلح باطل ہو جائے گی۔

صلح کے متفرق مسائل ※ اگر دو آدمیوں کا روپیہ ایک آدمی کے ذمہ تھا پھر ان میں سے ایک نے اپنے حصہ میں ایک کپڑے پر صلح کرلی تو اب دوسرے شریک کو اختیار ہے چاہے یہ اپنا نصف لینے کے لیے اسی کے سر ہو جائے جس کے ذمہ قرض ہے اور چاہے اپنے شریک سے نصف کپڑا لے لے۔ ہاں اگر اس کا شریک اس کے لیے چوتھائی روپیہ کا ضامن ہوگیا ہو اور اگر (ان دونوں میں سے) کوئی اپنے حصہ کا نصف روپیہ وصول کر چکا ہے تو اس کے دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ جو کچھ وہ وصول کر چکا ہے اسی میں شریک ہو جائے اور پھر دونوں باقی

روپیہ اس قرضدار سے وصول کرلیں اور اگران میں سے ایک نے اپنے حصہ کے روپیہ کا کچھ اسباب خرید لیا تو اس کے شریک کو اختیار ہے کہ چوتھائی روپیہ (اپنے حصہ کا) اس سے وصول کرے۔

اگر دو آدمیوں نے بدہنی کی پھران میں سے ایک نے اپنے حصہ کے راس المال پر صلح کرلی تو یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ صلح جائز ہے اور اگر ایک ترکہ چند ورثہ کا ہو پھر وہ اپنے میں سے ایک کو کچھ مال دے کر علیحدہ کردیں اور وہ ترکہ زمین یا اسباب تھا تو یہ صلح جائز ہے خواہ جو کچھ انھوں نے دیا ہے وہ تھوڑا یا بہت اور اگر ترکہ چاندی تھی اور انھوں نے اسے سونا دے دیا۔ یا (ترکہ) سونا تھا اور انھوں نے اسے چاندی دے دی تو یہ بھی جائز ہے خواہ ان کا دیا ہوا تھوڑا ہو یا بہت ہو۔ اور اگر ترکہ سونا اور چاندی یا اور کچھ ہو اور وہ اس سے فقط سونے یا فقط چاندی پر صلح کرلیں تو یہ ان کا دیا ہوا اس کے حصہ سے زیادہ ہونا چاہیے جو اسی جنس میں ہوتا کہ اس کا حصہ اس کے برابر (اور اس کے مقابل) ہو جائے اور یہ زیادہ اس کے اس حصہ کے مقابلہ میں ہو جائے جو باقی میراث میں ہے۔

اگر ترکہ لوگوں پر قرض تھا اور سب حصہ داروں نے ایک حصہ دار سے اس شرط پر صلح کی کہ اس صلح کرنے والے کو وہ (یعنی تجھے ہم) قرض سے علیحدہ کردیں اور سارا قرض انہی کا ہو جائے گا تو یہ صلح باطل ہے اور اگر یہ شرط کرلی ہے کہ قرض داروں کو وہ اپنے حق سے بری کردے اور اپنا حصہ پھران وارثوں سے نہ لے تو یہ صلح جائز ہے۔

کتاب الهبة

ہبہ کا بیان

ترجمہ: ہبہ ایجاب وقبول سے درست ہوتا ہے اور قبضہ سے پورا ہو جاتا ہے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ''لایجوز الهبة الامقبوضة'' یعنی موہوب لہٗ

کی ملک قبضہ کرنے کے بعد ہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس پر تو سب کا اجماع ہے۔ کہ جواز ہبہ بدون قبضہ کے بھی ہو جاتا ہے اور ہبہ ایک چیز کے بخش دینے کو کہتے ہیں اور جو بخشے اسے واہب کہتے ہیں اور جس کے لیے بخشے اسے موہوب لہٗ اور وہ چیز موہوب کہلاتی ہے خواہ روپیہ پیسہ ہو یا کچھ اسباب وغیرہ ہو۔

ترجمہ: پس اگر موہوب لہٗ بغیر واہب کی اجازت کے اسی مجلس میں (موہوب پر) قبضہ کرلے تو جائز ہے اور اگر (اس مجلس سے) علیحدہ ہونے کے بعد قبضہ کرے تو جائز نہیں ہے ہاں اگر واہب نے قبضہ کرنے کی اسے اجازت دے دی ہو۔

ہبہ منعقد ہونے کی صورتیں ✻ ہبہ واہب کے اس طرح کہنے سے ہو جاتا ہے کہ میں نے تجھ کو ہبہ کیا یا بخش دیا یا عطا کیا یا یہ کھانا کھانے کے واسطے میں نے تجھے دے دیا۔ یا یہ کپڑا میں نے تیرا ہی کر دیا۔ یا یہ چیز میں نے عمر بھر کے واسطے تجھے دے دی یا اس جانور پر میں نے تجھے سوار کر دیا۔ جس وقت کہ اس سوار کرنے سے اس نے ہبہ کی نیت کر لی ہو۔

فائدہ: یعنی ہبہ کی نیت کر لی ہوگی تو ہبہ ہو جائے گا ورنہ عاریۃً دینا قرار دیا جائے گا۔

ہبہ کی جائز و ناجائز صورتیں ✻ ترجمہ: اور جو چیز تقسیم ہو سکتی ہے اس کو بغیر تقسیم کیے اور دوسرے کی ملک اور غیر کے حقوق سے جدا کیے بغیر اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے اور جو مشترک تقسیم نہ ہو سکے اس کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

فائدہ: تقسیم نہ ہو سکنے سے یہ مراد ہے کہ تقسیم ہونے کے بعد وہ بالکل فائدہ اٹھانے کے قابل نہ رہے مثلاً ایک غلام ہو یا ایک گھوڑا وغیرہ ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ تقسیم ہونے کے بعد اس سے اس قسم کا فائدہ حاصل نہ ہو سکے جس قسم کا تقسیم ہونے سے پہلے ہوتا تھا۔ مثلاً کوئی چھوٹا سا گھر ہو چھوٹا سا حمام ہو یا کوئی چھوٹا کپڑا ہو۔ درمختار میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی مشترک چیز (مثلاً مکان وغیرہ) کا کچھ حصہ ہبہ کر دے تو یہ ہبہ فاسد ہے۔ پس اگر اس کو (ہبہ کرنے کے بعد) تقسیم کر دیا اور موہوب لہٗ کو سونپ دیا تو جائز ہے اور اگر کوئی آٹا گیہوں میں اور تیل تلوں میں ہبہ کرے تو یہ ہبہ (بھی) فاسد ہے اور اگر (گیہوں کو) پیس کر اس کے حوالہ کر دے تو یہ تب بھی جائز نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ ہبہ کرتے وقت تو آٹا موجود ہی نہ تھا۔ لہٰذا اب آٹا ہونے پر دوبارہ ہبہ کرنا چاہیے۔ (درمختار)

ترجمہ: اور اگر وہ چیز (جو ہبہ کی گئی ہے) موہوب لہٗ کے قبضہ میں (پہلے ہی سے) تھی تو ہبہ ہونے ہی سے وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ اس پر جدید قبضہ نہ کرے اور اگر باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے (یعنی نابالغ) کو کوئی چیز ہبہ کر دی تو وہ لڑکا فقط ہبہ ہی ہونے سے اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر ایسے بچے کے لیے کسی غیر نے کوئی چیز ہبہ کی ہے تو اس پر اس کے باپ کے بدون قبضہ کیے وہ ہبہ پورا نہ ہوگا اور اگر کسی نے ایک یتیم بچی کے لیے کوئی چیز ہبہ کی اور اس کی طرف سے اس کے پرورش کرنے والے نے اس چیز پر قبضہ کر لیا تو وہ ہبہ ہو جائے گا۔ اور اگر بچہ اپنی ماں کی گود میں تھا اور اس کی ماں نے اس کی طرف سے قبضہ کر لی تو تب بھی ہبہ درست ہو جائے گا اور اسی طرح اگر بچہ کسی غیر کی گود میں تھا جو اس بچہ کی پرورش کرتا تھا اور اس نے اس بچہ کی طرف سے قبضہ کر لیا تو بھی یہ جائز ہے اور اگر لڑکا سمجھ دار تھا اور اس نے ہبہ پر خود ہی قبضہ کر لیا تب بھی جائز ہے اور اگر دو آدمی (اپنا مشترک) ایک مکان ایک آدمی کے لیے ہبہ کر دیں تو یہ بھی جائز ہے اور اگر ایک آدمی دو آدمیوں کے لیے ہبہ کر دے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہبہ درست نہ ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ درست ہو جائے گا۔

فائدہ: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے درست نہ ہونے کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ کہ ایسی مشترک چیز کو جو تقسیم ہونے کے قابل ہو ان کے نزدیک ہبہ کرنا درست نہیں ہے۔

ہبہ واپس لینے کا حکم ✻ **ترجمہ:** اور اگر کسی نے ایک اجنبی آدمی کے لئے کوئی چیز ہبہ کر دی تو اس کا پھیر لینا جائز ہے۔ لیکن اگر موہوب لہٗ نے اس کا کچھ معاوضہ دے دیا ہو یا اس میں اپنی کوئی چیز ملا لی ہو (جیسے ستو تھا اور اس نے اس میں اپنا گھی ملایا)۔ یا واہب اور موہوب لہٗ میں سے ایک مر گیا یا ہبہ موہوب لہٗ کی ملک سے (بیع کر دینے وغیرہ کے باعث) نکل گیا ہو تو ان سب صورتوں میں ہبہ واپس نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے اپنے ذی رحم محرم (یعنی رشتہ دار) کے لیے کر دیا ہے تو اس کو واپس لینا ہرگز نہیں ہے اور اسی طرح اگر کوئی چیز شوہر بیوی کو' بیوی شوہر کو ہبہ کر دے تو وہ بھی واپس نہیں ہو سکتی۔

ہبہ بالمعاوضہ کا حکم ٭ جب موہوب لہٗ نے واہب سے کہا کہ اپنے ہبہ کا یہ عوض لے لو۔ یا اس کا بدلہ لے لو یا اس کے مقابلہ میں لے لو پھر واہب نے اس پر قبضہ کرلیا تو اب (ہبہ کو) واپس کرلینا ساقط ہو جائے گا (اسی پر فتویٰ ہے) اور اگر موہوب لہٗ کی طرف سے محض سلوک کرنے کے طور پر کسی اجنبی آدمی نے اس کا کچھ معاوضہ دے دیا تب بھی واپس کرلینا ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ: کیونکہ معاوضہ دینا حق ہی کے ساقط کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ اجنبی کی طرف سے بھی درست ہو جائے گا جیسے بدل خلع اور بدل صلح کا حکم ہے۔ جوہرۂ نیرہ

ترجمہ: اور اگر (موہوب لہٗ کے بدلہ دینے کے بعد) نصف ہبہ کا کوئی حق دار نکل آیا تو وہ (اپنے دیئے ہوئے میں سے) نصف بدلہ اور اگر نصف بدلہ کا کوئی مستحق نکل آیا تو وہ (واہب) ہبہ میں سے کچھ واپس نہ لے ہاں اگر باقی بدلے کو بھی لوٹا دے تو پھر اپنا سارا ہبہ پھیر سکتا ہے۔

فائدہ: اسی پر فتویٰ ہے لیکن اگر موہوب لہٗ نے ہبہ میں کوئی ایسی چیز ملا دی ہے تو پھر واہب اس ہبہ کو بھی نہیں پھیر سکے گا۔

ترجمہ: اور ہبہ کو واپس لینا درست نہیں ہے ہاں (واہب اور موہوب لہٗ) دونوں کی رضامندی سے یا حاکم کے حکم کرنے سے (واپس لینا جائز ہے)۔ اور ہبہ کی ہوئی چیز (موہوب لہٗ کے پاس) تلف ہوگئی پھر اس کا کوئی مستحق نکل آیا اور اس نے موہوب لہٗ سے اس کا تاوان لے لیا تو یہ (موہوب لہٗ) واہب سے کچھ نہیں لے سکتا۔ اور اگر کسی نے بشرط عوض کوئی چیز ہبہ کی تو دونوں عوضوں پر اکٹھا قبضہ ہونا شرط ہوگا۔ اور جب دونوں قبضہ کرلیں گے تو عقد (ہبہ) درست ہو جائے گا اور یہ ہبہ بیع کے حکم میں ہوگا۔ کہ عیب اور خیار رویت کی وجہ سے واپس ہو سکے گا اور اس (شفیع) کو شفعہ بھی پہنچے گا۔

ہبہ عمریٰ کا حکم ٭ عمریٰ جائز ہے معمر لہٗ کے واسطے اس کی زندگی تک اور بعد اس کے مرنے کے اس کے وارثوں کے واسطے۔

فائدہ: عمریٰ بھی ہبہ کی قسم میں سے ہے کیونکہ عمریٰ کے یہ معنی ہیں کہ کوئی دوسرے سے یہ کہے کہ جب تک تو زندہ رہے میں نے اس مکان کو یا اور کچھ ہو تجھے مالک کر دیا اور جب تو مر جائے گا تو یہ میرا ہی ہو جائے گا۔ پس ہبہ میں پھر واپس ہونے کی شرط نہیں ہوتی اور عمریٰ میں یہ

شرط ہوتی ہے لیکن اس شرط کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور اس میں موہوب لہٗ کو معمر لہٗ کہتے ہیں اور اس چیز کو عمریٰ۔ پس یہ معمر لہٗ کی زندگی تک اسکی رہتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کی ہو جاتی ہے۔ کفایہ اور جوہرہ میں اسی طرح ہے۔

ہبہ کی ایک اور قسم رقبیٰ ❋ **ترجمہ:** اور رقبیٰ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک باطل ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

فائدہ: رقبیٰ اسے کہتے ہیں کہ کوئی کہے کہ اگر میں تجھ سے پہلے مر جاؤں تو یہ چیز تیری ہے یا دو آدمی آپس میں اس طرح کہہ لیں۔ رقبیٰ رقوب سے مشتق ہے جس کے معنی انتظار کرنے کے ہیں۔ پس گویا وہ مالک کے مرنے کا انتظار کرے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اگر کسی نے ایک لونڈی ہبہ کی اور اس کے حمل کو مستثنیٰ کر لیا تو (لونڈی کا) ہبہ درست ہو جائے گا اور (اس کے بچہ میں) استثناء کرنا باطل ہوگا اور صدقہ مثل ہبہ کے ہے اور بغیر قبضہ کیے درست نہیں ہوتا اور نہ ایسی مشترک چیز کو صدقہ کرنا جائز ہے۔ جو تقسیم نہ ہو سکتی ہو۔

فائدہ: یعنی بغیر تقسیم کیے صدقہ جائز نہیں ہے بلکہ تقسیم کر کے صدقہ کرے۔

ترجمہ: اور ایک چیز دو فقیروں پر صدقہ کر دینی جائز ہے اور صدقہ میں (جس پر صدقہ کیا ہے اس کا) قبضہ ہونے کے بعد پھیر لینا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے یہ نذر (یعنی منت) مانی کہ میں اپنا مال صدقہ کروں گا تو اس پر اس قسم کے مال کا صدقہ کرنا لازم ہوگا کہ جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میں اپنی ملک کو صدقہ کر دوں گا تو اس پر (اپنا) سارا مال صدقہ کر دینا لازم ہوگا اور اس سے کہا جائے گا کہ تو اس میں سے اس قدر رکھ لے جو تیرے اور تیرے بال بچوں کے خرچ کو کافی ہو اس وقت تک کہ تو اور مال کمالے اور جب تو اور مال کمالے تو جس قدر تو نے اپنے لئے رکھا اس کے برابر اور صدقہ کرنا۔

کتاب الوقف

وقف کا بیان

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فقط وقف کرنے سے واقف کی ملک زائل نہیں ہوتی (بلکہ اس کا مالک واقف ہی رہتا ہے) ہاں اگر اس کی ملک زائل ہو جانے کا حاکم حکم دے دے

یا وہ (خود) اسے اپنے مرنے پر معلق کردے یعنی یہ کہہ دے کہ جب میں مرجاؤں تو میں نے اپنا مکان اتنے آدمیوں کے لئے وقف کردیا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقط کہنے ہی سے (اس کی ملک زائل ہوجاتی ہے)

فائدہ: یعنی خواہ وہ اپنے مرنے پر معلق کردے یا نہ کرے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وقف ان کے نزدیک بمنزلہ غلام آزاد کرنے کے ہے پس جیسے غلام آزاد ہوتے ہی آقا کی ملک سے نکل جاتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وقف کی ملک زائل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اس وقف کا کسی کو متولی کر کے اس کے سپرد نہ کردے۔

وقف کسی کی ملکیت نہیں ہوتا ✲ جب ان (تینوں) کے اختلاف کے مطابق وقف ہو جائے تو وقف واقف کی ملک سے نکل جائے گا اور موقوف علیہ کے ملک میں داخل نہ ہوگا۔

فائدہ: موقوف علیہ اسے کہتے ہیں جس پر یعنی جس کے لئے وقف کیا گیا ہو۔ پس اگر وقف اس کی ملک میں داخل ہوجائے تو اسے اس کا بیچنا وغیرہ سب جائز ہوگا۔ مگر چونکہ اس کی ملک میں داخل نہیں ہوتا اس لئے نہ اسے اس کو بیچنا جائز ہے اور نہ ہبہ کرنا اور نہ رہن کرنا۔ جوہرہ

ترجمہ: اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مشترک شئے کا وقف کرنا جائز ہے۔

فائدہ: یعنی جو شئے تقسیم ہوسکتی ہو اور اسی پر فتویٰ ہے۔ شرح وقایہ

ترجمہ: اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔

وقف کی صحیح صورت ✲ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وقف اس وقت پورا ہوتا ہے کہ واقف وقف کا آخر ایسی طرح کرے جو کبھی منقطع نہ ہو۔

فائدہ: کیونکہ وقف سے مقصود اس کو ہمیشہ کے لئے رکھنا ہے لہٰذا واقف اس طرح کہے کہ مثلاً میں نے اپنی یہ زمین فلاں کی اولاد میں نسل در نسل کے لئے وقف کردی۔ پس اگر اتفاق سے وہ نسل ختم ہوجائے تو اس وقف کا غلہ مساکین کے لئے ہوگا۔ کیونکہ مساکین کا اثر کبھی ختم نہیں ہوتا اور اگر یوں نہیں کہا تو وقف درست نہ ہوگا۔ جوہرہ

: اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر وقف میں واقف نے ایسی جہت کا نام لیا جو

منقطع ہو جائے تب بھی وقف درست ہے اور وہ بعد اس جہت (یعنی لوگوں کے) فقیروں کے لئے ہو جائے گا۔ اگر چہ اس نے ان کا نام لیا ہو۔ اور زمین کو وقف کرنا جائز ہے اور ایسی چیز کو وقف کرنا جائز نہیں ہے جو منقول ہوتی اور بدلتی ہو۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے ایک زمین مع بیلوں و کمیروں کے وقف کر دی اور وہ کمیرے اس کے غلام تھے تو یہ وقف جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہتھیار وغیرہ وقف کرنا جائز ہے۔

احکام وقف ☸ اور جب وقف ہو جائے تو پھر اس کا بیچنا اور کسی اور کو اس کا مالک بنا دینا جائز نہیں ہے۔ ہاں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر وہ مشترک ہو اور شریک اسے تقسیم کرانا چاہے تو اسے تقسیم کر دینا درست ہے۔

فائدہ: اس میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تخصیص اس لیے ہے کہ ان کے نزدیک مشترک چیز کو وقف کرنا جائز ہے اور طرفین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور واجب (وقف میں) یہ ہے کہ پہلے وقف کے حاصل (اور منافع) کو اس کی مرمت میں صرف کیا جائے خواہ وقف کرنے والے نے یہ شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو۔ یا نہ لگائی ہو۔ اور اگر کسی نے کوئی مکان اپنی اولاد کے رہنے کے لیے وقف کر دیا تو یہ جائز ہے اور اس کی مرمت اسی کے ذمہ ہے جو اس میں رہے۔ پس اگر وہ رہنے والا مرمت نہ کرائے یا تنگدست ہو تو اس مکان کو حاکم کرایہ پر دے دے اور اس کے کرایہ (کی آمدنی) سے اسے مرمت کرا دے اور جب اس کی مرمت ہو جائے تو پھر اسی کو دے دے جس کے لیے اس میں رہنا وقف کیا گیا ہے اور اگر وقف مکان کی کوئی دیوار وغیرہ گر جائے تو حاکم اس کے بدلے کو اسی وقف کی مرمت میں صرف کرے اگر ضرورت ہو اور ضرورت نہ ہو تو اسے (حفاظت سے) رکھ لے۔ یہاں تک کہ جب اس کی مرمت کی ضرورت ہو تو اسے اسی میں صرف کر دے اور اسے مستحقین وقف میں تقسیم کر دینا جائز نہیں ہے۔

اگر وقف (زمین) کے غلہ کو وقف کرنے والا اپنے لیے (وقف) کرے یا اس کا متولی خود ہی رہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے مسجد بنائی تو وہ (بن جانے کے بعد بھی) اسی کی ملک رہے گی

یہاں تک کہ وہ (خود) اسے مع اس کے راستہ کے اپنی ملک سے جدا کر دے اور لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دے پس جب اس میں ایک آدمی (بھی) نماز پڑھ لے گا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کی ملک سے نکل جائے گی۔ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کی ملک سے اس وقت نکلے گی جب وہ خود یہ کہہ دے کہ میں نے اسے مسجد کر دیا اور اگر کسی نے مسلمان کے لیے کوئی سقایہ یا مسافر خانہ یا آمد و رفت کے لیے کوئی مکان بنایا یا اپنی زمین قبرستان کے لیے وقف کر دی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کی ملک رہے گی۔ یہاں تک کہ اس کے وقف ہونے کا حاکم حکم کر دے۔ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کے کہنے ہی سے اس کی ملک سے نکل جائے گی۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اس سقایہ سے لوگوں نے پانی پی لیا اور اس مسافر خانہ اور اس مکان میں لوگ ٹھہرنے لگے اور اس قبرستان میں دفن کرنے لگے تو اس کی ملک سے خارج ہو جائے گی۔

کتاب الغصب

مسائل غصب کا بیان

ترجمہ: اور اگر کسی نے کوئی مثلی چیز غصب کر لی اور وہ اس کے پاس تلف ہو گئی تو اس کے ذمہ اس کے مثل تاوان دینا لازم ہو گا اور اگر وہ مثلی نہیں تھی تو اس کے ذمہ اس کی قیمت دینی لازم ہو گی۔

فائدہ: غصب کے معنی چھیننے کے ہیں اور غاصب چھیننے والے کو کہتے ہیں۔ اور مغصوب چھینی ہوئی چیز کو خواہ کچھ ہی ہو۔

ترجمہ: اور غاصب پر اس عین مغصوب کو واپس کر دینا واجب ہے اور اگر غاصب نے اس کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا تو حاکم اسے قید کر دے یہاں تک کہ یہ یقین ہو جائے کہ اگر وہ اس کے پاس ہوتی تو یہ اسے ضرور ظاہر کر دیتا پھر اس کا بدلہ دینے کا اس پر حکم کر دے اور غصب ان چیزوں میں ہوتا ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منقول ہو سکیں۔ (جیسے چوپائے اور کپڑا وغیرہ) اور اگر کسی نے کوئی زمین غصب کر لی پھر وہ اس کے پاس تلف ہو گئی۔

فائدہ: زمین کا تلف ہونا یہ ہے کہ وہاں پر کوئی دریا آ گیا یا اس میں کھائی پڑ گئی اور کسی طرح کا نقص آ گیا۔

ترجمہ: تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کے غاصب پر تاوان نہیں ہے اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اسے تاوان دینا پڑے گا اور اگر غاصب کے کچھ کرنے یا وہاں رہنے سے اس زمین میں کچھ نقصان ہو جائے تو اس کا تاوان تینوں اماموں کے نزدیک واجب ہو گا۔ اور جب (منقولی) مغصوب چیز غاصب کے ہاتھ سے (یعنی اس کے پاس) تلف ہو گئی خواہ اس نے (کچھ اس میں) کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اس پر اس کا تاوان لازم ہے اور اگر اس کے پاس کچھ اس میں نقصان آ گیا ہے تو اس نقصان کا تاوان لازم ہے اور اگر کسی نے (کسی کی) ایک بکری بغیر اجازت اس کے مالک کے ذبح کر ڈالی تو اب اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے وہ اس بکری کی قیمت اس سے لے لے اور یہ بکری غاصب کو دے دے اور چاہے اس بکری کو بھی لے لے۔ اور اس کے نقصان کا اس سے تاوان لے لے اور اگر کسی نے کسی کا تھوڑا سا کپڑا پھاڑ دیا تو وہ اس کے نقصان کا ضامن ہو گا (اور وہ کپڑا مالک کا رہے گا) اور اگر بہت پھاڑ دیا ہے کہ اب وہ کام میں نہیں آ سکتا تو اس کے مالک کو اختیار ہے کہ اس کپڑے کی پوری قیمت کا اس سے تاوان لے لے اور اگر غاصب کے فعل سے عین مغصوب ایسی بدل جائے کہ نہ اس کا وہ نام رہے (کہ جو غصب کرنے سے پہلے تھا) اور نہ اس سے اس کا اعلیٰ درجہ کا فائدہ حاصل ہو تو وہ اپنے مالک کی ملک سے نکل جائے گی۔ اور غاصب اس کا مالک ہو جائے گا۔ اور اس کا تاوان دے گا اور جب تک غاصب اس کا بدلہ ادا نہ کر دے گا تو اس کو اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہ ہو گا اور اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً کسی نے ایک بکری غصب کر کے اسے ذبح کر ڈالا اور اس کے گوشت کے کباب کر لیے یا ویسے پکا لیا یا گیہوں غصب کیے ان کو پیس لیا۔ یا لوہا غصب کر کے اس کی تلوار بنالی۔ یا تانبا غصب کر کے اس کے برتن بنوا لیے اور یا کسی نے چاندی یا سونا غصب کر کے اس کے روپیہ یا اشرفیاں یا برتن بنوا لیے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ اپنے مالک کی ملک سے نہیں نکلیں گے (صاحبینؒ کا اس میں اختلاف ہے) اور اگر کسی نے کوئی ساکھو غصب کر کے (اسے دروازے پر رکھ لیا اور) اس پر

دیوار بنالی تو اس سے اس کے مالک کی ملک زائل ہو جائے گی اور غاصب پر اس کی قیمت دینی لازم ہوگی اور اگر کسی نے کچھ زمین غصب کر کے اس میں باغ لگالیا یا مکان بنالیا تو اس سے کہا جائے گا کہ اپنے درختوں اور دیواروں کو اکھاڑ لے اور یہ زمین خالی کر کے اس کے مالک کے حوالہ کر دے اور اگر ان کے اکھیڑنے سے زمین میں کچھ نقصان آتا ہو تو مالک کے لیے جائز ہے کہ ان درختوں و دیواروں کے اکھیڑے ہوؤں کی قیمت غاصب کو دے دے (پھر وہ درخت اور دیواریں اس کی ملک ہو جائیں گی) اور اگر کسی نے ایک کپڑا غصب کر کے اسے سرخ رنگ لیا یا ستو غصب کر کے اس میں گھی (وغیرہ) ملا لیا تو اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے اس غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ویسا ہی ستو لے لے اور وہ (کپڑا اور ستو) غاصب کو دے دے اور چاہے انہی دونوں کو لے لے اور جو رنگ اور گھی وغیرہ ان (دونوں) میں زیادہ ہوا ہے اس کا معاوضہ دے دے اور اگر کسی نے کوئی چیز غصب کر کے اسے غائب کر دیا۔ پھر مالک نے اس سے اس کی قیمت لے لی تو قیمت دے کر اس کا مالک ہو جائے گا اور قیمت میں غاصب کا قول معتبر ہوگا۔ اس کی قسم کے ساتھ۔ ہاں اگر مالک اس قیمت سے زیادہ قیمت ہونے پر کوئی گواہ پیش کر دے (تو مالک ہی کا قول مانا جائے گا) پھر (اگر مالک کے قیمت لینے کے بعد) وہ چیز ظاہر ہوگئی اور اس کی قیمت اس سے زیادہ ہے جو مالک نے تاوان کے طور پر لے لی تھی حالانکہ وہ قیمت خود مالک ہی کے کہنے سے یا اس کے گواہ کی گواہی دینے سے یا غاصب کے قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے مالک نے لی تھی تو اب اس مالک کو کچھ اختیار نہیں ہے اور اب وہ غاصب ہی کی ہے۔

یعنی اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ اب اس کی قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے غاصب سے اور کچھ وصول کرنے لگے کیونکہ غاصب اس کی رضامندی سے اس چیز کا مالک ہو چکا ہے اس لیے کہ جتنی قیمت کا مالک نے دعویٰ کیا تھا وہ ادا کر چکا (جوہرہ)

ترجمہ: اگر مالک نے وہ قیمت غاصب کے کہنے سے یا اس کی قسم کے موافق لی تھی۔ تو اب مالک کو اختیار ہے چاہے اس قیمت ہی کو رکھے اور چاہے (اپنی) اس چیز کو لے لے اور وہ (لیا ہوا) عوض واپس کر دے۔ اور مغصوبہ (لونڈی اور بکری وغیرہ) کا بچہ اور اس کی بڑھوتری اور

مغصوب باغ کا پھل غاصب کے پاس امانت کے طور پر رہے گا اور اگر اس کے پاس (خود بخود ہی) تلف ہو جائے تو اس پر تاوان نہ ہوگا ہاں اگر اس میں اس نے کچھ تعدی کی ہو یا مالک نے مانگا ہو اور اس نے نہ دیا ہو (تو اس پر تاوان لازم ہوگا) اور اگر بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے لونڈی میں کچھ نقصان آ جائے تو وہ نقصان غاصب کے ذمہ ہوگا۔ پس اگر بچہ کی قیمت سے وہ نقصان پورا ہوسکتا ہے تو اسی سے اس کو پورا کر دیا جائے گا اور غاصب کے ذمہ) سے اس کا تاوان ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ: اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً ایک لونڈی پانچ سو روپیہ کی تھی اور جب اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس کی قیمت چار سو روپیہ رہ گئی اور سو روپیہ کی قیمت کا وہ بچہ بھی ہے تو اس صورت میں یہ دونوں اصل مالک کے حوالے کر دیئے جائیں گے اور غاصب کے ذمہ کچھ نہ ہوگا اور اگر وہ بچہ اتنی قیمت کا نہیں ہے کہ جس سے اس کی ماں کی قیمت پوری ہو جائے تو اس کمی کا ضامن غاصب ہوگا۔ (کذافی العنایہ)

ترجمہ: اور غاصب مغصوب کے منافع کا ضامن نہیں۔ ہاں اگر اس کے استعمال سے کچھ نقصان آ جائے تو اس نقصان کا وہ تاوان دے گا۔ اور اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کی شراب یا سور کو تلف کر دے تو ان دونوں کی قیمت کا وہ ضامن ہوگا اور اگر یہ دونوں کسی مسلمان کی تھیں اور مسلمان ہی تلف کر دیں تو وہ ضامن نہ ہوگا۔

كتاب الوديعة

ودیعت وامانت کا بیان

لغت میں ودیعت کے معنی چھوڑنے کے ہیں اور شریعت میں ودیعت کے یہ معنی ہیں کہ کسی چیز کو حفاظت کے لیے ایسے شخص کے پاس رکھ دیں جو قابل تصرف ہو باوجودیکہ وہ چیز مالک ہی کی ملک کے حکم میں رہتی ہے۔

ودیعت وامانت میں فرق ٭ ودیعت اور امانت میں یہ فرق ہے کہ ودیعت تو قصداً

حفاظت کے لیے دی جاتی ہے اور امانت اس چیز کو کہتے ہیں جو بلا قصد کسی کے پاس آجائے۔ مثلاً ہوا سے کوئی کپڑا اڑ کے کسی کی گود میں آپڑے اور ودیعت کا حکم یہ ہے اگر وہ چیز اتفاق سے مالک کے پاس پہنچ جائے تو مودع یعنی جس کے پاس ودیعت رکھی ہے اور جسے امین بھی کہہ دیتے ہیں اس کے ضمان سے بری ہو جائے گا۔ اور امانت کو جب تک کہ خود امانتدار مالک کے حوالے نہ کرے وہ اس وقت تک بری نہیں ہوتا۔ (جوہرہ)

ترجمہ: ودیعت مودع کے پاس امانت ہوتی ہے اگر اس کے پاس تلف ہو جائے تو وہ اس کا ضامن نہ ہوگا (یعنی اس سے تاوان نہ لیا جائے گا) اور مودع کو اختیار ہے کہ یا تو اس کی وہ خود حفاظت کرے اور یا اپنے گھر کے آدمیوں سے کرائے اور اگر اس نے اپنے گھر کے آدمیوں کے سوا اور کسی سے حفاظت کرائی یا کسی کے پاس ودیعتاً رکھ دی (اور وہ تلف ہوگئی) تو یہ ضامن ہوگا۔ ہاں اگر اس کے گھر میں آگ لگ جائے اور اس وجہ سے وہ اپنے ہمسایہ کے پاس رکھ دے یا وہ (مودع یعنی امین) کشتی میں تھا اور وہ کشتی ڈوبنے لگی تو اس ودیعت کو اس نے دوسری کشتی میں پھینک دیا (اور وہ تلف ہوگئی تو یہ ضامن نہ ہوگا) اور اگر مودع نے ودیعت اپنے مال میں اس طرح ملائی کہ علیحدہ نہیں ہو سکتی تو اس کا وہ ضامن ہوگا۔ یعنی (اس کا تاوان دے گا) اور اگر ودیعت والے نے اپنی ودیعت مانگی اور مودع نے نہیں دی حالانکہ وہ دے سکتا تھا (اور پھر تلف ہوگئی) تو اسے تاوان دینا پڑے گا اور اگر ودیعت مودع کے مال میں بغیر اس کے کچھ کیے مل گئی تو اس میں مودع اور مالک ودیعت دونوں شریک ہو جائیں گے اور اگر مودع نے تھوڑی سی ودیعت خود خرچ کر لی اور باقی تلف ہوگئی تو جس قدر اس نے خرچ کی ہے اس کا تاوان دے گا اور اگر مودع نے کچھ ودیعت اپنے خرچ میں لگا دی اور پھر اتنی ہی لے کر باقی میں ملا دی (پھر وہ تلف ہوگئی) تو یہ ساری کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: یعنی جو خرچ کر لی تھی اس کا ضامن خرچ ہی کرنے کی وجہ سے ہوگا اور باقی کا اس ملا دینے کی وجہ سے (کذافی الدرالمختار)

ترجمہ: اور اگر مودع نے ودیعت میں کچھ تعدی کی مثلاً ودیعت میں کوئی جانور (گھوڑا وغیرہ) تھا اور اس نے اس پر سواری کی۔ یا کپڑا تھا وہ اس نے پہن لیا۔ یا (ودیعت میں) غلام

تھا اور اس نے اس سے خدمت لی یا کسی اور کے پاس ودیعتاً رکھ دی اور پھر وہ تعدی موقوف کر دی اور دوسرے کے پاس سے لے کر پھر اپنے پاس رکھ لی (پھر وہ تلف ہوگئی) تو یہ اس کا دیندار نہ ہوگا اور اگر صاحب ودیعت نے اس سے مانگی اور اس نے دینے سے انکار کر دیا (اور وہ تلف ہوگئی) تو یہ دیندار ہوگا اور اگر اقرار بھی کر لیا تو تاوان سے بری نہ ہوگا اور مودع کو ودیعت سفر میں لے جانی جائز ہے اگر چہ اس میں بوجھ اور تکلیف ہو۔

فائدہ: یہ اس وقت ہے کہ مالک ودیعت نے سفر میں لے جانے سے منع نہ کیا ہو۔

سفر میں لے جانے کی تین صورتیں ✵ اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ودیعت ایسی وزنی نہیں ہے کہ جس میں بار برداری کی ضرورت ہو اور راستہ بے خوف ہے تو اس صورت میں بالاتفاق لے جانی جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ودیعت وزنی ہے اور راستہ بھی بے خوف نہیں ہے تو اس صورت میں لے جانی بالاتفاق جائز نہیں۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ امانت وزنی ہے اور راستہ بے خوف ہے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لے جانی جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اور اگر دو آدمیوں نے ایک آدمی کے پاس کچھ ودیعت رکھی پھر ان میں سے ایک آ کر اپنا حصہ مانگنے لگا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جب تک دوسرا (حصہ والا) نہ آ جائے مودع اسے نہ دے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کا حصہ اسے دے دے اور اگر ایک آدمی نے دو آدمیوں کے پاس ایسی کوئی چیز ودیعت رکھی جو تقسیم ہو سکتی ہے تو یہ جائز نہیں ہے کہ ان میں سے ایک ساری دوسرے کے پاس رکھ دے بلکہ یہ دونوں اسے تقسیم کر لیں پھر ہر ایک اپنے اپنے نصف کی حفاظت کرے اور اگر وہ ایسی چیز ہے جو تقسیم نہیں ہو سکتی تو اس صورت میں جائز ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کی اجازت سے (اس ساری کی) حفاظت کرے اور اگر صاحب ودیعت نے مودع سے یہ کہا کہ یہ ودیعت تم اپنی بیوی کے پاس نہ رکھنا اور اس نے اس کے پاس رکھ دی (اور وہ تلف ہوگئی) تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اس نے یہ کہا کہ اس ودیعت کو تم اسی کوٹھری میں رکھنا اور مودع نے اس مکان کی دوسری کوٹھری میں رکھ دی تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر دوسرے مکان میں رکھ دی ہے تو ضامن ہوگا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حفاظت وغیرہ میں دو مکانوں کا حکم مختلف ہوتا ہے کہ کوئی زیادہ محفوظ ہوتا ہے اور کوئی کم ہوتا ہے ہاں اگر اس حکم میں دونوں برابر ہوں یا دوسرا پہلے سے بھی زیادہ ہوتو ودیعت رکھنے والے کے ذمہ تلف ہونے سے تاوان نہ آئے گا۔ (جوہرہ)

کتاب العاریۃ

مانگی ہوئی چیز کا بیان

ترجمہ: عاریت جائز ہے اور بغیر کسی عوض کے کسی چیز کے منافع کا مالک کر دینے کو عاریت کہتے ہیں۔

عاریت کے الفاظ ✵ وہ ان الفاظ کے کہنے سے درست ہو جاتی ہے کہ میں نے تجھے مانگے دے دی یا یہ زمین میں نے تجھے کھانے کے لیے دے دی یا یہ کپڑا میں نے تجھے بخش دیا یا یہ جانور میں نے تجھے سواری کے لیے دے دیا جس وقت کہ اس سے ہبہ کی نیت نہ کی ہو۔

فائدہ: یعنی اخیر کے دو لفظوں میں سے ہر ایک سے کیونکر یہ دونوں لفظ اس چیز کا مالک بنا دینے کے لیے آتے ہیں اور جب ان سے ہبہ مراد نہ ہوگا تو مجازاً عاریت پر حمل کر لیے جائیں گے۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اور یہ غلام میں نے تجھے خدمت (لینے) کے لیے دے دیا۔ یا میرا گھر تیرے رہنے کے لیے ہے یا میرا گھر تیرے عمر بھر رہنے کے لیے ہے۔ اور عاریت دینے والے کو اختیار ہے کہ چاہے اسے واپس لے لے اور عاریت مستعیر کے پاس (یعنی جسے عاریت دی گئی ہے) امانت (کے طور پر) ہوتی ہے۔ اگر بغیر اس کی تعدی کے تلف ہو جائے تو اس پر تاوان واجب نہیں ہوگا اور مستعیر کو یہ جائز نہیں ہے کہ جو اس نے عاریتاً لی ہے اسے کرایہ پر دے دے اور اگر اس نے کرایہ پر دے دی اور وہ تلف ہو گئی تو اسے تاوان دینا پڑے گا اور اسے عاریت دینا جائز ہے۔ اس وقت کہ وہ چیز ایسی ہو کہ دوسرے کے استعمال کرنے سے اس میں کچھ فرق نہ آتا ہو اور دراہم ودنانیر (یعنی روپیہ اشرفیوں) اور کیلی اور وزنی چیزوں کو عاریت دینا قرض

ہے۔(عاریت نہیں ہے)

فائدہ: کیونکہ عاریت دینا منافع کا مالک کر دیتا ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ بغیر ان کے خرچ کیے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اس لیے ان میں عاریت نہیں ہوسکتی۔(جوہرہ)

ترجمہ: اور اگر کوئی شخص زمین کو اس لیے عاریتاً لے تاکہ اس میں مکان بنائے یا باغ لگائے تو جائز ہے۔ اور جس نے عاریت دی ہے اسے پھر واپس لے لے جائز ہے اور یہ اس سے کہہ دے کہ وہ دیواروں اور درختوں کو اکھیڑے۔ پس اگر اس نے عاریت کا کوئی وقت معین نہیں کیا تھا (یعنی یہ نہیں کہا تھا کہ اتنے دنوں میں اسے واپس لے لوں گا) تو اس کے ذمہ کچھ تاوان نہیں ہے اور اگر وقت معین کر دیا تھا اور اس وقت سے پہلے لینے لگا تو دیواروں اور درختوں کے اکھیڑنے سے جو نقصان ہوگا اس کا معیر مستعیر کے لیے ضامن ہوگا (یعنی جس نے عاریتاً دی تھی وہ جبر نقصان اس کو دے گا جس نے عاریتاً لی تھی) اور عاریت کے واپس پہنچانے کی مزدوری مستعیر کے ذمہ ہے۔

فائدہ: یعنی اگر وہ عاریت ایسی ہے کہ قلی کے ذریعہ سے مالک کے مکان پر پہنچتی ہے تو اس قلی کی مزدوری عاریتاً لینے والے کے ذمہ ہے۔

ترجمہ: اور جو چیز کرایہ پر دی گئی ہو اس کے واپس پہنچانے کی مزدوری کرایہ پر دینے والے کے ذمہ ہے۔ مغصوبہ چیز کے واپس پہنچانے کی مزدوری غاصب کے ذمہ ہے اور ودیعت واپس پہنچانے کی مزدوری ودیعت رکھنے والے کے ذمہ ہے (یعنی مالک کے ذمہ جس نے دوسرے کے پاس ودیعت رکھی تھی) اور اگر کسی نے ایک گھوڑا عاریتاً لیا اور پھر اس گھوڑے کو اس کے مالک کے اصطبل میں پہنچا دیا۔ وہاں جا کر وہ مر گیا تو یہ ضامن نہ ہوگا اور اگر کسی نے کوئی چیز (یعنی برتن وغیرہ) عاریتاً لی اور (پھر) وہ مالک کے گھر پہنچا دی اور اس کے سپرد نہیں کی (اور وہ تلف ہوگئی) تو ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر ودیعت کو (اس کے) مالک کے پاس پہنچا دی (اور اس کے سپرد نہیں کیا) اور وہ تلف ہوگئی تو ودیعت رکھنے والا ضامن ہوگا۔ واللہ اعلم

کتاب اللقیط

لاوارث بچہ کا بیان

فائدہ : لغت میں لقیط ایک گری ہوئی چیز کو کہتے ہیں اور شرع میں لقیط اس زندہ بچہ کا نام ہے جس کو فقر و فاقہ کے کے ڈر سے پھینک دیا ہو کہ اس کے ہونے سے اور خرچ بڑھ جائے گا۔ یا زنا کی تہمت سے بچنے کے لیے پھینک دیا ہو۔ عینی نے اسی طرح لکھا ہے اور جوہرہ میں کہا ہے کہ اگر کوئی بچہ شہر میں پڑا ہوا ملا ہے تو اس کو اٹھا لینا مستحب ہے اور اگر جنگل میں ہے تو اسے اٹھا لینا واجب ہے کیونکہ اس میں اس کی زندگی ہے ورنہ وہ وہاں پڑا ہوا مر جائے گا۔

ترجمہ: لقیط آزاد ہوتا ہے اور اس کے کھانے وغیرہ کا خرچ بیت المال سے اٹھایا جائے گا اور اگر لقیط کو کسی نے اٹھا لیا ہے تو اور کسی کو اس سے لینے کا اختیار نہیں ہے پھر اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اس کا قول مع اس کی قسم کے معتبر ہوگا۔ اور اگر دو آدمیوں نے دعویٰ کیا ہے اور ان میں سے ایک نے بدن میں کوئی علامت بیان کی تو اس (کے لینے) کا زیادہ حقدار یہی ہوگا اور اگر لقیط مسلمانوں کے شہر میں ملا ہے یا ان کے کسی گاؤں میں سے ملا۔ ہے پھر ایک ذمی نے دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اس بچہ کا اس سے نسب ثابت ہو جائے گا (یعنی یہ اس کا بیٹا قرار دیا جا کر اس کا وارث سمجھا جائے گا) اور وہ بچہ مسلمان ہوگا۔ اور اگر ذمیوں کے گاؤں میں سے ملا ہے یا کسی مندر یا گرجا میں سے ملا ہے تو وہ ذمی ہوگا (یعنی اسے ذمی قرار دیں گے) اور اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ لقیط میرا غلام یا میری لونڈی ہے تو اس کا یہ کہنا نہیں سنا جائے گا اور وہ بچہ آزاد رہے گا۔ اور اگر کسی غلام نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ لقیط میرا لڑکا ہے تو اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور وہ بچہ آزاد ہی رہے گا۔ اور اگر لقیط کے ساتھ کچھ مال بندھا ہوا ملے تو وہ لقیط ہی کا ہوگا اور لقیط کے اٹھانے والے کو (اگر وہ لقیط لڑکی ہے) تو اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے مال میں تصرف کرنا جائز ہے اور اس کے واسطے (یعنی اس کی طرف سے) ہبہ پر قبضہ کر لینا جائز ہے کہ کوئی پیشہ سیکھنے کے لیے اسے کسی پیشہ ور کے سپرد کر دے اور اس سے مزدوری کرائے۔

کتاب اللقطة

گری پڑی چیز کا بیان

فائدہ: لقطہ اس کو کہتے ہیں جو کوئی چیز پڑی ہوئی مل جائے۔

ترجمہ: لقطہ پانے والے کے پاس امانت (کے طور پر) ہوتا ہے جب کہ وہ اس پر کسی کو گواہ کرلے کہ میں اس چیز کو حفاظت سے رکھنے یا اس کے مالک کے پاس پہنچا دینے کے لیے اٹھاتا ہوں۔ پس اگر وہ دس درہم سے کم (قیمت) کی ہے تو چند روز اس کی تشہیر کرے (یعنی یہ کہتا پھرے کہ یہ کس کی ہے تاکہ اس کا مالک معلوم ہو جائے) اور اگر دس درہم یا اس سے بھی زیادہ کی ہے تو اس کی تشہیر پورے سال بھر تک کرے۔ اگر اس کا مالک آجائے (توفبہا) اسے دے دے ورنہ اسے خیرات کر دے اور اگر اس کے خیرات کر دینے کے بعد اس کا مالک آیا تو اس مالک کو اختیار ہے چاہے اس خیرات کو بدستور رکھے اور چاہے اس اٹھانے والے سے تاوان لے لے۔

فائدہ: اگر اس نے تاوان لے لیا تو اس نے جسے خیرات دی تھی اس سے واپس نہیں لے سکتا ہاں اس کا ثواب اسے ہوگا۔

ترجمہ: بکری گائے اونٹ میں بھی لقطہ ہونا جائز ہے۔

فائدہ: یعنی اگر ان میں سے کوئی گم ہوئی کسی کو مل جائے تو اسے پکڑ لینا جائز ہے لیکن یہ حکم ایسے موقع کا ہے کہ جہاں ان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو مثلاً اس جنگل میں شیر آتا ہو یا شہر میں ہیں اور وہاں چور آتے ہوں اور اگر اس قسم کا خوف نہیں ہے تو پھر سوائے بکری کے اوروں کو پکڑنا جائز نہیں ہے۔ (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اگر اس پائی ہوئی (بکری وغیرہ) پر پانے والے نے حاکم کی بغیر اجازت کے کچھ خرچ کر دیا ہے (یعنی کھلا پلا دیا ہے تو یہ مالک سے) واپس نہیں لے سکتا اور اگر حاکم کی اجازت سے خرچ کیا ہے تو اس کے مالک کے ذمہ دین ہوگا۔ اور یہ مقدمہ حاکم کے ہاں جائے تو وہ اس

میں غور کرے اگر وہ چوپایہ کچھ فائدہ کا ہے تو اسے کرایہ پر دے دے اور کرایہ ہی میں سے اس پر خرچ کرے اور اگر فائدہ کا نہیں ہے اور یہ ڈر ہے کہ اس کا خرچ اس کی قیمت کو بھی لے ڈوبے گا تو (خود) حاکم اسے بیچ دے اور اس کی قیمت حفاظت سے رکھوا دے اور اگر اس کو کھلانے پلانے ہی میں کچھ زیادہ مصلحت (اور فائدہ) ہے تو اس کی اجازت دے دے اور اس خرچ کو اس کے مالک کے ذمہ دین قرار دے دے۔ پھر جس وقت اس کا مالک آئے تو اس پانے والے کو جائز ہے کہ جب تک اس سے وہ خرچہ وصول نہ کر لے وہ چوپایہ نہ دے۔ زمین حل اور زمین حرم کا لقطہ برابر ہے۔ اور جب کوئی آدمی آ کر یہ دعویٰ کرے کہ یہ لقطہ میرا ہے تو جب تک وہ اس کے گواہ پیش نہ کر دے اس کو نہ دیا جائے پھر اگر وہ اس کی علامت بتلا دے تو پانے والے کے لیے اس کا دینا جائز ہے۔

فائدہ: علامت سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ روپے ہیں تو ان کی تعداد بتلا دے کہ اتنے روپے اور ایسے ہیں اور اگر جانور ہے تو اس کے پاؤں وغیرہ کا رنگ بتلا دے۔

ترجمہ: اور واپس دینے میں اس پر جبر کیا جائے اور لقطہ بطور صدقہ کے مالدار کو نہ دے اور اگر پانے والا مالدار ہے تو اسے اس لقطہ سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے اور اگر فقیر ہے تو فائدہ اٹھانے میں کچھ حرج نہیں ہے اور جب پانے والا خود مالدار ہے تو اسے اپنے باپ اور بیٹے اور ماں اور بیوی پر وہ لقطہ صدقہ کر دینا جائز ہے جس وقت کہ وہ فقیر ہوں۔

کتاب الخنثیٰ

خنثیٰ کا بیان

ترجمہ: اگر کسی بچہ کے فرج اور ذکر دونوں ہوں تو وہ خنثیٰ ہے پھر اگر وہ ذکر سے پیشاب کرتا ہے تو لڑکا (یعنی مرد کے حکم میں ہے) اور اگر فرج سے کرتا ہے تو لڑکی (یعنی عورت کے حکم میں) ہے اور اگر (فرج و ذکر) دونوں ہیں اور ایک راستہ سے پیشاب پہلے نکلتا ہے تو اس کو پہلے ہی طرف منسوب کیا جائے گا۔

فائدہ: یعنی اگر پیشاب ذکر سے پہلے آتا ہے تو مرد ہوگا اور اگر فرج سے پہلے نکلتا ہے تو عورت ہوگی۔ کیونکہ پیشاب کا نکلنا اس امر کی دلیل ہے کہ اصلی عضو یہی ہے۔ دوسرے یہ کہ جب ایک راستہ سے پیشاب آ گیا تو بس اسی کے موافق حکم دے دیا جائے گا کیونکہ یہ پوری علامت ہے پھر اگر دوسرے راستہ سے پیشاب نکل آیا تو اس سے اس حکم میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ زیلعی میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر دونوں سے برابر ہی آتا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زیادہ پیشاب آنے کا اعتبار نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ پیشاب کی کمی زیادتی تو مخرج کی تنگی اور فراخی کی وجہ سے ہے لہٰذا اس کمی زیادتی سے دلیل نہیں ہوسکتی۔

ترجمہ: اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جس مخرج سے زیادہ پیشاب آئے گا اس کی طرف منسوب کیا جائے گا اور جب خنثیٰ بالغ ہو جائے اور اس کے داڑھی نکل آئے یا وہ عورتوں سے مل جائے (یعنی وہ صحبت کر لے) تو وہ مرد ہے اور اگر عورت کی چھاتیوں کی طرح اس کی چھاتی ابھر آئے یا اس کی چھاتیوں میں دودھ اتر آئے یا اسے حیض آ جائے یا حمل رہ جائے یا کوئی مرد فرج کی طرف سے اس سے صحبت کرے تو وہ عورت ہے اور اگر ان علامتوں میں سے کوئی بھی ظاہر نہیں ہوئی تو خنثیٰ مشکل ہے اور جب یہ (نماز پڑھنے) امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مردوں اور عورتوں کی صف کے درمیان میں کھڑا ہو۔ اور اگر اس کے پاس مال ہے تو اس کے مال سے ایک لونڈی خریدی جائے کہ وہ اس کے ختنہ کرے اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو امام بیت المال سے اس کے لیے ایک لونڈی خرید دے اور جب وہ لونڈی ختنہ کر دے تو اسے بیچ کر اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دے۔ اور اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک لڑکا اور ایک خنثیٰ چھوڑا تو اس کا مال امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین سہام پر تقسیم کیا جائے گا۔ دو سہام لڑکے کے اور ایک سہام خنثیٰ کا اور یہ میراث میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت ہے۔ ہاں اگر اس کے سوا کچھ اور ثابت ہو جائے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ خنثیٰ کو نصف میراث لڑکے کی دی جائے گی اور نصف دختر کی اور یہی قول شعبی کا ہے۔ شعبیؒ کے قول کے قیاس میں صاحبینؒ

کا اختلاف ہے۔امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کل مال کے سات حصے کیے جائیں۔ چار حصے لڑکے کے اور تین حصے خنثیٰ کے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ مال کے بارہ حصے کیے جائیں سات لڑکے کے اور پانچ خنثیٰ کے۔

کتاب المفقود

گم شدہ شخص کا حکم

ترجمہ: جب کوئی شخص غائب ہو جائے اور کہیں اس کا پتہ نہ لگے اور یہ نہ معلوم ہو کہ آیا زندہ ہے یا مر گیا ہے تو قاضی ایسے شخص کو مقرر کر دے جو اس کے مال کی حفاظت کرے اور اس کا انتظام رکھے اور اس کے حقوق کو (جو لوگوں پر ہوں) وصول کرے اور اس کے مال میں سے اس کی بیوی اور اس کے چھوٹے بچوں کو خرچ دے اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان میں تفریق نہ کرائے (یعنی اس کی بیوی کو دوسرا نکاح کر لینے کا حکم نہ دے اور جب اس کی پیدائش کے دن سے لے کر ایک سو بیس برس پورے ہو جائیں گے تو اب ہم اس کے مرجانے کا حکم دے دیں گے (اور اب فتویٰ نوے برس پر ہے) اس کے بعد اس کی عورت عدت میں بیٹھے اور اس کے جو ورثاء اس وقت میں موجود ہوں ان میں اس کا مال تقسیم کر دیا جائے اور جو وارثوں میں سے اس (حکم) سے پہلے مر گیا ہے وہ اس کی کسی چیز کا وارث نہ ہوگا اور یہ مفقود اس کا وارث نہ ہوگا جو اس کے مفقود ہونے کی حالت میں مر گیا ہو۔

نوٹ: حالات وواقعات کے پیش نظر علماء احناف نے اس مسئلہ میں دوسرے ائمہ کے مسلک پر فتویٰ دیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''الحلیة الناجزة فی الحلیلة العاجزة'' مولانا اشرف علی التھانوی۔

کتاب الاباق

غلام کے بھاگنے کا بیان

ترجمہ: جب کوئی غلام بھاگ جائے اور تین دن کی مسافت سے یا اس سے زیادہ (دور) سے کوئی اسے پکڑ کے اس کے مولیٰ (یعنی آقا) کے پاس پہنچا دے تو وہ اس پر مزدوری (دیئے جانے) کا مستحق ہے اور وہ مزدوری چالیس درہم ہیں اور اگر اس سے کم دور سے لایا ہے تو اسی حساب سے اس کو دینا چاہیے۔ اور اگر اس غلام کی قیمت چالیس درہم بھی نہیں ہے تو ایک درہم کم کر کے اس کی ساری قیمت اس کو دلا دی جائے اور اگر اس سے بھی چھوٹ کر بھاگ جائے کہ جو پکڑ کے لایا تھا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے اور نہ یہ مزدوری کا مستحق ہے اور چاہیے کہ جب کوئی غلام کو پکڑے تو اس پر کسی کو گواہ کر دے کہ میں اس غلام کو اس لیے پکڑتا ہوں تاکہ اسے اس کے آقا کے پاس پہنچا دوں اور اگر بھاگا ہوا غلام رہن تھا (یعنی اس کے آقا نے اسے رہن رکھ دیا تھا) تو اس کی مزدوری مرتہن کے ذمہ ہوگی۔

فائدہ: کیونکہ اس غلام کے بھاگ جانے کی وجہ سے اس کا روپیہ سب جاتا رہا تھا اور جب وہ غلام کو پکڑ لایا تو اس کا روپیہ پھر بدستور ہو گیا۔ لہٰذا اس کی مزدوری اسی کے ذمہ ہے۔

(مجمع الانہر ۱۲)

کتاب احیاء الموات

ویران زمین کو آباد کرنے کا بیان

ترجمہ: موات وہ زمین ہے کہ اس میں پانی نہ آنے یا زیادہ پانی (یعنی دریا وغیرہ) آ جانے کی وجہ سے اس سے کچھ فائدہ نہ ہو سکے یا اور کوئی ایسا سبب ہو (مثلاً شور وغیرہ ہو گئی ہو) جس کی وجہ سے اس میں کھیتی وغیرہ نہ ہو سکتی ہو۔ پس دارالاسلام میں جو زمین عادی ہو (یعنی ہمیشہ

سے بنجر ہی پڑی ہو اور) کوئی اس کا مالک نہ ہو وہ ایسی مملوک یعنی کسی کے قبضہ میں ہو کہ اس کا مالک کوئی خاص آدمی نہ ہو اور وہ بستی سے اس قدر دور ہو کہ جب کوئی آدمی اس طرف کی آخر آبادی سے کھڑا ہو کر چلائے تو اس زمین تک اس کی آواز نہ پہنچے پس وہ موات ہے جو شخص اس کو امام سے اجازت لے کر (یعنی بادشاہ وقت کی اجازت لے کر) آباد کرے گا وہی اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر امام کی بغیر اجازت آباد کرے گا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کا مالک نہ ہوگا اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ مالک ہو جائے گا اور جیسا کہ مسلمان اس کا مالک ہو جاتا ہے اسی طرح ذمی بھی اس کو آباد کر لینے سے اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر کسی نے (بنجر) زمین کو ویسے ہی ڈالے رکھا اور تین برس تک اس میں کچھ نہیں بویا' جوتا' تو امام اس سے لے کر اور کسی کو دے دے۔ اور آبادی کے قریب کی زمینوں کو آباد کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ وہ ان بستی والوں کے مویشیوں کے چرنے اور ان کی کھیتوں کے لدن وغیرہ ڈالنے کے لیے چھوڑ دی جائے اور اگر کسی نے جنگل میں کنواں کھدوایا تو اس کنویں کا حریم بھی اسی شخص کا ہے۔

فائدہ: حریم کنویں کے آس پاس کی زمین کو کہتے ہیں۔

ترجمہ: پس وہ کنواں گائے بکریوں (کو پانی پلانے) کے واسطے ہے (یعنی اس کا پانی ہاتھ سے کھینچا جاتا ہے) تو اس کا حریم چالیس ہاتھ کا ہوگا اور اگر وہ چرس چلانے کے واسطے ہے تو اس کا حریم ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ اور اگر وہ چشمہ ہے تو اس کا حریم پانچ سو ہاتھ کا ہوگا پس جو شخص اس کنویں کے حریم میں دوسرا کنواں کھودنا چاہے تو اس سے منع کر دیا جائے گا اور جس زمین کو فرات (یعنی کوفہ کا دریا) یا دجلہ (یعنی بغداد کا دریا) چھوڑ دے اور وہاں سے پانی ہٹ جائے تو دیکھیں کہ اگر وہاں پانی پھر آ سکتا ہے تو اس زمین کو آباد کرنا جائز نہیں ہے اور اگر پانی ایسا ہٹا ہے کہ پھر نہیں آ سکتا تو وہ مثل موات کے ہے اور اگر وہ کسی کی حریم نہ ہو تو جو شخص اسے حاکم کی اجازت سے آباد کرے گا وہی اس کا مالک ہو جائے گا۔ اور اگر کسی شخص کی نہر دوسرے کی زمین پر (جاری ہو) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا حریم نہ ہوگا۔ ہاں اگر اس (کے حریم ہونے) کا ثبوت گواہوں سے ہو جائے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک اس نہر والے کے لیے اس نہر کی پٹری ہوگی جس پر وہ چل سکے اور اس نہر کی مٹی ڈال سکے۔

کتاب الماذون

تصرفات کے لیے اجازت دیئے ہوئے غلام کا بیان

ترجمہ: جب مولیٰ (یعنی آقا) نے اپنے غلام کو اجازت دے دی (یعنی یہ کہہ دیا کہ میں تجھے تجارت کرنے کی اجازت دیتا ہوں) اور کوئی قید نہیں لگائی تو اس کا تصرف تمام (قسم کی) تجارتوں میں (بالاتفاق) جائز ہے اور اسے خریدنے اور فروخت کرنے گرو رکھنے سب کا اختیار ہے۔ اور اگر فقط ایک ہی قسم کی (تجارت کرنے کی) اجازت دی ہے اوروں کی نہیں دی تو وہ بھی ماذون ہوگا۔ اور اگر کسی (خاص) معین چیزوں کی اجازت دی ہے تو وہ ماذون نہیں ہے اور قرضوں اور غصب کی ہوئی چیزوں کی بابت ماذون کو اقرار کر لینا جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ اقرار کرنا تجارت کے توابع میں داخل ہے اس لیے کہ اگر اس کا اقرار درست یعنی معتبر نہ ہو تو لوگ اس سے خرید و فروخت کرنے اور معاملہ کرنے سے ضرور بچیں گے اور جب اس کا اقرار اس کی صحت کی حالت میں ہو تو اس کے ذمہ قرض ہونے یا نہ ہونے کی صورتوں کے اندر اقرار کرنے میں کچھ فرق نہیں ہے۔ ہاں اگر بیماری کی حالت میں اقرار کرے تو صحت کی حالت کا قرض مقدم سمجھا جائے گا جیسا کہ آزاد میں ہے۔ بخلاف اس اقرار کے جو تجارت کے سبب سے نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو کیونکہ اس کے حق میں یہ مثل مجور کے ہے۔ ہدایہ

ترجمہ: اور اسے اپنا نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اپنے غلام اور لونڈیوں کا نکاح کرنا جائز ہے اور نہ یہ (غلام لونڈی کو) مکاتب کرے اور نہ کچھ لے کر آزاد کرے اور نہ کسی چیز کے عوض یا بلاعوض کچھ کرے ہاں اگر تھوڑا سا کھانا تحفۃً دے دے تو جائز ہے یا ایسے شخص کی مہمانداری کرے کہ جس نے اس کی دعوت کی ہو۔ اس کے کیے ہوئے قرض اس کی گردن پر ہوں گے۔ قرض خواہوں کی درخواست پر ان قرضوں (کے ادا کرنے) میں اسے فروخت کر دیا جائے۔ ہاں اگر (اس کا) مولیٰ اس کا بدلہ دے دے اور اس کی قیمت ان قرض خواہوں میں حصہ رسد

تقسیم کردی جائے اور اگر کچھ قرض پھر بھی باقی رہ جائے تو وہ اس کے آزاد ہونے کے بعد (اگر کبھی ہو جائے تو) اسی سے وصول کیا جائے۔ اور اگر اس کا آقا اس پر حجر کردے (یعنی اسے تصرف سے معزول کردے) تو جب تک اس کی اطلاع بازار والوں کو نہ ہو جائے گی وہ مجور نہ ہو گا (اور اس کا تصرف معتبر ہو گا) اور اگر اس کا آقا مر گیا یا بالکل دیوانہ ہو گیا یا مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا تو یہ ماذون (غلام) مجور علیہ ہو جائے گا (یعنی اس کی اجازت سے معزول ہو جائے گا) اور جب یہ مجور علیہ کر دیا جائے تو جو مال اس کے قبضہ میں ہو اس کی بابت اس کا کچھ اقرار کرنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔

فائدہ: اس سے مراد یہ ہے کہ جو مال اس کے پاس ہو اگر اس کی بابت وہ یہ کہے کہ یہ میرے پاس دوسرے آدمی کی امانت ہے یا اس سے میں نے غصب کر لیا ہے۔ یا اپنے ذمہ قرض ہونے کا اقرار کرے تو وہ قرض اور غصب وغیرہ اس مال سے ادا کر دیئے جائیں گے۔ جوہرہ

فائدہ: اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس کا اقرار درست نہ ہو گا۔ اور جب اس کے ذمہ اس قدر قرض ہو جائے کہ جو اس کے مال اور اس (خود) کی قیمت سے بھی بڑھ جائے تو جو مال اس کے پاس ہے اس کا آقا اس کے مال کا مالک نہ رہے گا۔ پس اگر آقا اس کے غلاموں کو آزاد کرنے لگے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوں گے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جو کچھ اس وقت ماذون کے پاس ہے اس کا آقا مالک ہو جائے گا۔ اور اگر غلام ماذون (اپنے) آقا کے ہاتھ مناسب قیمت سے کوئی چیز فروخت کرے تو جائز ہے۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت کا ہے کہ جب اس غلام کے ذمہ قرض ہو کیونکہ اس وقت اس کا آقا اس کے کسب وغیرہ سے مثل اجنبی کے ہے اور اس کے ذمہ قرض نہیں ہے تو پھر ان دونوں میں خرید و فروخت نہ ہو گی کیونکہ یہ غلام اور جو کچھ اس کے پاس ہے سب آقا کا ہے۔ جوہرہ

فائدہ: اور اگر نقصان سے بیچے تو جائز نہیں ہے اور اگر آقا اپنے ماذون غلام کے ہاتھ کوئی چیز پوری قیمت سے یا نقصان سے فروخت کرے تو یہ فروخت جائز ہے۔ پس اگر آقا نے قیمت پر اپنا قبضہ کرنے سے پہلے مبیع اس کے حوالہ کر دی تو وہ قیمت باطل ہو جائے گی کیونکہ جب آقا نے قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے مبیع اس کے حوالہ کر دی تو قیمت آقا کی طرف سے اس غلام

کے ذمہ قرض ہوگئی اور آقا کا غلام کے ذمہ قرض نہیں ہوا کرتا اور جب یہ قیمت باطل ہوگئی تو اب یہ ایسا ہوگیا کہ گویا آقا نے بلا قیمت اس کے ہاتھ بیع کر دی۔ اور قیمت کے باطل ہونے سے یہ مراد ہے کہ اب آقا اس کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ ہاں اسے بیع واپس لینی جائز ہے۔ جوہرہ

ترجمہ: اور اگر آقا اس مبیع کو روک لے یہاں تک کہ اس کی قیمت وصول ہو جائے تو یہ جائز ہے اور اگر آقا نے غلام ماذون کو آزاد کر دیا اور اس کے ذمہ بہت سا قرض ہے تو اس کا آزاد کرنا جائز ہے اور اس کے قرض خواہوں کے لیے اس کی قیمت کا یہ آقا دیندار ہوگا اور اگر اس کی قیمت دے دینے پر کچھ قرض باقی رہ جائے تو وہ اس آزاد شدہ غلام سے طلب کیا جائے اور جب ماذونہ لونڈی کے اس کے آقا سے بچہ پیدا ہوگیا تو یہ اس پر حجر ہے (یعنی وہ اذن سے معزول ہو جائے گی) اور اگر کسی لڑکے کے ولی نے اس لڑکے کو تجارت کرنے کی اجازت دے دی تو وہ خرید و فروخت میں مثل ماذون غلام کے ہے لیکن اس وقت کہ وہ لڑکا خرید و فروخت خوب سمجھتا ہو۔

كتاب المزارعة

کھیتی کرانے کا بیان

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تہائی یا چوتھائی (بٹائی) پر زمین بونے کے لیے دینا باطل ہے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

فائدہ: تہائی چوتھائی کا لفظ یہاں محض تبرکاً ذکر کر دیا ہے۔ کیونکہ جس وقت نبی ﷺ نے مخابرۃ سے منع فرمایا تو زید بن ثابتؓ نے حضرت سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ مخابرۃ کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا کہ تم تہائی یا چوتھائی (کی بٹائی) پر کسی کی زمین (بونے کے لیے) لے لو ورنہ اس بارے میں کمی یا زیادتی یعنی تہائی سے کم ہو یا چوتھائی سے بھی زیادہ ہو سب برابر ہے اور بعض کا قول یہ بھی ہے کہ مصنف نے یہ لفظ اس لیے بڑھا دیئے ہیں کہ ان کے زمانہ میں لوگ اپنے

حصوں پر بٹائیاں کیا کرتے تھے اور باطل سے مراد یہ ہے کہ فاسد ہے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ لوگوں کو اس کی سخت ضرورت ہے اور جس کی ضرورت ہوتی ہے وہ جائز ہوتا ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور صاحبینؒ کے نزدیک مزارعت کی چار صورتیں ہیں:

① جس وقت کہ زمین اور بیج ایک کا ہو۔ اور بیل اور کام کرنا دوسرے کا تو یہ صورت جائز ہے۔

② اگر ایک کی فقط زمین ہو اور کام کرنا اور بیل اور بیج دوسرے کا تو یہ صورت بھی جائز ہے۔

③ اگر زمین اور بیج اور بیل ایک کے ہوں اور کام دوسرے کا تو یہ صورت بھی جائز ہے۔

④ اگر زمین اور بیل ایک کے ہوں اور بیج اور کام دوسرے کا تو یہ صورت باطل ہے اور مزارعت بغیر مدت معین کے کرنی جائز نہیں ہے اور یہ کہ جو پیداوار ہو وہ ان دونوں میں تقسیم ہو جائے۔ پس اگر یہ دونوں رضا مند ہو کر اپنے میں سے ایک کے لیے کچھ پیمانے (غلہ کے) معین کر دیں تو یہ مزارعت باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: ایک کے لیے پیمانے معین کر دینے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً ان میں سے زمین والا یہ کہے کہ میں تو دس مٹکے غلہ لے لوں گا باقی خواہ اس سے کم رہے یا زیادہ رہے وہ تیرا ہے اور کاشتکار اس پر رضامند ہو جائے تو یہ صورت جائز نہیں ہے کیونکہ شاید دس مٹکوں سے زیادہ وہ غلہ پیدا نہ ہو اور پھر ان میں جھگڑا پڑے یا ایک کو مل جانا اور دوسرے کو بالکل نہ ملنا بھی جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ وغیرہ)

ترجمہ: اور یہی حکم اس صورت میں ہے (یعنی جائز نہیں ہے) کہ ڈولوں یا نالیوں پر کھڑے ہوئے کھیتی کی ایک کے لیے شرط کر لیں (کیونکہ شاید اس جگہ کے سوا اور جگہ غلہ پیدا نہ ہو) اور جب مزارعت درست ہو جائے تو پھر جو کچھ پیداوار ہو اسے دونوں اپنی شرط کے موافق آپس میں تقسیم کر لیں اور اگر اس زمین میں کچھ بھی پیداوار نہ ہو تو پھر محنت اور کاشتکار کے لیے کچھ نہیں ہے اور (جب کسی وجہ سے) مزارعت باطل ہو جائے تو اس زمین کو پیداواری بیج والے کی ہو

گی۔ پس اگر بیج زمیندار کی طرف سے تھا تو کاشتکار کو اس قدر مزدوری دی جائے جو اس قسم کے کام کرنے والوں کو ملتی ہو۔ یہ مزدوری اس مقدار سے نہ بڑھے جو حصہ پیداوار میں اس کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اس کو وہی مزدوری دی جائے گی جو اس کام میں اوروں کو ملتی ہو خواہ کہیں تک پہنچ جائے اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے تھا تو زمیندار کو اس زمین کا اتنا کرایہ ملنا چاہیے کہ جو ایسی زمینوں کا دستور ہو اور اگر مزارعت کا معاملہ طے ہو گیا اور پھر بیج والے نے بیج ڈالنے سے انکار کر دیا تو اس پر جبر نہ کیا جائے۔ اور اگر اس نے انکار کیا ہے جس کی طرف سے بیج نہیں ہے تو اس سے کام کرانے پر حاکم جبر کرے اور جب ان دونوں میں سے ایک مر جائے تو یہ مزارعت باطل ہو جائے گی۔ اور اگر مزارعت کی مدت ختم ہو جائے اور کھیتی ابھی پکی نہ ہو تو کھیتی کے کٹنے تک اس کاشتکار کو اس زمین کا وہ کرایہ دینا پڑے گا جو ویسی زمین کا ہوتا ہو۔ اور کھیتی پر جو کچھ خرچ ہو ان دونوں کے حصوں کے موافق دونوں ہی کے ذمہ ہو گا۔ اور کھیتی کاٹنے اور گاہنے اور کاٹنے کے بعد گاہنے کی جگہ اکٹھی کرنے اور (غلہ علیحدہ کرنے کے لیے) اڑانے کی مزدوری بھی بھٹہ رسد ان دونوں ہی کے ذمہ ہو گی اور مزارعت میں یہ شرط کر لی تھی کہ یہ خرچہ کاشتکار کے ذمہ ہو گا تو یہ مزارعت فاسد ہے۔

کتاب المساقات

آبپاشی کے عوض شرکت کا بیان

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (پودوں میں) پھل کا کوئی حصہ مقرر کر کے شراکت میں پانی دینا جائز نہیں ہے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اس وقت جائز ہے کہ جب دونوں کوئی مدت معین کر دیں اور پھل کے حصہ کا نام لیں کہ تہائی یا چوتھائی ملے گا (فتویٰ اسی پر ہے)

کھجوروں اور (عام) درختوں اور انگوروں اور بیگنوں وغیرہ میں شرکت سے پانی دینا

جائز ہے۔ پس اگر کسی نے کھجوروں کے پھل دار درخت پانی دینے کے لیے دے دیئے اگر وہ پانی دینے سے بڑھتا ہے تو یہ دینا جائز ہے اور اگر اس کا بڑھنا ختم ہو چکا ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر یہ پانی دینے کی شرکت فاسد ہو جائے تو پانی دینے والے کو مزدوری ملنی چاہیے جو اس کام والوں کو دی جاتی ہے (اور ان دونوں میں سے ایک کے) مرنے سے یہ شراکت باطل ہو جاتی ہے اور عذروں سے بھی ٹوٹ جاتی ہے جیسے کہ اجارہ ٹوٹ جاتا ہے۔

كتاب النكاح

نکاح کا بیان

ترجمہ: نکاح ایجاب وقبول کے ایسے دو لفظوں سے ہو جاتا ہے کہ ان سے زمانہ ماضی کو بیان کیا جائے یا ایک کو زمانہ ماضی سے بیان کیا جائے اور دوسرے سے مستقبل۔

فائدہ: ماضی کے دونوں لفظ یہ ہیں مثلاً مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کرلیا ہے اور عورت کہے کہ میں نے قبول کرلیا۔ یا کہے کہ میں راضی ہوگئی اور مستقبل کے لفظ سے وہ صیغہ مراد ہے جو امر میں پایا جائے۔ جس کی مثال تین میں ہے۔

ترجمہ: مثلاً ایک (یعنی عورت کہے کہ تو مجھ سے نکاح کرلے اور دوسرا (یعنی مرد کہے) کہ میں نے تجھ سے نکاح کرلیا۔

نکاح صحیح ہونے کی شرط ٭ مسلمانوں کا نکاح بغیر ایسے دو گواہوں کے موجود ہوئے نہیں ہوسکتا کہ وہ دونوں آزاد ہوں بالغ ہوں عاقل ہو مسلمان ہوں یا ایک مرد دو عورتیں ہوں برابر ہے کہ عادل ہوں یا نہ ہوں یا (کسی کو زنا وغیرہ کی) تہمت لگانے میں سزا یافتہ بھی ہوں۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی عورت سے دو ذمیوں کی گواہی پر نکاح کرلے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نکاح جائز ہو جائے گا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جائز نہ ہوگا جب تک کہ یہ دونوں مسلمانوں کو گواہ نہ کرلے۔

جن سے نکاح حلال نہیں اور حلال ہے ٭ مرد کو اپنی ماں سے اور دادی اور نانی سے

اور بیٹی پوتی سے اگر چہ نیچے کی ہوں (یعنی پڑپوتیاں وغیرہ ہوں) نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اپنی بہن بھانجیوں سے اور نہ بھتیجیوں سے اور نہ پھوپھی اور خالہ سے جائز ہے اور نہ اپنی ساس سے خواہ اس کی بیٹی سے صحبت کر چکا ہو یا نہ کر چکا ہو۔ اور نہ اپنی ایسی بیوی کی بیٹی سے جائز ہے جس سے یہ صحبت کر چکا ہو برابر ہے کہ وہ لڑکی اس کی پرورش میں ہو یا اور کسی کی پرورش میں ہو اور نہ اپنے باپ کی بیوی (یعنی اپنی سوتیلی ماں) سے اور نہ اپنے دادے اور پردادے کی بیوی سے اور نہ اپنی (بہو) یعنی بیٹے کی بیوی سے اور نہ اپنے پوتوں کی بیویوں سے جائز ہے اور نہ اپنی رضاعی ماں سے اور نہ رضاعی بہن سے جائز ہے۔

دو (سگی) بہنوں کو صحبت میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ نہ نکاح کے ذریعہ سے اور نہ خرید کر اور نہ ایک عورت کو اور اس کی پھوپھی یا خالہ یا بھانجی یا بھتیجی کو جمع کرنا جائز ہے اور نہ ایسی دو عورتوں کو جمع کرے کہ اگر ان میں سے ایک مرد ہو تو دوسرے سے اسے نکاح کرنا جائز نہ ہو اور ایک عورت کو اس کے پہلے خاوند کی لڑکی کے ساتھ (جو دوسری عورت سے ہو) جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کسی نے کسی عورت سے زنا کرلیا تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس مرد پر حرام ہو جائیں گی۔

فائدہ: یعنی اس زانی مرد اور زانیہ عورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر اس عورت کی ماں اور بیٹی سے اسے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جب کوئی کسی عورت کو شہوت کی حالت میں دیکھ لے یا ہاتھ لگا دے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "**من مس امرأة بشهوة حرمت عليه امها و بنتها**" اور یہی مذہب حضرت عمر اور عمران بن حصین اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ بہت سے صحابہؓ کا تھا۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو بائنہ طلاق دے دی تو اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے اس کی بہن سے اس (مرد) کو نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ آقا کو اپنی لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے اور نہ عورت کو اپنے غلام سے کرنا جائز ہے۔ اور اہل کتاب (مثلاً انگریز اور یہود) کی عورت سے نکاح کرنا جائز ہے آتش پرستوں اور بت پرستوں کی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

لیکن صابیہ عورتیں اگر کسی بھی نبی (علیہ السلام) پر ایمان رکھتی ہوں اور کسی آسمانی کتاب (کے حق ہونے) کی مقر ہوں تو ان سے بھی نکاح کرنا جائز ہے۔ اور اگر ستارہ پرست ہیں اور (آسمانی) کتاب کو نہیں مانتے تو ان میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے (کیونکہ وہ مشرک ہیں) اور محرم مرد اور محرمہ عورت کو حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے (ہاں صحبت کرنا جائز نہیں ہے) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک آزاد بالغہ عاقلہ عورت کا نکاح اس کے رضامند ہونے پر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے ولی نے نہ کیا ہو خواہ یہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔

فائدہ: ثیبہ شوہر دیدہ عورت کو کہتے ہیں یعنی جس کا شوہر اس سے صحبت کر چکا ہو اور اس کے باکرہ پن کو زائل کر چکا ہو۔

ترجمہ: اور صاحبین ؒ کا قول یہ ہے کہ بغیر ولی کی اجازت کے نکاح نہیں ہوگا۔

نکاح اور ولایت کے متفرق مسائل ✲ باکرہ بالغہ عاقلہ لڑکی پر ولی کو زبردستی کرنا (یعنی زبردستی اور اس کی بلا رضامندی اس کا نکاح کر دینا) جائز نہیں ہے اور اگر ولی نے اس سے اجازت مانگی اور وہ خاموش ہو رہی یا ہنس پڑی یا بغیر آواز نکالے رونے لگی تو یہ اس کی طرف سے اجازت ہے۔ اور اگر اس نے (صاف) انکار کر دیا تو پھر ولی اس کا نکاح نہ کرے۔ اور جب ولی ثیبہ سے اجازت لے تو اس کی رضامندی (زبان سے) کہہ دینے کے ساتھ ہونی چاہیے (یعنی وہ کہہ دے کہ میں راضی ہوں اور اگر وہ خاموش ہو جائے تو اجازت نہ ہوگی)

جب کسی لڑکی کا باکرہ پن کودنے سے یا حیض سے یا کسی زخم سے یا زیادہ دنوں تک بیٹھی رہنے کے باعث سے زائل ہو جائے تو وہ کنواریوں ہی کے حکم میں ہے۔ اور اگر زنا سے زائل ہو جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تب بھی وہ کنواریوں کے حکم میں ہے۔ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ثیبہ کے حکم میں ہے۔ اور جب (باکرہ کا نکاح ہونے کے بعد) شوہر نے باکرہ سے کہا کہ (تیرے ساتھ میرا) نکاح ہونے کی تجھے خبر پہنچ گئی تھی اور تو خاموش ہو گئی تھی اور اس نے کہا نہیں بلکہ میں نے تو انکار کر دیا تھا تو قول لڑکی ہی کا معتبر ہوگا اور اسے قسم نہ دی جائے گی اور نکاح میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کسی کو قسم نہ دی جائے اور صاحبین ؒ کا قول یہ ہے کہ اس میں قسم دی جائے (کنز میں کہا ہے کہ فتویٰ صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر

ہے) اور نکاح ان (پانچ) لفظوں میں کسی ایک لفظ کے کہنے سے ہو جاتا ہے۔ نکاح' تزویج' تملیک' ہبہ' صدقہ۔

فائدہ: مثلاً مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کر لیا۔ تجھے اپنی بیوی بنا لیا۔ یا عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنی جان کا تمھیں مالک کر دیا یا اپنی جان تمہارے لیے ہبہ کر دی یا صدقہ کر دی تو ان لفظوں سے نکاح ہو جائے گا۔ اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ بیع کے لفظ سے بھی نکاح ہو جاتا ہے اور یہی صحیح بھی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنی جان تمہارے ہاتھ بیع کر دی یہ اس کا باپ کہے کہ اتنے مہر کے عوض میں نے اپنی لڑکی تمہارے ہاتھ بیع کی تو اس سے بھی نکاح ہو جائے گا۔

ترجمہ: اور اجارہ اور اعارہ اور اباحت کے لفظ سے نکاح نہیں ہوتا۔ اور جب نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کا نکاح ان دونوں کا ولی کر دے تو وہ نکاح ہو جائے گا خواہ لڑکی کنواری ہو یا بیوہ ہو اور ولی سے مراد عصبہ ہے۔ پس اگر ان دونوں کا نکاح (ان کے) باپ یا دادا نے کیا ہے۔ تو بالغ ہونے کے بعد (اس نکاح کے رکھنے یا نہ رکھنے کا) انھیں کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر باپ دادا کے سوا کسی اور نے کیا ہے (تو بالغ ہونے کے بعد) ان دونوں کو اختیار ہے چاہے اس نکاح کو رکھیں اور چاہے فسخ کر دیں۔

غلام کی اور نابالغ لڑکے کی اور دیوانے کی اور کافر کی مسلمان عورت پر ولایت نہیں ہوتی (یعنی یہ چاروں مسلمان عورت کے ولی نہیں ہو سکتے) اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (جب کسی کا کوئی عصبہ نہ ہو تو) رشتہ داروں میں سے غیر عصبات کو بھی نکاح کر دینا جائز ہے۔ جیسے بہن' ماں' خالہ' اور اگر کسی عورت کا کوئی ولی نہ ہو اور اس کا نکاح اس کا وہ آقا کر دے جس نے اسے آزاد کیا تھا۔ تو وہ نکاح ہو جائے گا۔ اور جب (کسی عورت کے دو ولی ہوں ایک قریب کا اور دوسرا دور کا اور) قریب کا ولی بغیبت منقطعہ غائب ہو جائے تو اس سے دور کے ولی کو اس لڑکی کا نکاح کر دینا جائز ہے۔ اور غیبت منقطعہ یہ ہے کہ وہ ایسے شہر میں ہو (یعنی وہ شہر اتنی دور ہو) کہ سال بھر میں وہاں ایک دفعہ سے زیادہ قافلے نہ پہنچتے ہوں اور نکاح میں کفو ہونا معتبر ہے پس جب کوئی غیر کفو سے نکاح کر لے تو اس کے ولیوں کو ان دونوں میں جدائی

کرا دینے کا اختیار ہے اور کفو ہونا نسب میں اور دینداری میں اور مال میں معتبر ہے اور مال میں کفو ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ اس عورت کا مہر اور اس کو خرچ دے سکے اور پیشوں میں بھی اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

مہر کا بیان ٭ اگر کسی عورت نے اپنا نکاح کر لیا اور مہر مثل سے اپنا مہر کم کر دیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے ولیوں کو اس پر روک لینے کا اختیار ہے۔ یہاں تک کہ اس کا شوہر یا تو مہر مثل پورا کر دے یا اسے طلاق دے دے اور جب باپ نے اپنی بالغ لڑکی کا نکاح کر دیا اور اس کا مہر مہر مثل سے کم ٹھہرایا یا اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کر دیا اور اس کی بیوی کا مہر زیادہ کر دیا تو یہ ان دونوں کے حق میں جائز ہے اور سوائے باپ اور دادا کے اور کسی کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور جب نکاح کا مہر ٹھہرا دیا تو نکاح ہو جاتا ہے اور بغیر ٹھہرائے بھی نکاح درست ہو جاتا ہے۔

کم سے کم مہر کی مقدار دس درہم ہیں۔ اور اگر کسی نے دس سے بھی کم ٹھہرائے تو وہ عورت دس درہم کی مستحق ہو گی۔ اور اگر کسی نے دس درہم یا کچھ زیادہ مقرر کر دیا (اور بعد اس کے) اگر اس نے اس سے صحبت کر لی یا مر گیا تو اس کے ذمہ یہ مقرر کیا ہوا مہر ہو گا۔ اور اگر کسی نے صحبت یا خلوت کرنے سے پہلے طلاق دے دی تو اس عورت کو نصف مہر ملے گا۔

اگر کسی نے نکاح کر لیا اور اس عورت کا مہر کچھ نہیں ٹھہرایا۔ یا اس شرط پر نکاح کیا کہ اسے مہر نہیں ملے گا اور پھر اس سے صحبت کر لی یا مر گیا تو اس عورت کو مہر مثل ملے گا۔ اور اگر (مہر نہ ہونے کی شرط پر نکاح کیا تھا پھر) اس سے صحبت اور خلوت کرنے سے پہلے طلاق دے دی تو اس عورت کے لیے متعہ واجب ہو گا۔ اور متعہ سے مراد ایسے تین کپڑے ہیں کہ جیسے وہ عورت پہنتی ہو۔ ایک کرتی ایک اوڑھنی ایک بڑی چادر (جس کے ہونے سے پائجامہ کی ضرورت نہ ہو) اور اگر مسلمان نے کسی سے شراب یا سور پر نکاح کر لیا (یعنی مہر میں یہ چیزیں دینی قرار کر لیں) تو یہ نکاح جائز ہے اور اس عورت کے لیے مہر مثل واجب ہو گا۔ اور اگر کسی عورت سے نکاح کر لیا اور کچھ مہر مقرر نہیں کیا۔ پھر دونوں ایک معین مہر پر راضی ہو گئے تو اب اگر اس نے اس سے صحبت کر لی یا مر گیا تو اس عورت کے لیے وہی مہر واجب ہو گا (جس پر

دونوں رضا مند ہو گئے تھے) اور اگر اس کو صحبت اور خلوت کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دی تو اس کے لیے متعہ واجب ہو گا۔ اور اگر کسی مرد نے نکاح کرنے کے بعد مہر زیادہ کر دیا اور پھر اس نے اس عورت سے صحبت کر لی یا مر گیا تو وہ زیادہ کیا ہوا اسے دینا لازم ہو گا اور صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دینے کی وجہ سے یہ زیادتی ساقط ہو جائے گی۔ اگر کوئی عورت اپنا مہر کم کر دے تو اس کا کم کر دینا جائز ہے۔

اگر شوہر اپنی بیوی سے خلوت کر چکا اور صحبت کرنے سے وہاں کوئی مانع نہ تھا اور پھر اس نے طلاق دے دی تو اب وہ عورت پورے مہر کی مستحق ہو گی۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک (یعنی مرد یا عورت) بیمار تھا یا رمضان کا روزہ رکھے ہوئے تھے یا حج کا یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے یا عورت ایام سے تھی (تو ان صورتوں میں) خلوت صحیحہ نہیں ہو گی (یعنی ان حالتوں میں خلوت ہو جانے سے پورا مہر لازم نہ آئے گا) اگر اس عورت کو طلاق دے دے گا تو نصف مہر واجب ہو گا۔

اگر مجبوب (یعنی جس کے خصیئے اور ذکر کٹا ہوا ہو) اپنی بیوی سے خلوت کر چکا اور پھر اسے طلاق دے دی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس عورت کو پورا مہر ملے گا۔ اور متعہ ہر مطلقہ کو دینا مستحب ہے۔ سوائے ایک مطلقہ کے اور وہ وہ ہے کہ جس کو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی ہو۔ اور (نکاح کرنے سے پہلے) اس کا مہر مقرر نہ کیا ہو۔

فائدہ: استثناء کرنے سے یہ مراد ہے کہ ایسی مطلقہ کو متعہ دینا واجب ہے۔ ہاں اگر عورت کی طرف سے جدائی ہوئی تو اس صورت میں واجب نہ ہو گا اور متعہ سے وہی تین کپڑے مراد ہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

ترجمہ: اگر کسی نے اپنی لڑکی کا نکاح اس شرط پر کسی سے کیا کہ وہ (یعنی جس سے نکاح کیا ہے) اپنی بہن یا لڑکی کا نکاح اس سے کر دے تا کہ ہر ایک نکاح دوسرے کا مہر ہو جائے تو یہ دونوں نکاح جائز ہو جائیں گے اور ان دونوں لڑکیوں کے لیے ان کا مہر مثل واجب ہو گا اور اگر کسی آزاد آدمی نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کر لیا کہ وہ اس عورت کی ایک سال خدمت کرے گا یا اسے قرآن مجید پڑھا دے گا تو یہ نکاح جائز ہے اور اس عورت کے لیے مہر

مثل واجب ہو گا۔ اور اگر کسی غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے ایک آزاد عورت سے اس کی ایک سال خدمت کرنے پر نکاح کر لیا تو یہ نکاح ہو جائے گا۔ اور (ایک سال) اسے عورت کی خدمت کرنی ہوگی۔ اور اگر کسی دیوانی عورت کا باپ اور بیٹا دونوں موجود ہوں تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا نکاح کرنے میں بیٹا ولی ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا باپ ولی ہے اور غلام اور لونڈی کا نکاح بغیر ان کے آقا کی اجازت کے جائز نہیں ہوتا۔ اور جب کسی غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کر لیا تو مہر غلام ہی کی گردن پر (یعنی اسی کے ذمہ) ہے۔ مہر وصول کرنے کے لیے اسے فروخت کر دیا جائے۔ اگر آقا نے اپنی لونڈی کا نکاح کر دیا تو اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ اس لونڈی کو اس کے خاوند کے گھر بھیجے بلکہ وہ لونڈی اپنے آقا ہی کی خدمت کرے اور اس کے شوہر سے کہہ دیا جائے کہ جب تیرا موقعہ لگے تو اپنی بیوی سے صحبت کر لیا کر۔

اگر کسی نے کسی عورت سے ہزار درہم (مہر) پر اس شرط سے نکاح کیا کہ نہ اسے اس شہر سے باہر لے جائے گا اور نہ اس پر اور عورت سے نکاح کرے گا۔ پس اگر اس نے یہ شرط پوری کر دی تو جو کچھ اس کے لیے مہر مقرر کیا ہے وہی دینا ہو گا۔ اور اگر اس نے اس پر دوسرا نکاح کر لیا یا اسے شہر سے باہر لے گیا تو پھر وہ عورت مہر مثل کی مستحق ہوگی۔ اور اگر کوئی مرد کسی عورت سے مہر کی جگہ ایک جانور پر نکاح کرے (جس کی جنس یعنی مثلاً گائے یا بکری وغیرہ ہونا معین ہو جائے) اور اس سے گھٹیا بڑھیا ہونا بیان نہ کیا جائے تو مہر درست ہو جائے گا اور اس قسم کا اوسط درجہ کا جانور دینا ہو گا اور شوہر کو اختیار ہے چاہے وہ جانور دے دے اور چاہے اس کی قیمت دے دے اور اگر کسی نے کسی عورت سے ایسے کپڑے پر نکاح کر لیا کہ جس کا کچھ (حال اور) وصف نہیں بیان کیا گیا (کہ کیسا ہو) تو اس عورت کے لیے مہر مثل واجب ہو گا اور نکاح متعہ اور نکاح موقت جائز نہیں ہے۔

فائدہ: متعہ کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت سے کہے کہ میں پانچ روپیہ میں تجھ سے دس روز متعہ یعنی فائدہ اٹھاؤں گا۔ اور عورت اسے قبول کر لے۔ اس میں متعہ کا لفظ ہونا ضروری ہے اور وہ ہمارے نزدیک قطعی حرام ہے اور نکاح موقت کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد کسی عورت سے دو

گواہوں کے سامنے دس روز یا مہینہ بھر کے لیے نکاح کرلے یہ بھی جائز نہیں ہے۔ (کذا فی الجوہرۃ)

ترجمہ: غلام اور لونڈی کا نکاح جب تک ان کے آقا کی اجازت نہ ہو موقوف رہتا ہے اگر آقا نے اجازت دے دی تو جائز ہو جائے گا ورنہ ناجائز رہے گا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے بغیر اس کی رضامندی کے نکاح کرلیا ہو اور یا کسی عورت نے بغیر مرد کی رضامندی کے اس سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح بھی ان دونوں کی اجازت پر موقوف رہے گا اور اگر کوئی اپنے چچا کی بیٹی سے اپنا نکاح خود کرلے (یعنی کوئی اور ولی نہ ہو) تو یہ نکاح ہو جائے گا اور جب کسی عورت نے کسی مرد کو خود ہی اجازت دے دی کہ تو مجھ سے نکاح کرلے اور اس مرد نے دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے نکاح پڑھالیا تو یہ نکاح ہو جائے گا۔

جب کسی عورت کا ولی اس عورت کے مہر کا ضامن ہو گیا تو اس کی ضمانت درست ہے اور اس عورت کو اختیار ہے چاہے (مہر کا) اپنے شوہر سے مطالبہ کرے اور چاہے ولی سے کرے۔ اور اگر نکاح فاسد میں صحبت ہونے سے پہلے قاضی نے میاں بیوی میں جدائی کرا دی تو اس عورت کے لیے مہر نہیں ہے اور یہی حکم جب ہے کہ خلوت کے بعد جدائی کرائی ہو اگر وہ اس عورت سے صحبت کر چکا ہے تو مہر مثل واجب ہوگا لیکن جو ٹھہر چکا ہو اس سے نہ بڑھایا جائے گا۔ اور اس عورت پر عدت کرنی لازم ہوگی اور اس کے بچے کا اس مرد سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

مہر مثل کا اعتبار بہنوں اور پھوپھیوں اور چچا زاد بہنوں سے کیا جاتا ہے (یعنی جو مہر ان کا ہوگا وہی مہرِ مثل قرار دیا جائے گا) اور اس عورت کی ماں اور خالہ (کے مہر) کا اعتبار نہیں ہوتا۔ جب کہ وہ دونوں اس کے خاندان کی نہ ہوں۔ اور مہر مثل میں معتبر یہ ہے کہ دونوں عورتیں عمر میں اور جمال میں اور مال میں اور عقل میں اور دین میں اور شہری ہونے میں اور ہم عصر ہونے میں برابر ہوں۔

لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کتابیہ (یعنی یہودیہ یا نصرانیہ) ہو اور آزاد عورت پر (یعنی آزاد عورت کے) نکاح میں ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا جائز

نہیں ہے اور لونڈی پر آزاد عورت سے نکاح کر لینا جائز ہے۔ اور آزاد آدمی کو چار عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے خواہ وہ آزاد ہوں یا لونڈیاں ہوں اور اس سے زیادہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے (اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے) اور غلام دو عورتوں سے زیادہ سے نکاح نہ کرے۔ پس اگر آزاد آدمی نے اپنی چار بیبیوں میں سے ایک کو بائنہ طلاق دے دی تو جب تک اس کی عدت پوری نہ ہو جائے اسے چوتھی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر کسی نے اپنی لونڈی کا نکاح کر دیا تھا پھر اسے آزاد کر دیا تو اب (اس کے نکاح رکھنے یا نہ رکھنے میں) اس لونڈی کو اختیار ہے خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو۔ اور یہی حکم مکاتبہ کا ہے۔

فائدہ: یعنی جب اس نے اپنی آقا کی اجازت سے نکاح کر لیا تھا پھر وہ آزاد ہو گئی تو اب اسے اختیار ہے کہ چاہے اس نکاح کو رکھے اور چاہے رد کر دے۔

ترجمہ: اور اگر کسی لونڈی نے اپنے آقا کی بغیر اجازت نکاح کر لیا تھا پھر وہ آزاد کر دی گئی تو اس کا نکاح درست ہے اور (اس کے رکھنے یا نہ رکھنے کا) اب اسے اختیار نہیں ہے اور اگر کسی نے ایک عقد میں ایسی دو عورتوں سے نکاح کر لیا کہ ان میں سے ایک کا نکاح اس سے درست نہیں ہے تو جس عورت کا نکاح اس سے درست ہے اس کا نکاح ہو جائے گا اور دوسری عورت کا نکاح نہ ہوگا۔

اگر نکاح کرنے کے بعد عورت میں کوئی عیب معلوم ہو تو اس کے شوہر کو اختیار نہیں ہے (کہ اس کی وجہ سے اسے طلاق دے دے) اور اگر شوہر دیوانہ ہو۔ یا جذامی ہو یا اس کو برص کی بیماری ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک (نکاح رکھنے یا نہ رکھنے کا) عورت کو اختیار نہیں ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (رفع ضرر کے لیے) اس عورت کو اختیار ہے۔

نامرد شوہر کا حکم ❋ اگر شوہر عنین (یعنی نامرد) ہو تو حاکم اسے ایک سال بھر کی مہلت دے دے (کہ وہ اپنا علاج کرائے) پس اگر اس عرصہ میں وہ صحبت کرنے کے قابل ہو گیا تو اس عورت کو کچھ اختیار نہیں ہے ورنہ اگر عورت چاہے تو حاکم ان دونوں میں جدائی کرا دے اور

یہ جدائی کرانا بائنہ طلاق ہے اور اس عورت کو پورا مہر ملے گا۔ اس وقت کہ وہ اس سے خلوت کر چکا ہو۔ اور اگر شوہر مجبوب ہے (یعنی اس کا عضوِ تناسل کٹا ہوا ہے) تو ان دونوں میں حاکم اس وقت جدائی کرا دے اور اسے مہلت نہ دے اور خصی کو بھی مثل عنین کے مہلت دی جاتی ہے۔

مذہب کے اختلاف میں نکاح کا حکم ✽ اگر کوئی عورت مسلمان ہوگئی اور اس کا شوہر کافر رہا تو قاضی اس پر اسلام کو پیش کرے (یعنی اس سے کہے کہ تو مسلمان ہو جا) اگر وہ مسلمان ہو گیا تو یہ عورت اس کی بی بی ہے اور اگر اس نے اسلام سے انکار کر دیا تو ان دونوں میں جدائی کرا دے اور یہ جدائی کرانا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بائنہ طلاق ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ بغیر طلاق کے جدا کرا دینا ہے اور اگر کوئی شخص مسلمان ہو گیا اور اس کی بی بی مجوسیہ (یعنی آتش پرست) ہے تو اس پر بھی اسلام پیش کرے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو وہ اس کی بیوی ہے اور اگر اس نے انکار کر دیا تو قاضی ان دونوں میں جدائی کرا دے اور یہ جدائی کرانا طلاق نہ ہوگی۔

فائدہ: اس جدائی کے طلاق نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی ہے اور عورت اہل طلاق کی نہیں ہے یعنی وہ اپنے آپ طلاق نہیں دے سکتی۔ بخلاف پہلے مسئلے کے کیونکہ وہاں جدائی مرد کی طرف سے ہے اور وہ اہل طلاق ہے۔ جوہرۂ نیرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: پس اگر اس کا شوہر اس سے صحبت کر چکا تھا تو اسے پورا مہر ملے گا اور اگر صحبت نہیں کی تھی تو اس کے لیے مہر بالکل نہیں ہے۔

فائدہ: مہر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جدائی صحبت سے پہلے اسی کی طرف سے ہوئی ہے۔ خجندیؒ نے لکھا ہے کہ میاں بیوی میں سے ایک کا اسلام سے انکار کر دینا یا مرتد ہو جانا اگر عورت کی طرف سے ہے تو وہ بالا جماع نکاح کو فسخ کرتا ہے اور اگر مرد کی طرف سے ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تب بھی دونوں صورتوں میں فسخ نکاح ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں میں طلاق ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ مرتد ہو جانا فسخ ہے اور شوہر کا اسلام سے انکار کر دینا طلاق ہے اور مرتد ہونا اسلام سے پھرنے کو کہتے ہیں۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور جب کوئی عورت دار الحرب میں مسلمان ہوگئی تو اس پر جدائی کا حکم نہ ہوگا یہاں تک کہ اسے تین حیض آ جائیں تو وہ اپنے شوہر سے جدا ہو جائے گی اور اگر کتابی عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے تو ان دونوں کا نکاح بدستور رہے گا اور اگر شوہر یا بیوی دار الحرب میں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آ جائے تو ان دونوں میں جدائی ہو جائے گی اور اگر اس میں سے ایک قید کر لیا جائے تب بھی ان میں جدائی ہو جائے گی۔ اور اگر دونوں اکٹھے قید کر لیے جائیں تو جدائی نہ ہوگی اور اگر عورت (دار الحرب سے) ہجرت کر کے ہماری طرف (یعنی دار الاسلام میں) چلی آئے تو اس سے اسی وقت نکاح کر لینا جائز ہے (اگر اسے حمل نہیں ہے تو) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر عدت نہیں ہے اور اگر اس کے حمل ہے تو جب تک وہ حمل کو نہ جن لے نکاح نہ کرے۔

مرتدوں کے نکاح کا حکم ❋ اگر شوہر یا بیوی اسلام سے مرتد ہو جائے تو ان میں اسی وقت جدائی ہو جائے گی اور یہ جدائی ان میں بغیر طلاق کے ہوگی۔ پس اگر شوہر مرتد ہوا ہے اور وہ اس سے صحبت کر چکا ہے تو اس عورت کو پورا مہر ملے گا اور اگر صحبت نہیں کی تو یہ نصف مہر کی مستحق ہوگی اور اگر بیوی مرتد ہوگئی تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر صحبت سے پہلے مرتد ہوگئی تو اس کے لیے بالکل مہر نہیں ہے اور اگر صحبت ہونے کے بعد ہوئی ہے تو یہ مہر کی مستحق ہے۔ اور اگر دونوں میاں بیوی مرتد ہو گئے (اور بعد اس کے) پھر دونوں مسلمان ہو گئے تو ان کا پہلا ہی نکاح بدستور رہے گا۔ اور مرتد کو نہ مسلمان عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اور نہ مرتد عورت سے اور نہ کافرہ سے اور اسی طرح مرتدہ عورت نہ مسلمان مرد سے نکاح کرے اور نہ کافر سے اور نہ مرتد سے۔

اولاد کے بارے میں شریعت کا حکم ❋ اگر مرد و عورت میں سے ایک مسلمان ہو تو لڑکا اسی کے دین پر ہوگا۔ اور اسی طرح اگر ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے اور اس کا لڑکا صغیر (سن) ہو تو اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ لڑکا بھی مسلمان ہو جائے گا۔ اور اگر مرد و عورت میں سے ایک کتابی ہو اور دوسرا مجوسی تو لڑکا کتابی ہوگا۔

نکاح کے متفرق مسائل ❋ اگر کسی کافر نے بغیر گواہوں کے نکاح کر لیا یا وہ عورت

(اپنے پہلے شوہر) کافر کی عدت میں تھی اور یہ (یعنی بغیر گواہوں کے یا دوسرے کی عدت میں نکاح کر لینا) ان کے مذہب میں جائز ہے۔ پھر وہ دونوں مسلمان ہو گئے تو (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک) ان کا نکاح بدستور رہے گا۔ اور اگر مجوسی نے اپنی ماں یا اپنی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ پھر وہ دونوں مسلمان ہو گئے تو ان دونوں میں جدائی کرا دی جائے گی۔ اور اگر کسی مرد کے نکاح میں دو آزاد عورتیں ہیں تو ان دونوں کے درمیان تقسیم میں انصاف کرنا اس پر واجب ہے۔

فائدہ: تقسیم میں انصاف کرنے سے یہ مراد ہے کہ ایک رات ایک کے ہاں رہے اور دوسری رات دوسرے کے ہاں یا جتنی معین کر لی جائیں۔ اور اس کے واجب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

من كانت له امرأتان و مال الى احدٰهما فى القسم جاء يوم القيامة و شقه مائل.

"یعنی جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ تقسیم میں ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن وہ اس حالت سے آئے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہوئی ہوگی"۔

ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: خواہ وہ دونوں باکرہ ہوں یا ثیبہ ہوں (یعنی کنواریوں سے نکاح کیا ہو یا شوہر دیدہ سے کیا ہو) یا ایک باکرہ ہو دوسری ثیبہ ہو (اس حکم میں سب یکساں ہیں) اور اگر ان میں ایک عورت آزاد ہو اور دوسری لونڈی تو آزاد عورت کی دو راتیں ہیں اور لونڈی کی ایک رات اور سفر کی حالت میں ان کی تقسیم کا کچھ حصہ نہیں۔ شوہر ان میں سے جس کو چاہے سفر پر لے جائے اور بہتر یہ ہے کہ ان میں قرعہ ڈال لے اور جس کا نام قرعہ میں نکل آئے اسی کو لے جائے اور اگر کوئی عورت اپنی باری کا دن اپنی سوتن کو اپنی رضامندی سے دے دے تو جائز ہے اور بعد میں اسے پھیر لینے کا اختیار ہے۔

کتاب الرضاع

دودھ پلانے کا بیان

ترجمہ: خواہ دودھ تھوڑا پیا ہو یا بہت پیا ہو جس وقت کوئی شیر خوارگی کے زمانہ میں پیئے گا تو اس سے (رضاعی) حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور شیر خوارگی کی مدت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تیس مہینے (یعنی ڈھائی برس) ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک دو برس ہیں۔

فائدہ: یہی قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور جب شیر خوارگی کا زمانہ ختم ہو جائے تو اس کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اور رضاعت سے وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے ہوتے ہیں سوائے (رضاعی بہن یا رضاعی بھائی کی) ماں کے کہ اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک عورت نے کسی کے دو بچوں کو دودھ پلایا تو ان دونوں کو آپس میں ایک دوسرے کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اور نسبی بہن (یا بھائی) کی ماں سے نکاح جائز نہیں ہے اور رضاعی بیٹے کی بہن سے نکاح جائز ہے اور نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اور اپنے رضاعی بیٹے کی بیوی سے بھی جائز نہیں ہے اور جس مرد کا دودھ ہو (یعنی جس مرد کے ذریعہ سے عورت کے دودھ ہوا ہو) حرمت اسی کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ایک عورت نے لڑکی کو دودھ پلایا تو یہ لڑکی اس عورت کے شوہر پر اور اس کے شوہر کے باپ دادا اور اس کے بیٹوں پر حرام ہو جائے گی۔ اور یہ شوہر جس سے اس عورت کا دودھ اترا ہے اس لڑکی کا باپ ہو جائے گا۔

رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے جیسا کہ نسبی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کے ایک بھائی علاتی (یعنی باپ شریک) ہو اور اس بھائی کی ایک اخیافی (یعنی ماں شریک) بہن ہو تو اس کو اس بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔

جن دو بچوں نے ایک چھاتی سے (یعنی ایک عورت کا) دودھ پیا تو ان میں سے

ایک کا دوسرے سے نکاح ہونا جائز نہیں ہے۔ اور جس عورت نے کسی لڑکی کو دودھ پلایا ہو تو اس لڑکی کا نکاح اس عورت کے لڑکوں میں سے کسی سے جائز نہیں ہے۔ اور جس لڑکے نے کسی کا دودھ پیا ہو تو اس عورت کے شوہر کی بہن سے اس لڑکے کو نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس کی رضاعی پھوپھی ہے۔

جب کسی عورت کا دودھ پانی میں مل جائے اور دودھ غالب ہو تو اس سے (یہ رضاعی) حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر پانی غالب ہے تو حرمت ثابت نہ ہوگی اور جب دودھ کھانے میں مل جائے تو اس سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اگرچہ دودھ غالب ہو اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اس سے حرمت ہو جائے گی۔ اور جب دودھ دوا میں مل جائے اور دودھ غالب ہو تو اس سے بھی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر کسی عورت کے مر جانے کے بعد اس کا دودھ نکالا اور وہ دوا کے طور پر بچہ کے حلق میں ڈال دیا تو اس سے بھی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر کسی عورت کا دودھ بکری کے دودھ میں مل گیا اور زیادہ اس میں عورت کا دودھ ہے تو اس سے بھی حرمت ثابت ہو جائے گی اور اگر بکری کا دودھ غالب اور زیادہ ہے تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

اگر دو عورتوں کا دودھ مل گیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس عورت سے حرمت ثابت ہوگئی کہ جس کا دودھ ان میں سے زیادہ ہوگا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ حرمت دونوں سے ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر کسی کنواری کے دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچہ کو پلا دیا تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

فائدہ: اس مسئلہ میں فقہاء نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر اس لڑکی کی عمر نو برس کی یا اس سے زیادہ کی ہے تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی اور اگر نو برس سے کم ہے تو اس کے دودھ سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

ترجمہ: اور اگر دو بچوں نے ایک بکری کا دودھ پیا تو ان دونوں میں رضاعت نہ ہوگی اور اگر کسی نے دو عورتوں سے نکاح کیا جن میں ایک صغیرہ تھی اور ایک کبیرہ۔ پھر کبیرہ نے اس صغیرہ کو (اپنا) دودھ پلا دیا تو اس مرد پر دونوں حرام ہو جائیں گی۔

فائدہ: کیونکہ یہ دونوں رضائی ماں بیٹی ہوگئیں اور نسبی ماں بیٹی کو نکاح میں رکھنا حرام ہے ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: پس اگر اس شخص نے اس کبیرہ سے صحبت نہ کی تھی تو اس کا مہر بالکل نہیں ہے اور اگر اس سے صحبت کر چکا ہے تو اس کا پورا مہر واجب ہوگا اور صغیرہ کے لیے نصف مہر واجب ہوگا۔ اور اگر کبیرہ نے یہ فساد جان کر کیا ہے تو یہ شوہر (صغیرہ کو دیا ہوا) نصف مہر کبیرہ سے وصول کر لے اور اگر اس نے جان کر نہیں کیا تھا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے اور رضاعت فقط عورتوں کی گواہی سے مقبول نہیں ہوتی بلکہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

کتاب الطلاق

طلاق کی قسمیں (طلاق دینے کا بیان)

طلاق کی قسمیں ٭ طلاق تین طرح پر ہے: احسن الطلاق۔ طلاق السنّت۔ طلاق البدعت۔ پس احسن الطلاق یہ ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کو اس طہر میں کہ جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو ایک طلاق دے کر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔

فائدہ: طہر ان دنوں کو کہتے ہیں کہ جن میں حیض نہ آتا ہو۔

ترجمہ: اور طلاق السنّت یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو تین طہر میں تین طلاقیں دے اور طلاق البدعت یہ ہے کہ اسے ایک لفظ سے۔ یا ایک طہر میں تین طلاقیں دے دے پس جب کسی نے ایسا کیا تو طلاق پڑ جائے گی اور اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی اور وہ گنہگار ہوگا۔ اور سنت الطلاق دو طرح ہے ایک سنت وقت میں اور ایک عدد میں۔ پس سنت عدد میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا (یعنی جس سے صحبت کر چکا ہو اور جس سے نہ کی ہو) دونوں برابر ہیں اور سنت وقت میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا ہی کے حق میں مخصوص ہے اور وہ یہ ہے کہ اسے ایک طلاق ایسے طہر میں دے کہ جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو۔ اور غیر مدخول بہا میں اختیار ہے

کہ اسے طلاق خواہ طہر کی حالت میں دے اور خواہ حیض کی حالت میں۔

اگر کسی عورت کو حیض نہ آتا ہو خواہ کم عمر ہونے کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے اور اس کا شوہر اسے سنت کے موافق طلاق دینی چاہے تو اسے ایک طلاق دے پھر جب ایک مہینہ گزر جائے تو دوسری طلاق دے دے اور پھر ایک مہینہ کے بعد تیسری دے دے اور ایسی عورت کو اس صورت میں بھی طلاق دینا جائز ہے کہ اس سے صحبت کرنے اور طلاق دینے کے درمیان میں کچھ دنوں کا فاصلہ نہ دے۔

فائدہ: امام زفر رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس سے صحبت کرنے اور طلاق دینے کے درمیان میں ایک مہینہ کا ضرور فاصلہ کرے۔ یعنی صحبت کرنے سے ایک مہینہ کے بعد طلاق دے اور یہ اختلاف اس عورت میں ہے جو ایسی کم عمر ہو کہ اسے حیض آنے اور حمل رہ جانے کی بالکل امید نہ ہو اور اگر ایسی ہے کہ اس سے یہ امید ہو سکتی ہے تو اس میں بالا جماع افضل یہی ہے کہ اس سے صحبت کر کے ایک مہینہ کے بعد طلاق دے۔ جوہرۂ نیرہ۔

ترجمہ: اور حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینی جائز ہے اور اگر اسے سنت کے مطابق تین طلاقیں دینی چاہے تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہر دو طلاقوں کے درمیان میں ایک مہینہ کا فاصلہ کرے۔ یعنی ہر طلاق ایک ایک مہینہ کے بعد دے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اسے سنت کے موافق ایک ہی طلاق دے۔ اور اگر کسی نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو وہ طلاق پڑ جائے گی۔ اور مستحب یہ ہے کہ یہ اس سے رجعت کرے پھر جب وہ پاک ہوگا اور اس کے بعد حیض آ کر پھر پاک ہو جائے تو اب اسے اختیار ہے چاہے طلاق دے دے اور چاہے اسے رکھ لے۔

<u>طلاق پڑنے نہ پڑنے کی صورتیں</u> ✵ ایسے ہر شوہر کے طلاق دینے سے طلاق پڑ جاتی ہے کہ جب وہ عاقل و بالغ ہو۔ اور لڑکے اور دیوانے اور سوتے ہوئے کی طلاق نہیں پڑتی اور اگر کسی غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کر لیا اور بعد میں طلاق دے دی تو اس کی طلاق پڑ جائے گی۔ اور اس کی بیوی پر اس کے آقا کی طلاق نہ پڑے گی۔ اور طلاق دو قسم پر ہے۔ صریح، کنایہ۔

پس صریح یہ ہے کہ کوئی (اپنی بیوی سے) کہے انت طالق (یعنی تجھے طلاق ہے) یا کہے انت مطلقة (تو مطلقہ یعنی طلاق دی ہوئی ہے) یا کہے طلقتک (میں نے تجھے طلاق دے دی) ان لفظوں (کے کہنے) سے رجعی طلاق پڑ جاتی ہے اور ایک سے زیادہ نہیں پڑتی اگرچہ کوئی ایک سے زیادہ کی نیت بھی کرے اور ان لفظوں میں نیت کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ انت الطلاق یا کہے انت طالق الطلاق یا کہے انت طالق طالقا (یعنی تو طلاق ہے یا خاص طلاق والی ہے یا تو ایک طلاق والی ہے) پس اگر اس (کہنے والے) نے کچھ نیت نہیں کی تو ایک طلاق رجعی ہوگی اور اگر اس نے ایک کی نیت کی ہے تب بھی ایک ہی ہوگی اور دو کی نیت کی ہے تب بھی ایک ہی ہوگی اور تین کی نیت کی ہے تو تینوں پڑ جائیں گی۔ اور دوسری قسم کنایات ہیں اور ان سے بغیر نیت کے یا کسی موجودہ قرینہ کے طلاق نہیں پڑتی۔

فائدہ: موجودہ قرینہ سے مراد یہ ہے کہ یا تو وہاں طلاق کا ذکر ہو رہا ہو یا شوہر غصہ کی حالت میں ہو۔

ترجمہ: اور کنایات دو قسم کے ہیں ان میں سے تین لفظ ایسے ہیں کہ ان (کے کہنے) سے رجعی طلاق پڑتی ہے اور ایک سے زیادہ نہیں پڑتی اور وہ الفاظ یہ ہیں "اعتدی" (تو عدت میں بیٹھ جا) "استبرئی رحمک" (تو اپنے رحم کو پاک کر لے) "وانت واحدة" (اور تو اکیلی ہے) اور باقی کنایات سے جب کوئی نیت طلاق کی کرے گا تو ان سے ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔ اور اگر دو کی نیت کرے گا تب بھی ایک ہی ہوگی اور اگر تین کی کرے گا تو تین ہو جائیں گی۔ اور وہ لفظ یہ ہیں مثلاً کوئی مرد اپنی بیوی سے کہے انت بائن (تو مجھ سے جدا ہے) ومبتة و تبلتہ (ان دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی تو مجھ سے قطع تعلق ہے) و حرام (اور حرام ہے) "وحبلک علی غاربک" (اور تجھے اپنا اختیار ہے) "والحقی باھلک" (اور تو اپنے عزیزوں سے مل جا) "وخلیة" (اور تو بالکل چھوڑ دی گئی ہے) "وبریئة" (اور تو بری ہے) "و وھبتک لا ھلک" (اور میں نے تجھے تیرے عزیزوں کے لیے ہبہ کر دیا) "وسرحتک" (اور میں نے تجھے چھوڑ دیا) و اختاری (اور تو خود مختار ہو جا) وفارقتک

(اور میں نے تجھے جدا کر دیا) و انت حرة (اور تو آزاد ہے) و تقنعی (اور تو اپنے سر پر چادر اوڑھ لے) و استتری (اور پردہ کر) واغربی (اور دور ہو) وابتغی الازواج (اور خصموں کو تلاش کر لے)

پس (ان لفظوں کے کہنے سے) اس کی نیت طلاق کی نہیں ہے تو طلاق نہیں پڑے گی۔ مگر یہ کہ میاں بیوی طلاق کا ذکر کر رہے ہوں تو اس وقت قاضی طلاق پڑنے کا حکم کر دے گا اور اس کے اور اللہ کے درمیان میں بغیر نیت کے طلاق نہ پڑے گی۔ اور اگر ان دونوں میں طلاق کا ذکر نہ تھا بلکہ دونوں غصہ یا خصومت کی حالت میں تھے تو ایسی صورت میں ہر اس لفظ سے طلاق پڑ جائے گی کہ جس سے گالی گفتار کا ارادہ نہ کیا جاتا ہو اور جو لفظ ایسا ہو کہ اس کے کہنے سے گالی دینا برا کہنا مراد ہوتا ہو تو اس سے بغیر نیت کیے طلاق نہ پڑے گی۔

اگر کسی نے طلاق کو کسی قسم کی زیادتی کے ساتھ موصوف کر دیا تو اس سے بائنہ طلاق پڑے گی۔ مثلاً اس طرح کہے کہ انت طلاق بائن (تو بائنہ طلاق والی ہے) یا کہے انت طلاق اشد الطلاق (تو بڑی سخت طلاق والی ہے) یا یہ کہے انت افحش الطلاق (تو بہت بری طلاق والی ہے) یا یہ کہے انت طلاق الشیطان (تجھ پر شیطان کی طلاق ہے) یا کہے انت طلاق البدعت او کالجبل اوملاء البیت (یعنی تجھے بدعت کی طلاق ہے۔ یا پہاڑ کے برابر طلاق ہے یا مثل گھر بھرے ہوئے کے طلاق ہے)

اگر کسی نے طلاق کو کل کی یا ایسے عضو کی طرف منسوب کیا کہ جس سے سارا جسم مراد لیا جاتا ہو تو وہ طلاق پڑ جائے گی۔ مثلاً یہ کہا کہ تو طالقن ہے یا تیرے سر کو طلاق ہے یا تیری گردن کو طلاق ہے یا تیری روح یا تیرے بدن کو یا تیرے جسم کو یا تیری شرمگاہ کو یا تیرے چہرہ کو طلاق ہے (تو ان سب صورتوں میں طلاق پڑ جائے گی) اور اسی طرح اگر کسی نے عورت کے کسی حصہ کو طلاق دی مثلاً یہ کہا کہ تیرے نصف پر طلاق ہے یا تہائی پر طلاق ہے۔

فائدہ: یعنی اس طرح کہنے سے بھی طلاق پڑ جائے گی اور اسی طرح اگر کسی نے چوتھائی یا چھٹا حصہ یا دسواں حصہ کہا تب بھی طلاق پڑ جائے گی۔

: اور اگر کسی نے (اپنی بیوی سے) یہ کہا کہ تیرے ہاتھ کو یا تیرے پیر کو طلاق ہے تو

اس کہنے سے طلاق نہ پڑے گی۔ اور اگر کسی نے نصف یا تہائی طلاق دی تو اس سے ایک طلاق ہو جائے گی۔ اور اگر کسی نے کسی کے زبردستی کرنے سے طلاق دے دی یا نشہ کی حالت میں دے دی تو بھی طلاق پڑ جائے گی۔ اور اگر کسی نے کچھ کہہ کے یہ کہا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت کی تھی تو اس سے بھی طلاق ہو جائے گی اور گونگے کی طلاق اشارہ سے پڑ جاتی ہے۔

فائدہ: اشارہ کی دو صورتیں ہیں۔ اگر اس نے ایسا اشارہ کیا ہے کہ جس سے اس کا کلام سمجھا جاتا ہے تو اس اشارہ سے طلاق ہو جائے گی۔ اور اگر ایسا اشارہ نہیں ہے تو اس سے طلاق نہ ہو گی۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے طلاق کو نکاح پر معلق کر دیا (مثلاً کسی عورت سے) یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے یا یہ کہا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اسے طلاق ہے تو ان دونوں صورتوں میں نکاح ہونے کے بعد طلاق پڑ جائے گی۔ اور اگر کسی شرط پر معلق کر دیا ہے مثلاً اپنی بیوی سے یہ کہا کہ اگر تو اس گھر میں جائے تو تجھے طلاق ہے تو اس شرط کے بعد (یعنی جب وہ اس گھر میں چلی جائے گی تو) اسے طلاق ہو جائے گی۔ اور طلاق کو معلق کرنا درست نہیں ہے ہاں اگر وہ شخص یا تو طلاق دینے کا مالک ہو اور یا اپنے مالک ہونے پر معلق کرے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) پس اگر کسی نے اجنبی عورت سے یہ کہہ دیا کہ اگر تو اس گھر میں جائے تو تجھے طلاق ہے اور پھر اس نے اس سے نکاح کر لیا اور وہ اس گھر میں چلی گئی تو اسے طلاق نہ ہو گی۔

فائدہ: کیونکہ یہ طلاق نہ تو نکاح میں دی گئی اور نہ نکاح پر اس کو معلق کیا۔

ترجمہ: اور شرط کے الفاظ یہ ہیں: ان' اذا' اذا ما' کل' کلما' متیٰ' متی ما۔

فائدہ: ان کی مثال اور معنی یہ ہیں۔ مثلاً کوئی شخص اپنی بی بی سے کہے کہ اگر تو نے یہ کام کیا یا جب تو نے یہ کام کیا یا جس وقت تو نے یہ کام کیا تو تجھے طلاق ہے۔

ترجمہ: پس ان سب الفاظ میں اگر شرط پائی گئی تو یہ قسم پوری ہو جائے گی۔ (یعنی اس شرط کا حکم ختم ہو جائے گا اور ایک طلاق پڑ جائے گی اور دوبارہ شرط پائی گئی تو دوبارہ طلاق نہ پڑے گی لیکن کلما (کے ساتھ شرط کرنے) میں کیونکہ شرط کے مکرر ہونے سے طلاق بھی مکرر ہو گی یہاں

تک کہ اس میں تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔

فائدہ: کلما کے معنی جب بھی اور جس دفعہ کے ہیں پس اگر کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ جب بھی یا جس دفعہ تو گھر میں جائے تجھے طلاق ہے تو اس صورت میں اگر وہ تین دفعہ گھر میں جائے گی تو چونکہ شرط مکرر ہوئی یعنی وہ تین دفعہ گھر میں گئی تو اسے طلاقیں بھی تین پڑ جائیں گی شرط کے اور لفظوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

ترجمہ: پس اگر اس کے بعد (یعنی تین طلاقیں ہونے اور ان کے بعد) حلالہ ہونے کے (پھر) اسی عورت سے نکاح کر لیا اور پھر وہ اس گھر میں گئی تو اب کوئی طلاق نہ پڑے گی اور قسم کھانے کے بعد ملک کا زائل ہو جانا اس قسم کو باطل نہیں کرتا پس اگر شرط ملک میں پائی گئی تو قسم بھی اتر جائے گی لیکن طلاق نہ پڑے گی۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو تجھے طلاق ہے یہ گویا ایک قسم ہے پھر اس شوہر نے اس عورت کے وہ کام کرنے سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی اور اس کی عدت پوری ہو گئی تو اب شوہر نے قسم کھانے کے بعد اپنی ملک زائل کر دی پس اگر یہ عورت اس کے طلاق دینے سے پہلے اس کام کو کر لیتی تو شرط ملک میں پائی جاتی اور اس وقت وہ قسم بھی اتر جاتی اور اس عورت پر طلاق بھی پڑ جاتی لیکن جب اس نے اس کے طلاق دینے اور عدت پوری ہونے کے بعد وہ کام کیا تو اب شرط ملک میں نہیں پائی گئی اس لیے وہ قسم اتر جائے گی اور اس پر طلاق نہ پڑے گی ہاں اگر عدت میں ہو گی اور اس کام کو کرلے گی تب بھی طلاق پڑ جائے گی۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور اگر مرد اور عورت شرط کے وجود میں اختلاف کریں تو اس میں مرد کا قول معتبر ہو گا ہاں اگر عورت گواہ پیش کر دے پس اگر ایسی شرط ہے کہ جو عورت ہی سے معلوم ہو سکتی ہے تو ایسی صورت میں اس عورت کا قول اسی کے حق میں معتبر ہو گا مثلاً مرد نے یہ کہا تھا کہ اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق ہے اب اگر وہ عورت کہے کہ مجھے حیض آ چکا ہے تو اسے طلاق ہو جائے گی اور اگر مرد نے اس سے کہا تھا کہ اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق بھی ہے اور تیرے ساتھ فلانی کو بھی۔ بعد اس کے اس عورت نے کہا کہ مجھے حیض آ گیا ہے تو اسے طلاق ہو جائے گی

اور اس فلانی کو نہ ہوگی۔

اور اگر مرد نے عورت سے کہا کہ جب تو حیض سے ہو تجھے طلاق ہے پھر اس عورت نے خون دیکھا تو جب تک تین دن تک نہ آتا رہے گا اس پر طلاق نہ پڑے گی اور جب تین دن پورے ہو جائیں گے تو جس وقت اسے حیض شروع ہوا تھا اسی وقت طلاق پڑ جانے کا ہم حکم دے دیں گے (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ حیض عدت میں شروع ہو جائے گا) اور اگر مرد نے عورت سے یہ کہا تھا کہ جب تو ایک دفعہ حیض سے ہو تجھے طلاق ہے تو جب تک یہ عورت اس حیض سے پاک نہ ہو جائے گی اسے طلاق نہ ہوگی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق پڑ جانے کی شرط پورا حیض ہے اور جب تک وہ اس سے پاک نہ ہو جائے اس کا پورا ہونا معلوم نہیں ہوسکتا بخلاف پہلے مسئلہ کے اس میں شرط فقط حیض کا ہونا ہے لہٰذا اس شرط کا وجود حیض کے دیکھنے ہی سے ہو جاتا ہے مگر اس میں تین دن کی قید ہم نے اس لیے لگا دی ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ حیض ہی کا خون ہے پس جب اس کی تحقیق ہو جائے گی تو اس عورت پر اسی وقت طلاق پڑ جائے گی کہ جس وقت اس نے خون دیکھا تھا علامہ اقطع نے اسی طرح کہا ہے۔

ترجمہ: لونڈی کی دو طلاقیں ہیں اور دو ہی حیض اس کی عدت کے ہیں برابر ہے کہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور آزاد عورت کی تین طلاقیں ہیں خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو۔ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو اس سے صحبت کرنے سے پہلے تین طلاقیں دے دیں تو وہ طلاقیں اس پر پڑ جائیں گی اور اگر ایک ایک کر کے دے گا تو وہ پہلی ہی طلاق سے جدا ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری طلاق اس پر نہیں پڑے گی اور اگر اس سے اس طرح کہا تھا کہ تجھے ایک طلاق ہے اور ایک۔ تو اس پر ایک ہی پڑے گی۔

فائدہ: کیونکہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ وہ پہلی ہی طلاق سے جدا ہو جائے گی اور طلاق ہونے کی محل نہ رہے گی۔

ترجمہ: اگر اس سے یہ کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے۔ پہلے ایک سے تو اس صورت میں ایک پڑے گی اور اگر یہ کہا کہ تجھے ایسی ایک طلاق ہے کہ اس سے پہلے بھی ایک ہے تو دو پڑ جائیں

گی اور اگر یہ کہا کہ ایک طلاق ہے اس کے بعد ایک اور ہے تو ایک ہی پڑے گی اور اگر یہ کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے بعد ایک کے یا ساتھ ایک کے یا اس کے ساتھ ایک اور ہے تو دو پڑ جائیں گی اور اگر اس سے یہ کہا کہ اگر تو اس گھر میں گئی تو تجھے ایک طلاق ہے اور ایک پھر وہ عورت اس گھر میں چلی گئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر ایک طلاق پڑے گی اور صاحبین فرماتے ہیں دو پڑ جائیں گی اور اگر اس سے یہ کہا کہ تجھے مکہ میں طلاق ہے تو اسی وقت طلاق ہو جائے گی خواہ کہیں ہو اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ تجھے گھر میں طلاق ہے (تو اس صورت میں بھی اسی وقت طلاق پڑ جائے گی) اور اگر یہ کہا کہ جب تو مکہ میں جائے تجھے طلاق ہے تو جب تک وہ مکہ میں نہ جائے گی اس پر طلاق نہ پڑے گی۔

اور اگر یہ کہا کہ تجھے کل کو طلاق ہے تو اگلے روز صبح صادق ہوتے ہی اس پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تجھے اپنا اختیار ہے اور اس کہنے سے اس کا مقصود طلاق دینا ہے یا یہ کہا کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے۔ تو اب اس عورت کو اختیار ہے کہ جب تک یہ اس جگہ بیٹھی ہوئی ہے اپنے آپ کو طلاق دے لے اور اگر یہاں سے کھڑی ہو گئی یا اور کوئی کام کرنے لگی تو اب اسے اختیار نہ رہے گا اور شوہر کے اس کہنے سے کہ تجھے اپنا اختیار ہے اس نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو اسے ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی تین نہ ہوں گی اگرچہ شوہر نے تین کی نیت کی ہو۔

مرد کے کلام میں یا عورت کے کلام میں اپنے آپ کا لفظ ضرور مذکور ہونا چاہیے اگر شوہر نے یہ کہا تھا کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے اور عورت نے دے لی تو وہ ایک طلاق رجعی ہوگی اور اگر اس نے تین طلاقیں دے لیں اور شوہر نے ان کی نیت بھی کر لی تھی تو یہ تینوں پڑ جائیں گی اور اگر شوہر نے یہ کہا تھا کہ تو جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے لے تو اب اس کو اختیار ہے خواہ اپنے آپ کو یہیں بیٹھی ہوئی طلاق دے لے یا اس کے بعد دے لے اور اگر کسی شخص سے کہا کہ تو میری بی بی کو طلاق دے دے تو اسے اختیار ہے چاہے وہیں بیٹھے ہوئے دے دے۔ اور چاہے بعد میں دے دے اور اگر اس نے یہ کہا تھا کہ اگر تو چاہے تو طلاق دے لے تو اس صورت میں اسے خاص اسی مجلس میں طلاق دینے کا اختیار ہوگا اور شوہر نے عورت

سے کہا کہ تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تب اور دشمنی رکھتی ہے تب تجھے طلاق ہے اور عورت نے کہا کہ میں تجھ سے محبت رکھتی یا کہا میں دشمنی رکھتی ہوں تو اس پر طلاق پڑ جائے گی اگرچہ جو کچھ اس نے زبان سے کہا اس کے دل میں اس کے خلاف ہی ہو۔

اگر شوہر نے اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو بائنہ طلاق دے دی اور وہ ابھی عدت میں تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا تو اس عورت کو میراث ملے گی اور اگر اس کی عدت پوری ہونے کے بعد اس کا انتقال ہوا ہے تو پھر میراث نہیں ملے گی اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تجھے طلاق ہے یعنی ان شاء اللہ بھی ساتھ ہی کہہ دیا تو اس پر طلاق نہ پڑے گی اور اگر اس سے یہ کہا۔ کہ تجھے تین طلاقیں ہیں مگر ایک۔ تو اسے دو طلاقیں ہو جائیں گی اور اگر یہ کہا کہ تین ہیں مگر دو۔ تو ایک طلاق ہو گی۔

جب شوہر اپنی بیوی کا مالک ہو گیا کل کا یا چوتھائی کا یا عورت اپنے شوہر کی مالک ہو گئی کل کی یا تہائی چوتھائی کی تو ان دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔

فائدہ: یعنی نکاح ٹوٹ جائے گا اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی لونڈی کا نکاح اپنے بیٹے سے کر دیا تھا یا اپنی بیٹی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا تھا پھر اس شخص کا انتقال ہو گیا اور وہ لونڈی ترکہ میں اس کے بیٹے کے حصہ میں آ گئی تو اس صورت میں شوہر اپنی بیوی کا مالک ہو گیا یا وہ غلام ترکہ میں اس کی بیٹی کے حصہ میں آ گیا تو یہاں بیوی اپنے شوہر کی مالک ہو گئی ان صورتوں میں ان دونوں کا نکاح نہ رہے گا اسی طرح تہائی یا چوتھائی حصہ کے مالک ہونے کو قیاس کر لینا چاہیے حکم دونوں کا ایک ہے۔

باب الرجعة

طلاق لوٹانے کا بیان

یعنی طلاق والی عورت سے رجوع کر لینے کا بیان:

جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں دے دیں تو اس سے اس

کی عدت میں اس کو رجعت کر لینی جائز ہے برابر ہے کہ وہ عورت اس سے راضی ہو یا نہ ہو۔

رجعت کی مختلف صورتیں ✲ اور رجعت یہ ہے کہ مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی یا یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کر لی یا اس سے صحبت کر لے یا اس کا پیار لے لے یا اسے شہوت سے چھو لے یا شہوت سے اس کی شرمگاہ کو دیکھ لے اور شوہر کے لیے مستحب یہ ہے کہ رجعت پر دو گواہ کر لے اور اگر نہ کرے تب بھی رجعت درست ہو جائے گی۔ اور اگر عدت گذرنے کے بعد شوہر نے کہا کہ میں نے تو اس سے عدت ہی میں رجعت کر لی تھی اور عورت نے اس کی تصدیق کی تو وہ رجعت درست ہو جائے گی اور اگر عورت نے انکار کر دیا تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت پر قسم نہ آئے گی اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی ہے اس کے جواب میں وہ عورت بولی کہ میری تو عدت گزر چکی ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ عدت درست نہ ہوگی۔

اگر لونڈی کے شوہر نے اس کی عدت پوری ہونے کے بعد کہا کہ میں نے عدت ہی میں تجھ سے رجعت کر لی تھی اور اس لونڈی کے آقا نے اس کی تصدیق کی (کہ بے شک تو نے رجعت کر لی تھی) اور اس لونڈی نے اس کی تکذیب کی (کہ تو نے رجعت نہیں کی) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قول لونڈی کا معتبر ہوگا اور جب (عدت والی عورت کے) تیسرے حیض کا خون دس روز میں بند ہو گیا تو اب رجعت جاتی رہی اور عدت پوری ہو گئی اگر چہ اس نے ابھی غسل نہ کیا ہو اور اگر دس روز سے کم میں خون بند ہو گیا ہے تو ابھی رجعت کی مدت ختم نہیں ہوئی یہاں تک کہ یہ غسل کر لے یا اس پر ایک نماز کا وقت گذر جائے یا تیمّم کر لے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک نماز بھی پڑھ لے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ جب اس نے تیمّم کر لیا تو رجعت کی مدت ختم ہو گئی اگر چہ اس نے نماز نہ پڑھی ہو اور اگر اس نے غسل کر لیا تھا اور بدن میں کوئی ایسی چیز بھول گئی جہاں پانی نہیں پہنچا تھا پس اگر (رہی ہوئی جگہ) ایک پورا عضو یا عضو سے زیادہ ہے تو ابھی رجعت کی مدت ختم نہیں ہوئی اور اگر ایک عضو سے کم ہے تو ختم ہو گئی۔

اور جس عورت کو رجعی طلاق دی گئی ہو اسے اپنا بناؤ سنگھار کرنا جائز ہے اور اس کے

شوہر کے لیے مستحب یہ ہے کہ بغیر اس سے اجازت لیے اس کے پاس نہ جائے اور اسے اپنے جوتے کی آواز سنا دے (تا کہ اسے معلوم ہو جائے) اور رجعی طلاق صحبت کو حرام نہیں کرتی اور اگر طلاق بائن تین سے کم دی ہیں تو اس مرد کو اس عورت کی عدت ہی میں اور عدت کے بعد اس سے نکاح کرنا جائز ہے اور اگر آزاد عورت کو تین طلاقیں ہو چکی ہیں یا لونڈی کو دو ہو چکی ہیں تو اب یہ آزاد عورت یا لونڈی اس مرد کے لیے جائز نہیں ہے یہاں تک کہ یہ عورت کسی دوسرے سے نکاح صحیح کرلے اور وہ اس سے صحبت کر کے پھر طلاق دے دے یا مر جائے۔

فائدہ: تین طلاقوں کو طلاق مغلظہ کہتے ہیں اور اس دوسرے مرد سے نکاح ہونے کا نام حلالہ ہے اور حلالہ میں صحبت ہونی شرط ہے۔

ترجمہ: اور مراہق لڑکا (یعنی جو قریب بلوغ کے ہو) حلالہ میں مثل بالغ کے ہے اگر لونڈی کو دو طلاق ہونے کے بعد اس کا آقا اس سے صحبت کرلے تو وہ اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حلالہ میں شوہر کے صحبت کرنے کو اللہ نے شرط ٹھہرادیا ہے اور آقا شوہر نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کے صحبت کرنے سے حلالہ پورا نہ ہوگا۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر کسی نے حلالہ کی شرط کر کے اس عورت سے نکاح کرلیا تو وہ نکاح مکروہ ہے۔

فائدہ: حلالہ کی شرط کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس عورت سے یا اس کے شوہر سے یہ وعدہ کرلے کہ میں اس لیے نکاح کرتا ہوں کہ میرے طلاق دینے کے بعد یہ تیرے لیے حلال ہو جائے اور میں طلاق دے دوں گا پس یہ نکاح مکروہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ **لعن اللّٰه المحلل و المحلل له** یعنی حلالہ کرنے والے اور کرانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

ترجمہ: پس اگر دوسرے شوہر نے اس عورت سے صحبت کرنے کے بعد اسے طلاق دے دی تو یہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی اور جب مرد نے آزاد عورت کو ایک طلاق یا دو طلاقیں دے دیں اور عدت گذرنے کے بعد اس عورت نے دوسرا شوہر کرلیا اس نے اس سے صحبت کی (اور بعد میں طلاق دے دی) اس نے پھر پہلے ہی شوہر سے نکاح کرلیا تو اب یہ شوہر تین طلاقوں کا مالک ہو جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جیسا کہ

دوسرا شوہر تین طلاقوں کا کالعدم کر دیتا ہے اسی طرح تین سے کم کو بھی کر دیتا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ تین سے کم کو کالعدم نہیں کرتا (یہی قول امام شافعیؒ کا ہے)

جب کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور پھر اس عورت نے (کچھ دنوں کے بعد) یہ کہا کہ میں نے اپنی عدت پوری کرنے کے بعد دوسرا شوہر کر لیا تھا اور اس نے مجھ سے صحبت کر کے مجھے طلاق دے دی تھی اور اب میری (یہ) عدت بھی گذر گئی ہے (اب تو مجھ سے نکاح کر لے) تو دیکھنا چاہیے اگر پہلے شوہر کو طلاق دیئے ہوئے اتنے دن ہو گئے ہیں کہ جس میں دو عدتیں پوری ہو جائیں تو اس پہلے شوہر کو جائز ہے کہ اس عورت کو سچی جانے (یعنی اس کے کہنے کا اعتبار کر لے) جس وقت اس کا غالب گمان یہ ہو کہ یہ سچی ہی ہے اور اگر اتنے دن نہیں ہوئے ہیں تو اس کے کہنے کو نہ مانے۔

کتاب الایلاء

بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانے کا بیان

فائدہ: لغت میں ایلاء کے معنی قسم کھانے کے ہیں جس کی تفصیل متن میں آتی ہے ایلاء کی دو قسمیں ہیں:

① ایلاءِ مؤقت جس میں مدت معین ہو۔

② ایلاء مؤبدہ جس میں کچھ مدت معین نہ ہو۔

اور یہاں چند امور میں اختلاف ہے اوّل ایلاء موقت کی مدت ہمارے نزدیک چار مہینے ہیں جیسا کہ آیۃ قرآنی سے ثابت ہے امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کو اس میں اختلاف ہے دوسرے یہ کہ ایلاء بغیر قسم اور تعلیق کے نہیں ہوتا اور ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے اور جمہور کے نزدیک بلا قسم صحبت نہ کرنے سے بھی ایلاء ہو جاتا ہے تیسرے چار مہینے کے اندر صحبت کرنے سے کفارہ لازم آنے میں ہمارے نزدیک کفارہ لازم آ جاتا ہے یہی قول امام مالکؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کا ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: جب کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ خدا کی قسم میں نزدیک نہ آؤں گا (یہ ایلاء مؤبد ہے) یا (یہ کہا کہ) میں چار مہینے نزدیک نہ آؤں گا (یہ ایلاء موقت ہے) تو یہ شخص مؤلی ہے (یعنی اس کا یہ کہنا ایلاء ہے) پس اگر اس نے چار مہینے کے اندر اس عورت سے صحبت کر لی تو اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا (یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی) اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر (اپنے کہنے کے مطابق) اس کے نزدیک نہ گیا یہاں تک کہ چار مہینے گذر گئے تو اس عورت کو ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔

فائدہ: بائنہ طلاق ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس مرد نے اس عورت کا حق روکنے کے ساتھ ظلم کیا ہے اس لیے شریعت نے اسے یہ سزا دی ہے کہ یہ چار مہینے کی مدت گذرنے کے بعد نعمت نکاح اس کے پاس نہ رہے حضرت عثمانؓ، علیؓ، زید بن ثابتؓ وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: پس اگر کسی نے چار مہینے کی قسم کھائی تھی تو (چار مہینے گذرنے پر) یہ قسم ساقط ہو جائے گی اور اگر ہمیشہ کے واسطے قسم کھالی ہے تو وہ قسم باقی رہے گی۔

فائدہ: مثلاً یوں کہا کہ خدا کی قسم میں کبھی تیرے نزدیک نہ آؤں گا اور ایلاء میں نزدیک نہ جانے سے صحبت نہ کرنا مراد ہوتا ہے پس اگر اس نے صحبت نہ کی اور چار مہینے گذر گئے تو ایک طلاق پڑ جائے گی۔

ترجمہ: پس اگر اس مرد نے اس سے پھر نکاح کر لیا تو ایلاء پھر لوٹ آئے گا اب اگر اس نے اس سے صحبت کر لی تو فبہا (قسم کا کفارہ لازم آئے گا) ورنہ چار مہینے گذرنے کے بعد دوسری طلاق پڑ جائے گی اس کے بعد اگر اس نے تیسری بار پھر نکاح کر لیا تو پھر ایلاء لوٹ آئے گا اور (اب اگر اس نے صحبت کر لی تو قسم کا کفارہ لازم آئے گا ورنہ) چار مہینے گذرنے کے بعد تیسری طلاق بھی پڑ جائے گی پس اگر حلالہ ہونے کے بعد اس نے پھر اس عورت سے نکاح کر لیا تو اب اس ایلاء سے طلاق نہ پڑے گی ہاں وہ قسم ابھی باقی ہے اگر اس سے صحبت کر لی تو اپنی قسم کا کفارہ دے گا اور اگر کسی نے چار مہینے سے کم پر قسم کھائی تو وہ ایلاء نہ ہوگا اور اگر کسی نے حج روزے یا صدقے یا غلام آزاد کرنے یا طلاق دینے کے ساتھ قسم کھائی تو ایلاء ہو جائے گا۔

فائدہ: حج وغیرہ کے ساتھ قسم کھانے سے یہ مراد ہے مثلاً یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو مجھ پر حج لازم ہو یا روزے رکھنا لازم ہوں یا صدقہ دینا یا غلام آزاد کرنا لازم ہو یا یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو تیری سوکن پر طلاق ہے تو ان سب صورتوں میں ایلاء ہو جائے گا کذافی النہایۃ۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے رجعی طلاق والی سے ایلاء کرلیا تو وہ ایلاء ہو جائے گا اور اگر بائنہ (طلاق والی) سے کیا تو ایلاء نہ ہوگا لونڈی کے ایلاء کی مدت دو مہینے ہے اور اگر ایلاء کرنے والا بیمار ہے کہ صحبت نہیں کرسکتا یا وہ عورت بیمار ہے (کہ اس سے صحبت نہیں ہوسکتی) یا وہ ایسی لڑکی ہے کہ اس سے صحبت نہیں کی جاسکتی یا ان دونوں کے درمیان اس قدر مسافت ہے کہ ایلاء کی مدت میں شوہر اپنی بیوی کے پاس نہیں پہنچ سکتا تو ایسے آدمی کا (ایلاء سے) رجوع کرنا یہ ہے کہ اپنی زبان سے یہ کہہ دے کہ میں نے اس سے رجوع کرلیا پس اگر اس نے یہ کہہ دیا تو ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر اس (ایلاء ہی کی) مدت میں یہ تندرست ہوگیا تو اس کا یہ رجوع کرنا باطل ہو جائے گا اور اس کا رجوع صحبت کرنے سے ہوگا۔ اور جب کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس سے اس کی نیت دریافت کی جائے پس اگر وہ کہے کہ میں نے جھوٹ بول دیا تھا تو ایسا ہی ہوگا۔ اور اگر وہ کہے کہ میں نے اس کہنے سے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو یہ ایک طلاق بائن ہو جائے گی ہاں اگر اس نے تین کی نیت کی ہوگی (تو اس صورت میں تین ہو جائیں گے) اور اگر وہ کہے کہ میں نے اس سے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو یہ ظہار ہو جائے گا اور اگر وہ کہے کہ میں نے اس کو حرام ہی کرنے کی نیت کی تھی یا یہ کہے کہ میں نے کچھ نیت نہیں کی تھی تو یہ قسم ہو کر ایلاء ہو جائے گا۔

کتاب الخلع

مال کے بدلے طلاق کا بیان

فائدہ: لغت میں خلع ایک چیز کے زائل کرنے کو کہتے ہیں خواہ کچھ ہی ہو اور شریعت میں خاص

مالک نکاح کے زائل کرنے کو کہتے ہیں جو کچھ مال لے کر خلع کے لفظ سے ہو۔ (عینی)

ترجمہ: جب شوہر بیوی کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے اور دونوں کو یہ ڈر ہو کہ اب وہ حق تعالیٰ کے حدود کو پورا نہ کر سکیں گے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنی جان کے عوض مرد کو کچھ مال دے دے۔ کہ جس پر وہ اس عورت سے خلع کر لے پس جس وقت مرد نے یہ کر لیا تو اس خلع کی وجہ سے ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی اور اس عورت پر وہ مال دینا لازم ہو گا اگر ناموافقت مرد کی طرف سے تھی تو اس کو عورت سے عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے تھی تو مرد کو اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے جو اس نے مہر وغیرہ میں اس کو دیا ہو پس اگر اس نے زیادہ لے لیا تو قضا میں جائز ہے۔

فائدہ: قضا میں جائز ہونے سے یہ مراد ہے کہ قاضی اس کے جواز کا فتویٰ دے دے گا اگرچہ فیما بینہ وبین اللہ مکروہ رہے گا۔

ترجمہ: اگر کسی نے اپنی بیوی کو مال پر طلاق دے دی اور اس عورت نے قبول کر لی تو وہ طلاق پڑ جائے گی اور وہ مال اس عورت پر لازم ہو گا اور یہ طلاق بائنہ ہو گی اگر خلع میں عوض (یعنی مال خلع) باطل ہو گیا مثلاً کسی نے مسلمان عورت سے شراب یا سور پر خلع کیا تھا تو اب شوہر کو کچھ نہ ملے گا اور یہ طلاق بائنہ ہو گی اور طلاق میں عوض باطل ہو گیا تو وہ طلاق رجعی ہو گی۔

فائدہ: یعنی اگر کسی نے خلع کے لفظ سے خلع نہیں کیا بلکہ یوں کہا کہ تجھے دس من شراب پر یا ایک من سور پر طلاق ہے تو یہ طلاق اس عورت پر رجعی پڑے گی اور اس پر مال لازم نہ ہو گا۔

ترجمہ: جو چیز نکاح میں مہر ہو سکتی ہے وہی خلع میں بدل (خلع بھی) ہو سکتی ہے پس اگر عورت نے (اپنے شوہر سے) کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے تو اس پر مجھ سے خلع کر لے شوہر نے خلع کر لیا اور اس کے ہاتھوں میں کچھ بھی نہ تھا تو اب شوہر کا اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے۔ اور اگر عورت نے یوں کہا تھا کہ جو مال میرے ہاتھ میں ہے اس پر تو مجھ سے خلع کر لے اس نے کر لیا اور اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں تو اس عورت کا مہر (جو اس کے شوہر نے دیا ہو) اسے واپس دلایا جائے گا اور اگر عورت نے یہ کہا تھا کہ جو درہم میرے ہاتھ میں ہیں ان پر تو مجھ

سے خلع کرلے اوراس نے کرلیا اوراس کے ہاتھ میں کچھ نہیں تو اس پر تین درہم لازم دں گے اوراگر عورت نے یہ کہا کہ ایک ہزار روپے کے بدلے تو مجھے تین طلاقیں دے دے اور شوہر نے اسے ایک طلاق دے دی تو ایک ہزار کا ایک تہائی حصہ اس عورت پر لازم ہوگا۔

اوراگراس نے یوں کہا کہ ایک ہزار روپیہ پر تین طلاق دے دے (یعنی تو ایک ہزار روپیہ کا جب ہی مستحق ہوگا کہ مجھے تین طلاقیں دے دے گا) اور شوہر نے اسے ایک طلاق دے دی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس عورت پر کچھ نہ ہوگا اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ ایک ہزار کا ایک تہائی اس پر لازم ہوگا اوراگر شوہر نے (اپنی بیوی سے یہ) کہا کہ ایک ہزار روپے کے بدلے یا ایک ہزار روپیہ پر اپنے آپ کو تین طلاقیں دے لے اوراس نے ایک طلاق دے لی تو اس عورت پر طلاق بالکل نہ پڑے گی اور مبارات مثل خلع کے ہے۔

فائدہ: خلع اور مبارات میں فقط لفظی فرق ہے مثلاً خلع یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تجھ سے اتنے روپیہ پر خلع کرلی تو یہ خلع ہے اوراگر یوں کہے کہ میں نے اپنے سے تجھے ایک ہزار روپیہ پر بری کردیا۔ اوراس عورت نے قبول کرلیا تو یہ مبارات ہے۔ (مصفی)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خلع اور مبارات ایسے ہر حق کو ساقط کردیتے ہیں جو نکاح کی وجہ سے شوہر اور بیوی میں ہر ایک کا دوسرے کے ذمہ ہو اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ مبارات تو ساقط کردیتا ہے اور خلع نہیں کرتا اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ دونوں نہیں کرتے پر جس حق کا میاں بیوی نام لے دیں۔

کتاب الظھار

ظہار کا بیان

فائدہ: لغت میں ظہار اسے کہتے ہیں کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہے۔ اور شرع میں ظہار کے یہ معنی ہیں کہ اپنی منکوحہ کو ایسی عورت سے تشبیہ دے جو اس کے لیے کبھی حلال نہیں ہوتی۔ خواہ وہ محرم نسبی ہو یا رضاعی۔ (نہایہ)

ترجمہ: جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو یہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہے تو یہ عورت اس پر حرام ہوگئی نہ اس کو اب اس سے صحبت کرنا جائز ہے اور نہ چھونا اور نہ پیار لینا۔ یہاں تک کہ یہ اپنے (اس) ظہار کا کفارہ دے دے پس اگر کفارہ دینے سے پہلے اس نے اس سے صحبت کرلی تو یہ استغفار کرلے اور پہلے کفارہ کے سوا اس پر اور کچھ نہیں ہے اور جب تک کفارہ نہ دے دے دوبارہ صحبت نہ کرے اور جس بات کے دوبارہ کرنے سے کفارہ واجب ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس عورت سے دوبارہ صحبت کرنے کا پختہ ارادہ کرلے۔ اور جب کسی نے یہ کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے پیٹ کے ہے یا مثل اس کی ران یا اس کی شرمگاہ کے ہے تو یہ ظہار ہو جائے گا۔

اور اسی طرح اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنی محرم عورتوں میں سے ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دی کہ جس کے سارے بدن کو دیکھنا اسے کبھی جائز نہیں ہے جیسے بہن پھوپھی، خالہ رضاعی ماں اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ مجھ پر تیرا سر مثل میری ماں کے پشت کے ہے یا تیری شرمگاہ یا تیرا منہ یا تیری گردن یا تیرا نصف بدن یا تہائی بدن (مثل میری ماں کے بدن کے ہے تو اس سے بھی ظہار ہو جائے گا) اور اگر یہ کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے ہے تو اس میں اس کی نیت کی ضرورت ہوگی پس اگر وہ کہے کہ میں نے اس سے محض تعظیم کا ارادہ کیا تھا تو اس کا کہنا تسلیم کیا جائے گا اور اگر کہے کہ میں نے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو ظہار ہو جائے گا اور کہے کہ میں نے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو یہ بائنہ طلاق ہو جائے گی اور اگر اس کی کچھ بھی نیت نہ ہو تو کچھ نہ ہوگا ظہار اپنی بیوی کے سوا اور کسی سے نہیں ہوتا پس اگر کسی نے اپنی لونڈی سے ظہار کرلیا تو وہ ظہار نہ ہوگا۔

اور اگر کسی (کی چار بیویاں تھیں) اور اس نے اپنی چاروں بیویوں سے یہ کہہ دیا کہ تم مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہو تو اس کا ان سب سے ظہار ہو جائے گا اور ان میں سے ہر ایک کے عوض میں اس پر کفارہ لازم ہے۔

ظہار کے کفارہ کا بیان ⁕ ظہار کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے اگر کسی کو غلام میسر نہ ہو تو وہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور اگر کسی میں روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ ساٹھ

مسکینوں کو کھانا کھلائے یہ سب چھونے (وغیرہ) سے پہلے ہو اور اس میں ایک غلام آزاد کر دینا کافی ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ہو مرد ہو یا عورت ہو بچہ ہو یا بڑا ہو ہاں اندھا کافی نہیں ہو سکتا اور نہ جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں اور بہرا جائز ہے اور وہ بھی کہ جس کا داہنا ہاتھ اور بایاں پیر یا داہنا پیر اور بایاں ہاتھ کٹا ہوا ہو اور جس کے دونوں ہاتھوں کے دونوں انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں وہ جائز نہیں ہے اور نہ ایسا دیوانہ جائز ہے جسے بالکل سمجھ نہ ہو اور مدبر اور ام ولد اور اس مکاتب کو آزاد کرنا جائز ہے کہ جس نے اپنا بدل کتابت کچھ ادا کر دیا ہو پس اگر کسی نے ایسے مکاتب کو آزاد کر دیا کہ جس نے کچھ بھی ادا نہ کیا تھا تو وہ جائز ہو جائے گا اور اگر کسی نے اپنے باپ یا اپنے بیٹے کو کفارہ کی نیت سے خرید لیا تو وہ کفارہ میں محسوب ہو جائے گا اور اگر کسی نے مشترک غلام کے نصف کو (یعنی جو اس کے حصہ کا تھا) کفارہ میں آزاد کر دیا اور دوسرے نصف کی قیمت کا ضامن ہو کر پھر اسے بھی آزاد کر دیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں جائز ہے اگر یہ آزاد کرنے والا دولت مند ہو اور اگر غریب و تنگدست ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے اپنے کفارہ میں اپنا نصف غلام آزاد کر دیا تھا بعد اس کے اسی کفارہ میں باقی نصف بھی آزاد کر دیا تو جائز ہو جائے گا اور اگر کسی نے اپنے کفارہ میں اپنا نصف غلام آزاد کر دیا تھا بعد اس کے جس عورت سے ظہار کیا تھا اسی سے پھر صحبت کر لی اور اس کے بعد جو نصف غلام باقی تھا اسے بھی آزاد کر لیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آزاد کر دینا جائز نہ ہو گا (پس) اگر مظاہر (یعنی ظہار کرنے والے) کے پاس کوئی غلام یا لونڈی آزاد کرنے کو نہیں ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے کے پے در پے اس طرح روزے رکھے کہ ان میں رمضان شریف ہو نہ عید کا دن ہو نہ بقرعید کا دن ہو اور نہ ایام تشریق ہوں اگر ان دو مہینے کے اندر اس عورت سے پھر صحبت کر لی کہ جس سے ظہار کیا تھا اور صحبت رات کو کی ہے تو جان کر اور دن کو کی ہے تو بھول کر تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک روزے پھر نئے سرے سے رکھے۔

فائدہ: دو مہینے کے اندر ہونے کی قید اس لیے ہے کہ اگر کسی نے کفارہ میں روزے نہیں رکھے بلکہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا شروع کیا تھا اور درمیان میں صحبت کر لی تو اس شخص کے ذمہ نئے

سرے سے روزے رکھنے بالاتفاق نہیں ہے بلکہ وہی (مسکین) پورے کرلے اور رات کو جان کر صحبت کرنے اور دن کو بھول کر کرنے کی قید اس لیے ہے کہ اگر کسی نے رات کو بھول کر کرلی یا دن کو جان کر کرلی تو اس صورت میں بھی بالاتفاق نئے سرے سے روزے رکھنے نہیں ہیں۔(جوہرہ نیرہ)

ترجمہ: اگر کسی نے عذر سے یا بغیر عذر کے ان دو مہینے کے اندر کسی دن روزہ نہ رکھا تو پھر نئے سرے سے روزے رکھے اگر غلام نے ظہار کیا تو کفارہ میں سوائے روزے رکھنے کے اور کچھ جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک ہی نہیں ہے بلکہ وہ خود اپنے آقا کا مملوک ہے ہاں روزے رکھ سکتا ہے اس لیے اس پر روزے ہی لازم ہیں اور آقا کو اس سے منع کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: پس اگر اس کے آقا نے اس کی طرف سے کوئی غلام یا لونڈی آزاد کردی یا (ساٹھ مسکینوں کو) کھانا کھلا دیا تو یہ کافی نہ ہوگا اور اگر مظاہر روزے نہیں رکھ سکتا تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوہارے یا جو دے یا اس کی قیمت دے دے (یہ ہمارا مذہب ہے) پس صبح وشام دو وقت کی ان کی دعوت کردی تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا خواہ وہ تھوڑا کھائیں یا بہت کھائیں اگر کسی نے ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن کھلا دیا تب بھی جائز ہے اگر کسی نے ساٹھ مسکینوں کا کھانا ایک ہی دن میں ایک مسکین کو دے دیا تو یہ جائز نہیں ہے یہ ایک ہی دن کا محسوب ہوگا (باقی انسٹھ دن کا اور دے) اگر کھانا کھلانے میں اس عورت سے نزدیکی کرلی جس سے ظہار کیا تھا تو اب نئے سرے سے کھانا نہ کھلائے اور اگر کسی پر ظہار کے دو کفارے واجب تھے اور اس نے دو غلام آزاد کردیئے ان میں اس تعیین کی نیت نہیں کی کہ یہ غلام اس کفارہ کا ہے اور یہ اس کفارہ کا تب بھی اس کے ذمہ سے یہ دونوں کفارے ادا ہو جائیں گے اور اسی طرح اگر کسی نے چار مہینے کے روزے رکھ لیے یا ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلا دیا تب بھی جائز ہے اور اگر کسی نے دو کفاروں میں ایک غلام آزاد کردیا یا فقط دو مہینے کے روزے رکھے تو اسے اختیار ہے کہ دونوں کفاروں میں سے جون سے کفارے کے چاہے کردے۔

کتاب اللعان

شوہر و بیوی کا باہم لعنت کا بیان

فائدہ: لعان کے لغوی معنی آپس میں لعنت کرنے کے ہیں اور شرع میں لعان وہ چار گواہیاں ہیں جن کی قسمیں کھا کر تاکید کی جائے اور بعد ان کے ایک دوسرے پر لعنت کرے وہ گواہی مرد کے حق میں قائم مقام حد قذف کے ہو جاتی ہے اور عورت کے حق میں قائم مقام حد حد زنا کے۔ (درمختار وغیرہ)

ترجمہ: جب مرد اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور وہ دونوں گواہی کے قابل ہوں اور عورت ایسی (پارسا) ہو کہ اس پر تہمت لگانے والے کے حد ماری جائے یا (عورت کے لڑکا ہو اور) مرد اس لڑکے کے نسب کا انکار کرے (یعنی یہ کہے کہ یہ لڑکا میرا نہیں ہے) اور وہ عورت اس تہمت کی سزا اسے دلانی چاہے تو مرد پر لعان کرنا واجب ہے پس اگر وہ لعان کرنے سے رکے تو حاکم اسے قید کر دے یہاں تک کہ یا تو وہ لعان کرے اور یا اپنے آپ کو جھوٹا کہے اور اگر اس نے اپنے آپ کو جھوٹا کہہ دیا تو اس کے حد قذف لگائی جائے۔ (یعنی تہمت لگانے کی سزا اسے دی جائے)۔

اگر مرد نے لعان کر لیا تو پھر لعان کرنا عورت پر بھی واجب ہے اور اگر وہ رکے تو حاکم اس کو بھی قید کر لے تا کہ یا تو وہ لعان کرے اور یا اپنے شوہر کی تصدیق کرے (اور بعد تصدیق کرنے کے اس پر زنا کی حد لگا دی جائے) اور اگر شوہر غلام ہے یا کافر ہے یا پہلے (کسی کو) تہمت لگانے میں سزا پا چکا ہے پھر اس نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی ہے تو اس پر حد واجب ہے اور اگر مرد گواہی کے قابل ہے اور عورت لونڈی ہے یا تہمت میں سزا یافتہ ہے یا ایسی ہے کہ اس کے تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگائی جاتی (مثلاً نابالغ لڑکی ہے یا دیوانی یا کسبی ہے) تو ایسی عورت کو تہمت لگانے میں مرد پر نہ حد ہے اور نہ لعان ہے۔

تفصیل لعان کی یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں قاضی کے ہاں حاضر ہوں پہلے چار

مرتبہ مرد گواہی دے۔ ہر مرتبہ اس طرح کہے کہ میں نے جو اس عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہے میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں اس میں سچا ہوں۔ پھر پانچویں مرتبہ اس طرح کہے کہ میں نے جو اس عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہے اگر اس میں میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اور ہر دفعہ اس عورت کی طرف اشارہ کرتا رہے پھر چار گواہیاں وہ عورت دے ہر مرتبہ اس طرح کہے کہ مجھ پر جو اس مرد نے تہمت لگائی ہے میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ یہ اس میں بلاشک جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ کہے اگر مجھ پر زنا کی تہمت لگانے میں یہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو جب یہ دونوں لعان کر چکیں تو قاضی ان دونوں میں جدائی کرا دے اور جدائی کرانا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بائنہ طلاق ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بس وہ پھر عورت ہمیشہ کو حرام ہی رہے گی اور اگر تہمت بچہ کی وجہ سے لگائی ہے (یعنی شوہر نے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے) تو قاضی اس بچہ کا نسب اس مرد سے قطع کر کے اس عورت ہی کو دے دے پھر اگر بعد میں وہ مرد اپنی تکذیب کر لے (کہ میں نے جھوٹ اور غلط کہہ دیا تھا) تو قاضی اس کے (تہمت کی) حد لگا دے اور اب اس کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔

اسی طرح اگر کسی غیر عورت پر تہمت لگائی اور تہمت کی حد اس کے لگ گئی یا کسی عورت نے زنا کرالیا تھا اور اس کے (زنا کی) حد لگ گئی (تو اس سے بھی نکاح کرنا جائز ہے) اور اگر کسی نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی اور وہ ابھی بچی ہے یا دیوانی ہے تو اس صورت میں نہ ان دونوں میں لعان ہے اور نہ حد ہے۔ اور گونگے کے تہمت لگانے سے لعان نہیں ہوسکتا۔ اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ یہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو اس کہنے سے لعان نہ آئے گا۔

فائدہ: یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ کا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حمل کے ہونے یا نہ ہونے پر یقین نہیں ہوسکتا لہٰذا اس کے کہنے سے پوری تہمت نہیں ہوئی اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اگر چھ مہینے سے کم میں اس عورت کے بچہ ہو جائے تو اس حمل کے انکار کرنے پر لعان واجب ہوتا ہے۔ (ہدایہ)

: اگر مرد نے عورت سے یہ کہا کہ تو نے زنا کیا ہے اور حمل زنا کا ہے تو یہ دونوں لعان

کریں اور قاضی حمل (کے نسب) کو مرد سے جدا نہ کرے۔

فائدہ: یعنی ابھی اسے اسی مرد کا قرار دے اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ جدا کر دے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بلالؓ کے لڑکے کو ان سے جدا کر دیا تھا اور بلالؓ نے اپنی بیوی پر حمل کی حالت میں تہمت لگائی تھی ہماری دلیل یہ ہے کہ حمل پر احکام ولادت کے بعد ہی مرتب ہوتے ہیں کیونکہ ولادت سے پہلے ہونے نہ ہونے کا احتمال ہے اور یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ آنحضرت کو اس حمل کا ہونا وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا اس لیے آپ نے اس پر حکم لگا دیا۔ (کذافی الہدایہ)

ترجمہ: اور اگر کسی نے اپنی بیوی کے بچہ ہونے کے بعد اس بچہ کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا نہیں ہے) یا ایسے وقت انکار کیا کہ اس عورت کو اس بچہ کی مبارکباد دی جاتی تھی اور زچہ پن کی چیزیں خریدی جاتی تھیں تو اس کا انکار کرنا درست ہوگا اور اس کی وجہ سے یہ لعان کرے اور اگر اس کے بعد انکار کیا ہے تو لعان نہ ہوگا اور نسب اسی سے ثابت رہے گا۔

فائدہ: یعنی یہ اسی کا بیٹا کہلائے گا اور اگر وہ مر جائے گا تو یہ اس کا وارث ہوگا۔

ترجمہ: صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ نفاس کی مدت میں بچہ کا انکار کر دینا درست ہے اگر کسی عورت کے دو بچے جوڑواں ہوئے اور اس عورت کے شوہر نے پہلے بچے کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا نہیں ہے) اور دوسرے کا اقرار کر لیا تو ان دونوں بچوں کا نسب (اس مرد سے) ثابت ہو جائے گا اور اس کے حد لگائی جائے گی اور اگر پہلے کا اقرار کر لیا اور دوسرے کا انکار کیا تب بھی ان دونوں کا نسب ثابت ہوگا اور لعان نہ ہوگا۔

كتاب العدة

عدت کا بیان

جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی برابر ہے کہ وہ طلاق رجعی یا بائنہ ہو ان دونوں میں بغیر طلاق کے جدائی ہو گئی اور وہ عورت آزاد اور ان عورتوں میں سے ہے کہ جنہیں

حیض میں بغیر طلاق کے جدائی ہوگئی اور وہ عورت آزاد اوران عورتوں میں سے ہے کہ جنہیں حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین اقراء ہے اور اقراء کے معنی حیض ہیں۔

فائدہ: امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ اقراء کے معنی اطہار کے ہیں یعنی قرء طہر پاکی کو کہتے ہیں۔ قرء کے معنی حیض ہونے پر ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ **المستحاضة تدع الصلوٰة ایام اقرائها** ۔ یہاں اقراء کے معنی حیض کے ہیں کیونکہ نماز حیض کی حالت میں چھوڑ دی جاتی ہے نہ کہ پاکی کی حالت میں۔ دوسرے آپؐ نے فاطمہؓ سے فرمایا تھا کہ جب تمہیں قرء آئے تو تم نماز چھوڑ دیا کرو اور اس مسئلہ میں بہت طویل بحث ہے جو اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر اس (طلاق والی) عورت کو حیض نہیں آتا خواہ کم عمری کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے تو اس کی عدت تین مہینے ہیں اور اگر وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ پیدا ہو جانا ہے اور اگر لونڈی ہے (یعنی کسی نے لونڈی کو طلاق دے دی ہے) تو اس کی عدت دو حیض ہے اور اگر حیض نہیں آتا تو اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہے جب کوئی مرد مر جائے اور اس کی بیوی آزاد عورت ہو تو اس کی عدت چار مہینے اور دس دن ہیں اور اگر لونڈی ہے تو دو مہینے اور پانچ دن اور اگر لونڈی حاملہ ہے (اور اس کا شوہر مر گیا ہے) تو اس کی بھی عدت بچہ پیدا ہو جانا ہے اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور دیتے ہی مر گیا اور وہ عورت اس کی وارث ہوئی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اس کی عدت وہ ہے جو دونوں عدتوں میں زیادہ ہو۔

فائدہ: یعنی اگر چار مہینے دس روز زیادہ ہوں تو اس پر یہی عدت واجب ہوگی اور تین حیض کی مدت زیادہ ہوتی ہو تو پھر حیض ہی کی عدت واجب ہوگی اور یہ فرق اس صورت میں ہے کہ جب شوہر نے اسے بائنہ طلاق دی ہو اور اگر رجعی دی ہے تو پھر بالاتفاق چار مہینے دس دن ہی ہیں۔ (ملا مسکین)

ترجمہ: اگر کسی نے لونڈی (سے نکاح کر رکھا تھا پھر اس) کو رجعی طلاق دے کر اس کی عدت ہی میں اسے آزاد کر دیا تھا تو اس کی عدت مثل آزاد عورتوں کے ہو جائے گی اور اگر اسے

بائنہ طلاق دی تھی یا اس کا شوہر مر گیا تھا پھر (عدت میں) وہ آزاد کر دی گئی تو اس کی عدت مثل آزاد عورتوں کے نہ ہوگی۔

اگر (مطلقہ) عورت آئسہ ہو (یعنی اسے حیض نہ آتا ہو) اور وہ مہینوں کے حساب سے عدت میں بیٹھی تھی پھر اس نے خون دیکھا (یعنی اسے حیض آ گیا) تو اس کی جو عدت گزر چکی ہے وہ ٹوٹ جائے گی (یعنی وہ دن عدت میں محسوب نہ ہوں گے) اور اس عورت پر لازم ہے کہ اب اپنی عدت نئے سرے سے حیض سے شروع کر کے پوری کرے اور اگر کسی عورت کا نکاح فاسد ہو گیا تھا (اور اس کے شوہر نے اس سے صحبت کر لی تھی) یا اس سے کسی نے شبہ سے صحبت کر لی تھی تو ان دونوں کی عدت جدائی اور مرنے میں حیضوں کے ساتھ ہوگی اور اگر ام ولد کا آقا مر گیا یا اس نے اسے آزاد کر دیا تو اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر کوئی صغیر (شوہر) مر گیا اور اس نے حاملہ عورت چھوڑی تو اس کی عدت (بھی) وضع حمل ہے اور اگر حمل اس کے مرنے کے بعد ظاہر ہوا تو اس کی عدت چار مہینے اور دس دن ہے اگر کسی نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو جس حیض میں اسے طلاق ہوئی ہے وہ عورت اسے عدت میں شمار نہ کرے۔

فائدہ: کیونکہ عدت پورے تین حیضوں کے ساتھ مقرر کی گئی ہے اور اس حیض کا کچھ حصہ گذر چکا ہے اس لیے اس حیض کے شمار ہونے سے پورے تین حیض نہ ہوں گے۔

ترجمہ: اگر عدت والی عورت سے کسی نے شبہ سے صحبت کر لی تو اس پر دوسری عدت لازم ہے اور دونوں عدتوں میں تداخل ہو جائے گا۔ پس اب جو حیض اسے آئے گا وہ دونوں عدتوں میں شمار کیا جائے گا۔

فائدہ: تداخل کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی طلاق کے بعد وہ عدت میں بیٹھ گئی اور ابھی اسے ایک حیض آیا تھا کہ کسی نے شبہ سے اس کے ساتھ صحبت کر لی تو اب اس پر لازم ہے کہ اب سے تین حیض آنے تک یہ عدت میں رہے اس وقت دو حیض اس کے شوہر کی عدت پوری کرنے کے لیے ہو جائیں گے اور ایک دوسرے شوہر کے لیے اور پہلے شوہر پر اس کا پورا مہر واجب ہوگا اور دوسرے پر مہر مثل (جوہرہ)

ترجمہ: اگر اس نے پہلی عدت پوری کر دی اور دوسری پوری نہ کی تو اب دوسری عدت کو پوری کرنا اس پر واجب ہے اور عدت کی ابتداء طلاق میں طلاق کے بعد سے ہو جاتی ہے اور مرنے میں مرنے کے بعد سے پس اگر کسی عورت کو طلاق ہونا یا (اپنے شوہر کا) مرجانا معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ عدت کی مدت گذر گئی تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ عدت زمانہ کے گذرنے کو کہتے ہیں پس وہ مدت گذر گئی تو عدت بھی گزر گئی اگر یہ عورت چاہے تو اسی وقت نکاح کر سکتی ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: نکاح فاسد میں عدت اس وقت ہوتی ہے کہ جب شوہر اور بیوی میں جدائی ہو جائے یا شوہر صحبت نہ کرنے کا پورا قصد کر لے۔

سوگ کے احکام ❋ اور جس عورت کو بائنہ طلاق مل جائے یا کسی کا شوہر مر جائے اگر وہ مسلمان بالغہ ہے تو اسے سوگ کرنا واجب ہے اور سوگ کرنا یہ ہے کہ خوش بو نہ لگائے بناؤ سنگھار نہ کرے (سر میں) تیل نہ ڈالے سرمہ نہ لگائے ہاں اگر کوئی عذر ہو (تو سرمہ لگانا جائز ہے) اور مہندی نہ لگائے اور نہ کسم اور زعفران کے رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور کافرہ اور صغیرہ (یعنی نابالغ لڑکی) پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ دونوں حقوق شرع کی مخاطب نہیں ایک کم عمری کی وجہ سے اور دوسری کافرہ ہونے کے باعث اور سوگ کرنا حقوق شرع میں داخل ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور لونڈی اگر کسی کے نکاح میں ہو تو عدت میں اس پر سوگ کرنا واجب ہے اور نکاح فاسد کی عدت میں اور ام ولد کی عدت میں سوگ کرنا نہیں ہے۔

متفرق مسائل ❋ اور عدت والی عورت کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے البتہ اشارہ سے کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس عورت کو رجعی یا بائنہ طلاق مل گئی ہو اسے گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے رات کو نہ دن کو۔ اور جس عورت کا شوہر مر گیا ہو وہ دن کو اور شروع رات میں باہر پھر لے اور ساری رات کسی کے گھر نہ رہے اور عدت والی عورت پر واجب ہے کہ طلاق ہونے کے وقت جو مکان اس کے رہنے کا ہو وہیں عدت گذارے اور اگر میت کے مکان میں اس کا اتنا ہی حصہ ہو جو اسے کافی نہیں ہو سکتا اور وارث اپنے حصہ (کے مکان) میں سے اسے نکال دیں تو یہ

وہاں سے چلی جائے۔ اور جس عورت کو رجعی طلاق ہو گئی ہو تو پھر اس کے شوہر کو اسے سفر میں لے جانا جائز نہیں ہے (جب تک کہ اس سے رجعت نہ کر لے)

فائدہ: یہ ہمارا مذہب ہے اور امام زفر رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اسے سفر میں لے جانا جائز ہے اور اس اختلاف کا دار و مدار اس پر ہے کہ ہمارے نزدیک اسے سفر میں لے جانا رجعت نہیں ہے کیونکہ سفر نکاح ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ انسان ماں بہن کے ساتھ بھی سفر کرتا ہے اور بی بی کے ساتھ بھی اور جو کام نکاح کے ساتھ مخصوص نہ ہو اس سے رجعت نہیں ہو سکتی اور امام زفرؒ فرماتے ہیں یہ رجعت ہے کیونکہ جو جس عورت کو رکھنا نہیں چاہتا وہ اسے سفر میں نہیں لے جایا کرتا۔ لہٰذا یہ بمنزلہ پیار لے لینے کے ہے۔ (شرح اقطع)

ترجمہ: اگر کسی نے اپنی بیوی کو بائنہ طلاق دے دی پھر اس کی عدت ہی میں اس سے نکاح کر لیا اور صحبت کرنے سے پہلے اسے پھر طلاق دے دی تو اس مرد پر پورا مہر واجب ہے اور اس عورت پر نئے سرے سے عدت گذارنی واجب ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ایسی عورت کا نصف مہر ہے اور اس پر پہلی ہی عدت کو پورا کر دینا واجب ہے اور جب رجعی طلاق والی عورت کے دو برس میں یا دو برس سے زیادہ میں بچہ پیدا ہو تو جب تک یہ اپنی عدت گذرنے کا اقرار نہ کرے گی اس بچہ کا نسب (اس کے شوہر سے) ثابت ہو گا۔

فائدہ: یعنی یہ بچہ اسی مرد کا کہلائے گا اور اس کے ترکہ کا وارث ہو گا۔

ترجمہ: اگر دو برس سے کم میں بچہ پیدا ہو گیا تو یہ عورت اپنے شوہر سے جدا ہو جائے گی اور اگر دو برس سے زیادہ میں ہوا تو اس کا نسب ثابت ہو گا اور اس عورت سے رجعت ہو جائے گی اور اگر بائنہ طلاق والی کے دو برس سے کم میں بچہ ہو گیا تو اس بچہ کا نسب اس (کے شوہر) سے ثابت ہو گا اور اگر جس روز طلاق ہوئی تھی اس سے پورے دو برس میں بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت نہ ہو گا ہاں اگر شوہر اس کا دعویٰ کرے (کہ یہ بچہ میرا ہے)

اور اگر کسی عورت کا شوہر مر گیا اور اس کے مرنے کے بعد سے دو برس کے اندر اندر اس کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہو گا اور جب عدت والی عورت نے اپنی عدت گذرنے کا خود اقرار کر لیا اور پھر چھ مہینے سے کم میں اس کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچہ کا

نسب (اس عورت کے شوہر سے) ثابت ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے میں ہوا تو اب نسب ثابت نہ ہوگا۔

اور جب کسی عدت والی عورت کے بچہ پیدا ہو جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پیدا ہونے کی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی نہ دیں یا یہ کہ شوہر ہی کے ہاں حمل ظاہر ہو یا شوہر کی طرف سے اقرار ہو (کہ یہ میرے ہی حمل کا بچہ ہے) تو (ان دونوں صورتوں میں) بغیر گواہی کے (بھی) نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان سب صورتوں میں فقط ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر کسی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور جس دن نکاح کیا تھا جب سے لے کر چھ مہینے میں کم میں اس عورت کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر چھ مہینے میں یا زیادہ میں ہوا تو نسب ثابت ہو جائے گا برابر ہے کہ یہ مرد اقرار کرے یا خاموش رہے اور اگر اس نے اس کی ولادت کا انکار کر دیا تو ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا جو اس کی ولادت کی گواہی دے حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو برس ہے اور کم سے کم چھ مہینے۔ اگر کسی ذمی نے ذمیہ عورت کو طلاق دے دی تو اس پر عدت نہیں ہے اگر کسی عورت کو زنا سے حمل ہوا اور وہ نکاح کر لے تو اس کا نکاح ہو جائے گا لیکن جب تک وہ اس حمل کو نہ جن لے یہ مرد اس سے صحبت نہ کرے۔

کتاب النفقات

اہل وعیال کو خرچ دینے کا بیان

فائدہ: درمختار میں لکھا ہے کہ شرع میں نفقہ کھانے کپڑے اور گھر کو کہتے ہیں اور عرف میں نفقہ فقط کھانے کو کہتے ہیں۔

نفقہ خاوند کی حیثیت کے مطابق ملے گا ❊ ترجمہ: بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے برابر ہے کہ عورت مسلمان ہو یا کافرہ (یعنی اہل کتاب میں سے) ہو۔ جب عورت اپنے آپ

کوشوہر کے گھر میں اس کے اختیار میں کر دے تو اس پر اس عورت کا نفقہ اور کپڑا اور رہنے کے لیے گھر واجب ہوگا اور اس میں ان دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا برابر ہے کہ شوہر مالدار ہو یا تنگدست ہو۔

فائدہ: پس اگر دونوں مالدار ہیں تو عورت کا نفقہ امیرانہ ہوگا اور اگر دونوں غریب ہیں تو غریبانہ ہوگا اور اگر عورت امیر گھر کی ہے اور شوہر غریب ہے تو اس کا نفقہ غریب گھر کی عورتوں سے کچھ زیادہ ہوگا اور اگر اس کی الٹی صورت ہے یعنی شوہر امیر ہے اور عورت غریب گھر کی ہے تو اس کا نفقہ امیر گھر کی عورتوں سے کچھ کم ہوگا اور اگر ان میں سے ایک بہت ہی امیر ہے۔ اور دوسرا بہت ہی غریب ہے تو اوسط درجہ کا دلایا جائے گا یہی خصافؒ نے اختیار کیا ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ (رمز الحقائق)

ترجمہ: اور اگر عورت اپنے آپ کو اختیار میں مرد کے کرنے سے رکی رہے یہاں تک کہ وہ اس کا مہر ادا کر دے تب بھی اس کا نفقہ دینا ضروری ہے۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب مہر معجّل ٹھہر گیا ہو اور اگر مہر مؤجل ہے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کو رکھنا جائز نہیں ہے۔

نفقہ ملنے نہ ملنے کی صورتیں ❋ **ترجمہ**: اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے چلی جائے تو اس کے لیے نفقہ نہیں ہے جب تک کہ وہ اس کے گھر میں نہ آ جائے اگر وہ کم سن ہے کہ شوہر اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا (یعنی نہ صحبت کر سکتا ہے نہ خدمت کرا سکتا ہے) تو اس کے لیے نفقہ نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو شوہر کے اختیار میں کر دے اور اگر شوہر کمسن ہے کہ صحبت نہیں کر سکتا اور عورت بڑی عمر کی ہے تو اس کے مال میں سے اس عورت کو نفقہ دینا چاہیے۔

جب کسی مرد نے اپنی عورت کو طلاق دے دی تو اس کی عدت میں اسے نفقہ اور مکان دینا چاہیے برابر ہے کہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو اور جس عورت کا شوہر مر جائے اس کے لیے نفقہ نہیں ہے (برابر ہے کہ اسے حمل نہ ہو یا ہو) اور جو جدائی عورت کی طرف سے ہو یعنی اس کی خطا کے سبب سے ہو تو اس عورت کے لیے نفقہ نہیں ہے۔

فائدہ: مثلاً مرتد ہو جائے یعنی دین اسلام سے پھر جائے یا اپنے شوہر کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لے لے یا اپنے اوپر اسے قابو یافتہ کر دے۔

ترجمہ: اگر کسی نے اپنی عورت کو طلاق دے دی پھر وہ مرتد ہو گئی تو اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا (برابر ہے کہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو) اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے بیٹے کو اپنے اوپر قابو دے دے اگر یہ قابو دینا طلاق کے بعد ہے۔ تو اس کو نفقہ ملے گا (کیونکہ عورت کی یہ خطا جدائی کے بعد ہوئی ہے) اور اگر طلاق سے پہلے ہے تو اسے نفقہ نہیں ملے گا اور اگر عورت (کے ذمہ قرض تھا اور اس) قرض میں قید ہو گئی یا کوئی مرد زبردستی اسے چھین کے لے گیا یا کوئی عورت نامحرم کے ساتھ حج کو چلی گئی تو ایسی عورتوں کے لیے نفقہ نہیں ہے اگر عورت شوہر کے گھر بیمار ہو گئی تو اس کا نفقہ واجب ہو گا۔

اگر شوہر دولتمند ہے تو عورت کے ایک خادم کا نفقہ بھی اس کے ذمہ واجب ہو گا اور ایک سے زیادہ کا واجب نہ ہو گا اور شوہر پر واجب ہے کہ اپنی بیوی کے رہنے کے لیے علیحدہ گھر دے کہ جس میں اس شوہر کے رشتہ داروں میں سے کوئی نہ ہو ہاں اگر عورت ان کے شریک ہو کر رہنے پر راضی ہو۔

نفقہ کے متفرق مسائل ✻ اور شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی بیوی کے ماں باپ کو اور اس کے بیٹے کو جو دوسرے شوہر سے ہو اور اس کے اور رشتہ داروں کو اس کے پاس جانے سے منع کر دے اور دیکھنے اور بات چیت کرنے سے منع نہ کرے وہ جس وقت چاہیں بات کریں اور دیکھ جایا کریں۔ اگر کوئی شخص اپنی عورت کو نفقہ نہ دے سکے تو ان دونوں میں جدائی نہ کرائی جائے بلکہ عورت سے کہہ دیا جائے کہ وہ اپنے شوہر کے نام سے قرض لے کر کھاتی رہے اگر کوئی آدمی غائب ہو گیا (یعنی کہیں چلا گیا) اور ایک اور آدمی کے پاس اس کا کچھ مال ہے جو اس کا مال ہونے اور ایک عورت کی بابت اس غائب کی بیوی ہونے کا اقرار کرتا ہے تو اس عورت کا اور اس غائب کے چھوٹے چھوٹے بچوں اور ماں باپ کا خرچ قاضی اس مال میں مقرر کر دے اور عورت سے اس کا ایک ضامن لے لے اور غائب کے مال میں سے سوائے ان لوگوں کے اور کسی کا خرچ نہ دلایا جائے۔

اگر قاضی نے کسی عورت کے لیے اس کے شوہر کی تنگ دستی کے مطابق نفقہ کا حکم دے دیا تھا پھر وہ دولت مند ہو گیا اور عورت نے دعویٰ کیا کہ اب میرا نفقہ بڑھنا چاہیے تو قاضی اس کو بڑھا کر امیرانہ نفقہ کر دے۔ اور اگر کچھ مدت گذر گئی کہ شوہر نے اپنی بیوی کو نفقہ نہیں دیا۔ اور اب وہ ان دنوں کا اس (پر دعویٰ کرتی ہے اور اس) سے مانگتی ہے تو اب اسے ان دنوں کا کچھ نہیں ملے گا ہاں اگر قاضی اس کے لیے پہلے کچھ نفقہ مقرر کر چکا ہو یا عورت نے کسی مقدار پر شوہر سے صلح کر لی ہو تو ان دونوں صورتوں میں گذشتہ دنوں کا نفقہ ادا کرنے کا قاضی حکم دے دے اور اگر نفقہ کا حکم ہونے کے بعد شوہر مر گیا اور چند مہینے گذر گئے تو وہ نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

اگر شوہر نے سال بھر کا نفقہ پیشگی دے دیا اور پھر مر گیا تو (امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک) اس نفقہ میں سے کچھ واپس نہ لیا جائے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ حساب کر کے گذشتہ دنوں کا نفقہ اس عورت (کے حق) کا چھوڑ دیا جائے اور جو بچے وہ شوہر (کے وارثوں) کا ہے اگر کسی غلام نے آزاد عورت سے نکاح کر لیا تو اس کا نفقہ اس غلام کے ذمہ دین ہے اس نفقہ میں اس کو فروخت کر دیا جائے اگر کسی نے کسی لونڈی سے نکاح کر لیا اور اس کے آقا نے اس لونڈی کو اس کے گھر بھیج دیا تو اس پر نفقہ واجب ہے اور اگر اس کے گھر نہیں بھیجا تو اس پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

بچوں کے نفقہ کا بیان ✵ چھوٹی اولاد کا نفقہ باپ کے ذمہ واجب ہے باپ کے ساتھ اس میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا جیسا کہ عورت کے نفقہ میں شوہر کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوتا پس اگر بچہ دودھ پیتا ہے (اور میاں بیوی میں جدائی ہو گئی) تو اس کو دودھ پلانا ماں پر واجب نہیں ہے بلکہ باپ اس کے لیے ایک انا نوکر رکھے جو بچہ کی ماں کے پاس رہ کر اسے دودھ پلائے۔

فائدہ: اگر بچہ کی ماں یہ چاہے کہ انا میرے پاس ہی رہ کر دودھ پلائے تو شوہر ایسا کر لے ورنہ یہ لازم نہیں ہے۔

ترجمہ: پس اگر شوہر نے اپنی بیوی کو یا اپنی عدت میں بیٹھی ہوئی بیوی بچہ کو دودھ پلانے کے لیے نوکر رکھ لیا تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر اس کی عدت پوری ہو گئی اور پھر اسے دودھ پلانے پر

نوکر رکھ لیا تو جائز ہے اور (اگر اسی بچہ کی ماں نے تنخواہ زیادہ مانگی اور) باپ نے کہا کہ میں اس عورت کو (یعنی بچہ کی ماں کو) نوکر نہ رکھوں گا اور وہ اور عورت کو لے آیا پھر اس کی ماں بھی اسی تنخواہ پر رضا مند ہوگئی جو غیر عورت کو دی جاتی ہے تو اس میں زیادہ حقدار ماں ہی کا ہے اور اس کے زیادہ تنخواہ مانگنے میں شوہر اس پر زبردستی نہیں کر سکتا۔

فائدہ: زبردستی نہیں کر سکتا یعنی شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اگر وہ زیادہ تنخواہ مانگے تو اسے تھوڑی تنخواہ دے کر اس سے زبردستی دودھ پلوائے۔

ترجمہ: چھوٹے بچہ کا نفقہ باپ پر واجب ہے اگرچہ وہ دین میں اس کے خلاف ہو جیسا کہ عورت کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ اگرچہ وہ دین میں شوہر کے خلاف ہو۔

فائدہ: باب کے شروع میں بیان ہو چکا ہے کہ خواہ عورت مسلمان ہو یا کتابی ہو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

بچہ کی پرورش کا حکم ✲ **ترجمہ**: جب میاں بیوی میں جدائی ہو جائے (اور ان کا کوئی چھوٹا بچہ ہو) تو بچہ کی پرورش کرنے کی سب سے زیادہ حقدار اس کی ماں ہے اگر ماں نہ ہو تو دادی سے نانی بہتر ہے اور جب نانی نہ ہو تو بہنوں سے دادی بہتر ہے اور اگر دادی بھی نہ ہو تو پھر پھوپھیوں اور خالاؤں سے بہنیں بہتر ہیں اور اخیافی بہن سے حقیقی بہن مقدم ہے اور اگر حقیقی نہ ہو تو پھر اخیافی کا درجہ ہے اور پھر علاتی کا ہے۔

فائدہ: حقیقی بہن بھائی وہ ہوتے ہیں جو ماں اور باپ دونوں میں شریک ہوں اگر فقط ماں ہی میں شریک ہیں اور باپ دو ہیں تو وہ اخیافی ہیں اور اگر باپ میں شریک ہیں تو وہ علاتی ہیں۔

ترجمہ: پھر خالائیں پھوپھیوں سے بہتر ہیں اور خالاؤں اور پھوپھیوں میں سے بھی یہی ترتیب ہے جو بہنوں میں ہے۔ یعنی پہلے سگی خالہ۔ اس کے بعد اخیافی اور پھر علاتی اور ان میں سے جون سی عورت دوسرا شوہر کر لے گی تو اس کا حق پرورش کا ساقط ہو جائے گا سوائے نانی کے کہ جب وہ اس بچہ کے دادا سے نکاح کر لے (تو اس کا حق پرورش ساقط نہیں ہوتا) اور اگر بچہ کے قریبی رشتے داروں میں کوئی عورت نہیں ہے اور مردوں میں اس کے پرورش کرنے کا جھگڑا ہے تو اس کو پرورش کرنے کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جو عصبہ ہونے میں سب سے زیادہ

قریب ہو (یعنی باپ کے عزیزوں میں سب سے زیادہ قریب ہو) ماں اور نانی لڑکے کی اس وقت تک حقدار ہیں کہ وہ اکیلا (یعنی اپنے ہاتھ سے) کھانا کھانے لگے پانی پینے لگے کپڑا پہن سکے۔ طہارت کر سکے اور اگر لڑکی ہے تو اس وقت تک کہ اسے حیض آنے لگے اور سوائے ماں اور نانی کے اور عورتیں لڑکی کی اس وقت تک حق دار ہیں کہ وہ اس حد کو پہنچ جائے کہ اس کے دیکھنے سے مرد کو شہوت ہونے لگے اور جب کسی لونڈی کو اس کے آقا نے آزاد کر دیا یا ام ولد جب آزاد ہوگئی تو یہ دونوں بچہ کی پرورش کرنے میں مثل آزاد عورت کے ہیں آزاد ہونے سے پہلے بچہ میں ان کا کوئی حق نہیں ہے اور ذمیہ (یعنی ذمی عورت) اپنے مسلمان بچہ کی (خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو) سب سے زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اسے دین کی سمجھ نہ ہو اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس بچہ پر کفر سے مانوس ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے کہ اوّل شوہر اور بیوی دونوں کافر تھے اور ایک ان کے بچہ تھا پھر شوہر مسلمان ہو گیا تو ان دونوں میں جدائی ہوگئی اور ان دونوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ یہ بچہ میرے پاس رہے تو جب تک اس بچہ کو دین کی کچھ سمجھ نہ ہو اس کے پرورش کرنے کی حق دار اس کی ماں ہوگی اور جب اسے یہ سمجھ آ جائے گی تو اس کا حق پرورش ساقط ہو جائے گا کیونکہ اس وقت اس کے پاس رہنے میں لڑکے کا نقصان ہے۔ (جوہرہ)

متفرق مسائل ✻ ترجمہ: اور اگر مطلقہ اپنے بچہ کو شہر سے باہر کہیں لے جانا چاہے تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے ہاں اگر اپنے اس وطن میں لے جائے کہ جہاں اس کے شوہر نے اس سے نکاح کیا ہو (تو وہاں جانا جائز ہے) ہر آدمی پر اپنے ماں باپ دادا، دادی اور نانا، نانی کا نفقہ واجب ہے جب کہ وہ تنگدست اور (محتاج) ہوں۔ اگر چہ دین میں وہ اس کے خلاف ہوں اور باوجود دین میں خلاف ہونے کے اور کسی کا نفقہ واجب نہیں ہے سوائے بیوی اور ماں باپ اور دادا، دادی اور نانا، نانی اور بیٹے اور پوتے کے اور ماں باپ کے نفقہ میں کوئی اپنے بیٹے کو شریک نہیں کر سکتا نفقہ ہر ذی رحم محرم کا واجب ہے جب کہ وہ کمسن اور محتاج ہوں یا عورت بالغہ محتاج ہو جائے یا مرد ہو لیکن اندھا ہو یا محتاج ہو تو یہ نفقہ میراث کے طریقہ پر واجب ہوتا ہے اور لڑکی اور اپاہج لڑکے کا نفقہ ماں باپ کے ذمہ اس طرح واجب ہے کہ باپ کے ذمہ دو تہائی

اور ماں کے ذمہ ایک تہائی اوران کا نفقہ باوجود دین میں اختلاف ہونے کے واجب نہیں ہے اور نہ محتاج پر واجب ہے اور اگر کسی غائب شخص کا مال (کسی کے پاس امانت) ہے (اور اس شخص کے ماں باپ محتاج ہیں) تو قاضی اس پر اس کے ماں باپ کے نفقہ کا حکم دے دے (کہ اس کے ماں باپ اپنے خرچ کے لائق اس کے مال میں سے لے لیا کریں) اور اگر کسی کے ماں باپ اپنے بیٹے کا کچھ اسباب اپنے نفقہ میں بیچ دیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور اگر زمین بیچیں تو جائز نہیں ہے۔

اور اگر کسی شخص کا مال اس کے ماں باپ کے قبضہ میں تھا۔ اور انہوں نے اس میں سے کچھ خرچ کرلیا تو وہ دین دار نہ ہوں گے اور اگر اس کا مال کسی غیر آدمی کے پاس تھا اور اس نے قاضی کے حکم دیئے بغیر کچھ انہیں دے دیا تو وہ دیندار ہوگا اگر قاضی نے ماں باپ اور اولاد اور ذوی الارحام کے نفقہ کا حکم دے دیا اور پھر کچھ مدت گذر گئی کہ جس میں انہیں نفقہ نہیں ملا تو وہ نفقہ ساقط ہو جائے گا ہاں اگر قاضی نے اس کی طرف سے انہیں قرض (لے کر کھانے) کی اجازت دے دی ہو آقا پر اپنے غلام اور لونڈی کا نفقہ واجب ہے اور اگر وہ اس کے دینے سے انکار کر دے اور یہ دونوں کوئی کام جانتے ہیں تو یہ دونوں مزدوری کر کے اس سے اپنا خرچ چلایا کریں اور اگر یہ کوئی کام بھی نہیں جانتے تو پھر ان کے آقا پر جبر کیا جائے کہ وہ انہیں فروخت کر دے۔

کتاب العتاق

غلام آزاد کرنے کا بیان

ترجمہ: عتق (یعنی آزاد کرنا) آزاد عاقل بالغ سے اپنی ملک میں ہوتا ہے۔

فائدہ: یعنی آزاد کرنے والا جب خود بھی آزاد اور عاقل بالغ ہو کر اپنے ہی غلام لونڈی کو آزاد کرے گا تو اس کا آزاد کرنا درست ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

: پس جب کسی نے اپنے غلام یا لونڈی سے کہا کہ تو حر ہے یا معتق یا عتیق ہے یا محر

رہے یا کہے میں نے تجھے حر بنا دیا یا میں نے تجھے آزاد کر دیا تو (ان الفاظ کے کہنے سے) وہ آزاد ہو جائے گا (خواہ غلام ہو یا لونڈی ہو) آقا آزاد کرنے کی نیت کرے یا نہ کرے۔

فائدہ: ان الفاظ کے کہتے ہی آزاد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ الفاظ اس بارے میں صریح ہیں۔ اس لیے ان میں نیت کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اسی طرح جب کسی نے یہ کہا کہ تیرا سر آزاد ہے یا تیری گردن یا تیرا بدن آزاد ہے یا اپنی لونڈی سے کہا کہ تیری شرمگاہ آزاد ہے (تو اس طرح کہنے سے بھی آزاد ہو جائیں گے) اور اگر کسی نے (اپنے غلام یا لونڈی سے) یہ کہا کہ میں تیرا مالک نہیں ہوں اور اس سے آزاد کرنے کی نیت کر لی تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اگر نیت نہیں کی تو آزاد نہ ہو گا اور عتق کے تمام اشاروں کا یہی حکم ہے (کہ جب نیت کی ہو گی تو عتق ہو جائے گا ورنہ نہیں ہو گا) اور اگر یہ کہا کہ میرا تجھ پر غلبہ نہیں ہے اور اس سے آزاد کرنے کی نیت کر لی تو وہ آزاد ہو گا اور اگر کسی نے (اپنے غلام سے) کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے (اور اس غلام کی عمر کا اس کے بیٹا ہو سکتا ہے) اور پھر وہ اپنے اسی اقرار پر رہا یا یہ کہا کہ یہ میرا آقا ہے یا یہ کہہ دیا کہ اے میرے آقا تو وہ (غلام) آزاد ہو جائے گا (اور نیت کی ضرورت نہ ہو گی) اور اگر یہ کہا کہ اے میرے بیٹے! یا اے میرے بھائی! تو اس کہنے سے آزاد نہ ہو گا اور اگر کسی نے ایسے غلام سے کہ اس غلام جیسا اس جیسوں کے بیٹا نہیں ہو سکتا یہ کہہ دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ آزاد ہو جائے گا اور صاحبین کے نزدیک وہ آزاد نہ ہو گا اور اگر کسی نے اپنی لونڈی سے یہ کہا کہ تجھے طلاق ہے اور اس سے اس کو آزاد کرنے کی نیت کر لی تو وہ آزاد نہ ہو گی۔

اگر کوئی اپنے غلام سے یہ کہے کہ تو مثل آزاد کے ہے تو وہ آزاد نہ ہو گا (اگر چہ اس نے آزاد کرنے کی نیت کر لی ہو) اور اگر کوئی (اپنے غلام سے) کہے کہ تو نہیں ہے مگر آزاد تو وہ اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اگر کوئی اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ اس کی طرف سے (اس کی ملک میں آتے ہی) آزاد ہو جائے گا۔ اگر کسی مولیٰ نے (یعنی غلام کے آقا نے) اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیا تو وہ حصہ اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا (برابر ہے کہ تہائی ہو یا چوتھائی ہو یا جو کچھ بھی ہو) اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اب یہ غلام اپنی بقیہ قیمت

میں اپنے آقا کے لیے کوشش کرے۔

فائدہ: کوشش کرنے سے یہ مراد ہے کہ جو حصہ اس کا آزاد ہونے سے رہ گیا ہے یہ اس کی قیمت کما کر اپنے آقا کو دے دے اور پھر سارا آزاد ہو جائے۔

ترجمہ: اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ (غلام کو کچھ حصہ آزاد کرنے سے) وہ سارا غلام آزاد ہو جائے گا اور جب کوئی غلام دو آدمیوں کی شرکت میں ہو اور ان میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کر دے تو اس کا حصہ آزاد ہو جائے گا پس اگر یہ (آزاد کرنے والا) دولت مند ہے تو اس کے شریک کو اختیار ہے چاہے وہ (بھی اپنا حصہ) آزاد کر دے اور چاہے اپنے شریک سے اپنے حصہ کی قیمت کا تاوان لے لے اور چاہے اس غلام سے کموا کر (اپنے حصہ کے روپیہ اس سے وصول کر) لے اور اگر وہ آزاد کرنے والا تنگدست ہے تو اب بھی اس کے شریک کو اختیار ہے چاہے وہ اپنا حصہ آزاد کر دے اور چاہے اس غلام سے محنت کرا (کے وصول کر) لے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو یہ اس سے تاوان لے لے اگر وہ تنگ دست ہے تو یہ غلام سے محنت کرا لے اس کے سوا اسے اور کچھ اختیار نہیں ہے اگر دو آدمیوں نے ایک غلام خریدا اور وہ غلام ان میں سے ایک کا بیٹا ہے تو (اس غلام میں سے اس کے) باپ کا حصہ فوراً آزاد ہو جائے گا اور اس پر تاوان نہ آئے گا۔

فائدہ: برابر ہے کہ خریدتے وقت دوسرے شریک کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اس کا بیٹا ہے یا نہ معلوم ہوا ہو۔ (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اور اسی طرح جب دو آدمی ایک غلام کے وارث ہوئے ہوں (اور وہ ان میں سے ایک کا بیٹا ہو) تو اس کے باپ کا حصہ آزاد ہو جائے گا (اور تاوان نہ آئے گا) اور (دوسرے) شریک کو اختیار ہے چاہے وہ اپنے حصہ کو آزاد کر دے اور چاہے اس غلام سے کموا لے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت نے دو غلام خریدے کہ وہ دونوں آپس میں باپ بیٹے ہیں اس عورت نے باپ کو آزاد کر کے اس سے اپنا نکاح کرالیا اور اس کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا تھا پھر یہ عورت مر گئی اور وہی غلام چھوڑا جو اس کے شوہر ثانی کا بیٹا ہے اور اس کے

دو وارث ہیں ایک اس عورت کا لڑکا اور ایک اس کا شوہر یعنی اس غلام کا باپ تو اس صورت میں باپ کا حصہ آزاد ہو جائے گا اور اس عورت کا لڑکا اس سے تاوان نہیں لے سکتا بلکہ وہ اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے اس سے محنت کرائے۔

ترجمہ: اگر ایک غلام دو آدمیوں کا ہے اور وہ دونوں آپس میں کہیں یعنی ایک کہے اس غلام کو تو نے آزاد کیا ہے اور دوسرا کہے کہ تو نے آزاد کیا ہے تو وہ غلام (آزاد ہو جائے گا اور اب وہ) ان دونوں کے حصہ (کی قیمت ادا کرنے) میں کوشش کرے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک برابر ہے کہ وہ دونوں مالدار ہوں یا تنگدست ہوں اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اگر دونوں تنگدست ہیں تو دونوں (کا حصہ ادا کرنے) کے لیے کوشش کرے اور اگر ایک مالدار ہے دوسرا تنگدست ہے تو مالدار کو کما کے دے دے اور تنگ دست کو نہ دے۔ اگر کسی نے اپنا غلام اللہ کے واسطے یا شیطان کے واسطے یا کسی بت کے واسطے آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص کسی کے زبردستی (کرنے) کی وجہ سے یا نشہ کی حالت میں اپنے لونڈی یا غلام کو آزاد کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا اگر کوئی آزادی کو اپنے مالک ہونے پر یا کسی اور شرط پر معلق کر دے تو یہ درست ہے جیسا کہ طلاق میں درست ہے۔

فائدہ: مثلاً کوئی غلام سے یوں کہے کہ اگر میں تیرا مالک ہو جاؤں تو تو آزاد ہے یا اپنے غلام سے یہ کہے کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو تو آزاد ہے تو اس کے مالک ہو جانے یا اس کے وہ کام کرنے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: اگر حربی کا غلام دارالحرب سے نکل کر ہماری طرف (دارالاسلام میں) آ جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا اگر کسی نے اپنی حاملہ لونڈی کو آزاد کیا ہے تو وہ لونڈی اور اس کا حمل دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر خاص حمل ہی کو آزاد کیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ماں آزاد نہ ہو گی اگر کسی نے اپنے غلام کو کسی قدر مال پر آزاد کر دیا اور اس غلام نے (وہ مال دینا) قبول کر لیا تو وہ آزاد ہو جائے گا یعنی جب اس نے مال دینا قبول کر لیا اسی وقت وہ آزاد ہو گیا۔ اور وہ مال (دینا) اس پر لازم ہے اگر کسی نے (اپنے غلام سے) یہ کہا کہ اگر تو مجھے ایک ہزار روپیہ دے دے تو تو آزاد ہے تو یہ درست ہے اور وہ مال اس (غلام) پر لازم ہے اور یہ

غلام ماذون ہو جائے گا پس اگر اس نے ایک ہزار روپیہ حاضر کر دیا تو اب حاکم اس کے آقا پر جبر کرے کہ وہ اس روپیہ کو لے لے اور اس غلام کو آزاد کر دے لونڈی کا بچہ جو اس کے آقا (کے نطفہ) سے ہو آزاد ہوتا ہے (یہ اس وقت ہے کہ آقا یہ دعویٰ اور اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے) اور جو اس کا لڑکا اس کے اور شوہر سے ہو تو وہ اس کے آقا کا غلام ہوگا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ اپنی ماں کے تابع یعنی اسی کے حکم میں ہوتا ہے برابر ہے کہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر آزاد عورت کا بچہ غلام سے ہو تو وہ آزاد ہے۔

کتاب التدبیر

غلام لونڈی کو مدبر کرنے کا بیان

فائدہ: لغت میں تدبیر کے معنی کسی کام کے انجام پر غور کرنے کو اور شریعت میں تدبیر ایسے عتق کے واجب کر دینے کو کہتے ہیں جو مرنے کے بعد چند الفاظ سے حاصل ہو وہ الفاظ اس پر صراحۃً دلالت کرتے ہوں یا اشارۃً۔ (عنایہ)

ترجمہ: جب آقا نے اپنے غلام سے یہ کہہ دیا کہ جب میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے یا یوں کہا کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے یا کہا تو مدبر ہے یا کہا میں تجھے مدبر کر چکا تو اب وہ غلام مدبر ہو چکا نہ اس کو بیچنا جائز ہے اور نہ ہبہ کرنا ہاں آقا کو اس سے اپنی خدمت کرانی اور مزدوری کرانی جائز ہے اور اگر لونڈی ہے تو اس سے صحبت کرنی اور اس سے اپنا نکاح کر لینا جائز ہے اور جس وقت آقا مر جائے گا تو مدبر اس کے تہائی مال میں سے اگر نکل سکے تو آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس سوائے اس مدبر کے اور مال نہیں ہے تو یہ اپنی دو تہائی قیمت میں کوشش کر کے (اپنے آقا کے وارثوں کو) دے۔ اور اگر اس کے آقا کے ذمہ قرض ہے تو یہ اپنی پوری قیمت کما کے اس کے قرض خواہوں کو دے اور مدبر لونڈی کا بچہ بھی مدبر ہوتا ہے پس اگر مدبری کو کسی صفت پر معلق کر دیا مثلاً یوں کہہ دیا کہ اگر میں اس مرض میں یا اپنے اسی سفر میں یا

فلانے مرض میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے تو اس کہنے سے وہ مدبر نہ ہوگا اس کو بیچنا جائز ہے پس اگر آقا اسی صفت پر مر گیا جو اس نے بیان کی تھی تو یہ آزاد ہو جائے گا جیسا کہ مدبر آزاد ہو جاتا ہے۔

باب الاستیلاد

لونڈی کو ام ولد بنانے کا بیان

ترجمہ: جب لونڈی کے اس کے آقا سے بچہ ہو جائے تو وہ اس کی ام ولد ہو جاتی ہے اس کو فروخت کرنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے ہاں آقا کو اس سے صحبت کرنا اور اس سے خدمت کرانا اور مزدوری کرانا اور اس سے نکاح کرنا جائز ہے اور ام ولد کے بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ خود آقا اس کا اقرار نہ کر لے پس اگر اس کے بعد (یعنی پہلے بچہ کا اقرار ہونے کے بعد) اس کے اور بچہ ہو گیا تو اس کا نسب اس (کے آقا) سے بغیر اقرار کے ثابت ہو جائے گا اور اگر اس نے انکار کیا تو اس کا انکار معتبر ہوگا۔

جب آقا مر جائے گا تو یہ لونڈی اس کے پورے مال سے آزاد ہو جائے گی (یعنی مدبر کی طرف ایک تہائی مال سے آزاد نہ ہوگی) اگر اس کے آقا کے ذمہ قرض ہوگا تو ان قرض خواہوں کو اپنی قیمت کما کر دینی اس پر واجب نہیں ہے اگر کسی نے غیر کی لونڈی سے نکاح کر کے اس سے صحبت کر لی۔ پھر اس کے بچہ پیدا ہو گیا اور بعد اس کے یہ شخص اس لونڈی کا مالک ہو گیا (یعنی خرید کر یا اور کسی ذریعہ سے) تو یہ لونڈی (ہمارے نزدیک) اس کی ام ولد ہو جائے گی۔

اگر باپ نے بیٹے کی لونڈی سے صحبت کر لی اور اس کے بچہ پیدا ہو گیا اور اس نے اس کا دعویٰ کیا (کہ یہ میرا بچہ ہے) تو اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور یہ لونڈی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اس پر (یعنی باپ پر) اس لونڈی کی قیمت دینی واجب ہوگی اور اس کا مہر لازم نہ آئے گا اور نہ اس کے بچہ کی قیمت دینا لازم ہوگی اگر باپ کے ہوتے دادا

اپنے پوتے کی لونڈی سے صحبت کرے (اور بچہ ہو جائے) تو اس سے (اس بچہ کا) نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر باپ مر گیا ہے تو (اس صورت میں) دادا سے نسب ثابت ہو جائے گا جیسا کہ باپ سے ہوتا ہے اگر ایک لونڈی دو آدمیوں کی شراکت میں تھی اور اس کے بچہ پیدا ہو گیا اور شریکوں میں سے ایک نے اس کا دعویٰ کیا (کہ یہ میرا بچہ ہے) تو اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور یہ لونڈی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اس لونڈی کا نصف مہر اور اس کی نصف قیمت اس شریک پر واجب ہوگی اور اس بچہ کی قیمت اس کے ذمہ کچھ نہ ہوگی اور اگر ان دونوں نے اکٹھا دعویٰ کیا تو نسب دونوں سے ثابت ہو جائے گا اور یہ لونڈی دونوں کی ام ولد ہوگی اور ان دونوں پر دونوں کے لیے نصف مہر واجب ہوگا نہ یہ اس سے لے گا اور نہ وہ اس سے اور وہ لڑکا ان دونوں سے بیٹے کی پوری میراث کا وارث ہوگا یعنی جتنا حصہ ایک بیٹے کو ملتا ہے یہ اکیلا اتنا ہی حصہ (دونوں کی میراث میں سے) لے گا اور یہ دونوں اس سے ایک ہی باپ کی میراث کے وارث ہوں گے (یعنی ایک باپ کو جو حصہ ملتا ہے یہ دونوں اس کو تقسیم کر لیں گے)

اگر آقا نے اپنے مکاتب کی لونڈی سے صحبت کر لی اور اس کے بچہ ہو گیا اور آقا نے اس کا دعویٰ کیا (کہ یہ بچہ میرا ہے) پس اگر مکاتب نے اس کی تصدیق کر دی تو اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور آقا پر اس لونڈی کا پورا مہر اور اس بچہ کی قیمت دینی واجب ہوگی اور یہ لونڈی اس کی ام ولد نہ ہوگی اور اگر اس مکاتب نے نسب میں اس کی تکذیب کر دی تو پھر اس بچہ کا نسب اس سے ثابت نہ ہوگا۔

کتاب المکاتب

غلام کو مکاتب بنانے کا بیان

ترجمہ: اگر آقا اپنے غلام یا لونڈی کو کسی قدر مال پر مکاتب کر دے یعنی اس کا آزاد ہونا اس مال کے وصول ہونے پر معلق کر دے اور وہ غلام اس عقد کو قبول کر لے تو وہ مکاتب ہو جاتا ہے

اور اس مال میں فی الحال لینے یا قسط وار لینے یا بطور ادھار کے کچھ مدت کے بعد لینے کی شرط کر لینی جائز ہے اور ایسے کمسن غلام کو مکاتب کر دینا جائز ہے کہ جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہو اور جب یہ کتابت طے ہو جائے تو اس کے بعد وہ مکاتب (غلام) آقا کے قبضہ سے نکل جاتا ہے اور اس کی ملک سے نہیں نکلتا پس مکاتب کو خرید و فروخت اور سفر کرنا جائز ہے اور اپنا نکاح کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کا آقا اجازت نہ دے اور نہ وہ کوئی چیز ہبہ کرے اور نہ صدقہ کرے ہاں اگر کوئی تھوڑی سی (معمولی) چیز ہو (تو اسے صدقہ کر دینا جائز ہے) اور نہ وہ کسی کا کفیل ہو پس اگر اس کی لونڈی سے کوئی بچہ اس کے ہو جائے تو وہ بھی اس کی کتابت میں آ جائے گا اور اس کا حکم مثل حکم اس کے باپ کے ہوگا اور اس کی کمائی اسی مکاتب (یعنی اس کے باپ) کی ہوگی پس اگر کسی نے اپنے غلام کا اپنی لونڈی سے نکاح کر دیا تھا اور اس کے بعد انہیں مکاتب کیا پھر اس لونڈی کے اس سے بچہ ہوا تو یہ بچہ اپنی ماں کی کتابت میں آ جائے گا اور اس کی کمائی بھی اسی کی ہوگی۔ اگر آقا نے اپنی مکاتبہ لونڈی سے صحبت کر لی تو اس پر مہر لازم آ جائے گا اور اگر اس لونڈی پر یا اس کے بچہ پر (مار پیٹ میں) کسی طرح کی زیادتی کی۔ تو اس پر اس کا جرمانہ لازم ہوگا۔ اور اگر اس نے اس کا کچھ مال تلف کر دیا تو اس کا تاوان دینا پڑے گا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ لونڈی اور غلام جب مکاتب ہو گئے تو اب ان کی کمائی سے ان کے آقا کو کچھ تعلق نہیں ہے یہ بالکل مثل غیر آدمی کے ہوتا ہے اس لیے ان کا نقصان کرنے سے اس پر تاوان وغیرہ آئے گا۔

ترجمہ: اگر مکاتب اپنے باپ یا بیٹے کو خرید لے تو وہ بھی اس کی کتابت میں داخل ہو جاتے ہیں اور اگر اس نے اپنی ام ولد کو مع اس کے بچہ کے خرید لیا تو اس کا بچہ بھی کتابت میں داخل ہو گیا اور اب اس کو اس ام ولد کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کتابت میں داخل ہو جانے سے یہ مراد ہے کہ جب یہ مکاتب آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہو جائیں گے اور جب تک یہ غلام رہے گا وہ بھی غلام رہیں گے۔

ترجمہ: اگر کوئی مکاتب اپنے جیسے ذی رحم محرم مکاتب کو خرید لے جس سے ولادت کا رشتہ نہ ہو (مثلاً باپ یا بیٹا نہ ہو) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کی کتابت میں داخل نہ ہوگا۔

فائدہ: کتابت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے اسے بیچنا جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک داخل ہے ان کے نزدیک اسے بیچنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اگر مکاتب قسط (کا روپیہ ادا کرنے) سے عاجز ہو جائے (یعنی اس سے دیا نہ جائے) تو حاکم اس کی حالت کو غور سے دیکھے (اور تحقیق کرے) اگر اس کا روپیہ لوگوں کے ذمہ اتنا ہے جس سے یہ بھگتان کر دے گا یا عنقریب کچھ روپیہ اس کے پاس آنے والا ہے۔ تو اس کے عاجز کرنے میں (یعنی اس کے عاجز ہونے کا حکم دینے میں) حاکم جلدی نہ کرے دو روز یا تین روز اس کا انتظار کرے اور اگر اس کے پاس کوئی صورت (ادائیگی کی) نہ ہو اور اس کا آقا اسے عاجز کرانا چاہے تو حاکم اسے عاجز کر دے (اور حکم دے دے) اور اس کتابت کو فسخ کر دے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ابھی عاجز نہ کرے یہاں تک کہ اس کے ذمہ دو قسطیں ہو جائیں۔

جب مکاتب عاجز ہو گیا (یعنی حاکم نے اس کے عاجز ہونے کا حکم دے دیا) تو وہ پھر غلام کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اس کے پاس جو کچھ اس کا کمایا ہوا ہوتا ہے وہ اس کے آقا کا ہو جاتا ہے پس اگر مکاتب مر جائے اور اس کے پاس کچھ روپیہ ہو تو اس کی کتابت فسخ نہیں ہوتی بلکہ جتنا روپیہ اس کے ذمہ ہے وہ اس کے روپیہ سے بھگتا دیا جائے اور اس کی زندگی کے آخری حصہ میں اس کے آزاد ہونے کا حکم دے دیا جائے اور جو روپیہ بچے وہ اس کے وارثوں کا ترکہ ہے اور اس کی اولاد آزاد کر دی جائے۔ اور اگر اس نے اتنا روپیہ نہیں چھوڑا کہ جس سے اس کے ذمہ کا پورا روپیہ ادا کر دیا جائے اور اس نے ایک لڑکا چھوڑا ہے جو کتابت کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا تو یہ لڑکا اپنے باپ کا مال کتابت قسط وار ادا کرنے میں کوشش (اور محنت) کرے اور جب یہ ادا کر چکے تو اب ہم یہ حکم دے دیں گے کہ اس کا باپ مرنے سے پہلے آزاد تھا اور یہ لڑکا بھی آزاد ہو جائے گا۔

اگر اس نے ایسا لڑکا چھوڑا ہے جو کتابت کے زمانہ میں اس نے مول لیا تھا تو اس سے کہا جائے گا کہ یا تو تو کتابت کا روپیہ اسی وقت ادا کر دے ورنہ غلام ہو جا (اگر اس نے ادا کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا ورنہ غلامی میں چلا جائے گا) اگر کسی مسلمان نے اپنے غلام کو

شراب پر یا سور پر یا خود اس کی قیمت پر مکاتب کر دیا تو یہ کتابت فاسد ہے پس اگر اس نے شراب اسے دے دی یا کوئی سور اس کے حوالے کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا لیکن اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی قیمت کی مقدار کمائی (کر کے اسے) دے جو اس شراب یا سور سے کم نہ ہو بلکہ اور زیادہ ہو اگر کسی نے اپنے غلام کو ایک حیوان غیر موصوف پر مکاتب کر دیا تو یہ کتابت جائز ہے۔

فائدہ: غیر موصوف سے یہ مراد ہے کہ حیوان کی جنس تو بیان کر دی ہو اور نوع نہ بیان کی ہو مثلاً یوں کہا کہ ایک گھوڑے یا خچر یا گائے یا اونٹ پر تو مکاتب ہے اور اس کے بعد یہ نہیں بیان کیا کہ یہ جانور کیسے اور کس قیمت کے ہوں۔ تو ایسی صورت میں اوسط درجہ کا لے لیا جائے گا اور اس کی قیمت قبول کرنے پر اس کے آقا پر جبر کیا جائے گا۔

ترجمہ: اگر ایسے کپڑے پر مکاتب کیا کہ جس کی جنس بھی نہیں بیان کی تو یہ کتابت جائز نہیں ہے اگر اس مکاتب نے کوئی کپڑا دے دیا تو وہ آزاد نہ ہوگا۔ اگر کسی نے ایک ہی کتابت میں ایک ہزار روپیہ پر اپنے دو غلاموں کو مکاتب کر دیا تھا تو اب اگر ان دونوں نے (وہ روپیہ) ادا کر دیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر دونوں عاجز ہو گئے تو دونوں ہی پھر غلامی میں آجائیں گے۔ اور اگر کسی نے دو غلاموں کو اس شرط سے مکاتب کیا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا ضامن ہو تو یہ کتابت جائز ہے اور ان میں سے جون سا وہ روپیہ ادا کر دے گا یہ دونوں آزاد ہو جائیں گے اور جون سا ادا کرے گا وہ اس ادا کردہ روپیہ کا نصف اپنے شریک سے وصول کر لے گا اگر آقا نے اپنے مکاتب کو آزاد کر دیا تو اس کے آزاد کرنے سے وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کے ذمہ سے کتابت کا روپیہ ساقط ہو جائے گا۔

اگر مکاتب (غلام) کا آقا مر جائے تو اس سے کتابت فسخ نہیں ہوتی اور مکاتب سے کہہ دیا جائے کہ وہ کتابت کا روپیہ قسط وار آقا کے وارثوں کو دیتا رہے پس اگر وارثوں میں سے ایک نے اسے آزاد کر دیا تو اس کا آزاد کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا ہاں اگر سب آزاد کر دیں گے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور کتابت کا روپیہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اگر کسی مکاتبہ لونڈی کے اس کے آقا سے بچہ ہو گیا تو اب اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے وہ اپنی کتابت پر رہے اور چاہے اپنے آپ کو عاجز کر کے اس آقا کی ام ولد ہو جائے۔ اگر کوئی اپنی مدبرہ لونڈی

کو مکاتبہ کر دے تو یہ جائز ہے پس اگر اس کا آقا مر گیا اور اس کے پاس سوائے اس لونڈی کے اور کچھ مال نہیں ہے تو اب اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے اپنی قیمت کا تہائی دے دے اور چاہے کل کتابت کا روپیہ دے دے اگر کسی نے اپنی مکاتبہ لونڈی کو مدبر کر دیا تو یہ مدبر کرنا درست ہے اور اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے وہ اپنی کتابت پر رہے اور چاہے اپنے آپ کو عاجز کر کے مدبرہ ہو جائے پس اگر وہ اپنی کتابت پر رہی اور اس کا آقا مر گیا اور اس کے پاس اور کچھ مال نہیں ہے تو اب اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے وہ اپنی کتابت کا دو تہائی روپیہ ادا کر دے اور چاہے اپنی کل قیمت کا دو تہائی ادا کر دے یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہے جو کم ہو وہی ادا کرے اگر مکاتب اپنے غلام سے کچھ مال لے کر اسے آزاد کرنے لگے تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر کچھ بدلہ لے کر کوئی چیز ہبہ کرنے لگے تو یہ بھی درست نہیں ہے۔

اگر کوئی مکاتب اپنے غلام کو مکاتب کر دے تو یہ کتابت جائز ہے پس اگر دوسرے مکاتب نے (یعنی مکاتب کے مکاتب نے اپنی کتابت کا روپیہ) پہلے مکاتب کے ادا کرنے سے پہلے ہی ادا کر دیا تو اس کی ولاء پہلے کے آقا کی ہوگی (یعنی پہلے مکاتب کے آقا کی) اور اگر دوسرے مکاتب نے (اپنی کتابت کا روپیہ) پہلے مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد ادا کیا ہے تو اب اس کی ولاء اسی کی (یعنی پہلے مکاتب کی) ہے۔

کتاب الولاء

رشتہ اخوت ومحبت کا بیان

فائدہ: ولاء ایک تعلق کا نام ہے کہ جس کی وجہ سے مستحق ولاء اس دوسرے کے مرنے کے بعد وارث ہو جاتا ہے اور اس کے کوئی قصور کرنے پر یہی جرمانہ بھرتا ہے ولاء کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ولاء عتاقہ، اسی کا نام ولاء نعمت بھی ہے اس کا سبب آزاد کرنا ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو آزاد کر دے تو اس کی ولاء اس کے آقا کی ہوگی خواہ وہ آقا مرد ہو یا عورت ہو۔

دوسری قسم ولاء الموالاۃ ہے اس کا سبب عقد ہوتا ہے مثلاً ایک آدمی کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو اور اس سے یہ کہے کہ میں تجھ سے اس شرط پر موالاۃ کرتا ہوں کہ میں مرجاؤں تو تو ہی میرا وارث ہو اور تو ہی میرے جرمانہ وغیرہ کو بھرے تو اس طرح کہنے سے بھی موالاۃ ہو جاتی ہے۔ باقی ان دونوں قسموں کی تشریح آگے متن میں آئے گی۔ مصفی وغیرہ۔

ترجمہ: اگر کسی نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا تو اس (آزاد شدہ غلام) کی ولاء اس کے آزاد کرنے والے کی ہے اور اسی طرح اگر کوئی عورت آزاد کرے پس اگر غلام نے یہ شرط کر لی کہ میں بغیر ولاء کے آزاد ہوتا ہوں تو یہ شرط باطل ہے اور ولاء اسی کی ہے جو آزاد کرے۔ اور جب مکاتب نے (اپنی کتابت کا روپیہ) ادا کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء اس کے آقا کی ہے اور اگر وہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوا ہے تو اس کی ولاء آقا کے وارثوں کی ہے اور جب آقا مر جائے تو اس کے مدبر غلام اور ام ولد لونڈیاں سب آزاد ہو جائیں گی اور ان سب کی ولاء اسی آقا کی ہوگی۔

اگر کوئی اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے اور اس کی ولاء اسی کی ہوگی جو اس کا مالک ہو گیا تھا۔

اگر کسی کے غلام نے دوسرے کی لونڈی سے نکاح کر لیا پھر لونڈی کے آقا نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا اور اسے اس غلام سے حمل ہے تو یہ لونڈی اور اس کا حمل دونوں آزاد ہو جائیں گے اور حمل کی ولاء لونڈی کے آقا کی ہوگی اس سے کبھی منتقل نہ ہوگی پس اگر اس لونڈی کے آزاد ہونے کے بعد چھ مہینے سے زیادہ میں اس کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کی ولاء اس لونڈی کے آقا کی ہے پھر اگر اس لڑکے کا باپ بھی آزاد کر دیا گیا تو یہ اپنے بیٹے کی ولاء کو (اپنی طرف) کھینچ لے گا اور اس وقت ولاء ماں کے آقا کی طرف سے باپ کے آقا کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اگر کسی عجمی نے عرب کی آزاد کردہ لونڈی سے نکاح کر لیا تھا پھر اس لونڈی کے اولاد ہوئی تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی اولاد کی ولاء اس کے آقا کی ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کی اولاد کی ولاء ان کے باپ کی ہے کیونکہ نسب باپ دادا کی طرف (سے) ہوتا ہے اور آزاد شدہ غلام کی ولاء عصبہ کا حق ہے پس اگر اس

کے کوئی نسبی عصبہ ہے تو اس کی ولاء کا سب سے زیادہ حقدار وہی ہے اور اگر نسبی عصبہ نہیں ہے تو اس کا ترکہ آزاد کرنے والے کا ہے اور اگر آقا مر گیا ہے اور اس کے بعد وہ آزاد کردہ بھی مر گیا تو اب اس کے وارث اس کے آقا کے بیٹے ہیں نہ کہ بیٹیاں' اور عورتوں کے لیے ولاء نہیں ہوتی ہاں اگر یہ کسی کو آزاد کردیں یا جسے یہ آزاد کریں وہ کسی کو آزاد کردے یا یہ کسی کو مکاتب کریں پھر وہ کسی کو مکاتب کردے یا یہ کسی کو مدبر کریں پھر وہ کسی کو مدبر کردے (ان سب صورتوں میں عورتیں بھی ولاء کی مستحق ہوں گی)

اگر (کسی غلام کا) آقا مرا اور اس نے ایک بیٹا اور دوسرے بیٹے کا بیٹا چھوڑا تو اس غلام کا ترکہ اس کے بیٹے کا ہوگا نہ کہ پوتے کا کیونکہ ولاء بڑے کی ہوتی ہے۔

اگر کوئی کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس سے اس شرط پر موالاۃ کرلی کہ جب میں مر جاؤں تو میرا وارث بھی تو ہی ہے اور اگر مجھ سے کوئی خطا قصور ہو جائے تو اس کا جرمانہ وغیرہ بھی تو ہی بھرنا یا مسلمان کسی اور کے ہاتھ پر ہوا تھا اور موالاۃ (یعنی ولاء) کسی اور سے کرلی تو وہ ولاء درست ہے اور اس کا جرمانہ وغیرہ اسی مولیٰ کے ذمہ ہوگا۔

فائدہ: یہاں مولیٰ سے مراد یہی شخص ہے کہ جس کے ہاتھ پر وہ مسلمان ہوا تھا اور اس سے موالاۃ کرلی تھی یا مسلمان تو کسی اور کے ہاتھ پر ہوا تھا اور موالات اس سے کرلی تھی۔

ترجمہ: پس اگر وہ (موالاۃ کرنے والا) مر گیا اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو اس کی میراث اسی مولیٰ کی ہے (جس سے اس نے موالاۃ کی تھی) اور اگر اس کے کوئی وارث ہے تو وہ اس سے زیادہ حقدار ہے اور موالاۃ کرنے والے کو اختیار ہے کہ جب تک اس کے مولیٰ نے اس کی طرف سے جرمانہ نہ بھرا ہو تو اپنی ولاء کو کسی اور کی طرف منتقل کردے اور اگر وہ اس کی طرف سے کچھ جرمانہ دے چکا ہے تو پھر اسے اپنی ولاء کو اور کسی کی طرف منتقل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور آزاد شدہ غلام کو کسی سے موالاۃ کرنی جائز نہیں ہے۔

کتاب الجنایات

جنایتوں کا بیان

ترجمہ: قتل کی پانچ قسمیں ہیں: عمد، شبہ عمد، خطا، شبہ خطا، قتل سبب، قتل عمد وہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو عمداً (قصداً) کسی ہتھیار سے مار ڈالے یا کسی ایسی چیز سے جو ٹکڑے کرنے میں مثل ہتھیار کے ہو جیسے دھار دار قینچی یا پتھر یا آگ۔ اس کی سزا گنہگاری اور قصاص ہے ہاں اگر (مقتول کے) وارث معاف کر دیں (تو پھر قصاص نہ آئے گا کیوں کہ یہ ان کا حق ہے) اور اس میں کفارہ نہیں ہے۔ اور شبہ عمد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو عمداً ایسی چیز سے مار ڈالے جو ہتھیار نہ ہو اور نہ (کاٹنے میں) مثل ہتھیار کے ہو۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جب کسی نے بہت بڑے پتھر یا بہت موٹی لاٹھی سے کسی کو مار دیا تو وہ قتل عمد ہے اور اگر عمداً ایسی چیز سے مارا کہ جس (کے مارنے) سے اکثر آدمی مرا نہیں کرتا تو وہ شبہ عمد ہے اور اس کی سزا دونوں قولوں پر گنہگاری اور کفارہ ہے۔

فائدہ: گنہگاری تو اس لیے ہے کہ اس نے خون کر دیا ہے اور ارادہ سے کیا ہے اور کفارہ اس لیے کہ یہ کسی قدر خطا کے بھی مشابہ ہے۔

ترجمہ: اور اس میں قصاص نہیں ہے اور کفارہ اور گنہگاری ہے (اس کے سوا) اس میں (قاتل کے) عاقلہ (یعنی اس کے خاندان) پر دیت مغلظ ہے (یعنی سو اونٹوں کا خوں بہا ہے) اور (قتل) خطا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ قصد (اور ارادے) میں خطا ہو جائے مثلاً کوئی شخص شکار سمجھ کے کسی آدمی کے (بندوق یا) تیر مارے دے پھر یکایک معلوم ہو کہ وہ آدمی ہے دوسرے یہ کہ خطا فعل میں ہو جائے مثلاً کوئی کسی نشانہ پر تیر لگاتا تھا وہ (اتفاق سے) کسی آدمی کے جا لگا اس (خطا) کی سزا کفارہ اور عاقلہ پر دیت ہے اس میں آدمی گنہگار نہیں ہوتا اور شبہ خطا کی یہ صورت ہے مثلاً کوئی آدمی سوتا ہوا کسی پر کروٹ لے لے اور وہ (اس کے بوجھ سے) مر جائے اس کا حکم مثل حکم خطا قتل کے ہے اور قتل سبب یہ ہے مثلاً کوئی آدمی دوسرے کی ملکیت

میں کنواں کھودے یا کوئی (بڑا) پتھر رکھ دے اور کوئی شخص اس کنویں میں گر کے یا اس پتھر سے ٹھوکر کھا کے مر جائے اور اس کی سزا یہ ہے کہ جب کوئی آدمی اس سے تلف ہو جائے گا تو اس کے عاقلہ پر دیت آئے گی اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔

قصاص کے احکام ٭ قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے کہ جب کوئی عمداً ہمیشہ کے محفوظ الدم کو مار ڈالے اگر کوئی آزاد آزاد کو مار ڈالے یا کوئی آزاد غلام کو مار ڈالے یا کوئی مسلمان ذمی کو مار ڈالے تو ان تینوں قسم کے قاتلوں کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور مسلمان کو متامن کے عوض میں قتل نہ کیا جائے اور مرد کو عورت کے عوض میں (اگر کوئی مرد عورت کو مار ڈالے تو اس عورت کے عوض میں وہ مرد) اور (اسی طرح) بالغ نابالغ کے عوض میں اور (بینا اور) تندرست اندھے کے اور کوڑھی کے عوض میں قتل کر دیا جائے۔

اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو یا اپنے غلام کو یا اپنے مکاتب کو یا اپنے مدبر کو یا اپنے بیٹے کے غلام کو مار ڈالے تو ان کے عوض میں اسے قتل نہ کیا جائے اگر کوئی اپنے باپ سے قصاص (لینے) کا وارث ہو جائے تو (باپ کی حرمت کی وجہ سے) وہ قصاص ساقط ہو جائے گا اور پورا قصاص تلوار ہی سے ہوتا ہے (یعنی قصاص تلوار ہی سے لیا جائے) اگر کوئی کسی کے مکاتب کو عمداً مار ڈالے اور سوائے اس کے آقا کے (جس نے اسے مکاتب کیا تھا) اور کوئی اس کا وارث نہ ہو تو پھر دیکھنا چاہیے اگر اس نے اتنا مال نہیں چھوڑا کہ جس سے اس کا بدل کتابت بے باق ہو جائے تو اس کا قصاص اس کا آقا لے گا اور اگر یہ اتنا مال چھوڑ مرا ہے کہ جس سے بدل کتابت کی ادائیگی ہو جائے گی اور آقا کے سوا اس کے اور وارث بھی ہیں تو انہیں قصاص لینے کا اختیار نہیں ہے اگر چہ یہ سب آقا کے ساتھ مل بھی جائیں اور اگر کوئی مرہون غلام مار ڈالا جائے تو اس کا قصاص واجب نہیں ہوتا جب تک کہ راہن اور مرتہن دونوں کی رائے نہ ہو جائے اگر کسی نے کسی کو عمداً زخمی کر دیا اور وہ زخمی (اسی زخم کی وجہ سے) کچھ دنوں پڑ کے مر گیا تو اس پر قصاص واجب ہے اور اگر کسی نے کسی کا عمداً پہنچے سے ہاتھ کاٹ دیا تو اس کے عوض میں اس کا ہاتھ ہی کاٹا جائے اور یہی حکم پیر اور ناک کی پھونگ اور کان کا ہے۔

فائدہ: مثلاً اگر کسی نے کسی کا پیر کاٹ دیا یا ناک کی پھونگ کاٹ دی یا کان کاٹ دیا تو اس

کاٹنے والے کے بھی یہی اعضاء کاٹے جائیں۔

ترجمہ: اگر کوئی کسی کی آنکھ پر ایسا مارے کہ اس کی آنکھ نکل پڑے تو اس پر قصاص نہیں ہے (بلکہ اس پر) دیت (یعنی جرمانہ) ہے اور اگر آنکھ اپنی جگہ پر قائم ہے اور اس کی بینائی جاتی رہی ہو تو اس مارنے والے پر قصاص واجب ہے یہ قصاص اس طرح لیا جائے کہ پہلے روئی بھگو کے اس کے سارے چہرے پر رکھ دی جائے (اور ایک آنکھ کھول دی جائے) پھر ایک شیشہ خوب گرم کر کے اس کی آنکھ کے سامنے کیا جائے تا کہ اس سے اس کی آنکھ کی بینائی جاتی رہے اور دانت (کے توڑنے) میں قصاص (واجب) ہے اور جس زخم میں مماثلت ممکن ہو (یعنی اس کے عوض میں ویسا ہی زخم ہو سکتا ہو) تو اس میں بھی قصاص واجب ہے اور سوائے دانت کے اور ہڈی (کے توڑنے) میں قصاص نہیں ہے اور خون کرنے سے کم قصور میں (یعنی ہاتھ پیر کاٹنے یا دانت وغیرہ توڑنے میں) شبہ عمد نہیں ہوتا (شبہ عمد کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے) بلکہ وہ عمداً ہوتا ہے اور یا خطا اور خون کرنے سے کم کی صورت میں نہ مرد وعورت کے درمیان میں قصاص ہے اور نہ آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے درمیان۔

فائدہ: مثلاً اگر کوئی مرد عورت کا یا آزاد غلام کا یا کوئی غلام دوسرے غلام کا ہاتھ یا پیر کاٹ ڈالے تو ان پر قصاص نہ ہوگا بلکہ دیت واجب ہوگی اور قصاص واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قصاص مماثلت سے واجب ہوتا ہے اور ان کے ہاتھ پیروں میں مماثلت نہیں ہے۔ (رمز الحقائق)

ترجمہ: اگر کوئی مسلمان کا فر کا یا کافر مسلمان کا ہاتھ یا پیر کاٹ دے تو ان میں قصاص ایک کا دوسرے سے لینا واجب ہے اگر کسی نے کسی کا نصف پہنچے سے ہاتھ کاٹ دیا یا ایسا کاری زخم لگایا جو سینہ سے پیٹ تک پہنچ گیا اور پھر وہ اچھا ہو گیا تو اس پر قصاص نہیں ہے (بلکہ دیت ہے) اور اگر مقطوع کا ہاتھ اچھا تھا اور قاطع کا ہاتھ شل ہے۔ یا انگلیوں میں کچھ نقصان ہے تو اب مقطوع کو (یعنی جس کا ہاتھ کٹ گیا ہے) اختیار ہے چاہے وہ (اپنے ہاتھ کے بدلے میں) اس (کے) عیب دار ہاتھ کو کاٹ دے اور اس ہاتھ کے سوا اور اسے کچھ نہ ملے گا اور یا چاہے پوری دیت لے لے۔ اور اگر کسی نے کسی کے سر میں ایسا زخم کر دیا

کہ اس زخم نے اس کے سر کی دونوں جانب کو گھیر لیا اور وہی زخم (یعنی ایسا ہی زخم) زخم کرانے والے کے سر کی دونوں جانبوں کو نہیں گھیر سکتا (کیونکہ اس کا سر بڑا ہے اور اس زخمی کا سر چھوٹا تھا) تو اب اس زخمی کو اختیار ہے چاہے یہ اپنے زخم کی مقدار قصاص لے لے (یعنی اتنا ہی زخم اس کے بھی کر دے) جس طرف سے چاہے شروع کر دے اور چاہے پوری دیت لے لے۔ زبان اور ذکر (کے کاٹنے) میں قصاص نہیں ہے ہاں اگر کوئی حشفہ کو کاٹ دے۔

فائدہ: حشفہ کاٹنے کی صورت میں قصاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ذکر میں حشفہ ایسا ہوتا ہے جیسا ہاتھ میں پہنچا پس چونکہ کٹنے کی جگہ معلوم اور متعین ہے لہٰذا اس میں مماثلت ہوسکتی ہے اور قصاص مماثلت ہی کی صورتوں میں ہوتا ہے۔ (رمز الحقائق)

ترجمہ: اگر قاتل مقتول کے وارثوں کو (قصاص کے بدلے) کسی قدر مال پر راضی کر لے تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور وہ مال اسے دینا واجب ہو گا خون تھوڑا ہو یا بہت ہو (یعنی مقدار دیت سے کم ہو یا زیادہ ہو) اگر کسی مقتول کے چند وارث ہوں ان میں سے ایک خون معاف کر دے یا اپنے حصہ کے عوض کچھ روپیہ پر صلح کر لے تو قصاص میں سے اور حصہ داروں کا حق بھی ساقط ہو جائے گا (یعنی وہ قصاص نہ لے سکیں گے) اور انہیں دیت میں سے حصہ دینا پڑے گا۔ اگر ایک آدمی کو چند آدمیوں نے عمداً قتل کر دیا تو ان سب سے قصاص لیا جائے گا (یعنی وہ سب قتل کر دیئے جائیں گے) اگر ایک آدمی نے چند آدمیوں کو قتل کر دیا تھا پھر ان مقتولوں کے وارثوں نے دعویٰ کیا تو ان سب کے عوض اس (اکیلے) قاتل کو قتل کر دیا جائے اس کے سوا اور ان کا کچھ حق نہیں ہے اور اگر ان میں سے فقط ایک نے دعویٰ کیا تو اس اکیلے ہی دعویٰ پر اسے قتل کر دیا جائے گا اور باقی مقتولوں کے وارثوں کا حق ساقط ہو جائے گا اگر کسی شخص پر قصاص واجب ہوگیا تھا پھر وہ مر گیا تو اس پر قصاص نہیں ہے اگر دو آدمیوں نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا تو ان دونوں پر قصاص نہیں ہے بلکہ ان دونوں پر نصف دیت ہے۔

فائدہ: یعنی پورے آدمی کی نصف دیت ہے کیونکہ ہاتھ کی دیت خون کی نصف دیت ہوتی

ہے پھر یہ نصف دیت ان دونوں پر نصفا نصف ہوگی۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر ایک آدمی نے دو آدمیوں کے ہاتھ کاٹ دیے ان دونوں نے دعویٰ کیا تو ان دونوں کو چاہیے کہ اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیں اور اس سے (پورے آدمی کی) نصف دیت لے کے دونوں آپس میں نصفا نصف بانٹ لیں (برابر ہے کہ اس نے دونوں کے ہاتھ ایک ہی دفعہ کاٹ دیئے ہوں یا آگے پیچھے کاٹے ہوں) اور اگر ان میں سے ایک نے دعویٰ کر کے اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا تو اب دوسرے کے لیے اس کے ذمہ نصف دیت ہے اگر کسی غلام نے عمداً خون کرنے کا اقرار کرلیا تو اس پر قصاص لازم ہو جائے گا اگر کسی نے عمداً ایک آدمی کے تیر مارا تھا اور وہ تیر اسے بیندھ کر دوسرے کے بھی جا لگا اور یہ دونوں مر گئے تو پہلے آدمی کے عوض اس پر قصاص واجب ہے اور دوسرے کے عوض اس (قاتل) کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ پہلا قتل تو قتل عمد ہے اس لیے اس میں قصاص واجب ہے اور دوسرا قتل قتل خطا میں داخل ہے اور قتل خطا میں دیت لازم ہوتی ہے۔ (حاشیہ)

کتاب الدیات

قتل وغیرہ کے مالی جرمانے کا بیان

فائدہ: شریعت میں دیت اس مال کا نام ہے جو خون کا بدلہ ہو اس لیے اس کو خوں بہا بھی کہتے ہیں۔ اور ارش اس مال کا نام ہے جو خون کرنے سے کم قصور میں واجب ہو۔ (درمختار)

ترجمہ: جب کوئی کسی کو شبہ عمد سے مار ڈالے تو اس مارنے والے پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عاقلہ پر دیت مغلظہ واجب ہے۔

فائدہ: کفارہ یہ ہے کہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اگر غلام میسر نہ ہو تو دو مہینے کے پے درپے روزے رکھے اور اس میں فقیروں کو کھانا کھلانا کافی نہیں ہوتا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک شبہ عمد کی دیت سو اونٹ ہے چار طرح کے۔ پچیس بنت مخاض ہیں (یعنی جو مادہ شتر دوسرے برس میں ہوں) اور پچیس بنت لبون (یعنی جو تیسرے برس میں ہوں) اور پچیس حقہ (یعنی جو چوتھے برس میں ہوں) اور پچیس جذعے (یعنی جو پانچویں برس میں ہوں) اور یہ دیت مغلظہ نہ ہوگی۔ اور قتل خطا میں عاقلہ پر دیت واجب ہے اور قاتل پر کفارہ اور (قتل) خطا میں دیت کے سو اونٹ ہیں پانچ طرح کے بیس بنت مخاض۔ بیس ابن مخاض (یعنی بیس شتر مادہ اور بیس نر۔ جو دوسرے برس میں ہوں) اور بیس بنت لبون اور بیس حقے اور بیس جذعے۔ اگر کوئی دیت میں سونا دینا چاہے تو ایک ہزار دینار دے اور اگر چاندی دینا چاہیے تو دس ہزار درہم دے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان تینوں کے سوا اور کسی چیز سے دیت ادا نہیں ہوتی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ ان سے اور گایوں سے کہ دو سو ہوں اور بکریوں سے جو ایک ہزار ہوں اور حلوں سے وہ بھی دو سو ہوں ایک حلہ دو کپڑوں کا ہوتا ہے (یعنی چادر اور تہبند) مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے دیت ان چیزوں میں (واجب) ہوتی ہے خون کرنے میں، ناک کاٹنے میں، ذکر کاٹنے میں، عقل کھو دینے میں، یعنی جب کسی کے سر پر کوئی ایسا مارے کہ عقل جاتی رہے اور داڑھی مونڈنے میں جب ایسی طرح مونڈے کہ پھر بال نہ جمیں اور سر کے بال (مونڈنے) میں اور ابروؤں کے مونڈنے میں دونوں آنکھوں کے پھوڑ دینے میں، دونوں ہاتھ کاٹنے میں، دونوں پیر کاٹنے میں، دونوں کان کاٹنے میں، دونوں ہونٹ کاٹنے میں دونوں خصیے کاٹنے میں، عورت کے دونوں پستان کاٹنے میں، اور ان سب چیزوں میں سے ایک ایک میں نصف دیت ہے اور دونوں آنکھوں کی پلکیں مونڈنے میں یہی دیت ہے اور ایک پلک مونڈنے میں چوتھائی دیت ہے اور دونوں ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں سے ایک ایک انگلی (کے کاٹنے) میں دیت کا دسواں حصہ ہے اور انگلیاں سب برابر ہیں (یعنی سب کا یکساں حکم ہے) اور ہر انگلی میں تین پورے ہوتے ہیں۔ ایک پورے (کے کاٹنے) میں ایک انگلی کی تہائی دیت ہے اور جس میں دو پورے ہوں (جیسے انگوٹھے) اس کے ایک پورے میں ایک انگلی کی نصف دیت ہے اور ہر ایک دانت (کے توڑنے) میں (دیت کے) پانچ اونٹ ہیں اور دانت اور داڑھیں سب برابر ہیں (یعنی

سب کا ایک ہی حکم ہے) اگر کوئی کسی کے عضو پر ایسا مارے کہ اس عضو کا نفع جاتا رہے (یعنی وہ بیکار ہو جائے) تو اس میں پوری دیت ہے۔ مثلاً کسی نے کسی کا ہاتھ کاٹ دیا تھا اور وہ کٹ کر شل ہو گیا (یعنی سوکھ گیا) یا آنکھ پر مارا تھا اور اس کی روشنی جاتی رہے اور کل زخم دس ہیں حارصہ، واسعہ، دامیہ، باضعہ، متلاحمہ، سمحاقہ، موضحہ، ہاشمہ، منقلہ ، آمہ۔

فائدہ: حارصہ وہ زخم ہے کہ کھال چِر جائے اور اس سے خون نہ نکلے۔

واسعہ وہ ہے کہ جس میں سے خون کے مشابہ کچھ نکل آئے اور بعض علماء واسعہ اسے کہتے ہیں کہ خون ظاہر ہو جائے اور بہے نہیں۔

دامیہ وہ ہے جس سے خون نکل کے بہنے لگے۔

باضعہ وہ ہے کہ جس میں گوشت کٹ جائے۔

متلاحمہ وہ ہے جس کے اندر باہر سے زیادہ گوشت میں گھاؤ ہو جائے۔

سمحاقہ وہ ہے جو ہڈی کے اوپر کی جھلی تک پہنچ جائے۔

موضحہ وہ ہے جس میں گوشت اڑ کے ہڈی نظر آنے لگے۔

ہاشمہ وہ ہے جس میں دماغ کے اوپر کی ہڈی ٹوٹ جائے اور بعض اس زخم کو کہتے ہیں جوام راس تک پہنچ جائے۔

منقلہ وہ ہے جس میں ہڈی ٹوٹ جانے کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔

آمہ وہ ہے جو دماغ تک پہنچ جائے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: پس موضحہ میں قصاص ہے اگر (کسی نے) عمداً (کیا) ہو اور باقی زخموں میں قصاص نہیں ہے اور موضحہ سے کم درجہ کے زخم میں حکومت عدل ہے (یعنی جو کچھ کوئی منصف حق گو حق شناس آدمی کہہ دے) اور اگر موضحہ خطاءً ہو تو اسمیں دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے اور ہاشمہ میں دسواں حصہ اور منقلہ میں دسواں حصہ اور دسویں کا نصف۔ اور آمہ میں تہائی دیت ہے اور جائفہ میں بھی تہائی دیت ہے (جائفہ اس زخم کو کہتے ہیں جو سینہ سے پیٹ تک پہنچ جائے) پس اگر وہ دوسری طرف تک ہو جائے تو وہ دو جائفے ہیں اور ان دونوں میں دو تہائی دیت ہے اور ایک ہاتھ کی انگلیوں (کے کاٹنے) میں نصف دیت ہے پس اگر کسی نے ساری انگلیاں معہ ہتھیلی

کے کاٹ دیں تو اس میں نصف دیت ہے اور اگر انگلیاں نصف کلائی تک کاٹ دیں تو ہتھیلی (تک) میں نصف دیت ہے اور باقی میں حکومت عدل ہے اور زائد انگلیوں (کے کاٹنے) میں بھی حکومتِ عدل ہے اور بچہ کی آنکھ پھوڑنے اور اس کی زبان یا آلہ تناسل کاٹنے میں سب جب اس عضو کی صحت معلوم نہ ہو تو حکومت عدل ہے۔

فائدہ: کیونکہ ان اعضاء سے مقصود منفعت ہوتی ہے اور جب ان اعضاء کی بابت یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ قابل منفعت ہیں یا نہیں تو اس شک کی وجہ سے پوری ارش یعنی جو اس عضو کے بیکار کرنے میں آتی ہے واجب نہ ہوگی۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اگر کسی نے کسی کے (سر پر) زخم موضحہ لگایا کہ جس سے اس کی عقل جاتی رہی یا سر کے بال اڑ گئے (کہ پھر جمنے کی امید نہیں ہے) تو اس موضحہ کی ارش دیت میں داخل ہو جائیں گی۔

فائدہ: یعنی دیت پوری واجب ہوگی اور اس دیت میں زخم کی دیت بھی داخل ہو جائے گی۔

ترجمہ: اور اگر اس شخص کے سننے یا دیکھنے یا بولنے کی بھی قوت جاتی رہی تو اس وقت مع دیت زخم کے پوری واجب ہوگی اگر کسی نے کسی کی ایک انگلی پوری کاٹ دی تھی پھر (اس سے) اس کے پاس کی دوسری انگلی بھی سوکھ گئی تو ان دونوں میں دیت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اس میں قصاص نہیں ہے اگر کسی نے کسی کا دانت توڑ دیا تھا اور اس کی جگہ دوسرا دانت نکل آیا تو اس دانت کی دیت ساقط ہو جائے گی اگر کسی نے کسی کے سر میں زخم کر دیا تھا پھر وہ زخم بھر آیا اور اس کا نشان بالکل مٹ گیا اور بال جم آئے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی دیت ساقط ہو جائے گی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زخم کرنے کی دیت اس سے لی جائے گی (اور وہ حکومت عدل ہے) اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ جراح کا خرچ اس کے ذمہ واجب ہوگا اگر کوئی کسی کے زخم کر دے تو جب تک وہ اچھا نہ ہو جائے اس سے قصاص نہ لیا جائے اگر کسی نے کسی کا ہاتھ خطا کاٹ دیا تھا اور پھر ہاتھ اچھا ہونے سے پہلے خطاءً ہی اسے قتل بھی کر دیا تو اس پر دیت واجب ہوگی (اور ہاتھ کی دیت) ساقط ہو جائے گی

اور اگر اسے اچھا ہونے کے بعد قتل کیا ہے تو اس کے ذمہ دو دیت ہیں ایک خون کرنے کی اور دوسری ہاتھ (کاٹنے) کی اور جس (قتل) عمد میں کسی شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے تو اس میں دیت قاتل کے مال میں ہوتی ہے (عاقلہ پر نہیں ہوتی) اور جو دیت صلح اور اقرار کر لینے کی وجہ سے واجب ہو وہ بھی قاتل ہی کے مال میں ہوتی ہے اگر باپ نے اپنے بیٹے کو عمداً قتل کر دیا تو یہ دیت بھی اسی کے مال میں ہے تین برس کے اندر اندر ادا کر دے اور جس جنایت کا خود جنایت کرنے والا اقرار کر لے تو وہ اس کے مال میں واجب ہو گی اور اس کے عاقلہ پر ہے (کے کہنے) کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ لڑکے اور دیوانے کا عمد خطا ہے اور اس میں دیت عاقلہ پر ہے۔

فائدہ: ان کا عمد خطا ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر کوئی نابالغ لڑکا یا دیوانہ عمداً کسی کو قتل کر دے تو ان کا عمد خطا شمار کیا جائے گا اور اس پر قصاص واجب نہ ہو گا بلکہ اس کے کنبہ پر دیت واجب ہو گی اور یہ میراث سے بھی محروم نہ ہوں گے کیونکہ محروم میراث ہونا عقوبت ہے اور یہ دونوں قابل عقوبت نہیں ہیں۔

ترجمہ: اگر کسی نے مسلمانوں کے راستہ میں کنواں کھود دیا یا کوئی بڑا بھاری پتھر رکھ دیا اور اس سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہو گی اور اگر اس (کنویں یا پتھر) سے کوئی جانور تلف ہوا ہے تو اس کا تاوان دار وہی خود ہو گا اگر کسی نے شارع عام میں دروازہ کھول لیا یا پرنالہ لگا لیا اور وہ کسی آدمی پر گرا اور وہ آدمی مر گیا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہے اور کنواں کھودنے والے اور پتھر رکھنے والے پر کفارہ نہیں ہے اگر کسی نے اپنی ملک میں کنواں خریدا اور اس میں کوئی آدمی گر کے مر گیا تو وہ ضامن نہ ہو گا اگر کوئی گھوڑے وغیرہ پر سوار تھا اور اس کی سواری نے کسی کو کچل دیا یا کسی کے لات ماردی یا کاٹ لیا تو وہ سوار اس کا ضامن ہو گا اگر کسی چوپایہ نے راستہ میں لید کر دی یا پیشاب کر دیا اور اس سے کوئی پھسل کر (گر کے) مر گیا تو اس میں ضمان نہ آئے گا اگر کوئی گھوڑے وغیرہ کو ہانکنے لیے جا رہا تھا اور اس کے اگلے یا پچھلے پاؤں سے کوئی آدمی دب کر مر گیا تو لے جانے والا ضامن ہو گا اور اگر کوئی آگے سے پکڑے لے جا رہا تھا تو اس صورت میں اگر کوئی آدمی اس چوپایہ کے اگلے پاؤں سے ہلاک ہو

گیا تو یہ ضامن ہوگا اور اگر پچھلے پاؤں سے ہلاک ہوا ہے تو ضامن نہ ہوگا اگر کوئی شخص اونٹوں کی قطار لیے جارہا تھا اور اونٹ نے کسی کو مار ڈالا تو یہ ضامن ہوگا اور اگر قطار کے پیچھے بھی آدمی ہانکنے والا تھا تو یہ دونوں ضامن ہوں گے اور اگر غلام نے خطا یا کوئی قصور کیا تو اس کے آقا سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کے عوض میں غلام کو دے ڈال اور یا اس نقصان کا تاوان دے اگر اس نے یہ غلام دے دیا تو نقصان کا حق دار اس غلام کا مالک ہو جائے گا اور اگر اس نے اس نقصان کا تاوان دیا ہے تو یہ تاوان اسی نقصان کا ہوگا پس اگر اس غلام نے پھر کوئی نقصان کر دیا تو اس کا حکم بھی مثل پہلے ہی نقصان کے ہے اور اگر کسی غلام نے دو نقصان کیے ہیں تو اس غلام کے آقا سے کہا جائے گا کہ یا تو یہ غلام ان نقصانوں کے وارثوں کو دے دے کہ وہ دونوں اپنے حقوق کے موافق اسے تقسیم کرلیں اور یا تو ان دونوں کے نقصان کا پورا پورا تاوان دے دے اور اگر آقا نے غلام کو آزاد کر دیا اور غلام کے قصور کرنے کی اسے خبر نہ ہوئی تو اس صورت میں اگر غلام کی قیمت کم ہے تو آقا قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اس قصور کی دیت کم ہے تو دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اس کے قصور کی خبر ہونے کے بعد اسے بیچ دیا یا آزاد کر دیا تو اس صورت میں آقا پر دیت ہی واجب ہوگی اگر کسی مدبر یا ام ولد نے کوئی قصور کر دیا تو اس کے آقا پر وہ رقم واجب ہوگی جو اس کی قیمت اور اس کے نقصان کی دیت سے کم ہوگی اور اگر اس نے (یعنی ان دونوں میں سے کسی نے) دوسری جنایت کر دی (یعنی اور قصور کوئی کر دیا) اور آقا اس کی قیمت قاضی کے حکم سے پہلی جنایت والے کو دے چکا ہے تو اب اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے یہ دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کے سر ہو کر جو کچھ وہ لے چکا ہے اس میں شریک ہو جائے اور اگر آقا نے قاضی کے حکم دیے بغیر ہی قیمت دے دی تھی تو اس دوسری جنایت والے کو اختیار ہے چاہے آقا کے سر ہو جائے اور چاہے پہلی جنایت والے کے۔

اگر کسی کے مکان کی دیوار مسلمانوں کے راستہ کی طرف جھک گئی تھی پھر ملک دیوار سے کسی نے کہا کہ اس دیوار کو توڑ ڈال (تاکہ اس کے گرنے سے کوئی مر نہ جائے) اور اس پر اس نے گواہ بھی کرلیا اور اس نے اتنی مدت تک اسے نہ توڑا کہ اس مدت میں بخوبی توڑ سکتا تھا یہاں تک کہ وہ گر پڑی تو اس کے گرنے سے جو آدمی مرے گا جو مال اسباب تلف ہوگا مالک

دیواراس کا ضامن ہوگا اوراس کوتوڑنے کے لیے کہنے والا برابر ہے کہ مسلمان ہو یا ذمی ہو۔ اور اگر دیوار کسی کے مکان کی طرف جھکی ہوتو اس کے توڑنے کے لیے کہنے کا حق اس مالک مکان ہی کو ہے اگر دو سوار ٹکرا کر (گر کے) مر جائیں تو ان میں سے ہرایک کے عاقلہ پر دوسرے کی دیت ہے اگر کسی نے خطا سے کوئی غلام مار دیا تو اس کے ذمہ اس غلام کی قیمت واجب ہوگی اور یہ قیمت دس ہزار سے نہ بڑھائی جائے اگر غلام کی قیمت دس ہزار درہم ہے یا اس سے زیادہ ہے تو اس قاتل پر دس درہم کم دس ہزار کا حکم کر دیا جائے اور لونڈی میں جب اس کی قیمت دیت سے زیادہ ہو تو اس کے عاقلہ پر دس درہم کم پانچ ہزار درہم واجب ہوں گے اور غلام کا ہاتھ توڑنے میں اس کی نصف قیمت ہے یہ قیمت پانچ درہم کم پانچ ہزار سے زیادہ نہ کی جائے اور جس قصور میں جس قدر حر میں دیت واجب ہوتی ہے اس میں اسی کے موافق غلام میں قیمت واجب ہوگی۔ اگر کسی مرد نے حاملہ عورت کے پیٹ پر مارا اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ گر پڑا تو اس (مارنے والے) پر ایک غرہ واجب ہوگا اور غرہ دیت کا بیسواں حصہ ہوتا ہے۔ اور اگر بچہ زندہ گرا تھا پھر مر گیا تو اس میں پوری دیت ہے اور اگر مرا ہوا بچہ گرے پھر عورت بھی مر گئی تو اس مرد کے ذمہ دیت اور غرہ دونوں ہیں۔

فائدہ: یعنی دیت اس عورت کو مارنے کی وجہ سے کیونکہ وہ اسی کی ضرب کے صدمہ سے مری ہے اور غرہ اس بچہ کے تلف کرنے کی وجہ سے۔

ترجمہ: اور اگر پہلے عورت مر گئی اور پھر مرا ہوا بچہ ہوا تو اس صورت میں اس بچہ میں کچھ نہ ہوگا (اور عورت کی پوری دیت واجب ہوگی) اور جو روپیہ ایسے بچہ میں واجب ہو وہ اس بچہ کے وارثوں کا ہے اور لونڈی کے بچہ میں اگر لڑکا ہے اور زندہ ہوا ہے تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر لڑکی ہے تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ بچہ کے گرانے میں کفارہ نہیں ہے شبہ عمد اور خطا میں کفارہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر غلام میسر نہ ہو تو دو مہینے کے لگا تار روزے رکھے اور اس میں کھانا کھلانا کافی نہیں ہوتا۔

باب القسامة

مقتول پر قسم لینے کا بیان

ترجمہ: اگر کسی محلہ میں سے کوئی مقتول ملے جس کا قتل کرنے والا معلوم نہ ہو تو وہاں کے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے۔ ان آدمیوں کو اس مقتول کا وارث پسند کر لے وہ اس طرح قسم کھائیں کہ اللہ کی قسم ہم نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ ہمیں اس کے قتل کرنے والے کا علم ہے جب یہ پچاس آدمی قسم کھالیں تو اہل محلہ پر دیت ادا کرنے کا حکم کر دیا جائے اور خود وارث کو قسم نہ دی جائے اور نہ اس پر جنایت کا حکم کیا جائے اگرچہ وہ خود قسم کھالے اور اگر ان (پچاس آدمیوں) میں سے کوئی (قسم کھانے سے) انکار کرے تو اسے قید کر لیا جائے یہاں تک کہ وہ قسم کھالے اور اگر اہل محلہ پچاس نہ ہوں تو ان سے دوبارہ قسم لیں یہاں تک کہ پوری پچاس قسمیں ہو جائیں۔ قسامت میں لڑکے، دیوانے، عورت اور غلام کو شریک نہ کیا جائے۔ (اور نہ مدبر اور نہ مکاتب کو) اگر (کسی محلہ میں سے) کوئی ایسا مردہ ملے کہ اس کے بدن پر چوٹ وغیرہ کا کوئی نشان نہ ہو تو اس میں نہ قسامت ہے اور نہ دیت ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اس کی ناک یا منہ یا پاخانہ کی جگہ سے خون نکلتا ہو۔

ترجمہ: یعنی تب بھی قسامت اور دیت نہ ہوگی ناک سے خون آنے کی صورت میں تو اس لیے کہ وہ نکسیر ہے گویا وہ نکسیر ہی سے مر گیا ہے اور منہ سے خون آنے میں یہ وجہ ہے کہ وہ سوداوی قے ہے جو کسی قتل کرنے پر دلالت نہیں کرتی اور تیسری جگہ سے خون آنا بھی ایک بیماری ہے۔ (متن)

ترجمہ: پس اگر اس کی آنکھوں سے یا اس کے کانوں سے خون آتا ہو تو وہ مقتول ہے اگر کوئی مقتول کسی جانور پر لدا ہوا ملے کہ اس جانور کو کوئی آدمی لیے جاتا ہو تو دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی نہ کہ اہل محلہ پر اور اگر کسی کے گھر میں ملے تو قسامت اس گھر والے پر ہے اور دیت اس کے عاقلہ پر۔

فائدہ: کیونکہ وہ گھر اس کے قبضہ میں ہے پس مالک گھر کو اہل محلّہ سے ایسی نسبت ہے کہ جیسی اہل محلّہ کو اہل شہر سے اور جب اہل شہر اہل محلّہ کے ساتھ میں قسامت میں نہیں ہوتے تو اسی طرح اہل محلّہ بھی مالک گھر کے ساتھ نہ ہوں گے اور اس اکیلے سے پچاس قسمیں لیں جائیں گی۔

ترجمہ: اور مکان داروں کے ہوتے ہوئے کرایہ دار اور رعایا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قسامت میں داخل نہیں ہوتے۔

فائدہ: یعنی اگر کسی محلّہ میں مکان دار اور کرایہ دار دونوں رہتے ہوں تو وہ قسامت مکان داروں پر ہوگی۔

ترجمہ: اور اگر مقتول کسی زمین میں سے ملے تو اس کی قسامت زمینداروں پر ہوگی نہ کہ اس زمین کے خریدنے والوں پر اگر چہ زمینداروں میں سے ایک ہی آدمی ہو اور مقتول کسی کشتی میں سے ملے تو اس کشتی میں جو سواریاں یا ملاح ہوں گے قسامت سب پر ہوگی اور اگر مقتول محلّہ کی مسجد میں سے ملے تو قسامت اس محلّہ والوں پر ہے (کیونکہ مسجد کا انتظام انہیں کے اختیار میں ہوتا ہے) اور اگر جامع مسجد یا شارع عام میں سے ملے تو اس میں قسامت نہیں ہے اور دیت بیت المال پر واجب ہے اور اگر مقتول جنگل میں سے ملے کہ جس کے قریب آبادی نہیں ہے تو وہ ہدر ہے (یعنی اس میں نہ قسامت ہے اور نہ دیت ہے) اور اگر دو گاؤں کے درمیان میں سے کوئی مقتول ملا تو قسامت اس گاؤں پر ہوگی کہ جو وہاں سے دوسرے کی نسبت زیادہ قریب ہو اور اگر کوئی مقتول دریا میں بہتا ہوا ملے۔ تو اس میں نہ دیت ہے نہ قسامت ہے اور اگر کنارے پر رک گیا ہے تو قسامت اس گاؤں پر ہوگی جو اوروں کی نسبت اس جگہ سے نزدیک ہوگا اور اگر مقتول کا وارث اہل محلّہ میں سے کسی خاص شخص پر دعویٰ کرے (کہ اسی نے قتل کیا ہے) تو اہل محلّہ سے قسامت ساقط نہ ہوگی اور اگر اس نے اہل محلّہ کو چھوڑ کر اور کسی پر دعویٰ کیا تو ان سے قسامت ساقط ہو جائے گی اور جب قسم کھانے والا کہے کہ اس کو (میں نے قتل نہیں بلکہ) فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو اسے اس طرح قسم دی جائے (وہ کہے) کہ خدا کی قسم میں نے قتل نہیں کیا اور نہ فلاں شخص کے سوا مجھے اس کا قاتل معلوم ہے اور اگر اس محلّہ کے دو آدمی

دوسرے محلہ کے کسی آدمی پر گواہی دیں کہ اس نے اس کو قتل کیا ہے تو ان کی گواہی نہ سنی جائے گی۔

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ان کی گواہی سنی جائے گی۔

کتاب المعاقل

عاقلہ پر دیت آنے کا بیان

ترجمہ: دیت (یعنی خوں بہا) شبہ عمد اور خطا میں ہوتی ہے اور جب دیت نفس قتل سے واجب ہو وہ عاقلہ پر (یعنی برادری پر) ہے اگر قاتل کسی دفتر میں ملازم ہے تو اس کے عاقلہ اسی دفتر کے آدمی ہوں گے ان کی تنخواہوں میں سے تین برس کے اندر دیت وصول کر لی جائے اگر تین برس کے زیادہ میں یا کم میں تنخواہوں سے وصول ہو تو اسی حساب سے لی جائے اور اسی حساب سے دی جائے اور اگر قاتل اہل دفتر میں سے نہیں ہے تو اس کے عاقلہ اس کے قبیلہ کے آدمی ہیں ان سے قسط وار تین برس کے اندر دیت وصول کر لی جائے ایک آدمی پر چار درہم سے زیادہ نہ کیا جائے ہر سال ایک درہم اور دو دانق لینے چاہئیں اور چار درہم سے کم ہو سکتے ہیں پس اگر اتنا بڑا قبیلہ نہ ہو کہ چار چار درہم لے کر دیت پوری ہو جائے تو ایک اور ایسے قبیلہ کے لوگوں کو شریک کر لیں جو ان کے بہت ہی قریب کے قرابت دار ہوں اور قاتل بھی عاقلہ میں شمار ہوگا اور دیت ادا کرنے میں مثل ایک عاقلہ کے ہوگا اور آزاد شدہ غلام کے عاقلہ اس کے آقا کے قبیلہ کے لوگ ہیں اور مولیٰ موالاۃ کی طرف سے اس کا مولیٰ (یعنی جس کے ہاتھ پر وہ مسلمان ہوا ہو) اور اس کی برادری کے آدمی دیت دیں۔ دیت بیسویں حصہ سے کم عاقلہ پر واجب نہیں ہوتی۔

فائدہ: یعنی اگر کسی نے کوئی ایسا قصور کیا کہ اس میں پوری دیت کا بیسواں حصہ واجب نہیں ہے تو یہ دیت عاقلہ پر نہ ہوگی۔

: اگر بیسواں حصہ یا اس سے زیادہ ہو تو وہ عاقلہ پر واجب ہوتی ہے اور اگر اس سے کم

ہے تو وہ اس قصور کرنے والے ہی کے ذمہ ہوتی ہے غلام کے قصور کی دیت عاقلہ پر واجب نہیں ہوتی اور جس قصور کا خود قصور کرنے والا اقرار کرے اس کی دیت نہ دی جائے ہاں اگر عاقلہ اس کی تصدیق کرلیں اور نہ وہ دیت دی جائے جو صلح کرنے سے لازم ہو۔ اگر کوئی آزاد غلطی سے کسی غلام کا قصور کردے تو اس کی دیت اس قصور کرنے والے کے عاقلہ پر ہوگی۔

کتاب الحدود

سزاؤں کا بیان

ترجمہ: زنا گواہی اور اقرار سے ثابت ہوتا ہے اور گواہی اس طرح ہو کہ چار آدمی مرد یا عورت پر زنا کی گواہی دیں۔ پھر حاکم ان سے پوچھے کہ زنا کیا ہوتا ہے؟ اور کس طرح ہوتا ہے اور زنا کہاں کیا ہے کس وقت کیا ہے کس سے کیا ہے پس جب چاروں گواہ ان امور کو بیان کر دیں اور یہ کہیں کہ ہم نے اس مرد کو اس عورت کی فرج میں اس طرح صحبت کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے پھر قاضی ان گواہوں کا حال خفیہ اور علانیہ لوگوں سے دریافت کرے (کہ یہ کیسے ہیں) جب ہر طرح سے ان کی عدالت ثابت ہو جائے تب ان کی گواہی کے مطابق حکم کر دیا جائے اور اقرار زنا کا یہ ہوتا ہے کہ عاقل و بالغ آدمی اقرار کرنے والوں کی طرح چار مرتبہ چار مجلسوں میں اپنے اوپر زنا کا اقرار کرے۔ جب وہ اقرار کرے جبھی اس کے اقرار کو قاضی رد کر دے۔ پس جب چار مرتبہ اقرار ہو جائے تب اس سے قاضی زنا کی کیفیت پوچھے کہ زنا کیا ہوتا ہے کس طرح ہوتا ہے کہاں ہوا ہے کس سے ہوا ہے جب وہ ان سب باتوں کو بیان کر دے گا تو اس پر حد واجب ہو جائے گی۔

پتھراؤ یعنی رجم کا طریقہ ❋ پس اگر زانی محصن ہے (محصن کی تفسیر عنقریب متن میں آئے گی) تو اسے سنگسار کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے اسے میدان میں لے جائیں اور سنگسار کرنا گواہوں سے شروع کیا جائے پھر حاکم پھر اور لوگ۔

فائدہ: یعنی جب زنا گواہی سے ثابت ہو تو گواہوں کا امتحان لینے کے لیے پہلا پتھر ان ہی

سے لگوایا جائے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے مارنے سے انہیں لرزہ چڑھ جاتا ہے اور وہ گواہی سے پھر جاتے ہیں۔

ترجمہ: پس اگر گواہ شروع کرنے سے رک گئے تو حد ساقط ہوگئی اور اگر زانی نے خود اقرار کر لیا ہے (اور اس کے اقرار ہی سے زنا کا ثبوت ہوا ہے) تو پہلا پتھر حاکم مارے پھر اور لوگ۔ اور زانی کو (سنگسار ہو کر مر جانے کے بعد) غسل اور کفن دیا جائے اور اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے۔

کوڑے مارنے کا طریقہ ❊ اور اگر محصن نہیں ہے اور آزاد ہے تو اس کی حد سو کوڑے ہیں حاکم اس کے ایسے کوڑے مارنے کا حکم دے کہ جس میں گرہ نہ ہو اور ضرب متوسط درجہ کی ہو (یعنی نہ بہت زور سے نہ بہت آہستہ سے) اور اس کے کپڑے اتار لیے جائیں اور تمام بدن پر ماریں سوائے سر اور منہ اور شرمگاہ کے (کہ ان تینوں عضووں کو بچائیں) اور اگر زانی غلام ہے تو اس کے اسی طرح پچاس کوڑے لگائے جائیں۔

متفرق مسائل ❊ اگر (زنا کا) اقرار کرنے والا اپنے اوپر حد قائم ہونے سے پہلے یا درمیان میں اپنے اقرار سے پھر جائے تو یہ اس کا پھرنا قبول کر لیا جائے اور چھوڑ دیا جائے حاکم کے لیے مستحب ہے کہ (زنا کا) اقرار کرنے والے کو اقرار سے پھرنے کی تلقین کرے اور اس سے کہے کہ شاید تو نے اسے چھو لیا ہوگا یا پیار لے لیا ہوگا اور اس میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں (یعنی حد میں اور اقرار سے پھرنے کے قبول ہونے میں) مگر یہ کہ عورت کے کپڑے نہ نکالے جائیں ہاں اگر وہ پوستین یا کوئی روئی دار کپڑا پہنے ہوئے ہو (تو اس کو اتار لیا جائے) اگر عورت کو سنگسار کرنے میں اس کے لیے ایک گڑھا کھود لیا جائے تو جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ نبی ﷺ نے غامدیہ کے لیے چھاتی تک گڑھا کھدوایا تھا عورت کے لیے گھڑا کھودنا احسن ہے کیونکہ اس میں عورت کے لیے پردہ زیادہ ہے یہ گڑھا سینہ تک گہرا کھودا جائے اور مرد کے لیے نہ کھودا جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ماعزؓ کے لیے گڑھا نہیں کھدوایا تھا۔ (جوہرۂ نیرہ)

: اور آقا اپنے غلام یا لونڈی پر حاکم کے حکم کے بغیر حد قائم نہ کرے اور اگر حکم ہونے

کے بعد اور سنگسار ہونے سے پہلے ایک گواہ پھر جائے تو ان چاروں گواہوں کے حد قذف (یعنی تہمت کی حد) لگائی جائے اور جس پر انہوں نے (زنا کی) گواہی دی تھی اس سے سنگساری کا حکم ساقط ہو جائے گا اور اگر سنگسار ہونے کے بعد کوئی گواہ پھرا تو حد (قذف) اس اکیلے پھرنے والے کے ہی لگائی جائے۔ اور یہ چوتھائی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر (زنا کے) گواہوں کی تعداد چار سے کم ہو (یعنی ایک ہوں یا دو ہوں یا تین ہوں) تو ان سب کے حد (قذف) لگائی جائے۔ اور زانی کا محصن ہونا یہ ہے کہ وہ آزاد ہو۔ بالغ ہو' عاقل ہو' مسلمان ہو۔ کسی عورت سے نکاح صحیح کر کے اس سے صحبت کر چکا ہو اور دخول کے وقت مرد وعورت دونوں میں صفت احصان ہو (اور یہ سات شرطیں ہوئیں) اور محصن میں کوڑے مارنے اور سنگسار کرنے کو جمع نہ کیا جائے (یعنی اسے دونوں سزائیں نہ دی جائیں) اور نہ کنوارے میں کوڑے مارنے اور جلاوطن کرنے کو جمع کیا جائے۔ ہاں اگر حاکم اس کے کرنے میں کوئی مصلحت دیکھے تو (جائز ہے کہ) وہ بقدر مناسب اس کو جلاوطن رکھے۔ اگر بیمار نے زنا کیا تو اس کی سزا سنگساری ہے تو اسے سنگسار کر دیا جائے اور اگر اس کی سزا کوڑے ہیں تو جب تک وہ اچھا نہ ہو جائے اس کے کوڑے نہ لگائے جائیں (کیونکہ مرنے کا اندیشہ ہے اور اس میں مار دینے کا حکم نہیں ہے)

اگر کوئی حاملہ عورت زنا کرا لے تو جب تک وہ اپنے حمل کو نہ جن لے اس پر حد قائم نہ کریں اور اگر اس کی حد کوڑے ہیں تو جب تک وہ نفاس سے پاک نہ ہو جائے حد نہ لگائیں اگر زنا کے گواہوں نے زنا پرانا ہونے کے بعد گواہی دی اور ان کا حاکم سے دور ہونا انہیں اس کی گواہی دینے سے مانع نہ ہو (کیونکہ وہ اسی شہر میں موجود تھے) تو ان کی گواہی نہ سنی جائے۔

فائدہ: زنا پرانا ہونے کی حد مہینہ ہے اس سے کم میں پرانا نہیں ہوتا اور حد قذف اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس میں حقوق العباد ہے اور حقوق العباد میں پرانا ہونا کچھ مانع نہیں ہوتا اور اسی لیے اس کا اقرار کرنے کے بعد اس سے انکار نہیں ہو سکتا یعنی کوئی پھر نہیں سکتا۔ (رمز الحقائق وغیرہ)

: مگر خاص حد قذف میں اگر کسی نے غیر عورت سے فرج کے سوا اور کہیں وطی کر لی تو

اسے تعزیر کی جائے۔

فائدہ: تعزیر سے یہ مراد ہے کہ حاکم جواس کی سزا مناسب سمجھے حکم کردے کیونکہ اس نے برا فعل کیا ہے۔

ترجمہ: جو شخص اپنے بیٹے یا اپنے پوتے کی لونڈی سے وطی کر لے اس پر حد نہ لگائی جائے اگرچہ وہ خود ہی یہ کہے کہ میں یہ بات جانتا تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے اگر کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں یا اپنی بیوی کی لونڈی سے وطی کر لے یا غلام اپنے آقا کی لونڈی سے وطی کر لے اور کہے میں جانتا ہوں کہ یہ مجھ حرام ہے تو اس کے حد لگائی جائے اور اگر کہے کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ میرے لیے حلال ہے تو اس کے حد نہ لگائی جائے اگر کوئی اپنے بھائی یا چچا کی لونڈی سے وطی کر لے اور یہ کہے کہ میں نے یہ اپنے اوپر حلال سمجھی تھی تو اس کے حد لگائی جائے اگر شب زفاف میں مرد کے پاس غیر عورت کو بھیج دیا جائے اور عورتیں اس سے کہہ دیں کہ تیری بیوی یہی ہے اور وہ اس سے صحبت کر لے تو اس مرد پر حد نہ ہوگی اور مہر واجب ہوگا اگر کسی نے اپنے بستر پر ایک عورت کو دیکھا اور اس سے صحبت کر لی (اور یہ نہ دیکھا کہ یہ میری بیوی نہیں ہے) تو پھر حد واجب ہے اور اگر کسی نے ایسی عورت سے نکاح کر لیا کہ اس سے نکاح کرنا اس کو جائز نہ تھا اور پھر اس سے صحبت بھی کر لی۔ تو اس پر حد واجب نہ ہوگی اگر کسی نے کسی عورت سے مکروہ جگہ (یعنی دبر میں) وطی کر لی یا قوم لوط کا عمل کیا۔ تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں ہے اسے تعزیر کی جائے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ فعل بھی مثل زنا کے ہے لہٰذا اس کے کرنے والے کے حد لگائی جائے اگر کوئی چوپایہ سے جماع کرے تو اس پر حد نہیں ہے اگر کوئی شخص دارالحرب میں یا باغیوں کی حکومت میں زنا کر کے پھر ہماری حکومت (دارالاسلام میں) چلا آئے تو اس پر حد قائم نہیں ہوگی۔

باب حد الشرب

شراب نوشی کی سزا کا بیان

ترجمہ: اگر کسی نے شراب پی اور (اس کے منہ سے) اس کی بو آنے کی حالت میں وہ پکڑا گیا پھر گواہوں نے اس پر اس کی گواہی دی یا بو آنے کی حالت میں اس نے خود ہی اقرار کیا تو اس پر حد لگانی واجب ہے اور اگر بو جاتے رہنے کے بعد اس نے اقرار کیا ہے تو حد نہ لگائی جائے۔

فائدہ: یہ حکم امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اس کے حد لگائی جائے اور یہی حکم اس وقت ہے کہ جب بو جاتے رہنے کے بعد گواہ گواہی دیں۔ (ہدایہ جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اگر کسی کو نبیذ (یعنی انگور وغیرہ کا شربت پینے) سے نشہ ہو جائے تو اس کے حد لگائی جائے۔

فائدہ: نشہ ہونے کی قید اس لیے ہے کہ اگر اس کے پینے سے نشہ نہ ہو تو حد واجب نہیں ہوتی بخلاف شراب کے کہ اس میں نشہ ہونے کی قید نہیں ہے بلکہ تھوڑی سی شراب پینے سے بھی حد واجب ہو جاتی ہے اس کا تھوڑا اور بہت پینا دونوں برابر ہیں۔ (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اگر کسی کے منہ سے شراب کی بو آتی ہو یا کوئی شراب کی قے کر دے تو اس پر حد واجب نہیں ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ فقط بو آنے سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اس نے اپنے اختیار سے پی ہے احتمال ہے کہ شاید کسی نے زبردستی پلا دی ہو یا پانی نہ ہونے کی وجہ سے اضطرار کی حالت میں پی لی ہو اور شک ہونے کی حالت میں حد نہیں لگتی۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور نشہ والے کے حد نہ لگائی جائے جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اسے نبیذ سے نشہ ہوا ہے اور نبیذ اس نے اپنی خوشی سے پی تھی اور جب تک اس کا نشہ نہ اتر جائے حد نہ لگائی

جائے شراب اور نشہ کی حد آزاد کے لیے اسی کوڑے ہیں اس کے بدن پر متفرق اعضاء پر مارے جائیں جیسا کہ زنا (کی حد) میں ہم بیان کر چکے ہیں اور اگر غلام ہے (یعنی اگر غلام نے شراب پی لی ہے) تو اس کی حد چالیس کوڑے ہیں اور اگر کوئی شراب اور نشہ پینے کا اقرار کر کے پھر گیا (یعنی پھر انکار کر دیا) تو اس کے حد نہ لگائی جائے اور شراب پینے کا ثبوت دو گواہوں کی گواہی یا خود اس کے ایک دفعہ اقرار کرنے سے ہوتا ہے اور اس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی نہیں سنی جاتی۔

باب حد القذف

حد قذف (یعنی تہمت لگانے) کی سزا کا بیان

ترجمہ: اگر کسی نے محصن مرد یا محصنہ عورت پر صریح زنا کی تہمت لگائی اور مقذوف (یعنی جسے تہمت لگائی ہے قاذف پر) حد لگنے کا خواہاں ہو تو حاکم تہمت لگانے والے کے اسی کوڑے لگوادے اگر وہ آزاد ہو۔ یہ کوڑے اس کے متفرق اعضا پر لگائے جائیں اور اس کے کپڑے نہ اتارے جائیں۔ ہاں اگر کوئی پوستین یا کوئی روئی دار کپڑا پہنے ہو تو اس کو اتار لیا جائے اور اگر غلام ہے تو اس کے چالیس کوڑے لگوائے جائیں اور یہاں محصن ہونا یہ ہے کہ جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ آزاد بالغ عاقل مسلمان زنا کے کرنے سے پاک ہو اگر کسی نے کسی کے نسب کی نفی کر دی (یعنی کسی سے) یہ کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے یا یوں کہا کہ او زانیہ کے بیٹے اور اس کی ماں محصنہ مر چکی ہے پھر اس لڑکے نے (یعنی جس کو یہ کہا تھا) اپنی ماں پر تہمت لگنے کی حد کی درخواست دی تو اس تہمت لگانے والے کے حد لگائی جائے اور مردہ کی طرف سے تہمت کی حد کی درخواست وہی کر سکتا ہے کہ جس کے نسب میں اس تہمت سے فرق پڑتا ہو اگر مقذوف محصن ہے تو اس کے کافر بیٹے اور غلام کو حد کا مطالبہ کرنا جائز ہے اور غلام کو اپنے آقا سے اپنی آزاد ماں پر تہمت لگانے سے حد کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنے غلام کو یوں کہہ کے پکارا او زانیہ کے بیٹے

اور اس غلام کی ماں آزاد اور محصنہ تھی تو غلام کو یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے آقا پر اس تہمت کی حد لگوادے۔

ترجمہ: اگر کوئی تہمت کا اقرار کر کے (یعنی تہمت لگا کے) پھر اس سے منکر ہو جائے تو اس کا یہ منکر ہونا تسلیم نہ کیا جائے اگر کوئی عربی کو کہے کہ او قبطی تو (اس کہنے سے) اس پر حد نہ آئے گی اور اگر کوئی کسی سے کہے کہ او آسمانی پانی کے بچے تو یہ تہمت نہ ہو گی اور جب کسی نے کسی کو اس کے چچا یا ماموں یا اس کی ماں کے شوہر کی طرف منسوب کیا تو یہ تہمت نہیں ہے اگر کسی نے دوسرے کی ملک میں حرام طور پر وطی کر لی تو اس پر تہمت لگانے والے کی حد نہ لگائی جائے (کیونکہ اس حرام وطی کرنے سے محصن نہیں رہا) اور جو عورت کسی بچہ کی وجہ سے لعان کر چکی تو اس پر تہمت لگانے والے کے حد نہ لگائی جائے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عورت میں زنا کی علامت موجود ہے اور وہ بلا باپ کے اس بچہ کا ہونا ہے اس لیے یہ عورت پاک دامن نہ رہی۔

ترجمہ: اور اگر اس عورت سے بغیر بچہ کے لعان ہوا تھا تو اس پر تہمت لگانے والے کی حد لگائی جائے (کیونکہ زنا کی کوئی علامت نہیں ہے) اگر کوئی شخص کسی لونڈی یا غلام یا کافر پر زنا کی تہمت لگائے یا کسی مسلمان پر زنا کے سوا اور کسی امر کی تہمت لگائے (مثلاً) یوں کہے کہ او فاسق' او کافر' او خبیث تو اسے تعزیر کی جائے (تعزیر کی تفسیر آگے آتی ہے) اور اگر کوئی کہے کہ او گدھے' او سور تو اسے تعزیر نہ کی جائے تعزیر زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑوں تک ہے اور کم سے کم اس کے تین کوڑے ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ تعزیر پچھتر کوڑوں تک ہے اگر حاکم تعزیر میں مصلحت دیکھ کر کوڑوں کے علاوہ کچھ قید بھی کر دے تو جائز ہے اور سب سے شدید ضرب تعزیر میں لگائیں پھر حد زنا میں پھر حد شراب میں پھر حد قذف میں اگر حاکم نے کسی کے حد لگائی یا تعزیر کی اور وہ مر گیا تو اس کا خون معاف ہے اگر مسلمان کے حد قذف لگ گئی تو آئندہ اس کی گواہی نہ سنی جائے گی (یعنی وہ گواہی دینے کے قابل نہیں رہتا) اگرچہ وہ توبہ کر لے اگر کسی کافر کے حد قذف لگ گئی تھی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی سنی جائے گی۔

كتاب السرقة و قطاع الطريق

20

چوروں اور ڈاکوؤں کا بیان

ترجمہ: جب کوئی عاقل بالغ کسی محفوظ جگہ سے دس درہم چرائے خواہ وہ سکہ دار ہوں یا بے سکہ ہوں یا دس درہم کی کوئی چیز ہو تو اس پر قطع (یعنی اس کا ہاتھ کاٹنا) واجب ہے اس میں غلام اور آزاد دونوں برابر ہیں (اور اسی طرح مرد و عورت بھی) اور چور کے ایک دفعہ اقرار کرنے یا دو گواہوں کی گواہی دینے سے قطع واجب ہو جاتا ہے اور اگر ایک چوری میں بہت سے شریک ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے حصہ میں دس دس درہم آ جائیں تو ان سب کے ہاتھ کاٹنے چاہئیں اور اگر اس سے کم آتے ہوں تو ان کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں اور نہ ان چیزوں میں کاٹے جائیں جو معمولی ہوں دارالاسلام میں مباح ہوں جیسے سوختہ گھاس، نرسل مچھلی (پرند شکار) اور نہ ان چیزوں میں جو جلدی خراب ہو جاتی ہوں جیسے ترمیوے، دودھ، گوشت خربوزے اور درخت پر لگے ہوئے میوے اور وہ کھیتی جو ابھی (پختہ ہو کے) کٹی نہ ہو۔ اور نہ پینے کی ان چیزوں (کے چرانے) میں جو مستی اور نشہ لانے والی ہوں اور نہ طنبور (کی چوری) میں اور نہ قرآن شریف کے چرانے میں اگرچہ اس پر سونے کا کام ہوا ہو۔

فائدہ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قرآن شریف کے چرانے میں ہاتھ ضرور کاٹا جائے برابر ہے کہ اس پر سونے کا کام ہو یا نہ ہو اور انہیں سے یہ بھی روایت ہے کہ اگر وہ کام دس درہم سے زیادہ کا ہو تو کاٹا جائے ورنہ نہیں کیونکہ وہ کام قرآن شریف میں داخل نہیں ہے لہٰذا اس کا علیحدہ اعتبار کیا جائے گا اور ظاہر روایت یعنی ہاتھ نہ کٹنے کی دلیل یہ ہے کہ اس کا چرانے والا یہ تاویل کر سکتا ہے کہ میں پڑھنے اور دیکھنے کے لیے لیتا ہوں دوسری دلیل یہ کہ اس میں باعتبار حرفوں کے کوئی مالیت نہیں ہے اور حفاظت اس کی اسی وجہ سے کی جاتی ہے نہ کہ جلد اور اوراق اور اس کام کی وجہ سے کیونکہ یہ تو توابع میں سے ہے اور توابع کا اعتبار نہیں ہوا کرتا۔ (جوہرۂ نیرہ، ہدایہ)

ترجمہ: اور نہ چاندی سونے کی صلیب (چرانے) میں (کیونکہ یہ دونوں چیزیں کھیل کی ہوتی ہیں) اور نہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے جو چھوٹے سے آزاد بچے کو چرالے اگرچہ وہ بچہ زیور پہنے ہوئے ہو اور نہ بڑے غلام کے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے (کیونکہ یہ چوری نہیں ہے بلکہ غصب ہے یا دھوکہ ہے) اور نابالغ غلام کے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے۔ اور سوائے حساب کے رجسٹر کے کسی رجسٹر کے چرانے میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور نہ کتے' چیتے' دائرے ڈھول' سارنگی کے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے۔

ساج آبنوس صندل (کے چرانے) میں ہاتھ کاٹا جائے اور جب بانس کے برتن بنالیے جائیں یا چوکھٹیں بنالی جائیں تو ان (کے چرانے) میں ہاتھ کاٹا جائے اور خیانت کرنے والے مرد یا خیانت کرنے والی عورت اور کفن چور اور لیٹرے اور اچکے کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں اگر کوئی بیت المال سے کچھ چرالے یا چور کے ایسے مال میں سے چرالے جو مشترکہ ہو تو اس پر بھی قطع نہیں ہے۔

فائدہ: بیت المال سے چرانے میں قطع نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ مال سب مسلمانوں کا ہے اور یہ چور بھی ان میں داخل ہے لیکن یہ حکم اسی صورت میں ہے کہ چور مسلمان ہو اور چور کے مال میں قطع نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بعض مال میں اس کی ملک ثابت ہونے میں شبہ ہے اور حد شبہ سے جاتی رہتی ہے۔

ترجمہ: اگر کوئی اپنے والدین یا اپنے بیٹے یا اپنے ذی رحم محرم کا مال چرالے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اسی طرح اگر شوہر اپنی بیوی کا بیوی اپنے شوہر کا یا غلام یا لونڈی اپنے آقا مرد کا یا اپنی آقا عورت کا یا اپنی آقا کے شوہر کا یا آقا اپنے مکاتب کا کچھ چرالے تو اس کا ہاتھ بھی نہ کاٹا جائے اور اسی طرح اس چور کا جو غنیمت (کے مال) میں سے چرالے اور محفوظ ہونا دو قسم پر ہے ایک یہ کہ وہ جگہ ہی حفاظت کی ہو مثلاً کوٹھریاں اور دالان۔ دوسرے یہ کہ محافظ سے حفاظت کرائی جائے پس جو شخص ایسے مکان میں سے چرالے یا اسباب وغیرہ مکان میں نہ تھا بلکہ اس کا مالک وغیرہ اس کے پاس بیٹھا اس کی حفاظت کر رہا تھا اور پھر کسی نے چرالیا تو ایسے چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے اور جو شخص حمام میں سے یا ایسے مکان میں سے کوئی چیز چرالے جس میں

لوگوں کو جانے کی اجازت ہوتو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اگر کسی نے مسجد میں سے کچھ اسباب چرا لیا اور اس اسباب کا مالک وہیں تھا تو اس چور کا ہاتھ کاٹا جائے (کیونکہ محافظ موجود ہونے کی وجہ سے وہ اسباب محفوظ ہے) اگر کوئی مہمان اپنے میزبان کی کوئی چیز چرالے تو اس مہمان کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اگر کوئی چور مکان میں نقب لگا کے اندر چلا گیا اور وہاں سے مال لے کر دوسرے چور کو دے دیا جو اس مکان سے باہر تھا (اور خود لے کر نہیں نکلا) تو ان دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں اور اگر اس نے وہاں سے مال نکال کے راستہ میں ڈال دیا اور پھر نکل کے خود ہی اٹھالیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور اسی طرح اس چور کا بھی ہاتھ کاٹا جائے جو مال کو گدھے پر لاد کے خود ہی اسے باہر ہانک لائے اور اگر کسی مکان میں بہت سے چور گھس گئے اور وہاں سے مال (سب نے لیا نہیں بلکہ) بعض نے لیا تو اس صورت میں ان سب کے ہاتھ کاٹے جائیں۔

فائدہ: یہ استحسان ہے اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ ہاتھ اسی کا کٹے کہ جس نے مال لیا ہے امام زفر رحمہ اللہ کا قول یہی ہے کیونکہ مال اسی نے نکالا ہے لہٰذا چوری اسی کے حق میں ثابت ہوئی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ چور چونکہ آپس میں ایک دوسرے کے معاون ہیں لہٰذا درحقیقت نکالنے میں یہ سب شامل ہیں جیسا کہ رہزنوں کا حکم ہے کہ اگر بہت سے رہزنوں کا حکم ہے کہ اگر بہت سے رہزنوں میں سے ایک آدمی خون وغیرہ کر کے مال چھین لے تو حد ان سب پر لگائی واجب ہوتی ہے دوسرے یہ کہ چوروں میں یہ بات ٹھہری ہوئی ہوتی ہے کہ ان میں سے ایک مال نکالتا ہے اور باقی کھڑے اس کی حفاظت کیا کرتے ہیں تا کہ مکاندار وغیرہ آ کر اسے پکڑ نہ لیں اس لیے یہ سب ایک ہی حکم میں ہیں۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اگر کسی چور نے مکان میں نقب لگائی اور اس میں سے ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکال لی تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اگر کسی نے صراف کے صندوقچے یا کسی کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ روپیہ نکال لیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے (چوری کرنے پر) چور کا داہنا ہاتھ پہنچے سے کاٹ کے اسے داغ دے دیا جائے (تا کہ خون بند ہو جائے) اور اگر وہ دوبارہ چوری کرے تو بایاں پیر کاٹ دیا جائے پھر اگر تیسری مرتبہ بھی کرے تو اب اور عضو نہ کاٹیں بلکہ اسے قید میں ڈال دیں

یہاں تک کہ وہ (چوری کرنے سے) توبہ کرلے۔ اور اگر چور کا بایاں ہاتھ شل ہوا ہے یا کٹا ہوا ہے یا داہنا پیر کٹا ہوا ہے تو اس کا اور ہاتھ پیر نہ کاٹا جائے اور چور کا اس وقت تک ہاتھ نہ کاٹا جائے کہ جس کا مال چرایا ہے وہ خود آ کر چوری کا دعویٰ نہ کرے پس اگر اس نے وہ مال اس چور کو ہبہ کر دیا یا اس کے ہاتھ بیچ دیا یا اس مال کی قیمت (چوری کے) نصاب سے کم ہوگئی تو اب اس چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اور اگر کسی نے ایک چیز چرالی اور اس کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور وہ چیز اس سے لے لی پھر اس نے وہی چیز دوبارہ چرالی اور وہ چیز اسی طرح موجود ہے تو اب اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اگر وہ چیز اس حال سے بدل گئی ہے تو ہاتھ کاٹنا چاہیے مثلاً کسی نے سوت چرایا اور اس کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور وہ سوت واپس لے کر اس کا کپڑا بنوا لیا اس چور نے اسے پھر چرایا تو اب اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور جب چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور اس کے پاس وہ چیز موجود ہے تو اس سے لے کر مالک کو دے دی جائے اور اگر تلف ہوگئی ہے تو اس سے تاوان نہ لیا جائے اور جب کسی چور نے یہ دعویٰ کیا کہ اس چوری کی چیز کا میں ہی مالک ہوں تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اگرچہ اس نے گواہ نہ پیش کیے ہوں اور اگر بہت سے آدمی راستہ روکنے والے نکلے یا ایک ہی آدمی ایسا نکلا کہ وہ اکیلا راستہ روک سکتا تھا اور انہوں نے رہزنی کا قصد کر لیا پھر وہ کسی کا مال چھیننے یا کوئی خون کرنے سے پہلے ہی سب کے سب پکڑے گئے تو حاکم انہیں قید کر دے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں اور اگر انہوں نے کسی مسلمان یا ذمی کا مال چھین لیا ہے اور وہ مال اتنا ہے کہ اگر اسے ان سب پر تقسیم کر دیں تو ان میں سے ہر ایک کے حصہ میں دس دس درہم یا اس سے زیادہ آ سکتا ہے یا ایسی چیز آ سکتی ہے جو قیمت میں دس درہم کی ہے تو حاکم ان سب کے ہاتھ پیر خلاف سے کاٹ دے (یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پیر) اور اگر انہوں نے کوئی خون کر دیا ہے اور مال نہیں چھینا ہے تو حاکم سیاستاً ان سب کو قتل کرا دے اگر اس مقتول کے وارث انہیں اپنا خون معاف کریں تو ان کے معاف کرنے کی طرف التفات نہ کیا جائے۔

فائدہ: ان کے معاف کرنے کی طرف التفات نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حق اللہ ہے اور اللہ کے حقوق اور حدود معاف کرنا جائز نہیں ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر انہوں نے خون بھی کر دیا ہے اور مال بھی لوٹا ہے تو حاکم وقت کو اختیار ہے کہ چاہے ان کے ہاتھ پیر خلاف سے کاٹ کے انہیں قتل کر دے یا سولی دے دے یا فقط قتل ہی کر دے یا قتل کرنے کے بعد سولی دے دے یا زندوں کو سولی دے دے۔ اور نیزے سے ان کے پیٹ چیرے یہاں تک کہ وہ مر جائیں اور تین روز سے زیادہ سولی پر نہ رکھے (کیونکہ تین روز گذرنے کے بعد لوگوں کو ان کی بدبو سے تکلیف ہوگی) اور اگر ان میں کوئی نابالغ لڑکا یا دیوانہ ہے یا جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ پیر کٹتے ہیں اس کا ذی رحم محرم ہے تو اس صورت میں ان سب سے حد ساقط ہو جائے گی اور قتل کرنا وارثوں کے اختیار میں ہوگا وہ چاہے قتل کریں اور چاہے معاف کر دیں اور اگر خون ان میں سے ایک ہی آدمی نے کیا تھا تو تب بھی قتل ان سب پر جاری ہوگا۔

کتاب الاشربة

پینے کی چیزوں کا بیان

ترجمہ: حرام شرابیں چار قسم پر ہیں ایک خمر اور یہ انگور کے شیرہ کا نام ہے کہ جب وہ (رکھا ہی رکھا) خوب جوش مارنے لگے اس میں تیزی آ کر جھاگ اٹھ آئیں۔

دوسری شراب عصیر ہے کہ جب وہ اس قدر پکائی جائے کہ اس میں سے دو حصے جل جائیں (اور ایک حصہ رہ جائے)

تیسری شراب نقیع تمر اور چوتھی نقیع زبیب ہے کہ جب وہ خوب جوش مارنے لگیں اور ان میں تیزی آ جائے اور تمر اور زبیب کے نبیذ (یعنی شربت) کو اگر تھوڑا سا پکایا جائے تو وہ حلال ہے اگرچہ اس میں تیزی آ جائے لیکن اسی وقت اس میں سے اتنا پئے جس میں غالب گمان یہ ہو کہ اس سے نشہ نہ ہو اور نہ لہو ولعب اور شادمانی کی غرض سے پئے اور خلیطین میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ: خلیطین اس کو کہتے ہیں کہ چھوہارے اور منقی کو ملا کر پانی میں تھوڑا سا جوش دیں اور پھر

چھوڑ دیں یہاں تک کہ اس میں تیزی آ جائے غایۃ البیان میں اسی طرح ہے اور بعض فقہاء نے اس میں یہ تفصیل بھی کی ہے کہ اگر نشہ آور نہ ہو تو جائز ہے اور اگر نشہ لائے تو جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: شہد، انجیر، گیہوں، جو، جوار کا نبیذ حلال ہے اگر چہ جوش نہ دیا ہو۔ انگور کے شیرہ کو جب اتنا پکایا جائے کہ اس میں سے دو حصہ جل جائے (اور ایک حصہ رہ جائے) تو وہ حلال ہے اگر چہ اس میں تیزی آ جائے۔ کدو کی تو بنی اور سبز روغن والی ٹھلیا اور رال کی روغن والی ٹھلیا اور کھدی ہوئی لکڑی کے اندر نبیذ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب شراب سرکہ ہو جائے تو اس کا پینا کھانا جائز ہے برابر ہے کہ وہ خود ہی سرکہ ہو گئی ہو یا کسی چیز کے ڈالنے سے ہو گئی ہو اور شراب کا سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔ (امام شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے)

کتاب الصید والذبائح

شکار اور ذبیحوں کا بیان

ترجمہ: سکھائے ہوئے کتے اور چیتے اور باز سے شکار کرنا جائز ہے اور ان کے سوا اور سکھائے ہوئے پرند جانوروں سے بھی (جیسے شاہین، شکرا، باشق) اور کتے کے سکھائے ہوئے ہو جانے کی یہ علامت ہے کہ وہ تین دفعہ شکار پکڑے اور خود نہ کھائے اور باز کا سکھایا ہوا ہونا یہ ہے کہ بلاتے ہی آ جائے (اس میں اس کے خود کھانے کی قید نہیں ہے) پس اگر کسی نے اپنا سکھایا ہوا کتا یا باز یا شکرا شکار پر چھوڑا اور چھوڑتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ لیا اور اس نے شکار کو پکڑ کر زخمی کر دیا جس سے وہ شکار مر گیا تو اس شکار کا کھانا حلال ہے اور اگر کتے یا چیتے نے اس میں سے کچھ کھا لیا (اور وہ مر گیا) تو اس شکار کو کھانا نہ چاہیے اور اگر باز وغیرہ نے کھا لیا تو اس کا کھانا جائز ہے۔

فائدہ: پہلے شکار کا کھانا ناجائز ہونے کی وجہ یہی ہے کہ جب کتے اور چیتے نے اس میں سے کھا لیا تو معلوم ہوا کہ یہ سکھایا ہوا نہیں ہے لہٰذا ان کا مارا ہوا جائز نہیں ہے اور باز یا شکرے

وغیرہ کے سکھائے ہوئے ہونے میں چونکہ یہ شرط نہیں ہے لہٰذا ان کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر ان کے کھانے سے شکار مرجائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔

ترجمہ: اگر کتے وغیرہ کو (شکار پر) چھوڑنے والا شکار کو زندہ پائے تو اس شکار کا ذبح کر لینا اس پر واجب ہے اگر اس نے ذبح نہ کیا یہاں تک کہ وہ مرگیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے (کیونکہ ظاہر روایت کے مطابق زخمی کرنا شرط ہے) اگر سکھائے ہوئے کتے کے ساتھ کوئی نہ سکھایا ہوا کتا یا کسی مجوسی کا کتا یا ایسا کتا شامل ہوجائے جس کے چھوڑتے وقت (قصداً) بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو تو اس کا شکار کھانا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے شکار کے تیر مارا۔ اور مارتے وقت بسم اللہ پڑھ لی تو اگر وہ شکار اس تیر سے زخمی ہو کو مرجائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شکار تیر ہی کے لگنے اور زخمی ہونے سے ذبح کے حکم میں ہو جائے گا۔ کیونکہ تیر بھی ذبح کرنے کا ایک آلہ ہے اسی لیے تیر مارتے وقت بسم اللہ پڑھ لینا شرط ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر اسے زندہ پالیا تو ذبح کرے اور اگر ذبح نہ کیا (یہاں تک کہ وہ مرگیا) تو اس کو کھانا جائز نہیں ہے اور جب تیر شکار کے جالگا اور وہ زخمی ہو کر شکاری کی نظروں سے غائب ہو گیا لیکن یہ برابر ڈھونڈتا پھرتا رہا یہاں تک کہ پھر وہ مرا ہوا ملا تو اس کا کھانا جائز ہے۔ اور اگر یہ تلاش کرنے سے بیٹھ رہا تھا اور پھر وہ مرا ہوا مل گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی شکار کے تیر مارا اور وہ (تیر کھا کے) پانی میں گرگیا (اور مرگیا) تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے (کیونکہ احتمال ہے کہ شاید پانی میں ڈوب کے مرگیا ہو تیر کے زخم سے نہ مرا ہو) اور اگر پہلے زمین پر زندہ گر کے مرگیا ہے تو کھانا جائز ہے اگر کسی نے بے بھال کا تیر لاٹھی کی طرح کسی شکار کے مارا اور وہ مرگیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور اگر اس سے زخمی ہو (کے مر) گیا ہے تو کھانا جائز ہے اور غلیل مارنے سے جب کوئی جانور مرجائے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اگر کسی نے شکار کے تیر مارا جس سے اس کا کوئی عضو ٹوٹ گیا تو وہ شکار کھانا جائز ہے اور عضو کھانا جائز نہیں ہے اور اگر اس کے تین ٹکڑے ہو گئے ہیں اور زیادہ حصہ دم کی طرف ہے تو سارے کو کھانا جائز ہے اور اگر زیادہ حصہ سر کی طرف ہے تو اس زیادہ حصہ کو کھانا جائز ہے (اور کم کو کھانا جائز نہیں ہے)

اور آتش پرست اور مرتد اور بت پرست کا (ذبح کیا ہوا) شکار کھانا جائز نہیں ہے (کیونکہ ان کا ذبح کیا ہوا ذبح میں نہیں شمار ہوتا)۔

اگر کسی شکاری نے شکار کے تیر مارا اور تیر لگ گیا مگر کاری نہیں لگا پھر دوسرے نے تیر مارا اور اس سے وہ شکار مر گیا تو یہ شکار دوسرے شکاری کا ہے اور اسے کھانا جائز ہے اور اگر پہلے شکاری کا تیر کاری لگ گیا تھا اور پھر دوسرے نے مارا جس سے وہ بالکل ہی مر گیا تو یہ شکار پہلے شکاری کا ہے اور اسے کھانا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب پہلے شکاری کا تیر اسے کاری لگ گیا تھا تو وہ اپنے اختیار سے اس کے ذبح کرنے پر قادر تھا کیونکہ کاری لگنے سے یہی مراد ہے کہ وہ جانور اڑ نہ سکے اس لیے اس کا ذبح کرنا اس پر واجب تھا اور جب اس نے اس کو ذبح نہ کیا تو دوسرے شکاری نے اسے ویسے ہی مار ڈالا اس لیے یہ مردار ہو گیا رمز الحقائق میں اسی طرح ہے اور جوہرہ میں لکھا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب پہلے شکاری کا تیر ایسے لگا ہو کہ وہ شکار اس کے لگنے سے زندہ رہ سکتا ہو کیونکہ اس وقت اس شکار کا مرنا اس دوسرے شکاری کی طرف منسوب ہوگا کہ اسی نے مارا ہے لیکن اگر پہلا ہی تیر ایسا لگ گیا ہے کہ اس سے زندہ نہیں رہ سکتا یعنی فقط اتنی ہی جان رہتی ہے کہ جتنی مذبوح میں رہا کرتی ہے تو وہ حلال ہے کیونکہ اس وقت اس کا مرنا دوسرے کے تیر کی طرف منسوب نہ ہوگا اس لیے کہ اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔

ترجمہ: اور دوسرے شکاری پہلے کے لیے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا سوائے اس کے جو زخمی ہونے سے اس میں نقص آ گیا ہے جن حیوانوں کا گوشت کھایا جاتا ہے اور جن کا نہیں کھایا جاتا شکار دونوں کا کرنا جائز ہے مسلمان اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) کا ذبح کیا ہوا حلال ہے اور مرتد' آتش پرست' بت پرست کا ذبح کیا ہوا درست نہیں ہے اگر کسی ذبح کرنے والے نے بسم اللہ اللہ اکبر کہنا قصداً چھوڑ دیا تھا۔ تو وہ ذبیحہ مردار ہے اور اگر کوئی بھول گیا تو حلال ہے ذبح حلق اور سینہ کے درمیان میں ہونا چاہئے اور وہ رگیں جو ذبح میں کاٹی جاتی ہیں۔ (یعنی جن کا کاٹنا واجب ہے) چار ہیں:

① حلقوم (یعنی سانس کے آنے جانے کی رگ)

② مری (یعنی کھانا پینا جانے کی رگ)

③ داجان (یعنی دونوں شہ رگیں جوخون کا مجریٰ ہیں)

اگر چاروں کو کاٹ دیا تو اس جانور کا کھانا حلال ہے اور اگر ان میں سے اکثر کو (یعنی تین کو) کاٹ دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تب بھی یہی حکم ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ کا کاٹنا ضروری ہے اور (دھاردار) کھپچی اور پتھر سے اور ایسی سب چیزوں سے جوخون جاری کردیں ذبح کرنا درست ہے سوائے اس دانت اور ناخن کے جو بدن میں لگے ہوئے ہوں (کہ ان سے ذبح کیا ہوا مردار ہوتا ہے) اور مستحب ہے کہ ذبح کرنے والا پہلے اپنی چھری کو خوب تیز کرلے اور اگر کوئی شخص چھری کو حرام مغز تک پہنچا دے اور سر کو جدا کردے تو ایسا کرنا اس کو مکروہ ہے اور اس کا ذبیحہ کھانا جائز ہے اگر کسی نے بکری وغیرہ کو گدی کی طرف سے ذبح کیا' پس اگر وہ اتنی دیر زندہ رہی کہ اس نے اس کی رگیں کاٹ دیں تو اس کا کھانا جائز ہے' لیکن مکروہ ہے (کیونکہ اس طرح ذبح کرنا سنت کے خلاف ہے) اور اگر وہ رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی مرگئی تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور جو شکار مانوس ہو جائے (یعنی پلا ہوا ہو) تو اس کی زکوٰۃ ذبح کرنا ہے اور جو اونٹ وحشی (یعنی جنگلی) ہو جائے تو اس کی زکوٰۃ نیزے مارنا اور زخمی کر (کے اسے ماردینا) ہے۔

فائدہ: جوہرہ میں لکھا ہے کہ اصل اس بارے میں یہ ہے کہ زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں اختیاری اور اضطراری اور جب تک اختیاری زکوٰۃ کی قدرت ہو تو اضطراری جائز نہیں ہے اور جب وہ نہ ہو سکے تو اضطراری جائز ہے اور اختیاری تو سرسینہ اور دونوں جبڑوں کے درمیان میں ہوتی ہے یعنی ان کے درمیان سے گلا کاٹ دیا جائے اور اضطراری نیزہ مارنا زخمی کرنا خون جاری کردینا ہے۔

ترجمہ: اونٹوں میں مستحب نحر کرنا ہے (یعنی ان کے سینہ کو نیزہ سے چیرا دینا) اور اگر انہیں ذبح کرلیا تب بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے (یعنی یہ فعل مکروہ ہے نہ کہ وہ مذبوح مکروہ ہے) اور گائے بکریوں میں مستحب ذبح کرنا ہے' اگر کسی نے انہیں نحر کرلیا تب بھی جائز ہے مگر مع الکراہت۔

فائدہ: جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "انحر الدم بما شئت" یعنی تم جس چیز سے چاہو خون نکال دو اور کراہت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ یہ فعل سنت متواترہ کے خلاف ہے۔ کذا فی الجوھرة النیرة.

ترجمہ: اگر کسی نے اونٹنی کو نحر کیا یا گائے یا بکری کو ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلا تو اس کو کھانا جائز نہیں ہے برابر ہے کہ اس کے جسم پر بال ہوں یا نہ ہوں۔ اور درندوں میں جن کے کچلیاں ہوں ان کا کھانا جائز نہیں ہے اور نہ ان پرندوں کا کہ جو پنجوں سے شکار کرتے ہیں اور کھیتی کے کوے کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ کوا اناج کھاتا ہے نجاست نہیں کھاتا اور نہ یہ پرند شکاریوں میں سے ہے۔ (کذا فی الھدایة)

ترجمہ: ابقع کوے کو کھانا جائز نہیں ہے جو نجاست کھاتا ہے اور بجو اور گوہ اور کل حشرات الارض (جیسے چوہے وغیرہ) کا کھانا مکروہ ہے اور بستی میں رہنے والے گدھوں اور خچروں کا کھانا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا بھی مکروہ ہے اور خرگوش کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب کسی نے ایسے جانور کو ذبح کر لیا کہ جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو اس کی کھال اور گوشت پاک ہو جاتے ہیں سوائے آدمی اور سور کے کہ ذبح کرنا ان دونوں میں کچھ اثر نہیں کرتا۔

فائدہ: آدمی کی کھال وغیرہ کا ناپاک ہونا تو اس کی عزت اور شرافت کی وجہ سے ہے اور سور کی کھال وغیرہ کا ناپاک ہونا اس کے نجس ہی ہونے کی وجہ سے ہے کہ وہ پاک کرنے سے بھی ہرگز پاک نہیں ہوسکتا۔

ترجمہ: اور دریائی جانوروں میں سے سوائے مچھلی کے اور کسی حیوان کا کھانا درست نہیں ہے اور جو مچھلی خود مر کر پانی پر تیرنے لگے اس کا کھانا بھی مکروہ ہے اور جریث (جو ایک قسم کی مچھلی ہے) اور بام مچھلی کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ٹڈی کو کھانا جائز ہے اور اس میں ذبح کرنا نہیں ہے (یعنی اسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسے کہ مچھلی کو)۔

کتاب الاضحیة

قربانی کا بیان

ترجمہ: قربانی ہر ایسے آدمی پر واجب ہے جو آزاد ہو غلام نہ ہو' مسلمان ہو مقیم ہو (مسافر نہ ہو) مال دار ہو۔ ایسا آدمی اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے بقرعید کے روز قربانی کرے۔

فائدہ: چھوٹے بچوں کی طرف سے قربانی کرنے کو امام حسن رضی اللہ عنہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور ظاہر روایت میں یہ ہے کہ ہر آدمی پر اپنی ہی طرف سے کرنی واجب ہے اور کسی کی طرف سے کرنی واجب نہیں ہے اور فتویٰ اسی پر ہے جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں اس کی تصریح کی ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: ہر آدمی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے یا سات آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ یا ایک گائے۔ اور فقیر اور مسافر پر قربانی نہیں ہے اور بقرعید کے روز قربانی کا وقت طلوع فجر سے شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن شہر والوں کو اس وقت قربانی کرنی جائز نہیں ہے کہ جب تک امام عید کی نماز نہ پڑھ لے ہاں گاؤں والے طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کر لیں اور قربانی تین روز تک جائز ہے ایک بقرعید کے روز اور دو روز اس کے بعد (یعنی بارھویں کی شام تک) اور اندھے کانے اور ایسے لنگڑے جانوروں کی قربانی نہ کی جائے جو مذبح تک نہ جاسکیں اور نہ دبلوں کی اور نہ ایسے جانوروں کی جائز ہے جن کے کان اور دم کٹی ہوئی ہو۔ اور نہ ان کی جن کے آدھے سے زیادہ کان یا آدھے سے زیادہ دم کٹی ہوئی ہو اور کان اور دم آدھی سے زیادہ باقی ہے تو (اس کی قربانی) جائز ہے اور بے سینگوں اور خصی اور خارشتی اور دیوانے جانوروں کی قربانی جائز ہے قربانی اونٹ' گائے' بکری (تین) کی ہوتی ہے اور ان سب میں سے ثنی یا اس سے زیادہ عمر کا جائز ہے۔

فائدہ: ثنی بھیڑ بکریوں میں ایک برس کے کو کہتے ہیں اور گائے بیلوں میں دو برس کے کو اور

اونٹوں میں پانچ برس کے کو۔

ترجمہ: مگر بھیڑوں میں کیونکہ اس کا جذع بھی کافی ہوتا ہے۔

فائدہ: فقہاء کے نزدیک جذع بھیڑ کے اس بچے کو کہتے ہیں جو چھ مہینے کا ہو گیا ہو۔ اور اس میں اتنی قید اور ہے کہ وہ بدن میں ایسا ہو کہ اگر وہ بڑی بھیڑوں میں مل جائے تو بچہ نہ معلوم ہو۔ (رمز الحقائق وغیرہ)

فائدہ: اور (قربانی کرنے والا) قربانی کے گوشت کو خود بھی کھائے اور فقیروں اور مالداروں کو بھی کھلائے اور رکھ بھی چھوڑے اور مستحب یہ ہے کہ ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے (یعنی ایک تہائی تو ضرور ہی کر دے) اور اس کی کھال بھی اللہ کے لیے دے دے یا (اپنے) گھر میں استعمال کرنے کے لیے اس کی کوئی چیز بنوا لے افضل یہ ہے کہ اگر کوئی اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو تو وہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) سے ذبح کرانا مکروہ ہے اور اگر دو آدمیوں سے غلطی ہو گئی اور ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کی قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو دونوں کی قربانی جائز ہو جائے گی اور ان پر تاوان نہ آئے گا۔

كتاب الأيمان

قسموں کا بیان

فائدہ: ایمان (یعنی قسمیں) تین طرح پر ہیں یمین غموس، یمین منعقدہ، یمین لغو، یمین غموس گذشتہ امر پر قسم کھانے کو کہتے ہیں جس میں قصداً جھوٹ بولنا ہو پس اس قسم کا کھانے والا اس سے گنہگار ہوتا ہے اور اس میں سوائے توبہ اور استغفار کے کفارہ نہیں ہے۔ یمین منعقدہ یہ ہے کہ کسی آئندہ امر پر قسم کھائے کہ اس کو کروں گا یا (کہے کہ) نہ کروں گا پس جب وہ اس میں حانث ہو گیا (یعنی جس کام کے کرنے کو کہا تھا اس کو نہ کیا یا جس کے نہ کرنے کو کہا تھا اسے کر لیا) تو اس پر (قسم کا) کفارہ لازم ہو جائے گا اور یمین لغو یہ ہے کہ کسی گذشتہ امر پر قسم کھائے اور اس کا یہ گمان ہو کہ جیسا میں نے کہا تھا یہ اسی طرح ہے اور وہ امر درحقیقت اس کے خلاف ہے

پس اس قسم میں ہمیں امید ہے کہ اس کی وجہ سے اس کے کھانے والے سے اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ کرے گا اور قسم میں قصداً قسم کھانے والا اور کسی کی زبردستی سے کھانے والا اور بھول کے کھانے والا تینوں برابر ہیں اور جس بات پر قسم کھائی ہے اگر اس کو کسی نے (کسی کی) زبردستی سے یا بھول کے کرلیا تو بھی برابر ہے۔ (یعنی وہ حانث ہوجائے گا)

قسم صحیح ہونے نہ ہونے کے احکام ❋ اور قسم اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے یا اس کے ناموں میں سے کسی کے ساتھ مثلاً رحمٰن یا رحیم کے ساتھ یا اس کی ذاتی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ مثلاً ''عزۃ اللہ'' جلال اللہ' کبریا اللہ' لیکن اگر ''علم اللہ'' کہے تو یہ قسم نہ ہوگی اور اگر کوئی فعلی صفات میں سے کسی صفت کی قسم کھائے مثلاً ''غضب اللہ'' اور ''سخط اللہ'' کہے تو یہ قسم نہ ہوگی اور اگر کسی نے اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کی قسم کھائی مثلاً نبی علیہ السلام کی کھائی یا قرآن شریف کی یا کعبہ کی کھائی تو وہ قسم نہ ہوگی اور قسم، قسم کے حرفوں سے ہوتی ہے اور وہ تین ہیں۔ واؤ مثلاً کوئی کہے واللہ اور ''ب'' مثلاً کوئی کہے باللہ اور ''ت'' مثلاً کوئی کہے تاللہ' اور کبھی یہ حرف مضمر (یعنی پوشیدہ) بھی ہوتے ہیں اور مضمر کے کہنے سے قسم ہوجاتی ہے مثلاً کوئی کہے ''**اللّٰہ لا افعل کذا**'' (اس کے معنی یہ ہیں خدا کی قسم میں ایسا نہ کروں گا) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ''**وحق اللّٰہ**'' کہا تو یہ قسم نہ ہوگی۔

فائدہ: یہی قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے اور ایک روایت میں امام ابو یوسفؒ سے بھی یہی ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ یہ قسم ہوجائے گی امام عینی لکھتے ہیں کہ مجھے امام ابو یوسفؒ ہی کا قول پسند ہے لیکن قہستانی میں محیط سے منقول ہے کہ صحیح پہلا ہی قول ہے۔

ترجمہ: جب کسی نے یہ کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں یا کہا میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں یا کہا میں حلف اٹھاتا ہوں یا کہا میں گواہ کرتا ہوں یا کہا اللہ کو گواہ کرتا ہوں تو یہ قسم ہوجائے گی اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ ''وعہد اللہ'' یا کہا ''ومیثاق اللہ'' یا کہا مجھ پر نذر ہے یا مجھ پر اللہ کی نذر ہے تو یہ بھی قسم ہوجائے گی اگر کسی نے یہ کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا مجوسی ہوں یا مشرک ہوں یا کافر ہوں تو یہ بھی قسم ہے اگر کسی نے یوں کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو یا اللہ کا غصہ ہو تو یہ قسم نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ اگر میں

ایسا کروں تو میں زانی ہوں یا شراب خور ہوں یا سود خور ہوں تو اس سے بھی قسم نہ ہوگی۔

قسم کا کفارہ ✻ قسم کا کفار ایک غلام کو آزاد کرنا ہے اس کفارہ میں وہ کافی ہے جو ظہار (کے کفارہ) میں کافی ہوتا ہے۔

فائدہ: یعنی اس کفارہ میں مسلمان لونڈی اور کافرہ لونڈی اور تھوڑی عمر کی اور زیادہ عمر کی آزاد کر دینی کافی ہو جاتی ہے جیسا کہ ظہار کے کفارہ میں (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر چاہے تو دس مسکینوں کو کپڑے بنا کر پہنا دے ہر مسکین کو ایک یا ایک سے زیادہ کپڑا دے اور کپڑے میں ادنیٰ درجہ یہ ہے (یعنی اتنا ضرور ہو) کہ اس سے نماز جائز ہو جائے اور اگر چاہے تو دس مسکینوں کو ایسا کھانا کھلا دے کہ جیسا ظہار کے کفارہ میں کھلایا جاتا ہے اگر کوئی ان تینوں میں سے ایک پر بھی قادر نہ ہو تو وہ لگاتار تین روزے رکھے اگر کسی نے حانث ہونے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دیا تو وہ (ہمارے نزدیک) کافی نہ ہوگا اگر کسی نے معصیت پر حلف اٹھایا مثلاً یوں کہا کہ میں نماز نہ پڑھوں گا یا اس سے بات نہ کروں گا یا فلاں آدمی کو قتل کر دوں گا تو چاہیے کہ ایسا آدمی خود ہی حانث ہو جائے (یعنی قسم کو توڑ دے) اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے اگر کسی کافر نے قسم کھائی اور اس کے بعد کفر ہی کی حالت میں یا مسلمان ہونے کے بعد قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اگر کسی نے اپنی مملوکہ چیز اپنے اوپر حرام کر لی تو وہ حرام نہ ہوگی پھر اگر یہ اسے مباح سمجھے (یعنی مباح چیز کی طرح اسے اپنے کام میں لائے) تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے اگر کسی نے یہ کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو یہ قسم کھانے پینے کی چیزوں پر ہوگی (یعنی کھانے پینے کی چیزیں اس پر حرام ہو جائیں گی) ہاں اگر وہ (یہ کہتے وقت) اور کسی چیز کی بھی نیت کر لے (تو وہ بھی اس میں آ جائیں گی) اگر کسی نے کوئی مطلق نذر مان لی تو اس پر اس کا پورا کرنا واجب ہے اور اگر نذر کو کسی شرط پر معلق کر دیا پھر وہ شرط پوری ہوگئی تو اب اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے اور مروی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اس سے رجوع کر لیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جب کسی نے یوں کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میرے اوپر ایک حج ہے یا ایک برس کے روزے ہیں یا جس چیز کا مالک ہوں وہ سب صدقہ ہے تو اس میں ایک قسم کا کفارہ کافی ہو جائے گا اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے۔

قسم کے متفرق مسائل ✼ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں گھر نہ جاؤں گا اور پھر خانہ کعبہ میں یا مسجد میں یا گرجے میں یا یہودیوں کے عبادت خانے میں چلا گیا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔

فائدہ: وجہ حانث نہ ہونے کی یہ ہے کہ گھر اسے کہتے ہیں جو رہنے کے لیے بنایا گیا ہو اور یہ سب جگہیں اس لیے نہیں بنائی گئیں اور کعبہ اور مسجد کو گھر اسے کہنا مجازاً ہے اور جب کوئی لفظ مطلق بولا جاتا ہے تو اس کے حقیقی معنی مراد لیے جاتے ہیں۔ (**کذافی مجمع الانہر**)

ترجمہ: اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں بات نہ کروں گا اور پھر اس نے نماز میں قرآن پڑھا تو وہ حانث نہ ہوگا (کیونکہ نماز میں قرآن شریف پڑھنا بات کرنا نہیں ہے) اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں اس کپڑے کو نہیں پہنوں گا حالانکہ اس کو پہنے ہوئے تھا اور پھر اسی وقت اسے اتار ڈالا تو یہ حانث نہ ہوگا (یعنی اس وقت اس کپڑے کے اس کے بدن پر ہونے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی) اور اسی طرح جب کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس جانور پر سوار نہ ہوں گا حالانکہ اس وقت وہ اس پر سوار تھا اور فوراً اتر گیا تو وہ حانث نہیں ہوا اور اگر کچھ دیر کرے گا تو حانث ہو جائے گا اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ جاؤں گا حالانکہ (اس قسم کے وقت) وہ اسی گھر میں تھا تو وہاں بیٹھے رہنے سے وہ حانث نہیں ہوگا یہاں تک کہ باہر آ کے پھر اندر جائے اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں گھر میں نہ جاؤں گا (اور کسی گھر کو معین نہ کیا اور نہ کسی گھر کی نیت کی) پھر وہ کسی کے ٹوٹے پھوٹے گھر میں چلا گیا تو وہ حانث نہیں ہوا۔

فائدہ: حانث نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب اس نے گھر کی تعین نہیں کی تو اس کی قسم میں وہ گھر معتبر سمجھا جائے گا جو عادۃً رہنے سہنے کے قابل ہو کیونکہ قسمیں عادت ہی پر محمول ہوا کرتی ہیں۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ جاؤں گا پھر اس گھر کے ٹوٹ پھوٹ جانے اور جنگل ہو جانے کے بعد اس میں گیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔

فائدہ: وجہ حانث ہونے کی یہ ہے کہ جب اس نے گھر کی تعین کر دی تو اس کی قسم اس گھر کے نام کے ساتھ متعلق ہوگی اور چونکہ اس کا نام یعنی گھر ہونا ابھی باقی ہے اس لیے اس کی قسم بھی باقی ہے اور عرب میں میدان کو بھی گھر کہتے ہیں اور گھر ترجمہ دار کا ہے۔

ترجمہ: اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ جاؤں گا پھر وہ اس کے گر جانے کے بعد اس میں گیا تو حانث نہ ہوگا۔

فائدہ: مکان ترجمہ بیت کا ہے عرب میں بیت اس مکان کو کہتے ہیں جس میں آدمی رات کو رہ سکے اور جس کی دیواریں گر جائیں اسے بیت نہیں کہہ سکتے۔

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں فلاں آدمی کی بیوی سے بات نہ کروں گا پھر اس فلانے نے اس عورت کو طلاق دے دی اس کے بعد اس نے اس سے بات کی تو یہ حانث ہو جائے گا۔ (یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب عورت کی طرف اشارہ کر کے معین کر دی ہو) اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں فلاں شخص کے غلام سے بات نہیں کروں گا یا فلاں شخص کے گھر میں نہ جاؤں گا اور پھر اس فلانے نے اپنا غلام یا اپنا گھر بیچ ڈالا بعد اس کے اس غلام سے اس نے بات کی یا اس گھر میں گیا تو یہ حانث نہ ہوگا اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں طیلسان والے سے بات نہ کروں گا پھر اس نے اس طیلسان کو بیچ دیا یا بعد اس کے اس سے بات کی تو یہ حانث ہو جائے گا اور اسی طرح جب کسی نے یوں قسم کھائی کہ اس جوان سے میں بات نہ کروں گا پھر اس کے بوڑھا ہو جانے کے بعد اس سے بات کی تو یہ حانث ہو جائے گا اور اگر (کوئی بھیڑ گابھن تھی اور) کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ میں اس حمل کا گوشت نہ کھاؤں گا پھر وہ حمل (پورا ہو کر پورا) مینڈھا ہو گیا اور اس نے اس کا گوشت کھایا تو یہ حانث ہو جائے گا (کیونکہ اس کی قسم اسی کے ساتھ متعلق تھی جس کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا) اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس کھجور سے نہ کھاؤں گا تو یہ قسم اس کھجور کے پھل پر واقع ہوگی۔

فائدہ: یعنی اس کا پھل کھائے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر اس کی چھال وغیرہ کھائے گا تو نہیں ٹوٹے گی اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس گدر چھوہارہ کو نہ کھاؤں گا پھر وہ پک گیا اور اس نے کھالیا تو وہ حانث نہ ہوگا اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں پکا ہوا چھوہارہ نہ کھاؤں گا پھر اس نے ایسا چھوہارہ کھالیا جو دم کی طرف سے گدر تھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ حانث ہو جائے گا۔ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں گوشت نہ کھاؤں گا پھر اس نے مچھلی کا گوشت کھالیا تو وہ حانث نہ ہوگا۔

ترجمہ: یہ حکم استحسانی ہے اور یہی قول ائمہ ثلثہ کا ہے اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ مچھلی کھانے والا بھی حانث ہو جائے گا ایک شاذ روایت امام ابو یوسفؒ سے یہی ہے اس قیاس کی وجہ یہ ہے کہ مچھلی کا نام گوشت بھی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا" یہاں گوشت سے مراد مچھلی ہے اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہے قرآن شریف کے الفاظ پر نہیں ہے دیکھو اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں کسی کا گھر نہ توڑوں گا اور پھر اس نے مکڑی کا گھر توڑ دیا۔ تو وہ حانث نہیں ہوتا یا کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں کسی دابہ پر سوار نہ ہوں گا اور پھر وہ کسی کافر پر سوار ہو گیا تو وہ حانث نہیں ہوتا اگرچہ قرآن مجید میں کافروں کو دابہ کہا گیا ہے چنانچہ فرمایا "اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اور اسی طرح دریا میں جو جانور ہیں وہ سب مچھلی کے حکم میں ہیں اور اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں گوشت نہ کھاؤں گا تو مچھلی کے سوا وہ جس جانور کا گوشت کھائے گا حانث ہو جائے گا خواہ وہ حرام ہو یا حلال شوربے دار ہو یا بھنا ہوا ہو کیونکہ ان کا نام گوشت ہی ہے۔ **كذا فى الهداية.**

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں دجلہ سے پانی نہ پیوں گا اور پھر اس نے دجلہ کا پانی ایک برتن میں لے کر پی لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ حانث نہ ہوگا جب تک کہ اس میں منہ ڈال کر نہ پئے اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں دجلہ کا پانی نہ پیوں گا اور پھر اس نے برتن میں لے کر پی لیا وہ حانث ہو جائے گا اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ بس یہ گیہوں نہ کھاؤں گا اور پھر اس نے اس گیہوں کی روٹی کھائی تو وہ حانث نہ ہوگا۔

فائدہ: یعنی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا جب تک کہ بعینہٖ اس گیہوں کو ہی نہ کھائے اور یہی قول امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جیسا اس گیہوں کے کھانے سے حانث ہوگا ویسا ہی اس کی روٹی کھانے سے بھی حانث ہو جائے گا اور اگر ثابت گیہوں ابال کے کھائے گا تو بالاتفاق حانث ہو جائے گا۔ **كذا فى مجمع الانهر.**

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں آٹا نہ کھاؤں گا اور پھر اس نے اس آٹے کی روٹی پکا کے کھالی تو وہ حانث ہو جائے گا اور اگر آٹا ویسے ہی پھانک لیا تو حانث نہ ہوگا۔

فائدہ : یہی صحیح ہے کیونکہ عادۃً آٹے کا استعمال اس طرح نہیں ہے کہ اسے ویسے ہی پھانک لیا جائے اور جس چیز کی حقیقت مستعمل نہ ہو بلکہ مجاز مستعمل ہو تو اس کی قسم کھانی اس مجاز کو بالاجماع شامل ہوتی ہے اور آٹا اسی درجہ میں ہے. **کذا فی الجوهرة النیرة** ۔

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں فلاں شخص سے بات نہ کروں گا اور پھر اس نے اس سے بات کی ایسی آواز سے کہ اگر وہ جاگتا ہوتا تو سن لیتا مگر وہ سویا ہوا تھا تو یہ حانث ہو جائے گا۔ (اور اگر ایسی طرح بات کی ہے کہ اگر وہ جاگتا ہوتا تب بھی نہ سنتا تو حانث نہ ہوگا) اور اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں زید سے بغیر اس کی اجازت کے بات نہ کروں گا اور پھر زید نے اسے اجازت دے دی اور اسے اس اجازت کی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ اس نے زید سے بات کرلی تو یہ حانث ہو جائے گا اگر کسی حاکم نے کسی کو قسم دی کہ شہر میں جو بدمعاش آئے تو مجھے خبر کرنا تو یہ قسم خاص اسی حاکم کے رہنے تک رہے گی (یعنی اس حاکم کے مرنے یا موقوف ہو جانے کے بعد یہ شخص قسم سے نکل جائے گا) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں فلاں آدمی کے گھوڑے پر سوار نہ ہوں گا اور پھر وہ اس کے ماذون غلام کے گھوڑے پر سوار ہو گیا تو حانث نہ ہوگا۔

فائدہ : برابر ہے کہ وہ غلام قرض دار ہو یا نہ ہو اور یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ حانث ہو جائے گا کیونکہ غلام ماذون کا گھوڑا اصل میں اس کے آقا ہی کا ہے اگرچہ غلام کی طرف نسبت کر دیا گیا ہے اس لیے کہ غلام اور جو چیز غلام کے قبضہ میں ہو وہ سب اس کے آقا ہی کا ہوتا ہے۔ **کذا فی الجوهرة النیرة** ۔

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ پڑوں گا پھر وہ اس مکان کی چھت پر کھڑا ہو گیا یا اس کی دہلیز میں پڑ گیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر وہ اس (مکان کے) دروازہ کی محراب میں ایسی طرح کھڑا ہو گیا کہ اگر دروازہ بند کیا جائے تو وہ باہر رہے تو حانث نہ ہوگا۔ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں بھنا ہوا نہ کھاؤں گا تو یہ قسم فقط گوشت پر ہوگی (کہ بھنا ہوا گوشت کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی) بیگنوں اور گاجروں پر نہ ہوگی اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں پکا ہوا نہ کھاؤں گا تو یہ قسم پکے ہوئے گوشت پر ہوگی اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں سریاں نہیں

کھاؤں گا تو یہ قسم ان سریوں پر ہوگی جو تنور میں پکتی اور شہر میں بکتی ہوں گی۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس قسم میں چڑیا وغیرہ کا سر نہ آئے گا بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قسم گائے اور بکریوں کی سریوں پر ہوگی اور صاحبین کے نزدیک فقط بکریوں کی سریوں پر اور یہ اختلاف باعتبار زمانہ اور مکان کے ہے امام صاحب کے زمانہ میں سری سے گائے بکری کی سری مراد ہوتی تھی۔ اور صاحبین کے زمانہ میں خاص بکریوں کی اور اب ہمارے زمانہ میں علی حسب العادت فتویٰ دیا جاتا ہے۔ **کذا فی الهدایته وغیره**

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں روٹی نہ کھاؤں گا تو یہ قسم اس اناج کی روٹی پر ہوگی جس کی شہر والے عادۃً روٹی کھاتے ہوں گے پس اگر اس نے بادام کی روٹی یا عراق میں چاولوں کی روٹی کھائی تو وہ حانث نہ ہوگا (کیونکہ بادام کی اور عراق میں چاولوں کی روٹی نہیں کھاتے) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں خرید و فروخت نہ کروں گا یا کرایہ کا معاملہ نہ کروں گا اور پھر اس نے یہی کام کرنے کے لیے (اپنی طرف سے) کسی کو وکیل کر دیا تو یہ حانث نہ ہوگا۔

فائدہ: ہاں اگر اس نے قسم کے وقت اس کی بھی نیت کر لی ہو کہ میں کسی کو وکیل بھی نہ کروں گا کیونکہ ان چیزوں کے حقوق عاقد ہی کے ذمہ ہوتے تھے آمر سے کچھ تعلق نہیں ہوتا لیکن اگر اس نے اس کی نیت کر لی ہے تو حانث ہو جائے گا کیونکہ اس نے اپنی جان پر خود سختی کی ہے جوہرہ۔

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں زمین پر نہ بیٹھوں گا پھر وہ فرش پر یا بوریئے پر بیٹھ گیا تو حانث نہ ہوگا (کیونکہ اسے زمین پر بیٹھنا نہیں کہتے) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں تخت پر نہ بیٹھوں گا پھر وہ ایسے تخت پر بیٹھ گیا جس پر فرش بچھا ہوا تھا تو وہ حانث ہو جائے گا (کیونکہ یہ تخت ہی پر بیٹھنا شمار کیا جاتا ہے) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں بچھونے پر نہ سوؤں گا پھر وہ ایسے بچھونے پر سویا کہ اس پر چادر بچھی ہوئی تھی تو وہ حانث ہو جائے گا (کیونکہ یہ چادر بچھونے کے تابع ہوتی ہے اس لیے یہ بچھونے ہی پر سونا شمار کیا جائے گا) اور اگر اس بچھونے پر اس نے دوسرا بچھونا اور ڈال لیا اور اس پر سویا تو حانث نہ ہوگا اگر کسی نے قسم کھا کر قسم کے ساتھ ہی ''انشاء اللّٰہ'' کہہ لیا تو وہ قسم نہ رہے گی۔

فائدہ: قسم نہ رہنے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ'' **من حلف علی یمین**

وقال انشاء الله فقدبر في يمينه ''یعنی جس نے قسم کھا کے انشاءاللہ کہہ لیا وہ اپنی قسم سے بری ہو گیا مگر ہاں اس کا قسم کے متصل ہی ہونا ضروری ہے اور اگر کوئی قسم سے فارغ ہونے کے بعد کہے گا تو وہ قسم سے رجوع کرنا ہوگا اور قسم میں رجوع نہیں ہوا کرتا۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس سے ایک حین تک یا ایک زمانہ تک بات نہ کروں گا (حین یا زمانہ کو معرف باللام کر کے) الحین یا الزمان کہا تو یہ قسم چھ مہینہ کی ہوگی۔

فائدہ: اگر اس نے چھ مہینے کے بعد بات کر لی تو حانث نہ ہوگا کیونکہ قسم کی مدت ختم ہو جائے گی اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ یہ کہتے وقت اس کی کچھ نیت نہ ہو اور اگر اس نے کچھ دنوں کی نیت کر لی ہے تو حکم اس کی نیت کے مطابق ہوگا۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم دہر کا ہے اگر کسی نے قسم کھائی کہ **لا یکلم ایاما** تو اس سے تین دن مراد ہوں گے اگر ایاما کی الایام کہا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دس دن مراد ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے سات دن مراد ہوں گے اور اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں اس سے مہینوں بات نہ کروں گا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے دس مہینے مراد ہوں گے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بارہ مہینے مراد ہوں گے اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں ایسا نہ کروں گا تو وہ اس کام کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے نفی پر یعنی نہ کرنے پر قسم کھائی اور نفی کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتی لہٰذا یہ قسم ہمیشہ پر محمول کی جائے گی۔ حاشیہ

ترجمہ: اگر کسی نے اس پر قسم کھائی کہ میں اس کام کو ضرور کروں گا اور پھر اس نے ایک دفعہ اس کام کو کر لیا اس کی قسم پوری ہو جائے گی اگر کسی نے قسم کھائی کہ میری بیوی باہر نہ جائے مگر میری اجازت سے پھر اس نے ایک دفعہ اسے اجازت دے دی وہ باہر چلی گئی پھر چلی آئی پھر دوسری دفعہ اس کی اجازت کے بغیر ہی باہر چلی گئی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور ہر دفعہ باہر جانے میں اجازت ہونا ضروری ہے۔

اگر کسی نے اس طرح کہا تھا تو باہر نہ جانا ہاں اگر میں اجازت دے دوں پھر اس نے

ایک دفعہ اسے اجازت دے دی۔ اور اس کے بعد پھر وہ بغیر اجازت ہی کے باہر چلی گئی۔ تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی، اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں صبح کا کھانا نہ کھاؤں گا تو صبح کے کھانے کا وقت طلوع فجر سے لے کر ظہر تک ہے اور شام کے کھانے کا وقت ظہر کی نماز سے لے کر آدھی رات تک ہے اور سحری کا وقت آدھی رات سے لے کر طلوع فجر تک ہے اگر کسی نے اس پر قسم کھائی کہ اس کا قرض عنقریب میں ضرور ادا کروں گا تو یہ قسم مہینہ سے کم پر ہو گی (یعنی ایک مہینہ سے کم میں قرض ادا کرنا پڑے گا)۔

اور اگر اس پر قسم کھائی کہ ابھی دیر میں ادا کر دوں گا تو یہ ایک مہینہ سے زیادہ پر ہو گی (کیونکہ ایک مہینہ سے کم عنقریب میں شمار ہوتا ہے)۔

اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ رہوں گا پھر وہ اکیلا اس گھر سے باہر آ گیا اور اپنے بال بچوں اور اسباب کو وہیں چھوڑ دیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں ضرور آسمان پر جاؤں گا یا اس پتھر کو سونا کروں گا تو اس کی قسم منعقد ہو جائے گی اور قسم سے فارغ ہونے کے بعد وہ حانث ہو جائے گا اگر کسی نے اس پر قسم کھائی کہ فلاں شخص کا قرض میں آج ہی ادا کر دوں گا اور اس نے کر دیا اور جس کا قرض تھا اسے اس میں کچھ روپے کھوٹے یا کسی اور کے معلوم ہوئے تو قسم کھانے والا حانث نہ ہو گا اور اگر روپے رانگ کے تھے یا بالکل ہی کھوٹے تھے تو حانث ہو جائے گا اگر کسی نے اس پر قسم کھائی کہ میں اپنا قرض ایک ایک روپیہ کر کے نہ لوں گا پھر اس نے کچھ روپیہ لے لیا تو وہ حانث نہیں ہوا جب تک کے سارا قرض تھوڑا تھوڑا کر کے نہ لے۔

فائدہ: مثلاً ایک شخص کے دوسرے کے ذمہ ایک ہزار تھے اور اس نے قسم کھائی کہ میں ایک ایک روپیہ کر کے لوں گا اور پھر اس نے پانچ سو لے لیے تو یہ حانث نہ ہو گا جب تک کہ کل روپیہ متفرق نہ لے۔

ترجمہ: اور اگر اس نے اپنا روپیہ دو دفعہ وزن کر کے لے لیا اور ان دونوں دفعہ کے درمیان سوائے وزن کرنے کے تو اور کچھ نہیں کیا تو یہ حانث نہیں ہوا اور نہ یہ متفرق لینا ہے اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں بصرہ ضرور جاؤں گا پھر وہ نہ گیا یہاں تک کہ مر گیا تو وہ اپنی زندگی کے آخری

سانس میں حانث ہو جائے گا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ بصرہ نہ جانے کا تحقق اس وقت ہوگا اس سے پہلے نہ ہوگا مجمع الانہر میں اسی طرح ہے۔

کتاب الدعوٰی

دعوے کا بیان

مدعی وہ ہے کہ اگر وہ جھگڑا نہ کرے تو جھگڑا کرنے میں اس پر جبر نہ کیا جائے اور مدعا علیہ وہ ہے کہ جس پر جھگڑا کرنے میں جبر کیا جائے اور دعویٰ اس وقت سنا جائے گا۔ کہ جب مدعی اس چیز کی (جس کا وہ مدعی ہے) جنس اور مقدار کو خوب بیان کردے اگر مدعا علیہ کے پاس وہ چیز بعینہٖ موجود ہے تو اس سے حاضر کرائی جائے تا کہ مدعی دعوے کے وقت اس کی طرف اشارہ کردے (یعنی اتنا قریب لے آئے کہ مدعی اشارہ کرسکے کہ ہاں یہی ہے) اور اگر وہ موجود نہیں ہے تو مدعی اس کی قیمت بیان کرے۔

<u>جائداد غیر منقولہ کے دعویٰ کا طریقہ</u> ✻ اور اگر کسی نے زمین کا دعویٰ کیا ہے تو وہ (دعوے میں) اس کی حدود بیان کرے (کہ اتنی ہے اور یہاں تک ہے) اور یہ بھی کہے کہ یہ زمین مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے اور میں اسے اس سے لینی چاہتا ہوں اور اگر دعویٰ کسی حق (یعنی قرض وغیرہ) کا ہے جو دوسرے کے ذمہ ہے تو مدعی (اپنے دعوے میں) یہ بیان کرے کہ مدعا علیہ سے میں اپنا حق لینا چاہتا ہوں۔

<u>مدعی گواہ پیش کرے یا مدعا علیہ سے قسم لی جائے</u> ✻ جب اس کا دعویٰ ٹھیک ہو جائے تو اس دعوے کی بابت قاضی مدعا علیہ سے دریافت کرے اگر وہ اقرار کر لے تو اس کے اقرار پر ہی حکم دے دے (کہ بس یہ ادا کر دیا جائے) اور اگر مدعا علیہ انکار کرے تو قاضی مدعی سے گواہ طلب کرے اگر وہ گواہوں کو حاضر کردے تو گواہی سن کر حکم کردے اور اگر وہ گواہ نہ لا سکے اور مدعا علیہ سے قسم لینے کی درخواست کرے تو اس دعوے پر قاضی اس سے قسم لے لے اور مدعی

کہے کہ میرے گواہ تو حاضر ہیں مگر میں مدعا علیہ سے قسم لینا چاہتا ہوں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (اس صورت میں) مدعا علیہ سے قسم نہ لی جائے اور نہ مدعی کو قسم دی جائے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "البینت علی المدعی والیمین علی من انکر" یہ حدیث بیہقی نے ابن عباس سے نقل کی ہے اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خصمین میں حضور ﷺ نے تقسیم فرما دی ہے وہ یہ کہ مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنے ہیں اور مدعا علیہ کے ذمہ قسم ہے اگر وہ مدعی کے حق کا منکر ہو اور تقسیم شرکت کے منافی ہے لہٰذا اس کے خلاف نہ کیا جائے گا۔

ترجمہ: ملک مطلق میں صاحب قبضہ کے گواہ قبول نہ کیے جائیں گے۔

فائدہ: ملک مطلق سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کے مالک ہونے کا دعویٰ کرے اور مالک ہونے کے سبب کو بیان نہ کرے مثلاً کوئی فقط اتنا دعویٰ کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور اس کے گواہ پیش کرے تو یہ گواہ قبول نہ ہوں گے اور اگر وہ یہ کہہ دے کہ یہ میں نے خریدا ہے یا مجھے یہ ورثہ میں ملا ہے تو یہ دعویٰ ملک مطلق کا نہ ہوگا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور جب مدعا علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو انکار کے ساتھ ہی قاضی اس پر حکم کردے اور مدعی کو ڈگری دے دے اور قاضی کو چاہیے کہ (جب مدعا علیہ قسم کا انکار کردے تو) اس سے کہے کہ تجھ پر قسم کو میں تین دفعہ پیش کرتا ہوں (یعنی تجھے تین دفعہ کہتا ہوں کہ تو قسم کھا لے) اگر تو قسم کھالے گا تو خیر ورنہ میں مدعی کو تجھ پر ڈگری دے دوں گا اور جب تین دفعہ اس طرح قسم کو پیش کرے (اور وہ انکار ہی کرتا رہے) تو اس کے انکار کے ساتھ ہی اس پر ڈگری کردے اور اگر دعویٰ نکاح کا تھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے منکر سے قسم نہ لی جائے اور نہ رجعی طلاق کے دعوے میں نہ ایلاء کے رجعت کے دعوے میں نہ غلامی کے دعوے میں نہ ام ولد کرنے کے دعوے میں نہ نسب کے دعوے میں نہ ولاء کے دعوے میں نہ حدود ولعان کے دعوے میں اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ سوائے حدود ولعان کے دعوے کے اور سب دعووں میں قسم لی جائے۔

فائدہ: نکاح کے دعوے کا انکار کرنے کی صورت یہ ہے کہ جب شوہر نے بیوی سے کہا کہ مجھ

سے تیرا نکاح ہو جانے کی خبر تجھے پہنچ چکی ہے اور تو خاموش ہوگئی تھی تو تجھ سے میرا نکاح ہونا صحیح ہوگیا۔ عورت نے جواب دیا کہ میں نے نکاح کی خبر سنتے ہی نکاح سے انکار کردیا تھا اس لیے میرا نکاح نہیں ہوا تو اس صورت میں عورت کا قول مانا جائے گا اور اسے قسم نہ دی جائے گی اسی طرح اور صورتوں کو بھی سمجھ لینا چاہیے۔ جوہرۂ نیرہ۔

ترجمہ: اگر دو آدمیوں نے ایک خاص چیز پر دعویٰ کیا جو تیسرے کے قبضہ میں تھی اور ان میں سے ہر ایک یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے اور دونوں نے (اپنے اپنے دعوے کے) گواہ بھی پیش کردیئے تو وہ چیز دونوں کو (نصف نصف) دلا دی جائے اور اگر دو آدمی ایک عورت سے نکاح ہونے کا دعویٰ کریں یعنی ہر ایک کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ میری بیوی ہے اور دونوں گواہ بھی پیش کردیں تو دونوں کے گواہوں میں سے کسی کے گواہ پر بھی حکم نہ دیا جائے بلکہ اس عورت کے تصدیق کرنے کی طرف رجوع کیا جائے (کہ وہ جس کی تصدیق کرے یعنی جسے اپنا شوہر بتائے اسی کی بیوی ہے اور اگر وہ ان میں سے کسی کی تصدیق بھی نہ کرے تو ان میں تفریق کرادی جائے) اگر دو آدمیوں نے دعویٰ کیا ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ غلام اس شخص سے میں نے خریدا ہے اور ان دونوں نے گواہ بھی پیش کردیئے تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے چاہے آدھے غلام کی آدھی قیمت (دوسرے مدعی کو) دے کر آدھے غلام کا مالک ہوجائے اور چاہے چھوڑ دے (اور اپنے دعوے سے دست بردار ہوجائے) اور اگر قاضی نے وہ غلام دونوں کو دلا دیا تھا پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں (آدھا غلام آدھی قیمت کے عوض) لینا چاہتا تو دوسرے (مدعی) کو سارا غلام لینا جائز نہیں ہے اور اگر ان میں سے ہر ایک نے (اپنے خریدنے کی) تاریخ بھی بیان کردی تو غلام اس کا ہوگا جس کی تاریخ مقدم ہوگی۔

فائدہ: یعنی جس نے تاریخ کے اعتبار سے پہلے خریدا ہوگا کیونکہ اس نے ایسے وقت خریدنا ثابت کردیا ہے کہ اس وقت اس سے کوئی جھگڑنے والا نہ تھا۔

ترجمہ: اور اگر تاریخ دونوں نے نہیں ذکر کی اور ان میں سے ہر ایک کا اس پر قبضہ ہے تو وہ قبضہ ہی والا اولیٰ ہے۔ اور اگر ایک نے خریدنے کا دعویٰ کیا اور اور دوسرے نے (اپنے لیے) ہبہ (ہونے) اور (اپنا) قبضہ ہونے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ پیش کردیے اور تاریخ کسی

کے پاس نہیں ہے تو خریدنے والا دوسرے سے اولیٰ تر ہوگا۔اور (ایک غلام کسی کے قبضہ میں تھا) ایک مرد نے اسے خریدنے کا دعویٰ کیا اور ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ اس غلام پر اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے (یعنی یہ غلام مجھے مہر میں دیا ہے) تو یہ دونوں مدعی برابر ہیں (یعنی آدھا آدھا غلام دونوں کا ہے) اور اگر ایک نے رہن اور قبضہ کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے ہبہ اور قبضہ کا دعویٰ کیا تو رہن والا اولیٰ ہوگا اور اگر دونوں مدعی قابض نہ تھے اور دونوں نے (اپنی اپنی) ملک اور (خریدنے کی) تاریخ پر گواہ قائم کردیے تو پہلی تاریخ والا اولیٰ ہوگا (یعنی اس غلام کو لے گا کہ جس کی تاریخ سے پہلے خریدنا ثابت ہوگا) اور اگر دو مدعیوں نے ایک آدمی سے خریدنے کا دعویٰ کیا (یعنی ایسے آدمی سے خریدنے کا کہ جس کا اس غلام پر قبضہ نہیں ہے) اور دونوں نے دو تاریخوں پر گواہ بھی پیش کردیے تو پہلی تاریخ والا والیٰ ہوگا۔

فائدہ: پہلی تاریخ والے کے اولیٰ ہونے کی وجہ پہلے بیان ہوچکی ہے۔یعنی یہ کہ اس نے ایسے وقت میں خریدنا ثابت کیا ہے کہ اس وقت کچھ تنازعہ ہی نہ تھا بخلاف دوسرے کے۔

ترجمہ: اور اگر ان میں سے ہر ایک نے دوسرے سے خریدنے پر گواہ پیش کردیے اور دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو یہ دونوں برابر ہیں اور اگر (دو مدعیوں میں سے ایک قابض ہے اور دوسرا غیر قابض ہے اور) غیر قابض نے اپنی ملکیت اور (خریدنے کی) تاریخ پر گواہ پیش کردیے اور قابض نے اپنی ملکیت اور اس سے پہلے (خریدنے) کی تاریخ پر گواہ پیش کردیے تو یہ قابض ہی اولیٰ ہوگا۔

فائدہ: یہ حکم شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ملک مطلق میں قابض کے گواہ بالکل نہ سنے جائیں اس لیے کہ ملکیت پر تو دونوں کے گواہ ہیں اور جہت ملکیت کے یہ دونوں درپے نہیں ہیں لہٰذا اس میں تقدم و تاخر برابر ہے اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ قابض کے گواہوں سے ثابت ہوگیا کہ پہلے ہی مالک ہوا ہے لہٰذا یہی اولیٰ ہوگا۔(کذا فی رمز الحقائق)

ترجمہ: اور اگر (کسی جانور کے دو مدعی میں ایک قابض ہے دوسرا غیر قابض اور) قابض اور غیر قابض میں سے ہر ایک نے (اس جانور کے) اپنے گھر پیدا ہونے پر گواہ پیش کردیے تو

قابض اولیٰ ہے اور یہی حکم ان کپڑوں میں ہے جو ایک ہی دفعہ بنے جاتے ہوں اور اسی طرح ہر سبب کہ جو ملک میں مکرر نہ ہوتا ہو (مثلاً وہ برتن جو ٹوٹ جانے کے بعد پھر نہیں بنتے ان کا بھی یہی حکم ہے)۔

اگر (کسی غلام وغیرہ کی بابت) غیر قابض نے اپنی ملک مطلق پر گواہ پیش کیے تھے اور قابض نے اس سے ہی خریدنے پر گواہ قائم کرادیئے تو یہ قابض اولیٰ ہے (یعنی وہ غلام وغیرہ اس کا ہوگا) اور اگر ان میں سے ہر ایک نے دوسرے سے خریدنے پر گواہ پیش کردیے اور (خریدنے کی) تاریخ دونوں کے پاس نہیں ہے تو دونوں کے گواہ رد کردیے جائیں گے (اور غلام اسی کا رہے گا کہ جس کا قبضہ ہوگا) اور مدعی نے دو گواہ پیش کیے اور دوسرے نے چار گواہ پیش کیے تو یہ دونوں برابر ہیں (کیونکہ چار کی گواہی بھی مثل دو ہی کے ہے) اگر کسی شخص نے کسی پر قصاص کا دعویٰ کیا اور وہ منکر ہوگیا تو اسے قسم دی جائے پھر اگر جان سے مار ڈالنے سے کم میں قسم کھانے سے بھی انکار کرے (مثلاً ہاتھ پاؤں کاٹنے کی قسم سے) تو یہ قصاص اس پر واجب ہو جائے گا اور اگر جان سے مار ڈالنے کی قسم سے انکار کیا ہے تو اسے قید کردیا جائے۔ یہاں تک کے یا تو وہ (اس خون کے کرنے کا) اقرار کرے یا قسم کھالے (یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے) اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں اس پر دیت واجب ہوگی۔

فائدہ: صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قسم سے انکار کرنا مشتبہ اقرار ہے لہٰذا اس سے قصاص ثابت نہ ہوگا۔ ہاں دیت ثابت ہوجائے گی اور امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں بمنزلہ مال کے ہوتے ہیں اس لیے ان میں اس کا انکار معتبر نہ ہوگا۔ **كذا في الجوهرة النيره.**

ترجمہ: اور جب (قاضی کی کچہری میں) مدعی کہے کہ میرے گواہ حاضر ہیں (یعنی شہر میں ہیں یہاں نہیں ہیں) تو مدعا علیہ کو حکم دیا جائے کہ وہ تین دن کے اندر اندر کسی کو اپنا حاضر ضامن دے دے اگر اس نے ایسا کردیا تو فبہا ورنہ اسے گرفتار کرلیا جائے (تاکہ یہ مدعی کا حق مارنے کی غرض سے کہیں بھاگ نہ جائے) ہاں اگر مدعا علیہ کوئی راہ گیر مسافر ہو تو اسے قاضی کی کچہری کے وقت تک ٹھہرائے رکھیں (تاکہ اس عرصہ میں مدعی گواہوں کو حاضر کردے) اور اگر

(مدعی نے کسی چیز کا دعویٰ کیا اور) مدعا علیہ نے کہا کہ یہ چیز تو میرے پاس فلاں شخص نے جو یہاں نہیں ہے امانت رکھی ہے یا اس نے میرے یہاں رہن کردی ہے یا کہے میں نے یہ اس سے غصب کی ہے اور اپنے اس کہنے پر گواہ پیش کردے تو یہ مقدمہ خارج کردیا جائے گا اور اگر مدعا علیہ (یعنی قابض) نے کہا کہ یہ چیز تو میں نے فلاں غائب سے خریدی ہے تو یہ مقدمہ رہے گا اور اگر مدعی نے کہا کہ یہ چیز میرے یہاں سے چوری ہوگئی تھی اور اس پر مدعی نے گواہ بھی پیش کردیے اور قابض (یعنی مدعا علیہ نے) کہا کہ فلاں شخص نے میرے پاس امانت رکھی ہے اور اس پر اس نے بھی گواہ پیش کردیے تو یہ مقدمہ خارج ہوگا اور اگر مدعی نے کہا کہ یہ چیز میں نے فلاں شخص سے خریدی تھی اور قبضہ والے نے کہا کہ میرے پاس اسی نے امانتا رکھی تھی تو یہ مقدمہ بغیر گواہوں کے (گواہی دیے) خارج ہوجائے گا۔

اور قسم اللہ ہی کی کھانی چاہیے اور کسی کی قسم کھانی جائز نہیں ہے اور اللہ کے اوصاف ذکر کرنے کے ساتھ قسم کی تاکید کردی جائے اور طلاق یا عتاق کی قسم نہ دی جائے۔ اور یہودی کو اس طرح قسم دی جائے کہ قسم ہے اس اللہ کی کہ جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی تھی اور نصرانی کو اس طرح دی جائے کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی تھی اور مجوسی کو اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے آگ پیدا کی ہے اور ان کو ان کے عبادت خانوں میں قسم نہ دی جائے اور قسم کو کسی زمانہ یا مکان کے ساتھ مغلظ (اور پختہ) کرنا مسلمان پر واجب نہیں ہے۔

فائدہ: زمانہ کی مثال یہ ہے کہ کوئی رمضان شریف میں جمعہ کے دن یا شب قدر وغیرہ میں کسی کو قسم دلائے اور مکان کی یہ مثال ہے کہ مسجد یا خانہ کعبہ میں یا بیت المقدس میں کوئی قسم دلائے تو ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے اس شخص کا غلام اسی سے ایک ہزار میں خریدا ہے اور بائع اس کا انکار کرے تو بائع کو اس طرح قسم دی جائے (یعنی وہ یہ کہے) کہ خدا کی قسم! اس وقت ہمارے درمیان اس غلام میں بیع قائم نہیں ہے اور اسے اس طرح قسم نہ دی جائے کہ قسم ہے اللہ کی میں نے بیع ہی نہیں کیا۔

فائدہ: اس طرح قسم دینے کی یہ وجہ ہے کہ بعض اوقات ایک چیز بیع کردی جاتی ہے اور پھر اس میں اقالہ کرلیا جاتا ہے یا کسی عیب وغیرہ کی وجہ سے وہ واپس کردی جاتی ہے اس لیے اس وقت ان میں بیع نہ ہونے کی قسم دی جائے تاکہ یہ قسم مذکورہ بالا صورتوں میں شامل نہ ہو۔

ترجمہ: اور غاصب کو اس طرح قسم دی جائے کہ قسم ہے خدا کی یہ مدعی اس چیز کے لینے کا مستحق نہیں ہے اور نہ اس کی قیمت لینے کا مستحق ہے نہ کہ اس طرح کہ خدا کی قسم میں نے غصب ہی نہیں کی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے ہوسکتا ہے کہ اس نے پہلے غصب کر کے اسے واپس دے دی ہو یا اس کہ غصب کرنے کے بعد مالک نے اس کے لیے ہبہ کردی ہو یا اس نے اس سے خرید لی ہو۔

ترجمہ: اور نکاح میں (یعنی اگر کوئی نکاح کا منکر ہو جائے تو اسے) اس طرح قسم دی جائے کہ خدا کی قسم اس وقت ہمارے درمیان نکاح قائم نہیں ہے اور طلاق کے دعوے میں اس طرح قسم دی جائے کہ خدا کی قسم یہ عورت اس وقت مجھ سے بائن نہیں ہے جیسا کہ اس نے بیان کیا ہے اور اس طرح قسم نہ دی جائے کہ خدا کی قسم میں نے اسے طلاق نہیں دی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے ہوسکتا ہے کہ اس نے ایک طلاق دے کر پھر اس سے رجعت کرلی ہو یا تین طلاقیں دے کر پھر حلالہ کے بعد نکاح کرلیا ہو۔ **کذا فی الجوھرۃ النیرۃ**

ترجمہ: اگر ایک مکان ایک شخص کے قبضہ میں تھا اس پر دو نے دعویٰ کیا ایک نے سارے کا (کہ یہ سارا مکان میرا ہے) اور دوسرے نے نصف کا (کہ نصف میرا ہے) اور دونوں مدعیوں نے گواہ پیش کردیے۔ تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جس نے سارے کا دعویٰ کیا ہے اسے تین ربع (یعنی مکان کے چار حصے کر کے تین حصے اسے) دیے جائیں اور ایک ربع (یعنی ایک حصہ) نصف کے دعویدار کو۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک اس مکان کے تین حصے کیے جائیں (دو اس کو دیں جس نے سارے کا دعویٰ کیا ہے اور ایک اس کو جس نے نصف کا دعویٰ کیا ہے) اور اگر وہ مکان ابھی دونوں کے قبضہ میں ہے تو سارا مکان سارے کے مدعی کو دے دیا جائے آدھا تو بطور حکم دعوے کے اور آدھا بدون حکم دعوے کے (کیونکہ یہ آدھا تو اس کے قبضہ میں پہلے ہی سے ہے)۔

اگر ایک جانور میں دو آدمیوں نے جھگڑا کیا اور اس پر دونوں نے گواہ بھی پیش کر دیے کہ یہ جانور میرے گھر پیدا ہوا تھا اور دونوں نے پیدا ہونے کی تاریخ بھی بیان کر دی اور اس جانور کی عمر ایک تاریخ کے موافق ہے تو اس جانور کا حق دار اسی تاریخ والا ہوگا اور اگر اس سے بھی کچھ پتہ نہ چلے تو یہ جانور دونوں کا مشترک رہے گا۔

اگر دو آدمیوں کا ایک گھوڑے پر جھگڑا ہوا ان میں سے ایک اس پر سوار تھا اور دوسرا اس کی لگام پکڑے ہوئے تھا تو گھوڑا سوار کا ہوگا اور اسی طرح ایک اونٹ پر جھگڑا ہوا اور ایک مدعی کا اس پر کچھ بوجھ لدا ہوا ہو اور دوسرا اس کی نکیل پکڑے ہوئے ہو تو وہ اونٹ بوجھ والے کا ہوگا اسی طرح اگر دو آدمیوں کا ایک کرتے پر جھگڑا ہوا ایک اس کرتے کو پہنے ہوئے ہو اور دوسرا اس کی آستین پکڑے ہوئے ہو تو وہ کرتا پہننے والے کا ہوگا اور جب بائع و مشتری کا بیع میں جھگڑا ہو مشتری کچھ قیمت کا دعویٰ کرے (یعنی یہ کہے کہ میں نے اس قیمت کو خریدی ہے) اور بائع اس قیمت سے زیادہ کا دعویٰ کرے (یعنی وہ کہے کہ میں نے اس سے زیادہ کو بیچی ہے) یا بائع بکی ہوئی چیز کی مقدار کا اقرار کرے مثلاً (کہے کہ میں نے تو یہ دس من گیہوں بیچے ہیں) اور مشتری اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے (کہ میں نے بیس من خریدے ہیں) اور ان دونوں میں سے ایک گواہ پیش کر دے تو اس کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کر دیے ہیں تو پھر اس کا قول معتبر ہوگا کہ جس کے گواہوں سے زیادتی کا ثبوت ہوگا اور اگر ان میں سے گواہ ایک کے بھی نہیں ہیں تو مشتری سے کہا جائے (یعنی قاضی کہے) کہ یا تو تم اس قیمت پر رضا مند ہو جاؤ کہ جس کا بائع نے دعویٰ کیا ہے ورنہ ہم بیع کو فسخ کر دیں گے اور اسی طرح سے کہا جائے کہ یا تو تم اتنی مبیع مشتری کے حوالے کر دو کہ جتنی مبیع کا اس نے دعویٰ کیا ہے ورنہ ہم بیع کو فسخ کرتے ہیں پس اگر یہ دونوں اس پر رضا مند نہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے دعوے پر حاکم قسم دے اور پہلے مشتری کو قسم دی جائے پس جس وقت یہ دونوں قسمیں کھا لیں تو قاضی ان کی بیع کو فسخ کر دے اور اگر ان میں سے کوئی قسم کھانے سے انکار کرے تو اس پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہو جائے گا۔

اگر بائع و مشتری کا ادھار بیچنے میں جھگڑا ہوا (یعنی مشتری کہتا ہے کہ میں نے ادھار

خریدا ہے اور بائع کہتا ہے میں نے نقد بیچا ہے) یا شرط خیار میں اختلاف ہوا (یعنی مشترق کہتا ہے میں نے خیار کی شرط کر کے خریدا ہے اور بائع اس کا منکر ہے) یا کچھ قیمت ادا کرنے میں اختلاف ہوا (مشتری کہتا ہے کہ میں نے کچھ قیمت دے دی ہے اور بائع کہتا ہے ابھی کچھ بھی نہیں دی) تو ان دونوں کو قسمیں نہ دی جائیں اور قول مع قسم کے اس کا معتبر ہوگا جو خیار اور ادھار کا انکار کرتا ہے۔

اگر (مبیع پر) مشتری کا قبضہ ہونے کے بعد مبیع ہلاک ہوگئی پھر قیمت (کی مقدار) میں جھگڑا ہوا تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اب بھی ان دونوں کو قسم نہ دی جائے گی اور قیمت میں (مع قسم کے) مشتری کا قول معتبر ہوگا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ان دونوں کو قسم دی جائے اور (قسمیں کھانے کے بعد) ہلاک شدہ (بیع) کی قیمت پر بیع کو فسخ کر دیا جائے۔

اور اگر کسی نے دو غلام خریدے اور ان میں سے ایک مر گیا پھر بائع کا مشتری کی قیمت میں اختلاف ہوا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان کو قسم نہ دی جائے ہاں اگر بائع اس پر رضا مند ہو جائے کہ مرے ہوئے غلام کا حصہ چھوڑ دے (جو کہ مشتری کہتا ہے) اور زندہ غلام کو مشتری لے لے تو اب قیمت پر اختلاف ہونے سے دونوں پر قسم آئے گی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ دونوں کو قسم دی جائے اور زندہ غلام میں اور ہلاک شدہ کی قیمت میں بیع کو فسخ کر دیا جائے (یعنی زندہ غلام تو بائع کو پھیر دیا جائے اور ہلاک شدہ کی قیمت جو مشتری کہے وہ دلا دی جائے) اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے۔

اگر میاں بیوی کا مہر میں جھگڑا ہوا مثلاً شوہر نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے ایک ہزار روپیہ کے مہر پر نکاح کیا تھا اور عورت نے کہا کہ تو نے دو ہزار (روپیہ کے مہر) پر نکاح کیا تھا۔ تو ان دونوں میں سے جو کوئی گواہ پیش کر دے اسی کے گواہ قبول کر لئے جائیں گے (یعنی اسی کا قول معتبر ہوگا) اور اگر دونوں نے اکٹھے گواہ پیش کیے تو پھر عورت کے گواہ معتبر ہوں گے اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں قسم کھائیں اور نکاح فسخ نہ ہوگا۔ لیکن مہر مثل کا حکم کر دیا جائے گا پس اگر مہر مثل شوہر کے اقرار کردہ مہر کے برابر ہے یا

اس سے کم ہے تو شوہر کے قول پر حکم کر دیا جائے گا۔ اور اگر مہر مثل اتنا ہے کہ جتنا عورت نے دعویٰ کیا ہے یا اس سے زیادہ ہے تو عورت کے دعوے کے موافق حکم کر دیا جائے گا اور اگر مثل مہر شوہر کے اقرار کردہ سے زیادہ ہے اور جتنے کا عورت نے دعویٰ کیا ہے اس سے کم ہے تو اس عورت کے لیے مہر مثل کا حکم کر دیا جائے۔

اور اگر اجارہ میں (یعنی اجیر اور مستاجر کے درمیان میں) معقود علیہ کے حاصل ہونے سے پہلے جھگڑا ہو جائے تو ان دونوں کو قسمیں دے کر اس اجارہ کے معاملہ کو توڑ دیں۔

فائدہ: مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک کپڑا سینے کو دیا اب یہ کپڑے والا مستاجر ہے اور درزی اجیر ہے معقود علیہ حاصل نہیں ہوا تھا یعنی کپڑا ابھی سلنے نہیں پایا تھا کہ ان دونوں میں جھگڑا ہو گیا درزی کہتا ہے کہ مجھ سے اس کی سلائی ایک روپیہ ٹھہری ہے اور کپڑے والا کہتا ہے کہ آٹھ آنے ٹھہرے ہیں تو اس صورت میں دونوں کو قسمیں دے کر اس معاملہ ہی کو فسخ کر دیا جائے۔

ترجمہ: اور اگر معقود علیہ حاصل ہونے کے بعد (یعنی مثلاً کپڑا سلنے کے بعد) ان میں جھگڑا ہوا ہے تو اب انہیں (بالاتفاق) قسمیں نہ دی جائیں اور مستاجر کا قول معتبر سمجھا جائے اور اگر کسی قدر معقود علیہ حاصل ہونے (یعنی کچھ کپڑا سلنے) کے بعد جھگڑا ہوا ہے تو مابقی (کپڑے) میں دونوں قسمیں کھائیں اور یہ معاملہ فسخ ہو جائے گا۔ اور ماضی میں (یعنی جو کپڑا سل چکا ہے اس میں) مستاجر کا قول مع اس کی قسم کے معتبر ہوگا۔

اور جب مولیٰ اور مکاتب کے درمیان مال کتابت میں اختلاف ہو مثلاً مولیٰ کہے کہ میں نے ایک ہزار پر مکاتب کیا ہے اور مکاتب کہے میں آٹھ سو پر مکاتب ہوا ہوں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک انہیں قسمیں نہ دی جائیں گی (اور مکاتب کے قول کا اعتبار ہوگا) اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ انہیں قسمیں دی جائیں گی اور کتابت فسخ کر دی جائے (اور یہی قول ائمہ ثلثہ کا ہے)

اور جب میاں بیوی کا گھر کے اسباب میں اختلاف ہو (مثلاً میاں کہے کہ سارا اسباب میرا ہے اور بیوی کہے میرا ہے) تو جو اسباب مردوں کے قابل ہو وہ مرد کا ہے (مثلاً عمامہ، ٹوپی، چغہ، تلوار، کتابیں وغیرہ) اور جو عورتوں کے لائق ہو وہ عورت کا ہے (مثلاً کرتی، اوڑھنی، زیور وغیرہ) اور جو دونوں کے لائق ہو وہ بھی مرد کا ہوگا (مثلاً گھر،

گھوڑا' غلام' لونڈی' برتن' جائیداد' مواشی' نقود وغیرہ) پس اگر ان میں سے ایک مر گیا اور دوسرے سے وارثوں کا جھگڑا ہوا تو جو چیزیں مردوں اور عورتوں کے لائق ہوں وہ اسی کی ہوں گی جو زندہ ہے (خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔ کیونکہ قبضہ زندہ کا ہوتا ہے نہ کہ مردہ کا اور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے)۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ جو چیزیں ایسی عورتوں کو جہیز میں دی جاتی ہوں وہ عورت کو دی جائیں اور باقی مرد کو (لیکن اس سے قسم لے کر) اگر کسی شخص نے کوئی لونڈی فروخت کی پھر اس لونڈی کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے پر بائع نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرے نطفہ سے ہے (لہٰذا یہ میرا ہے) پس اگر اس لونڈی کے فروخت ہونے کے دن سے لے کر وہ لڑکا چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا ہے تو یہ لڑکا بائع کا ہے اور اس کی ماں اس کی ام ولد ہے یہ بیع توڑ دی جائے اور قیمت مشتری کو واپس دے دی جائے اور اگر بائع کے دعوے کے ساتھ مشتری نے بھی دعویٰ کر دیا (یعنی دونوں نے اکٹھا دعویٰ کیا ہے) یا اس کے دعوے کے بعد کیا ہے تو بائع کا دعویٰ اولیٰ (اور معتبر) ہوگا اور اگر وہ لڑکا چھ مہینے سے زیادہ میں اور دو برس سے کم میں پیدا ہوا ہے تو اب اس میں بائع کا دعویٰ نہ سنا جائے گا۔ ہاں اگر مشتری اس کی تصدیق کرے (یعنی یہ کہے کہ یہ لڑکا اس بائع کا ہے میرا نہیں ہے تو بائع کو دلا دیا جائے گا) اور اگر وہ لڑکا مر گیا پھر بائع نے اس کا دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرا تھا اور وہ چھ مہینے سے کم ہی میں پیدا ہوا تھا تو اب اس لڑکے میں (اس بائع کا) نسب ثابت نہ ہوگا (یعنی وہ اس کا لڑکا نہ کہلائے گا) اور نہ یہ لونڈی اس کی ام ولد ہوگی۔

اگر (لڑکا) پیدا ہونے کے بعد یہ لونڈی مر گئی اور لڑکا اس کے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تھا تو اس لڑکے میں اس بائع سے نسب ثابت ہو جائے گا اور امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اس لڑکے کو بائع لے لے اور (لونڈی کی) پوری قیمت (مشتری کو) واپس دے دے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ فقط لونڈی (کی قیمت) کا حصہ واپس کر دے۔ اگر کسی نے جڑواں بچوں میں سے ایک کے نسب کا دعویٰ کیا (کہ یہ بچہ میرا ہے) تو اس سے دونوں کا نسب ثابت ہو جائے گا (یعنی وہ دونوں بچے اسی کے شمار ہوں گے)۔

کتاب الشہادات 22

گواہیوں کا بیان

ترجمہ: جب مدعی گواہیوں کو گواہی میں طلب کرائے تو انہیں گواہی دینی فرض اور ان پر لازم ہے انہیں ان کا چھپانا ہرگز جائز نہیں ہے ہاں اگر حدود کی گواہی ہو تو اس کو چھپانے اور ظاہر کرنے میں گواہ کو اختیار ہے اور چھپانا افضل ہے مگر مال کی چوری میں گواہی دینی واجب ہے اور یوں کہے کہ اس (چور) نے مال لیا ہے (تاکہ ترک واجب لازم نہ آئے) اور یہ نہ کہے کہ اس نے چرایا ہے۔

شہادت کے درجات ٭ اور گواہی کے چند درجے ہیں منجملہ ان کے ایک گواہی زنا کی ہے اس میں چار مردوں کی گواہی معتبر ہوتی ہے اور عورتوں کی گواہی اس میں معتبر نہیں ہوتی دوسری گواہی حدود اور قصاص کی ہے ان میں دو مردوں کی گواہی معتبر ہوتی ہے اور عورتوں کی ان میں بھی معتبر نہیں ہوتی۔

ان کے سوا اور حقوق میں دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی مقبول ہو جاتی ہے برابر ہے کہ وہ حق مال ہو یا کچھ اور ہو مثلاً نکاح کا دعویٰ ہو یا طلاق یا وکالت یا وصیت (یا خلع) کا دعویٰ ہو اور ولادت اور بکارت (کے دعوے میں) اور عورتوں کے ان تمام عیوب میں جن پر مردوں کو اطلاع نہیں ہوتی فقط ایک عورت کی (بھی) گواہی مقبول ہو جاتی ہے (ہاں دو کے ہونے میں احتیاط زیادہ ہے) اور ان سب صورتوں میں گواہوں کا عادل ہونا اور گواہی کا لفظ ضروری ہے پس اگر کسی گواہ نے گواہی کا ذکر نہیں کیا (یعنی یہ نہیں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں) اور یہ کہا کہ مجھے یقین ہے تو اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔

گواہوں کی چھان بین ٭ اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ حاکم مسلمان کی ظاہری عدالت پر اکتفا کرے سوائے حدود اور قصاص کے کیونکہ ان کے گواہوں کی (مدعیٰ علیہ کے ان گواہوں میں جرح کرنے سے پہلے ہی) تحقیقات کرے (کہ یہ گواہ کیسے ہیں عادل اور گواہی دینے کے

قابل ہیں یا نہیں) اور اگر مدعیٰ علیہ ان گواہوں میں جرح کرے تو پھر ان کا حال دریافت کیا جائے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ در پردہ اور علانیہ سب گواہوں کا حال دریافت کیا جائے اور گواہ کی گواہی دو قسم پر ہے ایک یہ کہ اس کا حکم خود ہی ثابت ہو جائے مثلاً بیع، اقرار، غصب، قتل پر گواہی دینا پس جب ان امور کو گواہ نے کسی سے سن لیا یا خود دیکھ لیا تو اسے ان کی گواہی دینی جائز ہے اگر چہ اسے اس پر گواہ نہ بنایا گیا ہو اور (بیع میں مثلاً) وہ اس طرح کہہ دے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اس نے اس کی بیع کی ہے اور یہ نہ کہے کہ مجھے اس نے گواہ کیا ہے۔ (کیونکہ یہ جھوٹ ہے) اور دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا حکم بنفس خود ثابت نہیں ہوتا (یعنی خود بخود گواہی نہیں دے سکتا) مثلاً گواہی پر گواہی دینا پس جب کسی نے کسی گواہ کو سنا کہ وہ کسی (مقدمہ میں کسی) چیز کی گواہی دے رہا ہے تو اسے سننے والے کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس گواہی پر گواہی دے دے ہاں اگر وہ (گواہ اپنی گواہی پر) اسے گواہ کرے (تو پھر اسے اس کی گواہی پر گواہی دینا جائز ہے) اور اسی طرح اگر کسی نے کسی کو سنا کہ وہ گواہ کی گواہی پر گواہی دے رہا ہے تو اس سننے والے کو اس پر گواہی دینی جائز نہیں ہے اور جب کوئی گواہ اپنا خط دیکھے (یعنی اپنی گواہی کی ہوئی دیکھے) تو اسے (اس کے دیکھنے ہی پر) گواہی دینی جائز نہیں ہے ہاں اگر گواہی اس کو یاد آ جائے (تو جائز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خط ایک دوسرے کا مل جاتا ہے اس لئے فقط دیکھنے سے اپنی گواہی کا یقین نہیں ہوسکتا) اندھے اور غلام کی گواہی قبول نہ کی جائے اور نہ اس کی جس کے تہمت لگانے میں حد لگ چکی ہے اگر چہ اس نے توبہ کر لی ہو۔

کس کی گواہی مقبول ہے اور کس کی نامقبول ✵ اور نہ باپ کی گواہی بیٹے کیلئے اور نہ پوتے کے لئے نہ بیٹے کی گواہی اپنے ماں باپ اور دادا و دادی کے لئے اور شوہر کی اپنی بیوی کے حق میں اور نہ بیوی کی شوہر کے حق میں اور نہ آقا کی اس کے غلام کے حق میں اور نہ اس کے مکاتب کے حق میں اور نہ ایک شریک کی دوسرے شریک کے حق میں یعنی اس چیز میں جو ان کی شراکت کی ہو اور اگر کوئی شخص اپنے بھائی یا اپنے چچا کی گواہی دے تو وہ قبول کر لی جائے گی اور مخنث اور نوحہ گر کی گواہی نہ سنی جائے گی اور نہ ڈومنی کی اور نہ ایسے شخص کی جو ہمیشہ لہو و لعب کے لئے شراب پیتا ہو اور نہ کبوتر باز کی اور نہ قوال کی اور ایسے شخص کی جو ایسے گناہ کبیرہ کرے کہ جن

پر حد لگتی ہے اور نہ ایسے شخص کی کہ جو بلا تہبند کے حمام میں جا (کے نہائے) اور نہ سود خور کی اور نہ چوسر باز وشطرنج باز کی (یعنی جوان میں روپیہ پیسے باندھ کر کھیلے) اور نہ ایسے شخص کی جو افعال مستخفہ کرتا ہو مثلاً راستہ میں پیشاب کرنا اور (چلتے میں) کھانا اور نہ ایسے شخص کی جو سلف (صالحین) کو برملا برا کہتا (اور گالیاں دیتا) ہو۔ سلف صالحین سے مراد یہ ہے خواہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ہوں یا اہل بیت ہوں یا مجتہد ہوں اور اہل ہوا کی گواہی سنی جائے گی سوائے خطابیہ کے۔

فائدہ: اہل ہوا سے وہ اہل قبلہ مراد ہے کہ جن کا عقیدہ بعض امور میں اہلسنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے جیسے جبریہ، قدریہ، رافضی، خارجی، معطلہ، مشبہ اور یہ سب بارہ فرقے ہیں جو علم کلام کی کتابوں میں مفصل مذکور ہیں اور خطابیہ رافضیوں میں ایک فرقہ ہے اس فرقہ والوں کی یہ علامت ہے کہ جب کوئی مدعی اپنے صدق دعویٰ پر قسم کھائے ان کے سامنے تو وہ اس کی گواہی دے دیتے ہیں بغیر اس کے کہ انہیں اس کا علم ہو۔ "كذا في الجوهرة النيرة".

ترجمہ: ذمیوں کی گواہی ایک کی دوسرے کے حق میں قبول کر لی جائے گی اگرچہ ان کے مذہب مختلف ہوں اور ذمی کے حق میں حربی کی گواہی نہ قبول کی جائے گی اگرچہ اس کی بھلائیاں برائیوں سے) زیادہ ہوں۔

اور جو شخص کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتا ہو تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی اگرچہ وہ بعض (صغیرہ) گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے اور نامختون اور خصی اور ولد الزنا اور خنثیٰ کی گواہی قبول کر لی جائے گی اور جس وقت گواہی دعوے کے موافق قبول کی جائے گی۔ اور اگر مخالف ہوگی تو قبول نہ کی جائے گی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو گواہوں کا لفظ اور معنیٰ (دونوں) میں متفق ہونا معتبر ہے پس اگر ایک گواہ نے ایک ہزار روپیہ کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار روپیہ کی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان کی گواہی نہ سنی جائے گی اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ ایک ہزار میں سن لی جائے گی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہزار دو ہزار میں داخل ہے پس ایک ہزار روپیہ پر تو یہ دونوں متفق ہیں اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب مدعی نے دو ہزار کا دعویٰ کیا ہو اور اگر ایک

ہی ہزار کا دعویٰ کیا تھا اور پھر گواہوں میں یہ اختلاف ہوگیا تو اب ان کی گواہی بالا جماع نہ سنی جائے گی (حاشیہ)۔

ترجمہ: اور اگر ان دونوں گواہوں میں سے ایک نے ایک ہزار کی گواہی دی۔ اور دوسرے نے پندرہ سو کی اور مدعی نے پندرہ سو ہی کا دعویٰ کیا تھا تو اب دونوں کی گواہی ایک ہزار میں سن لی جائے گی۔ (کیونکہ اس صورت میں دونوں گواہ لفظ اور معنی میں عربی قاعدے سے متفق ہیں)۔

اور اگر دونوں نے ایک ہزار کی گواہی دی ایک نے پھر یہ بھی کہہ دیا کہ پانچ سو روپیہ وصول کر چکا ہے تو ہزار میں ان دونوں کی گواہی قبول کر لی جائے گی (کیونکہ اس پر ان دونوں کا اختلاف ہے) اور ایک گواہ کا یہ کہنا نہ سنا جائے گا کہ ان میں سے پانچ سو روپیہ وصول کر چکا ہے (کیونکہ یہ ایک ہی کی گواہی ہے اور ایک کی گواہی معتبر نہیں ہوتی) ہاں اگر دوسرا بھی اس کے ساتھ (اس کے) موافق گواہی دے دے اور گواہ کو چاہیے کہ جب اسے یہ معلوم ہو جائے (کہ مدعی پانچ سو روپیہ وصول کر چکا ہے) تو وہ ایک ہزار روپیہ کی گواہی نہ دے یہاں تک کہ مدعی اس کے سامنے اس بات کا اقرار کر لے کہ پانچ سو روپیہ میں وصول کر چکا ہوں (تا کہ یہ گواہ ظلم پر معین نہ ہو جائے)۔

اور جب دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ (مثلاً) زید مکہ میں بقرعید کے دن مارا گیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ وہ بقرعید کے دن کوفہ میں مارا گیا ہے اور یہ سب (گواہ) حاکم کے رو برو حاضر ہوں تو وہ ان دونوں گواہیوں کو رد کر دے اور اگر ان دونوں گواہیوں میں سے ایک گواہی پہلی ہوگئی تھی اور اس پر حاکم حکم دے چکا تھا پھر اس دوسری گواہی کے گواہ حاضر ہوئے تو یہ دوسری گواہی رد کر دی جائے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی گواہی حکم لگنے کی وجہ سے پوری ہو چکی ہے اب دوسری گواہی سے نہیں ٹوٹے گی۔ جوہرہ۔

ترجمہ: اور جرح کے ہونے نہ ہونے پر قاضی کسی کی گواہی نہ سنے اور اس پر حکم دے ہاں اگر اس کا استحقاق ثابت ہو جائے۔

فائدہ: مثال اس کی یہ ہے کہ مثلاً مدعیٰ علیہ نے مدعی کے گواہوں پر جرح کی یعنی یہ کہا کہ یہ گواہ فاسق' بدمعاش ہیں یہ گواہی دینے کے قابل نہیں ہیں یا یہ کہا کہ انہیں کچھ دے کر ان سے گواہی دلوائی ہے اور پھر مدعیٰ علیہ نے اپنی ان باتوں پر کسی کو گواہ بنایا تو قاضی اس کے گواہوں کی گواہی نہ سنے اور نہ اس کی طرف التفات کرے۔ جوہرہ۔

ترجمہ: اور گواہ کو ایسی چیز کی گواہی نہیں دینی چاہیے کہ جو اس نے دیکھی نہ ہو سوائے نسب' موت' نکاح' دخول' اور قاضی کی قضا کے کیونکہ ان چیزوں کی گواہی اس وقت دینی جائز ہے کہ جب اس سے ان کو کوئی ایسا شخص بیان کرے جس پر اسے اعتماد ہو اور گواہی پر گواہی دینی ایسے ہر حق میں جائز ہے کہ جو شبہ سے ساقط نہ ہوتا ہو اور حدود اور قصاص میں (گواہی پر گواہی) قبول نہ کی جائے گی (کیونکہ یہ شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں) اور دو گواہوں کی گواہی پر دو گواہوں کو گواہی دینی جائز ہے اور ایک کی گواہی پر ایک کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ اور (گواہ کو اپنی گواہی پر) گواہ کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اصلی گواہ نقلی گواہ سے کہے کہ تو میری گواہی پر گواہ ہو جا میں گواہی دیتا ہوں کہ میرے روبرو فلاں بن فلاں نے اتنے (روپیہ) کا اقرار کیا ہے اور اس نے اپنے اوپر مجھے گواہ بنا لیا ہے اور اگر یہ نہ کہا کہ اس نے اپنے اوپر مجھے گواہ کر لیا ہے تب بھی جائز ہے (یعنی اس قول کا ہونا ضروری نہیں ہے) اور یہ نقلی گواہ گواہی دیتے وقت کہے کہ میں گواہی دیتا ہو کہ فلاں آدمی نے اس کے روبرو اتنا روپیہ دینے کا اقرار کیا ہے اور اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تو میری اس گواہی پر گواہی دینا اس لئے اب میں اس کی گواہی دیتا ہوں اور نقلی گواہوں کی گواہی نہ سنی جائے گی مگر اس وقت کہ اصلی گواہ مر جائیں یا اتنی دور چلے جائیں کہ جو تین روز یا تین روز سے زیادہ کا سفر ہو یا ایسے بیمار ہو جائیں کہ بیماری کی وجہ سے حاکم کی کچہری میں حاضر نہ ہو سکیں۔

اگر اصلی گواہ نقلی گواہوں کے عادل ہونے کو بیان کریں تو جائز ہے اور اگر وہ اس سے ساکت رہیں تب بھی ان کی گواہی جائز ہے اور حاکم اصلی گواہوں کے حال کی تفتیش کرے اور اگر اصلی گواہ گواہی دینے سے انکار کر دیں تو پھر نقلی گواہوں کی گواہی نہ سنی جائے گی اور اگر کوئی جھوٹی گواہی دے تو جھوٹے گواہوں میں امام ابو حنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ ہم (اسے)

بازاروں میں (پھرا کر) اس کی تشہیر کرادیں گے اور اسے سزا نہ دیں گے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ ہم اسے خوب سزا دیں گے اور قید کرادیں گے۔

باب الرجوع عن الشهادة

گواہی سے پھرنے کا بیان

ترجمہ: جب گواہ اپنی گواہی سے اس گواہی پر حکم ہونے سے پہلے پھر جائیں تو ان کی گواہی ساقط ہو جائے گی (یعنی ان کے پھرنے کے بعد اس گواہی کے مطابق حاکم حکم نہ دے) اور ان گواہوں پر تاوان بھی واجب نہ ہوگا اور اگر ان کی گواہی پر حکم ہو چکا تھا پھر وہ پھر گئے تو اب وہ حکم فسخ نہ ہوگا اور ان کی گواہی سے جس قدر نقصان ہوگا ان کا تاوان ان پر واجب ہوگا (کیونکہ یہ اس تعدی کا اقرار کر چکے ہیں لہٰذا ان پر تاوان واجب ہے) اور گواہی سے پھرنا درست نہیں ہے۔ مگر حاکم کے سامنے۔

جب دو گواہوں نے کسی مال (کے دوسرے کے ذمہ ہونے) کی گواہی دے دی اور حاکم نے اس کی گواہی پر اس (کے ادا کرنے) کا حکم دے دیا پھر یہ دونوں (گواہی سے) پھر گئے تو مشہود علیہ کے لئے (یعنی جس کے ذمہ ہونے کی گواہی دی تھی اس کے لئے) اس مال کے ضامن ہوں گے اور اگر ایک گواہ پھر گیا ہے تو نصف (مال) کا ضامن ہوگا اور اگر کسی مال کی تین گواہوں نے گواہی دی تھی پھر ان میں سے ایک پھر گیا تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ گواہی کا نصاب یعنی دو گواہوں کا ہونا ابھی باقی ہے (اور اگر اس ایک کے پھرنے سے) دوسرا بھی پھر گیا تو یہ دونوں نصف مال کے ضامن ہوں گے۔

اگر (کسی حق میں) ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی تھی پھر ایک عورت (گواہی سے) پھر گئی تو وہ چوتھائی حق کی ضامن ہوگی (کیونکہ ایک مرد اور ایک عورت کے گواہ رہنے سے اس حق کے تین حصے باقی رہ گئے ہیں) اور اگر دونوں عورتیں پھر گئیں تو یہ دونوں نصف حق کی ضامن ہوں گی۔

اگر (کسی حق کی) ایک مرد اور دس عورتوں نے گواہی دی تھی پھر ان میں سے آٹھ عورتیں پھر گئیں تو ان پر ضمان نہیں ہے (کیونکہ ابھی گواہی کا نصاب باقی ہے اور وہ ایک مرد اور دو عورتیں ہیں) پھر اگر نویں عورت بھی پھر گئیں تو ان سب عورتوں پر چوتھائی حق (کا تاوان واجب ہو جائے گا اور اگر وہ مرد اور وہ سب عورتیں پھر گئیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس حق کے چھ حصے ہوں گے ان میں سے ایک چھٹا حصہ مرد پر واجب ہوگا اور پانچ عورتوں پر۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ نصف مرد پر واجب ہوگا اور نصف ان عورتوں پر (کیونکہ دس عورتیں بمنزلہ ایک مرد کے تھیں لہٰذا وہ نصف نصاب ہوئیں) اور اگر دو گواہوں نے کسی عورت کا نکاح مہر مثل پر یا زیادہ پر ہونے کی گواہی دی تھی پھر وہ دونوں گواہی سے پھر گئے تو ان پر ضمان نہیں اور اگر مہر مثل سے کم پر گواہی دی ہے تو وہ اس کمی کے ضامن نہ ہوں گے اور اسی طرح اگر دو گواہوں نے کسی مرد پر گواہی دی کہ اس نے ایک عورت سے مہر مثل پر (مہر مثل سے) کم پر نکاح کیا ہے (تو تب بھی یہ ضامن نہ ہوں گے) اور اگر مہر مثل زیادہ کی گواہی دی تھی پھر پھر گئے تو اس زیادتی کے ضامن ہوں گے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زیادتی کو ان دونوں نے گواہی دے کر بغیر کسی عوض کے تلف کر دیا ہے اور بغیر کسی عوض کے کسی چیز کا تلف کرنا ضمان اور تاوان کا باعث ہوتا ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ ان کے گواہی سے پھرنے کے بعد یہ نکاح جائز رہے گا یا نہیں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ظاہراً اور باطناً ہر طرح جائز رہے گا یہاں تک کہ اس عورت سے صحبت کرنی جائز ہوگی اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ ظاہراً تو جائز ہوگا اور باطناً نہ ہوگا ان کے نزدیک اس مرد کو اس عورت سے صحبت کرنی جائز نہ ہوگی (حاشیہ)۔

ترجمہ: اگر دو گواہوں نے کسی چیز کی مثلی (یعنی مناسب) قیمت پر یا زیادہ پر بیع ہو جانے کی گواہی دی پھر دونوں (اپنی گواہی سے پھر گئے تو ان پر تاوان نہ آئے گا اور اگر کم قیمت پر بیع ہونے کی گواہی دی تھی تو یہ اس نقصان کے ضامن ہوں گے اور اگر دو گواہوں نے کسی مرد پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی کو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی ہے پھر دونوں (گواہی سے) پھر گئے تو یہ نصف مہر کے ضامن ہوں گے اور اگر صحبت کرنے کے بعد طلاق دینے کی

گواہی دی تھی تو ضامن نہ ہوں گے۔

اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شخص نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہے (اور اسی گواہی پر حاکم نے حکم دیا اور وہ غلام آزاد ہو گیا) پھر یہ دونوں گواہ پھر گئے تو یہ دونوں اس غلام کی قیمت کے ضامن ہوں گے۔

اگر دو گواہوں نے قصاص کی گواہی دی (اور جس پر گواہی دی تھی وہ ان کی گواہی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا) اور قتل ہونے کے بعد یہ دونوں (گواہی سے) پھر گئے تو یہ خون بہا کے ضامن ہوں گے اور ان سے قصاص نہ لیا جائے گا اور اگر نقلی گواہ پھر جائیں تو وہ بھی ضامن ہوں گے اور اگر (نقلی گواہوں کی گواہی پر قاضی کے حکم دینے کے بعد) اصلی گواہ پھر گئے اور یہ کہا کہ ہم نے اپنی گواہی پر ان کو گواہ نہیں کیا تھا تو ان (اصلی گواہوں) پر اس کا تاوان واجب نہ ہوگا۔ (کیونکہ انہوں نے گواہ بنانے ہی سے انکار کر دیا ہے) اور اگر انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی غلطی سے ان کو اپنا گواہ کر لیا تھا تو اب یہ ضامن ہوں گے (یعنی ان پر تاوان واجب ہوگا اور اگر نقلی گواہوں نے اصلی گواہوں کی تکذیب کی یا یہ کہا کہ انہوں نے ہمیں غلطی سے گواہ کر لیا تھا تو ان کے قول پر التفات نہ کیا جائے گا۔

جب چار آدمیوں نے زنا کی گواہی دی اور دو آدمیوں نے احصان کی (یعنی زانی یا زانیہ کی محصن ہونے کی) پھر احصان کے گواہ پھر گئے تو ان پر تاوان نہ آئے گا۔ اور جب زنا کے گواہ زنا کی گواہی سے پھر جائیں گے تو ان پر تاوان آئے گا۔

اگر دو گواہوں نے (قسم کی گواہی دی تھی اور دو نے) شرط ہونے کی پھر یہ سب گواہ پھر گئے تو تاوان خاص قسم ہی کے گواہوں پر ہوگا۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے کہ دو آدمیوں نے یہ گواہی دی کہ زید نے یہ قسم کھائی ہے کہ اگر میری عورت فلاں کام کرے تو اسے طلاق ہے اور دو نے اس شرط کے ہونے یعنی اس عورت کے وہ کام کر لینے کی گواہی دی اور اس پر طلاق پڑ گئی تو اس صورت میں پہلے گواہوں پر تاوان آئے گا کیونکہ تاوان قسم ہی کے ساتھ متعلق ہے۔

کتاب آداب القاضی

قاضی کے آداب کا بیان

ترجمہ: جب تک کسی میں سب شرطیں گواہی کی موجود نہ ہوں اس کا قاضی ہونا درست نہیں ہے اور چاہیے کہ وہ شخص مجتہد بھی ہو اور جسے اپنے اوپر یہ اعتماد ہو کہ میں اس عہدہ کا فرض خوب ادا کردوں گا تو اس کے قاضی ہونے میں کوئی حرج نہیں اور ایسے شخص کو قاضی بننا مکروہ ہے کہ جسے اس فرض کی انجام دہی نہ کرنے کا اندیشہ ہو اور اس میں اپنے سے ظلم ہونے پر اطمینان نہ ہو اور عہدہ قضا کی درخواست کرنی اور اس کا طلب گار رہنا نہیں چاہئے۔ اور جسے قاضی بنایا جائے لازم ہے کہ اس سے پہلے قاضی کا دفتر اس کے حوالے کردیا جائے وہ قیدیوں کے حال کی خوب تحقیقات کرے پس جو قیدی ان میں سے (اپنے ذمہ) دوسرے کے حق کا اقرار کرے اس پر وہ حق لازم ہے (اور جب تک مدعی اسے قید میں رکھنا چاہے قید میں رکھے) اور جو قیدی انکار کرے (یعنی یہ کہے کہ میرے ذمہ کسی کو کوئی حق وغیرہ نہیں ہے) تو اس کے بارے میں بغیر ثبوت گواہوں کے معزول (قاضی) کا قول نہ مانے (یعنی فقط اس کے کہنے کا اعتبار نہ کرے) بلکہ اس سے اس کے قابل قید ہونے کے گواہ طلب کرے پس اگر وہ قاضی گواہ پیش نہ کرسکے تو اس کے رہا کرنے میں جلدی نہ کرے یہاں تک کہ اس کی منادی کرادے اور کسی مدعی وغیرہ کے آنے کا انتظار کرے۔

امانتوں اور اوقاف کی آمدنیوں کی خوب جانچ پڑتال کرے اور جو کچھ گواہوں وغیرہ سے ثابت ہو یا جو تحقیق کرنے سے معلوم ہوا ہو اس کا وہ شخص اقرار کرے کہ جس کے قبضہ میں یہ اوقاف یا امانتیں ہیں تو اس کے موافق عمل درآمد کرے اور اگر معزول شدہ قاضی (کوئی وقف کسی کے پاس ہونے کو کہے تو اس) کے قول کو نہ مانے ہاں اگر وہ شخص اقرار کرلے کہ جس کے قبضہ میں وہ وقف ہے اس بات کا کہ اس معزول قاضی نے یہ وقف میرے سپرد کیا تھا تو اس کے قول کا اس وقف میں اعتبار کرکے اس پر عمل کرلے اور چاہیے کہ عام طور پر مسجد میں کچہری کیا

کرے (تا کہ قاضی کی جگہ سے غرباء ناواقف نہ رہیں)۔

اور سوائے اپنے ذی رحم محرم کے اور کسی کا تحفہ قبول نہ کرے یا ایسے شخص کا کہ جس کی اس کے قاضی ہونے سے پہلے ہی سے یہ عادت ہو کہ وہ اس کے ہاں تحفہ بھیجتا تھا اور یہ اس کے ہاں اور دعوت میں نہ جائے ہاں اگر عام دعوت ہو (تو مضائقہ نہیں ہے) اور جنازہ میں شامل ہو اور مریض کی عیادت کرے۔

مدعی مدعیٰ علیہ میں ایسا نہ کرے کہ ایک کی خاطر داری اور مہمان نوازی کرے اور دوسرے کی نہ کرے بلکہ جب دونوں حاضر ہو جائیں تو برابر بٹھائے اور یکساں دونوں کی طرف متوجہ ہو ان میں سے ایک سے کوئی بات آہستہ نہ کہے نہ ایک کی طرف کچھ اشارہ کرے نہ اسے کوئی حجت سمجھے (کیونکہ ان امور میں دوسرے کی دل شکنی ہے) اور جب اس کے نزدیک کسی (ایک کے ذمہ دوسرے) کا حق ثابت ہو جائے اور حق دار (اپنا حق) لینا چاہے اور دعویٰ کرے تو یہ اس کے قرض دار کو قید کر دے۔ قید کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ جو کچھ اس کے ذمہ ہے (پہلے) اس کے ادا کرنے کا اسے حکم دے اگر وہ ادا نہ کرے تو ایسے ہر قرض کے بدلے اسے قید کر دے کہ جو کچھ اس کے قبضہ میں کچھ مال آنے کی وجہ سے اس پر واجب ہوا ہو مثلاً کسی مبیع کی قیمت ہو یا اس نے روپیہ قرض لیا ہو یا کسی عقد کی وجہ سے اس کے ذمہ واجب ہو گیا ہو جیسے مہر اور کفالت کا روپیہ۔

باقی اس کے سوا اور حقوق میں جب وہ یہ کہے کہ میں فقیر ہوں (میرے پاس کچھ نہیں ہے) تو اسے قید نہ کرے ہاں اگر مدعی اس کا ثبوت دے دے کہ اس کے پاس مال ہے (یہ فقیر نہیں ہے) تو مہینے یا تین مہینے اسے قید میں رکھے پھر اس کی تحقیقات کرے (کہ اس کے پاس کچھ مال ہے یا نہیں ہے) پس اگر اس کا مالدار ہونا ثابت نہ ہو تو اسے رہا کر دے اور (جب وہ قید سے چھوٹ جائے تو) اس کے قرض خواہوں کو اس پر تقاضہ وغیرہ کرنے سے نہ روکے اگر کوئی اپنی بیوی کو نفقہ نہ دے تو اسے قید کر دیا جائے اور باپ (دادا) کو اس کے بیٹے (پوتے) کے قرض میں قید نہ کیا جائے ہاں اگر (اولاد چھوٹی اور مفلس ہو اور) وہ خرچ نہ دے (تو قید کر دیا جائے)۔

اور سوائے حدود اور قصاص کے اور تمام احکام میں عورت کو قاضی بنانا جائز ہے اور ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو تمام حقوق میں قبول ہوگا (مگر اس وقت کہ) جب اس قاضی کے روبرو اس خط کے دو گواہ گواہی دیں پھر اگر گواہوں نے مدعیٰ علیہ کے سامنے گواہی دی ہے تو قاضی اس گواہی پر حکم لگا دے اور اپنا حکم لکھ دے کہ (میں نے گواہوں کی گواہی سے اس پر حکم لگا دیا ہے) اور اگر انہوں نے مدعیٰ علیہ کی غیر موجودگی میں گواہی دی تھی تو اب حکم نہ لگائے اور فقط گواہی (دوسرے قاضی کو) لکھ دے تاکہ (وہ قاضی یعنی) مکتوب الیہ اس پر حکم لگائے۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ایک ہزار کا دعویٰ کیا اور اس پر گواہ بھی دے دیے پھر مدعی اور مدعیٰ علیہ نے اس پر صلح کر لی کہ یہ روپیہ ہم دوسرے شہر میں دے لیں گے تو اگر مدعی نے مدعیٰ علیہ کے سامنے ہی گواہ دے دیے تھے تو اب یہ قاضی اس دوسرے شہر کے قاضی کو اپنا حکم لکھ دے کہ اس مدعیٰ کو اتنا روپیہ دلا دیا جائے وہ روپیہ دلا دے گا برابر ہے کہ یہ مقدمہ اس کی رائے کے موافق ہو یا مخالف ہو اور اگر مدعیٰ علیہ کی موجودگی میں مدعی نے گواہ نہ دیے تھے تو اب یہ قاضی فقط اتنا لکھ دے کہ میرے سامنے گواہی ہوئی ہے اب اس صورت میں روپیہ دلانے نہ دلانے کا حکم مکتوب الیہ قاضی کے اختیار میں ہے۔

ترجمہ: اور ایک قاضی کا خط دوسرا قاضی قبول نہ کرے جب تک کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی نہ دے دیں (کہ یہ خط اس قاضی نے ہمارے روبرو لکھا تھا) اور واجب ہے کہ قاضی خط (لکھ کر اس) کو گواہوں کے روبرو پڑھ دے تاکہ اس کا مضمون انہیں معلوم ہو جائے۔ پھر (ان کے سامنے ہی) اس پر (اپنی مہر کر کے ان کے حوالے کر دے اور جب یہ خط (دوسرے) قاضی کے پاس پہنچے تو بغیر مدعیٰ علیہ کے حاضر ہوئے وہ اس خط کو قبول نہ کرے (کیونکہ یہ خط بمنزلہ گواہی کے ہے اور گواہی میں مدعیٰ علیہ کا حاضر ہونا ضروری ہے) بلکہ جس وقت گواہ یہ خط قاضی کو دے دیں تو پہلے وہ اس کی مہر کو دیکھے پھر (مہر کے ٹھیک ہونے کے بعد) جب وہ گواہ یہ گواہی دے دیں کہ فلاں قاضی نے اپنی گواہی میں اپنی عدالت میں یہ خط ہمیں دیا تھا اور اس کو پڑھ کر ہمیں سنا بھی دیا تھا اور اسی نے اس پر مہر کی تھی تو اب یہ قاضی اس خط کو کھولے اور مدعیٰ علیہ کو سنائے اور جس قدر روپیہ وغیرہ وادنی اس میں لکھا ہو وہ اس کے ذمہ

لازم کر دے (کہ یہ روپیہ تم ادا کر دو) اور ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو حدود اور قصاص کے بارے میں قبول نہ کیا جائے گا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حدود اور قصاص شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں اور ایک قاضی کا دوسرے قاضی کو خط لکھنے میں شبہ ہو جاتا ہے کیونکہ خط ایک دوسرے کا مل جاتا ہے ہوسکتا ہے کہ یہ خط اس قاضی کا نہ ہو اور اتنا شبہ حدود اور قصاص کے ساقط ہونے کے لیے کافی ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: قاضی کو قضا پر اپنا نائب بنا دینا جائز نہیں ہے ہاں اگر اسے نائب بنا دینے کا اختیار دے دیا گیا ہو اور جب اور کسی حاکم کا حکم کوئی قاضی کے یہاں لے جائے تو یہ قاضی اسے سنبھال رکھے ہاں اگر وہ حکم قرآن شریف یا حدیث یا اجماع کے خلاف ہو یا ایسا قول ہو جس کی دلیل نہ ہو (تو اس کی تعمیل نہ کرے) اور قاضی غیر حاضر پر حکم نہ لگائے ہاں اگر اس کا کوئی قائم مقام موجود ہو۔

اور جب دو آدمی اپنے درمیان کسی کو حکم بنالیں اور اس کے فیصلہ کر دینے پر راضی ہو جائیں تو اس کا حکم بننا جائز ہے (لیکن) جب کہ اس میں حکم بننے کی صفت ہو اور کافر ذمی، غلام، محدود فی القذف (یعنی جسے تہمت لگانے میں سزا مل چکی ہو) اور فاسق اور نابالغ لڑکے کو حکم بنانا جائز نہیں ہے اور جب تک حاکم نے حکم کرنے والوں پر کوئی حکم نہ لگایا ہو ان دونوں کو اس کے حکم کرنے سے رجوع کر لینا جائز ہے اور جب اس نے حکم لگا دیا تو وہ حکم ان پر لازم ہو جائے گا (کیونکہ اس کا یہ حکم ان پر اس کے حاکم ہونے کی حالت میں صادر ہوا ہے) اور اگر اس کے حکم کی قاضی کے ہاں اپیل کی جائے اور قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو قاضی اسی حکم کو بحال رکھے اور اگر اس کے مذہب کے خلاف ہو تو باطل کر دے۔

اور حدود و قصاص میں حکم بنانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر مدعی، مدعیٰ علیہ نے خطا کے دم میں کسی کو حاکم بنایا اور اس نے عاقلہ پر خون بہا ادا کرنے کا حکم دے دیا تو اس کا یہ حکم جاری نہ ہوگا (اس لیے کہ عاقلہ پر اس کی حکومت نہیں چل سکتی کیونکہ یہ ان کی طرف سے حاکم نہیں ہے اور حاکم کو گواہوں کا سننا اور ان کے اوپر حکم لگانا جائز ہے (اور اسی طرح اقرار پر بھی کیونکہ یہ حکم شرح کے موافق ہے) اور حاکم کا اپنے والدین اور اپنے بچوں کے لیے حکم لگانا باطل ہے۔ (کیونکہ اس میں تہمت کا اندیشہ ہے)۔

کتاب القسمة

تقسیم کا بیان

ترجمہ: امام (یعنی حاکم) کو چاہیے کہ تقسیم کے لیے ایک آدمی مقرر کر دے اور تنخواہ اسے بیت المال سے دے تاکہ وہ بغیر اجرت لیے لوگوں میں (جائیداد وغیرہ) تقسیم کیا کرے اور اگر بیت المال سے اجرت نہ دے تو پھر ایک آدمی کو مقرر کر دے کہ وہ اجرت پر تقسیم کیا کرے (یعنی حاکم اسے لوگوں سے اجرت دلوادیا کرے) اور واجب ہے کہ تقسیم کرنے والا عادل ہو، امین ہو، تقسیم کا اسے علم ہو۔ اور حاکم لوگوں پر زبردستی نہ کرے اس کی کہ وہ تقسیم کے لیے ایک ہی آدمی کو مقرر رکھیں اور تقسیم کے امینوں کو شراکت میں نہ چھوڑ دے (بلکہ علیحدہ علیحدہ) اور قسام کی اجرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وارثوں (اور شراکت داروں) کی تعداد کے حساب سے ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک حصوں کے حساب سے (یعنی جس کا جس قدر حصہ ہوگا اسی قدر حساب کر کے اس سے اجرت بھی لی جائے گی) اور جب چند شریک قاضی کے ہاں حاضر ہوں اور ان کے قبضہ میں کوئی مکان یا زمین ہو اور وہ اس بات کا دعویٰ کریں کہ یہ مکان ہمیں فلاں شخص کے ترکہ میں ملا ہے (اور ہم اسے اب تقسیم کرانا چاہتے ہیں) تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قاضی اس (مکان وغیرہ) کو تقسیم نہ کرائے جب تک کہ وہ اس مورث کے مرنے اور کل وارثوں کے موجود ہونے پر گواہ نہ پیش کر دیں اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ ان کے اقرار پر قاضی اسے تقسیم کرادے اور تقسیم کے رجسٹر میں یہ لکھ دے کہ اس کو میں نے ان کے کہنے پر تقسیم کرادیا ہے۔

اور اگر زمین وغیرہ (یعنی غیر منقولی ورثہ) کے سوا کچھ مشترکہ مال تھا اور چند آدمیوں نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ (ہماری) میراث ہے (اور اس کا کچھ ثبوت نہیں دیا) تو سب کے نزدیک قاضی اسے تقسیم کر دے (کیونکہ اس کے تقسیم کرنے میں اس کی حفاظت ہو جائے گی) اور اگر کسی زمین کی بابت چند آدمیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ ہم نے خریدی ہے تو قاضی اسے بھی

تقسیم کر دے اور اگر چند آدمیوں نے (زمین وغیرہ کی) ملکیت کا دعویٰ کیا (اور اسے تقسیم کرانا چاہا) اور یہ نہیں ذکر کیا کہ یہ ان کے پاس کس طرح آ گئی ہے (تو اسے بھی تقسیم کر دے)

فائدہ: مقصود اس سے یہ ہے کہ جب وہ زمین ان کے قبضہ میں ہے وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری ہی ملکیت ہے اور یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہمیں فلاں شخص سے ملی ہے تو قاضی اسے ان کے اس اقرار کی وجہ سے تقسیم کر دے کیونکہ اس میں دوسرے پر کوئی حکم نہیں ہوتا اس لیے کہ انہوں نے کسی اور کی ملکیت ہونے کا تو اقرار ہی نہیں کیا (حاشیہ)۔

ترجمہ: اور اگر (ایک زمین میں چند شریک ہیں اور) ہر شریک اپنے حصہ سے نفع اٹھاتا ہے تو (اس زمین کو) ان حصہ داروں میں فقط ایک کی درخواست پر تقسیم کر دے اور اگر ان میں سے ایک حصہ دار تو نفع اٹھاتا ہے اور دوسرا اپنا حصہ کم ہونے کی وجہ سے نقصان اٹھاتا ہے۔ تو (اس صورت میں) اگر زیادہ حصہ والا درخواست کرے تو تقسیم نہ کی جائے اور اگر (تقسیم کرنے میں) دونوں حصہ داروں کو نقصان ہوتا ہے تو جب تک یہ دونوں (تقسیم پر) رضا مند نہ ہو جائیں قاضی اسے تقسیم نہ کرے۔

اگر ترکہ اسباب ہے اور اسباب ایک ہی قسم کا ہے (مثلاً کپڑے ہی کپڑے ہیں) تو قاضی اسے (جبراً) تقسیم کر دے اور اگر ترکہ دو قسم کا ہے تو اسے تقسیم نہ کرے کہ ایک چیز ایک کو دے دے اور دوسری دوسرے کو (ہاں اس کی قیمت ٹھہرا کے تقسیم کر دیا جائے) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ غلاموں کو اور جواہر کو تقسیم نہ کیا جائے (کیونکہ ان میں تفاوت بہت ہوتا ہے) اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ غلاموں کو تقسیم کر دیا جائے۔ اور حمام کنویں، خرافن، کو تقسیم نہ کیا جائے ہاں اگر سب شریک (تقسیم ہو جانے پر) رضا مند ہو جائیں۔

فائدہ: یہی حکم اس دیوار کا ہے جو دو مکانوں کے درمیان میں ہو کیونکہ اس کے ٹوٹنے تقسیم ہونے میں دونوں طرف والوں کا نقصان ہوگا اور اسی طرح کنویں وغیرہ کے تقسیم ہونے میں بھی دونوں کا نقصان ہوتا ہے اس لیے بغیر سب حصہ داروں کی رضا مندی کے قاضی ان چیزوں کو تقسیم نہ کرے۔ (حاشیہ)

: اگر دو وارث قاضی کے ہاں حاضر ہوئے اور دونوں نے اس پر گواہ گ. ازرے کہ ہمارا

مورث مر گیا ہے اور اس کے ہم تین ہی وارث ہیں دو ہم یہاں حاضر ہیں اور تیسرا یہاں نہیں ہے اور ایک مکان ان کے قبضہ میں ہے (جسے یہ تقسیم کرانا چاہتے ہیں) تو قاضی ان حاضرین کی درخواست پر اسے تقسیم کر دے اور جو وارث موجود نہیں ہے اس کی طرف سے ایک وکیل مقرر کر دے کہ وہ اس کے حصہ پر قبضہ کرے (اور اس کا خبر گیراں رہے) اور اگر وہ مشتری ہیں (یعنی انہوں نے کسی مکان کے خریدنے پر گواہ گذارے ہیں) تو ان میں سے ایک کے غیر حاضر ہونے پر اس مکان کو تقسیم نہ کیا جائے۔

اگر کوئی زمین یا کوئی مکان کسی غیر موجود وارث کے قبضہ میں ہے (اور موجود) وارث اسے تقسیم کرانا چاہتے ہیں تو وہ تقسیم نہ کیا جائے (جب تک کہ وہ غیر موجود وارث حاضر نہ ہو جائے اگر چہ یہ اپنے وارث ہونے پر گواہ بھی گذاریں) اور اگر ایک ہی شہر میں بہت سے مکانات مشترکہ ہیں (برابر ہے کہ ملے ہوئے ہوں یا متفرق ہوں) تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق ان کو علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا جائے (اور ہر ایک کا حصہ ایک ہی مکان میں نہ جمع کر دیا جائے ہاں اگر سب حصہ دار اس طرح تقسیم ہونے پر رضا مند ہو جائیں)۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ شرکاء کی بہتری مجموعہ کی تقسیم میں ہو تو اس طرح تقسیم کر دے اور اگر (ورثہ) ایک مکان اور زمین ہے یا ایک مکان اور ایک دوکان ہے تو انہیں علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا جائے۔

تقسیم کرانے والوں کو چاہیے کہ جس چیز کو تقسیم کریں اس کو لکھ لیں (یعنی علیحدہ علیحدہ کاغذوں پر یہ لکھ لیں کہ اتنا حصہ فلاں نے کا ہے اور اتنا فلانے کا) اور برابر (حصہ رسد) تقسیم کریں اور گز سے پیمائش کر لیں اور عمارت کی قیمت ٹھہرا لیں اور ہر ایک کا حصہ مع اس کے رستہ اور موری کے دوسرے کے حصہ سے علیحدہ کر دیں تا کہ ہر ایک کے حصہ کو دوسرے کے حصہ سے کچھ تعلق نہ رہے اور ان کے نام لکھ کر قرعے بنا لیں اور (جس قدر حصے ہوں) ہر حصہ کو پہلا دوسرا تیسرا مقرر کر لیں پھر قرعہ نکالیں پس جس حصہ دار کا نام پہلے نکل آئے اس کا پہلا حصہ دے دیں اور جس کا نام دوسرے نمبر پر نکلے اسے دوسرا حصہ (اور آگے اسی طرح کرتے چلے جائیں) اور اس تقسیم میں حصہ داروں کے رضا مند ہوئے بغیر درہم اور دنانیر (یعنی روپیہ اور

اشرفیاں) داخل نہ ہوں گے (ان کی تقسیم علیحدہ ہوگی) پس اگر ایک مکان حصہ داروں میں تقسیم کر دیا جائے (اور اتفاق سے) ایک موری یا راستہ دوسرے کی ملک میں رہا تو اگر یہ راستہ اور موری پھر سکتی ہے تو اسے دوسرے کی ملک (اور اس) کے حصہ میں رستہ یا موری نکالنی جائز نہیں ہے اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو یہ تقسیم ٹوٹ جائے گی۔

اگر کوئی مکان ایسا ہے کہ اس پر بالا خانہ نہیں ہے یا بالا خانہ ہے نیچے کا درجہ نہیں ہے یا نیچے کا مکان ہے اور اوپر کا بالا خانہ بھی ہے تو ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ قیمت ٹھہرائی جائے اور قیمت ہی سے تقسیم کر دیا جائے بے قیمت کیے اور کسی طرح اس کو تقسیم کرنے کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

فائدہ: یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور مکان میں اوپر بالا خانہ نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً نیچے کا حصہ دو آدمیوں کا مشترک ہے اور اس کا بالا خانہ تیسرے کا ہے اسی طرح اس سے کہ بالا خانہ ہے اور نیچے کا درجہ نہیں ہے یہ مراد ہے کہ بالا خانہ تو مشترک ہے اور نیچے کا درجہ اور کا ہے علیٰ ہذا القیاس نیچے اوپر مکان ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے دونوں حصے مشترک ہیں اس میں شیخین کا قول یہ ہے کہ اسے گز سے پیمائش کر کے تقسیم کر دیا جائے لیکن اس پر فتویٰ نہیں ہے۔ جوہرۂ نیرہ۔

ترجمہ: اگر تقسیم ہونے کے بعد وارثوں میں جھگڑا ہو جائے اور دو قسم کرنے والے (کسی امر کی) گواہی دیں تو ان کی گواہی سنی جائے گی (یعنی ان کی گواہی پر ان کا فیصلہ کر دیا جائے گا) اور اگر دو حصہ داروں میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ تقسیم غلط ہو گئی ہے اور میرا کچھ حصہ دوسرے حصہ دار کے قبضہ میں ہے اور حالانکہ پہلے یہ اپنا حصہ وصول کرنے کا اقرار کر چکا تھا تو بغیر گواہوں کے اس کے کہنے کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

اگر کسی حصہ دار نے پہلے تو کہہ دیا کہ میں اپنا حصہ پورا لے چکا ہوں پھر کہا کہ میں نے کچھ حصہ لیا ہے ابھی پورا نہیں لیا تو اس صورت میں مدعا علیہ سے قسم لے کر اس کے قول کا اعتبار کر لیا جائے گا اور اگر اس نے اپنا پورا حصہ لینے کا اقرار کرنے سے پہلے یہ کہا کہ میرا حصہ فلاں جگہ تک ہے وہاں تک میرے حصہ دار نے مجھے نہیں دیا اور اس کا شریک (مدعا علیہ) اسے

جھوٹا بتلاتا ہے تو یہ دونوں قسم کھالیں اور یہ تقسیم توڑ دی جائے اور اگر (ایک مکان دو حصہ داروں میں تقسیم ہو چکا تھا بعد میں) ان میں خاص ایک کے حصہ میں کوئی جزوی حصہ دار اور نکل آیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ قسم نہ ٹوٹے گی اور یہ حصہ دار اپنے شریک کے حصہ میں سے حصۂ رسد لے لے اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ قسم ٹوٹ جائے گی (اور امام محمدؒ اس مسئلہ میں امام صاحبؒ کے موافق ہیں)

کتاب الاکراہ

مجبور کرنے کا بیان

ترجمہ: مجبوری کا حکم اس وقت ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی کو دھمکی دے اور وہ اس کے واقع کر دینے پر بھی قادر ہو برابر ہے کہ بادشاہ ہو یا چور ہو اور جب کسی نے کسی کو اس کا مال فروخت کرنے یا کچھ اسباب خریدنے پر یا اس پر مجبور کیا کہ تو فلاں شخص کے لیے (اپنے ذمہ) ایک ہزار روپیہ ہونے کا اقرار کر لے یا اپنا مکان کرایہ پر دے دے اور اس کے نہ کرنے پر قتل کر دینے یا سخت مار مارنے یا قید کرنے کی دھمکی دی۔ اور اس دھمکی کی وجہ سے اس نے اپنا مال بیچ دیا یا اس کا اسباب خرید لیا تو بعد میں اسے اختیار ہوگا کہ چاہے اس بیع کو توڑ دے اور مبیع واپس کر دے اور چاہے قائم رکھے اور اگر اس نے اپنے مال کی قیمت خوشی سے لے لی ہے تو اس نے بیع کی گویا اجازت دے دی ہے (یعنی خوشی سے قیمت لے لینا بیع کی اجازت دے دینا اور اس پر رضامند ہو جانا ہے) اور اگر اس نے قیمت مجبور ہو کر لی تھی تو (بیع میں اس کی اجازت نہ ہوگی) اگر قیمت اس کے پاس ہے تو اس کا واپس کر دینا اس پر واجب ہے اور اگر مشتری کے پاس مبیع ہلاک ہوگئی اور وہ (یعنی مثلاً) مجبور نہیں کیا گیا تھا تو وہ اس مبیع کی قیمت کا (بائع کے لیے) ضامن ہوگا اور جسے مجبور کیا گیا ہو وہ (یعنی مثلاً بائع) اگر چاہے تو مجبور کرنے والے سے ضمان (کے طور پر اپنی چیز کی قیمت) لے لے (اور مشتری سے نہ لے) اور اگر کسی کو مردار کھانے یا شراب پینے پر مجبور کیا گیا اور اس پر قید کرنے یا مارنے وغیرہ کی دھمکی دی گئی تو یہ

کھانا پینا اسے حلال نہیں ہے ہاں اگر ایسی دھمکی دی گئی ہو کہ جس سے اسے اپنی جان جانے یا کوئی عضو کٹ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے اندیشے کے وقت اس کو جائز ہے کہ جس پر اسے مجبور کیا گیا ہو اسے کر گذرے اور اس دھمکی پر اسے صبر کرنا جائز نہیں ہے پس اگر اس نے صبر کیا اور وہ حرام چیز نہ کھائی یہاں تک کہ دھمکی دینے والے اس پر واردات کر گئے (یعنی اسے قتل کر دیا یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا) تو یہ گنہگار ہوگا۔

فائدہ: وجہ گنہگار ہونے کی یہ ہے کہ جب مجبوری کی حالت میں حرام چیز مباح ہو گئی تو اب اس مباح سے رکنا اپنی جان ہلاک کرنے میں دوسروں کی اعانت کرنا ہے اور اس میں اعانت کرنا حرام ہے پس اس حرام فعل کے مرتکب ہونے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا۔ (حاشیہ)

دھمکی میں کلمہ کفر کہنے کا حکم ❋ **ترجمہ:** اگر کسی کو مارنے یا قید کرنے کی دھمکی دے کر اللہ کا انکار کرنے یا نبی علیہ السلام کو برا کہنے پر مجبور کیا گیا تو یہ مجبوری نہ ہوگی جب تک کہ ایسی دھمکی نہ دے کہ جس سے اس کو اپنی جان جانے یا کوئی عضو تلف ہونے کا اندیشہ ہو جس وقت اسے یہ اندیشہ ہو تو اسے یہ اجازت ہے کہ جو کچھ وہ کہلاتے ہیں توریہ کر کے زبان سے کہہ دے۔

فائدہ: توریہ کے یہ معنی ہیں کہ جو بات دل میں ہو اس کے خلاف ظاہر کرے اور یہاں اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ دل میں تو ایمان ہو اور زبان سے کفر کا کلمہ نکال دے اور دوسری یہ کہ ایسا لفظ بول دے کہ ذو معنی ہو۔ **کذا فی العنایتہ۔**

ترجمہ: پس اگر اس نے زبان سے کلمہ کفر ظاہر کر دیا اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے تو اسے گناہ نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے صبر کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا تو اسے اس کا اجر ملے گا۔

دھمکی میں آ کر مسلمان کو قتل کرنے کا حکم ❋ اور اگر کسی مسلمان کا مال تلف کرنے پر کسی کو ایسی دھمکی دے کر مجبور کیا گیا کہ جس سے اسے اپنی جان جانے یا کوئی عضو بیکار ہونے کا ڈر ہے تو اس کو ایسا کر لینا (یعنی مسلمان کا مال تلف کر دینا) جائز ہے اور مال والا مجبور کرنے والے سے تاوان لے اور اگر کسی کو قتل کرنے کی دھمکی دے کر اسے دوسرے کے قتل کرنے پر مجبور کیا (یعنی یہ کہا کہ اگر تو اسے قتل نہ کرے گا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے) تو اس کو اس پر پیش قدمی

کرنا (یعنی دوسرے کو قتل کر دینا) جائز نہیں ہے اسے چاہیے کہ خود صبر کر لے یہاں تک کہ خود قتل ہو جائے پس اگر اس نے (کسی کے کہنے سے) اس کو قتل کر دیا تو یہ گنہگار ہوگا (کیونکہ مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے جو ضرورت کی وجہ سے مباح نہیں ہو سکتا) اگر کسی کو اپنی بیوی کو طلاق دینے یا اپنے غلام کو آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے کر دیا یا طلاق دے دی تو یہ دونوں چیزیں واقع ہو جائیں گی بعد اس کے جس نے مجبور کیا تھا اس سے غلام کی قیمت وصول کی جائے اور طلاق اگر صحبت سے پہلے دی گئی ہے تو اس عورت کا نصف مہر بھی ادا کیا جائے گا اور اگر کسی کو زنا کرنے پر مجبور کیا گیا (اور اس نے کر لیا) تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اس پر (زنا کی) حد واجب ہوگی ہاں اگر زنا کرنے پر بادشاہ نے مجبور کیا ہو (تو حد واجب نہ ہوگی) اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ (پہلی صورت میں بھی) حد واجب نہ ہوگی اور اگر کسی کو مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا (اور اس نے زبان سے مرتد ہونے کا کلمہ کہہ دیا) تو اس کی بیوی بائن نہ ہوگی۔

کتاب السیر

جہاد کا بیان

ترجمہ: جہاد کرنا فرض کفایہ ہے (اور فرض کفایہ اسے کہتے ہیں کہ) جب اسے تھوڑے سے آدمی کر لیں تو وہ سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر کسی نے بھی نہ کیا تو اس کے نہ کرنے سے سارے گنہگار ہوتے ہیں اور کفار سے قتال کرنا واجب ہے اگرچہ ان کی طرف سے ابتدا نہ ہو۔

جہاد کن پر فرض نہیں ✵ لڑکے، غلام، عورت، اندھے، لنگڑے، لولے، اپاہج پر جہاد فرض نہیں ہے۔

فائدہ: علی ہذا القیاس قرض دار پر بھی بغیر قرض خواہ سے اجازت لیے جہاد میں جانا فرض نہیں ہے اور نہ ایسے عالم پر کہ جس شہر میں وہ ہے وہاں اور کوئی اس سے بڑا عالم نہ ہو۔ کذا

فی مجمع الانہر۔

ترجمہ: اگر دشمن کسی شہر پر چڑھ آئے تو اس کا دفع کرنا سب مسلمانوں پر واجب ہے ایسے موقع پر عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اور غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر جہاد میں چلے جائیں۔

جہاد کا اسلامی طریقہ ✻ اور جب مسلمان دارالحرب میں پہنچ کر کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کر لیں تو پہلے انہیں دعوتِ اسلام دیں اگر وہ مان لیں تو ان سے جہاد کرنا موقوف کر دیں اور اگر نہ مانیں تو ان سے جزیہ (یعنی خراج) طلب کریں اگر وہ جزیہ دے دیں (یعنی جزیہ دینا قبول کر لیں) تو ان کے واسطے بھی وہی ہے کہ جو مسلمان کے واسطے ہے کہ ان کے جان و مال کی بھی حفاظت کی جائے گی اور جو مسلمان پر (لگان وغیرہ) ہوگا وہی ان پر بھی ہوگا اور ان لوگوں سے جہاد کرنا جائز نہیں ہے کہ جنہیں ابھی تک دعوتِ اسلام نہ پہنچی ہو ہاں انہیں اسلام کی دعوت دینے کے بعد جائز ہے اور انہیں ایک بار اسلام کی دعوت ہو چکی تو انہیں پھر دوبارہ اسلام کی طرف بلانا مستحب ہے اور یہ واجب نہیں ہے پس اگر وہ انکار کریں تو مسلمان اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگ کے لڑائی شروع کر دیں اور ان پر جنگی ہتھیار لگا دیں اور انہیں آگ میں جلا دیں (یعنی ان کے گھر اور اسباب وغیرہ کو) اور ان پر پانی چھوڑ دیں یعنی (انہیں غرق کر دیں) اور ان کے درختوں کو کاٹ ڈالیں (اگر چہ پھلدار ہوں) اور کھیتیاں اجاڑ دیں اور ان پر تیر برسانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر چہ ان کے ہاں کوئی مسلمان قید میں ہو یا تجارت کرنے گیا ہو۔

جہاد کے متفرق مسائل ✻ اور اگر وہ مسلمانوں کے بچوں کو یا قیدیوں کو ڈھال کی طرح اپنے آگے کر لیں تب بھی ان کے تیر مارنے سے نہ رکیں اور تیر کافروں ہی کا قصد کر کے مارے مسلمانوں کو نہ ماریں۔

جب لشکر کی جمعیت زیادہ قابل اطمینان ہو تو مسلمانوں کو اپنے ساتھ عورتوں اور قرآن شریف کو جہاد میں لے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر تھوڑا لشکر ہے قابل اطمینان نہیں ہے تو ان کو ان کا لے جانا مکروہ ہے اور عورت بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے اور غلام بغیر اپنے آقا کی اجازت کے جہاد نہ کرے ہاں اگر غنیم یکا یک چڑھ آئے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ دغا نہ کریں نہ خیانت کریں نہ مثلہ کریں اور نہ عورت کو قتل کریں نہ بچے کو نہ بوڑھے کو نہ اندھے کو نہ اپاہج کو' ہاں اگر ان میں سے کوئی ایسا ہو کہ جنگی معاملات میں رائے دیتا ہو یا عورت ملکہ ہو (تو ان کو بھی قتل کر دیں) اور دیوانے کو قتل نہ کریں اور اگر حاکم (لشکر) اہل حرب سے یا ان میں کے کسی فریق سے صلح کرنے میں کوئی مصلحت سمجھے اور اس میں عام مسلمانوں کی بہتری ہو تو ایسے وقت صلح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے پس اگر ایک معین مدت تک کے لیے صلح کر لی تھی پھر یہ خیال ہوا کہ صلح توڑ دینے میں زیادہ فائدہ ہے تو پہلے انہیں اطلاع کر دیں کہ اب ہمیں صلح رکھنی منظور نہیں ہے اور بعد اس کے ان سے جہاد کریں اور اگر پہلے انہوں ہی نے کچھ خیانت کر دی تو اگر یہ خیانت ان سب کے اتفاق سے ہے تو اب بلا اطلاع ہی ان سے جنگ شروع کر دیں۔

جب ان کے غلام بھاگ کر مسلمانوں کے لشکر میں آ جائیں تو وہ آزاد ہو جائیں گے اور لشکر (اسلام) کو دارالحرب میں اپنی سواریوں کو وہاں کا چارہ وغیرہ کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہاں جو کھانا ملے کھا لیں اور ایندھن جلائیں اور تیل کو کام میں لائیں اور جو ہتھیار د مال ہاتھ لگیں ان سے جہاد کریں ان چیزوں کو تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان میں سے کسی چیز کو بیچنا اور نہ اپنے لیے ذخیرہ کر لینا جائز ہے اور اگر ان (کفار) میں سے کوئی مسلمان ہو جائے تو اس کے اسلام کی وجہ سے اس کی جان اور اس کی چھوٹی اولاد اور اس کا مال یا جو کسی مسلمان یا ذمی کے پاس امانت ہو وہ سب محفوظ ہو جائے گا (یعنی یہ غنیمت میں شمار نہ ہو گا) پھر اگر مسلمان اس کے سارے گھر ہی پر غالب آ جائیں گے تو اس نو مسلم کی زمین اس کا اسباب اور اس شخص کی بیوی اور اس کی بڑی اولاد سب مال غنیمت میں شمار ہوں گے اور کفار کے ہاتھ ہتھیار بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ان کے ہاں تاجر اسباب لے جائیں (یعنی ہتھیار وغیرہ کہ جس سے ان کو جنگ کرنے کی قوت ہو) اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان کے قیدیوں کو اپنے قیدیوں کے عوض میں رہا کرنا جائز نہیں ہے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ مسلمان قیدیوں کے عوض میں رہا کر دینا جائز ہے اور ان پر احسان کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

فائدہ: یعنی ان پر یہ احسان کرنا کہ بلا غلام بنائے یا قتل کیے ان کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے یہ

جائز نہیں ہے۔ امام شافعیؒ اس کے خلاف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے داماد ابوالعاص یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر کو یونہی چھوڑ دیا تھا جیسا کہ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور ہماری دلیل اللہ جل شانہٗ کا یہ ارشاد ہے: **اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم** یہ آیت سورۂ براءت کی ہے اور یہ سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اور اس میں قتل کرنا عام طور پر واجب کیا گیا ہے یہ آیت پہلے احکام اور واقعات کے لیے ناسخ ہے۔ کذا فی النہایۃ.

ترجمہ: مسلمان بادشاہ جنگ کر کے کسی شہر کو فتح کر لے تو اب اسے اختیار ہے کہ چاہے اس کو مجاہدین میں تقسیم کر دے اور چاہے وہاں اس کے باشندوں ہی کو دے دے اور ان پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کر دے اور وہاں کے قیدیوں میں بھی اسے اختیار ہے چاہے انہیں قتل کر دے چاہے غلام بنا لے اور چاہے ذمی بنا کر آزاد ہی چھوڑ دے اور انہیں دارالحرب کی طرف جانے دینا جائز نہیں ہے اور جب بادشاہ دارالاسلام کو آنا چاہے اور اس کے ساتھ (کافروں کے) مویشی ہوں اور ان کو دارالاسلام میں لانا مشکل ہو تو انہیں وہیں ذبح کر کے جلا دے (یعنی تلف کر دے) اور ان کے ہاتھ پیر کاٹ کے نہ چھوڑے۔

مالِ غنیمت کے احکام ✵ اور غنیمت کو دارالحرب میں تقسیم نہ کرے بلکہ اسے دارالسلام میں لے آئے اور وہاں لا کے تقسیم کرے اور لشکر میں لڑنے والے اور ان کی خدمت کرنے والے (غنیمت کے مستحق ہونے میں) برابر ہیں اور جب غنیمت کے مال کو دارالاسلام میں لانے سے پہلے دارالحرب میں کمک پہنچ جائے تو یہ کمک والے بھی غنیمت کے مال میں برابر شریک ہوں گے اور غنیمت میں لشکر کے بازار والوں کا کچھ حق نہیں ہے ہاں اگر وہ بھی لڑائی میں شریک ہوئے ہوں اور جب کوئی آزاد مرد یا آزاد عورت ایک کافر کو یا چند آدمیوں کو یا اہل قلعہ کو یا اہل شہر کو پناہ دے دے تو ان کو پناہ دینا درست ہو جائے گا پھر ان کو قتل کرنا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے ہاں اگر اس میں کوئی خرابی ہو تو بادشاہ ان کے پناہ دینے کو توڑ دے اور ذمی اور قیدی کا پناہ دینا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ایسے تاجر کو جو ان کفار کے ہاں جاتا ہو اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مجور علیہ غلام کا پناہ دینا بھی جائز نہیں ہے ہاں اگر اس کے آقا نے اسے

جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی ہو اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کا پناہ دینا بھی درست ہے (خواہ اس کے آقا نے اجازت دی ہو یا نہ دی ہو)

اور (مثلاً) جب ترکی (کفار) روم (کے کفار) پر غالب آ جائیں اور ان کو قید کر لیں اور ان کا مال لے لیں تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے اور اگر (پھر) ہم ترکیوں پر غالب آ جائیں تو جو کچھ ہمیں اس میں سے ملے وہ ہمارے لیے حلال ہے (یعنی پھر روم کے کافروں کا اس سے کچھ تعلق نہ رہے گا بلکہ اس کے مالک مسلمان ہو جائیں گے) اور اگر کفار ہم پر غالب آ جائیں اور ہمارا مال وغیرہ لوٹ کے اپنے دارالحرب میں لے جائیں تو اس کے وہ مالک ہو جائیں گے (یعنی وہ مسلمانوں کی ملک سے نکل جائے گا) اور اگر اس کے بعد پھر مسلمان ان پر غالب آ گئے اور ان کا مال تقسیم ہونے سے پہلے انہیں مل گیا تو وہ مال بغیر کسی عوض کے ان ہی کا ہے (یعنی جس جس کا جو مال ہو وہ بغیر کسی عوض کے اپنے مسلمانوں سے لے لے گا) اور اگر انہیں وہ مال تقسیم ہونے کے بعد ملا ہے تو اب اگر اسے لینا چاہیں تو غازیوں کو اس کی قیمت دے کر لیں اور اگر کوئی سوداگر دارالحرب میں گیا اور اس نے وہ مال خرید لیا (جو اصل میں مسلمانوں کا تھا اور کفار اس پر غالب آ گئے تھے) پھر وہ سوداگر اسے دارالاسلام میں لے آیا تو اس کے پہلے مالک کو (یعنی اس مسلمان کو جو پہلے مالک تھا) اختیار ہے کہ چاہے اس کی قیمت دے کر لے لے کہ جس قیمت سے اس سوداگر نے خریدا ہے اور چاہے نہ لے اور کفار ہم پر غالب آ کر ہمارے مدبروں اور مکاتبوں اور ام ولدوں اور آزادوں کے مالک نہیں ہوتے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ غلبہ ہونے سے ملکیت اس وقت ثابت ہوتی ہے۔ کہ جب کسی مباح مال پر غلبہ ہو اور آزاد آدمی مباح مال نہیں ہوتا بلکہ وہ آزاد آدمی ہونے کی وجہ سے معصوم ہوتا ہے اس لیے وہ غلام نہیں ہو سکتا اور اسی طرح مکاتب اور ام ولد وغیرہ میں بھی ایک قسم کی آزادی ہوتی ہے جو ان کے غلام نہ ہونے کا باعث ہے۔ مجمع الانہر۔

ترجمہ: اور ہم ان کی ان سب چیزوں کے مالک ہو جائیں گے۔

فائدہ: کیونکہ ان کے مکاتب وغیرہ ہمارے لیے مباح ہیں تو اس صورت میں مباح مال پر غلبہ ہوتا ہے جو ملکیت کا سبب ہے پس اگر کافر بادشاہ نے اپنے آزاد آدمیوں میں سے ایک

آدمی تحفتاً کسی مسلمان کو دے دیا تو یہ مسلمان اس کا مالک ہو جائے گا اگر چہ وہ اس کا کچھ قرابت دار ہو۔ کذافی رمز الحقائق۔

ترجمہ: اگر کسی مسلمان کا غلام بھاگ کر دارالحرب میں چلا گیا اور اسے وہاں کے کافروں نے پکڑ لیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کے مالک نہیں ہوں گے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ وہ مالک ہو جائیں گے اگر (مسلمانوں کا) کوئی اونٹ بھاگ کے کافروں کے ہاں چلا گیا اور اسے انہوں نے پکڑ لیا تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے۔

اور جب دارالحرب سے غنائم ہاتھ آئیں اور (امام کے پاس) کوئی ایسی سواری نہ ہو کہ جس پر (ان) غنائم کو لاد کے (دارالاسلام) میں لائے تو انہیں امانت کے طور پر غازیوں میں تقسیم کر دے (یعنی تقسیم کر کے اماناً دے دے) تا کہ وہ انہیں دارالاسلام میں لے آئیں پھر ان سے لے کر انہیں تقسیم کر دے اور غنائم کو تقسیم ہونے سے پہلے دارالحرب میں بیچ دینا جائز نہیں ہے اگر غازیوں میں سے کوئی دارالحرب میں مر گیا تو غنیمت میں اس کا کوئی حق نہ ہوگا اور اگر غنائم کو دارالاسلام میں لے آنے کے بعد کوئی غازی مر گیا ہے تو اس کا حصہ ہوگا اور وہ اس کے وارثوں کو ملے گا۔ اگر جنگ کے وقت امام کسی کو کچھ انعام دے دے یا انعام کا وعدہ کر کے غازیوں کا دل کچھ بڑھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً یہ کہے کہ جو شخص کسی کو قتل کرے گا تو اس مقتول کا اسباب اسی کو دے دیا جائے گا یا چھوٹے لشکر سے یہ کہے کہ خمس نکالنے کے بعد غنیمت کی ایک چوتھائی میں نے تمہارے لیے کر دی ہے اور غنیمت کو جمع کرنے کے بعد انعام کے طور پر نہ دے اور اگر دے تو خمس میں سے دے اور اگر امام نے مقتول کا اسباب قاتل کو دینے کا وعدہ نہیں کیا تو وہ اسباب بھی غنیمت میں شامل کیا جائے اس میں قاتل اور غیر قاتل سب برابر ہیں اور مقتول کے اسباب سے مراد اس کی سواری اور اس کے بدن کے کپڑے اور ہتھیار ہیں اور جب مسلمان دارالحرب سے چلے آئیں تو اب انہیں غنیمت میں سے خرچ کرنا جائز نہیں ہے نہ تو اس میں سے اپنے جانوروں کو کھلائیں نہ خود کھائیں اگر کسی کے پاس کچھ چارہ یا کھانا بچ جائے تو اسے غنیمت میں شامل کر دیں اور پھر غنیمت کو امام اس طرح تقسیم کرے کہ پہلے خمس نکال لے اور باقی چار خمس کو غازیوں میں تقسیم کر دے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سوار کے دو حصے ہیں اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین کے نزدیک سوار کے تین حصے ہیں اور حصہ فقط ایک ہی گھوڑے کا ہوتا ہے (یعنی اگر کسی کے پاس دو یا تین گھوڑے ہوں تو ان کے الگ الگ حصے نہیں ہوں گے) اور (حصوں کے ملنے میں) دیسی اور عربی گھوڑے برابر ہیں اور بارکش اور خچروں کا حصہ نہیں لگایا جائے گا (کیونکہ نہ ان پر سوار ہو کے جنگ ہوتی ہے نہ یہ بھاگ دوڑ کے کام میں آتے ہیں) اور اگر کوئی دارالحرب میں گھوڑا لے کر گیا تھا پھر اس کا گھوڑا مر گیا تو وہ سوار کے حصہ کا مستحق ہوگا (یعنی اسے دو حصے ملیں گے) اور اگر کوئی پیدل گیا۔ پھر وہاں اس نے گھوڑا خرید لیا تو وہ پیدل کے حصہ کا مستحق ہوگا۔ غلام' عورت' ذمی اور لڑکے کا حصہ نہ لگایا جائے ہاں امام کچھ مناسب سمجھ کر انہیں دے دے۔

مالِ خمس کے احکام ❊ اور رہا خمس (جو پہلے نکال لیا گیا تھا) سو اس کے تین حصے کیے جائیں ایک حصہ یتیموں کا۔ ایک حصہ مسکینوں کا۔ ایک مسافروں کا اور ذوی القربیٰ اگر تنگ دست ہوں تو وہ بھی انھیں میں داخل ہوں گے اور ان سے مقدم سمجھے جائیں گے۔

فائدہ: ذوی القربیٰ سے مراد آنحضرت ﷺ کے قرابت دار ہیں ان کے مقدم ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اللہ پاک نے آیت میں ان کو مقدم رکھا ہے چنانچہ فرمایا:

﴿ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَ الْمَسَاکِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ﴾ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ

ترجمہ: اور ذوی القربیٰ کے مالدار آدمیوں کو خمس میں سے نہ دیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں جو خمس میں اپنا حصہ ہونا ذکر کیا ہے تو وہ شروع کلام میں اللہ کے نام سے محض تبرک حاصل کرنے کے لیے مذکور ہے (اس سے واقعی حصہ ہونا مراد نہیں ہے) اور نبی علیہ السلام کا حصہ آپ کی وفات ہونے کی وجہ سے ساقط ہو گیا ہے جیسا کہ صفی اور ذوی القربیٰ کا حصہ ساقط ہو گیا ہے۔

فائدہ: خمس کے اللہ نے پانچ حصے کیے ہیں چنانچہ فرمایا:

﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ﴾

اور اب خمس کے چونکہ تین حقدار ہیں اس لیے مصنف نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ اور صفی اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ اپنے لیے پسند کر لیتے تھے خواہ زرہ ہو یا تلوار ہو یا لونڈی ہو۔ (حاشیہ)

ترجمہ: ذوی القربیٰ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نصرت کی وجہ سے مستحق ہوتے تھے اور آپ کے بعد فقر (اور تنگدستی) کی وجہ سے مستحق ہوتے ہیں اور جب ایک یا دو آدمی امام کی اجازت بغیر لوٹ مال کرنے دارالحرب گئے اور وہاں سے کچھ لے آئے تو اس میں سے خمس نہ لیا جائے اور اگر چند آدمی قوت اور شوکت والے جائیں اور کچھ لے آئیں تو اس میں سے خمس لیا جائے۔ اگرچہ امام نے انہیں اجازت نہ دی ہو۔

فائدہ: یعنی اگرچہ امام اور اپنے افسر کی اجازت سے نہ گئے ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ یہ لائے ہیں یہ غلبہ اور قہر کے طور پر یعنی زبردستی لائے ہیں چوری سے یا چھین جھپٹ کر نہیں لائے اس لیے یہ غنیمت ہے اور غنیمت میں خمس ہوتا ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: جب کوئی مسلمان تجارت کرنے دارالحرب میں گیا تو اسے وہاں کے کفار کا کچھ مال لینا یا خون کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور اگر اس نے ان کے ساتھ بے وفائی کر کے ان کی کوئی چیز لے لی تو یہ ممنوع طریقہ پر اس کا مالک ہو جائے گا اور اسے حکم دیا جائے کہ یہ اسے صدقہ کر دے (اپنے کام میں نہ لائے) اور جب کوئی حربی (یعنی دارالحرب کا کافر) امن لے کر دارالاسلام میں آئے تو اسے دارالاسلام میں ایک سال نہ ٹھہرنے دیں اس سے امام کہہ دے کہ اگر تو سال بھر یہاں رہے گا تو تجھ پر میں جزیہ مقرر کر دوں گا پس اگر وہ سال بھر تک رہے تو اس سے جزیہ لیا جائے اور وہ ذمی ہو جائے گا پھر اسے دارالحرب نہ جانے دیں اور اگر وہ دارالحرب چلا جائے اور کسی مسلمان یا ذمی کے پاس کچھ امانت چھوڑ جائے یا ان کے ذمہ (اس کا) کچھ قرض ہو تو اب اس کے واپس چلے جانے کی وجہ سے اس کو قتل کرنا مباح ہو جائے گا اور جو کچھ اس کا مال دارالاسلام میں ہوگا وہ (محل) خطر میں ہوگا پس اگر (اس کے دارالحرب چلے جانے کے بعد) یہ قید ہو گیا یا اس دارالحرب کو مسلمانوں نے فتح کر لیا اور یہ قتل کر دیا گیا تو اس کا قرض جاتا رہے گا اور وہ امانت (جو اس نے کسی مسلمان یا ذمی کے پاس رکھی تھی) فے ہو جائے

گی۔(یعنی غازیوں کے لیے غنیمت شمار کی جائے گی)

اگر مسلمانوں نے اہل حرب پر حملہ کیا اور بلا جنگ کیے ان سے مال چھین لیا تو وہ مسلمانوں کی بہتری میں خرچ کیا جائے جیسا کہ خراج خرچ کیا جاتا ہے۔

کتابُ العُشر والخراج

عرب کی کل زمین عشری ہے اور اس کی حد عذیب سے لے کر (جو کوفہ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے) انتہائے حجر یمن تک ہے اور مہرہ سے لے کر مشارق شام کی حد تک اور سواد (عراق) کی کل زمین خراجی ہے اور وہ عذیب سے لے کر عقبہ حلوان تک ہے اور علث سے لے کر عبادان تک اور سواد (عراق) کی زمین وہاں کے باشندوں کی ملک ہے انہیں اس کا بیع کرنا اور اس میں تصرف کرنا جائز ہے۔

جس زمین کے باشندے مسلمان ہو جائیں یا جنگ کر کے فتح کر لی جائے اور غازیوں میں تقسیم کر دی جائے تو وہ زمین عشری ہے اور اگر کوئی زمین جنگ کے ذریعہ سے فتح کر لی جائے پھر وہاں اس کے باشندوں ہی کو بدستور آباد رکھا جائے تو وہ زمین خراجی ہے۔

خراجی ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ابتدا میں کافر پر کچھ ٹیکس مقرر کر دینا ضروری ہے اور خراج اس کے زیادہ مناسب ہے اور یہ حکم نہری زمینوں کا ہے باقی جو زمینیں نہری نہ ہوں بلکہ چاہی ہوں تو وہ سب عشری ہوتی ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے "**ماسقته السماء ففيه العشر**" یعنی بارانی زمین عشری ہے اور چاہی زمین بھی بارانی کے حکم میں ہے یہ بیان جوہرۂ نیرہ میں ہے اور واضح رہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے خراجی زمین ہونا مطلقاً کہہ دیا ہے اور بعض علماء نے اس سے مکہ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے کیونکہ مکہ جنگ ہی کے ذریعہ فتح ہوا تھا اور وہاں اس کے باشندوں ہی کو آباد رکھا گیا لیکن آنحضرت ﷺ نے وہاں کی زمینوں پر خراج مقرر نہیں کیا لہٰذا یہ آنحضرت ﷺ کے خود ایسا کرنے کی وجہ سے مخصوص ہو کر وہاں کی زمین عشری ہی رہی۔ کذا فی مجمع الانہر وغیرہ۔

اگر کسی نے بنجر زمین چلتی کر لی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس (کے لگان

وغیرہ) کا اعتبار اس کے برابر کی زمین سے کیا جائے گا اگر اس کے برابر کی زمین خراجی ہے تو یہ بھی خراجی ہوگی اور اگر وہ عشری ہے تو یہ بھی عشری ہوگی اور بصرہ ہمارے نزدیک باجماع تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے عشری ہے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر وہاں کی زمین میں کوئی کنواں کھود کر یا چشمہ نکال کر ان کے پانی سے چلتی کی ہے یا دجلہ یا فرات یا ایسی بڑی نہروں سے چلتی کی ہے کہ جو کسی کی ملک نہیں ہیں تو وہ زمین عشری ہے اور اگر ایسی نہروں کے پانی سے چلتی کی ہے کہ جس کو عجمیوں نے کھودا ہے مثلاً نہر ملک اور نہر یزد جرد تو یہ زمین خراجی ہوگی اور خراج وہی (معتبر) ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (عراق پر) مقرر کیا تھا یعنی ایک بیگہ پر کہ جسے پانی پہنچتا ہو اور زراعت کے قابل ہو ایک قفیز ہاشمی ہے اور وہ ایک صاع اور ایک درہم (شرعی) ہوتا ہے۔ اور ترکاریوں میں ایک بیگہ پر پانچ درہم ہیں اور جہاں انگور اور خرمے کے درخت گھنے ہوں وہاں ایک بیگہ پر دس درہم ہیں اور ان کے سوا جو اور قسم کی زمینیں ہوں ان پر ان کے مناسب مقرر کر دیا جائے اور جو کچھ ان پر مقرر کیا گیا ہو وہ ان کے مناسب نہ ہو (یعنی اس کی پیداوار میں اس قدر گنجائش نہ ہو) تو امام اسے کم کر دے اور اگر خراجی زمین پر پانی چڑھ آئے (یعنی پانی چڑھ آنے کی وجہ سے بالکل پیداوار ہی نہ ہو) یا بالکل ہی خشک سالی ہو جائے یا کوئی آفت کھیتی کا بالکل بیج مار دے تو ان کاشت کاروں پر خراج نہ ہوگا۔

اگر کوئی کاشت کار زمین کو بیکار ڈالے رکھے تو اس پر خراج واجب ہے اگر کوئی خراج ادا کرنے والوں میں سے مسلمان ہو جائے تو اس سے اسی طرح خراج لیا جائے (یعنی جیسا کہ اس سے کفر کی حالت میں لیا جاتا تھا) اور ذمی سے خراجی زمین مسلمانوں کو خریدنی جائز ہے اور اس سے خراج ہی لیا جائے اور خراجی زمین کی پیداوار میں عشر نہیں ہے۔

كتابُ الجزية

جزیہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جو (اہل اسلام اور کفار کی) باہمی رضا مندی اور صلح سے مقرر کیا جائے یعنی جس مقدار پر جانبین کا اتفاق ہو جائے وہی مقرر کر دیا جائے' دوسری قسم وہ ہے کہ جب امام (یعنی مسلمان بادشاہ) کفار پر غالب آئے اور (ان کے ملک کو فتح کر کے)

ان کی ملکیتوں کو ان ہی کے قبضہ میں دے کر خود ہی ان پر جزیہ مقرر کر دے تو ہر ایک مالدار پر ہر سال کے اڑتالیس درہم مقرر کر دے۔ اس سے ہر مہینے چار درہم وصول کئے جائیں اور اوسط درجہ کے لوگوں پر چوبیس درہم (سال) ان سے ہر مہینے (فی کس) دو درہم لئے جائیں اور جو تنگ دست مزدوری کرتے ہوں ان پر بارہ درہم سال ان سے ہر مہینے فی کس ایک درہم وصول کیا جائے اور جزیہ اہل کتاب اور آتش پرست اور عجم کے بت پرستوں پر مقرر کیا جائے اور عرب کے بت پرستوں پر مقرر نہ کیا جائے اور نہ مرتدوں پر (کیوں کہ ان کو مار ڈالنے کا حکم ہے) ان سے کسی حال میں صلح نہیں ہوسکتی اور نہ جزیہ عورت پر ہے نہ لڑکے پر نہ اپاہج پر نہ بیکار تنگدست پر نہ ان راہبوں پر جو لوگوں سے نہ رلتے ملتے ہوں' اگر کسی کے ذمہ جزیہ تھا اور وہ مسلمان ہو گیا تو وہ جزیہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ: کیونکہ جزیہ بطور عقوبت کے واجب ہوتا ہے اور اسلام کی وجہ سے وہ عقوبت جاتی رہتی ہے' اس لئے جزیہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اگر کسی پر دو سال کا جزیہ جمع ہو جائے تو ان میں تداخل ہو جائے گا۔

فائدہ: مداخل کے یہ معنی ہیں کہ ایک جزیہ دوسرے میں داخل ہو جائے گا اور ایک ہی پر اقتصار کر لیا جائے گا اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب پہلے سال میں اس پر ایک جزیہ واجب ہو گیا اور اس سے نہ لیا گیا یہاں تک کہ دوسرا سال ہو کر دوسرا جزیہ بھی واجب ہو گیا تو اس پر ایک قسم کی دو عقوبتیں واجب ہو گئیں اور جہاں ایک قسم کی دو عقوبتیں بھی واجب ہوتی ہیں وہاں ایک پر اقتصار کرنا واجب ہے جیسے حدود میں۔ اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ تداخل نہیں ہوگا اور دونوں جزیے لئے جائیں گے کیونکہ یہ مالی حق ہے۔ جیسے قرض اور خراج اور کسی کی مزدوری ہوتی ہے اور اگر پورا سال ہونے کے بعد یا کچھ دن گزرنے کے بعد وہ مر جائے تو تینوں اماموں کے نزدیک جزیہ وصول کیا جائے گا۔ **كذا في الجوهرة النيرة.**

ترجمہ: اور دارالاسلام میں یہود و نصاریٰ کو اپنا جدید عبادت خانہ بنانا جائز نہیں اگر پرانا ٹوٹ جائے تو اس کو دوبارہ بنا سکتے ہیں اور جو ذمی دارالاسلام میں رہتے ہوں ان سے یہ عہد لے لیا جائے کہ ان میں اور مسلمانوں میں تمیز ہونے کے لیے وہ اپنے لباس میں اور سواریوں

میں اور زینوں میں اور ٹوپیوں میں کوئی نشان رکھیں (کہ جس سے یہ ذمی معلوم ہو جایا کریں) اگر کسی نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا یا کسی مسلمان کو قتل کر دیا یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کچھ گستاخی کر دی یا کسی مسلمان عورت سے زنا کر لیا تو اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا (یعنی وہ ذمی ہونے کے حکم سے نہیں نکلے گا)

عہد بغیر اس کے نہیں ٹوٹتا کہ کوئی دارالحرب میں چلا جائے یا چند آدمی (باغی ہو کر) کسی موضع پر غلبہ کر کے ہم سے لڑنے کو تیار ہو جائیں اور جب کوئی مسلمان اسلام سے پھر جائے یعنی مرتد ہو جائے تو اسے اسلام کی ہدایت کی جائے اور اگر کسی قسم کا شبہ ہو تو اسے (شافی جواب دے کر) رفع کر دیا جائے (اور اگر پھر بھی مسلمان نہ ہو تو) اسے تین دن قید میں رکھا جائے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے پس اگر (دوبارہ) اسلام کی ہدایت کرنے سے پہلے ہی کسی نے اسے قتل کر دیا تو اس نے برا کیا اور اُس قاتل کے ذمہ کچھ نہیں ہے (یعنی نہ اس کے ذمہ قصاص ہے نہ اور دیت ہے) لیکن کوئی عورت مرتد ہو جائے تو اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ وہ قید کر دی جائے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائے (یا قید خانہ ہی میں پڑھ کر مر جائے) اور مسلمان کے مرتد ہونے سے اس کی ملک زائل ہو جاتی ہے (وہ اپنے مال کا مالک نہیں رہتا) اور یہ زوال موقوف رہتا ہے پھر اگر وہ پھر مسلمان ہو گیا تو اس کی ملک پھر ویسے ہی ہو جاتی ہے اور اگر مر گیا یا ارتداد ہی کی حالت میں قتل کر دیا گیا تو جو مال اس نے اسلام کی حالت میں کمایا تھا وہ اس کے مسلمان وارثوں کی طرف منتقل ہو جائے گا (یعنی وہ اس کے مالک ہو جائیں گے) اور جو اس کی ارتداد کی حالت کی کمائی ہو گی وہ فے ہو جائے گی اور اگر کوئی مرتد ہو کے دارالحرب میں چلا گیا اور اس کے دارالحرب میں چلے جانے پر حاکم نے حکم کر دیا۔ تو اس کے مدبر غلام اور ام ولد لونڈیاں سب آزاد ہو جائیں گے اور جن لوگوں پر اس کا قرض ہو گا وہ ان کے لیے حلال ہو جائے گا اور اس کی اسلام کی حالت میں کمائی اس کے مسلمان وارثوں کی طرف منتقل ہو جائے گی اور جو اس کے ذمہ اسلام کی حالت میں قرض ہوا ہو گا وہ اسلام ہی کی حالت کی کمائی سے ادا کر دیا جائے گا اور جو قرض اس کے ذمہ ارتداد کی حالت میں ہوا ہو گا وہ ارتداد ہی کی حالت کی کمائی سے ادا کر دیا جائے گا۔

فائدہ: یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ مطلق قرض مطلق مال سے ادا کر دیا جائے گا اور یہ تخصیص نہ ہوگی کہ اسلام کی حالت کا قرض اسی حالت کی کمائی سے ادا کیا جائے اور ارتداد کی حالت کا قرض اسی حالت کی کمائی سے ادا کیا جائے اور جو کچھ بچے وہ وارثوں کو مل جائے گا۔

ترجمہ: اگر کسی نے مرتد ہونے کی حالت میں کوئی چیز فروخت کی یا خریدی یا اپنے مال میں اور کوئی تصرف کیا (یعنی کسی کو کچھ ہبہ وغیرہ کر دیا) تو اس کا یہ ہر ایک تصرف موقوف رہے گا اگر وہ پھر مسلمان ہو گیا تو یہ سب تصرفات درست ہو جائیں گے اور اگر وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا یا دارالحرب میں چلا گیا تو یہ سب باطل (اور ناجائز) ہو جائیں گے۔ اگر کسی مرتد کے دارالحرب میں چلے جانے پر حاکم نے حکم لگا دیا تھا اور وہ پھر مسلمان ہو کے دارالاسلام میں چلا آیا تو یہ اپنا جو مال بعینہٖ اپنے وارثوں کے پاس دیکھے ان سے لے لے۔

مرتد عورت اپنے ارتداد کی حالت میں جو تصرف اپنے مال میں کرے گی اس کا تصرف جائز ہوگا (کیونکہ وہ اس کی ملک ہے اور اس کے مرتد ہونے سے اس کی ملک زائل نہیں ہوتی) اور خاندان بنی تغلب کے نصاریٰ کے مال کی زکوٰۃ مسلمانوں کی زکوٰۃ سے دو چند لی جائے اور ان کی عورتوں سے بھی لی جائے اور ان کے بچوں سے نہ لی جائے اور جو مال امام نے خراج اور جزیہ اور بنی تغلب سے لے کر جمع کیا ہو یا جو اہل عرب نے امام کے پاس تحفۃً بھیجا ہو یہ سب مسلمانوں کی بہتری میں صرف کیا جائے یعنی اس سے مسلمانوں اور کفار کے درمیان میں کفار کے بند ہونے کی حدیں بنائی جائیں اور دریاؤں کے پل تیار کرائے جائیں اور مسلمانوں کے قاضیوں اور عالموں اور علماء کو اس قدر دیا جائے جو ان کی ضروریات کو کافی ہو اور غازیوں اور ان کی اولاد کو بھی روزینہ اسی میں سے دیا جائے۔

باب بغاوت کے بیان میں ❋ اور جب مسلمانوں کی کوئی قوم (امام کے حکم کے خلاف) کسی شہر پر چڑھائی کرے اور امام کی اطاعت سے نکل جائے تو اس کو امام مسلمانوں کی جماعت میں لوٹ آنے کی ہدایت کرے اور ان کے شبہ کو (شافی جواب دے کر) رفع کرے اور ان سے جنگ کرنے میں خود امام ابتدا نہ کرے یہاں تک کہ وہی ابتدا کریں پھر اگر وہ ابتداء کر لیں

تو امام ان سے جنگ کرے یہاں تک کہ ان کا جتھا ٹوٹ جائے اور اگر ان کی دوسری اور بھی 3
جماعت ہے (یعنی ان کی دو جماعتیں ہیں ایک لڑتی ہے اور دوسری تیار کھڑی ہے) تو ان کے زخمیوں کو گرفتار کرنے اور جو بھاگیں ان کا تعاقب کرے اور اگر دوسری جماعت نہیں ہے تو نہ ان کے زخمیوں کو گرفتار کرے اور نہ بھاگے ہوؤں کا تعاقب کرے اور نہ ان کی اولاد کو قید کرے اور نہ ان کا مال تقسیم کیا جائے اور ان کے ہتھیاروں سے جنگ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر اس وقت کہ مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہو (کہ اور ہتھیار ان کے پاس نہ ہوں) اور ان کے مال کی حفاظت امام کرے اور ان کو نہ دے اور نہ اسے تقسیم کرے ہاں جب وہ (اس بغاوت سے) توبہ کرلیں تو ان کا مال انہی کو دے دیا جائے۔

جو خراج اور عشر ان باغیوں نے ان شہروں سے وصول کرلیا ہو کہ جن پر انہوں نے چڑھائی کی تھی تو امام ان سے دوبارہ نہ لے پس اگر انہوں نے اس موقع پر صرف کر دیا ہے تو جس سے وہ مال لیا گیا تھا وہ بری الذمہ ہے اور اگر انہوں نے موقع پر خرچ نہیں کیا تو دیانۃً ان پر واجب ہے کہ دوبارہ دیں۔

فائدہ: دیانت کے یہ معنی ہیں کہ حاکم ان سے مطالبہ نہ کرے بلکہ وہ خود ہی اس وجہ سے دوبارہ دے دیں کہ وہ مال مستحق کو نہیں پہنچا۔

کتاب الحظر والاباحة

ممنوع اور مباح چیزوں کا بیان

ترجمہ: مردوں کو ریشمی کپڑا پہننا جائز نہیں ہے اور عورتوں کو جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا تکیہ لگانا جائز ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تکیہ لگانا بھی مکروہ ہے اور ان کے نزدیک لڑائی کے وقت ریشم اور دیبا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک (لڑائی کے وقت بھی پہننا) مکروہ ہے۔

فائدہ: واضح رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لڑائی میں ریشم اور دیبا کا پہننا اس وقت مکروہ ہے کہ خالص ریشم ہی ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو خالص ریشم کے پہننے سے

آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اور آپؐ نے کچھ تفصیل نہیں کی دوسرے یہ کہ لڑائی میں بھی اور کپڑا کام دے سکتا ہے۔ لہٰذا اس کی ضرورت نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مکروہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی لڑائی میں خاص ضرورت ہوتی ہے کیوں کہ اس میں تلوار کاٹ نہیں کرتی دوسرے دشمن کو بھی اس سے ہیبت ہوتی ہے۔

امام صاحب اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ضرورت تو مخلوط کپڑے سے بھی رفع ہو سکتی ہے یعنی جس کا بانا ریشم کا ہو اور تانا سوت کا۔ ایسے کپڑے کا پہننا بالاجماع مکروہ نہیں ہے۔

ذکرہ الخجندی.

ترجمہ: ملحم کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس کا بانا ریشم کا ہو اور تانا سوت وغیرہ کا۔ اور مردوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر انگوٹھی اور پیٹی اور تلوار کا زیور چاندی کا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور عورتوں کو چاندی سونا پہننا جائز ہے اور لڑکے کو سونا اور ریشم پہننا مکروہ ہے۔ اور چاندی سونے کے برتن میں مردوں اور عورتوں سب کو کھانا پینا۔ تیل اور خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔ اور شیشہ، رانگ، بلور، عقیق کے برتن کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ ان برتنوں کا استعمال کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ تفاخر میں یہ بھی چاندی سونے کے حکم میں ہیں اور ہمارا قول یہ ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ چاندی سونے کے برتنوں کے سوا اور برتنوں میں اہل عرب کی عادت تفاخر کی نہ تھی ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: جن برتنوں پر چاندی کا ملمع ہو ان میں پینا اور جن زینوں پر چاندی کا ملمع ہو ان پر سوار ہونا اور جس تخت پر چاندی ملمع ہو اس پر بیٹھنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور قرآن شریف میں دس آیتوں کے بعد نشان لگانا اور نقطے لگانا مکروہ ہے (مگر اس زمانے میں نقطے لگانا جائز ہے) اور قرآن شریف کو سونے چاندی سے آراستہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے قرآن شریف کی تعظیم اور بزرگی مقصود ہوتی ہے البتہ بطور

ریا اور زینتِ دنیا کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: سونے کے پانی سے مسجد میں نقش ونگار کرنا جائز ہے۔

فائدہ: مگر نہ کرنا بہتر ہے نجندی نے لکھا ہے کہ اگر یہ خرچ مسجد کی آمدنی میں سے نہیں ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے اور اس مسجد کا متولی اس کا ضامن ہوگا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: خصی سے خدمت لینی مکروہ ہے اور چوپاؤں کو خصی کرنے اور گدھے کو گھوڑی پر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہدیہ اور اذن میں غلام اور لڑکے کے قول کا اعتبار کر لینا جائز ہے۔

فائدہ: یہ اس وقت ہے کہ جب غالب ظن ہو کہ یہ سچ ہی کہتے ہیں اور اگر غالب ظن یہ نہ ہو تو جائز نہیں۔ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ۔

ترجمہ: اور معاملات میں فاسق کے قول کا اعتبار کر لیا جائے۔

فائدہ: معاملات سے مراد یہ ہے مثلاً وکالت' مضاربت' تجارت کی اجازت اور یہ بھی اسی وقت ہے کہ جب غالب گمان یہ ہو کہ یہ سچا ہے اور اگر غالب گمان اس کے جھوٹے ہونے پر ہو تو اس کے کہنے پر عمل نہ کیا جائے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور دیانات میں عادل کے سوا اور کسی کا قول معتبر نہ ہوگا۔

فائدہ: برابر ہے کہ وہ عادل آزاد ہو یا غلام ہو یا لونڈی ہو اور دیانات سے مراد یہ ہے مثلاً پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: مرد کو اجنبی عورت کا بدن دیکھنا جائز نہیں ہے سوائے اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے پس اگر کوئی شہوت ہو جانے سے بے بس ہو تو وہ غیر عورت کا چہرہ بھی نہ دیکھے ہاں کسی ضرورت کی وجہ سے (دیکھ لینا جائز ہے) اور جب قاضی کسی عورت پر حکم لگانا چاہے یا گواہ کسی عورت پر گواہی دینی چاہے تو انہیں اس عورت کا چہرہ دیکھ لینا جائز ہے اگرچہ شہوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

طبیب کو عورت کے مرض کی جگہ کو دیکھنا جائز ہے اور مرد مرد کے سارے جسم کو دیکھ سکتا ہے (یعنی سارا جسم دیکھنا جائز ہے سوائے سترعورت کے یعنی) سوائے ناف سے لے کر

گھٹنے تک کے درمیانی جسم کے اور جس قدر مرد کو عورت کا جسم دیکھنا جائز ہے اسی قدر عورت کو مرد کا جسم دیکھنا جائز ہے۔ اور عورت کو عورت کا اس قدر جسم دیکھنا جائز ہے جس قدر مرد کو مرد کا جسم دیکھنا جائز ہے (یعنی عورت کو بھی دوسری عورت کی سترِ عورت دیکھنا جائز نہیں ہے) اور مرد کو اپنی بیوی اور اپنی اس لونڈی کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے جو اس کے لیے حلال ہو۔ اور مرد کو اپنی محرم عورتوں کے منہ اور سر، سینہ، دونوں پنڈلیوں، دونوں بازوؤں کو دیکھنا جائز ہے اور ان کی پشت اور پیٹ اور رانوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: محارم وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح کرنا ہمیشہ حرام ہے برابر ہے کہ نسب کی وجہ سے ہو یا کسی سبب یعنی رضاعت یا مصاہرت کی وجہ سے ہو۔ کذا فی الہدایہ۔

ترجمہ: اور عورت کا جس قدر جسم مرد کو دیکھنا جائز ہے اس کو مس کرنا بھی جائز ہے اور مرد کو جس قدر اپنی محرم عورتوں کا جسم دیکھنا جائز ہے اسی قدر غیر کی لونڈی کا جسم بھی دیکھنا جائز ہے اور جب اسے خریدنا چاہے تو اس کے مس کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ شہوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

خصی مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا مثل مرد کے دیکھنے کے ہے اور غلام کو اپنی مالکہ کے جسم کو دیکھنا جائز نہیں ہے سوائے اس قدر جسم کے کہ جتنا غیر مرد کو اس عورت کا جسم دیکھنا جائز ہے۔ اور اپنی لونڈی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنا (یعنی نطفہ کو باہر گرانا) جائز ہے اور اپنی بیوی سے اس کی اجازت بغیر عزل کرنا جائز نہیں ہے اور غلہ اور چوپایوں کے چارہ کو گراں ہونے کے قصد سے روک لینا ایسے شہر میں مکروہ ہے کہ جہاں اس سے اس شہر کے باشندوں کو تکلیف ہوتی ہے اگر کوئی اپنی زمین کے غلہ کو روک لے یا اس غلہ کو جو کسی اور شہر سے کوئی اور لایا ہو تو یہ روک لینے میں داخل نہیں ہے اور بادشاہ کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے سے لوگوں پر کوئی نرخ مقرر کر دے اور فتنہ و فساد کے دنوں میں ہتھیار کا فروخت کرنا مکروہ ہے اور ایسے شخص کے ہاتھ انگور کا شیرہ فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کی بابت یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اس سے شراب بنائے گا۔

کتاب الوصایا

وصیتوں کا بیان

ترجمہ: وصیت کرنی واجب (یعنی ضروری) نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

فائدہ: یعنی کسی اجنبی کے لیے اگر موصی چاہے تو وصیت کر دینی مستحب ہے نہ کہ وارث کے لیے۔ اور دین وصیت اور میراث پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ دین کو ادا کرنا واجب ہے اور وصیت مستحب ہے اور واجب مستحب سے مقدم ہوتا ہے پھر یہ دونوں میراث سے مقدم ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے میراث کو ان دونوں کے بعد ثابت کیا ہے چنانچہ فرمایا: ''مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَا اَوْدَیْنٍ''. **کذافی الجوهرة النیرة.**

وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ✻ ترجمہ: اور وارث کے واسطے وصیت کرنی جائز نہیں ہاں (اگر مورث کے مرنے کے بعد) سارے وارث اس کو جائز رکھیں۔

فائدہ: وصیت کے جائز نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّ اللّٰه اعطیٰ کل ذی حق حقه الا لاوصیة لوارث'' یعنی اللہ پاک نے ہر حق دار کو حق دے دیا (یعنی مقرر کر دیا ہے) لہٰذا وارث کے واسطے وصیت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے چونکہ ممانعت وارثوں ہی کے حق کی وجہ سے ہے اس لیے اگر وہ خود ہی جائز رکھیں تو جائز ہو جائے گی۔ **کذا فی المعتبرات.**

ترجمہ: اور تہائی سے زیادہ کی وصیت کرنی جائز نہیں ہے اور نہ قاتل کے واسطے کرنی جائز ہے اور مسلمان کو کافر کے واسطے اور کافر کو مسلمان کے واسطے کرنی جائز ہے۔

وصیت کا اجراء کب ہوگا ✻ اور وصیت (موصی کے) مرنے کے بعد قبول کی جائے پس اگر موصی لہٗ نے اس کی زندگی میں قبول کر لی یا رد کر دی تو یہ باطل ہے۔

ترجمہ: یعنی اس وقت نہ اس کے قبول کرنے کا اعتبار ہے اور نہ رد کرنے کا۔ کیوں کہ اس کے ثبوت کا وقت موصی کے مرنے کے بعد ہے اور واضح رہے کہ وصیت میں تین شخص ہوتے

ہیں ایک موصٰی یعنی وصیت کرنے والا دوسرا موصٰی لہٗ یعنی جس کے واسطے وصیت کی جائے تیسرا وصی یعنی جو وصیت کی تعمیل کرے۔ آئندہ مسائل کے لیے ان الفاظ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ترجمہ: اور مستحب یہ ہے کہ وصیت تہائی سے کم کی کرے۔

وصیت کے متفرق مسائل ٭ اور جب کسی نے کسی شخص کو وصیت کی اور موصٰی لہٗ کے سامنے اس وصی نے اس وصیت کو قبول کر لیا اور اس کے پس پشت اس کا انکار کر دیا تو یہ انکار معتبر نہ ہوگا اور اگر اس کے سامنے ہی انکار کر دیا ہے تو اس کا انکار معتبر ہو جائے گا اور موصٰی بہ (یعنی جس چیز کی وصیت کی گئی ہو وہ) قبول کرنے سے (موصٰی لہٗ کی) ملک میں آتی ہے مگر ایک مسئلہ میں (بغیر قبول کیے بھی ملک میں آ جاتی ہے) اور وہ یہ ہے کہ موصٰی (وصیت کر کے مر گیا پھر موصٰی لہٗ بھی (موصٰی بہ کے) قبول کرنے سے پہلے مر گیا تو اس صورت میں موصٰی بہ اس کے وارثوں کی ملک میں داخل ہو جائے گی۔

فائدہ: یہ صورت خلاف قیاس یعنی استحسان ہے ورنہ قیاس یہی چاہتا تھا کہ یہ وصیت باطل ہو جاتی کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ملک قبول کرنے پر موقوف رہتی ہے پس یہ ایسی صورت ہوگئی کہ جیسے مشتری عقد بیع کرنے کے بعد مبیع کو قبول کرنے سے پہلے مر جائے اور اس استحسان کی وجہ یہ ہے کہ موصٰی کی طرف سے اس کے مر جانے کے باعث یہ وصیت پوری ہو چکی ہے کہ اب اس کی طرف سے یہ کسی طرح فسخ نہیں ہو سکتی اور اس میں توقف فقط موصٰی لہٗ کی حق کی وجہ سے تھا جب وہ مر گیا تو اب یہ اس کی ملک میں آ گئی جیسا کہ اس بیع میں ہوتا ہے کہ جس میں مشتری کو خیار شرط ہو اور وہ اس بیع کو جائز رکھنے سے پہلے مر جائے۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اگر کسی نے کسی غلام یا کافر یا فاسق کو وصیت کر دی (یعنی اپنا وصی مقرر کر لیا) تو قاضی کو چاہیے کہ ان کو وصیت سے خارج کرا کے اور آدمیوں کو ان کے قائم مقام کر دے اگر کسی نے اپنے غلام کو کوئی وصیت کر دی اور (اس کے) وارثوں میں عاقل بالغ (وصی بننے کے قابل) تھے تو یہ وصیت درست نہ ہوگی۔ اگر کسی نے ایسے شخص کو وصیت کی کہ جو اس وصیت کو انجام نہیں دے سکتا تو قاضی کو چاہیے کہ (اس کام کے لائق) کسی اور کو اس کی امداد کے لیے مقرر کرے۔

اگر کسی نے دو آدمیوں کو وصیت کی تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ان

میں سے ایک کو بلا موجودگی دوسرے کی (اس وصیت میں) تصرف کرنا جائز نہیں ہے سوائے میت کا کفن خریدنے اور اس کی تجہیز (وتکفین) کرنے اس کی چھوٹی اولاد (یعنی نابالغ) کو کھانے کپڑے کا خرچ دینے اور معین امانت کو واپس دے دینے اور کسی خاص وصیت کو پورا کر دینے اور اس کے کسی معین غلام کو آزاد کر دینے اور قرض ادا کرنے اور اس میت کے حقوق میں نالش وغیرہ کرنے کے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کاموں میں دونوں کا اکٹھا ہونا ذرا مشکل ہے کیونکہ یہ کام ان دونوں سے ایک حالت میں پورے نہیں ہو سکتے اس لیے کہ جب یہ دونوں اکٹھے گفتگو کریں گے تو یہ بھی سمجھ میں نہ آئے گا کہ دونوں کیا کیا کہہ رہے ہیں ہاں جب ان کاموں کا اختتام ہو کر کسی چیز پر قبضہ ہونے کی نوبت آئے تو ان میں سے ایک کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ دوسرے کی اجازت کے بغیر قبضہ کرے بلکہ دونوں کی رائے ہونی ضروری ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر کام میں ہر ایک کا فعل مثل دونوں کے ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اگر کسی نے دو آدمیوں کے لیے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تھی اور وارثوں نے اس (دو تہائی مال کی وصیت) کو منظور نہ کیا تو فقط ایک تہائی مال ان دونوں میں نصف نصف کر دیا جائے گا اور اگر ایک کے لیے ایک تہائی حصہ کی وصیت کی تھی اور دوسرے کے لیے چھٹے حصے کی تو ایک تہائی میں سے دو حصے ایک کو دے دیئے جائیں اور ایک حصہ ایک کو (یعنی ایک تہائی اس کی وصیت کے مطابق تقسیم کر دی جائے اور اگر کسی نے ایک آدمی کے لئے اپنے سارے مال کی وصیت کی اور دوسرے کے لیے تہائی مال کی اور وارثوں نے اسے منظور نہ کیا تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک تہائی کے چار حصے کر کے ان دونوں کو دے دیئے جائیں (یعنی تین حصے اس کو جس کے لیے سارے مال کی وصیت کی تھی اور ایک حصہ اس کو جس کے لیے ایک تہائی کی' کی تھی) اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ ایک تہائی دونوں میں نصفا نصف کر دی جائے اور امام صاحب کے نزدیک موصٰی لہٗ کو تہائی سے زیادہ نہیں دیا جاتا۔ سوائے ان تین صورتوں' محابات' سعایت دراہم مرسلہ کے۔

فائدہ: محابات اصل میں بیع میں مساہلت کرنے کو کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص

کے دو غلام تھے ایک غلام کی قیمت بارہ سو تھی اور دوسرے کی چھ سو۔ ان غلاموں کے مالک نے یہ وصیت کی کہ میرا ایک غلام تو سو روپیہ میں مثلاً زید کو دیا جائے اور دوسرا سو ہی میں عمرو کو تو اس صورت میں ایک کے لیے ایک ہزار کی محابات ہے دوسرے کے لیے پانچ سو کی اور یہ سب وصیت ہے کیونکہ بیماری کی حالت میں ہوئی ہے پس اگر یہ تہائی مال سے نکل سکے یعنی اس کے سوا دو حصے مال اور ہو تو یہ وصیت جائز ہو جائے گی اور اگر یہ تہائی مال سے نہیں نکل سکتا یعنی اس طرح پر کہ ان دونوں کے سوا اور مال اس کے پاس نہیں ہے اور وارثوں نے اس کو منظور نہیں کیا تو ان کی محابات تہائی مال میں جائز ہو جائے گی اور وہ تہائی ان دونوں میں وصیت کے موافق تقسیم کر دیا جائے گا یعنی اس بیع میں چار سو ایک کو اور دو سو دوسرے کو چھوڑ دیں گے اور باقی قیمت ان سے وصول کر لیں گے اور سعایت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے دو غلاموں کے آزاد کرنے کی وصیت کی تھی جن میں ایک کی قیمت ایک ہزار تھی اور دوسرے کی دو ہزار اور موصی کے پاس بجز ان دو غلاموں کے اور مال نہیں ہے اگر اس وصیت کو وارثوں نے منظور کر لیا تو یہ دونوں غلام بالکل آزاد ہو جائیں گے اور اگر انہوں نے منظور نہیں کیا تو یہ دونوں ایک تہائی سے آزاد ہو جائیں گے اور اس کا ایک تہائی مال ایک ہزار ہے پس یہ ایک ہی ہزار وصیت کے موافق ان دونوں میں ہو گا یعنی ایک ہزار کے دو حصے اس کے ہیں جس کی قیمت دو ہزار تھی اور باقی قیمت یہ دونوں محنت مزدوری کر کے وارثوں کو ادا کریں گے۔

اور دراہم مرسلہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے ایک آدمی کو دو ہزار اور دوسرے کو ایک ہزار درہم دینے کی وصیت کی اور اس کا تہائی مال ایک ہی ہزار درہم ہیں اور وارثوں نے یہ وصیت منظور نہیں کی تو اس صورت میں وہ ایک تہائی درہم ان دونوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے کیونکہ ماتن کا مطلب یہ ہے کہ اگر دو شخصوں کے لیے وصیت کم و بیش ہو اور تہائی مال سے ہر وصیت کم ہو یا برابر ہو تو اس تہائی میں سے دونوں کو وصیت کے موافق کم و بیش ملے گا۔

اور اگر وصیت تہائی سے زیادہ ہے تو اب ایک تہائی میں سے دونوں کو برابر حصہ ملے گا مثلاً ایک کو ایک تہائی کی وصیت کی تھی اور دوسرے کو دو تہائی کی یا کل کی تو اس صورت میں دونوں کو ایک تہائی میں نصفا نصف ملے گا کسی کو زیادہ نہ ملے گا ہاں ان تین صورتوں میں زیادہ

والے کو زیادہ ملے گا اور کم والے کو کم۔ نہ یہ کہ تہائی سے زیادہ ملے گا بلکہ اس کے مقابل یعنی دوسرے موصیٰ لہٗ سے زیادہ ملے گا۔ (حاشیہ وغیرہ)

ترجمہ: اگر کسی نے وصیت کی اور جس قدر اس کے پاس مال ہے اتنا ہی اس کے ذمہ قرض بھی ہے تو یہ وصیت درست نہ ہوگی ہاں اگر قرض خواہ قرض معاف کر دیں (یا قرض ادا ہو کر کچھ مال بچ جائے) اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے کے حصہ کی (کسی کے لیے) وصیت کر دی تو یہ وصیت باطل ہے (کیونکہ یہ وصیت دوسرے کے مال میں ہے) اور اگر کسی نے اپنے بیٹے کے حصے کے برابر وصیت کی تو یہ جائز ہو جائے گی۔ پس اگر اس کے دو بیٹے ہیں تو اس موصیٰ لہٗ کو ایک تہائی مال ملے گا اگر کسی نے اپنی بیماری میں اپنا غلام آزاد کر دیا یا فروخت کر دیا اور محابات کی (یعنی کم قیمت پر فروخت کیا) یا (کسی کو) ہبہ کر دیا تو (اس کے) یہ سب تصرفات درست ہوں گے اور تہائی مال میں معتبر سمجھے جائیں گے اور سب موصیٰ لہٗ اس تہائی مال میں شریک ہوں گے (یعنی اس کے سوا اور مال کے مستحق نہ ہوں گے) اگر کسی نے پہلے محابات کی اور پھر آزاد کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک محابات اولیٰ ہے اور اگر پہلے آزاد کر دیا تھا اور اس کے بعد محابات کی تو یہ دونوں برابر ہیں اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ دونوں مسئلوں میں آزادی اولیٰ ہے۔

اگر کسی نے اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیت کی تو اس کو اس کے برابر دیا جائے گا۔ کہ وارثوں میں جس کا حصہ سب سے کم ہوگا ہاں اگر (اس کے برابر دینے میں) چھٹے حصے سے کم آتا ہو تو چھٹا حصہ پورا کر دیا جائے گا (اور اس سے زیادہ نہ دیا جائے گا) اگر کسی نے (کسی کے واسطے) اپنے مال کے ایک جزء کی وصیت کی تھی تو وارثوں سے کہہ دیا جائے گا کہ تم جتنا چاہو اسے دلا دو (کیونکہ جزء مجہول ہے تھوڑے بہت سب کو شامل ہے) اگر کسی نے حقوق خداوندی کی چند وصیتیں کیں تو ان میں سے فرائض کو اور وصیتوں سے مقدم رکھا جائے گا برابر ہے کہ موصیٰ نے (بیان کرنے میں) ان کو پہلے بیان کیا ہو یا پیچھے بیان کیا ہو مثلاً حج، زکوٰۃ کفارات (مقدم ہوں گے) اور جو چیزیں واجب نہیں ہیں ان میں سے جس کو موصیٰ نے پہلے بیان کیا ہوگا اسی کو پہلے پورا کیا جائے گا۔

اگر کسی نے (اپنی طرف سے) حج کرنے کی وصیت کی تھی تو اسی شہر (کے یعنی اس کی سکونت کی جگہ) سے حج بدل کرنے والے کو روانہ کریں اور وہ سواری پر جائے پس اگر وصیت کا مال اتنا نہیں ہے جو خرچ کو کافی ہو تو جہاں سے حج ہو سکے وہیں سے کرا دیا جائے (اس وقت اس کے شہر سے بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے) اگر کوئی شخص حج کو روانہ ہوا تھا اور وہ راستہ میں مر گیا مگر اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کر گیا تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی طرف سے حج اس کی سکونت کی جگہ سے کیا جائے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جہاں وہ مرا ہے وہیں سے کیا جائے لڑکے اور مکاتب کی وصیت درست نہیں ہے اگرچہ وہ اس قدر مال کو چھوڑ کر مرے کہ جو وصیت کو کافی ہو اور موصٰی کو (اپنی) وصیت سے پھر جانا جائز ہے اور جب کوئی صریح الفاظ کے ساتھ پھر گیا (یعنی صاف لفظوں میں یہ کہہ دیا کہ میں اپنی وصیت کو واپس لیتا ہوں) تو یہ پھر جانا محقق ہو جائے گا اور اگر وصیت (کر کے اس) کا انکار کرتا ہے تو یہ (امام محمدؒ کے نزدیک) پھرنا نہیں ہوگا۔

فائدہ: اس کی یہ وجہ ہے کہ ایک چیز سے پھر جانا تو پہلے اس چیز کے ہونے کو مقتضی ہے اور ایک چیز کا انکار کرنا اس کے پہلے ہی سے نہ ہونے کو مقتضی ہے پس اگر انکار کو پھر جانا قرار دیا جائے تو پہلے وصیت کے ہونے اور نہ ہونے دونوں کو مقتضی ہوگا اور یہ محال ہے کہ ہو بھی اور نہ بھی ہو۔ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ بھی پھر جانا ہے اس کو مبسوط میں ذکر کیا ہے۔ اور عون کی روایت کے مطابق یہی ائمہ ثلثہ کا قول ہے لیکن متون سب کے سب امام محمدؒ کے قول پر ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ **کما فی المجمع.**

ترجمہ: اگر کسی نے اپنے پڑوسیوں کے واسطے وصیت کی تھی تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ پڑوسی مراد ہوں گے جو (اس موصٰی کے مکان سے) ملے ہوئے ہوں (اور صاحبینؒ کے نزدیک کل اہل محلہ مراد ہوں گے) اگر کسی نے اپنے سسرال والوں کے واسطے وصیت کی تو یہ وصیت اس کی بیوی کے ہر ذی رحم محرم کے واسطے ہوگی اگر کسی نے اپنے دامادوں کے واسطے وصیت کی تھی تو جو عورتیں اس موصٰی کے ذی رحم محرم ہیں یہ وصیت ان سب کے شوہروں کے واسطے ہوگی۔ اور اگر کسی نے اپنے قرابت داروں کے واسطے وصیت کی (یعنی یہ کہہ دیا کہ میرا

تہائی مال میرے قرابت داروں کو دیا جائے) تو یہ وصیت ان قرابت داروں کے لیے ہوگی جو اس کے ذی رحم محرم میں سب سے زیادہ قریب ہیں اور ماں باپ اور اس کے بچے اس میں شمار نہ ہوں گے یہ وصیت دو اور دو سے زیادہ کے لیے ہوگی۔

فائدہ: ان کا شمار نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ قرابت داری کا لفظ اس آدمی پر بولا جاتا ہے جو کسی اور کے ذریعہ سے قریب ہوا ہو اور ماں باپ اصل قرابت ہیں اسی طرح اولاد بھی خود ہی قریب ہوتی ہے ان میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا اس لیے قرابت داری کا لفظ ان کو شامل نہیں ہے اور دوسری دلیل ان کے اس میں شمار نہ ہونے کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اقربین کا والدین پر عطف کیا ہے اور معطوف معطوف علیہ سے مغایر ہوتا ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور جب کسی نے یہی (یعنی اپنے قرابتداروں ہی کے واسطے) وصیت کی۔ اور اس کے دو چچا اور دو ماموں ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ وصیت دونوں چچاؤں کے لیے ہوگی اور اگر ایک چچا اور دو ماموں ہیں تو نصف مال (وصیت کا) ایک چچا کا ہوگا اور نصف دونوں ماموؤں کا اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ وصیت ان سب کے واسطے ہوگی کہ جو اسلام میں اس کے جدامجد کی طرف منسوب ہیں (یعنی اس کے جدامجد کی اولاد کہلاتے ہیں) اور اگر کسی نے کسی کے واسطے اپنے تہائی روپیہ یا اپنی تہائی بکریوں کے دینے کی وصیت کی تھی اور ان بکریوں یا روپوں سے دو تہائی بھر تلف ہو گئے اور ایک ہی تہائی رہ گئے اور سوائے ان روپوں یا بکریوں کے (اور) جو مال اس کا باقی رہ گیا ہے اس سب کو ملا کر یہ اس کے تہائی میں نکل سکتے ہیں تو یہ بقیہ سب روپے اور بکریاں اس موصیٰ لہٗ کی ہوں گی اگر کسی نے اپنے ایک تہائی کپڑوں کی وصیت کی تھی پھر ان میں سے دو تہائی تلف ہو گئے اور ایک تہائی رہ گئے اور یہ اس کے کل باقی ماندہ مال کی تہائی میں نکل سکتے ہیں تو یہ موصیٰ لہٗ انہیں کپڑوں کا مستحق ہوگا کہ جو تہائی رہ گئے ہیں۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب کپڑے مختلف قسم کے ہوں اور اگر سارے ایک ہی قسم کے ہیں تو وہ روپوں کے حکم میں ہیں۔ حاشیہ۔

: اگر کسی نے کسی کے لیے ایک ہزار روپیہ کی وصیت کی تھی اور اس کا مال (دو قسم کا

ہے) نقد بھی ہے اور لوگوں پر قرض بھی ہے تو اگر نقد روپیہ اتنا ہے کہ اس کی تہائی میں سے ایک ہزار روپیہ نکل سکتے ہیں تو موصٰی لہٗ کو اس نقد ہی سے دے دیئے جائیں گے اور اگر اس کی تہائی میں سے نہیں نکل سکتے تو نقدی کی تہائی اسے دے دی جائے گی اور جب کبھی قرض وصول ہوا کرے وہ اس میں سے تہائی لے لیا کرے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ (اپنے) ایک ہزار (روپے) پورے کر لے۔

حمل اور حمل کے واسطے وصیت کرنی جائز ہے لیکن اس وقت کہ جب وہ حمل وصیت کے دن سے لے کر چھ مہینے سے کم میں پیدا ہو جائے (اور اگر زیادہ میں ہو تو ناجائز ہے) اور اگر کسی نے کسی کے لیے ایک لونڈی کی وصیت کی اور حمل کو مستثنیٰ کر لیا تو یہ وصیت اور استثناء دونوں درست ہوں گے (لونڈی موصٰی لہٗ کی ہوگی اور حمل موصی کے وارثوں کا) اگر کسی نے لونڈی کی وصیت کی تھی اور موصٰی لہٗ نے ابھی اس کو قبول نہیں کیا تھا کہ موصی کے مرنے کے بعد اس لونڈی کے بچہ پیدا ہو گیا پھر موصٰی لہٗ نے اس کو قبول کر لیا اور یہ دونوں (یعنی لونڈی اور اس کا بچہ) اس موصی کے تہائی (مال) سے نکل سکتے ہیں تو یہ دونوں موصٰی لہٗ کے ہوں گے اور اگر تہائی سے نہیں نکل سکتے تو صاحبینؒ کے نزدیک کل مال کا تہائی اس بچہ اور لونڈی میں نصفا نصف دیا جائے۔

فائدہ: یعنی اس بچہ اور لونڈی کی قیمت کر کے باقی مال میں شامل کر دیں اور پھر ان دونوں کی قیمت کے برابر لے کر موصٰی لہٗ کو دے دیں۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اوّل تہائی مال لونڈی سے پورا کریں اگر کچھ بچ رہے (یعنی لونڈی سے پورا نہ ہو سکے) تو وہ بچہ سے وصول کریں اپنے غلام کی خدمت اور اپنے مکان کی سکونت کی وصیت کرنی جائز ہے۔ جب کہ اس خدمت اور سکونت کی مدت معین ہو۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی یہ وصیت کر جائے کہ فلاں شخص میرے مکان میں برس یا دو برس رہے یا میرا غلام برس یا دو برس اس کی خدمت کرے تو اس مدت معین کے سوا یہ وصیت درست ہے۔

ترجمہ: اور یہ ہمیشہ کو جائز ہے (یعنی اگر کوئی اپنے غلام کی ساری عمر کی خدمت کی وصیت کر دے تو یہ بھی درست ہے) پس اگر (اس موصی کے) تہائی مال سے نکل سکتا ہے تو اس کو خدمت کے لیے موصی لہٗ کے حوالے کر دیا جائے اور اگر سوائے اس غلام کے اور مال اس کے لیے نہیں ہے تو یہ غلام دو روز (اس موصی کے) وارثوں کی خدمت کرے اور ایک روز اس موصی لہٗ کی اور جب یہ موصی لہٗ مر جائے گا تو یہ غلام وارثوں ہی کا ہو جائے گا (یعنی موصی لہٗ کے وارثوں کا نہ ہوگا) اور اگر موصی لہٗ موصی (کے سامنے ہی یعنی اس) کی زندگی ہی میں مر گیا تو یہ وصیت باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: باطل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وصیت کا پورا ہو جانا موصی کے مرنے پر معلق ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وصیت کو قبول کر لینا وصیت کے درست ہونے کی شرط ہے اور قبول کی شرط یہ ہے کہ موصی کے مرنے کے بعد ہو اور جب موصی اس سے پہلے ہی مر گیا تو یہ شرط معدوم ہو گئی لہٰذا اب مشروط کا وجود نہ ہوگا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اگر کسی نے فلاں کی اولاد کے واسطے وصیت کی (یعنی یہ کہہ دیا کہ فلاں کی اولاد کو اتنا دینا) تو اس وصیت میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں برابر ہوں گے (کیونکہ اولاد کا لفظ دونوں کو شامل ہے) اگر کسی نے فلاں کے وارثوں کے واسطے وصیت کی تو یہ وصیت ان میں آیۃ ''للذکر مثل حظ الانثیین'' کے مطابق ہوگی (یعنی عورت سے مرد کا حصہ دو چند ہوگا) اگر کسی نے (مثلاً) زید اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تھی (یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ ان دونوں کو میرے مال میں سے تہائی دے دینا) اور عمرو اس وقت مر چکا تھا تو یہ تہائی مال سارا زید کا ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مر چکا ہے وہ موصی لہٗ نہیں ہو سکتا اس لیے وہ اس زندہ کا مزاحم نہ ہوگا کہ جو موصی لہٗ ہو سکتا ہے جیسا کہ جب کوئی ایک آدمی اور ایک دیوار وغیرہ کے واسطے وصیت کر دے تو یہ وصیت بھی ساری اس آدمی ہی کے لیے ہوتی ہے اس وجہ سے کہ دیوار وغیرہ میں سے اس کی قابلیت نہیں ہے اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب موصی کو عمرو کا مرنا معلوم نہ ہوگا تو زید کو اس تہائی مال کا نصف ملے گا کیونکہ موصی کے

نزدیک عمرو کے لیے یہ وصیت درست تھی اس لیے کہ اسے اس کا مرنا معلوم نہ تھا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس زندہ یعنی زید کو تہائی کا نصف ہی دینے پر راضی ہوا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب اسے عمرو کا مرنا معلوم ہو جائے اور پھر وہ اس طرح وصیت کرے کیونکہ مردہ کے لیے وصیت کرنا لغو ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ اس زندہ ہی کو تہائی مال دینے پر راضی ہے۔ کذافی الهدایة

ترجمہ: اگر کسی نے یہ کہا کہ (یعنی اس طرح وصیت کی) میرا تہائی مال زید اور عمرو میں تقسیم کر دینا اور زید مر چکا تھا تو عمرو کو تہائی کا نصف ملے گا (کیونکہ تقسیم کا لفظ اشتراک کے لیے ہے اس لیے گویا اس نے یہ وصیت کی ہے کہ ان دونوں کو تہائی کا نصف نصف دینا) اگر کسی نے (کسی کے واسطے) اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور اس وقت اس کے پاس کچھ مال نہیں تھا پھر (وہ تندرست ہو گیا اور) اس نے کچھ مال کمایا تو اس کے مرنے کے وقت جو چیز اس کی ملکیت ہوگی اس کی ایک تہائی کا یہ موصٰی لہٗ مستحق ہوگا۔

فائدہ: اس کے مستحق ہونے کا یہ سبب ہے کہ وصیت ایسا عقد ہے جو موت کے بعد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا حکم بھی موت کے بعد ہی ہوتا ہے اس لیے مال کا ہونا موت کے وقت شرط ہے نہ کہ موت سے پہلے۔ (حاشیہ)

کتاب الفرائض

میراث وغیرہ کی تقسیم کا بیان

ترجمہ: مردوں میں سے جن کے وارث ہونے پر اجماع ہے وہ دس ہیں: بیٹا' پوتا اگرچہ نیچے کا ہو (یعنی پڑپوتا وغیرہ) باپ' دادا' اگرچہ بہت اوپر کا ہو (یعنی پردادا وغیرہ ہو) بھائی' بھتیجا' چچا' چچا کا بیٹا' شوہر' آزاد کرنے والا' اور عورتوں میں سے (جن کے وارث ہونے پر اجماع ہے) سات ہیں: بیٹی' پوتی' ماں' سگی دادی یا نانی' بہن' بیوی' آزاد کرنے والی۔

فائدہ: دادی یا نانی اور آزاد کرنے والی کی میراث کا قرآن شریف میں ذکر نہیں ہے بلکہ ان کی میراث ہونی حدیث سے ثابت ہوئی ہے کیونکہ مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات

کے بعد ایک صحابی کی دادی یا نانی اپنی میراث لینے کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی تھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے یہ جواب دیا کہ کتاب اللہ میں تیری میراث کا ذکر کہیں نہیں ہے لہٰذا میں نہیں دلواسکتا۔ اسی وقت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ صحابی کھڑے ہوئے اور یہ بیان کیا کہ میرے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ایک شخص کی دادی یا نانی آئی تھی تو اس نے اپنی میراث کی درخواست کی تھی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھٹا حصہ دلایا تھا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی اسے چھٹا حصہ دلا دیا اور آزاد کرنے والی کی میراث کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت اپنے آزاد کردہ اور اپنے اس بچہ کی وارث ہوسکتی ہے کہ جو زنا سے ہو۔ جوہرۂ نیرہ۔

ترجمہ: چار آدمی وارث نہیں ہوتے (یعنی انہیں ورثہ نہیں پہنچتا) ایک غلام دوسرے قاتل اس کا ورثہ نہیں لے سکتا کہ جس کو اس نے قتل کر دیا ہو تیسرے مرتد (یعنی جو اسلام سے پھر گیا ہو) چوتھے غیر دین والا (یعنی کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا) اور وارثوں کے وہ حصے جو قرآن شریف میں مقرر کیے گئے ہیں چھ ہیں۔ آدھا' چوتھائی' آٹھواں' تہائی' دو تہائی' چھٹا اور آدھا پانچ وارثوں کو ملتا ہے بیٹی کو اور پوتی کو لیکن پوتی کو اس وقت کہ جب صلبی بیٹی نہ ہو اور حقیقی بہن کو اور حقیقی بہن نہ ہو تو علاتی بہن کو (علاتی بہن وہ ہے جو باپ میں شریک ہو) اور شوہر کو اس وقت کہ جب میت کے بیٹا یا پوتا وغیرہ یا پڑپوتا وغیرہ نہ ہو اور چوتھائی حصہ شوہر کے لیے اس وقت ہے جب کہ میت کے بیٹا یا پوتا وغیرہ ہو اور بیوی کے لیے اس وقت ہے کہ میت کے اولاد نہ ہو نہ بیٹا ہو اور نہ پوتا وغیرہ۔

اور آٹھواں حصہ بیویوں کے لیے ہے جس وقت کہ میت کے (یعنی ان کے شوہر کے) اولاد یا پوتا پوتی ہو اور جن وارثوں کا اکیلے ہونے کی صورت میں آدھا حصہ مقرر ہے جس وقت وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں گے تو ان کا حصہ دو تہائی ہوگا سوائے شوہر کے اور تہائی حصہ ماں کے لیے ہے اس صورت میں کہ میت کے نہ بیٹا ہو نہ پوتا وغیرہ ہو اور نہ اس کے دو بھائی یا نہ دو بہنیں یا نہ ان سے زیادہ ہوں۔ اور ماں کے واسطے دو مسئلوں میں باقی کی تہائی مقرر ہے ایک مسئلہ تو یہ کہ شوہر اور ماں باپ وارث ہوں (یعنی ان کے سوا اور کوئی بیٹا وغیرہ میت کے نہ

ہوں) دوسرا یہ کہ بیوی اور ماں باپ وارث ہوں ان دونوں صورتوں میں شوہر یا بیوی کو حصہ دینے کے بعد جو کچھ بچے گا اس کی تہائی ماں کو ملے گی اور یہی تہائی حصہ اخیافی بھائی اور بہنوں کا ہوتا ہے خواہ دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں اس میں مرد اور عورتیں (یعنی بھائی اور بہنیں) برابر ہیں اور چھٹا حصہ سات آدمیوں کے لیے ہے (یعنی) ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے جب کہ میت کے بیٹا یا پوتا وغیرہ ہو اور جب میت کے بھائی، بہن، دو یا دو سے زیادہ ہوں تو بھی چھٹا حصہ ماں کے لیے ہے اور دادی اور نانی اور دادا کے لیے بھی چھٹا حصہ ہے جب کہ میت کے بیٹا یا پوتا ہو اور جب میت کے ایک بیٹی ہو (اور پوتیاں ہوں) تو بھی چھٹا حصہ پوتیوں کو ملتا ہے اور اگر میت کے ایک حقیقی بہن ہو (اور چند علاتی بہنیں ہوں) تو علاتی بہنوں کا بھی چھٹا حصہ ہے اور اگر (فقط) ایک اخیافی بھائی یا بہن ہو تو اس کا بھی چھٹا حصہ ہے اور ماں کے ہوتے دادیاں اور نانیاں ساقط ہو جاتی ہیں (یعنی میت کی ماں کے ہوتے ان کو ورثہ نہیں پہنچتا) اور (جب میت کے باپ ہو تو) باپ کے ہوتے دادا اور بھائی اور بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں اور اخیافی بہن بھائی چار (وارثوں) کے ہوتے ساقط ہو جاتے ہیں وہ چار یہ ہیں کہ میت کے بیٹا ہو یا پوتا ہو یا باپ ہو یا دادا ہو۔

جب بیٹیوں کو پورا دو تہائی مل جائے تو (یعنی وہ دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں کیونکہ اس صورت میں ان کا حصہ دو تہائی ہوتا ہے تو) پھر پوتیاں ساقط ہو جائیں گی (ان کو حصہ نہ ملے گا) ہاں اگر ان کے ساتھ یا ان سے نیچے کوئی لڑکا ہو (یعنی ان کا بھائی بھتیجا ہو) تو وہ ان کو اپنے ساتھ عصبہ کر لے گا اور جب حقیقی بہنیں (اپنا) دو تہائی حصہ لے لیں تو پھر علاتی بہنیں ساقط ہو جائیں گی (ان کا حصہ ورثہ میں نہ ہوگا) ہاں اگر ان کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہو تو وہ انہیں عصبہ کر لے گا۔

باب العصبات

عصبی رشتہ داروں کا بیان

ترجمہ: عصبوں میں سب سے زیادہ قریب بیٹے ہوتے ہیں پھر ان کے بیٹے (یعنی اگر میت کے بیٹے نہ ہوں اور پوتے ہوں تو وہ عصبہ ہیں اگرچہ بہت دور کے ہوں (یعنی پڑپوتے وغیرہ دور کے ہوں) پھر باپ دادا پھر باپ کے بیٹے یعنی میت کے بھائی (اگر یہ بھی نہ ہوں تو) پھر دادا کے بیٹے یعنی میت کے چچے (تائے اگر یہ بھی نہ ہوں تو) پھر باپ کے دادا کے بیٹے (یعنی میت کے باپ کے چچے تائے) اور جب باپ کے بیٹے درجہ میں برابر ہوں تو ان میں سے زیادہ مستحق وہ ہوگا کہ جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے (میت کا بھائی) ہو (مقصود یہ ہے کہ حقیقی بھائی علاتی بھائی پر مقدم ہوگا)

اور جب (میت کا) بیٹا اور پوتا اور بھائی اپنی اپنی بہنوں کے ساتھ ہوں تو ان میں مال کی تقسیم آیۃ ''للذكر مثل حظ الانثيين'' کے مطابق ہوگی (یعنی مرد کو عورت سے دو نا حصہ ملے گا) اور ان تینوں کے سوا جو اور قسم کے عصبہ ہوں ان میں میراث مردوں ہی کو ملتی ہے۔ عورتوں کو (یعنی ان کی بہنوں کو) میراث نہیں ملتی اور جب کسی کے نسبی عصبہ نہ ہو تو اس کا آزاد کرنے والا مولیٰ عصبہ ہے پھر مولیٰ کے عصبہ میں جو سب سے زیادہ قریب ہو۔

باب الحجب

مقررہ حصہ سے کسی وجہ سے محروم ہونا

فائدہ: لغت میں حجب کے معنی منع کے ہیں اور علماء فرائض کی اصطلاح میں حجب اسے کہتے ہیں کہ ایک خاص شخص دوسرے کے ہونے کی وجہ سے میراث سے محروم ہو جائے اگر کل میراث سے محروم ہو تو اس کا نام حجب الحرمان ہے اور اگر میراث کے کسی حصہ سے محروم ہو مثلاً

تہائی کے ملنے کی جگہ چھٹا حصہ ملنے لگے تو اس کو حجب النقصان کہتے ہیں۔ (حاشیہ)

ترجمہ: میت کے بیٹا یا پوتا یا دو بھائی ہونے کے سبب سے میت کی ماں تہائی حصے سے چھٹے 25
حصے کی طرف محجوب ہو جاتی ہے (یعنی ان کے ہوتے ماں کو تہائی کی جگہ چھٹا حصہ ملتا ہے) اور بیٹوں کو حصہ دینے کے بعد جو ترکہ باقی رہے وہ پوتوں اور پوتیوں کو اس طرح ملتا ہے کہ ہر مرد کا عورت سے دونا حصہ ہے اور جو حقیقی بہنوں کو حصہ دینے کے بعد باقی رہے وہ علاتی بھائیوں اور بہنوں میں اسی طرح تقسیم ہوتا ہے اور جب کسی نے ایک بیٹی اور چند پوتے پوتیاں چھوڑیں تو بیٹی کا نصف ہے اور باقی پوتے پوتیوں کا ہے اس طرح کہ مرد کو عورت سے دونا حصہ ملے۔ علیٰ ہذا القیاس (میت کی) حقیقی بہن کو حصہ دینے کے بعد جو باقی رہے وہ (اس کے علاتی بھائیوں اور بہنوں میں) اسی طرح تقسیم ہوگا اور اگر کسی نے اپنے چچا زاد دو بھائی (عصبہ) چھوڑے جن میں ایک اس کا اخیافی بھائی بھی ہے تو پہلے اس اخیافی بھائی کو وہ چھٹا حصہ ملے گا جو اس کے لیے مقرر ہے پھر باقی مال ان دونوں میں نصف نصف تقسیم ہو جائے گا۔

اگر کسی عورت نے ایک شوہر ایک ماں یا ایک نانی اور چند بھائی اخیافی اور حقیقی چھوڑے تو شوہر کو نصف اور ماں یا نانی کو چھٹا حصہ اور اخیافی بھائیوں کو تہائی مال ملے گا اور حقیقی بھائیوں کو کچھ نہ ملے گا۔

فائدہ: اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ اخیافی اور حقیقی بھائی برابر ہیں لہٰذا ان کو نصفا نصف ملنا چاہیے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے شوہر کا نصف' ماں کا چھٹا اور اخیافی بھائیوں کا تہائی حصہ ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے مقرر کر دیا ہے اور کل مال انہی حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے باقی کچھ نہیں رہتا جو عصبات تک پہنچے۔ (حاشیہ)

باب الرد

تقسیم کے بعد بچے ہوئے مال کو پھیرنے کا بیان

فائدہ: مصنف نے ذوی الفروض عصبات اور حجب کو بیان کر کے رد کا بیان شروع کیا ہے اور (فرائض میں) رد عول کی ضد ہے کیونکہ عول سے ذوی الفروض کے حصے کم کیے جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھایا جاتا ہے اور رد سے حصے زیادہ کیے جاتے ہیں اور اصل مسئلہ گھٹایا جاتا ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد جو مال بچے وہ بھی انہی حصہ والوں کو ان کے حصوں کے موافق دے دیا جائے گا سوائے میاں بیوی کے (کہ ان کو ان کے مقررہ حصہ سے زیادہ نہیں دیا جاتا) اور قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا (مثلاً اگر بیٹے نے باپ کو قتل کر ڈالا تو اس قتل کے سبب سے یہ باپ کی میراث سے محروم ہو جائے گا) اور کفر (سب قسم کا) ایک ہی مذہب ہے اس کے سبب سے کافر (آپس میں) ایک دوسرے کے وارث ہوں گے (اگرچہ مختلف مذاہب کے ہوں) اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مسلمان کا۔ اور مرتد کا مال اس کے مسلمان وارثوں کا ہے (یعنی اسلام سے پھرنے والا جو مال چھوڑ کر مر جائے وہ اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گا) اور جو اس نے مرتد ہونے کی حالت میں کمایا ہے وہ فے کے حکم میں ہے (فے کے احکام کتاب السیر میں مذکور ہو چکے ہیں) اگر بہت سے آدمی ڈوب کر یا دیوار (وغیرہ) سے دب کر مر جائیں اور یہ نہ معلوم ہو کہ ان میں سے پہلے کون مرا ہے تو ہر شخص کا مال اس کے زندہ وارثوں کو ملے گا (یعنی مرنے والوں میں سے کسی کو کسی کا وارث نہ بنایا جائے گا) اور جب ایک مجوسی کی ایسی دو قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ دونوں دو شخص ہوتے تو ایک دوسرے کا وارث ہو جاتا تو ان دونوں کے ذریعہ سے یہ مجوسی بھی وارث ہو جائے گا اور مجوسیوں کو ان فاسد نکاحوں کے سبب سے میراث نہ ملے گی کہ جن کو وہ اپنے دین میں حلال سمجھتے ہیں۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ فاسد نکاح مسلمانوں میں توراث کو ثابت نہیں کرتا لہٰذا وہ مجوس میں بھی اس کو ثابت نہ کرے گا بخلاف انساب کے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: ولدالزنا کا عصبہ اور لعان والی عورت کا عصبہ ان دونوں کی ماں کا مولیٰ ہے اگر کسی میت کی عورت حاملہ ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا مال اس وقت تک تقسیم نہ ہوگا کہ اس کی عورت کو وضع حمل ہو جائے' اور میراث میں امام موصوف کے نزدیک دادا بھائی پر مقدم ہے اور صاحبین کے نزدیک دادا کو بھائیوں کے برابر حصہ ملے گا ہاں اگر برابر تقسیم کرنے میں دادا کو تہائی سے کم پہنچے تو وہ بھائیوں کا شریک نہ ہوگا اور جب کسی میت کی کئی نانیاں یا دادیاں ہوں تو ان میں سے چھٹا حصہ اس کو ملے گا جو سب سے زیادہ قریب ہو۔

اور دادا اپنی ماں کو محجوب کر دیتا ہے اور نانا کی ماں وارث نہیں ہوتی (کیوں کہ یہ جدۂ فاسدہ ہے اور جدۂ فاسدہ کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے) اور ہر جدہ اپنی ماں کو محجوب کر دیتی ہے۔

باب ذوی الارحام

ذوی الارحام کا بیان

لغت میں ذی رحم کے معنی مطلقاً رشتہ دار کے ہیں اور شریعت میں اس رشتہ دار کو کہتے ہیں جس کا کوئی حصہ قرآن میں یا حدیث میں یا اجماع امت میں مقرر نہ ہوا ہو اور نہ وہ عصبہ ہو شریفیہ میں اسی طرح ہے۔

جب میت کے کوئی عصبہ اور ذوی الفروض نہ ہو تو اس کے ذوی الارحام وارث ہوں گے اور وہ دس قسم کے ہیں۔ بیٹی کی اولاد' بہن کی اولاد' بھتیجا' چچا کی بیٹی' ماموں کی بیٹی' خالہ کی بیٹی' نانا' ماں کا چچا' پھوپھی' اخیافی بھائی کی اولاد' اور جو ان کے ذریعہ سے میت کے رشتہ دار ہوں اور ان سب میں مقدم وہ ہے جو میت کی اولاد ہو (جیسے نواسے) پھر وہ جو میت کے ماں باپ

کی۔ یا ان دونوں میں سے ایک کی اولاد ہو اور وہ بھتیجیاں اور بہنوں کی اولاد ہے۔ پھر میت کے والدین کے والدین کی اولاد یا ان دونوں میں سے ایک کی اولاد ہے اور وہ ماموں اور خالائیں اور پھوپھیاں ہیں اور جب باپ کی اولاد درجہ میں برابر ہو تو ان میں مقدم وہ ہے جو کسی وارث کے ذریعہ سے میت کا زیادہ قریب ہو۔

جو زیادہ قریب کا رشتہ دار ہو وہ دور کے رشتہ دار پر مقدم ہے اور نانا بھائی بہن کی اولاد پر مقدم ہے اور ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد جو باقی بچے اور کوئی عصبہ نہ ہو تو اس کا سب سے زیادہ حق دار آزاد کرنے والا ہے (اس صورت میں ذوی الارحام کو نہ ملے گا) اور مولی الموالات وارث ہوتا ہے (مولی الموالات کا بیان باب ولا میں ہو چکا ہے) اگر کسی آزاد شدہ نے اپنے آزاد کرنے والے کا باپ اور بیٹا چھوڑا (یعنی آزاد کرنے والا پہلے ہی مر چکا ہے اور اب اس کا باپ اور بیٹا موجود ہے) تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا مال بیٹے کا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چھٹا حصہ باپ کا ہے اور باقی بیٹے کا اور اگر اس نے اپنے آزاد کرنے والے کا دادا اور ایک بھائی چھوڑا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مال دادا کا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مال دونوں کا ہے اور ولا کا بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔

باب حساب الفرائض

حصص نکالنے کا بیان

ترجمہ: جب مسئلہ میں دو نصف ہوں (مثلاً میت نے ایک شوہر اور ایک حقیقی یا علاتی بہن چھوڑی ہو) یا ایک نصف اور باقی ہو (مثلاً ایک شوہر اور چچا چھوڑے ہوں) تو اس کا اصل مسئلہ دو سے ہوگا۔ اور اگر اس میں ایک تہائی اور باقی ہو (مثلاً ماں اور چچا وارث ہوں) یا دو تہائی اور باقی ہو (مثلاً دو بیٹیاں اور چچا وارث ہوں) تو اصل مسئلہ تین سے ہوگا اور اگر اس میں ایک چوتھائی اور باقی ہو (مثلاً ایک بیوی اور عصبہ ہو) یا ایک چوتھائی اور نصف ہو (مثلاً شوہر اور

ایک بیٹی وارث ہو) تو اصل مسئلہ چار سے ہوگا اور اگر اس میں ایک آٹھواں اور باقی ہو (مثلاً بیوی اور ایک بیٹا وارث ہو) یا آٹھواں اور نصف ہو (مثلاً بیوی اور ایک بیٹی وارث ہو) تو اصل مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر اس میں نصف اور تہائی ہے (مثلاً ماں اور ایک حقیقی بھائی وارث ہے) یا نصف اور چھٹا حصہ ہے (مثلاً ماں اور ایک بیٹی وارث ہیں) تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہ (ضرورت کے وقت) سات' آٹھ' نو' دس تک عول ہوسکتا ہے۔

فائدہ: عول سے مقصود یہ ہے کہ جب اصل مسئلہ سے سب وارثوں کو پورا پورا حصہ نہ پہنچ سکے تو بقدر ضرورت اصل مسئلہ کو بڑھالیا جائے مثلاً اگر شوہر اور دو بہنیں وارث ہیں تو شوہر کو نصف اور بہنوں کو دو تہائی دینا چاہیے اور چھ کا نصف تین اور اس کے دو تہائی چار ہوتے ہیں پس یہ مسئلہ تو چھ سے ہے اور ضرورت کے سبب سے اس کا سات کی طرف عول ہو جائے گا علیٰ ہذا القیاس چھ کا دس تک عول ہوسکتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر چوتھائی کے ساتھ ایک تہائی یا چھٹا حصہ ہے تو اس کا اصل مسئلہ بارہ سے ہے اور یہ تیرہ پندرہ سترہ کی طرف عول ہوسکتا ہے اور جب آٹھویں کے ساتھ دو حصے یا دو تہائی ہوں تو اس کا اصل مسئلہ چوبیس سے ہے اور یہ (ضرورت کے وقت) ستائیس کی طرف عول ہو جاتا ہے اور جب (اصل) مسئلہ وارثوں پر پورا تقسیم ہو جائے تو وہ صحیح مسئلہ ہے (اس میں عول وغیرہ کسی کی حاجت نہیں ہے) اور اگر ان میں سے کسی فریق کے حصے ان پر پورے پورے تقسیم نہ ہوں تو اس فریق کے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے اور اگر اس مسئلہ میں عول ہوا ہے تو جس عدد میں عول ہوا ہے اس میں ضرب دیا جائے پھر جو حاصل ضرب ہو اس سے صحیح مسئلہ ہوگا مثلاً کسی نے ایک زوجہ اور دو بھائی وارث چھوڑے ہیں تو چوتھائی مال زوجہ کا ہے اور باقی دو بھائیوں کا۔ مگر وہ باقی تین حصے ہیں اور وہ ان دونوں پر منقسم نہیں ہوتے۔ لہٰذا دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دو یہ آٹھ ہو جائیں گے اور اس سے مسئلہ صحیح ہوگا۔ (کہ زوجہ کو دو سہام اور ہر بھائی کو تین سہام)

پس اگر وارثوں کے سہام اور ان کے اعداد میں توافق ہے تو ان کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دو۔ مثلاً ایک زوجہ اور چھ بہنیں (وارث) ہیں تو چوتھائی زوجہ کا ہے اور (باقی کے)

تین سہام بہنوں کے ہیں جو ان پر (برابر) تقسیم نہیں ہوتے اور تین اور چھ میں توافق ہے تو چھ کے وفق یعنی دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب سے صحیح مسئلہ ہوگا پس اگر دو فریق کے یا زیادہ سہام ان پر (پورے) منقسم نہ ہوں تو ایک فریق (کے عدد) کو دوسرے (فریق کے عدد) میں ضرب دو پھر حاصل ضرب تیسرے فریق (کے عدد) میں پھر اس آخری حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں۔

فائدہ : اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً دو زوجہ، پانچ دادیاں تین اخیافی بہنیں ایک چچا وارث ہیں اور اصل مسئلہ بارہ سے ہے جس میں سے چوتھائی یعنی تین سہام دونوں عورتوں کے اور چھٹا حصہ یعنی دو سہام دادیوں کے اور ایک تہائی یعنی چار سہام تین بہنوں کے اور باقی یعنی تین سہام چچا کے اس صورت میں دونوں عورتوں اور دادیوں اور بہنوں کے پورے حصے نہیں بیٹھتے پس ایک فریق یعنی عورتوں کے عدد دو کو دوسرے فریق یعنی دادیوں کے عدد پانچ میں ضرب دیں گے جس سے حاصل ضرب دس ہوں گے پھر اس حاصل ضرب دس کو تیسرے فریق یعنی بہنوں کے عدد تین میں ضرب دیں گے اس سے حاصل ضرب تیس ہوں گے پھر تیس کو اصل مسئلہ یعنی بارہ میں ضرب دیں گے اب سہام تین سو ساٹھ ہو جائیں گے اور اس سے یہ مسئلہ صحیح ہوگا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر (دونوں) فریق کے اعداد مساوی ہیں تو ان میں سے ایک کو دوسرے میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں ہے مثلاً دو زوجہ اور دو بھائی (وارث) ہیں تو دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں۔

فائدہ : اس صورت میں اصل مسئلہ چار سے ہے جس میں سے چوتھائی یعنی ایک سہام دونوں زوجہ کا ہے جو ان پر پورا نہیں بیٹھتا اور باقی تین سہام دونوں بھائیوں کے اور یہ بھی ان پر پورے تقسیم نہیں ہوتے پس دو کو اصل مسئلہ یعنی چار میں ضرب دو آٹھ ہو جائیں گے جن میں سے دو سہام دونوں عورتوں کے اور چھ سہام دونوں بھائیوں کے ہوں گے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر ایک فریق کا عدد دوسرے فریق کے عدد کا جز ہو تو بڑے عدد کو ضرب دینا کافی ہے مثلاً چار عورتیں اور دو بھائی وارث ہیں تو جب تم نے چار کو ضرب دیا پھر دو کو ضرب دینے کی

ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر دونوں فریق کے عددوں میں توافق ہو تو ایک وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دے کر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں مثلاً چار زوجہ ایک بہن اور چھ چچا (وارث ہیں) اور چھ اور چار میں توافق بالنصف ہے۔

فائدہ: دو عددوں میں توافق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان میں کا چھوٹا عدد بڑے کو پورا تقسیم نہ کرے ہاں کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو پورا تقسیم کر دے مثلاً چار اور چھ میں دو کا عدد ایسا ہے کہ ان دونوں کو نصفا نصف تقسیم کر دیتا ہے۔ پس اسی کا نام توافق بالنصف ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: تو ان دونوں (یعنی چھ اور چار) میں سے ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب دو پھر (حاصل ضرب کو) اس مسئلہ میں ضرب دو یہ اڑتالیس ہو جائیں گے اور یہ مسئلہ صحیح ہوگا پس جب مسئلہ صحیح ہو جائے تو پھر ہر وارث کے سہام کو ترکہ میں ضرب دو اور جو حاصل ضرب ہو اس کو اس عدد پر تقسیم کرو جس سے مسئلہ صحیح ہوا ہے اس طرح کرنے سے ہر وارث کا حق نکل آئے گا اور اگر (ایسی صورت ہے کہ) ابھی ترکہ تقسیم نہیں ہوا تھا یہاں تک کہ ایک وارث مر گیا اب اگر اس کا وہ حصہ جو پہلی میت سے اس کو پہنچتا تھا اس کے وارثوں کے عدد پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے تو یہ دونوں مسئلے اسی عدد سے صحیح ہوں گے جس سے پہلا مسئلہ صحیح ہوا ہے اور اگر وہ پورا منقسم نہیں ہوتا اور اس دوسرے میت کا فریضہ (یعنی فرائض کا مسئلہ) اس طریقہ سے صحیح ہوگا جو ہم نے اب ذکر کیا ہے اور اگر دوسری میت کے سہام اور جس سے فریضہ صحیح ہوا ہے ان دونوں میں توافق نہیں ہے تو ایک مسئلہ کو دوسرے میں ضرب دو اور اگر ان کے سہام میں توافق ہے تو دوسرے مسئلہ کے وفق کو پہلے مسئلہ میں ضرب دو (پھر اس سے) جو حاصل ضرب ہو اسی سے یہ دونوں مسئلے صحیح ہوں گے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کے دو بھائی اور ایک شوہر وارث تھے مسئلہ چار سے صحیح ہوتا تھا پھر شوہر مر گیا اور اس نے چار بیٹے چھوڑے یہ اصل مسئلہ بھی چار سے ہوتا ہے اور ان دونوں میں توافق بالنصف ہے تو اب ان کے نصف عدد کو یعنی دو کو دوسرے کے کل میں ضرب دو یہ آٹھ ہو جائیں گے دونوں مسئلے اسی سے صحیح ہوں گے چار سہام دونوں بھائیوں

کے اور چار سہام شوہر کے بیٹوں کے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور جس وارث کو پہلے مسئلہ سے کچھ ملا ہو وہ اس میں ضرب دیا جائے جس سے دوسرا مسئلہ صحیح ہوا ہے اور جس کو دوسرے مسئلے سے کچھ ملا ہو وہ دوسری میت کے ترکہ کے وفق میں ضرب دیا جائے اور جب مناسخہ کا مسئلہ صحیح ہو جائے اور تم وہ معلوم کرنا چاہو جو درہموں (وغیرہ) کے حساب سے ہر (حصہ دار) وارث کو پہنچتا ہے تو جس عدد سے مسئلہ صحیح ہوا ہے اسے اڑتالیس پر تقسیم کر دو پھر جو خارج قسمت ہو ہر وارث کے سہام سے اس کا حصہ لیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب. فقط

تمّت بالخیر

اصلاحِ معاشرہ
اور
تعمیرِ سیرت و اخلاق



تالیف

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

وخلیفہ مجاز:
عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاحِ معاشرہ اور
تعمیرِ سیرت واخلاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاحِ معاشرہ

اور

تعمیرِ سیرت واخلاق

تالیف:

مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب

مهتمم وشيخ الحديث

جامعه عربيه امداديه مرادآباد

وخلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت مولانا

شاه حكيم محمد **اختر** صاحب مدظلهم

Mob`ile: **09412866177**

ناشر:

مركز الكوثر التعليمى والخيرى

مرادآباد

اشاعت کی عام اجازت ہے۔

تفصیلات

نام کتاب	:	اِصلاح معاشرہ اور تعمیرِ سیرت واخلاق
تالیف	:	مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد
طبع اول	:	۱۴۲۷ھ مطابق ۲۰۰۷ء
طبع دوم	:	۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء
طبع سوم	:	ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق جنوری ۲۰۱۶ء
کمپیوزنگ	:	محمد اسجد قاسمی مظفرنگری
صفحات	:	۱۶۰
باہتمام	:	**مرکز الکوثر التعلیمی والخیری مرادآباد**
ناشر	:	فرید بک ڈپو دہلی
قیمت	:	

ملنے کے پتے:

جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد یوپی

فرید بک ڈپو دہلی

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

مکتبہ الفرقان لکھنؤ

اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی

مرکز دعوت وارشاد دارالعلوم الاسلامیہ بستی یوپی

مولانا عبدالسلام خان قاسمی 179 کتاب مارکیٹ، وزیر بلڈنگ، بھنڈی بازار ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مندرجات

مقدمہ (طبع سوم)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

موجودہ پرفتن ماحول میں ہمارا مسلم معاشرہ انحراف اور بگاڑ کے دلدل میں پھنستا چلا جارہا ہے، دینی شعور کے فقدان، صحیح تعلیم اور تربیت کی کمی، مخربِ اخلاق چیزوں کے فروغ اور بے راہ روی نے ہمارے نوجوانوں کو بگاڑ کی آخری حد کے قریب پہنچادیا ہے، اس صورتِ حال پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

یہ کتاب معاشرتی بگاڑ کی چوطرفہ چھائی ہوئی ظلمتوں میں صلاح اور اصلاح کا ایک دِیا اور چراغ جلانے کی طالب علمانہ کوشش ہے، اور اس میں کم وبیش تمام ضروری موضوعات کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ کتاب کا پہلا ایڈیشن الحمد للہ مقبول ہوا، اب یہ دوسرا ایڈیشن پیش کیا جارہا ہے، راقم کوشش کے باوجود مصروفیات کی بنیاد پر اس میں حذف واضافہ کا عمل انجام نہیں دے سکا، تاہم بحالتِ موجودہ بھی اس کی اشاعت انشاءاللہ افادیت کی حامل ہوگی۔

خداوند قدوس اس کتاب کو قبول فرمائے، اور اسے راقم اور پورے معاشرہ کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، آمین۔

محمد اسجد قاسمی، ندوی

خادم الحدیث النبوی الشریف جامعہ عربیہ امدادیہ مراد آباد

یکم ربیع الاول ۱۴۳۷ھ، مطابق ۱۳/دسمبر ۲۰۱۵ء

پیشِ گفتار

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین. اما بعد!

زیر نظر کتاب اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق سے متعلق فکر انگیز مضامین کا بیش قیمت مجموعہ ہے، ان تمام مضامین میں قدر مشترک جذبۂ اصلاح ہے، اور مقصد یہی ہے کہ خلقِ خدا ان کی روشنی میں اپنے روز وشب کا احتساب کرے اور جہاں جہاں بگاڑ در آیا ہے اسے دور کرنے کے لئے سرگرم عمل ہو جائے۔

ناچیز پر خداوند قدوس کے فضل کی انتہا نہیں کہ اس نے ٹوٹی پھوٹی ہی سہی زبان وقلم سے خدمت دین کی راہ پر لگا دیا ہے، اللہ اس میں خلوص کے رنگ بھر دے اور تا حیات یہ خدمت اپنی توفیق خاص سے لیتا رہے، حقیقت یہی ہے کہ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

محمد اسجد قاسمی، ندوی

خادم الحدیث النبوی الشریف جامعہ عربیہ امدادیہ مراد آباد

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

اپنی فکر میں لگے رہو

قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ کے نصوص میں یہ حقیقت بار بار بیان کی گئی ہے کہ ہر انسان کو سب سے پہلے، سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر اپنی اصلاح اور درستگی اور اپنی سیرت کی تعمیر پر توجہ دینی چاہئے، اس موضوع کی سب سے واضح آیت یہ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ أَنْفُسَکُمْ لاَ یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اھْتَدَیْتُمْ، إِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعاً فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ.

(المائدة: ۱۰۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی ہی فکر میں لگے رہو، کوئی بھی گمراہ ہو جائے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، جب کہ تم راہ پر چل رہے ہو، اللہ ہی کی طرف تم سب کی واپسی ہے، سو وہ تمہیں جتلا دے گا جو کچھ کہ تم کرتے رہے تھے۔

واضح فرمادیا گیا ہے کہ ہر وقت دوسرے کے اعمال کی برائیوں، دوسرے کے عقائد کی خرابیوں پر نظر رکھنے کے بجائے خود اپنے افعال واعمال، کردار وسیرت، اخلاق واقوال، افکار وخیالات کو خرابی اور برائی سے بچانے کی فکر وسعی ہونی چاہئے، انسان کو ہمہ وقت اپنی ذات کا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے کہ وہ خدا اور بندگانِ خدا کے حقوق کی ادائیگی کر رہا ہے یا نہیں؟ اگر انسان میں یہ احساس وفکر پیدا ہو جائے تو وہ کامیاب ہے، کسی کی گمراہی اس کے لئے شمہ برابر بھی ضرر رساں نہیں ہوسکتی، آیت میں ہر فردِ بشر کو یہ حکم ہے کہ وہ دوسروں کی فکر میں حد سے زیادہ نہ گھلے، اپنی فکر مقدم رکھے، اپنے دین کے تقاضوں اور مطالبوں کو پورا کرے، ہر انسان سے اس کے اپنے اعمال واحوال ہی کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

بقول مولانا دریابادیؒ:

''آیت میں ایک زبردست اصول یعنی شخصی ذمہ داری کا اثبات ہے اوران لوگوں کا ابطال ہے جوانفرادیت کواجتماعیت میں گم رکھنا چاہتے ہیں''۔(تفسیر ماجدی:۱/۹۷۹)

اسی مضمون کودیگر آیات میں بھی واضح فرمایا گیا ہے، چند آیات ملاحظہ ہوں:

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّیْ عَمَلِیْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ، اَنْتُمْ بَرِیْٓـُٔوْنَ مِمَّا اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ. (یونس/٤١)

ترجمہ: اگر یہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے، جو کچھ میں کرتا ہوں اس کی ذمہ داری سے تم بری ہو، اور جو کچھ تم کرر ہے ہواس کی ذمہ داری سے میں بری ہوں۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ. (النور/٥٤)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ اللہ ورسول کے تابع فرمان بن کر رہو، لیکن اگر وہ رخ پھیرلیں تو وہ خوب سمجھ لیں کہ رسولؐ پر جس فرض کا بار رکھا گیا ہے اس کے ذمہ دار رسول ہیں، اور تم پر جس فرض کا بار ڈالا گیا ہے اس کے ذمہ دار تم ہو''

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

مَنْ قَالَ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ. (مسلم شریف)

ترجمہ: جو یہ کہتا ہے کہ لوگ ہلاک و برباد ہو گئے وہ سب سے زیادہ ہلاک وبرباد ہونے والا ہے۔

یعنی جس کا کام اپنے اعمال کی فکر کے بجائے محض دوسروں کی فکر، دوسروں پر تبصرہ، دوسروں کی حالت زار کا تذکرہ اور ہمہ وقت لوگوں کی تباہی وخرابی کا بیان ہو وہ خود سب سے بدتر حالت میں ہے، اسے اپنے گریبان میں جھانک کر اپنی اصلاح کی فکر پہلے کرنی چاہئے۔

سورۃ المائدہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں مولانا آزادؒ نے ایک اہم نکتہ بیان کیا ہے، لکھتے ہیں کہ:

''اگر لوگ گمراہ ہو جائیں تو ان کی گمراہی تمہارے لئے دلیل و حجت نہیں ہو سکتی کہ تم کہو! سب گمراہ ہو رہے ہیں تو اکیلی جان ہم کیا کریں، ہر آدمی پر ذمہ داری خود اس کے نفس کی ہے، دوسروں کے لئے وہ ذمہ دار نہیں، اگر ساری دنیا گمراہ ہو جائے جب بھی تمہیں حق پر قائم رہنا چاہئے''۔ (ترجمان القرآن:۲/۶۷۸)

آیت کا منشا یہ ہے کہ آدمی اپنی اصلاح کو مقدم کرے، یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسروں کی اصلاح کی فکر ہی نہ ہو، سیدنا صدیق اکبرؓ نے اسی کو واضح کیا ہے، فرمایا کہ لوگو! تم یہ آیت پڑھ کر یہ سمجھتے ہو کہ دوسروں کی فکر بالکل نہ کی جائے، بس اپنی ہی فکر ہو، یہ غلط مطلب ہے، میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگوں کا یہ حال ہو جائے کہ وہ برائی دیکھ کر اسے مٹانے کی اور ظالم کو ظلم کرتا دیکھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے روکنے کی کوشش نہ کریں تو بعید نہیں کہ اللہ انہیں اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔

معلوم ہوا کہ آیت کا منشا یہ ہے کہ اپنی اصلاح کا عمل مقدم ہو، پھر دوسروں کی اصلاح کا کام شروع کیا جائے، یہ ترتیب ملحوظ رہے گی تو اس کی تاثیر نمایاں ہو کر رہے گی، انبیاء، صحابہ وسلف کی تاریخ میں یہ ترتیب نمایاں نظر آتی ہے، انہوں نے جس چیز کا بھی حکم دیا سب سے پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا، دوسروں کی بقدر وسعت اصلاح مطالباتِ دین ہی کا حصہ ہے، آیت کا مقصود دوسروں کی اصلاح سے منع کرنا نہیں صرف اس کے مبالغہ آمیز تخیل میں اعتدال پیدا کرنا مقصود ہے۔

بقول مفسر دریابادیؒ:

''مطلب یہ نہیں کہ دوسروں کو اچھی بری بات بتاؤ نہیں، بلکہ یہ ہے کہ دوسروں کی عیب چینی اور کھوج میں نہ پڑے رہو، امر بالمعروف نہی عن المنکر تو بجائے خود ایک انفرادی

فریضہ ہے، اس کا سقوط مقصود نہیں، اسلام تو ایک اجتماعی دین ہے، جس میں فرد کے ساتھ ساتھ جماعت وملت کی بھی اصلاح وفلاح مطلوب ہے، آیت کا ایک محمل یہ بھی ہے کہ انسان جب یہ دیکھ لے کہ وعظ و پند مطلق کارگر نہیں ہوتا، بلکہ الٹا اس پر اور مضحکہ ہوتا ہے تو ایسے موقعہ پر چاہئے کہ سکوت سے کام لے اور بس اپنے ہی ذاتی اعمال کی فکر میں لگا رہے، مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ یہی طریقہ ہے عارفین سالکین کا کہ وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کر دینے کے بعد پھر کسی کے زیادہ درپے نہیں ہوتے''۔ (تفسیر ماجدی:۱/۹۸۰)

ٹی وی اور ڈش کے نقصانات

موجودہ حالات میں ٹی وی اور ڈش کے ذریعہ فحاشی اور عریانیت کا جو طوفان ہر جگہ پھیلا ہوا ہے اور اس کے مسموم اثرات سے ہر چھوٹا بڑا جس طرح متأثر ہے، اس کی زہرناکی سے واقفیت اور اس سے حفاظت پہلے سے کہیں زیادہ ضروری ہوگئی ہے۔

فقہی تفصیلات سے قطع نظر اگر اخلاقی نقطۂ نظر سے ڈش اور ٹی وی کے نقصانات کا تجزیہ کیا جائے تو ہر صاحب عقل یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ جنسی رجحانات کو مشتعل کرنے، اخلاق کو فاسد کرنے، حیا وغیرت کا خاتمہ کرنے، رذائل وفواحش کی ذہن سازی کرنے، اور نئی نسل کو مقصدیت اور تعمیر سے بے کاری اور تخریب کی راہ پر لے جانے کا سب سے اہم باعث ٹی وی اور ڈش کا طوفان ہے۔

سب سے بڑا نقصان ٹی وی اور ڈش کا یہ ہے کہ وہ مردوں کی غیرت کو ختم کردیتا ہے، غیرت وہ امتیازی وصف محمود ہے جو اللہ ایک بندۂ مؤمن میں راسخ دیکھنا چاہتا ہے، ٹی وی وغیرہ کے ذریعہ انسان کی غیرت ختم ہوجاتی ہے اور اس کی جگہ دیوثیت آجاتی ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بے غیرت ودیوث آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا، جنت اس کے لئے حرام ہے، ٹی وی اور ڈش کے فحش وعریاں پروگراموں، تصاویر ومناظر کو دیکھ کر غیرت وحمیت کا دامن تارتار ہوجاتا ہے۔

دوسرا نقصان یہ ہے کہ خاص طور پر عورتوں کے اندر سے حیا ختم ہوجاتی ہے، ٹی وی وغیرہ کے ذریعہ حیا وشرم ختم ہوکر اس کی جگہ بے حیائی وبے شرمی آجاتی ہے، اور حدیث سے

معلوم ہوتا ہے کہ جب حیا ختم ہو جاتی ہے تو پھر آدمی سب کچھ کر سکتا ہے، اسلام میں حیاء کا بہت اونچا مقام ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

''حیاء ایمان کا عظیم شعبہ ہے اور اعلیٰ اخلاق میں سے ہے''۔(ابن ماجہ)

یہ بات بالکل مشاہد ہے کہ ڈش وٹی کے ذریعہ حیاء ختم ہو جاتی ہے جس کے برے اثرات یہ ظاہر ہوتے ہیں کہ عورتوں میں بے حجابی آجاتی ہے، پردہ بوجھ سمجھا جانے لگتا ہے، دوسرے ساتر لباسوں کا اہتمام باقی نہیں رہ جاتا، ٹی وی اور فلموں کے عریاں مناظر اور باریک لباسوں کی تقلید کا خیال جاگزیں ہو جاتا ہے، احادیث میں ان عورتوں کو مستحق لعنت اور جہنمی بتایا گیا ہے جو لباس ایسا پہنتی ہیں جن سے جسم جھلکتا ہے اور نظر آتا ہے، اور اعضاء ظاہر ہوتے ہیں۔

بے حیائی کے نتیجہ میں خیر وشر اور نیک وبد کی تمیز اٹھ جاتی ہے، اجنبی مردوں سے اختلاط معیوب نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے مہذب اور شائستہ عمل باور کیا جاتا ہے، اجنبی مردوں سے گفتگو کرتے وقت نزاکت اور نرمی ظاہر کی جاتی ہے،قرآنی احکام کی صریح خلاف ورزی کی جاتی ہے۔قرآنِ کریم میں صراحۃً ازواجِ مطہرات کو بلا واسطہ اور تمام عورتوں کو بالواسطہ حکم ہے کہ:

یَا نِسَآءَ النَّبِیِّ! لَسْتُنَّ کَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ، إِنِ اتَّقَیْتُنَّ، فَلاَ تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوْفاً.

(الاحزاب/۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔

یعنی لہجے میں کوئی لوچ نہ ہو، باتوں میں کوئی لگاوٹ نہ ہو، ایسا انداز نہ ہو جو مرد کے جذبات کو برانگیختہ کردے، مگر ٹی وی کے طوفانِ فحاشی نے اب عورتوں کو اس حکم قرآنی کی مخالفت کا عادی بنادیا ہے، ڈش کے پروگرام دیکھنے اور سننے کی عادی خواتین میں اجنبی مردوں سے گھلنا ملنا، شور مچانا، ہنسی مذاق کچھ بھی معیوب نہیں رہتا۔

مزاج وطبع میں بے حیائی جب آجاتی ہے تو زبان سے بے حیائی کی باتیں بھی نکلتی ہیں، یہ ٹی وی اور ڈش کے نمایاں نقصانات میں سے ہے۔

تیسرا نقصان یہ ہے کہ جنسی وصنفی رجحانات میں ٹی وی وڈش سے اشتعال پیدا ہوتا ہے، زنا اور فواحش کی قباحت دلوں سے نکل جاتی ہے، احادیث میں آیا ہے کہ نگاہ کا زنا دیکھنا ہے، یہ زنا تو ٹی وی اور ڈش کے ہر پروگرام کو دیکھنے والے سے سرزد ہوتا ہے، یہ زنا کا پہلا مرحلہ ہے جو آگے بڑھ کر زنا کے دوسرے مراحل تک متعدی ہوتا ہے۔

ماہرین کا یہ تجزیہ ہے کہ فلمیں جنسی رغبت میں اشتعال انگیزی کرتی ہیں اور معصوم ونوخیز بچوں اور بچیوں کے ذہنوں کو آلودہ اور مسموم کرتی ہیں، اور اس کے نتیجے میں بے شمار زنا کے واقعات پیش آتے ہیں۔

اس لحاظ سے ٹی وی، ڈش وغیرہ کا استعمال دینی واخلاقی نقطۂ نظر سے بہت مہلک اور ضرر رساں ہے، محض خبروں اور حالات کی آگاہی کے لئے ٹی وی وغیرہ کا استعمال بھی خطرناک ہے؛ کیونکہ اس کے ذریعہ بھی ان خطرناکیوں سے بچاؤ مشکل ہے جو ٹی، وی کے ذریعے آتی ہیں، اس لئے انسانیت کا مفاد اسی میں ہے کہ ایسے آلات سے مکمل اجتناب کیا جائے، اور اپنی نئی نسل کو تخریب وبگاڑ کے بجائے تعمیر ومقصدیت کی راہ پر لگایا جائے۔

مَیں کے بجائے ''ہم'' مطلوب ہے

عربی زبان کا لفظ ''انا'' (جو ''میں'' کے معنیٰ میں آتا ہے) بہت ہی معروف وکثیر الاستعمال لفظ ہے جو واحد متکلم کے لئے بولا جاتا ہے، اور اسی سے انانیت کی اصطلاح بھی ماخوذ ومشتق ہے جو خود پسندی اور ذاتی مصلحت ومنفعت پرستی اور مادّہ پرستی وغیرہ معانی کے لئے استعمال ہوتی ہے، اس کے بالمقابل دوسرا لفظ ''نحن'' (جو ''ہم'' کے معنیٰ میں آتا ہے) جو جمع متکلم کے لئے ہے، اور انانیت کے مقابلہ میں ''نَحنیت'' کی اصطلاح اس سے اخذ کی جاسکتی ہے جس کا اطلاق اجتماعیت، تعاونِ ملی، قومی منفعت کی ترجیح وغیرہ معانی پر ہوسکے۔

پسماندہ، اخلاق سے منحرف اور مائل بہ زوال اقوام پر انانیت کا احساس غالب رہتا ہے جب کہ ترقی یافتہ، بااخلاق، زندہ وسرگرم اقوام پر اجتماعی وقومی شعور اور قومی ترقی وبلندی کی فکر کا رجحان غالب رہتا ہے، جس طرح ہر انسان انانیت اور اجتماعیت دونوں طرح کے احساسات کا حامل رہتا ہے لیکن کچھ افراد پر انانیت کا احساس اس طرح سے غالب رہتا ہے کہ ان کی ہر نقل وحرکت اور قول وعمل کا اصل محور ومرکز اور دار ومدار خود پسندی وانانیت پر رہتا ہے، اور دیگر کچھ افراد پر اجتماعی وقومی احساس کا غلبہ رہتا ہے، اور وہ ہمیشہ قومی مفاد، عوامی فلاح وصلاح ہی کے لئے سرگرم عمل رہتے ہیں، جب کہ کچھ افراد کا معاملہ درمیانی ہوتا ہے، ان کی عملی سرگرمیوں میں انانیت اور اجتماعیت دونوں عناصر یکساں طور پر ملتے ہیں، یہی حال اقوام وامم کا بھی ہوتا ہے، کسی قوم پر انانیت، اور کسی پر اجتماعیت غالب رہتی ہے جب کہ کچھ قومیں درمیانی معاملہ رکھتی ہیں۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ کچھ جگہوں پر ذاتی وانفرادی ملکیت کا خوب احترام ولحاظ ملتا ہے مگر قومی وعوامی ملکیت کا برائے نام بھی احترام نہیں ملتا، سڑک اور روڈ پوری قوم کی ملکیت ہے، مگر بہت سے مقامات پر اسے ذاتی چیز سمجھ کر اس پر گندگیوں اور غلاظتوں کا انبار پھینک دیا جاتا ہے، یہ انانیت وخود پسندی کے غلبہ اور اجتماعی احساس کے فقدان کی ایک معمولی مثال ہے، جب کہ دوسرے مقامات پر ایسا نہیں ہوتا، بلکہ سڑکوں کو قومی چیز سمجھ کر اس کی صفائی کا اہتمام ہوتا ہے اور اسے گندگی سے دور رکھنے کی فکر ہوتی ہے۔

شیخ محمد عبدہ کا یہ واقعہ منقول ہے کہ ایک بار وہ سفر پر تھے، ان کے رفیق سفر نے راستہ کے کسی درخت سے گلاب کا پھول توڑلیا، یہ منظر دیکھ کر شیخ رونے لگے، سبب دریافت کیا گیا تو بتایا کہ میں نے ایک انگریز عورت کو دیکھا کہ دورانِ سفر اس کا چھوٹا بچہ راستہ سے گلاب توڑنے چلا تو اس نے بچہ کو روکا اور سختی سے ڈانٹا اور یہ کہا کہ یہ پھول ہر مسافر کی ملکیت ہے، یہ تنہا تمہاری ملکیت نہیں ہے، اسے باقی رہنا چاہئے تاکہ آج کے اور کل کے اور اسکے بعد کے مسافر اس کی خوشبو اور رونق سے لطف اندوز ہوسکیں، شیخ نے کہا کہ افسوس اور رونا اس کا ہے کہ ہم پر انانیت کا غلبہ ہے اور ہم اجتماعیت اور مفادِ عام کے احساس سے نا آشنا ہیں۔

انانیت پسندوں کی طرف سے نیک کاموں میں، غریب محتاج کے تعاون میں بھی انانیت وخود پسندی کا مظاہرہ ہوتا ہے، ان کی جیب سے پیسہ جب ہی نکلتا ہے جب فقیر بالکل جم اور چمٹ جائے اور واپسی پر کسی صورت آمادہ ہی نہ ہو، اور پھر جب پیسہ نکل بھی جاتا ہے تو وہ اپنی انا کی تسکین اور ریاکاری کے مقصد سے سب کے سامنے برسرعام فقیر کے ہاتھ میں تکبر کے انداز میں دیتے ہیں، ان کی یہ ساری حرکتیں ان کی انانیت کا نتیجہ ہوتی ہیں، جب کہ اجتماعیت کا احساس رکھنے والے افراد بڑی تواضع وہمدردی کے ساتھ نوعِ انسانی کے ہر واقعی ضرورت مند کے لئے دل گیر ہوتے ہیں اور حسب المقدور تعاون کرتے کراتے ہیں

اور مستقل کوشاں رہتے ہیں اور سب کچھ اپنا حق لازم سمجھ کر انجام دیتے ہیں، دوسروں کے دکھ درد میں شریک رہتے ہیں۔

عالمی طور پر اقوام کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ انانیت پسند افراد بے پناہ ہیں، اور اجتماعی شعور کے حاملین خال خال ہیں، بگاڑ کا عام ہونا اور صلاح وفلاح کا کم یاب ہونا اس کا واضح ثبوت ہے، ظالموں کا معصوموں و بے قصوروں کو نشانہ بنانا اسی وجہ سے ہے، موجودہ عالمی منظرنامے میں امریکہ کا افغانستان کو تباہ کرنے کے بعد عراق پر حملہ آور ہونا اور پٹرول کی دولت پر مکمل تسلط کے ارادہ سے جنگ چھیڑنا اسی خود پسندی کی فکر کا واضح اور تازہ مظہر ہے، اور عرب وغیر عرب ممالک کی امریکہ کی خاموش تائید وحمایت اور عراق کی مدد وتعاون سے دریغ اور اس طرح حق کی مدد نہ کر کے باطل کی خاموش تائید اور اس کے سامنے سپر اندازی کا بھی اصل سبب اپنے اقتدار وذاتی مفادات کا تحفظ ہے جو خود پسندی کے سوا اور کچھ نہیں، فلسطین کے مظلوموں کے حق میں عملی اقدامات پر قدرت اور اتحادی گروہ کی تشکیل کے ذریعہ اسرائیلی جارحیت کے سدّ باب کی استطاعت کے باوجود عرب حکمرانوں کا پس وپیش اور اپنے اقتدار میں مست وغرق رہنا بھی اپنے مفادات کی حفاظت اور قربانیوں ومشکلات کا تحمل کرنے کے جذبہ سے محرومی کی بنیاد پر ہے جو ان کی انانیت کی کھلی دلیل ہے۔

یوں تو ہر فرد بشر کے مزاج میں اجتماعی احساس انفرادی شعور پر غالب رہنا چاہئے کہ یہی انسانیت کی حقیقی روح ہے، لیکن اہل اسلام جو ابدی وسرمدی دین کے حامل اور علم بردار ہیں، ان کا یہ دینی ومذہبی، اخلاقی وعقلی فرض ہے کہ وہ سب سے آگے بڑھ کر اجتماعی احساس کو بیدار وغالب کریں، ان کے دل کی ہر دھڑکن اور دماغ کی ہر فکر اور جسم واعضاء کی ہر نقل وحرکت اور ہر قول وعمل، بلکہ گفتار ورفتار سب اسی جذبہ سے سرشار ہو۔

ان کی روشن تاریخ کا ہر صفحہ اس جذبہ سے سرشار افراد کی عملی سرگرمیوں سے بھرا ہوا

ہے، پوری اسلامی تاریخ اجتماعی احساسات کے تحت اہل اسلام کی پیش کردہ قربانیوں سے منور ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حد سے زیادہ سادہ زندگی صرف اسی لئے گذاری کہ آرام وراحت پہلے ان کی سب رعایا کو میسر آجائے، واقعہ مشہور ہے کہ ایک بار کھانا کھارہے تھے، اسی دوران عتبہ بن ابی فرقد آئے، حضرت عمرؓ کے کہنے پر عتبہ کھانے میں شریک ہوئے، کھانا اتنا موٹا تھا کہ عتبہ سے نگلا نہیں جارہا تھا، انہوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! بہتر ہو کہ آپ چھنا ہوا آٹا استعمال کریں، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا سب مسلمانوں کو چھنا ہوا آٹا دستیاب ہے، عتبہ نے کہا نہیں سب کو تو میسر نہیں ہے، حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمام لذتیں دنیا ہی میں حاصل کرلوں۔

یہ واقعہ ان کے ایثار، خوف آخرت، اجتماعیت کے احساس وشعور کا اور ذاتی مصلحت ومنفعت کے حصول سے یکسر دوری اور بیزاری کا ثبوت ہے، حضرت عثمانؓ نے قحط کے عالم میں دسیوں اونٹوں پر لدا ہوا غلہ جو بہت نفع کے ساتھ فروخت ہوسکتا تھا، مفت لوگوں میں تقسیم کردیا تھا، تمام صحابہ نے ہر موقعہ پر دوسروں کا تعاون کیا، دوسروں کے نفع کو مقدم رکھا، دوسروں کے بھلے کے لئے اپنا ذاتی نقصان گوارا کیا، اسی وصف امتیازی کا ذکر قرآن نے کیا کہ:

وَيُؤْثِرُونَ عَلىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. (الحشر/۹)

ترجمہ: وہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود اپنی جگہ کتنے ہی محتاج کیوں نہ ہوں۔

یہ سب ان کے اجتماعی شعور کی دلیل ہے، صحابہ اور اسلافِ امت کے ایثار واجتماعیت کے شعور کے بے شمار نمونے تاریخ میں محفوظ اور لائق تقلید ہیں۔

اہل اسلام اور موجودہ حالات میں خاص طور پر اہل عرب اور ان میں بطور خاص عرب حکمرانوں کو یہ حقیقت ذہن نشین کرنی ہوگی کہ جب تک انانیت کی جگہ اجتماعی شعور بیدار نہیں

ہوگا، جب تک ایثار وقربانی کا جوہر نہیں پیدا ہوگا، اور جب تک ذاتی مادّی اور حقیر مقاصد ومصالح سے دست بردار ہوکر قومی وملی مصالح کو اولین اہمیت نہیں دی جائے گی یوں ہی تباہی آتی رہے گی، اغیار ظلم کرتے رہیں گے، پسپائی اور دباؤ میں رہنا پڑے گا، یہ واقعہ ہے کہ حق کے مقدر میں سربلندی اور غلبہ ہے مگر یہ بھی ضروری ہے کہ حق پر ہونے کا دعویٰ کرنے والے مطلوبہ اوصاف کے حامل ہوں، اس وقت کامیابی کے لئے کلیدی اہمیت اس کی ہے کہ انانیت کی جگہ اجتماعیت وایثار پیدا ہو اور ''میں'' کے بجائے ''ہم'' کی فکر عام ہو۔

اتحاد اہم ترین ضرورت ہے

احادیثِ نبویہ کے ذخیرے میں امتِ محمدیہ کے باہمی اختلاف وانتشار کی پیشین گوئیاں جابجا نظر آتی ہیں، اس موضوع کی سب سے مشہور حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تفرَّقَتْ عَلیٰ ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلیٰ ثَلاثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً، کُلُّهُمْ فِیْ النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً. (ابوداؤد)

ترجمہ: یہود ونصاریٰ ۷۲؍فرقوں میں بٹ گئے، میری امت ۷۳؍فرقوں میں بٹ کر رہے گی۔ بعض روایات میں یہ اضافہ ہے کہ ’’سوائے ایک فرقے کے سب جہنم میں جائیں گے‘‘۔

مسائل وعقائد اور دینی افکار کے اختلافات تو شروع سے چلے آرہے ہیں اور روز بروز بڑھ رہے ہیں، اس کے علاوہ ملی وملکی، قومی واجتماعی مسائل میں بھی امت کا مختلف ٹولیوں میں بکھراؤ اور ایک پلیٹ فارم پر جمع نہ ہونا اس وقت مسلمانوں کا سب سے بڑا مرض، ان کی واضح شناخت، اغیار کے لئے سنہری موقعہ اور مسلمانوں کے زوال وادبار کا اصل سبب ہے، قرآن کریم میں ایک طرف قرآن کو مضبوطی سے پکڑنے اور ہر شعبۂ زندگی میں اس پر عمل کرنے کا حکم ہے، دوسری طرف تفرقہ بازی سے بچنے کا حکم ہے، اس طرح یہ اشارہ کردیا گیا ہے کہ قرآن پر عمل کے نتیجہ میں اتحاد آتا ہے اور انتشار جاتا ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ اختلاف سب سے مہلک مرض ہے، اسی لئے اسلام اپنے حاملین کو ہر

طرح سے اس سے بچنے کی تلقین کرتا ہے، اختلاف کی مذمتوں اور اتحاد کے فوائد کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ ہے، احادیث میں اختلاف کو سبب ہلاکت بتایا گیا ہے، سابقہ امتوں کی تباہی اور بربادی کا ایک اہم سبب اختلاف بھی تھا۔

تفرقہ واختلاف کا وجود لازمی ہے، اس کا ذکر حدیث میں ملتا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین دعائیں کیں، دو دعائیں قبول کرلی گئیں، ایک دعا قبول نہ ہوئی، میں نے اللہ سے یہ دعا کی کہ میری امت کو قحط عام میں ہلاک نہ کرے، دوسری دعا یہ کی کہ میری امت غرق آب ہوکر نہ ہلاک ہو، یہ دونوں دعائیں قبول ہوگئیں، تیسری دعا یہ کی کہ مسلمان باہم ایک دوسرے سے نہ لڑیں، اللہ نے یہ دعا قبول نہیں کی"۔ (مسلم شریف)

اسلاف امت اختلاف کو کتنا خطرناک سمجھتے اور دور بھاگتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی، قصر کی رخصت پر عمل نہ کیا تو اس پر صحابہ میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں، حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ میں نے منیٰ میں دو رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی پڑھیں اور حضرت ابوبکر وعمر کے پیچھے بھی، اب حضرت عثمان دو کے بجائے چار پڑھا رہے ہیں، لیکن پھر ابن مسعود نے چار رکعت پڑھ لی اور فرمایا کہ اختلاف سے شر پیدا ہوگا، اس شر سے بچنے کے لئے دو کے بجائے چار رکعات پڑھ لی۔ (ابوداؤد شریف)

قرائن بتاتے ہیں کہ ابن مسعود کا نقطۂ نظر دو رکعت کے استحباب وافضلیت کا تھا مگر چار کے اتمام کو بھی وہ جائز سمجھتے تھے، اگر قصر واجب ہوتا تو وہ چار رکعت نہ پڑھتے، اس واقعہ سے یہ اصولی ضابطہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دفع مفاسد حصول مصالح پر مقدم ہے، حضرت ابن مسعود نے اختلاف کے مفسدہ کو دفع کرنے کے مقصد کو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مصلحت کے حصول پر مقدم رکھا۔

اختلاف پیدا ہونے کے اسباب متعدد ہوتے ہیں، جن میں خواہش پرستی، جہالت،

بے خبری، دل کی کجی، دماغ کی عدم سلامتی، نا اہلوں سے حصول علم اور ان کی ہم نشینی، نا سمجھی، تشدد بیجا، اعتدال سے دوری، بدعت، تعصب، غیروں کے افکار سے بے انتہا مرعوبیت وتأثر، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ سے سستی وغیرہ شامل ہیں۔

اختلاف کو ختم کرنے اور اتحاد لانے کے بہت سے ذرائع واسباب ہیں، سب سے اصل ومقدم سبب کتاب وسنت کا زندگیوں میں عملی نفاذ اور مضبوطی سے تھام لینا ہے، سلف صالح کے طریقہ کی پیروی، تفقہ فی الدین بھی اہم اسباب ہیں، علمائے حق سے رابطہ اور تعلق ومجالست، خدمت وتعظیم بھی اتحاد کا باعث ہے، علماء کو حدیث میں خیر کی کنجی اور شر کا سدّ باب کرنے والا قرار دیا گیا ہے، فتنوں کے ہجوم میں علمائے حق کی قربانیاں اور ثابت قدمی ہی مقابلہ کرتی ہیں۔ فتنۂ ارتداد کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ کی بے مثال ثابت قدمی اور فتنۂ خلق قرآن کے موقع پر حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی استقامت نے دین حق کو غلبہ وسربلندی عطا کی تھی۔ ابنؒ قیم کہتے ہیں کہ فتنوں کے عالم میں جب ہم پر شدید خوف طاری ہوجاتا تھا اور زمین تنگ معلوم ہونے لگتی تھی تب ہم شیخ ابن تیمیہ کے پاس آتے تھے اور ان کو دیکھتے ہی اور ان کی بات سنتے ہی سارا خوف چلا جاتا تھا اور سارا غم ختم ہوجاتا تھا۔ (الوابل الصیب/ ۹۷)

جب تک ہر فرد پوری قوم کی اجتماعیت اور اپنی اور سب کی اصلاح کی فکر نہیں کرے گا، جب تک جزئی وفروعی امور میں سوقیانہ اور غیر مہذب اختلاف ختم نہیں کیا جائے گا اور جب تک ہر نوع کے تعصب کو ٹھکرایا اور فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ادا نہیں کیا جائے گا اس وقت تک اتحاد ایک خواب رہے گا اور شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکے گا۔

اتحاد کا وجود دینی پختگی اور صلابت پر منحصر ہے، دینی صلابت کا فقدان موجودہ اختلاف کی بنیادی وجہ ہے، تحریکات، تنظیمات، مضامین ومواعظ کبھی اتحاد پیدا نہیں کرسکتے اگر عملی جذبہ افرادِ امت میں نہ پیدا ہوسکے۔

مغربی نظام معاشرت کی ابتری

موجودہ دور میں عزت وذلت، بلندی وپستی اور شرافت ورذالت کے تصورات اور معیار بالکل الٹ کر رہ گئے ہیں، حقائق کو مسخ کرنے اور سچائی کو مشتبہ کرنے کا جو کام عصر حاضر کے نام نہاد ترقی پسندوں کی وجہ سے ہوا ہے وہ تاریخ عالم کا ایسا تاریک ترین اور شرمناک باب ہے جس کے سامنے تمام سیاہیاں ماند پڑ جاتی ہیں۔

اس کا ایک نمایاں مظہر یہ بھی ہے کہ بے شمار مشرقی مسلم خواتین کا اس وقت یہ تصور اور خیال ہے کہ مغرب میں خواتین کو معاشرے میں نمایاں ترین مقام حاصل ہے، آزادی کی دولتِ بے بہا میسر ہے، تمام حقوق ملے ہوئے ہیں، تمام شعبہ ہائے حیات میں ان کے کارنامے ہیں، ہر مرحلے پر ان کا اہم رول ہے، اور زندگی کی تمام نعمتوں اور رونقوں سے وہ مالا مال ہیں، مشرقی خواتین کا مغربی خواتین کے بارے میں یہ تصور دراصل مشاہدہ وتجربہ نہیں؛ بلکہ میڈیا کی فراہم کردہ اطلاعات، خبر رسانیوں، منظر کشی اور پروگراموں پر مبنی ہے، میڈیا کے ذریعہ آزادئ نسواں کی پرفریب صدا عرصۂ دراز سے لگائی جاتی رہی ہے، اور آزادی کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے فوائد اور مغربی خواتین کی پرعیش زندگی کے نمونے مختلف شکلوں میں سنائے، دِکھائے اور پیش کیے جاتے ہیں، مختلف عالمی تنظیموں اور تحریکوں کی طرف سے مساواتِ مرد وزن کی صدا بھی لگائی جاتی ہے۔

مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمان خواتین تہذیب مغرب کی تجلیات میں خیرہ ہوکر اسی کی پیرو بن جائیں اور اسلامی اعلیٰ اقدار واخلاق سے دستکش ہوجائیں، اپنی مذہبی وتہذیبی ذمہ

داریوں سے غافل ہو جائیں، اپنے فطری کاموں اور فرائض کو چھوڑ کر یورپ کی بے حجابانہ اور عریاں آزادی کے حصول کے لئے پوری طرح سے سرگرم ہو جائیں، اس طرح ان کی پاکیزگی داغدار ہو جائے، ان کی عزت کی چادر تار تار ہو جائے، ان کی کرامت وشرافت گدلی ہو جائے، بے حجابی اور مخلوط ماحول کے اثرات سے ان کے دیدوں کا پانی اتر جائے، وہ حیا چھوڑ کر بے حیائی کو اختیار کرلیں، اور خواہش پرست انسانوں کے دامِ فریب میں آجائیں اور انہیں کا نشانہ بن جائیں اور اس طرح اپنے دین ومذہب سے مکمل بے گانہ و بیزار ہو کر یورپین کلچر میں اس طرح ضم (Mix) ہو جائیں کہ اسلام کا کوئی اثر ان کے کردار، باطن، سیرت اور صورت وظاہر اور قول وعمل میں نظر ہی نہ آئے، اور پھر یہ سب کچھ وہ اس طرح کریں کہ وہ اپنے کو ذلت سے نکل کر عزت میں اور پستی ورذالت سے نکل کر بلندی وشرافت میں آنے والا باور کریں اور ان کے ذہنوں میں یہ راسخ ہو چکا ہو کہ اسلام میں عزت وشرافت نہیں، وہ دقیانوسی، رجعت پسند، شدت پسند اور آؤٹ آف ڈیٹ مذہب ہے جب کہ مغربی کلچر میں عزت وشرافت ہے، بلندی وکمال ہے اور وہ ہر لحاظ سے نئے دور سے ہم آہنگ ہے، فطری تقاضوں کے موافق ہے، اپ ٹو ڈیٹ ہے، اور اس میں تمام مشکلات کا حل اور تمام مسائل کا مداوا ہے، ظاہر ہے کہ جب تصورات اس رخ پر آجائیں کہ حقائق مسخ ہو جائیں اور معیارِ عزت وذلت معکوس ہو جائے تو پھر درستگی اور اصلاح کے چانسز بیحد کم ہو جاتے ہیں۔

مغربی میڈیا اپنے ان مقاصد میں کافی کامیاب بھی ہوا ہے، بے شمار مشرقی گھرانوں میں اس نے شب خون مارے ہیں، کج فکر اور بے حجابانہ آزادی کے طالب اور دین سے محروم افراد اس کا نشانہ بنے ہیں، مشرقی خواتین مغربی خواتین کے شانہ بہ شانہ ہر کام میں شریک ہوئیں، آزادی کی تلاش میں ان کا دامنِ عصمت تار تار ہوا، وہ نشہ آور اشیاء کی عادی ہوئیں، وہ اخلاق سے عاری ہوئیں، مادّی زیب وزینت اور چمک دمک نے ان کو اپنا اسیر بنایا، اس طرح وہ ذلت اور پستی کی آخری حدوں کو جا پہونچیں، اور پھر ان میں بہتوں کو اپنی نادانی کا

احساس بھی ہوا اور پھر وہ راہِ راست پر آ ئیں۔

مشہور اسلامی مفکر و اسکالر ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے اپنی کتاب ''اَلْمَرْأَۃُ بَیْنَ الْفِقْہِ وَالْقَانُوْنِ'' میں اپنے الم ناک مشاہدات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''میں نے یورپ کا چار بار دورہ کیا ہے، اور ہر بار مجھے سب سے زیادہ دکھ اور رونا اس پر آیا کہ مغربی عورت بڑی حرماں نصیبی کی زندگی گذار رہی ہے، آزادی کے نام پر اسے رسوا کیا جا رہا ہے، وہ ہر ایک کے لئے نوالۂ تر بنی ہوئی ہے، مغربی مرد عورت کی کمزوری کی قیمت وصول کر رہا ہے، اسے ہر طرح ذلیل کر رہا ہے، اس کا استحصال ہو رہا ہے، مادّی منافع اور جنسی خواہشات کی تکمیل کے لئے عورتیں استعمال کی جا رہی ہیں، سینما، ٹی وی، کلرڈ میگزین اور نمائشوں اور ان میں مغربی خواتین کا رول دیکھ کر جو لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں اور اسے آزادی اور بلندی باور کرتے ہیں، درحقیقت وہ بہت کوتاہ بین ہیں، اگر یورپ میں دس عورتیں اونچے مناصب پر فائز اور بلند مرتبہ ہیں تو دوسری طرف وہیں دسیوں ملین عورتیں غلاموں جیسی پابند اور ذلیلانہ شرمناک زندگی گذارنے پر مجبور ہیں''۔

وہاں کے معاشی تنگ حالات نے عورتوں کو مختلف شعبوں میں مختلف سطحوں پر ملازمت اور کام کرنے پر بھی مجبور کر دیا ہے۔ ڈاکٹر سباعی لکھتے ہیں:

''لڑکی جب سترہ سال کی ہو جاتی ہے تو عموماً اس کے باپ اور اہل خانہ اس کے مصارف برداشت کرنے کے پابند نہیں ہوتے؛ بلکہ اسے خود اپنے لئے کام ڈھونڈنا پڑتا ہے، شادی کے بعد اسے اپنے گھر اور بچوں کی کفالت کے لئے شوہر کی طرح ملازمت کرنی پڑتی ہے، بڑھاپے میں ناتوانی کے باوجود اسے اپنے گذارہ کے لئے کام کرنا پڑتا ہے، اس کے بیٹے خواہ کتنے ہی مالدار اور صاحب ثروت کیوں نہ ہوں اس کا خرچ بالکل نہیں سنبھالتے''۔

اس ابتر صورتحال کے اصل سبب کا ذکر کرتے ہوئے شیخ سباعی نے لکھا ہے کہ:

''اس مادّی فلسفہ کا سب سے اہم سبب اور اثر یہ ہے کہ وہاں عورتوں کے تئیں انسانیت، اکرام، محبت اور مودّت کا کوئی تصور ہی نہیں ہے، وہاں عورتوں کو صرف تکمیل شہوات کا ذریعہ باور کیا جاتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ اولاد کی صحیح تربیت ہے، اور نہ اولاد

کے نزدیک والدین کا احترام، بلکہ پورا خاندانی نظام مفلوج ومنتشر ہے،صورتحال ہر لحاظ سے قابلِ تشویش ہے‘‘۔

امریکہ کے بعض اداروں نے یہ سروے بھی کرایا ہے کہ کتنی خواتین ملازمت کرنا چاہتی ہیں، اور کتنی خواتین ملازمت چھوڑ کر اپنی خانگی وداخلی ذمہ داریاں نبھانا چاہتی ہیں؟ محتاط اندازہ کے مطابق امریکہ کی ۶۵ رفیصد خواتین ملازمت سے تنگ ہیں، وہ مجبوراً ملازمت کررہی ہیں اوران کی دلی خواہش یہ ہے کہ وہ ملازمت کی ذلت سے خلاصی حاصل کرکے خانگی کام سنبھالیں۔

اس صورتِ حال کے پس منظر میں مشرقی مسلم خواتین کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اسلامی تہذیب کواپنی آخری پناہ گاہ سمجھیں اور یہ یقین کرلیں کہ اس کے مقابلہ میں کوئی تہذیب انہیں وہ بلندی، رفعت، حیا، پاکدامنی،عزت، کرامت وشرافت، تقدس اور اخلاقی قوت نہیں دے سکتی جواسلام نے ان کوعطا کی ہے۔

دعوتی کام کرنے والوں کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کی ان مقدس تعلیمات سے خواتین کو روشناس کرائیں جن میں خواتین کے حقوق کا ذکر ہے، اور مغربی تہذیب کے نقصانات سے بھی آگاہ کرائیں۔

اسلام کا خاندانی نظام معاشرت اگر پوری طرح سے اپنالیا جائے تو تمام مسائل حل ہوسکتے ہیں، اسلامی نظام معاشرت اور مغربی نظام معاشرت کا سب سے واضح فرق یہی ہے کہ مغرب میں خاندانی نظام ٹوٹ رہا ہے، منتشر ہورہا ہے، میاں بیوی میں اعتماد ومحبت کا فقدان ہے، مغربی مفکرین وفلاسفہ مضطرب ہیں کہ مغربی معاشرتی نظام کس تدبیر سے بکھرنے اور ٹوٹنے سے بچ سکتا ہے۔

جب کہ اسلامی نظام معاشرت اتحاد، اعتماد، محبت اور خوفِ خدا کی ناقابل شکست بنیادوں پر استوار ہے جسے کبھی توڑا اور بکھیرا نہیں جاسکتا، خواتین اسلامی سوسائٹی کی عظیم رکن اور مؤثر

وفعال عضو ہیں، ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ مغربی تہذیب کا سایہ بھی اپنے اوپر نہ پڑنے دیں، خواتین فضائل بشری میں مردوں سے پیچھے نہیں ہیں، دینی معاملات میں وہ مردوں کے ساتھ برابر کی شریک ہیں، ہر جگہ ان کی خدمات ہیں، علم وادب، حدیث وتفسیر، جہاد واستقامت ہر میدان میں ان کے قابل رشک کارنامے ہیں، اللہ کی رحمت وبخشش میں بھی کامل مساوات ہے، وہاں مردوزن میں تفاوت نہیں ہے۔

اس وقت ضرورت اسلامی نظام معاشرت کو عام کرنے اور مغربی نظام کا بائیکاٹ کرنے کی ہے، مغربی نظام زندگی کی حقیقی لذت وسرور وسکون سے خالی اور محروم ہے، وہاں تیز رفتار ترقیات ضرور ہوئی ہیں، محیر العقول سائنسی کارنامے ضرور ہیں مگر اپنی زندگی اور خاندان میں کوئی اصلاح اور سدھاران سے نہ ہوسکا بقول اقبال: ؎

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا

❍❖❍

مغرب کا دلفریب نعرہ:

آزادی اور جدت

کسی بھی معاشرہ کے بگاڑ اور زوال کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی قدروں، اصول اور طریقۂ کار کو پس پشت ڈال کر دوسروں کی دریوزہ گری کرے، اور اپنی سماجی و مذہبی خصوصیات و امتیازات سے دستکش ہو کر دوسرے سماجوں اور تہذیبوں کی چاکری کرے۔

ازدواجی زندگی کا جو تصور اسلام نے دیا ہے وہ مغرب کے وضع کردہ قوانین سے یکسر مختلف ہے، مغربی اصول میں جنسی، نسلی اور قومی فرق اور بھید بھاؤ کو بنیادی درجہ دیا گیا ہے، وہاں کالے گورے کا فرق ہے اور گوروں کو کالوں سے بلند مرتبہ قرار دیا جاتا ہے وہاں مرد و زن کی مساوات کا جو نعرہ لگایا جاتا ہے اس میں حقوقِ نسواں کا اعلان بھی بڑے شد و مد سے کیا جاتا ہے، اہل مغرب زندگی کے ہر شعبہ میں عورت کو مرد کی صف میں مساویانہ کھڑا کرتے ہیں اور اسے اپنا تہذیبی امتیاز قرار دیتے ہیں اور یہ باور کراتے ہیں کہ صدیوں کی غلامی کے بعد انھوں نے عورتوں کو آزادی دلا دی ہے، اور اب عورتوں کے آلام و مصائب کا دور ختم ہو چکا ہے۔

ان دلفریب نعروں کا عورتوں نے استقبال کیا اور متأثر ہو کر اپنا وقار اور حیا تار تار کر کے میدان میں آ گئیں اور اپنے آپ کو آزاد اور خود مختار باور کیا، لیکن اگر بغور جائزہ لیا جائے تو آزادیٔ نسواں کے نام پر کیے جانے والے پروپیگنڈہ کا فراڈ کھل کر سامنے آتا ہے کہ ان مغربی ممالک میں تمام تر گھٹیا اور نچلے کام عورت کے سپرد ہیں اور بلند عہدوں تک

رسائی ان میں سے ایک فیصد کی بھی نہیں ہے۔

تہذیب حاضر کی ہر کل ٹیڑھی ہے، عورت اپنے اہل خانہ کی خدمت کرلے تو یہ دقیانوسیت اور رجعت پسندی قرار پائے مگر وہی عورت اگر برسر عام ہوٹلوں میں، ہوائی جہازوں میں، پبلک دکانوں میں ویٹر، روم اٹنڈنٹ، ایئر ہوسٹس اور سیلز گرل بن کر خدمت کرے اور لوگوں کی ہوسناک نگاہوں کا ہدف بنے تو یہ آزادی ہے، جدت و اعزاز ہے۔

ماں ساٹھ سال سے زیادہ عمر کو پہنچ جائے تو اسے معذورین کے لئے موجود خاص مکان میں منتقل کر دیا جاتا ہے، نرسیں اس کی دیکھ بھال کرتی ہیں، نتیجۃً ماں محبت، خلوص اور بے غرض خدمت سے محروم ہو جاتی ہے، وہ کس مپرسی اور بے چارگی کا شکار ہو کر موت کی منتظر رہتی ہے، کسی بیماری کا شکار ہو جانے پر اسے ہاسپٹل میں ہی شفٹ کر دیا جاتا ہے اور ہاسپٹل کا عملہ دیکھ ریکھ کرتا ہے، اولاد کی ذمہ داری صرف مصارف ادا کرنے کی ہی رہ جاتی ہے، غرض یہ کہ مغربی نظام نے آزادی، جدت اور مساوات کے نام پر پورا فیملی سسٹم تباہ کر دیا ہے، اسلامی خاندانی امتیازات کی خالصیت پر تیشے چلانے کی کوشش کی ہے۔

اسی مغربی نظام اور پروپیگنڈہ کی کشش ہے کہ زنا عام ہو رہا ہے، زن و شو کے تعلقات بگڑ رہے ہیں، خواتین ماں بننے سے گریزاں ہیں اور پورا معاشرہ بے حیائی کی آخری حدیں چھو رہا ہے، تبادلۂ ازواج کی بدترین رسم بھی جاری ہے، غیر قانونی بچے بڑھتے جا رہے ہیں، ناجائز رشتے بڑھتے جا رہے ہیں، خواہش نفس کی ہر طرح تکمیل کو سب کچھ سمجھ لیا گیا ہے، طرفہ تماشا یہ ہے کہ مغرب زدہ افراد اپنے نظام کی تمام تر خرابیوں اور مفاسد کا اندازہ کرنے کے باوجود بھی اسلام مخالف حرکتوں سے باز نہیں آ رہے ہیں اور جگہ جگہ یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو قید کر دیا ہے، اسلام میں خواتین کا کوئی احترام نہیں، مساوات نہیں، وہاں عورتوں کو سیکنڈ پوزیشن دی گئی ہے اور بہت بڑا ظلم کیا گیا ہے۔

جب کہ اسلام نے تمام شعبہائے زندگی میں جو جامع، متوازن اور معتدل اصول تیار کئے ہیں ان کی تقلید ہی ہر مرض کا علاج اور ہر نقصان کی تلافی اور ہر بگاڑ کی اصلاح کا کام کرسکتی ہے، اسلام نے عورت کو جو عزت اور مرتبت عطا کی ہے وہ بے نظیر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي.

ترجمہ: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہو، اور میں تم میں اپنے اہل وعیال کے حق میں سب سے بہتر ہوں۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ خواتین کی عزت شریف ہی کرتا ہے اور بے عزتی رذیل ہی شخص کرتا ہے۔

اسلام میں نکاح وشادی ایک پاکیزہ بندھن ہے، جس میں محبت، ہمدردی، پاکدامنی، پاکیزگی، صالح معاشرہ کی تشکیل، معتدل ترین خاندان کی تعمیر، اسلامی خطوط پر تعلیم وتربیت، اور حقوق شناسی اور حقوق کی ادائیگی وغیرہ تمام امتیازات ہیں۔

جب کہ مغرب میں اس طرح کا کوئی تصور نہیں ہے، وہاں ناجائز رشتوں کی بھرمار ہے، اور ازدواجی زندگی حد سے زیادہ کمزور اور بے اثر ہے، بلکہ وہاں ایسے اخبارات، میگزین اور کمیٹیاں ہیں جو اخلاقی بگاڑ اور ازدواجی زندگی میں خیانت کی دعوت دیتے ہیں، وہ اس کی ترکیبیں اور طریقے بتاتے ہیں، وہ عریانیت اور برہنگی کو تہذیبی امتیاز قرار دیتے ہیں اور پردہ وحجاب کو دقیانوسیت کہتے ہیں۔

بعض اخبارات میں اس طرح کی سرخیاں بھی آتی ہیں کہ کیا آپ اپنی شریک حیات کو دھوکہ دینا اور اس کے ساتھ خیانت کرنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ اپنی بیوی کے سامنے کوئی بہانہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں .... سے مدد طلب کیجئے۔

اس کو کمائی کا ایک ذریعہ بھی بنالیا گیا ہے، اور خیانت کے طریقے سکھانے والوں نے لاکھوں ڈالر کما لئے ہیں۔

ابھی حال ہی میں سوڈان میں خرطوم کے گورنر ڈاکٹر مجذوب نے ایک قانون پاس کیا ہے جس میں ہوٹلوں وغیرہ میں عورتوں کو ملازمت سے روک دیا گیا ہے، اس قانون کو وہاں کے علماء اور ائمہ نے پوری طرح قبول کیا ہے اور اسے خوش آئند اقدام قرار دیا ہے، مگر اس پر مغربی میڈیا بڑے شدومد سے جھنجھلا رہا ہے اور اسے آزادیٔ نسواں پر حملہ قرار دے رہا ہے۔

مغرب کی ازدواجی زندگی میں صرف جنسی تسکین ہی مرکزی اہمیت رکھتی ہے، وہاں آزادانہ اختلاط ترقی یافتہ ہونے کی علامت ہے، اور اسی آزادی کی دعوت اہل مغرب ہر طرح کے وسائل استعمال کر کے دے رہے ہیں، میڈیا کا تمام تر زور اسی پر ہے، اور وہ فحاشی، آوارگی، عریانیت کا سب سے بڑا ذریعہ بن چکا ہے۔

باعث افسوس بات یہ ہے کہ یہ دعوت قبول عام حاصل کر رہی ہے، اور اسلامی ممالک میں بھی اس وباء کی شدت کچھ کم نہیں ہے، فرزندانِ توحید جو ایسے نظام کے حامل ہیں جو سراپا خیر واعتدال ہی ہے اور تمام مسائل کا حل ہے ان کا اپنے تہذیبی ومعاشرتی اقدار سے غافل ہو کر مغربی نظام کے پیچھے دوڑنا ایک عجیب وغریب سانحہ ہے، اور اسی میں ان کے زوال اور ضعف کا راز بھی مضمر ہے۔

افراط اور غلو کی لعنت

انسان کا معاملہ بڑا عجیب وغریب ہے، وہ جانتا ہے کہ یہ زندگی محدود ہے، دنیا کا قیام بیحد مختصر ہے، اور اس دنیا سے جانا ضرور ہے، مگر پھر بھی اس کی امیدیں لامحدود ہیں، اس کی تمنائیں اور آرزوئیں لامتناہی ہیں، وہ خواہشوں اور توقعات میں اس طرح پور پور ڈوبا ہوا ہے جیسے کہ دوام وبقاء اس کا مقدر ہو اور اسے اِس دنیا میں ابد تک رہنا ہو۔

وہ کسی چیز کو چاہتا ہے اور محبت کرتا ہے تو انتہا تک پہونچتا ہے اور اس قدر افراط میں مبتلا ہو جاتا ہے جیسے اس کی محبوب شئ اور محبوب شخص میں خوبی ہی خوبی ہے، چاشنی ہی چاشنی ہے، کوئی خامی اور ترشی نہیں، اور جس سے نفرت کرتا ہے تو بھی انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتا ہے اور نفرت میں اتنا غلو کرتا ہے جیسے کہ اس قابل نفرت شئ اور شخص میں خامی ہی خامی ہے، کوئی خوبی نہیں، اپنی رائے کی تائید اتنی قوت سے کرتا ہے جیسے وہی حق ہے اور اس کے سوا سب غلط ہے، کسی رائے کی تردید کرتا ہے تو انداز یہ ہوتا ہے کہ وہ سراسر باطل ہے، حق ہونے کا ادنیٰ احتمال بھی اس میں نہیں پایا جاتا۔

یہی وہ غلو اور افراط ہے جو حقائق کو مسخ کرتا ہے، سچائی کو بدل دیتا ہے، درستگی کو پلٹ دیتا ہے، مشکلات میں مبتلا کر دیتا ہے تعلقات کو منقطع کر دیتا ہے اور بغض وعداوت کی تخم ریزی کرتا ہے۔

ہماری سیاسی، علمی، ادبی ہر تاریخ افراط کے ان مظاہر سے پر ہے، محبت وعداوت میں اس افراط نے انتہائی دوررس، مؤثر عداوتوں اور تنازعوں کو جنم دیا ہے، اور اس کے نتیجہ میں حق

وصواب کو مسخ کیا گیا، خیر کو مٹایا گیا اور ساتھ ہی مسلمانوں کی قوت وشوکت کو ہلایا اور ختم کیا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مابین، حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کے مابین، حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ کے مابین رونما ہونے والے اختلافات اجتہادی بنیادوں پر ہوئے، یہ ممکن تھا کہ انہیں رائے اور فکر کا اختلاف قرار دیا جاتا مگر حضرت علیؓ کی محبت اور نفرت میں افراط اور غلو نے مسلمانوں میں باہم برسر پیکار مختلف فرقوں کو جنم دیا، شیعہ، خوارج وروافض، حامیانِ علیؓ اور مخالفین علیؓ کے مختلف طبقات پیدا ہوئے، اور آج تک ہیں، اور ان کی لڑائیاں، خونریزیاں تب سے اب تک جاری ہیں، اور اس کے لئے کتنا خون بہایا گیا، کتنا ظلم ہوا، شریعت کی کس قدر بے حرمتی ہوئی، اس کا اندازہ مشکل ہے، بنی امیہ اور ان کے مخالفین کے درمیان جو اختلاف تھا وہ بھی مثبت تنقید کے دائرہ میں باقی رہ سکتا تھا مگر اس میں بھی یہی محبت ونفرت کا افراط لڑائیوں، قتل وظلم اور نہ جانے کتنی تباہیوں اور پستیوں کا باعث بنا۔

سیاسی میدان کے علاوہ علمی میدان میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اسی افراط کی وجہ سے کتاب وسنت، فقہ وادب، لغت ونحو کے متعدد بڑے علماء اور ائمہ کے سلسلہ میں بے اعتدالیاں سامنے آئیں، ان کی شہرت کو داغدار کیا گیا اور ان کے وقار کو مجروح کیا گیا، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی شخصیت کو محبت ونفرت کے افراط کے نتیجہ میں شروع سے داغدار کرنے کی کوشش ہورہی ہے اور آج تک جاری ہے، ان کے مادحین ومحبین کا غالی طبقہ ان کی منقبت میں جھوٹی موضوع احادیث پیش کر کے ان کو بدنام کرتا ہے، دوسری طرف ان کے دشمنوں اور مخالفین کا غالی گروہ ان کو جاہل اور کتاب وسنت سے بے خبر ثابت کر کے ان کو داغدار کرنا چاہتا ہے۔

ائمہ فقہاء اور محدثین کے باہمی اختلافات کو اسی افراط کے نتیجہ میں حق وباطل کے معرکوں کی شکل میں پیش کیا جاتا رہا ہے اور مناظروں کے سلسلوں نے اس کو مزید تقویت پہونچا کر امت کا نقصان ہی کیا ہے۔

کوفہ وبصرہ کے نحویوں کا ختلاف، سیبویہ اور کسائی، متنبّی اور جریر وفرزدق کے غالی ناقدین ومادحین کو اسی افراطِ عقیدت ونفرت نے لایعنی اور مضر سرگرمیوں میں مشغول رکھا، امام ابن تیمیہ بھی وہ شخصیت ہیں جن پر اسی غلو اور افراط کی وجہ سے ظلم ہوا، ان کے غالی مادحین نے ان کو سب سے اونچا مقام دیا اور ان کی شخصیت مجروح کی، جب کہ ان کے غالی ناقدین نے ان کو کفر وزندقہ کے الزام میں پھنسا کر اسیر زنداں ہونے پر مجبور کیا۔

آج پوری دنیا میں سیاسی سطح پر خصوصاً یہ افراط ہر جگہ نظر آتا ہے، ایک لیڈر کے غالی معتقدین اسے سب سے بڑا نجات دہندہ اور واحد مستحقِ قیادت باور کراتے ہیں اور دوسرے لیڈر کے سلسلہ میں نفرت وعداوت کا خوب اظہار کرتے ہیں، جب کہ اس کے غالی مخالفین اسے سب سے بڑا مجرم، نااہل اور خائن ثابت کرتے ہیں، یہی حال مختلف الفکر مشائخ وعلماء کے مریدین وتلامذہ کا بھی ہے، یہی حال اخبارات اور ذرائع ابلاغ کا بھی ہے، آج اکثر ذرائع ابلاغ اسلام دشمنی کا جو ثبوت دے رہے ہیں، وہ اسلام کے تئیں ان کی نفرت کے افراط اور غلو کا واضح ثبوت ہے۔

سیاسی، علمی، فکری اور ادبی ہر سطح پر ہمارے اسی غلو وافراط اور اعتدال سے دوری نے حقائق کو کس قدر مسخ کیا ہے، کتنا ظلم کیا ہے، کتنوں کا حق مارا ہے، کتنا نقصان پہونچایا ہے، دشمنوں کو کتنی کامیابیوں سے نوازا ہے اس کا اندازہ بہت مشکل ہے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اعتدال ہر بھلائی کی جڑ اور بنیاد ہے، اور یہی اسلام کا امتیاز ہے کہ وہ ہر شعبۂ زندگی میں افراط وتفریط سے کنارہ کشی اور اعتدال ومیانہ روی کی تعلیم وتلقین کرتا ہے، اسلام میں ایک طرف پیغمبر کی ذات کے سلسلہ میں افراط وغلو سے منع کیا گیا اور یہ تلقین کی گئی کہ نبی کو خدا کا بندہ ورسول سمجھا جائے، افراط وغلو کر کے اس میں الوہیت کی صفات نہ ثابت کی جائیں، اور دوسری طرف اسے خدا کے بعد سب سے افضل سمجھا جائے۔

دوسری طرف عبادت میں اتنا غلو نہ کیا جائے کہ نفس وجسم اور اہل وعیال کے حقوق میں کوتاہی ہو، روایات میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما دن میں روزہ رکھتے اور رات بھر عبادت کرتے تھے، اہل وعیال کے حقوق سے غافل تھے، ان کی اہلیہ کی شکایت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ:

ایسا نہ کرو، روزہ رکھو اور افطار بھی کرو، عبادت بھی کرو اور آرام بھی کرو، تمہارے نفس کا تم پر حق ہے، تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہارے اہل وعیال کا تم پر حق ہے۔ (بخاری ومسلم)

اس طرح کے واقعات مختلف صحابہ کے ہیں، ہر موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتدال، اور اللہ کے حق کے ساتھ نفس واہل کے حقوق بھی ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

خرچ اور مصارف میں بھی اعتدال کا حکم ہے، ایک طرف اسراف اور فضول خرچی سے روکا گیا ہے اور دوسری طرف بخل اور ہاتھ روکے رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح عدل وانصاف کا حکم دیا گیا ہے اور یہ تلقین کی گئی ہے کہ ظلم سے بچا جائے، دشمن پر بھی ظلم نہ ہونے پائے، اور دوست کو دوستی کی رعایت میں دوسرے کا حق نہ دیا جائے، اور خواہش نفس کی پیروی نہ کی جائے۔

مختلف احادیث میں تعصب بیجا سے منع کیا گیا ہے، ایک جگہ فرمایا گیا کہ:

تین چیزیں نجات دہندہ ہیں اور تین چیزیں تباہ کن ہیں، حالت غضب ورضا میں عدل وانصاف، خفیہ وعلانیہ ہر حالت میں خوفِ خدا، فقر وغنی ہر حالت میں میانہ روی نجات کا باعث ہیں، جب کہ خود پسندی، اتباعِ ہویٰ، بخل وحرص تباہ کن امور ہیں۔ (معجم اوسط: طبرانی)

قرآنِ کریم امتِ محمدیہ کو ''امتِ وسط'' اور ''خیرِ امت'' اسی لئے قرار دیتا ہے کہ اس

کی زندگی کا ہر شعبہ جو ہرِ اعتدال سے مزین اور آراستہ اور بے اعتدالی سے بالکل دور ہے۔

امت اس وقت مصائب ومحن کا سامنا کر رہی ہے، اسے خطرات اور سازشوں سے مقابلہ ہے، دشمن بے شمار اور بیدار ومستعد ہیں، ایسے ماحول میں یہ ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ اعتدال کو شیوہ وشعار بنایا جائے، دینی ودعوتی کارکنان کے اخلاص میں شک نہ کیا جائے، بدگمانی نہ رکھی جائے، وقت ضائع نہ کیا جائے، وقت کا ہر لمحہ قیمتی سمجھا جائے اور افراط وغلو کی ان لعنتوں سے کوسوں دور رہا جائے جو ہماری تباہی اور زوال کا باعث ثابت ہوں، سب سے محفوظ و بے خطر شاہراہ اعتدال کی ہے، یہ امت کا امتیازی شعار ہے، امت کی فلاح وکامرانی اور سعادت ونجات کا راز اسی کو اپنانے اور حرزِ جاں بنانے میں مضمر ہے۔

❍❖❍

احساسِ برتری اور احساسِ کہتری

مخلوقاتِ خداوندی میں انسان وہ عجیب وغریب مخلوق ہے جو بیک وقت مختلف تضادات کا مجموعہ ہے، انسان کی زندگی کے کچھ گوشوں کو بغور دیکھنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسان تمام مخلوقات سے زیادہ توانا اور طاقت ور ہے، یہاں تک کہ وہ فضا میں اڑنے اور سمندر میں غوطہ زن ہونے پر قادر ہے، وہ مختصر ترین وقت میں طویل ترین مسافت طے کرسکتا ہے، وہ اپنی کدّ وکاوش اور حکمت وتدبیر سے خشک بے آب وگیاہ صحراؤں کو گھنے اور بارونق باغات میں تبدیل کرسکتا ہے، وہ تمام مخلوقات کو اپنا تابعِ فرمان بناسکتا ہے، لیکن اگر دوسرے پہلو سے انسان کا جائزہ لیا جائے تو وہ اس کائنات کی کمزور ترین مخلوق نظر آتا ہے، حتی کہ ایک ضدّی مکھی اور چیونٹی بھی اس کی ناک میں دَم کردیتی ہے، اسے بے چین وپریشان کرڈالتی ہے، ایک معمولی کانٹا چبھ جاتا ہے تو وہ بیمار وبے قرار ہوجاتا ہے، ایک برا اور موذی خیال ووسوسہ اُسے موت کے قریب پہونچا دیتا ہے۔

یہ عجیب وغریب تضادات کا مجموعہ انسانی مخلوق ہے جسے اللہ نے اپنے وجود کی ایک ظاہری دلیل بھی قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:

وَفِي الأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوْقِنِيْنَ، وَفِيْٓ أَنْفُسِكُمْ أَفَلاَ تُبْصِرُوْنَ.

(الذاریات: ۲۰-۲۱)

ترجمہ: اور زمین میں بھی نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لئے اور خود تمہارے اندر بھی، کیا تم دیکھتے نہیں؟

انسان اپنی روحانی وجسمانی دونوں تخلیق کے اعتبار سے سب سے ممتاز ومنفرد اور نمایاں ہے، وہ عالم اصغر ہے، اس کے چھوٹے سے جسم میں پوری کائنات نہاں ہے بقول شاعر: ؎

وَ تَزْعَمُ أَنَّکَ جِرْمٌ صَغِیْرٌ
وَ فِیْکَ انْطَوىٰ الْعَالَمُ الْأَکْبَرُ

تم یہ سمجھتے ہو کہ تم چھوٹا سا جسم اور مختصر وجود رکھتے ہو جب کہ فی الواقع پوری دنیا تم میں چھپی ہوئی ہے، اسی لئے کہا گیا ہے:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ.

ترجمہ: جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا، خودی کی معرفت کا نتیجہ خدا کی معرفت ہے۔

انسان کچھ پہلوؤں کے لحاظ سے بیحد قوی ہے اور کچھ پہلوؤں کے اعتبار سے بیحد ناتواں، اس لئے صاحب عقل وہی ہے جو قوت وضعف کے پہلوؤں کو فراموش اور نظر انداز نہ کرے، وہ اپنی قوت، ذہانت اور معلومات پر اکڑ نہ دکھائے اور اپنی برتری کا مدّعی نہ ہو، اور اس کا احساسِ برتری کبر وغرور کی حد تک نہ پہنچے، اسی طرح وہ اپنی کمزوری، بے بسی اور ناتوانی کے پیش نظر اپنے کو حقیر نہ سمجھے اور اس کا احساسِ کمتری ناکامی کی حد تک اسے نہ پہنچائے۔

افراد واقوام کی یہ دو بیماریاں ہوتی ہیں کہ یا تو ان کا احساسِ برتری کبر وتفاخر تک پہونچ جاتا ہے، یا ان کا احساسِ کمتری حقارت وذلت سے جاملتا ہے، کبر وغرور کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی دوسرے کو ذلیل وحقیر باور کرنے لگتا ہے، جن امور پر اسے قدرت نہیں ہوتی ان پر قدرت کے فضول دعوے کرنے لگتا ہے، اپنے دائرۂ کار واختیار سے خارج چیزوں میں دخل اندازی کر بیٹھتا ہے، جن چیزوں سے ناآشنا ہوتا ہے ان سے آشنائی اور آگاہی کا مدعی ہوجاتا ہے، پھر وہ کسی کے نصائح اور ہدایات پر کان نہیں دھرتا، کسی بڑے کو بڑا نہیں مانتا، اس کے

سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتا، کسی عالم کا احترام نہیں کرتا، کسی صاحب فضل کے فضل کا اعتراف نہیں کرتا، وہ اپنے آپ کو سب سے بڑا عالم، سب سے بڑا عقل مند، سب سے باعظمت وعالی مرتبت، ادب واکرام کا اولین اور بجاطور پر مستحق سمجھنے لگتا ہے۔

تجزیہ بتاتا ہے کہ یہ بیماری ان افراد میں زیادہ ہوتی ہے جو پستی سے یکایک کچھ بلندی کی طرف، ناداری وفقر سے اچانک کچھ مالداری ودولت مندی کی طرف، پسماندگی سے یک بیک کچھ ترقی کی طرف آتے ہیں، جو پہلی بار دولت پالیتے ہیں یا اتفاقاً کوئی عہدہ ان کے ہاتھ آجاتا ہے ان کی حالت یہی ہوتی ہے کہ ان کا مزاج تکبر وتعلّی کی آخر حد تک پہونچ جاتا ہے بلکہ وہ دوسروں کو انسان بھی سمجھنا گوارا نہیں کرتے، اور ہر ایک کو جاہل واحمق قرار دینے لگتے ہیں۔

کسی قوم میں یہ بیماری جب جڑ پکڑ لیتی ہے تو وہ قوم بے راہ رَو ہوجاتی ہے، وہ خیر خواہوں کو بدخواہ سمجھنے لگتی ہے، قعرِ مذلت میں گرنے کے باوجود وہ اپنے کو علیین پر مقیم باور کرتی ہے، مصائب کے گھیرے میں ہونے کے باوجود وہ اپنے کو مکمل محفوظ قرار دیتی ہے، دشمنوں کے نرغے میں ہونے اور اپنے بے بس ومغلوب ہونے کے باوجود اپنے کو سب سے طاقت ور اور غالب اور دشمن کو سب سے کمزور سمجھتی ہے، نتیجتاً اس قوم پر ادبار مسلط ہوجاتا ہے اور وہ کارگاہِ حیات میں کوئی تعمیری انقلاب تو کجا اپنے وجود کی حفاظت تک سے قاصر رہ جاتی ہے۔

دوسری بیماری احساس کمتری ہے، جو انسان اپنی کمتری اور کہتری کا احساس کرلیتا ہے وہ شکستہ خاطر، مردہ دل، بے حوصلہ، منکسر الارادۃ، اور ناامیدی کا شکار ہوجاتا ہے، اور خود اعتمادی کے جوہر سے محروم ہوجاتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ زندگی میں کوئی کام اور اقدام اس کے بَس کا نہیں ہے، کسی قوم میں جب یہ مرض آتا ہے تو اس کی حیات وحرکت، سعی وعمل سب شل ہوجاتے ہیں، وہ ذلت کا نشانہ بنالی جاتی ہے، اور ہر لحاظ سے اسے کمزور کردیا جاتا ہے اور اسے لوٹ کھسوٹ لیا جاتا ہے۔

امتِ مسلمہ میں عمومی طور پر یہی مرض موجود ہے، اور اس کے نتائج کھلی آنکھوں سے

دیکھے جاسکتے ہیں، اورخاص طور پر بعض افرادِ امت میں کبر وغرور کی جو بیماری پائی جاتی ہے اس کا نتیجہ بھی عالم آشکارا ہے۔

جب کہ اسلامی تعلیمات میں احساس برتری کے افراط اوراحساسِ کمتری کی تفریط دونوں سے نکال کر خود اعتمادی اور جذبۂ عمل کے اعتدال کی ترغیب کے نمونے جابجا دیکھے جاسکتے ہیں، ایک طرف اسلام کبر وغرور سے سختی سے منع کرتا ہے، اسے پستی وذلت کا سبب بتاتا ہے، اور یہ واضح کرتا ہے کہ ہر نعمت اللہ کی عطا کردہ ہے، ہر قوت اس کی بخشیدہ ہے، ہر صلاحیت اسی کی ودیعت کردہ ہے، سب سے بڑا وہی ہے، سب سے زیادہ علم اسی کو ہے، اس کے مقابلے میں انسان بیحد ناتواں، جاہل، عاجز وبے بس ہے۔ قرآنِ کریم کہتا ہے:

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ. (النحل: ۵۳)

ترجمہ: جو نعمت بھی تم کو ملتی ہے وہ منجانب اللہ ہے۔

وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ. (یوسف: ۷۶)

ترجمہ: ہر جاننے والے سے بڑا جاننے والا موجود ہے۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلاً. (الاسراء: ۸۵)

ترجمہ: تمہیں تو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

اسی طرح اسلام غرور وکبر سے روکتا ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھی اسی کی عملی تعلیم ہے، فتح مکہ کے موقعہ پر کافروں کی سابقہ لاتعداد اور سخت ترین اذیتوں کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر وغرور کا ادنیٰ سا مظاہرہ نہ خود فرمایا اور نہ صحابہ سے ہونے دیا بلکہ جانی دشمنوں کو یک لخت معاف کردیا اور اپنی تواضع اور حسن اخلاق سے دل فتح کرلئے، اور فرمایا:

اَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ كَانَتْ تَأْكُلُ الْقَدِيْدَ.

ترجمہ: میں ایک قریشی خاتون کا فرزند ہوں جو سوکھے گوشت کے ٹکڑے

پر گذارہ کرتی تھی۔

رسالت، نبوت، کمالِ علم وفضل، حکمت وفراست اور فتح وکامیابی سب سے بہرہ مند ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس متواضعانہ اور کبر وغرور سے کوسوں دور رویے میں قیامت تک لئے پوری انسانیت کے احساسِ برتری اور کبر وغرور سے اجتناب کی بے انتہا جامع اور مؤثر عملی تعلیم ہے۔

دوسری طرف اسلام احساسِ کمتری سے روکتا ہے، خود اعتمادی پیدا کرنے کا حکم دیتا ہے، قرآن اسی لئے امت محمد یہ کو امتِ وسط اور خیر امت کہتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ اگر تم مؤمن کامل ہو جاؤ تو سر بلندی تمہیں ہی ملنی ہے، اسی طرف ارشاد نبوی ہے:

لَا يَحْقِرَنَّ أَحَدُكُمْ نَفْسَهُ. (ابن ماجه)

ترجمہ: تم میں سے کوئی ہرگز اپنے کو حقیر نہ سمجھے۔

صحابہ کی تاریخ میں احساس کمتری کا کوئی تصور نہیں ملتا، کسی صحابی نے اپنے کو کمتر نہیں سمجھا، دشمنوں کی بے پناہ قوت وکثرت کے باوجود صحابہ کا اعتماد باقی رہا اور اسی لئے وہ فاتح وکامران رہے، مرعوبیت اور احساس کمتری زندہ قوموں کی علامت نہیں ہے، امت محمد یہ کے اکثر افراد جو آج مرعوبیت اور احساسِ کمتری کے شکار ہیں اگر اپنے دلوں میں خود اعتمادی پیدا کر لیں اور ایمان کامل کی دولت سے مالا مال ہو جائیں تو وہ ذلت ومسکنت کے شکنجہ سے باہر آسکتے ہیں، اور ان کے حق میں یہ وعدۂ الٰہی پورا ہو سکتا ہے:

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ. (القصص: ٥)

ترجمہ: ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر مہربانی کریں جو زمین میں ذلیل وکمزور کر کے رکھے گئے ہیں اور انہیں پیشوا بنا دیں اور انہیں کو وارث بنائیں۔

بندۂ مؤمن کے پانچ دشمن

ایک بندۂ مؤمن کو اپنی زندگی اور ایمانی ترقی کی راہ میں عام طور پر پانچ دشمنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، پہلا دشمن تو اس کی خواہشات نفس ہیں، دوسرا دشمن شیطان ہے، تیسرا دشمن کفار ہیں، چوتھا دشمن منافقین ہیں، اور پانچواں دشمن ظالم وفاسق افراد ہیں، ایمان کا مطالبہ یہ ہے کہ ان پانچوں دشمنوں سے جہاد اور مقابلہ کیا جائے،مگر جہاد کی نوعیت الگ الگ ہوگی جس کی کچھ وضاحت ذیل میں کی جارہی ہے۔

(۱) جہادِ نفس:

اس کی چند صورتیں ہیں:

(۱) حصول علم دین: یعنی قرآن وسنت اور سیرت صحابہ وسلف صالح کی روشنی میں دین حق اور ہدایت کو سیکھا جائے،تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ نفس کی خواہشات کو لگام دی جاسکے گی، حصولِ علم جہادِ نفس کا نقطۂ آغاز ہے، جہالت عام طور پر نفسانی خواہشات کا غلام اور اسیر بنادیتی ہے۔

(۲) عمل صالح پر مداومت: علم ومعرفت اس وقت تک سودمند اور بارآور نہیں ہوسکتے جب تک عمل صالح کی پابندی نہ کی جائے، بلکہ بقول عربی شاعر: ؎

لَوْ كَانَ لِلْعِلْمِ مِنْ دُوْنِ التُّقىٰ شَرَفٌ
لَكَانَ أَشْرَفَ خَلْقِ اللّٰهِ إِبْلِيْسُ

ترجمہ: اگر بغیر عمل وتقویٰ کے علم کا کوئی شرف اور مقام ہوتا تو اللہ کی مخلوق میں سب سے معزز ابلیس ہوتا۔

صحابۂ کرام کا امتیاز یہی تھا کہ وہ علم وعمل کے حیرت انگیز حد تک جامع تھے، اور واقعہ یہی ہے کہ اس جامعیت کے بغیر جہاد نفس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) دعوتِ حق: یہ بہت اہم کام ہے، خاص طور پر فتنوں اور جہالت وضلالت کے غلبے کے اس دور میں اس کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے، اور جہاد نفس کی تاثیر و تکمیل میں اسے اساسی مقام حاصل ہے۔

(۴) راہِ دعوت کی مشقتوں پر صبر: اس راہ میں مزاحمتوں اور مشقتوں کا پیش آنا یقینی امر ہے، ایک مجاہد جبھی کامیاب ہوگا جب وہ ان دشواریوں کو راہِ حق کا تحفہ سمجھ کر برداشت کرلے۔

(۲) شیطان سے جہاد:

یہ بالکل واقعہ ہے کہ شیطان مرد مؤمن کا ازلی ابدی دشمن ہے، اس نے اسے گمراہ کرنے کی روزِ اول سے قسم کھا رکھی ہے اور اس مہم میں مکمل سرگرم بھی ہے، اہل ایمان کا یہ عقیدہ ہے کہ شیطان ان کا کھلا ہوا دشمن ہے، وہ گناہوں کو خوشنما کر کے پیش کرتا ہے، انسان کے اندر سے احساسِ گناہ ختم کرنا چاہتا ہے، اور جنت کی راہ سے ہٹا کر جہنم کی راہ پر چلانے کا آرزومند رہتا ہے، قرآن کی تقریباً سو آیات میں شیطان کا نام لے کر اس کی گمراہ کرنے کی مہم کا ذکر ہے اور اہل ایمان کو شیطان سے بچنے اور اس کی وسوسہ اندازیوں کا مقابلہ کرنے کا حکم ہے۔

شیطان کا سب سے بڑا وسیلۂ تضلیل خواہشِ نفس ہے، جو خواہشِ نفس کا پیرو ہے وہ فی الواقع شیطان کا غلام ہے، تکبر و گھمنڈ بھی شیطانی گمراہ کاری کا اہم ذریعہ ہے، شیطان سے جہاد کا جو حکم ملا ہے اس کے دو قوی ہتھیار بھی بتائے گئے ہیں: (۱) ذکر (۲) فکر۔ ذکر الٰہی اور اللہ کو ہمہ وقت یاد اور مستحضر رکھنے کی برکت اور فکر و عقل سلیم کی نصرت وقوت سے شیطان کی وسوسہ اندازیوں، گناہوں کی ملمع کاریوں کا پردہ چاک کیا جا سکتا ہے، اور ان سے اپنے کو بچایا جا سکتا ہے، ساتھ ہی توبہ، رجوع الی اللہ، استغفار، شیطان اور اس کے شر و وسوسے سے پناہ

طلبی اور معاصی پر ندامت بھی وہ طریقے ہیں جو شیطان کا وار کند و ناکام بناتے ہیں۔

(۳) کافروں سے جہاد:

اہلِ کفر و باطل اہل حق کے دشمن ہوتے ہیں، اہل ایمان کو ان سے جہاد کا حکم ہے، مگر مرحلہ بندی کر دی گئی ہے، سب سے پہلے دعوتی و قرآنی جہاد کرنا ہے یعنی افہام و تبلیغ، یہ بے اثر ہو تو دوسرا مرحلہ عملی جہاد کا ہے اور کفر کی طاقت کو ختم کرنے کا ہے، دعوتی جہاد تو ہر جگہ اور ہر حالت میں ہو سکتا ہے، عملی جہاد کے لئے یہ شرط ہے کہ اہل ایمان مقابلے کی پوزیشن میں ہوں، ورنہ اگر اہل ایمان بالکل کمزور ہوں تو مکی زندگی کا صبر و ثبات نمونہ کے طور پر موجود ہے۔

(۴) منافقوں سے جہاد:

اہل حق کے لئے سب سے خطرناک اور زہریلا گروہ مارِ آستین منافقوں کا ہوتا ہے جن کے ظاہر و باطن میں تضاد ہوتا ہے، وہ زبانی مدعیٔ ایمان ہوتے ہیں، مگر ان کے دل کفر سے لبریز ہوتے ہیں، ان کے اندر بے حد مکر و غدر کے اوصاف ہوتے ہیں، اور وہ فتنہ و اختلاف بھڑکانے کے عادی ہوتے ہیں، ساتھ ہی وہ بے انتہا بزدل، فحش پسند، افواہ پھیلانے والے اور معاند ہوتے ہیں، اہل ایمان کو ان سے جہاد کا صریح حکم ہے، اگر مسلمان کمزور ہوں تب تو ان کو حکم ہے کہ وہ عملی جہاد نہ کریں بلکہ منافقوں سے چوکنے رہیں اور صبر سے کام لیں، اور اگر طاقت ور ہوں تو عملی جہاد کے ذریعہ ان کا کام تمام کر دیں، اہل ایمان سے ایمان کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ اہل نفاق سے دوستی نہ رکھیں، قریب نہ ہوں، ان کا بائیکاٹ کریں، ان پر اعتماد نہ کریں، جہاد کے موقعے پر انہیں ساتھ نہ لیں، اہم معاملات ان سے مخفی رکھیں، ساتھ ہی حسبِ موقع انہیں سمجھائیں، اللہ کے عذاب سے ڈرائیں اور اخلاصِ ایمانی

کی دعوت دیں۔

(۵) ظالموں اور فاسقوں سے جہاد:

اہل اسلام کو یہ حکم بھی ہے کہ اپنے ظالم اور فاسق بھائیوں سے بھی جہاد کریں، یہ جہاد دعوتی ہوگا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کا ذریعہ ہے، حسبِ طاقت ہاتھ یا زبان یا دل سے منکر کی تبدیلی کا حکم ہے، اور اس کے بڑے فضائل احادیث میں آئے ہیں اور اس کو چھوڑنا سخت جرم بتایا گیا ہے۔

ایک بندۂ مؤمن اگر اپنی عملی زندگی میں ان پانچوں طرح کے جہاد کو اختیار کرلے تو اس کی ایمانی قوت اور خوش بختی کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

سب سے بیش قیمت سرمایہ صالح افراد ہیں

تاریخ کے ہر دور میں ہر قوم وملت کو ایسے صالح، نیک طینت، پرہیزگار اور وفا شعار افراد کی ضرورت رہی ہے جو اس کی قیادت کرسکیں، اس کو منجدھار سے نکال سکیں، اس کے مسائل ومشکلات کا سنجیدگی سے جائزہ لیں اور عملی اقدامات کریں، ایسے افراد کے وجود سے امت میں جو توانائی، خوداعتمادی اور بیداری پیدا ہوتی ہے وہ کسی اور چیز سے نہیں پیدا ہو پاتی، سب سے بیش قیمت چیز یہی جاں باز افراد ہوتے ہیں، مال ودولت کے انبار ان کے سامنے بے اہمیت ہوتے ہیں۔

ایسے مخلص افراد کی جب تک قدر دانی، حوصلہ افزائی اور مدد ہوتی ہے قوم ترقی واقبال کی شاہراہوں پر چلتی جاتی ہے اور جب ان کی ناقدری، حوصلہ شکنی اور مخالفت ہوتی ہے، ان کی جگہ نا اہل خوشامد پسند خودغرض افراد آجاتے ہیں تو قوم زوال وانحطاط کے دلدل میں پھنستی چلی جاتی ہے۔

مخلص افراد قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں اور اُن کے دَم سے قومیں آباد رہتی ہیں، امام بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جس میں اہل نظر کے لئے کافی سامانِ عبرت ہ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بار اپنے اصحاب سے کہا کہ آج تم لوگ اپنی تمنائیں اور آرزوئیں بیان کرو، اس پر ایک شخص نے کہا کہ میری آرزو یہ ہے کہ یہ گھر مال ودولت سے بھرا ہوتا اور میں اُسے راہِ خدا میں خرچ کرتا۔ دوسرے شخص نے کہا کہ میری خواہش یہ ہے کہ اس مکان کے برابر سونا ہوتا اور میں اُسے اللہ کے راستے میں صرف کرتا۔

تیسرے نے کہا کہ میری طلب یہ ہے کہ اس گھر کے برابر جواہرات ہوتے اور میں انہیں فقراء میں تقسیم کردیتا۔ آخر میں سب کی تمنائیں سن لینے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: ''میری تمنا یہ ہے کہ یہ مکان ابوعبیدہ بن جراح، معاذ بن جبل اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے افراد سے بھرا ہوتا اور میں انہیں اللہ کی اطاعت میں استعمال کرتا''۔ (التاریخ الصغیر/۲۳۳)

حضرت عمرؓ نے تین صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نام لے کر یہ واضح کردیا کہ کام کا انسان سب سے قیمتی دولت ہے، اور یہ ایسا گوہر ہے جو نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے، اور اس کی قدر بھی خال خال ہی لوگ کر پاتے ہیں: ع

قدرِ گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں خود زبانِ رسالت سے یہ الفاظ جاری ہوئے کہ ہر امت میں کوئی نہ کوئی امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں، تاریخ اسلامی میں ان کی امانت وصلاح، جانبازی ودلیری، قربانیوں اور ایثار کی داستان ثبت ہے، جنگ بدر میں اپنے کافر باپ کو مار کر انہوں نے یہ ثابت کردیا کہ ان کا جوشِ توحید نسبی تعلق وقرابت پر غالب ہے، انہوں نے اپنے باپ کی صورت میں شرک کو قتل کیا تھا، چنانچہ قرآن کریم کی سورۂ مجادلہ کی آخری آیت میں اس کا ذکر آیا اور اللہ نے یہ اعلان کردیا کہ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، وہ اللہ کے گروہ میں ہیں جس کا مقدر فلاح وکامرانی ہی ہے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدا ترسی، اتباع سنت، تواضع وزہد اور حلم وتحمل بہت معروف ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امتِ محمدیہ میں حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے صحابی ہیں، انہیں یمن کا والی بنایا گیا، ان کے زہد واستغناء کے متعدد واقعات محفوظ ہیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنے قابل اعتماد صحابی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے راز بتادیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا کہ حذیفہ تم سے جو بیان کریں اس کی تصدیق کرو، منافقین کی پوری فہرست ان کے پاس رہا کرتی تھی، اتباع سنت ان کا ایک خاص وصف تھا، یہ واقعہ مشہور ہے کہ انہیں ایران میں کسریٰ کی طرف سے مذاکرات کے لئے دعوت دی گئی، کھانا لایا گیا، آپ نے کھانا شروع کیا، درمیان میں ایک لقمہ آپ کے ہاتھ سے نیچے گرگیا، اس وقت آپ کو وہ حدیث یاد آئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر نوالہ نیچے گرجائے تو اسے اٹھالو، صاف کرکے کھالو، ضائع نہ کرو، کیونکہ وہ اللہ کا رزق ہے، اور کیا معلوم کہ اللہ نے رزق کے کس حصے میں برکت رکھی ہے، چنانچہ حضرت حذیفہ نے نیچے گرا ہوا لقمہ اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا، بغل میں موجود شخص نے کہنی مار کر آپ کو اشارہ کیا کہ یہ شاہِ کسریٰ کا دربار ہے، یہاں اگر تم نیچے گرا لقمہ اٹھاؤ گے تو ذلیل و بے وقعت سمجھے جاؤ گے، اس پر حضرت حذیفہ نے جواب دیا کہ کیا میں اِن احمقوں کی وجہ سے اپنے محبوب پیغمبر کی سنت چھوڑ دوں؟ یہ حقیر و ذلیل سمجھیں یا باعزت و شریف، میں سنت پر عمل سے دستبردار نہیں ہوسکتا، چنانچہ پھر اسی اتباع سنت کی برکت سے انہوں نے ایران کو فتح کرلیا۔

ان تین صحابہ کرام کی زندگیاں نمونہ تھیں، اسی لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میری آرزو یہ ہے کہ ایسے افراد کی کثرت ہو، واقعہ یہی ہے کہ ہمارے معاشرے کا بگاڑ اسی وقت دور ہوگا اور ہمارا زوال اسی وقت ختم ہوگا جب ایسے جیالے اور تقویٰ شعار افراد قائدانہ مقام پائیں گے، ضرورت ایسے افراد کو تیار کرکے میدانِ عمل میں لانے اور ان کی رہنمائی میں عملی اقدامات انجام دینے کی ہے، خاموشی اور غفلت وہ جرم ہے جو معاف نہیں ہوسکتا۔

عصرِ حاضر کا شرک

ترقی یافتہ صنعتی انقلاب سے دوچار دنیا کا تجزیہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مادّیت کی یلغار نے انسان کو اتنا اپنے بس میں کرلیا ہے کہ وہ طبعی و مادّی وفنی اسباب کو خدا سمجھ بیٹھا ہے، عصرحاضر کا یہی وہ شرک ہے جس میں آج کی مادّی تہذیب مبتلا ہے۔

بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ:

’’عہد حاضر کے انسان نے اپنی پوری زندگی ان کے رحم وکرم پر چھوڑ دی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ زندگی اور موت، کامیابی وناکامی، اقبال وادبار، خوش نصیبی وبدنصیبی سب ان کے ہاتھ میں ہے، اسباب مادّی، کائناتی قوتوں اور نیچر کی یہ پرستش وتقدیس اور اہل اختصاص اور ماہرین فن پر اعتمادِ کلی اور ان کو خدا کے درجہ پر رکھنا ایک نئی وثنیت اور نیا شرک ہے، اس نے قدیم بت پرستی کے ذخیرہ میں ایک نئی قسم کی بت پرستی کا اضافہ کیا ہے جو ایمان اور عبدیت کی حریف ہے‘‘۔ (معرکۂ ایمان و مادّیت/۸۳)

قرآن کریم میں اس شرک کی تردید کا مضمون جابجا آیا ہے، قرآن کی اصطلاح میں دنیوی زندگی جلد ختم ہونے والی کھیتی کے مانند ہے، دنیوی زندگی اور مادّیت کی چمک دمک جس کو منفعت پرست ولذت پسند افراد اپنا مرکز ومعبود باور کرتے ہیں، قرآن کی زبان میں اس کی مثال ایسی ہے جیسے اللہ نے پانی برسایا، جس کی وجہ سے زمین خوب پھلی پھولی لیکن پھر سب کچھ ریزہ ریزہ ہوگیا، ایسے ہی دنیوی زندگی بھی فنا ہونے والی ہے، سورۂ کہف میں باغ والے کا واقعہ ذکر ہوا ہے، اللہ نے اس پر اپنی نعمتیں انڈیل دی تھیں، انگور کے دو باغ عطا کیے، باغوں کو خرموں سے گھیر دیا، درمیان میں کھیتی بھی تھی، باغوں میں بلا کسی نقصان اور کمی کے پورا

پھل آتا تھا، باغوں کے درمیان نہر جاری کردی تھی، اس کے علاوہ مزید مال وزر اور دولت سے نوازا تھا، ان سب نوازشوں کا تقاضا یہ تھا کہ وہ شکر ادا کرتا، مگر اس نے تکبر کیا، اپنے مال کی کثرت پر اکڑ دکھائی، قیامت کا انکار کیا، اللہ کی قدرت مطلقہ کا منکر ہوگیا، اس کے موحد ساتھی نے اسے سمجھایا اور کفر و ناشکری اور غرور و تکبر کی بدانجامی سے ڈرایا مگر اسے ہوش نہ آیا، بالآخر اللہ نے اپنا عذاب بھیج دیا، اس کا باغ اور سارا مال ختم ہوگیا اور وہ ہاتھ ملتا رہ گیا، اور کہنے لگا کہ کاش میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا، معلوم ہوا کہ اس کا شرک یہ تھا کہ اس نے اسبابِ ظاہر کو تمام خوشحالی اور دولت کا سرچشمہ سمجھ لیا تھا، اور اللہ کو فراموش کر بیٹھا تھا، یہی مادّہ پرستی کا شرک ہے جو عصر حاضر کا بہت بڑا ناسور ہے۔

مدعیانِ اسلام کی اکثریت اس شرک میں عملی طور پر مبتلا ہے، قرآنِ کریم اسی کی بیخ کنی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ، وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ.

ترجمہ: دنیوی زندگی کا ساز وسامان بے مایہ ہے، خداترسوں کے لئے آخرت بدرجہا بہتر ہے۔

مادّہ پرستی کا طوفان

اس وقت پوری دنیا سر سے پیر تک پوری طرح سے مادّہ پرستی کے عمیق اور مہیب گڈھے میں گرتی جارہی ہے، مال ودولت ہی کو ہر چیز کے حسن وقبح کا معیار قرار دیا جاتا ہے، روحانیت اور پاکیزگی کے الفاظ موجودہ نظریات کے لغت میں اجنبی سمجھے جاتے ہیں، ہر چیز کو مادّیت کے پیمانوں سے ناپا جاتا ہے، معرکے اور لڑائیاں بھی مادّیت ہی کے مقصد سے لڑی جاتی ہیں، حصولِ تعلیم کا بھی منشا اب حصولِ مال وزر بن گیا ہے، مالی فائدوں سے لبریز چیز بہتر اوراس سے خالی چیز بدتر گردانی جاتی ہے، حتیٰ کہ اگر آپ کسی دوست کو خوبصورت گلاب تحفہ میں دیں تو وہ اس کی قیمت کے اندازوں میں لگ جاتا ہے اور گلاب کی خوبصورتی، ہدیہ کے پیچھے مخفی جذبۂ محبت وتعلق سب سے لاتعلق ہوکر صرف مادّی قیمت کے اندازے کو پیش نظر رکھتا ہے، مادہ پرستی کے طوفانِ بلاخیز کا یہ ایک نمونہ ہے، ورنہ فی الواقع اب ہر شعبۂ زندگی میں اس طوفان نے اپنے پنجے اس طرح گاڑ دیئے ہیں کہ اس سے رُستگاری بے حد دشوار نظر آتی ہے۔

مسجدیں اور عبادت گاہیں تک اس کے اثرات سے محفوظ نہیں ہیں، ادیب وفنکار افراد کا طبقہ اس کے نرغے میں بری طرح پھنسا ہوا ہے، ادباء کی قلمی تخلیقات اجرتوں اور معاوضوں کی مقدار کے لحاظ سے سامنے آتی ہیں، جتنی زیادہ اجرت دی جاتی ہے تخلیق میں ادیب اتنی ہی زیادہ سحر اثری پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، مادّہ پرستی ہی کا اثر ہے کہ اب ادباء تعمیری، سنجیدہ اور مثبت موضوعات کے بجائے غیر سنجیدہ موضوعات، ناول، ڈراموں وغیرہ پر توجہات مرکوز رکھتے ہیں، فحش نگاری کی قدر اسی لئے بڑھ گئی ہے کہ اس راہ سے مادی آمدنی زیادہ ہوتی ہے۔

مادہ پرستی میں پور پور غرق سماج تاریکیوں اور ظلمتوں میں محبوس اور روشنی سے محروم و تہی داماں رہتا ہے، اور پھر اس کے مسموم اثرات سے پورے پورے علاقے متأثر ہوتے ہیں، مادّہ پرستی کا سرا براہِ راست جہالت اور حقیقت ناآشنائی سے ملتا ہے، انسان جب وقتی لذتوں کو دائمی اور فانی چیزوں کو ابدی باور کرنے لگتا ہے تو پھر وہ وقتی مادّی چیزوں ہی کے پیچھے دوڑتا رہتا ہے، نفس وشیطان کے بہکاوے اور دامِ تحریص میں وہ الجھتا اور پھنستا چلا جاتا ہے۔

حالانکہ اگر عقلِ سلیم کا استعمال کیا جائے تو یہ حقیقت بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ دنیوی رونقیں محض سراب ہیں، ان کے وجود کو کوئی قرار ودوام نہیں ہے، وہ بہت جلد ختم ہوجاتی ہیں، ان کی مثال قرآن کی زبان میں ایسی ہے جیسے کہ بارش ہوتی ہے، اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشت کار خوش ہوتے ہیں، پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ زرد ہوجاتی ہے، پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے۔

دنیاوی رونقوں کا حال یہی ہے کہ وہ ناپائیدار چیزیں ہیں، کوئی صاحب عقل باہوش انسان کبھی ان کے فریب میں آکر دائمی وسرمدی چیزوں سے کنارہ کش اور فانی چیزوں کی طرف راغب وفریفتہ نہیں ہوسکتا، اب جو لوگ ان وقتی رونقوں کے فریب میں گرفتار اور اصل چیزوں سے بیزار ہیں وہ خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ وہ کس درجہ بے عقلی میں مبتلا ہیں؟ مادّہ پرستی اور بے عقلی میں چولی دامن کا ساتھ ہے، ایک کو دوسرے سے کبھی بھی کسی طرح الگ نہیں کیا جاسکتا۔

زاہد کے اوصاف

ارشادِ نبوی ہے:

أَزْهَدُ النَّاسِ مَنْ لَمْ يَنْسَ الْقَبْرَ وَالْبِلىٰ وَتَرَكَ أَفْضَلَ زِيْنَةِ الدُّنْيَا، وَآثَرَ مَا يَبْقىٰ عَلىٰ مَا يَفْنىٰ، وَلَمْ يَعُدَّ غَداً مِنْ أَيَّامِهٖ، وَعَدَّ نَفْسَهٗ فِيْ الْمَوْتىٰ. (فيض القدير: ۱/ ۶۱۷ بحواله شعب الايمان للبيهقى)

ترجمہ: لوگوں میں سب سے بڑا زاہد وہ ہے جو قبر اور بوسیدگی کو فراموش نہ کرے، دنیوی زندگی کی عمدہ ترین آرائش وزیبائش کو چھوڑ دے، باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی چیز پر ترجیح دے، اپنی زندگی کے اگلے دن کو شمار نہ کرے، اور اپنا شمار مردوں میں کرلے۔

زہد کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دنیوی لذتوں میں اشتغال سے آخرت کے لئے بے رغبت ہوجائے اور عیش و تنعم کی زندگی سے دست بردار ہوجائے، قرآن وحدیث کے متعدد نصوص میں زہد کی تلقین وتعریف کا مضمون اوراس کے فوائد واثرات کا بیان آیا ہے اور دنیوی لذتوں میں انہماک سے سختی سے روکا اوراس کی مذمت ومضرت کا ذکر کیا گیا ہے۔

زہد کو خدا اور خلق خدا کی محبوبیت کا ذریعہ بتایا گیا ہے، حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب سے فرمایا:

اِزْهَدْ فِيْ الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ، وَازْهَدْ فِيْ مَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ. (ترمذی شریف)

ترجمہ: دنیا کی طرف سے اعراض اور بے رخی اختیار کرلو، تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا، اور جو (مال وجاہ) لوگوں کے پاس ہے اس سے اعراض اور بے رخی اختیار کرلو، تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

احادیثِ شریفہ میں یہ بھی آیا ہے کہ:

مَا زَهِدَ عَبْدٌ فِيْ الدُّنْيَا إِلَّا أَنْبَتَ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فِيْ قَلْبِهٖ، وَأَنْطَقَ بِهَا لِسَانَهٗ، وَبَصَّرَهٗ عَيْبَ الدُّنْيَا وَدَاءَ هَا، وَأَخْرَجَهٗ مِنْهَا سَالِماً إِلٰى دَارِ السَّلَامِ. (شعب الایمان / بیھقی)

ترجمہ: زہد اختیار کرنے والے کو منجانب اللہ حکمت القا کی جاتی ہے، اس کی زبان پر کلماتِ حکمت جاری کردیئے جاتے ہیں، اس کی نگاہوں کے سامنے دنیا کے عیوب ومفاسد آجاتے ہیں، اور دنیا سے اس کو سلامتی کے ساتھ نکال کر جنت میں پہنچادیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں یہ بتایا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا زاہد وہی ہے جو پانچ اوصاف کا حامل ہو۔

(۱) قبر اور بوسیدگی کو فراموش نہ کرے:

یعنی موت، عالمِ قبر وبرزخ، قبر کی وحشت وہولنا کی اور تنہائی کو یاد رکھے اور یہ فراموش نہ کرے کہ اسے اس دنیا سے رخصت ہونا ہے، اور فنا ہونا ہے، دوام کسی کو میسر نہیں ہے، احادیث میں موت کو "هَاذِمُ اللَّذَّاتِ" (لذتوں کو ختم کرنے والی) کہا گیا ہے اور اسے بکثرت یاد کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ (ترمذی شریف)

قبروں کی زیارت کا جو حکم ہے اس کے متعدد مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ خوف پیدا ہو اور قبر وموت کی یاد تازہ رہے جس کا نتیجہ اعمال صالحہ کی صورت میں ظاہر ہوگا، موت

سے غفلت انسان کے دنیا دار ہونے اور شقی القلب ہونے کی دلیل ہے، جب کہ موت کی یاد اوراس کی تیاری انسان کے دانش مند وہوشیار رہنے کی دلیل ہے۔

(۲) دنیوی زندگی کی عمدہ ترین آرائش کو چھوڑ دے:

دنیوی زندگی کی زیب وزینت اور متاع ودولت عارضی اور بے مایہ ہے، اسی لئے احادیث وآیات قرآنیہ میں دنیوی آرائشوں سے اوراس میں انہماک سے شدت سے منع کیا گیا ہے، اور یہ بتایا گیا ہے کہ طالب دنیا کا دل ہمیشہ پراگندہ، بے سکون اور غیر مطمئن رہتا ہے، اور مال ودولت کے پرستار پر لعنتِ خداوندی ہوتی ہے، بقدرِ کفاف پر رضا وقناعت اور دنیا طلبی سے دوری قابل تعریف عمل اور رحمت الٰہی کا ذریعہ اور فلاح وکامرانی کا وسیلہ ہے۔

(۳) باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی چیز پر ترجیح دے:

باقی رہنے والی چیز آخرت ہے، اور فنا ہونے والی چیز دنیا ہے، قرآن وحدیث میں دنیا کو متاع، لہو ولعب، فریب، اور وقتی زینت بتایا گیا ہے جب کہ آخرت کو دارالقرار، خیر و پائندہ تر، اور افضل واشرف بتایا گیا ہے، اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ انسان دنیا کو بالکل حقیر و بے قیمت سمجھے، اوراس سے جی نہ لگائے، اسے عبرت کی جگہ سمجھے، اسے اپنا مقصود ومطلوب نہ بنائے، بلکہ آخرت کو اپنا دائمی وطن، اصل مقام، حقیقی منزل سمجھے، اور وہاں کی کامیابی کے حصول کی فکر ومحنت میں لگا رہے، احادیث میں آیا ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں اللہ کی نگاہ میں مچھر کے پَر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی، اور دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ وجیل ہے، یا سرائے خانہ ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا:

مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاهُ أَضَرَّ بِآخِرَتِهِ، وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ أَضَرَّ بِدُنْيَاهُ،
فَآثِرُوْا مَا يَبْقىٰ عَلىٰ مَا يَفْنىٰ. (مسند احمد)

ترجمہ: جو شخص دنیا کو اپنا محبوب و مطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرور نقصان کرے گا، اور جو کوئی آخرت کو محبوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا ضرور نقصان کرے گا، پس فنا ہو جانے والی دنیا کے مقابلہ میں باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح دو۔

لہٰذا آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا ہی زہد کا تقاضا ہے، بعض حکماء کا مقولہ ہے کہ "اگر دنیا فنا ہونے والے سونے سے بنی ہو اور آخرت باقی رہنے والے ٹھیکرے سے بنی ہو تب بھی عقل مند باقی کو فانی پر ترجیح دے گا۔

(۴) اپنی زندگی کے اگلے دن کو شمار نہ کرے:

یعنی موت کو ہمہ وقت نگاہوں کے سامنے رکھے، اور ہر آن یہ ذہن میں رکھے کہ اس کی موت قریب ہے، اور یہ تصور رہے کہ اگلا دن زندگی کا نہیں موت کا ہے، اور ہر عمل مابعد موت زندگی کے لئے انجام دے، یہی زہد وتقویٰ کی علامت ہے۔

(۵) اپنا شمار مُردوں میں کرے:

دنیا کی زیب وزینت سے دست کش ہونا اور آخرت کی ہر دم تیاری میں لگے رہنا لازمی طور پر اللہ سے ملاقات کی محبت بڑھاتا ہے، اور اللہ سے ملاقات کی محبت کا لازمی نتیجہ دنیا سے جانے اور آخرت میں پہنچنے کی خواہش ہے، اور یہ زہد کا اعلیٰ مقام اور آخری منزل ہے کہ انسان بس اللہ ہی میں فنا ہو جائے اور اس سے لقاء ووصل کا آرزومند ہو جائے۔

زبان کی حفاظت کی اہمیت

زبان انسان کے جسم کا بہت قیمتی اور اہم عضو ہے، اور قرآن و حدیث کے نصوص میں زبان کی حفاظت کا تاکیدی حکم بے شمار مقامات پر آیا ہے، زبان کی اہمیت کا اندازہ اِس حدیث نبوی سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

''جب انسان صبح کرتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضاء زبان کے سامنے جھک جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو، ہم تمہارے دَم سے ہیں، اگر تم درست رہو گی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تم کجی اختیار کرو گی تو ہم بھی کج ہو جائیں گے''۔ (بخاری شریف)

زبان کی بے احتیاطیوں سے بچنا بیحد مشکل کام ہے، اسی لئے اس کی بیحد تاکید آئی ہے، اور زبان سے بے حد خائف اور محتاط رہنے کی ہدایت کی گئی ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

''مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف زبان کی بے احتیاطیوں کا ہے''۔ (ترمذی شریف)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں یہ دعا بھی شامل تھی کہ اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اپنے کان، آنکھ، زبان، دل اور منہ سبھی کے شر سے، احادیث میں مؤمن اور منافق کا ایک نمایاں فرق یہ بھی بیان ہوا ہے کہ مؤمن خاموش طبع محتاط اور بھلی بات بولنے والا ہوتا ہے، اور اس کی زبان درازیوں سے سبھی محفوظ رہتے ہیں، جب کہ منافق زبان دراز، بدگو اور شرّی ہوتا ہے۔

زبان کی آفات کا دائرہ بے حد وسیع ہے، جس میں شرکیہ کلمات، جھوٹ، غلط فتویٰ، ناحق فیصلہ، غیر اللہ کے لئے نذر ومنت، ناشکری، جھوٹی قسم، غیر اللہ کے نام سے قسم، تقدیر کا انکار، قولی بدعات، جھوٹی گواہی، تہمت، دوسرے کی پردہ دری اور معایب کی تشہیر، افترا پردازی، دشنام طرازی، چغل خوری، غیبت، افشاءِ راز، مذاق واستہزاء، گانا، ناحق مذاق، لعن طعن، نوحہ خوانی، بیجا تعریف، وغیرہ سبھی شامل ہیں، اور احادیث میں ان سب کی نام بہ نام صراحت کے ساتھ ممانعت اور مذمت کا مضمون جا بجا آیا ہے۔

زبان کی بے احتیاطیوں سے نجات کا طریقہ اور علاج یہ ہے کہ آدمی اللہ کی عظمت کا تصور کرے، اس کی قدرتِ کاملہ پر یقین کرلے، ثواب وعذاب کا علم اسے ہو، موت یاد کرے، جن آیات واحادیث میں زبان کی حفاظت کا حکم ہے انہیں بغور دیکھے اور پڑھے اور دل میں بٹھائے، نماز کا اہتمام کرے، دعاؤں میں لگ جائے، خاموشی اختیار کرلے، بے ضرورت نہ بولے، جب بولے بھلی بات بولے، اہل تقویٰ کی ہم نشینی اختیار کرے، حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے سرگرم ہوجائے، نیک کاموں میں مشغول ہوجائے، صبر کو اپنا شعار بنائے، اور خلوت گزینی کا عادی ہونے کی کوشش کرے۔

زبان کی حفاظت کا اہتمام کرنے اور احتیاط برتنے کے بے شمار فائدے ہیں، سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ کی خوشنودی میسر آتی ہے جو ہر مسلمان کا اولین مطلوب ہے، زبان کے سلسلے میں محتاط آدمی زبانِ نبوت میں سب سے افضل مسلمان ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا قریب ہے اور ان کا محبوب اور لاڈلا ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے جنت کی ضمانت لی ہے، اور عذاب الٰہی سے نجات کا مژدہ سنایا ہے، اور اسے افضل ترین مجاہد بتایا ہے۔

اس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ خلقِ خدا کے ساتھ تعلقات خوشگوار ہوتے ہیں، باہم

محبت بڑھتی ہے، معاشرتی زندگی پُرسکون ہوتی ہے، اور خود آدمی متنوع پریشانیوں اور مشکلات سے محفوظ ہوجاتا ہے، مزید براں وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور محبوبیت الٰہی کے نتیجے میں محبوبِ ملائکہ بھی بن جاتا ہے اور پھر پوری روئے زمین میں اس کی مقبولیت ومحبوبیت کا انتظام من جانب اللہ کردیا جاتا ہے۔

دوسری طرف زبان کی بداحتیاطی کے بہت برے نتائج ہوتے ہیں، اللہ کا غضب اترتا ہے، زبان کے لحاظ سے غیر محتاط آدمی اللہ کا، فرشتوں اور انسانوں کا مبغوض ہوجاتا ہے، اور حدیث کے بموجب ایسے آدمی کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جہاں اسے چہرے کے بل دھکیل دیا جائے گا وہ عذابِ قبر میں بھی مبتلا ہوگا، دنیا میں وہ پریشانیوں کا شکار ہوگا اور دوسروں سے اس کے تعلقات بگڑ جائیں گے۔

اسلاف میں سے کسی کا قول ہے کہ ''مؤمن بولتا کم اور کرتا زیادہ ہے، اسی لئے لغزشوں سے مامون رہتا ہے، اور منافق کرتا کم اور بولتا زیادہ ہے، اسی لئے وہ بہت لغزشوں میں مبتلا ہوتا ہے'' اور ''جسم انسانی میں دو ٹکڑے ہیں زبان اور دل، یہ دونوں اگر ٹھیک ہیں تو سب ٹھیک ہے، اور ان دونوں میں اگر فساد آگیا تو کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے''۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ زبان کی احتیاط آدمی کے لئے ہر لحاظ سے خیر وبرکت کی باعث اور مفید چیز ہے، اور زبان کی بے احتیاطی بے حد ضرر رساں اور مہلک چیز ہے۔

قول وعمل کی ہم آہنگی

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد اپنے پہلے اور مختصر خطاب میں فرمایا تھا:

أَنْتُمُ الْيَوْمَ إِلىٰ إِمَامٍ فَعَّالٍ أَحْوَجُ مِنكُمْ إِلىٰ إِمَامٍ قَوَّالٍ.

ترجمہ: آج تم کو کہنے والے امام سے کہیں زیادہ کرنے والے امام کی ضرورت ہے۔

حضرت عثمان کا یہ بلیغ جملہ ہمارے اس دور میں جیسی مطابقت رکھتا ہے، شاید ایسی مطابقت کسی دور میں نہ رہی ہوگی۔

قوالیت اور قوالیت پسندی ہم مسلمانوں کی بیماریوں میں بیحد قابل فکر بیماری ہے، قول وعمل کا تضاد سب سے بڑا انسانی روگ ہے، یہ نفاق کی بدترین صورت ہے، قرآن میں یہود کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے:

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ. (البقرة: ٤٤)

ترجمہ: تم دوسروں کو تو نیکی کا راستہ اختیار کرنے کے لئے کہتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو، کیا تم عقل سے بالکل ہی کام نہیں لیتے؟

مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا:

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ، كَبُرَ مَقْتاً عِندَ اللّٰهِ

أَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. (الصف: ۲-۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔

اس آیت میں صاف واضح کردیا گیا ہے کہ ایک سچے مسلمان کے قول وعمل میں مکمل مطابقت ہونی چاہئے، جو کہے اسے کرے، جو کرنے کی نیت یا ہمت نہ ہو اسے زبان سے نہ کہے، قول وعمل کا تضاد بدترین خصلت ہے جو اللہ کی مبغوضیت کا سبب بنتی ہے، دوسروں کی اصلاح کے لئے سرگرمی اور اپنی اصلاح سے بے فکری خودرا فضیحت دیگراں را نصیحت کا انجام بیحد عبرتناک ہوتا ہے، حضرت اسامہؓ کی حدیث ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے دن ایک شخص کو لاکر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو آگ میں (شدتِ عذاب کی وجہ سے) اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی، اہل دوزخ اس کے پاس جمع ہوکر کہیں گے تمہارا کیا حال ہے؟ کیا تم دنیا میں ہم کو اچھی باتوں کا حکم نہ دیتے تھے اور بری باتوں سے منع نہ کرتے تھے؟ وہ کہے گا کہ میں تم کو اچھی باتوں کا حکم تو دیتا تھا مگر خود ان پر عمل نہ کرتا تھا اور تمہیں بری باتوں سے روکتا تو تھا مگر خود ان کا ارتکاب کرتا تھا"۔ (بخاری شریف)

معلوم ہوا کہ قول وعمل کا تضاد جہنم کے المناک عذاب کو دعوت دیتا ہے، دوسروں کی فکر میں اپنی طرف سے بے فکری مسخرہ پن ہے، حدیث شریف میں ہے:

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ. (ترمذی شریف)

ترجمہ: عقلمند وہ ہے جو اپنا محاسبہ کرلے اور آخرت کی ابدی زندگی کے لئے عمل کرلے، اور عاجز و بے بس ہے وہ جو اپنے نفس کو خواہشِ نفس کے تابع کردے

اور (بدعملیوں کے ساتھ) اللہ سے (فلاح ونجات کی) آرزوئیں باندھے۔

ایک حدیث شریف میں وارد ہوا ہے:

إِنَّمَا أَخَافُ عَلٰى هٰذِهِ الْأُمَّةِ كُلَّ مُنَافِقٍ يَتَكَلَّمُ بِالْحِكْمَةِ وَيَعْمَلُ بِالْجَوْرِ. (شعب الایمان)

ترجمہ: مجھے اس امت پر ہر اس منافق سے اندیشہ ہے جو باتیں تو حکیمانہ کرے لیکن کام اس کے ظالمانہ ہوں۔

دانشمندانہ، فکرانگیز، حکمت پر مبنی، شیریں گفتگو ہو مگر عمل ظالمانہ وفاسقانہ ہو، زبان نبوت میں ایسے لوگ امت کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہیں اور ان سے ہوشیار رہنے کی تاکید و تلقین ہے، ایک حدیث میں ایسے لوگوں کے بارے میں آیا ہے کہ ان کی زبانیں شکر اور شہد سے زیادہ شیریں مگر دل بھیڑیوں کی طرح خطرناک ہوں گے، اور ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی ہے کہ ہر نبی کی امت میں ایسے ناخلف ہوتے ہیں جو قول وعمل کے تضاد اور حکم شریعت کے عصیان میں مبتلا ہوتے ہیں، ایسے لوگوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد (ان کی غلط کاریوں پر نکیر) کرنے والا مؤمن کامل ہے، ان سے زبانی جہاد کرنے والا درمیانی درجہ کا مسلمان ہے، اور صرف دل سے جہاد کرنے والا (دل میں ان کے عمل کو برا سمجھنے والا) ناقص مؤمن ہے، اس کے بعد ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں رہتا۔ (مسلم شریف)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی وصف قول وعمل کی ہم آہنگی اور قوتِ عمل تھا جس نے آپ کو ہر مرحلۂ حیات میں کامیابی سے ہم کنار کیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کے جواب میں کہا تھا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ. (ابو داؤد شریف)

ترجمہ: آپ کا اخلاق قرآن ہے۔

یعنی جو کچھ قرآن میں بصورتِ الفاظ ہے وہی آپ کی سیرت وحیات میں بصورتِ عمل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتا پھرتا قرآن ہیں، آپ نے جو حکم بھی دیا سب سے پہلے اور سب سے زیادہ خود اس پر عمل کرے دکھایا، غریبوں کی امداد کا حکم دیا تو پہلے خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلایا، دشمنوں کو معاف کرنا سکھایا تو پہلے خود دشمنوں کو معاف کیا، نماز کا حکم دیا تو سب سے زیادہ نمازیں خود پڑھیں، زکوٰۃ کا حکم دیا تو اپنا سب مال راہِ خدا میں قربان کر دیا، قرآن نے اسی لئے آپ کی حیات کی اخلاقیت کو آپ کے معاصرین کے سامنے نقد وتبصرہ کے لئے پیش کیا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُراً مِنْ قَبْلِهٖ أَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ. (یونس: ١٦)

ترجمہ: میں اس سے پہلے ایک مدت تمہارے درمیان گذار چکا ہوں، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

پھر آپ کو خطاب کر کے فرمایا:

إِنَّکَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ. (القلم: ٤)

ترجمہ: اے محمد! یقیناً آپ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

قول وعمل اور گفتار وکردار کی موافقت ہی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر میدان زندگی میں نمایاں کامیابی عطا کی، اور آج بھی کامرانی کی کلید یہی موافقت ہی ہے، اسلاف کی کامیابیوں اور ظفر مندیوں پر ناز کرنے والے اور اپنے آپ کو فراموش کرنے والے افراد سے اقبال کی زبان میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ: ؎

تم ہو گفتار سراپا، وہ سراپا کردار
تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستاں بکنار

قول و عمل

یہ آوازیں تو آئے دن سنائی پڑتی ہیں کہ مسلمان اس وقت اپنی بے حسی اور دنیا پرستی کی آخری حدیں عبور کر رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہر جگہ بے حیثیت ہیں، مذہب بیزاری نے انہیں رسوا کر ڈالا ہے، یہ خیالات مفروضہ نہیں بلکہ حقائق ہیں جن کا مشاہدہ ہم بچشم خود جب چاہیں کر سکتے ہیں، لیکن اپنی ذمہ داری بھی محض حالات کے مشاہدہ اور تبصرہ پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ خیر امت کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے ہمیں اپنی عملی زندگی کی اصلاح کے بعد اصلاح عام کا علم لے کر اٹھ کھڑا ہونے کا ذمہ دار بھی بنایا گیا ہے، ظاہر ہے کہ معاشرہ افراد کے مجموعہ کا نام ہے، ہر فرد اصلاح ذات کے بعد اصلاح عام میں دلچسپی لے گا تبھی معاشرہ سدھر پائے گا، ورنہ محض تنقید تو کچھ بھی سودمند نہیں ثابت ہو سکتی۔

مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لینے سے ہمارے سامنے تین طرح کے مسلمان طبقات ظاہر ہوتے ہیں، اب ہمیں ان ہی کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم کس طبقہ میں ہیں اور ہمیں کیا کرنا ہے؟ پہلا طبقہ تو ان حضرات کا ہے جن کے پاس زبانی دعوؤں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، عمل سے ان کی زندگی بالکل خالی اور محروم ہے، بدقسمتی سے اکثریت اسی طبقہ کو حاصل ہے، ان کی دل ربا، لچھے دار اور جادو اثر گفتگو سے ہر خاص و عام متأثر ہو جاتا ہے، مسلمانوں کی حالت زار پر اظہار تاسف، فلسفۂ اسلام کی تشریح اور دانشمندانہ تجاویز پر مشتمل باتیں ان کی زبانوں سے ہمہ وقت نکلتی رہتی ہیں مگر ان کی اپنی عملی زندگی انتہا درجہ مایوس کن نظر آتی ہے، طرفہ تماشا یہ ہے کہ وہ خود اپنی ذمہ داریاں صرف قول تک محدود باور کرتے ہیں، اور

عملی زندگی کو پرسنل معاملہ کہہ کر ٹال جاتے ہیں، ہمارے معاشرہ میں دعوتی کام کرنے والے افراد کا یہی المیہ ہے کہ وہ عملی زندگی میں ناکام ہیں، ظاہر ہے کہ جب قول عمل کے سانچہ میں ڈھلا ہوا نہ ہو تو اس کی تاثیر کہاں ظاہر ہوسکتی ہے؟ اللہ نے خود اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا:

''اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں''۔ (الصّف:۳)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کی پیشین گوئی کی ہے جو شکر سے زیادہ میٹھی زبان رکھیں گے مگر ان کے دل بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔

دوسرا طبقہ ان حضرات کا ہے جو خاموش عمل کو ترجیح دیتے ہیں، ان کے یہاں قول کا خانہ نہیں، صرف عمل ہی عمل ہے، یہ طبقہ بجائے خود درست روش پر ہے مگر اس کا فائدہ عموماً متعدی نہیں ہو پاتا لازم رہ جاتا ہے، اس لئے شخصی پرسنل معاملات کی حد تک تو یہ نقطۂ نظر بیحد حکیمانہ ہے اور مفید ہے مگر اجتماعی ودعوتی امور میں صرف خاموش عمل ہی مؤثر نہیں ہے بلکہ مؤثر اظہار و بیان اور قول بھی اس کا لازمی جزء ہے۔

تیسرا طبقہ ان حضرات کا ہے جو قول وعمل دونوں کے جامع ہیں، موجودہ دنیا میں اسی طبقہ کی ضرورت ہے، انبیاء ومجددین، داعیان ومصلحین نے ہر دور میں ایسے ہی افراد تیار کئے ہیں اور اس وقت بھی ان ہی کو تیار کرنے کی ضرورت ہے، موجودہ حالات میں جب غیر اسلامی فلسفۂ زندگی اور مادّہ پرستانہ فکر پوری قوت سے پھیلائی جارہی ہے ایسے قول وعمل کے جامع افراد کی ضرورت روز افزوں ہے جو اپنے عمل کی اصلاح کے بعد عوام کی اصلاح کے لئے میدان میں آئیں۔

ہم جب بھی مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیں تو پہلے اپنے آپ کو بھی دیکھیں کہ کیا ہم اس تیسرے طبقہ میں شامل ہیں؟ اگر خدانخواستہ ہم شامل نہیں ہیں تو اصلاح عام کے کام

کے ساتھ ساتھ خود کو بھی اس معیار پر کھرا ثابت کرنے کی کوشش کریں۔قول و عمل کی جامعیت ہی وہ امتیازی وصف ہے جو فاتح عالم اور مؤثر ترین ثابت ہوتا ہے، ماضی میں ہماری کامیابی و نیک نامی کی ساری داستانوں کے پس پردہ یہی عامل کارفرما رہا ہے، اور آج بھی ہماری کامیابی کی ضمانت اسی امتیازی وصف کو اپنانے ہی میں ہے۔

خوفِ خدا کی اہمیت

قرآنی تعلیمات اور نبوی ہدایات میں متعدد مقامات پر خوفِ خداوندی اور خشیتِ ربانی کی فضیلت اور اس کی تاکید و تلقین کا مضمون ملتا ہے، اور حقیقت یہی ہے کہ جس بندے میں خوفِ خدا پیدا ہو جاتا ہے وہ دینوی واخروی ہر نوع کی فلاح اور کامرانی کا مستحق ہو جاتا ہے۔

علماء کے بیان کے مطابق خوف کی کئی قسمیں ہیں، علامہ ابن رجب حنبلی کے بقول مطلوب اور واجبی خوف وہی ہے جو فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب پر آمادہ کرے، اور اگر خوف اتنا زیادہ ہو جائے کہ وہ دلوں میں نفل عبادتوں کی انجام دہی، معمولی گناہوں اور خلاف اولیٰ امور سے اجتناب اور ضرورت سے زائد مباح امور سے پرہیز کا باعث بن جائے تو یہ قابل تعریف بات ہے، لیکن اگر خوف اس قدر بڑھ جائے کہ بیماری یا موت یا دائمی فکر اور اللہ کے محبوب اعمال کی انجام دہی سے رک جانے کا سبب بن جائے تو یہ خوف قابل تعریف نہیں بلکہ قابلِ مذمت ہے۔ (التخویف من النار: ۱۸)

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے کہ:

”سچا اور قابل تعریف خوف وہ ہے جو انسان اور محرمات الٰہیہ کے درمیان حائل ہو جائے، اگر خوف اس سے زائد ہو جائے تو اس میں مایوسی اور نا امیدی کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے وہ قابل مذمت ہے، ابوعثمان کے بقول ظاہری و باطنی گناہوں سے اجتناب ہی سچا خوف ہے، اور بقول امام ابن تیمیہ قابل تعریف خوف وہ ہے جو حرام امور سے روک دے اور بچالے“۔ (مدارج السالکین: ۱/۵۱۴)

امام غزالی نے خوف کی تین قسمیں کی ہیں: (۱) ناقص (۲) ضرورت سے زائد (۳) معتدل۔

خوف ناقص کی مثال عورتوں کی رقت ہے کہ وہ قرآن کی ایک آیت سن لیتی ہیں تو ان پر گریہ طاری ہوجاتا ہے اور اشک رواں ہوجاتے ہیں، اسی طرح خوفناک چیز دیکھ لیتی ہیں تو رونے لگتی ہیں، پھر اس کے بعد غفلت طاری ہوجاتی ہے، یہ خوف ناقص، بے فائدہ، بے نتیجہ اور بے اثر ہوتا ہے۔

اور ضرورت سے زائد خوف وہ ہے جو حد اعتدال سے تجاوز کر کے مایوسی کی حد میں داخل ہوجائے اور عملی قوت ختم اور کمزور کردے، معتدل خوف وہ ہوتا ہے جو اعضاء کو معاصی سے روکتا اور طاعات کا پابند کرتا ہے۔ (احیاء العلوم: ۱۵۶/۴)

علماء کا کہنا ہے کہ رونے اور آنکھ سے اشک پونچھنے والا خائف نہیں ہے، خائف تو وہ ہے جو گناہوں کو اللہ کی سزا کے ڈر سے چھوڑ دے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے دور بھاگتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اللہ کی طرف بھاگتا ہے، خوف الٰہی کی پہچان یہی ہے۔

امام غزالیؒ نے خوفِ خدا کی اہمیت کے ذیل میں یہ نکتہ واضح کیا ہے کہ ''شہواتِ نفسانیہ کا قلع قمع کسی اور تدبیر سے اتنا ممکن نہیں جتنا خوفِ خداوندی کی تدبیر سے ممکن ہے، خوفِ خدا ہی شہوتِ نفس کو جلانے والی آگ اور ختم کرنے والا زہر ہے، خوف جس قدر زیادہ اور پختہ ہوگا شہوتیں اتنی ہی زیادہ ختم ہوں گی، معاصی سے اتنا ہی زیادہ بچاؤ ہوگا اور طاعات کا اتنا ہی زیادہ شوق اور اہتمام ہوگا، خوف کی اہمیت و عظمت تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں، کیونکہ عفت مآبی، خداترسی، ورع و پرہیزگاری اور مجاہدہ جیسے اللہ کا قرب عطا کرنے والے اعمال واوصاف صرف خوفِ خدا کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔ (احیاء العلوم: ۱۰۶/۴)

خوف خدا کی عظمت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ سے آخرت میں دشواریوں سے بے خوفی اور امن حاصل رہے گا، ارشادِ نبوی ہے:

''اللہ فرماتا ہے کہ میری عزت وجلال کی قسم! میں اپنے کسی بندے کے لئے دو خوف یا دو امن جمع نہ کروں گا، اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا تو قیامت میں میں اسے خوف میں مبتلا کردوں گا، اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہا تو قیامت میں میں اسے بے خوف بنادوں گا''۔ (بزار)

قرآنِ کریم میں یہی بات بار بار کہی گئی ہے، مثلاً ارشاد ہے:

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ أَمِيْنٍ. (الدخان: ۵۱)

ترجمہ: اہل تقویٰ امن کی جگہ میں ہوں گے۔

اہل جنت سے کہا جائے گا:

اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ آمِنِيْنَ. (الحجر: ٤٦)

ترجمہ: تم جنت میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہوجاؤ۔

ارشادِ باری ہے:

أَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمَّنْ يَّأْتِيْ آمِناً يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(حٰم السجدة: ٤٠)

ترجمہ: آیا وہ شخص بہتر ہے جو آگ میں جھونکا جانے والا ہے یا وہ جو قیامت کے روز امن کی حالت میں حاضر ہوگا؟

وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ آمِنُوْنَ. (النمل: ۸۹)

ترجمہ: اور (اہل ایمان کامل) اس دن (قیامت میں) گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔ یعنی بے خوف ہوں گے۔

اگر انسان کا دل دنیا میں اللہ کے خوف سے لرزتا ہے تو اس خوف کا ثمرہ قیامت میں بے خوفی، امن اور جنت کی شکل میں ملے گا اور وہاں اہل جنت اپنا یہ حال بیان کریں گے کہ:

إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ أَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ، فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْمِ. (الطور: ۲۶-۲۷)

ترجمہ: ہم دنیا میں خائفانہ زندگی گزارتے تھے، اس کے ثمرے میں اللہ نے ہم پر فضل فرمایا ہے اور ہم کو آتشِ سوزاں کے عذاب سے محفوظ فرمایا ہے۔

اور اگر انسان کا دل دنیا میں اللہ سے اور آخرت کی باز پرس سے بے خوف ہے تو قیامت میں اس کا حال یہ ہوگا کہ وہ کانپ رہا ہوگا اور بالآخر لقمۂ جہنم بنے گا، روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس آئے جو نزع کے عالم میں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! متضاد کیفیت ہے، اپنے گناہوں کا خوف بھی ہے اور اللہ کی رحمت کی امید بھی ہے، آپ نے فرمایا کہ:

لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُوْ، وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ. (ترمذی شریف)

ترجمہ: یہی ایمان ہے، جس بندۂ مؤمن کے دل میں اس جیسے (مشکل) موقع پر خوف ورجاء دونوں جمع ہو جاتے ہیں تو اللہ معاملہ یہ کرتا ہے کہ اسے اس کی امید کے مطابق اپنی رحمت سے نوازتا ہے اور اسے خوف سے امن میں لے آتا ہے۔

خداترسی

خوف خدا اور فکر آخرت وہ چیزیں ہیں جو ایمان کے بعد حیات انسانی کی اصلاح، آراستگی اور کامیابی میں سب سے اہم اور کلیدی رول ادا کرتی ہیں، اللہ کا خوف اور اس کے عذاب وعقاب اور گرفت سے ڈرنا ہی انسان کی نجات اور فلاح کی اساس ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ کے خوف سے کسی بندہ کے جسم کا رونگٹا کھڑا ہوجاتا ہے تو اس وقت اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے پرانے بوسیدہ درخت کے پتے جھڑتے ہیں، ایک دوسری حدیث میں اللہ کے خوف اور اس کی ہیبت سے آنکھوں کے اشکبار ہونے اور آنسوؤں کے ڈھلک کے رخسار پر آجانے پر نارِ جہنم کے حرام ہوجانے کی اہل ایمان کو بشارت دی گئی ہے، قرآن کریم میں بھی معیار فضیلت خداترسی ہی کو قرار دیا گیا ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ. (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: تم میں سب سے معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی ابن کعبؓ سے پوچھا ''تقویٰ کی حقیقت کیا ہے''؟ انھوں نے فرمایا: کیا کبھی آپ کا گزر خاردار راہوں سے ہوا ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا: بارہا میرا گزر ہوا ہے، حضرت ابی بن کعبؓ نے کہا: ایسے میں آپ نے کیا کیا؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا: میں نے اس میں پوری کوشش صرف کرڈالی کہ کانٹوں سے الجھے بغیر سلامتی سے باہر نکل آؤں، اس پر حضرت ابیؓ نے فرمایا: بس یہی تقویٰ کی حقیقت ہے۔

تقویٰ یہی ہے کہ گناہوں سے اپنا دامن نہایت احتیاط اور ہوش مندی سے بچالیا جائے، قرآن کی مختلف آیات میں خداترسی کا حق ادا کرنے، حسب الامکان اللہ سے ڈرنے، ہمیشہ لرزاں وترساں رہنے، خوداحتسابی، زندگی کی آخری سانس تک خوف خدا کوملحوظ رکھنے، اوراحکام اسلام کوانجام دینے کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔

اور پھر جن دلوں میں خوفِ خدا جاگزیں ہوجاتا ہے، ان کے لئے جنت، انعامات الٰہی، رضائے خداوندی کی بشارتیں ہیں، خداترسی کی برکتوں، ثمرات اورفوائد کا کوئی شمارنہیں، ایک فائدہ یہی ہے کہ منجانب اللہ آسمانی اور زمینی برکتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، مشکلات ومصائب میں نجات کی راہ مل جاتی ہے، بے سان وگمان رزق عطا ہوجاتا ہے، ناامیدی میں امید کی کرن نمودار ہوتی ہے، مایوسی کے عالم میں خوش خبری ملتی ہے، حق وباطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت، قوت اورشان پیدا ہوجاتی ہے، اللہ کی اعانت وامدادونصرت وحفاظت ہمہ وقت سایہ فگن رہتی ہے، دشمن کی گزند سے پناہ رہتی ہے، خطاؤں اورلغزشوں کے بدل کے طور پر اعمالِ حسنہ کی منجانب اللہ توفیق عطا ہوتی ہے، آخرت میں تمام گناہوں کی مغفرت کا وعدہ بھی ہے، اللہ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔

خداترسوں کے نمایاں اوصاف وعلامات یہ ہوتی ہیں کہ وہ کامل الایمان ہوتے ہیں، تمام طاعات کی انجام دہی کرتے ہیں، وعدہ اورعہد وفا کرتے ہیں، صبر واستقلال کے جوہر سے آراستہ ہوتے ہیں، خوشی وناخوشی، تنگی وفراخی، کشاکش، وکشائش، بیماری وتندرستی، سفر وحضر، شب وروز، صبح وشام ہر موقع ومرحلہ پر وہ راست باز، عبادت گزاراور اطاعت شعار ہوتے ہیں، غصہ پی جاتے ہیں، تحمل سے کام لیتے ہیں، اپنی خطاؤں پر نادم وپشیمان اور بصدق قلب تائب ہوتے ہیں۔

خداترسی اورتقویٰ کا اصل تعلق دل سے ہوتا ہے، خداترس وہی ہے جس کا دل اللہ

کے خوف سے لرزتا، تڑپتا اور دھڑکتا رہے اور اس دل کے لرزنے کا اثر ظاہری اعمال پر اس صورت میں نمایاں ہو کہ نیک اعمال ہی ہوں، اور سوءِ اتفاق خطائیں ہو بھی جائیں تو فوراً تنبہ اور آگاہی ہو اور توفیقِ توبہ ہو۔

خدا ترسی کی دولت سب سے قیمتی دولت ہے، جسے یہ دولت مل گئی اس کے لئے دنیا کی تمام چیزیں بے مایہ اور ہیچ ہو جاتی ہیں۔

دین پر جماؤ

احادیثِ نبویہ میں قربِ قیامت میں آنے اور چھانے والے فتنوں کی مکمل اور مفصل پیش گوئی ملتی ہے، اور یہ وضاحت ملتی ہے کہ فتنوں کے غلبے کے دور میں دین پر جماؤ اور شریعت پر استحکام کا ثواب دوسرے ادوار کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے، مشکل اور ناگفتہ بہ حالات میں جہاں ایمان اور عملِ صالح کی راہ میں خطرات اور روڑے ہوں، دشمنانِ دین اہلِ حق کی مذہبی آزادی کے لئے بالکل تیار نہ ہوں اور ہر ممکن کوشش سے حق کی راہِ مسدود کرنے کے دَرپے ہوں، ان حالات میں جو بندۂ خدا صراطِ مستقیم پر گامزن رہے اور اس کے قدم جادۂ حق پر استوار رہیں، اس کے دین کی قوت، یقین کی پختگی اور استقامت وثابت قدمی اللہ کی نگاہ میں بڑی قدر ومنزلت رکھتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ:

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَأَحَبُّ إِلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ.

(مسلم شریف)

ترجمہ: طاقتور مسلمان (ایمانی طاقت اور جسمانی قوت کا حامل) اللہ کی نگاہ میں کمزور مسلمان سے زیادہ بہتر اور محبوب وپسندیدہ ہے۔

احادیث ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دورِ فتن میں دین پر جمے رہنے والے کو پچاس مسلمان کے برابر اجر ملتا ہے، ابوامیہ شعبانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوثعلبہ خشنی سے پوچھا کہ اِس آیت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جس میں اہل ایمان سے کہا گیا ہے:

عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ، لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ، إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعاً. (المائدة: ۱۰۵)

ترجمہ: اپنی فکر کرو، تم اگر ہدایت یافتہ ہو تو گمراہ لوگ تم کو بالکل نقصان نہ پہنچا سکیں گے، تم سب کو لوٹ کر اللہ کے پاس جانا ہے۔

حضرت ابوثعلبہ نے فرمایا کہ میں نے اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

اِئْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى إِذَا رَأَيْتَ شُحاً مُطَاعاً وَهَوًى مُتَّبَعاً وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً، وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهِ، فَعَلَيْكَ نَفْسَكَ، وَدَعْ أَمْرَ الْعَوَامِّ، فَإِنَّ وَرَاءَكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، فَمَنْ صَبَرَ فِيْهِنَّ قَبَضَ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيْهِنَّ أَجْرُ خَمْسِيْنَ رَجُلاً يَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِهِ. (ترمذی شریف: ۳۰۶۰، ابن ماجة: ۴۰۴۱)

ترجمہ: تم نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو، یہاں تک کہ جب تم یہ دیکھ لو کہ بخل وحرص کی راہ پر لوگ چل رہے ہیں، خواہشِ نفس کی پیروی ہو رہی ہے، دنیائے دوں کو آخرت پر ترجیح دی جا رہی ہے، ہر صاحب رائے اپنی رائے پر خوش (اور مصر ہو کر اسی کو حرفِ آخر قرار دینے پر تلا ہوا) ہے، اور فساد و بگاڑ اتنا بڑھ گیا ہے کہ اس کا مقابلہ وازالہ اور روک تھام تمہارے بس سے باہر ہے تو پھر تم اپنی (اور اپنے ایمان کے بچاؤ کی) فکر میں لگ جاؤ، دوسروں کو ان کے حال پر چھوڑ دو (ان کے پیچھے مت پڑو) آگے چل کر (فتنوں اور شدائد کے) ایسے ایام آنے والے ہیں جن میں دین پر جما ؤ انگارہ ہاتھ میں لینے کی طرح (مشکل اور مصائب سے پر) ہوگا، ان حالات میں دین اور عمل صالح پر قائم رہنے والے کو اس جیسا

عمل کرنے والے پچاس افراد کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔

آج امت مسلمہ داخلی وخارجی فتنوں سے گھری ہوئی ہے، کفر کی قوتیں باہر سے، نفاق کی قوتیں اندر سے اور نفس کی شہوتیں دل کے اندرون سے پوری امت پر حملہ آور ہیں، مذکورہ حدیث میں امت کے لئے بہت کچھ سامانِ تسلی اور موجودہ صورتحال کا لائحۂ عمل موجود ہے، امت اگر اپنا ایمانی تحفظ چاہتی ہے تو اسے دین کی طرف لوٹنا ہوگا، یہ حدیث امت کے لئے بشارتِ عظمیٰ ہے جس میں وارد ہوا ہے:

عِبَادَةٌ فِیْ الْهَرَجِ كَهِجْرَةٍ إِلَیَّ. (مسلم شریف)

ترجمہ: فتنے کے زمانے میں اللہ کی (پرخلوص) عبادت میری (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی) طرف ہجرت کے (اجروثواب میں) برابر ہے۔

انسان کی ناشکری

انسان پر خدائے ذوالجلال کی نعمتیں شمار سے باہر ہیں، اللہ نے انسان کو سب سے مکرم بنایا ہے، اسے بحر و بر میں سواریاں عطا کی ہیں، اسے پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ہے، اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی ہے، خوبصورت سانچے اور بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے، اشرف المخلوقات بنایا ہے، اسے اس کائنات کا سب سے زیادہ قیمتی، قابل احترام، لائق محبت اور مستحق حفاظت وجود بنایا ہے، اسے اس بزمِ عالم کا صدر نشین بنایا ہے، اس کا رتبہ اتنا برتر کیا ہے کہ اس سے اوپر صرف خدا کی ہستی رہ جاتی ہے، قرآن کی زبان میں انسان اللہ کا نائب ہے، یہ پوری دنیا اور پورا کارخانۂ عالم اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، کائنات کی اشیاء کو اس کی خدمت میں لگا دیا گیا ہے، زمین و آسمان کی تمام چیزیں اس کے لئے مسخر کردی گئی ہیں، اللہ نے اپنی ظاہری و باطنی، عیاں و نہاں، کھلی چھپی تمام نعمتیں انسان پر تمام کردی ہیں، سب اشیاء اس کی تابع و خادم بنائی گئی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ انسان اللہ کی نعمتوں کو شمار ہی نہیں کرسکتا، اس کی نعمتوں کا بحر بے کراں ہے، اس کا کوئی ساحل و کنارہ ہی نہیں، ہر آن اس کی نعمت و فضل کی بارش انسان پر برستی رہتی ہے:؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند

تا تو نانے بکف آری و غفلت نہ خوری

اللہ نے انسان کو اپنا کنبہ قرار دیا ہے، انسانیت کا حد درجہ احترام اللہ کی شریعت میں ملحوظ رکھا گیا ہے، ان تمام بے پایاں نعمتوں کا شکر اسی وقت ادا ہوسکتا ہے جب انسان اپنے

مقصدِ تخلیق یعنی عبادت و بندگی سے کسی لمحہ غافل نہ ہو، لیکن دوسری طرف اکثر انسانوں کی صورت حال بالکل الٹی ہے، قرآن کی زبان میں:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْراً، وَّأَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ. (ابراهيم: ۲۸)

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت پائی اور اسے کفرانِ نعمت سے بدل ڈالا اور اپنے ساتھ اپنی قوم کو بھی ہلاکت کے گھر میں جھونک دیا۔

ایک طرف اللہ نے ہر طرح کی نعمت دی اور:

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً، فَأَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّكُمْ، وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِى الْبَحْرِ بِأَمْرِهٖ، وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ، وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ، وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ، وَآتَاكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوْهُ، وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا، إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ.

(ابراهيم: ۳۲–۳٤)

ترجمہ: آسمان وزمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے تمہاری رزق رسانی کے لئے طرح طرح کے پھل دیئے، اس نے کشتی کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لئے مسخر کیا، سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جارہے ہیں اور رات ودن کو تمہارے لئے مسخر کیا اور تمہیں وہ سب کچھ دیا جو تم نے مانگا، اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے، حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے

انصاف اور ناشکرا ہے۔

فطرت کی ہر مانگ، زندگی کا ہر مطلوب اور بقاء وارتقاء کے تمام وسائل فراہم ومہیا کئے جانے کے باوجود یہ انسان ناشکری اور احسان فراموشی کی آخری حدوں تک پہونچ چکا ہے، انسان کا اپنا وجود ایک عالم اصغر ہے، اس کے تمام اعضاء، جسم کے ہر جوڑ اور ہر رگ وریشہ میں اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی لامتناہی نعمتوں کا ایک خزانہ مخفی وپنہاں ہے، لیکن انسانی طبیعت کی یہ عالمگیر کمزوری ہے کہ جب تک وہ ایک نعمت سے محروم نہیں ہوجاتا تب تک اس کی قدر وقیمت کا صحیح اندازہ نہیں کرسکتا اور ناشکری کرتا جاتا ہے، قرآن نے انسان کو اسی کفرانِ نعمت کی طرف بارہا متوجہ کیا ہے۔

نعمتوں کی ناقدری، کفرانِ نعمت، احسان ناشناسی، معصیت اور بے راہ روی کے نتائج انسان کو مصائب، مشکلات، حادثات اوراذیتوں کی شکلوں میں بھگتنے پڑتے ہیں، قرآن کہتا ہے:

وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً قَرْیَۃً کَانَتْ آمِنَۃً مُّطْمَئِنَّۃً، یَّأْتِیْھَا رِزْقُھَا رَغَداً مِنْ کُلِّ مَکَانٍ، فَکَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰہِ، فَأَذَاقَھَا اللّٰہُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ. (النحل: ۱۱۲)

ترجمہ: اور دیکھو کہ اللہ نے ایک مثال بیان کی، ایک بستی تھی جہاں ہر طرح کا امن تھا، ہر جگہ سے سامانِ رزق آتا رہتا تھا اور ہر شخص فراغت سے کھاتا رہتا تھا، لیکن پھر ایسا ہوا کہ انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے بھی ان کے کاموں کی پاداش میں انہیں نعمتوں سے محروم کردیا، تنعم کی جگہ فاقہ اور امن کی جگہ خوف ان پر چھا گیا۔

دنیوی نتائجِ بد کے سوا اخروی نتائج کہیں زیادہ بدتر ہوں گے، قرآن کے بقول:

لَھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ، وَمِنْ تَحْتِھِمْ ظُلَلٌ، ذٰلِکَ

يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ، يَا عِبَادِ فَاتَّقُوْنِ. (الزمر: ١٦)

ترجمہ: ان پر آگ کی چھتریاں اوپر سے بھی چھائی ہوں گی اور نیچے سے بھی، یہ وہ انجام ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، تو اے بندو! میرے غضب سے بچو۔

وجودِ انسانی پر یہ خدائی لامتناہی نعمتیں دعوتِ شکر وعمل دیتی ہیں، یہ بندوں کو خدا کا پیغام سناتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ اللہ کا کرم اور فیض بالکل عام ہے، اس کی ہدایت سب کو یکساں ہے مگر اکثر افراد اس دعوت اور صدا پر ذرا بھی کان نہیں دھرتے اور ناشکری و بے عملی میں مسلسل مبتلا رہتے ہیں جس کا خمیازہ نعمتوں سے محرومی کی شکل میں بھگتنا پڑتا ہے: ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ رہروِ منزل ہی نہیں

کامل انسان اور مکمل انسانیت

قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ:

وَيَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالۡخَيۡرِ، وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلاً.

(بنی اسرائیل: ۱۱)

ترجمہ: انسان شر اسی طرح مانگتا ہے جس طرح خیر مانگنی چاہئے، انسان بڑا ہی جلد باز واقع ہوا ہے۔

وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ كَفُوۡراً. (بنی اسرائیل: ٦٧)

ترجمہ: انسان واقعی بڑا ناشکرا ہے۔

وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ قَتُوۡراً. (بنی اسرائیل: ١٠٠)

ترجمہ: واقعی انسان بڑا تنگ دل واقع ہوا ہے۔

وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ أَكۡثَرَ شَيۡئٍ جَدَلاً. (الکھف: ٥٤)

ترجمہ: انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے۔

قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَا أَكۡفَرَهٗ. (عبس: ١٧)

ترجمہ: خدا کی مار ہو انسان پر کیسا ناشکرا اور منکرِ حق ہے وہ۔

يٰأَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ الَّذِیۡ خَلَقَكَ.

(الانفطار: ٦)

ترجمہ: اے انسان! کس چیز نے تجھے اپنے اس ربِ کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا ہے جس نے تجھے پیدا کیا۔

إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ، أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ، إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ.

(العلق: ٦–٨)

ترجمہ: انسان سرکشی کرتا ہے اس بناء پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے حالانکہ پلٹنا یقیناً تیرے رب ہی کی طرف ہے۔

إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ. (العادیات: ٦)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ. (الھمزۃ: ٣)

ترجمہ: انسان سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا، إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا، وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا، إِلَّا الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ.

(المعارج: ١٩–٢٣)

ترجمہ: انسان کم ہمت، تھڑدلا، بے صبرا پیدا کیا گیا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے مگر وہ نمازی جو اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں۔

وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً، فَرِحَ بِهَا، وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَإِنَّ الْإِنسَانَ كَفُورٌ. (الشوریٰ: ٤٨)

ترجمہ: انسان کا حال یہ ہے کہ جب ہم اسے اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس پر پھول جاتا ہے اور اگر اس کے اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا کسی مصیبت کی شکل میں اس پر الٹ پڑتا ہے تو وہ سخت ناشکرا بن جاتا ہے۔

فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي

أَكْرَمَنْ وَأَمَّا اِذَا مَا ابْتَلاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُوْلُ رَبِّیْ أَهَانَنْ.

(الفجر: ۱۵-۱۶)

ترجمہ: مگر انسان کا حال یہ ہے کہ اس کا رب جب اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اسے عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنا دیا اور جب وہ اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔

وَإِذَآ أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَ بِجَانِبِهٖ، وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ. (حٰم السجدة: ۵۱)

ترجمہ: انسان کو جب ہم نعمت دیتے ہیں تو وہ منھ پھیرتا ہے اور اکڑ جاتا ہے، اور جب اسے کوئی آفت چھو جاتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيْفاً. (النساء: ۲۸)

ترجمہ: انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهٖ أَوْ قَاعِداً أَوْ قَائِماً، فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَّمْ يَدْعُنَا إِلٰى ضُرٍّ مَسَّهُ. (یونس: ۱۲)

ترجمہ: اور جب انسان پر کوئی سخت وقت آتا ہے تو وہ کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہم کو پکارتا ہے، مگر جب ہم اس کی مصیبت ٹال دیتے ہیں تو ایسا چل نکلتا ہے کہ گویا اس نے کبھی اپنے کسی برے وقت میں ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔

قرآن نے مختلف مقامات پر انسان کے طرزِ عمل اور نفسیات کا یہ نقشہ بھی کھینچا ہے؛ لیکن یہ اوصاف عام طور پر انسان کی اس نوع کے ہیں جو جوہر ایمان سے محروم ہو یا ایمان کے رسمی اظہار کے بعد اپنی پوری زندگی خلافِ ایمان اعمال میں بسر کرتی ہو، جو انسان ایمان

اور عمل صالح کے ذریعہ اپنی انسانیت کو آراستہ اور درست نہ کرتا ہو وہ ہر طرح کی برائیوں میں ملوث ہوتا ہے اور وہ قرآنی تعبیر کے مطابق جانور بلکہ اس سے بھی زیادہ گیا گذرا ہوتا ہے، جو انسان ننگ انسانیت ہو تو وہ کتے اور گدھے سے بھی زیادہ بے حیثیت ہوتا ہے، پھر نہ دنیا اس کی ہے اور نہ آخرت۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے:

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ، إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ. (العصر)

ترجمہ: زمانے کی قسم! انسان در حقیقت خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔

انسان صحیح معنوں میں وہ ہے جو اپنا مقصدِ تخلیق ہر لمحہ پیش نظر رکھ کر اسی میں لگا رہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں اس کا ہر قدم جادۂ مستقیم پر استوار رہے، ایسے ہی انسان کو خساروں اور ہلاکتوں سے بری قرار دیا گیا ہے، لیکن وہ انسان جو ناشکری، بے صبری، انکارِ حق، کم ہمتی، جھگڑے، سرکشی، عناد، مادّیت، زر پرستی، اتباعِ ہویٰ، بخل، اکڑ، کبر، احسان فراموشی، محسن کشی اور غدر و خیانت جیسی تمام لعنتوں میں اسیر ہو اور جو اپنی خساست و دناءت کی وجہ سے مذہب، قوم، وطن سب کے لئے ننگ و عار بن چکا ہو وہ صحیح معنوں میں انسان کہلانے کا مستحق ہی نہیں ہے۔

کیا عقل سلیم اس کی روادار ہوسکتی ہے کہ اسے انسانوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے جو اپنے بھائیوں کو بھی اپنی سفاکی اور وحشیت کا نشانہ بناتا ہو، جو ہزاروں معصوموں کی جانیں لے کر ان کے تڑپتے لاشوں پر ہنستا اور ٹھوکریں مار کر گذر جاتا ہو، جو معصوم بچوں کے منہ سے نوالے چھین کر ان کے تڑپنے کا منظر دیکھتا اور خوش ہوتا ہو، اور جو بچوں کو یتیم، خواتین کو بیوہ اور ماؤں کو لاولد کرکے چین پاتا اور رقص کرتا ہو، جو امانت و دیانت اور عہد و وعدہ کی پاسداری

سے بالکل نا آشنا ہو، جو اپنے منافع کے لئے دوسروں کے ہر نقصان کو انگیز کرتا ہو اور جو اپنے خسیس مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر حد تجاوز Cross کرنے میں کوئی باک نہ رکھتا ہو؟

موجودہ دنیا میں ان نام نہاد انسانوں کی کثرت ہے جو اپنے اعمال واوصاف میں شیاطین سے مشابہ ہیں، کوئی دین کے نام پر دنیا طلبی میں لگا ہوا ہے، کوئی وطن پرستی کے نام پر وطن فروشی کررہا ہے، کوئی تجارت کا سہارا لے کر چوری کررہا ہے، کوئی محبت کا دَم بھر کر چھری چلا رہا ہے، کوئی معلم بن کر تعلیم کے اعلیٰ اقدار کو ملیا میٹ کررہا ہے، کوئی ڈاکٹر بن کر خدمتِ خلق کے نام پر لوٹ مار کررہا ہے، کوئی اپنی بیوی سے خیانت کررہا ہے، کوئی اپنے شوہر کی آنکھوں میں دھول جھونک کر خفیہ آشنائی میں مصروف ہے۔ بدکرداری کے بے شمار نمونے اور لامتناہی فہرست ہے، ہر ایک دوسرے کو کھانے اور ڈسنے کے چکر میں ہے، انسان اب ایسا بھیڑیا بن گیا ہے جس سے جنگل کے بھیڑیئے شرماتے ہیں۔

نئی تہذیب وتمدن کے علمبرداروں میں یہ بدکرداری کچھ زیادہ ہی نمایاں ہے، اور ہر صاحب بصیرت انسان ایک لمحہ میں اس کا اندازہ کرلیتا ہے، حکیم مشرق اقبال کا بیان ہے کہ میخانۂ مغرب میں ان کو دردِ سر کے سوا کچھ نہ ملا اور دانشمندانِ فرنگ کی ہمراہی میں گذرے ہوئے دن سے زیادہ بے کیف، بے سوز اور بے نور شب وروز ان کی پوری زندگی میں کبھی نہیں آئے: ؎

مَے از مَے خانۂ مغرب چشیدم
بجانِ من کہ دردِ سر خریدم
نشستم با نکویانِ فرنگی
ازاں بے سوز تر روزے ندیدم

قرآن کے بیان کے مطابق جب انسان کی زندگی کا اصل مقصد اللہ کی عبادت اور بندگی ہے تو پھر ایمان وعبادت سے انحراف رکھنے والا ہر عمل انسان کو اس کے مقصدِ حیات سے غافل اور دور کرتا چلا جائے گا، اور مقصد سے منحرف انسان کیسے صحیح معنوں میں انسان کہلا سکتا ہے؟

اِس مقصد سے دوری کے بعد انسان خواہ کوئی بھی عمل کرلے، کوئی بھی ایجاد کرلے، سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرلے یا چاند پر ٹھکانہ کرلے مگر وہ ہر آن انسانیت سے دور ہوتا جائے گا، نہ وہ اپنے خدا سے قریب ہوسکے گا، نہ وہ اپنی زندگی کی شب تاریک کو سحر کرسکے گا اور نہ وہ کسی کامیابی سے ہم کنار ہوسکے گا۔

مقصد حیات سے دوری اور اللہ سے قطع تعلق کی صورت میں انسان اس وقت کائنات کی سب سے بدترین مخلوق رہتا ہے، اور آخرت میں بھی وہ سب سے زیادہ رسوا ہوگا۔

اور مقصد حیات پر مضبوطی سے جماؤ اور اللہ سے تعلق کے نتیجہ میں انسان اس کائنات کی اشرف ترین مخلوق ہوتا ہے اور آخرت کی ساری نعمتوں سے بھی سب سے زیادہ وہی بہرہ مند ہوگا۔

مقصد حیات پر جماؤ اسی صورت میں پیدا ہوگا جب ان اوصاف کا مصداق بننے سے اپنے کو بچایا جائے جو قرآن کے حوالہ سے آغاز میں ذکر کیئے گئے، ہماری مشکل یہ ہے کہ قرآنی تعلیمات سے ہمارا عمل بالکل مختلف ہے اور یہی دین و دنیا میں ہماری پسماندگی کا سبب ہے، اقبال کے بقول مسلمانوں کے دلوں میں اب زندگی کا شرارہ گل ہو رہا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ختم ہو چکا ہے: ؎

در دلِ او آتشِ سوزندہ نیست
مصطفیٰ در سینۂ او زندہ نیست

اور اس افسوسناک صورتحال کا خاتمہ مشکل ضرور ہے ناممکن نہیں، ناامیدی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ہاں شرط یہ ہے کہ قرآن کی ہدایت کے مطابق ایمان، عمل صالح، صبر وحق کی تلقین کے وہ اوصاف اختیار کرلئے جائیں جو ہر خسارہ سے نجات کے ضامن ہیں ؎

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

تصنع واسراف اور سادگی

تاریخ کی کتابوں میں وزیر ''ابن الفرات'' کے بارے میں یہ ملتا ہے کہ اسراف اور عیش پرستی میں وہ اتنا زیادہ ڈوب گیا تھا کہ اس کے کھانے کے وقت دستر خوان پر تیس سے زائد چمچے سونے کے رکھے جاتے تھے اور وہ ایک چمچہ سے ایک لقمہ سے زیادہ نہ کھاتا تھا، ہر لقمہ پر چمچہ بدلتا تھا۔

عباسی خلیفہ مامون الرشید کے بارے میں آتا ہے کہ بسا اوقات اس کے دستر خوان پر تین سو سے زائد کھانے کی اقسام وانواع ہوتی تھیں وہ سب کو چکھتا تھا، دستر خوان لگانے اور اٹھانے پر دسیوں ملازم مامور تھے۔

خلیفہ عباسی مقتدر باللہ کی والدہ کا یہ واقعہ تواریخ میں مذکور ہے کہ اس کا جوتا بے حد قیمتی کپڑوں سے بنایا جاتا تھا، وہ کپڑے پہلے سائز کے حساب سے کاٹ لئے جاتے تھے پھر انہیں مشک وعنبر میں ملایا جاتا تھا اور پھر جوتا بنایا جاتا تھا، اور یہ قیمتی جوتا وہ چند روز استعمال کر کے ملازماؤں کو دے دیا کرتی تھی۔

ہارون رشید ایک بار ابراہیم بن مہدی کے ہاں دعوت پر گیا، دستر خوان پر ایک برتن میں مچھلیوں کے بے شمار چھوٹے چھوٹے ٹکڑے آئے، ہارون نے پوچھا کہ باورچی نے ٹکڑے اتنے چھوٹے کیوں کر دیئے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: امیر المؤمنین! یہ مچھلیوں کی زبانیں ہیں، ہارون نے قیمت پوچھی تو وہ ہزاروں درہم سے متجاوز تھی، اس پر ہارون نے ہاتھ کھینچ لیا اور کچھ نہ کھایا۔

خلیفہ معتضد کے پاس ۹ رملین دینار تھے اس نے یہ آرزو کی تھی کہ ایک ملین اور مل جائیں تو کل دس ملین ہو جائیں اور پھر وہ ان سب کو یکجا کر کے کسی خاص جگہ نمائش کے لئے رکھ دے تا کہ دنیا میں یہ مشہور ہو جائے کہ معتضد کے پاس دس ملین دینار ایسے ہیں جن کی اسے چنداں ضرورت نہیں ہے، لیکن : ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

آرزو پوری ہونے سے قبل پیغامِ اجل آ پہنچا۔

اسراف وتعیش کے یہ اور اس جیسے سیکڑوں واقعات کتبِ تاریخ میں موجود ہیں، ہر دور میں اسراف وتصنع کی شکلیں بدلتی رہی ہیں، نئی تہذیب میں اس کی بے شمار جدید شکلیں سامنے آئی ہیں، اور زمانۂ قدیم اور موجودہ دور میں ایک بہت بڑا فرق یہ ہے کہ قدیم زمانہ میں اسراف وتعیش صرف طبقۂ امراء کے بعض افراد تک محدود تھا، متوسط وادنیٰ طبقے مکمل اس سے دور تھے، اور دوری کو بہتر سمجھتے تھے، لیکن دورِ حاضر میں اب یہ وباء اعلیٰ اور متوسط دونوں طبقوں میں سرایت کر چکی ہے، ایک شادی ہی کا مسئلہ ہے جس کی مہینوں پہلے سے تیاریاں ہوتی ہیں، پانی کی طرح پیسے بہائے جاتے ہیں، رقم خرچ کرنے کے نت نئے راستے نکالے جاتے ہیں، اور پورا خاندان اس اسراف کی وجہ سے نا قابل بیان بوجھ کے نیچے دبا رہتا ہے۔

اسی تصنع وتعیش نے پورے نظامِ زندگی کو پیچیدہ بنا ڈالا ہے، ماڈرن اور ایڈوانس اور اپ ٹو ڈیٹ کھلانے کے شوق اور ''اپر کلاس'' میں شامل ہونے کی حرص کچھ اتنی بڑھ چکی ہے اور مادّیت کی چمک اس درجہ خیرہ کر چکی ہے کہ دل نہ چاہتے ہوئے تصنع اور دکھاوے کے لئے انسان اسراف وتعیش کی آخری حدوں تک جا پہونچنے کے لئے ہر طرح سے کوشاں ہے، اس صورتحال نے نہ جانے کتنے گھروں اور خاندانوں کا گھریلو اور خاندانی نظام خراب کر ڈالا ہے، کمالیات (غیر ضروری چیزوں) کی طرف تصنع کے طور پر مکمل توجہ عام ہو چکی ہے، گھر کی ضرور

یات پوری ہوں یا نہ ہوں مگر لباس بالکل اعلیٰ ہو، سامان آرائش اعلیٰ ہو، یہ سوچ کی تبدیلی فی الواقع عقلی نابالغی کی دَین ہے، تصنع وتکلف کی یہی صورتحال ہر جگہ ہے، سرکاری ملازمت، تجارت، تقریبات، تعزیت وتہنیت ہر جگہ یہی تصنع اور دکھاوا ہے، کہیں بھی سادگی اور بے تکلفی نہیں ہے، اوراب تو ادب ولٹریچر میں بھی اس تصنع کا دور دورہ ہے، کوئی شعبہ اس سے محفوظ نہیں رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ ہورہا ہے فطرت سے بغاوت اوراس کی مخالفت ہے، فطرت سادگی پسند ہوتی ہے، وہ یہ چاہتی ہے کہ صاف، بے لاگ اور دوٹوک گفتگو ہو، سوچ صاف ستھری ہو، ظاہر کی آرائش میں اعتدال ہو، ذہن ودماغ کبر اور بڑکپن کی سوچ سے دور رہیں، سادگی میں اصل لذت ہے، اس میں دلی راحت بھی ہے اور جسمانی صحت بھی، اسراف سے دوری بھی ہے اوراس بات کا مکمل شعور بھی کہ مادّی زندگی ہی سب کچھ نہیں کہ اس کے پیچھے جی جان سے لگ جایا جائے، بلکہ روحانی خوبصورت زندگی بھی اس کی اولین مستحق ہے کہ اس پر توجہ دی جائے، اس کو وقت دیا جائے اوراس کو سنوارا اور سجایا جائے۔

مادّیت وروحانیت کے مابین توازن کے اسی فقدان نے انسان کو بگاڑ کی آخری سرحد پر لے جاکر کھڑا کردیا ہے، اوراس بگاڑ کو دور اسی طرح کیا جاسکتا ہے کہ یہ توازن پیدا کیا جائے اور روحانیت کو اولین درجہ دیا جائے اور مادّیت کو بقدرِ ضرورت اختیار کرنے کا ذہن بنایا جائے، یہی مسئلہ کا حل بھی ہے اور بگاڑ سے نجات کا ذریعہ بھی۔

ایک بڑا فتنہ

قیامت کی علامات اور قرب قیامت کے موقع پر پیش آنے والے فتنوں کے ذیل میں اس کا ذکر احادیث میں جگہ جگہ ملتا ہے کہ آخری دور میں علم پھیل جائے گا، ذرائع علم بہت ہو جائیں گے، علم پر فخر اور اکڑ کا سلسلہ بڑھ جائے گا مگر علم کی حقیقی روح و غایت عمل کم اور ختم ہوتی چلی جائے گی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ:

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ علم جہل اور جہل علم نہ بن جائے''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

اس روایت کا مصداق ہمارے اس دور میں پوری طرح سامنے آچکا ہے، صورتحال یہ ہے کہ اکثر افراد علم دین وشریعت سے بیزار اور دور ہیں، اور دینی علوم کے حصول وتحصیل سے گریزاں اور نفور ہیں، اور غیر دینی عصری علوم، کتب ومجلّات، غیر مفید مضامین وامور کے مطالعہ وتحصیل میں منہمک ہیں، اسی طرح اصل مقصود علم سے جہالت ہے، اور غیر مفید وغیر مقصود سے واقفیت کی طلب ہے جسے حقیقی معنوں میں علم کے بجائے جہالت سے تعبیر کرنا چاہئے۔

حضرت ضحاک سے مروی ہے کہ:

''ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس میں باتیں بہت ہوں گی لیکن قرآن سے دوری ہوگی، قرآن پر گرد وغبار ہوگا، لوگ اس کو نہ دیکھیں گے''۔ (زوائد الزہد)

یہ حدیث حکماً مرفوع ہے، ایسی پیشین گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی کی

جاسکتی ہے۔ ہمارے موجودہ دور کی صورتحال یہی ہے کہ اخبارات، ریڈیو اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے خبریں اور باتیں بہت بڑھ گئی ہیں، عصری کتابوں کی بھی یہی حالت ہے، اور ان کی طرف رجحان عام ہے، اور اس کے بالمقابل قرآن وسنت اور علوم دین سے اعراض، غفلت اور دوری کا سلسلہ جاری ہے، حدیث میں جس زمانہ کا ذکر ہے، قرائن بتارہے ہیں کہ اس وقت ہم اسی زمانے میں ہیں۔

حضرت علیؓ نے ایک بار فرمایا:

''اے حاملین علم! علم پر عمل کرو، عالم وہی ہے جو علم کے مطابق عمل کرے، اس کا عمل اس کے علم کے موافق ہو، عنقریب ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ علم حاصل کریں گے مگر علم ان کے گلوں سے آگے بڑھ کر دلوں میں نہ اتر پائے گا، ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا، ان کا باطن ظاہر سے مختلف ہوگا، وہ حلقے لگا کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر وتکبر کریں گے، اپنے ہم نشین کو دوسرے کے حلقہ میں بیٹھنے سے روکیں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں مستحق قبول نہ ہوں گے''۔ (دارمی)

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں:

''وہ زمانہ آنے کو ہے کہ لوگ عمل نہ کرنے کے لئے علم حاصل کریں گے، عبادت نہ کرنے کی نیت سے تفقہ حاصل کرنا چاہیں گے، آخرت کے عمل سے دنیا کمانا چاہیں گے، ان کے دل ایلوے سے زیادہ تلخ ہوں گے (یعنی کج ہوں گے) اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو زبردست فتنے میں مبتلا کیا جائے گا''۔ (دارمی)

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اس ماحول میں سب سے بہتر وہ شخص ہوگا جو قرآن کو مضبوطی سے تھامے رہے گا، حضرت سفیان ثوری کے بارے میں آتا ہے کہ وہ نبطیوں

اور گھٹیا لوگوں کو حدیث نہیں بتاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ علم عرب سے لیا گیا ہے جب ان نبطی اور رذیل افراد تک علم پہونچ جائے گا تو یہ علم کو بدل دیں گے۔ (الحلیۃ لابی نعیم)

ہمارے زمانے میں کتب کی بآسانی فراہمی وغیرہ ذرائع کے ذریعے علم عام ہو چکا ہے اور رذیل و بدنیت افراد اس میں من چاہی تبدیلی کر رہے ہیں اور اپنے باطل نظریات کی تائید کے لئے غلط استدلال و تاویل کر رہے ہیں۔

فرمانِ نبوت کے مطابق ہر آنے والا زمانہ سابقہ زمانے سے بدتر اور خطرناک ہوتا جائے گا، آج جو حالات ہیں کل اس سے بھی زیادہ ہولناک حالات سامنے آئیں گے، علمی میدان میں آئے دن انکشافات اور ترقیاں ہوتی جارہی ہیں، سائنس دن بدن اپنا دائرہ بڑھاتی جارہی ہے، زمین کے ہر گوشہ میں اور فضاؤں میں ریسرچ ہو رہی ہیں، خلائی تجربات ہو رہے ہیں، لیکن ان کا کوئی فائدہ عملی میدان میں ظاہر نہیں ہو رہا ہے، اخلاق وانسانیت کو دفن کیا جارہا ہے، حقیقی مطلوب علم اور اس پر عمل سے غفلت ہے اور غیر مقصود امور کی طرف مکمل توجہ اور انہماک ہے۔

اور جن کے پاس علم دین ہے بھی ان میں اکثریت کے پیش نظر حصول دنیا ہے، رضائے الٰہی، آخرت کی نعمتوں سے سرفرازی اور اخلاص کا جذبہ نایاب ہو چکا ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ:

''ساٹھ سال کے بعد ایسے ناخلف جانشین آئیں گے جو نماز کو ضائع کریں گے اور خواہشِ نفس کی پیروی کریں گے اور گمراہ ہو جائیں گے، پھر ایسے جانشین آئیں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے گلوں سے آگے ان کے دلوں میں نہ اترے گا، قرآن پڑھنے والے تین طرح کے افراد ہوں گے، مؤمن، منافق، فاجر و فاسق، مؤمن تو ایمان رکھے گا، منافق انکار کرے گا اور فاسق قرآن

سے دنیا کمائے گا‘‘۔ (مسند احمد)

ایسے ماحول میں کامیاب وہی ہوگا جو مضبوطی سے دین پر عمل پیرا ہو، کتاب وسنت کو حرزِ جاں بنائے رہے، مستقل شیطانِ مردود سے اللہ کی پناہ کا طالب رہے، دنیا کی لذتوں کو مطلق اہمیت نہ دے، علم دین حاصل کرے اور اس پر صحیح عمل کرے، فتنوں میں نجات کا یہی راستہ ہے۔

فوری طور پر ہمارے کرنے کے کام

یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کے دینی ودنیوی استحکام، بقاء دوام اور قوت وشوکت کا اصل منبع اور سرچشمہ ایمانِ کامل، عمل صالح، رسوخِ دینی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، دعوتِ حق، اصلاحِ خلق کی سرگرمیاں ہیں، امت محمدیہ کا یہ خاص امتیاز اور مقصد حیات ہے، جسے قرآن یوں بیان کرتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اسی مقصد کا ذکر مزید یوں ہوا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. (آل عمران: ۱۰۴)

ترجمہ: تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔

نیز فرمایا گیا کہ:

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ أُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ. (الاعراف: ۱۸۱)

ترجمہ: ہماری مخلوق میں ایک امت ایسی بھی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے عدل وانصاف سے کام لیتی ہے۔

امتِ مسلمہ جب تک اپنے اس مقصد حیات کو انجام دیتی رہی اور اپنے امتیاز پر قائم ودائم رہی اس کے وجود کی برکات وثمرات سے عالم مستفید ہوتا رہا، لیکن پھر دینی غفلت اور بے حسی کے دَر آنے کی وجہ سے دعوتِ اسلام ونشر دین کا کام سست پڑ گیا، اسلام اور اس کی تعلیمات توجوں کی توں باقی ہیں، وہ زندۂ جاوید اور فنا نا آشنا ہیں، مگر اہل اسلام کی عملی وفکری قوتوں اور احساسات وجذبات میں تبدیلی پیدا ہوگئی ہے، اب مسئلہ کا حل صرف عملی قوتوں کی بیداری میں منحصر ہے، اشاعت دین کی راہ اسی وقت ہموار ہوگی جب اس کے لئے اخلاص سے کام شروع کیا جائے گا۔

اور اس کام کی تاثیر مکمل طور سے اسی وقت سامنے آسکے گی جب مساواتِ اسلامی کا تصور عام اور ذات پات کا طبقاتی اختلاف ختم کردیا جائے گا، طبقاتی اونچ نیچ کا تصور دعوتی راہ کا سب سے بڑا مانع ہے، ماضی میں غلبۂ واشاعتِ اسلام میں اسلام کے تصور مساوات کا بنیادی رول رہا ہے، دوسری چیز ہے اخوت واتحاد، جب تک ہر کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کے لئے اپنے دل میں محبت کے جذبات نہیں رکھے گا اور جب تک مسلم معاشرہ اخوت واتحاد کا نمونہ نہیں بنے گا غیروں میں دعوتی کام مؤثر نہ ہوسکے گا۔

تیسری چیز ہے لوگوں کی دینی واخلاقی اصلاح اور سدھار، کم سے کم مسلمانوں کی ظاہری زندگی اتنی پرکشش بنادی جائے کہ غیر مسلم اسلام سے وابستہ ہوں، نمازوں کا اہتمام، ارکان کی پابندی، شرکیہ امور ورسوم، بدعات وخرافات، محرمات ومنہیات، اخلاقی جرائم، خیانت وبدعہدی، جھوٹ وغیرہ سے مکمل دوری وبیزاری کی فضا عام ہوگی تو غیر مسلم اسلام کی طرف کشاں کشاں آئیں گے اور اسلام وحاملین اسلام کی عظمت ان کے دلوں میں جاگزیں ہوگی۔

اس سلسلہ میں دینی وشرعی مسائل واحکام کی تلقین وتعلیم اور دعوتی وتبلیغی امور میں شرکت کی دعوت وترغیب بھی کافی مؤثر کردار ادا کرسکتی ہے، جمعہ کے خطبات، خاص پروگراموں اور مجالس کے ذریعہ، مضامین ومقالات، کتابچوں، رسائل اور پمفلٹ کی مدد سے یہ کام ہوسکتا ہے۔

دوسری طرف یہ پیش نظر رہے کہ ہماری جہالت اور غربت اور سادہ لوحی وکوتاہ اندیشی بھی ہمارے زوال وضعف کے اہم اسباب ہیں، تعلیم کو عام کرنے، غربت کو دور کرنے کی کوشش میں لگنے، اور دور اندیشی پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے، اس کے لئے مکاتب ومدارس کا قیام، درسگاہوں کا انتظام، مشنری اسکولس کا بائیکاٹ، تجارتی جہد پیہم وغیرہ کلیدی اہمیت کے حامل ہیں۔

مال واولاد کا فتنہ

انسان کو اللہ کی جانب سے مال، اولاد اور دوسری چیزوں کی شکل میں جو نعمتیں ملتی ہیں وہ سب آزمائش ہیں۔ قرآن اس حقیقت کو واضح کرتا ہے:

فَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا، قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ، بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ. (الزمر: ۴۹)

ترجمہ: جب انسان کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو وہ ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے میرے علم کی بنیاد پر عطا کی گئی ہے، لیکن اصل بات یہ ہے کہ وہ نعمت (انسان کے شکر یا کفرانِ نعمت کی) آزمائش (ہوتی) ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

مزید ارشاد ہے:

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ. (التغابن: ۱۵)

ترجمہ: تمہارے مال اور اولاد آزمائش ہیں۔

جو بسا اوقات انسان کی آخرت کو اپنی دنیا بنانے کے لئے داؤں پر لگا دیتے ہیں، ان سے مجبور ہو کر بسا اوقات آدمی حرام کا مرتکب ہو جاتا ہے، اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہ ہو جاتا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، اسی درمیان حضرت حسن وحسین سرخ لباس پہنے ہوئے آگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو

اٹھا کر گود میں بٹھالیا پھر فرمایا کہ قرآن بالکل سچ کہتا ہے کہ اموال واولاد آزمائش ہیں، دیکھو میں نے ان بچوں کو دیکھا تو مجھے صبر نہ آیا، میں نے خطبہ چھوڑ کران کو گود میں لے لیا، یہ بھی آزمائش ہے۔ (ترمذی شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ کسی کو یہ دعانہیں کرنی چاہئے کہ اے اللہ مجھے فتنہ سے بچایئے، کیونکہ اموال واولاد اور دیگر نعمتیں بھی فتنہ ہیں، ان سے محرومی کی دعا نامناسب ہے، دعا میں یہ کہنا چاہئے کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ.

ترجمہ: اے اللہ میں فتنوں کے ذریعہ مبتلائے ضلالت ہونے سے پناہ چاہتا ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کا ارادہ فرمایا اور اپنے قریبی صحابہ سے مشورہ کیا اور اس معاملہ کی راز داری کا حکم دیا، مگر مکے سے آئی ہوئی ایک مغنیہ خاتون کے ہاتھوں رؤساء قریش کے نام ایک مکتوب میں حضرت حاطب بن بلتعہؓ نے اس راز کو فاش کرنے کی کوشش کی، وحیِ الٰہی کی بنیاد پر اس خاتون کے مکہ پہنچنے سے قبل ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مامور صحابہ نے وہ خط حاصل کرلیا اور راز فاش نہ ہوسکا، مقدمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے حضرت حاطبؓ سے تحقیق چاہی، انہوں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے معاملے میں جلدی نہ کیجئے، میں نے اس راز کو فاش کرنے کی کوشش کفر وارتداد کی وجہ سے نہیں کی ہے، نہ میں کفر کو پسند کرتا ہوں، الحمدللہ میرا ایمان مضبوط ہے، مجھے یقین تھا کہ یہ راز فاش ہو بھی جائے تب بھی فتح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گی، بس بات اتنی تھی کہ میرے بال بچے اور قرابت دار مکے میں ہیں، میں یہ راز فاش کرکے قریش پر احسان کرنا اور اس کے بدلے اپنے قرابت داروں کا تحفظ چاہتا تھا، بس یہی مقصد تھا، اس پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر لیا، اس واقعہ سے اولاد و اقارب کا فتنہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک بدری مشہور صحابی سے اولاد و اقارب کی محبت میں آ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کرنے کی کوشش کا اقدام سرزد ہو گیا۔

قرآن میں مختلف مواقع پر یہ تاکید آئی ہے کہ مال و اولاد میں اتنا انہماک کی اللہ کی اطاعت اور ذکر سے غفلت ہو جائے ممنوع ہے۔ فرمایا گیا:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ، وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ. (المنافقون: ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے مال و اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کریں، جو ایسا کرے گا (مال و اولاد کی محبت میں اللہ کے ذکر سے غافل ہوگا) ایسے ہی لوگ خسارے میں رہیں گے۔

مزید ارشاد ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ. (التغابن: ۱۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہاری دشمنِ آخرت ہوتی ہیں تو ان سے محتاط رہا کرو۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شیطان انسان کے ایمان کی راہ میں بیٹھ کر اسے گمراہ کرنا چاہتا ہے، کہتا ہے کہ کیا اپنے آباء کا دین چھوڑ کر ایمان اختیار کر لوگے؟ مگر بندہ ایمان لے آتا ہے پھر ہجرت کا موقعہ آتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ کیا تم اپنے بال بچوں اور وطن کو چھوڑ دو گے؟ مگر بندہ ہجرت کر جاتا ہے، پھر جہاد کا موقعہ آتا ہے تو شیطان کہتا

ہے کہ کیا تم جان دے دو گے مگر بندہ جہاد پر جاتا ہے اور شہید ہوتا ہے، اللہ پر حق ہے کہ اللہ اسے جنت میں داخل کر لے گا۔ (بخاری شریف)

قرآن وحدیث میں بے شمار نصوص ہیں جن میں اموال واولاد کے فتنے سے محتاط رہنے کی تلقین کی گئی ہے، عموماً گناہ اسی بے احتیاطی سے ہوتے ہیں، اس لئے بہت چوکنا وہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر

موروثی، نسلی، خاندانی اور ماحولیاتی اثرات کے وجود کے تمام تر اعتراف واقرار کے باوجود یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ہر انسان اپنی زندگی کو خوشحال یا بدحال، مضر یا نافع ومفید، سعید یا شقی، خوش وخرم یا غمزدہ وافسردہ بنانے پر کسی نہ کسی حد تک قادر ضرور ہوتا ہے۔

یہ بالکل بجا ہے کہ غباوت وذکاوت، ذہانت وبلادت، قوت وضعف، شجاعت وبزدلی، خوش خلقی وبد خلقی میں انسان پر موروثی اور ماحولیاتی وخاندانی اثرات لازماً پڑتے ہیں، تاہم انسان کا عزم راسخ، ہمت مردانہ، حوصلہ مندی، اور پختہ تربیت موروثی وماحولیاتی اثرات پر بڑی حد تک قابو یاب اور غالب ہو جاتے ہیں۔

انسان مثال کے طور پر اگر موروثی طور پر بیس فیصد ذہانت کا حامل ہے تو اپنے عمل وارادہ سے وہ اپنی ذہانت کو بیس سے سو فیصد تو نہیں کر سکتا مگر اپنی بیس فیصد کی محدود ذہانت کو اپنی عزیمت وتربیت کے نتیجہ میں اتنی اچھی طرح برموقعہ وبرمحل استعمال ضرور کر سکتا ہے کہ سو فیصدی ذہانت کے حامل کمزور ارادہ وعمل والے کے مقابلہ میں زیادہ فائدہ حاصل کر سکے اور پہونچا سکے، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بیس پاور کا بلب اگر بالکل صاف ستھرا ہوا تو اس کی روشنی سو پاور کے گندے بلب سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، اور متوسط درجہ کا آدمی خوراک وپوشاک میں اعتدال ونظافت اور حفظانِ صحت کے اصول کی رعایت کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کے اس آدمی سے فائق ہو جاتا ہے جو اعلیٰ خوراک وپوشاک تو استعمال کرتا ہو مگر اعتدال ونظافت اور حفظانِ صحت کے اصولوں کی رعایت نہ کرتا ہو، اس طرح وراثت اور ماحول انسان کو زندگی کی

سعادتوں اور کامرانیوں سے نہیں روک پاتے اگر انسان ہمت، قوتِ ارادی اور قوتِ فکر و عمل سے مالا مال ہو۔

اس سلسلہ میں یہ بات قابل غور ہے کہ انسان کو کبھی مایوس اور قنوطیت کا شکار نہ ہونا چاہئے، اور ہمیشہ اپنے مستقبل کے بارے میں بہتری اور کامیابی کی توقع رکھنی چاہئے، اسے کبھی یہ خیال کر کے افسردہ نہ ہونا چاہئے کہ بہتری دوسرے کے حصہ میں مقدر کر دی گئی ہے اور کامیابی دوسرے کے نصیب میں لکھ دی گئی ہے، اور کامیابی میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے، بلکہ اس کا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ اللہ کی رحمت اس پر بھی سایہ فگن ہوگی، مستقبل میں وہ عنایتِ الٰہی سے ضرور بہرہ مند ہوگا، خدا کے ہاں دیر ضرور ہے اندھیر نہیں۔ قرآن کہتا ہے:

لَا تَيْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ، إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُونَ. (یوسف: ۸۷)

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، اللہ کی رحمت سے تو بس کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔

بس عزم کر کے بے راہ روی اور رحمتِ الٰہی کے نزول میں حائل گناہوں کو ترک کر دے، اللہ کی رحمت بلا تاخیر اس کی طرف متوجہ ہوگی، یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ ''اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدے کو نبھانے والا کون ہو سکتا ہے''؟۔

اگر یہ خیال انسان کے دل میں جاگزیں ہو جائے کہ اس کا مستقبل بے حد تاریک ہے، روشنی کی کوئی کرن کبھی نمودار ہونے کی بالکل امید نہیں ہے، کوئی کامیابی کبھی اس کے دامن میں آنے کی نہیں ہے، تو یہ خیال زہر قاتل ہے جو انسان کو بے حد کمزور، پست حوصلہ، جامد اور مردہ بنا دیتا ہے، اس کے بالمقابل اگر انسان کامیابی و بھلائی کا امیدوار و منتظر ہو، حتی المقدور کوشاں ہو، وسائل و اسباب کے استعمال کے لئے حسبِ امکان ہاتھ پاؤں مارتا ہو تو

پھر کامیابی کے دروازے دھیرے دھیرے اس کے لئے کھلتے جاتے ہیں، اس کا حوصلہ بڑھتا جاتا ہے اور اس میں قوت پیدا اور زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

جن لوگوں میں عام طور پر احساسِ برتری کبر کی حد تک پہونچا رہتا ہے، ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ فطری بلندی اور کمال کے ساتھ متصف ہیں، وہ بلا محنت ومشقت اعلیٰ مقام تک پہونچ سکتے ہیں، وہ طلسماتی کرتب سے مٹی کو سونا بنا سکتے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ یہ وہ خوش خیالیاں ہیں جو حقیقت کی دنیا میں ریت کی دیوار سے بھی زیادہ ناپائیدار ثابت ہوتی ہیں، عملی زندگی میں جس نے بھی قدم رکھا ہے، پہلے مرحلہ میں اسے تردد وخوف، پریشانیوں، ناموافق حالات اور مشکلات کا سامنا بہرحال کرنا پڑا ہے، پھر جو بھی عملی میدان میں کامیاب ہوا ہے وہ اسی لئے کامیاب ہوا ہے کہ اس نے اپنے اندرون کی روشنی، عزیمت وبصیرت اور عزم وحرکت سے قوت کشید کی، اور جوں جوں قدم آگے بڑھاتا گیا راستے ہموار ہوتے گئے، منزل آسان ہوتی گئی، دشواریاں دور ہوتی گئیں اور خوف وشک ختم ہوتا گیا، اور جلد بازی کے بجائے وہ بتدریج منزل بہ منزل چلتا ہوا بالآخر کامیابی کے آخری مرحلہ تک اپنے اندر کے عزم وہمت کی مدد سے پہنچ گیا، اب اگر پہلے ہی مرحلہ پر وہ ناامید ہوکر ہمت ہار جاتا تو وہ محروم رہ جاتا، مگر وہ مسلسل سعی وعمل میں لگا رہا اور بالآخر منزل مقصود تک پہنچ کر ہی دَم لیا۔

ہر دَور میں زندہ قوموں کی یہی پہچان ہوتی ہے کہ وہ عمل اور مسلسل عمل پر کاربند ہوتی ہیں، مایوسی اور پست حوصلگی جیسے الفاظ سے ان کا لغت خالی ہوتا ہے، ہماری موجودہ ناکامی کا بہت بڑا سبب یہ ہے کہ ہم خودساختہ اوہام واعذار اور مشکلات اور رکاوٹوں میں گھرے ہوئے ہیں، ہم نے اپنے ذہنوں سے خود اوہام ومشکلات پیدا کر لئے ہیں جن کا خارجی وجود یا تو ہے ہی نہیں یا ہے تو برائے نام ہے، کسی بھی کام میں کبھی ہم بدگمانی میں مبتلا ہوتے ہیں، کبھی متوقع نتائج کے حصول میں شک ہم میں پیدا ہوجاتا ہے، کبھی ناکامی کا خوف دامن گیر ہوتا ہے، کبھی

اپنی سستی اورغفلت آڑے آجاتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اس کام میں اپنی کامیابی کو ناممکن سمجھ کر اپنے حوصلے پست کردیتے ہیں اور ہمت ہار جاتے ہیں اور پھر محروم ہوجاتے ہیں۔

خوداعتمادی کا فقدان بہت بڑا مرض ہے، اسی نے ہم کو کمزور، مردہ دل، پست حوصلہ، جامداور محروم بنادیا ہے، اوراسی نے ہماری حرکت، استقامت اور بلندنظری وعالی فکری کا خون کرڈالا ہے، ہم میں احساسِ کمتری جڑ پکڑ چکا ہے، اسی لئے سب ہم کو کہتر وادنیٰ سمجھنے لگے ہیں۔

خوداعتمادی کامیابی کے لئے بنیادی شرط ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کی حدیں کبر وغرور سے نہ ملنے پائیں کیونکہ کبر بھی پستی کا اہم سبب ہے، اس مرحلہ پر بڑی احتیاط، باریک بینی اور دوراندیشی کی ضرورت ہوتی ہے، خوداعتمادی کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی پر مکمل قدرت واستطاعت کا یقین آدمی میں پیدا ہوجائے اور وہ اپنی ذات اوراس کے تمام اچھے پہلوؤں سے بخوبی باخبر ہوجائے، جب کہ کبر وغرور کے معنیٰ اپنے کو اصل استحقاق سے زیادہ کے قابل سمجھنا، بغیرعمل کے مطلوبہ نتائج کا مطالبہ کرنا، دوسروں کو پست اور خودکو بالا سمجھنا وغیرہ ہیں۔

خوداعتمادی کے جوہرِ گراں مایہ سے آراستگی کے بعد انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ تمام مشکلات کا خوشی خوشی مقابلہ کرے، مصائب میں الجھ کر مضطرب اور پریشان ہونے کے بجائے مسکرائے اور: ؎

مصائب میں الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں پر اشک برسانا نہیں آتا

کا مصداق بن جائے، مصائب کا خندہ روئی سے مقابلہ نجات کی راہیں کھول دیتا ہے، مصائب کے دور ہونے کا اہم سبب بنتا ہے، تجربہ یہ بتاتا ہے کہ مصائب وحالات کا ہنستے مسکراتے مقابلہ کرنے والے کامیابی اورسعادتوں سے زیادہ مستفید ہوتے ہیں۔

انسان پر اللہ کی یہ بہت بڑی نعمت ہوتی ہے کہ وہ زندگی کے تاریک (Negative) پہلوؤں کے بجائے روشن (Positive) پہلوؤں پر اپنی توجہ مرکوز رکھے۔

روشن دماغی، عالی فکری، رجائیت، ناامیدی و مایوسی سے دوری، خود اعتمادی، بلند حوصلگی، کبر و غرور سے بچاؤ، احساس کہتری سے دوری، مصائب کا ہنس کھیل کر مقابلہ کرنا اور بخوشی جھیل جانا...... یہ وہ بنیادی عناصر ہیں جن سے ایک بے حد خوشگوار زندگی کی تشکیل کی جاسکتی ہے، اگر یہ عناصر کسی زندگی میں جمع ہو جائیں تو وہ ایک قابل رشک زندگی ہوگی۔

معاملہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے، چاہے تو محرومی کی زندگی گذارے اور چاہے تو ان عناصر پر اپنی زندگی کی عمارت استوار کر کے اسے قابلِ صد رشک و فخر زندگی بنائے، بقول شاعر: ؏

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

نعمتِ گویائی کا شکر مطلوب ہے

فلاسفہ کا خیال ہے کہ انسان ایک معاشرتی حیوان ہے، اور اس کا امتیازی وصف نطق (گویائی) ہے، گویائی فی الواقع اللہ کی عجیب وغریب نعمت ہے، یوں تو اللہ کی قدرت ہر شئ کو محیط ہے، وہ ہر چیز کو گویائی عطا کرسکتی ہے، اور قیامت میں محاسبہ کے ایک مرحلہ پر ایسا ہوگا بھی کہ انسان کی زبانیں گنگ اور منہ سر بمہر کردیئے جائیں گے، اور ہاتھوں، پیروں، اعضاء بدن، اجزاءِ زمین سب گویا ہوجائیں گے اور انسان کے اعمال کے سلسلے میں حق کی شہادت دیں گے۔

لیکن اِس دنیا میں اللہ نے صرف انسانوں کو یہ امتیاز بخشا ہے کہ ان کی زبانوں میں گویائی کی قوت رکھ دی ہے، اگر کوئی محرومِ گویائی گونگا شخص اپنے جذبات کا اظہار کرسکے تب جاکر ہمیں اس نعمت کی اہمیت کا اندازہ ہوسکے گا، گویائی کی قدر ان سے جانی جاسکتی ہے، جو اس سے محروم ہوں، اللہ تعالیٰ اپنی ہر نعمت کی قدردانی اور صحیح استعمال کا بندوں سے مطالبہ کرتا ہے، نعمتوں کی قدر اور جائز استعمال نہ کرنے والے ناشکری کے مرتکب ہوتے ہیں، اور وہ ہر لمحہ اپنے کو اللہ کے غضب کی طرف ڈھکیلتے چلے جاتے ہیں جس کا ایک مظہر بسا اوقات اُس نعمت سے محرومی کی شکل میں بھی سامنے آتا ہے۔

قوت گویائی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زبان پر آنے والے تمام الفاظ منہ سے نکال ہی دیئے جائیں؛ بلکہ ایک بندۂ خدا کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ زبان سے نکلنے والے تمام الفاظ کو پہلے شریعت کی چھلنی میں چھان لیا کرے، روایاتِ حدیث میں آتا ہے کہ بہت

سے کلمے جنت میں داخلہ کا سبب بنتے ہیں اور بہت سے جہنم میں داخلہ کا باعث ہوتے ہیں، بلکہ اچھی بات کو صدقہ قرار دیا گیا ہے اور جہنم سے آزادی کا سبب بتایا گیا ہے۔

شریعتِ اسلامیہ میں زبان کے غلط استعمال سے بڑی سختی سے روکا گیا ہے، ایک روایت میں آتا ہے کہ:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ.

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی دست درازیوں اور زبان درازیوں سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

زبان کے غلط استعمال میں غیبت، چغلی، حسد، گالی، مذاق وغیرہ سبھی آجاتے ہیں۔

گویائی کی نعمت کا ایک حق یہ بھی ہے کہ سنجیدگی اور وقار کا التزام کیا جائے، بات کرتے وقت اسلوب وانداز متانت اور دھیما پن لئے ہوئے ہو، بیجا شدت وسختی مخاطب کو بدگمان کرنے کے ساتھ ہی انسان کی اپنی سیرت کی تعمیر میں مضر ثابت ہوتی ہے۔

گفتگو کس انداز میں کی جائے؟ کون سے موقعہ پر کیا اسلوب اپنایا جائے؟ یہ ایک مستقل باضابطہ فن ہے، اپنی فطری ذکاوت، مخاطب کی نفسیات وغیرہ کی مدد سے انسان یہ فن بآسانی سیکھ سکتا ہے، مخاطب کبھی تعظیمی انداز سے، کبھی عقلی گفتگو سے، کبھی جذباتی انداز سے، کبھی اختصار اور کبھی تفصیل سے متأثر ہوتا ہے اور اچھا متکلم ان سب کی رعایت رکھتے ہوئے اپنے مقاصد میں بامراد ہو جاتا ہے۔

ایک بچہ اپنے باپ کے پاس آکر بلا تمہید وسلام پیسے کا مطالبہ کرتا ہے، باپ کہتا ہے: میں نے تم کو کل پیسے دیئے تھے اب کیا روز آنہ دوں؟ منع کر دیتا ہے، دوسرا بچہ آتا ہے، سلام کرتا ہے، ادب وتواضع کا مظاہرہ کرتا ہے، پھر کہتا ہے: ابا جان! آپ نے کل پیسے دیئے تھے، وہ خرچ ہو گئے، آج مزید ضرورت ہے، میں بار بار مانگتے ہوئے شرمندہ ہوں، اب آئندہ

احتیاط سے خرچ کروں گا، باپ اس بیٹے کی پیٹھ تھپتھپاتا ہے اور کہتا ہے: بیٹے شرمندگی کی کیا بات ہے؟ اور پھر مزید پیسے دے دیتا ہے۔

ایک بچہ کو نہ دے کر اور دوسرے کو دے کر باپ نے غلط نہیں کیا، بلکہ پہلے کو نہ دے کر اس کی بے ادبی اور غلط اندازِ گفتگو کی سزا دی اور دوسرے کو اس کے ادب وحسنِ انداز کا انعام دیا۔

عقل مند بیویاں جو اپنے خاوند کی مزاج شناس ہوتی ہیں وہ بھی اپنے مطالبات مناسب موقعوں پر مناسب انداز میں رکھتی اور منوالیتی ہیں جب کہ پھوہڑ عورتیں موقعہ ناشناسی اور سخت کلامی کی وجہ سے محروم رہ جاتی ہیں۔

الفاظ کے زیر و بم، لہجات و انداز کا مخاطب کی طبیعت پر گہرا اثر پڑتا ہے، اسی طرح متکلم کے چہرہ کے نقوش اور زاویے بھی اس کی اندرونی حالت کی تصویر کشی کرتے ہیں، انسان کا چہرہ ایک کھلی کتاب کی طرح ہوتا ہے جس سے اس کے اندرون کی کیفیات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، خوش اخلاقی و بداخلاقی، تواضع وتکبر، معصومیت وڈھٹائی، شرم و بے شرمی، سنجیدگی وشوخی سب کا اندازہ ایک حساس آدمی کو چہرے کے نقوش اور زاویوں سے بیک لمحہ ہوجاتا ہے۔

بلکہ بات کا لہجہ اور چہرہ کے نقوش الفاظ کے معانی تک کو بدل ڈالتے ہیں، تعزیت کے موقعہ پر مسکرا کر ہنستے ہوئے ہشاش بشاش چہرہ کے ساتھ خوشی کے انداز میں تعزیتی الفاظ کہنا یا خوشی کے موقعہ پر اشکبار حالت میں، گلوگیر انداز میں غمناک چہرہ کے ساتھ مبارکبادی کے الفاظ کہنا دراصل تعزیت وتہنیت کے معانی کو بدلنا ہے، یہی حال ان کا بھی ہوتا ہے جو قرآن کی آیاتِ عذاب وانذار کو خوش کن آواز اور اسلوب میں اور آیاتِ ثواب وبشارت کو غمناک آواز واسلوب میں پڑھتے ہیں۔

اندازِ گفتگو سے انسان کی شخصیت کا وزن بھی ہوتا ہے، خوبصورت بدزبان انسان ہرگز بدصورت خوش زبان پر فائق نہیں ہوسکتا، سنجیدہ ومتین اسلوب آدمی کی سنجیدگی اور وقار کی علامت ہوتا ہے جب کہ غیر سنجیدہ سخت انداز آدمی کے پھکڑ پن اور ہلکے پن کا ثبوت ہوتا ہے۔

اسلام کا یہ مطالبہ ہے کہ انسان قوت گویائی کو اللہ کی نعمت سمجھ کر اسے صحیح مصرف میں صحیح انداز میں صرف کرے، اور اپنے طرزِ عمل سے کبھی اس نعمت کی ناشکری نہ کرے، نعمتیں اللہ نے آزمائش کے لئے دی ہیں۔

> ’’اب جو شکر کرے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لئے مفید ہے ورنہ کوئی ناشکری کرے تو اللہ بے نیاز اور بزرگ و برتر ہے‘‘۔ (النمل: ۴۰)

دولتِ احساس واخلاص

شہروں میں شاہراہوں پر ٹریفک سگنل اور ٹریفک پولیس کا انتظام ونظام ٹریفک کے نظام کو درست کرنے ، بے ہنگم ہجوم کو کنٹرول کرنے اور سہولت پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے، ہر کسی کو اس نظام کی پابندی کرنی ہوتی ہے، اس میں کوئی استثناء نہیں ہوتا، ٹریفک پولیس کے اشاروں کی تعمیل ہر راہ گذر کو لازماً کرنی ہوتی ہے ورنہ بصورتِ دیگر سزا ملتی ہے۔

لیکن داعی اور معلم کی زبان، حکم اور اشارے کی تعمیل اس طرح نہیں ہوتی جیسی ٹریفک پولیس کی، داعی خیر کی دعوت دیتا ہے، شر سے روکتا ہے، معلم اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دیتا ہے اور اخلاقِ بد سے منع کرتا ہے، مگر مدعو اور طلبہ پر داعی اور معلم کی باتوں کا برائے نام ہی اثر ہوتا ہے، داعی مال داروں کو فقراء پر خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، سست وکاہل کو حرکت وعمل پر ابھارتا ہے، اصحابِ اقتدار کو عدل کا پیغام سناتا ہے، اور اس کے لئے تحریری وتقریری ہر طرح کے وسائل اختیار کرتا ہے مگر اس کی دعوت عموماً بے اثر ثابت ہو جاتی ہے، اس کی دعوت کی تعمیل ٹریفک پولیس کے اشاروں کی تعمیل کی طرح نہیں ہوتی۔

والدین اولاد کو اچھی تربیت دینا چاہتے ہیں، محنت وکوشش کرتے ہیں، نرمی وسختی ہر طرح سمجھاتے ہیں مگر اولاد عام طور پر غلط راہوں پر چل پڑتی ہے اور والدین کفِ افسوس ملتے رہ جاتے ہیں۔

تھوڑا سا غور وفکر کیا جائے تو یہ فرق سمجھ میں آتا ہے کہ ٹریفک پولیس کے احکام کی تعمیل کا سبب دراصل اس کی اپنی شخصیت کی سحر انگیزی نہیں؛ بلکہ اس سزا اور پریشانیوں کا خطرہ ہے جو

ٹریفک نظام کی مخالفت کی صورت میں اسے لاحق ہوگا، یہ سزا قید، جرمانہ وغیرہ مختلف شکلوں میں ہوتی ہے جس سے بچنے کی خواہش انسان کو ٹریفک قانون کی مکمل رعایت کا پابند بنا دیتی ہے۔

دوسری طرف داعی اور معلم کے احکام کی تعمیل نہ کیے جانے کا عام سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کوئی نقد دنیوی نقصان اور مادّی خسارہ سامنے نہیں آتا، قرآنی بیان کے مطابق یہ حقیقت تو ناقابل انکار ہے کہ انسان پر مصائب وحوادث کا نزول ان کے اپنے برے کرتوت اور بے راہ رویوں کے نتیجہ میں ہوتا ہے، لیکن احساس اور حقیقت تک رسائی کی دولت اور نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت ہر کہ ومہ کو نہیں خاص لوگوں کو ہی عطا ہوتی ہے، اس لئے عام طور پر انسان اس پر غور نہیں کرتا کہ اس پر مصیبتیں کیوں آئیں، اسباب کی جستجو کے بعد اس کے ازالہ کی فکر کے بجائے وہ جزع فزع پر اتر آتا ہے، اپنی بے بصیرتی کی بنیاد پر وہ داعی ومعلم کی دعوتِ خیر اور تعلیمِ خیر پر عمل نہیں کرتا اور اسے اپنی اس بے عملی میں کوئی ظاہری نقصان نظر نہیں آتا، نتیجۃً وہ اپنی گناہوں میں ملوث زندگی میں مست ودیوانہ رہتا ہے اور خیر وحق کی طرف اپنی عنان توجہ نہیں موڑتا، حالانکہ اگر وہ دلِ بینا اور دیدۂ عبرت نگاہ کا صحیح استعمال کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ خیر سے دوری، بے راہ روی، اور بد عملی انسان کو جہنم کے اس ہولناک ودردناک عذاب کی طرف کشاں کشاں لے جا رہی ہے جس کو دنیاوی سزاؤں اور مصائب سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے، اور جو چند روزہ نہیں؛ بلکہ دائمی اور ابدی ہے، اگر اس دائمی عذاب کا احساس آدمی کو ہو جائے تو وہ یک لخت ساری بد عملیوں سے گریزاں اور کنارہ کش ہو جائے، عذابِ آخرت کے سوا دنیوی مصائب بھی چونکہ انسان کے اپنے عمل کے نتیجہ میں آتے ہیں، اس لئے اس پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

آج دعوتی وتعلیمی سرگرمیوں کے بے اثر ہونے کی اصل وجہ ہماری بے حسی اور صحیح شعور سے محرومی ہے، دنیوی رونقوں میں بدمستی اور مادّی دولتوں کی بے پناہ حرص نے خوفِ خدا، عذابِ آخرت وغیرہ کا احساس ہی سلب کر لیا ہے، احساس کا خاتمہ سب سے بڑی محرومی ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

احساس دوبارہ بیدار وزندہ کرنے کی صورت یہی ہے کہ گناہوں سے دامن کو الجھنے نہ دیا جائے، کسی مصلح ومربی کی تربیت میں کچھ وقت گذارا جائے، کتاب وسنت کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا جائے۔

دعوتی کاموں کے بے اثر ہونے کی ایک اور وجہ ہے اور وہ داعی کی ذاتی بے عملی اور دولتِ اخلاص سے محرومی ہے، دعوتی کام کرنے والے افراد اگر خود اپنی دعوت میں اخلاص وبے لوثی پیدا کرلیں، اپنی اصلاح کے بعد دوسروں کی اصلاح کا مشن شروع کریں اور ان کی دعوت ان کے اندرون کی صدا اور ان کے دل کی آواز ہو تو اس کی تاثیر بالکل یقینی ہے، ماضی میں دعوتی کاموں کے مؤثر ہونے کا ایک اہم سبب داعی کا اپنا عمل واخلاص تھا، چنانچہ اس سے زندگیاں بدلیں، معاشرہ کی کایا پلٹی، انقلاب آیا اور دنیا نے دیکھ لیا، واقعہ یہی ہے کہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

اخلاص سے محرومی کا نتیجہ آخرت میں کیا ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ:

إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَىٰ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ، فَأُتِيَ بِهِ، فَعَرَّفَهُ نِعْمَتَهُ، فَعَرَفَهَا، فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُّ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُّقَالَ جَرِئٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ. (صحیح مسلم)

ترجمہ: قیامت کے روز سب سے پہلے جس کے خلاف فیصلہ سنایا جائے

گا وہ شخص ہوگا جو شہید ہوا ہوگا، وہ اللہ کے دربار میں حاضر ہوگا، تو اللہ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، وہ ان کا اعتراف کرے گا، خدا پوچھے گا کہ نے تو ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ جواب دے گا کہ میں نے تیرے لئے جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوگیا، اللہ فرمائے گا کہ تو نے جھوٹ کہا، واقعہ یہ ہے کہ تو نے لوگوں میں اپنی بہادری کے چرچے کے لئے جنگ کی، دنیا میں تجھے تیری خواہش کے مطابق بہادر کہا جاچکا، پھر اللہ کے حکم کے مطابق اسے منھ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا، اور ایک دوسرا عالم و معلم اور قرآن کا جاننے والا شخص اللہ کے حضور پیش ہوگا، اس سے بھی وہی سوال ہوگا، پھر اللہ کہے گا کہ تو نے اپنے علم وقراء ت کی شہرت کے مقصد سے یہ کام کیا ہے، وہ مقصد پورا ہوچکا ہے، پھر اسے بھی منھ کے بل گھسیٹا اور داخلِ جہنم کردیا جائے گا، یہی حالت سخاوت وفیاضی کی شہرت کی غرض سے مال خرچ کرنے والے دولت مند کی بھی ہوگی۔

ایک حدیث میں بے عمل واعظ و عالم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ جہنم میں بدترین سزامیں مبتلا ہوں گے، شدتِ عذاب سے ان کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی۔

واقعہ یہی ہے کہ بڑے سے بڑا عمل اور کارنامہ اگر رضائے الٰہی کے جذبہ سے خالی ہو تو وہ اللہ کی نگاہ میں بالکل بے مایہ اور ہیچ ہوتا ہے، صحتِ نیت اور اخلاص اصل مطلوب ہے۔

دعوتی و تعلیمی اعمال کی تاثیر و تسخیر کے لئے داعی و معلم کا اخلاص، قوت عمل، بے لوثی اور صحت نیت کلیدی شرائط میں شامل ہیں، ساتھ ہی معاشرہ پر طاری بے حسی اور شعور سے محرومی بھی نیکیوں کی مدد سے دور ہوجائے اور چھٹ جائے تو صالح، ہمہ گیر اور زبردست انقلاب کے برپا ہونے میں کوئی دیر نہیں لگے گی۔ انشاءاللہ۔

انسانِ کامل

انسان کامل (Super Man) کی تحدید وتعین میں وصف نگاروں کی آراء میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے، اہل مشرق عام طور پر انبیائے کرام کو کامل انسان سمجھتے ہیں، اس لئے کہ انبیاء اللہ کے وہ منتخب، برگزیدہ اور چیدہ وچنیدہ بندے ہوتے ہیں جو انسانوں اور اللہ کے درمیان رابطہ اور پیغامبری کی ذمہ داریاں انجام دیتے ہیں، وہ اللہ کے بعد اس روئے زمین کے تمام انسانوں سے برتر ہوتے ہیں: ع

بعد از خدا بزرگ توئی ایں قصہ مختصر

صوفیائے کرام اور اصحاب تزکیہ واحسان نے انسان کامل کا لفظ خوب استعمال کیا ہے، ابن العربی کی کتابوں میں اس کا ذکر جا بجا ملتا ہے، عبدالکریم جیلانی نے ''انسانِ کامل'' کے عنوان سے ایک باضابطہ کتاب بھی لکھی ہے، جس میں صوفیہ کا نقطۂ نظر بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کامل وہ ہے جو اللہ سے اتنا قریب ہو جائے کہ فنائیت کے مقام تک پہنچ جائے، ماسوا اللہ کا خیال تک اس کے دل میں نہ آئے، اس مقام بلند پر انبیاء واولیاء اور اللہ کے صالح بندے فائز ہوتے ہیں، اس مقام پر پہنچنے کے بعد انسان کامل ہو جاتا ہے، شریعت اس کا مزاج وطبیعت بن جاتی ہے، ایمان کی لذت اور چاشنی وہ محسوس کرنے لگتا ہے اور اس کے دل کی دنیا میں عجیب انقلاب آجاتا ہے۔

اہل مغرب ویورپ کے ہاں مادّہ پرستی اور شہوت پرستی کے افراط نے تمام قدریں ہی بدل ڈالیں، ان کا نقطۂ نظر صوفیہ کے نقطۂ نظر کے بالکل برعکس ہے، صوفیہ کی نگاہ میں روحانیت، خدا سے بے پایاں قرب، فنائیت، مادّہ پرستی سے گریز وفرار ہی کامل انسانیت کے مقام تک

پہونچانے کے اہم عناصر ہیں، جب کہ اہل یورپ کی نگاہ میں انسان کامل وہ ہے جو حد سے زیادہ مادّہ پرست، شہوت پرست، ملحد و بے دین ہو، بعض مغربی مفکرین نے انسان کامل کا دارومدار قوت پر رکھا ہے کہ جو شخص قوت، مردانگی، بہادری، اقدام و دلیری جیسے اوصاف کا حامل ہو وہی کامل انسان ہے، تواضع، رحمدلی، منکسر المزاجی، اقدام سے گریز ناقص انسان کی علامتیں ہیں، کاملیت کے لئے قوت ارادہ اور سختی ضروری ہے، جب بھی کسی چیز کا ارادہ کرلیا جائے اسے کر کے ہی چھوڑا جائے، کسی پر رحم و ترس نہ کھایا جائے، اپنے ارادوں کی تنفیذ کے بعد اس پر ہرگز نادم و پشیمان نہ ہوا جائے، گویا کامل انسانیت طاقت، سختی، تندرستی، جسمانی و مادّی قوت، اور سنگ دلی میں منحصر ہے، اب جو نظامِ حیات نرمی، شفقت محتاجوں و پریشان حالوں پر مہربانی کی دعوت دیتا ہے وہ ناقص انسانیت کی دعوت دیتا ہے، اور مجبور و بیمار، غریب محتاج، کمزور و ذلیل، اور نرم و متواضع انسان کامل انسانیت کی راہ میں حائل روڑے ہیں جنہیں ہٹا دینا چاہئے۔

ان کج فکر مفکرین نے اپنی اس تشریح کی روشنی میں قوم کو اس طرف بلایا ہے کہ پوری توجہ ایسے کامل انسان کی نشو ونما پر صرف کی جائے، اس کے لئے غرباء محتاجین کو پس پشت ڈال دیا اور قربان کر دیا جائے، اصل مقصود مذکورہ بالا اوصاف کے حامل کامل انسانوں کی ایک کھیپ تیار کرنا ہے۔

گویا مساوات کی حقیقی روح، نرمی و مہربانی کے اعلیٰ اخلاقی اصول واقدار، اور وحدتِ امت کے گراں مایہ جوہر سے اِس ناقص فکر کا دامن بالکل خالی ہے، اور اس میں مادّی واقتصادی عارضی پہلوؤں کے سامنے اصل روحانی پہلو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

انسان کامل کی راست تصویر وہی ہے کہ اس کی زندگی کے مادّی وروحانی دونوں پہلوؤں میں روحانی پہلو غالب ہو، مگر مادّی پہلو بالکل نہ ہو یہ افراط ہے جو اعتدال سے ذرا بھی میل نہیں کھاتا، واقعہ یہ ہے کہ مؤمن صادق اور انسانِ کامل ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں، توحیدِ خالص کا عقیدہ انسان کو بندۂ انسان اور بندۂ مال وزر بننے سے روکتا ہے، اس کی

روحانی قوت کے ذریعہ دوسروں سے اسے ممتاز کرتا ہے، اس کی وسعت و آفاقیت کے ذریعہ رنگ و نسل اور وطن کے امتیازات کی جڑ کاٹ دیتا ہے، اسے مساواتِ حقیقی کا علمبردار بنا دیتا ہے، مؤمن صادق کے پاس زندگی کا ایک پیام ہوتا ہے جس کے تحت وہ زندگی گذارتا ہے، زمانہ کتنا بدل کیوں نہ جائے، تصورات و اقدار کتنے تبدیل کیوں نہ ہو جائیں پر اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، وہ جوں کا توں اپنے نظام پر کاربند رہتا ہے۔

مؤمن صادق اپنے انسانی وجود کے لحاظ سے تو تمام انسانوں کی طرح ہوتا ہے، طبعی قانون کا وہ بھی سب ہی کی طرح تابع ہوتا ہے لیکن اس کا ایمانی وجود اسے روشن، نمایاں اور ممتاز کر دیتا ہے، یہی چیز اسے جاودانی عطا کر دیتی ہے، اس کے پاس زندۂ جاوید پیام ہوتا ہے، اس کے سینے میں ایک زندۂ جاوید امانت مستور ہوتی ہے، اس کی زندگی کا ہر لمحہ ایک زندۂ جاوید مقصد کے لئے وقف رہتا ہے: ؎

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں کہ ہے
اُس کی اذانوں سے فاش سرِ کلیم و خلیل

اس کا نظریۂ زندگی یہ نہیں ہوتا کہ خود کو ماحول و حالات کے تابع کر دیا جائے بلکہ زمانہ و ماحول اگر ناسازگار ہو تو اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا جائے، معاشرہ راہِ راست سے ہٹا ہوا ہو تو اس سے جنگ کی جائے، اور راہِ راست سے سرِ مو انحراف کو کبھی گوارا نہ کیا جائے، زندگی کی غلط و فاسد اقدار سے کبھی مصالحت و مفاہمت نہ کی جائے ان سے نبرد آزما ہوا جائے، اور بگڑی ہوئی قدروں کی اصلاح کی جائے۔

مؤمن صادق کی اندرونی و بیرونی دونوں زندگی ہر وقت و ہر آن عمل، حرکت، محبت، انسانیت اور اخلاق عالیہ سے لبریز رہتی ہے، وہ سراسر عمل ہوتا ہے، وہ کردار کا غازی ہوتا ہے۔

انبیائے کرام نے ہر دور میں ایسے ہی افراد پر مشتمل ایک صالح معاشرہ تیار کیا، اور

انبیاء کے بعد صحابہ وتابعین اور مجددین و مصلحین نے ہر دور میں یہی کام کیا ہے، اور آج بھی اس کی سخت ضرورت ہے۔

آج ہمارا ایک بہت بڑا المیہ ایسے کامل انسانوں اور سچے مسلمانوں سے محرومی ہے جو باضمیر اور سراپا عمل وحرکت ہوں، جو کبھی خریدے نہ جاسکتے ہوں، جنہیں کسی خوف سے دبایا نہ جاسکتا ہو، جو غلط قدروں سے کبھی سمجھوتہ (Compromise) کرنے پر آمادہ نہ ہوسکیں، اور جن کا وجود باطل کے لئے ہمیشہ ایک چیلنج ثابت ہوتا رہے۔

دشمنانِ اسلام نے اپنی تخریبی منصوبہ بندیوں کے ذریعہ ہمہ نوعی اسباب ووسائل کی بے پناہ قوت سے اپنا سارا زور اسی پر صرف کردیا ہے کہ مسلمانوں میں ایسے کامل افراد دوبارہ ابھرنے نہ پائیں، مغربی نظام معاشرت اور نظام تعلیم کے ذریعہ، میڈیا اور ذرائع ابلاغ کی مدد سے اور اقتصادی قوتوں کا تمامتر استعمال کرکے دشمنوں نے مسلمانوں میں وہ مادّی نقطۂ نظر پیدا کرنے پر توجہ دی جو ان کو بلند اخلاقی اقدار اور خود اعتمادی سے محروم وتہی دست کردے، ان کی خواہش یہ رہی کہ:؎

فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

دشمنوں کی ان کوششوں اور خواہشوں کو کافی کامیابی بھی میسر آئی ہے، تاہم تمامتر بگاڑ اور فساد کے باوجود، عمل اور پیہم عمل، اخلاص اور جاں فشانی سے ساری دشمنانہ سازشیں اور کاوشیں ناکام بنائی جاسکتی ہیں، شرط یہ ہے کہ ایمان صادق وراسخ کی روح سے معمور افراد اس کام کا بیڑا اٹھائیں اور پورے معاشرہ میں ایمان کامل کی لہر دوڑانے میں اپنی ہر ممکن کوشش صرف کردیں، مخلصانہ کوششوں کی مقبولیت کی ضمانت قرآن وحدیث نے لی ہے، اور اس سے سچی ضمانت کوئی اور کبھی بھی نہیں ہوسکتی۔

موت سامانِ عبرت ہے

موت انسانی زندگی کا فطری نتیجہ ہے جس کا ظہور بالکل یقینی ہے بقول شاعر: ؎

زندگی کیا ہے؟ عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے؟ اِنہیں اجزاء کا پریشاں ہونا

مگر اس کے باوجود ہر شخص موت سے خوف زدہ رہتا ہے، اسے مصیبت عظمٰی باور کرتا ہے، جاہ ومنصب، مال ودولت، عہدہ واقتدار سب دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور موت اپنے بے رحم پنجے گاڑ دیتی ہے، یہ اللہ کا قانون ہے جو کسی تبدیلی سے کبھی آشنا نہیں ہوتا، موت کسی پر رحم نہیں کرتی، جوانوں کی مکمل جوانی، عظیم انسانوں کی عظمت وعبقریت، صحت مندوں کی صحت وتندرستی، کوئی بھی چیز موت کی راہ میں حائل نہیں ہوتی بلکہ:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ.

ترجمہ: ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ضرور ہے۔

زندگی ایک بے سہارا تنکے یا پانی کے بلبلے کی طرح ناپائیدار ہوتی ہے، متکبروں کا سارا کبر ونخوت، مالداروں کا پندارِ دولت وثروت، اصحاب اقتدار کا غرور وتمکنت سب موت کے سامنے ڈھے جاتے ہیں اور ذرّہ بے مقدار سے بھی زیادہ بے حیثیت ہوجاتے ہیں، سکندر رومی کے بارے میں مشہور ہے کہ جب وہ مرا تو اس کی لاش کے پاس کچھ فلاسفر اکٹھا ہوئے اور یہ طے کیا کہ ہم میں سے ہر کوئی اس حادثۂ موت پر تبصرہ کرے اور مختصر جملہ بولے جس میں خواص کے لئے سامانِ تعزیت اور عوام کے لئے سامانِ وعظ ونصیحت ہو، چنانچہ پہلے فلسفی

نے لاش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''اے بولنے والے تجھے کس نے گونگا کردیا؟ اے باعزت تجھے کس نے ذلیل کردیا؟ اے شکاری تو خود جال میں کیسے پھنس کر شکار بن گیا اور کس نے تیرا شکار کرلیا؟ دوسرے نے کہا یہ توانا تھا جو آج ناتواں اور بے بس ہوگیا، یہ باعزت تھا جو آج بے عزت ہوگیا، تیسرے نے کہا تمہاری تلواریں کبھی خون سے خشک نہ ہوتی تھیں، تمہارے انتقام اور سزا کا ہر دم خطرہ سب کو رہتا تھا، تمہارے مفتوحہ علاقوں کی طرف کسی کی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی ہمت نہ تھی، تمہارے عطیات بے پناہ تھے، تمہاری روشنی گُل نہ ہوتی تھی مگر آج تمہاری روشنی بجھ چکی ہے، تمہارے انتقام وسزا کا کسی کو خطرہ نہیں، تمہارے عطیات کی توقع معدوم ہوچکی، تمہاری تلواریں بیکار ہیں اور تمہارے علاقوں پر دشمنوں کی نظرِ بد ہے، چوتھے نے کہا تم بادشاہوں کے بادشاہ تھے، آج تم بازاری اور عام لوگوں کے سامنے بے بس ہو، پانچواں بولا تمہاری آواز ہولناک ومرعوب کن تھی، تمہاری سلطنت غالب تھی، اب آواز بند ہے اور سلطنت ضائع ہورہی ہے، چھٹے نے کہا تم سونے والے کا خواب تھے یا بدلی کا وقتی سایہ، ساتویں نے کہا کل تم سے کوئی مامون نہ تھا آج سب بے خوف ہیں، آٹھویں نے کہا، یہ وسیع وعریض دنیا دو ہاتھ کی قبر میں لپیٹ دی جائے گی۔

اس واقعہ کی تاریخی حیثیت وواقعیت گو مشکوک سہی تاہم اس میں بہت کچھ سامانِ عبرت ونصیحت ہے۔

قبیلۂ بنو بویہہ کے معروف بادشاہ عضد الدولہ کے بارے میں آتا ہے کہ بیحد بارعب اور متکبر بادشاہ تھا، زمامِ حکومت سنبھالنے کے بعد اس نے ملکی نظم ونسق فوراً درست کردیا، فسادیوں کا قلع قمع کردیا، جاسوس متعین کردیئے اور لمحہ لمحہ کی خبر رکھی حتی کہ میاں بیوی اور غلام وآقا تک ایک دوسرے سے ڈرنے لگے، بیحد بے رحم تھا، نہ جانے کتنے معصوموں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، پھر وہ ایک باندی کے عشق میں مبتلا ہوگیا اور پورپورا اسی میں ڈوب گیا، اس کی

حکومت کا دائرہ بیحد وسیع تھا، اس کا رعب و دبدبہ سب پر طاری تھا، مگر پھر کیا ہوا؟ ۴۷ رسال کی عمر میں اسے مہلک امراض نے آگھیرا، کوئی دوا کام نہ آسکی، اس نے خود اپنی حالتِ زار کا رونا شعری زبان میں رویا جس میں اس نے کہا کہ میں نے بڑوں بڑوں کو قتل کر ڈالا، کسی دشمن کو مہلت نہ دی، اپنا رعب بٹھایا، اب جب عیش کا وقت آیا تو ہلاکت و موت کا تیر مجھ پر آ گرا، میرا جوش سرد ہو گیا اب میں بیکار و معطل کمرے میں پڑا ہوں، نہ میرا مال میرے کام آ رہا ہے اور نہ جاہ و اقتدار، سب چھن گیا اور کچھ نہ بچا، بالآخر اسی عالم میں وہ ختم ہو گیا، اس کی موت پر بھی فلسفیوں نے اسی طرح تبصرہ کیا جیسا سکندر کی موت پر کیا تھا، الفاظ کا فرق ضرور ہے مگر باتیں وہی ہیں۔

قارون کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

''یہ ایک واقعہ ہے کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ایک شخص تھا، پھر وہ اپنی قوم کے خلاف سرکش ہو گیا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ ان کی کنجیاں طاقتور آدمیوں کی ایک جماعت مشکل سے اٹھا سکتی تھی، ایک دفعہ جب اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا پھول نہ جاؤ اللہ پھولنے والے کو پسند نہیں کرتا تو اس نے کہا کہ یہ سب کچھ تو مجھے اس علم کی بنیاد پر دیا گیا ہے جو مجھ کو حاصل ہے، آخر کار ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر کوئی اس کے حامیوں کا گروہ نہ تھا جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کو آتا اور نہ وہ خود اپنی مدد آپ کر سکا۔'' (سورۃ القصص)

موت اور عذاب الٰہی نے قارون کی طرح فرعون و ہامان، قوم نوح، عاد و ثمود اور پھر رؤساء قریش ابو جہل و ابولہب وغیرہ سب کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔

واقعہ یہی ہے کہ: ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اس لئے نہ کسی دولت مند کے لئے اپنی دولت پر ناز کا جواز ہے اور نہ کسی با اقتدار کے لئے اپنے اقتدار پر اتراہٹ کا، موت ہر ایک کے لئے عبرت ہے، اور اسی کو حدیث میں ''هَاذِمُ اللَّذَّاتِ'' (تمام لذتیں ختم کرنے والی چیز) قرار دیا گیا ہے اور کثرت سے یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن میں دنیوی زندگی اور اس کی رونقوں کو ''مَتَاعُ الْغُرُوْرِ'' (دھوکے کا سامان) قرار دیا گیا اور اصل توجہ موت کے بعد کی زندگی پر مرکوز کرنے کی تاکید آئی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا یہ جملہ آبِ زر سے اور لوحِ قلب پر لکھنے کے قابل ہے کہ:

مَا أَكْثَرَ الْمُعْتَبَرَ وَأَقَلَّ الْمُعْتَبِرَ.

ترجمہ: سامانِ عبرت بہت ہے مگر عبرت حاصل کرنے والے بہت کم۔

اور یہی صورتحال سب سے خطرناک ہے۔

نفس پرستی

مؤمن صادق کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ خیر پسند، شر سے نفور وگریزاں ہوتا ہے، اس کا دل تعلیماتِ نبوت پر مطمئن ہوتا ہے، جس شخص میں خیر پسندی، شر سے گریز اور ہدایاتِ نبوت پر اطمینان کا جوہر مفقود ہو تو اسے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ منافق ہے۔

دراصل خواہشِ نفس وہ بلا ہے جو انسان کو گمراہی اور ہلاکت کی راہوں پر لے جاتی ہے، قرآن کریم میں خواہش پرستوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ، وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ، وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ، وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةً، فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ، أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ. (الجاثية: ٢٣)

ترجمہ: پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر بھی غور کیا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا خدا بنالیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں پھینک دیا اور اس کے دل اور کانوں پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا؟ اللہ کے بعد اب کون ہے جو اُسے ہدایت دے؟ کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے؟

اس آیت میں کافروں کے چار اوصاف کا بیان ہوا ہے:

(۱) خواہش پرستی۔

(۲) دانستہ گمراہی و بے راہ روی۔

(۳) دلوں اور کانوں پر منجانب اللہ مہر کا لگ جانا۔

(۴) آنکھوں پر پردہ پڑ جانا۔

یہ چاروں اوصاف انسان کو گمراہ و بدراہ کردیتے ہیں، خواہش پرست انسان پاکیزہ اور غلیظ میں فرق نہیں کرتا اور بدستور بربادی کی طرف چلتا ہی رہتا ہے۔ شریعت کے اساسی مقاصد ولوازم میں خواہشِ نفس، اور شیطانِ ملعون سے جنگ اور مقابلہ اور انہیں مغلوب و بے اثر کرنا ہے، توحید و وحدانیت کا مقصد کبر و غرور اور نخوت و تکبر کے عناصر سے جنگ ہوتا ہے، نماز کے مقاصد میں سستی و بیکاری سے، اور زکوٰۃ کے مقاصد میں زر پرستی اور بخل و حرص کے جذبات سے مقابلہ شامل ہے، روزہ کا مقصد کھانے پینے سے اور نفس کی سرکشی سے روکنا ہے، جہاد کا مقصد دنیا پرستی اور اپنی جان کی بیجا محبت کے عناصر پر بندش لگانا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ خداوند قدوس کا منشأ یہ ہے کہ انسان روحانی اور اخلاقی کمال و جمال کا اعلیٰ ترین نمونہ بن جائے، اور خواہش نفس سے بالکل دور رہے، خواہش نفس ہی وہ بلا ہے جو اہل کفر و باطل کے حق سے منحرف ہونے اور راہِ راست سے بھٹکتے رہنے کی بنیادی وجہ ہوتی ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر فرمایا گیا ہے:

فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوْا لَکَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ أَهْوَآءَ هُمْ، وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدىً مِنَ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ لَايَهْدِیْ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ. (القصص: ۵۰)

ترجمہ: اگر وہ آپ کی بات نہیں مانتے تو آپ سمجھ لیجئے کہ دراصل وہ اپنی خواہشات کے پیرو ہیں، اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو خدائی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہشات کی پیروی کرے، اللہ ایسے ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں بخشتا۔

ہوائے نفس ہی وہ شرّی قوت ہے جو انسان کو شر پر آمادہ کرتی ہے، وہی ہر جرم کا محرک، ہر گناہ کا باعث، ہر معصیت کا سبب اور ہر سرکشی کا سرچشمہ ثابت ہوتی ہے، انبیاء کی

تکذیب، رسولوں کی مخالفت، بتوں اور معبودانِ باطل کی پرستش، کتب سماویہ کی توہین و بے حرمتی، ہمہ وقت خونریزیوں، سودخوری، شراب نوشی اور تمام جرائم کے پس پردہ یہی اتباعِ ہویٰ کا عنصر کارفرما ہوتا ہے، انبیاء و رسل کی راہِ دعوت میں یہ عنصر بار بار روڑا بنتا رہا ہے، قرآن میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے:

أَفَكُلَّمَا جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰىٓ أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ، وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ. (البقرة: ۸۷)

ترجمہ: پھر یہ تمہارا کیا ڈھنگ ہے کہ جب بھی کوئی رسول تمہاری خواہشاتِ نفس کے خلاف کوئی چیز لے کر تمہارے پاس آیا تو تم نے اس کے مقابلہ میں سرکشی ہی کی، کسی کو جھٹلایا اور کسی کو قتل کر ڈالا۔

قرآن کریم میں خواہش پرست انسان کو اس کتے سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی ہمہ وقت لٹکتی زبان اور ٹپکتی رال کبھی سرد نہ پڑنے والی آتشِ حرص کی خبر دیتی ہے، دنیا پرست اور نفس پرست انسان جب ایمان کی رسی تڑا کر بھاگتا اور نفس کی اندھی خواہشوں کے قبضہ میں اپنی لگام اور باگ دیدیتا ہے تو وہ پھر کتے کی حالت کو پہونچے بغیر دم نہیں لیتا، وہ ہمہ تن شکم اور ہمہ تن شرمگاہ ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعاً لِمَا جِئْتُ بِهٖ.

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی ہوائے نفس میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہوجائے۔

مطلب یہ ہے کہ تمام تر طبعی میلانات وقلبی رجحانات تعلیمات وہدایاتِ نبوت کے زیرِ فرمان ہوجائیں تبھی ایمان کی روح، برکت، فیض، قوت اور نور حاصل ہوسکتا ہے، ہوائے نفس کو ہدائے نبوت کے تابع کیا جائے تبھی ایمان کا نور حاصل ہوتا ہے، حضرت علی کرم اللہ

وجہہ نے فرمایا:

''مجھے تم پر بس دو چیزوں کا خطرہ ہے، ایک تو دور دراز کی امیدیں اور توقعات، دوسری خواہش پرستی۔

اللہ نے صاف حکم دیا کہ:

لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، إِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ. (ص: ٢٦)

ترجمہ: تم خواہشِ نفس کی پیروی مت کرو کہ وہ تم کو اللہ راہ سے بھٹکا دے گی، جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً اُن کے لئے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے۔

معصوم بچوں کو ظلم سے بچائیے!

بازاروں، ہوٹلوں، چائے خانوں، کارخانوں اور منڈیوں میں ہر طرف کمسن بچوں کا جو ہجوم مزدوری کرتا ہے، بوجھ لادتا ہے، برتن صاف کرتا ہے، پر مشقت کام کرتا ہے، عام طور پر اپنے خاندانی حالات سے مجبور ہو کر اسے یہ اقدام کرنا پڑتا ہے، حقوق انسانی کے علمبر دار اداروں کی نگاہ شاید ان معصوم بچوں کے مستقبل کی تعمیر اور تربیت و تعلیم کے لئے ان کی مالی کفالت کی ذمہ داری سنبھالنے پر نہیں پڑتی، ایک بڑا اہم سبب معصوم بچوں کی اس مشغولیت کا ہوٹلوں اور کارخانوں وغیرہ کے وہ مالکان بھی ہیں جو کمسن بچوں سے کم تنخواہ پر طاقت سے زیادہ کام لے کر استحصال و ظلم کرتے ہیں۔

ظلم و تشدد کا اثر ان کے مستقبل پر کیا پڑتا ہے اس کا حال کسی سے بھی مخفی نہیں ہے، اصحابِ ثروت کا طبقہ ہی درحقیقت ان معصوم بچوں کی تخریبی تربیت کا ضامن ہوتا ہے، ان بچوں کے ساتھ ان کے بے رحمانہ سلوک، نامنصفانہ رویہ، پر تشدد انداز ہی مستقبل میں ان بچوں کو مجرمانہ زندگی پر آمادہ کرتا ہے۔

عہد طفولیت صالح ذہنی تعمیر و تربیت کے لئے خشتِ اول کا کام کرتا ہے جو اگر کج رہ جائے تو پوری دیوار کج ہی رہتی ہے:۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

علم النفس کے ماہرین نے اس اصول کو بہت اہم قرار دیا ہے کہ بچوں کی تربیت و تعلیم

وتلقین کے لئے تدریج سے کام لیا جائے، مناسب ماحول مہیا کیا جائے، ان سے مایوس نہ ہوا جائے، ترغیب وتشویق کے پہلو کو زیادہ اہمیت دی جائے اور سلبی پہلو اور تشدد سے آخری حد تک گریز کیا جائے، تشدد اور سلبی پہلو کا اثر بچوں کی نفسیاتی صحت، عقلی، لسانی، جذباتی اور جسمانی نشو ونما پر بہت گہرا پڑتا ہے۔

اب اگر بچپن کے اس دور میں جو فارغ البالی اور صالح تربیت حاصل کرنے کا دور ہوتا ہے بچہ کو کام میں لگا دیا جائے، پرتشدد اور سلبی رویّہ اختیار کیا جائے تو اس کے نفسیاتی دور رس ودیرپا اثرات آئندہ کی انفرادی واجتماعی زندگی پر نمایاں ہوتے ہیں، اور اس وقت ان پر کنٹرول بے حد مشکل ثابت ہوتا ہے۔

ظلم وتشدد بچہ کے دل میں معاشرتی اقدار سے بغاوت کا تخم ڈال دیتا ہے، پھر وہ خیر کی راہ سے ہٹ کر شر کی راہوں کو چن لیتا ہے، سلبی رویہ اسے تخریبی کاموں میں مشغول کر دیتا ہے۔

ظالم وجابر باپ، سخت وتنگدل اور بے رحم استاذ، جفا شعار وستم پیشہ مالک وذمہ دار کے سلبی پرتشدد روّیوں کے پس منظر میں اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو عہدِ طفولیت کے پرتشدد سلبی سلوک اور غلط کج تربیت کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔

جو غلط فکر افراد آج کے بچوں کے ساتھ ظالمانہ، وحشیانہ اور نامنصفانہ سلوک روا رکھتے ہیں وہ شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ یہی بچے کل بڑے ہو کر اس کا جواب اس سے زیادہ تشدد سے دیں گے، اور پھر وہ معاشرہ کا سکون غارت کریں گے، سلیقہ وتہذیب سے اپنی محرومی کا انتقام وہ معاشرہ کو اطمینان سے محروم کر کے لیں گے، انہیں ان کے اپنے حقوق سے محروم کیا گیا تھا اب وہ دوسروں کو ان کے حقوق سے محروم کریں گے، وہ ہر چیز پر حملہ آور ہوں گے، پھر نہ انہیں قانون روک سکے گا اور نہ مذہب اور نہ قید وبند، اس لئے کہ وہ قانون کے احترام سے ناآشنا، دین سے نابلد اور قید وبند چشیدہ ہیں۔

مستقبل کے مجرموں، دہشت گردوں کو آج کے محروم بچوں میں تلاش کیا جا سکتا ہے، ان بچوں کی محرومی دور کرنے، ان پر سے ظلم کا ازالہ کرنے ہی سے جرم و دہشت گردی کا انسداد ممکن ہے۔

اصل جرم و ظلم و شر کا سرچشمہ اور بنیادی سبب وہ لوگ ہیں جو ان بچوں پر ظلم کرتے ہیں خواہ اپنی طاقت کے نشہ میں یا دولت کے نشہ میں، اس لحاظ سے آج کے مظلوم بے قصور بچوں کے آنسوؤں کو بے مایہ نہ سمجھا جانا چاہیئے، ورنہ یہ آنسو رفتہ رفتہ سرکش و بے کنار طوفان کی شکل اختیار کر جائیں گے جن کے آگے بند باندھنا بے حد مشکل ہو جائے گا۔

نفس کے گناہ اور ان سے بچاؤ!

قرآن کریم میں واضح فرمایا گیا ہے کہ:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ، إِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (یوسف: ۵۳)

ترجمہ: نفس بدی پر اکساتا ہے الّا یہ کہ اللہ کی رحمت ہو، بیشک اللہ بڑا غفور ورحیم ہے۔

قرآن کی اس وضاحت سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر نفس کو لگام نہ دی جائے تو وہ برائی کی ظلمت میں ڈوبتا چلا جاتا ہے اور نتیجہ کے طور پر رحمتِ الٰہی سے دور ہوتا جاتا ہے، انسان کے نفس میں جو وساوس اور برے خیالات آتے ہیں وہ اسکے ایمان اور تقویٰ کے لئے بیحد ضرر رساں ثابت ہوتے ہیں، احکام الٰہی کی ہر مخالفت نفس کی اتباع کی کوکھ سے جنم لیتی ہے، اسی کو قرآن یوں بیان کرتا ہے کہ:

مَا أَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ، وَمَآ أَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ. (النساء: ۷۹)

ترجمہ: اے انسان! تجھے جو بھلائی بھی حاصل ہوتی ہے اللہ کی عنایت سے ہوتی ہے، اور جو مصیبت تجھ پر آتی ہے وہ تیرے اپنے کسب وعمل کی بدولت ہے۔

اہلِ نفاق ہر دور میں نفس پرست ہوتے ہیں، اور یہی نفس پرستی ان کو گمراہی کی دلدل میں پھنسا دیتی ہے اور قبولِ حق کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے، غزوۂ احد کے موقعے پر سخت

آزمائش کا موقعہ تھا، اس موقعے پر اہل نفاق کا حال قرآن یوں بتاتا ہے کہ:

وَطَآئِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ. (آل عمران: ١٥٤)

ترجمہ: ایک گروہ جس کے لئے (دین کے بجائے) ساری اہمیت بس اپنے نفس وذات کی تھی، اللہ کے متعلق جاہلانہ گمان کرنے لگا جو سراسر خلافِ حق تھا۔

نفس کے روگ بے شمار ہیں جن کا یہاں احاطہ نہیں ہوسکتا، چند نمایاں بیماریوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) سستی اور بزدلی:

سستی غفلت پیدا کرتی ہے، ہمت وعزم کو مارڈالتی ہے، اور انسان کو پست وذلیل کردیتی ہے، اپنے قولی وعملی فرائض کی ادائیگی سے سستی برتنے والا انسان بے عزت اور بدنام ہوجاتا ہے، یہ روگ جس کو لگ جاتا ہے اس کے ساتھ بدنامی کا بدنما داغ ضرور لگ جاتا ہے، یہی حال بزدلی کا ہے، حکماء کے بقول بزدلی ایمان کے منافی ہے، بزدل آدمی جہاد فی سبیل اللہ کی عظیم ترین عبادت سے محروم رہتا ہے۔

(۲) کینہ اور بغض:

یہ بہت بڑے نفسانی روگ ہیں، یہ اَنا پرستی اور دوسروں سے لاتعلقی کی واضح علامت ہوتے ہیں، ایمان اسی وقت معتبر ہوتا ہے جب آدمی کا دل ونفس کینہ، کھوٹ اور کپٹ سے خالی ہو، اس کے بغیر حصولِ جنت ناممکن ہے۔

(۳) حرص وطمع:

لالچ اور حرص انسان کا بہت بڑا عیب ہے، اس کا تعلق بھی نفس وقلب سے ہے، سچا

مؤمن اس روگ اور مرض سے دور رہتا ہے، حرص کو اہل کفر و نفاق کی علامت بتایا گیا ہے۔

نفس کو برائیوں سے بچانے اور بھلائیوں کی طرف راغب بنانے کے مختلف طریقے ہیں، ان میں سے پہلا طریقہ صبر کا ہے، صبر نفس کو سنوارنے اور اس کو اخلاقِ عالیہ سے آراستہ کرنے کا اہم ذریعہ ہے، دوسرا طریقہ مراقبہ کا ہے یعنی خفیہ و علانیہ بہر حال اللہ کی طرف دھیان رہے، اس سے نفس پر قابو ملے گا، اور وہ گناہ کے لئے آزاد نہ رہے گا۔

ایک آدمی حضرت ابراہیم بن ادہم کے پاس آیا اور کہا کہ میں بہت گنہ گار ہوں، کوئی ایسا طریقہ بتا دیجئے کہ میرا نفس گناہ کی طرف مائل نہ ہو، ابراہیم بن ادہم نے فرمایا کہ اگر تم پانچ کام کرلو تو کوئی گناہ تم کو نقصان نہیں پہنچائے گا:

(۱) جب تم گناہ کا ارادہ کرو تو اللہ کا رزق نہ کھاؤ، اس آدمی نے پوچھا کہ پوری روئے زمین پر اللہ ہی کا رزق ہے تو میں کہاں سے کھاؤں؟ ابراہیم نے فرمایا کہ کیا یہ مناسب ہے کہ تم اللہ کا رزق کھاؤ اور پھر اسی کی نافرمانی کرو۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ جب تم گناہ کا ارادہ کرو تو اللہ کی زمین پر نہ رہو، اس آدمی نے پوچھا کہ پوری زمین اللہ ہی کی ہے تو پھر میں کہاں رہوں؟ ابراہیم نے فرمایا کہ کیا یہ مناسب ہے کہ تم اللہ کا رزق کھاؤ اور اس کی زمین میں رہو اور پھر اس کی معصیت کرو۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ اگر تم گناہ کا ارادہ کرو جب کہ تم اللہ کی زمین پر اللہ کا رزق استعمال کر رہے ہو تو اتنا کرو کہ ایسی جگہ ڈھونڈ لو جہاں اللہ تم کو نہ دیکھ سکے، اس آدمی نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ تو سب جگہ ہے اور سب کچھ جانتا ہے، ابراہیم نے فرمایا کہ کیا یہ مناسب ہے کہ تم اللہ کی زمین میں اس کا رزق استعمال کرتے ہوئے اس کی نافرمانی کرو جب کہ وہ تم کو دیکھ بھی رہا ہو اور تمہارا گناہ اس کے علم میں بھی ہو۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ جب ملک الموت تمہاری روح قبض کرنے آئے تو اس

سے توبہ اور عمل صالح کی مہلت مانگ لو، اس آدمی نے کہا کہ وہ مہلت کب دے گا؟ ابراہیم نے فرمایا کہ جب تم جانتے ہو کہ موت کا وقت آنے پر نہ وہ ٹل سکتی ہے اور نہ تم کو مہلت مل سکتی ہے پھر کیسے مناسب ہے کہ تم گناہ کرو۔

(۵) پانچویں بات یہ ہے کہ جب قیامت میں ملائکۂ جہنم تمہیں جہنم کی طرف لے جائیں تو تم ان کے ساتھ نہ جانا، اس آدمی نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہاں تو میں مجبور ہوں گا، ابراہیم نے کہا کہ پھر تم گناہ کے ساتھ نجات کیسے پا سکتے ہو، اس پر اس آدمی نے کہا کہ اتنا میرے لئے بس ہے، میں سب گناہوں سے دامن کش ہوتا ہوں۔

اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ گناہوں سے بچاؤ کے لئے مقامِ صبر اور مقامِ مراقبہ کے حصول کی کتنی اہمیت ہے۔

اجتماعیت کی روح

اسلام کا مزاج اور پیغام یہ ہے کہ وہ اجتماعیت، اتحاد اور اجتماعی ربط وجوڑ کو انتشار، تعصب، اور باہمی توڑ کے مقابلے میں پسند کرتا ہے، وہ انفرادی فکر کے مقابلے میں اجتماعی فکر پیدا کرنا چاہتا ہے، اس میں ذاتی مقاصد کی تکمیل کے بجائے اجتماعی مقاصد کی تکمیل کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔

جاہلیت اور اسلام کا ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ جاہلیت میں قبیلہ بندی کا رواج تھا، ہر بجا و بیجا اور جائز و ناجائز میں اپنے خاندان کی تائید اور مدد ضروری امر سمجھا جاتا تھا، مگر اسلام نے قبیلہ بندی کا رجحان ختم کر کے حق پسندی اور عدل کی تعلیم دی، ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی قرار دیا، اور ہر طرح کے ظلم اور ناانصافی کو بہت بڑا جرم قرار دیا، مظلوم کی مدد یہ بتائی کہ اسے بچایا جائے اور ظالم کی مدد یہ بتائی کہ اسے ظلم سے روکا جائے۔

تعصب کو اسلام بہت بڑا گناہ بتاتا ہے، ارشادِ نبوی ہے:

مَنْ دَعَا إِلىٰ عَصَبِيَّةٍ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ قَاتَلَ عَلىٰ عَصَبِيَّةٍ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ مَاتَ عَلىٰ عَصَبِيَّةٍ فَلَيْسَ مِنَّا. (ابو داؤد شریف)

ترجمہ: جو تعصب کی دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں ہے، جو تعصب سے لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے، جو تعصب پر مرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ تعصب کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ: ”تعصب ظلم پر اپنے بھائی کی مدد کا نام ہے“۔ (ابوداؤد)

فرمایا گیا کہ اجتماعیت رحمت ہے اور انتشار عذاب ہے، اجتماعیت میں برکت ہے اور انتشار میں بے برکتی ہے، جماعت کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے، انتشار میں شیطان کی مسرت اور معیت ہوتی ہے، جنت کا حصول اجتماعیت پر موقوف ہے، اسی لئے اسلام میں اجتماعیت کی بے حد اہمیت آئی ہے اور ہر فردِ بشر میں اجتماعی روح پیدا کرنے کی مکمل کوشش کی گئی ہے، اور اجتماعی تقاضوں کو انفرادی تقاضوں سے مقدم رکھنے کی بیحد تاکید کی گئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ:

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ، یَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً. (متفق علیه)

ترجمہ: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت کی طرح ہوتا ہے، جس طرح عمارت کا ایک حصہ دوسرے حصے کی مضبوطی کا ذریعہ ہوتا ہے اسی طرح ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی قوت اور سہارا ثابت ہوتا ہے۔

اسلامی تعلیمات واحکام کا تجزیہ بھی یہی بتاتا ہے کہ اجتماعی روح پھونکنے کا اہتمام کیا گیا ہے، اور انفرادی تقاضوں کو پس پشت ڈالنے کی تاکید کی گئی ہے، نماز کے باب میں جماعت کی تاکید، اہمیت، ترکِ جماعت پر سخت وعیدیں، اذان کا اہتمام، مساجد کی اہمیت وتقدس، عیدین کا نظام سب کچھ اس کا واضح ثبوت ہے، ایک نابینا صحابی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا نماز پڑھنے اور جماعت میں شریک نہ ہونے کی اجازت نہ دی، اور یہ ارادہ فرمایا کہ جماعت میں بلا عذر نہ آنے والوں کو گھروں کے ساتھ جلادیں، نماز باجماعت کی صفیں لگی ہوں اور کوئی پیچھے اکیلا نماز پڑھ رہا ہو اگرچہ جماعت میں شریک ہو اس کو بھی ناپسند فرمایا کہ یہ اجتماعی نظام کے خلاف ہے، حضرت وابصہ بن معبدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کو نماز دہرانے کا حکم دیدیا۔ (ترمذی شریف)

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی مسجد میں آئے اور صفیں پُر پائے، اور پیچھے تنہا

کھڑے ہونے کے سوا کوئی اور چارہ نہ ہو تو آگے سے نرمی سے کسی نمازی کو پیچھے اپنے ساتھ کر کے اس کے ساتھ نماز پڑھے، اور جسے پیچھے کیا جائے وہ ضرورت سمجھ کر خوش اسلوبی سے پیچھے آجائے، اس عمل کو باعثِ اجر بتایا گیا ہے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام ظاہری و باطنی ہر اعتبار سے وحدت واجتماعیت کو کس قدر اہمیت دیتا ہے۔

مسلمان نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور اپنے مالک سے یہ دعا کرتا ہے کہ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ.

ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ دکھا دیجئے۔

یہاں بھی اجتماعی دعا ہے، وہ صرف اپنے لئے نہیں بلکہ سب کے لئے اللہ سے ہدایت کی دعا مانگتا ہے، رمضان میں مسلمان تنہا نہیں سب کے ساتھ مل کر روزہ رکھتا ہے، عید کے دن تنہا نہیں سب کے ساتھ مل کر روزہ توڑتا ہے، اگر اس نے تنہا رمضان کا چاند دیکھا ہے اور کسی نے نہیں دیکھا، اور اگلے دن سب بے روزہ ہیں تو اسے بھی بے روزہ رہنا ہے، اگر اس نے تنہا عید کا چاند دیکھا ہے اور کسی نے نہیں دیکھا، اور اگلے دن سب روزے سے ہیں تو اسے بھی روزے سے رہنا ہے، کسی بھی طرح جماعت سے الگ نہیں ہونا ہے، اسی کو ایک حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

”روزہ اسی دن ہوگا جب سب لوگ روزہ رکھیں، اور عید اسی دن ہوگی جب سب لوگ عید منائیں“۔ (ابوداؤد شریف)

ان مسائل فقہیہ میں ائمہ کے جزوی اختلافات تو ہیں مگر اس حقیقت کا ادراک بہر صورت کیا جاسکتا ہے کہ اسلام اپنی ہر تعلیم اور ہر حکم کے ذریعہ اپنے متبعین میں اجتماعیت کی روح پیدا کرنا اور انفرادیت کی فکر ختم کرنا چاہتا ہے، واقعہ بھی یہی ہے کہ ہر مرحلۂ زندگی میں ملت کا مفاد اجتماعیت ہی سے وابستہ ہے۔

اجتماعیت

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے جو تعلق اور رشتہ ہوتا ہے وہ فی الواقع اخوت، مودت، وفاداری اور اخلاص کی ناقابل شکست بنیادوں پر قائم ہوتا ہے، ایمان کامل اس تعلق کی مضبوطی، استحکام اور جماؤ میں سب سے زیادہ مؤثر عنصر ثابت ہوتا ہے، ایک مسلمان جب یہ حقیقت اپنے دل میں بٹھالیتا ہے کہ تمام مسلمان رنگ ونسل، حسب ونسب، زبان وکلچر، اور وطن ومکان کی حدود وقیود سے بلند ہوکر ایک ہی خاندان کے افراد ہیں اور ایک ہی نظام سے مربوط ہیں تو پھر وہ اپنے تمام اعمال ومعاملات اور برتاؤ میں اس حدیث کو بنیاد بناتا ہے کہ ''جو اپنے لئے پسند کرو وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرو اور جو اپنے لئے ناپسند کرو وہی اپنے بھائی کے لئے ناپسند کرو'' اور وہ ہر آن قرآنی اور نبوی ہدایات کو پیش نظر رکھتا ہے، چنانچہ وہ ہر جائز موقع پر اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے، بے یار ومددگار نہیں چھوڑتا، اچھا گمان رکھتا ہے، بدگمانی، غیبت، تجسس اور حسد وچغلی وغیرہ سے حتی الامکان بچتا ہے۔

خداوند قدوس نے اہل ایمان کو جابجا اس کا حکم دیا ہے کہ وہ انسانی حقوق پامال کرنے کا جرم ہرگز نہ کریں، اور نہ ہی انسانی کرامت اور آبرو پر حملہ کریں، یہ بھی واضح فرمایا گیا ہے کہ اہل ایمان کے باہمی تعلقات کو سب سے بڑا خطرہ غیبت سے ہوتا ہے، غیبت کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے بھائی کے واقعی عیب کو اس کی عدم موجودگی میں اس طرح بیان کیا جائے کہ اگر وہ سن لے تو ناگواری کا اظہار کرے، اور اگر وہ عیب اس میں نہ ہو پھر بھی اس کی طرف منسوب کردیا جائے تو یہ بہتان ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہوتا ہے کہ:

''ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا غیبت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ذِکْرُکَ أَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ'' کہ تو کسی شخص کا ذکر اس طرح کرے کہ وہ سنے تو اسے ناگوار ہو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر چہ میری بات حق ہو؟ آپ نے جواب دیا اگر تیری بات باطل ہو تب تو یہ بہتان ہے''۔ (مؤطا امام مالک)

احادیث میں بہت صاف فرما دیا گیا ہے کہ:

''بدترین بہتان کسی مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ کرنا ہے''۔ (ابوداؤد)

قرآن کریم کی سورۂ حجرات میں اہل ایمان کو ان کی معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں فساد برپا کرنے والی برائیوں سے بچنے کی بڑے بلیغ اسلوب میں تاکید فرمائی گئی ہے، ان میں تمسخر اور استہزاء، طعنہ زنی، برے القاب سے پکارنے، بدگمانی، پوشیدہ عیب کا سراغ لگانے اور غیبت کا نام بہ نام ذکر کر کے ان کی شناعت ظاہر کی گئی ہے۔

حجۃ الوداع کے خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بڑی خصوصیت سے فرمائی تھی کہ مسلمان کا خون مال اور آبرو تینوں محترم ہیں اور ان میں سے کسی پر بھی کسی نوع کا حملہ ناروا ہے۔

اجتماعی زندگی کے لئے حسد اور بغض بھی سمّ قاتل ثابت ہوتے ہیں، ایک حدیث میں فرمایا گیا:

''تمہاری طرف بھی پہلی قوموں کا مرض چپکے سے چل پڑا ہے، اور وہ حسد اور بغض ہے، یہ دین کو مونڈ دینے والی چیزیں ہیں''۔ (مسند احمد)

بلکہ اہل ایمان کو ان امور کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو باہمی تعلقات کو خوشگوار بنائیں اور اجتماعیت کی روح پیدا کریں، چنانچہ خوش گمانی، اپنے بھائی کی پردہ داری،

دفاع، جان ومال وآبرو کا تحفظ، جائز امور میں ہر ممکن مدد اور تعاون، حقوق کی پاسداری اور ادائیگی وغیرہ کا حکم فرمایا گیا ہے۔

اتحاد واتفاق مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اور قوت کا واحد حل ہے اور یہ حل تمام امتوں اور مذاہب میں متفق علیہ رہا ہے، وحدت واتحاد کے لئے مرکز صرف اسلام وقرآن بن سکتا ہے اور باہمی اتحاد اطاعت الٰہی پر موقوف ہے، معاصی کے ساتھ یہ انعام نہیں ملتا۔ اس اصول کو حرزِ جاں بنائے رکھنا چاہیئے۔

نیکیوں کا زہر: حسد

کسی بندۂ خدا کو حاصل شدہ دینی، علمی، عملی، مالی، بدنی وجسمانی، اخلاقی وروحانی نعمتوں کے زوال اور خاتمہ کی تمنا کا نام شریعت کی اصطلاح میں حسد ہے۔

حسد بدترین اخلاقی مرض ہے، انسانی زندگی کی قبیح ترین خصلت ہے، اسی لئے قرآن وحدیث کے نصوص میں اس کی بے پناہ مذمت اوراس سے دور رہنے کی تلقین وتاکید آئی ہے، عہد رسالت میں اللہ عزوجل نے اہل ایمان کوقرآن وایمان کی جو بے بہا دولت ونعمت عطا فرمائی تھی بد باطن یہودی اس سے جلتے تھے اوران کے دلوں میں ہمہ وقت یہی تمنا اورآرزو مچلتی رہتی تھی کہ یہ نعمت مسلمانوں سے سلب کرلی جائے۔قرآن کی صراحت ہے کہ:

وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّاراً، حَسَداً مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ. (البقرة: ۱۰۹)

ترجمہ: اہل کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان سے پھیر کر پھر کفر کی طرف پلٹا لے جائیں، اگرچہ حق ان پر ظاہر ہو چکا ہے، مگر اپنے نفس کے حسد کی بنا پر تمہارے لئے ان کی یہ خواہش ہے۔

حسد کے مختلف درجات ہیں، ایک درجہ یہ ہے کہ صرف صاحب نعمت سے سلب نعمت کی تمنا دل میں ہو، خواہ خود اس تمنا کرنے والے کو وہ نعمت میسر آئے یا نہ آئے، حسد کی سب سے بدترین صورت یہی ہے، اہل نفاق اسی حسد میں مبتلا تھے کہ وہ اہل ایمان سے نعمت ایمان سلب کئے جانے کے متمنی تھے اورانہیں اپنی طرح کافر دیکھنا چاہتے تھے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی دوسرے کو حاصل شدہ نعمت کے بارے میں یہ تمنا کرے کہ یہ نعمت مجھے مل جائے، لیکن چونکہ یہ نعمت اسے دوسرے سے سلب کئے جائے بغیر مل نہیں سکتی ہے اس لئے ضمناً اس کی یہ آرزو بھی ہوتی ہے کہ صاحب نعمت سے یہ نعمت سلب کر لی جائے، یہ صورت بھی قابل مذمت ہے، ہاں اگر صاحب نعمت سے سلب نعمت کی تمنا نہ ہو بلکہ اس جیسی نعمت خود حاصل ہونے کی آرزو ہو تو یہ بالکل معیوب نہیں ہے بلکہ دینی امور میں پسندیدہ ہے۔

حسد کے اسباب ومحرکات کا تجزیہ واضح کرتا ہے کہ اس میں مختلف امور کارفرما ہوتے ہیں، سب سے بنیادی سبب بغض وعداوت ہے، اکثر دوسرے سے جذبۂ عداوت ہی حسد کی راہ ہموار کرتا ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ بغض وعداوت کی وجہ سے پیدا ہونے والا حسد عام ہوتا ہے، اس میں مساوات کی قید نہیں بلکہ ایک ادنیٰ شخص اعلیٰ سے اعلیٰ شخص کا بدخواہ ہوسکتا ہے، تعلیمی میدانوں میں تجربات رکھنے والے افراد کے سامنے بغض وعداوت کے نتیجے میں پیدا شدہ حسد کے نمونے اور مظاہر جابجا آتے ہیں، کچھ نہ جاننے والے افراد عموماً ہمہ دانی کے مدعی اور جہل مرکب میں مبتلا ہوکر واقعتاً علمی صلاحیتوں سے مالا مال قابل رشک وفخر اور لائق احترام وقدر افراد سے حسد کرنے لگتے ہیں اور ان کی علمی ترقی میں حائل ہونے لگتے ہیں۔

حسد کا ایک سبب جاہ پرستی ہے، یہود کو اہل اسلام سے اس بنیاد پر بھی حسد تھا کہ وہ اہل اسلام کو اپنے اقتدار کی راہ کا روڑا سمجھ رہے تھے، آج بھی مختلف شعبہائے حیات میں اس کے نمونے ملتے ہیں، حسد کے دیگر اسباب کبر، تعلّی، ذاتی فخر کا خیالی تصور، خبث باطن، بدطینتی وغیرہ آتے ہیں۔

کسی عالم سے پوچھا گیا کہ فلاں صاحب آپ سے ناراض رہتے ہیں اور آپ کی مذمت کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ میرے سگے رشتہ دار ہیں، پڑوسی بھی ہیں اور ہم پیشہ بھی ہیں، یعنی قرابت، ہمسائیگی اور ہم پیشگی یہ سب اسباب حسد بن جاتے ہیں۔

فقیہ ابو اللیث سمر قندی کا مقولہ ہے:

''حسد کے اثرات محسود (جس سے حسد کیا جائے) تک پہنچنے سے پہلے ہی حاسد کو پانچ سزائیں مل جاتی ہیں، ایک تو دائمی غم وفکر، دوسرے بے فیض مصیبت، تیسرے عیب ومذمت، چوتھے اللہ کی ناراضگی اور پانچویں اللہ کی جانب سے بے توفیقی''۔

اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد سے اجتناب کی بہت سخت اسلوب میں تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے:

اِتَّقُوْا الْحَسَدَ، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ. (سنن ابوداؤد شریف)

ترجمہ: تم لوگ حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ:

''ہر شخص کو خوش کرنا ممکن ہے، لیکن حاسد کو خوش نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ اس کی خوشی تو نعمت کے زوال ہی سے ہوتی ہے''۔

حسد ایسا گناہ ہے جو متعدد گناہوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے، حاسد نفاق پیشہ ہوتا ہے، اسے قطع رحمی کرنی پڑتی ہے، وہ بہتان طرازی اور افترا پردازی کرتا ہے، وہ دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھنے کا مجرم ہوتا ہے، وہ دنیا کی محبت میں جنون کی حد تک پہنچ جاتا ہے، وہ دروغ گوئی، غیبت، افشائے راز، پردہ دری، استہزاء، تجسس اور ایذاء مسلم جیسے قطعی حرام امور کا مرتکب ہوتا ہے۔

محسود (جس سے حسد کیا جائے) کے لئے شریعت کا حکم یہ ہے کہ وہ حاسد کے شر سے پناہ مانگتا رہے، اللہ کی طرف رجوع ہو، گناہوں سے تائب ہو، اللہ پر کلی اعتماد وتوکل کرے، حاسد کی بدگوئیوں پر صابر رہے اور حسب موقع اس کو سمجھائے۔

حاسد کو شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ وہ حسد سے دور رہے، اخلاص کے ساتھ توبہ کرے، اپنے سے کمتر کو دیکھ کر شکر کرے، دعا کرتا رہے، سلام کا اہتمام کرے، قرآن غور سے پڑھے اور راہِ خدا میں صدقہ دے، اپنے پاس موجود چیز پر قانع رہے۔ حدیث میں آیا ہے:

''جب تمہیں مالی و علمی اعتبار سے اپنا برتر نظر آئے تو اپنے سے کمتر کو دیکھو''۔ (بخاری شریف)

اور ایک حدیث میں حسد سے نجات کا یہ طریقہ بیان ہوا ہے کہ:

''جب حسد ہو جائے تو حسد پر عمل نہ کرو اور حد سے نہ گزرو''۔

حسد اخوت اسلامی کے شیرازے کو منتشر کر دیتا ہے اسی لئے اس سے پوری طرح بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے نہ بچنے والوں کو لعنت کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

نوجوانوں میں صحیح شعور پیدا کرنے کی ضرورت

کہا جاتا ہے اور بالکل صحیح کہا جاتا ہے کہ نوجوان کسی بھی قوم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، قوموں کا مستقبل ان سے وابستہ ہوتا ہے، انقلابات ان کے دم سے آتے ہیں، علمی سرگرمیاں بیشتر ان ہی کی ہوتی ہیں، اسلام چونکہ آفاقی اور عالمی مذہب ہے، اس لئے وہ نوجوانوں کو خاص اہمیت دیتا ہے، ایک حدیث میں جوانی کی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ:

اِغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ، حَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ، وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ، وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ، وَشَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ، وَصِحَّتَکَ قَبْلَ مَرَضِکَ. (مشکاة المصابیح)

ترجمہ: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو، زندگی کو موت سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے، مالداری کو محتاجی سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور صحت کو بیماری سے پہلے۔

دوسری حدیث میں فرمایا گیا کہ:

''قیامت کے روز ہر فرزند آدم سے کچھ سوالات ضرور ہوں گے، عمر وزندگی کے بارے میں سوال ہوگا کہ کس کام میں گزاری اور صرف کی؟ جوانی کے قیمتی لمحات کیسے گزارے؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ علم کے مطابق عمل کیا یا نہیں؟''۔

اسلام تمام انسانوں خصوصاً نوجوانوں کو یہ پیغام دیتا ہے کہ وہ ایمانی رسوخ پیدا کریں، کفروفسق اور عصیان وطغیان سے گریزاں ہوں، طاعات کی طرف راغب ہوں، بلکہ اسلام کہتا ہے کہ طاعات الٰہیہ میں منہمک نوجوان قیامت کے روز عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوگا جہاں اس کے سوا کوئی اور سایہ میسر نہ آئے گا۔

تاریخ کی شہادت یہی ہے کہ اصلاح وصلاح کی تمام تر تحریکات، کوششوں اور سرگرمیوں میں نوجوانوں کا رول سب سے اہم اور نمایاں رہتا ہے، سیدنا ابراہیم خلیل اللہ نے نوجوانی ہی میں اپنی قوم کے برے عقائد، بت پرستی، اصنام تراشی، گمراہی اور بدکرداری کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اور بتوں کو پاش پاش کرنے کے بعد قوم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ حقیقت واضح کی تھی کہ:

أَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ، أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. (الانبیاء: ٦٦)

ترجمہ: یہ وہ بت ہیں جن میں نہ نفع پہنچانے کی صلاحیت ہے اور نہ ضرررسانی کی، تم پر تُف ہو اور تمہارے ان ہاتھوں سے تراشے ہوئے بے جان معبودوں پر تُف ہو، تم عقل سے محروم ہو۔

حق گوئی کی سزا ان کو آگ کے الاؤ میں ڈال کر دی گئی، مگر ان کے صبر واستقامت میں ذرا بھی کمی نہ آئی اور پھر اللہ کے حکم سے وہ مشتعل آگ ان کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی۔

سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ ان کو وہ ذبح کررہے ہیں، یہ خدا کا حکم تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام نوجوان تھے، مگر ان کے دل میں اطاعتِ الٰہی کا جذبہ موجزن تھا، انہوں نے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ابا جان:

يٰٓا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ.
(الصافات: ۱۰۲)

ترجمہ: آپ حکم الٰہی کی تعمیل کیجئے، آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔

اطاعت وقربانی کی یہ مثال تاریخ عالم کی منفرد مثال ہے۔

حضرت لوط حضرت ابراہیم علیہما السلام پر سب سے پہلے ایمان لائے، اس وقت وہ نوجوان تھے، پھر نبی بھی بنائے گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو عین عنفوان شباب میں مختلف مصائب ومحن سے گزرنا پڑا، قید وبند کی صعوبتوں سے سابقہ پیش آیا، مگر ان کا صبر وثبات بے نظیر تھا، بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نعمتوں سے دنیا میں بھی سرفراز فرمایا، ملک کے خزانے ان کے سپرد کردیئے گئے۔

سورۂ کہف میں جن اہل حق کے ثبات ایمانی اور رسوخِ دینی کا ذکر ہے وہ قرآن کے بقول:

إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدىً، وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ إِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، لَنْ نَّدْعُوَ مِنْ دُوْنِهٖ إِلٰهاً. (الکھف: ۱۳-۱٤)

ترجمہ: چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی بخش دی تھی، ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کردیئے جب وہ اٹھے اور انہوں نے یہ اعلان کردیا کہ ہمارا رب تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پوری جوانی صبر وعزیمت کے کارناموں سے لبریز ہے،

ہجرت کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے باہر دشمنوں کا قافلہ موجود تھا کہ آپ کے نکلتے ہی نعوذ باللہ کام تمام کر دیا جائے، مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ، میں تمہارے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، میں ہمہ تن آمادہ ہوں، پھر حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے اور چند دنوں بعد قبا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے، قرآن کریم کی اس آیت کے اولین مصداق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ. (البقرة: ۲۰۷)

ترجمہ: کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتے ہیں، ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے۔

کوہِ صفا پر چڑھ کر توحید و رسالت کی تصدیق کی جو دعوت اور پیغام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مکہ والوں کو دیا تھا اور اس کا ردّ عمل انکار، لعن طعن اور بد گوئی کی شکل میں سامنے آیا تھا، پورے مجمع میں صرف حضرت علیؓ تھے جنہوں نے اس پیغام کو بے چون و چرا قبول کر لیا تھا اور پھر یہی ان کے رگ و پے میں پیوست اور اُن کے جسم کے ریشے ریشے میں سما گیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت پر اولین توجہ فرمائی تھی، وہ ان میں اخلاص، اسلامیت، استقامت دینی کے ساتھ شجاعت، خطر پسندی اور عقیدہ و حق کی راہ میں ہر قربانی بے دریغ پیش کرنے کا جذبۂ بے تاب پیدا کرنے کی لئے ہمہ وقت کوشاں رہا کرتے تھے، نوجوان صحابی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اے لڑکے! اللہ کو یاد کرو، اللہ تم کو محفوظ رکھے گا، اللہ کی احکام کی پابندی کرو وہ ہمہ وقت تمہاری مدد کرے گا، جب بھی مدد مانگنا ہو اللہ سے مانگو، اللہ کے سوا کوئی لاکھ نفع یا نقصان پہنچانا چاہے نہیں پہنچا سکتا“۔

قرنِ اول کے نوجوانوں کا فیض ہے کہ اسلام مشرق سے مغرب تک پھیلا، اس کی اذان گونجی، اس کا علم لہرایا اور لوگ دین اسلام میں فوج در فوج داخل ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کی صلاحیتوں کو کام میں لگایا، ان کو عسکری قیادت سونپی، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ وہ نوجوان صحابہ کرام تھے جن کی قربانیوں سے اسلامی فتوحات وجود میں آئیں، حق کا پرچم بلند ہوا اور اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔

فاتح سندھ محمد بن قاسم ثقفی نے سترہ سال کی عمر میں سندھ فتح کیا اور اپنے حسن اخلاق سے دل بھی جیت لئے، ایسے نمونے تاریخ اسلام میں بے شمار ہیں۔

ہمارے موجودہ دور کا بہت بڑا المیہ نوجوانانِ ملت کی بے راہ روی اور صحیح شعور سے محرومی ہے، وہ اپنی ذمہ داریوں سے بے خبر اور غافل ہیں، انہیں جو کردار ادا کرنا ہے اور جو کام انجام دینا ہے اس سے ناواقف ہیں، موجودہ حالات میں امت کو جو خطرات لاحق ہیں اور اغیار کی طرف سے جو منظّم حملے ہو رہے ہیں ان کا اصل مقابلہ نوجوان ہی کر سکتے ہیں، ان کو بیدار ہونا پڑے گا، ان ہی کی جرأت وعزیمت سے مشکل مرحلے سَر ہوسکیں گے اور الجھی گتھیاں سلجھ سکیں گی۔

اخلاقی قوت ہی اصل جوہر ہے

ایک عرب شاعر نے بہت پتے کی بات کہی ہے کہ:

وَإِنَّمَا الْاُمَمُ الْاَخْلَاقُ مَا بَقِيَتْ

فَاِنْ هُمْ ذَهَبَتْ اَخْلَاقُهُمْ ذَهَبُوْا

امتیں اور اقوام اخلاق کی بدولت زندہ رہتی ہیں، اخلاق نہ رہیں تو امتیں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔

امتوں کی حیات و بقاء کے لیے اخلاق کی اہمیت کلیدی نوع کی ہوتی ہے، اخلاق کی دولت سے محرومی زندگی کو بے روح و بے کیف بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند قدوس نے انسانیت کی رہنمائی کے لیے اپنے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا تو انہیں خود اخلاق کا اعلیٰ مرتبہ عطا کیا اور ان کی تعلیمات میں اصلاح اخلاق کو بنیادی درجہ عطا کیا، قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے سلسلہ میں فرمایا گیا:

إِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ. (القلم: ٤)

ترجمہ: بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ ترین درجہ پر ہیں۔

یوں تو دنیا کے تمام مذاہب کی اساس اخلاق ہی پر ہے، تمام انبیاء و مصلحین نے اخلاق کی تعلیم دی، لیکن اسلام میں اخلاق کو بیحد اہمیت دی گئی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد حسنِ اخلاق کی تکمیل بتایا ہے، خود قرآن کریم میں آپ کا ایک اہم مقصدِ بعثت تزکیہ (اصلاح اخلاق و تعمیر سیرت) قرار دیا گیا ہے، تمام مذاہب میں اسلام کو یہ

امتیاز حاصل ہے کہ اس نے اپنے پیروؤں کو اتنی اخلاقی تعلیمات دے دی ہیں جو ان کو راہِ راست سے بھٹکنے سے روک دیں، یہی وجہ ہے کہ ان اخلاقی تعلیمات نے اصلاح کا وہ کام کیا ہے جو قوانین بھی نہ کر سکے۔

اسلام اس شعبے میں طبع انسانی کے ان نازک وباریک مسائل پر توجہ دیتا ہے جو اپنی نزاکت ولطافت کے باوجود حیات انسانی پر دیرپا اثر ڈالتے ہیں، فی الواقع انسان کی ظاہری زندگی کے اعمال اس کے باطنی اخلاق ہی کا پَرتو ہیں، اسی لیے اسلام نے ان کی اصلاح کو ہدف بنایا تاکہ باطن کے سدھار کے بعد ظاہر بھی درست ہو سکے، چنانچہ قرآن نے اعلان کر دیا کہ:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا، وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا. (الشمس: ۹-۱۰)

ترجمہ: جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور سنوارا وہ فلاح یاب ہو گیا اور جس نے اسے (گناہوں میں) دبا دیا وہ ناکام ہو گیا۔

اسلام نے جو عبادات فرض کی ہیں ان کا بھی ایک اہم مقصد اصلاح اخلاق ہے، نماز کے بارے میں قرآن میں آیا ہے کہ وہ برائیوں و بے حیائیوں سے روکتی ہے، روزہ کا مقصد تقویٰ وشکر کی کیفیت پیدا کرنا بتایا گیا ہے، زکوۃ کے ذریعہ انسانیت کی ہمدردی ومدد کا سبق دیا جاتا ہے، اس لحاظ سے ہر عبادت کا اساسی مقصد اخلاق کی پاکیزگی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کے بعد اخلاقِ حسنہ کو سب سے زیادہ مقدم قرار دیا ہے، قرآن میں انہیں اہل ایمان کو فلاح یاب قرار دیا گیا ہے جو اپنے ایمان کے بعد اخلاق کی اصلاح کر لیں، مثلاً نماز میں خشوع، لغویت سے اجتناب، آبرو کی حفاظت، بے حیائی سے دوری، وعدہ ومعاہدہ کی پاس داری، امانتوں کی ادائیگی وغیرہ کی پابندی کریں، قرآن میں جابجا اہل ایمان کے اوصاف میں اخلاق حسنہ کا ذکر آیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا کتب حدیث میں آتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ:

''خدایا! مجھے بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر، تیرے سوا کوئی بہترین اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا''۔

احادیث میں بارہا حسن اخلاق کی اہمیت کا ذکر کیا گیا ہے، کہیں اسے کمال ایمان بتایا گیا ہے کہیں اسے قیام لیل اور دن کے روزوں کے مساوی قرار دیا گیا ہے اور کہیں اسے قیامت کے دن میزانِ عمل کی سب سے وزنی اور بھاری چیز کہا گیا ہے، کہیں اسے خدا ورسول کی محبت وقرب کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ کے اخلاق اختیار کرو، اس طرح اخلاق حسنہ کی تلقین کی گئی ہے، دراصل اخلاق حسنہ صفاتِ خداوندی کا پَرتو اور مَظہر ہیں اور اخلاق حسنہ ایمان کی تکمیل اسی لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی صفات کاملہ کے ادنیٰ مظاہر ہیں، اقبال نے بھی یہی واضح کیا ہے کہ ایک مؤمن مختلف ومتضاد اخلاق وصفات کا حامل ہوتا ہے جو دراصل اللہ کی صفات واحوال کے مظاہر ہوتے ہیں مثلاً کشادہ قلبی، حلم ودرگزر میں وہ اللہ کی صفت غفار کا پَرتو ہے، اور دین کے سلسلہ میں شدت اور باطل پر غضب میں وہ اللہ کی صفت قہار کا پَرتو ہے اور پاکیزگی میں صفت قدوس کا مظہر ہے وغیرہ:ـ

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلماں

حسنِ اخلاق کی تاثیر یہ ہوتی ہے کہ وہ دلوں کو فتح کرتا ہے اور طوفانوں کے رخ موڑ دیتا ہے، تاریخ اس محیر العقول تاثیر کے نمونوں سے پر ہے، فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین مکہ کے ساتھ حسن اخلاق اور عفو ودرگذر کا معاملہ اتنا مؤثر ثابت ہوا کہ لوگ جوق در جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے اور کایا پلٹ گئی۔

اخلاق کی طاقت نے ہر دور میں بے شمار معرکے سر کئے ہیں، لاتعداد موقعوں پر سربلند

کیا ہے، دعوت اسلامی کا کارواں ہر دور میں اسی طاقت کے ذریعہ تیز رفتار رہا ہے، قوموں کے عروج وزوال کے پس منظر میں اخلاقی بلندی وپستی کا اہم رول ہوتا ہے، اخلاقی بے راہ روی اور گراوٹ زوال وادبار کی پیغامبر ہوتی ہے اور اخلاقی پاکیز گی، رفعت، ترقی وعروج کی ضامن۔

امتِ اسلامیہ تاریخ کے ہر دور میں اخلاقی قوت سے مالا مال رہی ہے، اس وقت بھی یہ قوت موجود ہے اگرچہ مختلف النوع موانع اس قوت کے لیے سدّ راہ بنے ہوئے ہیں، تاہم تاریکی کی اوٹ سے روشنی جھلکتی نظر آتی ہے، ضرورت اس کی ہے کہ ان موانع کا مقابلہ کیا جائے اور ہر قیمت پر اخلاقی قوت کو ضائع ہونے سے بچایا جائے اس لئے کہ اخلاقی قوت سے محروم قومیں تمام تر عسکری ودیگر قوتوں سے لیس ہونے کے باوجود بالآخر ناکام ہوتی ہیں، اسلام نے ہر شعبۂ زندگی میں اخلاقی خوبی کو اپنانے کا حکم دیا ہے اور اسی پر عمل کر کے اس دور کا مسلمان اپنی مشکلات سے نجات پاسکتا ہے اور تمام حالات کا مقابلہ کرسکتا ہے، اگرچہ وہ بے خیل وسپاہ ہے لیکن وہ حکمرانوں سے بھی زیادہ عالی ظرف اور بادشاہوں سے بھی زیادہ بلند نگاہ ہے، اور اگر وہ مطلوبہ اوصاف واخلاق کو اپنا لے اور اسے اس کا مقام دیدیا جائے تو وہ انقلاب برپا کرسکتا ہے اور اس کا جمالِ جہاں افروز، جلالِ عالم سوز کی صورت میں جلوہ گر ہوسکتا ہے، بقول اقبال مرحوم:

مسلماں گرچہ بے خیل و سپاہے است
ضمیر او ضمیر بادشاہے است
اگر او را مقامش باز بخشند
جمالِ او جلالِ بے پناہے است

اعلیٰ انسانی کردار

صاحب ایمان بندوں کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ناموافق سے ناموافق حالات میں انتہائی جذباتی صورتِ حال میں بھی دین اور کتاب وسنت کا حوالہ آنے پر بالکل خاموش ہوکر سر تسلیم خم کر دیتے ہین، پھر انہیں اپنے مادی، دنیاوی منافع اور نقصانات کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ کرام اس خصوصیت میں انتہائی نمایاں مقام رکھتے تھے،ان کے اوصاف میں "وَقَّافِيْنَ عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ" (قرآن کا حوالہ آتے ہی بالکل رک اور ٹھہر جانے والے) کا وصف بہت اجاگر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا واقعہ ہے کہ عیینہ بن حصن مدینہ آئے اور اپنے برادرزادے الحرّ بن قیس کے گھر پر مقیم ہوئے، الحرّ بن قیس ان افراد میں تھے جنہیں حضرت عمرؓ اہمیت دیتے تھے، وہ ان کے مقرب مشیر تھے، عیینہ نے اپنے بھتیجہ سے کہا: تم کو امیر المؤمنین سے قربت حاصل ہے، میری اُن سے ملاقات کرادو، حضرت حرّ نے امیر المؤمنین سے اپنے چچا کے لئے وقت چاہا، ملاقات ہوئی، عیینہ حضرت عمر کے پاس آئے تو بڑی بے ادبی سے بولے: اے خطاب کے بیٹے! خدا کی قسم! تم ہمیں نہ تو کچھ مال دیتے ہو اور نہ ہمارے بیچ انصاف کرتے ہو، حضرت عمرؓ کو یہ بات سن کر غصہ آ گیا، حضرت حر نے فوراً عرض کیا: اے امیر المؤمنین! اللہ نے قرآن میں اپنے نبی کو حکم دیا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ. (الاعراف: ۱۹۹)

ترجمہ: درگذر کیجئے اور نیکی کا حکم دیجئے، اور جاہلوں سے اعراض کیجئے۔

اے امیر المؤمنین! یہ آدمی جاہلوں میں سے ہے، اس سے اعراض کیجئے اور نظر انداز

کردیجیئے، راوی کا بیان ہے کہ قرآن کی آیت سنتے ہی حضرت عمر بالکل رک گئے۔

وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلاهَا عَلَيْهِ، وَكَانَ وَقَّافاً عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ. (صحيح بخاري: كتاب التفسير)

ترجمہ: بخدا قرآن کی یہ آیت جوں ہی پڑھی گئی حضرت عمر تھم گئے اور ذرا بھی تجاوز نہیں کیا، قرآن کا نام آتے ہی وہ بالکل رک جایا کرتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حادثۂ وفات کا صدمہ اس قدر دل دوز تھا کہ بہت سے صحابہ فرطِ تحیر وتعجب سے بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا تھے، حضرت عمر پر یہ کیفیت بہت بڑھی ہوئی تھی، روایات میں آتا ہے کہ وہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ''بہت سے منافق یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ کی وفات ہوگئی، خدا کی قسم آپ کی وفات نہیں ہوئی ہے؛ بلکہ آپ اپنے رب کے پاس گئے، جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے، چالیس دن تک قوم کے پاس نہ تھے، پھر لوٹ آئے تھے، خدا کی قسم! آپ بھی اسی طرح لوٹ آئیں گے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لوٹ آئے تھے، صورتِ حال بے حد نازک تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ملی تو تشریف لائے، مسجد نبوی کے دروازے پر اُترے، کسی سے کچھ بولے بغیر سیدھے آپ کے حجرے میں گئے، آپ کے رخِ انور سے چادر ہٹائی، اُسے بوسہ دیا اور رونے لگے، پھر فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ نے جو موت آپ کے لئے مقدر فرمادی تھی وہ آچکی، اب کوئی اور موت نہیں آنے والی ہے، اُس کے بعد باہر آئے، حضرت عمر فرطِ صدمات سے بولے جارہے تھے، انہیں چپ کرانا چاہا، مگر وہ چپ نہ ہوئے، صحابہ حضرت ابوبکر صدیق کی طرف متوجہ ہوئے، حضرت ابوبکر نے خطاب شروع کردیا، اور فرمایا:

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّداً فَإِنَّ مُحَمَّداً قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ، قَالَ اللّٰهُ: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ، قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى

أَعْقَابِكُمْ، وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئاً، وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ. آل عمران: ۱٤٤

ترجمہ: تم میں سے جو شخص محمدؐ کی پوجا کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد کی موت واقع ہو چکی ہے، اور تم میں سے جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، اُسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں، اب اگر ان کی موت واقع ہو جائے یا وہ قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے، جو شخص الٹے پاؤں پلٹ جائے وہ اللہ کو ہرگز کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا، اور اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔

صحابہ جو اب تک غم وحزن کے افراط سے حیرت میں تھے، حضرت ابوبکر کا یہ خطاب سن کر انہیں یہ یقین آ ہی گیا کہ آپ واقعی وفات پا چکے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی تو ایسا لگا جیسے لوگ یہ جانتے ہی نہ تھے کہ قرآن میں یہ آیت بھی نازل ہوئی ہے، اب ان سے سن کر سب کی زبان پر یہی آیت آ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے ابوبکر کو یہ آیت پڑھتے سنا تو دہشت کی وجہ سے زمین پر گر پڑا، میرے پاؤں اپنا بوجھ نہ اٹھا سکے، اور مجھے یقین آ گیا کہ آپ کی وفات ہو چکی ہے۔ (سیرت ابن ہشام ۲/۶۵۵، ۱۳۳۴ الخ)

سمجھا جا سکتا ہے کہ یہی حضرت عمر انتہائی جوش اور غضب کے عالم میں کسی بھی طرح چپ ہونے کو تیار نہ تھے؛ لیکن قرآن کی ایک آیت سنتے ہی وہ بالکل ساکت ہو گئے اور یک لخت تھم گئے، انتہائی ہیجانی حالات میں بھی قرآن کی ایک آیت سنتے ہی بالکل خاموش ہو جانا، سر تسلیم خم کر دینا اور اپنے جذبات کو زیر کر دینا انسان کی عظمت کا سب سے بلند معیار

وکردار ہوتا ہے، اختلافات کے باوجود عدل کی ڈگر پر قائم رہنا، انا زخمی ہونے کے باوجود تحمل وصبر کی روش اپنائے رکھنا، تحقیر واہانت کے باوجود انتقام کی نفسیات سے پاک رہنا اور عین اشتعال وجذباتیت کے ماحول میں ضبط اور سکون کی کیفیت برقرار رکھنا انتہائی اعلیٰ وارفع اوصاف واخلاق ہیں، صحابہ کی سیرت ان اوصاف کے سیکڑوں مظاہر اپنے جلو میں سمیٹے ہوئے ہے اور رہتی دنیا تک مشعلِ راہ ہے، اور یہ پیغام دے رہی ہے کہ ان اوصاف کو جب تک مزاج بنانے کی فکر نہیں پیدا ہوگی، عظمت اور فلاح کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

مصنف کی مطبوعہ علمی کاوشیں

● اسلام میں عفت وعصمت کا مقام

یہ کتاب عفت وعصمت کے موضوع پر انتہائی تفصیلی اور اہم پیش کش ہے، اپنے مندرجات کی جامعیت اور نصوص کی کثرت کی بنیاد پر اپنے موضوع پر اردو زبان میں انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، ملک و بیرونِ ملک کے اکابر علماء کے تأثرات وتقریظات سے آراستہ ہے۔ مختصر سے عرصہ میں اس کے پانچ ایڈیشن منظر عام پر آ چکے ہیں، یہ کتاب بجا طور پر اس قابل ہے کہ عوام وخواص، علماء وعوام، مرد وعورت سبھی اس کو اپنے مطالعہ میں رکھیں۔

● بیانات سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کتاب موجودہ حالات میں سیرت نبویہ کے فکر انگیز پیغام اور گوشوں کو واضح کرنے والی مکمل، مدلل، مرتب، جامع اور موثر سیرت طیبہ سے متعلق چار مفصل بیانات پر مشتمل ہے، اور قرآن وحدیث کی روشنی میں حسن ترتیب کے ساتھ پوری سیرت کو اس کتاب میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے، عوام وخواص ہر ایک کے لئے یکساں طور پر افادیت کی حامل اور قابل مطالعہ ہے۔

● اسلام میں صبر کا مقام

یہ کتاب صبر کے موضوع پر ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، فاضل مصنف نے اس کتاب میں جدید اسلوب میں قرآن وحدیث، آثار صحابہ کی روشنی میں صبر کے مقام، اس کی اہمیت اور ضرورت کے متعدد پہلوؤں کو کافی شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا ہے، صبر وشکر کے تقابلی تجزیے پر مصنف نے بے حد قیمتی باتیں تحریر کی ہیں، دور حاضر کے ہر نوجوان کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

● ترجمان الحدیث

اس کتاب میں اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق کے متعلق ڈیڑھ سو صحیح ترین احادیث نبویہ کی مدلل اور عام فہم اسلوب میں عالمانہ تشریح کی گئی ہے۔ یہ کتاب بجا طور پر اس قابل ہے کہ اپنے مواد کی علمیت اور افادیت کی وجہ سے اسے مساجد اور اجتماعی مجالس میں سنایا اور پڑھایا جائے۔

● اسلام کی سب سے جامع عبادت نماز

اس کتاب میں نماز کی اہمیت، اقسام وانواع، خشوع کی شرعی حیثیت، خشوع کے مختلف طریقوں کا ذکر قرآن وسنت کی روشنی میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ خشوع کے موضوع پر جو فاضلانہ اور عالمانہ مفصل ومدلل بحث کی گئی ہے وہ اردو دنیا میں اپنی نوعیت کی منفرد چیز ہے، یہ کتاب ہر خاص وعام کے مطالعہ میں جگہ پانے کی اولین مستحق ہے۔

● اسلام اور زمانے کے چیلنج

موجود معاصر حالات کے تناظر میں مصنف کے اشہب قلم سے نکلی ہوئی پرسوز، پر درد اور واقعیت پسندی پر مبنی فکری تحریروں کا یہ مجموعہ موجودہ صورتِ حال میں ہر مسلمان کے لئے راہبر اور فکری غذا فراہم کرتا ہے، جو بات بھی لکھی گئی ہے باحوالہ اور نصوص کی روشنی میں ہے۔

● سیرتِ نبویہ قرآنِ مجید کے آئینے میں

یہ کتاب قرآن کی روشنی میں سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع اور روشن پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، قرآنی سیرت کے موضوع پر یہ اردو زبان میں پہلی باضابطہ کتاب ہے، جس میں سیرت طیبہ کو تاریخی ترتیب کے ساتھ قرآنی بیان کے آئینہ میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اسلوبِ بیان بے حد پرکشش اور اچھوتا ہے۔ کتاب کے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

● عظمتِ عمر کے تابندہ نقوش

یہ کتاب عربی کے مشہور ادیب شیخ علی طنطاوی کی پر اثر تحریر "قصة حياة عمر" کی ترجمانی ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمے سے مزین ہے، کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت وعبقریت کے نمایاں پہلو بہت دل نشیں اور ساحرانہ اسلوب میں اجاگر کئے گئے ہیں، سیرتِ عمر پر یہ کتاب عمدہ اور قابل قدر اضافہ ہے۔

● گناہوں کی معافی کے طریقے اور تدبیریں

یہ کتاب صحیح ترین احادیث نبویہ کی روشنی میں گناہوں کی معافی کے مختلف طریقوں کو محیط ہے، اس میں گنہ گاروں کو مایوسی سے بچنے کی تاکید اور توبہ کی تحریک اور عمل صالح کی ترغیب ملتی ہے، ہر مسلمان نوجوان کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

● گلہائے رنگا رنگ

تین جلدوں پر مشتمل یہ وقیع کتاب قرآن وسنت کی انقلابی تعلیمات، اصلاحِ قلب ونفس ومعاشرہ، اسلام کے خلاف پھیلائے گئے مغالطّوں اور شکوک وشبہات کی مکمل اور مدلل تردید کو محیط عام فہم اور دل نشیں اسلوب میں بیش قیمت اور فکر انگیز تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن بہت جلد مقبول ہوا، اب دوسرا ایڈیشن زیر طباعت ہے۔

● مفکر اسلام؛ جامع کمالات شخصیت کے چند اہم گوشے

یہ کتاب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہٗ کی حیات وخدمات اور ان کی تابندہ زندگی کے روشن نقوش اور نمایاں امتیازات کی جامع اور مکمل تصویر کشی ہے۔ کتاب حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ کے بیش قیمت مقدمات سے مزین ہے، متعدد اہل قلم کے تأثر کے مطابق مفکر اسلام کی شخصیت پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب اپنے مواد کی جامعیت، اسلوب کی دل کشی اور حسن بیان کے اعتبار سے انفرادی شان رکھتی ہے۔

● علوم القرآن الکریم

یہ کتاب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی اردو تصنیف علوم القرآن کا عربی ترجمہ ہے۔ مترجم نے بہت سلیس اور شگفتہ عربی زبان میں کتاب کو اردو سے منتقل کیا ہے، شروع میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کا مقدمہ زینت کتاب ہے۔

● اسلام میں عبادت کا مقام

یہ کتاب عبادت کے موضوع پر انتہائی جامع اور محیط کتاب ہے، جس میں عبادت کے تمام پہلوؤں کا کتاب وسنت اور اقوال سلف کی روشنی میں تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ عوام اور خواص سب کے لئے یکساں مفید ہے۔

● اسلام دین فطرت

یہ کتاب مذہب اسلام کے امتیازات اور اس کی انسانیت نواز تعلیمات کو واضح کرتی ہے، اس میں اسلام کی جامعیت، واقعیت، حقیقت پسندی، ربانیت، امن واسلامتی، اخوت ووحدت، مساوات واجتماعیت جیسے متعدد اہم گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ہر باذوق کے لئے قابل مطالعہ ہے۔

● دیگر کتب:

اختر تاباں (تذکرہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ)
والد ماجد (تذکرہ حضرت مولانا محمد باقر حسین صاحبؒ)
شیخ الہند: حیات، خدمات وامتیازات
مقام صحابہ اور غیر مقلدین
اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن عناوین
سچ اور جھوٹ کتاب وسنت کی روشنی میں ایک جائزہ
اسلام کا جامع اور مؤثر ترین تعزیری نظام
کچھ یادیں کچھ باتیں (تذکرہ حضرت مولانا مفتی محمد افضل حسین صاحبؒ)
اسلام اور دہشت گردی
بنیادی دینی اور تاریخی معلومات (اردو، ہندی)
منشیات اور شراب: اسباب ومحرکات، شرعی ہدایات، سدباب کی تدبیریں

● عربی کتب:

❍ وان المساجد لله ❍ لمعات من الاعجاز القرآني البديع
❍اصول المعاش الاسلامی فی ضوء نصوص الكتاب والسنة......
❍نظرة عابرة على القضاء والقضاة فى الاسلام ❍ بحوث علمية فقهية

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام دین فطرت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام دین فطرت

تالیف:

مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب

مہتمم وشیخ الحدیث

جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

وخلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت مولانا

شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم

Mob`ile: **09412866177**

ناشر:

مرکز الکوثر التعلیمی والخیری

مرادآباد

تفصیلات

نام کتاب : اسلام دین فطرت

تالیف : مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مراد آباد

طبع اول : ربیع الاول ۱۴۲۹ھ مطابق مارچ ۲۰۰۸ء

طبع دوم : جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ مطابق فروری ۲۰۱۷ء

کمپوزنگ : محمد شعیب قاسمی سیتاپوری

صفحات :

باہتمام : **مرکز الکوثر التعلیمی والخیری مرادآباد**

ناشر : فرید بک ڈپو دہلی

قیمت :

ملنے کے پتے:

جامعہ عربیہ امدادیہ مراد آباد یوپی

فرید بک ڈپو دہلی

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

مکتبہ الفرقان لکھنؤ

اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی

مرکز دعوت وارشاد دارالعلوم الاسلامیہ بستی یوپی

مولانا عبدالسلام خان قاسمی 179 کتاب مارکیٹ، وزیر بلڈنگ، بھنڈی بازار ممبئی

بسم الله الرحمن الرحيم

فأقم وجهک للدین حنیفاً، فطرة الله التی فطر الناس علیها، لاتبدیل لخلق الله، ذلک الدین القیم، ولکن أکثر الناس لایعلمون. (الروم/۳۰)

آپ یکسو ہوکر اپنا رخ اس دین کی طرف جماد یجئے، اس فطرت کی پیروی کیجئے جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ارشاد نبوی ہے:

إن ربی یقول: خلقت عبادی حنفاء کلهم، وإنهم أتتهم الشیطان، فأضلتهم عن دینهم.

میرا رب فرماتا ہے: میں نے اپنے تمام بندوں کو حنیف (دین فطرت اسلام پر) پیدا کیا تھا، پھر شیاطین نے آکر انہیں ان کے دین سے گمراہ کردیا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵/ ۳۵۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مندرجات

پیشِ گفتار

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين، وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد!

زیرِنظر کتاب ''اسلام دینِ فطرت'' اسلام کے امتیازات اور انسانیت نواز تعلیمات کو اُجاگر کرنے کی ایک طائرانہ کوشش ہے، موجودہ میڈیائی پروپیگنڈے کے دور میں ایسی تحریروں کی ضرورت بیحد بڑھ جاتی ہے، جن میں اسلام کی امن پسندی، انسانیت نوازی، جامعیت اور حقیقت پسندی کے پہلوؤں کو نمایاں کیا جائے۔

راقم نے اس کتاب میں اسلام کی جامعیت، واقعیت، حقیقت پسندی، ربانیت، امن وسلامتی، انسانیت نوازی، اخوت ووحدت، مساوات واجتماعیت، جیسے متعدد اہم گوشوں سے بحث کی ہے۔

اس کا اعتراف کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ یہ کتاب اِس موضوع کی جملہ تفصیلات کا احاطہ نہیں کرتی، نہ اتنے اختصار کے ساتھ یہ ممکن ہے، تاہم ضروری اور بنیادی چیزیں قیدِ تحریر میں آگئی ہیں، اور بحالت موجودہ اتنی باتیں بھی افادیت سے خالی نہیں ہیں۔

خداوند قدوس اسے نافع بنائے اور مؤلف کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

محمد اسجد قاسمی، ندوی

خادم الحدیث النبوی الشریف جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

یکم ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

اسلام کی جامعیت

زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس میں اسلام کی رہنمائی خلقِ خدا کو نہ ملتی ہو، عقائد، عبادات، معاملات، سیاسیات واقتصادیات، اجتماعیات وعمرانیات اخلاقیات ومعادیات ہر شعبۂ زندگی میں اسلام کا اپنا مکمل مستقل اور جامع نظام موجود ہے، روحانی پہلو کو دیکھا جائے تو اس کے لئے اسلام میں ایسی عبادتیں مشروع کردی گئی ہیں جو انسان کی روح کو پاک صاف اور قلب کو مزکّیٰ کرتی ہیں اور انسان کا ربط اللہ سے مضبوط کرتی ہیں، لیکن اس کے ساتھ انسان کے مادّی اور جسمانی پہلو کو اسلام نے نظر انداز نہیں کیا ہے، چنانچہ جسم کی صحت اور توانائی، نظافت اور صفائی، اور خوراک و پوشاک کے ذریعہ اسے متوازن اور خوبصورت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، عبادت کی ادائیگی کو مقدرت ووسعت سے زیادہ لازم نہیں کیا گیا ہے، بلکہ قرآن اصول بیان کرتا ہے:

لَایُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا. (البقرة/۲۸۶)

اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔

اور قرآن فرماتا ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ. (التغابن/۱۶)

جہاں تک تمہارے بس میں ہو اللہ سے ڈرتے رہو۔

اور حتی المقدور خوف الٰہی کو حق تقویٰ سے تعبیر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ. (آل عمران/۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے۔

تو بقدر وسعت عبادت انجام دینے کا حکم بندگان خدا کے جسمانی پہلو کو پیش نظر رکھ کر ہی دیا گیا ہے، اسی طرح صحت جسمانی کو نقصان پہونچانے والی ہر چیز کا استعمال حرام قرار دیا گیا ہے، شراب، افیون، خنزیر اور دیگر جانوروں کی حرمت اسی لئے ہے، دوسرے کو زخم پہونچانا یا مارنا اور قتل کرنا اسی لئے حرام اور کبیرہ گناہ ہے کہ اس سے جسم انسانی کو گزند پہونچتا ہے۔

روحانی اور جسمانی پہلوؤں پر توجہ کے ساتھ ہی اسلام نے خاندانی، معاشرتی اور اجتماعی پہلو کی بھی خوب رعایت رکھی ہے، والدین کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی، اور حسن اخلاق کی تعلیم اسی کے پیش نظر دی گئی ہے، باہمی محبت ورحمت، شفقت ورأفت، ایثار وغم گساری، تعاونِ باہمی، سچائی، امانت داری، خیر خواہی اور وفا شعاری کے احکام کا اصل منشأ معاشرتی واخلاقی نظام کا استحکام ودوام ہے، حکمرانوں اور رعایا کے مابین تعلق مستحکم ہونا ضروری ہے اسی لئے اچھے اور جائز امور میں حکمراں کی اطاعت رعایا پر ضروری قرار دی گئی ہے اور حکمرانوں کو امانت داری، احساس ذمہ داری، عدل ومساوات اور مصالح امت کے ہمہ وقت پاس ولحاظ کا حکم دیا گیا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں وفائے عہد کی جا بجا تلقین ملتی ہے، غیر مسلموں کے ساتھ بھی وفائے عہد کا حکم ہے، فرمایا گیا:

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئاً، وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَداً، فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ، إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ. (التوبة/٤)

مگر وہ مشرکین جن سے تم نے معاہدے کئے پھر انہوں نے اپنے عہد کی

تکمیل میں تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی، تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدتِ معاہدہ تک وفا کرو، کیونکہ اللہ خدا ترسوں کو ہی پسند کرتا ہے۔

امت اسلامیہ کی پوری تاریخ وفائے عہد کی زریں اور تاباں تاریخ ہے، سچا مسلمان پورے اعتدال کے ساتھ کسی افراط وغلو، تعصب وتشدد، تفریط وغفلت، لاپرواہی اور کمی کے بغیر اسلام کے تمام نظاموں اور شعبوں سے آراستہ رہتا ہے، وہ روحانی، جسمانی، اجتماعی، اخلاقی کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کرتا۔

ایسا بھی نہیں ہوتا کہ وہ مسجد میں خلوت نشین ہوجائے اور کسب معاش، اہل وعیال کے مصارف اور گھر کے خرچ سے بالکل غافل ہوجائے، بلکہ وہ دنیا ودین کا توازن بحسن وخوبی برقرار رکھتا ہے، وہ زاہدِ شب زندہ دار ہونے کے ساتھ ہی دن کا شہسوار بھی ہوتا ہے، وہ بقدر ضرورت دنیا کماتا ہے مگر اس کا دل اللہ میں اٹکا رہتا ہے، دنیاوی ہنگامے اسے دین سے غافل نہیں کرتے، جسمانی تقاضے اسے روحانی تقاضوں سے بے پروا نہیں بنا پاتے، انفرادی مسائل اسے اجتماعی مصالح سے بیگانہ نہیں کر پاتے، وہ ہر پہلو میں مسلمان ہوتا ہے اور ہر ایک کا اعتدال کے ساتھ حق ادا کرتا ہے۔

صحابۂ کرام کے روز وشب کے معمولات کا ذکر ادیبانہ پیرایۂ بیان میں کرتے ہوئے عربی کا ایک ادیب مؤرخ لکھتا ہے جس کی ترجمانی یوں ہے:

دن روشن ہو چکا ہے، لوگ مسجد نبوی سے سکون ووقار کے ساتھ واپس ہورہے ہیں، اب بازار میں دکان کھل رہی ہے، کھیت میں ہل چل رہا ہے، کھجوروں کا باغ سینچا جارہا ہے، مزدور اجرت پر باغ میں مصروف عمل ہے، کسب حلال اور طلب رضائے الٰہی کے فضائل کی وجہ سے تمام لوگ اپنے کاموں میں

ہمہ تن منہمک ہیں، ہاتھ مصروف عمل ہیں، زبانیں ذکر الٰہی سے معمور و تر ہیں، دل طلب رضائے الٰہی کے جذبہ سے لبریز ہیں، قلب اللہ کی طرف اور قالب کام کی طرف متوجہ ہے۔

اتنے میں اذان ہوتی ہے، منظر بدلتا ہے، اب کاموں میں ہمہ تن منہمک افراد یک لخت کام چھوڑ کر اس طرح مسجد کی طرف چل دیتے ہیں جیسے کام سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو، نماز کے بعد پھر کام شروع ہوتا ہے، جب سورج مائل بہ غروب ہوتا ہے تو لوگ گھروں کو لوٹتے ہیں، اب اجر و ثواب ہی کی نیت سے اہل خانہ سے خندہ پیشانی سے ملتے ہیں، نرمی سے بات کرتے ہیں، محبت کا معاملہ کرتے ہیں، عشاء کی نماز کے بعد محوِ خواب ہو جاتے ہیں، پھر رات کے پچھلے پہر اٹھ کر بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں، دلوں میں خوف الٰہی کی وجہ سے لرزہ طاری رہتا ہے۔

پھر فجر کی نماز کے بعد اپنے کاموں میں اُسی قوت اور نشاط سے لگ جاتے ہیں جیسے گذشتہ دن تھکے ہی نہ ہوں اور گذشتہ رات جگے ہی نہ ہوں، مسجد نبوی میں میں ذکر و علم کے حلقے جا بجا نظر آتے ہیں، یہ وہ کسان ہے جو دن میں کھیت میں کام کر رہا تھا، یہ مزدور ہے جو کنویں سے ڈول کے ذریعہ پانی نکال کر باغ کو سینچ رہا تھا، یہ تاجر ہے جو مدینہ کی منڈی میں مال فروخت کر رہا تھا، یہ کاریگر ہے جو اپنے کام میں لگا ہوا تھا، یہ سب اب طالب علم ہیں۔

دن بھر کی مصروفیات کے بعد آرام کی ضرورت کے باوجود ان کا آرام قربان کر دینا اور اہل وعیال سے ملاقات کے اشتیاق کے باوجود انہیں چھوڑ کر علم و ذکر کے حلقوں میں شریک ہونا صرف اسی لئے ہے کہ انہوں نے یہ سن رکھا ہے کہ طالب علم کے جذبۂ طلب علم

سے خوش ہو کر فرشتے پَر بچھا دیتے ہیں، اور اللہ کے ذکر میں مشغول افراد کو ملائکہ گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی ڈھانپ لیتی ہے، سکینت کا نزول ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کا ذکر اللہ اپنے مقرب فرشتوں سے کرتا ہے۔

مدینہ کا ہر فرد حلال وحرام اور اپنی زندگی، مشغلے اور کام سے متعلق احکام کا علم رکھتا ہے، قرآن ہر ایک کو اتنا ضرور یاد ہے جس کی قرأت نماز میں ہو سکے، ہر شخص مسلسل طلب علم میں لگا رہتا ہے، اور روز آنہ اس کی دینی سوجھ بوجھ، مذہبی استحکام، شوقِ آخرت، رغبتِ عمل وثواب میں اضافہ ہی ہوتا ہے، وہ مسائل سے زیادہ فضائل اور فروع سے زیادہ اصول سے واقف ہے، وہ سب سے نیک دل اور وسیع العلم ہے، وہ بیک وقت طالب علم بھی ہے اور استاذ بھی، ایک جگہ سے سیکھتا اور لیتا ہے، اور دوسری جگہ پہونچاتا اور سکھاتا ہے۔

کیا اِس مدرسۂ نبوت سے زیادہ وسیع کوئی مدرسہ تاریخ کے علم میں ہے جس میں تاجر، کاشتکار، باغبان، مالی، مزدور، کاریگر، پیشہ ور، نوجوان، ادھیڑ، بوڑھا سب بیک وقت اور بہمہ توجہ زیرِ تعلیم ہوں، کان سنیں، آنکھیں دیکھیں، دل محسوس کریں، عقلیں سوچیں اور اعضاء مصروف عمل ہوں۔

یہ صحابہ کا امتیاز ہے کہ انہوں نے معاشرت میں معاشرت کے احکام، اجتماعیت میں اجتماعیت اور انفرادیت میں انفرادیت کے احکام، خلوت میں خلوت اور جلوت میں جلوت کے احکام، تجارت میں تجارت اور معاملات میں معاملات کے احکام اور سیاست میں سیاست کے احکام جان لئے، چنانچہ انہوں نے جلوتوں، اجتماعات، شور وہنگاموں اور فتنہ وفساد ہر ماحول میں اپنے دین، اپنی نیتوں اور خشوع وخضوع اور خلوص کی حفاظت کی، پھر جب وہ زندگی کے میدان میں گھسے تو غالب ہی رہے، مغلوب نہیں ہوئے، مسجد سے باہر نکل کر بھی وہ گویا مسجد میں ہوتے تھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی جیسے وہ نماز ہی میں

ہوتے تھے، وہ وعدے کے پکے اور بات کے سچے تھے، چاہے مسجد میں ہوں یا بازار میں، حضر میں ہوں یا سفر میں، دوست کے ساتھ ہوں یا دشمن کے، ان کا یہی رویہ رہتا تھا۔

پھر جب جہاد کا منادی پکارتا ہے تو یہ منظر سامنے آتا ہے کہ تاجر اپنی دکان بند کر کے، کاشتکار اپنا ہل پھینک کر اور کاریگر اپنے اوزار رکھ کر اور مزدور اپنے ڈول کی رسی چھوڑ کر بے چون وچرا جہاد میں نکل پڑتے ہیں، پھر وہ ملکوں ملکوں سفر کرتے ہیں، اونٹوں کی پشتوں پر سوار وہ چلتے رہتے ہیں، کثرت سفر سے ایسا لگتا ہے جیسے اونٹوں کی پشتوں پر وہ پیدا ہی ہوئے ہیں، وہ روز وشب دعوت دین کا کام انجام دیتے رہتے ہیں، جہاں جاتے اور فروکش ہوتے ہیں چلتے پھرتے مدرسے ہوتے ہیں، اس طرح وہ دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اور مشرق سے تا بمغرب دین حق کی روشنی پھیلا دیتے ہیں اور حق کی صدا لگا دیتے ہیں۔

(إلى ممثلي البلاد الإسلامية (مختصراً مع ترجمہ) از مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

گویا بقول شاعر ؎

مشرق سے تا بمغرب گونجی اذاں ہماری
رکتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

صحابہ کے اس ذکر جمیل سے اسلام کی جامعیت اور کاملیت کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

عقیدۂ توحید

اسلام کا سب سے پہلا، بنیادی اور نمایاں امتیاز عقیدۂ توحید ہے، اسلام یہ تصور پیش کرتا ہے کہ خدائے واحد ہی اس کائنات کا خالق و مالک اور مقتدرِ اعلیٰ ہے، وہی مدبر کائنات اور فاطر ہستی ہے، وہ یکتا و بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اس کا کوئی مماثل اور مشابہ اور ہمسر و برابر نہیں ہے:

اَللّٰہُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لاَ تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلاَ نَوْمٌ، لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ، مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ، يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ، وَلاَ يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ، وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَلاَ يَؤُدُهُ حِفْظُهُمَا، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ. (البقرة/۲۵۵)

وہ زندۂ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہ نہ سوتا ہے اور نہ اسے اونگھ لگتی ہے، زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے، جو کچھ بندوں کے سامنے ہے، اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے اس سے بھی وہ واقف ہے، اس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور ان کی نگہبانی اس کے لئے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں ہے، بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔

وہ اول بھی ہے اور آخر بھی، ازلی بھی ہے، اور ابدی بھی، ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی ہے، سب اس کے محتاج وتابع فرمان ہیں، وہ سب کا حاجت روا اور حاکم مطلق ہے۔ عقیدۂ توحید کی نعمت امت محمدیہ کو اس کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ملی ہے، اس سے زیادہ انقلاب انگیز، حیات بخش، عہد آفریں اور معجز نما عقیدہ دنیا کو نہ پہلے کبھی ملا ہے اور نہ قیامت تک کبھی مل سکتا ہے۔ یہ ایسا خالص بے آمیز، سہل الفہم عقیدہ ہے جس نے انسان کی دنیا بدلی ہے، اسے ہر قسم کی غلامی اور عبودیت اور خوف وانتشار سے محفوظ رکھا ہے، پھر یہ عقیدہ اپنے ہر پیرو سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے رب برتر سے اپنا ربط مستحکم کر لے، اپنے تمام معاملات میں اس کے حکم کا تابع بن جائے، ہر مرحلہ پر اسی سے ہدایت طلب کرے، اپنی انفرادی واجتماعی زندگی اسی کی تعلیم کے مطابق گزارے، اسے سب سے زیادہ محبت بھی اللہ ہی سے ہو اور سب سے زیادہ خوف بھی اُسی کا ہو، وہ اس حقیقت پر یقین رکھے کہ اس ناپائیدار عارضی وفانی زندگی میں جس اور جتنے بھی خیر وشر کا صدور اس سے ہوگا سب کا نتیجہ وبدلہ آخرت کا پائیدار اور اصل باقی رہنے والی جاودانی زندگی میں اسے بہرحال مل کر رہے گا۔

جب انسان عقیدۂ توحید اور اس کے مطالبات کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے تو پھر وہ نہ کسی کو حقیر سمجھتا ہے، نہ کسی کی توہین کرتا ہے، کیونکہ وہ ہر ایک کو ایک ہی خدا کی مخلوق اور اپنا مساوی باور کرتا ہے، اس میں رحم دلی، تواضع، عدل وامانت کے تمام اوصاف راسخ ہوجاتے ہیں، وہ اپنی اور پوری امت کی صلاح وفلاح کے لئے کوشاں ہوجاتا ہے، اور اپنی عقل کو اور تمام توانائیوں کو صحیح مصرف میں صرف کرتا ہے، لیکن جب اس عقیدہ کے لحاظ سے انسان میں کمزوری آتی ہے تو پھر وہ ہر قسم کے بگاڑ میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

اس وقت ہم میں سے اکثر افراد ضعف عقیدہ کا شکار ہیں، وہ نظریاتی طور پر مؤمن ضرور ہیں مگر عملی لحاظ سے وہ کفر ونفاق کی راہ پر چل رہے ہیں، وہ صورتِ ایمان تو رکھتے ہیں

مگر حقیقت ایمان سے محروم ہیں، نظریاتی طور پر خود کو اللہ کا تابعِ فرمان کہتے ہیں، مگر عملی لحاظ سے غیر اللہ کے فرمان کے پیرو بنے ہوئے ہیں، وہ مال وجاہ اور اقتدار ومنصب کے حصول کے لیے اللہ کی پیروی چھوڑ بیٹھے ہیں۔

اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی کمی یہی ہے کہ وہ حقیقتِ دین سے تہی دست ہیں، مسلمانوں کے عروج اور زوال دونوں کا سبب یہی ہے کہ جب تک وہ حقیقت دین کی دولت سے مالا مال رہے وہ سر بلند رہے، یہی شرط قرآن نے بھی بیان کی ہے کہ:

وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ.

تم ہی سر بلند رہو گے، اگر تم مؤمن کامل ہو گے۔

مگر پھر جب وہ حقیقتِ دین سے محروم ہوئے اور ظواہر اور تصنعات میں مبتلا ہو گئے تو وہ پست وبے حیثیت ہو گئے، حقیقتِ دین سے مالا مال شخص اللہ اور بندوں سب سے تعلق رکھتا ہے اور تعلق کی بنیاد خلوص پر استوار کرتا ہے، جب کہ حقیقت دین سے محروم آدمی مطلب پرستی اور خود غرضی کی بنیادوں پر تعلق استوار کرتا ہے، دوسری کمی یہ ہے کہ عقیدہ عمل سے ہم آہنگ نہیں ہے، اور ضرورت اس کی ہے کہ عقیدہ عمل سے ہم آہنگ ہو، تبھی اس کی کرنیں اپنی روشنی پھیلائیں گی اور اپنی ضیاء پاشیوں سے سب کو منور کرسکیں گی۔

اسلام کا نمایاں امتیاز ہر مسلمان کو ربّانی بنانا ہے

دین اسلام تمام ادیان و مذاہب عالم میں اس لحاظ سے بیحد امتیازی مقام کا حامل ہے کہ یہ ربانی مذہب ہے اور یہ ہر مسلمان کو ربانی بنانا چاہتا ہے اور اس کے ہر حکم میں ربانیت کی روح جلوہ گر نظر آتی ہے، اسلام کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان کا تعلق اللہ سے بہتر اور مضبوط ہو جائے، اور انسان ہمہ وقت اللہ کی رضا جوئی میں منہمک رہے، یہی اس کا مطمحِ نظر اور مقصدِ حیات بن جائے، اسلام کے اور بھی انسانی، اصلاحی اور معاشرتی اہم مقاصد ہیں مگر اصل الاصول اور سب سے بڑا مقصد انسان کو طلب رضائے باری کی مہم میں لگانا اور ربانی بنانا ہے، معاملات کے تعلق سے جو انسانی احکام ہیں ان کا بھی مقصود انسانی زندگی کی تنظیم، ہر طرح کی کشمکش اور بے سکونی سے بچانا اور انسان کو اللہ کی معرفت اور عبادت اور رضا طلبی کے لئے فارغ کرنا ہی ہے، اسلام کے جہادی حکم کا مقصد بھی قرآنی زبان میں ''فتنہ کا سدِّ باب اور دین کو خالص اللہ کے لئے بنانا'' ہے۔ (الانفال/۲۹)

تلاش معاش، طلب رزق، اہتمامِ حلال وطیب کا جو اسلامی حکم ہے اس کا مقصد بھی اللہ کی نعمت کا شکر اور اس کے حق کی ادائیگی ہے، ہر اسلامی حکم وتعلیم - خواہ وہ کسی بھی شعبۂ

حیات سے متعلق ہو- کا مقصد انسان میں عبدیت خالصہ کی روح پیدا کرنا اور ایک اللہ سے تعلق کو مضبوط کرنا ہے۔

عقیدۂ توحید وہ بنیادی اساس ہے جو ہر انسان کو ربانی بنانا چاہتا ہے، اور اس عقیدے کا صاف مطلب و پیغام یہی ہے کہ آدمی اس پر یقین کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی ہے جس سے مدد طلبی کی جا سکتی ہے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا، مسلمان اپنی نماز کی ہر رکعت میں روزآنہ کم از کم ۱۷/ بار سورۂ فاتحہ پڑھتا اور

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ.

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

دہراتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا:

قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ، دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، قُلْ إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لاشَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ، قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ.

(الانعام/ ١٦١-١٦٤)

اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھایا ہے، بالکل ٹھیک دین جس میں کوئی کجی نہیں، ابراہیم کا طریقہ جسے انہوں نے یکسو ہو کر اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے، آپ کہئے کہ میری نماز، میرے تمام مراسمِ عبودیت، میرا جینا اور مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے، اور سب سے پہلے سرِ اطاعت جھکانے والا میں ہوں، کہئے کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں

حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے۔

اسلام یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ انسان صرف خورد ونوش اور لہو ولعب کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے، بلکہ قرآن کے بقول انسان اللہ کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے، کائنات کی ہر چیز انسان کے لئے ہے، اور انسان اللہ (کی معرفت وعبادت) کے لئے ہے، وہ پوری کائنات کا سردار اور اللہ کا بندہ وغلام ہے، اور یہی اس کے فخر کے لئے بس ہے کہ وہ ربانی (اللہ والا) بن جائے۔

ربانی بن جانے کا پہلا اثر اور ثمرہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کو اپنا مقصدِ زندگی معلوم ہوجاتا ہے، وہ اس کائنات کی صناعی کی حکمت سے آشکارا ہوجاتا ہے، اسے اپنی زندگی کی اہمیت، قدر وقیمت اور معنویت، اور اس کی لذت ومنزلت کا ادراک ہوجاتا ہے، پھر وہ اپنے کو بے مقصد، بے قیمت اور عبث نہیں سمجھتا، اور اس کے ذہن میں یہ نہیں آتا کہ وہ بے لگام اور کسی حدوقید کا پابند نہیں ہے، بلکہ وہ خود کو اخلاقی حدود وقیود کا پابند سمجھتا ہے، اس کا حال اس عربی شاعر کی طرح نہیں ہوتا جس نے کہا تھا ؎

لَبِسْتُ ثَوْبَ الْعَيْشِ لَمْ أُسْتَشِرْ
وَحِرْتُ فِيْهِ بَيْنَ شَتَّیٰ الْفِكَرْ

وَسَوْفَ أَنْضُوْ الثَّوْبَ عَنِّی، وَلَمْ
أَدْرِ: لِمَاذَا جِئْتُ؟ أَيْنَ الْمَفَرْ

کہ میں نے زندگی کا لباس پہن لیا، مگر میں مختلف افکار وخیالات میں سرگرداں ہوں، عنقریب یہ لباسِ زندگی اتار دوں گا، مگر مجھے کچھ پتہ نہیں کہ میں دنیا میں کیوں آیا ہوں اور مجھے کہاں جانا ہے؟

انسان جب عقیدۂ توحید کو دل کی گہرائی سے مان لیتا ہے تو پھر اپنی اور اس کائنات کی

مقصدیت اس کے سامنے اجاگر ہوجاتی ہے، اوراسے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کا خالق کون ہے؟ وہ کہاں سے آیا ہے؟ کیوں آیا ہے؟ کیا کرنا ہے؟ کہاں جانا ہے؟ اسی عقیدۂ توحید کی تاثیر تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے بت پرستوں سے فرمایا تھا:

فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِیُ إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ، اَلَّذِیُ خَلَقَنِیُ فَهُوَ یَهْدِیْنِ، وَالَّذِیُ هُوَ یُطْعِمُنِیُ وَیَسْقِیْنِ، وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ، وَالَّذِیُ یُمِیْتُنِیُ ثُمَّ یُحْیِیْنِ، وَالَّذِیُ أَطْمَعُ أَنْ یَغْفِرَ لِیُ خَطِیْئَتِیُ یَوْمَ الدِّیْنِ.

(الشعراء/۷۷-۸۲)

میرے تو یہ سب (بت) دشمن ہیں، بجز ایک رب العالمین کے جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے، جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، اور جب بیمار ہوجاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے، جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ مجھ کو زندگی بخشے گا، اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ روزِ جزا میں وہ میری خطا معاف کردے گا۔

ربانی بن جانے کا دوسرا فائدہ اور ثمرہ یہ ہے کہ انسان اس فطرتِ سلیمہ کی طرف راہ یارب ہوجاتا ہے جو اس سے ایمان، اخلاص اور حسنِ عمل کا مطالبہ کرتی ہے، فطرت کی طرف یہ راہ یابی معمولی اور ارزاں چیز نہیں ہے بلکہ بیحد قیمتی اور غیر معمولی دولت ہے، اور اسی سے انسان امن، سکون، بے خوفی اور اطمینان کی لذت پاتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ انسانی فطرت کے خلا کو سائنس، علم، کلچر، آرٹ، فلسفہ و منطق سے پُر نہیں کیا جاسکتا۔

یہ خلاف صرف تقاضائے فطرت پر عمل کرنے یعنی ایمانِ خالص سے پُر ہوسکتا ہے، جب تک اللہ کی معرفت، اور اس پر ایمان انسان کے دل میں نہیں آتا تب تک اس کی فطرت ایک قسم کی کشمکش، بے چینی اور معنوی بھوک پیاس کی شکار رہتی ہے، فطرت کی تکان کے لئے

راحت، تشنگی کے لئے سیرابی، خوف سے امن، حیرت کے بعد ہدایت، اضطراب کے بعد سکون، قلق و بے چینی کے بعد اطمینان، وحشت کے بعد مانوسیت سب کا ذریعہ صرف اور صرف ایمانِ خالص ہے، اللہ انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، اس پر بھی اگر انسان کو معرفتِ ربانی نہ ملے تو یہ اُس کی شقاوت اور حرماں نصیبی کی انتہا ہے، اللہ سے بے تعلقی، بے ربطی اور غفلت فی الواقع ہر بے سکونی اور بے کیفی اور محرومی کی اساس ہے، قرآن کے مطابق

جو اللہ کو بھول جاتے ہیں، اللہ انہیں خود اپنی ذات بھلا دیتا ہے۔ (الحشر/۱۹)

خدا فراموشی خود فراموشی پر منتج ہوتی ہے، آدمی جب اپنی عبدیت کو فراموش کر دیتا ہے تو اس کی زندگی کی گاڑی غلط سمت میں محوِ سفر ہو جاتی ہے، مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں:

زندگی کی ساری قدر و قیمت اور اس کا سارا شرف و جمال اس حقیقت کے سمجھنے پر منحصر ہے کہ خالق نے اس کو محض چند روزہ عیشِ دنیا کے لئے نہیں بنایا ہے بلکہ اس لئے بنایا ہے کہ انسان اس کو خدا کے احکام کے تحت گذار کر اپنے کو ابدی بادشاہی کا سزاوار بنائے، یہ معراج ظاہر ہے کہ اُسی کو حاصل ہوگی جو ہمیشہ اس وقت کو یاد رکھے کہ یہ زندگی اس کو اتفاقیہ نہیں مل گئی ہے بلکہ ایک بخشنے والے کی بخشی ہوئی ہے، اور اس نے ایک خاص مقصد سے یہ اس کو بخشی ہے، اگر اس مقصد کے تحت میں اس کو گذاروں گا تب تو یہ عظیم ابدی نعمت ہے، اور اگر اس مقصد کو بھلا بیٹھا تو یہ آپ سے آپ ایک ابدی لعنت بن جائے گی۔ (تدبر قرآن: ۸/ ۳۰۸)

انسان اللہ کی عجیب مخلوق ہے جسے روئے زمین کی ایک مٹھی مٹی اور روحِ الٰہی کی ایک پھونک سے تشکیل دیا گیا ہے، اب جو یہ سمجھتا ہے کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے، لیکن روحانی پہلو نظر انداز کر دیتا ہے وہ انسانی حقیقت سے بے خبر ہے، ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے مادّی پہلو کو سامنے رکھ کر مادّی غذا یعنی کھانے پینے پر جو توجہ دیتا ہے، وہی توجہ اپنے روحانی

پہلو کو سامنے رکھ کر روحانی غذا یعنی ایمان و عمل صالح پر مبذول و مرکوز کرے تبھی وہ ربانی بن سکتا ہے۔

امام ابن القیم لکھتے ہیں کہ:

دل کی پراگندگی توجہ الی اللہ سے دور ہوتی ہے، دل کی وحشت اللہ سے اُنس پیدا کرنے سے ختم ہوتی ہے، دل کا رنج وغم معرفتِ ربانی کے سرور سے کافور ہوتا ہے، دل کا قلق و اضطراب اللہ کے لئے یکسو ہونے سے زائل ہوتا ہے، دل میں امنڈتی ہوئی حسرتوں کی آگ اللہ کے حکم پر راضی اور اس کے فیصلہ پر مطمئن ہونے اور صبر کے التزام سے بجھتی ہے، دل کی بھوک صرف اللہ کی محبت، اس کی طرف رجوع و انابت، اس کے دائمی ذکر، اس کے لئے اخلاص ہی سے مٹتی ہے۔

(مدارج السالکین)

اسلام کا کام یہ ہے کہ وہ انسانی سلیم فطرت پر حالات، ماحول، رسوم، رواج، تقالید اور سماجی اثرات کی بنیاد پر چھا جانے والے شبہات کے زنگ اور شہوتوں کے غبار اور میل اور گند کو، اسی طرح عجب و کبر، اندھی تقلید، آباء پرستی جیسے رذائل کی غلاظت کو دور کرتا اور چھانٹتا ہے، اسی فطرت کے پیش نظر ہر نبی کی دعوت کا آغاز صدائے توحید سے ہوا ہے۔

ربانی ہونے کا تیسرا ثمرہ اور اثر یہ ہے کہ انسان اندرونی کشمکش اور الجھن سے محفوظ ہو جاتا ہے، اسلام اس کے خیالات و افکار کا رخ طلبِ رضائے الٰہی کی طرف، اور اس کی عملی قوتوں کا رخ عملِ صالح کی طرف موڑ دیتا ہے، اور اسے دورنگی چھوڑ کر یک رنگ بنا دیتا ہے، اور یہی یک رنگی اس کے لئے راحت وسکون کی پیغامبر ثابت ہوتی ہے۔

عقیدۂ توحید کے اعتراف و اقرار سے ہر مسلمان کے دل کی گہرائی میں یہ یقین پیوست ہو جاتا ہے کہ اللہ صرف ایک ہے، خوف و رجا سب اسی سے وابستہ ہے، اس کے سوا

کوئی نہ اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے یا مرکز امید بنایا جائے، چنانچہ مسلمان ہر مصنوعی خدا اپنے دل سے نکال پھینکتا ہے، اور اپنے دل سے ہر مادّی ومعنوی بت نکال دیتا ہے، اور اس کا رخ خدائے واحد کی طرف یکسو ہو کر مڑ جاتا ہے، پھر وہ اسی پر بھروسہ کرتا ہے، اسی کی طرف رجوع رہتا ہے، اسی کی رضا کا طلب گار اور اسی کی ناراضگی سے خائف رہتا ہے، اسی کی قوت سے مدد طلب کرتا ہے، اسی کو مضبوطی سے تھامتا ہے اور قرآن کے بقول:

وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ. (آل عمران/۱۰۱)

جو اللہ کو مضبوطی سے تھام لے، اُسے راہِ راست کی طرف رہنمائی مل جاتی ہے اور وہ ہر طرح سے ربانی بن جاتا ہے۔

جب کہ مشرک وبت پرست انسان الجھنوں اور بے سکونی کی ناقابلِ بیان کیفیات کا شکار رہتا ہے، قرآن توحید وشرک کو ایک واضح اور عام فہم مثال سے یوں سمجھاتا ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلاً فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلاً سَلَماً لِّرَجُلٍ، هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلاً. (الزمر/۲۹)

اللہ ایک مثال دیتا ہے کہ ایک شخص تو وہ ہے جس کے مالک ہونے میں بہت سے کج خلق آقا شریک ہیں جو اُسے اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں اور دوسرا شخص پورا کا پورا ایک ہی آقا کا غلام ہے، کیا اِن دونوں کا حال یکساں ہوسکتا ہے؟

یعنی جس طرح ایک آقا کی غلامی باعثِ سکون اور بہت سے آقاؤں کی غلامی باعثِ بے سکونی ہے اسی طرح ایک خدا کی بندگی سراسر سکون اور متعدد خداؤں کی پرستش سراسر بے سکونی اور لعنت ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں اپنے دو مشرک ساتھیوں سے کہا تھا:

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ: أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ أَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوْهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ، إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ، أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ، ذَلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ. (یوسف/۳۹-۴۰)

اے زنداں کے ساتھیو! تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ین ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ اس کو چھوڑ کر تم جن کی بندگی کرر ہے ہو وہ اِس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کے لئے کوئی سند نازل نہیں کی، فرمانروائی کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے، اس کا حکم ہے کہ خود اُس کے سوا تم کسی کی بندگی مت کرو، یہی درست دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

ربانی ہونے کا چوتھا اثر اور ثمرہ یہ ہے کہ انسان انا پرستی، شہوت پرستی، خودغرضی، ذاتی مفادات اور مادّی مقاصد کے لئے دوڑ دھوپ اور کدوکاوش جیسے قبائح سے دامن کش ہو جاتا ہے، انسان جب ایمان کی روح اور لذت پالیتا ہے تو پھر ایک طرف اپنی نفسانی رغبات ومیلانات، اس کے تقاضوں، اس کے نقد ملذات ومنافع کو دیکھتا ہے اور دوسری طرف دینی مطالبات، خداوندی احکامات، عالمِ آخرت کے ابدی منافع ولذائذ کو دیکھتا ہے، وہ دونوں کا موازنہ کرتا ہے، پھر اس کی فطری اور ایمانی عقل اسے دین کو نفس پر ترجیح دینے کا حکم دیتی ہے، چنانچہ وہ شہوت پرستی کے خول سے باہر آجاتا ہے، اور انا پرستی اور خودغرضی کو لات ماردیتا ہے، پھر اگر کبھی نفس کی شہوت زورآور اور سرکش ہو جاتی ہیں اور اس کا قدم بچلا دیتی ہیں تو فوراً اس کے اندر کا ایمانی ضمیر اُسے کچوکے لگاتا ہے اور اسے مخلصانہ توبہ وانابت کی راہ پر لگا دیتا ہے۔

ربانی انسان معصوم فرشتہ نہیں ہوتا ہے، ربانی انسان قرآن کی زبان میں ﴿اوّاب﴾

ہوتا ہے، یعنی وہ ہمہ وقت اللہ کی طرف رجوع رہتا ہے، خصوصاً جب اس سے کوئی خطا یا قصور سرزد ہو جاتا ہے تو اس کا رجوع الی اللہ بہت بڑھ جاتا ہے، قرآن میں اللہ نے بتایا ہے کہ اللہ کی جنت کی وسعت آسمانوں اور زمین کی وسعت جیسی ہے، اور یہ جنت اہل تقویٰ کے لئے ہے، اہل تقویٰ کے اوصاف میں ایک وصف یہ بھی ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ، وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ. (آل عمران/۱۳۵)

اگر کبھی کوئی فحش کام اُن سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انہیں یاد آتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں، کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جس سے وہ اپنے گناہ معاف کرا سکے؟ اور وہ کبھی دانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے۔

اس میں کوئی استعجاب نہیں کہ انسان معصیت کی دلدل میں پھنس جائے، شہوت اور خواہش نفس اس پر غالب آ جائے، حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس ملعون نے بہکایا اور ممنوع کا ارتکاب حضرت آدم سے ہو گیا لیکن انہوں نے توبہ کی اور استغفار کی، یہاں تک کہ رحمت ومغفرتِ الٰہی کا دروازہ کھل گیا، لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ حضرت آدم سے قصور ہوا مگر وہ معاف کر دیا گیا، اور ابلیس سے خدا کا حکم نہ ماننے کا قصور ہوا مگر وہ معاف نہیں ہوا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم کے قصور کا منشأ انسانی ضعف ونسیان تھا، قرآن کے بقول:

نَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْماً. (طٰہ/۱۱۵)

حضرت آدم بھول گئے اور ہم نے ان میں عزم نہ پایا۔

پھر اس قصور کے بعد ان کی طرف سے احساسِ ندامت پایا گیا، انہوں نے رو رو کر

توبہ کی، پھراس توبہ نے اپنا اثر دکھایا:

ثُمَّ اجۡتَبَاهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيۡهِ وَهَدٰى. (طٰہٰ/۱۲۲)

پھراُن کے رب نے انہیں برگزیدہ بنایا، ان کی توبہ قبول کی اور انہیں ہدایت بخشی۔

دوسری طرف ابلیس تھا، اس کی نافرمانی کا منشأ اس کا تکبر، اور عناد وتمرد تھا، اُس نے کہا تھا

أَنَا خَيۡرٌ مِنۡهُ خَلَقۡتَنِيۡ مِنۡ نَّارٍ وَخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ. (صٓ/٧٦)

میں آدم سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے اور اُسے مٹی سے پیدا کیا ہے (پھر میں اُسے کیسے سجدہ کروں)

اور اس نافرمانی کے بعد بھی بجائے احساسِ ندامت کے اُس کا ضلال واضلال پر اصرار اور عناد بڑھتا گیا اور اس نے ہرانسان کو گمراہ کرنے کا عزم اللہ کے سامنے ظاہر کیا، چنانچہ اسے لعنت زدہ اور مردود ورجیم قرار دیا گیا۔

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ حرام شہوتیں انسان پر حملہ آور ہوتی ہیں، اور ایسا موقعہ بھی آتا ہے کہ خلوتیں انسان کو تقاضائے شہوت کی تکمیل کی راہ ہموار کردیتی ہیں مگر انسان کی ربّانیت اُسے بے لگام نہیں ہونے دیتی، اسے اپنے اللہ سے حیا آجاتی ہے، چنانچہ وہ اللہ کی پناہ مانگتا ہے اور گناہ وحرام کی آلودگی سے صاف بچ جاتا ہے۔

عزیز مصر کی بیوی زلیخا کی دعوتِ زنا کے جواب میں حضرت یوسف کا یہی طرزِ عمل رہا، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کا سحر طراز قلم اسی کی منظرکشی یوں کرتا ہے:

انسان کے لئے سب سے بڑی آزمائش جذبات ہی کی آزمائش ہوتی ہے، وہ سمندر کی موجوں سے ہراساں نہیں ہوتا، پہاڑ کی چٹانوں سے نہیں گھبراتا،

آسمان کی بجلیوں سے نہیں لرزتا، درندوں کے مقابلے سے منہ نہیں موڑتا، تلواروں کے سائے میں کھیلنے لگتا ہے، لیکن نفس کی ایک چھوٹی سی ترغیب اور جذبات کی ایک ادنیٰ سی کشش کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتا، لیکن حضرت یوسف کی سیرت کی چٹان یہاں بھی متزلزل نہ ہوسکی، ان کی بے داغ فضیلت پر نفسِ انسانی کا سب سے بڑا فتنہ بھی دھبّہ نہ لگاسکا، تم چشمِ تصور سے کام لو اور دیکھو! ترغیبات کی قہر وسلطانی کا کیا حال تھا اور عیشِ نفس کی یہ دعوت کیسے شکیب آزما سامانوں اور صبر ربا حالتوں کے ساتھ پیش آئی تھی، عمر عین عروج شباب کی عمر اور معاملہ محبت کا نہیں محبوبیت کا، طلب کا نہیں مطلوبیت کا، پھر طلب بھی ہوئی تو کیسی طلب؟ دیوانگی کی طلب اور دل باختگی کا تعاقب! پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ موانع بالکل مرتفع ہوگئے، کوئی انسانی آنکھ دیکھنے والی نہیں، کوئی پردۂ حجاب حائل نہیں، کون ہے جو ایسی حالت میں بھی اپنے کو قابو میں رکھ سکتا ہے؟ عفت وپاکی کا کوئی سا پہاڑ ہے جو ان بجلیوں کی تاب لاسکتا ہے؟ لیکن ایک پہاڑ تھا جسے یہ بجلیاں بھی نہ ہلاسکیں، یہ حضرت یوسف کی سیرت تھی جو کسی حال میں بھی متزلزل نہیں ہوسکتی تھی۔

(ترجمان القرآن: ۳/۸۴۳-۸۴۵)

بالکل واضح بات ہے کہ حضرت یوسف کی عفت مآبی اور پاکیزگیٔ سیرت ان کی ربانیت کا ثمرہ تھی۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو حرام آمدنی کے مواقع ملتے ہیں مگر اس کی ربانیت اُسے حلال پر قناعت کا خوگر بنائے رکھتی ہے اور وہ حرام سے ہر طرح دور اور نفور رہتا ہے، کبھی انسان کو دشمن سے انتقام اور ہر کسر نکال لینے کا موقع بھی ملتا ہے مگر اس کی ربانیت اسے عفو ودرگذر اور صبر پر مجبور کردیتی ہے، حضرت یوسف نے اپنے خون کے پیاسے بھائیوں کو

تمام تر قدرتِ انتقام کے باوجود اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانی دشمنانِ مکہ کو تمام تر قدرتِ انتقام کے باوجود یک لخت معاف کر دیا، اور اس کی ایک ہی بنیاد تھی، وہ ان کی ربانیت تھی۔

سیرتِ یوسفی کے اس پہلوئے عفو ودرگذر پر تبصرہ کرتے ہوئے ترجمان القرآن کے مصنف کا قلم یوں لکھتا ہے:

> غور کرو! عفو وبخشش کا وہ کیا مقام ہے؟ ہمت کا وہ کیا علو ہے؟ ظرف کی وہ کیسی پہنائی ہے؟ خُلق کی وہ کیسی عظمت ہے جو دشمنی کرنے والوں کے ساتھ ایسا سلوک کر سکتی ہے؟ اور جس سیرت کا یہ حال ہو اُس کے لئے فضیلت کی اور کون سی بات باقی رہ گئی؟ مظلومی وبے چارگی کی حالت میں صبر کر لینا بلا شبہ ایک بڑائی ہے، لیکن طاقت واختیار کی حالت میں بدلہ نہ لینا اور بخش دینا سب سے بڑی بڑائی ہے، اور سیرتِ یوسفی کی عظمت میں دونوں مقام جمع ہو گئے، جب بے چارگی تھی تو اُف تک نہ کی، جب طاقت ملی تو انتقام کا وہم وگمان بھی نہ گذرا، اور بلاشبہ یہ اُس زندگی کا سب سے بڑا اسوۂ حسنہ ہے۔ (ترجمان القرآن: ۳/۸۶۰-۸۶۱)

اگر انسانی زندگیوں کے مختلف نمونوں اور سرگرمیوں کا واقعاتی تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسان یا تو حیوانیت کی دلدل میں پھنسا رہتا ہے یا شیطنت اُس پر حملہ آور رہتی ہے یا ربّانیت اُسے مقامِ ارفع پر فائز بنا دیتی ہیں، کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہمہ وقت مادّی لذّات میں غرق اور منہمک رہتے ہیں، ان کے تمام افکار وخیالات کا محور ان کی اپنی ذات ہوتی ہے، مادّیت سے آگے ان کی نگاہ کچھ اور نہیں دیکھ پاتی، دنیوی نقد منافع، حیوانی شہوات اور مادّی مقاصد کی تکمیل وتحصیل کے سوا ان کو کسی چیز سے کوئی مطلب نہیں ہوتا، بس اسی مادّیت کے پیچھے وہ اپنے تمام عقائد، اقدار حیات اور سب کچھ قربان کر دیتے

ہیں، اگر وہ بااثر اور صاحبِ جاہ ومنصب ہوتے ہیں تو وہ یہ حرکتیں برملا بے خوف ہوکر کرتے ہیں، اور اگر بے اثر ہوتے ہیں تو قانون کی پکڑ اور سزا سے ڈرتے ہیں، خفیہ حرکتیں کرتے ہیں، اپنے ان خسیس مقاصد کے لئے ان کی نگاہیں آبرو، عزت، شرافت اور کرامت سب کی ناموس تارتار کردینا، اہل وعیال کو ضائع کرنا، دوستوں سے غداری، وطن سے خیانت اور عقیدے سے براءت جیسے جرائم کا ارتکاب کرنا کچھ بھی عیب نہیں ہوتا۔

نہ تو ان کا ضمیر انہیں کچوکے لگاتا ہے کیونکہ وہ مرچکا ہوتا ہے، نہ ہی ان کا ایمان ان کا قدم روکتا ہے کیونکہ شہوت ان کا معبود اور مادّیت ان کی خدا بن جاتی ہے اور وہ ایمان سے محروم رہتے ہیں، اور نہ ہی ان کی عقل ان پر بندش لگاتی ہے کیونکہ شہوتیں ان کی عقل کو ناکارہ اور ان کے دماغ سے فکری سوتوں کو خشک کرچکی ہوتی ہیں، قرآن ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ. (القصص/ ۵۰)

اُس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو خدائی ہدایات کے بغیر بس اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے۔

ایسے ہی افراد کا تذکرہ قرآن یوں کرتا ہے:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيراً مِّنَ الْجِنِّ وَالإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّايَفْقَهُونَ بِهَا، وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لاَ يُبْصِرُونَ بِهَا، وَلَهُمْ آذَانٌ لَّايَسْمَعُونَ بِهَا أُوْلَئِكَ كَالأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُوْلَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ. (الاعراف/۱۷۹)

اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے انسان اور جن ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے، اُن کے پاس دل ہیں مگر وہ اُن سے سوچتے نہیں، اُن کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ اُن سے دیکھتے نہیں، اُن کے پاس کان ہیں مگر وہ اُن سے

سنتے نہیں، وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گئے گذرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں مبتلا ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا گیا:

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ، أَفَأَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلاً، أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ أَوْ يَعْقِلُوْنَ، إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيْلاً. (الفرقان/٤٣-٤٤)

کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنالیا ہو؟ کیا تم ایسے شخص کو راہِ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ اُن سے بھی گئے گذرے۔

خواہش پرستوں کے اس طبقہ کو قرآن نے پوری صراحت کے ساتھ اندھا، بہرا، مردہ دل اور جانوروں تک سے بدتر قرار دیا ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جانور اپنا متعلقہ کام بہر صورت انجام دیتے ہیں، گائے دودھ ضرور دیتی ہے، اونٹ اپنی پشت پر انسان کو سوار ہونے سے نہیں روکتا، سارے جانور انسان کی خدمت کے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں، بار برداری، کھیتوں سے متعلق کام، دودھ، بال اون وغیرہ سے متعلق فائدے ان کے ذریعہ انسان کو حاصل ہوتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ جانوروں کو انسان کی طرح فکری، عقلی اور روحانی صلاحیتوں سے نوازا نہیں گیا ہے، انسان کو یہ سب صلاحیتیں عطا ہوئی ہیں، اس کے باوجود اگر انسان اللہ کی ان عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے، اپنا فرضِ منصبی بھول جائے، اور صرف پیٹ اور شہوت کو مقصدِ زندگی بنائے تو لامحالہ وہ جانوروں سے زیادہ بدتر قرار پائے گا۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا مقصد حیات صرف دوسروں کو نقصان پہونچانا،

دوسروں کو ذلیل کرنا، انسانی قدروں کو پامال کرنا اور سازش رچنا ہی ہوتا ہے، یہ سازشی گروہ بھی مذکورہ بالا شہوت پرست گروہ کی طرح صرف اِسی دنیائے فانی کو اپنا مطمحِ نظر اور مرکزِ توجہ بنائے رکھتا ہے، دونوں میں صرف اِتنا سا فرق ہے کہ ایک کا مزاج شہوانی انانیت کا ہے اور دوسرے کا مزاج عداونی اور ظالمانہ انانیت کا، پہلا گروہ حیوانیت اور وحشیت کا نمونہ پیش کرتا ہے اور دوسرا گروہ شیطنت اور خباثت کا، سچی انسانیت سے محرومی دونوں گروہوں میں قدرِ مشترک ہے، سازشی گروہ مکمل شیطانی ذہنیت کا حامل ہوتا اور شیطان کی طرح دوسروں کو گمراہ، ذلیل اور بدنام کرنا، سازشیں رچنا اور سماج کو نقصان پہونچانا اس کی سرشت میں داخل ہوتا ہے، اسی گروہ پر لعنت کا تذکرہ قرآن میں یوں آیا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهِ وَيَقْطَعُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوْصَلَ، وَيُفْسِدُوْنَ فِيْ الْأَرْضِ اُوْلٰئِکَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ. (الرعد/۲۵)

جو لوگ اللہ سے پختہ عہد کر لینے کے بعد اُسے توڑ ڈالتے ہیں، اور اُن رابطوں کو کاٹ ڈالتے ہیں جنہیں اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہ لعنت کے مستحق ہیں، اور اُن کے لئے آخرت میں بہت برا ٹھکانہ ہے۔

ان دونوں گروہوں کے مقابلے میں ایک تیسرا گروہ ہے جو شہوت پرستی، انانیت، ظالمانہ اور ماکرانہ ذہنیت سے بالکل پاک اور صرف ایک خدائے برحق کا پرستار ہوتا ہے، اس کا اصل ہدف مرضئ مولیٰ کا حصول ہوتا ہے، اس کا مقصد اللہ کی محبت اور قرب ہوتا ہے، وہ صرف اُسی کی رضا کا طالب اور اسی کے اجر کا آرزومند ہوتا ہے، اس کے تمام مثبت ومنفی اعمال اور ایجابی وسلبی رجحانات اُسی کی مرضی کے تابع ہوتے ہیں، دنیا اس کی نگاہ میں مقصد

اور انتہا نہیں بلکہ ذریعہ اور وسیلہ ہوتی ہے، وہ دنیا کو اپنے قابو میں کرتا ہے، دنیا کے قابو میں نہیں ہوتا، دنیا اس کے ہاتھ اور جیب میں تو ہوسکتی ہے مگر دنیا کو وہ کبھی اپنے دل کے نہاں خانوں میں جگہ نہیں دیتا، اُس کی زبان پر اُس کے رہنما پیغمبر اسلام علیہ السلام کی دعا کے یہ جامع اور بلیغ الفاظ آتے رہتے ہیں کہ:

اَللّٰھُمَّ لاَ تَجعَلِ الدُّنیَا أَکبَرَ ھَمِّنَا وَلاَ مَبلَغَ عِلمِنَا.

اے اللہ! دنیا کو ہمارا اصل مقصد اور منتہائے علم نہ بنایئے۔

بجا طور پر اس تیسرے گروہ کو ربانی گروہ کہا جا سکتا ہے، جس کا ہر عمل اللہ کے لئے ہوتا ہے، جس کی ہر نقل و حرکت راہِ خدا میں ہوتی ہے، وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ جو حسن سلوک اور تعاون کا معاملہ کرتا ہے وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ اللہ کے لئے کرتا ہے، قرآن میں اسی گروہ کے متعلق وارد ہوا ہے۔

وَیُطعِمُونَ الطَّعَامَ عَلیٰ حُبِّہٖ مِسکِیناً وَیَتِیمًا وَأَسِیراً، إِنَّمَا نُطعِمُکُم لِوَجہِ اللّٰہِ لاَنُرِیدُ مِنکُم جَزَاءً وَلاَ شُکُوراً. (الدھر/۸-۹)

وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ، یعنی اُن کے انفاق کا باطنی محرک صرف جذبۂ طلبِ رضائے باری ہوتا ہے۔

وہ دوسروں پر نہ دست درازی کرتا ہے اور نہ زبان درازی، اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ ؎

مری زباں وقلم سے کسی کا دل نہ دُکھے
کسی کو شکوہ نہ ہو زیرِ آسماں مجھ سے

وہ برائی کا جواب برائی کے بجائے اچھائی سے دیتا ہے، اور ایسا صرف اللہ کے لئے

کرتا ہے، حضرت آدم کے صاحبزادے ہابیل کا قابیل کی دھمکی کے جواب میں جو ردّ عمل تھا وہ اسی کا واضح نمونہ ہے، قرآن میں ہابیل کا یہ قول مذکور ہے

لَئِنۡ بَسَطۡتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقۡتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيۡكَ لأَقۡتُلَكَ، إِنِّيۡ أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعَالَمِيۡنَ. (المائدہ/۲۸)

اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

یہاں ایک بھائی دوسرے بھائی کو قتل کی دھمکی دے رہا ہے، اس موقعے پر صحیح مؤمنانہ رویہ یہی ہے کہ آدمی یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کا بھائی اس کے قتل کے درپے ہو اُس کے قتل کا آغاز نہ کرے، آغاز نہ کرنا دفاع اور بچاؤ کی نفی نہیں کرتا، مولانا آزاد لکھتے ہیں ''ہابیل کی صدا میں تمام نوعِ انسانی کی راست بازی و نیک عملی بول رہی تھی، اور قابیل کے عمل میں تمام ظالم انسانوں کی سرکشی وشقاوت کا ہاتھ تھا، اب انسان کے سامنے دوراہیں کھل گئیں، نیکی وراستی کبھی انسان کے خون سے ہاتھ نہیں رنگے گی، ظالم کا ہاتھ ہمیشہ رنگین رہے گا۔ (ترجمان القرآن: ۲/۶۱۶)

شہوانیت اور شیطانیت سے پاک ربانی گروہ دعوتِ حق، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اصلاح بین الناس، دوسروں کی ہم دردی وغم گساری، جاہلوں کی تعلیم، سرگشتہ لوگوں کی رہنمائی، اور گم گشتہ راہ افراد کی رہبری کے جو کام بھی کرتا ہے اس کی صدا:

مَا أَسۡأَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ أَجۡرٍ، إِنۡ أَجۡرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ.

میں اس کام پر تم سے کسی معاوضے کا طالب نہیں، میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمے ہے۔

ہوتی ہے، اس کا سر راہِ حق میں ہر دم اُس کی ہتھیلی پر ہوتا ہے، وہ راہِ حق میں جان ومال

کی قربانی کو اپنے لئے فخر و شرف باور کرتا ہے، اس کی مجاہدانہ اور دلیرانہ سرگرمیوں کا مقصد نام ونمود، دنیوی شہرت اور مادّی منافع نہیں بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ ہوتا ہے۔

واقعہ یہی ہے کہ یہی گروہ سب سے زیادہ کامیاب، بامراد، سعادت مند اور قابلِ رشک گروہ ہے، جو آخرت کو ترجیح دیتا ہے مگر دنیا بھی اس کے قدموں میں آپڑتی ہے، وہ دنیا میں بھی حسنہ پاتا ہے اور انشاء اللہ آخرت کا حسنہ بھی اس کا نصیب ضرور ہوگا، اس گروہ کا ربانی مزاج اگرچہ بعض فوری لذتوں اور وقتی منافع سے اسے محروم کردے مگر یہ محرومی اپنے جلو میں خیر کے بے پناہ پہلو رکھتی ہے اور دوررس مضرتوں سے اس کو محفوظ رکھتی ہے، اور اسے جو نفسیاتی سکون اور روحانی اطمینان حاصل ہوتا ہے اس کی بجا طور پر کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی، یہی وہ سعادت ہے جس کے بارے میں کسی حکیم ودانا کا یہ قول آج بھی روشن ہے:

لَوْ عِلْمَ بِهَا الْمُلُوْکُ لَجَالَدُوْنَا عَلَيْهَا بِالسُّيُوْفِ.

کہ اگر اس سعادت کا علم بادشاہوں کو ہوجائے تو وہ تلواروں سے ہم پر حملے کرکے یہ سعادت حاصل کرنا چاہیں گے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اسلام کا اصل مقصد انسان کو شہوت اور شیطان کے پھندوں سے نکال کر ربانی بنانا اور اللہ کے رنگ میں رنگ دینا اور اسی قالب میں ڈھال دینا ہے، انسان کو ربانیت کے قالب میں ڈھالنے کا کام اسلام عبادات کے راستے سے بھی کرتا ہے اور آداب واحکام واخلاق کے راستے سے بھی، عبادات میں پہلا درجہ نمازوں کا ہے، فرض اور نفل دونوں قسم کی نمازوں سے انسان کو ربانی بنانے کا مقصد پورا ہوتا ہے، نماز انسان کے روح کے لئے غذا ثابت ہوتی ہے، جس طرح جسم دن میں کئی بار غذاؤں کا محتاج ہوتا ہے، اسی طرح روح کے لئے بھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے جو نمازوں کی شکل میں مہیا ہوتی ہے، نماز ہمہ وقت انسان کو اللہ سے جوڑے رکھتی ہے، زندگی کے میدان میں اور دنیوی

مشغولیات اور ہنگاموں میں جب انسان ڈوب جاتا ہے تو مؤذن کی پنج وقتہ صدائے تکبیر اور دعوتِ نماز وخیر انسان کو دنیوی ہنگامی کی موجِ بلاخیز سے نکال کر خدائے واحد کے دربار میں کھڑا کرتی ہے، جھکاتی اور سجدہ ریز کرتی ہے، یہی صدائے دل نواز اس کے ہاتھ بارگاہِ صمدیت میں دراز کراتی ہے پھر اخلاص وبے لوثی اور مکمل عجز وانکسار سے مانگی جانے والی دعا مستجاب ہوتی ہے اور انسان کی روحانی ترقی کا سامان فراہم ہوتا ہے۔

سال بھر میں مکمل ایک ماہ تک روزوں کی عبادت کا حکم ہے جس میں ایک مسلمان کو خورد ونوش اور جنسی شہوت سے مکمل اجتناب کرنا ہوتا ہے، مکمل ایک ماہ تک صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزے کے ذریعہ تقویٰ، پرہیزگاری، کمال عبدیت وبندگی کی تربیت کے ذریعہ بندے کو اللہ سے جوڑنے اور ربانی بنانے کا کام ہوتا ہے، ایک حدیث قدسی میں آیا ہے:

اَلصِّیَامُ لِیْ، أَنَا أَجْزِیْ بِهِ، یَدَعُ طَعَامَهُ مِنْ أَجْلِیْ، وَیَدَعُ شَرَابَهُ مِنْ أَجْلِیْ، وَیَدَعُ زَوْجَتَهُ مِنْ أَجْلِیْ، وَیَدَعُ لَذَّتَهُ مِنْ أَجْلِیْ.

(الخصائص العامة للقرضاوی/۲۸)

روزہ میرے لئے ہے، میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، بندہ میرے لئے اپنا کھانا پینا چھوڑتا ہے اور میری خاطر اپنی بیوی اور لذت سے کنارہ کش ہوتا ہے۔

زکاۃ کی مالی عبادت انسان کے قلب وروح اور مال ودولت کی تطہیر وتزکیہ کے لئے اور بخل وحرص کے رذائل کا قلع قمع کرنے کے لئے مشروع کی گئی ہے، اور ہر مسلمان کو بطیب خاطر حق لازم سمجھ کر ادائے زکاۃ کا حکم شرعی فی الواقع اس کو اس کے رب حقیقی سے جوڑنے کے مقصد سے دیا گیا ہے۔

حج کی والہانہ اور عاشقانہ عبادت جو انسان اپنے وطن سے دور، اپنے خاندان سے

الگ ہوکر، اپنی جسمانی مشقتوں اور مالی مصارف کی پروا کئے بغیر انجام دینے حرم مقدس پہونچتا ہے اور خاص ادا اور لباس میں اپنی مسکنت اور عجز کے اظہار کے ساتھ **لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ** کا نعرۂ جانفزا اور روح پرور لگاتا ہوا فریضۂ حج ادا کرتا ہے اور اپنی بندگی کے ذریعہ اپنی عاشقی کا ثبوت پیش کرتا ہے، درحقیقت یہ عبادت بندۂ مؤمن کو ربانی بنانے کے عمل میں بیحد مؤثر ثابت ہوتی ہے۔

فرض عبادتوں کے علاوہ نوافل وتطوعات کا پورا شرعی نظام بندے اور رب کے مابین تعلق وقرب کی افزائش ہی کے لئے ہے، حدیث قدسی ہے:

مَا تَقَرَّبَ إِلَیَّ عَبْدِیْ بِمِثْلِ اَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُهُ عَلَیْهِ، وَلاَ یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ، حَتّٰی أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهِ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَأُعِیْذَنَّهُ، وَلَئِنْ سَأَلَنِیْ لَأُعْطِیَنَّهُ. (ایضاً/۲۹)

بندہ فرائض کی ادائیگی کے ذریعے جتنا مجھ سے قریب ہوتا ہے کسی اور ذریعے سے اتنا قریب نہیں ہوتا، بندہ نوافل کی ادائیگی کے ذریعے مسلسل مجھ سے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اگر وہ مجھ سے پناہ کا طالب ہوتو میں ضرور اسے پناہ دوں گا، اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور اسے عطا کروں گا۔

فرض ونفل تمام عبادات کا مقصد یہ نہیں ہے کہ مسلمان بس صرف چند لمحوں کے لئے اپنے مالک سے اپنا رشتہ مستحکم کرے پھر وہ اپنی ہوا وہوس کی دنیا میں رنگ رلیاں منانے کے

لئے آزاد و بے لگام ہو جائے، بلکہ ان تمام عبادات کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بندۂ مؤمن کے قلب وضمیر میں تقویٰ وخدا ترسی کی تخم ریزی کی جائے، اور اسے ایسی روحانی غذا اور طاقت اور نور مل جائے کہ جب بھی غفلت کے آثار آئیں اسے فوراً اللہ کی یاد آنے لگے، جب اس کے عزم میں کمزوری آئے اسے طاقت مل جائے اور کبھی ظلمت اس پر حملہ آور نہ ہو سکے۔

ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے لکھا ہے کہ:

اسلام ایسے مسلمان کو پسند نہیں کرتا جو مسجد میں تو ربانی رہے، رکوع وسجدہ میں مشغول رہے لیکن جب مسجد سے باہر نکلے تو وہ حیوانی یا شیطانی بن جائے، اور اپنی عملی زندگی میں اللہ کے بجائے نفس وشیطان کی غلامی کرنے لگے، اسلام یہ بھی نہیں گوارا کرتا کہ مسلمان صرف رمضان میں ربانی رہے، اور رمضان کے بعد اس کا سلسلۂ عبادت موقوف ہو جائے، اور وہ اپنی طرزِ عمل سے یہ ثابت کرے کہ وہ رمضان کی عبادت کر رہا تھا نہ کہ رمضان کے مالک خدا کی، سلف صالح کا مشہور قول ہے ﴿كُنْ رَبَّانِيّاً وَلَا تَكُنْ رَمَضَانِيّاً﴾ ربانی بن جاؤ، رمضانی (صرف رمضان کے عبادت گذار) نہ بنو، اسی طرح اسلام یہ نہیں چاہتا کہ آدمی جب تک بلادِ حرم میں رہے اللہ والا رہے لیکن حج وعمرہ سے واپس آنے کے بعد پھر وہ مادّیت کے طوفان میں بہنے لگے اور اللہ سے اس کا رشتہ کمزور ہو جائے، اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ مسلمان صد فیصد اسلام میں داخل ہو جائے، اس کا اپنے مالک سے رشتہ اتنا مستحکم اور اٹوٹ ہو جائے کہ اس پر زمان ومکان، مواقع وحالات، اوقات وظروف کسی بھی طرح اثر انداز اور حائل نہ ہو سکیں۔ (الخصائص/ ۲۹-۳۰)

اسی لئے حدیث میں واضح حکم ہے:

اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ. (ترمذی)

جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہو۔

عبادات کے علاوہ آداب واخلاق کا پورا اسلامی نظام بندۂ مؤمن کو اللہ سے جوڑنے کے عظیم مقصد کے لئے تشکیل دیا گیا ہے، روزمرہ کے حالات، کھانے پینے، سونے جاگنے، سفر وحضر تمام انفرادی واجتماعی حالات میں آداب واخلاق اور دعاؤں کی پوری فہرست ذخیرۂ احادیث میں ملتی ہے جو واضح کرتی ہے کہ مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے رب سے غافل نہ رہے، بلکہ اس کا ربط مستحکم رہے، اور ہمیشہ وہ اللہ سے جڑا رہے۔

(اس موضوع کی مزید تفصیل کے لئے ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی کتاب ''الخصائص العامة للإسلام'' ملاحظہ ہو)

مذکورہ تفصیل سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ اسلام کا امتیاز اس کا مذہبِ ربانی ہونا ہے، اور ربانیت کا رنگ تمام اسلامی شعبوں میں بالکل نمایاں نظر آتا ہے، واقعہ یہی ہے کہ انسان کا حاصلِ حیات اور سرمایۂ زندگی اس کا اپنے رب سے اٹوٹ رشتۂ عبدیت ہی ہے جسے ''ربانیت'' کے جامع الفاظ میں پرو دیا گیا ہے۔

اسلام کا نظامِ امن واخوت

معترضین وناقدین، مبصرین ومحللین اور دشمنوں ومخالفوں کی طرف سے اسلام اور تعلیماتِ اسلام پر متعدد متنوع اعتراضات کیئے جاتے رہے ہیں، اور طرح طرح کے الزامات عائد کیئے جاتے رہے ہیں۔

اِن اعتراضات میں ایک بہت بڑا اعتراض یہ بھی ہے کہ اسلام امن وامان اور اخوت ومسامحت کا مخالف ہے اور ہر جگہ مسلمان امن مخالف سرگرمیوں میں مصروف ہیں، اور ان کا شیرازہ ہر جگہ بری طرح بکھرا ہوا ہے جو اخوت کے تصور سے ان کی تہی دامانی کا ثبوت ہے۔

اس اعتراض میں کتنی صداقت ہے؟ اس کا اندازہ اسلامی تعلیمات کے ایک طائرانہ تجزیہ ہی سے بخوبی ہوسکتا ہے، اسلام وایمان کا خمیر ہی سلامتی اور امن سے مرکب ہے، اب اگر کسی دَور میں اور کسی مقام پر پیروانِ اسلام امن واخوت مخالف سرگرمیوں میں مشغول ہوجائیں تو اس کی بنیاد پر ان کے کردار پر انگشت نمائی اور حرف گیری تو کی جاسکتی ہے مگر اسلام کو قطعاً مطعون نہیں کیا جاسکتا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا، اور رحمت عالم ہونے کی حیثیت سے آپؐ نے امن واخوت کے ایسے ضابطے اور طریقے متعین فرمادیئے جن کی نظیر پیش ہی نہیں کی جاسکتی، امن وسلامتی کے تعلق سے قرآن کی ایک آیت میں فرمایا گیا ہے کہ:

اَلَّذِيْنَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُوْلٰئِکَ لَهُمُ الْأَمْنُ

وَهُمْ مُهْتَدُوْنَ. (الانعام/۸۲)

جولوگ مشرف باسلام ہوئے اور اپنے ایمان کو شرک کی گندگی سے آلودہ نہیں کیا درحقیقت امن انہیں کے لئے ہے اور وہی راہ یاب ہیں۔

یہ آیت اسلام میں امن کی اہمیت کو واضح کر رہی ہے کہ خدائے وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لانے اور شرک میں مبتلا نہ ہونے کا خدائی انعام امن ہے۔

اور اس سے آگے بڑھ کر اسلام انسانی جان کی حرمت کو اتنی اہمیت دیتا ہے کہ ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے، فرمایا گیا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادَ فِيْ الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً، وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً. (المائدہ/۳۲)

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اُس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اُس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

اس آیت کے ذریعے سے واضح کر دیا گیا کہ اس دنیا میں نوع انسانی کے بقاء کا دارومدار اور تمام تر انحصار اسی پر ہے کہ ہر شخص دوسرے کی جان کا احترام کرتا ہو اور دوسرے کی مدد اور تحفظ کا جذبہ و حوصلہ رکھتا ہو، ہر فرد ملت پر اس آیت کے ذریعے چند ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ ہر حادثۂ قتل پوری قوم میں ایک ہلچل پیدا کر دے، جب تک اس کا قصاص نہ لیا جائے ہر شخص یہ محسوس کرے کہ وہ اس تحفظ سے محروم ہو گیا ہے جو اس کو اب تک حاصل تھا، قانون ہی سب کا محافظ ہوتا ہے، اگر قانون ہدم ہو گیا تو صرف مقتول ہی قتل نہیں ہوا بلکہ ہر شخص قتل کی زد میں ہے، دوسری یہ کہ قاتل کا کھوج لگانا صرف مقتول کے وارثوں ہی کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ پوری

جماعت کی ذمہ داری ہے، اس لئے کہ قاتل نے صرف مقتول ہی کو قتل نہیں کیا ہے بلکہ سب کو قتل کیا ہے، تیسری یہ کہ کوئی شخص اگر کسی کو خطرے میں دیکھے تو اس کو پرایا جھگڑا سمجھ کر نظر انداز کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہے، بلکہ اس کی حفاظت وحمایت تا بہ حد مقدور اس کے لئے ضروری ہے، اگرچہ اُس کے لئے اُسے خود جوکھم برداشت کرنی پڑے، اس لئے کہ جو شخص کسی مظلوم کی حمایت ومدافعت میں سینہ سپر ہوتا ہے وہ صرف مظلوم ہی کی حمایت میں سینہ سپر نہیں ہوتا بلکہ تمام مخلوق کی حمایت میں سینہ سپر ہوتا ہے جس میں وہ خود بھی شامل ہے۔ (تدبر قرآن: امین احسن اصلاحی: ۲/۵۰۳-۵۰۴)

حاصل یہ ہے کہ اسلامی سماج ومعاشرہ کے اساسیات میں امن وسلامتی اور اخوت ومودت کی ترویج واشاعت نمایاں طور پر شامل ہے، پیغمبرانہ تعلیمات کا اس پس منظر میں جائزہ لیا جائے تو وہ متعدد بنیادی عناوین پر مشتمل نظر آتی ہیں، ان میں سے چند کا مختصراً یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) عقیدۂ توحید

بعثتِ نبوی کے وقت پوری دنیا شرک، بت پرستی اور اوہام پرستی میں پور پور غرق تھی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک میں غرق دنیا کو عقیدۂ توحید کی نعمت عطا کی، اور پھر اس حیات بخش اور خالص عقیدہ نے لوگوں میں نئی ہمت و وحدت پیدا کی، لوگوں نے غیروں کے سامنے جھکنا چھوڑ دیا، احساسِ کہتری ختم ہوا، لوگوں میں عظمت واحترامِ انسانیت کا جذبہ پیدا ہوا۔

(۲) وحدت انسانی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل لوگ مختلف ذات، برادریوں، قبیلوں، اعلیٰ وادنیٰ طبقات میں بٹے ہوئے تھے، اور یہ طبقاتی نظام حیوانیت اور درندگی کی حدود پار کرچکا تھا، مساوات اور وحدت کا تصور تک ختم ہوچکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوعِ انسانی پر یہ احسان کیا کہ اسے وحدت انسانی کا تصور عطا فرمایا اور قومیت، علاقائیت، وطنیت، لسانیت، عصبیت کے تمام بت گرادیئے اور قرآن کی زبان میں یہ اعلان فرمادیا کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ، وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ. (الحجرات:۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت کے اختلاط سے پیدا کیا اور تم کو قوموں اور قبیلوں میں شناخت کے لئے تقسیم کردیا، تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدا لگائی کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ: إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، كُلُّكُمْ مِنْ آدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ، لاَ فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَىٰ عَجَمِيٍّ إِلَّا بِالتَّقْوَىٰ. (کنز العمال)

اے لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور باپ بھی ایک، تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے بنے تھے، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پاکباز ہے، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔

ارشاد ہوا:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَی عَصَبِیَّۃِ، وَلَیْسَ مِنَّا قَاتَلَ عَلٰی عَصَبِیِّۃِ، وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَّۃِ. (مشکوٰۃ المصابیح)

جو عصبیت کی طرف بلائے وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت پر جنگ کرے وہ ہم میں سے نہیں اور جس کی موت عصبیت پر ہو وہ بھی ہم میں سے نہیں، اور عصبیت یہ ہے کہ تم ظلم پر اپنی قوم کا ناجائز تعاون کرو۔

نوعِ انسانی کے خالق کی وحدت اور نسلِ انسانی کے بانی و مورث کی وحدت کا اعلان زبانِ رسالت سے حجۃ الوداع میں ہوا، اور یہی دو وحدتیں ہیں جن پر نوعِ انسانی کی حقیقی وحدت کا دارومدار ہے۔

(۳) احترامِ انسانیت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت انسانی وجود بالکل بے قیمت تھا، جانوروں اور درختوں تک کو انسانی جان سے محترم و مقدس قرار دیا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے دلوں میں یہ حقیقت جاگزیں فرمائی کہ انسان اس کائنات کا سب سے زیادہ بیش قیمت، محترم، قابل محبت، اور لائق حفاظت وجود ہے، وہ اللہ کا نائب و جانشین ہے اور یہ پورا کارخانۂ عالم اسی کے لئے وجود میں آیا ہے۔

فرمایا گیا:

هُوَ الَّذِی خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْأَرْضِ جَمِیعاً. (البقرۃ:۲۹)

وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو اس زمین پر ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً. (لقمان:۲۰)

اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمہارے لئے مسخر کر رکھی ہیں

اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر تمام کر دی ہیں۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَا هُمْ عَلَى كَثِيْرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً. (الاسراء: ۷۰)

ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی، اور ان کو بحر و بر میں سواری اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فضیلت بخشی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَأَحَبَّ الْخَلْقَ إِلَى اللّٰهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى عِيَالِهِ. (مشکوٰۃ المصابیح)

مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اور خدا کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اس کو آرام پہونچائے۔

احترام آدمیت اور رفعتِ انسانیت کا یہ تصور اسلام کے سوا کسی اور مذہب میں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمتِ خداوندی کے حصول کی شرط یہ بتائی کہ انسانوں پر رحم کیا جائے ۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

(۴) مروّت و رواداری

تنگ نظری اور تعصب فساد و انتشار کا اصل سبب ہوتا ہے، امن کا قیام رواداری اور مروّت کے بغیر نہیں ہوسکتا، ایک طرف قرآن نے یہ اعلان کیا کہ:

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الإِسْلَام.

دین فی الواقع اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

تو دوسری طرف یہ بھی فرمایا کہ:

لاَ إِكْرَاهَ فِيْ الدِّيْنِ.

دین میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔

اسلام کا یہ رواداری کا نظریہ ہی امنِ عالم کا ضامن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی حکومت کے غیر مسلم باشندوں کو تمام بنیادی حقوق عطا کئے، عزت وآبرو، جان ومال کا تحفظ، دلآزاری سے تحفظ، آزادئ عقیدۂ کا حق، عبادت گاہوں کی حفاظت، ضرورت مند ومعذور افراد کو مہیا وسائل سے فائدہ اٹھانے کا حق، سب کچھ عطا فرمایا، فوج کو تنبیہ کی کہ لڑائی میں مذہبی سربراہوں، عبادت گاہوں کے کارکنوں اور تارک الدنیا افراد سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے، کسی غیر مسلم کو مسلمان سے اذیت پہونچی تو محاسبہ فرمایا، اس طرح امن کی فضا عام کردی۔

(۵) اتحاد واتفاق

یہ حقیقت ہے کہ سب سے مہلک مرض اختلاف وانتشار کا مرض ہے، اور سب سے مفید دوا وعلاج اتحاد واتفاق ہے، امن کے قیام میں اتحاد واتفاق کا کلیدی رول ہوتا ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو اتحاد واتفاق سے رہنے کی تاکید فرمائی، تمام مسلمانوں کو کلمۂ واحدہ کی بنیاد پر ''بنیان مرصوص'' (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) بننے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ:

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً. (بخاری ومسلم)

ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لئے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی مضبوطی واستحکام کا باعث ہوتا ہے۔

مزید فرمایا گیا:

مَثَلُ الْمُؤمِنِيْنَ فِیْ تَوادِّهِمْ وَتَراحُمِهِمْ وَ تَعَاطُفِهِمْ کَمَثَلِ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَکیٰ مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعِیٰ لَهُ سَائِرَ الْجَسَدِ بِالسَّهْرِ وَالْحُمّیٰ. (بخاری ومسلم)

باہمی محبت وتعلق میں اہل اسلام جسم واحد کی مانند ہیں، کہ ایک عضو کو تکلیف پہونچتی ہے تو پورا بدن بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

اختلاف وانتشار کو دین کو مونڈنے والا عمل قرار دیا گیا ہے، اور اختلاف کو تباہی کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔

(۶) جہاد

حق کو سربلند کرنے، سچائی کو غالب کرنے اور ظلم کا خاتمہ کرنے کے لئے اپنی ہر ممکن کوشش صرف کرنا جہاد ہے، ناقدینِ اسلام جہاد کو امن مخالف اقدام کا نام دیتے ہیں مگر فی الواقع یہ اصلاحِ کائنات اور قیام امن کے لئے ہوتا ہے، جہاد انسانیت کے لئے خیر وبرکت کا ضامن ہوتا ہے، وہ ظلم کا قلع قمع کرتا ہے، اس کا مقصد حصولِ زر، حصولِ جاہ، حصولِ مال اور تسکینِ نفس نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصد امن کو فروغ دینا اور فساد کے سارے شگاف پاٹ دینا ہوتا ہے۔

دشمن حملہ آور ہو یا حملہ کے لئے تیار ہو تو ملک وقوم کی حفاظت کے لئے جہاد کا حکم ہے، کمزوروں اور مظلوموں کی مدد کے لئے، ظلم کی بیخ کنی کے لئے اور سرکشی وفساد کے خاتمہ کے لئے جہاد کی تلقین کی گئی ہے، مختلف جہادی معرکوں کے بعد حنین ومکہ کی فتح ہوئی اور اس کے نتیجہ میں پورے جزیرۃ العرب میں جو امن وامان کا نظام قائم ہوا اور جان ومال اور عزت وآبرو کا جو تحفظ سامنے آیا وہ اسی جہاد کی برکت ورحمت کا ظہور تھا، روایات میں آتا ہے کہ امن وامان کا عالم یہ تھا کہ ایک پردہ نشین تنہا خاتون مقام حیرہ سے مکہ آکر طواف کعبہ کرتی اور پھر

وطن لوٹ جاتی ہے اور کسی کو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی۔

(۷) عدل وانصاف

عدل وانصاف اگر کسی سماج سے ختم ہوجائے اور بے انصافی وظلم کا دوردورہ ہوجائے تو وہ سماج بدامنی وفساد کی آماج گاہ بن جاتا ہے، امن کے بقاء ووجود کے لئے عدل وانصاف کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، اسلام چونکہ بہمہ وجوہ فطرت سے ہم آہنگ ہے اسی لئے اس کی تعلیمات میں عدل وانصاف کی تاکید جابجا نظر آتی ہے، خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنوں اور بیگانوں سب کے ساتھ ہر وقت عدل کا معاملہ فرمایا، قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ، إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللّٰهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا، وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا. (النساء: ۱۳۵)

اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو، اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو، فریقِ معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے، لہٰذا اپنی خواہشِ نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو، اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی پوری خبر ہے۔

مزید فرمایا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ، وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا، اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ.

(المائدہ:۸)

اے ایمان والو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو، کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ، عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

(۸) امن پر مبنی اقدامات:

مدنی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سربراہ حکومت بھی تھے اور منتظم اعلیٰ بھی، آپ نے اسلامی حکومت کی تشکیل میں ان خطوط پر کام کیا جو امن کے قیام کے لئے بنیاد ثابت ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے مقابلے میں صلح کو ہمیشہ ترجیح دی، بکثرت غیر مسلموں سے مصالحت کے معاہدے کئے۔

ہجرت کے فوراً بعد یہود مدینہ سے معاہدۂ امن وصلح وتعاونِ باہمی ہوا جو میثاقِ مدینہ کے نام سے مشہور ہے، پھر خیبر، تیماء، فدک، وادی القریٰ کے یہودیوں سے معاہدے ہوئے، صلح حدیبیہ کے ذریعہ قریش مکہ سے دس سالہ معاہدہ ہوا، نجران، دومۃ الجندل، یمن وتبالہ وغیرہ کے عیسائیوں سے معاہدے ہوئے، صلح کے متعدد معاہدوں کی وجہ سے اسلام کا حلقۂ اثر بھی بڑھا، اسیرانِ جنگ سے حسن سلوک بھی آپ کا اہم ترین اقدام تھا، جنگوں میں مذہبی کارکنان، عورتوں، بوڑھوں، بچوں، معذوروں کو مارنے سے منع کرنا بھی اسی سلسلہ کی اہم کڑی ہے، اس طرح کے بے شمار اقدامات عہد رسالت میں کئے گئے اور عملی طور پر امن کو نافذ کر دیا گیا۔

(۹) مساوات:

طبقاتی اونچ نیچ کی عادی دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مساوات کا روح افزا تصور

عطا فرمایا، امیر وغریب، آقا وغلام، کالے وگورے، عربی وعجمی سب کو یکساں قرار دیا۔ تمام اہل اسلام کے حقوق یکساں رکھے گئے، برتری کا معیار صرف خداترسی، پاکبازی اور تقویٰ کو قرار دیا گیا، خاندانی کبراور دوسروں کے نسب وخاندان پر عیب گیری کو جاہلیت کی نشانی بتایا گیا، تاریخ میں مساواتِ اسلامی کے بے شمار نمونے موجود ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طبقاتی تفاوت کے جاہلی نظام کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا اور امن ومساوات کا اسلامی نظام قائم فرمادیا۔

(۱۰) اخوت

اخوت کا جذبہ بیدار ہو تو فتنہ وفساد سر اٹھانے نہیں پاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے نظیر اخوت مسلمانوں میں قائم فرمائی، قرآن میں واضح اعلان کیا گیا

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ. (الحجرات: ۱۰)

کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

انصار مدینہ کے دو قبیلوں اوس وخزرج کی صدیوں سے چلی آرہی عداوت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم فرما کر ان کے دل جوڑ دیئے، اور ان میں قابل رشک اخوت قائم فرمائی، انصار ومہاجرین میں مواخات کا رشتہ قائم فرمایا، اور ہر مسلمان کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کی ہر حال میں مدد کرے، مظلوم کو ظلم سے بچائے اور ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے روکے، آپ نے فرمایا کہ:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ. (بخاری ومسلم)

مسلمان وہ ہے جس کی دست درازیوں اور زبان درازیوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

فرمایا گیا:

اَلْمُسْلِمُ أَخُوْ الْمُسْلِمِ ، کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ. (مسلم)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، مسلمان کا خون، مال وآبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

تعلیمات نبوت میں اخوت کی تاکید اتنی زیادہ آئی ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے، اسی کا نتیجہ تھا کہ قرن اول کا اسلامی معاشرہ اخوت کا سب سے بڑا نمونہ ثابت ہوا۔

امن وسلامتی اور اخوت ومودت کے باب میں نبوی تعلیمات کے یہ دس بنیادی عناوین تھے جن کا ذکر کیا گیا، ان کی روشنی میں اسلام کا نظام امن واخوت سمجھا جا سکتا ہے اور اس سے دشمنانِ اسلام کی اسلامی امن واخوت کے سلسلہ میں عام کی ہوئی مغالطہ انگیزیاں اور فریب کاریاں بھی اجاگر ہو جاتی ہیں۔

اسلام: حقوقِ انسانی کا سب سے بڑا علمبردار

ہر انصاف پسند، معقولیت پسند اور مثبت فکر کا حامل انسان قرآن وحدیث میں غور وفکر کرنے کے بعد بآسانی یہ حقیقت سمجھ سکتا ہے کہ اسلام حقوق انسانی کا سب سے بڑا علمبردار اور محافظ ہے، ادیان ومذاہب، افکار ونظریات سے قطعِ نظر اسلام ہر انسان کے حقوق کی ادائیگی کی صدا بلند کرتا ہے اور اِس حوالے سے ہر فردِ بشر کو مکمل امانتدار اور سنجیدہ دیکھنا چاہتا ہے۔

قرآن واضح کرتا ہے کہ کسی مسلمان کا ایمان انبیاء سابقین اور کتب سابقہ پر ایمان لائے بغیر معتبر نہیں ہوسکتا ہے۔ حکم خداوندی ہے:

قُوْلُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوْتِيَ مُوْسَىٰ وَعِيْسَىٰ وَمَا أُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَانُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ. (البقرة/۱۳۶)

اے مسلمانو! تم کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری

طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰ وعیسیٰ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی، ہم اُن کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مطیع ہیں۔

اس میں واضح کردیا گیا ہے کہ امت محمدیہ خدا کی نازل کردہ کسی ہدایت کی تردید اور کسی نبی اور رسول کی تکذیب نہیں کرتی بلکہ بغیر کسی استثناء اور تخصیص وتفریق کے سب پر ایمان رکھتی ہے۔

اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ سیاست وحکومت کو دین کا اہم ترین حصہ قرار دیتا ہے، اس میں دین وسیاست دو متضاد چیزیں نہیں ہیں، حکومت وسیاست کے ذیل میں جو اسلامی تعلیمات ملتی ہیں وہ نرمی، مساوات، انسانیت، مذہبی ومسلکی فرقہ پرستی سے یکسر دوری، عدل، تواضع اور دوسرے مذاہب کے احترام جیسے عناصر پر مشتمل ہیں، اور ان کا ایک سرسری مطالعہ اس حقیقت تک رسائی کے لئے بالکل کافی ہے کہ اسلام حقوقِ انسانی کا سب سے بڑا محافظ اور اس فکر کا اولین حامل وعلم بردار ہے۔

اسلام کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ کسی غیر مسلم کو اسلام لانے پر بالکل مجبور نہیں کیا جاسکتا، قرآن اس کی وضاحت یوں کرتا ہے:

لاَ إِكْرَاهَ فِيْ الدِّيْنِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ. (البقرة/٢٥٦)

دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے، ہدایت گمراہی سے بالکل الگ ہوچکی ہے۔

اس آیت کے ذیل میں کج فکروں کی طرف سے یہ مغالطہ انگیزی کی جاتی ہے کہ جہاد درحقیقت دوسروں کو قبولِ اسلام پر مجبور کرنا ہے، لہٰذا یہ اصول ''کہ دین میں جبر نہیں'' اسلام کے دوسرے حکم جہاد سے ٹوٹ جاتا ہے، اور اس کی کوئی معنویت باقی نہیں

رہتی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ صرف مغالطہ ہے، اس لئے کہ جہاد اصلاً فتنہ، ظلم، تشدد اور فساد فی الارض کے انسداد کے لئے ہے نہ کہ دوسروں کو قبولِ اسلام پر مجبور کرنے اور اشاعتِ اسلام کے لئے، اشاعت اسلام کا طریقہ صرف دعوت ہے، اس لئے کہ دین دل کے اعتقاد و یقین سے تعلق رکھتا ہے اور یہ اعتقاد صرف دعوت وموعظت سے پیدا ہو سکتا ہے نہ کہ جبر واستکراہ اور تشدد سے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک بار انہوں نے ایک عیسائی بوڑھی عورت کو دعوتِ اسلام دی، بڑھیا نے کہا کہ میں ایک قریب المرگ بڑھیا ہوں آخری وقت میں اپنا مذہب کیوں چھوڑوں؟ حضرت عمر نے یہ سن کر اسے ایمان پر مجبور نہیں کیا اور یہی اصولِ قرآنی بیان فرمایا کہ دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے، معلوم ہوا کہ اسلامی نظام میں اس بات کی پوری گنجائش موجود ہے کہ اہل کفر اپنے کافرانہ عقیدے پر باقی رہتے ہوئے اسلامی حکومت کی رعایا رہ سکتے ہیں اور اس صورت میں ان کے تمام تر حقوق کی رعایت وحفاظت اسلامی حکومت کا فرض اور مسئولیت ہے، قرآن اس اسلامی اصول کا جا بجا اعادہ کرتا ہے، فرمایا گیا:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّکَ لآمَنَ مَنْ فِیْ الْأَرْضِ کُلُّھُمْ جَمِیْعاً أَفَأَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتَّی یَکُوْنُوا مُؤْمِنِیْنَ. (یونس/۹۹)

اگر آپ کا رب چاہتا ہے تو روئے زمین کے سبھی انسان مسلمان ہو جاتے (اور دنیا میں عقیدہ وعمل کا اختلاف باقی ہی نہ رہتا لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ اللہ نے ایسا نہیں چاہا، اس کی مشیت یہی ہوئی کہ طرح طرح کی طبیعتیں اور طرح طرح کی استعدادیں ظہور میں آئیں، پھر اگر لوگ نہیں مانتے تو) کیا آپ ان پر جبر کریں گے کہ جب تک ایمان نہ لاؤ (میں چھوڑنے والا نہیں ہوں)

یہاں مولانا آزاد کے بقول:

غور کرو کتنی عظیم الشان بات کتنے مختصر لفظوں میں کہہ دی ہے: فرمایا کہ فکر واستعداد کا اختلاف یہاں ناگزیر ہے اور ایمان کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ زور وزبردستی سے کسی کے اندر ٹھونس دی جائے، یہ تو اسی کے اندر پیدا ہوگا جس میں فہم وقبول کی استعداد ہے۔ اس آیت سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ قرآن کے نزدیک دین وایمان کا معاملہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں جبر واکراہ کی صورت کا ذکر ایک انہونی اور ناکردنی بات کی طرح کیا گیا ہے۔ (ترجمان القرآن: ۳/۵۵۶-۵۵۷)

پیغمبر کی زبانی یہ حقیقت واضح کی گئی:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ. (یونس/۱۰۸)

آپ کہہ دیجئے اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے، اب جو سیدھی راہ اختیار کرے اس کی راست روی اسی کے لئے مفید ہے اور جو گمراہ ہے اس کی گمراہی، اسی کے لئے تباہ کن ہے اور میں تمہارے اوپر کوئی حوالہ دار نہیں ہوں (کہ زبردستی مسلمان بنادوں)

فرمایا گیا:

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ. (الشوریٰ/۴۸)

اب اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو اے نبی! ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر تو نہیں بھیجا ہے، آپ پر تو صرف بات پہونچا دینے کی ذمہ داری ہے۔

ارشادِ قرآنی ہے:

نَحنُ أَعلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنتَ عَلَيهِم بِجَبارٍ. (ق/٤٥)

اے نبی! جو باتیں یہ لوگ بنا رہے ہیں انہیں ہم خوب جانتے ہیں، آپ کا کام ان سے جبراً بات منوانا نہیں ہے۔

حکم ربانی ہے:

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ لَستَ عَلَيهِم بِمُسَيطِرٍ. (الغاشية/٢١-٢٢)

آپ نصیحت کیے جائیے! آپ کا کام بس نصیحت کرنا ہے، آپ ان پر جبر نہیں کر سکتے۔

بنو سالم بن عوف کے ایک صاحب حضرت حصینؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دو عیسائی بیٹوں کو اسلام پر مجبور کرنے کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سختی سے منع کر دیا اور یہ واضح کر دیا کہ اسلام میں کوئی جبر اور زبردستی نہیں ہے۔

اسی طرح اسلام کا اصول یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات، معاہدات اور مصالحت کو اس وقت تک ختم نہیں کیا جا سکتا جب تک غیر مسلموں کی طرف سے بدعہدی، بدمعاملگی، خیانت، فتنہ پردازی اور علانیہ اظہار عداوت سامنے نہ آ جائے، قرآن اپنے پیروؤں کو ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، اور ظلم پر اللہ کی ناپسندیدگی کا برملا اظہار کرتا ہے، اسلام انتقام سے درگذر کو بہتر بتاتا ہے، اور انتقام میں مکمل عدل وانصاف کو لازم اور زیادتی کو ناجائز قرار دیتا ہے، اسلام اہل اسلام کو کفار کے مطالبۂ صلح کو ماننے اور صلح کو بہرصورت ترجیح دینے کی تلقین کرتا ہے، اور واضح کرتا ہے:

فَإِنِ اعتَزَلُوكُم فَلَم يُقَاتِلُوكُم وَأَلقَوا إِلَيكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُم عَلَيهِم سَبِيلاً. (النساء/٩٠)

اگر اہل کفر تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور لڑنے سے باز رہیں اور تمہاری طرف صلح و آشتی کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمہارے لئے اُن پر دست درازی کی کوئی سبیل نہیں رکھی ہے۔

اور

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ. (الانفال/۶۱)

اگر دشمن صلح وسلامتی کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کے لئے آمادہ ہو جایئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے۔

لیکن

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ، إِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ. (الانفال/۵۸)

اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو علانیہ اُس کے آگے پھینک دو، یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔

معلوم ہوا کہ غیر مسلموں سے اہل اسلام کے روابط عام طور پر پرامن اور خیر خواہانہ ہونے چاہئیں، ان کی صلح کی پیش کش کو اسلام سراہتا اور ماننے کا حکم دیتا ہے، اگر ان کی طرف سے مخالفانہ اقدامی کارروائی نہ ہو، اور کوئی منصوبہ سازی نہ ہو تو ان سے تعرض ممنوع ہے، ہاں ان کی بدعہدی، مخالفانہ اقدامات اور مبنی بر فتنہ منصوبہ سازیوں کا جواب ضرور دیا جائے گا اور یہ سب دائرۂ عدل میں رہ کر ہوگا، ہجرتِ مدینہ کے بعد مشرکین عرب، یہود مدینہ اور غسانی عیسائیوں اور رومیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیاں انہیں اسلامی اصول کی روشنی میں تھیں، مشرکین عرب سے جو جنگیں ہوئی ہیں وہ عموماً سبھی دفاعی ہیں، اور ان کے بے پناہ ظلم، بدعہدی، سازشوں اور منصوبہ بندیوں اور عملی جنگ اقدامات کے ردِعمل اور دفاع میں ظہور

پذیر ہوئیں، غزوۂ خندق میں سبھی قابل ذکر مشرک قبائل عرب اہل اسلام پر حملہ آور ہوئے تھے، اس موقعے حکم دیا گیا:

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً. (توبہ/۳۶)

مشرکوں سے مل کر لڑو جیسا کہ وہ تم سے مل کر لڑتے ہیں۔

اسی طرح یہودیوں کے ساتھ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہ ان کی بدعہدی اور سازشوں کا ردّ عمل تھا، ان کی جلاوطنی اور سزائے قتل ان کے بھیانک جرائم کی سزا تھی۔

اسلام کی اصول پسندی اور انسانیت نوازی کا واضح ثبوت یہ ہے کہ وہ میدانِ جنگ تک میں دشمنوں کے بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور غیر جانبدار افراد اور جنگ سے بے تعلق مذہبی لوگوں کو قتل کرنے اور چھیڑنے سے روکتا ہے، کسی علاقے کے فتح ہونے کے بعد وہاں کے غیر مسلم باشندوں کو ان کے مذہب، عقائد اور مذہبی شعائر میں آزاد رکھا جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فتح بیت المقدس کے بعد ایلیا کے باشندوں کو جان، مال، عزت آبرو کی حفاظت اور گرجا گھروں، صلیبوں، مذہبی شعائر کے سلسلے میں امان و آزادی دی تھی اور تحریری معاہدے میں یہ وضاحت کی تھی کہ انہیں اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور کسی قسم کا نقصان انہیں نہیں پہونچایا جائے گا، یہی امان اور عہد حضرت عمرو بن العاصؓ نے فتح مصر کے بعد وہاں کے غیر مسلم باشندوں سے کیا تھا۔

یہود و نصاریٰ اور دیگر غیر مسلموں سے مذہبی گفتگو کرتے وقت اسلام نے اپنے متبعین کو شائستہ اسلوب اپنانے اور مناظرہ ومجادلہ سے بچنے اور اضطراری حالت میں مباحثہ ومناظرہ کرنے اور اس میں شائستگیٔ اسلوب ولہجہ، معقولیت اور نرمی اپنانے اور سخت کلامی اور سب وشتم پر اتر آنے سے مکمل اجتناب کے واضح احکام دیئے ہیں۔

وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے ساتھ ایک علاقے میں مقیم ہیں اسلام نے ان کے حقوق

متعین کیئے ہیں اوران حقوق میں کسی بھی طرح کی کوتاہی سے اہل اسلام کو منع کیا گیا ہے، ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ:

جو کسی ایسے غیر مسلم انسان کو قتل کرتا ہے جس کا مسلمانوں سے عہدِ امان ہو تو یہ قاتل اللہ ورسول کے ذمے کو توڑنے والا ہے، اس کی سزا یہ ہوگی کہ وہ جنت کی ستر سال کی مسافت سے محسوس کی جانے والی خوشبو تک محسوس نہ پائے گا۔ (ترمذی)

نجران کے عیسائیوں کا وفد جب مدینہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قیام مدینہ کے دوران اپنے دین کے مطابق نماز ادا کرنے سے نہ روکا، ایک یہودی کے جنازے کو دیکھ کر آپ کھڑے ہوگئے، کسی نے بتایا کہ یہ تو یہودی تھا، آپ نے فرمایا کہ کیا انسان نہیں تھا؟ یعنی اس کا انسان ہونا اس کے احترام کی دلیل ہے، حضرت عبداللہ بن عمر نے بکری ذبح کرائی اور بڑی تاکید کے ساتھ اس کا گوشت سب سے پہلے اپنے یہودی ہم سائے کے پاس بھیجا، عہد فاروقی میں کسی یہودی نے حضرت علیؓ کی شکایت کردی، حضرت عمرؓ نے حضرت علی کو بلوایا اور کہا اے ابوالحسن! کیا معاملہ ہے؟ معاملے کے تصفیہ کے بعد حضرت عمر نے حضرت علی کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھ کر پوچھا کیا آپ اس لئے ناراض ہیں کہ ایک یہودی کے ساتھ آپ کو عدالت میں کھڑا کیا گیا؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ نہیں مجھے غصہ آپ کی ناانصافی پر آیا ہے، آپ نے یہودی کا نام لیا اور مجھے کنیت سے پکارا، جب کہ انصاف ومساوات کا تقاضا یہ تھا کہ آپ میرا نام لے کر پکارتے کیونکہ کنیت سے پکارنا احترام کی دلیل ہے، اور عدالت میں دونوں فریقوں کے ساتھ یکساں سلوک ہونا چاہئے۔

اسلام اپنے متبعین کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ معاشرے کے اپاہج، نہ کما سکنے والے معذور افراد اور ضرورت مند عورتوں پر ضرور مال خرچ کریں اور ان کا حق ادا کریں، خواہ یہ معذور وحاجت مند افراد مسلمان ہوں یا غیر مسلم، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں ایک نابینا بوڑھے

معذور ذمی کافر کو مانگتے ہوئے دیکھا تو فوراً حکم دیا کہ اس سے اور اس جیسے معذور افراد سے جزیہ ساقط کردیا جائے۔

اس طرح کے بے شمار واقعات اسلامی تاریخ میں موجود ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلام امن پسند، انسانیت دوست، حقوقِ انسانی کا محافظ اور اخلاقی قدروں سے مالا مال مذہب ہے، اب جو ان حقائق سے چشم پوشی اور اسلام کی تحقیر و مذمت پر جما ہوا ہے تو اس تعصب اور تنگ نظری پر اسے سمجھانے اور اس کے لئے توفیقِ ہدایت کی دعا کے سوا اور کیا لیا جا سکتا ہے؟

اسلام مذہب انسانیت ہے

تمام مذاہب وادیان کے درمیان اسلام اس لحاظ سے بھی امتیازی حیثیت کا حامل ہے کہ وہ ایک انسانیت دوست نظریۂ حیات ہے، عقائدوعبادات، تشریعات وتعلیمات ہر پہلو سے اسلام دین انسانیت ہے، اسلام کے ساتھ یہ عجیب جوڑ لگا ہے کہ وہ بیک وقت ربانی مذہب بھی ہے اور انسانی بھی۔

یعنی یہ دین رب واحد کا ہے اور پوری انسانیت کی بھلائی کے لئے ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ انسان اس وقت تک انسان نہیں بن سکتا جب تک وہ ربانی نہ بن جائے اور اپنے کو اللہ کے رنگ میں نہ رنگ لے، اسلام کا منشأ ومقصد ربانی معاشرے کی تشکیل ہے، انسان بغیر کامل انسانیت کے ربانی نہیں ہوسکتا اور بغیر ربانیت کے کامل انسان نہیں ہوسکتا، ربانیت کا مطالبہ اخلاص، توحید، رضائے باری کی طلب اور تقویٰ وعمل صالح ہے اور اس سب کا مقصد انسان کی آزادی، سعادت، کرامت، حفاظت، رفعت وعظمت ہے۔

ربانیت وانسانیت کے حسین اجتماع کا ایک نمونہ عقل انسانی اور وحی الٰہی ہے، اللہ نے انسان کو عقل سے نوازا ہے، اور اسے استعمال کرنے اور اس سے کام لینے کا حکم دیا ہے، مگر ساتھ ہی اسے محدود رکھا ہے، اور ایک مرحلہ وہ بھی بنایا ہے جہاں عقل انسانی جواب دے جاتی ہے اور وحی الٰہی کا کام شروع ہوتا ہے، وہاں انسان کو عقل کے بجائے وحی کی اتباع کا تاکیدی حکم ہے، وحی الٰہی نے عقل انسانی کو کالعدم نہیں ٹھہرایا ہے، بلکہ اس نے عقل کو ایک دائرے میں بڑی آزادی دی ہے۔

عقل کو آزادی ہے کہ وہ اللہ کے وجود اور وحدانیت میں غور کرے، دلائل انفس وآفاق کی مدد سے توحید اور قدرتِ الٰہی کو سمجھے، رسالت کی ضرورت کا احساس کرے، پیغمبروں کے ہاتھوں ظاہر ہونے والے حقیقی معجزات اور شعبدہ بازوں کی مکاریوں کا فرق سمجھے، اصولِ شرع کو سمجھ کر فروع کا حکم جانے، اصولیات پر قیاس کرے، یسر، ضرورت، دفع حرج، عرف وعادت، حالات وظروف اور جلب منفعت ودفع مضرت کے اصول کی روشنی میں لائحۂ عمل طے کرلے، کسی امر کی قباحت یا حسن کا فیصلہ کرلے، حدیث میں ہے:

اِستَفتُ قَلبَکَ، اَلبِرُّ مَا اطمَأنَّتْ إلَیهِ النَّفسُ وَالإثمُ مَا حَاکَ فِیْ صَدرِکَ. (مسند احمد)

اپنے دل سے فتویٰ پوچھو، نیکی وہ ہے جس سے دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے۔

عقل کو اجازت ہے کہ ایجاد کرے، وسائل زندگی کی اختراع میں حصہ لے، ہاں حق وعدل کا دامن تھامے رہے، دوسروں کے تجربات کو مشعل راہ بنائے، عقل اگر سلیم ہے تو یہ سب کام اس سے ہوسکتا ہے بلکہ ہوا ہے، ہورہا ہے اور ہوگا، عقل کو اس کی مکمل آزادی ہے، اور یہ اسلام کے ربانی کے ساتھ انسانی مذہب ہونے کی کافی شافی دلیل ہے۔

اسلام کا سب سے بنیادی اولین مأخذ قرآن کریم ہے، قرآن کی آیات وموضوعات کا طائرانہ مطالعہ اس حقیقت کے ایقان کے لئے بالکل کافی ہے کہ یہ کتاب انسانیت ہے، پورا قرآن انسان سے مخاطب ہے یا انسان کے بارے میں مخاطب ہے ﴿الإنسان﴾ کا لفظ قرآن میں ٦٣ ر مقامات پر آیا ہے (الناس) کا لفظ ٢٤٠ ر مرتبہ آیا ہے، پہلی وحی کی پانچ آیات میں دوبار ''انسان'' کا لفظ ہے جس میں اشارہ ہے کہ انسان کا پہلا امتیازی وصف علم وتعلم ہے، سب سے پہلا حکم قرآنی انسان کے لئے ﴿اقرأ﴾ علم وتعلم ہے۔

نبی آخرالزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نبیِ رحمت وانسانیت ہیں، ان کی سیرت ایک پاک باز حاملِ رسالت انسان کی سیرت ہے، قرآن میں ان کی عبدیت وبشریت کا اظہار بار بار کیا گیا ہے، اور واضح کیا گیا ہے کہ خورد ونوش، شادی بیاہ، خوشی غمی، رضا وغضب، یاد داشت، ونسیان، سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آتا ہے، اور اس لئے آپ پوری انسانیت کے لئے کامل اور عمدہ ترین نمونہ ہیں۔

یوں تو تمام انبیاء کی دعوت میں مخاطب انسانوں کے انسانی پہلو کا لحاظ ملتا ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام میں اس پہلو کی رعایت اور جلوہ گری بہت زیادہ ہے، فقہِ اسلامی میں عبادات کا حصہ صرف ایک چوتھائی یا تہائی کو محیط ہے، بقیہ تین چوتھائی معاملات، معاشرت، تعزیرات وغیرہ انسانی شخصی احوال سے متعلق ہے، عبادات میں دوسرے درجے کی عبادت زکاۃ ہے، یہ بھی مکمل انسانی عبادت ہے جس میں مالدار سے متعین رقم لی جاتی ہے جو اس کی تطہیر وتزکیہ کا باعث ہوتی ہے اور وہ رقم غریب انسان کو دی جاتی ہے جس میں اس کی حاجت روائی ہوتی ہے، دوسری عبادتوں میں بھی انسانی پہلو ملتا ہے۔

نماز معرکۂ زندگی میں انسان کا بہت بڑا ہتھیار وسہارا ہے جس سے صبر کے ذریعے مدد لینے کی تلقین ہے، روزہ دوسروں کی تکلیف محسوس کرنے اور مشاکل کا مقابلہ کرنے کی تربیت کا ذریعہ ہے، ساتھ ہی یہ دوسروں کی غم خواری کا بھی باعث ہے، اسی لئے رمضان کو ﴿شَهرَ الْمُوَاسَاةُ﴾ (غم خواری کا مہینہ) کہا گیا ہے، انسانی خدمت اور حسن سلوک مثلاً راستے سے کانٹا ہٹانا، بھلائی کا حکم، برائی سے روکنا، کمزور کو سواری پر سوار کرنا، مخالفوں میں صلح کرانا، دوسرے سے مسکرا کر خندہ جبینی سے ملنا، بھلی بات بولنا وغیرہ کو صدقہ اور عظیم اجر کا کام بتایا گیا ہے۔

اللہ نے انسان کو خلافت ارضی، سب سے بہتر سانچہ میں تخلیق، روحانیت، اور تمام

مخلوقات کو خدمت انسانی میں لگانے کے ذریعہ انسان کو بہت بلند کردیا ہے، اور زندگی، کرامت اور آبرو کی حفاظت، غوروفکر، عقیدہ، تعلم، ملکیت، امن، اظہارِرائے وغیرہ کے حقوق پورے طور پر انسان کو دیئے ہیں، اوراخوت ومساوات کے عالم گیر اصولوں سے نفرت واختلاف اورطبقاتی اونچ نیچ کی ہرلعنت پر قدغن لگادی ہے، جس سے ہر صاحب شعور یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ اسلام انسانیت کا جتنا خیال رکھتا ہے وہ کسی اور مذہب میں نہیں، اوراسی لئے یہ ربانی اورانسانی دونوں پہلوؤں کا جامع مذہب ہے۔

اسلام ایک امن پسند مذہب ہے

ذرائع ابلاغ کی بد دیانتی اور جانبدارنہ پالیسی ہی کا نتیجہ ہے کہ اس وقت دنیا میں اسلام کو ظلم وبربریت، وحشت ودہشت کا مذہب قرار دیئے جانے کی ہمہ جہتی کوششیں ہو رہی ہیں، میڈیا اس وقت اپنی خبروں، رپورٹس، تبصروں، تجزیوں، پروگراموں، فلموں، انٹرویوز، ٹریجڈی وکامیڈی ہر طرح کی تخلیقات اور تمام کالموں کے ذریعہ یہ تأثر عام کرنے کی فکر میں ہے کہ اسلام اور امن دونوں میں کوئی جوڑ نہیں ہے، دو الگ الگ کنارے ہیں جنھیں ایک نہیں کیا جا سکتا۔

جب کہ اسلامی تعلیمات کا ایک طائرانہ مطالعہ اور جائزہ بھی اس طرح کے تأثر کی تغلیط کے لئے کافی ہے، اسلام فی الواقع امن ومحبت، وحدت وسلامتی اور انصاف وعدل کی جس طرح نمائندگی کرتا ہے کوئی دوسرا مذہب یا تہذیب اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اہم مقصد بیان کیا گیا ہے کہ:

وَمَا أَرۡسَلۡنَاکَ إِلَّا رَحۡمَةً لِلۡعَالَمِيۡنَ. (الانبیاء)

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے اور تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

اسلام سراپا رحمت ہے، دہشت گردی، شدت وتشدد اور ظلم وبربریت سے اس کا ہرگز کوئی ناطہ نہیں ہے، اسلام غیر مسلموں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ سنجیدگی سے اسلام کا مطالعہ ومشاہدہ کریں اور اسلام کے قریب آئیں، مسلمانوں کو یہ تاکید کرتا ہے کہ غیر مسلموں خصوصاً

اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کو حکمت ودانائی کے ساتھ نصیحت کریں، سمجھائیں، انہیں اسلام کے قریب لائیں، کوئی تنازعہ، عداوت اور بغضِ بیجا نہ ہو، قرآن میں فرمایا گیا ہے:

وَلاَ تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلاَّ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ، إِلاَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ، وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلٰهُنَا وَإِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ، وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ. (العنکبوت:٤٦)

اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ سے، سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں، اور ان سے کہو کہ ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی، ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسی کے مطیع ہیں۔

آیت صاف واضح کررہی ہے کہ متبعین اسلام ہر مرحلہ پر شائستگی، شرافت اور معقولیت کا ثبوت دیں، سختی کا جواب نرمی سے، غصہ کا جواب حلم سے اور جاہلانہ گفتگو اور شوروغوغا کا جواب نرم اور باوقار گفتگو سے دیں، ہاں اگر مثبت وسنجیدہ گفتگو اور معقولیت کے مقابلہ میں مخاطب عناد وہٹ دھرمی سے کام لے تو اس کا جواب عاجزی ومسکینی سے نہیں بلکہ ترکی بہ ترکی دیا جاسکتا ہے، مگر اس صورت میں بھی بہتر یہی ہے کہ نرمی اور معقولیت کو پیش نظر رکھا جائے، قرآن کی سورۂ نحل میں مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ بھی اسی طرح کے سلوک کی ہدایت کی گئی ہے، فرمایا گیا:

اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ. (النحل: ١٢٥)

آپ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ پند ونصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور لوگوں سے بہترین طریقہ پر مباحثہ کیجئے۔

قرآن میں جگہ جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے تمام مسلمانوں کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ عفوو درگذر کا طریقہ اختیار کیا جائے، برائی کو اچھائی سے دور کیا جائے، صبر وتحمل اور ضبطِ نفس کی عادت ڈالی جائے اور کسی بھی مرحلہ پر دامنِ عدل وانصاف ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے، اصل فکر یہ رہے کہ مخاطب کے دل میں حق اتار دیا جائے اور راہِ راست دکھادی جائے، دلائل اگر معقول ہوں گے، اسلوب متین ومہذب ہوگا، افہام وتفہیم کی غرض سے گفتگو ہوگی تو ضرور مخاطب کے افکار کی اصلاح ہوگی، قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ نرمی اور درشتی میں نرمی کو اختیار کرنے کے کیا نتائج سامنے آتے ہیں۔

لاَ تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلا السَّيِئَةُ، اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِیْ بَيْنَکَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ. (حم السجدة: ٣٤)

''بھلائی اور برائی یکساں نہیں ہیں، (مخالفین کے حملوں کی) مدافعت ایسے طریقہ سے کرو جو بہترین ہو تم دیکھو گے کہ وہی شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت تھی وہ ایسا ہو گیا جیسے گرم جوش دوست ہے''۔

اسلام اتنا امن پسند مذہب ہے کہ وہ حالتِ جنگ میں بھی مسلمانوں کو ظالمانہ کار روائیوں سے روکتا ہے، بے قصوروں کو چھیڑنے سے منع کرتا ہے، وحشیانہ حرکتوں پر ٹوکتا ہے اور یہ حکم دیتا ہے کہ:

وَإِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ، إِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. (الانفال: ٦١)

اگر دشمن صلح وسلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لئے آمادہ ہو جاؤ، اور اللہ پر بھروسہ کرو، یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

جو ہاتھ صلح کی پیش کش کے جواب میں صلح کے لئے بڑھیں وہ اخلاقی اسپرٹ بیدار

کرنے میں بے حد ممدّ و معاون ثابت ہوتے ہیں اور وہ چومنے کے قابل ہیں، بلکہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ، اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. (الممتحنة/٨)

اللہ تمہیں اِس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے، اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

جو غیر مسلم مسلمانوں کے درپئے آزار نہ ہوں، سازشی نہ ہوں ان کے ساتھ برّ واحسان، خیر خواہی و ہمدردی، نفع رسانی، مواسات و مدارات سب کا حکم ہے، البتہ جو سازشی یا درپئے آزار ہوں تو ان کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری نہ کی جائے گی، عدل وانصاف تمام غیر مسلموں کے ساتھ ہوگا خواہ وہ درپئے آزار ہوں یا نہ ہوں، ایسے ہی ظاہری خوش خلقی (مصالح کی رعایت کے ساتھ) اور معاملاتِ تجارت وغیرہ کا جواز بھی تمام کافروں کے ساتھ ہے بشرطیکہ اس میں خود مسلمانوں کا نقصان نہ ہو، البتہ قلبی دوستی ہر غیر مسلم سے حرام ہے۔

سیرت نبوی اور سیر صحابہ و تابعین و مصلحین میں اس طرح کی مثالیں بھری پڑی ہیں کہ غیر مسلموں سے خوشگوار تعلقات رہے، ان کے ساتھ نرمی وانصاف کا ہر موقعہ پر لحاظ کیا گیا، کفار کے ساتھ احسان، مواسات، خوش خلقی اور نرم روئی کا جیسا معاملہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی، فتحِ مکہ کے موقعہ پر تمام دشمنانِ دین کو یک لخت معاف کر دینا آپ کی غایتِ رحمت تھی اور اسی وجہ سے آپ نے ان کے دل جیت لئے تھے

اور حلقۂ اسلام بے حد وسیع ہو گیا تھا، مکہ کے لوگوں کو قحط کا سامنا ہوا تو آپ نے بروقت ان کی امداد فرمائی، غیر مسلم قیدیوں کے ساتھ سگے بھائیوں جیسا سلوک فرمایا، طائف میں لہولہان ہوئے پھر بھی دعائے ہدایت کی، کبھی انتقام نہ لیا۔

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں نرمی اور صبر کو نمایاں مقام حاصل ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ:

إِنَّ الرِّفْقَ لَايَكُوْنُ فِیْ شَيْئٍ إِلَّا زَانَهُ وَلَايُنْزَعُ مِنْ شَيْئٍ إِلَّا شَانَهُ. (مسلم)

درحقیقت نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اس کو زینت بخش دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال لی جاتی ہے وہ عیب دار ہو جاتی ہے۔

نرمی، ملائمت، فروتنی، اپنے ساتھیوں کے لئے مہربان ونرم خو ہونا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرنا اور ہر کام اطمینان وخوش اسلوبی سے انجام دینا مطلوب ہے جب کہ سختی، ترش روئی، درشتی، بدمزاجی اور بدخلقی مذموم خصلتیں ہیں، اخلاقیات میں اس کو بنیادی دخل ہے کہ انسان لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور درشتی وسختی کا رویہ اختیار نہ کرے، ایک حدیث میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يحِبُّ الرِّفْقَ فِیْ الْأَمْرِ كُلِّهِ. (بخاری)

بلا شبہ خداوند قدوس خود مہربان ہے اور ہر معاملہ میں نرمی ومہربانی پسند فرماتا ہے۔

خود اللہ کی یہ صفت بتائی جارہی ہے کہ وہ بڑا نرم ومہربان ہے، اور نرمی ومہربانی اس کی ذاتی صفت ہے، اور اسے یہ بات خوب پسند ہے کہ اس کے بندے باہم نرمی ومہربانی کا رویہ اپنائیں بلکہ ایک حدیث میں مزید تشریح ہے کہ:

يَعْطِيُ عَلَىُ الرِّفْقِ مَا لايَعْطِي عَلَى الْعُنفِ وَمَا لايَعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ. (مسلم)

وہ نرمی پر اتنا دیتا ہے جتنا کہ درشتی اور سختی پر نہیں دیتا اور جتنا نرمی کے سوا کسی دوسری چیز پر بھی نہیں عطا فرماتا۔

خداوند قدوس کا نرمی ومہربانی کو پسند فرمانا خود بندگانِ خدا کے منافع ومصالح کے پیش نظر ہے کہ باہم نرمی وشفقت اور مروت ومہربانی کے جذبات کو فروغ دینا اور پروان چڑھانا ایک ایسی امتیازی خوبی اور کمال ہے جس کے ذریعہ پورے معاشرہ کو اطمینان وسکون عطا کیا جاسکتا ہے اور متنوع پریشانیوں اور تکلیفوں سے بچایا جاسکتا ہے۔اسی لئے جس معاشرہ میں یہ عنصرِ مودّت پیدا ہوجاتا اور جڑ پکڑ لیتا ہے وہ انتہائی امن وسکون اور راحت وچین کی زندگی بسر کرتا ہے اور اس نرمی پر اس کو منجانب اللہ بڑے عطیات اور فراخیوں اور اجور سے نوازا جاتا ہے اور مقاصدِ حسنہ میں کامیابی عطا کی جاتی ہے۔

بعض حضرات اپنے معاملات اور طبیعتوں میں سخت ہوتے ہیں اور بعض نرم ومہربان، ناواقف حضرات یہ باور کرتے ہیں کہ سخت رویہ سے مقاصد میں جلد کامیابی مل جاتی ہے اور لوگوں پر رعب پڑتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کی تردید اور اصلاح فرمائی ہے، اور نرمی ومہربانی کو اللہ کی ذاتی صفت قرار دیا ہے، اور اسے اللہ کی محبوب چیز بتایا ہے، اصلاً مقاصد کی تکمیل وعدم تکمیل تو اللہ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف ہے، مگر اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ نرمی پر اپنے عطیات کا ابرِ کرم برساتا ہے اور کسی چیز پر اتنی داد ودہش نہیں فرماتا جتنی نرمی پر فرماتا ہے، نرمی ہی وہ صفت ہے جو اللہ کی مہربانی اپنی طرف منعطف کرانے کا واحد ذریعہ ہے۔

نرمی ہر چیز کو زینت بخشتی ہے، جمال وکمال عطا کرتی ہے، اور درشت خوئی ہر چیز کو

عیب دار بناتی ہے، ایک بار حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک اونٹ پر سوار ہونا چاہا تو وہ بدکا، تو انھوں نے اسے سخت سست کہا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! نرمی کرو، مہربانی سے کام لو، درشتی نہ کرو، برا بھلا مت کہو، نرمی ہر چیز کو زینت عطا کر دیتی ہے اور سختی عیب پیدا کر دیتی ہے۔

احادیث میں ایک اعرابی کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگ اسے مارنے اور ہٹانے دوڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور وہاں پانی ڈال دو، تم آسانیاں کرنے والے بنائے گئے ہو نہ کہ سختیاں کرنے والے، اسی لئے ایک حدیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ:

یَسِّرُوْا وَلا تُعَسِّرُوْا. (بخاری ومسلم)

تم آسانی ونرمی کرو، سختی نہ کرو اور مشکلات نہ پیدا کرو۔

حدیث ہی کا مضمون ہے کہ جس میں نرمی کی صفت نہیں ہوتی وہ خیر سے محروم ہوتا ہے، انسان کی اکثر خوبیوں کا سرچشمہ نرم روی اور مہربانی ہے، ظاہر ہے کہ جب نرم روی نہ رہے گی تو ہر طرح کی اچھائی سے لازماً محرومی ہوگی۔

مشہور صحابی حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ:

میں مدینہ میں دس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا، میں نوعمر تھا، اس لئے میرا ہر کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق نہ ہوتا تھا اور نوعمری کی وجہ سے بہت سی کوتاہیاں بھی ہو جاتی تھیں، لیکن دس سال کی اس مدت میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اف کہہ کر بھی نہیں ڈانٹا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا؟ (ابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی خوئی کا ذکر قرآن میں بھی کیا گیا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ، وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ. (آل عمران:۱۵۹)

یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے لئے بڑے نرم مزاج واقع ہوئے ہیں، ورنہ اگر کہیں آپ تندخو اور سنگدل ہوتے تو یہ سب آپ کے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔

مطلب یہ ہے کہ دعوت اسلامی کی تیز رو کامیابی اور مقبولیت کا سہرا بفضلِ خدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نرمی اور مزاج میں سرتا سر شفقت کے سر بندھتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگوں کے دل بے اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ کھنچتے اور آپؐ دلوں کو فتح نہ کر پاتے۔

بہر حال نرمی اور ملاطفت بہت ہی محمود اوصاف ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ شریعت میں اس کی بھی حدود مقرر ہیں، جہاں دین کی توہین ہو رہی ہو یا احکامِ دین کے اجراء کی ضرورت ہو، وہاں سختی اور سزا لازمی ہو جاتی ہے، اور ایسے مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے انتہا سخت ہو جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں، بقیہ عام حالات میں درشت خوئی اور غلظتِ قلب طبعی طور پر لوگوں کو بھگاتی، دور کرتی اور متنفر کرتی ہے۔

داعیٔ دین اور عالم و مبلغ کو خصوصاً بہت خوش خلق اور خندہ رو ہونا چاہئے، دین کی طرف لوگوں کا کشاں کشاں آنا اسی طرح ممکن ہے، جب کہ خشونت اور تنگدلی کا اظہار دعوت و تبلیغ کی راہ کا سب سے بڑا روڑا اور مانع ہے، ہر شب کو سحر کرنے کی کوشش اسی وقت کامیاب ہوگی جب وسعت و نرمی ہو اور درشتی و بیزاری کا نام و نشان تک نہ ہو، یہی تمام خیر کی اساس اور اصل ہے اور اس سے محرومی بہت بڑا خسارہ ہے۔

اسلام کی ان اعلیٰ تعلیمات کو پیش کرنے کے بجائے اسے تشدد و ظلم کا دین ظاہر کرنے

کی جو کوششیں میڈیا کر رہا ہے وہ عصر حاضر کا ایک زبردست المیہ اور حق و واقعیت کے ساتھ بھیانک ناانصافی اور ظلم ہے، اسلام کی تمام تعلیمات جس جوہرِ اعتدال سے آراستہ ہیں وہ ایک گوہر نایاب ہے، جنس گراں مایہ ہے جو خال خال بھی نہیں ملتی ہے۔

ظالم کے ظلم کا دفاع اور اپنا بچاؤ اسلام میں فرض ہے، یہ تشدد نہیں ہے، امن پسندی ہے، اب جو لوگ اسلام کا مطلب یہ سمجھنا چاہتے ہوں کہ ظالم کے ظلم کا دفاع بھی نہ کیا جائے اور ہر وار سہ لیا جائے تو وہ جان لیں کہ اسلام اور اہل اسلام نرم چارہ نہیں ہیں اور وہ تر نوالہ نہیں ہیں، بلکہ اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکو اور مظلوم کا ساتھ دو۔

امن پسندی کی یہ تشریح کہ ''ظالم کا ظلم برداشت کرلیا جائے اور اسے شیر بنے ہی رہنے دیا جائے اور اپنے کو بزدل ظاہر کیا جائے'' ایک غیر اسلامی تشریح ہے، اسلام کی امن پسندی وہ ہے جسے اقبال نے یوں بیان کیا ہے ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

انسانیت پر اسلام کے عطیات

اِس وقت میڈیا اور اخبارات میں حقوقِ انسانی کے تعلق سے بڑا شور وغوغہ بپا ہے، متنوع افکار ومضامین اور آراء وخیالات سامنے آرہے ہیں، مغربی تہذیب کے علمبرداروں اور دنیا کے ٹھیکیداروں کو حقوقِ انسانی کے تحفظ اور اس کی اہمیت کے زبانی اور رسمی (نہ کہ عملی اور قلبی) اعتراف کا خیال اب ہوا ہے، جب کہ آج سے تقریباً پندرہ صدی قبل ہی اسلام نے (جسے آج حقوقِ انسانی کا سب سے بڑا مخالف بتایا جارہا ہے) اور اسلام کے پیغمبر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوقِ انسانی کی اہمیت اجاگر کی تھی، اور اُس ماحول میں اجاگر کی تھی جب ہر طرف جہالت وضلالت، ظلم وجور، جنگ وجدال، تعصب وعناد کے تاریک سائے چھائے ہوئے تھے۔

ہجرت کے دسویں سال ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو موجِ سمندر کی طرح امڈے ہوئے ہجومِ انسانی کو بلاواسطہ اور قیامت تک آنے والے ہر فردِ بشر کو بالواسطہ مخاطب کرتے ہوئے سرکارِ دوعالم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوقِ انسانی کے عالمی منشور کا کھلے لفظوں اعلان کیا تھا اور یہ واضح کیا تھا کہ:

> ہر انسان جان محترم ہے، مال محترم ہے، آبرو محترم ہے، امانت کی ادائیگی سب کا لازمی فرض ہے، سود حرام ہے، سب کا رب بھی ایک ہے اور باپ بھی ایک، سب آدم کی اولاد ہیں، اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا، کسی کو کسی پر کوئی برتری نہیں، معیارِ فضیلت صرف تقویٰ ہے۔

قرآن میں اعلان کر دیا گیا کہ ہر انسان ایک مرد و عورت کے اختلاط سے وجود میں آیا ہے، قبائل اور خاندان ذریعۂ تعارف ہیں نہ کہ ذریعۂ تفاخر، سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ خدا ترس ہو۔

اسلام کی نگاہ میں انسان بے مقصد اور عبث نہیں پیدا کیا گیا ہے، اسے پابند بنایا گیا ہے، اسے ذمہ داری اور مسئولیت دی گئی ہے جس کے بارے میں اس سے باز پرس ہوگی اور اسے جوابدہی کرنی ہوگی، اور فی الواقع یہی ذمہ داری انسان کا امتیاز ہے، اور یہی اس کے تزکیہ اور رفعت و بلندی کا ذریعہ بھی ہے، اسلام نے انسان کے ہر حق کا مکمل تحفظ کیا ہے، اس کو اپنی یا دوسروں کی ہلاکت اور ایذا رسانی کی ہر صورت اپنانے سے سختی سے روکا ہے، قرآن میں وارد ہوا ہے کہ:

لاَ تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا. (النساء/۲۹)

خودکشی مت کرو، اللہ تم پر مہربان ہے۔

اور

وَلاَ تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ. (الاسراء/۳۳)

اللہ کی حرام کردہ جان کو قتل مت کرو مگر حق کے ساتھ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

جو پہاڑ سے گرا کر اپنے کو ہلاک کر لے وہ ہمیشہ جہنم کے پہاڑ سے اسی طرح گرتا رہے گا اور سزا بھگتا رہے گا، اور جو زہر کھا کر مر جائے وہ ہمیشہ جہنم میں اسی طرح زہر کھاتا رہے گا۔ (مسلم)

اور

انسان اللہ کی بنائی ہوئی عمارت ہے، جو اسے منہدم کرے (انسان کو قتل

کردے)وہ ملعون ہے۔(ترمذی)

اسلام نے انسان کے لئے رزق کے دروازے کھول رکھے ہیں، حلال وطیب کے التزام کی شرط کے ساتھ ہر طرح کی اجازت اور اختیار وانتظام کر رکھا ہے، قرآنی صراحت کے بموجب:

اللہ نے تمہارے لئے زمین کو ہموار کر رکھا ہے، اس کے راستوں میں چلو، اور اللہ کا رزق تلاش کرو۔(الملک/ ۱۵)

اسی طرح اسلام نے اعتدال کی شرط کے ساتھ تمام طیبات ولذائذ سے تمتع کی اجازت دی ہے، اور انسان کو اس کے فطری ذوق کے پیش نظر زینت، حسن صورت اور درستگیٔ وضع قطع کے اہتمام کی اجازت بھی عطا کی ہے، اور اس کی وضاحت بھی کی گئی ہے کہ:

اللہ خوبصورت ہے، خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، اور صاف ستھرا ہے، صفائی کو پسند کرتا ہے۔(مسلم)

اسلام انسان کو مالکانہ حق بھی عطا کرتا ہے، اپنی مملوکہ چیز کے دفاع وحفاظت کی تاکید بھی کرتا ہے، روایات میں آتا ہے کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اگر کوئی آدمی میرا مال لینا چاہے تو میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسے اپنا مال مت دو، اس نے کہا کہ اگر وہ لڑائی پر آمادہ ہو جائے تو؟ فرمایا کہ تب تم بھی اس سے لڑائی کرو، اُس نے کہا کہ اگر لڑائی میں وہ مجھے مار ڈالے؟ فرمایا کہ تب تم جنت میں جاؤ گے، اس نے کہا کہ اگر میں اُسے ماردوں تو؟ فرمایا کہ وہ جہنم میں جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو مالکانہ حق حاصل ہے اور اسے یہ اجازت ہے کہ اس حق کو سلب کرنے کا ہر طرح سے مقابلہ کرے۔

اسلام رحمت اور شفقت کا منادی ہے، وہ بے رحم کو بدبخت بتاتا ہے، وہ انسان کی

تذلیل کو جرم بتا تا ہے، اسلام کی نگاہ میں دوسروں کی ایذا ررسانی کبیرہ گناہ ہے، ایک آدمی کو نقصان پہونچانا اسلام کے نزدیک پوری کائنات کو نقصان پہونچانا ہے، کونسی وہ آزادی ہے اور کونسا وہ شرف ہے جو اسلام نے انسانیت کو بخشا نہیں ہے؟ اسلام ہر جگہ انسان کی رفعت چاہتا ہے، وہ انسان کو عبودیت، بندگی، تواضع، ایثار، اور حسنِ خلق کی تعلیم اسی لئے دیتا ہے کہ اس میں انسانی رفعت اور کمال وترقی کا راز مضمر ہے۔

اسلامی تربیتی نظام کے چند بنیادی

عناصر

اسلام کا تربیتی نظام اپنے کمال و جمال، اعتدال وتوازن، جامعیت اور نفسیات کی رعایت کے لحاظ سے کامل ترین اور ممتاز ترین نظام ہے، اور اسی نظام کی اثر انگیزی اور سحر آفرینی ہے کہ غیر مسلم بھی اس کی خصوصیات تسلیم کرتے ہیں اور اسے دیگر تمام متوازی نظاموں سے فائق و برتر قرار دینے پر خود کو مجبور مانتے ہیں۔

(۱) عقیدۂ توحید

اسلام کے تربیتی نظام کا سب سے مقدم اور اہم عنصر خدائے واحد پر ایمان واعتقاد ہے، اس کائنات کی حقیقت اور اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا صحیح ادراک واحساس اس عقیدہ کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا، ایمان باللہ ہی انسان کے اطمینانِ قلب کا اور ہر نوع کی سرگشتگی، خوف، بے اعتمادی، ناامیدی اور مایوسی سے بچاؤ کا واحد ذریعہ ہے، انسان جب صدقِ قلب سے خدائے واحد پر ایمان لے آتا ہے تو پھر اس کی زندگی کے رنگ ڈھنگ بدل جاتے ہیں، پھر وہ خواہش پرستی، مادیت اور اتباعِ ہویٰ کے بجائے اعلاء کلمۃ الحق کے مشن میں لگ جاتا ہے اور اس کا مطمحِ نظر صرف دعوتِ ایمان کے دائرہ کو وسیع کرنا ہی ہوتا ہے اور اس

مقصد کے لئے وہ ہر طرح کی قربانیاں بڑی خوشی سے سعادت سمجھ کر دیتا ہے۔

اس کی سب سے بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ ان کاموں کو اپنے فرائض (Duty) کا حصہ باور کرتا ہے، قرآن کریم میں مذکور ہے کہ انسان کا مقصد تخلیق خدائے واحد کی بندگی اور عبادت ہے، عبادت ایک بہت ہی جامع اور وسیع لفظ ہے، اخلاص اور طلب رضائے الٰہی کے جذبہ سے کیا جانے والا ہر دینی و دنیوی کام عبادت میں داخل ہے، اور یہ اسلام کا بنیادی امتیاز ہے کہ اس میں دین و دنیا کی کوئی تمیز نہیں ہے بلکہ اخلاص کے ساتھ کیا گیا دنیوی کام محض صلاحِ نیت کی وجہ سے دین بن جاتا ہے اور اخلاص سے محروم بڑے سے بڑا دینی عمل فسادِ نیت کی وجہ سے دین سے خارج سمجھا جاتا ہے۔

مؤمن کامل اپنا ہر عمل اخلاص واحتساب کے ساتھ کرتا ہے اور اپنی ہر ممکنہ طاقت استعمال کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین اس کی زندگی کا اٹوٹ حصہ بن جاتا ہے، پھر نہ اسے خوف سے دبایا اور طمع سے خریدا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے اپنی زندگی کے کسی بھی مرحلہ پر اضطراب اور بے اعتمادی کا سامنا ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ ہر واقعہ پر راضی برضا رہتا ہے اور خدا کے سامنے جوابدہی کا احساس ہمہ وقت اسے لرزاتا اور تڑپاتا رہتا ہے، گویا اُسے احسان کی وہ کیفیت مل جاتی ہے جس کے بموجب وہ اللہ کی بندگی اس احساس کے ساتھ کرتا ہے کہ وہ اللہ کو یا کم از کم اللہ اس کو دیکھ رہا ہے، یہی وہ کیفیت ہے جو ایک بندۂ مؤمن کو ایمان کے بامِ عروج تک پہونچا دیتی ہے، اور یہ کیفیت پیدا اسی وقت ہوتی ہے جب عقیدۂ توحید دل میں پوری طرح راسخ اور جاگزیں ہو جائے اور کوئی چیز اس میں ذرا سا بھی تزلزل اور تردد نہ پیدا کرسکے۔

(۲) روحانیت و مادیت کا جامع امتزاج

اسلامی نظام تربیت کی ایک اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ وہ روحانیت و مادیت کے

صحیح اور معتدل امتزاج کو کمالِ انسانیت باور کرتا ہے، ایک طرف اسلام یہ مطالبہ کرتا ہے کہ انسان اللہ سے اپنا رابطہ اٹوٹ اور پائیدار رکھے اور کسی بھی لمحہ میں یہ رابطہ ٹوٹنے نہ دے کیونکہ روحانی قوت اسی طرح پیدا ہو سکے گی جو انسان کی سب سے اہم اور اولین طاقت ہوتی ہے، وہیں دوسری طرف اسلام انسان کی کمزوریوں، بشری خامیوں کو بھی پیشِ نظر رکھتا ہے، اور اسی کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ، وَخُلِقَ الإِنْسَانُ ضَعِيْفاً. (النساء: ۲۸)

اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا گیا کہ:

لايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفساً إِلَّا وُسْعَهَا، لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ. (البقرة: ۲۸۶)

اللہ کسی مُتنفّس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا، ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے اس کا پھل اسی کے لئے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے اس کا وبال اُسی پر ہے۔

انسان جسم وارادہ دونوں اعتبار سے کمزور ہے اسی لئے تمام احکام شریعت میں انسان کے جسمانی ضعف اور ارادی کمزوری کا لحاظ رکھا گیا ہے اور سہولتیں دی گئی ہیں، اللہ خود فرماتا ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ. (البقرة: ۱۸۵)

اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا۔

شریعت اسلامی کے سارے اصول اسی پر مبنی ہیں، ایک مفسّر نے خوب لکھا ہے:

حدیث نبوی میں جو آیا ہے: ﴿دِیْنُ اللّٰہِ یُسْرٌ﴾ وہ اسی آیتِ قرآنی کی شرح یا تتمہ ہے، اور واقعی اگر غور کر کے دیکھا جائے تو شریعت کا ایک حکم بھی ایسا نہ ملے گا جس میں عامل کے حالات، عمر، صحت، جثّہ، موسم اور دوسری مشکلات کا لحاظ نہ کرلیا گیا ہو، اور جو احکام بظاہر سخت معلوم ہوتے ہیں ان کی تہہ میں بھی ہمیشہ یہی حقیقت پائی جائے گی کہ فرد یا امّت کی راہ میں کچھ آسانیاں ہی پیدا ہوں۔ (تفسیر ماجدی: ج ۱ ص: ۳۴۱)

اسی لئے اسلام نے ایسے احکام نہیں دیئے جو فطرتِ بشری سے ہم آہنگ یا نفسیات وحالات کی رعایت کرنے والے نہ ہوں، بلکہ اسلام سہولت واعتدال کے پہلو کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔

انسان میں موجود کمزوری اور مادیت کے پہلو ہی کے پیش نظر توبہ واستغفار کو مشروع کیا گیا ہے، حدیث میں بڑی وضاحت سے فرمایا گیا ہے کہ:

کُلُّ بَنِی آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَیْرُ الْخَطَّاءِ یْنَ التَوَّبُوْانَ.

کونسا فرزند آدم وہ ہے جو خطا کار نہ ہو، مگر خطا کاروں میں بہتر توبہ کرنے والے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ کار سب سے اہم نمونہ ہے، روایات میں آتا ہے کہ آپ گناہوں سے کوسوں دور تھے مگر جائز اختیاری امور میں آپ کی نظرِ انتخاب ہمیشہ اسی کام اور پہلو پر رہتی تھی جو آسان ترین ہو اور جس پر عمل دشوار نہ ہو۔

(۳) توازن

اسلامی نظام تربیت ہر قسم کے افراط وتفریط اور غلو و بے اعتدالی سے پاک ہے، اور اس

کے ہر شعبہ میں توازن واعتدال کا جوہر نمایاں رہتا ہے، اسلام فرد کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر کچھ انفرادی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے اس لئے کہ:

وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْداً. (مریم: ۹۵)

سب لوگ قیامت کے روز فرداً فرداً اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے۔

معاشرہ فی الواقع افراد کے مجموعہ کا نام ہے، صالح معاشرہ ان صالح افراد سے مرکّب ہوتا ہے جو اپنی ذمہ داریاں جانتے اور نبھاتے ہوں اور ہر مرحلہ پر حق کی پاسداری کرتے ہوں اور باطل ومنکر کے لئے پھلنے پھولنے کا کوئی بھی موقعہ نہ رہنے دیتے ہوں، مگر جب معاشرہ میں ایسے افراد آجاتے ہیں جو صحیح اور راست روش سے انحراف کے عادی ہوں تو پھر پورا معاشرہ تباہی کے دہانہ پر آجاتا ہے، اور اگر غلط کاروں کا قلع قمع نہ ہو تو تباہی کے وقوع میں کچھ بھی دیر نہیں لگتی، معاشرہ تمام افراد کی راست روی سے ہی درست رہ سکتا ہے ورنہ ؎

چوں از قومے یکے بے دانشی کرد

نہ کِہ را منزلت باشد نہ مِہ را

قوم کے کسی ایک فرد کی بے عقلی قوم کے ہر چھوٹے بڑے کی عزت کو ملیا میٹ کر دیتی ہے۔

معاشرہ کے بگاڑ پر خاموشی بگاڑ کو بڑھاوا دینا ہے، بگاڑ لانے والوں اور اس پر خاموش تماشائی بنے رہنے والوں کی صحیح ترین تصویر کشی ایک حدیث میں کئی گئی ہے کہ:

گنہ گار اور گناہوں پر خاموش تماشائی افراد کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دو منزلہ کشتی ہو جس میں کچھ لوگ نچلی منزل میں اور کچھ بالائی منزل میں سوار ہوں، نیچے والوں کو پانی لینے اوپر جانا پڑتا ہو، اب وہ یہ سوچیں کہ بار بار اوپر جانے کی زحمت سے بچاؤ کے لئے نیچے ہی سوراخ کرلیں، اب اگر اوپر کے لوگ نیچے

والوں کو سوراخ کرنے سے روک لیں تو ان کی بھی جان بچے گی اور نیچے والوں کی بھی، مگر اگر نہ روکیں تو دونوں تباہ ہوں گے۔ (مشکاۃ المصابیح)

معاشرہ میں ہونے والے گناہوں پر خاموشی بالآخر پورے معاشرہ کی تباہی پر منتج ہوتی ہے، گناہوں کا انگیز کرلینا خود گناہ ہے اور

فطرت افراد سے اغماض تو کرلیتی ہے
کبھی کرتی نہیں قوموں کے گناہوں کو معاف

انسان پر اسلام نے کچھ ذمہ داریاں اس کی انفرادی حیثیت سے عائد کی ہیں اور کچھ ذمہ داریاں اُس کے جزوِ معاشرہ ہونے کی حیثیت سے، قرآن میں تمام مسلمانوں کو حکم ہے۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ. (المائدہ:۲)

نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں سب سے تعاون کرو اور گناہ وزیادتی کے کاموں میں کسی سے تعاون نہ کرو، اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے۔

یہ متنوع انفرادی واجتماعی ذمہ داریاں دراصل اسلامی نظامِ تربیت کے توازن کی نمایاں مظہر ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تقسیم بھی اسی طرف مشیر ہے، حقوق العباد کو جو خاص اہمیت اسلام نے دی ہے وہ اس کے توازن واعتدال کا ثمرہ ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ:

اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی مسجد نبوی کے ایک ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

اس سے حقوق العباد کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اِس طرح اسلام نے اس تصور پر ضرب لگائی ہے کہ دین کو صرف عبادات وحقوق اللہ

میں منحصر سمجھا جائے اور حقوق العباد کی ادائیگی کو جزوِ دین یا قابلِ توجہ نہ سمجھا جائے، اِس توہّم کو اسلام نے اِس طرح زائل کیا کہ حقوق العباد کو بہت سے مواقع پر حقوق اللہ سے اہم قرار دیا، مثلاً کسی مسلمان کا دل خوش کر دینا حقوق العباد میں ہے اور بظاہر چھوٹی سی عبادت ہے مگر اللہ کی نگاہ میں اس کا وزن اتنا زیادہ ہے کہ اس کا شمار و حساب نہیں بلکہ ؎

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است

اسلام کے تمام احکام میں اسی توازن کی جھلک صاف دیکھی جاسکتی ہے، مال و دولت کو خرچ کرنے کے باب میں ایک طرف فضول خرچی سے منع کیا گیا اور اسے مبغوض ترین قرار دیا گیا ہے، وہیں دوسری طرف بخل اور تنگی سے بھی روکا گیا ہے، قرآن کہتا ہے:

لاَ تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلاَ تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْماً مَّحْسُوراً، إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ، إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيْراً بَصِيْراً. (بنی اسرائیل: ۲۹-۳۰)

نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ، تمہارا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انھیں دیکھ رہا ہے۔

اسلامی نظامِ تربیت انسان کے جسم و روح و عقل سب پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے تاکہ انسان اس کائنات میں اپنا فرض بحسن و خوبی ادا کر سکے اور اپنی تمام روحانی و جسمانی و عقلی قوتیں پورے توازن کے ساتھ استعمال کرے۔

(۴) عموم و جامعیّت

اسلامی نظام تربیت کی تعلیمات و ہدایات انسان کی انفرادی، اجتماعی، خانگی، داخلی،

وخارجی زندگی کے تمام شعبوں کومحیط ہیں اور اساسی لحاظ سے ان تعلیمات کو عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق کے پانچ شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، ان تعلیمات کا منبع ومصدر بھی ایک ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے، اور ان کا مخاطب اور موضوع بھی ایک ہے اور وہ انسان ہے۔

اللہ وحدہٗ لاشریک لہ انسان کی ہمہ نوعی اور ہمہ جہتی تربیت کا حکم دیتا ہے، عقائد میں بنیادی طور پر توحید ورسالت، آخرت، بعث بعد الموت، ملائکہ وتقدیر وغیرہ شامل ہیں، عبادات میں ارکان خمسہ وغیرہ ہیں، معاملات میں تجارت، کاروبار، لین دین، زراعت وغیرہ آتے ہیں، معاشرت میں انسان کی اجتماعی وانفرادی زندگی اور اخلاق میں انسانی سیرت وکردار آتے ہیں، عقائد میں پختگی اور تسلیم ورضا کی کیفیت عبادات سے پیدا ہوتی ہے، معاملات میں اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ غلط راہ اختیار نہ کی جائے اور تراضی (باہمی رضا مندی) کو اولین اہمیت دی جائے، اور کسبِ مال کے مشروع طریقے اختیار کئے جائیں۔

اسلام وہ راستے اختیار کرنے سے روکتا ہے جن پر چلنے سے دوسروں پر ظلم یا دوسروں کی ایذا رسانی ہوتی ہے یا جو دولت کو ایک خاص طبقہ میں محدود کر دیتے ہیں، معاشرت کا اسلامی نظام بہت جامع اور وسیع ہے جس میں اتحاد، مساوات، مواسات، اخوت، بھائی چارگی اور غم گساری کو اولیت حاصل ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ. (متفق علیہ)

مگر اس کی اصل بنیاد یہ ہے کہ دوسرے کو اپنے طرزِ عمل سے ایذا نہ دی جائے، حدیث میں ہے کہ:

مسلمان وہ ہے جس کی دست درازیوں اور زبان درازیوں سے مسلمان محفوظ رہیں۔

اخلاق کے باب میں سیرت وکردار کی صحیح اسلامی خطوط پر تعمیر اصل ہے، اخلاق کا سب سے عالی نمونہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ہیں، اورانھیں کی پیروی اور تقلید مطلوب ہے۔

(۵) عقل انسانی کا متوازن استعمال اور اس سے استفادہ

اسلام میں عقل اور مذہب کے درمیان کوئی تصادم اورٹکراؤ نہیں، بلکہ اسلام مشاہدۂ کائنات اوراسرارِکون کی تلاش وآ گاہی کے لئے عقل کےاستعمال کاحکم بھی دیتاہے،ظاہر ہے کہ یہ کائنات اللہ کے قانون اورمشیت کے اقتضاء کے مطابق رواں دواں ہے،اسلام اندھی تقلیداورتعصّب آمیز جمود سے منع کرتاہے۔قرآن فرماتا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا، أَوَلَوْكَانَ آبَاؤُهُمْ لايَعْقِلُوْنَ شَيْئاً وَلا يَهْتَدُوْنَ. (البقرة: ۱۷۰)

کافروں سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ احکام کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم اسی طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے،اچھا اگر اِن کے آباءواجداد نے عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور راہِ راست نہ پائی ہو تو کیا پھر بھی یہ انھیں کی پیروی کیے چلے جائیں گے۔

بتایا گیا کہ یہ جموداوراندھی پیروی عین جہالت وضلالت ہے، بلکہ قرآن اپنی عقل کےاستعمال،تفکروتدبراورفہم وفکر کی دعوت دیتا ہے:

اُنْظُرُوا مَاذَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. (یونس ۱۰۱)

زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اُسے آنکھیں کھول کر دیکھو۔

اسلام انسان کی نظر کائنات کی طرف ملتفت کرتا ہے تاکہ وہ اس کے نظام وقانون کو سمجھے اور اسے عبث اور بے مصرف نہ قرار دے، قرآن کہتا ہے:

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا، وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ، وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ، وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ، هَذَا خَلْقُ اللّٰهِ، فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ، بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ. (لقمان: ۱۰، ۱۱)

اللہ نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا کیا جو تمہیں نظر آئیں، اس نے زمین میں پہاڑ جما دیئے تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈھلک نہ جائیں، اس نے ہر طرح کے جانور زمین میں پھیلا دیئے اور آسمان سے پانی برسایا اور زمین میں قسم قسم کی عمدہ چیزیں اگا دی، یہ تو ہے اللہ کی تخلیق، اب ذرا مجھے دکھاؤ، ان دوسروں (معبودانِ باطل) نے کیا پیدا کیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔

انسان کے پاس اگر عقل سلیم ہو اور وہ صحیح اندازِ فکر رکھتا ہو تو اپنے مابین اور دیگر تمام مخلوقاتِ عالم کے مابین رابطہ سے واقف ہو سکتا ہے، اور بخوبی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اللہ نے اسے زبردست قدرت وقوت سے نوازا ہے اور بے شمار مخلوقات کو اس کا تابعِ فرمان بنا کر اُس کے کام میں لگا دیا ہے، قرآن کہتا ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ، قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ. (الانعام: ۹۷)

اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے تاروں کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا، ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کر دی

ہیں اُن لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَوا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً. (لقمان: ۲۰)

کیا تم لوگ دیکھتے نہیں کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمہارے لئے مسخر کررکھی ہیں اور اپنی ظاہری وباطنی نعمتیں تم پر تمام کردی ہیں۔

کائنات کی سبھی چیزیں انسان کے تابع کردی گئی ہیں، اب کچھ چیزوں میں وہ جیسا چاہے تصرف واستعمال کرسکتا ہے، ہوا، پانی، مٹی، آگ، معدنیات، نباتات وحیوانات سب میں انسان حسبِ منشأ تصرف کرسکتا ہے، اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن کو ایسے اصول کا پابند بنادیا گیا ہے کہ وہ انسان کے مفاد کی خدمت کرتی رہیں، ان میں چاند، سورج اور ستارے وغیرہ آتے ہیں۔

عقلِ سلیم کی مدد سے انسان بڑی آسانی سے خالقِ کائنات کو سمجھ کر اس کی وحدانیت اور اقتدارِ مطلق کا قائل ہوسکتا ہے۔

فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجاً وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجاً ، يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ، لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْئٌ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. (الشوریٰ: ۱۱)

وہ آسمانوں اور زمینوں کا بنانے والا، جس نے تمہاری اپنی جنس سے تمہارے لئے جوڑے پیدا کئے، اوراسی طرح جانوروں میں بھی جوڑے بنائے، اوراس طریقہ سے وہ تمہاری نسلیں پھیلاتا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں، وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اسلام انسان کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہے کہ وہ کائنات میں اللہ کی صنعت اور

کاریگری کو بغور دیکھے، مثلاً زمین ہی ہے جو بے آب و گیاہ، خشک اور چٹیل تھی مگر دیکھتے ہی دیکھتے اس میں پودے اگتے ہیں پھر وہ رفتہ رفتہ شاداب اور ہری بھری ہوتی چلی جاتی ہے، گویا مردہ زمین کو زندگی مل جاتی ہے، ظاہر ہے کہ عقلِ سلیم کے لئے اس حقیقت پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے بغیر کوئی راستہ نہیں رہے گا کہ اس زمین کو زندگی خدائے واحد نے عطا کی ہے۔

قرآن کہتا ہے:

وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ، أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُوْنَ. (یس: ۳۳)

اُن لوگوں کے لئے بے جان زمین ایک نشانی ہے، ہم نے اُس کو زندگی بخشی اور اُس سے غلّہ نکالا جسے یہ کھاتے ہیں۔

آگے بڑھ کر اسلام نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ہر مسلمان ہر معاملہ میں کوئی بھی فیصلہ کرنے یا رائے دینے یا کارروائی انجام دینے سے قبل عقل کا استعمال کرکے اس معاملہ کے تمام پہلوؤں کی تحقیق وتفتیش ضرور کرلیا کرے، اور جس معاملہ کا اسے علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑے، انسان کی تمام صلاحیتیں اللہ کی امانت ہیں اور ہر ایک کے متعلق روزِ قیامت باز پرس ہوگی، قرآن میں وارد ہوا ہے:

وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِهِ عِلْمٌ، إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُوْلٰئِکَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلاً. (بنی اسرائیل: ۳۶)

کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو، یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔

اس آیت میں اوہام پرستی کی جڑ کاٹ دی گئی ہے، اب نہ عقائد کے باب میں کسی

توہم کی گنجائش ہے، نہ فیصلہ ومعاملات اور باہمی سلوک میں کسی بدگمانی اور وہم پرستی کا کوئی جواز ہے اور نہ ہی علوم وتحقیقات (Research) کی دنیا میں وہمیّات وسطحیّات کی کوئی اہمیت ہے۔

یورپ نے عصر حاضر میں "علمی دیانت داری" کا جو آوازہ بلند کیا ہے وہ یورپ کے نزدیک جو مطلب بھی رکھتا ہو مگر اسلام میں اس کے معنیٰ یہی ہیں کہ انسان اپنے ہر عمل وحرکت میں اپنے کو جواب دہ تصور کرے، انسان کے اعضاء وجوارح، حواس، عقل ودل سب صحیح رخ پر کام کریں، حدیث میں فرمایا گیا کہ "گمان سے بچو کہ برا گمان سب سے جھوٹی بات ہے، سب سے بڑا دروغ یہ ہے کہ انسان اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے (لوگوں کے سامنے اس چیز کو اپنی دیکھی ہوئی بتائے) جو انھوں نے دیکھی نہ ہوں"۔

اسلام نے عقلِ انسانی کو اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ وہ مادّی طاقت کو اپنے زیر اختیار (Under Control) کرلے، ہاں جائز حدود کی پاسداری ہمہ وقت ملحوظ رہے، فرمایا گیا:

كُلُوْا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ. (البقرة : ۱۷۲)

ہم نے تم کو جو حلال وپاکیزہ رزق عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ۔

آخر میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ عقل آخری ذریعۂ معلومات نہیں بلکہ اس سے اوپر وحی الٰہی ہے، اس لحاظ سے عقل کا دائرہ کار واختیار لامحدود (Unlimited) نہیں ہے، مشہور مؤرخ وفلسفی ابن خلدون کے بقول عقل کی مثال سونا تولنے کے کانٹے جیسی ہے جس میں سونا ہی تولا جاسکتا ہے، اگر اس میں پہاڑ تولا جائے گا تو وہ کانٹا ٹوٹ جائے گا، (مقدمہ ابن خلدون) اس لئے عقل صرف ایک حد تک رہنمائی کرتی ہے، اُس سے آگے اس کی رہنمائی غلط سمت میں چلی جاتی ہے، اسلام نے عقل کے استعمال کے حدود اور دائرے متعین

کر دیئے ہیں جن کی تفصیلات اس موضوع کی تحقیقی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۶) مساوات

اسلامی نظامِ تربیت میں مساوات کو کلیدی اہمیت حاصل ہے، اسلام میں لونی، نسلی، جنسی، قومی، نسبی اور وطنی تعصّبات کو جاہلیت قرار دیا گیا ہے، توحیدِ رب کی طرح توحیداب کی تعلیم اسلام نے دی ہے کہ دنیا کے ہر خطّہ و مذہب وقوم کے تمام انسان ایک باپ کی اولاد اور ایک اللہ کی مخلوق ہیں، عربی و عجمی اور کالے و گورے میں کوئی تفریق روا نہیں، معیارِ فضیلت اگر کچھ ہو سکتا ہے تو وہ خدا ترسی ہے۔

اسلام کا پیغام پوری انسانیت کے لئے ہے، قرآن میں آیا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ: إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. (الاعراف: ۱۵۸)

اے محمدؐ! آپ کہہ دیجئے کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔

واضح کر دیا گیا کہ رسالتِ محمدی قیامت تک آنے والی تمام نسلوں کے لئے عام ہے، بندوں میں جو مساوات اور برابری کا اعلان کیا گیا ہے وہ اسلام کی ایسی بے نظیر خصوصیت ہے جسے انصاف پسند غیر مسلم بھی سب سے اہم چیز قرار دیتے ہیں، اسلام ایک طرف عدل وانصاف کے تقاضے بہر حال پورے کرنے کا حکم دیتا ہے خواہ اس کی زد انسان کے قریبی رشتہ داروں حتی کہ والدین ہی پر کیوں نہ پڑے وہیں دوسری طرف اسلام نے مسلمانوں کے علاوہ ذمّیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، مسلمانوں کے باہمی تعلقات کیسے ہوں، یہ مستقل باب ہے جس میں محبت، نرمی، ہمدردی، دکھ درد میں شرکت، تعاون، تسلی، اتحاد واشتراک بنیادی عناوین کی حیثیت رکھتے ہیں، حدیث کے

بموجب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اسی طرح تقویت کا ذریعہ ہے جیسے ایک مکان ہوتا ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے۔

بلکہ بقول سعدی ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگرند
کہ در آفرینش زیک جوہرند
چوں عضوے بدرد آورد روز گار
دگر عضوہا را نماند ....قرار

اولادِ آدم ایک دوسرے کے اعضاء ہیں، سب کی فطرت ایک ہے، ایک عضو کو درد ہوتا ہے تو دوسرے اعضاء بے قرار ہوجاتے ہیں، یہی مضمون ایک صحیح حدیث میں بھی بیان ہوا ہے۔

(۷) انفرادی امتیاز

اسلام اپنے پیروکاروں کو ہر لحاظ سے ایک امتیازی شان عطا کرتا ہے، گفتار و کردار دونوں میں مؤمن امتیازی شناخت رکھتا ہے، نمازوں میں ایک قبلہ ''کعبۃ اللہ'' کی طرف رخ کرنا بھی اہل ایمان کا ایک امتیازی معاملہ ہے، اسلام نے اپنے متبعین کو غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنے اور ان کے طریقوں اور رسوم کی پیروی سے سختی سے منع کیا ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (مشكاة المصابيح)

جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرلے وہ انھیں میں سے ہے۔

احادیث میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ یہود ونصاریٰ اپنی داڑھیاں منڈاتے، مونچھیں بڑھاتے ہیں، اس لئے مسلمان اس کے خلاف داڑھیاں بڑھائیں اور مونچھیں

ترشوائیں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ اہل عجم ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں، مسلمانوں کو ایسا نہ کرنا چاہیئے۔

واقعہ یہ ہے کہ ظاہری مشابہت باطنی محبت وتعلق کا سبب بن جاتی ہے اور بہت ممکن ہے کہ اخلاق وعادات میں غیروں کی پیروی خدانخواستہ عقائد میں پیروی کا باعث بن جائے۔

اسلام میں خوشی کے تہوار (عیدالفطر وعیدالاضحیٰ) بھی اس کی انفرادیت کا مظہر ہیں، روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ دو تہوار منایا کرتے تھے اور ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تہواروں کی حقیقت وحیثیت کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں اسی طرح تہوار منایا کرتے تھے، آپؐ نے فرمایا:

> اللہ نے تمہارے ان دونوں تہواروں کے بدلہ میں ان سے بہتر دو دن تمہارے لئے مقرر کردیئے ہیں۔ ایک عیدالفطر، دوسرے عیدالاضحیٰ۔ (سنن ابی داؤد)

چونکہ تہوار ہر قوم کے عقائد وتصورات اور قومی مزاج کے ترجمان ہوتے ہیں اس لئے اسلام نے جاہلیت کے تہواروں کو ختم کر کے ایسے اسلامی تہوار مقرر فرمادیئے جو اسلام کے توحیدی عقائد ومزاج کے بالکل موافق ہیں۔

جنگوں اور معرکوں میں شکست کے موقعہ پر عموماً لوگ دلبرداشتہ، بزدلی کے شکار اور پست حوصلہ وقنوطی ہوجاتے ہیں، مگر ایسے موقعوں پر بھی اسلام کا امتیازی موقف ہے کہ:

> لاَ تَهِنُوْا وَلاَ تَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ، إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ، وَتِلْكَ الأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا

بَیۡنَ النَّاسِ، وَلِیَعۡلَمَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا وَیَتَّخِذَ مِنۡکُمۡ شُھَدَاءَ. (آل عمران: ۱۳۹، ۱۴۰)

دل شکستہ نہ ہواور غم نہ کرو، تم ہی سر بلند رہو گے اگر تم مؤمن ہو، اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے، یہ تو زمانے کے نشیب وفراز ہیں جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں، تم پر یہ وقت اس لئے لایا گیا کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں سچے مؤمن کون ہیں، اور تم میں سے کچھ کو شہید بنانا چاہتا تھا۔

دوسری جگہ فرمایا گیا:

وَلاَ تَھِنُوۡا فِیۡ ابۡتِغَاءِ الۡقَوۡمِ، إِنۡ تَکُوۡنُوۡا تَألَمُوۡنَ فَإِنَّھُمۡ یَألَمُوۡنَ کَمَا تَالَمُونَ وَتَرۡجُونَ مِنَ اللّٰہِ مَا لاَیَرۡجُوۡنَ. (النساء: ۱۰۴)

گروہِ کفار کے تعاقب میں کمزوری نہ دِکھاؤ، اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو تمہاری طرح وہ بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں اور تم اللہ سے اُس چیز کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں ہیں۔

ان آیات میں حوصلہ شکنی اور بزدلی سے روکا اور صبر وثبات کی تلقین کی گئی ہے۔

اختصار کے پیش نظر ان سات بنیادی عناصر کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ ان کے علاوہ اور بھی متعدد اہم عناصر ہیں جن سے اسلام کے تربیتی نظام کی جامعیت اور جمال کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ ع

دامانِ نگہ تنگ وگل حسنِ تو بسیار

مساوات اور وحدت پر مبنی جامع

اسلامی نظام

اسلام دیگر مذاہب عالم میں اپنی ایک انفرادی اور امتیازی شان رکھتا ہے، مساوات اور برابری بھی اسلام کی ایک ممتاز اور نمایاں ترین خصوصیت ہے، اسلامی مساوات کا دائرہ بے حد وسیع ومحیط اور ہمہ گیر وہمہ جہت ہے، اس میں جنس ونسل، حسب ونسب، لون ووطن سب آتے ہیں۔

اسلام انسانیت کو مکرّم قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً. (الاسراء: ۷۰)

یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو بزرگی دی اور انھیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

اس آیت میں یہ واضح فرمادیا گیا ہے کہ ہر انسان مکرّم ہے اور ہر مرحلہ وموقعہ پر اس کرامت کی رعایت کی جانی چاہئے، اور اسی کرامت کا تقاضا یہ ہے کہ مساوات کا التزام کیا

جائے، فقر و مالداری، توانائی و ناتوانی، لونی و نسلی، خاندانی و جنسی بنیادوں پر بنی نوعِ انسان میں کوئی تفاوت نہ رکھا جائے، اسلام سب کو ایک صف میں رکھتا ہے، معیارِ فضیلت صرف خدا ترسی ہے۔

حجۃ الوداع کے خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ:

اے لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور باپ بھی ایک، کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے، برتری کا معیار خدا ترسی ہے، بارگاہ ربّ العزت میں زیادہ مکرم وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ خدا ترس ہو۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا:

الناس سواسية كأسنان المشط.

تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں، برتری کا مدار تقویٰ ہے۔

انسانی وحدت ومساوات کا اسلامی اعلان دیگر تمام مذاہب کے لئے ایک تازیانہ ثابت ہوا جو مساوات کو پرِ کاہ کے برابر بھی اہمیت دینے پر آمادہ نہ تھے، اور جو دین کو، رحمتِ خداوندی کو اور خیر کو محدود کر چکے تھے، اسلام نے صدا لگائی کہ اللہ تمام جہانوں کا رب ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہر ایک کے لئے ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کے لئے اور سارے جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اسلامی مساوات نے جنسی وقومی امتیازات ختم کر دیئے اور سب کو ایک باپ کی اولاد قرار دیا اور اعلان کر دیا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا. (الحجرات : ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت کے اختلاط سے پیدا کیا اور ہم نے تم کو مختلف قوموں اور قبیلوں میں محض اس لئے بانٹ دیا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرسکو۔ جنسی ونسلی تعصّبات کو اسلام نے جاہلیت کی علامت قرار دیا اور اسے ظلم وزیادتی اور ناانصافی کا سب سے بڑا سبب بتایا۔

دوسری طرف اسلامی مساوات نے لونی ولسانی تعصب پر قدغن لگادی۔ قرآن نے فرمایا:

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِيْنَ. (الروم: ۲۲)

اور اللہ کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے، بلاشبہ اس میں اہل دانش کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذٰلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ. (الفاطر: ۲۸)

اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں، بے شک اللہ زبردست درگذر فرمانے والا ہے۔

حضرت ابوذ غفاریؓ نے ایک صحابی کو ''ابن السوداء'' (کالی عورت کا فرزند) کہد یا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلال میں آگئے اور فرمایا کہ معاملہ حد سے تجاوز کرگیا، کسی گوری عورت کے فرزند کو کسی کالی عورت کے فرزند پر کوئی برتری نہیں، معیار فضیلت تقویٰ اور عملِ صالح ہے، حضرت ابو ذر غفاریؓ کو اس پر اتنا احساسِ ندامت ہوا کہ انھوں نے اپنا

سرزمین پر رکھ دیا اور اُس صحابی سے کہا: میں نے زیادتی کی ہے، اپنے پیر سے میرا سر روند ڈالو۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

میں ہر خدا ترس کا درست ہوں خواہ وہ حبشی سیاہ فام غلام ہی کیوں نہ ہو،

اور میں ہر بد بخت سے بری ہوں خواہ وہ شریف قریشی کیوں نہ ہو۔ (طبرانی)

حکیم مشرق اقبال نے سکندر رومی سے موازنہ کرتے ہوئے حضرت بلال حبشیؓ کے تعلق سے کہا ہے۔

لیکن بلال، وہ حبشی زادۂ حقیر
فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر

جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلال
محکوم اُس صدا کے ہیں شاہنشہ وفقیر

ہوتا ہے جس سے اسود واحمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

اسلام نے انسانیت کے ناطے سے مسلم وغیر مسلم میں بھی مساوات کی صدا لگائی ہے، ہر غیر مسلم کے ساتھ انصاف کا حکم دیا ہے، سازشی اور ہٹ دھرمی اور عملی مخالفانہ اقدامات کرنے والے غیر مسلموں کے سوا سب سے مواسات ومدارات کا حکم دیا ہے، قلبی تعلق سے البتہ منع کیا ہے، ذمیوں اور معاہدین کے بے شمار حقوق متعین کر دیئے ہیں، اور بے انتہا وسیع الظرفی کا ثبوت دیا ہے۔

خاندان ونسب کی بنیاد پر کسی بھی طرح کی اونچ نیچ کا تصور اسلام نے ختم کر دیا ہے، قرآن میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

فَإِذَا نُفِخَ فِيُ الصُّورِ فَلا أَنُسَابَ بَيُنَهُمُ يَوُمَئِذٍ وَلايَتَسَاءَ لُوُنَ .

(المؤمنون:۱۰۱)

پھر جب صور میں پھونک ماردی جائے گی تو ان کے درمیان کوئی رشتہ نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی بنیاد پر فرمایا ''اے صفیہ بنت عبدالمطلب ،اے فاطمہ بنت محمد ،اے بنوعبدالمطلب ،اے قریش ،اے بنوعبد مناف !

سَلِيُنِيُ مَا شِئُتِ مِنُ مَالِيُ لا أُغُنِيُ عَنُکَ مِنَ اللّٰهِ شَيُئًا .

(بخاری ومسلم وترمذی)

سنو میرے مال میں سے جو چاہو لے لو، اللہ کے سامنے میں تمہارے لئے کچھ نہ کرسکوں گا۔

یعنی محض عالی نسبی کام نہ آئے گی۔ایک حدیث میں فرمایا گیا:

مَنُ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمُ يُسُرِعُ بِهِ نَسَبُهُ. (مسلم)

جس کو اس کا عمل پیچھے کر دے اُسے اس کا نسب آگے نہیں کرسکتا۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا ''بخدا اگر عجمی عمل صالح کریں اور ہم اہل عرب عمل صالح نہ کریں تو وہ عجمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن ہمارے مقابلہ میں کہیں زیادہ قریب ہوں گے،عمل کی کوتاہی کو عالی نسبی ختم نہیں کرسکتی۔

حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا کہ '' اللہ کے ہاں نسب کا کوئی اعتبار نہیں،اطاعت کا اعتبار ہے''۔

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قریش کی ایک عالی نسب خاتون نے چوری کا ارتکاب کیا، شرعی حکم کے بموجب اس کا ہاتھ کٹنا تھا، حضرت اسامہ بن زید کے توسط سے آپؐ کے پاس معافی کی سفارش پہونچی تو آپ نے فرمایا:

اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ، اِنَّمَا أَھْلَکَ الَّذِیْنَ قَبْلَکُمْ أَنَّھُمْ کَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِیْھِمُ الشَّرِیْفُ تَرَکُوْہُ، وَإِذَا سَرَقَ فِیْھِمُ الضَّعِیْفُ، أَقَامُوْا عَلَیْہِ الْحَدَّ، وَأَیْمُ اللّٰہِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھَا. (مسلم)

اے اسامہ! تم اللہ کی حدود میں سفارش کررہے ہو، تم سے پہلی امتیں اسی لئے برباد ہوئیں کہ اگر کوئی معزز وعالی نسب انسان چوری کرتا تو وہ اسے کچھ نہ کہتے تھے اور اگر ادنیٰ فرد چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹتے تھے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد سے بھی یہ جرم سرزد ہوا ہوتا تو میں اس کا ہاتھ کاٹتا، چنانچہ پھر اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا۔

شاہِ غسّان جبلہ بن ایہم خلافت فاروقی کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوا، لیکن چونکہ جاہلی نخوت اور شاہانہ تکبر باقی تھا، اسی کا ایک مظہر اُس وقت سامنے آیا جب طواف کعبہ کے دوران ایک بدّو کا پاؤں ہجوم کی وجہ سے جبلہ بن ایہم کے زمین پر گھسٹتے تہ بند پر جا پڑا، جبلہ آگ بگولہ ہوگیا اور غصہ میں اس بدو کو گالیاں دیں اور اتنی زور سے تھپڑ مارا کہ اس کی ناک کا بانسہ ٹیڑھا ہوگیا اور خون بہہ پڑا، معاملہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا، آپ نے فریقین کا بیان سننے کے بعد فرمایا ”جبلہ: زیادتی تم نے کی ہے اب یا تو اس بدو کو منالو یا پھر قصاص دو“ جبلہ حیران و پریشان دیکھتا رہا پھر بولا ”یہ ایک معمولی درجہ کا آدمی اور میں بادشاہ کیا آپ اس کے بدلہ میں مجھ سے قصاص لیں گے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”اسلام نے بالا و پست سب کو برابر کردیا

ہے، اسلامی قانون کی نگاہ میں شاہ و گدا، حاکم و محکوم سب ایک ہیں'' جبلہ نے کہا ''میں تو یہ سمجھ کر اسلام لایا تھا کہ پہلے سے زیادہ عزت ملے گی لیکن آپ مجھے ایک عام بدو کے ساتھ کھڑا کر رہے ہیں'' حضرت عمر نے فرمایا'' جبلہ: اسلام خاص و عام میں کوئی امتیاز نہیں کرتا، اسلام میں عزت و برتری نیک اعمال و اخلاق کے حامل شخص کو ملتی ہے، اگر عمرؓ سے کوئی جرم ہو جائے تو اسلامی قانون اس کی بھی گرفت کرے گا، عزت کے خواہاں ہو تو اس بدو کو مناؤ ورنہ مجمع عام میں بدلہ کے لئے آمادہ ہو جاؤ'' اس پر جبلہ نے کہا کہ اگر یہی بات ہے تو میں اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہو جاؤں گا، حضرت عمر نے فرمایا کہ پھر تم مرتد قرار دیئے جاؤ گے اور تمہاری گردن ماردی جائے گی، چنانچہ جبلہ نے ایک رات کی مہلت مانگی اور رات ہی میں بھاگ کھڑا ہوا اور پھر عیسائی ہو گیا، کچھ مسلمانوں نے کہا کہ اگر امیر المؤمنین نرمی کرتے تو جبلہ نہ بھاگتا، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

بادشاہ ہو یا عامی، قانون اسلامی سب پر نافذ ہوگا، کسی شخصیت کی خاطر اگر میں قانون اسلامی کو معطّل کر دوں تو پھر مجھ سے بڑا ظالم اور کوئی نہیں ہوگا۔

قانونِ اسلامی کی تنفیذ میں اسلام حاکم و محکوم اور شاہ و گدا کا کوئی فرق نہیں رکھتا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے کچھ ہی عرصہ قبل فرمایا کہ ''جس کی پشت پر میں نے کوڑا مارا ہو وہ میری پیٹھ پر مارے، جس کی آبرو پر میں نے حملہ کیا ہو وہ مجھ سے پورا قصاص و بدلہ لے لے'' ہر خلیفۂ راشد نے اپنے اپنے دور میں یہ اعلان کیا کہ ''میں تم میں افضل ترین نہیں ہوں، مجھے والی بنا دیا گیا ہے، اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو، اگر غلط کروں تو مجھے سیدھا کرو، جب تک میں اللہ و رسول کی اطاعت کرتا رہوں تم میری اطاعت کرو، اور جب میں اللہ و رسول کی نافرمانی کرنے لگوں تو تم میری اطاعت نہ کرو'' حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن پر شراب نوشی کی حد نافذ

کرنے میں تاخیر اور رعایت نہ کی، فاتحِ مصر حضرت عمرو بن العاص کے صاحبزادے نے کسی عام مصری کو مار دیا، حضرت عمرؓ نے اس مصری کو بلا کر پورا حق قصاص برملا عطا فرمایا اور انصاف وعدل ومساوات کی ایک ناقابل فراموش نظیر قائم فرمادی اور پھر یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا۔

مَتَیٰ استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحرارا.

تم نے لوگوں کو غلام کب سے بنالیا جب کہ ان کی ماؤں نے انھیں آزاد جنا تھا۔

ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے پاس حضرت علیؓ کے خلاف مقدمہ دائر کیا، مدعی کا بیان سننے کے بعد حضرت عمر نے حضرت علیؓ سے (جو ان کے بغل میں بیٹھے ہوئے تھے) فرمایا: اے ابوالحسن: اٹھیے اور مدعی کے ساتھ بیٹھئے، حضرت علیؓ نے حکم کی تعمیل کی، معاملہ رفع دفع ہونے کے بعد حضرت علی کے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا دیکھ کر حضرت عمر نے دریافت کیا کہ کیا آپ کو کوئی بات ناگوار گذری ہے؟ اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ ہاں مجھے یہ ناگوار گذرا کہ آپ نے مجھے نام کے بجائے کنیت سے پکارا اور احترام کا معاملہ کیا، آپ کو میرا نام لے کر حکم دینا چاہئے تھا، اس پر حضرت عمر نے ان کا ماتھا چوم لیا اور فرمایا ''میرا باپ آپ پر قربان ہو، آپ ہی لوگوں کے ذریعہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی اور کفر کے اندھیرے سے نکال کر اسلام کی روشنی میں داخل کیا ہے''۔

اسلام میں مالدار اور فقیر کے درمیان کوئی امتیازی برتاؤ درست نہیں ہے، سب برابر ہیں، مال ودولت ایمان وعمل خیر کے بغیر بالکل بے مایہ ہے، قرآن میں فرمایا گیا:

وَمَا أَموالُكُم وَلاَ أَولاَدُكُم بِالَّتِی تُقَرِّبُكُم عِندَنَا زُلفَیٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَأُولٰئِكَ لَهُم جَزَاءُ الضِّعفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُم فِی الغُرُفَاتِ آمِنُونَ. (السبأ: ۳۷)

یہ تمہاری دولت اور تمہاری اولاد نہیں ہے جو تمہیں ہم سے قریب کرتی ہو، ہاں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان کے عمل کی دہری جزا ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں اطمینان سے رہیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُوْنُوا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوْا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْراً. (النساء : ۱۳۵)

اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو، اگرچہ تمہارے انصاف اور گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو، فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے، لہٰذا اپنی خواہشِ نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو، اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

حضرت عمر اولاً بیت المال سے عطیات کی تقسیم میں مساوات کے قائل نہ تھے لیکن پھر حالات کے مشاہدہ اور کثرت مال کے بعد انھوں نے تقسیمِ مال میں مساوات کے حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ کی طرف رجوع کر لیا تھا، اور فرمایا تھا کہ ''اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو برابر سرابر تقسیم کروں گا،، مگر اس سے پہلے آپ کی وفات ہوگئی۔

شام وعراق اور مصر وغیرہ کی مفتوحہ زمینوں کے بارے میں حضرت عمرؓ نے یہ طرزِ عمل اختیار کیا کہ انھیں غازیوں میں تقسیم نہ کیا تا کہ آئندہ آنے والی نسلیں بالکل محروم نہ رہیں، بلکہ یہ زمینیں حکومت کی ملکیت رہیں اور خزانۂ عام میں اضافہ کا سبب ثابت ہوئیں، کیونکہ تنہا کوفہ

کی زمینوں کا ٹیکس حضرت عمرؓ کی وفات سے پہلے دسیوں لاکھ درہم تک پہونچ چکا تھا۔

اسلامی مساوات میں عمر اور ماہ وسال کے لحاظ سے امتیازی سلوک نہیں ملتا، یہ تو ضرور حکم ہے کہ بڑوں کا احترام کیا جائے، ادب کیا جائے، آنے جانے میں، کھلانے پلانے میں، مدد کرنے میں ان کو مقدم رکھا جائے لیکن اور ذمہ داریوں میں معیار صلاحیت اور اہلیت اور دینداری ہے، نہ کہ عمر اور ماہ وسال، حضرت اسامہ بن زیدؓ کو انتہائی کم عمری میں آپؐ نے اس لشکر کا قائد بنایا جس میں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ جیسے اکابر صحابہ بھی موجود تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو علمی رسوخ کی وجہ سے صغرسنی کے باوجود حضرت عمرؓ نے اپنی خاص مجلسِ مشاورت کا رکن متعین فرمایا تھا اور ان کی آراء پر عمل درآمد کیا تھا۔

ایک لڑکے نے حضرت عمر بن العزیزؒ سے کہا ''امیر المؤمنین! آدمی دل اور زبان سے پہچانا جاتا ہے، عمر کا اعتبار نہیں ہوتا ورنہ آپ کے منصب پر آپ سے زیادہ عمر کا شخص فائز ہوتا۔

اسلام نے حرفت اور پیشہ کے لحاظ سے بھی مساوات کا التزام کیا ہے، اسلام کسی پیشہ اور حرفت کو حقیر اور معمولی نہیں قرار دیتا، امانت اور خدا ترسی کے ساتھ انجام دیا جانے والا ہر عمل اور پیشہ قابل تعریف ہے، حضرت عمرؓ نے مکہ سے گذرتے ہوئے ایک بار خادموں کو کھڑا دیکھا کہ وہ اپنے سرداروں کے ساتھ نہیں کھا رہے ہیں، آپ نے سرداروں کو ڈانٹا اور فرمایا: کہ اللہ کی رحمت ونعمت کو عام کرو، سب مل کر کھاؤ، ہر طرح کی تفریق ختم کردو، اور پھر یہ آیت پڑھی۔

أَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَ رَحْمَةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ. (الزخرف:۳۲)

کیا آپ کے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں

ان کی گذر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کئے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تا کہ ایک دوسرے سے خدمت لیں، اور تیرے رب کی رحمت اُس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو یہ لوگ سمیٹ رہے ہیں۔

اس آیت میں بتادیا گیا ہے کہ ہر انسان دوسرے کا محتاج ہے، بیجا برتری اور تعصب کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسلامی مساوات فی الواقع اتنی وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ اسے مختصر مضمون میں سمیٹنا مشکل ہے، اسلام نے اسی مساوات کے اصولوں پر ایک عالمی معاشرہ کی عملی تشکیل دے کر پوری دنیا کے سامنے نمونہ رکھدیا، حتی کہ مخالفین اسلام بھی یہ تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکے کہ انسانی وحدت ومساوات کو جس جامعیت، ہمہ گیری اور کامیابی کے ساتھ اسلام نے عملی شکل دی اس کی کوئی نظیر کسی اور نظام میں نہ پائی گئی اور نہ پائی جائے گی، اسلام نے پوری دنیا میں منتشر انسانوں کو ملا کر امت واحدہ بنادیا اور قرآن میں یہ اعلان کردیا گیا کہ:

إِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَ أَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ. (الانبیاء: ۹۲)

یہ تمہاری امت حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو تم میری عبادت کرو۔

اسلام دین مبین ہے

مذہب اسلام کے نمایاں امتیازات میں یہ بات بھی ہے کہ یہ دین مبین ہے، اس کی ہر چیز واضح ہے، اس کے احکام وتعلیمات میں کہیں بھی کسی طرح کا غموض، الجھاؤ اور پیچیدگی نہیں ہے، احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ حلال واضح ہے، اسے حلال سمجھنا ہے، حرام واضح ہے اسے حرام سمجھنا ہے، راہِ ہدایت واضح ہے اس کی پیروی کرنی ہے، راہِ ضلالت عیاں ہے اس سے دور رہنا ہے۔ (مسند احمد)

اسلامی تعلیمات میں اصول کے درجے کے امور بھی واضح ہیں اور فروعیات و وسائل بھی، اصول ومبادی میں عقائد بھی ہیں اور عبادات بھی، اخلاقیات وآداب بھی ہیں اور احکام شرعیہ بھی، سب بالکل واضح اور دوٹوک ہیں، ہر عام وخاص ان کو سمجھ اور اپنا سکتا ہے، عقائد میں توحید کا عقیدہ ہے جو کائنات کی سب سے بڑی اور نمایاں صداقت ہے، یہی اصل الاصول ہے، ہر رنگ ونسل، حسب ونسب اور علاقہ ومقام کا مسلمان اسے سمجھتا اور مانتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم قرآنی تھا کہ اہل کتاب کو اسی توحید کے نقطۂ اتحاد پر اور اسی بنیاد پر جمع کرنے اور قریب کرنے کا کام کریں، یہی اس عقیدہ کی وضاحت اور صداقت کی کافی دلیل ہے، قرآن بتاتا ہے کہ پوری کائنات دلیل توحید ہے، اور اس کے ہوتے ہوئے

هَلْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرَ اللّٰهِ.

کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوسکتا ہے۔

اور اہل کفر سے مطالبہ کرتا ہے کہ توحیدِ واضح کے بجائے شرک اختیار کرنے پر

هَاتُوا بُرُهَانَكُمُ إِنُ كُنتُمُ صَادِقِينَ. (النمل/٦٤)

کوئی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

توحید ہر مسلمان کے قلب وفکر اور ضمیر وشعور کا واضح نمایاں عقیدہ ہے، اس کی فکر میں یہ عقیدہ اپنی وضاحت وبداہت کی وجہ سے رچا بسا ہوتا ہے اور اس کی زندگی میں اس کے اثرات روشن نظر آتے ہیں۔

دوسرا عقیدہ آخرت کی سزا، دنیا کے فنا ہونے اور دار الامتحان اور وقتی قیام گاہ ہونے اور دار آخرت کے ابدی وسرمدی ہونے اور وہاں ہر عمل کا پورے انصاف کے ساتھ حساب ہونے اور بدلہ ملنے کا ہے، ساتھ ہی جنت اور اس کی نعمتوں، جہنم اور اس کے عذاب کی حقانیت کا بھی عقیدہ ہے، یہ عقیدہ بھی اتنا واضح ہے کہ صاحب عقل بآسانی اسے سمجھ سکتا ہے، ظاہر ہے کہ کارخانۂ عالم عبث نہیں پیدا گیا ہے، بلکہ یہ ابتلا وامتحان کا مقام ہے، اور آخرت دار الجزاء ہے جہاں حساب ہونا ہے، یہ بہت ہی بدیہی اور واضح حقیقت ہے۔

تیسرا عقیدہ رسالت کا ہے، پیغمبر اللہ کی طرف سے اصلاحِ خلق کا مشن لے کر آتا ہے، اور اقامتِ عدل کا فرض انجام دیتا ہے، اہل عقل کے لئے اس کو سمجھنا بہت واضح ہے کہ تعلیمِ دین کے لئے معلم ضروری ہے اور معلم انبیاء ہی ہوتے ہیں، جو اللہ کا پیغام پہونچاتے ہیں۔

عقائد کے بعد عبادات کا درجہ ہے، تمام عبادات بالکل واضح ہیں، ہر عام وخاص مسلمان واقف ہے، کہ:

بُنِيَ الاِسُلَامُ عَلَىٰ خَمُسٍ: شَهَادَةِ أَنُ لَا اِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيُتَاءِ الزَّكَاةِ وَالُحَجِّ وَصَوُمَ رَمُضَانَ. (متفق علیه)

اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔(۱) توحید ورسالت کی شہادت (۲) نماز(۳) زکاۃ (۴) روزہ (۵) حج۔

نماز بدنی عبادت ہے، دن بھر میں پانچ بار فرض ہے، اس کا طریقہ واضح ہے، زکاۃ مالی عبادت ہے، مالداروں پر فرض ہے، اس کا مقصد مالداروں کی تطہیر اور غرباء کا تعاون ہے، روزہ ایک ماہ فرض ہے، جس کا مقصد خواہش نفس کو شریعت کے تابع بنانا ہے، حج مالدار پر زندگی میں ایک بار فرض ہے اور عاشقانہ عبادت ہے، اور ان سب عبادتوں کی روح اخلاص اور جذبۂ طلب رضائے باری ہے، یہ سب امور اتنے واضح ہیں کہ ہر معمولی سمجھ رکھنے والا مسلمان ان سے واقف ہے۔

اخلاقیات کے تعلق سے بھی اسلامی تعلیمات بہت واضح ہیں، ہر مسلمان جانتا ہے کہ عدل وانصاف، والدین کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی، غرباء کی مدد، ہمسایوں کا خیال، سچائی، امانت وصبر، وفاداری وعفت، حیاء وایثار، حلم وعفو، تواضع وانکسار، سخاوت وشجاعت اور مساوات ومواسات اسلام کے مطلوبہ اوصاف واخلاق کے سرنامہ کا درجہ رکھتے ہیں، جب کہ دوسری طرف فحاشی، منکر، معصیت، نفاق، غدر وخیانت، کذب، ظلم، بے حیائی، خودغرضی، بخل، بزدلی، تکبر، بے انصافی، غیبت وتہمت، حسد وبغض، سب وشتم وغیرہ رذائل کی بنیاد ہیں جن سے بالکلیہ اجتناب کا حکم ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہی ان کی زبانی:

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ.

مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے ہوئی تھی۔

اس سے ملتی جلتی چیز آداب ہیں وہ بھی بالکل واضح ہیں، خورد ونوش، نیند وبیداری، لباس وزینت، چلنے بیٹھنے، ملنے، اجازت لینے، سلام وملاقات اور گفتگو وغیرہ سب کے آداب

شریعت نے واضح کردیئے ہیں اور انہیں سمجھنا اور برتنا بھی بہت آسان ہے۔

احکام شریعت کا معاملہ بھی یہی ہے، اصولی طور پر حلال وحرام بالکل واضح ہیں، ہر صاحب شعور مسلمان سمجھتا ہے کہ مردار، خون، خنزیر، غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ جانور، یا غیر اللہ کے نام چڑھائی گئی نیاز، شراب، جوا، محارم سے شادی، سود، زنا، چوری، ڈاکہ، قتل، الزام تراشی، نشہ سب حرام ہے، اور ان سے بچنا فرض ہے، جب کہ جو چیزیں حلال طیب ہیں ان کو استعمال کرنے کا حکم ہے اور ان سے بلاوجہ احتیاط معیوب سمجھی گئی ہے۔

ان اصولی چیزوں کے علاوہ دین اسلام اور شریعت اسلامی کے مصادر وماخذ بھی بالکل عیاں ہیں، سب سے بنیادی مأخذ قرآن ہے جو کتاب مبین ہے، جسے اس کی وضاحت کی وجہ سے نور، دلیلِ واضح اور رہنما بتایا گیا ہے، دوسرا مأخذ سنت رسول ہے، جو اقوال، افعال اور تائیدات (تقریرات) کے مجموعے کا نام ہے، اور جو قرآن کی نظریاتی تشریح اور عملی تطبیق کا نام ہے، اس لئے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرآن.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کا پَرتَو تھے۔

یعنی قرآن کی عملی تفسیر تھے، اور پیغمبر کا کام قرآن میں یہی بتایا گیا ہے کہ

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتفَكَّرُوْنَ. (النحل/٤٤)

آپ لوگوں کے سامنے ان پر نازل شدہ آیات کی توضیح کریں تا کہ وہ غور کریں۔

اور اسی لئے آپ کی زندگی کے ہر گوشے کو قرآن نے پوری دنیائے انسانیت کے لئے ''اسوۂ حسنہ'' قرار دیا۔

سنت محمدی ہی کے ذیل میں خلفائے راشدین کی سنت بھی آجاتی ہے، جس کی وجہ ان

کی صالحیت وصلاحیت، ہدایت یابی اور صحیح نتائج اخذ کرنے کی حیرت انگیز قدرت وقوت ہے۔

اس سے آگے بڑھ کر اسلام اپنے مقاصد واہداف کے لحاظ سے بھی بہت واضح دین ہے، اور اسلام کا سب سے بڑا مقصد جو ہر مسلمان کے سامنے واضح ہے اور جسے قرآن میں بار بار دہرایا گیا ہے وہ ہے انسانیت کو باطل کی تاریکیوں سے حق کی روشنی میں لانا، جس کے ذیل میں کفر وشرک، جہالت ومعصیت اور شک والحاد کی تاریکیوں سے ایمان وتوحید، علم واطاعت، یقین ومعرفت کے نور میں لانا آتا ہے، یہی وضاحت حضرت ربعی بن عامر نے رستم کے دربار میں کی تھی:

اللّٰہُ ابۡتَعَثَنَا لِنُخۡرِجَ مَنۡ شَاءَ مِنۡ عِبَادَةِ الۡعِبَادِ إِلَى عِبَادَةِ اللّٰهِ، وَمِنۡ ضِيۡقِ الدُّنۡيَا إِلَى سَعَةِ الدُّنۡيَا وَالآخِرَةِ وَمِنۡ جَوۡرِ الۡأَدۡيَانِ إِلَى عَدۡلِ الإِسۡلَامِ.

کہ ہمارا مقصد انسانیت کو بندوں کی بندگی سے اللہ کی بندگی میں، دنیا کی تنگی سے دنیا وآخرت کی وسعت میں، مذاہب کے ظلم سے اسلام کے عدل میں لانا ہے۔

سماج کی تشکیل افراد، خاندان اور قوم سے ہوتی ہے، اسلام کی تحریکِ اصلاح کا ہدف تینوں ہیں، فرد سماج وخاندان کی تشکیل کا سنگ بنیاد ہے، اس کی صلاح پر خاندان کا صلاح موقوف ہے، قرآن کی وضاحت ہے کہ فرد کی صلاح کے لئے ایمان، عمل صالح، حق، وصبر کی تلقین چاروں ضروری ہیں، اسلام صالح فرد کے ساتھ صالح خاندان بھی چاہتا ہے، اور اس کی تعمیر کے واضح اصول بتاتا ہے، جن میں باہمی رضامندی سے عقد نکاح ہونا، زوجین کا باہمی حسنِ مودت وتعلق، مرد کی قوامیت اور عورت کی خانگی ذمہ داریوں میں مکمل توازن،

اولاد کے مابین مساوات وعدل اور صحیح تعلیم وتربیت، والدین کے حقوق کی ادائیگی اور صلہ رحمی کے اصول بہت زیادہ اہم اور نمایاں ہیں۔

افراد وخاندان کے ساتھ صالح معاشرہ بھی اسلام کا ہدف ہے، جس کے لئے عقیدہ کی پختگی، جذبۂ اخوت کا استحکام، اعمال صالحہ کا التزام واحترام، دعوت حق، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، مساوات وعدل، باہم محبت وتعاون، ایذاء سے اجتناب کلیدی شرائط ہیں جو بالکل نمایاں ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اسلام ہر لحاظ سے دین مبین ہے، دشمنان اسلام کو اتنا واضح دین اگر نظر نہ آئے اور ان کی سمجھ میں نہ آئے تو اس میں قصور ان کی نگاہ وقلب وعقل کا ہے کہ وہ نابینا ہیں، قصور اسلام کا نہیں، اس کا نظامِ عدل آفتاب کی طرح ضو فشاں ہے، یہ الگ بات ہے کہ کور عقل وکور قلب افراد اس روشنی سے فائدہ اٹھانے سے محروم اور بے توفیقی کے شکار رہیں۔

اسلام ایک حقیقت پسند مذہب ہے

اسلام کی ایک نمایاں اور امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک حقیقت پسند مذہب اور نظامِ حیات ہے، عقائد، عبادات، معاملات اوراحکام واخلاق ہر اعتبار سے اسلام حقیقت پسند ہے، اوراس کی ہر تعلیم وہدایت میں واقعیت پسندی کا عنصر اورنور بہت واضح اور روشن ہے۔

اسلامی عقائد کا اگر تجزیہ کیا جائے تو وہ از اول تا آخر واقعیت پر مبنی ہیں، ہر اسلامی عقیدہ ایسی حقیقت ہے جسے عقل بآسانی قبول کرتی ہے، دل اس پر مطمئن رہتا ہے، فطرتِ سلیم اس پر لبیک کہتی ہے، وہ اوہام وخیالات سے بالکل دور ہے، اسلام کا سب سے بنیادی عقیدہ توحید ہے جو تمام حقائق سے بڑی حقیقت ہے، اللہ کی تکوینی نشانیاں، دلائلِ انفس وآفاق، عقلی، نقلی، مشاہداتی وتجرباتی براہین سب اللہ کی وحدانیت کو کائنات کی سب سے بڑی اور نمایاں حقیقت ثابت کرتے ہیں، اللہ کے اوصافِ جلال وجمال، رحمت وغضب، قدرت وقوت، غلبہ وکبریائی، تخلیق وایجاد، عفو ومغفرت، شفقت ورأفت، حلم وعطا، جود وکرم، قہاری وغفاری، قدوسی وجبروت، سب ہی بدیہی حقائق ہیں جن کو ہر عقلِ سلیم بے چون وچرا تسلیم وقبول کرنے پر مجبور ہے۔

عقیدۂ رسالت دوسری بنیاد ہے، اسلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں اور خاتم الانبیاء والرسل قرار دیتا ہے، انہیں اخلاقِ عالیہ کا حامل اور مکمل بتاتا ہے، اور ثابت کرتا ہے کہ وہ عام انسانوں کی طرح تھے، ان کی رفتار وگفتار، چال چلن، چلت پھرت، خورد ونوش،

معاملات، سب عام انسانوں جیسے تھے، وہ کوئی اور مخلوق نہ تھے، ان پر قرآن اتارا گیا جس میں اہل کفر کو چیلنج کیا گیا کہ اس کے کسی بھی حصے کا جواب لے آئیں مگر کوئی ہمت نہ کرسکا، اس طرح اللہ نے قرآن کو ہر تحریف وترمیم سے محفوظ کردیا، اب اس میں کچھ ردوبدل ناممکن ہے، قرآن دلوں اور عقلوں دونوں کو مخاطب کرتا ہے، ان کا رخ صحیح کرتا ہے، اسلام کے عقیدۂ رسالت سے جڑے ہوئے یہ سب حقائق ہیں۔

عقیدۂ آخرت تیسری بنیاد ہے، اسلام واضح کرتا ہے کہ اس دنیوی زندگی کے بعد اخروی زندگی ہے، جس میں ہر عمل کا حساب ہوگا، جزاوسزا کا تعین ونفاذ ہوگا، قرآن میں اس عقیدے اور اس کی تفصیلات کا سیکڑوں جگہ ذکر کیا گیا ہے، اور بتادیا گیا ہے کہ یہ حقائقِ واقعیہ ہیں، ان کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔

اسلامی عبادات میں بھی حقیقت پسندی کا یہی عنصر کارفرما ہے، انسان میں اپنے خالق ومالک اللہ سے مربوط ہونے کی جو خواہش اور پیاس ہوتی ہے اس کو بجھانے، سیراب کرنے اور مکمل کرنے کے لئے عبادات کا پورا نظام اسلام نے مقرر کیا ہے، ہر عبادت انسان کی تسلی کا سامان ہے، لیکن چونکہ انسان کمزور ہے، اس لئے اس کی رعایت کرتے ہوئے دین کو حرج اور تنگی سے بچایا اور سہولت کا لحاظ رکھا گیا ہے، اسلام انسانی زندگی کے خاندانی، معاشرتی، اقتصادی اور سماجی پہلوؤں، الجھنوں اور پیچیدگیوں کو حقیقت پسندانہ نگاہ سے دیکھتا ہے اور اسی لئے وہ انسان کا پورا وقت عبادت میں نہیں گھیرتا، بلکہ اس کے لئے اوقات مقرر ہیں، اسی طرح اسلام انسان کے مزاجی تلون وتنوع اور نوعِ انسانی کی ضروریات کا پہلو بھی سامنے رکھتا ہے، اور اسی لئے کچھ بدنی عبادات مقرر کرتا ہے کچھ مالی عبادات اور کچھ مالی وبدنی دونوں پہلوؤں کو جامع عبادات، کچھ عبادتیں روزآنہ کی ہیں کچھ سالانہ ہیں کچھ پوری عمر میں ایک بار ہی انجام دی جاتی ہیں، اس کے ساتھ ہی شوقین اور قربِ خداوندی کی متلاشی طبائع کے لئے

نوافل کا ایک وسیع سلسلہ بھی ہے۔

مزید براں اسلام انسان کے ہنگامی حالات مثلاً مرض اور سفر وغیرہ کو بھی سامنے رکھتا ہے اور رخصتوں اور سہولتوں کا دائرہ بڑھاتا ہے، بیماری ومعذوری کے عالم میں بیٹھ یا لیٹ کر نماز پڑھنے، تیمّم سے کام لینے، روزہ توڑ دینے اور سفر میں قصر وغیرہ احکام اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں، ہر جگہ اسلام عسر اور تنگی کے بجائے یسر اور سہولت کی حقیقت سامنے رکھتا ہے۔

اسلام کی اخلاقی تعلیمات بھی حقیقت پسندی کا شاہکار ہیں، عدل وانصاف کا حکم ہو یا ظالم کے ظلم کے جواب میں عادلانہ انتقام یا کریمانہ عفو ودرگذر ہو، یا دوسرے اوصاف وآداب ہوں ہر جگہ حقیقت پسندی نمایاں ہے، اسلام یہ واضح کرتا ہے کہ تمام انسان اخلاقی وایمانی قوت میں یکساں نہیں ہوتے بلکہ انسانوں میں فطری اور عملی اعتبار سے تفاوت ہوتا ہے، قرآنی زبان میں کچھ اپنے اوپر ظلم کرنے والے یعنی لاپروا اور گنہ گار ہوتے ہیں اور کچھ میانہ رو ہوتے ہیں اور کچھ نیکیوں کی طرف بہت سبقت کرنے والے ہوتے ہیں، اسلام یہ بھی بتاتا ہے کہ کوئی انسان نبی کے سوا معصوم نہیں ہوتا، انسان خطا ونسیان سے آلودہ ضرور ہوتا ہے، اور گناہوں کی آلودگی سے بچنا توبہ رجوع الی اللہ اور تقویٰ سے ہوتا ہے۔

تربیّت اور اصلاح وتزکیہ کے باب میں بھی اسلام بیحد حقیقت پسند ہے، اسلام اپنی تربیت واصلاح کی مہم میں توازن واعتدال کو اولین مقام دیتا ہے جس کا اہم ترین ہونا واضح حقیقت ہے اور افراط وتفریط اور غلو وتعصب سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے، اسلام ہر مسلمان کو اپنی اور اپنے اہل خانہ کی نجات کا سامان تیار کرنے کا حکم دیتا ہے، اور ہر انسان کو ذمہ دار اور ذمہ داری کے لئے جواب دہ اور مسئول قرار دیتا ہے، باپ کو بچوں کی تربیت کی تلقین کرتا ہے، اور حکم دیتا ہے کہ بچے دس سال کے ہونے پر سمجھانے سے نماز نہ پڑھیں تو انہیں مارا جائے، یعنی باپ کو اولاد کے سلسلے میں سنجیدہ اور فکرمند ہونا چاہئے، اسی طرح تاکید کرتا ہے کہ کوئی

مسلمان دوسرے کو ایذا یا ضرر نہ پہونچائے، یہ سب تربیتی تعلیمات روشن حقائق ہیں۔

اسی طرح احکام شریعت میں بھی حقیقت پسندی کے پہلو کو مکمل طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے، چنانچہ اسلام نے کسی ایسی چیز کو حرام نہیں قرار دیا ہے جس سے انسان کی واقعی ضروریات یا نفع متعلق ہو اور کسی ایسی چیز کو حلال نہیں کیا جس میں انسان کا نقصان ہو، پاکیزہ رزق، زیب وزینت وغیرہ کو قرآن نے حرام کرنے سے واضح انکار کیا ہے، اور اعتدال اور اسراف نہ کرنے کی شرط کے ساتھ اسے جائز رکھا ہے، اسلام نے انسان کی مائل بہ لہو ولعب وتفریح طبیعت دیکھ کر مختلف کھیل مثلاً تیراندازی، شہ سواری، تیراکی اور جوا وحرام سے آلودہ نہ ہونے والے اور ذکر ونماز سے غافل نہ کرنے والے کھیلوں اور تفریحات کی اجازت دی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے موقعے پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے، آپ نے حبشیوں کو نیزہ بازی کا کھیل دکھانے کی اجازت دی اور خود حضرت عائشہؓ کے ساتھ دیکھا اور واضح کردیا کہ:

یہودیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا دین توسع رکھتا ہے، اس میں تنگی نہیں ہے۔ (مسند احمد)

اسلام نے عورت کی تزین پسند فطرت کی رعایت کرتے ہوئے اسے سونے چاندی کے استعمال اور ریشم پہننے کی اجازت دی ہے، اضطراری حالت میں ناروا وحرام چیزوں کی ضرورۃً حلت بھی اسلامی شریعت کی حقیقت پسندی کا واضح نمونہ ہے۔

اسی طرح اسلام انسانی فطرت کی کمزوریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے سدّ ذرائع کے اصول کا قائل ہے کہ جو چیز ذریعۂ ارتکاب حرام بن سکتی ہے خواہ جائز ہی کیوں نہ ہو اُس کو بھی حرام کردیا ہے، اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کا حرام ہونا اس کی نمایاں مثال ہے۔

اسلام انسانی جنسی وشہوانی ضرورت کا خیال رکھتا ہے، اسی لئے نکاح کا حکم ہے، غلبۂ شہوت یا دوسرے مقاصد کی بنیاد پر عدل کی شرط کے ساتھ تعدد ازدواج کی بھی گنجائش دی گئی

ہے، ازدواجی تعلقات میں تلخی وناگواری کی صورت میں مسئلہ کے حل کی ہر ممکن کوشش کے بعد مجبوراً طلاق کی اجازت بھی ہے۔

جرائم پر حدود وتعزیرات اور سزاؤں کا نظام بھی مجرم کی سزا، دوسروں کی عبرت اور معاشرتی فساد کے ازالے کے بلند مقاصد کے لئے متعین کیا گیا ہے، ہر حکم شرعی میں سہولت اور رفعِ حرج (تنگی دور کرنے) کا اصول ملحوظ ہے، ظاہر ہے کہ عقائد، عبادات، اخلاق واحکام ہر جگہ اس درجہ حقیقت پسندی کا لحاظ اسلام کا امتیاز ہے اور اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ یہ انسانی مذہب نہیں بلکہ خدائی مذہب، الٰہی قانون اور ربانی نظام ہے، اور اس کی پابندی مقتضائے مطالبۂ عقل اور ذریعۂ نجات ہے۔

اسلام کا نبوی تعارف

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ:

اَلاِسْلَامُ عُرْیَانٌ، فَلِبَاسُهُ الْحَیَاءُ وَزِیْنَتُهُ الْوَفَاءُ، وَمُرُوْءَتُهُ الْعَمَلُ الصَّالِحُ، وَعِمَادُهُ الْوَرَعُ، وَلِكُلِّ شَيْءٍ أَسَاسٌ، وَأَسَاسُ الإِسْلَامِ اَحَبُّ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحُبِّ أَهْلِ بَیْتِهِ. (جامع الاحادیث للسیوطی ۳/۴۷۱)

اسلام ایک برہنہ جسم ہے جس کا لباس حیاء اور زینت وفا شعاری ہے، اور اسلام کا جوہر کامل عمل صالح ہے، اور اس کا ستون ورع و پرہیز گاری ہے، اور ہر چیز کی ایک اساس و بنیاد ہوتی ہے، اسلام کی اساس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور اہل بیت سے محبت ہے۔

اس حدیث میں بالترتیب پانچ باتیں بیان ہوئی ہیں۔

(۱) اسلام کا لباس حیاء ہے

لغت میں تو حیا کے معنیٰ شرم کے ہیں، مگر شریعت میں حیا سے مراد وہ خصلت ہے جو آدمی کو معاصی اور برائیوں سے روکے اور نیکیوں پر ابھارے، ملحوظ رہے کہ حیا صرف انسانوں ہی سے نہیں ہوتی بلکہ سب سے زیادہ حیاء اللہ سے ہونی چاہئے، انسان میں حیا کی عادت اگر پوری طرح بے دار اور کار فرما ہو تو اس کی زندگی دیگر انسانوں کی نگاہ میں صاف ستھری ہوگی اور اس سے اللہ کی نافرمانیوں کا ارتکاب بھی بہت کم ہوگا، ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَسْتَحْيُوا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ، مَنْ اَسْتَحْيَ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ فَلْيَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا حَوَىٰ، وَلِيَحْفَظَ الْبَطْنَ وَمَاوَعَىٰ، وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبَلَىٰ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اسْتَحْيٰ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ. (ترمذی)

اللہ سے کما حقہ حیا کرو، اور اللہ سے حیا کا حق ہے کہ سر اور اس کے افکار وخیالات کی نگہداشت کرو، اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہوا ہے سب کی نگرانی کرو (یعنی برے خیالات سے دماغ کی اور حرام وناجائز غذا سے پیٹ کی حفاظت کرو) اور موت اور اس کے بعد قبر میں تمہاری جو حالت ہونی ہے اسے یاد رکھو، جس نے یہ سب کیا اللہ سے حیا کا حق اس نے ادا کیا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ. (متفق علیہ)

حیا ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔

دیگر احادیث میں کہیں تو حیا کو سراپا خیر اور باعث خیر قرار دیا گیا ہے اور کہیں اسے ایمان کا خلق ومزاج بتایا گیا ہے، کبھی یہ ارشاد ہوا کہ:

إِنَّ الْحَيَاءَ وَالإِيْمَانَ قُرَنَاءُ جَمِيْعاً، فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهَا رُفِعَ الآخَرَ. (شعب الایمان: بیہقی)

حیا وایمان یکجا رہتے ہیں، اگر اُن میں سے کوئی ایک اٹھالیا جائے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔

اور کبھی یہ فرمایا کہ:

بے حیائی ہر چیز کو عیب دار اور بدنُما اور حیا ہر چیز کو خوش نما کر دیتی ہے۔

(ترمذی)

اس طرح یہ واضح فرما دیا گیا کہ جس طرح چراغ اور روشنی میں تلازم ہے اسی طرح حیا اور ایمان میں تلازم ہے، حیا انسان کے ایمان، کمال، جمال اور نیکی کی علامت ہے۔

(۲) اسلام کی زینت وفا شعاری ہے

وعدہ کر کے پورا کرنا اور عہد کو وفا کرنا اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے، ایفائے عہد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی ضمانت لی ہے، اور عہد کی پابندی نہ کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

لاَ دِیْنَ لِمَنْ لاَ عَھْدَ لَه.

کہ اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ بلکہ عہد شکنی اور وعدہ خلافی کو نفاق کی علامت بتایا ہے۔

ایک حدیث میں وعدہ وعہد کو قرض قرار دے کر اس کی ادائیگی اور پابندی کو لازم قرار دیا ہے، اور وعدہ وعہد کی مخالفت کو ایمان کے منافی عمل بتایا ہے، اس طرح یہ واضح فرما دیا ہے کہ اسلام کا کمال و جمال اور زینت و آرائش وفائے عہد سے وابستہ ہے، اور قرآن میں پاسدارئ عہد کرنے والوں کو اسی لئے فلاح یاب قرار دیا گیا ہے۔

(۳) اسلام کا جوہر عمل صالح ہے

عمل صالح اسلام کی اولین دفعات وشرائط میں سے ہے، قرآن وحدیث میں ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر بے شمار مقامات پر آیا ہے، عمل صالح پر کہیں جنت کی بشارت ہے اور دائمی قیام جنت کا ذکر ہے، اور کہیں اجر بے پناہ اور خوف وحزن سے دوری کا بیان ہے،

بعض آیات میں مغفرت وبخشش کا تذکرہ ہے، اور بعض میں پاکیزہ زندگی کی خوشخبری ہے، کسی مقام پر رزق کریم اور درجاتِ عالیہ کا وعدہ ہے، اور کسی مقام پر دوبارہ خلافتِ ارضی کا منصب عطا کئے جانے، قوت وغلبہ دیئے جانے اور خوف کو امن سے تبدیل کئے جانے کا وعدہ ہے، عمل صالح پر رضائے الٰہی کی بھی بشارت ہے اور فلاح وکامرانی کا وعدہ بھی ہے، اعمال صالحہ کرنے والوں ہی کو خسارے سے محفوظ اور خیر الخلائق بھی قرار دیا گیا ہے۔

مفسر دریابادی کے بقول:

نیکی ایمان سے الگ نہیں، ایمان ہی کی عملی شکل کا نام ہے، ایمان جب تک قلبی ہے، ایمان ہے، اور اگر قولی ولسانی ہے تو اسلام ہے، اور وہی ایمان جب عمل سے ظاہر ہونے لگتا ہے تو اس کا نام حسنِ عمل، حسن کردار یا عمل صالح پڑ جاتا ہے، اور حسن عمل کے معنیٰ ہی یہی ہیں کہ وہ عمل رضائے الٰہی کے مطابق ہو، کوئی نیکی اگر ایسی پیش کی جاتی ہے جس کی تہہ میں جذبۂ ایمانی خفیف سا بھی موجود نہ ہو تو وہ نیکی نہیں، نیکی کی صرف صورت ہے، نیکی کی صرف نقل ہے، عمل نیک کی تو تعریف ہی یہ ہے کہ وہ عمل ضابطۂ شریعت کے موافق ہو۔ (تفسیر ماجدی: ۱/۸۲)

(۴) اسلام کا ستون ورع ہے

ورع کے معنیٰ اصلاً حرام ومکروہ چیزوں سے بچنے کے ساتھ ہی مشتبہ امور سے بھی بچنے کے ہیں، ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے:

لا يبلغ العبد أن يكون من المتقين حتى يدع ما لا بأس به حذراً لما به بأس. (ترمذی)

کہ جب تک آدمی گناہ میں پڑنے کے خوف سے اُس چیز کو نہ چھوڑ دے جس میں کوئی گناہ نہیں یعنی جائز امور کو اس خطرہ وخدشہ کی بنیاد پر جب تک نہ

چھوڑ دے کہ یہ کسی ناجائز کام میں مبتلا کردیں گے تب تک آدمی مکمل پرہیزگار نہیں ہوسکتا۔

گویا تقویٰ کا کمال وَرَع ہے، بغیر ورع کے آدمی کمالِ تقویٰ کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتا، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ:

اَلْحَلالُ بَیِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ، وَبَیْنَھُمَا مُشْتَبِھَاتٌ. (متفق علیہ)

حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی، البتہ ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن سے اکثر لوگ ناواقف ہیں، پس جو ان مشتبہ امور سے بچتا رہے اس نے اپنے دین اور آبرو کو بچالیا، اور جو ان میں مبتلا ہوگیا وہ حرام میں بھی مبتلا ہوکر رہے گا۔

ورع و پرہیزگاری اسلام کا ستون ہے، قرآن میں حق تقویٰ ادا کرنے کے حکم کے ساتھ ہی یہ بھی حکم ہے کہ تمہاری موت اسلام کی ہی حالت میں آنی چاہئے، معلوم ہوا کہ تقویٰ اور اسلام میں چولی دامن کا ساتھ ہے، ہرایک کی تکمیل دوسرے سے مل کر ہوتی ہے، حق تقویٰ یہی ہے کہ ہر حرام ومکروہ ومشتبہ سے حتی المقدور بچ کر ہر نیکی انجام دی جائے، اور یہی اسلام بھی ہے کہ انسان اپنا وجود اللہ کے دربار میں جھکا دے اور ہر شعبۂ زندگی میں اس کا مطیع ہوجائے۔

(۵) اسلام کی اساس صحابہ وآل بیت سے محبت ہے

صحابہ کرام ہم تک دین پہونچنے کا ذریعہ ہیں، انہوں نے دین کو عملی زندگی میں سب سے پہلے نافذ کیا ہے، انہیں امت میں وہی مقام حاصل ہے جو کھانے میں نمک کا ہوتا ہے، حدیث میں ان کو روشن تاروں سے تشبیہ دے کر ان کی اطاعت کو کامیابی کی کلید قرار دیا گیا ہے، قرآن وحدیث میں ان کے کمالِ ایمان وعمل، کمالِ اخلاص وتقویٰ، کمالِ زہد وورع،

کمالِ ایثار وعشقِ رسول کا ذکر آیا ہے، بعض احادیث میں ان کی محبت کو اللہ کے رسول کی محبت کا نتیجہ بتایا گیا ہے، ان کی ایذاء، سب وشتم، ہدفِ ملامت بنانے وغیرہ کو حرام قرار دیا گیا ہے، ان کی محبت کو جزوِ ایمان ثابت کیا گیا ہے۔

اسی طرح اہل بیت یعنی ازوج مطہرات، بنات طیبات، اولاد واحفاد اور اعزہ واقارب کی محبت کا بھی حکم ہے، واقعہ یہ ہے کہ جس کا دل ان حضرات کی محبت سے خالی ہو اس کا ایمان واسلام رسمی وسطحی تو ہوسکتا ہے، اس میں نورانیت وکمال نہیں ہوسکتا، ایمان کے کمال وحقیقت سے وہی بہرہ مند ہوتے ہیں جن کے دل اور سینے حب اصحاب وآلِ رسول سے سرشار ہوں۔

اسلام کا عطیہ: آزادئ اظہارِ رائے

اسلام کے امتیازات میں سے ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس نے تاریخ انسانی میں پہلی بار انسان کی فکری آزادی کا نعرہ بلند کیا اور انقلاب پیدا کیا، اسلام سے ماقبل کی تاریخ انسان کی فکری آزادی سے محرومی اور جابرانہ نظام میں جکڑے رہنے کی بدترین مثالیں پیش کرتی ہے، اسلام نے فکری آزادی کو نافذ کر کے دکھایا، اور پھر اس کے نمایاں اثرات رونما ہوئے۔

اظہارِ رائے کی آزادی کے نمونے سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سیرت صحابہ میں بے شمار ہیں، چند کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے:

(۱) غزوۂ بدر کے موقعے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چشمے کے پاس پڑاؤ فرمایا، اس موقعے پر حضرت حباب بن المنذر نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس مقام پر پڑاؤ اللہ کے حکم سے ہے یا جنگی مصلحت کی بنا پر آپ نے اپنی رائے سے یہ جگہ طے فرمائی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قیام بحکم خداوندی نہیں بلکہ جنگی تدبیر کے طور پر میں نے یہ جگہ منتخب کی ہے، اس پر حضرت حباب نے کہا کہ میری رائے میں یہ جگہ ناموزوں ہے، ہم کو آگے چل کر دشمن فوج کے قریب میں واقع چشمے کے پاس پڑاؤ ڈالنا چاہئے اور راستے کے تمام پانی کے گڈھے خراب کر دینے چاہئیں، اور اپنی قیام گاہ پر حوض بنا کر پانی سے بھر لینا چاہئے، پھر جنگ شروع کرنی چاہئے، تا کہ ہم کو پانی ملے اور دشمن پانی نہ پا سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تمہاری رائے بہت معقول ہے، چنانچہ اسی پر عمل ہوا اور فتح میں اس کا نمایاں اثر سامنے آیا۔ (البدایہ والنہایہ: ۳/ ۲۶۷)

مجلسِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اظہار رائے کی آزادی کی جو فضا ہوتی تھی اس کا ایک مظہر یہ واقعہ ہے، اپنی رائے کے برخلاف دوسری رائے آنے پر بغیر اشتعال کے سنجیدگی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے سنا اور اس کی معقولیت محسوس کر کے بلا تاخیر اپنی رائے بدل دی اور دوسرے کی رائے پر عمل فرمایا۔

(۲) غزوۂ حنین کے موقعے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اقرع بن حابس اور حضرت عیینہ بن حصن کو دل بستگی کے طور پر سو سو اونٹ عطا فرمائے، خلافت صدیقی کے دور میں یہ دونوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور زمین مانگی، حضرت صدیق اکبر نے اسوۂ رسول کی پیروی میں انہیں زمین دے دی اور اس کی تحریر بھی ان کے مطالبے پر عطا کر دی، حضرت عمرؓ سے ان دونوں نے بتایا کہ خلیفہ نے ہمیں زمین دی ہے، تحریر دکھائی، حضرت عمر نے وہ تحریر پھاڑ دی، اور فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اونٹ اس لئے دیئے تھے کہ تم اسلام پر جمے رہو، مگر اب اللہ نے اسلام کو طاقت عطا کر دی ہے اور اسلام کو تم سے مستغنی کر دیا ہے، اب تم کو کچھ نہیں ملے گا، اسلام پر جمے رہو تو بہت اچھا ورنہ یہ تلوار تمہارا فیصلہ کر دے گی، یہ دونوں پھر حضرت صدیق اکبر کے پاس گئے واقعہ سنایا مگر حضرت ابوبکر نے غور کرنے کے بعد حضرت عمر کی رائے سے اتفاق فرمایا اور تمام صحابہ نے اسے تسلیم کیا۔ (تفسیر مظہری: ۴/ ۲۳۶)

مقام فکر یہ ہے کہ بظاہر اس واقعے میں خلیفۃ المسلمین پر شدید تنقید ہے مگر حضرت ابوبکر نے اسے ٹھنڈے دل سے گوارا کیا اور غور وفکر کے نتیجہ میں حضرت عمر کی رائے درست نظر آئی تو اسے قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں فرمایا۔

(۳) اظہارِ رائے کی آزادی کی حوصلہ افزائی کا روشن نمونہ حضرت عمر کا واقعہ ہے، مسجد نبوی میں دورانِ خطاب فرمایا کہ اگر تم میرے اندر کوئی کجی دیکھو گے تو کیا کرو گے؟ اس پر

ایک شخص نے اٹھ کر کہا: بخدا! اگر ہم نے آپ کے اندر کجی دیکھی تو ہم اسے تلوار سے سیدھا کر دیں گے، اتنی سخت بات امیر المؤمنین نے سن کر کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے امت میں ایسے جیالے پیدا فرمائے جو عمر کی کجی تلوار سے سیدھی کر دیں گے، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تنقید واختلاف رائے کا استقبال کتنی خوش دلی سے کیا گیا، ناقد اگر بھلی بات کہہ رہا ہے تو اس کا نامناسب اور جارحانہ اسلوب اس قابل ہے کہ نظر انداز کر دیا جائے، معاشرے کے بڑوں کو بطور خاص اس کا مصداق ہونا چاہئے۔

تنقید سے خفا، نہ ستائش پسند ہوں
یہ حوصلے ہیں پست، میں ان سے بلند ہوں

(۴) حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے ایک بار حضرت عثمان کے سامنے ان پر اپنی برتری کی تین وجوہ کا ذکر کیا: اول: بیعت الرضوان میں حضرت ابوعبیدہ شریک تھے اور حضرت عثمان نہیں، دوم: غزوۂ بدر میں ابوعبیدہ کی شرکت اور عثمان کی عدم شرکت۔ سوم: غزوۂ احد میں ابوعبیدہ کی ثابت قدمی اور عثمان کا عدم استقلال۔

یہ باتیں حضرت عثمان نے سکون سے سنیں اور فوراً اعتراف کیا کہ ابوعبیدہ! آپ سچ کہتے ہیں، آپ بلاشبہ افضل ہیں، پھر اپنا عذر یوں بیان کیا کہ بیعت الرضوان میں عدم شرکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مجھے مکہ بھیجنے کی بنا پر تھی، بدر میں حاضر نہ ہونا بحکم رسول مدینہ میرے قیام کی وجہ سے تھا اور احد میں ثابت قدم نہ رہنے کی لغزش قرآن اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے بیان کے مطابق اللہ نے معاف فرما دی ہے۔ (ملاحظہ ہو: عبقریات العقاد/۶۵۰)

یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ سخت اور جارحانہ تنقید کو برداشت کرنا، اپنی کوتاہی تسلیم کرنا، مثبت اور سادہ اسلوب میں حقیقی صورتحال واضح کر دینا۔ خواہ کتنا مشکل کام ہو...... اللہ کے نیک بندوں کا شعار رہا ہے، اور انسانی ترقی کی راہیں انہیں اوصافِ عالیہ کو اپنانے کے بعد

کھلتی ہیں۔

(۵) مدینہ منورہ میں ایک باندی بریرہ ایک غلام مغیث کی زوجیت میں تھیں، ایک مدت کے بعد بریرہ آزاد ہوگئیں، اب انہیں از روئے شرع سابق شوہر کے ساتھ رہنے یا علاحدہ ہوجانے کا اختیار مل گیا، انہوں نے علاحدگی کا فیصلہ کیا جو مغیث کے لئے بڑا الم ناک ثابت ہوا، وہ بریرہ سے علاحدہ نہ ہونے کی سفارش کرتے رہے مگر وہ نفی کرتی رہیں، بالآخر معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا، آپ نے بھی بریرہ سے کہا کہ علاحدگی کا فیصلہ نہ کرو، اس پر بریرہ نے سوال کیا کہ کیا یہ آپ کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں سفارش ہے، بریرہ نے جواب دیا کہ مجھے مغیث کے ساتھ نہیں رہنا ہے۔ (بخاری)

آزادئ فکر کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوسکتی ہے؟

(۶) ماضئ قریب میں حضرت شیخ الہند (جو تحریک خلافت کے سرگرم حامی تھے) اور حضرت تھانویؒ (جو تحریک خلافت کے سخت ناقد تھے اور حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے) کا واقعہ بڑا بصیرت افروز ہے، حضرت شیخ الہندؒ نے کبھی بھی حضرت تھانوی کی تنقید کا برا نہیں مانا، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

> حضرت کے قلب پر میرے اختلاف سے ذرہ برابر بھی گرانی نہ تھی، ایک مرتبہ تحریک خلافت کے زمانے میں حضرت کی بیٹھک میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے میرے متعلق برے بھلے الفاظ کہہ رہے تھے، کچھ الفاظ حضرت کے کانوں میں پڑ گئے، باہر تشریف لائے، بہت خفا ہوئے اور یہ فرمایا کہ خبردار، جو آئندہ ایسے الفاظ کبھی استعمال کئے، اور یہ فرمایا کہ میرے پاس کیا وحی آئی ہے کہ جو کچھ میں کررہا ہوں وہ سب ٹھیک ہے، میری بھی ایک رائے ہے اور اس کی بھی ایک رائے ہے، ہمیں تو اس پر فخر ہے کہ جو شخص تمام ہندوستان سے بھی متاثر نہ ہوا اور

کسی کی بھی پروانہ کی، وہ بھی ہماری جماعت سے ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت/۱۱۴)

اختلاف رائے کو برداشت کرنے اور اجتہادی معاملات میں اپنی ہی رائے کو حق سمجھنے پر اصرار سے بچنے کا واضح مظہر یہ واقعہ ہے۔

اظہارِ رائے کی آزادی بہت بڑی نعمت ہے، مگر وہ لامحدود نہیں بلکہ اس کی کچھ حدیں ہیں جن سے تجاوز سے منع کیا گیا ہے، اس کے آداب بھی ہیں جن کی رعایت ضروری ہے، فکری آزادی کو معروف ومعلوم اور مسلمہ حقائق کے دائرے میں رہنا چاہیئے، مفروضات، قیاسات واوہام کی بنا پر رائے نہ متعین کی جائے، غیر ذمہ دارانہ باتوں سے گریز کیا جائے، تحقیق کے بعد رائے ظاہر کی جائے، سنی سنائی باتوں ہی پر اعتماد نہ کیا جائے، حق آزادیٔ رائے کو استعمال کرتے وقت تشدد اور جارحیت سے مکمل اجتناب کیا جائے، بیجا غلو نہ کیا جائے، حق کے سامنے شخصی، مسلکی، اور گروہی تعصّبات اور عقیدتوں کو کوئی اہمیت نہ دی جائے، حق کو سب سے برتر سمجھا جائے، اپنی رائے کے خلاف دلیل واضح ہوجانے کے بعد اپنی رائے سے رجوع کرلیا جائے، اختلاف رائے میں انصاف کی حدود سے تجاوز نہ کیا جائے، اختلاف صرف اختلافی نکتہ تک محدود رکھا جائے اور اہانت اور ذاتیات پر حملے سے بچا جائے، اختلاف صرف بحث تک رہنا چاہیئے، اسے دلوں کی کدورت تک نہ پہونچنے دیا جائے۔

سلف صالح کا اختلاف رائے اور حریت اظہار خیال دونوں ان حدود وآداب کے پابند رہتے تھے، ان کو نمونہ بنانے اور ان کی روشنی میں اپنا نہج متعین کرنے کی ضرورت ہے۔

مصنف کی مطبوعہ علمی کاوشیں

● اسلام میں عفت وعصمت کا مقام

یہ کتاب عفت وعصمت کے موضوع پر انتہائی تفصیلی اور اہم پیش کش ہے، اپنے مندرجات کی جامعیت اور نصوص کی کثرت کی بنیاد پر اپنے موضوع پر اردو زبان میں انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، ملک و بیرونِ ملک کے اکابر علماء کے تأثرات وتقریظات سے آراستہ ہے۔ مختصر سے عرصہ میں اس کے پانچ ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں، یہ کتاب بجاطور پر اس قابل ہے کہ عوام وخواص، علماء وعوام، مرد وعورت سبھی اس کو اپنے مطالعہ میں رکھیں۔

● بیانات سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کتاب موجودہ حالات میں سیرت نبویہ کے فکر انگیز پیغام اور گوشوں کو واضح کرنے والی مکمل، مدلل، مرتب، جامع اور موثر سیرت طیبہ سے متعلق چار مفصل بیانات پر مشتمل ہے، اور قرآن وحدیث کی روشنی میں حسن ترتیب کے ساتھ پوری سیرت کو اس کتاب میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے، عوام وخواص ہر ایک کے لئے یکساں طور پر افادیت کی حامل اور قابل مطالعہ ہے۔

● اسلام میں صبر کا مقام

یہ کتاب صبر کے موضوع پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، فاضل مصنف نے اس کتاب میں جدید اسلوب میں قرآن وحدیث، آثار صحابہ کی روشنی میں صبر کے مقام، اس کی اہمیت اور ضرورت کے متعدد پہلوؤں کو کافی شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا ہے، صبر وشکر کے تقابلی تجزیے پر مصنف نے بے حد قیمتی باتیں تحریر کی ہیں، دور حاضر کے ہر نوجوان کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

● ترجمان الحدیث

اس کتاب میں اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق کے متعلق ڈیڑھ سو صحیح ترین احادیث نبویہ کی مدلل اور عام فہم اسلوب میں عالمانہ تشریح کی گئی ہے۔ یہ کتاب بجا طور پر اس قابل ہے کہ اپنے مواد کی علمیت اور افادیت کی وجہ سے اسے مساجد اور اجتماعی مجالس میں سنایا اور پڑھایا جائے۔

● اسلام کی سب سے جامع عبادت نماز

اس کتاب میں نماز کی اہمیت، اقسام وانواع، خشوع کی شرعی حیثیت، خشوع کے مختلف طریقوں کا ذکر قرآن وسنت کی روشنی میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ خشوع کے موضوع پر جو فاضلانہ اور عالمانہ مفصل ومدلل بحث کی گئی ہے وہ اردو دنیا میں اپنی نوعیت کی منفرد چیز ہے، یہ کتاب ہر خاص وعام کے مطالعہ میں جگہ پانے کی اولین مستحق ہے۔

● اسلام اور زمانے کے چیلنج

موجود معاصر حالات کے تناظر میں مصنف کے اشہب قلم سے نکلی ہوئی پرسوز، پردرد اور واقعیت پسندی پر مبنی فکری تحریروں کا یہ مجموعہ موجودہ صورتِ حال میں ہر مسلمان کے لئے راہبر اور فکری غذا فراہم کرتا ہے، جو بات بھی لکھی گئی ہے باحوالہ اور نصوص کی روشنی میں ہے۔

● سیرتِ نبویہ قرآنِ مجید کے آئینے میں

یہ کتاب قرآن کی روشنی میں سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع اور روشن پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، قرآنی سیرت کے موضوع پر یہ اردو زبان میں پہلی باضابطہ کتاب ہے، جس میں سیرت طیبہ کو تاریخی ترتیب کے ساتھ قرآنی بیان کے آئینہ میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اسلوبِ بیان بے حد پرکشش اور اچھوتا ہے۔ کتاب کے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

● عظمتِ عمر کے تابندہ نقوش

یہ کتاب عربی کے مشہور ادیب شیخ علی طنطاوی کی پراثر تحریر ''قصۃ حیاۃ عمر'' کی ترجمانی ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمے سے مزین ہے، کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت وعبقریت کے نمایاں پہلو بہت دل نشیں اور ساحرانہ اسلوب میں اجاگر کئے گئے ہیں، سیرتِ عمر پر یہ کتاب عمدہ اور قابل قدر اضافہ ہے۔

● گناہوں کی معافی کے طریقے اور تدبیریں

یہ کتاب صحیح ترین احادیث نبویہ کی روشنی میں گناہوں کی معافی کے مختلف طریقوں کو محیط ہے، اس میں گنہ گاروں کو مایوسی سے بچنے کی تاکید اور توبہ کی تحریک اور عمل صالح کی ترغیب ملتی ہے، ہر مسلمان نوجوان کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

● گلہائے رنگارنگ

تین جلدوں پر مشتمل یہ وقیع کتاب قرآن وسنت کی انقلابی تعلیمات، اصلاحِ قلب ونفس ومعاشرہ، اسلام کے خلاف پھیلائے گئے مغالطوں اور شکوک وشبہات کی مکمل اور مدلل تردید کو محیط عام فہم اور دل نشیں اسلوب میں بیش قیمت اور فکر انگیز تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن بہت جلد مقبول ہوا، اب دوسرا ایڈیشن زیر طباعت ہے۔

● مفکر اسلام؛ جامع کمالات شخصیت کے چند اہم گوشے

یہ کتاب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہٗ کی حیات وخدمات اور ان کی تابندہ زندگی کے روشن نقوش اور نمایاں امتیازات کی جامع اور مکمل تصویر کشی ہے۔ کتاب حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ کے بیش قیمت مقدمات سے مزین ہے، متعدد اہل قلم کے تأثر کے مطابق مفکر اسلام کی شخصیت پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب اپنے مواد کی جامعیت، اسلوب کی دل کشی اور حسن بیان کے اعتبار سے انفرادی شان رکھتی ہے۔

● علوم القرآن الکریم

یہ کتاب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی اردو تصنیف علوم القرآن کا عربی ترجمہ ہے۔مترجم نے بہت سلیس اور شگفتہ عربی زبان میں کتاب کو اردو سے منتقل کیا ہے،شروع میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کا مقدمہ زینت کتاب ہے۔

● اسلام میں عبادت کا مقام

یہ کتاب عبادت کے موضوع پر انتہائی جامع اور محیط کتاب ہے،جس میں عبادت کے تمام پہلوؤں کا کتاب وسنت اور اقوال سلف کی روشنی میں تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔عوام اور خواص سب کے لئے یکساں مفید ہے۔

● اسلام دین فطرت

یہ کتاب مذہب اسلام کے امتیازات اور اس کی انسانیت نواز تعلیمات کو واضح کرتی ہے،اس میں اسلام کی جامعیت،واقعیت،حقیقت پسندی،ربانیت،امن واسلامتی،اخوت ووحدت،مساوات واجتماعیت جیسے متعدد اہم گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ہر باذوق کے لئے قابل مطالعہ ہے۔

● دیگر کتب:

اختر تاباں (تذکرہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ)

والد ماجد (تذکرہ حضرت مولانا محمد باقر حسین صاحبؒ)

شیخ الہند: حیات،خدمات وامتیازات

مقام صحابہ اور غیر مقلدین

اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن عناوین

سچ اور جھوٹ کتاب وسنت کی روشنی میں ایک جائزہ

اسلام کا جامع اور مؤثر ترین تعزیری نظام

کچھ یادیں کچھ باتیں (تذکرہ حضرت مولانا مفتی محمد افضل حسین صاحبؒ)

اسلام اور دہشت گردی

بنیادی دینی اور تاریخی معلومات (اردو،ہندی)

منشیات اور شراب: اسباب ومحرکات،شرعی ہدایات،سدباب کی تدبیریں

● عربی کتب:

❍ وان المساجد للّٰہ ❍ لمعات من الاعجاز القرآني البديع

❍اصول المعاش الاسلامی فی ضوء نصوص الکتاب والسنة......

❍نظرة عابرة علی القضاء والقضاة فی الاسلام ❍ بحوث علمية فقهية